آئین قیصری

جسمیں

حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریا قیصر ہند کے عہد سلطنت میں ہندوستان کے درمیان جو انتظامات ہوئے اور ترقیاں ہوئیں انکا بیان لکھا ہے

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ

شمس المطابع دہلی میں باہتمام منشی محمد عطاء اللہ صاحب مطبوع ہوئی

اشتہار

ہندوستانی فرمانروایان ہند اور انکے وزرار وامراء وارکین سلطنت اور انکی مملکت کی کارپردازی اور عہدہ داروں اور روساء ہند اور خیرخواہان برٹش گورمنٹ کے لیئے یہہ مژدہ خردافزا ہے کہ خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ نے ایسی کتابین تالیف کی ہین جیسی شہنشاہ اکبر اعظم کے عہد سلطنت کی اکبرنامۂ آیئن اکبری۔ ابوالفضل نے تصنیف کی تھین۔ ان کتابون سے اہل ہند کو معلوم ہوگا کہ انکی ملکہ معظمہ قیصر ہند کیونکر فرمانروائی۔ عدل گستری رعایا پروری کرتی تھیں اور انکے عہد ہمایون مین ہندوستان کے لیئے انتظامات وترقیوں کے کیاکیا سازوسامان ہوئے جنکی نظیر کہین تواریخ ہند مین نہیں ملتی۔ ان کتابوں کی تفصیل نیچے لکھی جاتی ہے

سوانح عمری

حضرت علیا ملکہ معظمہ ملکی صفات قیصر ہند وکٹوریا وعالیجناب پرنس کونسورٹ ائلبرٹ نیک نہاد۔

اس کتاب مین روز ولادت سے یوم وفات تک وہ حالات وسانحات ملکہ معظمہ کی زندگی کے لکھے ہیں جو انکی شہنشاہی اور فرمانروائی سے چندان سروکار نہیں رکھتے جنکی تفصیل یہ ہے نسب۔ ولادت۔ بچپنا۔ تعلیم وتربیت۔ کم عمری کی حکایات صالح۔ جودت طبع وذکاوت کی باتین وتفریح طبع کے لیئے کھیل وتماشے۔ شاہزادہ ائلبرٹ کی خاص ذات والاصفات کے حالات کا بھی بیان اسی ترکیب سے۔ ملکہ معظمہ کی تخت نشینی وتاج پوشی۔ انکا بیاہ۔ دونوں زن وشوہر کا ایک جان دو قالب ہونا۔ خانگی انتظامات۔ دونوں کی ساتھ سیر وسیاحت۔ کل اولاد کی ولادت۔ ہر بچہ کی تعلیم وتربیت۔ انکی خوشخوران وکھیل کود کی دلچسپ حکایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

آئین قیصری

پہلے اس سے کہ مین دانشمندان والاخرد روشن ضمیران بلند خیال کی تصنیفات سے انڈیا کی ترقیات اور انتظامات کے مضامین التقاط کر کے لکھون جنکے سمجھنے کے لیئے دماغ چاہیئے ہین مینے جو خود اپنی آنکھون سے ہندوستان کی ترقی دیکھی ہے وہ بیان کرتا ہون وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتین ہین کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اپنی آنکھون سے دیکھ سکتا ہے۔

میری لڑکپن کے زمانہ مین حلال خور دیاسلائیان اسطرح بناکر گلی گلی کوچہ کوچہ مین بیچتے پھرتے تھے کہ چیڑ کی لکڑی کو چیر کر پتلی پتلی تیلیان بناتے اور ان کے سرون پر گندک لگاتے۔ اُنکے مٹھے لوگ خرید کر کے اپنے گھر مین رکھ لیتے اور انکو آگ سے روشن کر کے گھرون مین چراغون کو روشن کرتے۔ اب ان دیاسلائیون کا کہین پتا نہین رہا۔ انکی جگہہ اور دیاسلائیون کے بکس پیسے کے دو دو تین تین بکتے ہین جنمین اتنی دیاسلائیان ہوتی ہین کہ وہ پہلی دیاسلائیون سے سستی پڑتی ہین اور روشن ہونے مین آگ کی محتاج نہین بلکہ صرف ایک رگڑے سے روشن ہو جاتی ہین۔ جو علم طبیعات کے اس اصول کو روشن کر کے دکھاتی ہین کہ رگڑ سے حرارت اور روشنی پیدا ہوتی ہے اگر کوئی شخص ہندوستان کی وحشی قومون مین جاکر اس دیاسلائی کو روشن کرے تو وہ اس کے معجزہ اور کرامات کے قائل ہوکر پرستش کرنے لگین۔ اگرچہ ابھی تک پنیل کے فتیل سوزون اور شمعدانون اور کاٹھ کے دیوٹ چیکٹ بھرے اور چراغدان چلے جاتے ہین .... جنکے اوپر مٹی کے چراغ رکھے جاتے ہین اور کڑوا تیل ڈالکر روئی کی بتیان ڈالی جاتی ہین اور دیاسلائیون سے روشن کی جاتی ہین۔ بتی کے کھنے سے چراند کی بو ایسی آتی ہے کہ دماغ پریشان ہوتا ہے۔ اب

انکی جگہہ ٹین کی ڈبیون اور لیمپون کا رواج ہوتا جاتا ہے جنہین مٹی کا تیل جلتا ہے جسکی روشنی بڑی
صاف ہوتی ہے - اگرچہ تیل کی بُو ناگوار ہوتی ہے - ان ڈبیون کو جہان روشنی کی ضرورت ہو اٹھا کر
لیجاؤ ہاتھ چکنا نہین ہوتا جیسا کہ چراغون کے لیجانے مین ہوتا ہے - پہلے زمانہ مین جو جھاڑ فانوس
مردنگین دیوارگیریان وگلاس وروشنی کے شیشہ آلات بڑے بڑے آدمیونکے مکانون مین دیکھنے مین آتے
تھے اب متوسط درجہ کے آدمیون کے گھرون مین وہ آویزان ہوتے ہین - شادی بیاہ ہونکی
تقریبان مین - مکانات مین جھاڑون فانوسون مردنگون گلاسون کی وہ روشنی ہوتی ہے جو پہلے
کسی بڑے بادشاہ کے محلون مین بھی نہین ہوتی ہوگی - پھر بڑے بڑے شہرون اور ریلون کے
سٹیشنون پر گیاسون اور بجلی کی جو روشنیان ہوتی ہین وہ ایک طلسم کا عالم دکھاتی ہین جو بوستان خیال کے
مصنف کے خیال مین بھی نہین گذرین کہ اس سے وہ کسی طلسم کو منور کرتا - بعض متمول شوقین اپنے گھرون
مین بجلی کی روشنی کرتے ہین جسکے سبب سے رات کا دن ہوجاتا ہے اگر ایک جھاڑ مین بجلی کی روشنی کی جائے تو
بہت جھاڑون کی روشنی کے برابر ہوگی جنہین چربی کی بتیان جلتی ہین اس روشنی کے آگے
شمع کافوری وموم کی شمع کی روشنیان ماند ہین - روشنی کے سامان مین ایسی ترقی
ہے کہ اس کے آگے پہلا سامان روشنی ایسا ہے جیسا پٹ بیجنا سورج کے آگے -

پہلے غربا مٹی کی ہانڈیون مین کھانا پکاتے تھے اور مٹی کی رکابیون اور پیالون مین کھانا کھاتے تھے
مگر اب انکی جگہہ پیتل اور تانبے کی پتیلیون مین کھانا پکاتے ہین اور تانبے کی رکابیون اور
پیالون اور پیتل کی تھالیون مین کھاتے ہین - بڑے بڑے امیرون کے گھرون مین غوریان
اور چینی کے برتن ہوتے تھے جو نہایت عمدہ ہوتے تھے اب سب گھرون مین چینی کے اور
تام چینی کے برتنون کا ڈھیر ہے طرح طرح کی رکابیان پیالے رکابین غوریان صدہا قسم کے
برتن روزمرہ استعمال مین آتے ہین - سرپوش لوہے کے جالیدار بڑے خوبصورت کام مین آتے ہین
پہلے جو دعوتین اور ضیافتین ہوتی تھین تو کھانا مٹی کے برتنون مین ہالون کے آگے چنا
جاتا تھا انکی بجائے چینی کے برتنون مین کھانا چنا جاتا ہے پہلے بڑے امیرون کو
بھی یہہ بات میسر نہ تھی - تورہ بندیون مین کھانا لاکھی مٹی کے برتنون مین لگا کے تقسیم ہوتا
تھا - اب انکی بجائے چینی کے برتنون مین کھانا تقسیم ہوتا ہے اور کھانے کے ساتھ

کھانے کے برتن

برتن بھی دیدیے جاتے ہین یہہ بات کبھی پہلے سننے مین بھی نہین آئی ہندوستان کے اور بعض
اور ملکون کے اعلے درجہ کی برتنون کی دکانین بڑے بڑے شہرون مین موجود ہین غرض
کھانے کے برتنون مین بڑی ترقی ہوئی ہے۔ پکانے کے برتن بدستور ہین۔ اب چینی مین
چار کی گلکار پیالیان اور شیر دان اور چار دان لگ کے متوسط درجہ کے آدمیون کے سامنے
آتے ہین وہ کبھی پہلے امیرون کے سامنے نہین آتے تھے۔ غرض چینی کے برتن جنکی انواع اور خوبصورتی
کا بیان ہو نہین سکتا صاحب مقدور مسلمانون کے استعمال مین آتے ہین مگر ہندوؤن کو چینی کے برتنونکی
استعمال سے پرہیز چلا جاتا ہے۔ اگرچہ ہندو مسلمانون کے خورونوش مین مذہب کے سبب سے کوئی بڑی ترقی نہین
ہوتی ہے مگر پھر بھی اس مین ترقی ہونی شروع ہوگئی ہے شاید آیندہ زیادہ ترقی ہو۔ پہلے گائے بکری بھیڑ کا
گوشت کھانے مین آتا تھا اب اس کی جگہہ صاحب مقدور دانہ خوری کا گوشت کھاتے ہین۔ پہلے بھٹیارے
اوجھڑی پکاتے اور غریبون کا وہی سالن تھا اب یہہ اوجھڑی کوئی بھٹیارا نہین پکاتا۔ اوجھڑی
بڑی نجس چیز ہے۔ پہلے چمار کنجر و کھٹیک وغیرہ مردار جانورون کے گوشت کھاتے تھے اب یہہ
مردارخوری کم ہوگئی ہے۔ پہلے چمارون کو بکری کے گوشت کا مزہ چکھنا نصیب نہین ہوتا تھا
اب ان مین جو بوٹ بناتے ہین بکری کے گوشت کے سوا اور گوشت نہین کھاتے۔

پہلے نان بائی خمیری روٹیان اور شیرمالین اور کلچے بیچتے تھے اب اسپر انگریزی شیرمال اور ڈبل روٹی
اور بسکٹون کا اور اضافہ ہو گیا۔ بسکٹون اور ڈبل روٹی پکانے کی کلون کے کارخانے جاری ہین
جس سے یہہ روٹیان اور بسکٹ طرح طرح کے لاکھ کر ہزارون روپے کے فروخت ہوتے ہین
ایک پیشہ ہی نیا ڈبل روٹی اور بسکٹ بنانے کا ہو گیا ہے سینکڑون آدمی سر پر انکو ٹوکرون
مین رکھے گلی گلی کوچہ کوچہ بیچتے پھرتے ہین۔ چار کے ساتھ ڈبل روٹی کے توسٹ بہت کھائے
جاتے ہین۔ بیمارون کی غذا پہلے یخنی مونگ کا پانی اور آش جو تھی اب مونگ کا پانی اور آش جو کا
استعمال بہت کم ہو گیا ہے ابھی یخنی باقی ہے سو وہ بھی پہلی طرح نہین بنائی جاتی انگریزی طرح
بنائی جاتی ہے اب مریضون کی غذا ساگو دانہ و گوشت کا ست اور بعض اور چیزین جو پہلے
کبھی استعمال مین نہین آتی تھین کام مین آتی ہین۔ پہلے لوگ پیٹ کے خلل کے علاج کے لیے
چورن و کالا نمک و سکنجبین گھرون مین رکھتے تھے۔ اب انکی جگہہ پیپرمنٹ کی شیشیان اور

بعض اور انگریزی چیزین رکھتے ہین۔ کھانا ہضم ہونے کی حالت مین سوڈا واٹر پینے کا بڑا رواج
ہوگیا ہے۔ پہلے تفریح طبع اور تسکین تشنگی کے لیے آب شورہ پیتے تھے اب اسکی جگہہ لیمونیڈ کی بوتل
پی جاتی ہے۔ سوڈا واٹر و لیمونیڈ بنانے کی کلین بڑے بڑے شہرون مین بہت جاری ہین
پہلے امرا شورے مین یا آسمانی برف مین پانی کی بوتلین لگا کے پانی کو ٹھنڈا کیا کرتے تھے اور جاڑے
کے موسم مین برف کی قلفیان جمائی جاتی تھین اب یہہ حال ہے کہ بارہ مہینے کلون مین برف جمائی
جاتی ہے جس مین یہہ کرامت دیکھنے مین آتی ہے کہ پانی کو آگ برف بناتی ہے یہہ برف ایسی
ارزان بکتی ہے کہ غریب آدمی بھی گرمی کے موسم مین برف سے پانی ٹھنڈا کرکے پی لیتے ہین۔
سب موسمون مین برف کی قلفیان اور کوزے یکسان فروخت ہوتے۔ گرمی کے موسم مین
بڑی تکلف سے بادشاہون کے لیئے پہاڑون پر سے ڈاک مین برف آتی تھی اب یہہ حال ہے کہ غریب
آدمی برف کے مزے اڑاتے ہین۔ دنیا کی بڑی نعمتون مین سے آب سرد ہے سو اس انگریزی
عملداری کے سبب سے سب ادنے اعلے کو بڑے شہرون مین وہ میسر ہے۔ مین اپنے لڑکپن مین
بازارون مین جو میوے اور ترکاریان اور پھل پھلواری بکتے دیکھتا تھا اب ان مین ایسا اضافہ
دیکھتا ہون کہ مجھے حیرت ہوتی ہے طرح طرح کے میوے ہر شہر مین دور دور کے اور شہرون سے
ریلون مین آتے ہین اور بکتے ہین۔ دہلی مین گرمی کے موسم مین رنگترے کا نام نہین ہوتا تھا اب بٹول
اور سلہٹ کے میٹھے رنگترے بکتے ہین۔ ہر قسم کا میوہ جس شہر کا مشہور ہوتا ہے وہ ہر شہر مین فروخت
ہوتا ہے۔ کھانے کی بھی طرز بدلی مسلمان میز کرسی لگا کے کھانا کھاتے ہین۔ قدیمی پہلے دستر خوان پر
نہین کھاتے نہ انگلیون کو کھانے سے سانتے ہین نہ انکو چاٹتے ہین چھری کانٹے سے کھاتے ہین
کھانے کے طریقے مین نفاست داخل ہوتی جاتی ہے بعض مسلمان تو بالکل انگریزی کھانے انگریزون
کی طرح کھاتے ہین شراب سور کے گوشت سے پرہیز کرتے ہین مگر بعض تو شراب کو شربت سمجھتے ہین جو
انکے حق مین زہر مار ہوتی۔ ہندؤن مین اس خورونوش مین بہت ترقی نہین ہوئی ہے۔

سوئی

پہلے ہمارے کپڑے سینے کی اوزار سے تے اور کچی پکی سوئیان تھین جنکو یہان کے سوئی بنانے
والے بناتے تھے مگر جب سے کہ انگلستان کی سوئیان ہندوستان مین آئین تو انہون نے
یہان کی سوئیون کا رواج مٹا دیا انگلستان مین ایک سوئی کے بنانے مین چھتیس کاریگرون کی

ہاتھ لگتے ہین وہ بڑی صاف و عمدہ اپنے کام مین سچی ہوتی ہین وہ سینے مین بہت کم ٹوٹتی
ہین - غرض انگلستانی دیاسلائیو اور سوئیون نے ہندوستانی دیاسلائیون اور سوئیون کا
نام ونشان باقی نہین رکھا ایک گنوار نے کہا تھا کہ جلیبے انگریزی راج جینے نہ گھرٹین دیاسلائی
چھوڑی نہ سوئی پوشاک کی ایسی ترقی ہوئی کہ اب کی اور پہلی پوشاک مین زمین آسمان کا فرق
ہوگیا ہے - جو پہلے متوسط درجے کے آدمی لباس پہنتے تھے وہ اب ادنے درجہ کے آدمی
پہنتے ہین اور امرا پہلے جو لباس پہنتے تھے وہ متوسط درجے کے آدمی پہنتے ہین لوگ جو اچھے جوڑے
تہوارون اور شادی بیاہون مین پہنتے تھے ویسے جوڑے اب روزمرہ پہننے لگے ہین -
صدہا قسم کے کپڑے ایسے پاکیزہ و نفیس یہان آگئے ہین جو امرا کو بھی پہلے میسر نہین ہوتے
تھے - گنوارون کے کپڑون مین پہلے کی نسبت بہت ترقی ہوگئی ہے - گاڑھے گزی کی جگہہ وہ
بھی لنک لاٹ نین سکھ و ململ پہننے لگے ہین پہلے تافتہ و بافتہ و فیفو و سیفو و گیگم و ملتانی اور
فرخ آبادی و مدراسی چھینٹین عمدہ کپڑے گنے جاتے تھے مگر اب انگریزی کپڑون نے اپنی نفاست
اور ارزانی کے سبب سے انکا نام ونشان نہین باقی رکھا - اب تھوڑے آدمی زندہ ہونگے جنھون نے
ان کپڑون کو دیکھا بھی ہوگا - اب دیسی کپڑے یہان کم مستعمل ہوتے ہین اور جو مستعمل بھی ہوتے ہین
وہ انگریزی سوت کے بنے ہوئے ہوتے ہین - تھوڑے سے ادنی کپڑے سے ٹوس و دستے
و کنبل وغیرہ باقی ہین جو مستعمل ہین یا کمخواب و زربفت و گلبدن و مشروع کپڑے مین بڑی
ترقی ہوئی اسکی ارزانی اور خوبی نے پرانے کپڑون کا نام تک بھلا دیا -

انسان کا آرام عادت پر موقوف ہے جسطرح کے مکان مین رہنے لگے اسی مین آسائش
پانے لگتا ہے مگر پھر بھی مکان کی صورت و شکل مین آسائش و آرام کو دخل ہے اب مکانات کی
وضع مین ترقی ہوتی جاتی ہے جو نئے مکانات بنتے ہین وہ مجنس ہوتے ہین ان مین کچھ ہندوستانی
کچھ انگریزی وضع ہوتی ہے ان مین ہوادار کمرے بنائے جاتے ہین صحن وسیع رکھے جاتے ہین
ان مین چمن بنائے جاتے ہین پہلے کی نسبت خوشنما ہوتے ہین مگر ایسے مضبوط نہین ہوتے جیسے
پہلے مکان ہوتے تھے ——— نئے مکانون مین صفائی ہوتی ہے صفائی نہین ہوتی لیکن
پہلے وہ صفائی نہین لگاتے جنسے مکانات لوہا لاٹھ ہوتے تھے مگر کاٹھ جب سے حیثیات کی حفاظت کا سررشتہ جاری

ہوا ہے آسانی سے ایسا ہی بہتر ہو سکتا ہے جیسا کہ شاہجہانی عمارتون مین لگا ہوا ہے۔
مکانات کی قطع وضع کے ساتھ انکے فرنیچر کی بھی طرح بدلتی جاتی تھی وہ بالکل انگریزی فرنیچر
سے آراستہ کیئے جاتے ہین میز کرسیان کوچین ایزی چیر بچھائی جاتی ہین۔ زمین پر بیٹھنے کی
عادت چھوٹتی جاتی ہے کرسی نشین ہوتے جاتے ہین گو جاہ و منصب مین پہلے کرسی نشینون
کے برابر نہین ہوتے۔ صدہا مسلمان ہین جنکی زمین پر بیٹھنے کی عادت چھوٹ گئی ہے چھری
کانٹے بغیر انسے کھایا نہین جاتا۔

۱۸۵۸ع سے ۱۸۶۹ع تک گیارہ برس مین اضلاع بلندشہر اور مرادآباد مین ڈپٹی انسپکٹر
مدارس رہا ہون اور کولہو کے بیل کی طرح اتنے میل پھرا ہون کہ کرۂ زمین کے محیط پر چکر لگا آتا
جون ۱۸۵۸ع سے ضلع بلندشہر کے دیہات مین مین نے دورہ شروع کیا تو دیکھا کہ دیہات مین
رواج نہین کہ ایندھن اور مٹی کے برتن اور گھاس کی قیمت دیجائے زمیندار چمارون سے گھاس اور
کمہارون سے برتن اور اورون سے ایندھن زبردستی دلا دیتا ہے مین شہری آدمی یہہ دیکھکر متعجب ہوا
جب مین ان چیزون کے دام دینے لگا تو زمیندارون نے کہا کہ ہمارے گاؤن کی رسم نہ بگاڑیئے۔
دیانتدار ملازم سرکار کو ان تینون چیزون کو اپنے ساتھ لے جانا چاہیئے نہین مفت یہہ مال حرام
لینا پڑیگا۔ مگر پانچ چار سال بعد جب مین یہہ قیمت دیتا تھا تو بڑی شکرگزاری سے وہ لے لیتے تھے
اور انکو یہہ گوارا نہین ہوتا تھا کہ یہہ چیزین مفت انسے لی جائین۔ مین نے دیکھا کہ کوئی نامبارک مہمان
گاؤن مین ملازمین سرکار سے زیادہ نہین ہوتا تھا زمیندارون کو کبھی گوارا نہین ہوتا کہ کوئی اہلکا
انکے گاؤن مین آکے یار ہے لیکن چند سال ہی مین نے قدیمی زمیندارون کو دیکھا کہ وہ سرکاری
اہلکارون کی مہمانی مین آنا کانی دینے لگے۔ نئے زمیندارون نے تو اس مہمانی کے جھگڑے
ہی کو اپنے ذمے لازمی نہین جانا مین نے پولس کے انسپکٹرون کو دیکھا کہ زمیندارون نے
انکی مہمانی سے بے اعتنائی کی کہ بمجبوری انکو چوپال مین اپنی گرہ سے کھانا پکوانا پڑا۔ گاؤن خرچ مین
اہلکارون کے لیئے گاؤن مین جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ خیرات کے صیغہ مین داخل کیا جاتا تھا اور ہر
سررشتہ کے اہلکارون کے خرچ کی مدین جدا جدا مقرر تھین کسی کا نام کوڑی کسی کا نام جذاحی اور علے ہذا القیاس تھا
غرض اب زمیندارون و کاشتکارون کا کوئی اپنا مطلب اہلکارون سے نکلتا ہے تو گاؤن مین

انکی کچھ آو بھگت کرتے ہیں نہین رفت پر ٹل جاتے ہین۔ ایک ٹھاکر کو ایک انسپکٹر نے دھمکایا کہ تمہارے
اس جرم کی سزا کا بیان کہی جگہہ تعزیرات ہند مین لکھا ہے تو اسنے کہا کہ ہم لے اپنے لڑکون کی زبانی
ڈنڈ سنگرہ (ہندی ترجمہ تعزیرات ہند) مین سنا ہے کہ جہان ہماری سزا کے لئے ایک جگہہ
لکھا ہے وہان تمہاری سزا کے لیئے دس جگہہ لکھا ہے۔ غرض اہلکارون کے جن ظلمون کے
متحمل پہلے دہاتی ہوتے تھے انمین مین نے دیکھا کہ ہر سال مین کمی آتی جاتی تھی۔ دہاتی اپنے حقوق کو
روز بروز زیادہ سمجھنے جاتے ہین۔ اہلکار انکی زد و کوب نہین کرسکتے مین نے ۱۸۵۵ء مین دیکھا کہ
چوپالون پر بڑی نکبت برستی تھی اکثر پھوس کے چھپر انمین پڑے ہوئے ہوتے۔ پھر چند سال مین دیکھا
کہ ان چوپالون مین شیشم کی لکڑی کے خوبصورت سہ درے اور اپر کچی چھتین بنی ہوئی ہین بڑے
کشادہ دالان اور انکے آگے پھوس کا سائبان اور بڑا صحن وسیع ہر سال مین دیکھتا تھا کہ کچی مٹی کے
مکانون کی بجائے خشتی گلی مکانون کی تعداد زیادہ ہوتی تھی جو انکے مرفہ حالی پر دلالت کرتی تھی
اول مینے دیکھا کہ بڑے بڑے گاؤن مین ایک روپیہ کے پیسے کسی بنیئے کی دکان سے نہین
ملتے تھے چند سال بعد ایک روپے کے کیا کئی روپے کے پیسے بنیون کی دوکانون سے ملنے
لگے۔ پہلے مین مدرسون کا امتحان مانچون یا چار پائیون پر بیٹھ کر لیتا تھا پھر چند سال بعد کوئی مدرسہ
ایسا نہ تھا کہ جہان میرے بیٹھنے کے لیئے کرسی نہ بچھائی جاتی ہو اسی پر بیٹھ کر مین امتحان لیتا تھا
پہلے مین مدرسے کے لڑکون کے کپڑے ایسے دیکھتا تھا جیسے کہ گنوارون کے موٹے جھوٹے ہوتے
ہین مگر چند سال بعد دیکھا کہ امتحان کے دن لڑکے ایسے کپڑے بدلکر آتے تھے کہ یہہ معلوم ہوتا کہ وہ
شہر کے لڑکے ہین۔ صاحب انسپکٹر جو بہت سے مدارس کے لڑکون کو ایک جگہہ جمع کرکے امتحان
لیتے تھے تو لڑکون کے لباسون سے یہ نہین معلوم ہوتا تھا کہ دہات کے لڑکے ہین وہ بالکل شہری
لڑکے معلوم ہوتے تھے۔ غرض وہ بتلاتے تھے کہ صورت شکل لباس و گفتگو مین تعلیم نے ایک طرح
کی شائستگی انمین پیدا کردی ہے۔ ان کے چہرون سے گنوارپن بالکل دور ہوگیا ہے۔ غرض سب طرح سے
دہات مین مجھے ترقی نظر آتی تھی۔ اس ضلع کے مہتمم بندوبست فری لنگ صاحب ولو صاحب وکری صاحب
تھے انہون نے بندوبست بھی ایسا عمدہ کیا تھا کہ ضلع کے زمیندار اور کاشتکار مالا مال و نہال ہوگئے۔
دہات مین ابتدائی تعلیم سے اخلاق مین بڑی ترقی ہوتی ہے جرائم کو گھٹاتی ہے صفائی کو بڑھاتی ہے

اور اور طرح کی جسمانی و اخلاقی ترقی کرتی ہے مجھے ان دہات مین کہ مدارس تھے اور جن دہات مین مدرسے نہ تھے بڑا فرق معلوم ہوتا تھا۔ میرا یہہ تھوڑا دہات کی ترقی کا مشاہدہ تھا جو مین نے اول بیان کردیا۔ اب آگے جو ترقی کے کامون کے بڑے مبصر ہین انکا بیان آئیگا۔

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلطنت انگلشیہ کے انتظامات وضوابط و ترقیات بعہد ملکہ معظمہ قیصر ہند

ملکہ معظمہ کی سلطنت کی وسعت تمام دنیا مین

ملکہ معظمہ قیصر ہند کی سلطنت کی عمر ۲۰ جون ۱۸۳۷ء سے ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء تک تریسٹھ سال سات مہینے دو دن کی ہوئی اول اس درازی سلطنت کو دیکھئے جسمین بچے ادھیڑ عمر کے ہو گئے پھر اس کی ترقیون و تبدیلیون کو ملاحظہ کیجے کہ وہ کیسی سرعت کے ساتھ جلد جلد ہوئی ہین اور انکے مقتدر اثر کیسے وسیع دیرپا اور مستقل ہوئے ہین کہ دنیا کی تاریخ مین اسکی کوئی نظیر نہین اب مین علی العموم ہر قسم کی ترقی و تبدیلی کو اور خاص کر اپنے ملک کے انتظامات وضوابط کو پہلے انتظامات وضوابط سے مقابلہ کرکے ثابت کرتا ہون کہ ہندوستان مین ہمارے لیئے سلطنت انگلشیہ کیسی نعمت و برکت خداداد ہے کہ جسکے بقا و دوام کے لیئے ہمکو ہمیشہ دعا مانگنی چاہیئے۔

باب اول

برٹش ایمپائر یعنی سلطنت انگلشیہ کا نشو و نما بلحاظ وسعت ممالک

مجھے اپنی کم استطاعتی پر افسوس ہے کہ مین نقشون سے آئینہ کی طرح نہین دکھا سکا کہ ملکہ معظمہ کی ابتدا و انتہا کی سلطنت مین کہان کہان انکی فرمان روائی تھی۔

آبادی ورقبہ

جسوقت ملکہ معظمہ اورنگ آرا ہوئی ہین تو یونائٹید کنگ ڈم سے باہر سلطنت انگلشیہ کا کل رقبہ تقریباً ۳۵۰۴۸۱۱ مربع میل تھا جسکی آبادی کا تخمینہ ۹۶۰۰۰۰۰۰ آدمیون کا تھا جو اب بڑھ کر ۱۱۶۰۰۰۰۰۰ آدمیون کا ہوگیا ہے۔ ملکہ معظمہ کی وفات کے وقت مصر وسوڈان کو خارج کر کے رقبہ کا تخمینہ ۱۱۱۲۱۱۳۱۰ مربع میل ہے جسکی آبادی کا تخمینہ ۴۰۰۰۰۰۰ ۲ آدمیون کا ہے یہہ یاد رکہنا چاہیئے کہ ملکہ معظمہ کے عہد مین سلطنت انگلشیہ مین جو ملکی اضافہ ہوا ہے وہ زیادہ تر افریقہ اور ہندوستان مین ہوا ہے نئے ملکون کے سبب سے جو چالیس لاکھ مربع میل کا اضافہ ہوا ہے اس مین تیس لاکھ مربع میل افریقہ مین اضافہ ہوا ہے اور ستر ہزار مربع میل ہندوستان اور برہما مین اور تین لاکھ مربع میل سے کچھ کم ایشیا اور دنیا کے باقی حصون مین اضافہ ہوا ہے اور ہندوستان اور برہما کے باشندے جو پہلی دفعہ ملکہ معظمہ کی زیر فرمان ہوئے ۱۰۰۰۰۰۰۰ تھے ہندوستان سے باہر جس مین مصر اور سوڈان کے باشندے داخل نہین ہین انگلستان کے تاج شاہی کے فرمان پر پہلی دفعہ ملکہ معظمہ کے عہد سلطنت مین غالباً ایک کروڑ چالیس لاکھ سے زیادہ نہین ہوئے ۱۸۳۷ء مین یونائیٹڈ کنگڈم (انگلنڈ و ویلز و سکوٹ لینڈ آئرلینڈ) کی آبادی کا تخمینہ تقریباً ۲۶۰۰۰۰۰۰ آدمیون کا تھا اور ۱۹۰۱ء مین ۴۰۰۰۰۰۰۰ آدمیون کا ہے۔

یورپ مین ملکون کا حاصل ہونا

یوروپ مین ملکی تبدیلیان صرف یہہ ہوئی ہین کہ ۱۸۷۸ء مین جزیرہ سائی پرس حاصل ہوا اور ۱۸۶۴ مین جزائر اونی ادینا گریس کو اور ۱۸۹۰ مین جزیرہ ہیلی گو لینڈ جرمن کو دیدیئے گئے جزیرہ نما عدن ۱۸۳۹ء مین ہاتھ لگا اور اسپر ۱۸۶۸ اور ۱۸۸۲ء مین اضافے کیئے گئے ۱۸۵۴ء مین عرب کے جنوب شرقی گوشہ مین جزیرہ کوریا موریا تسخیر کیا گیا اور ۱۸۵۷ء مین بحر احمر مین جزیرہ پرم اور ۱۸۶۱ء مین جزیرہ بحرین پر ۱۸۸۶ء مین بحر عرب مین جزیرہ سکوترا پر قبضہ و تصرف ہوا۔

ایشیا مین ہندوستان سے باہر

۱۸۴۸ء مین بورنیو کے قریب جزیرہ لبان لیا گیا اور ۱۸۸۱ء مین برٹش نورتھ بورنیو کمپنی بنی کہ وہ شمالی جزیرہ نما بورنیو کا انتظام کرے اور ۱۸۸۸ء مین کل بورنیو مین برٹش پروٹیکٹریٹ قائم ہوا پروٹیکٹریٹ کے معنی یہہ ہین کہ اعلے درجہ کی حکومت ادنے درجہ کی محکوم حکومت کی محافظ ہو ۱۸۶۷ء مین سٹریٹس سٹیلمنٹ انڈیا سے جدا ہوکر کراون کولونی بنا و ۱۸۸۶ء مین اسکو وسعت دی گئی ۱۸۸۸ء مین سٹریٹ اس پانی کے تنگ رستے کو کہتے ہین جو دو سمندرون کے درمیان واقع ہو اور سیٹلمنٹ وہ مقام ہے

جہان کولونی آباد ہوا اور بحر ہند مین جزیرہ کرسمس سٹیلمنٹس سے متعلق کیا گیا اور ۱۸۵۷ء مین بحر ہند مین جزائر کولوس یا کیلنگ برٹش کے قبضے مین آئے۔

۱۸۴۱ء مین چین مین جزیرہ ہونگ کونگ تسخیر کیا گیا اور اسکے ساتھ ۱۸۶۰ء و ۱۸۹۸ء مین ہمسایہ کا ملک کولون الحاق کیا گیا اور ۱۸۹۸ء مین ساحل چین پر وے ہے وے پر قبضہ کیا گیا اور ۱۹۰۲ء مین اسکے مختص کرنے کا ارادہ ترک کیا گیا۔ ۱۸۸۵ء مین بندرگاہ ہملٹن پر جو کوریا کا ایک جزیرہ ہے قبضہ کیا گیا مگر یہہ قبضہ مستقل نہ تھا۔ ۱۸۷۴ء اور آیندہ سالون مین جزیرہ نماے ملایا کی بہت سی دیسی ریاستون مین برٹش رزیڈنٹ مقرر کیے گئے اور ۱۸۹۶ء مین دیسی ریاستون پر برٹش کا تسلط ہوا ۱۸۸۵ء مین ملایا کی ریاست جوہور مین نیا عہدہ پروٹیکٹریٹ کا مقرر ہوا۔

۱۸۵۸ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے عنان سلطنت ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی ۱۸۴۳ء مین ملک سندھ سرکار کی عملداری مین آیا ۱۸۴۵ء مین ٹن کوبار اور سیرام پور ڈنیز سے خریدے گئے ۱۸۴۶ء مین ستلج اور راوی کا دوابہ فتح کیا گیا ۱۸۴۹ء مین پنجاب الحاق کیا گیا۔ ۱۸۵۲ء مین برہما فتح ہوا ۱۸۵۳ء مین سنٹرل پروونس مین ستارا جہانسی ناگپور ۱۸۵۳ء مین برار اور ۱۸۵۶ء مین صوبہ اودھ الحاق کیے گئے اور ۱۸۶۵ء مین بھوٹان و آوا بنگال اور آسام الحاق کیے گئے اور ۱۸۶۹ء مین جزائر نکوبار اور ۱۸۸۶ء مین اپر برہما اور شان کے سٹیٹس انگریزی عملداری مین داخل ہوئے اور ۱۸۹۰ - ۷ مین شمال مغربی سرحد کی چھوٹی چھوٹی ریاستین یکجا کی گئین۔

افریقہ کے چار خطون مین پیش قدمی کی گئی ہے جنکا بیان نیچے لکھا جاتا ہے۔ اول مغربی ساحل افریقہ دوم مشرقی ساحل افریقہ سوم جنوبی ساحل افریقہ چہارم وسط افریقہ"

جب ملکہ معظمہ کی سلطنت کا آغاز ہوا تو افریقہ مین کیپ کولونی جسکا رقبہ ۱۱۰۰۰۰ مربع میل تھا اور سیرالیون جسکا رقبہ ۴۰۰۰ مربع میل تھا منتظم برٹش سیٹلمنٹس تھے اور جب ملکہ معظمہ کی سلطنت ختم ہوئی تو جو ملک انگریزی جھنڈے کے نیچے تھا اسکا رقبہ تیس گنا پہلی مقبوضہ ملک سے ہو گیا تھا اس مین ملک مصر اور سوڈان داخل نہین ہین جو براعظم کے شمالی طرف ہین جنکی آبادی غالباً ۱۵۰۰۰۰۰ آدمیون کی اور رقبہ ۱۳۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ ان دونو ملکون مین برائے نام خدیو مصر کے نام سے حکومت

ہوتی ہے مگر دراصل ۱۸۲۳ء سے انگریزی افسر سول و ملیٹری حکمرانی کرتے ہین جنکو انگلش گورنمنٹ مقرر کرتی ہے۔

مغربی افریقہ

۱۸۴۳ء مین افریقہ مین مغربی ساحل پر گولڈ کوسٹ کولونی پروٹیکٹریٹ بنائی گئی جس مین قدیمی تجارتی سیٹلمنٹس تھے ۱۸۵۰ء مین ایک کرا اور اسکے ہمسایہ کا ملک ڈینیز سے خریدے گئے ۱۸۷۱ء مین قلعہ المینا اور ڈچ کے بہت سے قلعے خریدے گئے اور جب ۱۸۷۴ء و ۱۸۹۶ء مین شانٹی کی لڑائیان ہوئین تو ہمسایہ کا دیسی ضلع برٹش کے قبضے مین آیا ۱۸۶۲ء مین لاگوس جو گولڈ کوسٹ کے نزدیک ہے قبضہ کیا گیا اور ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۷ء مین ساحل کی اور خشکی کی طرف متواتر وسعت دی گئی اور ان اضلاع مین جو دریا نیگر کے سامنے افریقہ کے اس مقام مین جو اضلاع ہین انمین ۱۸۷۹ء مین ایک سند یافتہ کمپنی مقرر ہوئی کہ وہ انتظام ملکی کرے اس لئے بتدریج ہر جانب مین اسکو وسعت دی اور آخر کار ۱۸۹۹ء مین برٹش گورنمنٹ نے اسکو اپنے قبضہ مین کر لیا گولڈ کوسٹ کے شمال مین سنہ ۱۸ء مین گیمبیا پر برٹش کولمبو مین انگریزون کی کولونی آباد ہوئی تھی اور ۱۸۹۱ء مین اسکی حدود مقرر کی گئین تھین سیرا لیون نے اپنے ہمسایہ کے جزیرون اور اضلاع اعظم کو حاصل کر کے ۱۸۶۱ء و ۱۸۷۶ء اور ۱۸۸۶ء مین انکو بہت وسعت دی

مشرقی افریقہ

افریقہ کے مشرقی ساحل پر بڑا ملک کا حصہ تھا جسکو برٹش ایسٹ افریقہ کہتے تھے جسکی وسعت ..... ۱۲ مربع میل تھی جسکو ۱۸۸۸ء مین ایک سند یافتہ امپیریل برٹش ایسٹ افریقہ کمپنی نے حاصل کیا۔ اگنڈا پر جو ممالک کمپنی کا ایک حصہ تھا ۱۸۹۴ء مین پروٹیکٹریٹ ہونے کا اعلان کیا گیا اور ۱۸۹۵ء مین اس کمپنی کا ملک برٹش گورنمنٹ نے لیلیا اور کمپنی شکستہ ہو گئی اور ۱۸۸۴ء مین برٹش ایسٹ افریقہ کے شمال مین آگے سمالی لینڈ مین برٹش پروٹیکٹریٹ مقرر ہوا اور ۱۸۹۰ء مین برٹش ایسٹ افریقہ کے جنوب مین زنجبار نے برٹش پروٹیکٹریٹ مقرر ہونے کو قبول کیا۔

جنوبی افریقہ

۱۸۴۳ء مین جنوبی افریقہ مین نتال مین برٹش کولونی قرار پائی اور ضلع سینٹ لیوشا زولو لینڈ والون نے دیا۔ اور انکے اندر ۱۸۹۶ء مین جنوب مین ہمسایہ کی دیسی ریاستون کا ملک بہت وسیع اس مین داخل ہوا۔

۱۸۴۸ء مین کیپ کولونی کے نہایت مشرق مین ایک ضلع خرطوم سے لیا گیا اور وہ برٹش کافریریا کا

ایک ضلع بنایا گیا اور ۱۸۶۳ء میں وہ کیپ کولونی میں شامل کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں اور جزائر آئی جالبو اور جزائر بن جیوان جو کیپ کولونی کے شمال مغربی ساحل پر تھے کولونی پر اضافہ کیے گئے۔ ۱۸۸۰ء گری کوے لینڈ ویسٹ بھی شمال میں جہان کیمبرلی کے الماسی میدان دریافت ہوئے تھے اس کولونی میں مل گئے۔ ۱۸۸۴ء میں خلیج ویلفہ کے شمال مغربی ساحل پر اور ۱۸۹۴ء میں پونڈ لینڈ نہایت مشرق میں اس کولونی میں داخل ہوئے کولونی کے شمال مشرق میں باسیٹو لینڈ جو نتال اور اورنج فری سٹیٹ کے درمیان ہے ۱۸۷۱ء میں کیپ کولونی میں داخل ہوا اور پھر ۱۸۸۴ء میں وہ جدا کرون کولونی مقرر ہوئی

ٹرنسوال اور اورنج فری سٹیٹ

۱۸۴۸ء میں کیپ کولونی کے شمال مشرق میں جو ممالک اورنج اور وال دریاؤن کے درمیان واقع ہین۔ انمین برٹش بادشاہی کا اشتہار دیا گیا تھا اور ۱۸۵۴ء میں یہہ اشتہار منسوخ ہو گیا تھا اور اورنج فری سٹیٹ کی آزادی مانی گئی تھی ۱۸۵۲ء میں دریاے وال کے پرے ٹرنسوال کے لیے برزگرون کو سیلف گورنمنٹ (اپنے اوپر حکومت کرنا) کا حق دیا گیا تھا ۱۸۷۷ء میں ٹرنسوال کی ریاست برٹش ایمپائر میں شامل ہوئی اور ۱۸۸۱ء میں پھر وہ بحال ہوئی اور بوئر کی جنگ عظیم میں ۱۹۰۰ء میں ٹرنسوال اور اورنج فری سٹیٹ پھر برٹش ایمپائر میں داخل ہوئے۔ زولو لینڈ جو نتال کے شمال میں ساحل پر ہے وہ ۱۸۸۷ء میں برٹش کولونی مشتہر ہوئی اور ایسے ٹونگا لینڈ جو زولو لینڈ کے شمال کے شمال میں ہے وہ برٹش پروٹیکٹریٹ ہوا

وسط افریقہ

۱۸۸۵ء میں وسط افریقہ کے قریب کیپ کولونی کے شمال مین اندر کی طرف بچونا لینڈ ہے وہ برٹش کولونی ہوئی اور سند یافتہ برٹش سوتھ کنپنی نے جو ۱۸۸۹ء میں بنی تھی شمالی اور وسط ممالک اندرونی سیٹابی لی لینڈ اور میشونا لینڈ کے اندر اپنا تسلط بہت بڑھایا اور عین وسط افریقہ میں اب تک برٹش پروٹیکٹریٹ بنا جس میں اسے آگے ایک ضلع میں جو افریقہ کے مرکز کے بہت قریب تھا اور دریاے زیمبیسی کے شمال میں تھا اور جھیل ٹنگنی کا تک پھیلتا تھا وہ برٹش پروٹیکٹریٹ سنٹرل سوتھ افریقہ کا بنایا گیا۔ یہہ وسط کے اضلاع جنمین سیٹابی لی لینڈ اور میشونا لینڈ اور سنٹرل سوتھ افریقہ بھی داخل ہین اسکا عام نام روڈیشیا ہے یہہ نام مسٹر سسل روڈیش پر رکھا گیا ہے جو برٹش سوتھ افریقہ کنپنی کی دل و جان تھا۔

شمالی امریکہ

شمالی امریکہ مین کنیڈا کے بحر پسیفک کی جانب مین سلطنت کو زیادہ وسعت ہوئی ہے سنہ ۱۸۴۹ء
مین برٹش کولمبیا گورنر کے ماتحت وین کوور کا جزیرہ کیا گیا اور سنہ ۱۸۵۸ء مین برٹش کولمبیا کے ممالک برٹش
کولونی بنائے گئے اور سنہ ۱۸۶۶ء مین جزیرہ وین کوور کو اون مین شامل کیا گیا۔ جب سنہ ۱۸۶۷ء مین شمالی کالونی
شامل ہوگئین تو سند یافتہ ہڈسن بی کمپنی نے تمام ممالک برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کئے انمین سے
مرکز شمالی امریکہ مین ضلع مینی ٹوبا بنایا گیا اور شمال مغرب مین جو ایک بڑا خطہ ہے اسکا نام نورتھ
ویسٹ ٹرری ٹوری رکھا گیا۔

آسٹریلیشیا

براعظم اسٹریلیا کو آسٹریلیشیا کہتے ہین اگرچہ اسکی تحقیقات ناتمام تھی مگر وہ قبل از تخت نشینی
ملکہ معظمہ برٹش کے تسلط مین تھا لیکن اسکا مستقل بندوبست و انتظام ملکہ معظمہ کی تخت نشینی
کے بعد ہوا ہے نیو سوتھ ویلز آخر کو تین آزاد کولونیون وکٹوریا (۱۸۵۱) اور کوینس لینڈ (۱۸۵۹)
اور سوتھ اسٹریلیا اور طسمانیا (۱۸۵۶) خود آپ اپنی حکمران کولونی ہوگئین۔ ویسٹرن آسٹریلیا
اسی طرح سنہ ۱۸۹۰ء مین بنایا گیا جزائر نیوزیلینڈ ملکہ معظمہ کی سلطنت مین حاصل کئے گئے ہین وہ دیسی
رئیس نے سنہ ۱۸۴۰ء مین برٹش گورنمنٹ کو دیدئے تھے اور وہ سنہ ۱۸۵۲ء مین نصف حکمران اپنے اوپر ہوگئے

بحر پسیفک کے جزائر

آسٹریلیشیا مین ملکہ معظمہ کی عہد سلطنت مین توسیع مملکت بحر پسیفک پر بڑا اثر رکھتے ہین۔
اسمین نیوزیلینڈ داخل نہین۔ جزائر فجی کو انکے رئیسون نے سنہ ۱۸۷۴ء مین برٹش کے حوالہ کرادیا تھا
اور وہ نئی برٹش کولونی بنائی گئی سنہ ۱۸۸۴ء مین پروٹیکٹریٹ جنوب شرقی ساحل نیوگنی پر اور متصل کے
جزائر پر جو آسٹریلیا کے شمال مین واقع ہین ان سب پر سنہ ۱۸۸۴ء مین برٹش بادشاہی کا اشتہار
دیا گیا سنہ ۱۸۸۷ء مین نیوزیلینڈ کے شمال مشرق مین جزائر کارمیڈیک کولونی مین الحاق کئے
گئے اور بحر پسیفک کے بہت جزائر تاج شاہی کے زیر فرمان آئے یا انمین برٹش پروٹیکٹریٹ
مقرر ہوئے سنہ ۱۸۸۵ء مین جزیرہ کرائسٹ ماس اور جزیرہ فیننگ اور جزیرہ ین راین شاہی
عملداری مین داخل ہوئے سنہ ۱۸۸۹ء مین جزائر کوک اور ہاردے ویونین کے مجموعۃ الجزائر
پر اور فی نکس کے مجموعۃ الجزائر پر برٹش پروٹیکٹریٹ مقرر ہوئے اور سنہ ۱۸۸۹ء مین جزیرہ سوارو
الحاق کیا گیا اور جزائر جلبرٹ اور جزائر ڈینجر و جزائر لنس ساؤ اور ایلڈس کے مجموعہ پر
اور جنوبی سولومن جزائر اور ایلاس کے مجموعۃ الجزائر پر سنہ ۱۸۹۲ء مین پروٹیکٹریٹ مقرر ہوئے

اگر کرہ زمین پر ان مقامات کو اور آسمان پر آفتاب کو دیکھو تو تم کو صاف معلوم ہوگا کہ ملکہ معظمہ
کی سلطنت مین آفتاب کبھی غروب نہین ہوتا جسکے معنی یہہ ہین کہ اس مین ہر وقت کے اندر یہہ وقت
موجود ہین اب ہم خاص ہندوستان کی نسبت لکھتے ہین کہ ہندوستان مین سلطنت انگلشیہ
کی ترقی کیونکر ہوئی اور کیون ہوئی

باب دوم

ہندوستان مین سلطنت انگلشیہ کا وسعت پانا

ہم نے تاریخ عہد انگلشیہ مین بیان کیا ہے کہ جناب ملکہ معظمہ کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان
مین لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل تھے ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۲ء کے درمیان جنگ افغانستان اسلیئے
کی گئی تھی کہ سرحد شمال مغربی محفوظ و مامون ہو مگر اس مین ناکامیابی ہوئی اور کچھ اسے ہاتھ نہین لگا
اس کے بعد لارڈ المبرا کے زمانہ مین سندھ پر قبضہ ہوا اور لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ مین پنجاب مین
ستلج اور راوی کے درمیان کا دوابہ ہاتھ آیا۔ بہت سا ملک لارڈ ڈلہوزی کے ہشت سالہ عہد
حکومت (۱۸۴۸-۱۸۵۶) مین حاصل ہوا ہے۔ اس عہد حکومت مین پنجاب کا سرکار کی عملداری
مین آنا ایک کار عظیم تھا اسے بہت فائدے حاصل ہوئے۔ پھر ۱۸۵۲ء مین برہما سے لڑائی
ہوئی جسسے پیگو کا صوبہ جس مین ایراوتی کا ڈلٹا بھی داخل تھا اضافہ ہوا۔ علاوہ ان ملکون کے جو
جنگ و پیکار سے حاصل ہوئے اور ملک بغیر لڑائی کے حاصل ہوئے تین رئیس بغیر اولاد ذکور اس
دنیا سے رخصت ہوئے۔ ایک ستارا کا راجہ دوسرا جھانسی کا تیسرا ناگ پور کا جنکے ملکون کی ضبطی کا
حال ہم نے لارڈ ڈلہوزی کی سلطنت مین مفصل بیان کیا ہے لارڈ ممدوح نے سب سے آخر
صوبہ اودھ کو ضبط کیا جسکا سبب ہم نے خوب تفصیل سے تاریخ برٹش انڈیا مین بیان کیا ہے
پھر ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء مین غدر برپا ہوا جسکا حال پہلے تحریر ہوا ۱۸۵۸ء کے بعد نہ کوئی ایسا ملک لڑائی
سے حاصل ہوا نہ الحاق و ضبطی سے شامل ہوا جسکی وسعت معتد بہ ہو۔ افغانستان سے ۱۸۷۹ء مین

لڑائی ہوئی جس سے ایک چھوٹا سا خطہ پولیٹکل اعتبار سے نہایت بکارآمد حاصل ہوا۔ لیکن ۱۸۸۵ء مین
ایک فتح عظیم سلطنت آوا پر حاصل ہوئی یہہ ملک برہما کی سلطنت کا آخر بقیہ تھا اس مین ایراوتی کا
بالائی وادی اور شانٹی کی ریاستون کا مجموعہ داخل تھا جو چین کے اضلاع سے متصل ہے

بس اب برٹش کی سرحد چینیون سے ملگئی اس لیے برٹش گورنمنٹ کی اغراض چین کے پولیٹکل
معاملات سے بھی متعلق ہوگئی اور سیام سے بھی تعلق پیدا ہوا جسکے سبب سے فرانسیسون کے بھی اعمال پر
نظر رکھنی پڑی دنیا کی تاریخ خواہ قدیم یا جدید دیکھو تو مشکل سے کوئی نظیر اسکی ملیگی کہ سو سال کے اندر
لاکھون مربع میلون کے رقبہ پر اور کروڑون آدمیون پر برٹش کی طرح فرمانروائی کسی اور قوم کو حاصل
ہوئی ہو تحصیل ممالک کے اعتبار سے برٹش ایمپایر تمام ہوئی اور قانع ہا ہے اسکو ہر چیز حاصل ہوگئی
اور کوئی اور چیز باقی نہین رہی جسکی افزائش کی وہ خواہش کرے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پنجاب کے
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سامنے ہندوستان کا نقشہ پیش ہوا جسکے اندر بڑی بڑی ٹھگلیان
سرخ رنگ کی انگریزی عملداری بتانے کے لیئے بنی ہوئی تھین تو مہاراجہ نے انکو دیکھ کر کہا کہ
کچھ مدت مین یہہ نقشہ بالکل سرخ ہو جائیگا۔ یہہ مہاراج کی پیشین گوئی پوری ہوئی راس کاری سے
جو خط استوا کے اضلاع مین ہے حدود تبت تک اور افغانستان کی حدود سے چین کی حدود تک
اور دریاے سندھ سے دریاے ایراوتی تک بلکہ سالوین سے پرے تک بالکل برٹش قلمرو ہے
اب ان ممالک مین مطلق انگریزی عملداری ہے جسمین رعایا باصلح خاموش وغریب مسکین رہتی ہے
کیا ان ہندوستانی والیان ملک کی حکومت ہے جو برٹش حمایت کے سورج کے نیچے اپنے
تئین سکھاتے ہین (یہہ انگریزی محاورہ ہے جسکے معنی ہمارے محاورہ کے موافق یہہ ہین کہ ظل حمایت
مین یا سایہ عاطفت مین رہتے ہین) اس اقلیم عظیم مین باہمی قومی حقوق اور اخلاق کے سبب سے
ایک مقام پونڈیچیری فرانس کے پاس اور دوسرا مقام گوا پرتگال کے پاس ہے یہہ دونو مقام
چھوٹے ہین۔ برٹش پولیٹیشین (انگریز رموز دان سلطنت) سے زیادہ اس بات کو کوئی شخص نہین
جان سکتا کہ اس وسعت عظیم مین دفعتہً کوئی طوفان فساد برپا ہوگا بالفعل تو اس اقلیم میں کوئی
فساد نہین ہے سب طرح سے امن امان چین چان ہے۔ محافظین سلطنت جنکے ذمے محافظت
کی جوابدہی ہے ان سے زیادہ کوئی شخص صحیح تخمینہ نہین کر سکتا کہ مناسب محافظت کے لیئے کن کن

اسباب کی ضرورت ہے۔ فی الحال محافظت کے سارے اسباب وسامان موجود ہین۔ اگرچہ بعض
اوقات استحصال ممالک کی تکمیل مصالحت سے ہوئی ہے مگر اکثر ممالک بزور شمشیر ہاتھ آئے ہین
بے شک اس صدی مین جنگ کی کمیت بہت بڑی تھی مگر اکثر اسکی کیفیت متانت رکھتی تھی۔
چودہ جنگہاے عظیم مین فتوح حاصل ہوئین۔ دو بڑی لڑائیان لڑی گئین جنکے نتیجون کا فیصلہ
نہین ہوا۔ آٹھ مقامات مین محاصرون کا انجام فتح پر ہوا چار مثالین ایسی ہین کہ جنین انگریز
محصور ہوگئے انہون نے اپنی محافظت بہادرانہ اور محاصرہ کی برداشت دلاورانہ کی۔ سات دفعہ
کوہستانی اضلاع مین لشکر کشی کی۔ شمالی مغربی سرحدی قومون پر سوار مہم عظیم ۱۸۹۷ء و
۱۸۹۸ء کے جو سب کو یاد ہوگی اکیتس دفعہ لشکر کشی کی گئی۔ میدان جنگ مین پانچ دفعہ کم بختی
وشامت آئی اور بڑی مصیبت اٹھائی سوا انکے ہندوستان سے باہر ہندوستان کی خاطر
سے تین لڑائیان لڑنی پڑین دو افغانستان مین ایک ایران مین۔ ہندوستان کے اندر
چھوٹی چھوٹی لڑائیان بے شمار ہوئی ہین جو لڑائیون کی مد مین داخل ہونے کے لایق نہین
ہین۔ مدت سے ہندوستان برٹش سپاہیون کا اسکول ہے خواہ وہ یوروپین ہون یا
ہندوستانی۔ اب سوال یہہ ہے کہ جو جنگی ناموری اور ملکی فتوح حاصل ہوئی ہین ان کے معاملات
عظیمہ ہمیشہ یا اکثر صداقت وعدالت ومرحمت ومکرمت وشائستگی کا برتاؤ ہوا ہے یا نہین
اسرار دان سلطنت ورموز شناس مملکت جو ان باتون پر غور وخوض کرتا ہے کہ انسان
اپنی نیتون مین کیسا قاصر ہے اور اپنے نیک ترین مقاصد مین خاطی اور اپنے عمدہ ترین ارادون
مین غلط کار ہے وہ سوال مذکور کا جواب وثوق کے ساتھ نہین دے سکیگا۔ بعض
خردہ گیر وعیب چین انگریز اس سوال کا جواب اپنے ملک کے برخلاف دینے مین یہہ کہتے ہین
کہ ہندوستان راستبازی اور عدل ورحم کے ساتھ نہین فتح کیا گیا ہے جیسے کہ اکثر جاہل ہندوستانی
کہا کرتے ہین کہ سارا ہندوستان انگریزون نے آمیزش وسازش سے لیا ہے انکا بیان
کرنا اسوقت مقصود نہین ہے اونیسوین صدی مین جو فتوح سے ممالک حاصل ہوئے ہین
انکی نسبت بعض باتین بیان کی جاتی ہین۔ آپ بتلائیے کہ اگر مشرقی ملکون مین کوئی یوروپین
جماعت (کمپنی) راستبازی سے قانون کے موافق تجارت کرے تو وہ جائز ہے یا نہین

آپ اسکا یہہ جواب ضرور دینگے کہ جائز ہے پھر یہہ جماعت یا کنپنی مجاز ہے کہ اپنی فیکٹری (کوٹھی) بنائے جسمین وہ اپنے مال اسباب اور ذخیرون کو رکھے اور یہہ ضرور ہے کہ اپنی کوٹھی کو لوٹ مار اور دنگہ فساد کے بچانے کے لیئے مستحکم کرے اور اسکی محافظت کے لیئے مسلح آدمی رکھے گروہ ہر وقت سپاہیانہ طاقت ظاہر کرین - اب باہر سے فریق اور گروہ جو آپس مین لڑتے ہین انکے پاس آتے ہین اور انسے درخواست کرتے ہین کہ آپ ہماری مقامی امداد کیجئے تو یہہ تاجر بعض دفعہ اپنی سلامتی کے لیئے مجبور ہو کر اور بعض دفعہ اپنی تجارت کے منفعتون کی ترغیب کے سبب سے امداد کرتے ہین بس جب تک وہ پولٹکل لحاظ سے ہیچ پوچ ہوتے ہین تو ہندوستانی انکو بہت پسند کرتے ہین مگر جب وہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہین جو معلوم نہین ہوتے اور نہ ابنر علم ہوتا جنسے انکو پولٹکل وقعت کچھ حاصل ہوجاتی ہے تو پھر انسے اکثر ہندوستانی رؤسا و والیان ملک ناگفتہ نفرت کرتے ہین اور انسے ڈرتے ہین ابنر بہت سے شبہے رکھتے ہین مگر یہہ حال سب ہندوستانی رؤسا اور والیان ملک کا نہین ہوتا - اگر انگریزون سے محافظت کرنے والے دشمن ہوتے تو انکے ساتھ موافقت کرنے والے دوست بھی ہوتے ہین - بس اسطرح وہ پولٹکس مین دخیل ہونے شروع ہوتے ہین بعض اوقات وہ اپنی محافظت کے لیئے ایستادہ ہوتے ہین اور اپنی محافظت مین کامیاب ہوتے ہین جب وہ فتحمند ہوتے تو باقتضاء طبع بشری وہ اپنے مفتوح و مغلوب حملہ کرنے والے سے بعض معاوضے لیتے ہین بس اسطرح سے فتح کا آغاز ہوتا ہے اسپر بھی اگرچہ وہ فتح کرنے والے ہوجاتے ہین مگر بالاضافت انکی حکومت بہت ہی محدود ہوتی ہے - اب اگر انکے ہمسایہ کے ہندوستانی زبردست والیان ملک جو اکثر متکبر و خودرائے اور یوروپین کی قابلیتون سے لاعلم ہوتے ہین ان غیر و اجنبیون کو کوئی اشتعال نہین دیتے اور وہ اپنے حال پر الگ چھوڑ دیئے جاتے تو ہندوستانی سلطنت زیادہ وسعت کے ساتھ باقی رہتی اور یہہ دخل در معقولات دینے والے اپنی بساط سے باہر قدم نہ نکالتے مگر ہندوستانی والیان ملک کے خیالات سے اسطرح پرہیز کرنا بالکل بعید ہے انکی طبیعت کا یہہ مقتضاء ہے کہ انکو حملہ کرنے پر ابھارتی اور اکساتی ہے یہہ حملہ ابتدا مین براہ راست نہین ہوتا مگر پھر موقع پاکر وہ براہ راست ہوجاتا ہے پھر آگے لڑائیان ہونے لگتی ہین جنسے ہمیشہ برٹش کو فائدہ ہوتا ہے اور انکا انجام یہہ ہوتا ہے کہ انکو کچھ ملک حاصل ہوجاتا ہے اب چاہیئے تھا کہ ان

متنبہہات سے ہندوستانی والیان ملک کو یہہ ترغیب ہوتی کہ وہ برٹش کے جاہ ومنصب کی عزت کرتے اور آیندہ انسے جنگ وپیکار سے باز رہتے لیکن وہ انکی جاہ طلبی پر عداوت وحسد کرنے لگے جسقدر انکا جاہ ومنصب زیادہ ہوتا گیا اسی قدر ہندوستانی والیان ملک کی عداوت وحسد انگریزون کے ساتھہ بڑہتی گئی اور باوجودیکہ ہمیشہ انکو سب مقابلون ومجادلون مین شکستین ہوئین مگر ان کا اپنا غرور وتکبر وگھمنڈ گھٹا نہین انکو ہمیشہ یہہ امید رہی کہ اب ہم انگریزون کا بالکل خاتمہ کیئے دیتے ہین جنکی کسی اور طرح سے اصلاح نہین ہوسکتی اس لئے وہ انگریزون کو دیس نکالا دینے کے لیے آپس مین بڑا دہشتناک ملاپ اور اتفاق کرتے تھے مگر انگریز کبھی مضطر ومضطرب نہین ہوتے تھے آخر کار وہ ان دو باتون مین سے ایک بات اختیار کرتے کہ کیا تو یہان سے بالکل غارت ہوکر خارج ہونے کی مصیبت اٹھاتے یا تمام اپنے گرد کارزار وپیکار کرکے ملک کے مالک ومختار بنتے اب ظاہر ہے کہ عقل کا اقتضا یہہ کب تھا کہ وہ اول بات کو اختیار کرکے اپنے تئین ستیاناس کرتے بس انہون نے دوسری بات جنگ وپیکار کی اختیار کی اور انہون نے ایسی لڑائیان لڑین جنمین انکو فتح وظفر کامل حاصل ہوئین بس اسکا نتیجہ یہہ ہے کہ شاندار عجیب شاہنشاہی حاصل ہوئی۔ بس نظر باریک بین وقیفہ شناس کے نزدیک یہہ مراحل ہین جنکو طے کرکے تجارت سے سلطنت کی معراج پر انگریز پہنچے ہین انکا کوئی مستقل ارادہ سلطنت حاصل کرنیکا نہ تھا مگر خود بخود حالات وواقعات جنکو انہون نے خود نہین پیدا کیا تھا ایسے پیش آئے کہ انہون نے اپنا زور ایسا کیا کہ وہ انکو مغلوب نہین کرسکے مدنہا رورازکی جنگون مین چند ہی مستثنے ایسے ہین کہ جنمین انگریزون نے اپنے ارادہ اور مرضی سے حملہ افزائی کی ہو یا ناحق اپنے ہمسایون پر یورش کی ہو یہہ کہتے ہین کہ مستثنے صورتین نہین تھین بہت بڑا دعوے کرنا ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ انگریز انسان نہین ہین جو انسان ہے وہ ان مستثنے صورتون سے بچ نہین سکتا۔ جن ترغیبون اور امتحانون نے انگریزون کو ہمیشہ گھیرا انکے لحاظ سے یہہ مستثنے صورتین بہت تھوڑی ہین اور وہ معزز انہ ہین گو اپنے معاملہ مین بالکل اپنی پولیٹکل صداقت وعدالت پر پورا اعتماد ہے اور انہون نے جس ملک کو بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے اسکو اپنے پاس رکھنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے اور انہون نے اپنے اوپر یہہ فرض کرلیا ہے کہ محکوم ساری قومون کا اور انکی اغراض کا حق ادا کرین۔

باب سوم

سرحد کا مقرر و مستحکم کرنا

ملکہ معظمہ قیصر ہند کے عہد سلطنت مین جو ممالک فتح یا الحاق سے حاصل ہوئے انکی آبادی ساڑھے چار کروڑ آدمیون کی تھی اور اسکا رقبہ چار لاکھ میل تھا بعض کہتے ہین ۵۲۸۷۰۰ مربع میل تھا غرض برٹش انڈیا مین جو بالفعل آبادی ہے اس کی چوتھائی اور جو رقبہ ہے اسکا نصف کے قریب اسی سلطنت مین حاصل ہوا ہے بس جب برٹش سلطنت کی یہہ ترقی ملکہ معظمہ کے عہد سلطنت مین ہوئی ہو تو اسکی سرحد کا مقرر کرنا اور مستحکم کرنا ضرور تھا۔ برٹش ایمپایر مین کل انڈیا کا براعظم اور جزیرہ نما اور متصل کا ملک برہما داخل ہے اسکی سرحد کے استحکام مین بڑا اہتمام ہمیشہ کیا جاتا ہے ہندوستان کا جزیرہ نما ایک معکوس مثلث ہے جسکا راس راس کماری ہے اور اس کے مشرق مین خلیج بنگال اور مغرب مین بحر عرب ہے۔ بس جب تک انگلنڈ سمندر کی ملکہ ہے اسکی یہہ سمندری حدود پر کوئی حملہ نہین ہو سکتا اس مثلث کے اوپر ہندوستان کا براعظم ہے جو دونو طرف پھیلتا ہے اس کے مشرقی سمت کلکتہ کے قریب ہے اور کلکتہ پر کسی بزرگترین بحری قوت کے موجود ہونے کی صورت مین کسی دشمن کا حملہ نہین ہو سکتا۔ مغربی سمت مین اسکو قربت دہانہ دریا سندھ سے ہے جسکا محافظ کراچی بندرگاہ ہے یہان تک تو سرحد کی صورت مامون و محفوظ ہے۔ لیکن کراچی سے آگے بڑی سرحد شروع ہوتی ہے جسکا طول بہت بڑا ہے۔

.... جو افغانستان سے اس کوہستان کے قاعدہ پر ہے جو افغانستان کو وادی سندھ سے جدا کرتا ہے اسکا طول آٹھ سو میل ہے وہ جنوب مشرق کی سمت مین بدل جاتی ہے اور کل سلسلہ ہمالیہ کے قاعدہ مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالائے برہمپترا کے وادی اور آسام کے مشرقی گوشہ تک چلی جاتی ہے پھر وہ ان پہاڑون کو قطع کرتی ہوئی جاتی ہے جنپر کوئی ارادہ و جنبیا نہین ہے اور وہ ابراوتی کے ماخذون سے گذرتی ہے اور چین مین یونان کے مشرقی گوشہ مین جا کر پھر ایتایخ جنوب کی طرف لوہان لگا ہوا پھرتی ہے۔ پہلے دریا سالوین کو اور پھر دریا میکانگ کو مس کرتی ہے اور آخر کو مغربی سیام مین

صوبہ تناسریم کے انجام مین گذرتی ہوئی خلیج بنگال پر ختم ہوتی ہے یہہ سرحد بحری کا طول تقریباً چار ہزار میل ہے اور کسی ایمپائر کی سرحار لیسے زیادہ متلون اور رنگ برنگ کا نہین ہے وہ اسکے سب حصون مین سوا ایک کے قدرت نے اور حالات نے محافظت کر رکھی ہے یہہ ایک حصہ مغربی ہے جسکا آگے بیان ہوتا ہے۔ انڈیا کی کل شمالی سرحد کی النگ پر اسکی محافظت کے لیئے یہہ قدرت نے برف پوش دیوارین اور کوہی حصارین ہمالیہ پہاڑ کے بنا رکھے ہین۔ شمالی مشرقی حصہ مین کوہستان ہین جو ایسے جنگلون سے پٹے ہوئے ہین جنمین ابتک کوئی انسان نہین داخل ہو سکتا۔ بس یہہ مغربی حصہ ایسا ہے جو ہمیشہ خوف دلاتا رہتا ہے اور اب جنوب مشرقی حصہ کی طرف اغراض زیادہ کشش کرتے ہین اور داؤن گھات لگانے کے بہت موقع پیش آتے ہین۔ اب ہر ایک حصہ کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔ سرحد کا مغربی حصہ کراچی سے پشاور تک ہے۔ وہ ان پہاڑون کا قاعدہ ہے جنمین سب سے بڑا سلسلہ کوہستان سلیمان کا ہے۔ ان کوہستان کا جنوبی حصہ بلوچستان سے اور شمالی حصہ افغانستان سے پیوستہ ہے برٹش گورنمنٹ کو اسکے جنوبی حصہ سے شاذ و نادر ہی کوئی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

مگر اسکے شمالی حصہ پر اس سبب سے بہت تکلیفین اٹھانی پڑتی ہین کہ وہان مسلمانون کی جنگ جو قومین آباد رہتی ہین جو کبھی کسی کی مطیع نہین ہوئین وہ اطاعت کرنا جانتی نہین انکا مطیع کرنا شیرون کا بار برداری کا جانور بنانا ہے وہ انڈین ایمپائر اور افغانستان کے درمیان منطقہ ہے جو بالکل آزاد ہے وہ برٹش گورنمنٹ کے لیئے ذات الجنب ہے اور سرحد پر اکثر فساد اور بلوہ مچا رہتا ہے اسکے برخلاف جو لشکرکشیان ہوئین انکا بیان اوپر ہوا ہے ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء مین ان اقوام نے بسرکردگی آفریدیون کے برٹش گورنمنٹ کی عداوت پر کمر چست کی۔ جسکے سبب سے برٹش گورنمنٹ نے پہاڑون مین لشکرکشی کی جسکے سبب سے دنیا کی نگاہ مین انگریزی سپاہ نے بڑی عزت حاصل کی جب ۱۸۵۰ء مین پنجاب انگریزی عملداری مین داخل ہوا ہے تو اس سرحد کی جس سے ان قومون کا تعلق ہے بخوبی محافظت کی جاتی ہے اور زمانہ حال کی مہم سے تو اس سرحد کی وہ محافظت کی گئی ہے جو پہلے کبھی نہین ہوئی تھی۔

اس سرحد سے پرے افغانستان کا کوہستانی ملک ہے جسمین امیر کابل حکمرانی کرتا ہے

اب افغانستان کو برٹش گورنمنٹ نے خوشی سے اختیار دیدیا ہے کہ وہ خود اپنے اوپر حکمرانی کرے اور برٹش گورنمنٹ اسمین کسی طرحکی مداخلت نہ کرے بس وہ انڈیا اور سنٹرل ایشیا کے درمیان ایک سد راہ ہے۔خود افغانستان سے کبھی ذرا سا بھی یہہ خوف نہین ہوا کہ وہ انڈیا پر حملہ کریگا یا اسکو دھمکی اور روڑا اودیگا باوجود اسکے پھر بھی ۱۸۳۸ء مین افغانستان مین برٹش نے جنگی اور ملکی کام کیئے کہ کابل کے ایک فرمانروا کو معزول اور دوسرے کو بحال کرے یہہ پہلی جنگ افغانستان ہے جس کا انجام انگریزون کے حق مین نحس ہوا ۱۸۵۶ء سے اسمین عہد و پیمان ہونے شروع ہوئے ۱۸۶۹ء تک کوئی انکا نتیجہ عظیم نہین وقوع مین آیا مگر بعض تعلقات پیدا ہو گئے اس سن مین امیر کابل وائسرائے سے پنجاب مین ملنے آیا اور اس نے یہہ قبول کیا کہ برٹش گورنمنٹ اسکی امداد روپیہ اور ہتھیارون سے کرے اور وہ غیر سلطنتون کے ساتھ اپنے تعلقات رکھنے مین انگریزی صلاح کی ہدایتون پر عمل کرے۔ دس برس سے کچھ کم مدت کے بعد اسنے اپنے دربار مین روسی سفیر کو آنے دیا اور برٹش اغراض کے برخلاف بدخواہانہ روسیون کے ساتھ سازش کی جسکے سبب سے افغانستان کی دوسری لڑائی شروع ہوئی۔سرحد کے شمالی حصہ پر اس لڑائی کا کوئی بڑا اثر نہین ہوا مگر سرحد کے جنوبی حصہ پر جو بلوچستان سے لگا ہوا تھا اچھا اثر ہوا۔اس مقام مین کوہستان جو شمال سے دریا سندھ کے متوازی روان ہے پیچھے ہٹتا ہے اور ایک لمبی سطح مین جاتا ہے جو زیادہ تر جنگل ہے اور کوئٹا کے نہایت مرتفع زمین کا بازو بنتا ہے جسے بلوچی ملک مین وہ مشہور درۂ بولان کے قریب ہو جاتا ہے جنگ کے بعد جو صلح ہوئی اسکی شرائط مین سے ایک شرط یہہ تھی کہ امیر جنوبی افغانستان کے بعض بیرونی اضلاع برٹش کو حوالہ کرے۔پھر ان اضلاع مین ایک ریلوے اور اسکی شاخین سکر سے افغانستان کی اس نئی سرحد تک بنائی گئین جو صوبہ قندھار مین ہے اور قندھار جنوبی افغانستان کا دار الحکومت ہے بس یہان اس صوبہ اور نئی برٹش ممالک کے درمیان ایک خطہ حد فاصل ہے جسمین ریلوے ایک ٹنل مین گذر کر چمن تک جاتی ہے اس ریل کا منتہا قندھار سے قریب نوے میل کے ہے اس ریل مین بہت روپیہ خرچ ہوا ہے اور اس کے بنانے مین انجنیرون کو بڑی دشواریان پیش آئی ہین یہہ پیشقدمی کرنا برٹش گورنمنٹ نے بڑی مستقل اختیار کی ہے۔ یہہ ریل تجارت کے لیئے

نہین بنائی گئی ہے بلکہ فوجی کامون کے واسطے اور یہہ جو خوفناک تیاریان کی گئی ہین وہ کچھ افغانستان کے لیے نہین کی گئی بلکہ ان ملکون کے لیئے جو افغانستان سے پرے ہین۔
افغانستان مین جو برٹش نے معاملات کیئے ہین وہ بے شک روس کے سبب سے کیئے ہین جنگ اول جو افغانستان سے ہوئی اسکا سبب یہہ تھا کہ افغانستان مین روس کی مداخلت کا اندیشہ تھا اور دوسری لڑائی کی وجہ تھی کہ روسیون نے فی الحقیقت اپنی مداخلت شروع کردی تھی۔ ریلوے جو قندھار کی سرحد کی طرف بڑھتی جاتی ہے وہ اس لیئے ہے کہ اگر روسی پیشقدمی کرین تو انکو روکے اگر روسیون کی پیشقدمی کبھی وقوع مین آئیگی تو وہ غالباً ہرات کے رستے سے ہوگی ہرات مغربی افغانستان کا دارالسلطنت ہے۔ برٹش گورنمنٹ اسکی طرف ٹکٹکی باندھے بیٹھی ہے بہت برس گذرے کہ روسیون نے اس مقام پر اپنی کارروائیون اور کارسازیون سے دھمکیان دی تھین۔ عمدہ راہ ہندوستان پر پیشقدمی کرنے کے لیئے ہے بہت سے آدمیونکی راے یہہ ہے کہ اس راہ کے سوا روسیون کے لیئے کوئی اور راہ عملاً ہندوستان مین آنیکی نہین ہے۔ یہہ نہایت عالت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ روسیون نے براہ راست پانچ ایچ پیچ کراکے دہمکیان دی ہین۔ دوسرے جنگ افغانستان کے بعد امیر برٹش گورنمنٹ کے ظل حمایت مین آگیا ہے بس اس لیئے یہہ ضرور ہوگیا ہے کہ امیر کے شمال مغربی اضلاع اور ترکمانون کے ملک کے درمیان حدود مقرر کی جائین جو روسیون کے زیر فرمان ہے۔ امیر نے یہہ حدبندی برٹش کی ہدایت کے موافق کرائی ہے۔ روسی افغانستان کی سپاہ کی طرف ایسی جلد حملہ آفرائی کرتے تھے کہ یہہ خوف تھا کہ روسی افغانستان پر حملہ کرنے کا حکم دیدے۔ اور انگریزون اور روسیون کے درمیان لڑائی ہوجاے انگریزون نے بحری تیاریان اور روپیہ کا سامان کرنا شروع کردیا تھا مگر طوفان نوفنا ہوگیا اور اپنے پیچھے تکلیف رسا آسمان چھوڑگیا۔ آخر کو حدبندی ہوگئی لیکن اسمین روسیون کے احاطہ اختیار کو ہرات کے ساتھ نامناسب قربت ہوگئی ہے روسیون نے کیسپین کو پہلے اپنا بحیرہ بنایا ترکمانون کی صدر مقام مرو کو تسخیر کیا اور پھر ترکانیہ کو روسی صوبہ بنایا جو افغانستان کے صوبہ ہرات کے آگے بھاگا ہے اور پھر روسیون نے ایک ریلوے کیسپین کے مشرق سے ثمرقند کی طرف سنٹرل ایشیا مین بنانی شروع کی جو آخر کو سائبیریا کی ریلون سے

ریلوے ہرات کی سرحد کے پاس گذرتی ہے اور ایک خاص شاخ ریل کی اس سرحد تک بنائی گئی اس کے معنی یہہ ہین کہ برٹش جو جولانیان کر رہا ہے وہ اسکو دیکھ لے - افغانستان کے شمال مین دریا اوکسس تک روسیون کی حکومت آگے بڑھ آئی ہے - نقطہ تماس سے ایک سیدھی راہ سفر کرنے کے لیئے کابل تک ہے - لیکن اسکا فکر انگریزون کو اس سبب سے کم ہی کہ اس راہ مین انڈین گوکیسس پڑتا ہے جسپہ زمانہ حال کی یوروپین سپاہ کا گذرنا نہایت دشوار ہے - پھر پامیر ہے جو دنیا مین سب سے زیادہ مرتفع زمین ہے وہ برٹش حکومت مین مغربی ہمالیہ پہ بلند پروازی کرتا ہے - بے شک برٹش کی یہہ خواہش نہین تھی کہ وہ پامیر مین کوئی مداخلت کرے مگر جب روسیون نے اس مین مداخلت کرنی شروع کی تو برٹش نے بھی اسپر دعوے کیا اسکی تقسیم ہوکر دو حدود مقرر ہوگئین گو برٹش کو اپنا حصہ مل گیا مگر اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ ہمالیہ پر روسیون کے احاطہ کا اتصال ہندوستانی ریاست کشمیر سے ہوگیا جو بالکل برٹش گورمنٹ کی حمایت مین ہے اسی سبب سے چترال مین انگریزی سپاہ نے پیشقدمی کی جسکی تاریخ لوگون کو یاد ہوگی کہ اس مین مستقل قبضہ ہوگیا -

اس بات پر بحث کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ روسیون کو اپنی اولوالعزمی کے سبب سے امید ہے کہ وہ انڈیا پر پیشدستی کرین یا اسکا صرف یہہ مطلب ہے کہ وہ اپنا مستقل دباؤ ہرات کی سرحد پر اس لیئے رکھے کہ وہ مشرق مین یا اقصائے مشرق مین اسکو اپنے آگے بڑہنے کی پولیسی کا خیال ہو - اگر پہلی بات اسکا مقصود نہ ہو تو دوسری بات تو ضرور اسکا مطلب ہے - اور یہہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونو باتین چاہتا ہو - برٹش گورمنٹ نے ضرورت کے لیئے بڑی دہشتناک تیاریان کر رکھی تھین اور انکی افزائش کے لیئے خواہ کیسی وسعت تک ضروری ہو وہ آمادہ رہتی ہے - اب روسیون اور انگریزون کی ریلین جہان منتہی ہوتی ہین اُن مین فاصلہ ۵۰۰ میل خشکی مین ہے جو بے شک کام مین آسکتا ہے مگر زمانہ حال کے لشکرون کی باربرداری اور سامان رسد کی بہم رسانی مین نہایت دشواریان اس حال مین ہین کہ ان لشکرون کا مقابلہ ہو - - - - اس مین شبہہ ہے کہ روس ان مشکلون کو سہل کر سکیگا - اگر انگریز آگے بڑھ کر قندھار مین اپنی سپاہین روسیون سے لڑنے بھیجینگے تو بھی اسکو ۵۰۰ میل نہایت دشوار سفر کرنا پڑیگا اور انگریزی سپاہ قندھار سے آگے کبھی روسیون سے

لڑنے کے لیئے نہین بڑہیگی۔ وہ ہرات کی حفاظت کے لیئے آگے قدم نہین بڑہائیگی جو اس کے مقر سے بہت دور ہے مگر وہ افغانستان کی امداد کریگی کہ وہ ہرات کو روسیون کے ہاتھ سے بچائے۔ ۱۸۵۶ء مین جب ایرانیون نے ہرات پر حملہ کیا تھا تو برٹش گورنمنٹ کو مجبوراً اپنی ہاتھون مین ہتھیار لینے پڑے تھے۔ ایک انگریزی لشکر خلیج فارس کے سرے کے قریب بوشہر مین اترا دوسرا مہمیرہ مین جو کچھ دور فرات اور ٹگرس کے دریاؤن کے ملاپ سے ہے اس دوہرے حملے نے ایرانیون کو مجبور کیا کہ وہ ہرات کو خالی کرین اور مصالحت کرین۔ بس اسوقت سے برٹش کے بحری احاطہ مین خلیج فارس آگئی ہے اس لیئے ضرورت کی صورت مین ایران کے جنوبی حصہ مین برٹش رعب داب ایسا اثر رکھتا ہے جیسا کہ ایران کے شمالی حصے مین روسیون کا۔ سلطنت ایران کی بزرگی سے برٹش گورنمنٹ کی اغراض بہت ہی خفیف سی ہین اگر ایران روسیون کے لیئے ہندوستان کی شاہراہ نہ بنے۔ انڈین ایمپائر کے شرقی جانب کے باب مین ہم نے سرحدی سرزمین یونان کی سرحد تک بیان کین ہین اسکے سبب سے انگریزون اور چینیون کی سلطنت کا ڈانڈا مینڈا ال گیا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کی خواہش یہ ہے کہ یونان کے درمیان آمد ورفت وادی یانگ زی کیانگ (دریا رزین ریگستان) تک جاری ہوجائے اس خیال سے اب برہما مین جو ریلوے کی بڑی لاین منڈلا مین رنگون تک جاری ہوئی ہے اسکی ایک شاخ برٹش سرحد تک دریا رسالوین کے اوپر بنائی جاتی ہے۔ حقیقت مین یہہ شاخ جب سالوین تک جاری ہوجائیگی تو چینیون کی گورنمنٹ اجازت دیدیگی کہ اس لاین کو یونان کے اندر تک جاری کرین۔ یہان غایت جنوب مین سیام کے دراز فاصلہ تک برٹش سرحد ہے یہہ تماس ہی ان دلائل مین سے ایک دلیل تھی کہ جب ۱۸۹۵ء مین سیام پر فرانسیسون نے زبردستی کی تھی تو اس مین برٹش گورنمنٹ نے مداخلت کی اور فرانسیسی گورنمنٹ نے جو آسامیون کو دھمکایا تو اسنے انسے آسامیون کو آزادی کی سند لکھوادی اگر انگریزی عملداری سے پہلے کی سرحدون کی تاریخ پڑہیئے تو معلوم ہوگا کہ انڈیا کی قدرتی سرحدین کوہستان اور سمندر ایسی قدرت نہین رکھتے تھے کہ وہ ہندوستانی قومون کی محافظت کرتے سمندر کے بحری قزاق جزیرہ نما ہند مین ساحل کے دیہات کو تباہ کرتے تھے اور انکو لوٹتے تھے۔ شمالی سرحد سے جو حملہ آور آئے کبھی وہ یہان سے

دولت و مال کو لوٹ کر لے گئے کبھی یہان انہون نے اپنی سلطنت جمائی مگر جب سے انگریزی عملداری نے ہندوستان مین اپنا مبارک قدم رکھا تو وہ غیر قومون کے حملون سے بالکل محفوظ و مامون ہوگیا۔ انڈیا کے انگریزی بحری لشکر نے سمندر مین قزاقون کا نام تک باقی نہین رکھا اور خشکی مین شمالی اور شمال مشرقی سرحدون پر جو قومین رہتی تھین انکو ترغیب و تہدید سے ہندوستان کی لوٹ مار سے باز رکھا افغانستان اور نیپال سے ایسی مصالحت ہوگئی ہے کہ نیپالی کبھی ہندوستان کے میدانون مین لوٹ مار کا خیال تک نہین کر سکتے۔ سرحد پر ساٹھ ہزار مربع میل زمین ویران پڑی تھی جنمین زراعت اس سبب سے نہین ہوتی تھی کہ غارتگرون کے خوف کے مارے جرأت نہین ہوتی تھی کہ کوئی آدمی انمین زراعت کرے۔ اب انگریزی عملداری کی بدولت ۱۲۰۰۰۰ مربع میل مین زراعت ہوتی ہے جس مین پیداوار اٹھارہ کروڑ روپیہ کی قیمت کا ہوتا ہے جو بحساب اوسط انڈین سپاہ اور کل انڈین ایمپائر کی محافظت کا خرچ ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا اول فرض یہ تھا کہ وہ ہندوستان کو غیر قومون کے حملون کے خوفون سے بچاتی سو اسنے اس کام کو اسطرح کیا کہ کبھی پہلے ہندوستان مین نہین ہوا تھا۔

جسوقت ہندوستان مین انگریزی عملداری کا آغاز ہوا ہے ہندوستان کی ایسی خراب حالت تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ امن امان کا نام نہین تھا سب طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ سیکڑون فرقے ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ انکا پیشہ ہی غارتگری تھا ۱۸۸۱ء مین جب مردم شماری ہوئی ہے تو ایک سو سے زیادہ فرقے ایسے موجود تھے کہ نسلاً بعد نسلٍ اپنی اوقات بسری چوری و قزاقی سے کرتے تھے جنکا قلع قمع انگریزی عملداری کے آغاز سے ہوا۔

برٹش عملداری نے ہندوستان کو فقط بیرونی حملون ہی سے نہین بچایا بلکہ اندرونی چوری و لوٹ مار سے محفوظ کیا۔ ڈکیتی اور ٹھگی کو ملک سے دور کیا۔ بس اس سے زیادہ کیا کسی ملک کو برکت اور نعمت حاصل ہوسکتی ہے کہ اسکو نہ بیرونی حملہ کا خوف ہو نہ اندرونی فساد کا ڈر ہو یہ نعمت بزرگ ہندوستانیون کو انگریزون کی بدولت حاصل ہوئی جو کبھی زمانہ ماضیہ مین نہین حاصل ہوئی۔

باب چہارم

ہندوستان و انگلستان مین گورنمنٹ ہند کا منضبط ہونا

انڈین ایمپائر کے فتح ہونے اور اس کے بننے کا حال پہلے بابون مین مذکور ہوا اب ضرور ہوا کہ یہ باتین
بہ تفصیل بیان کی جایئن کہ کیا نظام گورنمنٹ اور انتظام برٹش نے ہندوستان مین قائم کیا اور
ملکہ معظمہ کے عہد مین کیا کیا اصلاحین اور ترمیمین اسمین ہوئین اور انڈیا کی گورنمنٹ پر انگلینڈ
کی گورنمنٹ نے اپنے غلبہ رکھنے کا کیا نظام اختیار کیا اور کیا کیا تبدیلیان اس نظام مین ہوئین
انگلستان کے تاجرون کی ایک جماعت تھی جسکا نام ایسٹ انڈیا کمپنی رکھا گیا تھا اسکو سنہ ۱۶۰۰ع
مین ملکہ ایلزبتھ نے مشرق اور ہندوستان مین تجارت کرنے کا چارٹر دیا۔ چارٹر
انگریزی زبان مین اس فرمان یا سند شاہی کو کہتے ہین جس مین بادشاہ خاص حقوق عطا
کرتا ہے ابتدا زمانہ مین جب یہہ کمپنی ہندوستان مین آئی تو اسنے بنگال مدراس بمبئی مین
اپنی تین دارالاقامتین قائم کین اور انہین سے ہر ایک مین پریسیڈنٹ اور اس کے ساتھ
ایک کونسل مقرر کی کہ وہ انکے سارے معاملات مین کارفرمائی کیا کرین اس پریسیڈنٹ کے
لفظ کے سبب سے پریسیڈنسی کا اطلاق اس کل خطہ پر ہوتا تھا جس مین پریسیڈنٹ حکومت
رکھتا تھا یہہ پرانا لفظ پریسیڈنسی کا اب تک زبان زد چلا جاتا ہے اور سرکاری سررشتون اور
محکمون مین مستعمل ہوتا ہے مگر اب وہ کوئی خاص معنی نہین رکھتا اس لیئے کہ اب برٹش انڈیا کی
تقسیم پریسیڈنسیون (احاطون) مین نہین ہوتی بلکہ پروونسون (صوبون) مین ہوتی ہے جنہین
آٹھ بڑے دو چھوٹے پروونس ہین جنہین سے ہر ایک مین وسیع ممالک ہین اور ہر پروونس کی
جدا گورنمنٹ ہے۔ بمبئی و مدراس پروونسون کے نام وہی پرانے پریسیڈنسیون کے نام پر
چلے جاتے ہین مگر بنگال پریسیڈنسی کا لفظ تفصیل طلب ہے جب سے انگریزی عملداری مین
بنگال کا ملک آیا ہے تو اس کے نام کے مختلف زمانون مین مختلف معنے لیئے گئے ہین اصل مین

پریسیڈنسیان (احاطے) اور پروونس (صوبے)

بنگال تو اس ملک کو کہتے ہین جس مین گنگا اور برہم پتر کے ڈلٹا شامل ہیں اور اس کے باشندے
بنگالی زبان بولتے ہین ملک بنگال کے یہی معنی اہل ملک لیتے ہین ہندوستان کی اس سمت مین
سب سے پہلے انگریزون کی تجارتی کوٹھیان اور انکی دارالاقامتین قائم ہوئین اور آگے انکی
عملداری بڑہتی گئی تو فقط بنگال اور اس کے متصل کے صوبون بہار اور اڑیسہ ہی پر بنگال
پریسیڈنسی کا اطلاق انگریزون نے نہین کیا بلکہ شمالی ہند میں اپنے کل ممالک مفتوحہ پر جنکا
انتظام انکے صدر مقام کلکتہ کے فورٹ ولیم سے ہوتا تھا۔ اب تک بنگال آرمی (سپاہ) اس سپاہ کو
کہتے تھے جو ممالک مغربی و شمالی اور اودھ و پنجاب مین تھی برعکس نہند نام زنگی کافور سپاہ کا
نام تو بنگال سپاہ تھا مگر اس مین ایک بنگالی سپاہی نہین تھا۔

۱۷۷۳ء مین شاہ جارج سوم کے عہد مین پارلیمنٹ کا اول ایکٹ نافذ ہوا جس مین ہندوستان کے
معاملات کے لیے گورنمنٹ کا ایک محدود انتظام کیا گیا اس قانون کے موافق پریسیڈنسی بنگال
کے لیے گورنر جنرل اور اسکی کونسل کے چار ممبر مقرر ہوئے انتظام کے لیے معاملات پیش ہوتے اور
انپر ہر ممبر سے ووٹ (رائے) لی جاتی اور کثرت رائے پر معاملات طے ہوتے گورنر جنرل کو
یہہ اختیار نہ تھا کہ جو امر کثرت رائے سے فیصل ہو اسکو وہ منسوخ کردے۔ گورنمنٹ بنگال کو
مدراس اور بمبئی کی پریسیڈنسیون کے ماتحت رکھنے کے خاص مبہم اختیارات دئیے گئے تھے
بنگال کا اول گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز مقرر ہوا تاریخ میں مشہور ہے جو اسکی کونسل میں آپس کے
جھگڑون سے فرین سس صاحب ممبر کونسل کی بدخوئی کے اثر سے فضیحتین ہوئین جنسے ثابت
ہوا کہ کثرت آرا سے جو کبھی ادھر کبھی اُدھر متغیر ہوتی رہتی ہین گورنمنٹ مین انتشار پیدا کرتی ہین
اور اسمین ثبات نہین پیدا ہونے دیتین اس قسم کے واقعات بار بار پیش آئے جنسے اس نظام کی
حماقت کی تصریح و توضیح ہوئی مگر پھر بھی تھوڑا سا علاج اسکا ۱۷۸۶ء مین جب ہوا کہ لارڈ کورنوالس
ہندوستان کے گورنر جنرل کے عہدہ کو اس شرط سے قبول کیا کہ کونسل کو اپنے زیر حکم رکھنے کا
انکو اختیار حاصل ہو۔ انکے بعد لارڈ ولزلی اپنے اس اختیارات کو خوب کام مین لائے وہ اپنے
احکام جاری کردیتے تھے اور کونسل کو پیچھے اطلاع دیتے تھے۔ غرض کونسل گورنر جنرل کی محض
مشیر تھی اسکے کسی حکم کو روک نہین سکتی تھی۔ ۱۷۹۳ء مین کمپنی کو نیا چارٹر (فرمان شاہی) ملا۔

اسکے موافق گورنر جنرل کے اختیار و اقتدار کی اور توسیع ہوئی - مدراس اور بمبئی کے گورنرون کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے کونسلون پر حکمرانی کرین ان پریسیڈنسیون کے گورنمنٹون کو اجازت ملی کہ وہ اپنی مملکتون کے لیئے قوانین و آئین بنائین اور صاف صاف بیان کیا گیا کہ گورنر جنرل مع کونسل کل ہندوستان مین ساری انگریزی عملداری مین سبسے اعلی فرمان روا ہے - جب گورنر جنرل مدراس مین یا بمبئی مین جائے تو اسے اختیار ہے کہ وہ پریسیڈنسی کی گورنمنٹ کو معطل کر کے سارے انتظام اپنے ہاتھ مین لے سنہ ۱۸۱۳ء مین جو کمپنی کو نیا چارٹر (فرمان) ملا اسسے گورنمنٹ کی نظم و ترکیب مین کوئی تغیر نہین ہوا مگر ہندوستان مین تجارت کرنیکا اختیار بالکل نہین رہا جسکے سبب سے گورنمنٹ کو تجارت کے کامون سے فراغت حاصل ہوئی الا چین کی تجارت سے تعلق رہا جو بیس برس کے بعد موقوف ہوا سنہ ۱۸۳۳ء مین کمپنی کے چارٹر (فرمان شاہی) کی تجدید ہوئی جسکے موافق کمپنی کو تجارت کرنے کا اختیار بالکل نہین رہا اور بنگال کا گورنر جنرل مع کونسل کل ہندوستان کا گورنر جنرل مع کونسل مقرر ہوا - بنگال دو پریسیڈنسیون فورٹ ولیم بنگال اور آگرہ مین منقسم ہوا بنگال مین کوئی جدا گورنر نہین مقرر ہوا - گورنر جنرل ہی اسکا گورنر مقرر ہوا - آگرہ کی پریسیڈنسی نہین مقرر ہوئی مگر ایکٹ ترمیم ہوکر سنہ ۱۸۳۵ء مین پاس ہوا کہ آگرہ مین جو ممالک شامل ہین انکا نام نورتھ ویسٹ پرووِنسس یعنی ممالک شمالی و مغربی رکھا جائے اور لفٹننٹ گورنر بغیر کونسل اس مین فرمانروا مقرر کیا جائے - مدراس اور بمبئی مین کونسلین بدستور قائم رہین مگر بنگال مین کوئی کونسل نہین مقرر ہوئی -

سنہ ۱۷۸۴ء کے ایکٹ کے موافق گورنمنٹ فورٹ ولیم مین گورنر جنرل اور چار ممبر کونسل ہوتے تھے اس مین سنہ ۱۷۹۳ء کے ایکٹ سے یہ ترمیم ہوئی کہ تین ممبر حکام متعہدین سے منتخب کیے جائین اور کمانڈر انچیف چوتھا زائد ممبر مقرر ہو جسکا درجہ بعد گورنر جنرل کے ہو - گورنمنٹ کے کل ممبر کورٹ آف ڈائرکٹرز مقرر کرتے تھے سنہ ۱۷۹۳ء مین جو کمپنی کو نیا چارٹر بیس سال کے لیئے عطا ہوا تو گورنمنٹ کی ترکیب مذکور بدستور رہی - کمانڈر انچیف کا تقرر ضروری نہ ٹھیرا گو جب نہین لیکن کمانڈر انچیف ہمیشہ آیندہ کونسل کا ممبر مقرر ہوا سنہ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ مین یہ قرار پایا کہ اب تک جو تین معمولی ممبر حکام متعہدین سے منتخب ہوا کرتے ہین انہین سے ایک ممبر سپاہ مین سے

بھی مقرر ہو جسپر عمل ہمیشہ ہوا۔

سنہ ۱۷۷۳ء کے ایکٹ کے موافق گورنمنٹ بنگال کو پریسیڈنسی بنگال کے لیئے قوانین بنانیکا اختیار دیا گیا اور بعد ازان ایسے ایکٹ جاری ہوئے کہ قانون بنانے کے اختیارات مدراس اور بمبئی گورنمنٹون کو اپنی اپنی پریسیڈنسیون کے لیئے دئے گئے لیکن ۱۸۳۳ء مین ان دونون گورنمنٹون سے ان قوانین بنانے کے اختیارات چھین لئے گئے۔ کل ہندوستان کے لیئے قوانین بنانے کا اختیار صرف سپریم گورنمنٹ کو رہا اور اسکی قوت ایک اور چوتھے ممبر کے بڑھانے سے بڑھائی گئی جسکو کورٹ ڈائرکٹرس بمنظوری بادشاہ مقرر کرتے یہ چوتھا ممبر انگلش لایر یعنی قانون دان ہوتا جسکو گورنمنٹ کے اگزیکیوٹو کامون مین دخل کچھ نہ ہوتا اور اسکا درجہ سب ممبرون سے مابعد ہوتا اور وہ صرف ان مجلسون مین بیٹھتا جہان قوانین و آئین بنائے جاتے۔ اسی ایکٹ مین یہ دفعہ بھی تھی کہ ہندوستان کے کسی حصہ مین سپریم گورنمنٹ اپنا اجلاس کر سکتی لیکن اسسے قبل فورٹ ولیم (کلکتہ) کے سوا جہان کہین اور کارروائیان ہوتین وہ ناجائز سمجھی جاتین اس دفعہ قانون سے تیس برس بعد فائدہ اٹھایا گیا

سنہ ۱۸۵۳ء مین کمپنی کے چارٹر کی پھر تجدید ہوئی جس سے گورنمنٹ مین ایک بڑی تبدیلی ہوئی مدت سے یہ بات ظاہر تھی کہ ایک شخص کے لیئے یہ امر ناممکن ہی کہ وہ دُہرے فرائض خدمت ادا کرسے۔ گورنر جنرل کے عہدہ کا کام بھی اور اس کے ساتھ بنگال کے گورنر کے عہدہ کا کام بھی سرانجام دے جسکے سبب سے یہ شہرت ہوگئی تھی کہ ہندوستان کے اور پروونسون کی طرح بنگال کا انتظام کامل نہین ہے بس گورنر جنرل کو اس عہدہ سے انفراغ ہوا اور لفٹنٹ گورنر بغیر کونسل مقرر ہوا۔ اسی ایکٹ کے موافق مدراس اور بمبئی کی گورنمنٹون کو قوانین بنانے کے پھر اختیارات دیئے گئے اور کونسل واضع قوانین مقرر ہوئی۔

سنہ ۱۸۵۸ء مین بنگال کی سپاہ نے بغاوت کی سال آئندہ مین ہندوستان کی گورنمنٹ کے بہتر بنانے کے لیئے قانون پاس ہوا جسکے موافق ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے گورنمنٹ بادشاہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی اور کمپنی اور بورڈ اوکنٹرول کے سارے اختیارات سکرٹری او سٹیٹ (وزیر ہند) مع کونسل کے ہاتھ مین آئے اس ایکٹ مین ہند کی اس گورنمنٹ کا

بیان ہی جو انگلنڈ مین مرتب ہوئے اسکا بیان نیچے کیا جائیگا اسّے ہندوستان کی گورنمنٹ ہند کی کسی بات مین فرق نہین آیا وہ بدستور رہی ۔

سنہ ۱۸۶۱ء مین ہندوستان کے دونو سپریم اور پروونشل گورنمنٹون مین بڑی بڑی تبدیلیان ہوئین ۔ انڈین کونسل ایکٹ پاس ہوا جسکے موافق اب تک گورنمنٹ ہند کے حصے کا انتظام کرنا چاہیئے اسکے مطالب اعلے نیچے بیان کیئے جاتے ہین ۔

گورنر جنرل کو اور اسکی کونسل کے ممبرون کو بادشاہ مقرر کریگا انکے عہدون کے لیئے کوئی خاص مدت نہین معین کی گئی تھی لیکن دستور جسکا اکثر پاس و لحاظ کیا جاتا ہے یہ ہوگیا ہی کہ گورنر جنرل کے عہدہ کی مدت پانچ سال ٹھیر گئی ہے جب سے کمپنی کے ہاتھ سے بادشاہ کی ہاتھ مین سلطنت منتقل ہوگئی ہے گورنر جنرل کے لفظ پر وائسرائے کا اضافہ کیا جاتا ہے یہ اضافہ قانون نے نہین مقرر کیا ۔ کونسل کے ممبرون کی معمولی تعداد پانچ ہے لیکن سنہ ۱۸۷۴ء مین ایک ایکٹ پاس ہوا ہے کہ بادشاہ ایک چھٹا ممبر پبلک ورکس (تعمیرات) کے لیئے مقرر کرسکتا ہے ۔ کونسل کے تین ممبر ایسے ہونے چاہیئں کہ جنہون نے ہندوستان مین کم از کم دس سال خدمت کی ہو دو انہین سے حکام منتخبہ مین سے ہون اور ایک ملیٹری (فوجی) افسر ہو ۔ اسطرح کی تقسیم کا دستور پڑ گیا ہے ورنہ وہ قانوناً نہین ہے باقی دو ممبرون مین سے ایک بیرسٹر ہو جسنے کم از کم پانچ برس بیرسٹری کی ہو وہ قانون کے سررشتہ کا مہتمم و منصرم ہو پانچوان ممبر فاینینس (مالی) کا مہتمم ہو ۔ ہمیشہ معمول یہ ہے کہ کمانڈر انچیف کونسل کا غیر معمولی ممبر ہوتا ہے ۔ جب گورنر جنرل مع کونسل کا اجلاس مدراس یا بمبئی کے علاقہ مین ہو تو وہان کا گورنر بھی کونسل کا زائد ممبر ہوتا ہے ۔ جب گورنر جنرل مع کونسل یہ اعلان کرے کہ کسی خاص ضرورت کی وجہ سے گورنر جنرل کونسل سے جدا ہوکر ہندوستان کے کسی حصہ مین جاتا ہے تو وہ اپنی کونسل کے ممبرون مین سے ایک ممبر کو اپنی کونسل کا پریسیڈنٹ مقرر کریگا یہ پریسیڈنٹ کونسل مین گورنر جنرل کی ایام غیر حاضری مین وہی اختیارات کام مین لائیگا جو گورنر جنرل کونسل مین اپنے اختیارات کام مین لاتا تھا لیکن وہ قوانین کو منظور کرسکتا ہے انکی منظوری کو روک سکتا ہی

جب گورنر جنرل اسطرح غیر حاضر ہو تو وہ اپنے ایام غیر حاضری مین

مجلس لیجسلیٹو کونسل

اپنے سارے اختیارات کو جو اسکو مع کونسل ہین کام مین لاسکتا ہے لیکن اس حالت مین اسکو قانون بنانے کا اختیار نہین ہے - گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ جس مقام کو چاہے اپنی کونسل کے لئے تجویز کرے -

اختیارات قانون بنانے کے

قانون بنانے کی غرض سے کونسل مین زائد ممبر مقرر ہوتے ہین - لیجسلیٹو کونسل کا اکثر ذکر اسطرح کیا جاتا ہے کہ وہ کوئی جدا کونسل ہے مگر یہہ غلطی ہے - قانوناً صرف ایک ہی کونسل ہے ضرور ہے کہ ممبر جنکی تعداد نصف سے کم نہ ہو ایسے اشخاص مقرر کیئے جائین جو گورنمنٹ کے ملازم نہ ہون بعض ان مین سے ہمیشہ ہندوستانی ہوتے ہین - لفٹننٹ گورنر جب اسکے پروونس مین قوانین بنانے کی غرض سے کونسل اجلاس کرے تو وہ اسکا زائد ممبر ہوتا ہے - حسب ضابطہ کثرت راے پر گورنمنٹ استیلا رکھ سکتی ہے - ایکٹ قصداً ایسی صورت مین نافذ ہوا ہے کہ کونسل جب قوانین بنانے کی غرض سے اجلاس کرے تو وہ اگزیکیوٹو گورنمنٹ کے کسی مخصوص کام مین مداخلت نہین کرسکتی وہ سوا ان مطالب کے جو قانونی کامون سے مخصوص تعلق رکھتے ہین اور مقاصد مین اپنے تئین مصروف نہین کرسکتی - پارلیمنٹ کے ان خاص ایکٹون کو جو گورنمنٹ انڈیا کے لیئے موضوع ہوئے ہین کونسل چھو تک نہین سکتی اور نہ وہ کوئی قانون ایسا بنا سکتی ہے کہ جسسے پارلیمنٹ کی حکومت پر یا بادشاہ کی اطاعت پر کوئی اثر ہو سوا ان مستثنے صورتون کے گورنر جنرل کو قوانین بنانے کے اختیارات مین کوئی مزاحمت نہین ہے - کونسل ایسی تجویزین نہین کرسکتی جبتک انکے لیئے گورنر جنرل حکم صادر نہ فرمائے کہ وہ شاہی قرض پر یا ہندوستان کے محاصل کی آمدنی پر یا کسی فرقہ کے مذہب پر یا ملٹری ڈسپلن پر یا انکی پرورش پر یا بحری فوج پر یا خارجی ریاستون اور گورنمنٹ کے باہمی تعلقات پر موثر ہون - ہر ایک ایکٹ کے لیئے گورنمنٹ کی منظوری ضرور ہے - بادشاہ کی منظوری کسی ایکٹ کے نفاذ کے لیئے ضرور نہین مگر بادشاہ کو اختیار ہے کہ کسی قانون کو جو نافذ ہو منسوخ کردے -

ان معمولی اختیارات کے ماسوا ۱۸۷۰ء مین گورنر جنرل مع کونسل کو یہہ اختیارات اور زیادہ دیئے گئے ہین کہ وہ بغیر زائد ممبرون کی طلب کے رگیولیشن (آئین) جاری کرے جو ملک کے ان حصون مین قانون کا حکم رکھتے ہین جو ترقی یافتہ کم ہین اور جنکے انتظام کے لیئے ایسے

نظام کی ضرورت ہے کہ وہ بہ نسبت اور مقامات کے سیدھا سادہ ہو — ان اختیارات کا نتیجہ یہ تھا کہ نن رگیولیشن یعنی غیر آئینی اضلاع مین بھی قانونی نظم ونسق کی بنیاد پڑگئی آئندہ ضرورتون کی صورتون مین گورنر جنرل کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کونسل کی طرف رجوع نہ کرے اور صرف اپنے اختیار سے اورڈی نینس (احکام) جاری کرے جو چھ مہینے تک قانون کا حکم رکھتے ہین - ۱۸۶۱ء مین یہ اختیار پہلی دفعہ دیا گیا تھا مگر اس کا استعمال بہت ہی کم ہوا - صرف وہ وہین کام مین آیا جہان اس سے آسانی و آرام کے حاصل ہونے کی وجوہ معلوم ہوتی تھین -

بمبئی اور مدراس کی گورنمنٹ

۱۸۶۱ء کے ایکٹ کے جاری ہونے سے مدراس اور بمبئی کی اگزیکیوٹو گورنمنٹون کی نظم ونسق مین کچھ تبدیلی نہین ہوئی وہ اپنی پہلی ہی شان اور خاص آزادی کی بعض علامتین دکھاتی ہین وہ خاص معاملات مین سکرٹری اوسٹیٹ (وزیر ہند) سے براہ راست مراسلت رکھتے ہین یہ استحقاق کسی اور پروونشل گورنمنٹ کو حاصل نہین - ان مین گورنر اور انکی کونسل کے ممبرون کو بادشاہ مقرر کرتا ہے - انکا گورنر اکثر انگلستان سے آتا ہے اور وہ مدبران سلطنت مین سے ہوتا ہے اسکی کونسل مین مقامی کمانڈر انچیف اور دو حکام متعہد ہوتے ہین - مدراس اور بمبئی کی گورنمنٹون سے قوانین بنانے کے جو اختیارات لئے گئے تھے وہ ۱۸۶۱ء مین پھر انکو دیدیئے گئے گورنر جنرل مع کونسل مین جو قوانین بنانے کے طریقے برتے جاتے ہین اکثر کا اوپر بیان کیا گیا ہے وہی پروونشل گورنمنٹون مین برتے جاتے ہین - گورنر چار سے کم نہین اور آٹھ سے زیادہ نہین اپنی کونسل مین قوانین بنانے کے لیئے ممبر مقرر کرتا ہے جنمین کم از کم آدھے ممبر ایسے اشخاص ہوتے ہین کہ وہ گورنمنٹ کے ملازم نہین ہوتے - جب تک گورنر جنرل قانون جاری کرنے کا حکم نہین دیتا وہ ناطق نہین ہوتا گورنر جنرل مع کونسل کو جو قانون بنانے کے اختیارات کل ہندوستان مین ہر باب کے اندر ہین انہین مقامی قانونی کونسلون کے قائم ہونے سے کچھ اثر نہین ہوتا - عام قاعدہ یہ ہے کہ مقامی واضعان قوانین اپنے پروونسون کی اغراض و مقاصد کے لیئے قوانین بناتے ہین وہ نہ کسی پارلیمنٹ کے ایکٹ کو نہ کسی اس قانون کو جو ہندوستان مین ۱۸۶۱ء کے

انڈین کونسل ایکٹ سے پہلے نافذ ہو چکا ہے ترمیم اور منسوخ کر سکتے ہین - وہ گورنر جنرل کے حکم بغیر کسی ایسی تجویز پر خیال کر سکتے ہین کہ جو شاہی قرض پر کرنسی (سکے و نوٹ رائج الوقت) پر پوسٹ آفس و ٹیلیگراف (ڈاکخانون و تار برقی کے سررشتون) پر تعزیرات ہند پر مذہب پر بحری و بری فوجون پر و پیٹنٹس (فرامین جنمین موجدون کو خاص استحقاق اپنے ایجاد کی نسبت چند سال کے لئے ملتے ہین) کوپی رائٹ (حق تصنیف و ترجمہ پر) و ریاستہاء غیر کے تعلقات پر کوئی اثر رکھتے ہون -

انڈیا مین جو اور بڑے بڑے پروونس ہین انمین گورمنٹ اور طرح سے مبنی ہے - بنگال مین ممالک مغربی مین پنجاب برہما مین لفٹنٹ گورنر منتظم ہین وہ ملازمین شاہی مین سے منتخب ہوتے ہین جنہون نے کم از کم دس سال ہندوستان مین خدمت کی ہو اسکو گورنر جنرل بمنظوری پادشاہ مقرر کرتا ہے کل لفٹنٹ گورنر باستثناء ایک کے حکام متعہدین سے مقرر ہین - لفٹنٹ گورنر پاس اگزیکیوٹو کونسل نہین ہوتی لیکن گورنر جنرل ہر پروونس مین فقط قوانین بنانے کے کونسل مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسنے اپنے اس اختیار سے بنگال مین ممالک مغربی و شمالی مین پنجاب مین قانون بنانے کے لئے کونسلین مقرر کردی ہین - ان پروونسون کی قانونی کونسلین بمبئی و مدراس کی کونسلون کے مشابہ ہین ان مین لفٹنٹ گورنر بجائے گورنر ہے - سنٹرل پروونس (ممالک متوسط) مین و آسام و شمال مغربی سرحد مین چیف کمشنر ہین جو لفٹنٹ گورنر سے نام مین درجہ مین تنخواہ مین عہدون پر اسامیون کے مقرر کرنے کے اختیارات مین فرق رکھتے ہین باقی سب کامون مین لفٹنٹ گورنر کی برابر ہوتے ہین -

اب مین وہ طریقہ بیان کرتا ہون جو گورنر جنرل اپنے اگزیکیوٹو کامون مین برتتا ہے یہہ طریقہ بالکل اس طریقہ سے مختلف ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے عہد حکومت مین برتتی تھی - اگرچہ ۱۷۹۳ء کے ایکٹ کے جاری ہونے کے بعد گورنر جنرل کو اپنی کونسل پر استیلا اور استعلا حاصل ہو گیا تھا اور اس مین چون وچرا نہین ہو سکتی تھی لیکن وہ اصلی خیالات جن پر قوانین سالقہ مبنی تھے ہنوز باقی تھے کہ گورنر جنرل اپنی کل کونسل سے صلاح مشورہ کر کے گورمنٹ کے کامون کو اجرا کرتا تھا - یہ بات ٹھیری ہوئی تھی کہ ہر ایک قسم کے کل سرکاری کام خواہ کیسے ہی ادنے ہون گورمنٹ کے ہر ممبر کے روبرو پیش ہون - معمولاً سب سوالات کثرت رای

[illegible marginal handwritten note]

حل ہوتے تھے اگر ووٹ برابر ہوتے تو گورنر جنرل ایک ووٹ اپنا اور دیتا اگر گورنر جنرل اپنی رائے کو اسیٹلا دینے کا اور ممبرون کی رایون پر مصمم ارادہ کرتا تو اس کے ساتھ یہ شرط لگی ہوئی تھی کہ ہر ممبر اور گورنر جنرل اپنی اپنی رائین مع دلائل وو جوہ لکھکر آپس مین ایک دوسرے کے پاس بھیجتے اور پھر وہ سب دوسری دفعہ ملکر اجلاس کرتے اگر فریقین اپنی سابقہ رایون پر جمے رہتے تو انکی یادداشتین مجلس شورہ مین داخل دفتر ہوتین اور گورنر جنرل کے احکام جاری ہوجاتے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کے آخر سالون مین جب گورنمنٹ بادشاہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی اسکے شروع کے چند سالون مین اکثر گورنر جنرل کو پولٹکل ضرورتین ایسی پیش آتی تھین کہ شمالی ہند مین اسکو جانا ضرور پڑتا تھا اور جب وہ اپنی کونسل سے جدا ہوتا تھا تو اس حالتین وہ قوانین بنانے کے سوا کل اختیارات گورنر جنرل مع کونسل کے کام مین لاتا تھا اور کونسل کلکتہ مین رہتی تھی جسکا ایک پریسیڈنٹ ہوتا تھا جو گورنر جنرل کی ایام غیر حاضری مین قانون بنانے کے سوا کل اختیارات گورنر جنرل کے کام مین لاتا تھا اس طرح ڈبل یعنی دہری گورنمنٹ کی صورت پیدا ہوتی تھی اور کام گورنر جنرل اور پریسیڈنٹ مین تقسیم ہوجاتا تھا ایک اضلاع بالائے ہند مین ہوتا اور دوسرا کلکتہ مین۔ ہر معاملہ عظیم گورنر جنرل کی طرف براہ مستقیم رجوع کیا جاتا یہ کیا تو یہ قاعدہ تھا یا اسکی قرارداد تھی اگر کوئی معاملہ پریسیڈنٹ مع کونسل کے روبرو برخلاف توقع ادنے بھی پیش ہوتا تو وہ گورنر جنرل پاس بھیجا جاتا۔

گورنر جنرل جو فورین ڈپارٹمنٹ سے معاملات متعلق ہوتے انکا ابتدائی انتظام خود کرتا باقی معاملات کو وہ کونسل کی رائے کے لئے دور دراز کے فاصلہ سے بھیجتا بس گورنر جنرل کا کونسل سے جدا ہونا کل گورنمنٹ کی کل کو بے جوڑ کردیتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کام کا بہت سا حصہ بالکل نہین کیا جاتا جس سے حسن انتظام مین خلل پڑتا۔

پہلے زمانہ مین نہ ریلین تھین نہ ٹیلیگراف تھے سڑکین بہت کم تھین گورنمنٹ کے فرائض جو اب ہین اپنے پہلے مختلف تھے ممالک الحاق اور فتح ہوتے تھے شور و شر کے ہنگامے بھی برپا رہتے تھے لیکن سنٹرل (مرکزی) گورنمنٹ کے معمولی کام اب کی لنبت کم تھے ۱۸۵۷ء کے غدر سے چند سال

پہلے سے انتظام سلطنت کے تمام فروع مین جلد جلد تبدیلیان ہونی شروع ہوگئین تھین۔ جب لارڈ ڈلہوزی نے پہلے اس سے کہ وہ اپنے عہدہ جلیلہ سے مستعفی ہون ایک حاکمانہ رائے اپنی لکھی کہ اسکے عہد مین ہندوستان مین انگریزی عملداری کو بڑی وسعت حاصل ہوئی ہے اس سبب کام کی بہت کثرت ایسی ہوگئی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ گورنر جنرل کا دل و دماغ و جسم ان فرائض کے ادا کرنے کا پورے طور پر متحمل ہو سکے جو اسکے ذمے پر دھرے جاتے ہین ۱۸۵۷ء کے واقعات نے اس بوجھ کو اور بھی زیادہ بھاری کر دیا ۱۸۶۱ء اکوانڈین کونسل ایکٹ مین پارلیمنٹ نے چند الفاظ ایسے مندرج کر دئیے تھے کہ جنکے طفیل سے لارڈ کیننگ اور انکے جانشینون کو ایسے وسائل ہاتھ لگ گئے کہ وہ گورنمنٹ کے اس نظام کی ترمیم اور اصلاح کرین جو اب برداشت کرنے کے قابل نہین رہا تھا۔ اس ایکٹ نے گورنر جنرل کو یہ اختیار دیدیا کہ وقتاً فوقتاً قواعد اور ضوابط ایسے بنائے کہ کونسل مین کامون کے سرانجام کرنے مین آسانی ہو اور یہہ بھی اسنے ٹھیرا دیا کہ ان ضوابط و قواعد کے موافق جو حکم دیا جائے یا کام کیا جائے وہ یہہ سمجھا جائے کہ گورنر جنرل مع کونسل نے کیا ہے بس اسطرح اس نظام کا خاتمہ ہو گیا کہ گورنمنٹ سب معاملات کو کل کونسل مین مجموعتاً طے و فیصل کیا کرے۔
لارڈ کیننگ نے قواعد تیار کئے کہ ہر ممبر کو جدا جدا انتظام کا ایک ڈپارٹمنٹ یعنی محکمہ و سررشتہ سپرد کیا جائے حقیقت مین انہون نے کونسل کو کے بی نٹ بنادیا جسکا افسر گورنر جنرل تھا (انگلنڈ مین جو کے بی نٹ ہے اسکا اعلے حاکم وزیر اعظم انگلنڈ ہوتا ہے ہندوستان مین کونسل کا جو بجاے کے بی نٹ ہے گورنر جنرل اعلے حاکم ہوتا ہے) جب یہ تبدیلی ہوئی تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بہت دنون تک گورنر جنرل کا کونسل سے جدا رہنا حسن انتظام کے لیئے نامناسب ہے۔ لارڈ لارنس نے اس ضابطہ کی پوری ترمیم کی انکے عہد حکومت سے ڈبل گورنمنٹ کا یہ پرانا دستور موقوف ہوا کہ گورنر جنرل اپنی کونسل کسے بار بار غیر حاضر ہوتا تھا اور کلکتہ مین کونسل کا ایک ممبر پریسیڈنٹ ہوتا تھا۔ اب یہ دستور نہین اختیار کیا جاتا لیکن کبھی کبھی ضرورت کے موقع پر چند روزہ آسانی کے لیئے اختیار کیا جاتا ہے اگرچہ انگلنڈ کی نسبت ہندوستان مین ڈپارٹمنٹ (محکمے) جدا جدا کم ہین اور کونسل کے ممبر کی حکومت بھی

بہ نسبت انگلش سکرٹری اد سٹیٹ کے وسیع اور قطعی کم ہے لیکن پھر بھی کونسل کے ممبر در حقیقت کوئی نشٹ منسٹر (وزرا قوم پر حکومت کرنے والے) ہین جنمین سے ہر ایک گورمنٹ کے ایک یا زیادہ ڈپارٹمنٹون کا ذمہ وار ہے اسکے معمولی فرائض منتظم ہونے کے بہ نسبت مشیر ہونے کے زیادہ ہین گورنر جنرل ان طریقون کے قواعد مقرر کرتا ہے جنکے موافق سرکاری کام ان ڈپارٹمنٹون مین تقسیم ہوتا ہے فورین ڈپارٹمنٹ - ہوم ڈپارٹمنٹ ریوینیو اگریکلچرل ڈپارٹمنٹ وفائنینس وکمرس ڈپارٹمنٹ ملیٹری ڈپارٹمنٹ پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ یُلجسلیٹو ڈپارٹمنٹ - گورنر جنرل فورین ڈپارٹمنٹ کو جو سب سے زیادہ شان وعظمت رکھتا ہی اپنی ہاتھ مین رکھتا اور شاید سب سے زیادہ محنت اس ڈپارٹمنٹ مین کرنی پڑتی ہے اس مین تمام مقدمات ومعاملات وہ فیصل ہوتے ہین جو ان ممالک سے متعلق ہوتے ہین جو برٹش ممالک کے سوا ہین اور سرحد سے اندر اور باہر ملحق ہین ہوم ڈپارٹمنٹ ان تمام معاملات سے تعلق رکھتا ہے جو علے العموم برٹش انڈیا کے انتظام سے متعلق ہوتے ہین فائنینس وکمرس ڈپارٹمنٹ مین خزانہ وتجارت کے متعلق سب کام ہوتے ہین لجسلیٹو ڈپارٹمنٹ مین قانونی کام ہوتے ہین ملیٹری ڈپارٹمنٹ مین بری وبحری فوجون کے کام سرانجام پاتے ہین پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ مین تعمیر عمارات کے کام رفاہ عام کے لئے ہوتے ہین - ہر ایک ڈپارٹمنٹ مین ایک سکرٹری ہوتا ہے اسکا منصب ایسا ہوتا ہے جیسے انگلنڈ مین مستقل سکرٹری کا اس سکرٹری کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ہر مقدمہ کو کیا تو گورنر جنرل کے روبرو پیش کرتا ہے یا اس ممبر کے روبرو جسکی اسکی ڈپارٹمنٹ کا تعلق ہوتا ہے اور مقدمہ کو اسطرح ترتیب دیتا ہے کہ اسکا فیصلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے اسکے ساتھ اپنی رائے بھی عرضداشت مین لکھ دیتا ہے ادنے مقدمات مین ممبر کونسل اپنے احکام جاری کرتا ہے جو ناطق ہوتے ہین اور اگر کوئی مقدمہ عظیم الشان ہوتا ہی تو وہ اس مین اپنے احکام لکھ کر گورنر جنرل پاس منظوری کے لئے بھیجتا ہے اگر گورنر جنرل اس کے ساتھ متفق الراے ہوتا ہے اور اسپر مباحثہ کرنے کی ضرورت نہین سمجھتا ہے تو وہ احکام جاری کردیتا ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ متفق الراے نہین ہوتا ہے تو وہ ہدایت کرتا ہے کہ کونسل کے روبرو پیش ہو جیسے کہ انگلنڈ مین ایسی صورت مین مقدمہ کیبنٹ کے روبرو پیش ہوتا ہی یہ سکرٹری کا فرض ہی کہ مقدمہ مین جو کوئی خاص بات بڑی ہو اسسے گورنر جنرل کو مطلع کرے تمام احکام گورنر جنرل مع کونسل کے

اگرچہ کونسل مین کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ کونسل کی کثرت راے سے فیصل ہوتا لیکن اگر گورنر جنرل دیکھتا کہ اس فیصلہ کا اثر ملک کی سلامتی اور خلائق کی آسودگی اور ممالک مقبوضہ ہند پر پڑیگا تو اسکو ازروی قانون صرف اپنی راے پر عمل کرنے کا اختیار حاصل تھا لیکن اس اختیار کے عمل مین لانے کی ضرورت بہت کم پڑی صرف لارڈ لٹن کے زمانہ مین یہ اختیار ایک دفعہ کام مین آیا کہ انہون نے کونسل کی کثرت راے کے برخلاف وہ محصول معاف کردیا جو اس روئی کے کپڑے پر لیا جاتا تھا جو انگلنڈ سے ہندوستان مین آتا تھا اس معافی محصول کے سبب سے آزادی تجارت کی پولیسی ہند مین بہت جلد مروج ہوگئی ۔

جن تبدیلیون کا ذکر مین نے اوپر کیا ہے لنکے بعد ایک اور نتیجہ ظہور مین آیا لارڈ لارنس نے ڈبل گورنمنٹ کے نظام کو بالکل ترک کیا اور کونسل کے ممبرون کے ذمے اپنے اپنے محکمہ کی جوابدہی مقرر ہوئی تو ضرور ہوا کہ گورنر جنرل جب کلکتہ سے علیحدہ ہوکر شمالی ہند مین جائے تو اس کے ساتھ کونسل بھی جائے ۔ لارڈ لارنس نے موسم گرما مین گورنمنٹ کا معمولی صدر مقام شملہ کو مقرر کیا تو گورنمنٹ کے اس سالانہ انتقال مکانی پر بہت نکتہ چینی ہوئی ۔ مگر جو شخص گورنمنٹ کا ذاتی علم رکھتا ہی وہ اس بات مین شبہہ نہین کرتا کہ اس طرح گرمی کے موسم مین گورنمنٹ کا کلکتہ کی روح فرسا گرمی سے بچنا اور شملہ کی روح افزا سردی مین رہنا اسکے کامون کو زیادہ موثر اور کارگر کرتا ہے ۔ اور یہان گورنمنٹ ایسی توانائی اور قوت سے کام کرتی ہے جیسے کہ وہ انگلنڈ مین اپنے گھر مین کرتی ۔ شملہ مین گورنمنٹ تعطیل منانے اور عیش و آرام کرنے کے لیئے نہین جاتی بلکہ اپنے کام کے زیادہ سخت و دشوار و پائدار حصہ کے سرانجام دینے کے لیئے جاتی ہے بنگال مین گورنمنٹ ہند کے بالاستقلال قیام نہ رکھنے کی دلیل فقط یہی نہین ہے کہ گورنمنٹ پر وہان کی آب و ہوا کا برا اثر ہوتا ہے بلکہ بنگال مین قیام رکھنا گورنمنٹ کا کوئی خاص غرض نہین ہے گورنمنٹ کا کام عام فرمان روائی کرنا ہی شمالی مغربی ممالک وہ ہین جو ہمیشہ گورنمنٹ کی توجہ و فکر کے زیادہ محتاج ہین سنٹرل گورنمنٹ کے صدر مقام کے دوامی قیام کے لئے کوئی صوبہ بنگال سے زیادہ کم مناسب نہین ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز مین ہندوستان کے اندر نرالا ہے اس مین تعلیم یافتہ بنگالیون کی خصائل اور رائین اور صوبون کے تعلیم یافتہ ہندوستانیون کی خصائل اور رایون سے مختلف ہین اس لئے بنگال کا

سپریم گورنمنٹ اور پروونشل گورنمنٹون کے تعلقات

اثر گورنمنٹ کی پولیسی مین لوگون سے غلط فہمی کراتا ہے ۔

ہمیشہ سپریم گورنمنٹ اور پروونشل گورنمنٹون کے تعلقات مین بڑی مفید تبدیلیان ہوتی رہتی ہین ان دونو کے تعلقات کے سمجھنے کے اول ان دو انگریزی الفاظ سنٹرلی زیشن اور ڈی سنٹرلی زیشن کو سمجھنا چاہیئے اول لفظ کے معنے یہ ہین کہ چیزون کا ایک مرکز کی طرف آنا یا اجزا کا اجتماع ہوکر کل بننا دوسرے لفظ کے معنے پہلے لفظ کے معنے کے برعکس ہین ۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہندوستان مین یہ میلان تھا کہ تمام پروونشل گورنمنٹو کا اجتماع سپریم گورنمنٹ کی طرف ہو یعنی تمام پروونشل گورنمنٹون کا مرکز سپریم گورنمنٹ رہے مگر لارڈ میو کے عہد حکومت مین اس میلان کا رخ بدل گیا ۱۸۷۰ء مین اس تبدیلی کا آغاز فائی نینشل (مالی) ڈی سنٹری لیزیشن سے شروع ہوا جس کو سرہنری مین نے کہا کہ ہندوستان مین نہایت کامیاب اصلاح انتظام مین اسکے عہد مین ہوئی ہے اسکا ذکر پھر کیا جائیگا ۔

پروونشل انتظامات کے جزئیات مین گورنمنٹ ہند بہت ہی کم مداخلت کرتی ہے یہہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ وائسراے جتنے قوی الرائے اور دانشمند و روشن ضمیر ہوتے ہین اتنی ہی وہ کم مداخلت کرتے ہین وہ اس امر واقعیت کو سمجھتے ہین کہ پروونشل گورنمنٹین اپنے پروونس کی ضرورتون و حالتون کا زیادہ علم رکھتی ہین بہ نسبت سنٹرل گورنمنٹ کے جو دور بیٹھی ہوئی حکمرانی کا کام کرتی ہے اگرچہ گورنر جنرل مع کونسل تمام سلطنت کی اندرونی انتظامات کی عام نگہداشت و نگرانی کرتا ہے لیکن پبلک کامون کی بعض شاخین ہین جو کل ہندوستان سے سروکار رکھتی ہین جنکا بظاہر موثر انتظام صرف سنٹرل حکومت کرسکتی ہے سپاہ سے ہندوستان کی محافظت کرنے کا انتظام کرنا دول خارجیہ کے ساتھ اور ہندوستانی ریاستون کے ساتھ تعلقات کا اہتمام کرنا سپریم گورنمنٹ ہی پر موقوف ہے اگرچہ قوانین کا انتظام پروونشل گورنمنٹون اور لوکل گورنمنٹون اور حکومتون پر منحصر ہی مگر گورنمنٹ انڈیا کے ذمہ قانون کی خوبیون اور نقصون کی بڑی جوابدہی ہے ۔ سکرٹری اوسٹیٹ کے ماتحت گورنمنٹ ہند ریل وےون اور نہرون کے بنانے کی تجویزین کرتی ہے جنکے بغیر پبلک کی دولت بروے کار ظاہر نہین ہوسکتی اور

قحط وخشک سالی کی آفتون سے بچاؤ نہین ہوسکتا وہ پوسٹ اوفس اور ٹیلیگراف کا انتظام کرتی ہی فائی نینس کے انتظام کی بڑی جوابدہی اپنے ذمہ رکہتی ہے اور ایسے اصول قائم کرتی ہے جس سے سلطنت کی فسکل (خزانہ عامرہ) کی پولیسی ہدایت پزیر ہوتی ہے یہہ امر اسیکی فیصلہ پر موقوف ہے کہ تجارت آزاد رکھی یا اسکے پاؤن مین مزاحمتون کی بیڑیان ڈالی جائین نمک اور کپڑا ارزان رکھا جائے یا ٹیکس لگا کے گران کیا جائے۔

اب تک ہم نے کمپنی اور شاہی گورنمنٹون کی ترکیب و ترتیب وہ بیان کین ہین جو ہندوستان مین ہوئی ہین اب انکی وہ ترکیب و ترتیب بیان کرتے ہین جو انگلنڈ مین ہوئی ہین۔

کمپنی کے اداروں کی ابتدائی حکومت

۱۶۰۰ء مین جو کمپنی کو فرمان شاہی عطا ہوا تھا تو اسکے موافق کمپنی کو یہہ اختیارات حاصل ہوگئے تھے کہ وہ سپاہ کو ملازم رکھے لڑائیان لڑے ہندوستان و مشرقی سمندرون مین ملکون پر قبضہ کرے ۱۷۷۳ء مین جو ایکٹ پاس ہوا اسمین شاہ انگلنڈ نے اپنے آئین کے موافق ہندوستان کو اپنی سلطنت کا ایک حصہ سمجھا اور گورنر جنرل اور اس کے ساتھ کونسل کو فورٹ ولیم بنگال مین مقرر کیا کہ وہ ہندوستان کا نظم و نسق کرے غرض اسطرح سے کمپنی کو تجارت کرنے کے سوا حکمرانی کے بھی اختیارات حاصل ہوئے کمپنی کے حصہ دارون یعنی اسکے سرمایہ کے مالکونکو کورٹ اوف پروپرائٹرس یعنی مالکون کی سبھا کہتے تھے اور یہہ سبھا اپنے مین سے خاص آدمیونکو منتخب کرتی کہ وہ اسکے کامون کے لئے ہدایت کرین انکو کورٹ اوف ڈائرکٹرس یعنی ہدایت کرنے والون کی جماعت کہتے تھے ۱۷۷۳ء کے ایکٹ پاس ہونے سے کمپنی کے ان گروہون کے انتظام مین خلل نہین پڑا کورٹ ڈائرکٹرس ہی حکمران رہے انکو گورنر جنرل کے معطل کرنے کا اختیار تھا گو اسکا تقرر بادشاہ کی طرف سے ہو لیکن ۱۷۸۴ء مین پٹ کا قانون نافذ ہوا اسنے بورڈ کنٹرول بنایا اور اسی کو ہندوستان کے کل معاملات مین ذی اختیار بنایا اور بورڈ کنٹرول کا انتظام ۱۸۵۸ء تک جاری رہا اس سن مین کمپنی کی حکومت موقوف ہوئی۔

بورڈ کنٹرول

بورڈ کنٹرول مین چھہ پرائوی کونسلر سے زیادہ کمشنر نہین مقرر ہوسکتے تھے۔ پرائوی کونسلر ان مشورہ کارون کو کہتے ہین جو بادشاہ کے مشیر ہون اگر بورڈ کے کمشنرون کی تعداد پوری ہوتی تو انہین ایک وزیر مال اور دو سکرٹری اور اسسٹنٹ ہوتے اور باقی تین کا بورڈ ہوتا یہہ سب کمشنر پارلیمنٹ کے

اجلاس مین بیٹھ سکتے تھے یہ بورڈ ہر طرح کے کل کامون مین جو سول اور ملیٹری محکمون سے یا
انڈیا کے محاصل ملکی سے تعلق و سروکار رکھتے پورے اختیارات رکھتا تھا بورڈ کے کامون کے
لیئے جو دو سکرٹری اور وزیر مال بورڈ مین داخل کیئے گئے تھے وہ ضرورت کی صورت مین
کے بی نٹ (وزراء سلطنت) کی زیر نظر اور ماتحت رہتے لیکن عملاً تمام معاملات مین کارروائی
کرنے کے اختیارات ان کمشنرون کے ہاتھ مین ہوتے جو بورڈ کے لئے مقرر ہوتے اور وہ
ہند کے محاصل سے تنخواہ پاتے ۔

ایکٹ ۱۷۸۴ء مین جو بورڈ او کنٹرول کے باب مین شرائط مندرج تھین انہین ایکٹ ۱۷۹۳ء
کے نافذ ہونے سے یہ خفیف ترمیم ہوئی کہ فرمان شاہی مین جس کمشنر کا نام اول لیا گیا ہو وہ
بورڈ کا پریسیڈنٹ مقرر ہو اور دو کمشنر ایسے مقرر ہون جو پرائوی کونسلرز نہ ہون اور بورڈ
کا سکرٹری پارلیمنٹ کا کوئی ممبر مقرر ہو بس اس تبدیلی سے حقیقت مین بورڈ کا مجموعی کام
تنہا پریسیڈنٹ کرنے لگا جو ہمیشہ کے بی نٹ (جماعت وزرا) کا ممبر ہوتا جو اور وزرا کے
ساتھ مقرر اور برخاست ہوتا اور اسکا سکرٹری بھی پارلیمنٹ کا کوئی ممبر ہوتا جو کامنس ہوس
مین اسکی طرف سے بولتا اگر ممبر ہوتا ۔

۱۸۳۳ء کے انڈین ایکٹ مین بورڈ کے کمشنرون کی خاص تعداد نہین مقرر ہوئی انکے لیے
پرائوی کونسل سے متعلق ہونے کی شرط بھی موقوف ہوئی بادشاہ کو اختیار تھا کہ جن اشخاص کو
وہ اس عہدہ کے لائق جانتے مقرر کردے اس قانون کے موافق اسکا نام معاملات ہند کا
کمشنر رکھا گیا اس ایکٹ کے پاس ہونے کے بعد کمشنرون کی تعداد کم ہوکر اول چار پھر دو جسمین
پریسیڈنٹ بھی داخل تھا اور بعد ازان پھر ۱۸۴۱ء مین صرف ایک رہی یعنی صرف پریسیڈنٹ بورڈ
رہا اس عہدہ پر اول لارڈ ایلین برا مقرر ہوئے جو چند مہینے کام کرکے ہندوستان کے گورنر
جنرل مقرر ہوئے وہ پہلے بھی اس عہدہ پر پریسیڈنٹ بورڈ دو دفعہ رہ چکے تھے ۔

امر واقعی یہ تھا کہ ۱۸۴۱ء مین بورڈ کا وجود نہین رہا صرف اسکا ایک افسر رہا جسکا نام پریسیڈنٹ
اون بورڈ تھا جو کل بورڈ کے عہدہ کی خدمات سرکاری کو بجالاتا تھا ۔

یعنی پریسیڈنٹ بورڈ کے اختیارات کا عروج لااستثنا ضابطہ

۱۸۵۸ء کے ایکٹ اور اسکے مابعد کے ایکٹون کے موافق کمپنی پر اپنی حکمرانی کے وسائل

حاصل ہوگئے تھے بورڈ کو صرف یہی اختیار نہ تھا کہ وہ کمپنی کے کل خط وکتابت و کاغذات پر پوری
رسائی رکھتا تھا بلکہ کورٹ اوف ڈائرکٹرس کو ضرور تھا کہ ہندوستان کو جو احکام اور مراسلات
ارسال کرین انکی نقلین آٹھ روز کے اندر انکے بھیجنے سے پہلے بورڈ پاس بھیجین اور ہندوستان سے
جو مراسلات انکے پاس آئین وہ آتے ہی فوراً بورڈ پاس بھیجے جائین کورٹ کوئی حکم ہندوستان کو
نہین بھیج سکتا تھا جب تک اسکی منظوری پہلے سے بورڈ سے نہ حاصل کرلی ہو بورڈ کو اختیار تھا
کہ جس مراسلہ مین چاہے تبدیلی کرے کورٹ پر واجب تھا کہ اس مراسلہ کو تبدیل شدہ صورت
مین روانہ کرے اگر چودہ روز کے عرصہ مین کورٹ مراسلات کو مرتب نہ کرتا تو بورڈ خود مراسلات کو
مرتب کرلیتا جنکا بھیجنا کورٹ پر واجب ہوتا

کورٹ کے ساتھ ایک سیکرٹ کمیٹی (راز دار کمیٹی) بنائی گئی تھی جسکے تین ممبر ہوتے تھے اور عملاً دو ہی
ایک چیرمین دوسرا اسکا نائب وہ رازداری کے لیے حلف اٹھاتے اس کمیٹی کی معرفت احکام
مخفیہ گورنمنٹ انڈیا کو بھیجے جاتے سیکرٹ کمیٹی پر واجب تھا کہ وہ ان احکام کو گورنمنٹ پاس
اسطرح بھیجتے کہ گویا اس نے بھیجے ہین ایسے ہی اگر کوئی مراسلہ ہندوستان سے آتا جسپر
سیکرٹ کا (راز) کا نشان ہوتا تو وہ انڈیا ہوس مین سیکرٹ کمیٹی مین رجسٹر ہوتا اور
بورڈ کو حوالہ کیا جاتا اور کوئی ڈائرکٹر اسکو دیکھنے نہ پاتا۔

ان معاملات مین یہ عجیب سراب نمائی تھی کہ پارلیمنٹ کے متواتر ایکٹون سے کمپنی کی اصل
حکومت بادشاہ کے ہاتھ مین آگئی تھی لیکن یہ حالت کہ کورٹ ڈائرکٹرس بظاہر فرمانروائی
کرتے ہین اور گورنمنٹ ہند اور ہوم گورنمنٹ کے درمیان مراسلت کی منبع بن رہے ہین اس بات کے لیے
کافی تھی کہ اصل حقیقت حال عوام کی آنکھ سے مخفی رہی یہ نظام پون صدی تک جاری رہا۔
عوام الناس اسکو یہی خیال کرتے رہے کہ صرف کورٹ اوف ڈائرکٹرس تمام معاملات ہند مین
اختیار واقتدار رکھتے ہین۔ سر چارلس نیپیر کے فتح سندھ کے انعام ملنے مین جب تاخیر
ہوئی تو انہون نے کورٹ کو اور بعض ڈائرکٹرون کا نام لیکر دشنام دہی کی حالانکہ اس تاخیر کی
جوابدہی کیبنٹ کے ایک وزیر کے ذمے تھی اور اس مین بہت سے ڈائرکٹرون کو دخل
نہ تھا انکو حسب سررشتہ علم بھی نہ تھا۔ اسی طرح کی لاعلمی عموماً انگلش پبلک مین تھی جب سر جان ہوب ہوس نے

کامنس ہوس کی ایک منتخب کمیٹی کے روبرو یہ بیان کیا کہ مین بورڈ کا پریسیڈنٹ تھا میرے حکم سے ۱۸۳۹ع مین افغانستان پر حملہ ہوا ہے تو یہ سنکر عوام ششدر ہو گئے۔

وزیر جسکی شخصیت بورڈ کے پردہ مین چھپی ہوئی تھی علے العموم ہندوستان کے معاملات کے اندر کار فرمائی کرنے مین بالکل مختار تھا مگر ایک معاملہ عظیم مین ساقط الاختیار تھا کہ بورڈ کنٹرول کے تنخواہون کے بڑھانے کا یا وظیفون کے مقرر کرنے کا یا خدمات کے صلہ مین زر انعام دینے کا اختیار نہ تھا یہہ کام جب وہ کر سکتا تھا کہ کورٹ سے اول درخواست کرتا پھر پارلیمنٹ مین اسکی رپورٹ بھیجتا یہ شرط ایسی تھی کہ عہدون پر مقرر کرنے مین ایک مفید روک تھی کمپنی یاس شرق مین تجارت کرنیکا اجارہ کچھ مدت تک رہا۔ ....

....

.... پھر ۱۸۱۳ع کے ایکٹ کے موافق ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنیکا اجارہ روکا گیا اور ۱۸۳۳ع کے ایکٹ کے موافق یہہ کمپنی کا تجارت کرنے کا اختیار بالکل جاتا رہا مگر کورٹ کو بشرط منظوری بورڈ ہندوستان مین ملازمون کے مقرر کرنے کا اختیار باقی رہا وہی گورنر جنرل اور پریسیڈنسیون کے گورنرون اور کمانڈر انچیف اور سول و ملیٹری کے محکمون مین اعلے افسرون کو مقرر کرتا بس کورٹ دائرکٹر ہونے کا مقصد عظیم یہ تھا کہ ان افسرون کے مقرر کرنے کا اختیار اسکو حاصل ہو مگر کوئی شخص ذاتی صفات اور بجا آوری حسن خدمات کے سبب ڈائرکٹر نہین مقرر ہو سکتا تھا بلکہ ایسٹ انڈیا کے سرمایہ کی مالکون کے انتخاب کے ووٹ دینے سے۔ امیدوار ڈائرکٹری ووٹ حاصل کرنے کے لیئے بڑی پادوی کرتا تھا اور اس مین کامیابی حاصل کرنے کے لیئے شکستون کی ذلتون کی برداشت کرتا تھا لیکن جب ڈائرکٹر مقرر ہو جاتا تو اسکو اور ڈائرکٹرون کی برابر افسرون کے مقرر کرنے کا استحقاق حاصل ہو جاتا یہ استحقاق کل ڈائرکٹرونکو برابر حاصل تھا مگر چیرمین (صدر انجمن) اور اس کے نائب جو باری باری سے مقرر ہوتے تھے اس استحقاق مین دوہرا حصہ رکھتے تھے ڈائرکٹرس عہدون کے عطا کرنے مین اپنی ذاتی اغراض رکھتے تھے گو وہ کسی ممتاز و سرافراز افسر کے بیٹے کو عہدہ پر مقرر کر سکتے تھے لیکن ایک مثال بھی ایسی نہین کہ انہون نے کسی اعلے افسر کے حسن خدمات پر نظر کر کے اسکے رشتہ دار کو عہدہ دیا ہو وہ اپنی

گورنرو اراکین کو عہدون کے دینے کا استحقاق

بیٹون اور بھتیجون و بھانجون کو نوکریان ہندوستان مین دیتے تھے۔
سول سروس کی تعلیم کے لیئے ہیلی بیری کالج مقرر کیا تھا اس مین بڑے ذی لیاقت پروفیسر مقرر کیئے تھے اور طالب العلمون پر انعامون کی بوچھاڑ لگا دی تھی اور ملیٹری سروس کی تعلیم کے لیئے ایڈس کومب مین کالج قائم کیا تھا جسکا سامان اچھا نہ تھا ان دونو کالجون مین طلبہ امتحان پاس کر کے سیف و قلم کے عہدون پر ممتاز ہوتے تھے اگر امتحان مین جو کسی عہدہ کے لیئے مقرر تھا پاس نہ ہوتے تھے تو اُسسے ادنے عہدون پر مقرر ہو جاتے تھے انمین بعض ہندوستان مین آنکر اپنی لیاقت بہت بڑہا لیتے تھے اور شہرت اور ناموری حاصل کر لیتے تھے اس ملک کی حالت ایسی تھی کہ یہ دونو باتین انکو آسانی سے حاصل ہو جاتی تھین۔
۱۸۵۷ء مین بنگال کی ہندوستانی سپاہ نے بغاوت اختیار کی ۱۸۵۸ء مین ایکٹ پاس ہوا بہترین گورنمنٹ انڈیا کا ایکٹ اس کا نام رکھا گیا ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ پادشاہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی بادشاہ نے اپنی گورنمنٹ کو مرتب کیا کمپنی کے عہد مین گورنر جنرل خود مختار صرف کورٹ ڈائرکٹرس کو دور دراز کے فاصلہ پر جوابدہ ہوتا تھا۔ کورٹ ڈائرکٹرس کے ذمے دوطرف جوابدہیان تھین ایک طرف کمپنی کے حصہ دارون یعنی کورٹ اوف پروپرائٹرز کی اور دوسری طرف بورڈ اوف کنٹرول کی معرفت بادشاہ کی اور پارلیمنٹ کی ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کی موافق گورنر جنرل اور برٹش منسٹری (وزارت انگلنڈ) کے درمیانی واسطون کی جگہ بادشاہ نے سکرٹری اوسٹیٹ (وزیر ہند)
اور اسکی اعانت کے لیئے ہوم کونسل ہند مقرر کی گو اس باب مین قانون نے مختلف تبدیلیان کین مگر اصل حال برقرار رہا سکرٹری اوسٹیٹ ہندوستان کے لیئے جو مقرر ہوتا ہے وہ مجلس وزرا مین ایک وزیر ہوتا ہے اور اپنے عہدہ پر وزارت کے اور وزرا کے ساتھ مقرر اور موقوف ہوتا ہے اصل مین اسکی کونسل کے ممبرون کی تعداد پندرہ مقرر ہوئی تھی اور انکی مدت ملازمت "تاحین حیات" مقرر ہوئی تھی لیکن اب اس کے ممبر صرف دس برس کے لیئے مقرر ہوتے ہین مگر انکی مدت ملازمت کو عام فائدون کی خاص وجوہ سے پارلیمنٹ پانچ سال زیادہ کر سکتی ہے ممبرون کی تعداد کو سکرٹری اسطرح گھٹا سکتا ہے کہ جس ممبر کا عہدہ خالی ہو اسپر کوئی نیا ممبر نہ مقرر کرے

بشرطیکہ انکی تعداد دس سے کم نہ ہو جائے اس کونسل کے باب مین کامنس ہوس مین مباحثے بڑے طول طویل ہوئے اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ کونسل مین پندرہ ممبر مقرر ہون جنمین سے کورٹ ڈائرکٹرس اپنے گروہ مین سے آٹھ ممبر منتخب کرکے مقرر کرے اور باقی سات ممبر بادشاہ مقرر کرے اور اگر دوسری قسم کے ممبرون مین کوئی ممبری خالی ہو تو بادشاہ اسپر ممبر مقرر کرے جو شخص پارلیمنٹ مین بیٹھنے کا مجاز نہ ہو وہ بھی ممبر مقرر ہو سکتا ہے اور اپنی نیک روش کے سبب سے اپنے عہدہ پر قائم رہ سکتا ہے مگر پارلیمنٹ کے دونو ہوس اسکو برطرف کرانا چاہین تو وہ برطرف ہو سکتا ہے۔

کونسل مین کی ترمیمات

بعض ترمیمات کونسل مین کی گئین ۱۸۶۹ء مین ترمیمی ایکٹ پاس ہوا کہ کونسل کے کل ممبرونکو سکرٹری اوسٹیٹ مقرر کیا کرے جو اسکا حصہ پہلے بادشاہ مقرر کیا کرتا تھا وہ نہ کرے کونسل کے ممبر دس سال کے لیئے مقرر ہون پھر انکا دوبارہ تقرر نا جائز ہو لیکن اگر دوبارہ تقرر کی کوئی خاص وجوہ ہون تو سکرٹری اوسٹیٹ انکو لکھکر پارلیمنٹ کے دونو ہوسون مین پیش کرکے پانچ سال کے لئے منظوری حاصل کرے اس ایکٹ کے پاس ہونے سے پہلے ممبر دس برس کی ملازمت کے بعد پنشن کے مستحق تھے اس معاملہ مین مباحثہ کے اندر یہ کہا گیا کہ یہ پنشن اس لیئے تجویز ہوئی تھی کہ ممبرون کو ترک ملازمت کی ترغیب ہو تاکہ نئے ممبر انکی جگہ ایسے مقرر ہون کہ وہ ہندوستان کے تازہ تجربہ کار ہون۔

۱۸۷۶ء مین ایک ترمیمی ایکٹ اور پاس ہوا جس کے موافق سکرٹری اوسٹیٹ کو اختیار دیا گیا کہ وہ کونسل کے تین ممبر تاحین حیات مقرر کر سکتا ہے اور انکو خاص مدت ملازمت کے بعد پنشن دے سکتا ہے انکے واسطے یہ شرط نہین رہی کہ انہون نے دس سال تک ہندوستان مین ملازمت کی ہو تاکہ کونسل مین انگلنڈ کے لائر (مقننن) اور بنک و فائی نینس کے تجربہ کار بھی داخل ہو سکین جو ہندوستان سے کچھ تعلق نہ رکھین ۱۸۸۹ء مین ایکٹ پاس ہوا جس مین کونسلرون کی تعداد پندرہ سے دس رہ گئی۔ کونسل کے ممبر اکثر وہ حکام مقرر ہوتے ہین جو ہندوستان مین عہدہ ہاے جلیلہ پر مامور ہوتے ہین جیسے لفٹنٹ گورنر۔ گورنر جنرل کے کونسل کے ممبر اعلےٰ درجہ کے فوجی افسر انجنیر ڈپلومیٹک وفینشل و تجارت کے تجربہ کار۔

سکرٹری اوسٹیٹ اپنے ہر حکم کو قبل از اجرا کیا تو کونسل کے اجلاس مین پیش کرتا ہے یا کونسل کے
کمرہ مین لکھ کر سات دن رکھتا ہے "تاکہ ممبر اسکو پڑھ لین اگر سکرٹری اوسٹیٹ کسی معاملہ کو بڑا
ضروری جانتا ہے تو وہ اپنے وجوہ بیان کر کے اپنا حکم جاری کر دیتا ہے اسکو جو اختیارات
دئیے گئے ہین اس کے لیئے ایک حد مقرر کی گئی ہے کہ وہ خرچ کے باب مین کوئی حکم بغیر کونسل
کی کثرت رائے کی منظوری کے نہین دیسکتا ایکٹ ۱۸۵۸ء کی شرائط یہ ہین کہ محاصل ہند کا
خرچ جو ہندوستان مین یا کسی اور جگہ کیا جائے وہ سکرٹری اوسٹیٹ مع کونسل کے حکم کا تابع
رہے اس ایکٹ کی منشا کے موافق کونسل کے اجلاس مین ووٹون کے بغیر یعنی کثرت رائے
کے بغیر سکرٹری اوسٹیٹ کو یہ اختیار نہین ہے کہ وہ کوئی عطیہ عطا کرے یا محاصل ملکی کا
یا کسی اور ملکیت کا جو سکرٹری اوسٹیٹ مع کونسل کے قبضہ مین ہے کسی کو دیدے کونسل کو
خرچ کرنے کے باب مین اختیارات دئیے گئے وہ ظاہر مین جیسے بڑے معلوم ہوتے ہین ایسے
دراصل نہین ہین اس لئے کہ وہ انتظام کے معمولی کامون کے خرچون کے باب مین دئیے گئے
ہین جو بڑے بڑے خرچ ہین انکے باب مین سکرٹری اوسٹیٹ احکام بغیر منظوری یا بغیر علم کونسل (حاشیہ: کے نہیں)
جاری کرسکتا ہے گورنمنٹ اور دول خارجیہ کے صلح و جنگ کرنے کے باب مین اور ہندوستانی
ریاستون کے لیئے پولیسی اختیار کرنے مین اور علی العموم رازداری کے معاملات مین سکرٹری اوسٹیٹ
صرف اپنے اختیار سے کام کرسکتا ہے پہلے اس سے کہ گورنمنٹ بادشاہ کے ہاتھ مین آئی ہو
معاملات مذکورہ بالا مین بورڈ کنٹرول اپنے اختیار سے احکام سیکرٹ کمیٹی کی معرفت ہندوستان
مین بھیجتا تھا اب یہ اختیار سکرٹری اوسٹیٹ کو حاصل ہو گیا تھا اور ایسے ہی ان معاملات مین
ہندوستان سے جو مراسلات بھیجے جاتے تھے اور انپر سیکرٹ کا نشان ہوتا تھا تو وہ بغیر حکم
سکرٹری اوسٹیٹ کے کونسل کے کسی ممبر پاس نہین جاتے جیسے کہ جنگ افغانستان یا الحاق
برہما کے معاملات تھے وہ کبھی کونسل کے روبرو نہین پیش ہوتے تھے ایسے معاملات مین
کونسل صرف ممانعت ہی کرنے مین مداخلت کی مجاز نہ تھی بلکہ اسکو یہ حکم تھا کہ وہ انکی تفتیش کے درپے
نہ ہو اس طرح کے معاملات کے سوا معمولی کام کونسل کے روبرو پیش ہوتا جسکے ممبرون کو خاص
تجربہ ہندوستان کے معاملات کا ہوتا وہ جو صلاح و مشورے دیتے تاگزیر سکرٹری اوسٹیٹ

انکی پیروی کرتا - کام مختلف ڈپارٹمنٹ مین منقسم تھا اور ہر ڈپارٹمنٹ مین ایک مستقل سکرٹری کو سکرٹری اوسٹیٹ مقرر کرتا - ہر ڈپارٹمنٹ کے متعلق سوالات حل ہونے کے لیئے ایک کمیٹی کے روبرو پیش ہوتے جس مین تین یا چار ممبر کونسل کے ایسے انتخاب کیئے جاتے جنکو ان سوالات کا خوب علم ہوتا کمیٹیون کی سفارشین سکرٹری اوسٹیٹ کے روبرو پیش ہوتین اور اگر وہ ہدایت کرتا تو کونسل کے روبرو - یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ جو بادشاہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہوم گورنمنٹ کی مداخلت زیادہ اور گورنمنٹ ہند کی حکومت کم ہو گئی مگر اسکی اصل کچھ نہین ہے - اب ٹیلیگرافون کے لگ جانے سے مکاتبت اور مراسلت مین بہت آسانی ہو گئی ہے اور ہندوستان سے اب پارلیمنٹ اور انگلنڈ کے عوام بہت اپنی اغراض رکھتی ہین اور ہندوستان مین انگلنڈ کا بہت سرمایہ لگا ہوا ہے اس سبب کے سوا اور سبب بھی ایسے ہین کہ بہ نسبت سابق کے انگلستان اور ہندوستان زیادہ متحدالاغراض ہو گئے ہین یہ غلطی ہے جو لوگ یہہ خیال کرتے ہین کہ سکرٹری اوسٹیٹ ہندوستان کے انتظام کے معمولی کامون مین زیادہ مداخلت کرتا ہے -

سکرٹری اوسٹیٹ کا زیادہ تر کام یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند جن معاملات کو اسکی طرف رجوع کرے انکا جواب دے فائینینشل معاملات سے قطع نظر کی جائے تو ان معاملات مرجوعہ کی تعداد اور اقسام گورنر جنرل وقت کی طبیعت اور خواہشون پر موقوف ہین بعض گورنر جنرل اپنی ذاتی جوابدہی گھٹانے کے لیئے کام کرنے سے پہلے اسکی اجازت سکرٹری اوسٹیٹ سے مانگتے ہین اور بعض انمین سے اپنی اور اپنی کونسلر (مشیرون) کی رایون پر عمل کرتے ہین سکرٹری اسٹیٹ تقریباً کسی کام کی خود تمہید وابتدا نہین کرتا جب تک کہ ہندوستان کی گورنمنٹ موجودہ محکمون اور سررشتون کے خرچون کو بغیر بڑھائے کام خوشی بخوشی کرتی ہے اور نئے وبھاری خرچون کو نہین بڑھاتی ہے تو وہ عملاً ہندوستانی کامون مین بالکل آزاد رہتی ہے اور نیز ان معاملات مین بھی جو سرکاری خرچ سے متعلق ہین جسکا ذکر اوپر ہوا ہے لابدی خاص جوابدہی سکرٹری اوسٹیٹ مع کونسل کے ذمے ہے فائینینشل اختیارات گورنر جنرل مع کونسل کے اور ہندوستانی لوکل گورنمنٹ کے بہت زیادہ جب سے ہو گئے ہین کہ گورنمنٹ شاہی ہوئی ہے -

چالیس برس سے جو انتظام ملکی مین ترقی ہوئی ہے وہ ہندوستان کی گورنمنٹ کے سبب سے ہوئی ہے مگر اس مین ایک حصہ ہوم گورنمنٹ کا بھی ہے۔ ہندوستان کی ہوم گورنمنٹ حرکت کرنے مین آہستہ اور بعض اوقات متعرض ہے ہمیشہ اسکی عام پولیسی کو ن سرو ٹو اور محتاط ہوتی ہے ہندوستان کے زیادہ جید و مستعد مصلحین بعض اوقات اس سبب سے خشمناک ہوتے ہین کہ انکی بہت مزاحمتین کی جاتی ہین لیکن وہ جو ترقی کے لیئے فکر کرتے ہین اس مین فضولی بہ نسبت پولیٹکل ہوشیاری کے ہوتی ہے ہندوستان مین انگریزی عملداری کے انتظام کا بڑا اگر ابہما مہتم بالشان فائدہ یہ ہے کہ اسکے کام جوان آدمی کرتے ہین لیکن نوجوانی اور ہوشیاری ہمیشہ ساتھ ساتھ نہین چلتی ہین گورنمنٹ کا یہ انتظام ضعیف ہے کہ اس مین ایسی متواتر تبدیلیان ہوتی ہین کہ پختہ تجربہ کار ہی کار فرما نہین ہوتا ادھر کوئی حاکم پختہ تجربہ کار ہوا کہ وہ ولایت روانہ ہوا نہ گورنر جنرل نہ اسکی کونسل کا کوئی ممبر نہ لفٹنٹ گورنر اپنے عہدہ پر پانچ سال سے زیادہ رہ سکتا ہے اور انگریزون کے اور عہدون مین بھی بہت زیادہ استقلال نہین ہوتا۔ ایک غیر ملک مین ایک چھوٹا سا گروہ حکمرانی کرتا ہے اسلیئے آب و ہوا اور اور حالتون کے سبب یہ ہمیشہ کی تبدیلیان ناگزیر ہین اس لیے مشکل ہے کہ سب وقت ایک پولیسی کا کوئی دائمی استمرار ہو اس باب مین انڈیا آفس اکثر اپنا بڑا اثر استعمال کرتا ہے سکرٹری آو سٹیٹ کے جو بڑے مشیر ہوتے ہین اگرچہ ان کا علم زنگ آلود ہونے کے لیئے تیار رہتا ہے مگر انکو ہندوستان کا علم بہ نسبت ان افسرون کے جو ہندوستان مین رہتے ہین زیادہ ہوتا ہے وہ انتظام کی پرانی باتون کو اور تجربہ کے سبقون کو بالاستقلال برقرار رکھتے ہین ۔

اوپر کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ گورنر جنرل کی کونسل دو صفت رکھتی ہے ایک اکزیکیوٹو یعنی کارکنی کی اور دوسری لیجس لیٹیو یعنی وضع قوانین کی اول معمولی اکزیکیوٹو کونسل مین سوائے وائسراے اور کمانڈر انچیف ہند کے پانچ اور ممبر ہوتے ہین انکا اجلاس تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوتا ہے اکثر ہفتے مین ایک دفعہ فورین پولیسی اور ملکی انتظام اندرونی اور لیجس لیٹو کونسل کے لیئے تجویزون کی تمہیدون پر مباحثے ہوتے ہین۔ اس کے ممبر آپس مین سلطنت کی بڑے بڑے محکمے اور سررشتے جیسے فورین معاملات و فائنینس و جنگ و پبلک ورکس وغیرہ ہین

آپس مین تقسیم کر لیتے ہین یہ ایک قاعدہ ہے کہ وائسراے فورین اور ہندوستانی ریاستون کے
معاملات مین مبادی ممبر ہوتا ہے ۔
دوسری لیجس لیٹو کونسل ہے جس مین پہلی کونسل مذکور کے ممبر داخل ہوتے ہین اور اس مین
وہان کے گورنر کا اضافہ ہوتا ہے جسمین کونسل اجلاس کرتی ہے اور اسکے کئی زائد ممبر گورنر جنرل
گورنمنٹ کے ملازمین اور غیر ملازمین مین سے انتخاب کرتا ہے اور یہ غیر ملازم ممبر ہندوستانی
اور انگریز دونو ہوتے ہین تعداد مین ملازمین ممبر بہ نسبت غیر ملازمین کے زیادہ نہ ہونے
چاہئین اور یہ جو زائد ممبر مقرر کیے جائین انکی تعداد سولہ سے زیادہ اور دس سے کم نہ ہونی چاہیے
اس کونسل کا اجلاس جب اسکی ضرورت ہو ہوتا ہے اور اکثر ہفتہ مین ایک دفعہ انکا اجلاس پبلک ہوتا
ہے قوانین کے سودے گورنمنٹ گزٹ مین کئی دفعہ مشتہر ہوتے ہین اور وہ پرووِنشل گورنمنٹون
مین بھیجے جاتے ہین کہ انکے عیب وصواب پر نظر کرین ۔ بمبئی و مدراس کی پریسیڈنسیون مین اور
بنگال اور ممالک مغربی وشمالی و اودھ و پنجاب کی لفٹننٹ گورنریون مین بھی لیجس لیٹو کونسلین مقرر
ہین بمبئی و مدراس مین ممبر گورنر مقرر کرتا ہے اور باقی اور پرووِنسون مین لفٹننٹ گورنر بمنظوری
گورنر جنرل ممبر مقرر کرتا ہے ۔ ان کونسلون مین اپنے اپنے پرووِنس کے متعلق ایکٹ بمنظوری
گورنر جنرل جاری ہوتے ہین ۔

لارڈ کراس کا ایکٹ ۱۸۹۲ء

۱۸۹۲ء مین لارڈ کروس کا ایکٹ اس لیجس لیٹو کونسل کے باب مین بڑا عظیم الشان جاری ہوا ہے
اس کے موافق گورنر جنرل کی کونسل کے زائد ممبرون کی تعداد یہ ٹھیری ہے کہ سولہ سے زائد اور
دس سے کم نہ ہو اور بمبئی و مدراس کی کونسلون کی تعداد یہ مقرر ہوئی کہ آٹھ سے کم اور بیس سے زائد
نہ ہو اور بنگال کے لیئے بیس سے زیادہ نہ ہو اور پنجاب اور ممالک شمالی مغربی اودھ مین پندرہ سے
زیادہ تعداد نہ ہو ۔ اور اس قانون کے موافق گورنر جنرل کی کونسل اور لوکل لیجس لیٹو کونسلون کو اختیار دیا گیا
ہے کہ وہ سپریم و لوکل گورنمنٹون کے فائی نینشل سٹیٹ منٹون پر مباحثے کرین اور اسکے باب مین
استفسارات کرین لیکن اس مین صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ کسی ممبر کو یہ اختیار نہین دیا گیا
ہے کہ وہ کوئی رزولیوشن اس معاملہ مین پیش کرے یا جو سوال پوچھا گیا ہے اسکے جواب مین کونسل
آپسمین مختلف الراے ہو اس ایکٹ مین بڑی بات یہ ہے کہ اس کے موافق گورنمنٹ مجاز ہے کہ

کل یجیسلیٹو کونسل کے یا اسکے ایک حصہ کے ممبرون کو اہل شہر سے انتخاب کرا کے مقرر کرے۔

باب پنجم

برٹش گورنمنٹ کے قوانین

ہندوستان مین انگریزی عملداری کے ثبات و استحکام کے لئے ضرور تھا کہ اصول کے موافق قوانین و آئین مرتب کئے جائین ہندوستان کے نظم و نسق کے لیے قوانین تجویز کرنے مین اور رعایا کو انکے معانی سمجھانے مین اور رعایا کو قانون کے پابند کرانے مین جیسی انگریزون کو دلچسپ مشکلات پیش آئین ایسی کسی اور باب مین نہین پیش آئین بنگال کے اول گورنر جنرل بہت جلد اس امر سے آگاہ ہوگئے کہ ملک وسیع جو ہماری ہاتھ مین آیا ہی اسکے لیے دیوانی اور فوجداری کے قوانین کا منضبط و مدون کرنا ہمپر واجب و فرض ہے مغلون کے آخر بادشاہون کے خراب خستہ ہونے سے تمام دیوانی اور فوجداری کے قوانین معطل ہو رہے ہین۔ مرشدآباد کے صدر مقامون مین کہین کہین انکا ضعیف سا عکس نظر آتا ہے بمشکل سے کہا جاسکتا ہی کہ حقوق رعایا کے انفصال کے لئے کوئی قانون باقی رہا ہے جو رعایا پر اپنا حکم و زور چلا رہا ہو تحقیقات کے لیے ۱۷۷۳ء مین جو انگریزی سیکرٹ کمیٹی (رازدار کمیٹی) مرتب ہوئی اسکی حسب ضابطہ رپورٹ سے معلوم ہوا کہ مغلون کی عدالتون مین سے کوئی عدالت ایسی نہین ہے جو رعایا کی جان مال و آبرو کی محافظ ہو۔ علے العموم عدالتون کی صورتین موجود ہین لیکن حکومت شخصی کے اصول گورنمنٹ ایسے ہین کہ جنہون نے ان عدالتون کو بہ نسبت انصاف کے زیادہ تر جبر و تعدی کا آلہ بنا رکھا ہے وہ رعایا کی دادرسی نہین کرتین بلکہ عدالت کے لباس مین دربردہ سخت ظلم و ستم کرتی ہین ۱۸۵ء مین لارڈ فنٹر نے فرمایا کہ انتظام ایسا ہے کہ عامل اپنے علاقہ کی رعایا کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے اپنی خودرائی سے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اسکی داد فریاد صرف بادشاہ کے ہان ہو سکتی ہے سو اس تک رسائی دشوار ہے۔

عدالتون کا قائم ہونا اور قوانین اور اصول انتظام ۱۷۹۳ع

سنہ ۱۸۶۲ع مین عدالتین قائم ہوئین سنہ ۱۸۶۳ع مین انہین یہ ترقی کی گئی کہ انکے فیصلون کا اپیل
پریسیڈنٹ اور کونسل مین ہونے لگا سنہ ۱۷۹۰ع مین گورنمنٹ نے عدالت فوجداری کا انتظام
اپنے ہاتھ مین لے لیا۔ اب تک وہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان عامل کے ہاتھ مین تھا۔ مقدمات
جو وراثت۔ نکاح و طلاق۔ جات اور مذہبی رسم و رواج و قوانین سے متعلق تھے وہ مسلمانون
کے لیئے از روے شرع اور ہندوؤن کے لیئے از روے دھرم شاستر فیصل ہوتے تھے
یہ احوال ایسا تھا جسپر ہمیشہ پچھلے زمانہ مین عمل ہوتا چلا آتا ہی اگرچہ وارن ہیسٹنگز کے زمانہ مین
سرکاری محکمون کی ساری شاخون مین اصلاحین اور انتظام شروع ہو گئے تھے لیکن ۱۷۹۳ع
مین لارڈ کارنوالس کے عہد مین عدالتون کے انتظام کی اصل بنیاد پڑی تحصیل مالگزاری اور
دیوانی و فوجداری کی عدالتون کا انتظام ہوا اسنے ہندوستانی رعایا کو دکھایا کہ انگریز جو
قوانین جاری کرتے ہین انکا پابند فقط رعایا ہی کو نہین کرتے بلکہ خود بھی انکے پابند ہوتے
ہین اور عدالت مین رعایا مین سے ہر شخص اپنی حق رسی کے لیئے دوسرے شخص پر اور
خود گورنمنٹ پر نالش و استغاثہ کر سکتا ہے انہین ادنے حاکم بڑے اعلیٰ حاکمون کے
دیوانی جرمون کی تحقیقات کرتے ہین قانون کے سب سے زیادہ حکمران ہونے کا اور سب پر غالب
ہونے اور قانون کی سلطنت کا اعلان کیا گیا ہے اور ایک غریب سے غریب آدمی کو اگر ناجائز
تکلیف پہنچای گئی ہو تو عدالت اسکی حمایت کرنے کے لیئے موجود ہے۔

عدالتون کی بتدریج ترقی

بالفعل عدالتون کے جو محکمے ہین وہ جن عملی تجربون کے نتائج سے مرتب ہوئے ہین
انکی تفصیل کرنی بے سود ہے یہ کہنا کافی ہے کہ یہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ان عدالت
کے محکمون سے ہندوستانیون کے دلون مین انگریزون کے عدل و انصاف کا وہ
اعتماد پیدا ہوا کہ انہون نے انکی اطاعت بطیب خاطر قبول کر لی متواتر کامیاب کوششین کیگئین
کہ دیوانی عدالتون کے ہندوستانی حاکمون کا مرتبہ بڑا اور آمدنی زیادہ ہو اور اعلیٰ عدالتون
مین انصاف عدل کا انتظام اعلیٰ ہو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ دستور ہو گیا ہے کہ ہندوستانی
اپنے مقدمات کے انصاف کے لیئے پنچایتی و ثالثی کے فیصلہ پر انگریزی عدالتون کے قانونی فیصلہ کو
ترجیح دیتے ہین۔ اصل مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقاصد عظیمہ قوانین بنانے کے یہ تھے کہ

عدالتون کی ہدایتون کے لیے ایک ضابطہ ایسا مرتب کیا جائے کہ جج ان مقدمات مین جو ہندو و مسلمانون کے تمدن و معاشرت کے قوانین سے متعلق ہین پنڈتون اور مفتیون کی طرف رجوع کرین اور جو مقدمات ان قوانین سے متعلق نہ ہون انکو انگریزی قوانین سے یا ازروے انصاف یا نیک کونشنس کے موافق فیصلہ کرین۔

پریسیڈنسی شہرون اور مدراس و بمبئی مین سپریم کورٹس قائم کئے گئے جنمین انگریزی قوانین کے موافق عدالت ہوتی یہ شہر تجارت کے مرکز تھے اسکے سبب سے نئی نئی صورتون کے مقدمات ان مین دائر ہوئے اور انکا فیصلہ جب انگریزی قوانین کے موافق ہوا تو دیوانی عدالت کا بڑا اثر لوگون پر ہوا۔ ممالک شمالی مغربی مین صدر نظامت و صدر دیوانی مقرر ہوئین جنمین انگریزی قوانین کے موافق جو ہندوستان کے لیے وضع کئے گئے تھے مقدمات فیصل ہوتے اور وہ کل اپنی تحت عدالتون کی نگرانی اور نگہداشت کرتین۔

جب دو تین نسلون تک عدالت کے اس انتظام کا تجربہ ہوا تو اسکے عیوب بھی معلوم ہوئے گو قوانین نہایت احتیاط اور بڑے فکر و غور سے مرتب کیے جاتے کہ انسے اصلی انصاف ہو مگر کل قوانین سابقہ مین عدالت کے سرشتون اور محکمون کی ہدایت نامون اور شرحون کی صفت زیادہ بہ نسبت قانونی وصف کے پائی جاتی تھی اور جب انکی تعداد زیادہ ہوگئی اور جس رقبے مین وہ نافذ ہوئے زیادہ بڑھ گیا تو ایک عرصہ مین انمین خلط بحث و انتشار ہوگیا پیچیدگیان اور دقتین پیدا ہوگئین قوانین منسوخہ و ترمیم شدہ کا وہ طول طویل مجموعہ بنگیا کہ اس مین کسی زندہ قانون کے جرم کا تلاش کرنا و نشان پانا عقل کو حیران اور مایوس کرنے لگا قانونی جہالت کا ہونا اور فیصلون کا قانون کے برخلاف ہونا ایک امر ناگزیر ہوگیا۔

انگریزی سلطنت مین دو اعلے عدالتون کے محکمے تھے۔ ہندوؤن کا دھرم شاستر ان معاملات مین جو ہندوؤن کے تمدن کے دستورون اور مذہب سے علاقہ رکھتا تھا بڑا حکمران تھا مگر اس مین بہت سے مسائل متناقض تھے وہ ہندوؤن کے مختلف ملکون کے مذہبون کا دھرم شاستر تھا تجارت کے معاملات اور آدمیون کے ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں قانون کا حصہ عظیم متعلق ہوتا ہے وہ ہندوؤن کے شاستر مین اور مسلمانون کی شرع مین تمام تھا

اور یہ حصہ قانون ہمیشہ وقعت اور وسعت مین روز بروز اس سبب سے بڑہتا جاتا تھا کہ ملک دولت وتہذیب مین روزافزون ترقی کرتا تھا اس لیئے اب ہندوستان مین ہندوستانیون کا قانون استعمال مین نہین آسکتا تھا نہ اسکے استعمال کی ضرورت رہی تھی وہ فقط ان صورتون مین مستعمل ہوتا تھا جو ہندوستانیون کے دستور ورسم رواج و مذہب سے متعلق تھین۔ انگریزی قانون تو انگلنڈ مین انگریزون کے لیئے بہت مشکلین پیش کرتا ہے تو ہندوستان مین ہندوستانیون کو بدرجہ اولے مشکلات مین پہنساتا بس ہندوستانی اور انگلستانی قوانین کی یہہ صورتین تھین کہ دونو ہندوستان کے مناسب حال نہ تھین۔

پچھلے سالون مین گورنمنٹ ہند یا انگلنڈ کے اعلے حکمرانون یا پارلیمنٹ نے ان برائیون کے دور کرنے کا علاج کیا۔

گورنمنٹ انگلنڈ نے ۱۸۳۳ء مین یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ جو جوڈیشل انتظام ہے بالفعل قائم رہے اور اس کے علاوہ ایک اصلی قانون دیوانی اور فوجداری ایسا بنایا جائے کہ ہندوستانیون کے مناسب حال ہو اور اصول قوانین کے موافق ہو اس کام کے لیئے ایک اعلے کمیشن مقرر کیا کہ وہ ہندوستان مین اجلاس کرے اور گورنر جنرل کی کونسل مین ایک ممبر قانون دان بڑہایا گیا قانون بنانے کے سررشتہ کے اعلے افسر لارڈ مکالی تھے اول مضمون جسپر اس کمیشن کی توجہ ہوئی وہ تعزیرات ہند کا قانون تھا۔ اس قانون کو زیادہ تر لارڈ مکالی ہی نے ۱۸۳۵ء اور ۱۸۳۶ء کے درمیان تصنیف کرکے تمام کیا بائیس برس تک یہ قانون مسودہ ہی کی صورت مین رہا اور ۱۸۶۰ء مین یہ قانون نافذ ہوا اس عرصہ مین اسکے اندر لارڈ مکالی کے قائم مقامون نے اور خاصکر سپریم کورٹ کلکتہ کے چیف جسٹس بارنس پی کوک نے ترمیمین کین۔ سرجیمس سٹیفن لکھتے ہین کہ اس قانون کے نافذ ہونے مین جو ایسی بڑی تاخیر ہوئی وہ عجیب تھی مگر اسکا بڑا مفید نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قانون جسکو اپنے زمانہ کے عالم متبحر نے تصنیف کیا تھا اسکی ذرا ذرا سی باتون کی ترمیم اس قانون دان نے کی جسکا پیشہ ہی قانون تھا وہ بڑا تجربہ کار اور اصطلاحات وجزئیات قانونی کا ماہر تھا۔ ۱۸۳۳ء مین ایک لیجسلیٹو کونسل یعنی واضعان قوانین کی ایک کونسل مقرر ہوئی جسکے ممبر بالکل گورنمنٹ کے ملازم تھے اس کی جگہ ۱۸۶۱ء مین ایک اعلے درجہ کی

آئین بنانے والی جماعت کل ہندوستان کے لیے اور کئی ایک درجہ دوم کی ہندوستان کے
مختلف حصص کے لیئے مقرر ہوئین انمین بعض گورنمنٹ کے ملازم تھے بعض غیر ملازم انگریز اور
ہندوستانی تھے جنکو گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا اعلے درجہ کی آئین بنانے والی جماعت گورنر
جنرل کی کونسل تھی جو سب طرح کے قوانین بناتی تھی اور انکا عمل سارے ہندوستان مین کل
پرووِنسون پر سوا بنگال و بمبئی و مدراس گورنمنٹون کے پرووِنسون کے ہوتا تھا یہ پرووِنس اپنے
لیئے جداگانہ آئین بنانے والی جماعت رکھتی تھی دوسرے درجہ کی آئین بنانے والی جماعت
بنگال اور مدراس و بمبئی کی لوکل گورنمنٹون کی کونسلین تھین جو اپنے ملکون کے لئے قوانین بناتی تھی
۱۸۶۱ء مین انگلنڈ مین ایک کمیشن مقرر ہوا کہ وہ قوانین کے مسودات لکھکر ہندوستان کی
آئین بنانے والی جماعت کی اعانت کرے اس کمیشن کے ممبر بڑے عالی مرتبت و ذی جاہ شخص
تھے انہون نے ۱۸۶۱ء سے ۱۸۷۰ء تک باہم بیٹھکر اجلاس کیا اور قوانین جلیلہ کے مسودے
تیار کیئے جیسے ضابطہ عدالت دیوانی ۔ ضابطہ عدالت فوجداری و ایکٹ وراثت ۔ ایکٹ
معاہدہ ۔ ایکٹ شہادت ۔ دستاویزات قابل بیع وشرا کے ایکٹ کا اور انتقالی جائداد کے
ایکٹ کا مسودہ لکھا اور ایک اور کمیشن اس لئے مقرر ہوا کہ وہ دستاویزات قابل بیع وشرا
کے بل اور انتقال جائداد کے بل پر زیادہ غور و خوض کرے اور ان بلون پر خیال کرے
جو اراضی دریا برد و برآمد و ملازم و آقا و حق آسائش و امانت کے باب مین لکھے گئے ہین اور
ایک پورا قانون ٹورٹ (ہرجانہ) کا بنایا گیا عمدہ قانون حد سماعت کا جاری ہوا ۔ غرض ان قوانین سے
برٹش انڈیا کے لیئے ایک مجموعہ قوانین ایسا مرتب ہوگیا جو اس تہذیب کے زمانہ کے لیئے
سزاوار ہے وہ بڑا حاوی و محیط ہے اور قومی اخلاق کا ایک اندازہ و پیمانہ ہے ۔
علاوہ ان قوانین کے اور بہت سی باتون کے لیئے قوانین ہین جو اس وسیع اور بوقلمون
سلطنت کے لیئے ضرور ہین پرانے قوانین تقریباً ان ایکٹون سے جو سائنس کے موافق
مدون ہوئے ہین منسوخ ہو گئے ہین ۔ مطالب عظیمہ کے باب مین بہت سے پراگندہ قوانین
تھے وہ سب شامل ہوکر ایک مجموعہ مین لکھے گئے ہین مثلاً قانون تعزیرات ہند و ضابطہ فوجداری کا
مجموعہ ایسا ہے کہ اس مین فوجداری کے سارے قوانین موجود ہین غالباً یہ طریقہ قوانین کے

مجموعہ بنانے کا کچھ زمانہ تک جاری رہے - ہندوستان کے قوانین اب اعلے درجہ کی مہذب
قومون کے قوانین کے ساتھ برابری و ہمسری کا دعوے کرتے ہین انگلنڈ کے اعلے درجہ کی
قانون دانون نے اور ہندوستان کے منتظم و ماہر انگریزون اور غیر ملازم انگریزون نے
جو ہندوستان مین رہتے ہین اور ہندوستانیون نے جو اس کام کے لیے عقل و خصائل کے
اعتبار سے منتخب ہین ان سب نے یہ کام کیا ہے قوانین ہند انگریزی اعلے درجہ کے
اصول قوانین پر مبنی ہین اور ہندوستان کے حالات و خصوصیات سے مناسبت رکھتی ہین
وہ سلطنت کی عام ضرورتون کے اور پردیسون کی خاص احتیاجون کے لیے بنائے گئے
ہین وہ بہت غور و خوض کے بعد جاری کیے گئے ہین اور انپر انگریزون اور ہندوستانیونکی
رائون پر بڑا خیال کیا گیا ہے - گورنمنٹ انڈیا نے بعض قوانین ایسے جاری کیے ہین کہ
جسے بہتر کسی ملک مین قوانین نہین یہ اسکی قانون بنانے کی اعلے لیاقت پر دلالت کرتے ہین
وضع قوانین کا سررشتہ بھی گورنمنٹ ہند کا ایک جزو اعظم ہے وہ قانون اور وضع قانون کی
باب مین ملک کی ہر ایک بات سے آگاہی حاصل کرکے اس مین اعلے مقابلہ و مطابقت کو دیکھتا ہے
چیف کورٹون مین جو اعلے درجہ کے مقدمات فیصل ہوتے ہین انکی رپورٹین تحریر کرتا ہے -
اسکے پریسیڈنٹ بڑے بڑے انگریزی قوانین اور اصول قوانین کے عالم متبحر ہوتے ہین
جنین مہنری سمر مین کا جیمس فٹز کا جیمس سٹیفن کا آرتھر ہوب ہوس کا نام مشہور ہے وہ عمدہ
قوانین بنانے کی اعلے درجہ کی سند ہین اور سب انکا بالکل اعتبار کرتے ہین وٹلی سٹوک نے
ملک کی بڑی خدمت یہ کی کہ قوانین کے مسودے ایسے تیار کیے ہین کہ وہ ہندوستانیون کی
سمجھ مین آتے ہین اور پھر ایسے صحیح و درست ہین کہ وہ عملی کامون کے معیار ہین -

ہندوستانی قانون کی بعض باتون کا [illegible]

اب سوال یہ ہے کہ قانون کا انتظام کس طرح کیا جائے ؟ اسکا فیصلہ کرنا آسان نہین اصول
جو سنہ ۱۷۷۳ مین یہ قائم کیا گیا تھا کہ ہندو و مسلمانون کا ذاتی قانون تمام مذہبی و خانگی معاملات مین
بدستور رکھا جائے وہ ایک سو برس تک جاری رہا اور بہت سی باتون مین ابتک دیوانی عدالتون
مین جاری ہے مگر اس طرح عمل کرنے کا قاعدہ ابتدا ہی سے بچند وجوہ ان باتون کے لئے
جو مقدمہ کی تحقیقات کے لیے مطلوب ہوتی ہین ناکافی تھا اور اس زمانہ مین تو اور زیادہ نامناسب

ہو گیا ہے۔

اول یہ کہ بہت سی جماعتین ہین گو وہ تعداداً چھوٹی ہین لیکن پولیٹیکل اور سوشل اعتبار سے وہ بڑی عظمت رکھتی ہین اور ہر سال زیادہ ہو جاتی ہین اور زیادہ اپنا اثر ڈالتی جاتی ہین وہ ہندوستانیون کے قانون سے کچھ علاقہ ہی نہین رکھتی ہین عوام الناس کی زندگانی کے دائرے بڑی فراخ ہوتے جاتے ہین جنکے سرانجام کار کا سامان نہ ہندوؤن کا دھرم شاستر نہ مسلمانون کی شرع مہیا کر سکتی ہے ہندوؤن کے دھرم شاستر مین مراسم مذہبی اور ابتدائی دہقانی زندگانی اور مویشیون کے ساتھ خوش گذرانی کے سوا کچھ اور بیان نہین ہے یہ مشکل اول ہی سے سمجھی گئی تھی کہ جن مقدمات مین یہ قانون کچھ کام نہین کر سکتا تھا عدالتین از روی عدل و انصاف و نیک کونشنس کے فیصلہ کرتی تھین۔

ہندوؤن کے دہرم شاستر کے بعض نظام ایسے تھے کہ انگریزی رایئن اور یقینیات انسے نفرت رکھتے تھے اور حکمران قوت انکی متحمل نہین ہو سکتی تھی اس لئے وہ سوچ بچار کے بعد دور کر دیئے گئے مثلاً ذات سے باہر ہونے کا جرم ہندوؤن کے دہرم شاستر کے موافق ایسا تھا کہ جسسے مجرم تمام حقوق برادری اور مال و متاع موروثی سے محروم ہوتا تھا سنہ ۱۸۵۰ء مین ایکٹ پاس ہوا کہ جو ہندو ذات سے باہر ہوگا۔ یا مذہب بدلیگا وہ قانوناً اپنے حقوق یا مال سے محروم نہین کیا جائیگا بس مذہبی کامل ٹولریشن (مسالمت) رعایا کے لئے ایک قانون ہو گیا۔ اگر وہ بطور خود چھوڑ دی جاتین تو ہر شخص مذہب کے بدلنے سے دہرم شاستر یا رسم کے موافق سزا پانے کے قابل ہوتا جس سے اسکا دنیا کا آرام خاک مین ملجاتا۔

ایسی ہی دھرم شاستر کے موافق بیوہ کا بیاہ ممنوع تھا —— یہ قانون منسوخ کیا گیا عیسائی مذہب جو ہندو اختیار کر لیتے ہین اور تبدیلی مذہب کے سبب اپنے جات سے باہر ہو جاتے ہین ان مین خاوند بی بی کو اور بی بی خاوند کو چھوڑ سکتے ہین اور جو لوگ اس ملک کا کوئی مذہب نہین رکھتے ہین انکو قانوناً نکاح کرنا جائز ہے اور ان مین زن و شوہر کا رشتہ قانوناً سمجھا جاتا ہے اور مثالین ہندوؤن کی رسوم مین مداخلت کی یہ ہین کہ بیوہ عورتون کا ستی ہونا اور دختر کشی کرنا بند ہو گیا۔ قانون نابالغی جاری ہوا کہ زن و شوہر مین قبل از بلوغ مباشرت نہ ہو۔ ہندوؤن کچھ

ایکٹ ۱۵ بابت ۱۸۵۶ء و ایکٹ ۴ بابت ۱۸۶۲ء

ہندوؤن کے دہرم شاستر کا اور مسلمانون کی شرع کی پابندی ان معاملات مین کی جاتی ہی
جو ازدواج سے وراثت سے متبنے کرنے سے تقسیم جائداد سے وصیت سی مذہبی
اوقاف سے متعلق ہین ۔ ہندوؤن کے دہرم شاستر مین جو بڑے بڑے پنڈتون کی
رائون مین اختلافات ہین ان مشکلات کا دور کرنا ناممکن ہی ۔ انگریزون کو یہ کوشش رہی کہ
وہ یہ جانین کہ دہرم شاستر کیا ہے اوراب دہرم شاستر کیطرف انگریز وہندوستانی
ججون کی پہلے کی نسبت زیادہ توجہ ہوئی ہے وہ پنڈتون کے بیوستون اور مفتیون کے
فتوون پر خیال نہین کرتے جن مسائل کو انگریزون کی عدالت سے تعلق ہے ان کو سب
کتابون سے منتخب کرکے ایک ایسا مجموعہ گورنمنٹ نے بنا دیا ہے کہ ہندوون کو اب
دہرم شاستر کی سنسکرت مین جاننے کی ضرورت نہین رہی جب عدالت مین مقدمات کے
اندر ان کو ضرورت دہرم شاستر کی پڑتی ہے تو وہ انگریزی کتابون سے جو عدالت کے لیئے
مرتب ہوئی ہین رجوع کرتے ہین ۔ غرض گورنمنٹ کا ہندوؤن پر بڑا احسان ہے کہ وہ اب
بہت آسانی سے دہرم شاستر کے مطابق اپنے حقوق سے آگاہ ہو جاتے ہین ہندو مسلمانون کے
انفصال حقوق سے پنڈتون اور قاضیون کو کچھ تعلق نہین رہا قاضی صرف نکاح خوانی کرتے
ہین پنڈت اور مراسم مذہبی کو بجالاتے ہین ۔ ہندوستان مین ایکٹون کے جاری ہونے سے
عدالت کے انتظام کی ایسی ترقی ہوگئی ہے کہ اسکا اصول یکسان ہی ہے اگرچہ اسکی جزئیات مین
ایسا اختلاف ہے جیسا کہ بعض پروونسون مین پریسیڈنسی شہرون اور ساری ملک کے اندرونی عدالتون
مین اتحاد پیدا کرنے کے لیئے پہلے سپریم کورٹ اور صدر نظامت اور صدر دیوانی کو ہائی کورٹون مین
داخل کردیا ہے جس مین چیف جسٹس اور بعض جج بیرسٹر مقرر ہوتے ہین اور باقی اور جج انگریزی
اور ہندوستانی ججون مین سے بڑے لائق اور قابل اور نیک خصائل ہوتے ہین ۔ ملک کے اندر
اول مقصد عظیم یہ ہے کہ بڑے بڑے مقامات مین عدالت کے لیئے کچہریان ایسی مقرر کی جائین
کہ اکثر رعایا گھرون سے وہ چند میل کے فاصلہ پر ہون دوم یہ کہ اہل مقدمہ کے لیئے مقدمات کا خرچہ
کم پڑے اور اسکا فیصلہ جلدی ہو ۔ عدالت کا انتظام جب ہی اچھی طرح ہوسکتا ہے کہ اس کے لیئے
قوانین اچھے بنائے جائین اور ان مین جج جو سب طرح سے اپنے کام کے لائق ہون مقرر کئے جائین

ان دونو باتون کے لیئے جسقدر گورمنٹ سے کوشش ہوسکتی ہے وہ کرتی ہے ہندوستانی
جج بالطبع دیوانی مقدمات مین اپنی تیز فہمی و ذہانت و درایت و رغبت خوب دکھلاتے ہین
اور وہ جیسی اپنی قدرتی رغبت دیوانی کے سرشتہ سے رکھتے ہین ایسی کسی اور سرشتے سے
نہین رکھتے زمانہ حال مین انکی ذہانت و راست بازی کی بڑی شہرت اس سبب سے ہے
کہ انمین اکثر وہ تعلیم یافتہ ہوتے ہین جنہون نے عقلی و اخلاقی بڑی ترقی کی ہے اس بات
مین بڑا مباحثہ ہوتا ہے کہ دیوانی عدالتون کا جو بالفعل انتظام ہے وہ ارزان اور بے تاخیر
ہے یا نہین اسپر یہہ لعنت ملامت کی جاتی ہے کہ وہ بڑا گران اور سست ہے اگر سب باتون پر
لحاظ کیا جائے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ عدالت مین ناحق خرچ زیادہ نہین ہوتا نہ زیادہ تر
اسکے فیصلہ مین بیجا التوا ہوتا ہے خرچہ عدالت کا ایک حصہ تو گورمنٹ کے اختیار مین ہے
جسکو وہ نہایت کفایت شعاری سے یون کم کرتی ہے کہ ضابطہ عدالت کو آسان اور سٹیمپ کو
معتدل کرتی ہے اور دوسرا خرچہ عدالت کا حصہ گورمنٹ کے اختیار مین نہین ہے
وہ پبلک کے ہاتھ مین ہے وہ وکیلون و مختارون و بیرسٹرون کا محنتانہ و شکرانہ ہے
اہل مقدمہ خوشی سے وہ ہر محنتانہ اپنے وکیل کو دیتے ہین اگر وہ اسطرح محنتانہ دینا چھوڑ دین
تو وکیل خودبخود اس محنتانہ پر راضی ہوجائین جو سرکار سے مقرر ہے ۔

دیوانی کی عدالتین ارزان و بے تاخیر ہین

قانون کا پیشہ پہلے بڑا بدنام ہوچکا ہے مگر اب وہ روز بروز محاسن اخلاق اور عقلی لیاقتون سے
سنورتا جاتا ہے گورمنٹ کے اختیار مین نہین ہے کہ وہ اس پیشہ کی بالائی یافت کو اپنے قابو
مین لاسکے اسکے عقلی محنت کے بازار مین اس پیشہ کی قیمت دی جاتی ہے لیکن گورمنٹ ایسی
تدبیرین کرتی ہے کہ جن مقدمات کے صلاح و مشورہ کی اجرت لوگ زیادہ دیتے ہین تو
انکے صلاح کار وہ اشخاص پیدا کیئے جائین کہ جنکی لیاقتین تربیت یافتہ ہون اسکے لیئے
وہ یہہ تدبیرین کرتی ہے کہ امتحان کے نصاب ٹھیراتی ہے اور جب کوئی امتحان مین پورا
اترتا ہے تو اسکو قانون پیشہ ہونے کی اجازت دیتی ہے۔ ہندوستانیون کے بار کی عزت و لیاقت
پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی جاتی ہے یہ امر تحقیق کرنا دشوار ہے کہ دوران مقدمہ کے دنون کا اوسط
کم ہے یا زیادہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ مقدمات مین بعض خاص صورتون کے اندر تو التوا دور ہوسکتا ہے

دیوانی عدالتین انگریزی عملداری مین

مگر بعض صورتین ایسی بھی ہوتی ہین کہ عدالتین التوا کو دور نہین کرسکتین جنکے سبب سے دوران مقدمہ کے دنون کا اوسط بہت بڑھ جاتا ہے اگر ایسے مقدمات مستثنے کردیئے جائین تو اکثر پروونسون مین معمولی مقدمات کے ایام دوران کا اوسط نہ زیادہ ہے نہ کم اور بعض پروونسون مین کم قابل اطمینان ہی ایک وسیل خرچ اور التوا کی یہہ ہی کہ مقدمات مین آخری فیصلہ کے لئے اپیل کا استحقاق دیا گیا ہے پہلے زمانہ مین اپیل مردود سمجھا جاتا تھا اور اب بھی وہ بڑی فرزانگی و دانائی سے معتدل بنا یا گیا ہے مگر ہندوستانی اپیل کرنے مین بڑے ضدی ہین اپیل کی وقعت کا اندازہ ہمیشہ مقدمہ کی مالیت کی مقدار سے نہین کیا جاتا کیونکہ چھوٹی مالیت کے مقدمہ کے فیصلہ مین وہی اصول برتا جاتا ہے جو بڑی مالیت کے مقدمہ مین بہت سے خفیف اپیلون مین بڑے بڑے محکمون مین اعلے درجہ کی تنخواہ پانے والے حاکمون کا وقت صرف ہوتا ہے اس کا علاج یہہ کیا گیا ہے کہ سارے ملک مین خفیفہ عدالتین مقرر کی گئی ہین نہ جنہین التوا ہوتا ہے نہ اپیل کا جھگڑا ہے یہ عدالتین خاص قسم کے مقدمات بڑی مقدار کا بھی فیصلہ کرتی ہین جنکا اپیل بہت ہی سختی کے ساتھ محدود کیا گیا ہے اور قسم کے مقدمات مین بھی اپیلون کے محدود ہونے کی تدابیر قانون بنانے والون کی زیر نظر رہتی ہین بعض یوروپین حکام اپیلون کے ہونے کو ایک بڑائی خیال کرتے ہین لیکن ان اپیلون کا ہونا ہندوستانیون کے اقتضاء طبیعت سے پیدا ہوتا ہے کچھ گورنمنٹ کی پالیسی نہین ہے اپیلون کے نہ ہونے کے لیئے یا اسکی حدود کو بہ نسبت موجودہ حدود کے زیادہ تنگ کرنے مین کوشش کی جائے تو وہ ہندوستانیون کو نہایت ناپسند ہوگی ملک کے اندر جو کچہریان ہین ان کے پسندیدہ و ناپسندیدہ ہونے کے باب مین اکثر مباحثے ہوتے ہین یہہ بات قبول کرنی چاہیئے کہ یہہ کچہریان عدالت کی بہتسی ہندوستانی جماعتون کو پہلے ناپسند تھین اور اب بھی بعض جماعتون کو ناپسند ہین جیسی زمیندارون اور اور جماعتون کو جو بیجا کامون کے لئے زرعی جائداد پر روپیہ قرض لیتے ہین اور قرضخواہ ججون کے سامنے انکو کھڑا کراتے ہین اب بھی اکثر کچھ تھوڑا کم نہین کلکٹر وغیرہ انپر لعنت بھیجتے ہین کیونکہ دیوانی کے فیصلے ان کے کامون مین مخل ہوتے ہین اور اہل یوروپ بھی جو ملازم نہین ہین انکو برا جانتے ہین بعض انکا برا اعلے درجہ کی آدمی بھی باوجود زمانہ حال کی کل ترقیون کے یہ یقین کرتے ہین کہ جو لوگ

یہہ خیال کرتے ہین کہ ہندوستان مین ایک مہذب نظام اصول قوانین کا قائم کرین ۔ حقیقت مین وہ بوپاس کا درخت بوتے ہین یہہ بوپاس جاوا کے جنگلون مین ایک درخت ہوتا ہے جسکا عرق زہر ہوتا ہے اسکی نسبت یہہ غلط مشہور ہوگیا ہے کہ اسکی ہوا سے جاندار مرجاتا ہے بعض ہندوستانی بھی اس راے مین شریک ہین اور کہتے ہین کہ عدالت مین جو جیتا وہ ہارا اور جو ہارا وہ مرا۔ اور بعض پروونس مین کچہریون کی بے قدری ہے بعض مین قدر و منزلت ہے لیکن اسکے ساتھ جو لوگ کل سلطنت مین بحیثیت مجموعی ہندوستانیونکی رائین جاننے والے ہین وہ بے شک یہ خیال کرتے ہین کہ جو عدالتین اپنے حق عدل کے ادا کرنے کو حقیر سمجھتی ہین وہ ملک مین نہایت عام پسند اور قابل اعتماد ہین بعض اضلاع مین ان عدالتون کی جیسی قدر شناسی کی جاتی ہے ایسی کسی محکمہ کی نہین کی جاتی خواہ وہ کوئی ہو اس مین انگریزی عملداری کی ساری خوبیان داخل جانتے ہین پریسیڈنسی شہرون مین اور بڑے بڑے مقامات مرکزی مین اہل یورپ اور ہندوستانی بھی ہائی کورٹون کا سچا ادب کرتے ہین اور بے امتحان انپر اعتماد کرتے ہین ۔ کوئی چیز سلطنت مین ایسی نہین ہے کہ جس سے سب جماعتین یوروپین اور ہندوستانی وابستگی رکھتی ہین جیسے کہ ہائی کورٹون سے گو ان مین بھی عملی نقص جانتے ہین کہ موجود ہین ۔

ہندوستانی جھگڑالو ہوتے ہین بہت سے ان مین عدالت مین قاعدہ مقررہ کے ہونیکے سبب سے نالش کرتے ہین اگر یہہ قاعدہ مقررہ نہ ہوتا تو وہ اور طرح سے جھگڑا ٹنٹا کرنے کو مستعد ہوتے ملک کی دولت و مخازن آمدنی کے لحاظ سے غالباً مقدمات کی تعداد اور انکی مالیت کا مجموعہ بہت زیادہ ہے ۔

ضابطہ دیوانی مین جب یہ نقص معلوم ہوئے کہ اسکی موافق ٹھیک طور پر ڈگری کی تعمیل کرانے مین دشواری پیش ہوتی ہے اس مین درمیانی التوا اور موانع ایسے پیش آتے ہین جن سے بڑی حیرانی اور پریشانی ہوتی ہے بعض اوقات بڑی بڑی جائدادین ڈگری کے تھوڑے سے روپیہ کو وصول کرنے کے لئے نیلام ہوجاتی ہین اس ضابطہ کی اصلاحین ان عیبون کے دور کرنے کے لیے ہوجاتی ہین ۔

پنچایت اور رجسٹری

قدیم زمانہ مین یہان یہ رواج تھا کہ مقدمات پنچایت مین فیصل ہوتے تھے لیکن اب یہہ رواج ایسا ڈوب گیا ہے کہ پھر وہ ابھرنے کا نہین اگر رعایا اپنے مقدمات فیصل کرانے پر راضی ہوجاتی تو گورنمنٹ اسکو بروے کار ظاہر کرنے مین اور اس کے درجہ کے بڑھانے مین بہت خوشی سے مدد کرتی - پنجاب مین اس پنچایت کے لیئے گورنمنٹ کے ماتحت انتظام کرنے مین بہت کوشش کی گئی مگر رعایا اسپر راضی نہین ہوئی گو اہل مقدمہ کو ترغیب دی گئی کہ وہ پنچایت کی طرف رجوع کرین وہ عدالت کے محکمون مین اپنے مقدمون کے فیصل کرانیکو ترجیح دیتے ہین - قانون اجازت دیتا ہے کہ اہل مقدمہ اپنے حقوق کا انفصال ثالثی و پنچایت سے کرائین اور وہ کبھی کبھی اسپر راضی بھی ہوجاتے ہین مگر زیادہ تر انکا میلان و رجحان یہی ہوتا ہے کہ عدالت کے جج انکے مقدمات کا فیصلہ کرین - جہان یہ پنچایت کا کام چل سکتا ہے وہان گورنمنٹ اسکی اعانت کرتی ہے پونہ مین ایک عدالت ثالثی ہے اسمین اہل مقدمہ فیصلون سے راضی ہوتے ہین لیکن سرکاری عدالتون کی جگہہ پنچایت کا قائم مقام ہونا ہر جگہہ کل سلطنت مین عام پسند نہین لوگون کی طبائع ایسی ہوگئی ہین کہ انکے لیئے پنچایتی انتظام کی کوشش کرنی عبث ہے -

دستاویزون مین جعل سازی اور دغابازی و فریب سے بچانے کے لئے رجسٹری کا محکمہ قائم کیا گیا ہے جس سے عام انتقال کا انتظام کیا گیا ہے بغیر رجسٹری شدہ خانگی انتقالات کی دستاویزون مین جو جعلسازی سے تغیر و تبدل ہوتے تھے وہ ہندوستانیونکی اخلاق پر ایک داغ لگاتے تھے غالباً ایسی جعلسازیان بہت کم ہوگئی ہین مگر وہ بالکل معدوم نہین ہوئین انکے انسداد کے لئے حکمت کی ضرورت ہے سو وہ تدبیر کی گئی ہے جو یورپ کے ملکون مین مروج ہے ۱۸۶۶ء مین کل سلطنت مین رجسٹری کا محکمہ قانوناً قائم ہوا ہر شہر مین رجسٹری کا افسر مقرر ہوا پھر وہ دیہات مین بھی مقرر ہونے لگا کہ رجسٹری کرانے کے لیئے رعایا کو آسانی ہو - دستاویزون کی نقلین بڑی احتیاط سے دفتر رجسٹری مین لکھی جاتی ہین - رجسٹری کے محررون کے سوا انکی نگرانی کے لئے افسر مقرر کئے جاتے ہین اور ہر پروونس مین ایک اعلے افسر اس سررشتہ کا مقرر کیا جاتا ہے تا کہ عام ہندوستانیون کو اسکے

انتظام کا اعتبار پیدا ہو۔ رجسٹری کی فیس اسقدر لی جاتی ہے کہ اس کے سررشتہ انتظام کے خرچ کے لیئے کافی ہو فیس کا اندازہ ایسی ترتیب سے کیا گیا ہے کہ اس محکمہ مین گورنمنٹ کو کچھ خرچ دینا نہیں پڑتا اسکی آمدنی اس کے خرچ کے لئے کافی ہوتی ہے یہہ محکمہ گورنمنٹ نے کچھ اپنی آمدنی کے لئے نہیں مقرر کیا ہے جو رجسٹری کی آمدنی ہوتی ہے وہی اس کے سررشتہ مین خرچ کر ڈالتی ہے۔ بعض قسم کی دستاویز کی رجسٹری لازمی ہے جیسے کہ ایک خاص قیمت سے زائد کی غیر منقولہ جائدادون کی دستاویزن کے لیئے بعض دستاویزون کے لیئے رجسٹری اختیاری ہے جیسے وصیت نامہ وغیرہ کے لیئے تمام ملک رجسٹری کے اوفسون سے بھر اپڑا ہے اور سال بسال لاکھون دستاویزین رجسٹری ہوتی ہین۔ نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے تمدن کے گوشون کی اخلاقی ہوا پاک صاف ہو جاتی ہے۔

انتظام مجتہدانہ سے مراد شخصی انتظام ہے یعنی کوئی خاندان کا بزرگ یا مجتہد یا شیخ مقدمات کا فیصلہ کر دے ایک زمانہ مین اسکا بڑا اثر تھا مگر اب وہ بالکل عنقا ہو گیا بڑے بڑے قابل اور لائق بزرگ ایسے موجود ہین جنکو دلی افسوس ہے کہ شخصی حکومت کی جگہہ بالکل قانون کی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ ہر یک قوم جو دولت و تہذیب مین آگے قدم بڑھاتی ہے وہ یہہ چاہتی ہے کہ اسپر آدمیون کی مرضی فرمان فرمائی نہ کرے خواہ وہ آدمی کیسے نیک و لائق فائق ہون مگر یقینی وہ ایک دوسرے سے رائے اور طریقہ مین مخالف ہونگے بعض اوقات وہ متلون مزاج ہونگے لیکن جب کوئی نظام معتبر ہوتا ہے تو سب لوگ اُسکو بالاستقلال دیکھینگے اور اس کے موافق اپنی تجاویز کا حساب لگائینگے۔ ہندوستان اس میلان سے جسکا مقابلہ ہو نہیں سکتا مستثنے نہین۔ ہندوستانی اپنے لئے قوانین بنانے کی بیجا شکایت کرتے ہین مگر پھر بھی وہ یہہ چاہتے ہین کہ انکی ہر بات کے لیئے ایک قانون ہو جسکی بنا پر وہ اپنے ہمسایہ سے یا اکڑی کیوڑ حکومت سے مقابلہ کرین اکڑی کیوڑ حاکم (کلکٹر وغیرہ) کو بہت اختیارات رعایا کے لیئے نیک و بد کے حاصل ہین انسے مقابلہ کرنے کا زور صرف قانون ہی ہے۔

ہندوستان کی اعلےٰ عدالتون مین قانونی اصطلاحات پرستی نے مضرتین پیدا کین جو انگلنڈ مین مردہ ہو کر بہت برسون کے بعد ہندوستان مین زندہ ہوئی تھین کمپنی کے آخر عہد سلطنت مین

انتظام مجتہدانہ

اعلےٰ عدالتون مین قانونی اصطلاحات

ولوالی عدالتیون یہہ معلوم ہوتی تھین کہ اصل عدل و انصاف کے لیئے نہین موضوع ہوئین بلکہ زیادہ تر مراسم عدل و داد کے ادا کرنے اور صورت انصاف دکھانے کے لیئے پس جب قوانین و ضوابط عدالت کی یہہ صورت ہوگئی اور سلطنت کی افزایش مین کم وبیش ترقی ہونے لگی اور نئے نئے ملک سلطنت مین شامل ہونے لگے تو گورنمنٹ ان ملکون مین پرانے ملکون کے انتظامی نظام کے نمونہ کے قائم کرنے سے جھجکین جو رعایا کہ ناہموار شخصی حکومت کی عادی ہو اس کے لیئے ضرور ہے کہ جب انگریزی گورنمنٹ اول فرمان فرما ہو تو۔۔۔۔۔ ایک ہی ہاتھون مین اگزیکیوٹو (عملی) اور جیوڈیشل (انتظامی) حکمرانی ہو۔ جو گورنمنٹ بغیر جوابدہی کی حکومت رکھتی ہو اسکی جگہہ وہ گورنمنٹ ایک لمحہ نہین قائم ہوسکتی جو قانون کے باقاعدہ طریقہ پر چلتی ہو پس اسطرح سے دو نظام کارفرما تھے ایک پرانے اضلاع مین اور دوسرا ان ملکون مین جو فی الحال سرکار انگریزی کے قبضہ مین آئے تھے اول کو آئینی اور دوسرے کو غیر آئینی اضلاع کہتے تھے۔

باب ششم

شاہانہ انتظام کے اصول

پہلے بابون مین انڈین ایمپائر کی سرشتہ داو صاف و ترقی کا بیان لکھا ہے اس باب مین وہ اصول بیان کرتے ہین جنکے موافق شاہانہ انتظام انیسوین صدی مین ہوا ہے۔ کل ایمپائر (سلطنت) مین قانون کی حکمرانی و فرمانروائی ہے۔ یہان ابتک جو تبدیلیان انتظام سلطنت مین ہوئی ہین وہ انگلنڈ مین پارلیمنٹ کے متواتر ایکٹون کے جاری کرنے سے ہوئی ہین۔ انتظام مین جو تبدیلیان ہوئی ہین وہ قانون کے موافق ہوئی ہین۔ کل سلطنت مین جو کوئی ادنے اور اعلے کام کیا جاتا ہے وہ قانون کے موافق کیا جاتا ہے۔ ہر جگہہ عدالت کی کچہریان قائم ہین انکے حکمنامے ملک کے دور دور کے گوشون مین جاری ہوتے ہین۔ ان عدالتون مین جو باتین مانی جاتی ہین وہی کی جاتی ہین اگر وہ اور طرح سے کی جائین تو وہ

مناقشہ کے قائل ہوتی ہیں۔ جب قانون کی فرمان روائی ہے تو اسکے موافق ضلع کا انتظام ہونا چاہیئے مگر بقول لارڈ لارنس کے انتظام کے لیئے نیک منتظم تلاش کرنے چاہیئں اگر اچھا قانونی نظام ہو مگر اس کے منتظم اچھے نہون تو وہ عملاً ناکام رہیگا اور اگر نظام اچھا نہو مگر منتظم اچھے ہون تو کام اچھی طرح ہوگا۔ بے شک گورنمنٹ انڈیا فیاض و مہذب ہے مگر مطلق العنان وخود مختار۔ یہ مقولہ جو اکثر کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ سارے کام رعایا کے لیئے کرے اور رعایا اپنے لیئے کوئی کام نہ کرے وہ ہندوستان پر انیسوین صدی مین اور اب بھی صادق آتا ہے۔ اس مقولہ کی صحت کے لیئے ایشیائی فطرت انسانی کا اور برٹش حکومت کی حالتون کا امتحان کرنا چاہیئے۔ ظاہر نظر آتا ہے کہ ایشیائی آبادی کثیر ایسی حکومت کے ماتحت ہے جو سمندر پار ہے اور جو نسل مین رنگ مین مذہب مین زبان مین حکایات مین اپنی روایات مین خیال کرنے کی عادت مین بالکل جداگانہ ہے۔ یہہ خود مختار مطلق العنان گورنمنٹ تہذیب ترقی و محبت انسانی کے اصولون کے موافق حکومت کرتی ہے جس سے رعایا کو اپنی افعال واقوال و مذہب وخیالات مین آزادی حاصل ہوتی ہے اور اس مین قانون کے سامنے سب قسم کے آدمی اور جماعتین علی السویہ مستادی ہین اور ہر فرد کو آزادی حاصل ہے اور انکی جسمانی عقلی و اخلاقی استعدادین بروے کار ظاہر ہوتی ہین بس اس خود مختار گورنمنٹ کے یہی قواعد عملی ہین وہ خالی خیال نہین۔

برٹش حکومت مین ہندوستانیون کا بھی اپنے ملک کی حکومت مین کچھ حصہ ہے مگر ضعیف کچھ غلبہ نہین رکھتا۔ وہ پبلک معاملات کی ہدایت مین اپنی زبان کو ہلا سکتے ہین مگر خود کوئی قطعی فیصلہ نہین کر سکتے وہ اکثر لیجس لیٹو کونسلون کے ممبر ہین لیکن جن ممبرون کو گورنمنٹ نامزد کرتی ہے ان مین انکی تعداد تھوڑی ہے میونی سپل کمیٹیون مین گو انکی تعداد زیادہ ہے مگر وہ آخر کار حکام انگریزی کے محکوم ہین ان کے مقرر ہونے مین نہایت احتیاط وامتحان کے ساتھ انتخاب کا اصول داخل کیا گیا ہے یہہ اصول تھوڑا سا تو لیجس لیٹو کونسلون سے بھی متعلق ہے لیکن زیادہ تر میونی سپلٹیون سے ضلع کے لوکل بورڈ مین جو مقامی کامون کے لیئے مقرر کیا جاتا ہے انتخاب کا اصول برتا جاتا ہے اور اس مین ایک صفت رپریزنٹیٹو (قائم مقام رعایا)

کی بھی ہے مگر مغربی قوموں مین جوری پری زنٹی ٹو انسٹی ٹیوشنین موجود ہین اسکا نام بھی ہندوستان
مین نہین - برٹش کی گورنمنٹ یہ نہین کہہ سکتی ہے کہ وہ اس ملک مین حکمرانی رعایا کی مرضی سے
کرتی ہے بلکہ مشیت ایزدی کا ہاتھ اور رعایا کی خاموشی اس سے حکومت کراتے ہین وہ
اس سے زیادہ نہین کہہ سکتی کہ اسکی حکومت پر رعایا خاموش ہے (الخاموشی نیم رضا)
وہ رعایا سے خیر خواہی کی امید کرتی ہے اور اسکی وہ مستحق بھی ہے لیکن اس مین شبہ ہی
کہ رعایا کی خیر خواہی اسکو حاصل ہے یا کبھی حاصل ہوگی - ایسی حالتون مین وہ فائی نینس (خزانہ)
سپاہ - سرحد کی محافظت - اصلی عدالت کے معاملات کو ہندوستانیون کی راے کے
حوالہ نہین کرسکتی گورنمنٹ انڈیا سواے اپنے بادشاہ اور پارلیمنٹ اور قوم کے کسی اور کی جوابدہ
نہین ہے وہ اس طرح سے حکومت کرنی چاہتی ہے کہ ہندوستانیون کو دل پسند ہو وہ
ہندوستانیون کو اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی معاشرت کے قوانین کے موافق جنین اکثر
پاکیزہ اور قدیمی ہین اپنے اوپر آپ حکومت کرین اور ان معاملات مین جو مغربی تہذیب انکی
پاس لاتی ہے وہ زیادہ تر اپنے قوانین کو قائم رکھین - سول انتظام مین غالب حصہ یوروپین
کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے جیسا کہ ابتک رہا ہے لیکن کثرت سے سول کی نوکریان ہندوستانیون
کے ہاتھ مین رہی ہین اور ہندوستانی روز بروز بڑے عہدون پر پہنچتے جاتے ہین -
اس حال مین کہ ہندوستانی بہت ہین اور یوروپین تھوڑے ہین اور جابجا پھیلے ہوئے ہین
یہہ ضرور ہے کہ رعایا کی کم از کم خاموشی اگر خیر خواہی نہ ہو درکار ہے - رعایا کی خاموشی عملاً موجود
ہے وہ اسطرح ثابت ہوتی ہے کہ آبادی کے مقابلہ مین سپاہ تعجب خیر قلیل ہے انگریزی
قلمرو مین جس سے ہندوستانی ریاستین خارج ہین سب قسم کے ہتھیارون کے سپاہی
۲۲۰۰۰۰ ہین اور آبادی جس سے ہندوستانی ریاستون کی آبادی خارج ہے ۲۲۳ بیس کروڑ
آدمیون کی مانی جاتی ہے تو ہزار آدمیون پر ایک سپاہی پھیلتا ہے - یہہ اوسط نہایت ہی
کم بمقابلہ اور بڑے ملکون کے ہے -
ہندوستانیون کو جو سول اور مذہبی آزادی برٹش گورنمنٹ کی سلطنت مین حاصل ہے
وہ کبھی ہندوستانیون کی سلطنت مین نہین حاصل ہوئی - ہر شخص اپنے مذہب کے موافق

عبادت ریاضت پوجا پاٹ اپنے گھر مین کرسکتا ہے اور مراسم مذہبی کو بشرطیکہ وہ کسی دوسرے کو
گزند نہ پہنچاوین علے الاعلان بڑی دہوم دھام سے بجا لاسکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ اسکی شرط یہہ ہے کہ
کوئی دنگہ و فساد برپا نہ ہو ایک مذہب کی مراسم دوسرے مذہب والون کی آزار رسانی نہ کرین
بارہا مخالفت مذہبی کے سبب سے ایسی فساد برپا ہوئے ہین اور ہوتے ہین کہ انہین کشت و
خون ہوتا ہے اور سپاہ شاہی کو مداخلت کرنی پڑتی ہے۔ ہندو حکمران جو برہمنون کی اور مسلمان
حکمران جو مسلمانون کی اپنے خزانہ سے یا عطاء اراضی سے امداد کرتا ہے وہ برٹش گورنمنٹ
کبھی نہین کرتی لیکن یہہ عطیات انکو وہ عطا ہوا کرتی ہے کہ انکی محافظت کرتی ہے اور پہلے
جو اوقاف ہندو مسلمانون کے راجاؤن اور بادشاہون نے دیئے ہین انکو بعد ثبوت جاری
رکھتی ہے۔ برٹش گورنمنٹ بہت تامل کرکے ہندوستانیون کے مذہب سے الگ تھلگ
رہتی ہے یہہ ہندو مسلمانون کے مذہب سے علیحدہ رہنا خود انکے اپنے عیسائی مذہب کا
حکم ہے۔ سوا اسکے گورنمنٹ اپنے مذہب کو بھی کوئی سہارا اس کی اشاعت کی
لئے نہین دیتی سوا اس کے کہ ملازمون اور سپاہیون کی خاطر سے ایک مذہبی سررشتہ کا خرچ
اپنے ذمہ رکھتی ہے۔ بس اس طرح مذہبی معاملہ مین وہ ہر ایک ہندوستانی فرمانروا سے
جو ابتک ہندوستان مین ہوئے ہین بالکل فرق رکھتی ہے۔
رسوم اور افعال جو مذہبی احکام سے انسانیت کے خلاف کیئے جاتے تھے انکو برٹش گورنمنٹ نے
موقوف کردیا اور آخر کو اس معاملہ مین ہندوستانیون کی اعلے درجہ کی رائین بھی اس کے
ساتھ متفق ہوگئین۔ کوئی شخص بغیر قانونی دہشتون کی اپنے برے کامون سے باز نہین رہ سکتا
بس جو صورتین ایسی ہین کہ ان مین گورنمنٹ کی بدخواہی اور اس کے ساتھ دغابازی ظاہر
ہو انکا انسداد محاسدانہ گورنمنٹ نے کیا ہے سنہ ۱۸۳۶ء مین ہندوستانیون اور یوروپین پریس کو
گورنمنٹ نے آزادی دی۔ ہندوستانی اخبار انگریزی زبان مین اور اکثر دیسی زبان مین نکالتے
تھے۔ ہر مضمون پر مباحثہ کرنے کی گورنمنٹ کے کامون کی تنقید کرنے کی بالکل آزادی ہندوستانی
پریس کو دی گئی جسکو وہ کام مین بھی لاتے ہین لیکن ایسی صورتون مین کہ ہندوستانی پریس
بغاوت اور دغابازی کی باتین تحریر کرتا ہے تو ایسے قانون بھی ہین کہ جو اسکی گرفت کرتے ہین

اور اس قانونی تحقیقات کی یہہ ستثنے صورت ہی کہ اگر کوئی شخص برٹش قلمرو مین گورنمنٹ کے لیئے خوفناک ہو تو وہ صرف گورنر جنرل کے حکم سے جلا وطن ہو سکتا ہے برٹش حکومت گو ہندوستانیون سے اجنبی وغیرہے مگر عام رعایا جو خاموش ہے وہ اسکی ان باتون کے سبب سے ہی کہ تمام ہندوستانیون کی قدیمی رسم و رواج مین وہ مداخلت نہین کرتی مذہبون مین کسی کی طرفدار نہین ہوتی قانون کے منصفانہ انتظام مین سب آدمیون کو یکسان سمجھتی ہی ہر شخص کو اپنی آزادی کا ہر معقول کام مین یقین دلاتی ہے۔

ان سب باتون کا مبارک نتیجہ یہ ہے کہ وہ امن امان سارے ملک مین ہے جو صدیون سے کبھی نہین ہوا کہ ہر شخص اپنی جان و مال و آبرو کو محفوظ سمجھے سب طرح سے امین اور سلامت جانے اور پبلک ورکس سے اور ترقیون سے مستفید ہو اور ٹیکسین خفیف ہون۔ برٹش گورنمنٹ نے اس صدی کے وسط سے عام تعلیم سے اور اپنے افعال و اقوال کے نمونون اور مثالون سے ہندوستانیون کو ان مغربی خیالات اور اخلاقی اور مادی علوم سے مستفید کرنا چاہا ہے جنسے مغربی قومون مین حالت موجودہ پیدا ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کو ذرا خوف نہین ہے کہ اس کا کیا اثر ہندوستانیون کی طبیعت مین اسکی اجنبی حکومت کی نسبت پیدا ہوگا۔ اسکو خدا پر بھروسا ہے وہ اپنی ان عہد بانہ غرض کو ادا کرتی ہے کہ ہندوستانیون کو جاہل اس لیئے نہ رکھے کہ وہ خیرخواہ رہین برٹن اور اور انڈیا کے درمیان تعلقات خزانہ یعنی روپیہ کی بابت میں عین عدالت پر مبنی ہین۔ ایک طرف یہہ ہے کہ ہندوستان کسی قسم کا خراج نہین دیتا اور دوسری طرف یہہ بات ہے کہ ہندوستانی تنقید کرنے والے غلطی سے کہتے ہین کہ وہ خراج دیتا ہے وہ پولیٹیکل اکونومی کے اصول نہین سمجھتے وہ اس واقعیت پر جس مین کچھ شبہ نہین توجہ کرتے ہین کہ یہانسے بہت سا روپیہ سالانہ انگلینڈ کو جاتا ہے وہ یہہ نہین سوچتے کہ یہہ روپیہ کیا تو ان چیزون کی قیمت کا ہوتا ہے جو وہان سے آتی ہین یا ان خدمتون کا معاوضہ ہوتا ہے جو یہان کیجاتی ہین انگلینڈ مین بڑا سرمایہ ریلون اور آبپاشی کی نہرون کے لیئے جمع کیا جاتا ہے کہ جسسے ہندوستان کو مستقل فائدہ پہنچے اس سرمایہ کا سود ہندوستان سے بھیجا جاتا ہے ہندوستان کی سلامتی اور عافیت کے لیئے جو لڑائیان لڑی جاتی ہین جیسے کہ بغاوت کے زمانہ کی لڑائیان تو انکے واسطے انگلینڈ مین قرض

لیا جاتا ہی اس قرض کا سود یہان سے بھیجا جاتا ہی ہندوستان مین

جو مفید اور بکار آمد کام بنائے جاتے ہین انکے لیے کلین اور مصالحہ انگلنڈ مین خریدا جاتا ہے
انکی قیمت کا روپیہ یہان سے جاتا ہے۔ بہتسے انگریز جو اپنی زندگی کا بہترین حصہ یہان
ہندوستان مین ملازمت مین خرچ کرتے ہین اور اکثر یہین کی خدمات مین اپنی جان کھوتے
ہین انکی بہتسی قسمون کی پنشنون کا روپیہ بھیجا جاتا ہے۔ انڈیا کی خدمات کے لیے
یوروپین ریکروٹون کی انگلنڈ مین تعلیم و تربیت ہوتی ہے اس کے خرچ کے لیے گورمنٹ
انگلنڈ اور گورمنٹ ہند کے درمیان قرارداد ہے جسکے موافق یہان سے روپیہ انگلنڈ بھیجا
جاتا ہے یہہ تمام رقمین سونے کے سکون مین ادا ہونی چاہئین پس سونے اور چاندی کی
قیمتون مین جو تناسب ہوتا ہے اسکے موافق ہندوستان کو روپیہ انگلنڈ کو ادا کرنا ہوتا ہے
اب حال کے سالون مین چاندی کی قیمت بہت گھٹ گئی ہے اسلیئے ہندوستان کا
بہت روپیہ بھنگ کے بھاڑے مین بٹے کے سبب سے جاتا ہے جس سے ہندوستان کو
بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسے برٹن کو ہندوستان کچھ نہین دیتا ایسا ہی وہ برٹن سے
کچھ لیتا بھی نہین اپنا کوئی خرچ روپیہ کا انگلنڈ کے ذمے نہین ڈالتا مگر وہ انگلنڈ کی ہر یوروپین
کو وائسرائے سے لیکر ادنے نوکر تک اپنی خدمات کے لیئے تنخواہ دیتا ہے۔ تمام
یوروپین سپاہ کا خرچ اسکے ذمے ہے اور انگلنڈ مین جو اسکے سبب سے خرچ ہوتے ہین انکو
وہ دیتا ہے جیسے کہ انڈیا اوفس کا خرچ یا اسکو ان لفظون مین بیان کرو کہ سکرٹری او سٹیٹ
انڈیا کے محکمہ کا خرچ۔ بحر ہار ہند مین جو انگلنڈ کا بحری سامان اور بہتسی افواج بحری
رہتی ہے اسکے خرچ کا ایک مقررہ حصہ سالانہ ہندوستان دیتا ہے۔ پس روپے کے
جو تعلقات برٹن اور انڈیا کے درمیان ہین وہ منصفانہ ہین ایک دوسرے کو ناحق کچھ نہین
دیتا ہے دونو مین متاجرت و معاولت ہے۔

ہندوستان کو انگلستان سے جو تعلقات ہین انکے فائدے سب جگہہ ایسے پھیلے ہوئے ہین
کہ انکی ضرورت نہین کہ وہ یاد دلائے جائین ان تعلقات سے انگلنڈ کو بھی جو انڈیا سے فائدے
حاصل ہوتے ہین وہ بھی بہت بڑے ہین اور سال بسال وہ بڑہتے جاتے ہین ہندوستان سے
خام پیداوار انگلنڈ کو جاتا ہے کہ وہان اسپر برٹش صنعت کاری و دستکاری خرچ کیجائے

اور پھر وہ ہندوستان کے بازارون مین آئے۔ ہندوستان مین برٹش آدمیون کے لئے
بہت طرح کی ملازمت وغیر ملازمت کے پیشے برٹش سرمایہ پیدا کرتا ہے۔ باوجود اس کے
کہ برٹش کا روپیہ کوئی امداد ہندوستان کی نہین کرتا۔ بعض سوچنے اور غور کرنے والے
یہ کہتے ہین کہ اسکو امداد زر کرنی چاہیئے اس کے برخلاف جواب مین یہہ کہا جاتا ہے کہ اس
مشرقی سلطنت کے سبب سے برٹش کو مجبوری سب سے اعلے بحری لشکری ساماں)
رکھنا پڑتا ہے جسکا خرچ اتنا بڑا ہے کہ کوئی دوسری قوم اسکی متحمل نہین ہوسکتی۔ اس کا
کچھ معاوضہ ہندوستان سے انگلنڈ نہین مانگتا گو نیوی سے ہندوستان کی اغراض بہت ہی
متعلق ہین اگرچہ انڈیا اپنی حدود کے اندر یوروپین سپاہ کا خرچ جس مین پچھتر ہزار افسر وسپاہی
ہین اٹھاتا ہے مگر یہہ برٹش کے مخازن پر ایسا بھاری ٹیکس ہے کہ اسکی اسقدر سپاہ جزائر
برطانیہ سے باہر سمندر پار ہزارون میل کے فاصلہ پر رہتی ہے کہ ممکن نہین کہ دنیا مین کوئی اور سوا برٹش کی
سپاہیانہ قوت کے اسکی متحمل ہو۔
یہہ اصول ہین جنکا برٹش حکام علے الاعلان عام اقرار کرتے ہین اور اپر عمل کرتے ہین جہان تک
حالات کا مقتضا ہوتا ہے اقرار وعمل دونو مطابق ہوتے ہین اور ملکون مین اقرارون اور عملون
مین فرق ہوتا ہے بہت ہی کم ملک ایسے ہونگے جنمین فرق ہندوستان سے کم ہو اس کی
خاص دلیل یہہ ہے کہ گورنمنٹ اپنا کام اپنے یوروپین افسرون اور بہتر ان ہندوستانی افسرونکی
معرفت کرتی ہے یہہ کام تو نہایت انسانیت سے ہوتا ہے لیکن گورنمنٹ کے کام کا بڑا حصہ
ہندوستانی عملہ کرتا ہے اس عملہ مین اس صدی کی ابتدا مین مدت دراز تک سلطنت
مین الٹ پلٹ رہنے سے سخت عیوب پیدا ہو گئے تھے اس لیئے وہ کمتر قابل اعتبار تھا
اس مین دیانت دار اہلکار شاذونادر ہی ہوتا تھا پھر بھی حاکمون کے بدل جانے سے فائدہ
حاصل ہوا اگر حکام دیانتمند ہون تو وہ اپنے بے دیانت عملہ سے کام فائدہ مند لے سکتا
ہے جیسے کہ ہنرمند کاریگر برے اوزارون سے اچھا کام کرسکتا ہے لیکن اگر وہ حاکم وعملہ
دونو بددیانت ہون تو پھر بڑی خرابی ہوتی ہے اور اندھیر مچتا ہے (چو کفر از کعبہ برخیزد
کجا ماند مسلمانی) اور حاکم نیک ومتدین ہو تو پوری کامیابی جب تک نہین حاصل ہوسکتی کہ

اسکا عملہ بھی مثل اس کے دیانت دار نہو ابتدا اس صدی مین برٹش انتظام مین حاکم دیانت دار اور عملہ بے دیانت راشی تھا۔ پیچھے ہندوستانی عملہ مین بتدریج بہت ترقی ہوئی ہے اور ہر دس سال کے اندر جلدی جلدی اسکی بہتر حالت ہوتی جاتی ہے اس کے سبب سے جو زور ظلم پہلے ہوتے تھے وہ اب کم ہوتے جاتے ہین پہلے عملہ زبردستی رشوت لیتا تھا اب وہ زبردستی نہین لے سکتا جو کوئی اسکو دیدیتا ہے وہ لے لیتا ہے۔ عدالت کے کامون کی افتاد اسطرح آنکر پڑی ہے کہ اگر کوئی شخص عملہ کو رشوت نہ دے تو اہل عملہ اسکا نقصان اتنا کرا دیتے ہین کہ وہ زر رشوت سے بہت زیادہ ہوتا ہے

باب ہفتم

توضیح قانون و قانون عدالت

ہم نے اوپر بیان کردیا ہے کہ کل ہندوستان مین قانون فرمانروائی کرتا ہے لیکن یہ فرمانروائی یقینی ہوتی ہے مگر بہت آہستہ آہستہ اور انیسوین صدی مین بہ تدریج اس کے پاؤن جمے ہین اٹھارہوین صدی مین جب سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملکی حکومت کا آغاز ہوا ایک خاص قسم کے آئین تھے اور مقامی کچہریان ہندوستانیون کے لیے تھین لیکن خود کمپنی کے واسطے اور اس کے یوروپین افسرون کی روک کے لیے کوئی آئین نہ تھا۔ کلکتہ اور بمبئی اور مدراس مین یوروپین کی بود و باش کے مقامات بڑھتے جاتے تھے انکی واسطے بھی کوئی روکنے والا آئین نہ تھا۔ اس عیب کا نتیجہ ایسے زمانہ مین کہ ایک ایشیای سلطنت شکستہ ہورہی تھی یہہ تھا کہ بہت سے مواقع ایسے تھے کہ انہین انگریزون کو فائدے حاصل ہونے تھے جو تھوڑے یا بہت ناروا ہوتے تھے جس سے وہ معزز بندشین ڈھیلی ہوتی تھین جو ایک قوم کو کہ مثل انگریزون کے ہو اسکی سلطنت کے عروج مین درستی روکتین انگلنڈ کے پبلک آدمیون نے یہہ چاہا کہ ایسی تدابیر کی جائین کہ کمپنی کے افسرون کی اور

اور یوروپین رہنے والون کے افعال اور کردار کی نگرانی عدالت و انصاف کے ساتھ بغیر کسی طرفداری کے کی جائے - اس لیئے ۱۷۷۴ء مین پریسیڈنسیون کلکتہ - بمبئی - مدراس مین مشہور سپریم کورٹ قائم ہوئے - ان تینون مقامون مین یہہ کورٹ یوروپین کے فوجداری جرمون کی تحقیقات انگلش لا کے موافق کر کے مقدمے فیصلہ کرتے تھے انکے اصول نے بتدریج اپنی عدالت کے جال مین بہت سے مقدمات کو پھنسا لیا جو ملک کے لیئے اہم تھے بس اس طرح سے اُنہون نے اپنا اثر جو اکثر نافع تھا مقدمات کی کارروائی مین کیا اس اثنا مین کمپنی نے خود اپنی عدالتون کا نظام بنایا کہ گورنر جنرل اور انکی اکزیکیوٹو کونسل نے آئین بنائے اور ان کو شائع کیا جو حقیقت مین قانون تھے - اور ہر ضلع مین عدالت کی کچہریان مقرر کین اور انمین ہندوستانی حاکم مقرر کیئے اور انکی نگرانی کے واسطے اپنے سول سروس مین سے انتخاب کر کے یوروپین جج مقرر کیئے اور ان سب عدالت کی کچہریون پر ہر پریسیڈنسی میں عدالت صدر دیوانی مقرر کی جنمین جج سول سروس ہی مین سے مقرر ہوتے - جو آئین بنائے گئے تھے وہ سلطنت کے ایام طفلی کے مناسب حال اچھے تھے پھر دیوانی ایکٹون کے ساتھ مسلمانون کی فقہ اور ہندوؤن کے دھرم شاستر کو شامل کر لیا تھا - عدالتون مین پنڈت و مفتی مقرر کیئے تھے جنسے کہ ہندوؤن کے مقدمات مین پنڈتون سے بیوستھا اور مسلمانون کے مقدمات مین مفتیون سے فتوے لیئے جاتے تھے - مقدمات مین اول جج امور واقعی کو تحقیق کرتے پھر ان واقعات کو پنڈتون اور مفتیون کے سامنے بیوستھا اور فتوے کے لیئے پیش کرتے فوجداری کے مقدمات مین مسلمانون کی فقہ کی تقلید کی جاتی تھی مگر ان مین صرف یہ ترمیم کی جاتی تھی کہ وہ کمپنی کے ایکٹون کے بھی مطابق ہو جاتے تھے - کمپنی نے اپنی ہندوستانی رعایا کے لیئے دیوانی عدالت کا انتظام ہندوستانی رکھا تھا کہ وہ عام پسند ہو -

بس یہہ حالت قانون و عدالت کی کمپنی کی قلمرو مین انیسوین صدی کی ابتدا مین تھی اور جو ملک جلدی فتح ہو تے جاتے تھے انمین بھی انکی توسیع ہوتی تھی - بس یہہ صورت ۱۸۳۳ء تک رہی اسکے بعد پھر تبدیلیان واقع ہوئین -

اس سال مین انگلنڈ کی گورنمنٹ نے یہہ فیصلہ کیا کہ بالفعل جو عدالت کا نظام ہندوستان مین

جاری ہے اسکے سوا ایک بجتہ مجموعہ قوانین دیوانی اور فوجداری اس کے لیئے مرتب کیاجائے
اس کام کے لیئے ایک اعلے درجہ کا کمیشن مقرر کیا کہ وہ ہندوستان مین اجلاس کرے اور
گورنر جنرل کی کونسل مین ایک لا ممبر (قانونی ممبر) زیادہ کیا۔ اول یہہ ممبر مکولی (جو پیچھے لارڈ
مکولی ہوئے) مقرر ہوئے انکی ریاضت کا پہلا پھل یہہ تھا کہ انہون نے تعزیرات ہند
کے کوڈ کو مرتب کیا جو ایک مدت کے بعد قانون ہوگیا ۔ ۱۸۵۳ء مین لیجسلیٹو کونسل
(قانونی کونسل) مقرر ہوئی جسکے سب ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہوتے ۱۸۶۱ء مین ایک سپریم لیجسلیٹو
کونسل کل ہندوستان کے لیئے اور کئی اور ایسی کونسلین درجہ دوم کی سلطنت کے بعض حصون
کے لئے مقرر ہوئین ۔ اس کونسل کے ممبر کچھ گورنمنٹ کے ملازم اور کچھ غیر ملازم یوروپین اور ہندوستانی
ہوتے جنکو گورنمنٹ نامزد کرتی ۔ سپریم لیجسلیٹو کونسل گورنر جنرل کی کونسل تھی جو کل ہندوستان کے
قانون بناتی اور وہ کل سلطنت پر اور ان پروونسون پر جنمین یہہ قانونی کونسل اپنی نہین ہوتی
موثر ہوتے ۔ اول گورنمنٹ مدراس اور بمبئی و بنگال کو لیجسلیٹو کونسل عطا کی گئین اور بعد ازان
گورنمنٹ ممالک مغربی و پنجاب کو بھی وہ عطا ہوئی ۔

۱۸۶۱ء مین انگلنڈ مین ایک کمیشن مقرر ہوا کہ وہ ہندوستان کے قوانین کے لیئے مسودے
تیار کرے اس کے ممبر اعلے درجہ کے جج اور قانون کے عالم مقرر ہوئے اسنے ضابطہ دیوانی
اور ضابطہ فوجداری کے اور قانون معاہدہ اور قانون شہادت کے اور قوانین کے مسودات
تیار کیئے انمین مقامی خیالات کے موافق کچھ ترمیمات ہوئین اور ہندوستان کی لیجسلیٹو کونسل نے
انکو قانون بنا کے پاس کر دیا ۔ لیجسلیٹو کونسل نے قوانین مذکورہ اور قوانین ایسے جاری کیئے
جو اعلے ترقی یافتہ قومون مین جاری ہین ۔ یہہ کام تھا انگلش مقننون کا اور راو رانگلو انڈین منتظمون کا
اور غیر ملازم یوروپین کا جو ہندوستان مین بود و باش رکھتے ہین اور ہندوستانیونکا
جو اعلے درجہ کی لیاقت اور خصلت رکھتے تھے ۔ ہندوستانیون کے قوانین مدونہ
قدیمی ہوین جن کو مذہب نے مقدس بنایا ہے اسکا وہ حصہ بھی انگریزی قوانین مین داخل ہے
جو وراثت اور ازدواج اور متبنے اور ان باتون سے متعلق ہے جو قومون کی خالص معاشرت سے
متعلق ہین ۔

ان قوانین کے انتظام کے لئے کل ایمپائر مین عدالتی نظام تقریباً یکسان مقرر کیا ہے پہلی صدر
دیوانی عدالتین موقوف کردی ہین اور انکی جگہہ ہائی کورٹ مقرر کئے ہین جن مین بعض جج انگلش
بیرسٹر اور بعض جج ہندوستان کے لایق یوروپین ججون مین منتخب ہوکر اور بعض ہندوستانی معزز
خاندانی بڑے لایق قانون مقرر ہوتے ہین - چیف جسٹس ہمیشہ انگلش بیرسٹر ہوتا ہے -
سارے ملک کے اندر کچہریان اسقدر مقرر ہین کہ ہر شخص کے گھر سے چندمیل کا فاصلہ رکھتی ہین
ان مین مقدمات کا خرچہ کم پڑتا ہے اور فیصلہ جلد ہوتا ہے ہندوستانی جھگڑالو بڑے
ہوتے ہین پہلے زمانہ مین تو وہ جھگڑون کو اور طرح سے نپٹا لیتے تھے مگر اب وہ عدالت
مین انکو رجوع کرتے ہین اور نصف صدی مین ہر سال دیوانی مقدمات کی تعداد بڑہتی گئی
مثلاً ۱۸۷۹ع مین انکی تعداد ۱۵۰۰۰۰۰ تھی اور ۱۸۸۷ مین ۱۹۷۰۰۰۰ اور ۱۸۹۶ مین
۲۲۰۰۰۰۰ - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آبادی کی افزائش کے ساتھ نالشون کی تعداد بھی
بڑہتی جاتی ہے اور مقدمات جس مالیت کے دائر ہوتے ہین وہ بھی بہت جلد بڑھتے جاتے
ہین ۱۸۷۹ مین چودہ کروڑ روپیہ کی مالیت کے مقدمات دائر ہوئے تھے اور ۱۸۸۷ مین بیس کروڑ
کے اور ۱۸۹۶ مین ساڑھے تیس کروڑ کے ان ہی بیانات سے اس سوال پر بعض اوقات
مباحثہ ہوتا ہے کہ ملک مین دولت ہی اور وہ بڑہتی جاتی ہے - گورنمنٹ کے ایکٹ عدالتونکی
ترجیح رعایا کے دلون مین یقین دلاتے ہین کہ قانون کے آگے سب چھوٹے بڑے برابر
ہین گورنمنٹ نے رجسٹری دستاویزات کا قانون جاری کیا ہے جس سے جعلی دستاویزات کا
بننا اور دستاویزون مین جعلون کا بنانا بالکل مسدود ہوگیا ہے اس لئے ہندوستان سے
جعلسازون کی فرقہ ہی کو مفقود کردیا ہے -

عدالت کے وکیلون مین روز بروز ہندوستانی بیرسٹر بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وہ
انگریزی زبان مین مقدمات کے اندر حاکمون کے روبرو گفتگو کرتے ہین - پہلے بھی اور اب بھی مقدمات
کے اندر اکثر مباحثہ اردو زبان مین ہوتا ہے مگر وکیل بہت سے یونیورسٹی کے گریجویٹ ہین
جو انگریزی زبان مین گفتگو کرسکتے ہین غرض اب ہندوستانی بار کی پہلے کی نسبت لیاقت بہت
زیادہ ہوگئی ہے اور وہ عدالت کی مدد انصاف کرانے مین بہ نسبت سابق کے زیادہ کراتے ہین -

مدت سے کل ہندمین تعزیرات کا قانون جاری ہے اور پھر اسکی اعانت ضابطہ فوجداری کرتا ہی
اسکے سبب سے ڈکیتی اور ٹھگی کے جرائم جو پہلے کثرت سے ہوتے تھے بہت کم ہو گئے ہین ۔
ہندوؤن کی رسم ستی ہونے کی بالکل بند ہو گئی ہے وہ انگریزی قلمرو مین کہین نہین
ہوتی پہاڑی اور جنگلی اضلاع مین جو پہلے انسان کی قربانی ہوتی تھی اسکا نام باقی
نہین رہا ہندوؤن کے معزز خاندانون مین جو دختر کشی ہوتی تھی اسکا انسداد وقتاً
فوقتاً زیادہ ہوتا جاتا ہے ۔ یہہ جرم مخفی اسطرح ہوتا ہے کہ اسکا بالکل استیصال ہونا
بہت مشکل ہے ۔ پہلے اکثر خاوند اپنی بیبیون کو بدکاری کے سبب سے قتل کر ڈالتے تھے
ایسے قتل بھی اب بہت کم ہو گئے ہین زمین کی سرحدون پر جو فساد ہوتے تھے جنمین کشت وخون
بہت ہوتے تھے اب بندوبست اراضی مین حدود کی تشریح ایسی ہوتی ہے کہ اس
قسم کے جرائم بہت کم وقوع مین آتے ہین اگر وقوع مین آتے ہین تو وہ ایسے شدید
نہین ہوتے جیسے پہلے ہوتے تھے ۔ زمینداروں کی طبیعت مین اعتدال ایسا
آگیا ہے کہ انکا چال چلن بے شر ہو گیا ہے ۔

برٹن مین جس طرح جیوری سے مقدمات فیصل ہوتے ہین ابھی تک اسکے رواج دینے
مین گورنمنٹ ہند کامیاب نہین ہوئی ۔ وہ ایک غیر ملک کی پود ہے یہان مشکل سے وہ نشو ونما پائیگی ۔
اینسوین صدی کے وسط تک پولس کے انتظام مین برٹش حکومت کا کامیاب حصہ نہین تھا
ابتدا ر صدی مین پولس کی جبر وتعدی کی حکایات سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے
ہین مہذب اجنبی حکام مدتون تک ایسے ملک کے اندر پولس کے انتظام مین کامیاب نہین ہو سکتے
جہان مدت دراز کی فسادات اور انقلابات کی لڑائیان ختم ہو گئی ہون حکام ہندوستانی عملہ کے ذریعہ سے کام
کرتے ہین یہہ عملہ ظلم اور رشوت ستانی سے آلودہ ہوتا ہے ایک نسل گذر جائے تو یہہ
آلودگی کم ہو اس کا اصل انتظام جو کیا گیا تھا اسسے جو امید کی گئی تھی وہ پوری نہین حاصل
ہوئی تو ۱۸۶۱ و ۱۸۶۲ء مین پھر نیا انتظام کیا گیا جس مین یوروپین افسرون کو زیادہ اختیار
دیا گیا اس سے بہتر صورت پولس کی ہوتی جاتی ہے ۔ پولس مین ۱۵۵۰۰۰ آدمی ہین
آخر بیس سال سے اسکی تعداد مین اضافہ نہین ہوا ۔ اگرچہ آبادی کی تعداد بڑھ گئی ہے ۔

ہندوستانی عملداریون مین تو قید خانون کا زیادہ رواج نہین تھا جو تھوڑے سے وہ تھے تو اُنپر اطلاق جیلخانہ نہین ہوسکتا تھا۔ جب انیسوین صدی کی ابتدا مین انگریزی عملداری شروع ہوئی ہے تو ہر جگہہ جیلخانے بنائے گئے مگر وہ کچھ دنون تک بہت ناقص رہے لیکن وسط صدی مین جیلخانون کے انسپکٹر جو اکثر ڈاکٹر مقرر ہوئے اور اُنھون نے نہایت محنت و مشقت سے برٹن کے جیلخانون کی سی اصلاحین یہان کے جیلخانون مین شروع کین اور ضلع کے جیلخانون مین تمام صحت کی باتین داخل کین اور سنٹرل جیلخانے نہایت عمدہ نمونون کے بنائے گئے جیلخانہ کے احاطہ کے اندر قیدیون کے لئے یہہ مشقت ٹھہرائی گئی کہ صنعت کاری کی چیزین سیکھین وہ بہت عمدہ قالین دریان وٹاٹ و بوریئے بنانے لگے مگر ابھی تک جیلخانہ مین قیدیون کی صحت خاطر خواہ اچھی نہین رہتی۔ قیدیون کے دماغ مین جو جیلخانے کی مشقت ضعف پیدا کرتی ہے اسکو یوروپ مین پہلے سے نہین جانسکتے ۴۴ جیل ہین جن مین ۷۴۰۰۰ قیدی ہین جن قیدیون کی قید کی مدت دراز ہوتی ہے یا وہ دائم الحبس ہوتے ہین وہ برسون سے پورٹ بلیر بھیجے جاتے ہین جو ضلع بنگال کے جزائر انڈمان مین ہے شاید وہ دنیا مین سب سے بڑی قیدیونکی دارالاقامت ہے۔ وہان جو نظام جاری ہے وہ نہایت انسانیت و تہذیب کا نیتجہ ہے کہ ابتدا مین قیدیون کی سخت ڈسپلن ہوتی ہے اور بعد ازان بتدریج اس مین تخفیف ہوتی ہے وہان قیدیونکی اسطرح تربیت کی جاتی ہے کہ انکی زندگانی اصلاح پائے اور وہ آخر کو آزادی حاصل کرین۔

باب ہشتم

اہل یوروپ کی جماعتین ملازم وغیر ملازم

ہندوستان کی کوی نیننٹڈ سول سروس (مستعہد خدمت ملکی)

گورنمنٹ ہند کے منتظمین اور حکام متعہد کے انتخاب اور تعلیم و تربیت کرنے کی بہترین ترکیب ختیار

کرنے مین ہمیشہ سخت مشکلین پیش آئی ہین۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی تجارت ہی کے کاروبار مین زیادہ غرض و دلچسپی رکھتی تھی تو ڈائرکٹر اپنی تجارت کی کوٹھیون مین کلرک ان نوجوانونکو مقرر کردیتے تھے جو بیوپار کی عادت رکھتے تھے ان کا کام فقط یہہ ہوتا تھا کہ تجارت خانون مین محرری کا کام کیا کرین انکو کسی اور کام کی لیاقت اور استعداد کی ضرورت نہ تھی۔ سنہ ۱۷۶۷ء مین ڈاکٹر فرائی بر سورت کی سیر کے بیان مین لکھتے ہین کہ ملاحون کے بعض لڑکے بھی سات برس تک نو آموزی کی حالت مین پرورش پاتے تھے اور جب یہ مدت ختم ہوجاتی تھی تو وہ ضمانت دینے کی صورت مین ملازم بھی ہوجاتے تھے۔ اور نوکری کے لیئے ان نوجوانون کی ہمت دلانے کے لیئے ایک ماسٹر ان کے واسطے نوکر رکھا جاتا تھا کہ انکو انگریزی لکھنا پڑھنا سکھادے اور ایک سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا کہ وہ اُس طالب العلم کو ملا کرے جو تکمیل تحصیل کرے مگر کم آدمیون نے اس وظیفہ کے پانے کے لیئے کوشش کی اور کمتر اس مین کامیاب ہوئے لیکن جب ایسٹ انڈیا کو حکمرانی کی قوت حاصل ہوئی تو اس کے ملازمین کے جاہ و منصب مین تبدیلی ہوئی اور اعلے لیاقت و قابلیت و لیاقت کے آدمی اسکی ملازمت کے خواہان ہوئے لیکن انکی خدمت کے فرائض بہت سے تھے جنکی تعلیم و تربیت جب تک کچھ نہ ہوئی کہ سنہ ۱۸۰۰ء مین فورٹ ولیم مین لارڈ ولزلی نے ایک کالج قائم کیا۔ اُس مین جو سول ملازم انگلنڈ سے آئین دو برس تک اپنے کامونکو سیکھین مگر کورٹ ڈائرکٹرس نے لارڈ ولزلی کے اس کالج کو پسند نہین کیا۔

سنہ ۱۸۰۵ء مین ہیلی بیری کالج ہارٹ فورڈ کے قریب قائم کیا جس مین حکام متعہد اپنے مقرر ہونے کے بعد پہلے اس سے کہ ہندوستان مین اپنے عہدہ پر جائین دو برس تک ایک خاص تعلیم پائین۔ ہیلی بیری کالج مین داخل ہونے کے لیئے عمر کی قید سولہ برس سے زائد اُنیس ۱۹ برس سے کم مقرر ہوئی مگر اس عمر کی قید سے لائق فائق قابل پسند امیدوار خارج تھے اس لیئے کچھ برسون کے بعد پارلیمنٹ نے ایکٹ پاس کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون نے جن امیدوارون کو بعد امتحان لیاقت ہندوستان کے سول سروس مین کلرک مقرر کیا ہے اور انکی عمر اٹھارہ اور بائیس برس کے درمیان ہے وہ فوراً ہندوستان کو ہیلی بیری کالج مین

تعلیم پانے کے بغیر جا سکتے ہین جب ۱۸۵۳ء مین کمپنی کا چارٹر (فرمان شاہی) بدلا تو
کورٹ ڈائرکٹرس کو یہہ اختیار نہین رہا کہ وہ سول ملازم ہندوستان کے لیئے مقرر کرے
بلکہ امیدوارون کا مقابلہ کا امتحان ہوا کرے اور جو ان مین پاس ہون وہ سول ملازم ہوا کرین
اسکو انگریزی مین کم پی ٹی شن کا نظام کہتے ہین اول مقابلہ کا امتحان ۱۸۵۵ء مین ہوا لیکن
ہیلی بیری کالج مین امیدوار سول ملازمت کے لئے پڑھ رہے تھے کہ کالج ۱۸۵۸ء مین بند
ہوا اور بعد ازان اسکی عمارات پبلک سکول کے کام مین آئین۔ ہندوستان کے سول سروس
کے لیئے مقابلہ کے امتحان مین اصل مین سترہ سال سے اکیس سال تک عمر کی قید تھی ۱۸۷۸ء
مین پھر عمر کی قید سترہ سال سے انیس سال تک مقرر ہوئی اور امیدوار جو بعد امتحان منتخب ہوتے
انکی امداد سالانہ وظیفہ سے کی جاتی کہ وہ دو سال تک یونی ورسٹی مین پہلے اس سے کہ
وہ اپنی اصلی خدمت پر جائین امتحاناً صرف کرین۔

۱۸۹۲ء مین عمر کی قید بڑہائی گئی اکیس سال سے تئیس سال ہو گئے اور یونی ورسٹی میں امتحاناً
رہنے کی مدت کم ہو کر ایک سال رہ گئی۔ کو نی نیننٹڈ سول سروس کے ملازمین کو حکام
یا ملازمین متعہد کہتے ہیں یا سول سرونٹ۔

ہندوستان مین ملازمین متعہد کی جماعت بڑی عظیم الشان ذی جاہ ہے۔ ہندوستانیونکی
نگاہ کے روبرو وہی برٹش گورنمنٹ کے اصلی اوصاف و ذاتی کمالات نمایان کرتی ہے وہی گورنمنٹ
کے ارادہ اور نیت کو بتلاتی ہے وہی محاصل ملکی مالگزاری کے جرمون کے انسداد کی عدالت کے
انتظام کرنے کی اور حاکم و محکوم کے درمیان تعلقات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ بعض عہدہ دارونکی
اور کئی جماعتیں ہین جو بعض معاملات بزرگ کے بڑے حصہ کا انتظام کرتے ہین جیسے کہ فائی ننس
(خزانہ) اور پبلک ورکس (عمارات) اور پولی ٹکل اور موزین تعلقات اور اعلے درجہ کی تعلیم اور
انگلستان کے قانون کا استعمال۔ عام قانون بنانے کا کام ان سب باتون مین ملازمین متعہد
اپنا بڑا حصہ رکھتے ہین مگر جہان تک کہ رعایا کی روزانہ زندگانی۔ خانگی آسودگی و آسائش اور
رنج و راحت سے گورنمنٹ کے کامون کا تعلق ہے وہ ملازمین متعہد پر منحصر ہے اس خدمت متعہد کے
جو ممبر ہین جنکا نام دفترون و سرشتون مین سول سرونٹ (ملکی حاکم) لیا جاتا ہے وہ اپنے کامون مین

۱۸۵۳ء انتظام مقابلہ امتحان
۱۸۹۲ء مین بڑہائی گئی
سول سروس ملازمین متعہد

جو اسکے سامنے آتے ہین بالکل مستغرق ہوجاتے ہین - وہ اپنے دل مین آگاہ ہوتے ہین کہ گورنمنٹ کے قائم مقام ہین - ہندوستان کی تمام خلقت ان ہی کے اخلاق پر انگلنڈ کے اوصاف کا اندازہ کرتی ہے اگر ہندوستان مین بعض انگریز اپنے ظاہری صفات ایسی دکھاتے ہین کہ وہ رعاکو ناپسند ہوتے ہین تو رعایا مین بہت کم قابلیت یہہ ہے کہ وہ انکے اندرونی صفات کو دیکھے - کروڑون آدمیون کو حکام سول سرونٹ کے مزاج طبیعت قابلیت اخلاق و زندگی کی عادات وگفتگو سے واقفیت ہوتی ہے وہ انہین کے اخلاق پر انگریزی گورنمنٹ کے اور اسکی قوم کے اخلاق کا قیاس کرتے ہین -

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ سول سرونٹ اب کم پی ٹی شن سے یعنی مقابلہ کے امتحان سے مقرر ہوتے ہین کمپنی کے ڈائرکٹرس انکو پہلی طرح سے نہین مقرر کرتے چونکہ پرانے پہلے طریقے کے موافق ملازمین متعہدہ نے بڑی شہرت اور تاریخی نیکنامی حاصل کی تھی تو اہل انگلنڈ کو بڑا تردد تھا کہ اس تقرر کے طریقہ کے تبدل سے دیکھیے کیا نتائج پیدا ہونگے جب کبھی انگلنڈ کی سوسائٹیون مین ہندوستان کی بابت گفتگو ہوتی ہے تو اہین یہہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ یہہ جو نئی جماعت سول سرونٹ کی مقابلہ کے امتحان سے مقرر ہوتی ہے وہ اس پرانی جماعت سے ہمسری اور برابری کرتی ہے جو پہلی طرح سے مقرر ہوتی تھی اور بحیثیت مجموعی کیا یہہ تبدیلی کامیابی کے ساتھ کام کرتی ہے؟ اس سوال کا جواب بے تامل یہہ دیا جاتا ہے کہ اس تبدیلی نے نہ تو وہ تمام فائدے پیدا کیے ہین نہ آیندہ غالباً پیدا کریگی جو اس کے حامیون اور مداحون نے پہلے سے بیان کیے تھے مگر ہان اسسے اتنا ہی فائدہ ہوتا ہے جتنا کہ از روے انصاف توقع کیا جا سکتا ہے - بے شک یونائینڈ کنگڈم کی یونی ورسٹیون مین نہایت اعلے درجہ کے کامیاب طلبہ مقابلہ کے امتحان کی طرف راغب نہین ہوتے - یہہ نہین ہے کہ لیاقت و مستعدی کا ہمساز ہو کر جمع ہونا جو ہم پلہ ذہانت کے ہوتا ہے پرانے طریقے کے ملازمین مین بہ نسبت نئے طریقہ کے ملازمین کے زیادہ ہوتا ہے - یہہ صفت تو ان مین کبھی مفقود ہوئی ہے نہ مفقود ہوگی وہ نہ کسی امتحان سے آزمائش مین نہ کسی قانون قاعدہ سے تحقیق ہین

آسکتی ہے لیکن ایسی نوجوان بہم پہنچائے جاتے ہین کہ ان مین لیاقتون کا اور محنت شعاریکا اوسط بہ نسبت معمولی آدمیون کے زیادہ ہوتا ہے پرانے طریقہ سے کبھی کبھی سول سروس مین ایسے آدمی بھرتی ہوجاتے تھے کہ وہ لائق و محنتی نہین ہوتے تھے ایسی مثالین ہندوستان جیسے ملک مین بڑی قبیح و مضر ہوتی تھین اب وہ مقابلہ کے امتحان مین نہین پائی جاتین بعض آدمی اپنے جسمانی و دماغی قوا کے ضعف کے سبب سے اپنی کام کے کرنے کے لیے ناقابل ثابت ہوتے ہین مگر ایسی صورتین شاد و نادر ہوتی ہین پہلے جو مقابلہ کے امتحان کے باب مین ڈرانے والی پیشین گوئیان یہہ ہوئی تھین کہ اس کا اثر یہہ ہوگا کہ بہت سے آدمی سول سروس مین ایسے داخل ہونگے کہ وہ کتاب کے کیڑے ہونگے مگر نہ انکو گھوڑے پر چڑہنا آتا ہوگا اور نہ اور قابلیتین جو انتظام کے لئی ضروری ہین ان مین ہونگین لیکن یہہ پیشین گوئیان پوری نہین ہوئین پہلے ملازمین متعہد کی شجاعت و ذہانت کا امتحان اس طرح سے ہوتا تھا کہ وہ نئے ممالک مفتوحہ و ملحقہ مین امن امان قائم کرتے تھے اور دنگہ فسادون و بغاوتون کو دباتے تھے اب سول سرونیٹ کی ذہانت و شجاعت کا امتحان اسطرح ہوتا ہے کہ وہ قحط و وبا کو دباتے ہین جو کروڑون آدمیون کو دہمکاتے ہین۔ ایسی آزمائشون مین بڑی گرمجوشی استقلال صبر و تحمل دکھاتے ہین جنپر پہلے حکام متعہد سبقت نہین رکھتے۔ ہندوستانیون کو یہہ سبق تو بعض انگریزون نے سکھایا کہ پہلے حکام متعہد شریف نجیب ہوتے تھے اور جب سے کہ مقابلہ کا امتحان مقرر ہوا ہے بعض رذیل اقوام مین سے جیسے کہ موچی حلوائی وغیرہ مین بعض آدمی امتحان مین پاس ہوکر سول سرونیٹ بنجاتے ہین جو اپنے خاندان کی کمینگی کے سبب سے بیہودہ حرکتین کرتے ہین مگر ہندوستانی یہہ تمام خیال رکہتے ہین کہ پہلے جیسے شریف حاکم آتے تھے اب نہین آتے اس خیال کا سبب یہہ ہے کہ پہلے انگریزون سے ہندوستانیون کو بہت فائدہ پہنچتا تھا لیکن یہہ فائدہ کچھ انکی شرافت کی وجہ سے نہین پہنچتا تھا بلکہ ہندوستان کے حالات کی لاعلمی کے سبب سے سوداگر اور تاجر ہندوستان کی چیزون کو دگنی تگنی قیمت کو پہلے انگریزون کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے اب انگریز ایسے واقف ہوگئے ہین کہ وہ انکے دھوکہ مین نہین آتے۔ ایسی ہی

حال اہلکارون کا ہے کہ وہ حکام کی ناواقفیت کے سبب رشوتین لے لیکر لکھ پتی ہو جاتے
تھے اوران اپنے ناجائز فائدون کو انگریزون کی شرافت سے منسوب کرتے تھے حالانکہ وہ
انکی لاعلمی کے سبب حاصل ہوتے تھے اب سول حکام ہندوستانی اہلکارون کی عادات سے
ایسے واقف ہوگئے ہین کہ وہ جسطرح سے پہلے رشوت لیتے تھے اب نہین لے سکتے۔ اب تو
عدالتون مین رشوت لی نہین جاتی مگر دی جاتی ہے جسکے نہ دینے سے اہل مقدمہ کا اتنا
نقصان ہوتا ہے کہ رشوت دینے سے نہین ہوتا۔ سول سرونٹ کی دو شاخین ہین ایک
اگزیکیوٹو یا انتظامی دوم جیوڈیشیل یا عدالتی۔ پہلے زمانہ مین سلطنت کے بعض حصون مین
ان دونو شاخون مین حکام متعدد آپس مین بدل جاتے تھے اور بعض حصون مین
وہ الگ الگ رہتے تھے لیکن فی الحال اس زمانہ مین علی العموم یہ امر اختیار کیا گیا
ہے کہ نوجوان سول سرونٹ کچھ تھوڑے برسون تک اگزیکیوٹو یا انتظامی شاخ مین
کام کرتے ہین تاکہ وہ دیسی زبان سے خوب واقف ہو جائین اور رعایا کے طریقون اور
رسم ورواج سے آگاہ ہو جائین پھران مین بقدر ضرورت ہر شاخ مین ایک قطعی تقسیم
ہوتی ہے کہ سول سرونٹون مین سے بعض اگزیکیوٹو یا انتظامی شاخ مین اور بعض جیوڈیشل
شاخ مین بقدر ضرورت مقرر ہوتے ہین اس تقسیم مین خدمات کی ضروریات کے موافق لیاقتین
وقابلیتین حکام کی جہان تک ممکن ہے دیکھ لی جاتی ہین ان دونو مین اگزیکیوٹو یا انتظامی
کام زیادہ دلچسپی رکھتا ہے اسلیئے اکثر حکام کا میلان خاطر اسکی طرف ہوتا ہے مگر بعض حکام کا
پہلے ہی سے جوڈیشیل (عدالتی) کام کی طرف بہت رجحان ہوتا ہے۔

انتظامی لین مین ایک ہی سول سرونٹ مجسٹریٹ اور کلکٹر ایک ضلع مین مقرر ہوتا ہے
جسکا رقبہ تین ہزار میل سے پانچ ہزار میل تک ہوتا ہے اور آبادی دس بیس لاکھ آدمیونکے
درمیان ہوتی ہے۔ اس کے طرح طرح کے تعلقات ان کامون سے ہوتے ہین روینیو
(آمدنی ملکی) اور خزانہ وزرمالگزاری اراضی۔ پولس۔ مجسٹریٹی۔ جیلخانے۔ تعلیم عام۔
میونسپلٹی۔ لوکل فنڈس اور بڑے بڑے ترقی کے کام۔ بہت ضرورتین ایسی آنکر
پڑتی ہین کہ وہ مستعدی اور سعی سے رعایا کو خوفون وآفتون سے بچاتا ہے وہ رعایا کی

سب جماعتون کو باہم متفق رکھتا ہے ان مین آپس مین دنگہ فساد نہین ہونے دیتا وہ اپنے ضلع کو ایسا ہی خیال کرتا ہے جیسے کوئی تعلقہ دار اپنے علاقہ و تعلقہ کو سب طرح سے اسکے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے وہ ضلع کے تمام معاملات مین بہت دل لگاتا ہے وہ دیکھتا ہی کہ اس کے ضلع کی رعایا کس طرح محنت و پیشہ و حرفہ کر رہی ہے کیا کیا صنعت کے کام بنا رہی ہے۔ کیا کیا وہ پیدا کرتی ہے کیا کیا تجارت کرتی ہے کون کون سے انکے تہوار ہوتے ہین کیا کیا انکی مقامی رسومات ہوتی ہین وہ بہت سے ہندوستانیون کا مستقل دوست صادق بنتا ہے اپنے قوار عقلیہ مین سے اسکو زیادہ تر قوت ممیزہ کو کام مین لانا پڑتا ہے کہ وہ جن ہندوستانیون سے ملتا جلتا ہے انکے اخلاق مین تمیز کرتا ہے وہ بہت سے ایسے ہندوستانیون سے ملیگا جنکی قوت ممیزہ خود بڑی زبردست ہوتی ہے وہ فوراً حاکم کے مزاج شناس ہو جاتے ہین اور سمجھ جاتے ہین کہ وہ کن باتون مین قوی اور کن باتون مین ضعیف ہے اکثر اس کے گرد خوشامدی ہندوستانی جمع ہو جاتے ہین انہین اکثر یہ چاہتی ہین کہ چاپلوسی و لجاجت کر کے اسکو دہوکہ اور فریب دین اور مغالطہ مین ڈالین جب ہندوستانیون سے انکی رائین انکے دلی خیالات اور سوچ بچار کی باتین دریافت کرنی ہون تو حاکم کو چاہیئے کہ وہ پہلے سے اپنی رائون اور خیالات سے انکو مطلع نہ کرے اور نہ ان نتائج کو جو اسنے نکالے ہین علامات کے ذریعہ ظاہر ہونے دے ورنہ وہ اپنے یورو پین حاکم کی رائون کے شرگانے کے لئے جلد تیار ہو جائینگے اور انکی رائون کے خلاف کبھی اپنی رائے نہین ظاہر کرینگے انکا قول تو یہ ہے کہ خلاف رائے سلطان رائے جستن بخون خویش کمر بستن است ؎ اگر شہ روز را گوید شب است این + بباید گفت اینک ماہ و پروین +
جب ہندوستانیون سے گفتگو کرنے مین کوئی حاکم احتیاط نہین کرتا تو وہ انسے اپنی ہی باتونکی گونج سنتا ہے۔ انگریزی حاکمون سے ہندوستانی اپنے خیالات کو بہت مخفی رکھتے ہین لیکن جو انگریز حاکم نہین ہوتے انسے وہ دلکی باتین بتانے مین تکلف نہین کرتے اور آزادانہ باتین کرتے ہین اور جانتے ہین کہ اگر وہ ہمارے دل کی باتون سے واقف ہو جائینگے تو ہم کو کسی طرح کا خوف نہین ہے اس لیئے کسی حاکم کو ہندوستانیون کی دلون کی باتون پر

آگاہی حاصل کرنے مین بہ نسبت غیر حاکم انگریز کے بہت دشوار ہی ہوتی ہے - ہندوستانیون کی بیجا اور ناحق باتین جو خاص تعریف کے مقابہ مین ہوتی ہین انپر ہمیشہ نگہبان ہونے کے علاوہ اسکو اس بات سے بھی مطلع ہونا چاہیئے کہ ہندوستانیون کا میلان خاطر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمسایون کی کنایۃً شکایتین اس طرح کرتے ہین کہ وہ ظاہری تہمت لگانے سے زیادہ خطرناک ہوتی ہین -- نیک ہندوستانی جو اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا کرتے ہین جس کے سبب سے لوگ انکے دشمن ہو جاتے ہین تو وہ کسی اور بات سے ایسا نہین ڈرتے جیسیکہ اسبات سے کہ لوگ انکے اخلاق پر مخفی اظہارات سے ایسی تہمتین ان کے اوپر لگاتے ہین کہ حاکم کا دل انکی طرف سے پھر جائے اور وہ اس کے خلاف ہو جائے -

سول سرونٹ بڑا احتیاط ہوتا ہے کہ زیر تجویز مقدمات مین غرض مند آدمیون کو اجازت نہین دیتا کہ وہ کوئی جدا یا شخصی بیان کر سکین مگر وہ ہندوستانیون کی کل اقسام اور حالات پر پوری رسائی نہین رکھ سکتا وہ خاص دلون مین بعض گھنٹون مین جب اسکو اپنی فرائض سے فرصت ملتی ہے تو وہ ہندوستانیون سے اپنے گھر مین ملتا ہے اور پیدل چہل قدمی مین یا گھوڑے کی سواری مین وہ راہ چلتون سے باتین کرتا ہے اور اسطرح ہندوستانیون کی مزاج کا نبض شناس ہوتا ہے - صبح کی ٹھنڈی ہوا مین وہ شہر کا ملاحظہ کرتا ہے اپنی صدر مقامات کے قریب کے مقامون کو دیکھتا ہے حفظان صحت کی ترقی مین کوشش کرتا ہے مدرسون کا معائنہ کرتا ہے پبلک ورکس (عمارات) کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ترقی کی اصل تدابیر کو سوچتا ہے وہ ان کامون کے کرنے سے ایسا ہی مسرور ہوتا ہے جیسے کہ کوئی تعلقہ دار اپنے باغون اور کھیتون اور کارخانون کو دیکھکر محظوظ ہوتا ہے اس کی ہمت بلند کا یہہ اقتضا ہوتا ہے کہ جس مقام مین کہ اسنے چند مدت تک قیام کیا ہے اس مین چاہتا ہے کہ اپنے بعد بعض مفید کامون کو ایسا چھوڑ رون جو میری ترقی دینے والے ہاتھ کی یادگار رہون -

تقریباً آدھے سال وہ اپنے صدر مقام سے جدا رہتا ہے اور خیمون ڈیرون کو ساتھ لیکر کوچ کرتا ہے - ہندوستان مین وہ اپنے عہد حکومت مین ان خیمون کے اندر اپنی زندگانی

سب طرح سے زیادہ خوشی سے بسر کرتا ہے وہ دن بھر ہندوستانیون کی ان جماعتون
کے ساتھ ملتا جلتا ہے جنسے کہ وہ اپنے ضلع کے مرکز مین مفید طور پر نہین مل سکتا تھا
وہ انکی حالت کو جب ہی اچھی طرح جان سکتا ہے کہ دور جاکر انکے گھرون پر ملے وہ گھوڑی پر
سوار ہوکر کھیتون مین گاگشت کرتا ہی اور دہات مین خیمہ زن ہوتا ہے راہ مین شکار کھیلتا
ہے درختون کی شاخون کے سایہ مین اپنا خیمہ لگاتا ہے دوپہر کو اس مین لنچ کھاتا ہے
ٹھنڈی رہا سلے کی راتون مین اپنے خیمہ کے دروازہ کے باہر کے الاؤ کی گرمی سے
اپنے تئین گرم کرتا ہے ہندوستانیون کے ساتھ بہت اچھی طرح میل جول کرتا ہے
جو صدر مقام مین اس سبب سے نہین ہوسکتا تھا کہ وہان اہلکارون کا ہجوم کم و بیش لگا رہتا ہے
وہ شرقی کھیل کھیلتا ہے اور دل لگیان کرتا ہے وہ اپنے ضلع اور اہل ضلع کے حالات کو
جسطرح یہان سیکھتا ہی وہ کسی اور طرح نہین سیکھ سکتا جہان اسکی نظر پڑجاتی ہے وہان حسن
ہی نظر آتا ہی بعض اوقات وہ حسین اور دل آویز چیزون کے دیکھنے مین محو ہوجاتا ہی
ان سب باتون کے سبب سے وہ اپنے ضلع کو عزیز رکھتا ہے وہ چند ہفتے یا چند مہینے
دورہ وسفر کرکے اپنے صدر مقام مین مراجعت کرتا ہے اس عرصہ مین وہ انگریزی زبان کو کمتر
سنتا ہی اس دورہ کرنے سے اس کے جسمانی قوا رمین توانائی اور دل مین تازگی شگفتگی آتی
ہے اسکی قوت متخیلہ تازہ بتازہ خیالات پیدا کرتی ہے اور اسکی قوت آزادی نئے ارادون پر
آمادہ کراتی ہے موسم گرما کے بڑے دنون مین ان مفید تدابیر کو جاری کرتا ہے جن کو
موسم سرما مین اسنے سوچا تھا۔ اب بند کمرون کی گرمی اور بھن بھن سے گھبراکر اس کو تمنا ہوتی
ہے کہ ضلع کے اندر پھر دورہ کرنے کے دن آئین جنمین فصل نوخیز بر عالم فطرت اوس کو چمکاکر
اپنے تئین آراستہ کرتا ہے اور جاڑے کی ہوا صحت بخش سے تازہ و شگفتہ ہوتا ہے۔
مجسٹریٹ و کلکٹر کا اوفس (محکمہ) انگریزی نظم ونسق کے نظام کے اس حصہ کا مرکز ہے جو ہندوستان کے
جمہور انام سے تعلق رکھتا ہے بس جب تک یہہ جلیل القدر افسر قابل ولائق و کارگر رہین گے
جیسے کہ اب تک رہے ہین تو ہندوستانیون کی نگاہ مین یہہ محکمہ بڑا کامیاب نظر آئے گا
جو مشاہدہ کرنے مین صاحب کمال ہین وہ ان حکام متعہد کو مشرق مین عمدہ نمونہ جان کر

بڑی انکی قدر شناسی کرتے ہین ایک قسیس کلیسا نے جو مشرقی و مغربی ملکون سے خوب واقف تھا بیان کیا ہے کہ مین نے دنیا مین ان آدمیون کی جماعت سے بہتر کوئی جماعت نہین دیکھی جیسے کہ ہر چیز کے اندازہ کرنے کے لیئے ایک پیمانہ واحد ہوتا ہے ایسے ہی نظم و نسق کے اندازہ کرنے کا پیمانہ واحد ضلع ہے اور ضلع کا حاکم افسر خواہ کلکٹر مجسٹریٹ ہو یا ڈپٹی کمشنر ہو وہ سارے ضلع کے کامون کا جوابدہ ہوتا ہے اور اسکی اپنی ذاتی مستعدی و جدکاری و اخلاق پر گورنمنٹ کے کامون کے موثر و کارگر ہونے کا مدار ہوتا ہے اس کے خاص فرائض منصبی اسقدر متعدد و مختلف طرح کے ہوتے ہین کہ انکو سنکر حیرت ہوتی ہے اس کے ماتحت یوروپین اور ہندوستانی کام کرتے ہین اسی کے ہم قدم ہوتے ہین وہ کام کرنے مین بڑا جید و مستعد ہوتا ہے اور اہل زراعت کی سب طرح کی بہبودی اسی پر منحصر ہوتی ہی وہ اپنے ضلع مین بڑا صاحب اختیار ہوتا ہے اور کامون کی ابتدا کرتا ہے۔

انگریزی زبان مین کلکٹر کے معنے جمع کرنے والے کے اور مجسٹریٹ کے معنی سردار کے ہیں۔ ان معانی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو طرح کا افسر ہوتا ہے ایک مالی کہ مالگزاری اراضی اور اور قسم کے محاصل کو جمع کرتا ہے اور وہ جج ہوتا ہے کہ فوجداری اور مالی ابتدائی مقدمات اور ان کے اپیل اسکے روبرو دائر ہوتے ہین۔ پولس۔ جیل خانے۔ تعلیم۔ میونسپلٹی۔ سڑکین۔ حفظان صحت۔ اسپتال۔ مقامی ٹیکسین۔ ضلع کی شاہی آمدنی یہہ سب کام ایسے ہین کہ جنسے وہ روزانہ سروکار رکھتا ہے اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہندوستانیون کی معاشرت کے ہر پہلو سے اور ملکیت کی ہر قدرتی صورت سے اپنے تئین واقف کرے اسکا قانون دان محاسب۔ سرویر۔ منشی سرکاری کاغذات کی تحریر کے لیئے ہونا ضرور ہے فن زراعت و پولیٹکل اکونومی (سیاست مدن) وانجنیرنگ مین اسکا علم کم نہین ہونا چاہیئے۔

برٹش انڈیا مین اضلاع کی کل تعداد ۲۵۰ ہی جس مین کوہستانی اضلاع مدراس و آسام۔ برہما۔ بنگال شامل ہین انکی رقبہ و آبادی کا اوسط نیچے جدول مین لکھا ہے۔ لیکن اس اوسط مین بہت اختلافات کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ رقبہ کا اوسط بحیثیت مجموعی ۳۸۵۹ مربع میل ہے۔

بالا برہما مین گھامن ڈون کے ضلع کا ۹۰۰۰ میل مربع رقبہ ہے اور اسی پروونس مین امہرسٹ کے

ضلع مین ۱۵۲۰۰ مربع میل رقبہ ہے اور اودھ مین لکھنؤ کا رقبہ ۹۶۷ مربع میل ہے اور ممالک مغربی شمالی مین بنارس کا ۱۰۰۹ مربع میل ہے یہی صورت آبادی کے اوسط کی ہے کہ اس مین اختلافات کا سلسلہ جاری ہے عام اوسط ۸۷۶۲۴۲ آدمی ہے بنگال مین مہمن سنگہ کے ضلع مین ۲۱۸۶۲۷۴۳ آبادی ہے اور ممالک مغربی مین گورکھپور مین ۲۹۹۴۵۷ آبادی ـ
مدراس مین مالابار مین ۲۶۵۲۵۶۵ اور آسام مین سلہٹ مین ۲۱۵۴۵۹۳ اب اسکے برخلاف چھوٹے پہاڑی ضلعے جیسے شملہ و نیلگری اور روبی مانیس ہیں خارج کر کے سالون اور بائن مانا اضلاع ہین جنکے باشندے صرف ۳۱۴۳۹ اور ۱۳۴۹۵ ہین ممالک مغربی کے جو خوب کھچا کھچ آباد ہے دیرہ دون کا ضلع ہے جس مین ۱۶۸۱۳۵ باشندے ہین سندھ مین بالای سرحد کے ضلع مین ۱۷۴۵۴۸ باشندون سے زیادہ نہین ہین لیکن اودھ اور بنگال مین کم از کم آبادی ۷۷۴۱۶۳ اور ۵۴۵۴۸۶ باشندون سے کم نہین آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے مدراس مین بڑے بڑے ضلعے ہین اور برار مین چھوٹے چھوٹے سوا مدراس سب پروونسون مین اضلاع کے مجموعے بنائے گئے ہین جنکو ڈویژن یعنی قسمت کہتے ہین ہر قسمت مین ایک کمشنر ہوتا ہے مگر یہہ قسمتین مثل اضلاع کے نظم و نسق کے پیمانہ واحد نہین ہین بلکہ وہ پیمانہ واحد کے مجموعے ہین وہ نگرانی کی آسانی کے لیے بنائی گئے ہین کہ درمیانی حاکم مقامی حکومت کرے جسکا کرنا لفٹنٹ گورنر کے لیئے بُعد کے سبب سے ناممکن ہے ـ

برٹش انڈیا کے اضلاع کا رقبہ و آبادی

پروونس	تعداد ضلع	اوسط: رقبہ مربع میل مین	اوسط: آبادی	پروونس	تعداد اضلاع	اوسط: رقبہ مربع میل مین	اوسط: آبادی
مدراس	۲۵	۵۶۴۶	۱۴۰۶۱۱۷	ممالک متوسط سنٹرل انڈیا	۱۸	۴۸۰۵	۵۹۹۱۲۷
بمبئی (سندہ شامل)	۲۳	۵۴۳۰	۷۸۴۱۴۲	آسام	۱۳	۳۷۷۰	۴۲۱۲۹۵
بنگال	۴۷	۳۲۲۴	۱۵۰۳۵۴۰	برما	۳۵	۴۸۹۷	۲۱۵۴۷۸
ممالک مغربی شمالی و اودھ	۴۹	۲۱۹۴	۹۵۷۲۲۷	اجمیر میواڑہ	۲	.	.
				کورگ	۱	.	.
پنجاب	۳۲	۳۵۷۰	۶۷۲۹۳۲	برار	۶	۲۹۵۳	۴۸۲۹۱۵
				میزان کل	۲۵۰	۳۶۴۸۹	

حاشیہ رقبہ اور آبادی کے اوسط نکالنے مین ان شہرون کو جو بجاے خود ضلع ہین جیسے کہ کلکتہ بمبئی مدراس ورنگون چھوڑ دیئے گئے ہین اور کوئٹہ اور پورٹ بلیر کے خاص خطون کو حساب مین نہین لگایا۔

ضلعون کی تقسیم پھر چھوٹے حصون مین کی گئی بنگال مین اس کو سب ڈویژن مدراس اور بمبئی مین تعلقہ اور ممالک مغربی مین علے العموم تحصیل کہتے ہین - یہہ چھوٹی تقسیمین کل برٹش انڈیا مین پہلے زمانہ مین مالی انتظام کی پیمانہ واحد تھین اور تھانہ پولس کے انتظام کا پیمانہ واحد تھا ہر پروونس مین خاص تعداد کی قسمتین ہوتی ہین جنین سے ہر ایک مین سشن کی عدالت قائم ہوتی ہے اور اسکا حاکم اعلے سیشن جج ہوتا ہے زائد جائنٹ و اسسٹنٹ سیشن جج مقرر ہو سکتے ہین - ہر سیشن کی قسمت مین ضلعون کی خاص تعداد ہوتی ہے جنین سے ہر یک ضلع مین مجسٹریٹ ہوتا ہے جسکو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا حاکم ضلع کہتے ہین اس کے ماتحت جتنے مجسٹریٹون کی ضرورت ہوتی ہے وہ مقرر کئے جاتے ہین ان سب پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو استیلا ہوتا ہے - کلکتہ بمبئی مدراس کے شہرون کے مجسٹریٹون کو پریسیڈنسی مجسٹریٹ کہتے ہین —— یوروپین برٹش رعایا پر حکمرانی کے لیئے چاہئے مجسٹریٹ جسٹس آو دی پیس مقرر کیا جائے اور یہہ جسٹس آو دی پیس خود یوروپین برٹش رعایا ہو اس قاعدہ کی بعض مستثنے صورتین بھی ہین کہ پریسیڈنسی مجسٹریٹ جسٹس آو دی پیس باعتبار عہدہ کے ہوتا ہے قانون کے موافق اسکا یوروپین برٹش رعایا ہونا ضرور ہے ہائی کورٹ کو اختیار ہے کہ قانون تعزیرات ہند یا کسی اور قانون کے موافق جو اپنا حکم چاہے جاری کرے -

قانون کے موافق سیشن جج جو سزا دینی چاہے دے سکتا ہے مگر موت کا حکم بغیر ہائی کورٹ کی منظوری کے نہین دے سکتا سیشن جج کی عدالت مین تمام تحقیقاتین تجویزین جیوری یا اسیسرون کے روبرو ہوتی ہین مجسٹریٹ تین نوع کے ہوتے ہین -

اول پریسیڈنسی مجسٹریٹ اور اول درجہ کے مجسٹریٹ قید جو دو سال سے زائد نہ ہو اور جرمانہ ایک ہزار روپیہ سے زائد نہ ہو کر سکتے ہین جن مقدمات کا فیصل کرنا انکی حد اختیار سے باہر ہو وہ سیشن یا ہائی کورٹ کو سپرد کر سکتے ہین -

دوم درجہ کے مجسٹریٹ قید جو چھ مہینے سے زائد نہ ہو اور جرمانہ جو دو سو روپیہ سے زائد نہ ہو کرسکتے ہیں
سوم۔ سوم درجہ کے مجسٹریٹ ایک مہینہ سے زائد قید اور پچاس روپیہ تک جرمانہ کرسکتے ہیں
خاص مقامات مین خاص قیود کے ساتھ مجسٹریٹ اول درجہ کا یا مجسٹریٹ درجہ دوم کا
جسکو یہ اختیار دیا گیا ہو بیت لگانے کا حکم دے سکتا ہے۔ ہائی کورٹ کے ججون کو
بادشاہ مقرر کرتا ہے باقی اور ججون و مجسٹریٹون کو پروونس کی گورنمنٹ مقرر کرتی ہے۔

تعزیرات ہند کا قانون سب جماعتون کے لئے ایک ہی ہے لیکن یوروپین برٹش رعایا جو
جرم کرتی ہے اس کے لیئے خاص ضوابط مین سنہ ۱۸۷۲ء تک باستثناء خفیف جرمون کے
یوروپین برٹش رعایا کے جرمون کی سزا ہائی کورٹ سے ملتی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہہ تھا
کہ انصاف نہین ہوتا تھا کیونکہ مستغیثون اور گواہون کو پہلے اسکے کہ مقدمہ کی شنوائی ہو
ہزارون میل سفر کرنا پڑتا تھا اس تکلیف کے رفع کرنے کا علاج یہہ کیا گیا کہ سنہ ۱۸۷۲ء مین
بوقت تبدیل ضابطہ عدالت فوجداری کونسل کے لیگل ممبر سر جیمس سٹیفن کی یہہ تجویز منظور ہوئی
کہ یوروپین برٹش رعایا خواہ کوئی جرم کرے اسکی تحقیقات اعلے درجہ کا مجسٹریٹ بشرطیکہ وہ
جسٹس آف دی پیس ہو اور نیز سشن جج کرسکتا ہے لیکن دونو صورتون مین اسکی ضرورت
ہے کہ مجسٹریٹ یا جج خود یوروپین برٹش رعایا ہو ایک مجسٹریٹ تین مہینے کی قید اور ہزار روپیہ
جرمانہ کرسکتا ہے سشن جج ایک برس کی قید اور جرمانہ کرسکتا ہے اور جن جرمون مین زیادہ
سخت سزا کی ضرورت ہو وہ ہائی کورٹ کے سپرد کیئے جاتے ہین اور کلکتہ و بمبئی و مدراس مین پریسیڈنسی
مجسٹریٹ جو باعتبار اپنے عہدہ کے جسٹس آف دی پیس ہوتا ہے خواہ یوروپین ہو یا ہندوستانی
وہ یوروپین برٹش رعایا کو سزا دے سکتا ہے۔

یہی قانون جب تک رہا کہ سنہ ۱۸۸۳ء مین گورنمنٹ ہند نے یہہ خیال کیا کہ یوروپین برٹش
رعایا کے باب مین جو قانون ہے وہ بدلنا چاہیئے سنہ ۱۸۵۳ء مین جو سول سروس کے
کے مقابلہ کا امتحان ٹھیرا تھا اس مین دونو یوروپین اور ہندوستانی یکسان تھے اس لیئے
پارلیمنٹ نے تجویز کی کہ خاص عہدے جنمین بڑے جیوڈیشل اور مجسٹریٹ کے عہدون کی تعداد
زیادہ تر ہو سول سروس کے ممبرون کو دیئے جایئن سنہ ۱۸۸۳ء مین سول سروس مین بارہ ہندوستانی

تھے لیکن ان مین بہت تھوڑے ایسے تھے جنکی مجسٹریٹ یا سشن جج ہونے کی نوبت آئی ہو حسب ضابطہ فوجداری کوئی ہندوستانی جو ان عہدہ پہ ہو مجاز نہ تھا کہ وہ یوروپین برٹش رعایا کو کسی جرم کی سزا دے سکے گورنمنٹ نے خیال کیا کہ اس باب مین جو قانون ہے وہ بدلنا چاہیئے یہہ کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہند نے یہ قصد کر لیا تھا کہ یوروپین برٹش رعایا پر سزا دینے کا اختیار اس طرح دیا جائے کہ قانون مین سے فوراً وہ انتظامی ناقابلیتین جو مبنی نسل کے امتیاز پر ہین بالکل باقی نہ رہین امر مذکور کے اعلان سے یوروپین گروہ مین بڑے غیض و غضب کی آگ مشتعل ہوئی۔ گورنمنٹ کے ملازم و غیر ملازم دونو مین وہ اشتعال طبع پیدا ہوا کہ اس کے سبب ایک بڑا پولیٹکل فکر و تردد پیدا ہوا اور ہندوستانیون اور انگریزون کے دلون مین ایک دوسرے کی طرف نہایت قابل افسوس خیالات بد پیدا ہوئے اسکا نتیجہ آخر کو یہہ ہوا کہ ایکٹ تین ۱۸۸۴ء پاس ہوا جسکے موافق ہندوستانی ججون کو برٹش رعایا کے سزا دینے کا اختیار نہین ملا مگر اگر کوئی ہندوستانی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا سشن جج مقرر ہو تو وہ مثل انگریزی مجسٹریٹ اور سشن جج کے یوروپین برٹش رعایا کو سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے مگر اس مین بھی یہہ شرط لگی ہوئی ہے ہر ایک یوروپین برٹش رعایا کو اختیار ہی کہ وہ مقدمہ کے فیصلہ کے لیئے جیوری مقرر کرائے جسمین آدھے ممبر انگریز اور آدھے ممبر ہندوستانی ہون۔ انگریز مجسٹریٹ جسٹس آف دی پیس مقرر ہو کر یوروپین برٹش رعایا کو سزا دینے کا اختیار رکھتے ہین لیکن کوئی ہندوستانی مجسٹریٹ جسٹس آف دی پیس نہین مقرر ہو سکتا۔

برٹش انڈیا کے لیئے قانون فوجداری کا مجموعہ کامل ہے لیکن قانون دیوانی کا مجموعہ مدون ہونا مشکل ہے۔ ہندو مسلمان دونو کے پاس قانون کا بڑا مجموعہ مدون موجود ہے جنکو وہ کم و بیش الہام آلہی سمجھتے ہین اور اس مین ملکیت و وراثت اور اور تعلقات زندگانی کے لیئے سب قسم کی ہدایتین موجود ہین اگر ہندوستانیون کے رسم و رواج اور تعصبات و خیالات انسانیت و انصاف کے برخلاف نہ ہون تو برٹش گورنمنٹ انکا پاس و لحاظ رکھنا اپنے اوپر فرض سمجھتی ہے اور فقط اس شبہ کا ہونا کہ گورنمنٹ ان مین مداخلت کرتی ہے وہ

ایکٹ تین ۱۸۸۴ء

مجموعہ قوانین کا مدون

اپنے لیے خطرناک جانتی ہے۔ مسلمانون کے قانون کے مدون کرنے کی گورنمنٹ کو ضرورت نہین وہ خود مدون ہے ہندوؤن کا قانون مختلف پردوستون مین مختلف ہے اس مین تبدیلیان مقامی اور شخصی رسم ورواج سے ہوئی ہین بس دیوانی قانون حقوق کے بڑے حصہ کے لیے گورنمنٹ کے واضعان قوانین کو مدون کرکے کوڈ یعنی مجموعہ بنانے کی ضرورت نہین وہ ان قوانین کا مجموعہ مدون کرتی ہے جو معاہدات و دستاویزات قابل انتقال وانتقال جائداد ٹرسٹس (امانتون) حق آسائش و شہادت و جماعت سے متعلق ہین۔ ایک کوڈ یعنی کامل مجموعہ ضابطہ دیوانی موجود ہے جسپر عمل ہوتا ہے ایک اور بڑا باب قانون دیوانی قانون جانشینی ہی جس مین وصیت اور وصیت نامہ کے موافق جانشینی کا قانون داخل ہے لیکن یہہ قانون زیادہ تر یوروپین اور ایسٹ انڈین اوران جماعتون کے کام مین آتا ہے جنھون نے برٹش انڈیا کو اپنا گھر بنالیا ہے وہ ہندو مسلمانون کے لیے نہین ہے۔ یہہ قوانین آسانی سے سمجھ مین آتے ہین وہ طول طویل نہین ہین مختصر ہین شائد کوئی اور ملک دنیا مین ایسا ہوگا جسمین ایسے قوانین عمدہ ہون ہندوستان مین فی الحال قوانین کے اندر تسہیل و ترمیم بہت ہوئی۔ دس بیس برس سے یہہ غلط خیال پھیل رہا تھا کہ ہندوستان کے لیے اسقدر زائد قانون بنائے گئے ہین کہ انکے ہاتھون سے وہ تنگ ہورہا ہے اس اعتراض کے دور کرنے مین واضعان قوانین نے بہت کوشش کی ہے۔

۱۸۵۹ع سے پہلے جو ضابطہ دیوانی تھا وہ نہایت بیچدار اصطلاحات سے بھرا ہوا تھا جسکے سبب سے بیچیدگیان [illegible] تھین کہ [illegible] دی جائین اور فریب و حیلہ بازی کی جائین ہندوستانی جج [illegible] تعلیم یافتہ تھے اور انکی دیانت بھی بعض اوقات مشتبہ ہوتی تھی انکی تنخواہین بھی ایسی کم تھین [illegible] دیانت کی توقع کرنی بھی بعید از عقل تھی۔

[illegible] ضابطہ دیوانی اول جاری ہوا وقتاً فوقتاً اس کی اصلاحین اور ترمیمات ہوتی رہین اس کے سبب سے عدالت کی کارروائی کا ضابطہ سادہ اور معقول ہوگیا اور ہندوستانی ججون کا منصب بڑھ گیا اب وہ تعلیم یافتہ جماعت ہے جنکو قانون کا پورا علم ہے اور تنخواہین بڑی بڑی ملتی ہین اوران کے خصائل وعادات مین بڑی بڑی تبدیلیان ہوگئی ہین۔

دیوانی کی کچہریان جو ہائی کورٹ کے ماتحت ہین اکثر تین قسم کی ہین۔ ڈسٹرکٹ جج کی۔
سب اورڈی نیٹ جج کی۔ منصف کی۔ جج اپنی قسمت کی ساری کچہریون کا اعلے افسر ہوتا ہی
اور اپنی ماتحت عدالتون کے فیصلون کے اپیل سنتا ہے۔ سب اورڈی نیٹ جج بعض
قیدون کے ساتھ ہر مقدار کے مقدمہ کی تحقیق و تجویز کرسکتا ہے۔ منصف کے اختیارات
مختلف پرووںسون مین مختلف طرح کے ہین بعض پرووںسون مین منصف پانچہزار روپیہ کے
مقدمہ کو فیصل کرسکتا ہے۔ دسٹرکٹ جج کے فیصلون کا اپیل ہائی کورٹ مین ہوتا ہے
محکمات خفیفہ بھی ہین جنمین تھوڑی مقدار کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے جنکا اپیل نہین ہوتا
سنہ ۱۸۳۶ء تک یوروپین برٹش رعایا کے مقدمات دیوانی صرف سپریم کورٹ مین دائر ہوتے
تھے لیکن ایکٹ سنہ ۱۸۳۶ء نافذ ہوا جسکے سبب سے اسکے مقدمات کمپنی کی دیوانی عدالتون مین دائر
ہوتے ہین جنمین ہندوستانی اور انگریزون کی کچھ تمیز باقی نہین رہی جسکے سبب سے انگریزون کو
بہت غصہ آیا اور انہون نے اس قانون کا نام بلیک ایکٹ (کالا قانون) سنہ ۱۸۳۶ء مین رکھا۔
فی الحال ہندوستانی ججون کے ہاتھ مین کل دیوانی عدالتین ہین باستثناء اپیل کی اعلے
درجہ کی عدالتون کے انکو دیوانی مقدمات مین ہندوستانیون اور یوروپین پر یکسان اختیارات
حاصل ہین اور اب انگریز اسپر کچھ اعتراض بھی نہین کرتے۔ ہندوستانی جج اس سبب سے کہ دیوانی
مقدمات کو بہ نسبت انگریزون کے اچھی طرح فیصل کرسکتے ہین کہ وہ ہندوستانیون کی زبان خوب
سمجھتے ہین اور انکی رسم و رواج و معاملات سے خوب واقف ہوتے ہین یہی وجہ ہے کہ دیوانی عدالت کا
کل کام اکثر ہندوستانیون کے ہاتھ مین ہے سنہ ۱۸۸۳ء مین لارڈ ہینسلر نے لارڈس ہوس مین کہا کہ
پریوی کونسل مین جو ہندوستان کے مقدمات کے اپیل ہوتے ہین انمین مین تجربہ حاصل کرکے ہندوستانی
ججون کی دیانتمندی و علم و استقامت راے و صحت تجویز کی نسبت کہتا ہون کہ ان باتون مین
انمین اور انگریزون مین کچھ فرق نہین دونو خوبی مین برابر ہین۔

اکثر دیوانی عدالتون مین بہت ترقیات ہوئی ہین مگر انکی نسبت نہین کہا جاتا کہ جس نظام کے ماتحت
دیوانی عدالتین ہین وہ بالکل قابل اطمینان ہے اس لیئے کہ جاہل رعایا کو اسکا سمجھنا نہایت مشکل ہے
اور اسکی کارروائی مین بڑی سختی ہے مشکل مقدمات کے لیئے وہ اچھا ہے مگر وہ اکثر مقدمات کیلئے

ایسی کل ہے کہ بڑی محنت سے چلتی ہے سالانہ جو مقدمات ۰۰۰۰۰۱۵ کچہریون مین فیصل ہوتے
ہین ان مین آدھے سے بہت کم ایسے مقدمات ہوتے ہین جن کی مقدار بیس روپیہ ہوتی ہے
اور ۰۰۰۰۱۲۵ مقدمات مین سے ہر ایک کی مقدار سو روپیہ سے کم ہوتی ہے ہندوستانی
زراعت پیشون کے لیئے یہہ کچہریان ایک معما ہے جسکو وہ سمجھتے نہین - ان مین بہت خرچ ہوتا ہی
بھاری اسٹامپ لگایا جاتا ہے اسی سے عدالت کا خرچ چلایا جاتا ہے - عدالت کے
ارزان و آسان نہ کرنے کی وجہ یہہ بیان کی جاتی ہے کہ ناحق نالشین کرنے کی لوگون کو
ترغیبین نہ ہون -

فوجی افسرون کا سول عہدون پر مقرر ہونا

اب تک ہم نے سول سرونٹ عہدہ دارون کا ذکر کیا ہے انکے سوا ایک بڑی ذی وقعت جماعت افسر فرنگی
فوج مین سول اور پولیٹکل خدمات کے لیئے منتخب کی جاتی تھی وہ ہندوستانی سپاہ
یوروپین افسر ہوتے تھے اب سپاہ سالار کے سٹاف کے افسر ہوتے ہین ڈپلومیٹک یا پولیٹکل
عہدون پر اکثر یہی فوجی افسر ہوتے ہین اور وہ پنجاب و اودھ برہما آسام ممالک متوسط سند
برار مین سول افسر بھی مقرر ہو جاتے ہین اس صورت مین انکے عہدہ کی خدمات وہی ہوتی ہین جو حکام
سول سرونٹ کی ہوتی ہین انمین بڑے بڑے لائق حاکم ہوئے ہین جن کے کارنامے تاریخون
مین مندرج ہین -

انگریزون کی اور جماعتین بھی انگلنڈ سے منتخب ہو کر آتی ہین جیسے کہ سررشتہ تعلیم کے افسر ہین
کہ وہ انگلستان کی یونیورسٹیون کے تعلیم یافتہ ہوتے ہین اور قومی تعلیم کا سررشتہ ان کے
حوالہ کیا جاتا ہے - ایسے ہی سول انجنیر ہین جو کوپرہل اور شاہی سول انجنیرنگ کالج کے تعلیم یافتہ
ہوتے ہین ایسے ہی جنگلون کے افسر ہوتے ہین جو انگلنڈ سے آتے ہین اور وہ فرانسیسی
اسکولون کے تعلیم یافتہ ہوتے ہین جنمین جنگلون کی نگاہداشت کی تعلیم ہوتی ہے ایسے ہی
سائینٹفک افسر جیولوجسٹ (علم طبیعات الارض کے جاننے والے) بوٹنسٹ (علم نباتات کی
جاننے والے) میٹرولوجسٹ (ماہر حوادث) اسٹرونومر (علم ہیات کے عالم) انگلنڈ سے
مقرر ہو کر آتے ہین - ہندوستان کی میڈیکل سروس (خدمات طبیہ) کا ایک حصہ ہندوستانی
سپاہ مین عہدہ پاتا ہے اسکے ممبر انبک سپاہ کے افسر ہوتے ہین لیکن ان کا نہایت باعظمت کام

سول افسرون اور گورنمنٹ کے ملازمون اور ہندوستانیون مین ہوتا ہے انکی سب سے اعلے درجہ کی خدمت یہہ ہے کہ وہ ہندوستانیون کو تعلیم دیکر طبیب و ڈاکٹر بناوین۔ یہہ ڈاکٹر انگریزون ہی کا علاج نہین کرتے بلکہ ہندوستانیون کا بھی خاص کر کلکتہ بمبئی و مدراس مین۔ ان کے سبب سے صرف علم طب ہی مین ترقی نہین ہوئی بلکہ اور سائنسون مین بھی جیسے کہ علم نباتات مین وہ گورنمنٹ کے حفظ صحت کی ہر شاخ مین سائنٹیفک صلاح کار ہوتے ہین ان کے سبب سے ہندوستانیون مین انگریزون کی ہمدردی کی حقیقت کا بڑا اعتبار پیدا ہوگیا ہے وہ ہندوستانیون کو اپنے اعمال جراحی مین بڑی بڑی کمال دکھاتے ہین اور خیراتی اسپتالون کی بڑی خبر گیری کرتے ہین ہندوستانیون کی متوسط اور اعلے درجہ کی جماعتون مین ان کا بڑا اثر ہے اب انتظام ایسا کیا ہے کہ فوجی قواعد سے وہ معاف کیئے گئے کہ وہ بالکل اپنے ہی کام مین مصروف رہتے ہین ۔

ہندوستان مین انجنیر سپاہیون کا گروہ جب تک جدا رہا کہ کمپنی اور شاہی سپاہی آپس مین شامل ہوکر ایک نہ ہوگئے انہون نے ہندوستان مین بڑے بڑے کام کرکے اپنا نام روشن کیا ہے اب زیادہ پبلک ورکس کے سررشتہ مین کام کرتے ہین یہہ سررشتہ نہرون اور ریل کی سڑکون کے بڑہنے کے سبب سے بہت بڑہ گیا ہے اگرچہ گورنمنٹ انجنیرنگ مین ہندوستانیونکو تعلیم کرتی ہے لیکن اب تک اس سررشتہ مین یوروپین ہی کے ہاتھ مین زیادہ یہہ کام رہا ہی اور آیندہ بھی رہے گا اور اس سررشتہ مین یوروپین ہی کے نوکر رکہنے کی زیادہ ضرورت رہا ہے اور مدت دراز تک بڑی بڑی پبلک ورکس مین ہدایتین کرنا یوروپین کے ہاتھ مین رہیگا

کلرجی اکثر انگلش چرچ کے چیپلن ہوتے ہین جو گورنمنٹ کے ملازم ہوتے ہین اور جو اپنا کام گورون کی سپاہ مین اور سیٹ کے تمام ملازمین مین خواہ وہ سول ہون یا ملیٹری کرتے ہین اور پرسبیٹیرین منسٹر اور رومن کیتھولک پادری سپاہ مین اور اپنے گروہ کے اور سررشتون مین اپنا کام کرتے ہین وہ گورون کی اسپتالون مین اکثر جاتے ہین اور جب سپاہ لڑنے کو میدان جنگ مین جاتی ہے تو وہ اس کے ہمراہ ہوتے ہین۔ ملک مین جو سول سٹیشن پھیلے ہوئے ہوتے ہین اُن کے دیکھنے کے لیئے جاتے ہین مگر انکی تعداد اس بڑے کام کے لیئے بہت تھوڑی سی ہوتی ہے اسلیئے

طب الہند

کلرجی (پادری)

سوسائٹیان قائم ہوتی ہین کہ وہ زیادہ کلرجیون کو انگلستان سے بلائین پہلے انگلینڈ چرچ کے
تین بشپ تھے اب ان مین دو کا اور اضافہ ہوا ہے اور انکی تعداد آئندہ ضرورت کے موافق
بڑھتی جائیگی - یوروپین عہدہ دارون کی ایک بڑی جماعت ہے جو سول سرونٹ نہین ہوتے
انکو غیر متعہد اس لئے کہتے ہین کہ متعہد جماعت سے اسکی تمیز ہو جائے اب انکی تعداد اتنی نہین
رہی جتنی کہ پہلے تھی اب بہت سے سرشتون کے اہلکار و کلارک ہونے کے لیئے انکا اور تعلیم یافتہ
ہندوستانیون کے مقابلہ کا امتحان ہوتا ہے اور اس کلارک ہونے سے جو اوپر عہدے ہین اینر
گورنمنٹ کی پولیسی یہہ ہے کہ جہان تک ہو سکے ہندوستانی زیادہ مقرر ہون لیکن پھر بھی غیر
متعہد یوروپین زیادہ تر کوئی بڑی بڑی شاخون مین مقرر ہوتے ہین خاصکر فنانشل ڈپارٹمنٹ
(خزانہ کے سرشتہ مین) پولس مین روی نیو کی خاص شاخون مین جیسے کہ نمک - افیون اور
متفرق عہدون پر بعض ان مین اضلاع کے انتظامی کامون پر پنجاب اور اودھ دونون مین مقرر
ہوتے ہین اور ان مین بڑی ناموری حاصل کرتے ہین فرلو اور پنشن کے قواعد مین بہت سی
ترمیمین ایسی ہوگئی ہین کہ انکے حق مین مفید ہین - یہی کیفیت ایسٹ انڈین یا یوریشین جماعت
کی ہے انکا گھر ہندوستان مین ہے وہ ہندوستانیون کے مقابلہ کے امتحان مین زیادہ
دقتین اٹھاتے جاتے ہین مگر یہہ نقصان اٹھانا انکے لیئے ناگزیر ہے وہ تعلیم مین ترقی کرکے
اپنی اس مصیبت کو کم کرتے جاتے ہین بے شک وہ ہندوستان مین اپنے منصب جاہ کو
سنبھالے رہین گے اگر یہہ امتحان انکے لیئے بڑا سخت ہی انہین سے بعض عہدہ دار نہایت ممتاز
و سرافرازی حسن خدمات کے سبب سے ہوتے ہین وہ بہت سے اپنی خدمت کو اس طرح
بجالاتے ہین جنسے انکی عزت بھی ہوتی اور وہ کام بھی مفید ہوتا - یوروپین گروہ کا بیان ناتمام
رہیگا اگر ملازم گروہ کے ساتھ غیر ملازم گروہ کا بیان نہ کیا جائے غیر ملازم گروہ مین یوروپین
زیادہ ہوتے ہین -

یوروپین جو ملازم نہین -

ہندوستان کے وہ اضلاع جنکی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے جیسے ہمالیہ پہاڑ اور نیلگری کے
اضلاع ہین ان مین انگلستان کے باشندے نقل مکان کرکے آباد ہو سکتے ہین کامیاب
نہین ہو سکتے - فی الحال قوم انگریز اپنے اہل وطن کو ہندوستان مین اسطرح نہین آباد کرسکتی

جیسے کہ اسکندر اعظم نے یونانیوں کو ایشیا میں آباد کیا تھا۔ یہاں کی آب و ہوا انگریزوں کے بچوں کو پانچ برس کی عمر کے بعد موافق نہیں ہوتی تو ان کے مربی یورپ ہی میں چلے ہوں یوروپین والدین اپنی اولاد کو انگلنڈ میں تعلیم دلانے کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی حالتیں انگلوسیکسن کے محنتی آدمی بنانے کے لیے نامناسب ہیں پھر بھی ہندوستان میں غیر ملازم یوروپین بہت سے ہیں اور زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور انکا اثر بڑھتا جاتا ہے ہندوستان میں انگریزی عملداری کی ابتدا میں تجارت کی کوٹھیاں اور دارالاقامتیں تین پریسیڈنسی شہروں کلکتہ اور بمبئی اور مدراس ہی میں نہیں بنی تھیں بلکہ ملک کے اندر اور مقاموں میں بھی۔ یہہ کارخانے تو سب گاؤخورد ہو گئے لیکن تین پریسیڈنسی شہر سلطنت اور تجارت کے مرکز ہیں تجارت کے سربراہ کار یوروپین تھے جنہوں نے ان شہروں کو دنیا کے بڑے آباد شہروں میں داخل کر دیا۔ ان شہروں کی نسبت یہہ کہا جاتا ہے کہ وہ فقط گورنمنٹ اور کیپٹل ہندوستان کی گذشتہ دارالسلطنتوں کے نہیں ہیں کہ وہ انقلاب سلطنت کے بعد غارت و تباہ ہو جائیں بلکہ وہ تجارت کی بالاستقلال سودمندیوں پر مبنی ہیں۔ اگرچہ غیر ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے میں ہندوستانی بڑا حصہ رکھتے ہیں لیکن پھر بھی اس تجارت کا زیادہ تر حصہ یوروپین کے ہاتھوں میں رہتا ہے بہت سی نئی اور ترقی کرنے والی صنعتوں کے منتظم ہندوستانی ہیں مگر پھر بھی وہ یوروپین کی ہدایتوں کے محتاج ہیں اور ان میں یوروپین سرمایہ افراط سے لگتا ہے۔ باوجودیکہ ہندوستانی قانون دان زیادہ ہو گئے ہیں اور ہندوستانی بار کی بڑی ترقی ہو گئی ہے لیکن ہندوستانی اہل مقدمہ ہائی کورٹ میں اپنے بڑے بڑے مقدمات کے اندر انگریز ہی کو اپنا بیرسٹر مقرر کرنے ہیں کلکتہ مدراس بمبئی میں انگلش بار بڑی عظمت و شان رکھتا ہے اور ہندوستان کے اندر کے مرکزی مقامات میں اپنا اثر بڑہاتا جاتا ہے۔

پریسیڈنسی شہروں میں بعض یوروپین فرم (شراکت کے کارخانے) خراب خستہ ہو جاتے ہیں یہہ تو موقت واقعات ہیں جو اس زمانہ میں ہمیشہ واقع ہوتے ہیں جس میں روپے پیدا کرنیکے بہت سے منصوبے باندھے جاتے ہیں۔ جو فرم باقی ہیں انکے سربراہ کار اور بعض شرکا

انگلنڈ مین پہلے کی نسبت زیادہ رہتے ہین اس لیئے ہندوستان مین انکا کاروبار زیادہ تر کارندون اور گماشتون کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ سوداگر بڑے بھاری بھرکم بزرگ منش اور بہت سے خوشحال موجود ہین مگر انکی افراط ایسی نہین جیسی کہ پہلے تھی۔ یہہ اکثر کہا جاتا ہے کہ ایسا ہانہ تاجرون کی تعداد کم ہوگئی ہے مگر ان یوروپین کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے جو تجارت مین مصروف رہتی ہین۔

ان بڑے مرکزی شہرون مین مدت سے "چیمبرس اوف کمرس" قائم ہین اس ملک مین وہ غیر ملازم یوروپین کی رائون کا بڑا ارغنون ہے اور تجارتی عقل کا ایک مخزن ہے اسکے گروہ مین سے بعض بعض ممبرون کو گورنمنٹ انتخاب کر کے واضعان قوانین کی جماعتون مین داخل کرتی ہے وہ ان مین دونو ہندوستانیون اور یوروپین کی رائون کو بیان کرتے ہین اور اپنی آزادانہ رائے کے ترجمان گورنمنٹ مین ہوتے ہین۔ چونکہ انکو بہت سی صحیح صحیح آگاہی ملک کے حال سے ہوتی ہے اور انکی رائون مین ملک کی ہمدردی ہوتی ہے تو گورنمنٹ خوشی سے اپر توجہ کرتی ہے عام خیرات کے موقعون پر ایسے انتظام کی درخواست کی جاتی ہے وہ آزادانہ کامون کے رہنما سمجھے جاتے ہین اور انکو بہت اچھی طرح کرتے ہین۔

بنگال مین یوروپین کی بڑی جماعتین نیل کی کاشت کراتی تھین وہ بہت ایکڑ زمین کی مالک تھین زمین کے بڑے بڑے پٹون سے فائدے اٹھاتی تھین اور دہات کے اچھے اچھے مقامات مین رہتی تھین مگر ۱۸۶۰ء مین کاشتکارون نے وہ دنگے فساد مچائے کہ بہت سے انگریزون نے اس کام کو چھوڑ دیا اور انکے کارخانے تباہ و برباد ہوگئے لیکن بہار مین ابتک انکی نیل کی کوٹھیان خوب چل رہی ہین انکے بڑے بڑے کارخانے ہین انکی مکانات بڑے خوبصورت ہین انکے گرد باغ بڑے دلکشا و فرحت افزا ہین۔ غرض بہار مین انکے مقامات سکونت قابل دید ہین۔ جب قحط کا ایسا کڑا وقت آیا کہ ۱۸۷۴ء مین یہہ معلوم ہوتا تھا کہ سارا صوبہ غارت ہو جائیگا تو انہون نے گورنمنٹ کے لیئے باربرداری کا سامان باہر سے اناج لانے کے لیئے قحط زدہ آدمیون کے واسطے ایسا جمع کر دیا کہ اُس سے پبلک کو فائدہ ہوا اور اُنکو عزت حاصل ہوئی۔

ایسی ہی چار اور قہوہ کی کاشت کرانے والی یوروپین جماعتین ہین جسکے سبب سے ہندوستان مین انگریزون کی آبادی زیادہ ہوگئی ہے انہون نے چار قہوہ کی کاشت سے ان مقامات کو بھردیا ہے اور بھرتے جاتے ہین آسام کے پہاڑون کی ڈھلان مین اور شرق مین بنگال کے پہاڑون کا ایک حصہ جو بھوٹانیون نے انگریزون کو دیا ہے اور دارجیلنگ کے بڑے حصے اور برٹش سکم اور ضلع کمایون کے بڑے حصے اور شمالی ہندوستان مین پنجاب مین وادی کانگڑہ کے بعض حصے اور دکن مین مغربی گھاٹون کے نیلگری کے بہت سے حصے جنین وادی بھی داخل ہین اور کورگ کی ریاست کے ڈھلان اور پہاڑیان ضلع دائی اینس ٹراونکور کی مملکت۔ کاشت کے اندر وہ دخانی کلون اور بہت سی سائنٹفک آلات کو کام مین لاتے ہین۔ وہ انگلنڈ کے نوجوانون کے لیئے ایک اچھا ہنر و پیشہ تیار کرتے ہین جسکے سیکھنے کے لیئے وہ بالکل آمادہ بیٹھے رہتے ہین اور اس مین کمال حاصل کرنا چاہتے ہین لیکن تجربہ نے یہہ بتلایا ہے کہ چار و قہوہ کی کاشت کا انتظام کرنا بازار کے لیئے اور چار و قہوہ کا تیار کرنا مشکل پیشہ ہے اور اسکی خاص تعلیم ہونی چاہیئے ابتدا مین اس تعلیم کے نہ ہونے کے سبب سے بہت سے نقصانات انگریزون نے اٹھائے اور بہت سرمایہ ضائع کیا اور بہت سی مایوسیان ہوئین آدمی کچھ کھو کر سیکھتا ہے۔ غرض بہت سے نقصان اٹھانے کے بعد آخر کو کامیابی اس پیشہ مین حاصل ہوئی اور آئندہ امید ہوئی کہ انگلنڈ کی حسن سعی سے اور عمدہ قابلیتون اور لیاقتون سے تہذیب و شائستگی کی ترقی اس ملک مین ہوگی اور انگلنڈ کی مستعدی و توانائی جو بیکار پڑی رہتی وہ یہان کام مین آئیگی۔

ہندوستان مین جو انگریز اپنا پریس بنا کے اخبارات جاری کرتے ہین انہین ہمیشہ انکو کامیابی ہوتی ہے وہ یوروپین اور تعلیم یافتہ ہندوستانیون مین شائع ہوتے ہین۔ ہندوستانیونکو انسے پبلک اور پولیٹکل معاملات مین آگاہی ہوتی ہے اگرچہ یوروپین انگلنڈ کے اخبارات پڑھتے ہین مگر وہ یہان ان اخبارون سے مستفید ہوتے ہین وہ گورنمنٹ ہند کی پولیسی اور کارروائی کی عیب و صواب بہت اچھی طرح کرتے ہین اور چارون طرف سے تمام سلطنت کی خبرون کے جمع کرنے مین بڑی کوشش کرتے ہین ان اخبارون کے لیئے سب قسم کے انگریز اور عہدہ دار گورنمنٹ کے مضامین نگار ہین۔ ان مضامین نگارون مین گورنمنٹ کے بعض اعلے عہدہ دار ہوتے ہین

ان دنون میں کو سرکار سے اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے خیالات اور علم کا اظہار اخبارون مین کرین مگر اس مین یہہ شرط ہے کہ وہ رازداری کے کامون کا اظہار نہ کرین انکو اجازت ہے کہ وہ اخبارون کے لیئے ایسی انشاپردازی کرین کہ وہ سائنس اور علم کے دائرہ کو فراخ کرین پریس اس مین بھی کوشش کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے کہ پڑھنے والون کے روبرو اس زمانہ کے نہایت تازہ عقلی مضامین یورپ اور دنیا کے اور ان کے ساتھ تمام ان سب مباحثون اور عمدہ معقول رائون کو پڑھنے والون کے مطالعہ مین لائین انکا اصلی اثر ہوتا ہے اور ملک کے انتظام مین انسے بڑی امداد ملتی ہے۔ بعض اخبار نویس انگریز بڑے بڑے نامور ہوئے ہین جنھون نے اس ملک کی تاریخ کو زیب و زینت دی ہے۔

باب نہم

ہندوستانی ریاستین

ہندوستانی ریاستون کا رقبہ انکی آمدنی۔ آبادی

ہندوستانی ریاستون کا رقبہ ۶۷۹۰۰۰ مربع میل ہے اور انکی آبادی ۶۷۹۰۰۰۰ آدمیونکے قریب ہے اور انکی آمدنی سالانہ کا تقریباً پندرہ کروڑ روپیہ کے قریب ہے اگر ان سب ریاستونکو شمار کرین تو وہ چھہ سو کے قریب ہین مگر اکثر ان مین ایسی کم وسعت رکھتی ہین اور ان کے رئیس ایسے کم اختیار ہین کہ وہ اسکی مستحق نہین ہین کہ انکا نام نیٹو سیٹ یعنی ہندوستانی ریاست رکھا جائے۔ سب سے بڑی ریاست نظام حیدرآباد کی ہے جسکا رقبہ ۸۲ ہزار مربع میل ہے اور تقریباً ایک کروڑ اسی لاکھ آدمیون کے آبادی ہے۔ گوالیار کی ریاست کا رقبہ ۲۹۰۰۰ مربع میل ہے اور اسکی آبادی تیس لاکھ۔ ریاست میسور کا رقبہ ۲۹۰۰۰ مربع میل اور آبادی ۵۵۰۰۰۰۰ اور باقی اور ریاستون مین آبادی دس لاکھ اور تیس لاکھ آدمیونکے

درمیان ہے۔ نقشۂ ذیل سے بڑی بڑی ریاستوں کا رقبہ اور انکی آبادی معلوم ہوگی۔

ریاست	مربع میل	آبادی	تقریباً آمدنی روپیہ میں	مذہب
نظام حیدر آباد	۸۲۷۰۰	۱۱۱۴۱۰۰۰	۳۳۰۰۰۰۰۰	مسلمان
بھوپال	۶۹۹۰	۶۶۶۰۰۰	۲۷۰۰۰۰۰	//
بہاول پور	۱۷۰۰۰	۷۲۰۰۰۰	۱۳۷۰۰۰۰	//
گوالیار سیندھیا	۲۵۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۱۰۹۲۰۰۰۰	ہندو
اندور ہلکر	۸۴۰۰	۸۵۱۰۰۰	۵۷۰۰۰۰۰	//
بڑودہ گائکوار	۸۱۱۱	۱۹۵۰۰۰۰	۱۱۳۰۰۰	//
میسور	۲۹۴۰۰	۵۵۳۹۰۰۰	۱۲۵۰۰۰۰	//
تراونکور	۷۱۰۰	۲۹۵۰۰۰۰	۶۶۰۰۰۰۰	//
جے پور	۱۵۵۰۰	۲۷۰۰۰۰۰	۴۵۵۰۰۰۰	//
جودھ پور	۳۵۰۰۰	۲۰۰۰۰۰۰	۳۴۳۰۰۰۰	//
اودے پور	۱۲۷۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۲۴۷۰۰۰۰	//
بیکانیر	۲۳۳۰۰	۵۸۴۰۰۰	۱۴۳۰۰۰۰	//
ریواہ	۱۲۶۰۰	۱۳۲۰۰۰۰	۱۰۷۰۰۰۰	//
کوچ بہار	۷۶۰۰	۴۵۰۰۰۰	۱۳۱۰۰۰۰	//
پٹیالہ	۵۴۰۰	۱۵۹۷۰۰۰	۴۱۱۰۰۰۰	سکھ
کشمیر	۸۰۹۰۰	۲۹۰۶۰۰۰	۴۶۰۰۰۰۰	ہندو

نیٹو سٹیٹ کے معنے یہ ہین کہ اس مین براہ راست انگریز حکمران نہ ہون۔ بڑی بڑی بعض ریاستوں کے
حکمران اپنی محکوم رعایا سے ایسے ہی غیر ہین جیسے کہ انگریز۔ لفظ نیٹو سٹیٹس یہہ خیال پیدا کرتا ہے
کہ وہ ہندی قومیتیں ہین جو اجنبی غیر قوم انگریزی سلطنت عظیم کے درمیان موجود ہین انگلستان مین
انگریزون کا بالعموم یہی یقین ہے۔ انہون نے مان لیا ہے کہ ہندوستان کو جو انگریزون نے
فتح کیا ہے انہون نے اپنی حکمرانی اس رعایا پر قائم کی ہے جو پہلے ہندی اصل نسل کے بادشاہون کی

معلوم نہیں انگریزانہیں بادشاہون کو غارت وتباہ کرکے خود انکے قائم مقام ہوئے ہین اور کسی نہ کسی وجہ سے ہند کے بڑے جلیل القدر حصون کو خود اپنے لیئے لے لیا ہے اور اس کے ایک حصہ مین ہندی گورنمنٹون کو قائم رکھا لیکن اس بات کا مان لینا بالکل خلاف واقع ہے اصل حقیقت حال یہہ ہے کہ جب سنہ ۱۷۰۷ اعین اورنگ زیب کے مرنے کے بعد سلطنت مغلیہ کے ٹکڑے اڑے تو ان ٹکڑون کے لپکنے اور پکڑنے کے لیئے بڑی چھینا جھپٹی ہوئی وہ اٹھارہوین صدی کے زیادہ حصے مین بڑے زور شور سے جاری رہی اس صدی کے آخر آدھے حصے مین سلطنت کے حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے امیدوار مرہٹے دکن کے فرمانروا انگریز کھڑے ہوئے اس جھگڑے مین سب سے زیادہ بڑا حصہ فائدہ کا انگریزون کے ہاتھ مین آیا بس سلطنت کے حاصل کرنے مین انگریزون کے جو رقیب تھے وہ کچھ زیادہ استحقاق فرمانروائی کے لیئے نہین رکھتے تھے جن ملکون کے سبب آپس مین لڑتے تھے انہین سب لڑنے والے یکسان اجنبی غیر تھے

سر الفرڈ لایل لکھتے ہین کہ انگلنڈ اور یورپ کے عام خیالات مین سے یہہ بھی ایک خیال ہے کہ ہندوستان مین انگریزون کی سلطنت جب قائم ہوئی ہے کہ انگریزون کی فتوح نے قومیتونکو ڈبو دیا قدیمی خاندان کے تخت نشین بادشاہون کو تخت سے اتار دیا اور قدیمی امرا کا سنیا ناس ملا دیا یہہ ان تہمتون مین سے چند ہین جو انگریز اپنے اوپر آپ لگاتے ہین جن کے سبب سے انگریز متوسط درجہ کے ہندوستان مین انگریزی مہمات عظیمہ کو دیکھتے ہین وہ نیچے بیٹھکر سر پر خاک ڈالنے مین مصروف ہونے کو انصاف سمجھتے ہین اس وضع کو اجنبی و غیر آدمی دیکھ کر بدگمان ہوتے ہین اور انگلش خصلت کے اندر جسقدر دیکھ سکتے ہین اسی قدر بیتاب ہوتے ہین لیکن اس بات کا ثابت کرنا آسان ہے کہ انگریز کیون ایسے جلد ممالک ہند کے مالک ہوگئے اسکی دلیل یہہ ہے کہ جو ملک انگریزون کے قبضے مین آئے انہین قومیت نہ تھی نہ ان مین تونگی خاندان بادشاہی کرنے والے تھے ان مین امرا کی حکومت نوعی تھی حقیقت مین انکی اندر اس قسم کا کوئی استوار یا مستقل انتظام نہ تھا بلکہ وہ بولی ٹکل اعتبار سے ایک السیا خزانہ تھا جو اسکو اول پائے وہ اسکا مالک ہو جائے۔ یہہ تاریخی سچا واقعہ ہے کہ بہت اچھی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ انگریزون نے کسی منتظم و منضبط انتظام کو غارت نہین کیا جن ملکون کو انہون نے الحاق کیا انکے لیئے کوئی انتظام

عام غلط فہمیان

منتظم و منضبط باقی ہی نہین رہا تھا کہ وہ اسکو غارت کرتے اب اسکے برخلاف جہان
دیسی پولیٹکل انتظام تھا بھی اب تک قائم ہے اسکے غارت ہونے سے بچانے والے
انگریز ہی تھے۔

ہندوستان کی بڑی بڑی ریاستین سرسری طور پر دو جماعتون مین منقسم ہوتی
ہین اول جماعت مین سب سے بڑی مسلمانون کی ریاست نظام اور مرہٹون کی
ریاستین سیندھیا و اندور و بڑودہ ہین جو اٹھارہوین صدی کے آخر مین اور انیسوین
صدی کی ابتدا مین مرنے سے بچکر زندہ رہی ہین سب صورتون مین ان کے
فرمانروا اجنبی و غیر ہین۔ کوئی ان مین سے سرکار کمپنی کی عملداری سے زیادہ قدیم
نہین ہے اور ان کے ارکین سلطنت بھی مثل فرمانروائون کے اجنبی و غیر ہین۔
مسلح سپاہ بھی انکی اجورہ دار سپاہیون کی ہے جو اپنے غیر ہین رعایا اور فرمانروا کے
درمیان اس سے زیادہ سچی ہمدردی نہین ہے جو انگریزی عملداری مین رعایا کو انگریزون
کے ساتھ ہے۔ یہہ کبھی نہین فرض کیا جا سکتا کہ کسی ہندوستانی ریاست مین رئیس
ہندوستان کا باشندہ ہے اس لیئے وہ مختلف قسم کا استحقاق انگریز سے سلطنت
کرنے کا رکھتا ہے۔ اگر یہہ سوال پیش کیا جائے کہ انگریزون کے انتظام اور
ہندوستانی حکمران کے انتظام مین کسکو ترجیح ہے تو انگلنڈ کے آدمی اکثر یہہ فرض
کرتے ہین کہ ہندوستان کو اس انتخاب کرنے کا اختیار دیا جائے کہ وہ اجنبی انگریزی
گورنمنٹ کو پسند کرتے ہین یا اپنے اہل وطن کی قومی گورنمنٹ کو مثلاً بڑی مدت نہین گذری
اسپر بڑی بحث ہوئی کہ نظام کے اضلاع برار جو نظام نے انگریزون کو دے رکھے ہین اور
ان مین برسون سے انگریزی انتظام ہو رہا ہے اُن کو انگریز نظام کو واپس کرین۔
اس امر واقعی مین بہت تھوڑے آدمی شبہ کرین گے کہ حیدرآباد کی مسلمانون کی گورنمنٹ
برار کی رعایا کے لیئے جو اکثر ہندو ہے اور اپنے فرمانروائون کے ساتھ کوئی مشترک
چیز نہین رکھتی ایسی ہی اجنبی ہے جیسے کہ انگریزون کی گورنمنٹ۔

ہندوستان کے کل راجائون اور نوابون مین نظام کا درجہ سب سے اعلے ہے

اول درجہ کی ریاست۔ اس خاندان کی سلطنت کا بانی صوبائی اورنگ زیب کا ایک
صوبہ تھا جو ۱۷۲۴ء میں درحقیقت آزاد ہوگیا تھا تقریباً اسکی تمام رعایا ہندو ہے اور
ہندو انتظام سلطنت میں کم اختیار رکھتے ہیں گو ۱۹۰۲ء میں ایک ہندو اس ریاست
میں مدار المہام ہوا ہے مگر بڑا اختیار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جو ہندو رعایا سے
غیر ہیں۔ تبرکاً مسلمانوں کی اُس سلطنت میں سے باقی ہے جو کل ہندوستان میں تھی
اور مسلمانوں کی ریاستوں کی آبادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے جنمیں ایک کروڑ بیس لاکھ
ہندو ہیں خود حیدرآباد میں جہاں مسلمانوں کی سلطنت صدہا سال سے چلی آتی ہے
وہاں مسلمانوں کی آبادی دسویں حصہ سے کچھ کم ہے ۔ بس کل مسلمانوں کی آبادی
۶۲۵۰۰۰۰ میں سے بہت کم مسلمان اپنے مسلمان فرمانرواؤں کے ماتحت رہتے ہیں
بہت زیادہ مسلمان انگریزی عملداری میں رہتے ہیں۔

مرہٹوں کی ریاستیں

مرہٹوں کی قوت سابقہ میں سے تین بڑی ریاستیں گوالیار و اندور و بڑودہ باقی ہیں
جنمیں گوالیار جہیں سیندھیا فرمانروا ہے عظیم الشان ہے۔ اٹھارہویں صدی کے
وسط میں ان ریاستوں نے جنم لیا ہے انکے سردار بالکل رعایا سے غیر ہیں وہ ان لٹیرے
گروہوں کی یادگار ہیں جنہوں نے ممالک متوسط کی شاداب و سرسبز زمینوں کو اجاڑ کر
جنگل بنایا تھا اور انگریزوں نے انکو کچلا تھا مرہٹوں کے فرمانروا خاندان اپنی محکوم رعایا کے
ساتھ کسی بات میں مشترک نہیں ہیں انکی نسل جدا ہے انکی زبان رعایا نہیں سمجھتی۔ تینوں
مرہٹوں کی آبادی ۵۰۰۰۰۰۰ کے قریب ہے سوا انکے فرمانرواؤں اور انکے ملتزمین کے
کوئی مرہٹہ نہیں ہے۔ جن بڑی بڑی ریاستوں کا اوپر ذکر ہو رہا ہے انکی گورنمنٹ کی
صورت یہ ہے کہ ایک ریاست کی بھی گورنمنٹ ایسی نہیں ہے کہ اسکو یہ کہہ سکیں کہ ہندو کی
سلطنت میں اسکی اصل نژاد قومی بہ نسبت انگریزی گورنمنٹ ہند کے زیادہ ہے۔

انگریزی گورنمنٹ سے بعض چھوٹی ریاستوں کے فرمانرواؤں کی حکومت اچھی

اب ہندوستانی ریاستوں کی دوسری جماعت کا ذکر کیا جاتا ہے اگر ان ریاستوں کے رقبہ و
آمدنی اور پولیٹکل عظمت کے اعتبار سے دیکھے جائیں تو وہ ہندوستانی ریاستوں کی
پہلی جماعت سے کمتر ہیں لیکن وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور نہایت دلچسپ ہیں یہی ہندوستان

وہ حصے ہین جنمین قدیمی پولیٹکل انتظامات اور قدیمی خاندان زندہ ہین اور ان کا باقی رہنا بالکل برٹش گورنمنٹ کے طفیل سے ہے اس جماعت کی بڑی ریاستین راجپوتانہ اور بہت سی ریاستین ممالک متوسط و بندیل کھنڈ و بگھیل کھنڈ اور بمبئی پریسیڈنسی مین ہین ۔ سر الفریڈ لائل لکھتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستین سب مین زیادہ دلچسپی رکھتی ہین اور انکو برٹش گورنمنٹ نے مرہٹون کے ہاتھ سے بچایا ہے انکی تعداد بیس ہے انکا رقبہ ڈیڑھ لاکھ مربع میل ہے اور آبادی ایک کروڑ تیس لاکھ کے قریب ہے ۔ انکے قوانین وآئین مسلمانون اور مرہٹون کی ریاستون سے جدا ہین ۔ مرہٹون مین راجہ پہلے اپنے ذاتی اختیارات کو بالکل کام مین لاتا تھا اب اس سبب سے کہ اسکو اپنے کامون کی جوابدہی برٹش گورنمنٹ سے کرنی پڑتی ہے وہ اپنے پہلے اختیارات کو کام مین نہین لاسکتا ۔ مثلاً سیندھیا (بقول سر الفرڈ لائل) جو مرہٹون کی ریاستون مین سربرآوردہ ہے وہ ایک فتحیاب سپہ سالار کے خاندان کا قائم مقام ہے جسنے اٹھارہوین صدی مین جتنا ملک وہ فتح کرسکتا تھا فتح کیا اور اس کے بیٹے نے ایک مقام مین اتنی مدت اقامت کی کہ ساٹھ برس ہوئے کہ وہ مقام اسکی دارالسلطنت بن گیا ۔ ایشیا مین جسکو حکومت شخصی کہتے ہین وہ اسکو حاصل ہے وہ اس ملک پر جو اسکے باپ دادا نے اجورہ دار سپاہ کے زور شمشیر سے حاصل کیا تھا فرمانروائی کرتا ہے ۔

اب اسکے برخلاف راجپوتانہ کی حالت ہے جس مین قدیمی قوانین اور آئین موجود ہین اور حکومت کرنے کی سرشت ہی اور طرح کی ہے ۔ رئیس ایک موروثی سرگروہ ایک جنگی فرقہ کا ہوتا ہی جسکے ارکین صدہا برس سے زمین کے مالک چلے آتے ہین ۔ راجہ اور چھوٹے چھوٹے سردار اور امرا ہم جدی ہوتے ہین راجہ اپنے خاندان مین اول اور اعلے ہوتا ہی باقی اور اس کے بھائی بند ہوتے ہین ۔ خوف کے وقت مین خاندان کی سب شاخین آپس مین ایک ہوکر وقت کے راجہ سے ملجاتی ہین اور معمولی حالتون مین راجہ کا اختیار بہت محدود ہوتا ہے راجپوتون مین متبنے کرنے کی رسم اسی پرانے زمانہ سے چلی آتی ہے کہ یاد بھی نہین کہ وہ کب شروع ہوئی اس سبب سی انکا خاندان اولاد کے نہ ہونے سے معدوم نہین ہوتا ۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ اس مین شبہ کیا جائے کہ اودے پور ۔ جے پور ۔ جودھ پور ۔ جے پور مین جو راجہ اب راج کر رہے ہین انکا خاندان ہزار برس سے

متبنے [illegible]

راج کر رہا ہے ان ریاستون مین رعایا اپنے راجاؤن کے ساتھ بڑی محبت و موالفت رکھتی ہین
ان دو قسم کی ریاستون کے سوا اور ریاستین بھی مختلف قسم کی ہین ان ریاستون سے جنکا ذکر اوپر ہوا
کسی بات مین سوا اسکے اشتراک نہین رکھتین کہ موجودہ ہستی انکی برٹش گورنمنٹ نے پیدا کی ہے
ان ریاستون مین سب سے بڑی ریاست کشمیر ہے جسکا رقبہ ۸۰۰۰۰ مربع میل اور آبادی
۲۹۰۰۰۰۰ آدمیون کی ہے سنہ ۱۸۴۶ء مین لارڈ ہارڈنگ نے راجہ گلاب سنگھ کو یہہ ریاست
عطا کی تھی - عہدنامہ جو ہوا ہے اسمین برتری و استیلا برٹش گورنمنٹ کا ثابت ہوتا ہے اور
برائے نام مہاراج ہر سال خراج برٹش گورنمنٹ کو دیتے ہین -

دکن مین ریاست میسور ہے جسکا رقبہ ۲۹۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ایک لاکھ پچاس ہزار سے
کچھ زیادہ ہے اسمین ہندو راجہ کم و بیش آزادانہ حکومت اٹھارہوین صدی کے وسط تک
کرتے رہے کہ حیدر علی نے انسے یہہ ملک چھین لیا یہہ ملک اس کے بیٹے ٹیپو سلطان کے
قبضہ مین جب تک رہا کہ ۱۷۹۹ء مین انگریزون نے سری رنگ پٹن کو فتح کیا - لارڈ ولزلی کے
عہد مین میسور ہندو راجہ کو واپس دیا گیا مگر اس مین ایسی بدنظمی ہوئی کہ جسکے سبب سے سنہ ۱۸۳۱ء
مین ضرور ہوا کہ انگریزی افسر ملک کا انتظام کرین ۱۸۶۸ء مین راجہ مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑ گیا -
گورنمنٹ نے اپنے ارادہ کو ظاہر کیا کہ جب یہہ راجہ بالغ ہوگا تو اسکا ملک دیدیا جاویگا
اس وعدہ کا ایفا ۱۸۸۱ء مین کیا گیا -

تراونکور

تراونکور کا قدیمی راج ہندوستان کے اقصاء جنوب مین ٹیپو سلطان کے ہاتھ سے
انگریزون نے بچایا اور وہ اب تک راجاؤن کے قبضہ مین ہے -

پنجاب کی بھی بڑی بڑی ہندوستانی ریاستین انگریزون کی محافظت و حراست کے سبب سے
قائم رہی ہین انگریزی محافظت نہ ہوتی تو رنجیت سنگھ نے سب کو ہضم کیا ہوتا یہ ریاستین
تعداد مین چھتیس ۳۶ ہین جنکی آبادی چالیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے وہ ہمیشہ گورنمنٹ کی خیرخواہ
رہی ہین اور انکا انتظام بھی اچھا ہے -

انگریزی گورنمنٹ کا استعلاء و استیلا

برٹش گورنمنٹ کے استعلاء و استیلا ایک امر واقعی ہے جس مین کسی ہندوستانی ریاست کو
ذرا سا بھی کلام نہین - ان سب ریاستون کو انگریزی مین فیوڈیٹری ریاستین کہتے ہین جسکے

گورنمنٹ انگریزی کا اختیار مطلق ریاستہائے ہند پر

معنی یہ ہین کہ وہ سب برٹش گورنمنٹ کے محکوم و مطیع ہین جنکے فرائض یہ ہین کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی خاص خدمات بجالایا کرین

ریاستہاے عظیمہ کی صورت مین تو عہدنامون کے موافق برٹش گورنمنٹ کا استعلا و استیلا کم یا بیش تکمیل کے ساتھ مانا جاتا ہے اور چھوٹی ریاستون کی صورت مین کیا بیان کیا جاتا ہے یا باضابطہ تحریر مین آیا ہے یا نہ آیا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا استیلا انکی ہستی کے لیئے لازمی ہے بعض ریاستین اپنے اندرونی انتظام مین اصل مین خودمختار ہین بشرطیکہ انکی گورنمنٹ قابل ملامت خراب اور ظالم و جابر نہ ہو جسکے سبب سے گورنمنٹ مداخلت کرنے کے لیئے مجبور ہو انکے سوا اور ریاستون مین رئیسون کے اختیارات ٹھیک ٹھیک محدود ہین اور بہت چھوٹی ریاستون مین مشکل سے کوئی آزادی و خودمختاری کی صورت ہوتی ہے خواہ ریاست بڑی ہو یا چھوٹی انکے حقوق کی توضیح اعلے اور برتر گورنمنٹ کردیتی ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر نہ کوئی ہندوستانی ریاست کسی دوسری ہندوستانی ریاست سے یا سلطنت خارجیہ سے کوئی پولیٹکل مراسلت کرتی ہے اور نہ کوئی ریاست زیادہ سپاہ نہ کوئی جنگی کارخانہ اس سے زیادہ رکھ سکتی ہے کہ ریاست کے اندرونی انتظام کے لیئے مناسب اور رئیس کی معقول عزت و شان کے لئے موزون ہو زیادہ سپاہ رکھنے کی اسکی یہہ ستثنے صورت ہے کہ ریاست نے گورنمنٹ پر ایسے احسان کیئے ہون کہ انکو وہ تسلیم کرتی ہو کوئی ہندوستانی ریاست ایسی نہین ہے کہ اسمین فرقون کو آپس مین لڑنے کی اجازت ہو اور جب اس مین ظلم و ستم جور و جفا برپا ہون اور باضابطہ ناانصافی ہوتی ہو تو گورنمنٹ اس مین رعایا کی محافظت کے لیئے مداخلت نہ کرتی ہو یہ آخر استحقاق گورنمنٹ کی مطلق حکومت کا نتیجہ ہے اور وہ بار بار عمل مین آیا ہے ۔ ہندوستان مین کوئی ہندوستانی رئیس ایسا نہین ہے کہ وہ کسی خاص بے رحمی کے جرم کا مرتکب ہو اور اس کے جرم کی تحقیقات برٹش گورنمنٹ کی عدالت مین نہ ہوتی ہو اور اسکی سزا نہ ملتی ہو ۔

ہندوستان مین کوئی خاندان ایسا نہین ہے کہ اس مین متبنے کرنے کی رسم اگر جاری

نہ ہوتی تو وہ کبھی کا فنا ہو گیا ہوتا - ہندو راجاؤن کے بیٹا نہ ہونے کی اتنی ستثنٰے صورتین ہین کہ وہ ایک قاعدہ کے برابر ہو گئی ہین - لارڈ کیننگ کے زمانہ سے انگریزی گورنمنٹ ہندوستانی ریاستون مین ہندوؤن کے متبنے وارثون کو جو دھرم شاستر یا مقامی رسم و رواج کے موافق ہون تسلیم کرتی ہے تاکہ وہ اس ہندوستانی ریاست کو قائم رکھے اور اگر باقاعدہ رئیس نے کسیکو متبنے نہ کیا ہو تو گورنمنٹ اسکے جانشین کرنیکا حق بے مناقشہ رکھتی ہے - لارڈ ڈلہوزی کی زمانہ سے پہلے یہ یکسان عمل نہ ہوتا تھا کہ بغیر اعلے گورنمنٹ کے حکم کے باپ کی جانشینی کے لیئے متبنے وہی استحقاق رکھتا ہے جو اصلی بیٹا رکھتا ہے اس لیئے لارڈ ڈلہوزی نے یہہ اصول اعظم قائم کیا کہ ہم اپنی مرضی اور پولیسی کے پابند ہین کہ ایسے موقعون پر ہم خالص صداقت اور نہایت تامل کے ساتھ کامل دیانت سے کام کرین یہہ انصاف ہے کہ جب کسی رئیس کے صلبی بیٹا نہ ہو تو اسکی ریاست ضبط ہو اور متبنے کرنے کی اجازت نہ دیجائے الا ان صورتون مین کہ بعض براہین نہایت متبین اس عام قاعدہ سے ستثنٰے کرنے کی ضرورت اشد ہو انہون نے خوب سوچ بچار کر یہہ اپنی رائے لکھی کہ صحیح دانشمندانہ پولیسی یہہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ پر واجب ہے کہ ملک یا محاصل ملکی کے بڑھانے کو انصاف وحق کے موافق جو اکثر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہین چھوڑے نہین یا انہین غفلت نکرے یہہ خیالات انکے کچھ سلطنت کی طمع وہوس سے نہ تھے بلکہ وہ اپنے سچے دل سے یہہ یقین کرتے تھے کہ یہہ ہمارا ظاہر فرض ہے کہ ہندوستان کے سارے حصون مین جہان تک ممکن ہے ہم اپنی گورنمنٹ کے فوائد پہنچائین انہون نے انہین خیالات سے ناگ پور کی ریاست کو جس کا رقبہ ۸۰۰۰۰ مربع میل تھا اور لاکھون آدمیون کی آبادی تھی ضبط کیا راجہ مرگیا تھا اور کوئی اسکا بیٹا نہ تھا اس لیئے یہہ ریاست برٹش گورنمنٹ مین الحاق کی گئی اگر لارڈ ڈلہوزی کی اس پولیسی پر عمل ہوتا تو کچھ عرصہ مین کوئی ہندوستانی ریاست ایسی نہ ہوتی جو انگریزی عملداری مین نہ آجاتی لیکن یہ پولیسی بالکل لارڈ ڈلہوزی کے جانشین کے زمانہ سے چھوڑ دی گئی -

۱۸۵۷ء کے غدر نے قطعی ثابت کر دیا کہ ہندوستانی ریاستین برٹش گورنمنٹ کے حق مین سرچشمۂ قوت ہے ماخذ ضعف نہین - پہلے اس سے کہ لارڈ کیننگ ہندوستان سے تشریف فرما ہوئے ہون ہندو رئیس اعظم کو سند ملکہ معظمہ کے نام سے دی گئی کہ اگر کسی راجہ کے صلبی بیٹا نہ ہو تو وہ

اپنی جانشینی کے لیئے بموجب اپنے خاندان کے رواج کے جسکو متبنے اکریگا تو اسکو برٹش گورنمنٹ تسلیم کریگی اور مسلمان رئیسون کو سند دی گئی کہ اور جو کوئی انکا وارث شرعی ہوگا وہ انکا جانشین مقرر کیا جائے گا اس صورت مین کہ باقاعدہ متبنے نہین کیا جائے گا تو گورنمنٹ کو یہ حق ہے کہ جسکو اپنے نزدیک زیادہ مستحق دیکھے اسکو جانشین کردے جانشین کی نابالغی کی صورت مین ہمیشہ گورنمنٹ کو اس حد تک کہ وہ اپنے نزدیک مناسب جانے مداخلت کرنے کا اختیار رہے برٹش گورنمنٹ کے برتر و اعلے ہونے کا کل ہندوستانی ریاستون پر ۱۸۷۷ مین ایسی شان وعظمت سے اعلان ہوا جیسے پہلے کبھی نہین ہوا تھا اور ملکہ معظمہ نے قیصر ہند یا ایمپریس انڈیا کا خطاب اپنے القاب مین زیادہ کیا۔

جب لارڈ ڈزریلی نے یہہ امر پیش کیا تھا کہ ملکہ معظمہ اپنا لقب قیصر ہند یا ایمپریس انڈیا اختیار کرینگی تو ان کے مخالفین نے اس کی بڑی تحقیر کی اور ان کے معاونین سے بھی امید نہین تھی کہ وہ انکی تائید کرینگے مگر لارڈ ممدوح مین ایک خداداد ملکہ متخیلہ کا ایسا تھا کہ انہون نے ہاوس آف کامنس مین کہا کہ قومون کی قوت متخیلہ وہ عنصر ہے جسکی تحقیر گورنمنٹ نہین کرسکتی یہہ وہ کام ہے جس سے ملک کے تاج وتخت کی شان وشکوہ وعظمت وصولت زیادہ ہوگی اور انکی ایمپائر کی سلامتی کو بڑھائیگی۔ قوت متخیلہ جو انسانون اور خاص مشرقی آدمیون کے دلون پر اپنا عمل کرتی ہے اس کا یقین لارڈ لٹن کو بھی تھا وہ اسوقت ہندوستان مین وائس رائے تھے۔ انہون نے جس شان وشکوہ وعظمت وشوکت سے یکم جنوری ۱۸۷۷ کو دہلی کے دربار مین اس خطاب کا اعلان کیا۔ اس کا حال میری "تاریخ سلطنت انگلشیہ" جلد چہارم مین پڑہو۔

یہہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بعض ہندوستانی ریاستون کی پہلی حالت لکھی جائے اس مین شبہ نہین کہ اگر برٹش گورنمنٹ اس کے حال پر اپنی توجہ کرنے مین مشغول نہوتی تو انکی حالت پہلی ہی تباہ ہوجاتی۔ پہلے اس سے کہ کسی ریاست مین ایسی بدنظمی ہوکر رعایا اسکی بالکل متحمل نہو سکے۔ جب اس مین برٹش گورنمنٹ بیچ مین پڑتی ہے تو وہ بچتی ہے۔ ہم بہت پہلے زمانہ پر نہین جاتے جس مین سب حالتین مختلف تھین بلکہ آخر صدی کے آخری حصہ مین بڑی بڑی ہندوستانی

ریاستون کی تاریخ کا امتحان کرین تو مشکل سے کوئی ایک مثال بھی ایسی نہ ملیگی کہ کسی ہندوستانی
ریاست مین متواتر آسودگی رعایا و بہبودی برایا و نیک نظمی رہی ہو۔ کبھی کبھی ہندوستانی
رئیس منصف و فیاض ہوتے ہین مگر دیر سویر یہی صورت آنکر واقع ہوتی ہے کہ رعایا پر
ایسا ظلم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کو مداخلت لابدی کرنی پڑتی ہے کہ انکو حاکمون کے ظلم وستم
سے نجات دلائے۔ چند آخر سالون مین بعض اوقات یہہ ضرورت آنکر پڑی ہے کہ
برٹش گورنمنٹ ریاست کے انتظام کو اپنے ہاتھ مین لے اور کئی موقعون پر رئیس کو
اس لئے معزول کرنا پڑا ہے کہ وہ بڑے بڑے ظالمانہ جرمون کا مرتکب ہوا ہے۔

ہندوستانی ریاستون مین برٹش گورنمنٹ کی مداخلت

یہہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ کو مجبوراً مداخلت کرنی پڑتی ہے اسکی ایک دو مثالین
لکھی جاتی ہین جو تبلاتی ہین کہ برٹش گورنمنٹ کی مداخلت سے پہلے ملک کی نوبت کس
بدحالی پر پہنچی تھی اس کی ایک بڑی مثال ملک اودھ کی ہے گو وہ ایک پرانی کہانی
ہے مدت گذری کہ اس مین ہندوستانی حکومت نہین رہی لیکن اسکی مثال دینے
کی ضرورت اس سبب سے ہوئی کہ اب تک انگلستان مین بعض آدمی یہہ کہنے والے
موجود ہین کہ برٹش گورنمنٹ کا یہہ کام کہ ۱۸۵۶ء مین اودھ کو اپنی عملداری مین الحاق کیا
بڑے ظلم وستم کا کام تھا وہ ملک گیری کی ہوس کی ایک مثال ہے۔ ہندوستانی اپنی توہمات
کے موافق کہتے ہی ہین کہ خدا نے اودھ کا صبر انگریزون پر ڈالا جیسی انہون نے اودھ کی بد
نظمی کی اور اس مین ظلم وستم برپا ہونے کی جھوٹی کہانیان بنا کے اودھ کی بادشاہی
چھین لی تھی۔ انگریزی سپاہ نے انکے اوپر جھوٹی جھوٹی تہمتین لگا کے انکی بادشاہی چھین لی

اودھ ۱۸۵۶ء مین

کرنیل سلیمن جو اودھ مین برٹش گورنمنٹ کے قائم مقام تھے اپنے ذاتی مشاہدہ و تجربے
سے اودھ کا حال اپنے وقت کا لکھتے ہین جس مین کبھی کسی نے شک نہین کیا اس لئے وہ بالکل
سچ و صحیح ہے وہ کہتے ہین کہ ہندوستان مین ملک اودھ کو قدرت نے سب سے زیادہ
زرخیز و سرسبز بنایا ہے بالفعل اسکی آبادی ایک کروڑ دس لاکھ آدمیون کی ہے اسمین
گورنمنٹ جسکو گورنمنٹ کہتے ہین عنقا ہے۔ بادشاہ سلطنت کے کسی کام پر توجہ نہین
کرتا اس کی بڑی اولوالعزمی یہی ہے کہ وہ ایک نامور طبلہ نواز و رقاص و شاعر اپنے زمانہ مین ہو

بعض اوقات اسکو لکھنؤ کے بازارون مین لوگون نے دیکھا ہے کہ گلے مین تاشہ ڈالے ہوئے بجاتا جاتا ہے۔ ڈوم ڈھاڑی گویئے۔ سارنگ نواز۔ شاعر۔ خواجہ سرا۔ عورتین یہہ سب بادشاہ کے مصاحب ندیم وہم نشین تھے۔ وزیر اعظم ایک کامل پورا اچھا ہوا بدکار دغا باز تھا وہ ملک کی آمدنی کا اور عہدون کی فروخت کا بہت سارا روپیہ اپنی گرہ مین باندھتا اور اپنے پرورون اور آوردون کو دیتا لیتا۔ دیوانی عدالت کا انتظام سارنگیون کے ہاتھہ مین تھا فوجداری کے انتظام کے سربراہ کار خواجہ سرا تھے۔ بادشاہ کی معشوقون مین سے ہر ایک کسی نہ کسی عدالت یا عہدہ کا مالک تھا جسسے وہ اپنے لیئے دولت حاصل کرتا تھا۔ وزیر آمدنی ملک کا اہتمام اپنے پاس رکہتا۔ نظم ونسق کی شاخ مین کسی شخص کو سوا بدترین دغا بازون وبدمعاشون کے مقرر نہین کرتا تھا۔ ہر عہدہ فروخت کیا جاتا تھا۔ ہر موسم پر پاکنز سپاہ کے عہدے نیلام ہوتے تھے اور جو انکی قیمت وصول ہوتی تھی وہ وزیر گویون ڈومن سارنگ نوازون خواجہ سراؤن مین تقسیم ہوتی تھی جو سب گویون کا سردار تھا اُس کے پاس دو رجمنٹین سپاہ کی تھین۔ جیسے بادشاہ پاس مستغیث کی رسائی نہین ہوتی تھی ایسے ہی وزیر کے پاس۔ اگر غصبون اور ریورٹون پر وزیر حکم دیتا تھا وہ سپہ سالار کو جو ایک لڑکا تھا اور بادشاہ کے دیوان کو یا پیادہ کو یا کوچبان کو یا گویون کے سردار کو یا خاص تراش کو یا کسی اور شخص کو جو اسکے خیال مین بالادست ہوتا حوالہ کی جاتین۔ عدالتون کو کوئی شخص نہین جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے وہ فقط اس لیئے تھین کہ انکے حاکم تحصیل زر بالجبر کیا کرین۔ کل ملک مین پولس کے عہدے ان شخصون کو ملا کرتے تھے جو ان کے لیئے زیادہ روپیہ دیتے تھے۔ کل اودھ مین صرف ایک سڑک تھی جسکو سڑک کہنا چاہیئے وہ انگریزی مسافرون کے لیئے لکھنؤ سے کانپور تک چالیس میل کے فاصلہ مین بنی ہوئی تھی۔ جو بے رحمیان اور ظلم وستم ہوتے تھے اکثر سچی شہادت سے انکی تصدیق کامل نہ ہوتی تو کبھی اسپر یقین نہین ہوتا جنرل سلیمن کے بیان سے اسکی توضیح کی جاتی ہے۔

اضلاع بہرایچ اور گونڈہ کا رقبہ پانچہزار مربع میل سے زائد تھا اور اب اس مین آبادی بیس لاکھ آدمیون کی ہے جنرل سلیمن کے دورہ سے کچھ پہلے وہان رگھوبرسنگ گورنر تھا اور اسکے

اختیار مین بادشاہی سپاہ بہت سی اور اپنی سپاہ تھی ۔ دو سال کے اندر اس کے استحصال بالجبر اور جرمون کی یہہ کثرت ہوئی کہ یہہ اضلاع جو سرسبز و شاداب تھے آخر کو ویران ہو گئے اور انمین کھیتی نہ ہوتی تھی رزیڈنٹ نے جو انگریزی افسر تحقیقات کے لیئے بھیجا اس نے رپورٹ بھیجی کہ دہان سے سب آدمی ان زمینون مین بھاگے ہوئے نظر آتے ہین جو بالکل زراعت سے خالی ہین وہ فیض آباد سے بہرائچ تک اننچ میل کے فاصلہ پر ان زمینون پر گیا جو پہلے سرسبز شاداب آباد تھین اور رگھوبر سنگ سے پہلے انمین خوب زراعت ہوتی تھی لیکن اب اس ظالم کے عہد حکومت مین دو برس کے اندر انپر ایسی آفتین آئین کہ وہ بالکل ویران ہو گئین ۔ ملک کے اس حصہ مین راجہ بوندی بڑا تعلقہ دار تھا اس کے تعلقہ مین تین سو تین دہات تھے وہ رگھوبر سنگھ کے استحصال بالجبر کا مانع ہوا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ سپاہ اس کے لوٹنے کے لیئے اور تمام معزز رئیسون کے پکڑنے کے لیئے بھیجی گئی ۔ اسنے قصبہ بوندی کو بالکل تاخت و تاراج کیا ۔ راجہ کے اور اس کے رشتہ دارون اور ملازمین کے مکانات کو مسمار کیا اور ہمسایہ کے قصبات و دہات کے لوٹنے کے بعد سپاہ ایک ہزار قیدی لائی وہ جب تک شکنجہ فرسائی مین رہے کہ منھ مانگا ڈنڈا انہون نے ادا نہ کیا راجہ بھاگ گیا مگر اس کے کارندے اور ملازمین کو بڑی اذیتین دیگئین ۔ پھر دوبارہ سپاہ لوٹنے کے لیئے بھیجی گئی وہ پندرہ سو ۱۵۰۰ مرد اور پانچ سو عورتین اور بچے اور ان کے ساتھ اسی ہزار مویشی کو پکڑ کر مینھ برستے مین تین دن تک سب کو گڈ نڈ کر کے دھکا پیل کرتے ہوئے لائی عورتون کو بندوقون کے کندے مار مار کر آگے چلاتے تھے بہت سے بچے راہ ہی مین پامال ہو کر مر گئے ۔ قیدیون کو باندھ کر خوب کوڑے لگائے گئے اور اذیتین پہنچائی گئین اور ان کے گوشت مین بندوق کے گرم گز گھسائے گئے انکی زبانین گرم دستپنون سے پکڑ کر نکالی گئین بہت سے آدمی ان اذیت رسانیون اور بھوکے مارنے سے مر گئے ۔ عورتون اور بچون کے سارے کپڑے اتار لیئے گئے دو مہینے تک یہہ شکنجہ فرسائی جاری رہی بہرائچ کے اور اطراف مین بھی یہی ظلم و ستم ہوتے رہے ۔ انگریزی افسر جو اس ضلع کے بندوبست کے لیئے بھیجا گیا تھا اسنے رپورٹ بھیجی کہ میرے ضلع کے باشندے جو تھوڑے سے رہ گئے ہین وہ رگھوبر سنگھ کی اذیت رسانی سے

بتنگ آ رہے ہین جنرل سلیمن لکھتے ہین کہ ان جرمون کی سزا کسی ایک شخص کو بھی نہین دی گئی۔
بڑے بڑے تعلقہ دارون کے پاس ۲۰۰ گڑھیان اور ایک لاکھ سپاہ تھی جو آپس مین
یا گورنمنٹ شاہی سے لڑتی تھی۔ جنرل سلیمن نے دو جلدین ان ظلمون اور ستمون کے
بیان مین لکھی ہین جو انکی دو آنکھون کے روبرو ہوئے ہین کہ ہر ایک روز بیسیون عرضیان
مجھے وہ آدمی دیتے تھے جنکا سارا سامال اسباب لٹ گیا تھا اور ان کے عزیز و اقربا
مارے گئے تھے یا مار پیٹ سے ادھ موئے کر دیئے گئے تھے اور ان کے گھر بدذات
ہلاکوؤن نے جلا کر خاک سیاہ کر دیئے تھے وہ ان اعلے درجہ کے تعلقہ دارون کی رعایا
تھی جنھون نے انکو ستایا اور خفا نہین کیا تھا ان حملون مین نہ عمر کا نہ عورت بچہ کا نہ کسی حالت کا
پاس و لحاظ کیا جاتا تھا۔

جرنیل سلیمن کی تاریخ مین یہہ ایک بات ظلمون مین انسانیت کی لکھی ہوئی تھی کہ لکھنؤ مین آدمیون سے
بھرے ہوئے بڑے بڑے بازارون مین یوروپین کی بڑی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی۔ سارے
ملک کی رعایا برٹش گورنمنٹ کا اور اس کے افسرون کا اور علے العموم یوروپین کا بڑا ادب کرتی
تھی اگرچہ رزیڈنٹ کوئی بڑی مستقل اصلی اصلاح انتظامات ملکی مین نہین کر سکا مگر خاص مقدمات
مین اسکی اصلاح نے اثر کیا کہ لوگون کو اذیت سے بچایا اور بڑی بڑی غلطیون کی درستی
کی ملک کی رعایا نے دیکھا کہ رزیڈنٹ سوا ایسے کامون کے کسی کام مین مداخلت نہین
کرتا انکو بڑا ہی افسوس تھا کہ ایسی مداخلت بھی وہ کمتر کرتا ہے اور جب وہ کوشش کرتا ہے
تو رائگان جاتی ہے یا اسپر لحاظ نہین کیا جاتا ادھر کے دور دراز کے دہات مین یا جنگل مین
یا دارالسلطنت کے بھرے ہوئے آدمیون کے بازارون مین یوروپین اشراف کو یقین
تھا کہ اسکی تواضع و تکریم لطف عنایت کے ساتھ ہوگی اور غریب سے غریب یوروپین کی یقینی
حفاظت مہربانی کے ساتھ کی جائیگی بشرطیکہ اپنی بدچلنی سے اسنے اپنے اس حق کو تلف نہ کر دیا ہو
بہت برسون تک ایک گورنر جنرل کے بعد دوسرا گورنر جنرل ان ظلمون کے خلاف جنکی
تشریح اوپر ہوئی اپنی رائے ظاہر کرتا تھا آخر کو لارڈ ڈلہوزی آیا وہ جانتا تھا کہ برٹش
گورنمنٹ بغیر ایک سپاہی کے بھیجنے کے یا ایک روپیہ کے خرچ کرنے کے قطعی یہہ اختیار رکھتی ہے کہ

ان خرابیون کو فوراً ختم کردے ان ظلمون کے جاری رہنے کی جوابدہی برٹش گورنمنٹ کے ذمے ہے ان ظلمون کے دور کرنے کا علاج کامل تھا انہون نے یہہ کیا کہ کل ملک اودھ کو انگریزی عملداری مین شامل والحاق کرلیا اس دانشمندانہ وحق کام مین یہہ نقص تھا کہ لارڈ ڈلہوزی نے اس بدنصیب بادشاہ اور ان شیطانون پر بہت رحم کیا جو ہندوستان کے سرسبز وشاداب ملکون میں سے ایک ملک کو ویران اور خراب کر رہے تھے اس سے زیادہ کوئی متضاد حالت نہین ہوسکتی جو اودھ کی ہندوستانی حکومت اور انگریزی حکومت مین ہے اب یہان امن وامان وعافیت وراحت رعایا کو ایسی ہے جیسی کہ انگلستان مین۔ جان ومال وآبرو کی حفاظت ہی عدالت صداقت کے ساتھ ہوتی ہے اودھ مین ظلم وستم کا پیمانہ ایسا بڑا تھا کہ کہین اور نہین تھا کہ بہت سی ہندوستانی ریاستین ایسی ہین کہ زمانہ حال مین ان مین گورنمنٹ کو ناگزیر مداخلت کرنی پڑی ہے۔

مغربی ہند مین سب سے بڑی ریاست بڑودہ کی ہے اس کا رقبہ آٹھ ہزار ایک سو میل ہے اور اسکی آبادی بیس لاکھ کے قریب ہے اس کا فرمانروا گائکوار یہہ دعوے کرتا ہے کہ ہندوستان کے تمام ہندوستانی فرمانروایون پر اسکو تقدیم دی جائے ۱۸۶۳ء مین ملہر راؤ اس جرم مین مقید ہوا کہ اسنے اپنے بھائی کھانڈے راو گائکوار کے مارنے کا ارادہ کیا تھا سنہ ۱۸۷۰ء کے آخر مین اپنے بھائی کے مرنے پر وہ قید سے رہا ہوا اور ریاست کا مسندنشین ہوا۔ مدت سے وہ ایسے برے کام کرتا تھا کہ برٹش گورنمنٹ نے مجبور ہوکر اسکے انتظام کی حسب ضابطہ تحقیقات کی تو یہہ ثابت ہوا کہ اسکی مملکت مین رعایا مین عام ناراضی پھیل رہی ہے ایک ضلع مین علانیہ سرکشی ہورہی ہے سرکاری بڑے عہدے اس آدمی کے ہاتھ فروخت ہوتے ہین جو زیادہ قیمت دے۔ زرمالگزاری کی تحصیل مین استحصال بالجبر ہوتا ہے اور رعایا کو اذیتین دی جاتی ہین۔ گائکوار کے ملازم بڑودہ کے بازارون مین شریف عورتون کو پکڑ کر راجہ کے محل مین لیجاتے ہین اور زبردستی انکو خانگی ملازم یا لونڈی بناتے ہین یا اس سے بھی انکی بدتر حالت کرتے ہین۔ زنا عنف پیشہ جماعتونکی

حالت بڑی مایوسی کی تھی اور انتظام بڑا بدنام تھا۔ وزیر اعظم کو قید خانہ مین کسینے
زہر دیکر مار ڈالا تھا اور اس مین شبہ کا امکان مشکل ہوتا ہے کہ یہہ کام گائکوار کے احکام
ہی سے ہوا تھا یہہ ثابت ہوا کہ گائکوار اس جرم کے لیئے جو اسکی ذات پر لگایا گیا تھا اپنی ملازمون
مین سے ایک کو بغیر کسی تحقیقات کے ایسی گزند پہنچائی کہ وہ مر گیا۔

۱۸۷۴ء مین کہ لارڈ نارتھ بروک وائسرائے تھے گورنمنٹ ہند نے گائکوار کو اطلاع
دی کہ اگر فوراً انتظام ریاست درست نہین ہوگا تو وہ معزول کر دیا جائیگا۔ مگر اسنے اپنے
چال چلن کے بدلنے کی طرف ذرا میلان نہین کیا۔ پھر اسنے اپنے دربار مین ایسی کوشش کی
کہ رزیڈنٹ کو زہر دیا جائے اور ہر طرح سے اس یقین کرنے کی دلیل موجود ہے کہ گائکوار
بذات خود اس جرم کے برانگیختہ کرنے مین شریک تھا۔ تحقیقات کے لیئے ایک کمیشن مقرر ہوا
جسکا پریسیڈنٹ بنگال کا چیف جسٹس مقرر ہوا اور دو بڑی ریاستون کے راجہ اس کے
ممبر بھی مقرر ہوئے۔ ان راجاؤن کی رائون مین گائکوار پر الزامات ثابت نہین ہوئے
مگر چیف جسٹس اور انگریزی ممبرون کی راے مین وہ مجرم تھا اس مین شبہ نہین کہ انکی راے
صحیح تھی مگر ججمنٹ مین اتفاق راے نہ تھا اس لیئے گائکوار اس سخت سزا سے بچ گیا جس کا
وہ مستحق تھا وہ معزول کیا گیا اور گائکوار کے خاندان کی ایک اور شاخ مین سے برٹش گورنمنٹ
نے اسکا جانشین مقرر کیا۔ جب ملہر راؤ کا راج ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ آخر سال کے خرچ مین
۱۷۰۰۰۰۰۰ روپیہ مین سے جو اسکی آمدنی ملک سے بہت زیادہ فاضل تھا ۷۰۰۰۰۰
روپیہ اپنے یارون کی بخششون مین دیدیا اور اپنی عیش پرستی مین اڑایا اور خزانہ سرکاری
مین صرف دو ہزار روپیہ باقی چھوڑا۔

ہماری یہہ غرض ہرگز نہین ہے کہ ہندوستانی ریاستون کو بدنظمی کو بتلائین کہ وہ اس
حد پر پہنچ گئی تھین بلکہ یہہ بتلانا منظور ہے کہ ہندوستان مین جب نالائق رئیس ذی اختیار
ہو جاتے ہین تو ملک کی حالت کیا ہو جاتی ہے جیسی یہہ ہندوستانی زیادتی کی بدنظمی کی
مستثنیٰ صورتین ہین ایسی اس ملک کی بدنصیبی سے انکی نیک نظمی کی مستثنے صورتین ہین اس
بیان کی توضیح کے لیئے امن امان کے زمانہ مین معمولی حالات کا بیان کیا جاتا ہے۔

گوالیار و اندور

دو مرہٹون کی ریاستین گوالیار اور اندور ہین جنین سیندھیا اور ہلکر حکمران فرمانروا ہین دونو کا رقبہ ملکر ۳۳۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی تقریباً چالیس لاکھ آدمیون کی سرلپل گرفن ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا ممالک متوسط نے جو سرکاری رپورٹ ۱۸۸۳ع مین لکھی ہے اس مین سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

اس ایجنسی مین گوالیار اور اندور سب سے بڑی ریاستین ہین جنکے فرمانروا بہت کم انتظام ملکی کی طرف توجہ کرتے ہین اور ترقی و تہذیب ملک کے لیئے جو تدابیر کرنی چاہیئین ان سے بالکل غفلت کرتے ہین وہ اضلاع جو خاص سیندھیا کے کارپردازون کے ماتحت ہین انہین گورنمنٹ سے تکلیف پانے کا یا اس سے شکایت کرنے کا بہت کم کوئی باعث ہوتا ہی مگر سستی اور سرد مہری کے ساتھ انتظام ہے لیکن جو ملک اراکین ریاست پاس جاگیر مین ہے وہ خوف و خطر کا محل ہے۔ جاگیردار دارالسلطنت مین رہتے ہین اور انتظام جاگیر اپنے کارندون کو حوالہ کرتے ہین جو رعایا کی بڑی شکنجہ فرسائی کرتے ہین وہ اپنی حکومت کو افغان اور میک رانی اجورہ دار سپاہ سے تقویت دیتے ہین جو ملک کی اس طرف کے لیئے تازیانہ ہین۔ دامودر پنتھ جو مہاراجہ کے امراءمین سے ایک امیر کا کارپرداز ہے وہ بڑا بدنام ہے کہ اپنے آقا کی جاگیر مین جرائم کے کرانے کا بڑا مدد و معاون ہے۔ ڈکیتی و رہزنی کے بہت سے مقدمات مین اس کی سازش کا کافی ثبوت ملا ہے۔ مین نے مہاراجہ کی منظوری لیکر اس کو گرفتار کیا ہے اور اسکے بڑے بڑے جرمون کی تحقیقات ہو رہی ہے وہ ڈکیتون کے گروہ جو مالوہ کے اس حصہ کو غارت کر رہے تھے اور کچھ سزا نہین پاتے تھے وہ اب سب ٹوٹ گئے

اور یہہ جھوٹی اسفیہانہ پولیسی ہے کہ رئیسون کی جھوٹی خاطرداری زبان سے کی جائے اور یہہ دعوے کیا جائے کہ وہ سوا لاد و ابدی کے کچھ اور چیز نہین جب برٹش گورنمنٹ کی شائستگی اور مثال نے یہہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی والیان ملک کے حقوق انکی رعایا کے حقوق سے جداگانہ وجود نہین رکھتے۔

ریاست بھوپال

ریاست بھوپال کی آبادی دس لاکھ آدمیون کی ہے ۱۸۸۳ع مین اسکی حالت ایسی

ہوئی تھی کہ گورنمنٹ کو ضرور ہوا کہ بیگم رئیسہ بھوپال کے شوہر کے اختیارات کے سلب کیے جائین اور کوئی انگریز اسکا مدار المہام مقرر کیا جائے کہ وہ ریاست کا انتظام کرے مہ مالی ملک خود مختاری سے زبردستی سترہ لاکھ روپیہ سے اکتالیس لاکھ روپے بڑھائی گئی اور ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ یکمشت رعایا سے مانگا گیا۔ یہان یہ حال تھا کہ رشوت ستانی خوب پیٹ بھر کے ہوتی تھی اور جبر و تعدی کرنا انصاف و عدل سمجھا جاتا تھا۔ تمام اضلاع غیر آباد اور اجاڑ ہو گئے پولیس ڈکیتون سے کچھ بہتر تھا جو اعلےٰ درجہ کے عہدہ دارون کی لوٹ مین شریک ہوتا تھا۔ اگرچہ انگلش مدار المہام نے کوشش و سعی کر کے اصلاحین کین مگر یہہ کہا جاتا ہے کہ برسون کے بعد بھوپال کی رعایا آفتون و مصیبتون سے نکلیگی جو اس کے سر پر آئین ۱۸۹۸ء مین ایک ہندوستانی ریاست کا رئیس ایسی بد چلنی کے سبب سے معزول کیا گیا جسکے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔

سر لیپل گرفن کی برابر کوئی ہندوستانی ریاستون کا تجربہ کار نہین ہے وہ ممالک متوسط کی بڑی ریاستون کی حکومتون کا بیان اسطرح کرتے ہین کہ زراعت پیشہ رعیت کا حال غلامون کی حالت سے بہت کم بہتر ہے۔ وہان صرف برٹش گورنمنٹ کی توجہ سے بردہ فروشی مسدود ہوگئی ہے پولس و عدالت کا قاعدہ یہہ ہو گیا ہے کہ رعایا کو گزند و مضرت پہنچائی جائے۔ چند مہینے گزرے کہ مین نے ایک حکمران رئیس کی ملاقات سے مجبوراً انکار کر دیا اسپر یہہ الزام عائد ہوتا تھا کہ وہ منکر گواہون کی آنکھون مین لال مرچون کا عرق نچوڑتا تھا وہ ایک بڈھا اشراف ملائم طبع و بڑا خلیق رئیس تھا کبھی اس کے خیال مین یہ بات نہین آئی کہ عدالتی انتظام مین گواہون کی آنکھون مین لال مرچون کا عرق نچوڑنا کوئی گناہ ہے۔ عدالتی انتظام یہان درحقیقت وجود ہی نہین رکھتا رشوت دینے سے جرم سے مجرم بری ہو سکتا ہے یا وہ بچ سکتا ہے یا چھوٹ سکتا ہے۔ ہر جرم روپیہ کے واسطے ایک آلہ بنایا جاتا ہے۔ سرحد کی بابت بہت سے مقدمات میرے روبرو پیش ہوئے۔ ہر ریاست اپنے دعوے کو دانستہ مبالغہ کے ساتھ بیان کرتی تھی اور جھوٹے گواہون اور جعلی دستاویزون سے انکو ثابت کرتی تھی۔ ہندوستان مین

اول درجہ کے رئیسوں میں سے ایک رئیس کسی گاؤن کے نمبردار یا کاشتکار کو اس لیئے
تباہ و غارت کرتا ہے یا سزا دیتا ہے کہ اسنے سچی شہادت اس مقدمہ میں دی جو ریاست نے
اپنی سرحد کے ناحق بڑھانے کے لیئے دایر کیا تھا۔ ہندوستانی گورنمنٹ اپنی رعایا
کے ہر فرد سے انگریزی گورنمنٹ کی نسبت دو چند وسہ چند یا چہار چند مطالبہ زر کرتی ہے
سر لپل گرفن اپنے ذاتی تجربہ سے کشمیر کا حال ۱۸۸۳ء میں یہہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی
چیز ایسی نہیں ہے کہ جسپر ٹیکس نہ لگتا ہو۔ ریاست زراعت پیشون کو برہنگی کی حالت
مین رکھتی ہے انکی حالت مایوسی کی زیادہ سخت غلامون سے ہوتی ہے۔ یہ شرمناک بدنظمی کشمیر
بہت مدت تک گورنمنٹ نے تحمل کیا لیکن آخرکو ۱۸۸۹ء مین برٹش گورنمنٹ تحمل نہ کرسکی۔
مہاراجہ کو ایک مدت کے لیئے ساقط الاختیار کیا۔ پیچھے پھر وہ اپنے منصب پر اس طرح
بحال ہوا کہ وہ ریاست کا رئیس مانا گیا مگر انتظام ریاست ایک کونسل کے سپرد ہوا کہ وہ برٹش
رزیڈنٹ کے صلاح و مشورے سے کام کیا کرے۔

کشمیر

۱۸۹۵ء میں بھرت پور کے راجہ کی بے اعتدالیون کے سبب سے گورنمنٹ انڈیا کو
رعایا کی حمایت و حفاظت کے لیئے مجبوراً مداخلت کرنی پڑی۔ اگرچہ وہ حسب دستور معزول نہیں
ہوا مگر اس کے اختیارات انتظام سب لے لیئے گئے۔ سنہ ۱۹۰۰ء مین اسنے اپنے ایک ملازم کو
جسنے اسکو ناراض کیا تھا مار ڈالا تو گورنمنٹ انڈیا نے اعلان کیا کہ راجہ کے تمام حقوق سلب
ہوئے اور وہ ہمیشہ کے لیئے مقید ہوا اور اسکے نابالغ بیٹے کو اسکا جانشین کیا۔
اس کے حد بلوغ تک انتظام ریاست انگریزون کے ہاتھ مین رہیگا۔

بھرت پور

سنہ ۱۹۰۱ء مین ریاست پنا کے راجہ کا چچا ایسی حالت میں مرا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا
کہ اسکو زہر دانستہ دیا گیا تھا اور ایسی مستحکم وجوہ موجود تھین کہ جن سے ثابت ہوتا تھا
کہ راجہ ایک اشتعال کے سبب سے اس زہر دینے مین شریک ہوا ہے گورنمنٹ نے
راجہ کو اس جرم کے سبب سے ساقط الاختیار کر کے ریاست کا انتظام اپنے ہاتھ مین
جب تک لے لیا کہ خاص کمیشن جو اسنے اس جرم کی تحقیقات کے لیئے مقرر کیا تھا کل تحقیقات
کی رپورٹ بھیجے۔ راجہ پر جرم صاف ثابت ہوا۔ اپریل ۱۹۰۲ء کو راجہ اپنے تمام حقوق اور

ریاست پنا

ہندوستانی ریاستون کی ترقی

عزتوان سے محروم کیا گیا اور ہمیشہ کے لئے مقید ہوا اور اس کے وزیر کو جسنے اس جرم کا اصلی ارتکاب کیا تھا پھانسی دیگئی اور گورنمنٹ نے اس کے جانشین مقرر کرنے کا حق اپنے ہاتھ مین رکھا کہ جسکو وہ چاہے ریاست مین حکمران مقرر کرے۔

بہت سی ہندوستانی ریاستون کے حالات جنپر ابھی بہت مدت نہین گذری اوپر کافی بیان کئے گئے ہین اور اس امر واقعی کی توضیح کے لیئے اب بھی شاذو نادر ایسی صورتین ہین ہوتین کہ جنمین گورنمنٹ کو ناگزیر مداخلت نہ کرنی پڑے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ پہلے زمانہ کی نسبت بہت سی باتین بہت بہتر ہین جن ریاستون کی پہلی حالتیں لعنت ملامت کے قابل تھین اب ان مین خاصہ اچھا انتظام ہے۔ خاصکر لارڈ کرزن کی زبردست حکمرانی مین ریاستون کی حالتون میں بڑی ترقی ہوئی ہے اب برٹش گورنمنٹ اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ انڈیا مین سب سے اعلے اور برتر فرمانروا ہونے کے سبب سے کیا کیا اس کے ذمے جوابدہیاں ہیں۔ اب وہ انکی پہلے کی نسبت زیادہ معقول نگرانی و نگہداشت کرتی ہے اب یہہ بات نہین کہی جاسکتی جو مدت ہوئی کہ سر ہنری لارنس نے ارشاد کی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کی بدنظمی کی کوئی تدبیر یقینی اس سے زیادہ نہین ہے کہ رئیس کے حامی برٹش ہتھیار اور صلاح کار انگریزی رزیڈنٹ ہون۔ گورنمنٹ نے متواتر یہ کوشش کی ہے کہ ہندوستانی رئیسون کے لیئے بہترین وسائل تعلیم پانے کے پیدا ہون۔ بہت سے رئیس تعلیم پاکر نہایت روشنضمیر ہو گئے ہین اور اپنی رعایا کے حقوق ادا کرنے مین زیادہ زندہ دلی سے مصروف رہتے ہین۔ برٹش گورنمنٹ مین جو رعایا رہتی ہے اسکی روزافزون مرفہ الحالی اور آسودگی بہبودی بڑا زبردست اثر کرتی ہے آمدورفت و مراسلت کے ترقی یافتہ وسائل خاصکر ریلوے ایسے ہیں کہ انہون نے ہندوستان مین بڑی تبدیلیان پیدا کر دی ہیں اور ہندوستانی ریاستون مین رعایا خود یہہ سمجھنے لگی ہے کہ اگر اپر ظلم و ستم ہوگا تو وہ اسکا اپیل برٹش گورنمنٹ مین کرسکتی ہین۔

جیسے کہ کسی ہندوستانی ریاست کے مہذب و شائستہ روشن ضمیر رئیس کے اختیارات مین خیر و نیکی کرنے کے مواقع حاصل ہین ایسی کسی اور شخص کو حاصل نہیں۔ اسکی ریاست کی برٹش گورنمنٹ

ایسی محافظ ہے کہ اسکو کسی طرح اندیشہ نہین کہ اسکی ریاست پر کوئی باہر سے آفت و بلا آئیگی
سوار رعایا مین انتظام رکہنے کے اسکو ضرورت نہین ہے کہ سلح سپاہ رکھے اس کے پاس اکثر
صورتون مین بہت سے مخازن دولت موجود ہوتے ہین۔ برٹش گورنمنٹ جو ریلوے اور
پبلک ورکس بناتی ہے ائسے اسکی رعایا مستفید ہوتی ہے بغیر اس کے کہ رئیس کا روپیہ
اس مین خرچ ہوا ہو۔ اسکو وہ مشکلات نہین پیش آتین جو برٹش گورنمنٹ کو سب طرف سے
گھیرے ہوئے ہیں۔ دانشمند راست باز رئیس جسکے بعد جانشین بھی لائق ہون اپنی ریاست
کی حالت ایسی بنا سکتے ہیں کہ اس مین بہشت کی سی آسودگی و آسائش و مسرت پیدا ہو
جیسے ہندوستانی رئیسون کے لیئے مسعود مواقع بہت سے ہیں ایسے ہی انکے واسطے ترغیبین
بہت سی ہین جو انکو ناکامی اور ذلت کی طرف لے جاتی ہیں اور شخصی اختیار جس کے لیئے
کوئی قید اور رکاوٹ نہ ہو جیسے اور جگہہ بدنصیبی اور شامت کو ساتھ لاتا ہے ایسا ہی ہندوستان مین
بہت سے برس گذر گئے کہ برٹش گورنمنٹ ہندوستان مین اپنی توسیع ملکت سے دست کش
ہوگئی ہے اور مشکل سے ایسی حالتین خیال میں بھی آتی ہین جنکے سبب سے ہندوستانی ریاستونکا
الحاق ناگزیر ہو۔ ہندو رئیسون کو متبنے کرنے کا پورا حق دیا گیا ہے اور نصف صدی کے تجربہ نے
رئیسون کے دلوں سے گورنمنٹ کی پولیسی کی نسبت سارے شکون اور شبہون کو نکال دیا ہے
اب صرف ایک ظاہری سبب ان ہندوستانی ریاستون مین سے کسی ریاست کی پولیٹکل
ہستی کی جو کھو لن مین آنے کا رہ گیا ہے۔ انگریزون کی یہہ خواہش نہین ہے کہ ہندوستانی
رئیسون کی گورنمنٹ بالضرور ایسی ہو جیسے کہ انکی اپنی گورنمنٹ ہے۔ لیکن جیسا انکا اپنا انتظام ترقی
پاتا ہے ایسا ہی ہندوستان میں ہر ایک چیز پبلک کریٹی سزم (عام خردہ گیری وعیب صواب بینی)
کی تحقیقات کے لیئے پیش ہوتی ہے تو اب انگریزون کے لیئے یہہ ناممکن ہی ہوگیا ہے کہ وہ
ظاہری بدنظمی اور ظلم و ستم کے متحمل ہو سکین۔ یہہ سوالات ایسے ہین کہ ان کا حل کرنا اکثر مشکل
ہوتا ہے خصوصاً ان ریاستون کے لیئے جو ہندوستان میں قیام کی نہایت مستحق ہین
اور دلچسپی رکھتی ہین۔ جنمین قدیمی قوانین و آئین زندہ ہین جس ریاست مین کہ ایک
چھوٹا سا فرمانروا خود مختار موجود ہے جسکے اختیارات کے لیئے کیا بالکل روکین نہ ہون

یا اگر ہو تو چند۔ ایسی صورت میں انگریزون کو جن اصول پر عمل کرنا چاہیئے وہ آسان
ہیں کہ ان ریاستون مین اصلی ترقی ممکن نہین ۔ جن کی گورنمنٹین خالص حکومت شخصی ہون
اور انکی بنیاد مستقل سوار فرمانروا کی مرضی کے جسکی خصلت و لیاقت اتفاقیہ ہوتی ہے
کسی اور چیز پر مبنی نہ ہو اور سب سے اعلے حکومت جب اپنے اختیار کو کام میں لائے تو وہ
مستقل نظام نہ رکھتی ہو بلکہ تشنج کے ساتھ خاص مداخلت کے کام ہون جو ضرورت کے
سبب سے پیدا ہوئے ہون ۔

لارڈ لٹن وائسراے ہند کے پہلے پہل اپنی سنجیدہ کوشش سے بعض ہندوستانی
ریاستون کے ساتھ شاہی گورنمنٹ کے تعلقات کو باقاعدہ مستقل و محدود صورت مین ڈھالا
۱۸۳۰ء میں ریاست میسور کے انتظام کی حالت بہت گر گئی تھی ۔ عہدے بکتے تھے جو
زیادہ قیمت دیتے تھے انکو ملتے تھے ۔ رعایا ایسی مظلوم و مفلوک و مفلس ہو گئی تھی کہ سرکشی پر
کمربستہ ہوئی ۔ اسوقت میں لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل تھے انہون نے حکم دیدیا کہ اس
ریاست کے مرض کی شافی دوا یہی ہے کہ سارا انتظام برٹش افسرون کے ہاتھ میں منتقل ہو
یہہ میسور کی خوش نصیبی و اقبال مندی تھی کہ سر مارک بین اسل کے منتظم مقرر ہوئے جنہون نے
اسکا انتظام قابل ستائش کیا جسکی نسبت سرکاری رپورٹ مین لکھا گیا کہ انکے عہد حکومت
کی جو تاریخ اس ریاست کی ہے وہ اس رعایا کی تاریخ ہے جو غلامی سے آزاد ہو کر خوشحال
ہوئی اور نکبت و ہلاکت سے نکلکر تونگر و صاحب ثروت ہوئی ۔
۱۸۶۸ء مین معزول راجہ مر گیا اور برٹش گورنمنٹ نے یہہ تجویز کی کہ اسکا متبنے بیٹا جو چھے
سال کا تھا جب بالغ ہو تو ریاست کی گورنمنٹ اس کے حوالہ کی جائے ۔
۱۸۷۹ء میں یہہ ضرور ہوا کہ رزولیوشن مذکور کی تعمیل کی طرز کا فیصلہ ہو ۔ اب یہہ تو ظاہر تھا
کہ پچاس لاکھ آدمی جو پچاس سال تک انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت رہے ہون بھیڑون کی
طرح حوالہ نہیں کیئے جا سکتے تھے اس لیئے راجہ کو راج دینے کے لیئے شرائط مفصلہ ذیل
مقرر ہوئین ۔
اول مہاراج کی ذاتی دولت اور محاصل ملکی کے درمیان امتیاز صاف تحریر کی جائے اور

وہ ہمیشہ ملحوظ رکھی جائے اور محاصل ملکی مین سے مہاراج کی ذات خاص کے خرچ کے لیئے ایک رقم معینہ مقرر ہو اور باقی محاصل ملکی صرف ان کامون کے لیئے رکھا جائے جنکی تخصیص راج کردے۔ دوم جو قوانین وحقوق و رسم و رواج مقرر ہو چکے ہین وہ ہمیشہ برتے جائیں ان مین فرق نہ آئے اور قوانین مین تبدیلی صرف لائق واضعان قوانین کرسکین۔ سوم ایسی تجویز کی جائے کہ دیوانی و فوجداری کی کچہریون مین عدالتی آزادی اور مجلسے باقاعدہ مقرر کیئے جائین اور ان مین عدل و انصاف کیا جائے۔ چہارم قواعد مقررہ و ضوابط مقررہ کے موافق بندوبست اراضی اور تحصیل مالگزاری کیئے جائین اور اراضی کی تمام حقیتون کے حدود بیان کیئے جائین اور وہ قائم رکھے جائین اور کوئی نیا ٹیکس لگایا جائے الا وہ جو قانون کے موافق ہو۔

یہہ اصول جو مقرر ہوئے ان کی شرائط کے موافق ۱۸۸۱ء مین مہاراج کو ملک حوالہ کیا گیا اور تیرہ لاکھ روپیہ سالانہ مہاراج کی ذات خاص کے لیئے وظیفہ مقرر ہوا اس رقم سے زیادہ مہاراج اپنے ذاتی خرچ کے لیئے محاصل ملکی مین سے ایک پیسا نہیں لے سکتا محاصل ملکی سوا کروڑ روپیہ کے قریب ہے۔ مہاراج کونسل کی امداد سے انتظام ملکی کرتا ہے اس کونسل کے تین ممبر ہین اور ایک دیوان ہے جو سررشتون کا افسر اعلے ہے وہ سارا اگزیکیوٹو یعنے انتظامی کام کرتا ہے۔ یہہ دیوان اور کونسل کے ممبر سب ہندوستانی ہین۔ جب مہاراج کو ریاست کی گورنمنٹ حوالہ کی گئی تو یہہ شرط ٹھیر گئی تھی کہ جو قوانین جاری ہین وہ جب تک بدستور جاری رہیں کہ کوئی حکومت جو اس کے بدلنے کی لیاقت رکھتی ہو بدلے اور نئے قانون جب وضع ہو سکتے ہیں کہ کوئی باقاعدہ نظام منضبط کیا جائے اور گورنر جنرل مع کونسل اس کے جاری کرنے کا حکم دے۔

جن مقاصد کے لیئے ان نظام کی ابتدا ہوئی وہ سب گورنمنٹ ہند لارڈ لٹن کی اس تحریر مین جمع ہین۔ اُس گورنمنٹ کا جو بنیادی و معینہ اصول کے موافق چل رہی تھی مہاراجہ میسور کے حوالہ کرنا ایک تجربہ تھا جو شاہی گورنمنٹ کی اس پولیسی سے نیا تجاوز کرتا تھا جو اسنے ہندوستانی ریاستون کے ساتھ مقرر کر رکھی تھی۔ ہندوستانی ریاستون کے ساتھ معاملہ کرنے کی بنا

ترکیب تشخیص کرنی اور ان جوابدہیون کا بھگتنا جو ہندوستانی ریاستون کی گورنمنٹ کے ذمے پر ڈال رکھی ہین ایک ایسا سوال ہے کہ جس مین ہمیشہ سے بڑی دقت واقع ہوتی رہی ہے اور اب تک واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ انکی حالت کا ترقی پانا اور بہتر ہونا اور گورنمنٹ شاہی کے عام نظام دائرہ مین بتدریج انکا شامل ہونا انکے بقا کی اصل ہے۔ آخر سالون مین گورنمنٹ کو بمجبوری ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین اکثر مداخلت کرنی پڑی۔ جب کوئی رئیس بڑا نالایق ہوتا ہے ۔ یا بڑی بدچلنیان کرتا ہے تو اسے بڑی پیچیدگیان پیدا ہوتی ہین جو اپنا حکمی علاج ہونا فوراً چاہتی ہین یا کسی رئیس کی نابالغی کی مدت دراز ہوتی ہے تو اسکی ضرورت پڑتی ہے کہ ریاست کے انتظام کا اہتمام گورنمنٹ غور سے کرے۔ پولیسی جو اب بنائی گئی ہے وہ بڑے وسیع اصول پر مبنی ہے کہ ہندوستانی ریاستون کی کہنہ بدعملی کے نتایج کے علاج کرنے کے لیئے اکثر خودمختار مداخلت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ مٹ جائین اسکے لئے یہہ ضرور ہے کہ وہ اپنے لیئے ایسے مواقع حاصل کرے کہ جب کسی رئیس کو یا اس کے وزیر کو ریاست کا انتظام سپرد کرے تو اُسکے ذاتی اختیارات کے لیئے قیدین لگادے۔ ان قیود کو جو لگائے جائین پبلک تحریرات مین مندرج کرنا چاہیے تاکہ پھر ان مین چون وچرا و گفتگو کی جگہہ نہ رہے اور خاص صورتون مین گورنمنٹ شاہی جو نگرانی کا عام اختیار کام مین لاتی ہے وہ قوی و وسیع ہو جائے۔ یہہ اصول اس مستقل پولیسی کی بنیاد ہوگی جو گورنمنٹ ہند کو ان جوابدہیون کے علے العموم ادا کرنے مین ہدایت کریگی جو وہ اپنی مطیع ریاستون کے لیئے رکھتی ہین۔ گرانبہا و جدید مقدمہ جو قایم ہوگیا ہے مع اس تجربہ کے جو میسور سے حاصل ہوگا ہم مین یہہ قابلیت پیدا کردیگا کہ ایسی صورتون مین ازسرنو انتظام کرنے یا اصلاح کرنے مین ایک نظام کے موافق کام کرین۔ برٹش انڈیا مین جو بالترتیب مستقل تہذیب بڑھتی جاتی ہے اس کے بالمقابل اور ہندوستانی ریاستون کے اندرونی انتظامات کے زیادہ علی الاعلان ہونے سے غالباً ہمارا ایک بڑا فرض یہہ ہوگا کہ ہندوستانی ریاستون کی بدنظمی کے روکنے مین مداخلت کرین تو امید ہے کہ اس طرح سے ہم ہندوستانی ریاستون کے عام پیمانہ کو بڑھا ئین گے ۔ اس عظیم الشان پولیٹکل معاملہ مین بعض ترقیان کرنیکو ریاستونکو

قوانین آئین کو استوار اور بہتر بنیاد پر قائم کردین۔

میسور مین جو نظام داخل کیا وہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ موثر اور اچھے کام کر رہا ہے۔ ان ہی تدابیر کے کم یا زیادہ مشابہ جنکے کرنے مین کم محنت پڑی ہے بعض اور صورتون مین اختیار کی گئی ہین جسے امید ہوتی ہے کہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے وہ اصول جنپر یہ تدابیر مبنی ہوئی ہیں علی العموم ہندوستانی ریاستون مین استعمال کیئے جائین اور انکی بدعملیاں اور بے نظمیاں جو اب اکثر ہوتی ہیں بالکل موقوف ہو جائین۔

سنہ ۱۸۹۴ء مین مہاراج کا انتقال ہوا اسکا بیٹا بچہ تھا اس لئے وائس رائے کو ضرور ہوا کہ اس بچہ کے نابالغی کے زمانہ میں کوئی ایجنٹ (نائب مہاراج) مقرر کرین سو انہون نے مہاراجہ کی ماں کو ایجنٹ مقرر کیا اس رانی نے مہاراجہ کی نابالغی مین بڑی دانشمندی سے ریاست کا کام اور انتظام کیا۔ اس کے بیٹے کی تعلیم نہایت عمدہ ہوئی اور اسکی تربیت نہایت احتیاط سے ایسی ہوئی کہ وہ آئندہ اپنے فرائض کو خوب ادا کرے۔ سنہ ۱۹۰۲ء مین وائس رائے نے خود اسکو مسند نشین کیا۔

ریاست میسور کے لیئے جو اصول قائم کیئے گئے تھے تجربہ سے ثابت ہوا کہ وہ بڑی دانشمندانہ تھے۔ گورنمنٹ انہی اصول پر ہندوستانی ریاستون میں جب ضرورت پڑتی ہے عمل کرتی ہے۔ بہت سی ریاستون میں رئیس نابالغ تھے تو انکی نابالغی کے زمانہ مین ریاست کے انتظام کی از سر نو ترتیب و ترمیم اور اصلاح ہوئی اور جب نوجوان رئیس کی مسند نشینی کا وقت آیا تو وہ مسند نشین کیا گیا اور بعض شرائط مناسب واجب التعمیل ایسی ٹھیرائی گئیں جنمین تبدیلی بغیر وائس رائے کے حکم کے وہ نہیں کر سکے اسکی توضیح کے لیئے ریاست گوالیار ہے۔ اس کی نابالغی کی مدت دراز تھی جس مین ریاست انگریزی انتظام سے نہال و مالا مال ہوگئی۔ جب مہاراج مسند نشین ہوئے تو اسکو ریاست مین جس مین نہایت عمدہ انتظام تھا مہاراجہ کی تعلیم و تربیت جو اس کے منصب کے لائق تھی حاصل ہوئی .... وہ دربار تاج پوشی قیصر ہند مین لندن گیا اور جنگ چین میں اپنے خرچ سے ایک جہاز اسپتال کے لیئے تیار کرا کے برٹش گورنمنٹ کی نذر کیا اور وہ خود اس مہم مین شریک ہوا

گوالیار۔ اور وہان اصلاحین۔

سنہ ١٩٠٣ء میں ہلکر نے دہلی کے دربار تاجپوشی میں شریک ہوکر ریاست سے استعفا
دیدیا۔ اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہہ مقرر کرادیا جس کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اس کی نابالغی
میں اس کی تربیت و تعلیم نہایت اچھی طرح ہوگی۔ انتظام ریاست ایک کونسل بصلاح
رزیڈنٹ کریگی۔ کاشمیر کے انتظام کی نسبت ہم اوپر تحریر کرچکے ہیں۔

ابتک ہم نے ہندوستانی ریاستوں کے باب میں سرجان اسٹریچی انڈیا سے
نقل کیا ہے۔ صاحب محتشم الیہ لکھتے ہیں کہ میں نہایت اعتماد کے ساتھ ہندوستانی
رئیسوں کی خیرخواہی کا یقین کرتا ہوں مگر ہم کو اپنے تئیں دھوکہ اور فریب میں ڈالنا
نہیں چاہیئے۔ بہت سے رئیس ہمارے خیرسگال نیک خواہ ہیں مگر اس سبب سے
نہیں کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں مگر وہ ہمکو قوی اور زبردست جانتے ہیں اور
انکی اپنی اغراض کے لئے بہت سی دانشمندانہ خیرخواہی ہے اور عقل کے موافق ہمکو
اس سے زیادہ توقع بھی کرنی نہیں چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا وقت آئے گا کہ ان کو
یہہ یقین نہیں رہیگا کہ ہمارا اقتدار سلطنت استوار رہیگا تو ناگزیر وہ ہمارے بدخواہ
ہوجائینگے۔

ہندوستانی ریاستوں کا انگلش گورنمنٹ کے ساتھ

ہندوستانی ریاستوں کا کچھہ بیان اخذ کرکے سر رچرڈ ٹیمپل کی کتاب انڈیا ١٨٨٠ سے
لکھتے ہیں۔ برٹش ایمپائر کی کائنات کی ایک خاص مقدار ہندوستانی ریاستیں
ہیں جنکا رقبہ اور انکی آبادی و آمدنی مفصل اوپر بیان ہوئی۔ ہندوستانی والیان ملک
اپنے ملک میں بادشاہ ہیں اور برٹش گورنمنٹ انکی شہنشاہ ہے وہ اس کے کم یا بیش
تابع ہیں۔ بالفعل جو ان والیان ملک کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے عہد و پیمان ہیں
انکے موافق انہیں بعض بالکل خودمختار ہیں انکا جاہ و منصب اعلیٰ ہے بعض ان میں
ذی اختیار کم ہیں۔ زمانہ گذشتہ سے یہ والیان ملک برٹش گورنمنٹ کے ساتھ
گوناگون تعلقات رکھتے چلے آتے ہیں۔ انہیں بعض ایسے ہیں کہ ابتدا سے برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ ان کے اتحاد کا آئینہ کبھی مکدر و دھندلا و زنگ آلود نہیں ہوا اور کوئی اسپر دھبہ
نہیں پڑا۔ بعض کا یہہ آئینہ اتحاد ٹوٹ کر چکنا چور ہوا مگر بعد ازاں اس کے ٹکڑے

جوڑے گئے۔ بعض والیان ملک کے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ تعلقات مسلسل چلے آتے ہیں انکی خدمات کی انکے انعامات کی وعطیات کی یاد شکرگزاری کے ساتھ چلی آتی ہے بعض والیان ملک کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے جنگ وپیکار کے ہنگامے گرم ہوئے اور انکی ہنجوس یاد بالکل فراموش خاطر ہوگئی۔ والیان ملک کے حالات ماضیہ خواہ کچھ ہی ہوں مگر اب وہ سب دل میں خوب آگاہ ہیں کہ انکی قسمت انگلنڈ کی قسمت کے ساتھ منسلک ہے۔ نفع ونقصان وخوف وخطر وسلامتی امن امان میں دونوں کی اغراض شیر وشکر ہیں۔

ہندوستانی والیان ملک کی خیرخواہی ایام غدر میں

۱۸۵۷ء میں دفعتہً جب غدر برپا ہوا تو برٹش گورنمنٹ کو ان والیان ملک اور ان کے اہل ملک کی طرف سے بڑا تردد وتفکر پیدا ہوا۔ اگر وہ برٹش گورنمنٹ کے مخالف اور باغیوں کی طرفدار ہوجاتے تو بغاوت کے وہ شعلے جو بہت سے ضلعوں میں اٹھے تھے ساری سلطنت کو گھیر لیتے۔ اسوقت میں اگرچہ بعض رئیسوں نے بدچلنی کی بعض دفعہ انکی سپاہیں باغیوں سے مل گئیں بعض انکے ملازمین نے بغاوت کی لیکن تقریباً کل والیان ملک نے مع اپنے رشتہ داروں اور ملازمین کے نہایت استوار وفاداری کو ظاہر کیا۔ انکو اپنی ذات کے محفوظ رکھنے کی دانائی وعقل تھی۔ وہ یہہ سمجھتے تھے کہ اگر برٹش گورنمنٹ کی عمارت گریگی تو اس کے درودیوار شکستہ کے نیچے ہم دفن ہوجائینگے مگر باوجود اسکے انگریز اپنی فیاضی کے سبب سے قبول کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بڑی شریفانہ خیرخواہی ووفاداری کو ظاہر کیا۔ برٹش گورنمنٹ کی نہایت تنزل کی حالت میں انہوں نے وہ خدمتیں کیں جو انمول ہیں۔

اس وقت میں بھی اور آیندہ وقتوں میں بھی ہمیشہ یہہ سمجھا جائیگا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی شہنشاہی کے رکن ہیں اور جب ملک میں تہ وبالا کرنے والے زور اٹھیں گے تو وہ ان کے دبانے والے ہونگے۔ انکو برٹش گورنمنٹ کے سبب سے وہ امن وعافیت حاصل ہے کہ وہ ان فتنہ پردازیوں کے جو انقلاب سلطنت پیدا کریں قدرتی دشمن ہیں۔

ان والیان ملک کو یہہ خوف تھا کہ اگر وہ لاولد ہوں اور اپنی سلطنت کی وراثت وجانشینی کے لئے متبنٰے کریں تو برٹش گورنمنٹ اسکو تسلیم نہ کرے۔ ان قدیمی خاندانوں میں لاولد رہنا کچھ کم نہیں ہوتا

ذ یہ ضرور ہوا کہ متبنے کرنے کا اصول بالاستقلال قائم کیا جائے اس لیئے اگر یہہ نہ کیا جائے گا
تو والی ملک کے مرنے کے بعد اگر اولاد ذکور نہ ہوگی تو ملک کو انگریزی گورنمنٹ ضبط کر سکیگی مگر
ان سب خوفون کو ۱۸۵۸ء میں برٹش گورنمنٹ کے اس فرمان نے دور کر دیا کہ ہندو
اپنے دہرم شاستر کے موافق متبنے کرنے کے اور مسلمان اپنی شرع کے موافق وارث
مقرر کرنے کے مختار و مجاز ہیں ہر ہندوستانی ریاست میں اور ہر والی ملک کے پاس
جو حکمران تھا یہہ فرمان بھیجا گیا - لارڈ کیننگ گورنر جنرل ہند کے عہد میں یہہ فرمان
جاری کیا گیا اور ڈر آف سٹار آف انڈیا کے مقرر ہونے نے ہندوستانی والیان ملک
و رئیسون پر اخلاقی اثر پیدا کیا اور وہ وقتاً فوقتاً زیادہ قوت پاتا جائیگا - یہ تدبیر جو شاہانہ
عنایت سے ہوئی وہ ان تعلقات کو جو برٹش تاج شاہی کے ساتھ ہین چسپیدہ کرتی
ہے اور انکی رعایا میں انکی قدر و منزلت کو بڑھاتی ہے اور انکو انگریزی منصب عہدداروں
کے ساتھ ایک ہی عزت کے مقامات مین شریک کرتی ہے ہر والی ملک اس شاہانہ
اور ڈر کو اپنا بڑا صلہ سمجھتا ہے اور اسکو فخر و تکبر کے ساتھ سینہ پر لپیٹتا ہے -

۱۸۶۹ء میں عالیجناب شاہزادہ ایلفرڈ ڈیوک ایڈن برا ہندوستان میں رونق افروز ہوئے
انکے ساتھ یہان اعلے ادنیٰ امیر غریب راجہ مہاراجہ نوابون نے اخلاص عقیدت و آداب عبودیت
کا اظہار کیا -

والیان ملک کی سچی وفاداری اور دلی خیرخواہی مستحکم ہوگئی - اہل ایشیا اپنے بادشاہ کی شان و شکوہ
و صورت شکل دیکھنے سے شاد شاد ہوتے ہیں اور اس کے شائق رہتے ہیں جب ملکہ معظمہ
نے قیصر ہند کا خطاب اختیار کیا اور اپنے لخت جگر شاہزادہ ولیعہد کو ہندوستان میں بھیجا
اور ہندو مسلمانون نے اپنی آنکھوں کو انکے جمال سے منور کیا تو انکو برٹش تاج اور قوم سے
ایک نانہ محبت پیدا ہوئی اور انہون نے جانا کہ ہمارا بھی کوئی بادشاہ اور ولیعہد ہے -
ولیعہد جس ریاست میں تشریف فرما ہوتا وہان کے والی ملک کا یہہ حال ہوتا ؎

دو چشمم فرش آن منزل کہ سازی جلوہ گر آنجا + ہمہ جا یا ہمی خواہم کہ باشم خاک راہ آنجا +

غرض ملکہ معظمہ کے تین بیٹون نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہندوستان کو مشرف کیا

اور ڈیوک کون ناٹ نے ہندوستان میں سپہ سالاری کی۔

دہلی میں ۱۸۷۷ کے نوروز کو جلسۂ قیصری میں راجہ مہاراجہ نواب تعلقہ دار رئیس شریف دوست و تابعین اسقدر جمع ہوئے کہ غالباً کبھی انگریزی عملداری میں نہ مغلوں کی معراج سلطنت میں یکجا جمع ہوئے تھے۔ حاضرین جلسہ سے دیکھکر شاد و شاد ہوتے انکی یاد سے یہہ جلسہ جو آفتاب کی طرح تابان ثاقب جا سکتا ہے۔ ساری ہندوستان میں ہر قوم میں اسکی شہرت ہوئی اور اسنے عوام کے دلون میں برٹش گورنمنٹ کے استحکام کے خیالات کو جما دیا۔ کروڑوں آدمیوں کو وہ یاد رہے گا۔ بہت سے ہندوستانی والیان ملک ملکہ معظمہ کے کونسلر مقرر ہوئے اور اسکے ساتھ مناصب جلیلہ عنایت ہوئے دو رئیس اونریری جنرل انگریزی سپاہ میں مقرر ہوئے اور ڈرآوڈی کرون کا خطاب ہندوستانی رئیسوں کو ملا۔ غرض یہہ سب کام وہ ہوئے جنکے ہندوستانی متمنی تھے۔

اعلےٰ و متوسط درجے کے ہندوستانی خواہ انگریزی عملداری میں رہتے ہوں یا ہندوستانی عملداری میں وہ اپنے بادشاہ کی شان و شکوہ و جاہ و جلال کے ظاہری سامان کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اور انکو نہایت خوشی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستانی کسی انگریزی حاکم کے جلوس شاہانہ کو نہیں دیکھتے مگر راجاؤں اور مہاراجوں اور نوابوں اور رئیسوں کی سواریوں کے شاہانہ تزک و احتشام کو دیکھ کر یہہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی عملداری کے سبب سے ہم کو نظر آتے ہیں اس طرح وہ برٹش گورنمنٹ کے سادگی کے نقص کی مکافات کرتے ہیں ہندوستانی والیان ملک پر برٹش گورنمنٹ کا فضل و کرم کرنا انگریزی عملداری میں بھی رعایا کو پسند ہے اور انکے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا جیسا کہ ہندوستانی ریاست میں ایسا ہی انگریزی عملداری میں رعایا کو بھی خاص کر انگریزی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو تو اس سے ایسی نفرت ہے کہ وہ اس باب میں گورنمنٹ کے خلاف تحریروں کے طومار باندھ دیتے ہیں۔
جیسے کہ سٹیم انجن میں سٹیم والو ہوتا ہے کہ جب انجن میں سٹیم کا زور زیادہ ہوتا ہے تو وہ کھلکر سٹیم کو نکال دیتا ہے اور اسکے زور کو کم کرکے پھر خود بند ہو جاتا ہے جسکے سبب بوائلر پھٹنے سے

بچ جاتا ہے بس اسی طرح برٹش گورنمنٹ کے لیئے ہندوستانی ریاستین سیفٹی والو ہین کہ اکثر
بہت قسم کی مکروہات و ناخوشیون سے چھٹا دیتی ہیں اگر یہہ نہ ہوتا تو وہ برٹش گورنمنٹ کے
اندر بہت ہوتین اور اپنے باہر جانے کے لیئے جگہہ نہ پاتین تو اسطرح پہنچتین کہ گورنمنٹ کو
ضرر پہنچاتین انگریزی گورنمنٹ میں جو اشخاص اپنی ہمائی نہین دیکھتے اور انکی نخوت یہہ
اجازت نہین دیتی کہ وہ اس گورنمنٹ کی جو نئے اصول پر قائم ہوئی ہے اطاعت کرین
اور بغیر کسی اچھے یا برے عہد سے بانٹنے کے انکی اندرونی خیرتی چالاکی نکلی نہین رہتی
تو ہندوستانی ریاستون انکی اپنی طبیعت کیے موافق انکو جگہہ ملجاتی ہے بہتسے سرکش طبع خود بھی
براگیختہ خاطر ہوتے ہین اور اپنا اثر اوروں پر ڈالکر انکو بھی براگیختہ خاطر کرتے ہیں ۔
وہ ہندوستانی رؤسا کے درباروں اور دار الریاستون میں داخل ہوجاتے ہیں
گو وہ وہاں بھی نقصان پہنچائے بغیر نہیں رہتے مگر وہ اسطرح برٹش گورنمنٹ کے
لیئے مضر نہیں ہوتے جیسے کہ اورطرح سے ہوتے بس یون انگریزی سلطنت کے جسم کی
رطوبتین اعضاء رئیسہ سے دور ہوکر اعضاء اسفل میں پھیل جاتی ہین ۔ جب ہندوؤں کا
ست جگ تھا جبین انکا راج اپنی معراج پر پہنچا ہوا تھا انکے راج میں راجہ و پرجا کے
درمیان ماباپ و اولاد کی رشتہ مندی تھی ایک طرف پدرانہ فیاضی تھی دوسریطرف
فرزندانہ محبت و اطاعت مسلمانوں کے عہد سلطنت میں بہتسی مثالیں موجود ہین کہ
انہوں نے مدبرانہ انتظام سلطنت کیا لیکن برٹش گورنمنٹ کے استیلا کی صبح اس شب
تاریک سے نمودار ہوئی جبین بدعملی کی ظلمت ساری سلطنت پر چھائی ہوئی تھی کوئی
ریاست اسسے بچی ہوئی نہ تھی اس درہمی و برہمی سلطنت میں بڑے بدنما جرائم جیسے کہ ٹھگی
و ڈکیتی ہیں بالیدہ ہوئے اگرچہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے متولی ہونے کی بہتسی
نمایاں برائیون کے دبانے میں سعی بلیغ کی مگر پھر بھی بہتسی بدعملیان و بے نظمیان باقی
رہین ۔ وہ اپنے گھر کی عملداری کے نظم و نسق میں ایسی مصروف رہی کہ ہندوستانی ریاستونکی
عیبون کے دور کرنے کی فرصت اسکو کم ملی ۔ اب ان آخر سالون مین گو ہندوستانی ریاستونپر
فی الحقیقت کوئی جبر نہیں کیا گیا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی مقلد ہون لیکن اخلاقی جبر کی قوت

نتائج نے اپر اثر کیا کہ انھون نے اپنی لائق بلند نظری سے ان ترقیون پر رشک کیا جو سب سے
اعلےٰ حکومت کی شائین انکو دکھارہی تھین اس سبب سے انہون نے کم و بیش استحکام کے ساتھ
برٹش گورنمنٹ کی تقلید کر کے بہت سی اصلاحین اپنے انتظام ملکی مین کین۔ —
عدالتی انتظامات مین۔ تعلیم مین حفظان صحت مین پبلک ورکس مین۔ بعض اعتبار سے زمین
کے بندوبست مالگزاری مین انگلش کی پیروی ان نتائج کے اختیار کرنے مین کی جو دانش مغربی نے
معاشرت مشرقی کی خصوصیات سے پیدا کئے تھے انہون نے رسومات اتفاق اتحاد کے
مرتب کرنے مین ایک دوسرے کے ساتھ تجارت و مبادلہ کرنے مین راہداری کے تمام
محصولات کے معاف کرنے مین برٹش گورنمنٹ کے شامل ہونے کے لئے ستائش کے قابل
آمادگی نمایان کی تمام انسانیت کے خلاف وحشیانہ کامون کو موقوف کر دیا۔ عورتون کا ستی
ہونا۔ دختر کشی کا کرنا ان کامون مین انہون نے مہذب محاسن اخلاق کے احکام کی اطاعت
کی۔ بس اسطرح سے ہندوستانی ریاستون مین بالاضافت اچھی طرح حکومت ہونے لگی بعض
انمین ایسی ہین کہ انکو بعض منتظمان کفایت فہم ثروت اور امارت وخوشحالی وحب الوطنی مین برٹش
گورنمنٹ کا رقیب بتاتے ہین کہ برٹش کو انکی رعایا کی رضامندی پر رشک کرنا چاہیئے بعض اوقات
انصاف کے ساتھ ہندوستانی ریاستون کی تعریف ایسی کی جاتی ہے کہ ان کے مقابل مین
انگریزی عملداری کی قدر کم معلوم ہونے لگتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہندوستانی عملداری اچھی ہے تو پھر انگریزی عملداری کی عظمت
و بزرگی شان کیونکر ثابت ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ در حقیقت فی الحال جو ہندوستانی فرمانروائیون کی حالت
یہ ہے وہ صرف برٹش گورنمنٹ کے صدقہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر ان انگریزون سے جو آزادانہ راے دیتے ہین یا ان
انگریزون سے جو ہندوستانی ریاستون مین مدت تک رہے پوچھا جاے تو انگریزی نظام کے حق مین شہادت کا
بڑا غلبہ ہوگا خواہ برٹش گورنمنٹ کی عام پسندی کا دائرہ کیسا ہی فراخ ہو مگر پھر بھی اسکی رعایا مین بہت سے
آدمی ایسے مین جو یہ خیال کرتے ہین کہ وہ بڑے خوش نصیب اور خوش حال ہوتے اگر وہ ہندوستانی عملداری مین
ہوتے۔ بہت سے ہندوستانی ہین جو افسوس کرتے ہین کہ ہماری گورنمنٹ کی صورت قومی سلطنت کی نہین لیکن تجربہ نے یہ
سکھایا ہے کہ جب ممالک کی سرحدون کی درستی کے لیئے یا ملکون کے آپس مین مبادلہ کے لئے انگریزی افسرون نے یہ
پیش کیا کہ دیہات یا اضلاع کو انگریزی عملداری سے خارج کر کے ہندوستانی عملداری مین منتقل کرین تو ہندوستانیون نے

راجہ دعا اتہ نواب رئیس یورپ مین نمونہ پر تعلیم یافتہ ہونگے خواہ انہون نے ان مدرسون مین جو خاص انکی تعلیم کے لئے بنائے گئے ہین

راجپوتانہ کے راجاؤن کی اولاد کی تعلیم کے لیئے اجمیر مین اور مغربی ہند کے رئیسون کی اولاد کی تعلیم کے لیئے راجکوٹ مین کاٹھیاواڑ مین اور پنجاب کے رئیسون کی اولاد کے لیئے لاہور مین انگریزی مدرسے قائم ہوئے ہین۔ ہندوستانی رئیسون نے خود اپنی مرضی سے انگریزی زبان کا پڑھنا پسند کیا ہے تاکہ اس زبان کے ذریعہ سے برٹش گورنمنٹ سے اپنی ڈپلومیٹک خط وکتابت کرسکین پس یہہ تعلیم یافتہ رئیس شاہی گورنمنٹ کے یونیورسٹی کے طالب العلم ہین۔

ہندوستانی فرمانروا اور انکے مشیر باوجود اپنے سلیقہ وہنرمندی سے محاصل ملکی زیادہ اس طرح حاصل کر لیتے ہین کہ رعایا کو بہت کم تکلیف پہنچتی ہے۔ علی العموم ہندوستانی ریاستون مین بہ نسبت انگریزی عملداری کے ہر شخص سے زیادہ ٹیکس لیا جاتا ہے اسی امر کو ہندوستانی ریاستون کے مداح انکی بزرگی وبرتری کی دلیل بتلاتے ہین۔ مگر اس کا سبب کچھ یہہ ہے کہ ہندوستانی نظام مین زیادہ تر لچک ہوتی ہے اور یہہ لچک کی صفت خزانہ کے حق مین بہ نسبت انگریزی نظام کی سختی کے زیادہ مفید ہوتی ہے لیکن یہہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مشرقی پیمانہ کے موافق برٹش ٹیکسین نرم اور معتدل ہوتی ہین۔ برٹش ریلین ہندوستانی ریاستون مین گذرتی ہین ان کے سبب سے بہت سی مشہور ریاستین متمول ہوتی ہین۔ جیسے سکھون کی ریاستہاے محروسہ۔ راجپوتانہ کی ریاستین۔ ممالک متوسط کی بعض ریاستین۔

بڑودہ کی ریاست نے اور اور ریاستون نے انکی بابت تو برٹش گورنمنٹ نے روپیہ نہین طلب کیا بعض راجاؤن اور نظام وہلکر نے اپنی ریاستون مین ریلون کے بنانے کے لیئے فنڈس جمع کیئے ہین اور انکو جاری کیا ہے۔ مگر یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان ریلون سے جو مسلم کے انتظامات مربوط تھے انکے باب مین برٹش گورنمنٹ نے اپنی درخواستون راجپوتانہ کے راجاؤن سے منظور کرالی ہین۔ ہندوستانی ریاستون مین جو انگریزون کی بنائی ہوئی نہرین گذرتی ہین جیسے کہ ستلج کی نہر ان مین ان ریاستون نے امداد طلب کی ہے۔ زیادہ تر ہندوستانی ریاستین سول کے انتظام مین بڑی ہوشیار ومحتاط وکفایت شعار ہین۔ مگر مذہبی رسومات کے ادا کرنے مین برہمنون کی

ہندوستانی رئیسون کی اولاد کی تعلیم

ہندوستانی ریاستون کے ملکی ومالی انتظامات۔

خدمت گذاری میں عام پسند تہواروں اور شادی وغمی کے مراسم کے خرچوں میں بڑی فضول ہیں

ہندوستانی ریاستوں کی سپاہیں کاغذ پر بڑی خوفناک معلوم ہوتی ہیں کہ وہ سب ملکر تین لاکھ اسی ہزار ہیں جنمیں سے انہتر ہزار سوار اور گیارہ ہزار توپچی ہیں اور چار ہزار توپین ہیں یہہ اعداد بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہے جنمیں سپاہ کا انتظام ہوا نہیں بہت سے آدمی ایسے بھرتی ہیں کہ جنپر مشکل سے سپاہی کا اطلاق ہو سکتا ہی زیادہ تر حصہ انکا فقط تزک و احتشام کی نمود کے لیئے رکھا جاتا ہے۔ میدان جنگ مین لڑنے کے لیے نہیں۔ اس سپاہ مین بہت سے مسلح ملازمین سرداروں و رئیسون کے داخل ہوئے ہین جنمین تقریباً کل سپاہیونکو پولس کی نوع مین سے خیال کرنا چاہیے صرف دو رئیسون کی سپاہ سے برٹش گورنمنٹ کو فکر و تردد ہو سکتا ہے۔

اول گوالیار کی سپاہ سے۔ تمام ہندوستانی ریاستوں کی سپاہ مین یہی سپاہ ہے جس مین سپہ گری کے پورے انتظامات ہین۔ اس مین گیارہ ہزار سپاہی ہیں جنمین سے چھ ہزار سوار ہیں سب کے پاس وردی ہتھیار اچھے ہیں وہ قواعد سپاہ جانتے ہیں چند توپخانے سب طرح سے باساز و سامان ہیں۔ اکثر یہہ بیان کیا جاتا تھا کہ سندھیا کی فوج جیسی بظاہر معلوم ہوتی ہے در حقیقت اسسے بہت زیادہ قوت رکھتی ہے اس لیئے کہ اس مین ایک نظام یوروپ کا سا داخل کیا گیا تھا جس کے سبب سے بہت جلد رعایا کا بڑا حصہ سپاہ میں قواعد دان ہوکر اپنے گھروں کو چلا جاتا تھا کہ ایک زبردست ملکی سپاہ ضرورت کے وقت کے لیئے تیار رہے مگر یہہ بیانات بالکل بے اصل تھے سیندھیا کی سپاہ کا بہت تھوڑا حصہ ہے جس میں سپاہی اس کے اپنے راج کے آدمی ہوں۔ اس کے زیادہ تر حصہ مین وہ سپاہی بھرتی ہیں جو انگریزی عملداری میں رہتے ہیں اور ان قوموں میں سے ہین جنمیں کہ بنگال احاطہ کی سپاہ کا بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے بھرتی ہوتا تھا۔ اوپر ہم نے ثابت کیا ہے کہ سیندھیا کی گورنمنٹ اپنی رعایا سے نسل مین غیر ہے اسکی سپاہ جنگ جو و رزم خو نہیں وہ جنگ کی طرف میلان نہیں رکھتی سیندھیا اتنی سپاہ رکھ سکتا ہے جو اسکے اور برٹش گورنمنٹ کے عہد نامہ کے موافق مقرر ہو چکی ہے۔

ہندوستانی ریاستوں کی سپاہ

نظام حیدرآباد جو اپنی مملکت کے باشندوں سے غیر ہے اس کے پاس جتنی زیادہ سپاہ ہے اتنی کسی اور ہندوستانی رئیس کے پاس نہیں۔ انڈین کمشن کی رپورٹ سے نقل کیا جاتا ہے کہ نظام کی سپاہ میں سے بہت سے سپاہی پردیسی اجورہ دار ہین جو ہندوستان کے اضلاع بعیدہ سے اور افغانستان کی مرتفع زمینوں سے جو انگریزی شمالی سرحد سے پرے ہیں آنکر نظام کے اور اس کے امرا کے ملازم ہوئے ہین۔ نظام کے ملک مین وہ باغیانہ مفسدہ پردازیاں اور دنگے اور بلوے کرتے ہین اور اگر کوئی سرکش سرغنہ انکو تنخواہ دینے پر راضی ہو تو وہ انکے ملازم ہوکر انگریزی اضلاع مین بھی دنگے فساد کرنے کو موجود ہوتے ہین نظام کی سپاہ کا ایک بڑا حصہ از سر نو مرتب کیا گیا ہے اور اس مین ترقی کی گئی ہے انڈین آرمی کمشن نے سخت الفاظ مین ان برائیوں کو بتلایا ہے جو ان فتنہ انگیز اجورہ دار سپاہیوں کے رکھنے سے ہوتی ہین جب وہ نظام کی کوئی مفید خدمتگزاری نہین کرتے تو ضرور ہے کہ انکی نگہداشت کی جائے اور دہشت کی حالت مین وہ رکھی جائین اسکے سبب سے خزانہ کے پیچھے بھی بہہ کرگلی رہتی ہے کہ حیدرآباد مین ایک بڑی سپاہ ہندوستانی اور انگلشی رکھنی ضرور ہوتی ہے ایک ہندوستانی سپاہ سات ہزار سپاہیوں کی ہے جنمیں سب قسم کے ہتھیار باندہنے والے ہین اور اس کو حیدرآباد کا کنٹنجنٹ کہتے ہین اس کے سب افسر انگریز ہین وہ گورنمنٹ کی طرف سے حیدرآباد مین رہتی ہے۔ کنٹنجنٹ کا کل خرچ صوبہ برار کے محاصل سے ہوتا ہے جو نظام نے موافق عہدنامہ ۱۸۵۳ء کے گورنمنٹ کے حوالہ کر رکھا ہے۔

نظام حیدرآباد کی اور خاصکر سیندھیا کی سپاہیں ایسی ہین کہ برٹش گورنمنٹ کے فکر کا باعث ایسی حالتون مین ہوسکتی ہین جنکا خیال کرنا مشکل نہین ہے انہیں پردیسی اجورہ دار سپاہی ہین جنکی وفاداری پر ہمیشہ بہہ بھروسا نہین ہوسکتا کہ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ رہین گے جو خود انسے اجنبی ہین اسکا معائنہ ۱۸۵۷ء مین ہوچکا ہے کہ خود سیندھیا گورنمنٹ کے ساتھ وفادار تھا لیکن اسکی سپاہ باغی ہوکر بنگال کی باغی سپاہ کے ساتھ

شامل ہوگئی - یہہ امر بڑا مشکل ہے وہ اب تک اطمینان کے ساتھہ طے نہیں ہوا -
راجپوتانہ کی سپاہ مین کاغذ پر تعداد مین ایک لاکھہ سپاہی اور چودہ سو توپیں ہین یہہ تعداد سپاہیانہ معنی کچھہ نہیں رکھتی اس مین آدمیون کا زیادہ تر حصہ سپاہیون کا نہیں ہے جو ریاست کی خدمتگذار ہون بلکہ وہ ایک سپاہیانہ جماعت کے ممبر ہین کوئی توپ کام کی نہین یہان کے راجاؤن کی اور ان کے ملتزمین کی خیرخواہی مین جو برٹش گورنمنٹ کے ساتھہ ہی کچھہ شبہہ نہیں -

سکھون کی سپاہ مین بیان ہونے کا استحقاق رکھتی ہین - انڈین ارمی کمیشن بیان کرتا ہے کہ اس مین اچھے سپاہی ہین انکے افسر عمدہ نہین انہون نے ایام غدر مین برٹش گورنمنٹ کی عمدہ خدمات عظیمہ کین - وہ اپنے افسرون کے تابع ہین اور یہ افسر برٹش گورنمنٹ کے خیرخواہ ہین - ان دونو کے درمیان طرفین مین رشتہ خیرخواہی اور نیک خدمتی بہت برسون سے زیادہ بڑھ گیا ہے -

ہندوستانی ریاستون کی سپاہ کے پاس ہتھیار اچھے نہین نہ انکی توپین اور بندوقین کام کی ہیں سرلیپل گرفن کہتے ہین کہ انکا بڑا حصہ ایسا ہی کہ وہ قواعددان نہین مفلوک الحال مسلح بھیڑ بھاڑ ہے - دو یا تین انگریزی رجمنٹین اور ایک ایسی توپخانہ ان کے پچاس ہزار سپاہیون کے بھگا دینے کو کافی ہے - سپاہ کے جو معمولی معنی ہین اس کے موافق وہ سپاہ نہین ان سے برٹش گورنمنٹ کو سوا ان مستثنے صورتون کے جو اوپر بیان ہوئین کوئی خوف و دہشت نہین -

بس جو کچھہ ہم نے اوپر ہندوستانی ریاستون کا بیان لکھا ہے اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ تاج برطانیہ کی مشرقی سلطنت مین ہندوستانی ریاستین قوت بڑہاتی ہین اور وہ ہندوستان کے باشندون پر اثر کرتی ہین اور وہ سلطنت برطانیہ کے ارکین اعظم ہین -

ہندوستانی ریاستون کے ہونے سے ملک کو جو عام فائدے حاصل ہوتے ہین وہ اوپر بیان کئے گئے - یہہ ایک خاص فائدہ بیان کرنا باقی رہا ہے کہ ایک جماعت ہندوستانی مدبران

ملکی کی پیدا ہوئی ہے جوان ریاستون مین بسبب برٹش گورنمنٹ کے اپنی جبلی جدت ذہانت اور زور خصلت دکھانے کے لیئے اچھے مواقع رکھتی ہے۔ ہندوستانیوں مین جن لیاقتون کے پیدا ہونے کی قابلیتین ہین انکی قدرشناسی ہندوستانی رئیس ہی زیادہ کرسکتے ہین ہندوستانیونکو اپنی ذہانت کی جولانیون کے دکھانے کے لئے میدان ان ریاستون ہی مین ملتے ہین اوران کی قابلیتون کے جوہر کھلتے ہین۔ ہندوستانی جن اپنے مدبران ملکی پر فخر ومباہات کرتے ہین ان مین سے حیدرآباد مین سر سالار جنگ گوالیار مین ڈنکرراؤ بڑودہ مین مادہوراؤ جموں مین کرپارام۔ الور مین پنڈت من پھول کوٹہ مین فیض علیخان۔ گوالیار مین مادہوراؤ کردی۔ میسور مین پورنیا۔ اعلے درجہ کے لئیق انگریزی عملداری مین ڈپٹی کلکٹر اور سب اور دی بنٹ ججون کے عہدون سے آگے نہین بڑہتے مگر ہندوستانی ریاستون مین انہون نے وہ جاہ ومنصب حاصل کیا جو برٹش گورنمنٹ مین انگریزون کو بھی کمتر میسر ہوتا ہے۔ سر سالار جنگ جیسا لائق مدبر برٹش گورنمنٹ مین کوئی نہین پیدا ہوا ہندوستانی ریاستون کی دارالسلطنتون مین اکثر گورنر جنرل اپنے ایجنٹ مقرر کرتا ہی والیان ملک ان کے صلاح ومشورہ سے اپنے ملکون مین حکومت وانتظام کرتے ہین بعض ان مین ایسے ذی اختیار ہین کہ وہ بادشاہ ہین باقی اور برٹش گورنمنٹ کی امداد کے محتاج ہین۔ ان سب فرمانروایون کا مجمع بڑا شاندار ہے جو اپنے محاصل ملکی کا مالک اور اپنی سپاہ کا سپہ سالار ہے۔ بہت سے والیان ملک کنٹنجنٹ رکھتے ہین جنمین قواعدوان پلٹنین برٹش گورنمنٹ کے زیر فرمان ہین انکانام امپیریل سروس ٹروپ ہے یعنی شاہی خدمات کے لیئے سپاہ۔ بڑے بڑے ہندوستانی فرمانروا اپنی رعایا کی جان ومال کے مالک ہین انکو اختیار ہے کہ وہ اپنی رعایا مین سے کسی پر موت کا فتویٰ دین مگر انکی حکومت رسم ورواج کے مقید صلحنامون وعہدنامون کے موافق برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ہے۔ برٹش گورنمنٹ شاہنشاہ ہند ہے وہ ان والیان ملک کو آپس مین لڑنے کے لیے اجازت نہین دیتی اور نہ دول خارجیہ سے کوئی تعلق پیدا کرنے دیتی ہے جب وہ اپنی رعایا پر بری طرح حکومت کرتے ہین تو شاہی گورنمنٹ اُس مین

مداخلت کرتی ہے اور اگر ضرورت ہوتی ہے تو ظالم رئیس کو معزول اور مظلوم رعایا کی حمایت کرتی ہے اور سب طرح سے امن و عافیت قائم کرتی ہے -

ہندوستانی ریاستون کے سوا جو ہندوستان کے اندر ہین اسے باہر پچھلے دنون مین قلات سے انگریزون کا تعلق بہت قریب کا بہ نسبت پہلے زمانہ کے ہوگیا ہے -
زمانہ سابق مین خان قلات کے معاملات اپنے سردارون اور خالون سے قابل اطمینان نہین تھے - ایسے فساد و شور و شر پیدا ہوتے تھے کہ اس کی سلطنت تباہی کے کنارہ سے آن لگی تھی اور طوائف الملوکی قائم ہونے کو ہوتی تھی سنہ ۱۸۷۶ کے عہدنامہ کے موافق برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس کے خارجی تعلقات قابل اطمینان تھے اور اسکی قلمرو مین سارے فسادات بھی فرو ہو گئے تھے - افغانستان سے جو انگریزون کی پچھلی لڑائی ہوئی تھی تو خان قلات اور اس کے سردارون نے انگریزون کے ساتھ خیر خواہانہ ملکی کام کئے انہون نے چند مہینے تک انگریزی سپاہ بلانے کے بغیر درۂ بولان مین انتظام اچھا رکھا جس کے سبب سے جنوبی افغانستان مین انگریزی سپاہ کی آمد و رفت بے خوف و خطر رہی اور گورنر جنرل کے ایجنٹ کی ہدایتون سے انہون نے ایسا اچھا انتظام رکھا کہ اس درہ سے بہت سا سامان جنگ و رسد بغیر کسی لوٹ مار کے باہر کیا گیا - خان قلات کی حسن خدمات کی قدر شناسی وہ لوگ کرتے ہین جو جانتے ہین کہ سندھ کے پار قومون کی لوٹ مار سے کیسے نقصانات پہنچتے ہین - خان قلات کی اس خیر خواہی کا جو آخر جنگ افغانستان مین رہنے کی احسان مندی کے ساتھ گورنمنٹ ہند شکر بہ ادا کرتی ہے -

باب دہم

ہندوستانیون کی مادی ترقی

مردم شماری

ہم نے اوپر ہندوستانی ریاستون کا مختصر بیان لکھا ہے۔ اب ہم برٹش گورنمنٹ کی آبادی کا حال سناتے ہین۔ انگلستان مین بہت سے صائب الراے بلند اندیش انگلشمین رہتے ہین کہ جنکے لیئے بہت مشکل ہو کہ وہ اس دور دراز ملک کے جزئیات و کلیات سے کماحقہ آگاہ ہون مگر وہ اپنے سچے دل اور ایمان سے ہندوستان کی آسودگی بہبودگی صلاح و فلاح کے خیر خواہان رہتے ہین۔ وہ مشرقی رعایا کے ساتھ سچی ہمدردی رکھتے ہین۔ وہ بجبوری اسپر قانع ہین کہ ہندوستان کے انتظام کا بڑا حصہ ان جوابدہ و کارگزار ہوشیار آدمیون کے ہاتھ مین رہنے دین۔ جنہون نے نوجوانی سے ہندوستانی کے کامون مین اپنے تئین وقف کر رکہا ہے۔ انہون نے ہندوستان کی ترقی و تہذیب پہیلانے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے اُنکے اِس مصمم ارادہ کا اثر اعظم انگلستان مین پبلک کی راے پر ہوتا ہے۔ اِسکا قوی عمل ان انگریزون پر ہوتا ہے جو ہندوستان مین ملازم ہین وہ اُنکی سستی پر مہمیز لگاتا ہے اُنکی بلند نظری کو اشتعال دیتا ہے۔ مایوس بیدلون کی ڈہارس بندہوتا ہے۔ بعض اوقات ہندوستانیون پر بہی وہ اثر کرتا ہے۔ اُنکو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ انگلینڈ مین ہمارا رحم دل بادشاہ موجود ہے اور ایک جلیل القدر مدبران ملکی کی مجلس ہے وہان بہت آدمی ہمارے ساتھ ہمدردی کرنیوالے ہین۔ وہ اپنے دل مین یقین کرتے ہین کہ انگلینڈ مین بہت سے آدمی ہین جو مشرقی رعایا کی خبر گیری کرنیکے لیئے درپے رہتے ہین وہ مصیبت زدون کی فریاد سنتے ہین جو رنج و تکلیف ہمکو پہنچے۔ اگر اُسکی معقول طور سے التماس کیجائے تو وہ اُسپر متوجہ ہوتے ہین جو کوئی برائی ہمارے ساتھ کیجاتی ہے۔ اُسپر وہ برافروختہ خاطر ہوتے ہین۔ ہندوستانیون کے دلون مین یہ یقین سال بسال بڑہتا جاتا ہے۔ جیسے انکی رضامندی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ روز افزون ہوتی جاتی ہے۔ وہ اپنے ان یقینیات کو جاتے اور خیر خواہی کو قائم کرتے جاتے ہین ہندوستانیون کی ترقی کے خیالات انگلش مین کے دلون مین اُنکے اور سب خیالات سے

اوسکو کہتے ہین یہ ترقی تین قسم کی ہے۔ اول عقلی دوم اخلاقی۔ سوم مادی۔ ہم اول مادی ترقی کا بیان کرتے ہین ✤

دنیا مین کوئی ملک سوائے چین کے ایسا نہین کہ جس کی آبادی ہندوستان سے زیادہ ہو۔ برٹش انڈیا کی آبادی کے برابر دنیا کی کسی سلطنت کی آبادی نہین وہ تو سلطنت رومیہ کبریٰ کے عروج کے زمانہ کی آبادی سے بہی دوچند سے زائد ہی۔ یورپ و امریکہ مین کوئی قوم تعداد مین اسکی برابری نہین کرسکتی۔ اس کثرت آبادی سے اکثر یہ فکر و تردد پیدا ہوتا ہے کہ مبادا اس آبادی کی بڑہتے بڑہتے یہ نوبت نہ آجائے کہ ہندوستان کی اراضی مزروعہ اور مخازن پیداوار اسکی خوراک کے لیئے کافی نہون اور وہ بہوکی مرنے لگے۔ اس خیال سے ان باتون کا کچہہ علم حاصل کرنا ضرور ہوا کہ آیا انیسوین صدی مین آبادی بہ نسبت پہلی صدی کے زیادہ ہی یا کم ہو۔ آیا انگریزی عملداری مین آبادی جلد جلد بڑہتی ہے۔ آیا آیندہ غالبًا وہ زیادہ بڑہیگی۔ آیا اس افزایش کی صورت مین وہ اپنے ملک کی حدود کے اندر اپنی خوراک کو آسایش سے حاصل کرسکیگی۔ اس ملک کی بڑی بدنصیبی یہ تہی کہ اسکے پہلے راجاؤن اور بادشاہون نے اس ملک کی آبادی کے نقشے ایسے نہین بنائے کہ اُنسے یہ حال معلوم ہوتا کہ کتنے آدمیون کی آبادی ہی۔ انگریزی عملداری مین بہی یہ امر کوئی مہتم بالشان نہین سمجہا گیا کہ مردم شماری کی جائے جسکی ضرورت سب سے اول تہی۔ یہان کی ملازمت مین انگریزون کی کئی نسلین گزر گئین۔ مگر آبادی کے باب مین سوائے بیہودہ اور ناقص تخمینون کے کچہہ اور نہین کیا گیا یہ خیال کیا گیا کہ اگر کل سلطنت کی یا کسی پروونس کی مردم شماری ہوگی تو شکی اور ڈرپوک رعایا کے دلون مین وسوسے پیدا ہونگے شاید جس سے کوئی فساد کہڑا ہو ✤

کل ہندوستان کی مردم شماری ۱۸۷۲ع مین ہوئی۔ اگرچہ وہ ایک ہی وقت مین نہین ہوئی پہر بہی جو مردم شماری کے نقشے مرتب ہوئے وہ انگریزی عملداری کے تو قابل اعتبار تھے مگر ہندوستانی ریاستون کے نقشے پایہ اعتبار سے ساقط۔ اس مردم شماری کے نقشون سے بہت سے ضلعون مین آدمیون کو خوف پیدا ہوا کہ وہ ٹکیسون کے بڑہانے کیلئے بنائے جاتے ہین۔ اور بعض جاہل ضلعون اور پہاڑی یا جنگلی اضلاع مین کچہہ فساد بہی ہوئے۔ یا کسانون نے فساد مچانے کی دہمکیان دین۔ مگر آیندہ نو سالون کے تجربون نے ہندوستان کی رعایا کو یقین دلادیا کہ مردم شماری اُنکے لیئے کوئی نقصان کی بات نہین ہے

مردم شماری ۱۸۷۲ع

سنہ ۱۸۸۱ء مین انگریزی اور ہندوستانی عملداریون کی مردم شماری کے نقشے بہت صحیح مرتب ہوئے مگر اِن مین بہی لوگون نے عورتون کی تعداد اور عمرون کے بتانے مین مضائقہ کیا۔ پہر تیسری دفعہ مردم شماری سنہ ۱۸۹۱ء مین ہوئی جسنے اِس کام کی ترقی کی تکمیل کی اور آیندہ کے لیئے قطعی اسکی استوار بنیادین قائم کردین۔ چوتہی مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء مین ہوئی۔ اِن نقشون کے مقابلہ کرنیسے جو نتائج نکالے جاتے ہین۔ اُنسے ثابت ہوتا ہی کہ وہ صحیح ہین +

مردم شماری ۱۸۹۱ء

سنہ ۱۸۹۱ء مین جو مردم شماری ہوئی تہی۔ اُس مین کل ہندوستان کی آبادی ۲۸۹۱۸۷۳۱۶ آدمیون کی تہی۔ اِن مین ہندوستانی ریاستین اور فرانسیسی و پرتگیزی عملداریون کی آبادیان داخل ہین۔ اِسمین اُن اضلاع کی بہی آبادی داخل ہی جن مین تفصیل کے ساتہ نہین ہوئی، بلکہ قومی سرخیلون اور دیہات کے نمبردارون سے پوچہہ گچہہ کر لکہی گئی ہے۔ جدول مندرجۂ صفحہ آیندہ سے رقبہ اور آبادی کی نسبت معلوم ہوتی ہے +

برٹش انڈیا کی گورنمنٹین اور پروونسین ۱۸۹۱ء

نام پروونس کا جس سے ہندوستانی ریاستین خارج ہین	رقبہ مربع میلون مین		کل آبادی		اوسط آبادی فی مربع میل	
۱ گورنمنٹ مدراس		۱۴۱۱۸۹	۳۵۶۳۰۴۴۰	۳۵۶۳۰۴۴۰		۱۵۲
۲ گورنمنٹ بمبئی						
بمبئی	۷۷۲۷۵		۱۵۹۸۵۲۷۰		۲۰۶	
سندھ	۴۷۷۸۹	۱۲۵۱۴۴	۲۸۷۱۷۷۴	۲۸۹۰۱۱۲۳	۶۰	۱۵۱
عدن	۸۰		۴۴۰۷۹		۵۸۷	
۳ بنگال کی لفٹننٹ گورنری		۱۵۱۵۴۳		۷۱۳۴۶۹۸۷		۴۷۱
۴ ممالک مغربی و شمالی کی لفٹننٹ گورنری	۸۳۲۸۶	۱۰۷۵۰۳	۳۴۲۵۴۲۵۴	۴۶۹۰۵۰۸۵	۴۱۱	۴۳۶
اودھ کی چیف کمشنری	۲۴۲۱۷		۱۲۶۵۰۸۳۱		۵۲۲	
۵ پنجاب کی لفٹننٹ گورنری		۱۱۰۶۶۷		۲۰۸۶۶۸۴۷		۱۸۸
۶ سنٹرل پروونس کی چیف کمشنری		۸۶۵۰۱		۱۰۷۸۴۲۹۴		۱۲۵
۷ آسام ـ برار کی چیف کمشنری		۴۹۰۰۴		۵۴۷۶۸۳۳		۱۱۲
۸ برہما کی چیف کمشنری						
اپر برہما (بالاے برہما)	۸۳۴۷۳	۱۷۱۴۳۰	۲۹۴۶۹۳۳	۷۶۰۵۵۶۰	۳۵	۴۵
لوئر برہما (زیرین برہما)	۸۷۹۵۷		۴۶۵۸۶۲۷		۵۲	
۹ کمشنری برار ۳		۱۷۷۱۸		۲۸۹۷۴۹۱		۱۶۳
۱۰ کمشنری اجمیر میواڑ		۲۷۱۱		۵۴۲۳۵۸		۲۰۰
۱۱ کمشنری کورگ		۱۵۸۳		۱۷۳۰۵۵		۱۰۹
۱۲ متفرقات						
کوئیٹہ ۴	بہت کم تحقیق			۲۷۲۷۰		
پورٹ بیر ۵	بہت کم تحقیق			۱۵۶۰۹		
برٹش بلوچستان ۶	بالکل تحقیق			۱۱۶۵۴۱۷		
بالاے برہما کے سرحدی ضلاع ۷	بالاے برہما مین داخل					
میزان کل		۹۶۲۹۹۳		۲۲۱۴۳۴۸۶۲		۲۲۹

خاص آدمیون نے مردم شماری نہین کی بلکہ اہل خانہ نے رجسٹر مین آبادی خود لکھی ہی +

(۱) اودھ سنہ ۱۸۷۷ع مین ممالک مغربی مین شامل کیا گیا۔ ممالک مغربی کا لفٹنٹ گورنر اودھ کا چیف کمشنر کہلاتا ہی +

(۲) سنہ ۱۸۷۴ع مین آسام بنگال کی لفٹنٹ گورنری سے جدا ہوا ہی اور اسمین چیف کمشنری قائم ہوئی ہی مین شمالی ایشیا کا ملک سنہ ۱۸۸۹ع مین داخل ہوا ہی +

(۳) برار مین وہ چھ ضلعے شامل ہین جو نظام حیدرآباد نے برٹش گورنمنٹ کو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے خرچون کیلیئے دیئے تھے +

(۴) کوئٹہ مین صرف چھاونیان۔ ریلوے اور سول اسٹیشن ہین +

(۵) قیدیون کے دارالاقامت وجزائر انڈمان کی مردم شماری داخل ہی +

(۶) برٹش بلوچستان کی آبادی بہت کم نقشہ مین درج ہوئی +

(۷) بالائی کھانڈون ضلع کی مردم شماری ہوئی تھی لیکن نقشون کے مسودات سکے نتائج ایک فساد مین برباد ہوگئے اور ضلاع دھابو وکاٹھا مین باقاعدہ مردم شماری نہین ہوئی +

ہندوستانی ریاستین اور ہندوستانی ریاستون کے مجموعے فیوڈیٹری انڈیا (ممالک محروسہ) سنہ ۱۸۹۱ع

ہندوستانی ریاستین یا مجموعہ ہندوستانی ریاستون کا	رقبہ مربع میلون مین	کل آبادی	اوسط
۱ راجپوتانہ	۱۳۰۲۶۸	۱۲۰۱۶۱۰۲	۹۴
۲ حیدرآباد (نظام کی مملکت)	۸۲۶۹۸	۱۱۵۳۷۰۴۰	۱۳۹
۳ سنٹرل انڈیا ایجنسی اور بندیل کھنڈ	۷۷۸۰۸	۱۰۳۱۸۸۱۲	۱۳۳
۴ بڑودہ	۸۲۲۶	۲۴۱۵۳۹۶	۲۹۴
۵ میسور	۲۷۹۳۶	۴۹۹۳۶۰۴	۱۷۷
۶ کشمیر	۸۰۹۰۰	۲۵۴۳۹۵۲	۳۱
۷ ہندوستانی ریاستین ماتحت بمبئی گورنمنٹ	۶۹۰۴۵	۸۰۵۹۲۹۸	۱۱۷
۸ ہندوستانی ریاستین ماتحت مدراس گورنمنٹ	۹۶۰۹	۳۷۰۰۶۲۲	۳۸۵
۹ ہندوستانی ریاستین ماتحت بنگال گورنمنٹ	۳۵۸۳۴	۳۲۹۶۳۷۹	۹۲
۱۰ ہندوستانی ریاستین تحت پنجاب گورنمنٹ	۳۸۲۹۹	۴۲۶۳۲۸۰	۱۱۱
۱۱ ہندوستانی ریاستین ماتحت سنٹرل انڈیا	۲۹۴۳۵	۲۱۶۰۵۱۱	۷۳
۱۲ ہندوستانی ریاستین ماتحت ممالک شمالی مغربی	۵۱۰۹	۷۹۲۴۹۱	۱۵۵
۱۳ فورٹ سنڈیمن شان سٹیٹ مین	۰	۲۹۹۲	۷۰
۱۴ آسام سٹیٹ (سسس سالوین)	۴۰۰۰۰	۳۷۲۹۶۹	۹
۱۵ سکم	۱۵۵۰	۳۰۴۵۸	۱۹
۱۶ جنگلی اضلاع میواڑ وغیرہ راجپوتانہ	راجپوتانہ مین داخل ہین	۲۰۴۲۴۱	۰۰
۱۷ منی پور	۸۰۰	۲۵۰۰۰۰	۳۱
میزان کل	۶۴۴۷۱۷	۶۶۹۰۸۱۴۷	۱۰۴

اِن قطعات وریاستون کی آبادی باستثنار فورٹ سنڈیمین کے شان کی ریاست مین خاص آدمیون نے مردم شماری نہین کی بلکہ اہل خانہ نے رجسٹر کرادی - اب اگر ان مین پرتگیزون اور فرانسیسون کی عملداریون کی آبادیون کو بھی شامل کردین تو کل انڈیا کی آبادی معلوم ہوجائیگی +

کل انڈیا جس مین برہما بھی شامل ہے سنہ ۱۸۹۱ء

نام مع سنہ	رقبہ مربع میلون مین	آبادی	اوسط
برٹش انڈیا سنہ ۱۸۹۱ء	۹۶۵۰۵۱	۲۲۱۴۳۴۸۶۲	۲۲۹
ممالک محروسہ سنہ ۱۸۹۱ء	۶۴۴۷۱۷	۶۶۹۰۸۱۴۷	۱۰۴
پرتگیزون کی عملداری سنہ ۱۸۸۷ء	۱۶۰۵	۵۶۱۳۸۴	۳۴۹
فرانسیسونکی عملداری سنہ ۱۸۹۱ء	۲۰۳	۲۸۲۹۲۳	۱۳۹۳
میزان کل انڈیا مع برہما	۱۶۱۱۵۷۶	۲۸۹۱۸۷۳۱۶	۱۷۹

(۱) میسور کی آبادی مین بنگلور کی انگریزی عملداری کے ایک حصہ کی آبادی شامل ہے +

(۲) منی پور مین مردم شماری ہوئی مگر کاغذات اسکے مارچ سنہ ۱۸۹۱ء مین برباد ہوگئے۔ اُنکے نتائج تخمیناً لکھے گئے ہین +

پہلی دو مردم شماریون کے نقشون کے اعداد کا لکھنا بھی فائدہ مند ہے۔ مردم شماری کا کامل طور پر ہونا اور بالائے برہما کا انگریزی عملداری مین آنا ایسی باتین ہین کہ جنکے سبب سے یہ نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۱ء کے نقشون سے پہلی مردم شماریون کے نقشون کا مقابلہ کیا جائے۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین آبادی کا شمار یہ تھا کہ برٹش انڈیا مین ۱۸۶۰۰۰۰۰۰ - آدمی اور ممالک محروسہ مین ۵۴۰۰۰۰۰۰ - آدمی - اور فرانسیسی اور پرتگیزی عملداریون مین ۷۵۰۰۰۰ - آدمی - کل ہندوستان مین ۲۴۰۹۳۱۵۲۱ آدمی سنہ ۱۸۸۱ء مین بعد ان ملکی انتقالات کے جو برٹش اور ہندوستانی ریاستون مین ہوئے برٹش انڈیا مین ۱۹۸۸۶۰۶۰۶ - اور ممالک محروسہ مین ۵۶۹۹۸۳۳۰ - اور فرانسیسی و پرتگیزی عملداری مین ۷۸۴۷۸۳ - کل انڈیا مین ۲۵۶۶۰۷۷۱۹ - اور سنہ ۱۸۹۱ء جیسا کہ اوپر جدول مین لکھا گیا کل آبادی ۲۸۹۱۸۷۳۱۶ تھی - کل آبادی انڈیا اور ممالک محروسہ مین ۹۰۱۶۹ - آدمی انگلش اسکوچ یا آئرش تھے اور وہ کل آدمی جو ایشیا مین نہین پیدا ہوئے تھے صرف ۱۱۰۵۰۴ تھے جنمین ۹۰۱۶۹

مردم شماری سنہ ۱۸۷۲ و ۱۸۸۱ء

آدمی جنکا اوپر ذکر ہوا داخل ہین +

ممالک محروسہ سے دو چند آبادی کل برٹش انڈیا مین آبادی ہی جسکی وہ پرورش کرتا ہی اگر ہم
مضافات کے ضلاع برٹش برہمار آسام کے جو پیچھے داخل ہوئے خارج کردین تو نسبت سہ چند ہو جائے
گی۔ یا ۲۷۹۔ آدمی فی مربع میل۔ یہ اوسط آبادی انگلینڈ اور فرانس کی اوسط آبادی سے زیادہ ہی +

بنگال کے بڑے رقبے مین فی ایکڑ مزروعہ زمین سے دو آدمی زندگی بسر کرتے ہین اور
۱۲۸۰ آدمی فی مربع میل مزروعہ سے قحط کے کمیشن نے ۱۸۸۱ء مین رپورٹ مین لکھا تھا کہ بنگال مین
ساٹھ لاکھ کسان یعنے دو تہائی کل آبادی بحساب اوسط ۲ یا ۳ ایکڑ سے زندگی بسر کرتے ہین۔ یہ ہانگر
کہ چار آدمی جن مین مرد عورت بھی شامل ہین جو دو کروڑ چالیس لاکھ آبادی کو تعبیر کرتے ہین۔ ایک کروڑ
پچاس لاکھ ایکڑ سے یعنی فی کس نصف ایکڑ سے کچھ زائد پر نزاع فی البقاء رکھتے ہین +

انگلینڈ کی طرح انڈیا مین شہرون و قصبات کی افراط نہین ہی اور نہ اسمین وہان کی
طرح صنعت حرفت کے مرکز بہت سے ہین۔ چند بڑے شہر ہین۔ ۱۸۹۱ء مین انگلینڈ و ویلز مین
۲۲ء ۵۳ فیصدی یعنے نصف آدمیون سے زیادہ ۱۵۲۰ شہرون مین رہتے تھے جن مین سے
ہر ایک مین بیس ہزار باشندون سے زیادہ رہتے تھے۔ اور برٹش انڈیا مین صرف ۴ء ۸۴ فی
صدی یعنے آبادی کا بیسوان حصہ ۲۲۵ شہرون مین جو مثل انگلینڈ کے شہرون کے تھے آباد تھے
اسواسطے انڈیا تقریباً کل دہقانی ملک ہے اور جن کو شہر کہتے ہین اُن مین سے بھی بہت سے دہات
کا مجمع ہین جنکے درمیان کھیتون مین مویشی چلائے جاتے ہین اور اراضی بوئی۔ جوتی اور کاٹی جاتی ہے
خود کلکتہ مزرعون کا ایک گچھا دریائے ہگلی کے کنارے پر تھا۔ یوروپ مین تو لفظ میونسپلٹی
کا اطلاق شہرون پر ہوتا ہی۔ لیکن انڈیا مین اسکے معنے دہات متحدہ یا مساکن مجتمع کے ہین جو
لوکل گورنمنٹ کے مقاصد کے لیئے کام مین آتے ہین +

پس اسلیئے انڈیا مین اہل زراعت کی بڑی گھنی آبادی دیکھتے ہین۔ جہان کہین باستثنائے
حوالی شہر کے نہری قطعات کے آدمیون کی تعداد فی ایکڑ ایک آدمی سے یا ۶۴۰ آدمی کی مربع
میل سے بڑھ جاتی ہی۔ وہان نزاع فی البقا بہت دشوار ہو جاتی ہی یعنے جان کے لالے پڑ جاتے
ہین۔ نصف ایکڑ زمین پر زندگی بسر کرنی بڑی کٹھن ہے۔ ایسے اضلاع مین اگر فصل اچھی ہوتی

تو وہان کے باشندون کو پیٹ بھر کے روٹی ملجاتی ہے۔ غرض ہزارہا آدمیونکی زندگی کا مدار بارش کی چند انچ کی کمی بیشی پر ہے۔ حقیقت مین جب قحط پڑتا ہے تو گورنمنٹ کنگلون کے پیٹ بھرنے مین بڑی کوشش کرتی ہے۔ مگر جن لوگون کو ہمیشہ پیٹ بھر کے روٹی نہین ملتی۔ اُنکی بیماری اور موت کی گرم بازاری کو نہین روک سکتی۔ اکثر کثیر الآباد اضلاع مین آبادی ایک حد پر پہنچکر تھم جاتی ہے۔ مثلاً ضلع الہ آباد مین بیس برس کے عرصہ مین فی دس ہزار آدمیون مین ۷-۶ آدمیونکی افزایش سالانہ ہوتی ہے۔ اور آئندہ ۱۸۷۲ء - ۱۸۸۱ء مین صرف پانچ آدمیون کی سالانہ۔ اس سے بھی زیادہ جن مقامات مین ریلون کے کنارون پر آبادی کی بڑی افراط ہے وہان نقل مکان کرنیکے لیئے آسانی کے ہونے کے سبب سے بہت آبادی گھٹ جاتی ہے۔ وہان ۱۸۷۲ء سے بیس برس پہلے آدمی جتنے آباد تھے اب اتنے آباد نہین +

اِسکے برخلاف جن اضلاع مین آبادی کم تھی وہان وہ بہت بڑھ گئی ہے۔ ۱۸۲۴ء مین ضلع اِمہرسٹ کو برہما کے راجہ سے انگریزون نے لیا تھا۔ تو وہان کے باشندونکی وحشیانہ لڑائیون سے بالکل ویران ہوگیا تھا۔ مگر جب ہمین انگریزون نے اپنی حکومت جمائی تو آدمیون کی آمد شروع ہوئی ۱۸۲۹ء مین اِس ضلع مین ستر ہزار آدمی اور ۱۸۸۱ء مین ۳۰۱۰۸۶ آدمی اور ۱۸۹۱ء مین ۴۱۲۳۱۲ آدمی آباد ہوئے۔ یعنی ۱۸۲۹ء کی نسبت چھ گُنے آبادی ہوئی +

انڈیا مین بعض اضلاع ایسے ہین کہ اُن مین اہل زراعت اِسقدر آباد ہین کہ اُنکی مزروعہ زمین کا پیداوار اُنکی خوراک کے لیئے کافی نہین۔ اور بعض اضلاع مین قابل زراعت بہت سی اراضی غیر آباد پڑی ہین جو مزارعین مانگتی ہین۔ انگلینڈ مین کثیر الآباد اضلاع سے لوگ بالکل آزادانہ قلیل الآباد اضلاع مین نقل مکان کرتے ہین۔ لیکن ہندوستان مین کسان اپنے آبائی مسکنون سے ایسے چمٹے رہتے ہین کہ جب اُنکے کنبے کو کھیتون سے خوراک کافی نہین ملتی تو بھی برسون تک وہین پڑے رہتے ہین۔ اُنکو چھوڑتے نہین۔ اگر ہندوستانی قومین صرف یہ بات سیکھ جائین کہ جہان زمینین زراعت سے خالی غیر آباد پڑی ہین وہان کثیر آبادیون سے نقل مکان کرین تو وہ اپنے لیئے اِس سے بہت زیادہ کام کرین جو گورنمنٹ غایت درجہ کی کوشش ایام قحط مین کرتی ہے۔ یعنی قحط سالی مین اُنکے لیئے وہ فائدہ نہین پہنچا سکتی جو وہ خود فقط اپنی اِس عادت کے بدلنے سے پہنچا سکتے ہین

آزاد ضلاع

کسانون کا اپنے وطن کو نہ چھوڑنا

۔ جہان آبادی کی کثرت ہو وہان سے وہ نقل مکان کرکے اِن اضلاع مین آباد ہون جہان آبادی
م اور زمین قابل زراعت خالی از زراعت زیادہ ہو +

سنہ ۱۸۹۱ع کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ عام اوسط فی مربع میل ۲۲۹۔ آدمیونکی
بادی کا ہے اور آبادی کا اضافہ سالانہ ہر دس ہزار آدمیون مین ۹ کا ہوتا ہے اور اضلاع کی آبادیون کے
غیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا میلان اِسطرف ہو کہ مقامی کثرت آبادی سے بالاضافت ۔ اضافہ
بادی بہ نسبت معکوس بدلے یعنے جہان آبادی زیادہ ہو وہان اضافہ آبادی کم ہو اور جہان آبادی کم
ہو وہان اضافہ آبادی زیادہ ہو۔ یہ امر وہان خوب واضح ہو جہان آبادی تین سو آدمیون سے زیادہ
ی مربع میل آباد نہین ہے۔ اِن مین کل کے درمیان اضافہ آبادی اوسط سے زیادہ ہے۔ لیکن اس حد
سے پرے بہت کم بے قاعدہ اوسط کم ہوتا ہے۔ ان رقبات مین جن مین آبادی فی مربع میل تین سو سے
م ہے دس سال مین شرح اضافہ آبادی ۱۴ فیصدی کے قریب ہے۔ لیکن اس سے زیادہ آباد خطون
مین اوسط کم تقریباً ۸ فیصدی ہو اور جس بیقاعدہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُسکی توضیح اس واقعہ سے
خوب ہوتی ہے کہ کل برٹش انڈیا مین جس سے بالائی برہما خارج ہو ۱۶ ۳/۴ فیصدی رقبہ اور
۴۰ فیصدی آبادی خاص نسبت رکھتی ہے جو اوسط اضافہ آبادی سے دو چند یا زائد ہے یعنی ۴۶۱
ی مربع میل یا اس سے زائد لیکن کثیر الآباد رقبہ مین صرف اوسط شرح اضافہ آبادی ۲ ر ۷ فی
صدی ہے +

یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ لوگ نقل مکان اسقدر کرنے لگے ہین کہ جس سے کثیر الآباد ضلاع کی
تکالیف مین کافی تخفیف ہو الا یہ صورتین ہین کہ اول آدمی بنگال سے آسام مین نقل مکان کرتے
ہین اور بہار سے زیرین کلکتہ مین چلے جاتے ہین۔ دوم مدراس سے سیلون و برہما مین دراصل
لا استقلال نقل مکانی اور بنگال سے آسام مین ہوتا ہے اور صورتون مین بعض کششون کے سبب سے
چند روزہ تبدل مقام ہوتا ہے جیسے کہ فصل گندم و پنبہ چینی کے زمانہ مین اسکا اثر مردم شماری کے
نقشون مین ہوتا ہے مگر اس اثر کو موسم تخم ریزی وغیرہ یون باطل کردیتا ہے کہ لوگ جہان گئے تھے
وہان سے پھر اپنے گھرون کو چلے آتے ہین +

لیکن زیرین برہما کے ایک ضلع مین اور بمبئی کے دو ضلعون مین اور شمالی مغربی اضلاع کے بعض

آبادی کا انتقال مکانی

شرقی پہاڑی قطعات مین - اور پنجاب کے بعض حصون مین کاشتکارون مین نقل مکان کے لئے کچھ تہوڑی سی تحریکین اہل زراعت مین پیدا ہوگئی ہین - اگر کل ملک پر خیال کرین تو تحقیق ہوگا کہ مردم شماری کے وقت مین ہر ضلعے مین ۹۰ فیصدی تو وہی باشندے ہوتے ہین جو اس ضلع مین پیدا ہوے ہین اور ۶ فیصدی متصل کے ضلاع سے آجاتے ہین - اور ۳ فیصدی بہت دور دور کے اضلاع سے آتے ہین +

کل سرحدی اور کوہستانی اضلاع مین بہت سے قطعات اراضی ایسے پڑے ہین کہ اُن سے لگان نہین حاصل ہوتا - اُن مین سے کوئی شخص ایک حصہ اراضی کا لیتا ہے اور اُسکا جنگل صاف کرتا ہے اور اس مین جلد جلد متواتر فصلون کی کاشت و درو کرتا ہے - جس سے زمین ناقابل پیداوار ہو جاتی ہے - پھر اُسکو وہ جنگل بنکے چھوڑ جاتا ہے - ایسے قطعات سے لگان نہین لیا جاتا مگر کاشتکار خانہ بدوش جس رئیس یا گورنمنٹ کی حمایت و حفاظت مین رہتا ہے وہ اُس کے کنبے سے بالانفراد یعنے ہر شخص سے خراج لیتی ہے - جب آبادی زیادہ ہوجاتی ہے تو یہ خانہ بدوش کاشتکاری کا نظام باقاعدہ کاشتکاری کا نظام ہوجاتا ہے - یہ دونون ترکیبین پہلو بہ پہلو برہما مین ہم دیکھتے ہین لیکن ہندوستان کے کثیر الآباد قطعات سے یہ خانہ بدوش کاشتکارون کی کاشتکاری مدت سے معدوم ہوگئی ہے - یہان ایک ہی مقام پر کاشتکار نسلاً بعد نسل رہتے ہین جہان اُنکی آنول نال گڑتی ہے وہین مرتے ہین +

کاشتکارون کا نظام خانہ بدوشی

ہماری آنکھون کے سامنے ہندوستان کے بعض اضلاع مین اراضی اور کاشتکارون کے تعلق مین یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ آخر صدی مین بنگال کے اندر قابل زراعت اراضی کی کثرت تھی اور اُسکے لیئے کاشتکارونکی قلت تھی - سو برس کی انگریزی عملداری نے اس نسبت کو معکوس کردیا - اب بعض اضلاع مین کاشتکارونکی کثرت ہی مگر اُنکے کاشت کرنیکے لیئے زمین تہوڑی ہی - اس تبدیلی نے بنگال کے انتظام زراعت مین چپ چاپ ایک انقلاب پیدا کردیا - سترہوین صدی مین بنگال انگریزونکے ہاتھ مین آیا تہا اُنہون نے بہت سے اضلاع مین دیکھا کہ ایک ہی اقسام کی اراضی پر دو جُدا جُدا لگان لینی کی شرحین مروج تہین - تھانی رعیت اعلیٰ درجہ کا لگان دیتی تہی - تھانی رعیت کے معنی یہ ہین کہ وہ مقیم کاشتکار ہون جو پرگنے مین اپنا مسکن رکھتے ہون اور وہ ایک گونہ دوامی

کاشتکارون کا ہو۔ اُن سے بالجبر زیادہ لگان لیا جاتا تھا وہ اُسکے متحمل ہوتے تھے۔ لیکن اپنی دہرتی کو کبھی نہین چھوڑتے تھے جسپر اُنھون نے محنت کی تھی۔ اپنا سرمایہ اسمین خرچ کیا تھا۔ اُس مین تال بنائے تھے۔ آبپاشی کی نالیان اور بڑے بنائے تھے اور اپنے رہنے کے لیئے مکان تعمیر کیے تھے۔ اُنپر طرح طرح کے جبر ہوتے تھے جنکو وہ صبر سے سہتے تھے اُنکو موروثی کاشت کا حق جب تک حاصل رہتا تھا کہ وہ اپنا لگان ادا کیئے جائین اُنسے زیادہ سے زیادہ لگان بجبر کر لیا جاتا تھا چند روزہ یا خانہ بدوش کاشتکار پائی کاشت رعیت کہلاتے تھے۔ گھر پڑے مین نہین ہوتا تھا جس مین وہ کاشت کرتے تھے۔ اسلیئے جب اُنکا جی چاہتا تھا وہ اُسکو چھوڑکر چلے جاتے تھے وہ اپنے کھیتون مین موروثی کاشت کا حق نہین رکھتے تھے اُنسے زمیندار زیادہ لگان نہین لے سکتا تھا۔ اسلیئے کہ اُنکو اَور زمیندار اپنی زمینین کم لگان پر دینے کو موجود تھے۔ زمیندارون کے درمیان رقابت کاشتکارون کے لیئے رہتی تھی۔ وہ سرکار کمپنی کے ملازمون کے روبرو سب سے زیادہ اِس بات کی شکایتین کرتے تھے کہ ہمسایہ کے زمیندارون نے ہمارے کاشتکارون کو اپنی طرف لگان کم کرکے کھینچ لیا ہے +

اب بنگال کے اکثر حصون مین پہلی باتین اُلٹی ہوگئی ہین۔ اب زمیندارون کو کاشتکارون کے لیئے رقابت نہین رہی۔ بلکہ کاشتکارون مین آپس مین رقابت زمین کے لیئے ہوگئی ہے مگر لگان کی اب بھی دو شرحین ہین۔ موروثی کاشتکارون سے لگان کم شرح پر لیا جاتا ہے اور غیر موروثی کاشتکارون سے زیادہ۔ ہندوستان مین پہلے زمانہ مین جو جنگل کو کاٹ کر گانون کو آباد کرتا تھا وہ گانون کا مالک ہوتا تھا۔ مگر اب اس زمانہ مین ایک خاص قانون اور فورسٹ ڈپارٹمنٹ یعنی جنگلون کے لیئے ایک سررشتہ ہے وہ جنگلون کو جو باقی ہین محفوظ رکھتا ہے۔ ملک صرف جنگلون ہی سے محروم نہین ہوا ہے بلکہ چراگاہون سے بھی۔ بہت سے ضلعے ہین جن مین مویشیون کے چرانے کے واسطے کافی زمین چرائی کی نہین ہے کہ انمین گائے بیل گھاس چرین۔ جسکے سبب سے مویشیون کو تکلیف پہنچتی ہے یہ بات آسانی سے سمجھہ مین آتی ہے کہ جس ملک مین اراضی زیادہ ہو اور اُس مین کاشت کرنیوالے آدمی کم ہون تو وہان کاشتکارون کی جماعت کی زیادہ قدر و منزلت ہوگی۔ ان اضلاع مین جہان خانہ بدوش کاشتکارون کا نظام باقی ہے وہان کسی کنبے کو اجازت ہندوستانی رئیس

کی طرف سے نہین ہوتی کہ ملک کو چھوڑ کر چلا جائے اسلیئے کہ وہان ہر گھر کے ہر ایک آدمی سے
ٹیکس لیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے حصے ایسے ہین کہ اقوام اسافل کچھ اپنی زمینون سے ایسے
پیوستہ و وابستہ ہین کہ اُنکے اور قدیم زمانہ کی غلامی کی حالتون مین بہت تہوڑا ہی فرق ہو +

انگریزی عملداری مین برخلاف قوانین نافذہ کے یہ نظام سو برس سے ڈہیل مین پڑا ہوا ہے
بنگال مین جنوب مشرق مین خصوصًا بڑے جزیرے سراندیپ مین پہلے زمانہ مین جو انگریزی
افسرون نے اس غلامی کے دور کرنے کیلیئے کوشش کی تو رعایا نے سرکشی مین کوشش کر کے
اپنے غلامون کو چھٹانا چاہا۔ بیشک خاص قطعات مین جہان رعایا بڑی مظلوم حالت مین ہو
جیسے کہ بہار مین۔ اس زمانہ مین کبھی کبھی عدالتون کو معلوم ہوا ہے کہ وہان غلامی موجود ہے بعض
انگریزی افسرون کے دلون مین یہ خیالات زندہ ہین کہ لوگ ایک ضلع سے اپنے ہمسایہ کے ضلع
مین یا ہندوستانی ریاستون مین نقل مکان نہ کرنے پائین +

آسام و برہما جو حال مین انگریزی عملداری مین آئے ہین خارج کیئے جائین تو کل برٹش انڈیا
کی آبادی تقریبًا ساتہ چند زیادہ گھنی بہ نسبت ہندوستانی ریاستونکی آبادی کے ہو غرض یہ نسبت جو
آبادیون مین ہے اسکی توجیہ زمین کی قدرتی قابلیتون کے سبب سے بالکل نہین ہو سکتی۔ یہ رعایا
کے لیئے نہایت فائدہ مند ہوگا کہ وہ کل ملک مین اپنے تئین مساوی پہیلائین تاکہ اراضی پر سب
جگہ انکی پرورش کا بار برابر پڑے۔ ممالک انگریزی کے بیچ مین ممالک محروسہ ہین۔ انتقال
مکانی کرنے مین آدمیون کو کوئی بحری سفر نہین کرنا پڑتا کہ جسکا خرچ زیادہ ہو۔ اب رعایا نے جو
اپنے تئین اسطرح نہین پہیلایا ہے اور انگریزی عملداری مین اپنی آبادی کا ہجوم لگایا ہو۔ اسکا
سبب کچھہ تو یہ ہے کہ اکثر انگریزی عملداری مین بہ نسبت ہندوستانی عملداری کے ظلم کم ہوتا ہے
لیکن اسکا بڑا سبب یہ ہو کہ جب کثیر الآباد اضلاع سے انگریزی آبادی کی ہندوستانی ریاستون
کی طرف جب کوئی حرکت ہوتی ہے تو مقامی حکام اس سے رنجیدہ خاطر ہوتے ہین۔ بہار کے کثیر الآباد
اضلاع سے جو چند کاشتکار ریاست نیپال کے سرحد کی قلیل الآباد اضلاع مین چلے گئے
تو حکام کو اسپر خود اپنے تئین ملامت کرنے کا احساس ہوا۔ جسقدر انگریزی گورنمنٹ کے اثر
و رعب و اسباب ممالک محروسہ کا انتظام اچہا ہوتا جائے گا اُسیقدر امید ہے کہ انگریزی عملداری سے

اراضی پر غیر مساوی دباؤ آدمیون کا

آبادی کی افزائش بین ۱۸۷۲ء و ۱۸۸۱ء سے ۱۸۹۱ء تک

رعایا مین بتدریج نقل مکان کرنیکے لیئے ہندوستانی ریاستون مین تحریک ہوتی جائے گی
کل آبادی کی پرورش کے لیئے ہندوستان مین بہت اراضی ہی جس چیز کی ضرورت ہی وہ یہ نہین
ہے کہ آبادی مین کمی ہو بلکہ یہ ہے کہ آبادی کی تقسیم زیادہ تر برابر ہو۔ دو زمانون مین جو مردم شماری
ہوئی اُنکے درمیان جو آبادی کی افزایش ہوئی وہ اس آیندہ فقرہ سے معلوم ہوگی۔ اول زمانہ مین
جو آبادی کی افزایش نہایت کم ہوئی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین کیا بُرا اثر
ہے۔ آخر زمانہ مین ۱۸۸۱ء و ۱۸۹۱ء کے درمیان معمولی آسودہ حالی تھی قحط کی آفت نہ تھی اور پہلے
زمانہ مین ۱۸۷۲ء سے ۱۸۸۱ء تک تھا ۱۸۷۶ء و ۱۸۷۸ء مین قحط عظیم واقع ہوا تھا اور وہ ظاہرا
ایک غیر معمولی زمانہ تھا۔

مردم شماری ۱۸۷۲ء و ۱۸۸۱ء

۱۸۸۱ء مین جو مردم شماری ہوئی اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۷۲ء سے نو سال کے
اندر کل ہندوستان مین ایک کروڑ پچپن لاکھ آدمیون کی زیادتی یعنے ۰۴۶ر۶ فیصدی افزایش
ہوئی۔ لیکن یہ عام بیان آبادی کی مقامی افزایش کے لیئے ناقص طور سے نظر آتا ہے اسلیئے کہ جنتی
اضلاع مین جہان قحط ۷۸-۱۸۷۶ء سے بڑی مصیبت پڑی آدمیون کی تعداد ٹھیری رہی یا اُلٹی کم
ہوئی۔ جن خطون مین آبادی کم تھی اُنمین آبادی کی افزایش بہت زیادہ ہوئی۔ مدراس کی پریسیڈنسی
مین آبادی کی کمی ۱۴ر۱ فیصدی ہوئی اور ہندوستانی ریاست میسور مین جہان ۷۹-۱۸۷۶ء مین
گرانی غلہ کا پورا اثر پڑا تھا وہان ۱۷ فیصدی آبادی کی کمی ۱۸۷۲ء کی نسبت ۱۸۸۱ء مین تھی۔
بنگال کی آبادی نو سال مین ۱۱ فیصدی بڑہی۔ باوجودیکہ ۱۸۷۴ء مین نرم قحط سالی ہوئی۔ مگر
مقامات مین جنکی آبادی کم تھی سب سے زیادہ افزونی تھی۔ یہان کی اراضی پر اس آبادی کا بوجھ محسوس
ہونا شروع نہین ہوا تھا۔ اور ہزارون ایکڑ اراضی کاشتکارون کی خواستگار تھی۔ آسام مین
۱۸۷۲ء و ۱۸۸۱ء کے درمیان ۱۹ فیصدی افزونی تھی۔ یہ افزایش زیادہ تر اس سبب سے تھی کہ اور مقامات
سے آدمی وہان آگئے تھے۔ سنٹرل انڈیا (ممالک متوسط ہند) مین مع ممالک محروسہ کے اور لا وارث
خطون کی افزایش آبادی ۲۵ فیصدی تھی۔ اور برار مین جو اُنکے متصل ہے ۲۰ فیصدی اور زیرین
برہما مین جو انگریزی عملداری مین سب سے زیادہ آبادی کا محتاج ہے نو سال مین ۳۶ فیصدی آبادی
کی افزایش ہوئی۔ اگر یہی حال رہے تو ۲۵ سال مین آبادی دو چند ہو جائیگی۔

مردم شماری سنہ ۱۸۹۱ع

سنہ ۱۸۸۱ع کی مردم شماری کی نسبت سنہ ۱۸۹۱ع کی مردم شماری مین کل برٹش انڈیا اور ممالک محروسہ مین آبادی تین کروڑ ستتر لاکھ پچاس ہزار آدمیون کی افزایش ہوئی۔ یہ مردم شماری اسی رقبہ مین ہوئی تھی جس مین سنہ ۱۸۸۱ع مین مردم شماری ہوئی تھی۔ آخر مردم شماری مین ۱۰٫۹۴ فیصدی یعنے تقریباً دوچند کے برابر پہلے نو برسون کی نسبت ہوئی۔ برٹش انڈیا کے کل پروونسون اور ممالک محروسہ مین اس افزایش کی مختلف نسبتین تہین۔ الاکورگ مین جہان ۴۷، ۵۲۔ آبادی یعنی ۳ فیصدی کمی ہوگئی تھی۔ برٹش پروونسون مین پھر سب سے زیادہ افزایش زیرین برہما مین تھی جہان آبادی ۲۴٫۷ فیصدی بڑہی یعنے ایک چوتھائی کے قریب دس سال مین سنہ ۱۸۸۱ع و سنہ ۱۸۹۱ع کے درمیان۔ پھر اسکے بعد سندھ کے مضافات کے اضلاع مین جنمین ۱۸٫۹ فیصدی افزایش ہوئی۔ پھر اسکے بعد پریسیڈنسی مدراس مین جسنے قحط سنہ ۱۸۷۶-۷۷ع کے بعد ایک عجیب اپنی قوت ولادت کو دوبارہ آدمیون کے پیدا کرنے مین دکھایا۔ ۱۵٫۵ فیصدی افزایش ہوئی اور بمبئی پریسیڈنسی مین جس مین سندھ بھی داخل ہے ۱۳٫۷ فیصدی کی افزایش ہوئی۔ آسام اور اودھ دونون مین یکسان ترقی آبادی ۱۱٫۷ فیصدی ہوئی اور پنجاب بھی اس سے زیادہ پیچھے نہین رہا کہ ۱۰٫۷ فیصدی آبادی بڑھی۔ اور سنٹرل پروونس مین آبادی ۹٫۶ فیصدی دس برس مین بڑھی۔ برار مین ۸٫۴۔ اور بنگال مین ۶٫۸ فیصدی اور ممالک مغربی مین جس مین اودھ بھی داخل ہے ۵٫۴ فیصدی۔ پس عام نسبت افزایش کل برٹش انڈیا مین ہندوستانی ریاستون کو خارج کرکے سنہ ۱۸۸۱ع و سنہ ۱۸۹۱ع کے درمیان ۹٫۷ فیصدی بہ سنہ ۱۸۷۲ع و سنہ ۱۸۸۱ع کے درمیان ۶٫۹۹ فیصدی افزایش ہوئی تھی +

ہندوستانی ریاستون مین افزایش آبادی سنہ ۱۸۹۱ع

ہندوستانی ریاستون مین افزایش آبادی سنہ ۱۸۹۱ع مین بڑی حیرت افزا ہے۔ یہ دلیل کہ ہندوستانی ریاستون کی گورنمنٹ کی ترقی انکے باشندون کی افزایش کی تائید کرے صحیح معلوم ہوتی ہے اسلیئے کہ آخر دس سالون مین ہندوستانی ریاستون مین آبادی ۲۰٫۵ فیصدی بڑھی ہے یعنے پہلے نو سالون کی ۴۱٫۴ فیصدی افزایش سے چوچند۔ لیکن کل ہندوستانی ریاستون مین یہ افزایش عام اس سبب سے بھی ہوئی ہے کہ مردم شماری کے طریقون مین ترقی ہوئی ہے ہندوستانی ریاستون کے مجموعہ مین جو لفٹنٹ گورنری ممالک مغربی اور ممالک متوسط کی چیف کمشنری سے متعلق ہین

درسنہ ۱۸۸۱-۱۸۹۱ء کے درمیان آبادی کی افزایش کم دس فیصدی سے ہوئی ہے. اول مین زیادتی ۸٫۶ فیصدی یعنے بنگال کی برابر اور دوسرے مین ۹٫۹ فیصدی کچھ زیادہ ممالک متوسطے ہندوستانی ریاستون مین جو پنجاب سے متعلق ہین. بڑودہ مین حدر اس گورنمنٹ کے ماتحت ہندوستانی ریاستون مین شرح افزایش ۴٫۱۰ و ۱۰٫۲۵ و ۱۰٫۶۶ فیصدی ہوئی. اور اور ہندوستانی ریاستون مین ہر برٹش پروونس سے باستثنار سندھ وزیرین برہما کے زیادہ افزایش آبادی ہوئی ہے بمبئی کے ماتحت ہندوستانی ریاستون مین افزایش ۱۶٫۳ فیصدی. حیدرآباد عملداری نظام مین ۱۷٫۱ فیصدی اور میسور مین ۱۸ فیصدی اور بنگال کی ہندوستانی ریاستون مین ۱۸٫۳ فیصدی اور راجپوتانہ مین ۲۰٫۲ فیصدی یعنے سندھ اور ممالک متوسط سے زیادہ. اور ممالک متوسط کے متعلق ریاستون مین ۲۶٫۳ فیصدی یعنے تقریباً زیرین برہما کے برابر افزایش ہوئی ہے ٭

نیچے کی جدول مین سنہ ۱۸۷۲ء و سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماریون کا مقابلہ کیا گیا ہے. یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سنہ ۱۸۷۲ء مین مردم شماری ایک وقت مین نہین کی گئی. اور بعض ہندوستانی ریاستون کے نقشے تخمیناً بنائے گئے تھے اصلی مردم شماری سے نہین بنائے گئے تھے. یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ برٹش انڈیا مین نئے ملکون کا اضافہ ہوا ہے اور ہندوستانی ریاستون مین بھی درستی کی گئی ہے اسلیئے ممکن نہین کہ برٹش پروونسون اور ہندوستانی ریاستون کا مقابلہ ان جدولون سے کیا جائے جن مین کل آبادی سنہ ۱۸۸۱ء و سنہ ۱۸۹۱ء کی لکھی گئی ہے ٭

جدول اول

سنہ ۱۸۷۲ء اور سنہ ۱۸۸۱ء کی آبادی ہند

نام ملک	سنہ ۱۸۷۲ء مین	سنہ ۱۸۸۱ و ۱۸۸۲ء مین	افزایش	فیصدی
برٹش پروونسون مین	۱۸۶۶۴۱۱۹۱	۱۹۹۰۴۳۴۹۲	۱۳۰۰۲۳۰۱	۶٫۹۹
ممالک محروسہ مین	۵۴۲۱۱۱۵۸	۵۶۶۰۴۳۷۱	۲۳۹۳۲۱۳	۴٫۴۱
فرانسیسی و پرتگیزی عملداریان	۶۷۹۱۷۲	۷۴۸۷۸۳	۶۹۶۱۱	۱۰٫۲۵
میزان کل	۲۴۰۹۳۱۵۲۱	۲۵۶۳۹۹۶۴۶	۱۵۴۶۵۱۲۵	۶٫۴۲

جدول دوم

آبادی ہند سنہ ۱۸۸۱ء اور سنہ ۱۸۹۱ء

نام ملک	سنہ ۸۲-۱۸۸۱ء	سنہ ۱۸۹۱ء	افزایش	فیصدی
برٹش پروونس	۱۹۸۸۶۰۶۰۶	۲۱۸۱۵۵۱۱۵	۱۹۲۹۴۵۰۹	۹٫۷۶
ممالک محروسہ	۵۴۹۳۲۹۰۸	۶۳۴۵۹۸۱۹	۸۵۲۶۹۱۱	۱۵٫۵۲
فرانسیسی و پرتگیزی عملداری	۷۴۸۷۸۳	۸۴۴۳۰۷	۹۵۵۲۴	۱۲٫۷۵
میزان کل	۲۵۴۵۴۲۲۹۷	۲۸۲۴۵۹۲۴۱	۲۷۹۱۶۹۴۴	۱۰٫۹۷

سنہ ۱۸۷۲ء مین آبادی کی تقسیم چار قسمون مین

ہندوستان کی آبادی کو سنہ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری مین چار قسمون مین منقسم کیا ہے۔ اول آریا قومین یعنے ہندوستان کے اصلی باشندے اور انکی اولاد نصف ہندو انکی تعداد برٹش انڈیا مین ایک کروڑ پچہتر لاکھ تھے دوم آریا کی قومین خالص نژاد برہمن چھتری تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کے سوم دوغلے ہندو جو آریا اور ان آریا کے ازدواج سے پیدا ہوئے گیارہ کروڑ دس لاکھ۔ چہارم۔ مسلمان چار کروڑ دس لاکھ برٹش انڈیا مین۔ یہ کل آبادی سنہ ۱۸۷۲ء مین اٹھارہ کروڑ ساٹھ لاکھ آدمیون کی تھی۔ انہین چار قسمون کی آبادی سنہ ۱۸۷۲ء مین کل ہند مین۔ ممالک محروسہ کے اندر پانچ کروڑ چالیس لاکھ آدمیون کی تھی۔ مگر مختلف قسمون کے آدمیون کی تعداد معلوم نہ تھی ؛

سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری مین تقسیم کی تبدیلی

سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری مین خالص نژاد ہندو برہمن چھتری آریا نسل کے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کل برٹش انڈیا مین ہین۔ دوغلی آبادی اور ہندوؤن کی ان آریا اقوام اور اصلی باشندونکی قومین اور عیسائی ۱۳ کروڑ اسی لاکھ اور مسلمان چار کروڑ پچاس لاکھ یہ سب کل ملکر ۱۹ کروڑ نوے لاکھ آدمیون کی آبادی برٹش انڈیا مین سنہ ۱۸۸۱ء مین تھی۔ اور ہندوستانی ریاستون مین برہمن چھتری باون لاکھ پچاس ہزار اور اراذل ہندوؤن کی اور اصلی باشندون کی اقوام چار کروڑ باسٹھ لاکھ پچیس ہزار اور مسلمان پچاس لاکھ ہندوستانی ریاستون مین سنہ ۱۸۸۱ء مین کل پانچ کروڑ باسٹھ لاکھ پچیس ہزار آبادی تھی۔ اصلی باشندون کی اقوام اکثر ہندوؤن کی اراذل اقوام مین داخل کی گئی ہین چالیس لاکھ پچہتر ہزار ان آریا قومین شمار کی گئی ہین اور ہندوستانی ریاستون مین ۱۷ لاکھ پچاس ہزار۔ اور کل ہندوستان مین سنہ ۱۸۸۱ء مین پینسٹھ لاکھ تھین ؛

مگر سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی جدول سے اسکا مقابلہ نہین کر سکتے۔ اسلیئے اسمین تقسیم بلحاظ آبادی آلی
پیشے اور زبان دونون کو ملا کر کی گئی۔ پس اس صورت مین آریا اور اُن آریا اقوام مین نسبت نہین معلوم
ہو سکتی۔ جیسے کہ سنہ ۱۸۷۲ء و سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماریون مین معلوم ہوئی بسنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین
آبادی کی تقسیم اور ہی طرحسے ہوئی ہی۔ لیکن مردم شماری کے کمشنر پہلے اعداد سے مقابلہ کے لیئے بیان
کرتے ہین کہ برٹش انڈیا مین برہمن اور چھتری ایک کروڑ پچانوے لاکھ ہین۔ اور کل ہندوستان
مین ڈہائی کروڑ وہ قومین ہین جو بالکل ہندو نہین ہین اور وہ جنگلی قومون کی طرح سے رہتے ہین اُن کا
تخمینہ ایک کروڑ دس لاکھ آدمیون کا ہی برٹش انڈیا مین سنہ ۱۸۹۱ء مین ایک کروڑ ہنتالیس لاکھ تین ہزار
اور کل ہندوستان مین سنہ ۱۸۸۱ء تک۔ اس سوال کا جواب قیاسی اور تخمینون سے دیا جاتا تھا کہ ہندوستان
مین آبادی کی افزائش ہوئی ہی یا ہو رہی ہی۔ مشرقی شمالی ہندوستان مین دو نسلون کے اندر اور شاید
بعض اضلاع مین یقینی آبادی کی افزونی ہوئی ہے۔ مگر اب بار بار جو مردم شماریان سنہ ۱۸۸۱ء و سنہ ۱۸۹۱ء
و سنہ ۱۹۰۱ء مین ہوئین تو سارے شبہات جو آبادی کے باب مین تھے۔ رفع ہوگئے۔ اور اب جو نتائج
اس باب مین بیان ہوتے ہین وہ تقریباً صحیح ہوتے ہین پہلے زمانون مین ہندوستان شاید بہت کم
ایسا تاراج اور ویران ہوا ہو جیسا کہ انگریزی عملداری کے آغاز سے۔ پہلے مدتون تک لڑائیون کے جاری رہنے
سے اور انقلابات سلطنت کے ہونے سے اور غارتگرون کی تاخت و تاراج سے ہوا تھا۔ مگر جب یہان
انگریزی عملداری نے اپنی سلطنت کا سکہ جمایا اور اسمین امن و امان قایم کیا تو اسکی آبادی بڑہنی شروع
ہوئی۔ جسکا اوپر بیان کیا گیا اور بدستور اس مین معمولی آبادی ہوگئی۔ اب اسکے بہت سے مقامات مین
بڑی گنجان و گھنی آبادی ہے۔ اب تک زمانہ قدیم کے بہت سے آثار و یادگار ایسی موجود ہین کہ جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان پہلے بھی ایسا ہی کثیر الآباد تہا جیسا کہ اب ہے یا اب سے بھی زیادہ۔ صحیح
تواریخ ایک طرف تو یہ بتلا رہی ہین کہ زندہ آدمیون کو یاد ہے کہ بعض اضلاع وحشیانہ حالت سے
نکالکر ابھی آباد سرسبز و شاداب کیئے گئے ہین۔ اب اسکے برخلاف دوسری طرف یہ بتلا رہی ہین
کہ بعض اضلاع ایسے ہین کہ اُن مین اب نیچر (قدرت) اپنے وحشیانہ جلوے دکھا رہی ہی۔ مگر اسمین
قدیمی تہذیب و شایستگی کے نشان و آثار باقی ہین کہ جنسے کوئی شبہہ باقی نہین رہتا کہ ان مین
بڑے خوش اقبال اور سب طرح سے مرفہ الحال آدمی آباد تھے ٭

ہندوستان مین متاہل ہونے کا عام رواج ہے۔ اِسکے لیئے مذہبی احکام موجود ہین
اولاد کے ہونے کی بڑی تمنائین رہتی ہین۔ یہان متاہل ہونیکےلیئے وہ موانع موجود نہین جو مغربی
شائستہ و مہذب قومون مین ہوتے ہین مجموعۃً بہت بچے پیدا ہوتے ہین۔ لیکن اکثر بیاہ بالغ
ہونے سے پہلے ہوتے ہین جو کامل طور پر باور نہین ہوتے۔ بڑے کنبے کمتر ہوتے ہین۔ زیادہ تر چھوٹے
کنبے ہوتے ہین۔ بعض اوقات چھوٹے بچون کی کثرت اموات قابل افسوس ہوتی ہین۔ ہر سال
زیادہ آباد اضلاع چند مہینے تک مرطوب رہتے ہین جس سے انسان کے قوائے روحانی مضمحل
ہوتے ہین آدمیون کا حال یہ ہوتا ہے کہ شمع کی طرح گھلتے گھلتے ختم ہوجاتے ہین۔ دن کو گرمی پڑتی
ہے وہ مسامات کو کشادہ کرتی ہے۔ رات اپنی اوس کی رطوبت اُس مین داخل کرتی ہے۔ جب سات
موقوف ہوتی ہے تو زمین نم آلود ہوتی ہے۔ ہوا انجارات فاسدہ سے پُر ہوتی ہے۔ جس سے بخار وہ پھیلتا
ہے کہ مشکل سے کوئی آدمی بچتا ہے۔ یہ ہر سال بخار کا بار بار آنا بعض آدمیون کے قوائے جسمانی کو بہت
ضعیف کر دیتا ہے گو بعض اضلاع مین آدمیون کو دریاؤن و ندیون سے پانی پینے کے لیئے اور نہانے
کے واسطے بڑا پاکیزہ کثرت سے ملتا ہے جو گرم ملکون مین ایک بڑی نعمت عظمی ہے۔ لیکن پھر بھی بہت
جگہ پینے کے لیئے پانی صاف نہین ملتا جس سے بیماریان پیدا ہوتی ہین۔ نہانے کے لیئے بھی پانی
کی قلت ہوتی ہے۔ وقتاً فوقتاً مہلک وبائین آتی رہتی ہین ہزارہا آدمیونکی جانین لے جاتی ہین
پھر قحط پڑنے کا بھی ایک دستور پڑ گیا ہے کہ وقت پر آتا ہے جو کم یا زیادہ گورستان کو آباد کرتا
ہے۔ غرض ایک طرف آبادی کے بڑھنے کے اور دوسری طرف آبادی کے گھٹنے کے اسباب
موجود ہین ٭

آدمیون کا قحط اور وبا سے مرنا

جب انگریزی عملداری کا آغاز ہوا تو ابتدا مین زراعت کے ایسے نقشے نہین مرتب ہوئے کہ
جنسے یہ امتحان ہو سکتا کہ اُنیسوین صدی مین زراعت نے کتنی وسعت پائی۔ لیکن شہادت کاملا ایسی
موجود ہے کہ جس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ زراعت مین بڑی افزایش ہوئی ہے۔ شکاریون کو ایک نسل
دوسری نسل کو بتلاتی چلی آتی ہے کہ پہلے ہماری شکارگاہین تنگ ہوتی جاتی ہین جن مین جنگلی جانورون
کا شکار کھیلتے تھے۔ آخر سالون مین انگریزی عملداری کے بہت سے حصون کے بندوبست و مالگزاری کے
کاغذات اور اُن حصون کی جمعبندیان جن مین بندوبست نہین ہوا شہادت دیتی ہین کہ زراعت

بہت بڑھ گئی ہے۔ بعض اضلاع کے آخر بندوبست کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت نے خوب جولانیاں کی ہین۔ زراعت کی وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ دہاقین کی آبادی مین افزایش ہوئی ہے۔ بیشک یہ کہا جاتا ہے کہ اراضی جسکا پیداوار کم ہوتا جاتا ہے وہ تہوڑے آدمیون کی پرورش کرسکتی ہے۔ اسلیئے ضرور نہین ہے کہ زراعت کی وسعت سے آبادی کا نتیجہ نکالا جائے۔ اگر زمین کا پیداوار کم ہوتا جاتا ہے جیساکہ بعض اضلاع مین ہوتا ہے تو یہ تنزل بہت بتدریج ہونا چاہیئے وہ کافی نہین ہوتا کہ اُس سے آبادی کی افزایش یا کمی کا نتیجہ نکالا جائے۔ ایک ہی آدمی دس بیگہ زمین بوتا جوتتا تہا جو پہلے پانچ بیگہ کو بوتا جوتتا تہا۔ برخلاف تمام نقصون کے ترقی کی طرف بہت سے میلان ایسے ہین کہ وہ آبادی کو بڑھاتے ہین۔ محققین بہت شوق سے اس بات کو سوچتے ہین کہ ملک مین اب جتنے آدمی آباد ہین اور اُنکی پرورش ملک کرتا ہی اُنسے زیادہ آدمیون کی بھی پرورش کرنیکی سکت رکھتا ہی یا نہین۔ ہندوستان مین آبادی کہین ایسی گھنی ہے کہ انہین اور زیادہ آدمیونکی سمائی نہین اور کہین ایسی چھدری ہے کہ وہان آدمیون کے آباد ہونے کی حاجت ہے اسلیئے مختلف حصون کی آبادیون مین بڑا تفاوت ہی۔ ایسی وسیع اور مختلف الحالت مملکت مین کل رقبہ مزروعہ سے کل آبادی کا مقابلہ کرنا قابل اطمینان نہین۔ جیسا دنیا کے اور حصون مین کثرت آبادی کے اندازے مقرر کیئے گئے ہین ایسے ہی وہ اس ملک کی آبادی کے لیئے ہین اور وہ زمین کی قدرت پرورش سے بہی زیادہ نہین علی العموم ہندوستان مین عام اوسط آبادی خاصہ ہی۔ مگر بعض حصون مین آبادی کی کثرت اور بعض حصون مین قلت ہی۔ اگر آدمی ایک مرکز محنت سے دوسرے مرکز کی طرف بقدر ضرورت انتقال مکانی کرین تو قومی فائدہ عظیم حاصل ہو مگر اس طرح مقامات سکونت کو بدلنا ہندوستانیون کی طبیعت کے برخلاف اور گورنمنٹ کی قدرت سے باہر ہے۔ گو بعض جماعتین ایسی ہین کہ وہ نقل مکان کرتی ہین مگر کثرت سے آدمی ایسے ہین جو اپنے گھر کو عزیز رکھتے ہین اور اپنی جگہ سے مرکر بہی ٹلیم نہین وہ اپنی اراضی کے آبائی حقوق پر فریفتہ ہین اور اپنے آبائی حقوق پر جان دیتے ہین اور اپنے لیئے نہایت مسکینی کی حالت مین رہنا پسند کرتے ہین۔ اُنکے درمیان اراضی ہی کی نہین بلکہ حقوق کاشت کی بھی تقسیم در تقسیم بہت زیادہ بعض اوقات ذرا ذرا سی ہوتی ہے مگر اُسکی نوبت کہین ایسی نہین آئی کہ اُسکا متحمل ہونا عقل کی حد سے متجاوز ہوگیا ہو*

ہندوستان کی غیر آباد زمینین قابل زراعت

اگر نقل مکان کرنیکے لیئے تحریکین جو جفاکش اور محنت شعار قومون کو متحرک کرتی ہین نہ
ہندوستانیون کو اُبھارین تو اُنکے لیئے ہندوستان ہی کی حدود کے اندر ایسی ویران قابل زراعت
زمینین موجود ہین جو ہلون کے حملون کی منتظر بیٹھی ہین بعض بعض محققین آگاہ کرتے ہین کہ اکثر مقامات
مین ہندوستانیون کی ایک تعجب خیز عادت ہی کہ وہ اُس اراضی کے ایک چپے کو نہین چھوڑتے جو
اُنکو قابل زراعت ہاتھ لگتا ہے اسکا یہ نتیجہ لازمی ہے کہ کل مملکت مین زراعت حتی الامکان اپنی
حدِ غایت کو پہنچگئی۔ بیشک ایسے مقامات مین مدت سے زراعت حد غایت کو پہنچگئی ہے۔ لیکن اور مقامات
بھی ہین جہان ویران قابل زراعت زمین کے لیئے خاص تحقیقات کی گئی ہے تو بیرونی زمینین کوئی
یہان کوئی وہان دریافت ہوئی ہین جنکا کل مجموعہ سیاحون کو معلوم ہے۔ مضافات ہند اور برٹش برہما
جو فی الحال برٹش گورنمنٹ کے تحت مین آیا ہے ایک ایسا وسیع احاطہ ہے جس مین کسان اور
اور زراعتی مزدور اپنا کام پاسکتے ہین۔ بنگال اور بہار مین جب ۱۸۷۴ء مین قحط پڑا تھا تو کثرت آبادی
سے بڑا خوف پیدا ہوا تھا۔ جسکے سبب سے حکام کو اس طرف توجہ ہوئی کہ ویران زمینون کو بہم پہنچائین
یہ بات جلدی سے دریافت ہوگئی کہ غایت فاصلہ پر دو سو میل کے اندر اور اکثر چند میل کے اندر غیر آباد
زمینین موجود تھین جو آدمیون کی افراط کو اپنے اندر جگہ دینے کو تیار تھین۔ پنجاب کے مرکز مین قابل
زراعت بڑا وسیع خطہ ہے جہان آباد ہونیکے لیئے ایسی ہی حالت مین ترغیب دینگی۔ اگر اس قسم
کی کوئی قدرتی قومی جان جوکھون دھمکانا شروع کریگی تو اس سے بچنے کا علاج یہ ہندوستان
کے اندر ہی موجود ہے۔ جب کسی ضلع مین یا پروونس مین زراعتی ملکیت کسی کو نہ ملتی ہو اور کسانون کو
کھیتی کے لیئے دھرتی نہ میسر ہوتی ہو تو ناگزیر ایسی حالتون مین زراعتی سرمایہ دار اور کاشتکار
خود بخود اپنے قریب کے غیر مزروعہ اور غیر آباد قطعات مین بھاگ جائین گے۔ بغیر لحاظ اُس زمین کے جو ابھی
آئندہ زراعت مین آنے والی ہے پہلی ہی زمین جس مین زراعت ہوتی ہے ایسی بنائی جاسکتی ہے کہ
اُسکا پیداوار حال کے پیداوار سے بڑھ جائے۔ ہندوستانی جس محنت وسلیقہ وہنرمندی سے
کاشتکاری کرتے ہین اُسکی یوروپ کے فن زراعت کے ماہر اُستاد بعض لحاظ سے متعجب ہوکر تعریف
کرتے ہین۔ فصل خریف وربیع مین وسعت عظیم مین جو فصلین متصل لہلہاتی ہین اُنسے زمین کی
قدرتی سرسبزی وشادابی کا خیال پیدا ہوتا ہے اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی انصاف معلوم ہوتا ہے کہ

کہ ہندوستانیون کی محنت شعاری اور عملی علم کی داد دی جائے۔ سیکڑون برسون سے ہزارون مربع میلون مین زمین متواتر بغیر کسی وقفہ کے کاشت ہوتی چلی آئی ہے مگر اسکی زرخیزی و پیداوار مین کمی نہین ہوئی۔ اِسکے سبب سے یہ خوف جاتا رہا ہے کہ زمین کی زرخیزی مین بتدریج کوئی تنزل شروع ہوگا۔ اگرچہ زیادہ تر زراعتی پیداوار قدیمی ہین۔ لیکن بہت سے نئے پیداوار بھی داخل کیے گئے ہین۔ کوئی دس سال نہین گزرتے کہ ایک نئی پیداوار کی بارآور کاشت نہین شروع ہوتی۔ کھیتون مین آبپاشی کنوؤن سے جنکی کوٹھیان بڑی گہری زمین کے اندر ڈالی گئی ہین۔ اور پھر اُن پر آب افراز کلون کا استعمال جنہین کئی کئی ہفتون تک بیلون کی جوڑیان اور آدمی کام کرتے رہتے ہین دیکھنے والون کے دلون مین خیال پیدا کرتے ہین کہ عطیات قدرت کو انسان اپنے کام مین اپنی حکمت و ہنر سے استعمال کرتا ہے ہندوستان مین آبپاشی کے لیئے نہرین ایسی وسیع وعظیم ہین کہ یوروپ کی ساری نہرین اُنکے سامنے بونی معلوم ہوتی ہین اور شاید ایشیا مین چین کے سوا کہین ایسی بڑی نہرین نہین ہون گی +

باوجود ان سب مفید آثارون کے یہ ماننا پڑتا ہے کہ غالبًا بعض اراضی کے پیداوار مین تنزل شروع ہوگیا ہے۔ ان مین ایسی بھاری اور قیمتی فصلین نہین پیدا ہوتین جیسی کہ ہونی چاہئین ہر ایک ایکڑ مین گیارہ بُشل اناج پیدا ہوتا ہے اور انگلستان مین بیس بُشل (ستائیس سیر کا پیمانہ ہوتا ہے) نو توڑ زمینون مین یہ تازہ تجربہ ہوا ہے کہ ان مین جو اول سالون مین پیداوار ہوتا ہے وہ آیندہ سالون مین نہین ہوتا۔ ایسی واقعیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی مین پیدایش کے عناصر مین بدل یا تحلیل مصنوعی طور پر نہین کیا جاتا۔ بعض لحاظ سے زراعت ہنوز ابتدائی اور ناقص حالت مین ہے۔ کھات بہت ناقص ہوتی ہے۔ مینہ کا پانی لاکھون مکعب فیٹ سمندر مین بیفائدہ بہا چلا جاتا ہے۔ یہ امید کرنا کوئی شیخ چلی کا خیال نہین ہے کہ علمی اور ٹیکنیکل تعلیم مزارعین کو زراعت مین ترقی کرنا سکھائیگی۔ اور زراعت کے پیداوار کے لازمی تنزل کے برخلاف کام کریگی اور نئے نئے پیداوارون کو داخل کریگی۔ اور اراضی مین وہ قابلیت پیدا کریگی کہ جس سے غریب لاکھون آدمیون کی وہ اب پرورش کرتی ہے اس سے زیادہ آدمیون کو پالیگی +

انڈیا کے مضافات مین جو ملک ہین وہ مفلس اور کوہستانی ایسے ہین کہ انمین یہ گنجایش نہین ہے

کہ یہان سے آدمی وہان جاکر بسین۔ لیکن انگلینڈ کی کولونیز (آبادیان) ایسی ہین کہ جنہون نے اب تک اپنے میدان ہندوستانیون کے آباد ہونیکے لیئے خالی رکھ چھوڑے ہین جو یہان سے ترک وطن کرکے وہان آباد ہون۔ ہندوستان مین ہزارون کنبے ایسے ہین کہ وہ خوشی سے تارک الوطن ہونے پر راضی ہین۔ موریشس اور ناٹال اور ویسٹ انڈیا اور گائنا مین بہت برسون سے ہندوستانی ترک وطن کرکے آباد ہونے شروع ہوئے تھے۔ ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۸ء تک اسمین بڑی تیزی رہی لیکن پچھلے سالون مین اس مین کمی اس سبب سے آگئی کہ شکر کی تجارت متزلزل ہوگئی۔ یہ تارک الوطنی وادئ گنگ اور بہار و بنارس اور ساحل مدراس کے شمالی اضلاع سے زیادہ تر ہوئی۔ اگرچہ کولونیز کے بازار محنت مین ہندوستانیون کی تعداد کافی تھی۔ مگر ہندوستان کی کثرت آبادی پر اسکا کچھ اثر محسوس نہین ہوتا تھا۔ ان تارک الوطنون مین بعض نے کولونیز کو اپنا وطن بنا لیا۔ مگر ان مین سے بہت سے آدمی نہایت آسودہ حال ہوکر اپنے وطنون کو واپس چلے آئے۔ گورنمنٹ نے یہ بڑا اہتمام کیا تھا کہ ہندوستانیون کو نقل مکان کرنے مین آسانی ہو اور انکو یقین ہو کہ اس نقل مکان کرنے مین انکی بہبودی ہے۔ یہ امر بالکل موقوف کولونیز کی اس مانگ پر ہے جو وہ ہندوستان کی محنت کے لیئے کرین۔ زمانہ حال مین انکی یہ مانگ ہندوستانیون کی بہبودی کے لیئے متلون اور نامحقق ہوگئی ہے۔ اگر وہ مستقل و متواتر ہوگی اور وہ ہندوستان سے زیادہ مزدوری دینے کا وعدہ کرینگے تو ہندوستانی تارک الوطنون کی وہ زیادتی ہوگی کہ خط استوا کے جنوبی اضلاع حارہ مین اور آسٹریلیا کے حصون مین ہندوستانیون کے نئے اضلاع آباد ہو جائینگے لیکن عملاً یہ احتمال نہین ہے کہ کولونیز مین ہندوستانی اسقدر نقل مکان کرینگے کہ ان اضلاع ہند مین تخفیف تکلیف ہو جن مین آبادی سما نہین سکتی +

بزرگی کولونیز میں ہندوستانیوں کا ترک وطن کر کے بسنا

آیندہ کے اتفاقات پر لحاظ کرنے کے بغیر یہ فکر و خوف پیدا ہوا تھا کہ شاید ہندوستان مین کوئی مہیب وقت ایسا آئے کہ اسکی وسیع آبادی کے لیئے کافی خوراک میسر نہ ہوسکے۔ بیشک جب ۱۸۷۷ء مین یہ معلوم ہوتا تھا کہ مدراس اور بمبئی مین آیندہ ایک سال اور قحط جاری رہیگا اور شمالی ہند مین ایک نیا قحط آئیگا تو اس خیال نے تھوڑی دیر کے لیئے حکام کے دماغ مین پرواز کی تھی مگر یہ خیال زود زوال تھا وہ بالکل کافور ہوگیا۔ بیشک ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء کے گرمی کے موسمون

ہندوستان میں خوراک کافی ہے

کے درمیان بارہ مہینے ایسا وہشت ناک سال قحط کے لحاظ سے تھا کہ اِس صدی مین کوئی ایسا سال ہندوستان مین نہین ہوا تھا۔ مگر اِس مین بھی اناج کے رسد بہم پہنچنے کے لیئے کسی مدت مدید تک اندیشہ نہین پیدا ہوا۔ اِس مین کبھی ناکامی نہین ہوئی ۱۸۷۴ء مین جب بنگال اور بہار مین لاکھون آدمی قحط زدہ ہو رہے تھے تو کلکتہ مین ایسا سامان تھا کہ یہان سے اناج کی رسد بافراط پہنچ رہی تھی۔ یہ عرض کیا گیا کہ اِس رسد رسانی کی ممانعت کی جاتے مگر گورنمنٹ نے اِس عرض ممانعت کے منظور کرنیسے انکار کر دیا۔ اور غلہ رسانی برابر جاری رہی معمولی اوقات مین اور جزئی قحطون مین ہندوستان غلہ رسان ملک ہی اور کوئی چیز جو سخت قحط عام سے چھوٹی ہو اِس غلہ رسانی کو بند نہین کر سکتے۔ کسی سخت قحط عام کا پڑنا حد امکان سے باہر نہین ہے۔ مگر قحط کی تاریخون مین کوئی اسکی نظیر نہین موجود ہی اور ہندوستان کے بعض منطقی اقلیمی اور عرض وطول بلد کے بہت سے درجے ایسے ہین کہ ان مین ایسے قحط کا پڑنا نہایت ہی بعید از احتمال ہے۔ ۱۸۷۴ء مین جب بنگال قحط کی بلا مین مبتلا تھا مدراس اور بمبئی مین سستا سامان تھا۔ اور جب ۱۸۷۷ء مین مدراس اور بمبئی قحط کی مصیبت اٹھا رہے تھے۔ بنگال مین سامان اچھا تھا۔ سب حالتون مین ساحل برٹش برہما کے اور گنگا کے ڈلٹا کے اضلاع لاکھون من اناج اور مقامات مین بھیجتے ہین۔ ان مین قحط سالی نہین ہوتی اگرچہ رقبہ جس مین نہرون سے آبپاشی ہوتی ہے بالاضافت غیر کافی ہے مگر وہ بڑا ہے اور اِس مین قحط کی رسائی نہین ہو سکتی۔ ملک مین جو اناج کی اندرونی تجارت ہوتی ہے وہ ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۷ء و ۱۸۹۷ء کے وسط مین قحط سالیون مین بہت بڑھ گئی تھی۔ اور سلطنت کے اندر ہی غلہ رسانی مین کچھ مشکل نہین پڑی۔ اناج کی مقدار حاصل کرنے مین کچھ دقت نہین پیش آئی۔ مگر اُسکی رسد رسانی کے وسائل حاصل کرنے مین دشواری پیش آتی ہے۔ یہ وسائل زیادہ تر ریلوں کے ذرائع ہین مگر یہ ایک صورت اِسکی مستثنے قابل اطلاع ہی کہ ۱۸۷۴ء کے شروع مین گورمنٹ مجبور تھی کہ اور وسائل کے ذریعہ سے شمالی بہار مین غلہ رسانی کرے۔ بغرض سلطنت کی حدود کے اندر غلہ موجود تھا صرف مشکل یہ تھی کہ قحط زدون تک غلہ رسانی کیجائے۔

کئی نسلون کے تجربہ نے اور متعدد قحطون کے نظائر کے باہم مقابلہ نے اِس امر کو بلا شبہ ثابت کر دیا ہے کہ تھوڑے یا بہت دنون کے وقفہ کے بعد قحط بار بار پڑتا ہے اِسکے دور رہنے کا

کوئی وقت معین نہین ہے۔ قحط کے نتائج کے گھٹانے مین گورنمنٹ نے سخت کوشش کی ہی جس مین اُسکو گونا گون کامیابی ہوئی ہے۔ بیشک اسکی کوشش سے لاکھون جانین تلف ہونے سے بچ جاتی ہین۔ اور گروہا گروہ کنگلون کی تکالیف مین تخفیف ہو جاتی ہے مگر اسپر بھی بہت آدمی مرجاتے ہین۔ ان واقعیتون کو جانکر بہت کم مدبران ملکی یہ کہین گے کہ اموات رُک سکتی ہین یا انکے رُکنے کی توقع ہوسکتی ہے۔ گورنمنٹ نے بڑے بڑے کامون کے عملاً اختیار کرنیکے لیئے موشگافی کے ساتھ تحقیقاتین کین اور ایسی ایسی تدابیر کین کہ وہ قحط کی رسائی کو روکین۔ مگر ہنوز اسکے لیئے کوئی ممکن صورت بھی منکشف نہین ہوئی ہے جو بڑی بڑی ترقیان کی گئی ہین یا آیندہ ہون داخل ہوسکتی ہین۔ انکی بڑی معراج یہ ہے کہ وہ قحط کے رقبہ کو کم کردین۔ ستے سمے مین قحط سالی ایک بھوت کی مانند تقدیر کے شاکر آدمیون کو ڈراتی ہے اور ایک نیچر کی طرح اپنی انگلی سے قوم کو متنبہ کرتی ہے کہ تیرے سر پر ایک بلا کھڑی ہے جو ٹلے سے نہین ٹلتی +

ہندوستان کا تمول اور انگریزی عملداری

دونون یوروپین اور ہندوستانی اس بارہ مین مباحثے کرتے رہتے ہین کہ آیا انگریزی عملداری مین ہندوستان کا تمول بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے۔ بہت سے انگریزی تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہین کہ ہندوستان کا تمول گھٹ رہا ہے۔ غالباً اس قسم کے خیالات علی العموم ہندوستانیون کو پسندیدہ معلوم ہوتے ہین۔ یقینی ہر ہندوستانی ایجی ٹیٹر (لوگون کو اُبھارنے والا اکسانیوالا) اپنی گفتگو مین اس قسم کے بیانات کو پسند کرتا ہے جنپر غالباً لوگ یقین کرینگے۔ وہ اپنی بیانات مین اس بیان کا اور اضافہ کرتا ہے کہ قومی دولت اس سبب سے گھٹتی جاتی ہے کہ انگریز اس کو انگلستان کھینچے لیئے جاتے ہین۔ اس دلیل کو ہندوستانی اخبار بھی بڑا زور دیکر برٹش گورنمنٹ اور برٹش قوم کی مخالفت مین تحریر کرتے ہین۔ یوروپ کی بعض قومین بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہین کہ ہندوستان سے دولت انگلستان کو کھنچی چلی جاتی ہے۔ اور بعض انگلش حکام بھی جنکے ارشادات توجہ دلانے پر حکمران ہین اس امر کو توجہ کرنے کے لیئے پیش کرتے ہین +

یہ پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان سے بہت منفعتین اُٹھاتی ہی اور وہ خراج لیتی ہے گو وہ براہ راست نہ ہو مگر جب سے گورنمنٹ، بادشاہ نے اپنے ہاتھ مین لیلی ہی تو اب اِسطرف توجہ مائل ہوئی ہے کہ گورنمنٹ انڈیا کتنی دولت گورنمنٹ انگلینڈ کو

سالانہ نذر کرتی ہے اِسکا نام بھی لوگون نے خراج رکھ چھوڑا ہے۔ مگر وہ غلط ہی ہیرا سپر یہ رقمین اور اضافہ ہوتی ہین کہ ملازم انگریزون کی تنخواہون کی بچتین اور پس انداز ولایت بھیجی جاتی ہین۔ انگریزی تاجر اور صنعت گر اور مہاجن جو اپنی منفعتین ولایت بھیجتے ہین۔ آخر سالون مین یہ رقمین جو گورنمنٹ ہند انگلینڈ کو ادا کرتی ہے ایسی زیادہ بڑھ گئی ہین کہ اُنکی صورت ڈراونی ہوگئی ہے اور وہ روز بروز زیادہ بڑھتی جاتی ہین۔ مگر وہ سب جائز اور حق بجانب بمقتضاے طبع بشری ہین وہ مشتمل اُن اشیاء کی قیمتون پر ہین جو گورنمنٹ کے ذریعہ سے انگلینڈ سے ہندوستان مین آتی ہین وہ حقیقت مین درآمد مال کی تجارت ہی وہ اِس سرمایہ کا سود ہے جو ہندوستان مین بارآور ہوتا ہے وہ اِن خدمات کا صلہ زر ہے جو ہندوستان مین انگریز کرتے ہین۔ جس ملک مین گورنمنٹ اور منتظم و تاجر غیر ملک کے ہون تو یہ امر لازمی اور ناگزیر ہے کہ اُنکی آمدنی کا ایک حصہ ہندوستان مین خرچ نہو اس کے برخلاف اگر انکی جگہ ہندوستانی ہوتے تو اِس ملک مین انکی آمدنی بالکل خرچ ہوتی۔ پنشن کا نظام قایم ہوا ہے وہ برٹش گورنمنٹ ہی مین زیادہ تر بروے کار ظاہر ہوا ہے۔ ہندوستانی پنشن یاب اپنی پنشن ہندوستان مین خرچ کرتے ہین۔ یوروپین پنشن یاب اپنی پنشن انگلینڈ مین خرچ کرتے ہین تاریخ کے صفحون مین بڑی دہوم دہام سے یہ بیانات لکھے ہین کہ اِن مقامات کی زیب و زینت بڑی شان و شوکت سے ہوتی تھی جن مین اراکین سلطنت مجتمع ہوتے تھے اور اُنکی بارگاہین اور خیمہ گاہین لگتی تھین اور دربارون کے جشن بڑے کروفر کے ساتھ ہوتے تھے۔ اب بھی اُن کا کچھ نمونہ ہندوستانی ریاستون مین موجود ہے یہ زیب و زینت و شان و شوکت زیادہ تر گو بالکل نہین۔ ہندوستانی چیزون کی خرید مین روپیہ خرچ کرنے سے پیدا ہوتی تہین جنسے مقامی صنائع و کاریگریون کی امداد ہوتی تھی۔ اب کل سلطنت مین وائسرائے۔ لفٹنٹ گورنرون اور گورنرون اور منتظمون کی دارالحکومتین بڑی با زیب و زینت و شان و شوکت ہین۔ مگر وہ مختلف طرح کی ہین اِن مین ہندوستانی صناعی و دستکاری بروئے کار ظاہر نہین ہوتی۔ اس سبب سے ہندوستان مین گو بہت سی نہین مگر بعض قدیمی صنائع خاص کر جن مین زیادہ لطافت و نزاکت تھی بالکل معدوم ہوگئین یا اُنکا تنزل ہوگیا یا وہ ٹھٹر گئین اب وہ آدمی جو ان صنعتون مین اپنے ہاتھ اور دماغ کو کام مین لاتے تھے اور کامون مین محنت مزدوری کرنے لگے۔ پرانے زمانہ مین نوکریان بہت تہین

فوجون مین سپاہیون کی کثرت ہوتی تہی۔ امرا کے ملازمین اور اردلیون و شاگرد پیشہ کے آدمیون کی افراط ہوتی تہی۔ اب یہ سب اِس زمانہ مین کم ہوگئی ہین۔ ہندوستانیون کی ترقی عظیم مین اِن محدود واقعیتون کے سبب سے جو نقص پیدا ہوئے ہین اُنکو تسلیم کرنا پڑتا ہے ؎

ہندوستانی سلطنتون کے خرچ انگریزی سلطنت کے خرچون سے بالکل مختلف تھے وہ اور خیالات سے ہوئے تھے یہ اور خیالات سے ہوتے ہین اُن مین شخصی تزک و احتشام کا دکھانا اور عیش و طرب کا بہت سامان مہیا کرنا اور نمود و نمایش کے لیئے اسراف کرنا مدنظر ہوتا تھا۔ اُن مین عام افادت پر بہت کم خیال ہوتا تھا۔ زود زوال چیزون مین دولت خرچ ہوتی تہی جو تہوڑی دیر اپنی بہار دکھا کر فنا ہو جاتی تہین۔ اِس طرح دولتین نہین لگائی جاتی تہین کہ وہ اور دولت پیدا کرین اور سرمایہ ملکی کو بڑھائین۔ بادشاہ اور اُسکے رشتہ دار اُسکے اُمرا جنکو اراکین سلطنت کے لقب حاصل ہونے کا فخر ہوتا تھا۔ وہ اپنے اوقات کو اِن تفریحات و لہو و لعب مین ضائع کرتے تھے جو اِس زمانہ کی تربیت و تعلیم پیدا کرتی تہی وہ اپنی زندگانی سب طرح سے عیش و آرام کے ساتھ مخازن ملکی کو صرف کرکے گزارتے تھے۔ انکے مصاحبین انیس و جلیس بہت سے ایسے آدمی ہوتے تھے کہ وہ سوائے اِسکے کہ زمین کے ماحصل کو کھایا کرین۔ کوئی کام کرنا نہین جانتے تھے۔ بہت سے کارخانے فقط شان و شکوہ دکھانیکے لیئے ہوتے تھے۔ اور اِن مین اِن لوگون کو نوکریان ملتی تہین جو کوئی بارآور محنت کرنی نہین جانتے تھے ؎

انگریزی عملداری نے اِن تمام فضول کامون کے مُنہ مین لگام دیدی۔ تزک و احتشام کی نمود و نمایش مین وہ کفایت شعاری اختیار کی کہ وہ بہت سی آنکھون مین پولٹیکل نقص دکھائی دینے لگا۔ اِسنے وہی کارخانے ادنے پیمانہ پر جاری رکھے جو پبلک کے خدمت گزار تھے۔ گورنمنٹ کا کوئی نوکر کاہل نہین اِسکے برخلاف وہ اپنے کسی نہ کسی کام مین مستعد و جید رہتا ہے۔ سب جلیل القدر عہدہ دار سخت محنت شعار و جد کار ہوتے ہین۔ گورنمنٹ اپنے عیش و آرام کی زود زوال چیزون مین روپیہ نہین خرچ کرتی بلکہ اِن چیزون مین جو در اصل مفید ہین اور اِن کامون مین جو آیندہ دولت کو بڑھا کر اُسکو روز افزون کرتے ہین خرچ کرتی ہے۔ گورنمنٹ کی یہ پولیسی رعایا کو پس انداز کرنے کی اور سرمایہ کے بڑھانے کی طرف راغب کرتی ہے جس سے دولت پیدا کرنے والی محنت کا میدان

فراخ ہوتا ہے بعض ہندوستانی ریاستون نے خاص لحاظ سے برٹش گورنمنٹ کی اسی پولیسی کی جو وہ علی العموم اختیار کرتی ہے پیروی کی ہے جتنی انہون نے اس پولیسی کی پیروی کی ہی اتنی ہی وہ سراہی جاتی ہین۔ متضاد خیالات جنہون نے ہندوستانی اور انگریزی نظام کو باقاعدہ بنایا ہے وہ ایک فرق کے پیدا ہونیکے سبب ہین جو ملک کے چہرہ پر نمایان ہے ضرور نہین کہ یہ فرق ہندوستانی گورنمنٹ کے نظام کو مفید تبلائے بلکہ بہت آدمیون کے نزدیک وہ برٹش گورنمنٹ کے نظام کو مفید تبلاتا ہے لیکن بہت سے ہندوستانی تعلیم یافتہ جو مروجہ پولٹکس پر متوجہ ہوئے ہین برٹش گورنمنٹ کی اس بات کی بہت کم قدر کرتے ہین کہ اسنے عیش و طرب کے خرچ کو جس سے دولت نہین پیدا ہوتی تھی۔ اس خرچ کی طرف تحویل کر دیا ہے کہ وہ ترقی کو پیدا کرتا ہے۔ وہ گورنمنٹ پر ایک ناواجب ناشایان الزام ان کارخانون اور کامون کی نسبت لگاتے ہین جو یورپین کی رائے مین قومی تمول اور بہبودی و آسودگی کے پیدا کرنے والے ہین۔ یہ خیالات انکے خود بخود جب تہذیب شائستگی اور ترقی کی روشنی تابان ہوگی تو تحلیل ہو جائینگے۔

اب علاوہ برین انگریزی عملداری مین ہندوستانی خام پیداوار اور بعض صنعت کی چیزین جو سمندر پار کی قومون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین جنکی قیمتین اُن کو وہ حاصل ہوئی ہین کہ زمانہ متوسط کے تاجرون کو اُنپر تعجب ہوتا ہے۔ اس مال کی جو نکاسی ہوتی ہی اُسکے عوض مین بیشمار چیزین گھر کے کامون اور خرچون کے لیے انگلینڈ سے آتی ہین جنکے برابر ہندوستان مین نہ ارزان اور نہ بہتر صفات کی چیزین بن سکتی ہین نئے نئے زراعتی پیداوار داخل ہوتے ہین اور وسیع رقبون مین انکو نشو و نما دیا جاتا ہے۔ صنعت کاری کے نئے نئے کارخانہ قائم ہوتے ہین جن مین ہزارون آدمی اور انکے کنبے کام کرتے ہین۔ ولایت سے کلین آتی ہین جنسے ملک کی قوت مکینیکل اور اہل ملک کی قوت محرکہ بڑہتی ہے غیر ملکون کا سرمایہ بچا ہوا اور جمع کیا ہوا ہندوستان مین کامون مین لگایا جاتا ہے جسکی مقدار اربون کروڑون روپیہ کی ہوتی ہی۔ اس سے ہندوستان کو بیشمار فائدے حاصل ہوتے ہین جن کا حاصل ہونا بغیر انگریزی عملداری کی ضمانت کے ممکن نہ تھا سپاہیون اور ملازمون کے گروہا گروہ جنسے کچھہ دولت نہین پیدا ہوتی تھی اور وہ ایکدفعہ بہت بڑھ گئے تھے اب انکے کارخانون مین بدرجہ غایت کمی کی گئی انکو فقط اتنا ہی باقی رکھا ہے کہ

ہندوستان مین انگلش سرمایہ کا صرف

وہ محافظت اور انتظام ملکی کے لیئے کافی ہون ان مین سے بے تعداد آدمی ایسے کامون مین لگ گئے
ہین جو قومی دولت پیدا کرتے ہین - پس اس طرح جو غیر قوم کی فرمانروائی کے ناگزیر نقصانات ہین
اُنکی مکافات زیادہ فائدون سے ہوجاتی ہے. اب یہ امر ٹھیرانا کہ نقصانات اسقدر زیادہ ہین
کہ فائدے اُنکی موازنت نہین کرسکتے قوت ممیزہ پر موقوف ہے +

دونون یوروپین اور ہندوستانیون مین اس مضمون پر اکثر مباحثہ ہوتا ہے کہ انگریزی
عملداری مین ہندوستان کی دولت جو دیکھنے اور چھونے مین آئے. یعنے محسوس ہو زیادہ ہوگئی
ہے یا کم ہوگئی ہے. اگرچہ یہ مباحثہ بڑا دلچسپ ہے مگر اسکا کوئی فیصلہ یقینی اور قطعی نہین ہوسکتا ہندوستان
اپنی وضع پر بہت زمانون مین دولتمند رہا ہے مگر اسکی دولت اسکی وسعت اور آدمیون کی تعداد
کی نسبت سے نہ پہلے کبھی بری ہوئی ہے نہ اب ہے بلکہ اسکے برعکس تھوڑی ہے لیکن اگر اسکی دولت
بلاکسی قید کے بذات خود دیکھی جائے تو اُسپر آدمی کو تعجب ہوتا ہے. اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ ہندوستان
کی خاص وضع و عادت یہ ہے کہ وہ اپنی دولتون کو چند ایسے مرکزون پر جمع کرتا ہے کہ اُن مین کشش
کی قوت ہوتی ہے اسطرح وہ اُنکو بڑے مؤثر طور پر نمایان کرتا ہے. جنگی یا ملکی حادثات کے بعد
جو غنیمتون کے حسابات تاریخون مین لکھے گئے ہین وہ جھوٹی کہانیان معلوم ہوتی ہین مگر پھر بھی
اُنکی اصل پائدار ہے گو ان مین مبالغہ فصیحانہ کیا گیا ہے دنیا مین کوئی ملک ایسا نہین ہے جیسا کہ
ہندوستان. کہ اس مین اسقدر افراط سے دولت مرکزون مین یکجا جمع کی گئی ہو یا بہت تھوڑی پھیلائی
گئی ہو. پس اس طرح سے مشرقی دولت کے خیالات کی حکایات اپنی اصلیت سے بہت بڑھ گئی
ہین. علاوہ اسکے کہ مال و متاع مرکزون مین یکجا جمع کئے گئے چھوٹے چھوٹے مقامات مین بھی
انکا اجتماع ہوا ہے. کوئی اکونومسٹ (منتظم دولت) جو مرہٹون کے فتوح کی حکایت کو پڑھے گا
کہ اُنکی فرمانروائی کی ساری حکمتین ایک منتظمہ غارتگری اور بے نظیر سلیقہ اور جرأت پر مبنی تھین تو
تعجب کئے بغیر نہین رہے گا کہ کس طرح ملک نے مدتہائے دراز تک بار بار غارت گری اور لوٹ مار
کی برداشت کی. لیکن ہندوستان کی یہ قومی خصلت ہے کہ وہ دولت جمع کرتا ہے اور اسکو تھیلیون
مین بند کرتا ہے اور اپنے مال و متاع کو چھپا کر رکھتا ہے. اس دولت کے جمع کرنیکے بیانات نسل
موجودہ کی لڑائیون کی تاریخون مین موجود ہین. مثلاً سنہ ۱۸۴۳ع مین حیدرآباد سندھ کی غنیمت

در غدر کی لڑائی مین دہلی لکھنؤ اور گڑوی کے اور چھوٹے چھوٹے مقامات کی لوٹ کے حسابات
وجہ بالکل صحیح مین دیکھو۔ جنسے معلوم ہو گا کہ ہندوستانیون نے کیسی کیسی دولتین جمع کی
نہین۔ بہت سے پہلے سالون مین اور اب ان دنون مین بھی کبھی کبھی ڈاکوون کی لوٹ شہری اور
دیہاتی مکانون مین دولت کے اجتماع کی حکائتین سناتی ہین۔ اگر یہ لوٹ نہ ہوتی تو کبھی اس دولت
کے اکٹھے ہونے کا گمان بھی نہین ہوتا۔ پوسٹ آفس (ڈاکخانہ) مین ہندوستانی بہت چاندی
سونا نقدی ایک مقام سے دوسرے مقام مین بھیجتے ہین۔ گورنمنٹ نے جب سے کرنسی نوٹ
(کاغذ زر) جاری کیا ہے تو وہ کروڑون روپیہ کے ہندوستان مین چل رہے ہین منی آرڈر
ہزارون اور لاکھون بھیجے جاتے ہین۔ سیونگس بنکس لوگون کو عام پسند ہین۔ یہ سب واقعیتین
قومی دولت کے لحاظ سے یکسان نتیجے بتلاتی ہین۔ زمانۂ حال کے دار السلطنتون کلکتہ بمبی مین
ہندوستانیون کی دولتین اپنی زرق برق نہین دکھاتین جو ہندوستان کی دار السلطنتون کی
تاریخون مین لکھی ہوئی ہین۔ لیکن وہ بہت زیادہ فائدہ مند اور اصلی ہین۔ انکی دولت بجائے اس کے
کہ وہ خالی ٹیپ ٹاپ اور بھڑک اور اسباب عیش وعشرت مین لگی ہوئی ہوتی۔ کلون مین اور کلون
کے کارخانون مین اور ٹیکنیکل کامون مین لگی ہوئی ہے اسلیئے اُنکی دولت جسقدر ظاہر مین معلوم
ہوتی ہے اُس سے یہ بہت زیادہ اصل مین ہے۔ اگر ہندوستان کی دولت بہ نسبت سابق کے مرتکز
یعنے مرکز مین یکجا جمع نہو تو اسکا اندازہ کرنا اور حساب لگانا آسان نہین مجتمع چیز کا حساب لگنا آسان
ہوتا ہے اور پھیلی ہوئی چیز کا حساب پھیلانا مشکل۔ دولت کے پھیلنے کا ثبوت ظاہر یہ ہو کہ اکثر غربا
کے گھرون کے کھانے پکانے اور استعمال کے برتن بھانڈے جو پہلے مٹی کے ہوتے تھے وہ آخر نسل
مین بدل گئے اور اُنکی جگہ علی العموم دھات کے برتن کام مین آنے لگے۔ پہلے اُنکے گھرون پر پھونس
و سرکنڈہ کے چھپر چھائے جاتے تھے اب اُنکی جگہ کھپریلین پڑنے اور کچی چھتین پڑنے لگی ہین پہلے
وہ موٹے جھوٹے کپڑے گاڑھے گزی گے گاؤن کے بُنے ہوئے پہنتے تھے اب وہ کسیقدر
ولایتی کپڑا لٹھہ نین سکھہ پہننے لگے ہین۔ پہلے وہ بیلون اور ٹٹوؤن اور گدھون پر سوار ہوتے
تھے اب وہ بہیئہ ار گاڑیون وبہلیون اور چھکڑون مین سوار ہوتے ہین۔ وہ تجارت و زراعت کی باربرداری
کے لیئے بڑے بڑے اور گہرے چھکڑے بناتے ہین۔ انکی باربرداری کی مویشیون کی نسل پہلے

کی نسبت بہتر ہو گئی ہے۔ مگر ہان ایسے امیرون اور دولتمندون کی سواریان شاذ و نادر دیکھنے مین
آتی ہین کہ وہ ایسے ہاتھیون پر سوار ہون جو زیورین لدے ہوئے ہون اور اُنکی جھولین زردوزی و
زربفت کی چمک رہی ہون یا وہ گھوڑون پر سوار ہون اور اُنکو نچاتے اور کُداتے جائین لیکن
غریب آدمی اپنی رہڑیون اور گاڑیون مین بیٹھے ہوئے اور بیلون کی جوڑیان ساتھ لیے ہوئے بازارون
مین پہرتے ہوئے بہت دکھائی دینگے اسطرح سواریون مین چڑھنا اُنکو پہلے دنون مین کبھی
نصیب نہین ہوا۔ غرض پہلے زمانہ مین دولت اپنی چمک دمک اسطرح دکھاتی تھی کہ سب عوام الناس
کو وہ نظر آتی تھی۔ اس زمانہ مین وہ عوام کی نظر سے مخفی رہتی ہی مگر جو صاحب نظر ہین وہ اسکو تاڑ
جاتے ہین اور دولت کے رموز شناس اور حساب دان سمجھے جاتے ہین +

اوپر کے بیچار خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستانیون کے درمیان اصلی تمول کا
بڑھنا ایسا بڑا نہین ہے کہ وہ ابتداے نظر مین تجارت اور پیداوار کے حسابی نقشون سے اگر انکا
مقابلہ پہلے زمانہ سے کیا جائے تو نظر آجائے۔ اگرچہ قومی دولت اصلی اور پھیلی ہوئی ہی مگر اسقدر
وہ پھیلی ہوئی ہے کہ دیکھنے مین کم آتی ہے +

ہندوستانیون کا سرمایہ جمع کرنا

اب سوال یہ ہے کہ انگریزی عملداری کے امن و امان کی حالت مین ہندوستانیون
سے جس سرمایہ کے بچانے کی اور جمع کرنے کی توقع کیجاتی تھی وہ پوری ہوئی یا نہین۔ بعض حکام
یہ سمجھتے ہین کہ ہندوستانی ایسے مفلس ہو گئے ہین کہ وہ دولت بچا نہین سکتے۔ اور سرمایہ جسکو سرمایہ
کہتے ہین جمع نہین کر سکتے۔ دیکھو کہ گورنمنٹ جو اس زمانہ مین قرض لیتی ہے اسکے نوٹون مین
اور اَور پبلک سیکیورٹی مین کوئی ہندوستانی بڑا حصہ نہین رکھتے ہین یہ امر مشتبہ ہی کہ وہ قومی
قرض مین جس نسبت سے پہلے بڑا حصہ رکھتے تھے اب بھی رکھتے ہین۔ اب ہم بتلاتے ہین کہ ہندوستانی
اپنے سرمایہ کو جو وہ جمع کرتے ہین کس طرح لگاتے ہین تاکہ اوپر کے بیان کی حقیقت کھل جائے +

یہ ماننا پڑتا ہے کہ دو تین نسلون سے جو ملک مین اندرونی امن و امان رہا ہے سوائے ایک
واقعہ عظیم غدر کے اسمین بہت سی ترقیان داخل ہوئی ہین۔ اسکے بعد ہندوستانیون کے درمیان جس سے
سرمایہ جمع ہوتا دولت کے رموز شناس جانتے ہین اور مدبران ملکی جسکی توقع کرتے ہین اس سے
بہت زیادہ ہندوستانیون نے سرمایہ جمع کیا ہے۔ اگرچہ کل ملک مین بعض بچتون اور ترقیون

کی افزایشین ہوئی ہین اور ایک بڑا خزانہ جمع ہوا ہی جو بالاضافت نہ دیکھا جائے تو بڑا معلوم ہوتا ہے مگر وہ باشندونکی تعداد کی نسبت سے دیکھا جائے تو چھوٹا معلوم ہوتا ہے. گارنٹیڈ ریلوے کمپنیون مین ہندوستانی حصہ دار نہین ہوتے۔ اُنکے سارے حصہ دار یوروپین ہی ہین۔ گورنمنٹ سیکیورٹی کے سٹرلنگ پیپر مین ہندوستان کے قومی قرض کا ایک حصہ ہندوستان مین اور دوسرا حصہ انگلستان مین ہے جس کی مقدار ۱۸۸۰ء مین ۱۳۰ کروڑ روپیہ تھی اِس مین سے ۱۸ کروڑ روپیہ ہندوستانیون کے نام سے تھا یعنی ایک آٹھوان حصہ ہندوستانیون کا تھا۔ یہ رقم ۱۸ کروڑ روپیہ کی اگر بالاضافت نہ دیکھی جائے تو کچھ چیز ہے۔ انگریزی عملداری کے ابتدائی زمانون کی مفصل آگاہی نہین ہے۔ اسلیئے یہ علم نہین حاصل ہو سکتا کہ اب اِس قرضہ مین جو حال مین نسبت ہو وہ بہ نسبت پہلے زمانہ کے بہت کم ہو۔ لیکن غالبًا یہ ہے کہ وہ کم ہے۔ لیکن اِس زمانہ مین خود قرض تیس کروڑ روپیہ سے زائد نہ تھا کہ جسکے بعض حصے یوروپین کے پاس تھے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی جیسا قرض مین اپنا حصہ اب رکھتے ہین۔ اِس سے زیادہ پہلے زمانہ مین نہین رکھ سکتے تھے۔ ہندوستانی جو بالفعل حصہ رکھتے ہین اِس سے زیادہ نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرض کی شرح سود بتدریج کم ہوتی گئی ہے اور یوروپین کے قبضہ مین یہ سیکیورٹی آگئی ہے۔ بہت برسون سے انگلینڈ مین قرض کا بہت بڑا حصہ لیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہان ہندوستان کی نسبت قرض لینے مین سود کم دینا پڑتا ہے۔ اِس طرح سے یوروپین سرمایہ دارون کے مقابلہ مین ہندوستانی سرمایہ دار اِس میدان کے ایک حصہ سے جائز طور پر خارج کیئے گئے ہین میونسپل ڈبنچرون کا بڑا حصہ ہندوستانیون کے پاس ہے۔ یہ قرض شہر کے محصولون کی کفالت پر لیا جاتا ہے۔ پریسیڈنسی بنکس مین جنکا خاص تعلق گورنمنٹ کے ساتھ ہے اُنکے سرمایہ مین بھی ہندوستانیون کا کچھ حصہ ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی اپنے روپے کو بغیر کسی جوکھون کے ایسے کامون مین لگا سکتے ہین جن مین اُنکو سود پرامیسری نوٹون کے سود ۳½ و ۴ و ۴½ سے زیادہ مل سکتا ہے پہلے زمانہ مین مشکل تھا کہ وہ بغیر کسی خطرہ کے اپنے روپیہ کو کسی کام مین لگا سکتے اُنکے لیئے تو خزانہ سرکار ہی فقط بغیر کسی اندیشہ کے روپیہ لگانے کی جگہ تھی گورنمنٹ کو معلوم ہوا کہ لنڈن مین روپیہ کا بازار بڑا مایہ دار ہے وہان قرض لینے مین آسانی ہے

اسلیئے وہان قرض لینا شروع کیا۔ اگر ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کو ہندوستان کی سلطنت کے ہاتھ
مین لیتے ہی قرض لینے مین انگلستان مین آسانی نہ ہوتی تو وہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہی کی طرح ہندوستان
سے قرض زیادہ سود پر لیتی۔ گو یہ کمیان ہوئین مگر پھر بھی سال بسال ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ سے
زیادہ روپیہ ہندوستان مین ولایت سے آتا ہے۔ اب یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اصلی ترقی
کے لیئے قرض لیا جائے۔ بار بار یہ تحقیق ہوا ہی کہ دو کروڑ روپیہ سے تین کروڑ روپیہ تک قرض کم شرح
سود پر حاصل ہو سکتا ہے۔ اِس سے زیادہ جب روپیہ قرض لینا ہو تو شرح سود بڑھانی پڑے گی
اب تک ہندوستان کے خزانہ کی ساکھ قومی قرض کی شرح سود سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے
بہترین ساکھوں مین سے ہے وہ انگلینڈ سے درجہ دوم پر ہے اِسکی بہت سی دلائل مین سے ایک دلیل
یہ ہے کہ لنڈن کا بازار بہت مایہ پونجی سرانجام کر دیتا ہے۔ اگر گورنمنٹ کے پاس یہ مایہ پونجی
ہوتی تو اِسکو سود زیادہ دینا پڑتا اور اِس سود کے پیمانہ کے موافق اسکے ساکھ کا اندازہ دنیا کے
روپیہ کے اعتبار سے جھوٹا ہو جاتا۔ اِس عرصہ مین ہندوستانیون کا سرمایہ بڑھتا رہا ہے۔ اِس
سوالات یہ ہین کہ وہ اپنے سرمایہ کن چیزون مین لگاتے ہین۔ اوّل بیرونی تجارت کا کچھ حصہ
ہندوستانی سرمایہ دارون کے پاس ہے۔ اگرچہ اِس کا بڑا حصہ یورپین کے اختیار مین ہے
اِس تجارت مین جو ہندوستانی اپنا حصہ رکھتے ہین اُسکے لیئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہی دوم
اندرونی تجارت ہندوستانیون کے ہاتھ تلے ہے اور اِس مین انکا بڑا سرمایہ لگتا ہے۔ اِسکا
ظاہری ثبوت یہ ہے کہ کل ہندوستان مین سب رجون کے ہندوستانی مہاجن موجود ہین
کوئی جگہ ایسی نہین جہان وہ نہون۔ چھکڑون کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بارکش حیوانات فقط
زراعت ہی مین باربرداری نہین کرتے بلکہ وہ اسبابون کو ایک مقام سے دوسرے مقام مین
لے جاتے ہین اور ایسی ہی نہرون مین کشتیان اسباب لیجانے کے لیئے بہت سی ہین۔ اِسطرح
سے جو سرمایہ لگایا جاتا ہے چاہیئے کہ وہ تناسب معینہ رکھین سونے چاندی کے سکے جو ہندوستان
مین چل رہے ہین انکی تعداد بھی بہت سے کروڑ ہین وہ زیادہ ہندوستانیون ہی کے پاس
رہتے ہین۔ باہر سے سونا چاندی بہت سا آتا ہے وہ سب ہندوستان مین خرچ ہوتا ہے اور
سونا چاندی نقدی تھیلیون مین ہندوستانیون نے بند کر کے رکھا ہے وہ بھی بہت سے کروڑ

نکے قبضہ مین ہے۔ سرکاری سیونگس بنکس مین جو ہندوستانیون کا روپیہ ہے وہ بھی چھ سات کروڑ روپیہ سے کم نہین۔ ہندوستانیون کے سرمایہ کا ایک حصہ روئی اور جیوٹ (سن) کے کامون مین یورپین طریقہ کے موافق رکھے جانے مین لگا ہوا ہے۔ پھر جب سے سرکار نے ملکیت اراضی کی بیع و شرا کی اجازت دیدی ہے تو ہندوستانی سرمایہ بہت سا اراضی کی کفالت پر زمیندارون کو خواہ وہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون قرض دیا جاتا ہے۔ یورپین جب ہندوستانیون کی سوسائٹی کو جانچتے ہین تو فوراً اُس مین اُنکو روپیہ والی جماعتین نظر آتی ہین۔ وہ شہرون مین قصبات مین دہات مین سب جگہ موجود ہین۔ پس بڑی شہرون مین تو وہ یورپین کو بھی مات کرتی ہین۔ اُنکا سرمایہ حقیقت مین قومی بچت و پس انداز کے ایک حصہ کو تعبیر کرتا ہے۔ اور جب وہ اپنے سرمایہ کو قرض مین لگاتے ہین تو بڑا ہی سود لیتے ہین۔ ہندوستانی عملداری مین تو اس سود کی شرح پندرہ ۱۵ روپیہ بلکہ پچیس ۲۵ فیصدی سالانہ تھی اور چونکہ اہین روپے کے لیئے کیا تو کفالت بالکل نہ تھی اور اگر تھی تو ضعیف۔ بس زیادہ سود لینا کسیقدر انصاف تھا۔ جب سے انگریزی عملداری ہوئی شرح سود کم اسوجہ سے ہوتی جاتی ہے کہ کچھہ تو اُسکی کفالتون مین ترقی ہوگئی ہے کچھہ ساہوکارون مین خواہ وہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون۔ آپس مین رقابت زیادہ ہوگئی ہے لیکن اب بھی بالاضافت سود بہت زیادہ ہے۔ حالات یا مقامات کے موافق ۷ فیصدی سے بارہ فیصدی سالانہ تک تو ہی گو کبھی کبھی اس سے بھی کم ہوتا ہے مگر زیادہ بھی کمتر نہین ہوتا۔ اب مہاجنون کے درمیان یا خود چھ روپیہ سیکڑا سود پر لین دین ہوتا ہے۔ یہ واقعیت کہ سود کی شرحین ہندوستانیون کے درمیان کبھی کبھی بہت زیادہ ہوتی ہین شاید اسکو بعض آدمی غیر مفید آثار خیال کرین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی بہبودی کی وہ ترقی نہین ہوئی جیسی اس امن امان کے زمانہ مین جو گورنمنٹ نے قائم کیا ہے امید ہوتی تھی اب اسکے برخلاف جن حالتون نے آخر سالون مین شرح سود کو گھٹا کر بعض صورتون مین سات یا چھ روپیہ سیکڑا کردیا ہے اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ صرف روپیہ کے قرض دینے مین کفالتون ہی مین ترقی نہین ہوئی بلکہ ہندوستانیون کے سرمایہ مین بھی افزایش ہوگئی ہے +

انگلینڈ مین بعض صاحب وقعت و حکومت یہ خیال کرتے ہین کہ انڈیا مین غریب جماعتین بتدریج بڑی افسردہ و پژمردہ ہوگئی ہین۔ لیکن اگر وہ یہان آنکر مزدورون کو کام پر لگائین تو یہ خیال اُنکے دل سے بالکل اڑجائیگا۔ خانگی کامون کے لیئے یا سرکاری کامون کے لیئے ہمیشہ مزدور نہین مل سکتے۔ ہان گرمی کے موسم

ہین مزدورون کی افراط اِس سبب سے ہوجاتی ہے کہ زراعت کے اور خانگی کامون کی کمی ہوجاتی ہے۔ پہلی طرح سے مزدور آسانی سے نہین ملتے گو اُنکی مزدوری زیادہ ہوگئی ہے۔ سپاہ کے لیئے نئے آدمیون کا بھرتی کرنا مشکل ہوتا جاتا ہے اور اِس مشکل کا بڑا سبب یہ ہے کہ آدمی اپنے گھرون مین خوشحال رہتے ہین اور پہلے زمانہ کی طرح وہ سپاہی کی تنخواہ کی پروا نہین کرتے +

مویشی کی افزونی

بعض بڑے بڑے آدمی یہ خیال کرتے ہین کہ علی العموم مویشی گھٹ گئے ہین اور گھٹتے جاتے ہین اور اند جیسے پہلے زمانہ مین اچھے تازہ و توانا بیل ملتے تھے اب مشکل سے ہاتھ آتے ہین اور اِس اپنے بیان کی شہادت مغربی ہند کے دکن کے بندوبست کے کاغذات سے پیش کرتے ہین۔ یہ خاص نقشے دکن کے مویشیون کے مقامی حکام تسلیم نہین کرتے اور وہ اُنکے نتائج برخلاف نکالتے ہین کہ قطعی مویشیونکی افزایش ہوئی ہے اور اُسکے ثبوت کی یہ دلائل پیش کرتے ہین کہ دکن مین زراعت کی بہت وسعت ہوگئی ہے اور مقامی تجارت بہت بڑھ گئی ہے تو ضرور ہے کہ اسیقدر مویشیونکی تعداد ہل چلانے اور چھکڑونکے چلانے کیلیئے بڑھ گئی ہو اور پروونسون مین بھی یہی حالت ہے۔ اسواسطے غالبًا اور عملاً اور یقینًا زراعتی مویشی تقریبًا ہر ایک جگہ بہت ہی بڑھ گئے ہین اور ایسے ہی بہت سے اضلاع مین بارکش جانورون کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے اور بعض اضلاع مین جو متصل ریل کے ہین تعداد مین کمی اِس سبب سے ہوئی ہے کہ اِن مین بارکشی کا کام ریل کرتی ہے۔ مشکل ہے کہ مویشیون کی تعداد کے نقشے قابل اعتبار دستیاب ہون اسلیئے پہلے اور حال کے زمانون مین ٹھیک اور صحیح مقابلہ نہین ہوسکتا۔ جو ارباب تحقیق اِس باب مین خوب ماہر و آگاہ ہین وہ یہ یقین نہین کرتے ہین کہ بحیثیت مجموعی مویشی کا تنزل بھی ممکن ہو بلکہ اسکے برخلاف وہ افزایش کی توقع کرتے ہین۔ بہت سی نمایان مثالین موجود ہین کہ بارکش مویشی کثیر التعداد آسانی سے بہم پہنچ گئے۔ سنہ ۱۸۷۴ع کے قحط کے درمیان ۲۰۰۰۰ بارکش بیل نہایت عمدہ حالت مین تھے جو بہار کے شمالی اضلاع مین چھ ہفتے کے اندر گورنمنٹ کی غلہ رسانی کے لیئے جمع ہوگئے۔ اِس کام کے لیئے اِسی زمانہ کے قریب دس ہزار بارکش بیل گورنمنٹ نے دو ہفتے کے اندر ممالک مغربی و شمالی مین خرید لیئے تھے۔ اور فورًا اِس سے بھی بہت زیادہ بیل بہم پہنچ سکتے تھے۔ سنہ ۱۸۸۰ع مین فقط تھوڑے دنون مین اشتہار دینے سے نو ہزار بیل سپاہ کی خدمات کے لیئے سندھ مین خریدے گئے اور لوگون نے درخواست دی کہ اگر اور زیادہ بیل درکار ہون تو ہم اُنکو بہم پہنچا سکتے ہین۔ دکن کے قریب خاندیس کے آدمی افسوس ہی

کرتے رہ گئے کہ جنگ گاہ سے انکا فاصلہ اسقدر دور ہے کہ وہ بیلون کی خریداری کا مانع ہوا۔ جب جنگ مین بار برداری اور رسد رسانی کے لیئے جانورون کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ امر مشہور ہے کہ اگر اونٹون اور خچرون و ٹٹوؤن کی کمی ہوتی ہی تو اُن کی جگہ بیل کام کرنے کو بہت موجود رہتے ہین +

اِس افزایش کی توقع اِن مویشیون کی نسبت ہے جو خدمت گزار ہین ہندؤن کی آبادی مین برخلاف اِسکے کہ اِن حیوانات کو حلال کرین - سستے سے مین اُنکو پالتے اور رکھتے ہین جو کچھہ کام نہین کرتے اور جب خشک سالی ہوتی ہے تو اُنکو اپنی قسمت پر چھوڑ دیتے ہین ۔ قحط سالیون مین لاکھون مویشی مرجاتے ہین جنکی کھالین و ہڈیان و سینگ صرف کام مین آتے ہین - اِن حیوانون کے مرجانیسے زراعت کے کامون مین یا ملک کی قوت محرکہ مین فرق نہین آتا جو کام کے مویشی ہوتے ہین اُن کو بندھے بندھے خوب کھلاتے ہین اور خشک سالی مین اُنکو بڑی اچھی طرح رکھتے ہین اور اِسکا ثبوت اناج کی تجارت کی تیزی اور زراعت کے رقبے کے نہ گھٹنے سے ہوتا ہے اسواسطے کہ اِن دونون کامون کے لیئے معمول سے زیادہ بیلون کی اصلی ضرورت ہوتی ہی - باوجود اِن باتون کے مویشی کی حالت جیسی کہ ہونی چاہیئے - ویسی نہین ہے - جولائی سے دسمبر تک کل ملک مین میدانون مین چرائی کے لیئے گھاس بہت ہوتی ہے - اِسمین وہ خوب چرتے ہین باقی سال مین اُن اضلاع مین کہ پہاڑون کے قریب نہین ہین چرائی کے لیئے گھاس نہین ہوتی - ایسے ہی اضلاع مین کھر سال مین جانورون کو تکلیف ہوتی ہی +

کاشتکار خاص فصلین مویشیون کے چارہ کے لیئے نہین بوتے مگر بھوسہ و کڑوی اُنکو کھلاتے ہین جسکو وہ بڑی احتیاط سے کھر سا مین مویشیون کے چارہ کے لیئے جمع رکھتے ہین لیکن جن پہاڑون کے اندر چراگاہین عمدہ ہین - اُنکے قریب کے اضلاع کے آدمی اپنے مویشیون کے گلون کو چرانے کے لیئے بھیجدیتے ہین - لیکن اسپر بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ مویشی کی افزایش مسدود ہوگئی ہے اسلیئے کہ اِن مین وبائین بہت آئی ہین اور چرواہون کی دولت کم ہوگئی ہے جو ملک کا ایک دھن ہے

اگر مفلسی کے معنے مروجہ تسلیم کیئے جائین تو ہندوستان نہایت ہی مفلس ملک ہی - اِس کی آبادی کی کثرت اور رقبہ کی وسعت اسکے افلاس کو بہت دکھاتی ہی - یہان کے محنتی آدمی انگلستان کے محنتیون کی نسبت بہت کم کام کرتے ہین - کام کرنے مین وہ سخت کوشش نہین کرتے اور نہ اسمین کامیاب ہوتے ہین - آدمیون کی کثرت ہی اسلیئے اُنکی مزدوری ارزان ہے - علی العموم اُجرت کم ملتی ہے - اگرچہ

وہ پچھلے سالون مین بہت سے مقامات مین بڑھ گئی ہے اور محنت کے مرکزون مین وہ دوچند ہو گئی ہے دہات مین تو مزدوری بہت ہی تہوڑی ہے اور جہان انکو جنس مین اُجرت ملتی ہو تو وہان اور بھی اسمین زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔ ہر شخص جتنی خوراک کہاتا ہے وہ بحساب وسط مقدار مین کم ہوتی ہے اور بالاضافت اسمین غذائیت کی صفت بھی کم ہوتی ہے۔ اِس نرم ملک مین قوی غذا کی ضرورت بھی کم ہے۔ یہان آدمیون کی معمولی احتیاجین بے تکلف و تصنع سیدھی سادی ہین اور آسانی سے وہ رفع ہو سکتی ہین مصنوعی ضرورتین چند ہین اور جو ہین اِن مین خرچ نہین۔ ملک کی آب و ہوا ایسی ہے کہ وہ کپڑون و مکانون کی لوراگ جلانے کی ضرورتون کو زیادہ نہین بڑھنے دیتی۔ اور آپ اپنی مدد کرنے کی طرف نہین لے جاتا۔ اسواسطے بحیثیت مجموعی کوشش و سعی کرنیکے لیئے ترغیبین ضعیف ہین۔ ہندوستانیونکی آمدنی کا اوسط بہت تنگ ہے۔ یوروپ اور شمالی امریکہ مین آدمیون کی طاقت محرکہ اور کام کرنے کی قوت کا اضافہ وسائل مکینکل اور سائنٹفک مخازن سے ہوجاتا ہے۔ لیکن ہندوستانیون کے واسطے یہ وسائل زیادہ تر مفقود ہین اصل مین اُنکے لیئے کوئی زور مکینیکہ موجود نہین ہے۔ اسلیئے ہندوستان مین پچیس کروڑ آدمی کام کم کرتے ہین اور پیداوار کم پیدا کرتے ہین اور یوروپ کی آبادی سے جو اُنکے برابر ہو بہت ہی کم کام کرتے ہین اور پیداوار نہایت ہی کم حاصل کرتے ہین۔ یوروپ مین جو یوروپین کام کرتے ہین اُنکی تعداد کے برابر ہندوستان مین آدمی یقینی آدہا یا تہائی کام کرتے ہین بلکہ یہ امر مشتبہ ہی کہ اہل یوروپ یہان آنکر بھی اتنا ہی کام کر سکتے ہین جتنا یوروپ مین کرتے ہین۔ بس اِن حالات پر نظر کرنیسے فوراً یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی مدتہاے دراز تک بالاضافت مفلس ہی رہینگے ؀

لیکن محتاج اور مفلس کے دوسرے معنے بہی ہین اگر وہ لین تو ہندوستانیون کے افلاس کی صورت ہی اور ہو جاتی ہے جن لوگون کے پاس بالاضافت مال و متاع بہت کچھ ہو مگر وہ اُنکی احتیاجون اور ضرورتون کے رفع کرنیکے لیئے کافی نہو تو وہ آدمی مفلس و محتاج کہلائینگے۔ لیکن جنکے پاس تہوڑا مال و متاع ہو اور وہ اُنکی خفیف و معتدل ضروریات کے رفع کرنیکے لیئے کافی ہو تو وہ مفلس نہین کہلائینگے۔ بس ہندوستانی اس معنے کر ایسے مفلس نہین ہین جیسے کہ وہ ابتدائے نظر مین معلوم ہوتے ہین۔ قحط سے جو وقتاً فوقتاً پڑتا رہتا ہے قطع نظر کیجائے تو ہندوستانی معمولی اوقات مین بھوکے رہنے سے ڈرتے نہین اور موسمون کی سختی سے تکلیف نہین اُٹھاتے اُنکے سر پر غربا کی پرورش کرنے کا کوئی ٹیکس

نہین لگتا۔ جو مفلس و محتاج ہوتے ہین اُنکی پرورش لوگ اپنی فیاضی سے کرتے ہین۔ جب قحط پڑتا ہے تو یہان آدمی بڑی دریا دلی سے فیاضی کرکے کنگالون کی پرورش کرتے ہین۔ جب گورنمنٹ قحط زدون کی پرورش کے کارخانے جاری کرتی ہے تو دہات کے آدمی اسمین اول جمع ہوتے ہین اور جب قحط دور ہو جاتا ہے تو وہ دہات کو واپس چلے جاتے ہین اور کہیتی باڑی کرکے اپنی پرورش پہلی طرح سے خود کرنے لگتے ہین۔ یہ خصلت انکی بڑی پسندیدہ ہے اور ملک کی قابل اطمینان حالت کو تبلاتی ہے

انکم ٹیکس کا تجربہ انڈیا کے افلاس کو بالاضافت تبلاتا ہے۔ ہندوستان مین اگر انکم ٹیکس فیصدی ایک روپیہ اُن آمدنیون پر اسطرح سے لیا جائے جسطرح کہ انگلینڈ مین ٹیکس آمدنیون پر لیا جاتا ہے تو اِن دونون ملکون مین بالاضافت مختلف حالتین معلوم ہونگی یہان یہ ٹیکس بڑے حسن انتظام سے کروڑ روپیہ سے زائد نہ حاصل ہوگا جس سے ملک کی آمدنی کا اندازہ کیا جائے گا کہ سو کروڑ سے زائد نہین ہے اور برطانیہ اعظم مین باوجودیکہ اسکی آبادی ہندوستان کی آبادی کا پانچوان حصہ ہے یہ انکم ٹیکس ہندوستان کی انکم ٹیکس سے کئی گنا ہوگا۔ انگلینڈ تو یوروپ کے سب ملکون سے زیادہ متمول ہے اسکے آگے ہندوستان کے تمول کی حقیقت کیا ہے +

گو ہندوستانیون کے پاس دولت نہین مگر اُنکی طبیعت مین قناعت و صبر ایسا ہے کہ وہ اپنے افلاس کی مصیبت سے پریشان خاطر نہین ہوتے۔ اور تنازع فی البقا نہین کرتے اور خوش حال رہتے ہین۔ دہات مین دیکہو کہ کوسون تک وہان زراعت ہوتی ہے۔ ایک غریب سے غریب مزدور بہت سویرے صبح ہوتے ہی اپنے کام مین خوشی خوشی مصروف ہوتا ہے۔ دوپہر کی دہوپ اسکے سر پر آتی ہے وہ اس سے خبر نہین ہوتا۔ کنوئن پر بارہ لاؤ کو گاتا ہے۔ کہیت کاٹتا ہے بارش مین ہل چلاتا ہے تو بہی اپنی خوشی کی آوازین نکالتا ہے۔ جب شام ہوتی ہے اور کہیتون پر اوس گرتی ہے جو ایک نعمت عظمی خدا کیطرف سے ہے تو وہ اپنی مویشی کو لیکر اپنے گہر کو چلا آتا ہے اور رات کو بڑے آرام کی نیند سے سوتا ہے +

بعض اوقات نکتہ چین ملک کے سب سے زیادہ مفلس و غریب اضلاع سے لپٹ جاتے ہین اور اُنکی مصائب کا بیان اسطرح کرتے ہین کہ یہ حالت فلاکت کی کل ہندوستان مین ہے یہ کام انکا اچہا ہے کہ وہ گورنمنٹ کو متنبہ کرتے ہین کہ اُسکی مملکت کی روشنی مین تاریک و ضعیف حصے بہی ہین لیکن اسکے ساتھ اُنکو یہ بہی چاہیئے کہ وہ ملک کے سب سے شاداب و سرسبز حصون پر بہی غور کرین جیسے کہ مشرقی

عام حالت ہندوستانیون کی اصلی ترقیون کی نسبت

بنگال مین ڈھاکہ کے گرد کے قطعات ہین۔ساحل مالابار پر کالی کٹ سے تانجور کا ڈلٹا ہے بمبئی کے گرد صوبہ گجرات کے بالائی اضلاع ہین۔پنجاب مین کانگڑہ کی وادی اور اور بہت سے مقامات ہین +

قوم کے مسلمہ افلاس پر لحاظ کر کے بعض بڑے ماہرین اور واقف کار اپنے شبہات کو ظاہر کرنا شروع کرتے ہین کہ آیا اصلی ترقیون اور پبلک ورکس کے بارسے گورنمنٹ نے رعایا کو ایسا تو نہین دبایا کہ اسکی قیمت سے کے متحمل نہو سکین اور وہ اپنی ضرورتون کی پیشقدمی کے ہم قدم نہ چل سکین یقینی اس قسم کا آگاہ کرنا کبھی بیجا نہین ہوتا۔اسلیئے کہ ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ محکوم ملک پر حاکم قوم جو زیادہ گرمجوشی سخت کوشی ظاہر کرے تو اس سے تکلیفات نہ پیدا ہون ضرور ہے کہ گورنمنٹ اپنے ترقی کرنیوالے ہاتھ کو بلحاظ مالی وسائل اور ملک کی خاص ضرورتون کے کوتاہ رکھے۔بہت سے زندہ منتظران ملکی کی یاد مین یہ متضاد فریاد اُٹھی کہ ایسٹ انڈیا کے عہد مین بلحاظ جنگی و پولیٹکل اور انتظامی معاملات کے اصلی ترقی مین غفلت ہوئی۔اور پبلک راے کے آلات (اخبارات) نے اسپر بہت توجہ کی۔سچ یہ ہے کہ کمپنی اعظم نے جیسی کہ اُسکے پاس خفیف وسائل اور مواقع تھے اُنکے موافق اصلی ترقی اور ہر بھلائی کے کرنے مین نہایت سعی بلیغ کی اسکے زمانہ کے بعد سے اصلی ترقیون نے ایسی تیزی کے ساتھ پیشقدمی کی کہ قابل قدر ہے۔لیکن وہ مغربی ملک کے مقابلے مین بڑی نہین ہے۔انگریزی پبلک راے کا یہ میلان ہے کہ گورنمنٹ اپنے اس کام کو روک دے اسلیئے کہ آگے بڑھنے مین خوف پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لیکن اگر نسلے چلنے کے ناواجب آثار ظاہر ہونگے تو بہر غالبًا پہلے سے بھی زیادہ فریاد اور شکایت ہوگی۔کہ گورنمنٹ نے اپنی اس مملکت وسیع موروثی کے حق مین انصاف نہین کیا۔ہندوستان مین بعض آدمی ترقی یافتہ ایسے ہین جو یہ شکایت و فریاد کرتے ہین کہ اس ملک کی ضرورتون کے لیئے ترقیات موجودہ کافی نہین +

بہت سے آدمی صاحب فکر روشن خیال بعض ہندوستانی صنعتون کے نابود ہونے پر غور کرتے ہین۔بعض ہندوستانی صنعتون کی جگہ ولایتی صنعتون کے قایم مقام ہونے کا اور ملک کے عام پیداوار کے غیر ملکون مین باہر جانے کا ضرور نتیجہ یہ ہوگا کہ آبادی کی زندگی بسر کرنے کا زیادہ تر مدار زمین کی زراعت پر ہوگا جس سے وہ خطرناک اندیشون کی پیشینگوئیان کرتے ہین۔جو صنعتین اور دستکاریان نابود ہوگئین اُن مین سے اکثر گو بالکل نہین نفیس و نازک تھین جن مین کچھ ہاتھ کام کرتے ہین گو وہ بڑی

ہندوستانیون کی اصلی حالت

تھین مگر وہ ملک کی عام آبادی کے لیئے بکار آمد نہ تھین۔ اب اسکے برخلاف جو نئی صنعتین و دستکاریان داخل ہوئین اور ہورہی ہین اُنھون نے لاکھون آدمیون کو باکار بنادیا ہے تمام بڑی دستکاریون مین زراعت کے بعد کپڑا بُننے کی صنعت ہی جس سے عوام کی پوشاک بنتی ہے وہ تقریبًا بے جوکھون ہے۔ اِس مین ولایتی کپڑے کے آنیکے سبب سے کچھہ تخفیف ہوگئی ہے مگر ہر قصبہ وشہر مین جولاہون کے کام موٹے کپڑون کے بُننے کی کارگاہین بدستور سابق جاری ہین۔ باریک کپڑے گو ایسے عمدہ ونفیس نہین بُنے جاتے جیسے کہ پہلے بُنے جاتے تھے مگر اب بھی اُنکی شہرت چلی جاتی ہے اور وہ بُنے جاتے ہین۔ گھر کے کھانے پکانیکے برتن اور اور آلات دھات کے زیادہ مروج ہوگئے ہین گو اُن مین بعض ولایت سے آتے ہین۔ مگر زیادہ تر وہ ہندوستان مین بنائے جاتے ہین۔ ملک کے اندر پُرانے و قدیمی شہرون مین غیر زراعت پیشہ ومحنتیون کی آبادی کم ہوگئی ہے لیکن وہ تین بڑے عظیم الشان شہرون مین بڑھ گئی ہے۔ اِن شہرون مین غیر زراعت پیشہ بیس لاکھ آدمیون کے قریب بستے ہین یہ شہر ایسے بڑے ہین کہ اُنکے برابر مغلون کی سلطنت مین بھی ایسے بڑے شہر نہ تھے +

ہندوستان کی اصلی حالت کا مختصر بیان جس مین ہر ایک خوف کی بنا کا بھی تذکرہ کیا جائے ثابت کرتا ہے کہ بہت سے مبارکبادی وشادی کے اسباب موجود ہین گو اموات وامراض کی شرح کا اوسط کلان ہی مگر اسپر بھی آبادی بڑھتی ہے گو آدمیونکی تعداد زیادہ ہوگئی ہے اور جس مین علی العموم آدمی مفلس ہین مگر وہ بے کار اور بھکاری نہین۔ اُنکی زراعت کا رقبہ بہت بڑھ گیا ہے اُنکی محنت شعاری بروئے کار نمایان ہورہی ہی اُنکی دیسی وپردیسی وداخلی وخارجی تجارت مستقل طور پر آگے چل رہی ہے۔ اُنکی اولوالعزمی اور ہمت وحوصلے بلند ہورہے ہین گو اُنکے حوائج ضروریہ کم ہین اور اُنکی حالت افلاس کی ہے اِسپر بھی اُنکی پوشاک ومسکن اور گھر کے کھانے پکانے کے برتن بھانڈون اوزارون مین ترقی ہوئی ہے۔ گو قحط سالی مین بہت سی غریب جماعتین گورنمنٹ کی پرورشس کے سہارے سے زندگی بسر کرتی ہین لیکن جب قحط کی بلا سر پر سے ٹلتی ہے تو وہ اپنے کامون مین پھر جاکر لگ جاتی ہین۔ بھکاری ہونا قبول نہین کرتین۔ گو دستکاریان اور محنت مزدوریان محدود ہین اور اُنکی نفاست اور لطافت مین کمی آگئی ہے۔ مگر اُنکی وسعت بہت فراخ ہوگئی ہے۔ گو پہلے زمانہ کی طرح قومی دولت یکجا مرکزون مین جمع نہین ہوتی۔ مگر عوام الناس مین دولت پھیل

گئی ہے - پہلی طرح گو سرمایہ چند ہاتھون مین کم جمع ہوتا ہے مگر وہ پس انداز پہلی طرح ہوتا ہے اور اب وہ آبادی کی کل جماعتون مین تقسیم ہوتا ہے۔ گو بحیثیت مجموعی زراعت ناقص ہے۔ لیکن پھر بھی وہ بہت لحاظ سے عملاً اچھی ہے۔ ملک کی محنت کا پیداوار فقط اپنے ہی کروڑون باشندون کی پرورش نہین کرتا۔ بلکہ وہ اپنے انبار کے انبار ایسے لگاتا ہے کہ غیر ملکون مین جسقدر وہ اب بھیجا جاتا ہے ایسا پہلے زمانہ مین نہین بھیجا گیا گو وہ انگلینڈ کو بڑی بڑی رقمہائے کثیر ادا کرتا ہے۔ لیکن اسکے عوض مین وہ قیمت پاتا ہے کہ اگر اُسکو اور غیر قومون سے خریدتا تو اُسکو زیادہ دینا پڑتا اور وہ مدت سے اجنبی سرمایہ سے جو اُسکی حدود مین خرچ ہوتا ہے فائدہ اُٹھا رہا ہے گو سر پر خوف کھڑے ہوئے ہین لیکن ترقی کے چشمے جاری ہین اور عافیت و راحت کے عناصر موجود ہین۔ اگر سب کلیات و جزئیات کو دیکھین تو ہندوستان کی حالت ترقی کرتی ہوئی اسطرح معلوم ہوگی جو مغربی رموز دان سیاسیہ کی توقعون کو پورا نہین کرے گی۔ مگر پھر بھی مشرق مین جو اسکی مثالین ہین اُنکے موافق ہوگی۔ زمانہ حال مین جو قحط سالیان ہوئی ہین اُنھون نے انگریزی قوم کے خیالات کے چہرہ پر زردی پھیلائی ہے اور وہان کی پبلک رائے پر غم آلود زنگ چڑھایا ہے۔ لیکن جب بارش اپنے قدرتی عطیات کو جلوہ نما کریگی اور شادابی اپنی کرپا اور دیا کرے گی تو زمین مین سبزی پھوٹیگی اور آدمی پھر ترقی کی طرف دوڑتے ہوئے جائینگے +

باب یازدہم

ہندوستانیون کی عقلی و اخلاقی ترقی

ہم نے پہلے باب مین مختصر طور پر ہندوستانیون کی مادی یا جسمانی حالتون کا بیان کیا ہے انکا کچھہ تعلق انکی عقلی اور اخلاقی ترقی سے بھی ہے۔ لیکن یہ ترقی اَور مختلف حالتون پر بھی موقوف ہے جن مین بعض برٹش گورنمنٹ کے بس مین ہین۔ جیسے ہوا روشنی اور مکان انسان کی بہترین صفات مین سے بعض کو نشو و نما دیتے ہین ایسے حکومت کا زبردست ہاتھ سلامتی و امن و عافیت کے پیدا کرنے اور اُنکے قائم رکھنے سے انسان مین بعض خوبیان و نیکیان پیدا کرتا ہے یا بہت سی بدعادتون کی جو شرو فساد کا زمانہ بافراط پیدا کرتا ہے بیخ کنی کرتا ہے۔ لیکن وہی اسباب جو امن و عافیت پیدا

کرتے ہین بےچین اولوالعزمون اور خود اعتماد خود پسندون اور بلند پروازون اور مہمات عظیمہ کے سر کرنے والونکی ہمتون کی جولانیون کے لیئے میدان تنگ کرتے ہین اور اُنکی استعدادون کو مردہ بناتے ہین۔ ایسے آدمیون کو تو انگریزی گورنمنٹ خواہ وہ کیسی ہی دور اندیشی سے عام پسندی کے لیئے کوشش کرے کبھی پسند خاطر نہین ہوگی۔ پہلے ایسے آدمیون کی تعداد بہت تھی اب بہت کم ہوگئی ہے۔ مگر اب بھی ایسے آدمی اسقدر باقی ہین کہ ملک کے محرک زورون مین شمار کیئے جاتے ہین۔ لیکن اگر اس بات سے خوف و بیم ہو کہ کسی ہندوستانی سلطنت کی تنزل کی حالت مین غارتگری و ظلم و جبر تعدی و بدنظمی قومی خصائل کو کمینہ اور رذیل و وحشی بنانے مین اثر رکھتے ہین تو یہ امید و رجا ہوتی ہے کہ برٹش سلطنت مین جو امن و عافیت و نیک انتظامی اور سلامتی پیدا ہوتی ہے وہ انسانیت پیدا کرنے کا اور سرفراز بنانے کا اثر رکھتے ہین۔ بڑے بڑے کام جو اب تک موجود ہین وہ پہلے کی نسبت اس سلطنت مین بہت کم ہوگئے ہین۔ یہ اکثر اور ملکون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ جب ان مین ظالمانہ جرائم کم ہوجاتے ہین تو دغا و فریب کے جرائم بڑھ جاتے ہین۔ لیکن ہندوستان کی یہ صورت نہین ہے اس مین دونون قسم کے جرائم کم ہوتے جاتے ہین۔ جب قابلیت کو کسی نظام کے موافق نشو و نما دیا جاتا ہے تو اصلی ذہانت بروئے کار کم ظاہر ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اجنبی سلطنت خواہ کیسی ہی فیاضی اور دریا دلی سے کام کرے مگر وہ رعایا کی خصلت پر بعض اثر اُنکے افسردہ کرنیکے ضرور کرے گی لیکن اسکے برخلاف بہت سے اثر پاکیزہ اور زندہ کرنے والے پیدا کرے گی۔ اس بات کا امتحان یون ہوجائے گا کہ ہندوستان مین مختلف جماعتون پر جن مین شاہی آبادی منقسم ہے برٹش گورنمنٹ کے اثرون کو دیکھین کہ کیا کیا ہوئے ہین اب ہم ان ہی باتون کا ذکر کرتے ہین۔ یہ مشکل سے کہا جاتا ہے کہ دہات مین یا اضلاع بعیدہ مین جو نہایت غریب اور مزدوری پیشہ جماعتین رہتی ہین اُنکی خصلت اور طبیعت پر برٹش حکومت کا اثر قطعی ہوا ہی۔ مدتون تک اُنسے استحصال بالجبر ہوا تھا۔ بیگار مین وہ پکڑے جاتے تھے۔ غلامی کے کام اُنسے لیئے جاتے تھے۔ اُنکو اپنے سے بڑون کی اطاعت غلامانہ کرنی پڑتی تھی۔ اسلیئے وہ گم سم رہتے تھے کچھ بولنے نہین پاتے تھے اپنی ایک ہی وحشت زدہ حالت مین رہتے تھے۔ لیکن اب اِنکو ان سب بُری باتون سے چھٹکارا ہوگیا ہے۔ ان سے کوئی زبردستی محنت نہین کرا سکتا۔ وہ اس محنت کے کرنیسے انکار کرسکتے ہین۔ جس سے اِنکا کوئی اپنا مطلب نہ نکلتا ہو اور

برٹش گورنمنٹ اور نہایت غریب مزدوری پیشہ

اِسمین اُنکا آرام ہو وہ اپنی خاطر خواہ مزدوری مانگ سکتے ہین۔ اِنکے جھگڑے اور مویشی سولے لڑائی کے اب بیگار مین نہین پکڑے جاتے وہ جانتے ہین کہ ایسی عدالت کی کچہریان موجود ہین کہ جن کے آگے ساری برٹش رعایا برابر ہے۔ وہ ظلم کو روک سکتی ہین اِن مین ہماری دادرسی ہوسکتی ہے اِن باتون سے وہ اِن آزادیون سے اپنے تئین شہریون کی طرح آزاد جانتے ہین اور اِن مین اپنے انسان ہونیکا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ اِنکے بچے سرکاری مدرسون مین تعلیم کے لیئے بلائے جاتے ہین اور مدرسہ کے مکانون مین وہ اور دولتمندون کے بچے برابر سمجھے جاتے ہین جنسے اُنکو تقویت ہوتی ہے +

جو شہر دارالحکومت ہین یا محنت مزدوری کے مرکز ہین۔ اُن مین یہ محنتی مزدوری پیشہ مفلس غریب نہین رہے بلکہ وہ اپنے درجہ سے آگاہ ہوگئے ہین کہ وہ بڑھ گیا ہے اور وہ اُجرت لینے مین آزاد ہوگئے ہین جو شرائط اُنکی مزدوری کے باب مین ٹھیرائی جاتی ہین اُنکو وہ غور سے دیکھتے ہین اور اپنی اُجرت لینے مین کسی سے دبتے نہین خاطر خواہ مزدوری لیتے ہین۔ جتنی اُنکی محنت مین ہنرمندی بڑھتی جاتی ہے اُتنی اُنکی اُجرت وہ بڑھاتے جاتے ہین۔ سال بسال اُنکی تعداد اور اُن کا زور زیادہ ہوتا جاتا ہے غرض یہ حال اُنکا جو برٹش حکومت مین بہتر ہوتا جاتا ہے وہ کبھی پہلے زمانہ مین نہین ہوا۔ پہلے زمانہ مین جو

دہاتی اور برٹش حکومت

دہات مین آسامیون اور کسانون پر ظلم و ستم ہوتے تھے وہ اب نہین ہوتے۔ انگریزی عملداری سے بہت دہاتیون کی حالت بہتر ہوگئی ہے اور اُنکو وہ آزادی حاصل ہوگئی ہے جو کبھی اُنکے باپ دادا کو میسر نہین ہوئی۔ بعض اِن مین سے اب بھی مصیبت زدہ ہین جیسے صوبۂ بہار مین اُنکی کل جماعت پست حالت مین ہے +

دہاتیون مین سے ہندوستانی گورنمنٹین اور برٹش گورنمنٹ اپنی سپاہ مین بھرتی کرتی تہین دہاتی سپاہ مین بڑی خوشی سے بھرتی ہوتے تھے اور اپنے سپاہی پنے پر فخر کرتے تھے اور وہ لڑائیون مین اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے مین بڑے نیکنام تھے۔ لیکن دو نسلون سے اُنکی اِن صفات کا بہت تنزل ہوگیا ہے۔ اگرچہ وہ اب تک ایشیا کے عمدہ سپاہیون مین شمار ہوتے ہین +

کبھی اِن مین لوٹ مار دنگہ فساد کرنے کا مادہ پیدا ہوگیا تہا۔ لیکن برٹش گورنمنٹ نے حال مین اِن مین سے اِس مادہ کو نکالدیا ہے۔ لیکن اگر ذرا بھی بدنظمی ہو تو پھر اِن کا حال وہی ہو جاتا ہے کہ لوٹ مار پر پل جاتے ہین +

چونکہ اب ملکیت اراضی کی سلامتی بہت بڑھ گئی ہے تو دہاتی آدمی قرض بہت لیتے ہین اور مہاجن اُنکو قرض دیتے ہین۔ پہلے زمانہ مین قرضدار ہونے کی آفت اُنکے پیچھے نہین لگی ہوئی تھی جو اب ہے جسکے سبب سے اُن مین وہ فضول باتین بڑھتی جاتی ہین جنکی طرف کبھی پہلے اِنکا میلان نہین ہوا تھا اُن کی مردانگی مین افسردگی آتی جاتی ہے۔ گورنمنٹ گنوارون کی تعلیم کی طرف بہت بہت توجہ کرتی ہے مگر یہ تعلیم بہت آہستہ رو ہے۔ دہاتی جو لکھہ پڑھہ سکتے ہین وہ بہت ہی تھوڑے ہین کثرت سے دہاتی الف کے نام سے بھی نہین جانتے اور وہ کندۂ ناتراش ہین +

دہاتیون کا ایک مجمع کثیر ہے۔ اِن مین زیادہ تر ہندؤن کی چارون جاتون کے آدمی ہین برٹش حکومت مین بہت سے فرقے جو پہلے سپاہی اور تجارت پیشہ و اہل حرفہ تھے اور زراعت پیشہ نہ تھے وہ اب زمین مین ایسے نفعے اور دلچسپیان دیکھتے ہین کہ وہ زراعت پیشہ ہوگئے ہین۔ اور اعلےٰ درجہ کی جات کے ہندو جو برہمن اور چھتری ہین وہ اب وسط ہند مین زراعت پیشہ ہوگئے ہین۔ ہندؤن مین سب جاتون کے آدمی جو زراعت پیشہ ہین زیادہ مفلس و مفلوک ہین +

ان دہاقین مین بہت سے ہند کے اصلی باشندے اقوام گونڈہ بھیل و کول اور سنتال وغیرہ وغیرہ ہین جو کوہستانی اضلاع اور جزیرہ نمائے ہند اور اندرونی اضلاع مین بود و باش رکھتے ہین اُن کا کوئی مذہب نہین ہے وہ اپنا ابتدائی مذہب رکھتے ہین۔ وہ ایک قدرتی اشتعال جنگ و پیکار کیلئے رکھتے ہین اگر اُنکی ذراسی بھی حق تلفی ہو تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہوتے ہین۔ جب کبھی اُنکو اشتعال دیا جائے تو وہ اِس طرح ہجوم کرتے ہین جیسے شہد کی مکھیان چھتا چھوڑکر۔ اب وہ بتدریج برہمنون کے مرید ہوتے جاتے ہین۔ پادریون کی سعی سے اِن مین عیسائی مذہب بھی اثر کرتا جاتا ہے۔ اُن پہاڑون پر جو شمال مشرقی سرحد پر انڈیا کو برہما اور چین سے جدا کرتے ہین۔ اصل نسل کی قومین لوشیا و ناگا و ڈفلا وغیرہ رہتی ہین۔ وہ اکثر انگریزون سے لڑتی رہتی ہین اور اب تک اُنپر برٹش سلطنت کا اثر کچھ نہین ہوا۔ اقوام جو ہمالیہ کے اضلاع مین رہتی ہین باستثنار جفاکش خود اعتماد نیپالی گورکھون کے بڑے نرم مزاج ہندو ہین وہ برٹش سلطنت مین پھول پھل رہے ہین۔ کراچی سے پشاور تک جو بڑی سرحد ہے اور اُن مین بالکل مسلمان آباد ہین۔ اِن مین جنوب مین بلوچی ہین وہ فتنہ انگیزیٔ غارتگری اور خانہ جنگیون کو چھوڑکر ترقی کرتی ہین مگر شمال مین پٹھانون مین یہ خصلت بہت کم ہے +

مسلمان آبادی کا حال بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ اسپر انگریزی عملداری نے کیا اثر کیا ہی
مسلمان کسی مشرقی بادشاہ کے محکوم اسقدر نہین ہین جسقدر کہ ملکہ معظمہ قیصر ہند کے ہین۔ ہندوستان
مین لفٹنٹ گورنر بنگال کے محکوم جتنے مسلمان رہتے ہین وہ سلطان روم کی مسلمان رعایا کی برابر ہین اور
شاہ ایران کی مسلمان رعایا سے دوچند۔ سمندر کے ساحل پر اور بندرگاہون مین مسلمان آباد ہین اور وہ
ملاحی و جہازرانی کا کام بڑی شدومد سے کرتے ہین۔ ملک کے اندر وہ شہرون اور قصبون مین بہ نسبت دہات
کے زیادہ تر رہتے ہین۔ وہ تجارت کی بعض شاخون کے تاجر ہین اور خردہ فروشی کرتے ہین اور صنعت
و دستکاری کے کام کرتے ہین سپاہ مین بھرتی ہوتے ہین۔ نوکری پیشہ ہین۔ لیکن دہات مین وہ
زمیندار ہوتے ہین مگر کاشتکار کمتر۔ اور ملک سندھ مین وہ دونون کاشتکار اور زمیندار ہین۔ مشرقی
شمالی بنگال مین اور ان اضلاع مین جن مین دریاے برہم پتر بہتا ہے اور گنگا اور برہمپتر کے درمیانی ڈلٹا
مین مسلمان کاشتکار ہین اور زمیندار ہندو ہین۔ ان مسلمانون مین بعض بڑے لائق اشراف ہوے ہین
بہت سی چیزین جو برطانیہ عظم کی صنعتکاری مین کام آتی ہین انکو بنگال کے مسلمان ہی اپنے ہاتھون سے
بناتے ہین۔ بنگال کے دریاؤن مین مسلمان ہی دریائی سوداگری کرتے ہین۔ وہ پہلے نہایت نیچ جات کے
ہندو تھے وہ مسلمانون کی سلطنت مین مسلمان ہوگئے۔ اپنی عبادت علی العموم بنگالی زبان مین کرتے
ہین اور اضلاع ہند کے مسلمانونکی طرح وہ عربی زبان نہین جانتے۔ انکی معاشرت کی حالت ایسی ذلیل
ہے کہ ان مین ازدواج کا کوئی قانون نہین ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے ایسا خاص قانون جاری کیا ہے کہ
ان مین شادی کی رسوم کو استحکام ہوا ہے۔

اور مقامات مین بھی مسلمان پہلے ہوگئے ہین اور وہ ہندوستانی رلے کو اپنی سی بنانے
مین بڑی کوشش کرتے ہین علاوہ اسکے انکو اپنے باپ دادا کی شان و شکوہ کی یاد ناخوش کرتی ہے
یہ خاص حالت انکو اور زیادہ رنجیدہ خاطر بناتی ہے کہ وہ ہندوستانی عملداری مین بادشاہی پرورش
مین شیر کا سا حصہ لیتے تھے اور جب انگریزی عملداری ہوئی تو وہی زیادہ تر سرکاری خدمتون پر خاصکر
اعلےٰ عہدون پر مامور ہوتے تھے۔ لیکن اب وہ ہندون سے مقابلہ کے امتحانون مین جہان دونون کی لیاقتون
کی لڑائی ہوتی ہے شکست پاتے ہین۔ اسکولون اور کالجون مین ہندوؤن کے لڑکے انکے لڑکون پر سبقت
لیجاتے ہین۔ اسلیئے وہ سرکاری خدمتون مین آگے بڑھتے ہین اور پروفیشن مین پیچھے رہجانے سے

بہت نقصان اُٹھاتے ہین۔ مسلمان اسی سبب سے کہتے ہین کہ ہم مفلس اور ہندو دولتمند ہوتے جاتے ہین اگرچہ وہ اسکولون مین ہندوون کے ساتھ شریک ہوتے ہین مگر وہ اپنے خود مدرسون کو ترجیح دیتے ہین اور جابجا اپنے اسکول کو جُدا بناتے ہین۔ جن مین فارسی عربی علم ادب بھی اپنا حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول پر جو وہ اپنے مدرسے بناتے ہین اُن مین گورنمنٹ نے بھی پچھلے دنون سے مدد کرنی شروع کی ہے بعض شریف مسلمانون مثلاً کلکتہ مین نواب امیر علیخان مرحوم اور نواب عبد اللطیف خان مرحوم نے اور علی گڈھ مین سید احمد خان مرحوم نے اور بمبئی مین محمد علی روگے نے سورت مین سید ادریس نے اور اورون نے اپنی روشنضمیری سے یہ ارادے کئے ہین کہ اپنی قوم مین شائستگی اور تہذیب کے خیالات پیدا کیجئے ✣

انگریزون کے پولیٹکل ترددات مین مسلمانون کی طبیعت اور مزاج بھی ایک تردد داخل ہے کچھ سال گزرے کہ عرب مین وہابیون نے مذہب کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا تو جوش مذہبی کی ہوا جو دنیاے اسلام کی سطح پر چل رہی تہی وہ ہندوستان کے مسلمانون پر آئی۔ اور اُنکے ساتھ کچھ اور سبب بھی شامل ہوئے جن کا بتلانا مشکل ہے۔ اُنہون نے ہندوستان کے مسلمانون کو برانگیختہ کیا۔ کچھ وہابیون کو سازشون کے کرنے پر سزا دی گئی۔ حال کے سالون مین ہندوستان کے مسلمانون پر انگریزی عملداری کا ایسا اثر ہوا ہے کہ ان مین ناراضی کے آثار کم نمودار ہوتے ہین ✣

پارسی زردشت کا مذہب رکھتے ہین وہ ایران سے اپنی معاشرت کے رنگون کو ساتھ لائے ہین۔ وہ کسی قوم مین اپنی شادی نہین کرتے۔ اسلیئے اور قومون کے اختلاط کے نہونیسے اپنے ہین وہ صفات قائم رکھتے ہین جو انکو زندگانی کے سفر مین سب سے آگے رکھتے ہین۔ وہ ایسی کارپرداز قوم ہے کہ ہندوستان مین کوئی قوم اُنپر سبقت نہین لیجا سکتی۔ وہ بہت سے دستکاریون کے کام کرنے مین بہی سرافراز و ممتاز ہین اگرچہ وہ تعداد مین بہت تہوڑے ہین مگر اُنکے مخازن اور اُنکی لیاقت کام کرنے کی بہت زیادہ ہے۔ وہ برٹش بادشاہ اور قوم کے بڑے نیک خواہ و خیر اندیش ہین اور انگریزی سلطنت سے جیسے وہ خوش ہین ایسی کوئی اور ہندوستانی قوم نہین۔ مگر انکا کوئی اثر اسلیئے قومی نہین خیال ہوسکتا کہ ہندو مسلمانون مین وہ مقبول نہین ✣

بنگال بہار اڑیسہ و اودھ مین بڑے بڑے زمیندار رہتے ہین اور اودھ مین بڑے بڑے تعلقہ دار۔ ملک کے تمام حصون مین زمیندار پہیلے ہوے ہین۔ ان مین بعض اشراف اپنے سرمایہ کو زمین مین

پارسی

تعلقہ دار اور زمیندار اور ان کا برٹش سلطنت کا اثر

لگاتے ہین اور ویران زمینون کو آباد کرتے ہین اور اپنی آسامیون سے صلح رکھتے ہین غرض سب طرح سے اپنی منور مثال دکھلاتے ہین جو اُنسے چھوٹے زمیندار ہین وہ بھی زمین کے مفید کام کرتے ہین بنگال مین زمینداری پہلے نہ تھی۔ اسکو برٹش گورنمنٹ نے اپنی طرف سے اِس امید سے پیدا کیا تھا کہ زمیندار بہت سا اپنا سرمایۂ زمین مین لگائینگے مگر یہ امید اُسکی بر نہ آئی۔ بڑے بڑے زمیندارون کی خواندہ اور عمدہ جماعت ہی وہ ملک مین اپنا بڑا داؤن لگاتے ہین اور پولیٹیکل معاملات پر غور و خوض کرنے کی بڑی فرصت رکھتے ہین۔ اور ہندوستانیون کی راے پر اپنا اثر پر ثمر رکھتے ہین۔ ہندوستان مین کوئی گروہ بنگال کے زمیندارون سے زیادہ خیرخواہ اور نیک سگال برٹش گورنمنٹ کا نہین ہے۔ اُنکی ساری ثروت و امارت برٹش حکومت کی استواری پر منحصر ہے۔ تمام درجون کی ریاستون مین رئیسون کی نابالغی کی صورتین کثیر الوقوع ہوتی ہین۔ بس گورنمنٹ اِن نابالغ رئیسون کو تعلیم کراتی ہے اور ریاستون کو کورٹ آف وارڈس بناتی ہے۔ اور جبتک خود اُسکا انتظام کرتی ہے کہ رئیس بالغ ہو۔ پس گورنمنٹ زمینداری کا یہ کام اپنے ذمے لیتی ہے وہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسطرح بہت سی ریاستین نقصان سے بچ جاتی ہین۔ رئیس کی نابالغی مین ریاست کی خوش انتظامی سے قرض ادا ہوجاتا ہے اور اور بوجھ جو اُسکے سر پر ہوتے ہین وہ اُتر جاتے ہین اور بہت سے نوجوان رئیس تعلیم یافتہ ہوکر اپنی ریاست مین رئیس ہوجاتے ہین *

امرا پر انگریزی عملداری کا اثر

قلمرو انگریزی کے بہت سے حصون مین قدیمی امرا کے خاندانون کا بقیہ جابجا موجود ہے جن مین ایسے آدمی ہین کہ وہ ہندوستانی سلطنت مین بہت خوشحال اور مالامال تھے اب انگریزی سلطنت مین خستہ حال و شکستہ بال ہین۔ اُنکی حالت مین اِس تبدیلی کا ہونا حکومت کے بدلنے کا لازمی نتیجہ تھا۔ بعض اُن امرا مین سے اپنی امارت و ناموری اور مرتبے و عزت کو سنبھالے جاتے ہین لیکن بہت سے اِن مین ایسے ہین کہ حیرانی و پریشانی کے دریا مین ڈوبے اور مصائب کے بوجھ کے تلے دبے جاتے تھے کہ جائداد مقروضہ کے ایکٹ نے اُنکے بوجھ کو کچھ ہلکا کیا۔ بہت سے امیر ایسے ہین کہ پہلے بادشاہون نے جو اُنکو خدمات کے معاوضہ مین جاگیرین دی تھین اُنکو برٹش عملداری نے بحال رکھا اور اُنکو خدمت کرنیسے معاف کردیا۔ ایسے امیر و نکو اپنی دو تین پشتون کی دولت امارت ثروت اور باپ دادا کے اقتدار و اختیار کی یاد دلکو ناخوش و مضطرب کرتی ہے۔ وہ بالطبع انگریزی عملداری سے ناراض و ناخوش رہتے ہین

مہذب نظام جو لازمی قیدین اُنپر لگاتا ہے اُس سے وہ اپنے غصے اور طیش مین چلے جاتے ہین۔ ان باتون کا خیال جو دلکو بے چین کرتا ہے اُنکے رشتہ دارون و ملازمون اور متعلقین مین پھیلتا ہے۔ گورنمنٹ کی پولیسی یہ ہے کہ اُسکے اختیار مین جو جائز وسائل ہین اُنسے وہ ان قدیمی خاندانون کے تنزل کو روکے اور اُنکی جائدادون کو تلف ہونیسے بچائے اور اُنکی عزت کو قائم رکھے۔ اِس سبب سے اُسنے کئی ایکٹ جائداد مقروضہ کے باب مین جاری کیئے ہین مگر اُنکا تنزل مشکل ہے کہ کسیطرح سے تھمے +

سوداگرون پنساریون۔ تاجرون و مہاجنون اور ساہوکارون کی جماعتین اپنے بڑے بڑے محنت کے کامون اور اپنی کفایت کی عادتون کو اور اپنے کاروبار کی مستعدی کو جن مین وہ ہمیشہ سے مشہور ہین دکھارہی ہین۔ پہلے اِن کی سب آدمیون کے ساتھ خوش معاملگی اور استواری اور معتمدی کی بڑی قدرشناسی کیجاتی تھی۔ انکی ساکھ اُنکے مناسب حال سے زیادہ سمجھی جاتی تھی مگر اب پچھلے زمانہ مین اُنکے نام پر کبھی کبھی دھبہ ناکامیابی کا دوالہ کا۔ بگڑ جانیکا اِس سبب سے لگتا ہے کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اِس مین دولت کمانے کے منصوبے بڑے پختہ کیئے جاتے ہین۔ لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی اُنکی نیکنامی اور ساکھ اچھی ہے۔ وہ زمیندارون کو خواہ بڑے ہون یا چھوٹے ہون قرض دینے کو تیار ہوتے ہین۔ اکثر ارادۃً یا بغیر ارادہ کے وہ دونون اشرافون اور دہاتیون کو قرض کے پھندون مین پھنسلاتے ہین اور اُنکو فضول خرچیون کی رسّی پر پہنچاتے ہین۔ پھر وہ دیوانی عدالتون کو حیران کرتے ہین۔ اور اِن مین اپنی بدطینتی کو دکھاتے ہین۔ ایسے موقعون پر اِن پر لعنت پھٹکار ہوتی ہے اور وہ شائی لوک اپنے زمانہ کے (شائی لوک ایک یہودی بڑا سود خوار تھا) اور زندہ آدمیون کے کھانیکے لیئے گدھ پری سمجھے جاتے ہین۔ وہ اپنی قدرتی ذہانت کو اپنی اولاد مین منتقل کرتے ہین جسکے سبب سے وہ تمام قسم کی تعلیمی درسگاہون مین اپنی ترقی کو نمایان دکھاتے ہین۔ اِس مہاجنی کے پیشے کو اکثر وہی قومین کرتی ہین جو پہلے سے اِس پیشے کے ساتھ ہندوؤن مین مخصوص ہین انہین راجپوتانہ کے مارواڑی سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہین اور اور دولت مین بڑھتے جاتے ہین۔ ان مین مسلمانون کے بعض فرقے اور پارسی اور بعض برہمن بھی داخل ہین۔ اور وہ انگریزی سلطنت سے جس مین وہ پھولے پھلے ہین دلی محبت رکھتے ہین۔ اُنکے ہاتھ مین سرمایہ ہے اور ملک کی دولت کی آنتین اُنکے قبضے مین ہین اسلیئے وہ برٹش سلطنت کے ایک رکن رکین ہین +

ساہوکارون سوداگرون پر انگریزی عملداری کا اثر

پنڈتون اور مولویون اور ہادیان دین پر انگریزی عملداری کا اثر

کل ہندوستان مین پنڈتون اور مولویون اور ہادیان دین کی جماعتین موجود ہین عوام الناس پر جنھون نے انگریزی تعلیم نہین پائی اُنکی حکومت ایسی ہی چلی جاتی ہی جیسی کہ پہلے تھی مگر اُنکی وقعت اِن لوگون کے دلون مین نہین رہی جنھون نے انگریزی تعلیم پائی ہے - انگریزی تعلیم یافتہ ہندوؤن پر پنڈتون کا اثر بہت کم ہوگیاہے جن ہندوؤن نے اعلےٰ درجہ کی تعلیم پائی ہی اور اُنھون نے ریلون اور دخانی جہازون مین بہت سفر کیا ہی اور غیر ملکون مین سیاحت کی ہی وہ تو جات کے بھی منکر ہوگئے ہین - ان مین بعض اپنی عزوجاہ کے لیئے گھر آنکر پراشت کرکے اپنی جات مین داخل ہوتے ہین - مگر بعض اِن مین جات کی ذرا پروا نہین کرتے - غرض پنڈتون کا فرقہ ایسی گورنمنٹ کو پسند نہین کرتا جو تعلیم ایسی دیتی ہی کہ جو تعصبات و توہمات و قدیمی خیالات کا ایسا ہی کچلا کاٹتی ہے جیسا جگناتھ کا رتھ اپنے فدائیون کا - بعض مولویون کو گورنمنٹ ہمیشہ پولیٹکل معاملات مین خاکستر مین دبی ہوئی چنگاری سمجھتی ہی - یہ خیال گورنمنٹ کے دل مین پہلے مولویون کی حرکتون سے پیدا ہوا ہے - مگر اب یہ اندیشہ نہین کہ کوئی شاہ احمد اللہ کا سا مولوی پیدا ہوگا کہ سارے ملک مین ڈنکہ کی چوٹ منادی کرتا پھریگا کہ مین اب انگریزون کو اودھ سے نکالتا ہون اور آتش سوزان پر غلطان ہوکر مسلمانون کو اپنا معتقد بناتا ہو اور جیل خانہ مین پڑکر اور اپنی پھانسی کا حکم سُن کر بھی اِس کہنے سے باز نہین آیا کہ مین اودھ سے اب انگریزون کو نکالتا ہون +

زیادہ تر تعلیم سے اخلاقی و عقلی ترقی تعلق رکھتی ہے - اِس لیئے ہم ایک جدا باب تعلیم کے باب مین لکھتے ہین +

باب دوازدہم

تعلیم

کالجون کا اول قائم ہونا

ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ نے اپنے آخر زمانہ مین اپنے فرائض مین ایک اپنا یہ فرض بھی سمجھا کہ انڈیا مین تعلیم کو ترقی دیجائے - کچھ علوم مشرقی کی خاطر سے اور کچھ اِس سبب سے کہ فوجداری دیوانی

عدالتون مین انکی ضرورت خود اُسکو تھی۔ انکی تعلیم مین ایک خاص حد تک گورنمنٹ امداد کرتی رہی ۱۷۸۲ء
مین وارن ہیسٹینگز نے بنگال مین پہلا کالج قائم کیا۔ اور کئی سال تک اسکا خرچ اپنے پاس سے اُٹھایا۔ جسکا
خاص مقصد یہ تھا کہ عربی فارسی کے علم ادب و فقہ کی تعلیم بنگال کے مسلمانون کو ہو کہ ان مین دیوانی
عدالت کی ملازمت کے لیئے زیادہ لیاقت پیدا ہو اور گورنمنٹ کی نوکریون کے لیئے ہندوؤن سے وہ مساوات
کے ساتھ مقابلہ کر سکین۔

سنہ ۱۷۹۱ء مین اسی کالج کے مشابہ بنارس مین ایک کالج قائم ہوا۔ اور اُس سے یہ بھی مقصود
تھا کہ ہندوؤن کے قوانین و علم ادب اور مذہب کی تعلیم ہو۔ تاکہ یورپین ججون کے مددگار ہونے کی
لیاقت ہندوؤن مین پیدا ہو۔ چند اور درسگاہین ان ہی کالجون کے مشابہ جاری ہوئین۔ جب وقت
گزرتا گیا تو تعلیم کی دوسری صورت کی خواستگاری بڑھتی گئی۔ اب اس باب مین دو گروہون کے
درمیان طول طویل مباحثہ ہوا کہ مشرقی یا انگریزی تعلیم دیجائے۔ ایک گروہ یہ چاہتا تھا کہ فیاضانہ
امداد سنسکرت و عربی و فارسی کے طلبہ کو دیجائے اور مشرقی زبانون مین علم ادب اور علوم کی کتابین
تصنیف کی جائین اور یوروپ کی زبانون کی عمدہ کتابون کا مشرقی زبانون مین ترجمہ کیا جائے۔ دوسرا
گروہ یہ چاہتا تھا کہ علم کی تمام اعلی فروع صرف انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھائی جائین۔ سنہ ۱۸۳۵ء مین
اِس مباحثہ کا خاتمہ لارڈ مکولی نے کیا۔ وہ کلکتہ مین گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر تھے۔ انھون نے مشرقی
زبان اور اُسکے علم ادب کی نہایت فصاحت و بلاغت سے ہجو کی۔ لارڈ مکولی ان امور واقعی سے واقف
نہ تھے کہ انڈیا و عرب و فارس اپنا عظیم الشان علم ادب رکھتے ہین۔ اور ان مین بڑے بڑے شعرا و حکما
ہوئے ہین جنکی تحقیقات انسان کی ذہانت کی دوامی یاد مین کم مرتبہ نہین رکھتین۔ لارڈ مکولی نے لکھا کہ
ہمارے سامنے ایک سیدھا سادہ سوال یہ ہے کہ جب ہمارے اختیار مین یہ ہے کہ ہم انگریزی زبان کی
تعلیم دلا سکتے ہین تو ہم کو کیا وہ زبانین سکھانی چاہئین کہ جنکے لیئے سب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ان
مین وہ کتابین نہین جو کسی مضمون مین انگریزی کتابون سے مقابلہ کے لائق ہون۔ جب ہم یورپین
سائنس سکھلا سکتے ہین تو ہم کو کیا وہ نظامات سکھانے چاہئین جو یوروپ کے نظامات سے نہایت خراب
اختلاف رکھتے ہین۔ جب ہم صحیح فلسفہ اور سچی تاریخ کے مربی بن سکتے ہین تو سرکاری روپیہ خرچ کرکے ہم کو
وہ مسائل طلبہ کو سکھانے چاہئین۔ جن کو انگریزی سلوتری بھی ذلیل سمجھتا ہے وہ علم ہیئات سکھانا

چاہیئے کہ جیسپر انگلش بورڈنگ اسکول کی لڑکیان بہی ہنسین وہ تاریخ سکھانی چاہیئے کہ جن مین بادشاہون کے قد تیس فیٹ بلند اور اُنکی مدت سلطنت تیس ہزار برس لکھی ہو اور جغرافیہ وہ پڑہانا چاہیئے جسمین گھی کے سمندر ہون" - اِس بیان سے لارڈ مکولی نے اپنی لاعلمی مشرقی زبانون اور علمون سے ظاہر کی ہے - مگر یہ سچ ہے کہ انڈیا کے باشندہ کے ہاتھ مین کوئی دوسری کنجی سواے انگریزی زبان کے نہین ہے کہ جس سے وہ مغربی سائنس اور علم کے خزانون کو کھول سکے وہ اسکے بغیر پبلک انتظام کے اعلے فروع مین کوئی بڑا حصہ نہین لے سکتا +

مکولی صاحب اپنی راے مین غالب رہے - لارڈ بن ٹنک کی گورنمنٹ نے فیصلہ کردیا کہ برٹش گورنمنٹ کا مقصد عظیم تعلیم سے یہ ہونا چاہیئے کہ وہ یورپین لٹریچر اور سائنس کو انڈیا کے باشندون کی تعلیم مین ترقی دے اور تمام فنڈس جو تعلیم کے لیئے مخصوص کیئے جائین وہ اچھی طرح سے صرف انگریزی زبان کی تعلیم مین صرف ہون - اگرچہ بعض پُرانی درسگاہون کے جاری رکھنے کی اجازت دی گئی جن مین مشرقی زبانون کی تعلیم ضعیف سی ہوتی رہے - آخرکار مآل یہ ہوا کہ مشرقی زبانون کی تعلیم کے لیے امداد سرکاری کو سروکار نہ رہا - آیندہ دس پندرہ سالون مین کالج اور اسکول قائم ہوگئے جن مین انگریزی زبان کی تعلیم ہوتی تھی - اِس زمانہ مین جمہور کے لیئے ابتدائی تعلیم کا بہت ہی کم خیال تھا تعلیم کی نسبت یہ خیال تہا کہ وہ اوپر سے نیچے کی طرف خود چھنکر چلی جائے گی یعنے جب اعلی تعلیم ہوگی تو ادنی تعلیم عوام الناس کی ہوجائے گی +

سنہ ۱۸۳۵ع مین تو جمہور کی ابتدائی تعلیم کے لیئے تدابیر نہین کی گئین مگر بعد ازان دانشمند روشنضمیر جیمس طامسن لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی نے دہاتی مدرسون کے نظام کے قائم کرنے کی بنیاد ڈالی - سنہ ۱۸۵۴ع تک یہ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ کے فرائض مین صاف صاف نہین داخل ہوئی اِس سنہ مین احکام تعلیم کے باب مین انڈیا مین کورٹ ڈائرکٹرز نے بہیجے جنکی جوابدہی لارڈ بیکن فیلس (جو اِس وقت سر چارلس وڈ تھے) کے ذمے تھی - جس مراسلے مین یہ احکام لکھے ہوئے تھے وہ تعلیم کا فرمان عظیم سمجہا جاتا ہے - اُس مین لکھا تھا کہ "گورنمنٹ کے مقاصد وہی ہین جنپر ہر یورپین سٹیٹ کی توجہ عام تعلیم کے نظام مرتب کرنیکے وقت پہلے پہل ہوتی ہے کہ سب قسم کے مدارس موجودہ کی ترقی کیجائے اور اُنکی تعداد کی افزائش کیجائے - اُنکے معائنہ کا نظام معین کیا جائے - اُنکے واسطے لائق معلمون کے بہم پہنچانے

ا اہتمام کیا جائے۔ لیکن انڈیا مین تین باتین تہین جو کسی یوروپین سٹیٹ مین قومی تعلیم کے لیئے اپنا
طیر نہین رکہتی تہین۔ اول کسی یوروپین سٹیٹ کی جسنے کوئی تعلیم کا نظام اختیار کیا ہو آبادی اتنی نہ
تہی کہ وہ سارے یوروپ کی آبادی کی برابر ہو اور پہر اس مین ہر صوبے مین اعتقاد مذہبی اور زبان و نسل و
رسوم و عادات جدا جدا ہون۔ دوم حکمرانون پر یہ فرض ہو کہ وہ تمام مذہبی کامون سے بالکل علٰحدہ رہین سوم
تعلیم کی سکیم (نصاب) وہ داخل کرنی پڑی جسکی بلندی اس سائنس اور لٹریچر کی ترتیب پر ہے جو بالکل
اجنبی ہو پس اسواسطے ایک طرف گورنمنٹ کے لیئے تقریبًا ناممکن تہا کہ وہ مخازن سلطنت سے براہ راست
کوئی حصہ مخصوص کرتی۔ دوسری طرف یہ تہی کہ عوام مین ایسی تعلیم کی خواہش کو پیدا کرتی جسپر یوروپین
نظام تعلیم کی کامیابی موقوف تہی۔ گورنمنٹ نے تعلیم کے باب مین طریقہ اپنی حالت کے مناسب اختیار
کیا کہ اس کثیر اور جاہل آبادی مین علم کی ایک خواہش پیدا کرے اور جب یہ خواہش انکو ابہارے تو گورنمنٹ
انکے مستفید ہوا انکے اندر اشاعت تعلیم کرے ٭

ان کامون کے لیئے برسون کی ضرورت گورنمنٹ کے واسطے تہی۔ وہ صرف یہ کر سکتی تہی کہ
رعایا کو تعلیم سے مستفید ہونیکی ہدایت کرے اور جب وہ اس کام مین اپنی امداد کی زیادہ درخواست
کرین تو وہ انکی امداد کرے ٭

سنہ ۱۸۵۴ء کے احکام سے اور اور ہدایتون سے جو انکے ضمیمہ تہین ایک ڈپارٹمنٹ پبلک انسٹرکشن کا
قائم ہوا۔ کلکتہ بمبئی مدراس مین یونیورسٹیان قائم ہوئین۔ سب قسم کے اسکولون کی مدرسون کی تعلیم
کے لیئے درسگاہین یعنے نورمل سکول قائم ہوئے۔ گورنمنٹ کالجون اور ہائی سکولون کی تعداد زیادہ
ہوئی۔ مڈل اسکول نئے پیدا کیئے گئے۔ سب سے زیادہ یہ کوشش کیگئی کہ ابتدائی تعلیم بروئے کار ظاہر ہو
جسکا مقصد یہ ہو کہ جمہور انام کی تعلیم جو خود تعلیم پانے کا مقدور نہین رکھتی کہ اپنی متفقہ سعی سے کوئی ایسی
تعلیم پاسکے جسکا مآل مفید اور عملی تعلیم ہو اور اس سے وہ زندگانی کے کسی درجہ کے لیئے بکار آمد ہو ٭

تعلیم کی اعلی فروع مین انگریزی زبان کے ذریعہ سے علم سکھایا جاتا تھا اور تعلیم کی ادنی فروع
مین دیسی زبانین سکھائی جاتی تہین۔ یہ خیال کیا گیا کہ گرنیٹ ان ایڈ کے نظام سے اعلی درجہ کی شاخون مین
تعلیم کی اشاعت خوب ہوگی۔ اسلیئے گورنمنٹ کے مخازن ان آدمیون کی امداد مین خرچ ہے جنسے یہ توقع
نہین ہوسکتی تہی کہ وہ اپنی مدد آپ کرینگے اسکے ساتھ یہ توقع کی گئی کہ متمول جماعتین بتدریج اپنی تعلیم

کے لیئے اپنے خرچ سے راغب ہونگی۔ گرینٹ ان ایڈ کا نظام اس بات پر مبنی تہا کہ مدرسون مین جو ندہبی تعلیم ہوتی ہے اسمین مداخلت سے پرہیز کیا جائے۔ یہ ایڈ (امداد) خاص شرائط کے ساتھ تمام اسکولون کو دیجاتی ہے جو دنیاوی تعلیم کرتے ہین اور انکا انتظام خاطر خواہ ہے ان تمام مدرسون کے معائنہ کرنے کے لیئے گورنمنٹ کے افسرون کے واسطے کوئی روک نہین ہے +

یہ گرینٹ ان انڈیا کا نظام انڈیا مین جاری ہی ہر پروونس مین جدا جدا ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ یعنے سررشتۂ تعلیم ہے جسکا اعلے افسر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ہو۔ اُسکے ماتحت ایک بڑا سٹاف افسرون اور کالجون اور اسکولون کا اور گرینٹ ان ایڈ کا ہوتا ہے۔ اس نظام کا بڑا حصہ تعریف کے قابل ہے۔ لیکن بظاہر بہت لحاظ سے اسکے نتایج قابل اطمینان نہین پیدا ہوئے۔ یہ مسئلہ نظری جو تعلیم کے بارے مین ہے کہ جیسے فلٹر مین پانی چھن کر نیچے آجاتا ہے۔ اسیطرح اعلے تعلیم اوپر کے طبقہ سے چھن کر نیچے کے طبقہ مین آجاتی ہے۔ یہان چلا نہین۔ اسکا سبب کچھ تو یہ تھا کہ یہان اعلے درجہ کی تعلیم غیر زبان انگریزی مین ہے جو اعلی سے اسفل مین نہین جاسکتی۔ سوائے اسکے یہانکے پنڈتون اور انگلش کالجون کے تعلیم یافتہ آدمیون کی رائے یہ تھی کہ یہان عوام الناس اور جمہور مین تعلیم کی اشاعت نہین ہوسکتی۔ سنہ ۱۸۸۴ء مین یہ اصول قائم ہوا تھا کہ گورنمنٹ کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ابتدائی تعلیم کے ایسے وسائل ان جماعتون کے لیئے بہم پہنچائے جو اپنے لیئے تعلیم کا سامان خود نہین کرسکتین۔ سو گورنمنٹ برسون سے اسپر عمل کر رہی ہے مگر اسمین کامیابی ناممکن ہے کہ تیئیس ۲۳ کروڑ آدمیون کے بڑے حصہ کو جو جہالت و تعصب و جات کی پابندی مین گرفتار ہو تعلیم کرے۔ یہ دو صورتون سے ہوسکتی ہی ایک یہ کہ گورنمنٹ جبریہ تعلیم کا قانون نافذ کرے۔ سو وہ نافذ نہین کرتی۔ دوسری یہ کہ بے شمار فنڈس جمع کرے۔ اور ایک بالاستقلال کوشش عوام کی تعلیم کی کرے تو مدتہاے دراز مین آہستہ آہستہ وہ ہوسکتی ہی پس اسلیئے گورنمنٹ باوجود سنہ ۱۸۵۴ء کے اصول کے اعلی درجہ کی تعلیم مین بہ نسبت عوام کی تعلیم کے زیادہ اپنا روپیہ خرچ کرتی ہے +

انڈیا کے بعض حصون مین اُسوقت سے کہ جسکی ابتدا یاد بھی نہین بہت سے مقامی مکتبون اور پاٹ شالون مین نہایت ابتدائی تعلیم ہوتی چلی آئی ہے۔ ہندؤن کے پاٹ شالون مین زیادہ تر بالکل دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ اور مسلمانون کے مکتبون مین سوائے دنیاوی تعلیم کے کچھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے

بنگال اور مدراس مین جو نظام ابتدائی تعلیم کا ہے وہ یہ ہے کہ دیسی مکتبون مین گورنمنٹ گرینٹ ان ایڈ دیتی ہے۔ بمبئی اور ممالک مغربی و اودھ و پنجاب مین ابتدائی مدارس زیادہ تر گورنمنٹ کی طرف سے قائم ہین اور ان کا خرچ لوکل فنڈس سے دیا جاتا ہے۔ جو زمیندار بشرح مقررہ مالگزاری کے طور پر دیتے ہین۔ برہما مین جتنی رعایا لکھہ پڑھ سکتی ہے اُتنی انڈیا مین کہین اور رعایا خواندہ نہین۔ اِس ملک کی قدیمی رسم یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم بدھ مت کے پجاریون کے ہاتھ مین ہے۔ ابتدائی مدارس مین لکھنا پڑھنا حساب اور کچھ مساحت سکھائی جاتی ہے۔ اگرچہ اِن مین بہت ترقی ہوئی ہے اور انہون اُن لاکھون آدمیون کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا ہے جنکے باپ دادا کبھی الف کے نام بے نہین جانتے تھے۔ مگر ایسے تعلیم یافتہ آدمیون کو بمقابلہ کل آبادی کے دیکھین تو ہیچ معلوم ہوتے ہین۔ نہایت ہی کم ہین۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین جو مردم شماری ہوئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل آبادی ۲۹۴۳۶۰۰۰۰ آدمیون کی ہے جنمین ۱۴۹۹۵۱۰۰۰ مرد اور ۱۴۴۴۰۹۰۰۰ عورتین ہین۔ مردون کی آبادی مین سے ۱۳۴۷۸۲۰۰۰ بالکل ناخواندہ ہین اور عورتون کی آبادی مین سے ۱۴۲۹۷۶۰۰۰ سے کچھ کم ناخواندہ ہین اور ۱۴۳۳۰۰۰ عورتین لکھہ پڑھ سکتی ہین۔ اِس مطلب کو دوسرے لفظون مین یون بیان کرو کہ آبادی مین ۹۰ فیصدی مرد اور ۹۹ فی صدی عورتین ناخواندہ ہین۔ اگر برہما کو خارج کرو تو برٹش انڈیا کے صوبون اور ہندوستانی ریاستون مین رعایا کی ناخواندگی کا حال یکسان ہے۔ مثلاً ممالک مغربی و اودھ مین سنہ ۱۹۰۳ء مین آبادی مردونکی ۲۴۶۱۷۰۰۰ تھی جن مین سے ۲۳۱۹۴۰۰۰ ناخواندہ تھے اور عورتون کی آبادی ۲۳۰۷۸۰۰۰ تھی جن مین وہ عورتین جو لکھہ پڑھ سکتی تھین ۵۶۰۰۰ سے بھی کم تھین۔ پنجاب اور شمال مغربی سرحدی اضلاع مین ۱۴۵۱۲۰۰۰ مردون کی آبادی مین ۱۳۵۷۸۰۰۰ ناخواندہ تھے اور ۱۲۳۶۹۰۰۰ عورتون کی آبادی مین ۴۲۰۰۰ عورتین خواندہ تھین۔ مدراس مین جہان تعلیم کی بڑی ترقی ہے ۸۰ فیصدی مردون کی آبادی مین اور ۹۰ فیصدی عورتون کی آبادی مین ناخواندہ ہین۔ اِن اعداد مین بہت سے اعداد تقریباً صحیح ہین۔ انڈیا جیسے وسیع ملک کی آبادی کثیر مین مشکل ہے کہ یہ اعداد بالکل صحیح ہون۔ اِس آبادی کثیر مین دس لاکھ آدمیون کے قریب پتا نہین لگتا کہ وہ خواندہ تھے یا ناخواندہ۔ ہندوستان مین خانگی کاروبار مین عورتین بہت دخل رکھتی ہین۔ اِن ہی کی مرضی کے موافق گھر مین اکثر کاروبار ہوتے ہین۔ بعض ان مین سے اپنی ریاست کا انتظام کرتی ہین جیسے بھوپال مین کئی نسلون سے عورتین ہی

عورتون کی تعلیم

جانشین ریاست چلی آتی ہین۔ لیکن معزز عورتون کے لیئے بہی مدرسون مین تعلیم جیسی کہ لڑکون کو ہوتی ہے
یا کسی اور قسم کے مکتبون مین۔ ہندوستان مین ایک نئی بات ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ آدمیون کو
عورتونکی تعلیم کا خیال نہین مگر بعض انہین سے اس امر کے متحمل نہین ہین کہ جن عورتون کے ساتھ انکی
زندگی بسر ہو وہ بالکل جاہل ہی رہین اسلیئے جب اُنکو عورتین معلمہ نہین ملتین تو وہ اپنی بیویون اور
لڑکیون کو خود ہی تعلیم کرتے ہین۔ ایسا گروہ تہوڑا ہی ہے کہ جو عورتون کی جہالت کی برائیون کو سمجہتا ہو
اور اُسکے دور کرنیسے خوش ہوتا ہو۔ وہ ایک جم غفیر کے کنبون مین عورتون کی تعلیم کو پہیلا نہین سکتا
اور اپنی سوسائٹی کی رائے کو نہین بدل سکتا جو اپنے باپ دادا کی قدیمی رسمون کو ترجیح دیتے ہین اس
ملک مین عام رائے یہ ہے کہ باعصمت عورتون کا لکہنے پڑہنے کے زیور سے عاری ہی رہنا بہتر ہے۔ پس
جب یہ رائے عام ہو تو گورنمنٹ کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ وہ عورتون کی تعلیم کی ترقی مین کامیاب ہو
باوجود ان مزاحمتون کے بہی عورتون کی تعلیم مین کچہ ترقی ہوئی ہے۔ بعض عورتون نے علم مین شہرت
پائی ہے۔ بہت سی عورتین یونیورسٹی مین انٹرنس کے امتحان مین پاس ہوئی ہین اور بعض نے بی اے اور
ایم اے کے امتحان مین پاس ہونے کی ڈگریان پائی ہین۔ دکن مین عورتون کی تعلیم مین بہ نسبت
شمال کے زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ وہان پردہ کی قید کم ہے۔ مدراس مین ۱۸۷۱ع مین ۱۰۰۰۰ لڑکیان
اسکولون مین پڑہتی تہین۔ اب انکی تعداد بڑہکر سنہ ۱۹۰۱ع مین ۱۲۸۰۰۰ ہوگئی ہے +

مشنریون کی سوسائٹیون نے عورتون کی تعلیم مین سعی بلیغ کی ہے۔ اُنکے مدرسون مین جتنی
لڑکیان پڑہتی ہین اُتنی گورنمنٹ اسکولون مین نہین پڑہتین۔ ان سوسائٹیون سے جو زنانہ مشن متعلق
ہین۔ وہ ہندوستانی عورتون کو زیادہ تر دنیاوی تعلیم دیتی ہین۔ ان انگلش لیڈیون کی مثال اور نمونے
کو دیکہکر ان ہندوستانیون نے بہی انکی ریس کی ہے جن کو یہ پسند نہین ہے کہ انکے کنبے مین کچہ
عیسائیت کا اثر پہنچے۔ انڈیا کی ایجوکیشنل کمیشن کی رپورٹ مین لکہا ہے "کہ کلکتہ اور مدراس اور بمبئی اور بڑے
شہرون مین اب یہ ممکن ہے کہ ایک متمول ہندوستانی اپنے گہر مین عورتون کو تعلیم دلائے۔ ایک جداگانہ
جماعت زنانہ معلمون کی دنیاوی تعلیم کے لیئے پیدا ہوگئی ہے۔ جنسے کمیٹیان کام لیتی ہین۔ ان کمیٹیون
مین کیا بالکل اشراف ہندوستانی ہین یا دونون ہندوستانی اور انگلشین۔ وہ زنانہ تعلیم بالکل دنیاوی
کراتے ہین۔ ان مین دینی تعلیم بالکل دخل نہین رکہتی۔ بعض مین موقت امتحان ہوتے ہین اور گہر مین

تعلیم پانے کی امداد کیجاتی ہے۔ غرض یہ کمیٹیان مفید کام کر رہی ہین اگرچہ ان کا پیمانہ بہت ہی چھوٹا ہی
کمیشن کو امید ہے کہ ہندوستان مین ایک بڑے پیمانہ پر انکی امداد انگلش لیڈیان کرینگی۔ دایہ گری کی تعلیم
کے لیئے ہندوستانی عورتون کے واسطے لارڈ ڈفرن ڈیوک آوا کی بانوے معلی نے بے نظیر کام کیا ہے
کہ اُنہون نے ایک ایسوسی ایشن کی بنیاد قائم کی جس مین بالکل مذہب کے دخل کو جدا رکھا ہے۔ اس ایسوسی ایشن
کے متعلق سنہ ۱۹۰۱ع مین ۲۳۵ اسپتال تھے اور ۵۰۰۰۰۰ عورتون سے زیادہ نے ان مین شفا پائی ان
مین ۳۳ اعلیٰ درجہ کی لیڈی ڈاکٹر اور ۷۳ اسسٹنٹ سرجن اور بہت زیادہ تعداد میونسپل اسسٹنٹون
کی تہی۔ اور ۳۵۴ عورتین ہندوستان کے مدارس طبیہ مین تعلیم پاتی تہین +

اعداد مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی جہالت پر کیسا کم اثر ہوا ہے اِس کی
نسبت مین صاحب دو امر واقعی بیان کرتے ہین جو یاد رکہنے کے قابل ہین۔ اول یہ کہ ہندوستانی
آبادی کا بڑا حصہ زراعت پیشہ ہو۔ شایستہ و مہذب ملکون مین بہی اہل زراعت مین تعلیم نشو و نما نہین پاتی ہو
یہان ہندوستان مین کیون وہ نشو و نما پانے لگی۔ دوم یہان ایک موروثی علمی پیشہ ہے جسنے کتابی
علم کا اجارہ لے رکھا ہے وہ جانتا ہے کہ ہماری حکومت جاہلون ہی پر چل سکتی ہے۔ پس اسیلئے جمہور کی
تعلیم سے وہ مخالفت کرتے ہین جسکا اثر ہوتا ہے +

ابتدائی تعلیم کی گو مخالفت ہوتی ہے اور لوگ کہتے ہین کہ انکو تعلیم کرنا اپنے پیشہ کی ہنرمندی
سے باز رکہنا ہے۔ پہر بہی اسکی ترقی نمایان ہے کل ہندوستان مین باستثنائے شمال مغربی اضلاع کے
جب سرکار کمپنی کی حکمرانی ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی۔ گورنمنٹ کے ان ایڈ اسکول ۲۰۰۰ سے کچہہ
زائد تھے۔ جن مین کچہہ کم ۲۰۰۰۰ طلبہ تھے۔ اب سنہ ۱۹۰۱ع مین ۱۴۷۰۰ مدارس ہین اور ان مین ۴۴۰۰۰ طلبہ
پڑھتے ہین +

سنہ ۱۸۵۷ع مین تین یونیورسٹیان کلکتہ و مدراس اور بمبئی مین قائم ہوئین اور سنہ ۱۸۸۷ع
مین ایک چوتہی یونیورسٹی ممالک شمالی اور مغربی مین قائم ہوئی۔ یہ سب یونیورسٹیان سکہانیوالی
تہین اور تمام کالجون پر جو ان سے متعلق تھے حکومت کرتی ہین۔ انکے لیئے درس کی کتابین مقرر کرتی
ہین۔ سنہ ۱۸۸۲ع مین ایک یونیورسٹی لاہور مین قائم ہوئی۔ اس مین ایک نئی بات یہ تہی کہ ایک اورینٹل کالج
اسکے ساتھ تھا جسکا خرچ اپنے امتحان کی فیس کی آمدنی سے وہ اُٹھاتی ہے۔ تمام یونیورسٹیون مین ۵ سال

کے اندر جو ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۲ء پر ختم ہوتے ہین ۶۴۴۹۷۳ - امیدوارون نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اِس عرصہ مین ۲۰۷ ۱۵ - امیدوارون نے فرسٹ آرٹس کا امتحان پاس کیا - اور ۶۶۰۵ بی اے اور ۶۵۵ - ایم اے ہوئے - اب اسکے مقابلہ مین اورنیٹل (مشرقی علم) مین پانچ سال کے اندر دو ایم اے اور ۵ - بی اے ہوئے - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیسی کم توجہ طلبہ کو مشرقی علوم کی طرف ہے +

کل ہندوستان مین ۱۹۰۱ء مین انگریزی دان جن مین انگریزی پڑہنے والے طلبہ بھی داخل تھے ۵۶۰۰۰۳ تھے - یہ تعداد تعجب خیز کم ہے اسکی نسبت مین صاحب کہتے ہین کہ انگریزی بان کی تحصیل نہایت ابتدائی درجہ پر ختم ہوجاتی ہے اور ایسی جماعت بڑی ہے کہ وہ اسکول مین انگریزی زبان سیکھتی ہے اور پھر آخر امتحان دیکر انگریزی زبان سے کچھ شغل نہین رکھتی - پھر چند سالون کے بعد ان مین انگریزی زبان مین نوشت و خواند کی لیاقت نہین رہتی - انڈیا کی ایجوکیشنل رپورٹ سے کالجون کی تعلیم کا حال ترجمہ کیا جاتا ہے "کہ کل انڈیا مین باستثنائے خالص اورنیٹل کالجون کے اور سب کالجون مین نظام یکسان جاری ہے - یہ اورنیٹل کالج تعداد مین اسقدر کم ہین کہ وہ مشکل کالجی تعلیم مین بالفعل شمار مین آسکتے ہین - آجکل کالج کا مقصد اعلے یہ ہے کہ طلبہ کی تعلیم ایسی ہو جائے کہ وہ ملک کے انتظام مین معزز حصہ حاصل کرلین یا کسی اچھی امید کے ساتھ بڑے دولت خیز پروفیشن مین داخل ہوجائین جو اب اِس مین نشو و نما پارہے ہین - کالج کے سکیم (نصاب) انگلش اور اورنیٹل زبانین بڑا درجہ رکھتی ہین - تاریخ فلسفہ ریاضی فزیکل سائنس (طبیعیات) بذریعۂ انگریزی زبان کے سکھلائے جاتے ہین - اِن مین طلبہ یونیورسٹی ڈگری پاتے ہین - یونیورسٹی سے دو درجہ کے کالج متعلق ہین ایک وہ جنکے طلبہ فرسٹ آرٹس کا امتحان دیتے ہین - دوسرے وہ جن مین بی اے اور ایم اے کا امتحان دیتے ہین - کالج مین سٹاف اتنا ہی ہوتا جتنی کالج کی آمدنی - اور اسکے طلبہ کی تعداد اور امتحان کی قسم جسکے لئے امیدوار بھیجے جاتے ہین ہوتی ہین - کلکتہ کے پریسیڈنسی کالج مین ایک پرنسپل اور گیارہ پروفیسر ہین اور دو عربی اور سنسکرت کے معلم ہین - امتحان کے کل مختلف مضامین مین پروفیسر لکچر دیتے ہین - چھوٹے کالجون مین صرف ایک پرنسپل اور دو پروفیسر اور ایک پنڈت ایک مولوی ہوتا ہے - کالجون مین بود و باش جبریہ نہین ہوتی - لیکن ایسے کالج چند ہی ہین کہ جن مین کالج سے باہر طلبہ کے افعال کردار کی نگہداشت کا کوئی نظام ہو - خاص کالجون مین

بورڈنگ ہوس ہین اور اُن مین تعداد سال بسال بڑھتی جاتی ہی۔ لیکن اُنمین وہی طلبہ رہتے ہین جنکا
وطن کالج کے شہر سے دور ہوتا ہے اور اُس شہر مین کوئی اُنکا رشتہ دار نہین ہوتا۔ بہت ہی کم طلبہ
بورڈنگ ہوس کے خرچ کو اُٹھاتے ہین۔ گورنمنٹ کے نظام مین بورڈنگ ہوس کی اِس حالت کے
ہونے کی دو وجہ ہین۔ اول یہ کہ اُنکی عمارتون کے بنانے مین گورنمنٹ اور دولتمند گروہ مضائقہ کرتے ہین
انڈیا مین طالب علم ایسا مقدور نہین رکہتا کہ وہ سوائے معتدل کرایہ کے زیادہ کرایہ دے سکے قیاس نہین
یہ کرایہ سالانہ مرمت کے لیئے کافی ہوتا ہو۔ دوسرا سبب مذہبی و معاشرت کے تعصبات ہین جو ایک
جماعت دوسری جماعت سے رکھتی ہی۔ ہندو فقط مسلمانون ہی کے ساتھ کھانیسے پرہیز نہین کرتے
بلکہ وہ اپنی جات کی پابندی کے سبب کل اور جاتون سے نہایت خلط ملط ہونیسے گریز کرتے ہین تجربہ
سے ایسا ثابت ہوتا جاتا ہی کہ اب رسوم کی قیدین اُٹھتی جاتی ہین۔ ممالک مغربی اور پنجاب مین کالجون
مین طلبہ کے رہنے کے نظام مین بڑی وسعت کے ساتھ آزمایش کی گئی ہی اور فقط فنڈس کی کمی زیادہ
اسکی توسیع کی مانع ہی۔ بمبئی کے بڑے بڑے کالجون مین طلبہ زیادہ تر کالجون مین رہتے ہین۔ اور بنگال
اور مدراس مین بہی اِس نظام کو پوری طرح سے مانتے ہین +

سنہ ۱۸۸۳ء مین ایجوکیشنل کمشنرون نے لکہا کہ "یہ نہین کہا جا سکتا کہ انڈیا مین ہمارے کالجون نے
علم کی اصلی خواہش کی پرورش کی ہو۔ طالب علم بہت ہی کم علم کی تحصیل علم کی خاطر سے کرتے ہین بلکہ
بہت زیادہ یونیورسٹی کی ڈگری پانے کی تمنا رکہتے ہین جس سے اِن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ
کی ملازمت یا پرفیشن کی لیاقت حاصل ہو جائے۔ اِس سے انکار نہین ہوسکتا کہ انڈیا مین یونیورسٹی کے سند
یافتون کا علم بہت کہوکہلا اور پہس پہسا ہوتا ہے اکثر سطحی ہوتے ہین اُنکو چند مضامین مین بڑبڑانا آجاتا ہی
کالجون مین مشکل سے طالب علم کسی مضمون مین ماہر استاد ہوتا ہے جس سے کہ اسکا علم مفید اور بکار آمد
ہو۔ کسی طالب علم نے جسنے انڈیا ہی مین صرف تعلیم پائی ہو کوئی کتاب کسی مضمون مین جو اُسکو کالج مین
سکہایا گیا ہے ایسی نہین لکہی کہ اُسمین اصلی لیاقت ہو۔ مغربی خیالات اور مغربی سائنس جو طالب
علمون کو سکہائے گئے ہین اُنکو وہ انڈیا کے کسی ضلع مین کام مین نہین لاتا۔ تاریخ ہند کو اور انڈیا کی پرانی
چیزون کی تحقیقات کو مالامال انڈیا کے طالب علمون نے نہین کیا۔ اور نہ اِس ملک کے کسی باشندے نے
مغربی تجربہ کو انڈیا کے مادی مخازن کے بروئے کار ظاہر کرنے مین اختیار کیا +

اگر یہ سب باتین مان لیجائین اور نئے علم نے جو خیالات کا جوشش پیدا کیا ہے اُس سے؟ نتائج نہ پیدا ہوئے ہون جنکی امید گورنمنٹ کو تھی تو بھی اور نتائج تعلیم سے ایسے پیدا ہوئے ہین کہ انکی قدر و قیمت سے لاعلم نہین رہنا چاہیئے۔ علی العموم یہ کہتے ہین کہ جو تعلیم یافتہ نسل ہے وہ اپنی پہلی نسل سے اخلاق کی نسبت عمل مین زیادہ فرق رکھتی ہے۔ گورنمنٹ کے ملازمین انگریزی تعلیم یافتہ کی دیانت مندی و راستبازی سب پر ظاہر دیکھنے مین آئی ہے۔ اب بری رسمون کے دور کرنے مین اور روشنضمیری و شائستگی و تہذیب کے پھیلانے مین جو تحریکین کی جاتی ہین وہ اِن انگریزی تعلیم یافتہ کی طرف سے کیجاتی ہین۔ جنکی امداد اور ہندوستانی کر رہے ہین۔ اِس قسم کے نیک کام پہلے زمانہ مین نشو و نما نہین پاتے تھے۔ غرض انگریزی تعلیم کے یہ بڑے باوقعت نتائج ہین اور یہ تعجب کی بات ہے کہ وہ اس تعلیم سے پیدا ہوئے ہین جو محض عقلی ہے اور کسی قسم کا لگاؤ مذہب اور اخلاق سے نہین رکھتی +

غرض تعلیم سے جو فوائد پیدا ہوئے ہین۔ اب انگریز انکی کم قدری نہین کرتے مگر اب انگریزون کی یہ رائے غلبہ رکھتی ہے کہ کالجون کی تعلیم مین جو گورنمنٹ کا نظام انڈیا مین ہے اس سے مایوسی گورنمنٹ کو پیدا ہوتی ہے سنہ ۱۹۰۲ء مین کمیشن نے جو تعلیم کی بابت تحقیقات کی ہے اور انڈیا کی یونیورسٹیون کا جو امتحان کیا ہے اس سے تعلیم کی پاسپائی کرنے کی رائے لگائی ہے کوئی اس کی سہایتا کی رائے نہین دی +

اگرچہ ہندوستانیون نے بہت سی درسگاہین اپنے خرچ سے بنائی ہین۔ اور گورنمنٹ نے اُنکو اپنے گرنیٹ اِن ایڈ کے عنایت کرنیسے بڑی تقویت دی ہے مگر وہ زمانہ غالبًا ابھی نہین آئیگا کہ گورنمنٹ کے لیئے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ اپنی بڑی کوشش ابتدائی تعلیم مین صرف کرے اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی تدابیر تجاویز کو اِن پرائیویٹ درسگاہون کے لیئے چھوڑ دے جن کی مدد اور نگرانی گورنمنٹ کرے۔ دنیاوی تعلیم کے لیئے جو کوششین ہندوستانیون نے اپنے روپئے اور تجربون سے کی ہین وہ بڑی عزت کے قابل ہین۔ خاصکر مشنریون کی جنکے مدارس مین سنہ ۱۹۰۰ء مین تقریبًا تین لاکھ طلبہ تھے +

اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لیئے جو تدابیر کی گئین وہ ہندؤن کے لیئے بہ نسبت مسلمانون کے زیادہ کامیاب ہوئین۔ انڈیا کے بہت سے حصون مین مسلمان خاص اعلیٰ درجہ کی جماعتون کے مسلمان گورنمنٹ کے اسکولون اور کالجون کی تعلیم سے کنارہ رہے اند اکثر انہون نے یہ شکایت کی کہ ہم جو گورنمنٹ کی نوکریون کے مقابلے

مسلمانون کی تعلیم

امتحان مین ہندؤن کے ساتھ مساوات کا دم نہین بھر سکتے۔ اسکا سبب یہ ہی کہ ہم گورنمنٹ کے اسکولون
اور کالجون کی تعلیم کو اپنے مناسب حال نہین جانتے۔ مسلمانون کے لیئے قطع نظر مذہبی تعصب کے اور
سبب بھی تھے جو اُنکے مغربی علم کی تحصیل کے مانع تھے اور اُنکو انڈیا کی ایجوکیشن کمیشن نے اسطرح بیان
کیا۔ "انڈیا کے مسلمانون کے تمدنی اور تاریخی حالات سے قطع نظر کرکے اور سبب ہین جو بالکل تعلیمی صفت
رکھتے ہین وہ انکی زندگانی کے دوڑ کے لیئے بڑے بھاری وزن ہین جو اُنکو دوڑنے نہین دیتے۔ مسلمان
مدرسون مین سبق پڑھوانے سے پہلے اپنے لڑکے کو مسجد مین سبق پڑھواتے ہین۔ ہندو کے لڑکے کا
یہ ایک مطلب ہوتا ہی کہ وہ ایسی تعلیم پائے جس سے کوئی سرکاری نوکری یا کسی پروفیشن کے کرنیکے قابل ہو جائے
لیکن مسلمان کا لڑکا اپنے خیالات کو جب دنیاوی تعلیم کی طرف دوڑاتا ہے کہ وہ اکثر اپنے چندسال قرآن شریف
پڑھنے مین خرچ کرلیتا ہے اسلیئے مسلمان کا لڑکا ہندو کے لڑکے سے اسکول مین پیچھے داخل ہوتا ہے۔ دوسری
بات یہ ہے کہ مسلمان کا لڑکا چھوٹی عمر مین اسکول کو پہلے سے چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندو
مسلمان جو تمدنی درجہ ایک ہی سا رکھتے ہین۔ ان مین مسلمان لڑکون کے مربی اکثر بہ نسبت ہندو لڑکون
کے مربیون کے غریب مفلس ہوتے ہین۔ بہت سے مسلمان اپنے بیٹے کو پوری تعلیم نہین دلا سکتے۔ تیسری بات
یہ ہے کہ دنیاوی وسائل پر بغیر لحاظ کرنیکے مسلمان کسی موجودہ پروفیشن کے کرنے مین اپنے لڑکے کیلیئے
ملازمت سرکاری مین کامیاب ہونیکی نسبت اکثر یہ زیادہ پسند کرتا ہی کہ جب اسکا بیٹا سکول مین پڑھتا
ہے تو اسکو ایسی ہی تعلیم دلائے کہ اہل علم بھی اسکی عزت کرین وہ اہل علم کے زمرہ مین شمار ہو پس ہندو کا
لڑکا جو اپنے سالون کو انگلش اور ریاضی کے سیکھنے مین سرکاری مدرسہ مین صرف کرتا ہے۔ مسلمان کا لڑکا
اپنے مدرسون مین عربی فقہ اور دینیات کی کتابون کے پڑھنے مین خرچ کرتا ہے۔ جب ایسی تعلیم کی
تکمیل ہوجاتی ہے تو اپنے تئین فاضل کہلانے کا طالب زیادہ بہ نسبت ان مفید پروفیشنون کے ہوتا ہی جن
کی طرف بالطبع ہونہار مسلمان نوجوان کے خیالات ہوتے ہین"

ان واقعات پر نظر کرنیسے یہ بات نہین مانی جاتی کہ گورنمنٹ کے نظام تعلیم کو مسلمان بہ نظر
التفات نہین دیکھتے اور وہ ہندؤن کی نسبت تعلیم انگریزی کی کم قدر کرتے ہین۔ ممالک مغربی و شمالی
و اودھ مین مسلمان طلبہ بلحاظ اسکی آبادی کی نسبت کے ہندو طلبہ سے زیادہ ہین اور آبادی کے لحاظ سے ان
اضلاع مین گورنمنٹ کے ملازم بہ نسبت ہندؤن کے زیادہ ہین مگر یہ صورت ہندوستان کے بڑے حصے

مین نہین ہو۔ یہ ایک قاعدہ ہوگیا ہے کہ گورنمنٹ کی ملازمت مین بہت زیادہ ہندو بہ نسبت مسلمانون کے ہین۔

مسلمانون کی اعلی درجہ کی تعلیم مین جو دشواریان پیش آتی ہین جو ایسی قسم کی ہوتی ہین جو اکثر عیسائیون کی تعلیم مین انگلینڈ مین پیش آتی ہین جیسے کہ تعلیم سے مذہب کا جدا کرنا مسلمان کو برا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی بہت سے عیسائیون کو بہی برا معلوم ہوتا ہے۔ یہان اس باب کے مباحثہ کرنیسے بہت کم فائدہ ہوگا کہ گورنمنٹ مسلمانون کی مذہبی تعلیم سے بالکل علیحدہ رہنے کے سوا کچہ اور کرتی گورنمنٹ نے جو اپنا طریقہ مذہبی تعلیم کے باب مین اختیار کیا ہے اسکے برخلاف وہ اپنے اسکولون اور کالجون مین اسلام کے مسائل مذہبی کو نہین سکہا سکتی تہی۔ گو یہ سچ ہے کہ یہ اُسکی پولٹیکل دانشمندی ہو کہ وہ اپنی مسلمان رعایا کے مذہب کی ہمدردی کرتی ہو اور اُسکے مذہب اور لٹریچر اُنکے طرز خیالات کو ادب کی نگاہ سے دیکہتی ہے اور بس۔ ان سببون سے گورنمنٹ کے اور مشنریون کے کالج اُس مسلمان کو مقبول خاطر نہ تہے جو یہ چاہتا تہا کہ اسکا بیٹا اپنے مذہب مین بہی اور عربی فارسی زبانون مین بہی تعلیم پائے +

ایجوکیشنل کمیشن اور گورنمنٹ کے مدارس مین مذہبی تعلیم

سنہ ۱۸۸۲ع مین ایجوکیشن کمیشن مقرر ہوا اسنے تعلیم کے بے ثمر نتائج بتائے۔ اسمین اکیس[۲۱] ممبر تہے وہ ہر پروونس سے تعلیم مین اعلے درجہ کے تجربہ کار اور منتظم منتخب ہوکر مقرر ہوئے تہے انگریزی اعلی عہدہ دار۔ ہندو مسلمان مشنری۔ انڈیا کی بڑی بڑی آبادیون اور گورنمنٹ کے قائم مقام تہے اقوام ہند کی مذہبی تعلیم کے باب مین بار بار آپس مین ممبرون کے خانگی مباحثے ہوتے تہے۔ کلکتہ کے ٹاؤن ہال مین اُنکے بہت سے جلسے ہوتے تہے۔ ان کی رپورٹ مین لکہا ہے کہ ایک طرف ممبر تسلیم کرتے تہے کہ دنیاوی تعلیم کا ضرہی تکملہ اخلاقی تعلیم ہے۔ ہندوستان کے آدمی فطری مذہبی ہوتے ہین دینی تعلیم اُنکے لیے نہایت مناسب ہے اور کمیشن کے روبرو انہون نے اسکی ضرورت کی شہادت دی ہو اور اسکے نہ ہونے کی بہت شکایتین کی ہین۔ لیکن کمیشن نے غور کے بعد مذہبی تعلیم سے انکار کیا کہ وہ ان ابتدائی مدارس مین جاری کیجائے جنکے مہتمم بورڈس ہین۔ اگر لوکل کمیٹی اس تعلیم کا حکم دے اور لڑکون کے مربی بہی اعتراض نکرین تو بہی تعلیم مذہبی نہ دیجائے۔ گورنمنٹ اسکولون اور کالجون مین بہی تعلیم مذہبی نہ داخل کیجائے۔ بلکہ یہان تک اسکی ممانعت کیجائے کہ امیدوارون کے سوالات امتحان مین کوئی سوال ایسا نہ ہو جو طالب علم کے ایمان سے متعلق ہو۔ ابتدائی مدارس (پرائمری اسکول) کے واسطے

کمیشن یہ پیش کرتا ہے کہ انسپکٹرون اور مدرسون کو ہدایت کیجائے کہ وہ خوب اچہی طرح سے دیکھتے رہین کہ ہر مدرسہ کی ڈسپلن (تربیت) و تعلیم ایسی ہو کہ وہ کالجون کے اخلاق و عادات و اوضاع و اطوار پر نیک اثر کرتی ہو اور مدرسون کی ہدایتون کے لیئے ایک خاص کتاب بنائی جائے۔ اور کالجون کے واسطے یہ سفارش کیجاتی ہے کہ کوشش کیجائے کہ کوئی کتاب اخلاق کی ایسی تصنیف کیجائے جس مین نیچرل ریلیجن یعنی فطری مذہب کے اصول بیان کیئے جائین اور لکچر دیئے جائین جن مین آدمی کے فرائض بیان کئے جائین ※

انڈیا کی گورمنٹ نے جیسے سرکاری مدارس مین تعلیم مذہبی سے پرہیز کیا ایسی ہی اس مذہبی تعلیم مین مداخلت کرنیسے گریز کی جو خانگی مدرسون مین جاری ہی۔ ہندؤن کے پاٹ شالون اور مسلمانون کی مساجد کے مکتبون۔ یہودیون یونانیون آرمینیون پارسیون اور خداپرست نئے فرقون مین اپنی امداد اُنکی دنیاوی تعلیم کے اندازہ کے موافق دی۔ غرض گورمنٹ سب مذہب رکھتی ہی مگر کسی مذہب مین متعصب نہین ※

مسلمانون کی تعلیم مین جو گل جھٹیان پڑ رہی تہین جن کا اوپر ذکر ہوا اُنکو کسی مسلمان نے سوائے سر سید احمد خان کے نہین سُلجھایا۔ یہ اُسی پاک نفس نیک نہاد قوم کے فدائی کا کام تہا کہ اُس نے مسلمانون کی تعلیم کا بیڑا اُٹھایا۔ جسکا اُٹھانا بڑی جوانمردی و عالی ہمتی و مستقل مزاجی کا کام تہا جس مین بڑی مشکلون و دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اُسی عالی دماغ و روشن ضمیر کا کام تہا کہ اُس نے اُسکی ساری سختیان جھیلین۔ جسکو اُنکے سوانح عمری پڑہنے ہون وہ شمس العلما مولوی خواجہ الطاف حسین حالی کی "حیات جاوید" مین پڑھے۔ ہم تو صرف یہان اُن کا بے نظیر کام علی گڈہ کالج کے قائم کرنیکا بیان کرتے ہین۔ اُنہون نے ساری باتین جو مسلمانون کے لیئے اس زمانہ مین ایسی بکار آمد ہو سکتی ہین کہ اُن کو عزت و دولت ثروت لیاقت حکومت مین فضیلت حاصل ہو۔ عقلاً و مذہباً بدلائل بیان کردی ہین۔ گو بالفعل بہت تہوڑے مسلمان ہین جنہون نے اُنکی باتون کو اپنے حق مین مفید مانا ہو مگر اُن کے ماننے والون کی تعداد روز بروز بڑہتی جاتی ہی۔ سر سید احمد خان سچے ایماندار سچے مسلمان تھے۔ وہ اپنی قوم کے جاہلانہ تعصبات مذہبی سے نفرت رکھتے تھے۔ اُنہون نے اپنی قرآن شریف کی تفسیر مین وہی طریقہ اختیار کیا جو عیسائیون نے انجیل کی تفسیر کا اس زمانہ مین اختیار کر رکھا ہے۔ اُنکا یہ ایمان تہا

کہ اسلام صداقت کا دوست ہی اور کوئی اس زمانہ کی تہذیب و شایستگی کی بات ایسی نہین ہی جو مذہب
اسلام مین نہو۔ اُنہون نے سب سے زیادہ مسلمانون کی بداقبالی کا سبب یہ جانا کہ ان مین مغربی تعلیم نہین ہے
اسلیئے اُنہون نے علیگڑھ مین ایک کالج بنانے کی تجویز کی +

لارڈ لٹن نے علی گڈہ مین اس نئے کالج کی بنیاد جنوری ۱۸۷۷ء مین رکھی۔ اِس کالج کی تاریخ
ہمیشہ ایسی مشتہر ہوتی رہتی ہی کہ ہمکو کچھ ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ اُسکو لکھین۔ ایجوکیشنل کمیشن نے
اور تمام گورنر جنرلون اور ممالک مغربی کے لفٹنٹ گورنرون نے اس کالج کو انڈیا کے اَور سب کالجون
پر فوقیت دی ہی۔ جب مارچ ۱۸۹۸ء مین سرسید اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے اور اُنکو
حیات جاوید حاصل ہوئی تو انکی وفات کے سبب سے اور اُنکی حیات مین ایک لاکھ سترہ ہزار روپیہ کے غبن ہوجانیسے اور کچھ
ٹرسٹیون کی آپس مین اختلاف آرائے سے اس کالج کی حالت متزلزل ہو رہی تھی۔ ابتدا سے جیسے وہ خود
لائق تھے ایسے ہی اُنہون نے منتخب کرکے اپنے لائق و سربرآوردہ مسلمان اپنے سچے دوست بنا رکھے تھے
مولوی حاجی محمد سمیع اللہ خان سی ایم جی انکے عزیز رشتہ مند اول اس کام مین اُنکے بڑے مددگار تھے
سر ولیم میور اور لارڈ رپن نے اپنی سپیچون مین جو کالج کے اندر دین اُنکی اِس جانفشانی اور اپنے تئین وقف کرنے
کو بیان کیا جو اِس کالج کے اندر اُنہون نے ظاہر کی تھی۔ مگر پھر اُنہون نے اس کالج کے بانی سے اختلاف رائے
کرکے یہ تعلق چھوڑ دیا اور ایسے علیحدہ ہوگئے کہ کبھی شریک ہی نہین ہوئے تھے۔ مگر اُنکے دو بڑے سچے دوست
نواب محسن الملک مولوی مہدی علی اور نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین تھے جو سرکار نظام کے ارکین
عظیم تھے جنکے سبب سے سرکار نظام نے اپنی دریا دلی سے اس مدرسہ کو دو ہزار روپیہ ماہوار کی امداد کی
جسکے سبب سے یہ کالج ہمیشہ سرسبز رہیگا۔ بعد سرسید کی وفات کے نواب محسن الملک اُنکے جانشین
اونریری سکرٹری محمڈن کالج مقرر ہوئے۔ اُنہون نے اپنی جانفشانی و دانائی و لیاقت سے اس کالج کے
لیئے ایسے ہی کام کیئے جیسے کہ سرسید نے تعجب خیز و حیرت انگیز کیئے تھے اِس کالج کا کوئی شعبہ ایسا نہین ہے
جس مین ترقی نمایان نہوئی ہو۔ اُنہون نے نئی عمارات بنوائین پُرانی عمارات کی مرمتین کرائین یا اُنکی نئی شکلین بنوائین
اِن عمارات کے سبب سے اب کالج کی صورت پہلی صورت سے حسانت و شوکت مین بہت بڑھ گئی ہے
روپیہ کی آمدنی کو بہت بڑھایا۔ تعداد طلبہ کی ایسی افزایش ہوگئی کہ اب کالج مین طلبہ کے رہنے کی گنجایش
نہین۔ بورڈنگ ہوسون کے کرایہ کی اور طلبہ کی فیس کی آمدنی بہت زیادہ ہوگئی۔ غرض نواب محسن الملک کے

کام سرسید کے کامون سے کسی طرح کم نہین۔ سرسید نے بنیاد رکھی تھی۔ نواب صاحب نے اُسکے اوپر نہایت خوبصورت عمارات بنوائین۔ اُنکو سرسید سے بہی زیادہ مشکلات اپنے کام مین پیش آئین۔ پہلے کوئی یہ نہین چاہتا تھا کہ سرسید کو کالج کے سکرٹری ہونیسے معزول کرے۔ برخلاف اسکے بعض مدعی ایسے کہڑے ہوئے کہ وہ انکو اس عہدہ سے معزول کرکے خود سکرٹری بننا چاہتے تھے۔ اس کالج کی سب سے زیادہ خوش نصیبی تھی کہ اسکے پرنسپل تہیوڈور بیک صاحب مرحوم تھے اور اُنکی وفات کے بعد موریسن صاحب پرنسپل ہوئے ان دونون صاحبون نے کالج کی ترقی مین دل و جان سے وہ مؤثر اور کارگرسعی کی جو کسی مسلمان سے بھی نہین ہوسکتی تھی۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کالج مسلمانون کا ہندوستان مین اپنا جواب نہین رکھتا۔ اسمین مسلمانون کو مذہبی تعلیم ہوتی ہے۔ طلبہ مین ایسے محاسن اخلاق پیدا کئے جاتے ہین کہ وہ آیندہ زندگی مین انکو معزز بناتے ہین۔ خاصکر انگریزون کی نگاہ مین وہ بہت معزز معلوم ہوتے ہین۔ ان طلبہ کی صورت پر شرافت برستی ہو انکی سیرت ایسی نیک ہو کہ اور مسلمانون کو چاہیئے کہ وہ اُسکو اپنے لیئے نمونہ و مثال بنائین +

ہم اس کالج کی تاریخ سے اپنی تاریخ کے بہت سے صفحون کو زیب و زینت دیتے مگر ہم یہ جانتے ہین کہ سارا حال لوگون پر آئینہ کی طرح ظاہر ہے اور ظاہر ہوتا رہے گا۔ ہماری تحریر سے لوگون کو تحصیل حاصل ہوگی۔ اس کالج کے یونیورسٹی بنانے کے لیئے جو کوششین ہورہی ہین۔ اسپر رائین رات دن اخبارون مین چہپتی ہین۔ عجب نہین کہ وہ ایک یونیورسٹی مسلمانون کی سکھانیوالی ہوجائے +

ہندوستانی رئیسون کے کالج

گورنمنٹ نے ایسی تدابیر کی ہین کہ ہندوستانی رئیسون اور والیان ملک کی اولاد ایسی تعلیم پائے کہ اس مین اپنے فرائض حکمرانی کے ادا کرنے کی لیاقت پیدا ہوجائے +

جب انڈیا مین یونیورسٹیان قائم ہوئی تہین تو لارڈ کیننگ نے اپنی یہ امید ظاہر کی تہی کہ اب وقت قریب ہے کہ انڈیا کی اعلےٰ درجہ کی جماعتین یہ خیال کرینگی کہ انکو اپنے درجہ کے موافق حقوق نہین ملینگے اگر یونیورسٹیون مین امتحان پاس نہین کرینگے۔ لیکن اُنکی یہ امید پوری نہین ہوئی۔ اعلیٰ درجہ کی جماعتین جن مین مذہبی تعصب ہی نہ تہا وہ بہی یونیورسٹیون کے امتحانون سے علٰحدہ ہی رہین انڈیا ایسا ملک ہی جس مین بدنصیبی سے بسبب تعصب کا خیال زیادہ کیا جاتا ہی۔ لیکن یہ بات کچہ حیرت کی بہی نہین ہی۔ شہزادے امیرزادے بڑے بڑے زمیندار اور تعلقہ دار کمتر تعلیم یافتہ ہوتے ہین یہان

اُن کا بالکل جاہل مطلق رہنا اُنکو بے عزت نہین کرتا۔ ہندوستانی امیر اور رئیسون کی بہت ہی کم ایسی صورتین ہین جو اپنے بیٹون کو کالجون اور مدرسون مین بھیجتے ہون۔ کچھہ اس سبب سے نہین کہ اُن کو اُنکی تعلیم کی پروا نہین ہو بلکہ اس سبب سے کہ کالجون اور مدرسون مین اُنکے لڑکون کی مصاحبت ادنے قومون کے لڑکون سے ہوگی جسکا اثر اُنپر خراب ہوگا +

ان مشکلات کے دور کرنیکے لیئے لارڈ میو وایسرائے نے یہ اوّل بسم اللہ کی کہ اُنہون نے اجمیر مین کالج قائم کیا جو اُنکے نام پر میو کالج کہلاتا ہے کہ راجپوتانہ کے رئیسون اور اُنکے رشتہ مندون اور اعلی خاندانون کے لڑکے اس مین تعلیم پاتے ہین۔ اس کالج مین بہت سے رئیسون نے اپنے بیٹون کو تعلیم کے لیئے بھیجدیا۔ بڑے بڑے رئیسون نے اس کالج کی نہایت فیاضانہ مدد کی اور گورمنٹ نے بھی گرینٹ ان ایڈ دی اور طلبہ کے لیئے رئیسون نے اپنی طرف سے بہت روپیہ خرچ کرکے بورڈنگ ہوس تعمیر کرادئے اندور اور لاہور اور راجکوٹ مین اس قسم کے کالج بنائے گئے۔ ان مین انگریزی زبان اور مشرقی زبان اور ریاضی وتاریخ جغرافیہ یہ بہت پڑھائے جاتے ہین۔ ایجوکیشنل کمیشن نے لکھا ہو کہ ان امیرزادون کی تعلیم سے یہ غرض نہین ہو کہ وہ عالم بنائے جائین بلکہ اُنمین مردانہ عادتین اور نیک وخجستہ اوضاع پیدا کرنے مقصود ہین +

وایسرائے لارڈ کرزن نے ۱۹۰۲ء مین اس تعلیم مین یہ اور اضافہ کیا ہے کہ ان چیف کالجون سے شاہی کیڈٹ کورپس بنائی جائے جسمین چیف کالجون کے طلبہ ری کروٹ ہون یعنے اُنکی عام تعلیم ہو کر وہ سپاہیانہ تعلیم بھی پائین کہ وہ امپیریل آرمی مین ایسے افسر بن سکین جیسے کہ سپاہ مین انگریزی افسر ہوتے ہین۔ پس اس مقصد کے لیئے کہ رئیسون کی اولاد انگریزی زبان سے اور انگریزی سپاہیانہ قواعد سے بھی واقف ہوجائینگے اور اُنکے اخلاق کی بھی پاسبانی ہوجائیگی۔ یہ تدابیر کی گئی ہین +

یہ سپاہیانہ تعلیم ان رئیسون کی دو تین سال مین ختم ہوگی پہلے سال مین کیڈٹس ڈرل اور سوار ہونا اور مکان سے باہر جنگی ورزشین سیکھینگے۔ اور مکان کے اندر اُنکو انگریزی زبان اور ابتدائی ریاضی وغیرہ سکھائی جائیگی۔ جسکی ملٹری سائنس کے لیئے ضرورت ہوتی ہو اور تعلیم کے آخر مین ایک امتحان ہوگا تاکہ گورمنٹ کی امداد اس کام مین ہو کہ وہ امپیریل آرمی کے لفٹنٹون کا کمیشن وقتاً فوقتاً دے +

بڑے مفید کالج طب و جراحی و انجنیرنگ کی خاص تعلیم کے لیئے جاری ہوئے ہین۔ مڈیکل کالجون کا بیان خاص قابل توجہ ہی۔ برٹش انڈیا مین ۲۵۰۰ اسپتالین اور ڈسپنسریان ہین جن مین ہندوستانی سرجن ہین جو ان کالجون اور اسکولون کے تعلیم یافتہ طلبہ ہین۔ یہ انگریزی عملداری سے جو رعایا کو اور فائدے حاصل ہوئے ہین انہین سے کسی فائدے کی ہندوستانی ایسی قدر نہین کرتے جیسی اس فائدے کی۔ بعض ہندوستانی سرجن نہایت ہنرمند ہین وہ اپریشن (عمل جراحی) ایسا ہی کرتے ہین جیسے کہ لنڈن اور پیرس مین ڈاکٹر۔ ہر سال ایک کروڑ آدمیون سے کچھ زائد کا علاج اِن اسپتالون اور ڈسپنسریون مین ہوتا ہے +

سائنس کی امداد شاہانہ انگلینڈ مین بہی کم ہوتی ہی۔ ہندوستان مین بہی کم ہوتی ہی۔ لیکن اس سے بالکل پہلوتہی نہین کیجاتی ہے۔ اسکے ڈپارٹمنٹس (سررشتے) جاری ہین۔ سروے۔ جیولوجی۔ بوٹنی بٹری اولوجی۔ فوریسٹ۔ اگری کلچرل۔ لارڈ کرزن نے سائنٹفک ری زرچز (تحقیقات) یعنی سائنس کی باتون کی تحقیقات کے سررشتہ کا اور اضافہ کردیاہے۔ معدنیات کے لیئے اس فن کے ماہر مقرر کیئے گئے ہین۔ اکونومیک کیمسٹری کے مطالعہ کے لیئے مویشی کی بیماریون کے علاجون کے لیئے۔ درختون اور کیڑون کی وباؤن کے لیئے عہدے تجویز ہوئے ہین۔ اور گورنمنٹ انڈیا کی سائنٹفک صلاح و مشورہ دینے کے لیئے بڑے بڑے ماہران فن مقرر کیئے گئے ہین۔ اور تعریف کے قابل درسگاہون مین شملہ سے نیچے کسولی مین ماس ٹیور انسٹی ٹیوشن بنایا گیاہے جس مین اِن آدمیون کا علاج ہوتا ہے کہ جن کو کتون نے کاٹا ہو +

سنہ ۱۹۰۲ع مین پانچسو آدمی اسکے علاج کے سبب سے موت سے بچے تھے۔ اس قسم کی ایک انسٹی ٹیوشن دکن مین بنائی گئی ہے۔ اب دیکھو کہ وہ انسان کی کیسی خدمت کرتی ہین۔ اب تک ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لیئے بہت کم کام کیا گیاہے۔ مگر اسکی مبارک ابتدا خاصکر بمبئی مین شروع ہوئی ہی۔ انگلینڈ مین بھی یہ تعلیم بہت آہستگی کے ساتھ ہوتی ہی۔ انگلینڈ کی اس بے پروائی کا پرتو یہان ہندوستان مین بہی پڑا ہے۔ اگری کلچرل ڈپارٹمنٹس جو قائم ہوئے ہین۔ وہ زراعت مین سائنٹفک علم کو کام لارہے ہین۔ زراعت ہی ہندوستان کی بڑی دستکاری ہی۔ اکثر صوبون مین آرٹ کے اسکول جاری ہوئے ہین اور ان مین بڑے اعلی درجہ کے عالم پریسیڈنٹ ہوئے ہین۔ یہ امر مشتبہ ہی کہ اُنسے زیادہ کچھ فائدہ حاصل ہوا آرٹش

کے آرٹ مین انڈیا انگلستان سے کچھ سیکھنا نہین چاہتا۔ انگریزون نے اسکی بہت سی خوبصورت چیزون
کو اور زندہ آرٹون کو گھٹا دیا ہے۔ غرض جو کچھ انگریزون کا اثر اس باب مین ہوا ہی وہ خانہ گر ہے۔ ایک بڑا
میدان بہت سی صنعتکاریون اور دستکاریون کی تعلیم کے لیئے خالی پڑا ہے۔ جیسی کہ ہندوستانیون
کو طب کی تعلیم مین کامیابی ہوئی ایسی سول انجنیرنگ تعلیم مین بہی ہوئی۔ سیکڑون ہندوستانی انجنیر
عمارات کے تعمیر کرانے والے ہندوستان مین اچھی طرح کام کر رہے ہین ٭

سیکنڈری ایجوکیشن یعنی تعلیم متوسط

سیکنڈری ایجوکیشن کا نظام ایسی مختلف صورتون مین جاری ہوا ہے وہ ایسا اختلاف رکھتا ہی کہ
کوئی اُسکا مشترک بیان نہین ہو سکتا۔ ہر ضلع مین ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہی جس مین انگریزی زبان اور دوسرے
مضامین سکھاتے جاتے ہین جن مین انٹرنس کا امتحان ہوتا ہے۔ بہت سے اسکول اسی قسم کے مشنریون نے
قائم کیئے ہین جنہین گرنیٹ ان ایڈ ملتا ہے۔ بہت سے قصبون مین مڈل اسکول ہین جو ہائی اور پرائمری سکولون
کے درمیان تعلیم دیتے ہین۔ اور ان مین بعض اوقات انگریزی زبان سکھائی جاتی ہی ٭

یوروپین کے واسطے اسکول

ان اسکولون کی طرف جن مین یوروپین کی اولاد کی تعلیم ہو گورنمنٹ نے توجہ کی۔ ان مدارس
مین سب سے اعلی درجہ ان سکولون کا ہے جو پہاڑون مین ہین اور لارنس سائی لم کہلاتے ہین۔ اور ان مین
یوروپین سپاہیون کے یتیم بچے تعلیم پاتے ہین۔ ایسے اسکولون کا قائم کرنا سر ہنری لارنس کا ایجاد
تھا۔ وہ اُنکی بڑی یادگار ہے ٭

انگریزی زبان کی تعلیم کے نتائج

اگرچہ ہندوستان مین اچھے انگلش سکالر (عالم) بہت تھوڑے ہین۔ لیکن ایسے آدمی بہت سے
ہین جنھون نے انگریزی زبان اتنی سیکھ لی ہی کہ وہ پبلک آوفس مین کلرک کا کام اچھی طرح کرتے ہین اور
وہ اس قسم کے تمام چھوٹے چھوٹے عہدون پر مامور ہین۔ وہ ایک بڑی مفید اور کارگر جماعت ہی لیکن
انکو کسیطرح ایجوکیٹڈ یعنے تعلیم یافتہ نہین کہہ سکتے۔ ہائی اسکولون اور کالجون مین بہت سے نوجوان
زیادہ تر اسلیئے جاتے ہین کہ اُس سے معاش کا ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس تعلیم سے ہندوستانی
اسلیئے خوش ہوتے ہین کہ انکو اچھی نوکری ملتی ہے اور نوکر رکھنے والے اُنسے اسلیئے خوش ہوتے ہین کہ
سستے نوکر ملتے ہین ہندوستانی انگریزی زبان مین تھوڑی سی تعلیم پانے پر قانع ہوتے ہین جس سے وہ اپنا کام
کرنے لگتے ہین۔ مگر چند ان مین بڑے عالی ہمت و جاہ طلب ہوتے ہین اور وہ اپنے مین اعلےٰ درجہ کی
لیاقت پیدا کرتے ہین۔ اور بعض ان مین سے اکثر کچھ ملازمت مین اعلےٰ عہدے پاتے ہین اور ایسے

ہندوستانی جج بہت ہو جاتے ہین۔ اور بعض ان مین سے ہائی کورٹ کی ججی پر پہنچ جاتے ہین
انڈیا مین ہائیکورٹ کا جج ہونا جوڈیشل عہدہ۔ سب سے اعلی ہے جو کسی ہندوستانی اور انگریز کو مل
سکتا ہے۔ ان مین سے بہت سے بار مین بڑی کامیابی کے ساتھ کام کرتے ہین اور اور کالجون مین پروفیسر
اور اسکولون مین ماسٹر ہو جاتے ہین یا بہت سے اسپتالون اور ڈسپنسری کے مہتمم ہو جاتے ہین اور
بعض اخبار نویسی کرنے لگتے ہین +

گورنمنٹ کا سررشتہ تعلیم بعض لحاظ سے بڑی بڑی باتون مین کامیاب ہوا ہے مگر ایسے
ہندوستانیون کی تعداد نہایت تھوڑی ہے۔ جنکو یورپ مین اندازہ کے موافق اعلے درجہ کا تعلیم یافتہ
کہین۔ کل آبادی عظیم کے مقابلہ مین وہ ہیچ ہین۔ سنہ ۱۸۸۳ع تک بیس سال مین پانچہزار سے زیادہ ایم اے
اور بی اے نہین ہوے جنکو ڈگری دیگئی۔ اُنکی نسبت سر ہنری مین صاحب لکھتے ہین "کہ مین یہ غرض
کرتا ہون کہ جس شخص نے بیچلر اوف آرٹس مین بی اے کا امتحان پاس کیا ہے اور اسکو ڈگری ملی ہے
اسکو پولیٹکس پر قیمتی خیالات کرنے کی کافی تعلیم ہوئی ہے اور اس لیے اس مجموعہ کو پانچ مین ضرب
دیتے ہین کہ جس کے سبب ان سب کی تعداد معلوم ہو جائے۔ جنکو کسی معنی کر ہم تعلیم یافتہ نہین کہہ سکتے ہین
بس اسطرح پچیس ہزار ہندوستانی اشراف تعلیم یافتہ مناسب عمر کے ہوتے ہین جو پولیٹکس سے
اغراض رکھتے ہین یا اس مین کچھ حصہ لیتے ہین"۔ سر ہنری مین صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ مین نے
یہ پچیس ہزار کا تخمینہ زیادہ کیا ہے۔ دس سال مین جو سنہ ۱۹۰۲ع پر ختم ہوتے ہین ۱۱۸۵ طلبہ کو ایم اے
کی ڈگری اور ۱۲۵۳۳ کو بی اے کی ڈگری ملی ہے باوجود اس تعداد کے افزایش کی سرسبزی کے
مین نے جو تخمینہ سے نتائج نکالے ہین وہ صحیح معلوم ہوتے ہین۔ اسمین بھی شبہ ہے کہ انڈیا کی آبادی
کثیر مین نہایت تھوڑی سی تعداد پچیس ہزار کی بھی ایسی ہو کہ جنکو یورپ مین اندازہ سے تعلیم یافتہ
کہہ سکین۔ اسمین کچھ شبہ نہین کہ ہر شخص کو جسنے بی اے کی ڈگری پائی ہو۔ انڈیا مین تعلیم یافتہ
کہنا بہت دشوار ہے۔ ہندوستان مین عورتون کی آبادی جسکا تخمینہ ۱۴۲۰۰۰۰۰۰ کیا گیا ہے
ایک ہزار عورتین بھی ایسی نہین جنکو یہ کہہ سکین کہ وہ تعلیم یافتہ ہین +

برہمنون کی تعداد جو کچھ سنسکرت جانتے ہین بہت زیادہ ہے مگر ان مین بڑے پنڈت
تھوڑے سے ہین۔ کوئی شاذونادر ہی صورت ایسی ہوگی کہ ان پنڈتون مین سے کسیکو مغربی علم کی

کسی فرع سے آگاہی ہو یا وہ آگاہ ہونے کی پروا کرتا ہو +

جسوقت انڈیا کی تعلیم کی بابت ۱۸۳۵ء مین گفتگو ہوئی ہے تو لارڈ مکولی کی رائے کے موافق یہ فیصلہ ہوا تھا کہ انگلش لٹریچر اور سائنس انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھایا جائے یہانہی اعلے تعلیم کی بنیاد قرار پائے۔ ان دنون مین انگلینڈ مین بہت تھوڑا سائنس سکھایا جاتا تھا اور اس سے بہت زیادہ کم انڈیا مین۔ بس انگلش سائنس کی نہین بلکہ انگلش لٹریچر کی تعلیم کی امداد کی جاتی تہی اور اب تک وہی چلی جاتی ہے۔ سر ہنری مین صاحب اکثر بتلایا ہے کہ سچ کے صحیح معتدل معیار صرف زمانہ حال کا سائنس بہم پہنچا سکتا ہی وہی بالکل ٹہیک عناصر ہین جو اہل مشرق کی خاصکر ہندؤن کی تعلیم مین موجود نہین وہ کہتے ہین کہ ہندوستانیون کا خیال اور علم ادب غیر صحیح ہین۔ اس مین مقدار و تعداد و وقت مین صحت کی پروا نہین کی گئی"۔ ہندوستانیون کی ذہانت کے لیے یہ ضرور ہی کہ سچ کے امتحان کرنے کی کسوٹی بتلائی جائے۔ اسکے مضبوط کرنے کا علاج یہ ہی کہ اسکے ضعف دور کرنے کیواسطے سائنس کی تعلیم کی مقوی معجون بنائی جائے +

گو یونیورسٹیون مین پہلے کی نسبت سائنس اب زیادہ سکھایا جاتا ہی مگر پہر بہی اسکا درجہ لٹریچر کے درجہ سے بعد ہے۔ سر ہنری مین کی رایون کی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ ہندوستانیون نے ان پروفیشنون مین جو کم و بیش سائنس سے متعلق ہین بڑی کامیابی حاصل کی ہی۔ انگلش تعلیم مین بہترین نتائج ہندوستانی سرجنون و ڈاکٹرون اور ججون مین بہ نسبت محض علمی آدمیون کے دیکہنے مین آتے ہین۔ ہندوستانی انجنیری مین کامیاب نہین ہوے۔ یہ اُنکا قاعدہ ہے کہ وہ جسمانی محنت سے جہان وہ بچ سکتے ہین اپنے تئین بچاتے ہین ایک اچھے انجنیر کو چاہیئے کہ وہ مکینیکل آرٹس سے خوب ماہر ہو اور ہمیشہ ضرورت کی صورت مین اُنکے کرنیکے لیے اپنے ہاتھون سے آمادہ ہو اور یہ امر اکثر تعلیم یافتہ ہندوستانیون کو پسند نہین ہوتا +

انگریزون کو جو ہندوستان کا علم حاصل ہوا ہی۔ اسمین تعلیم یافتہ ہندوستانیون نے مدد نہین کی۔ خواہ وہ تاریخ ہو یا زبانین ہون یا اُسکے آدمی ہون یا وہ ایسی باتین ہون کہ اس وسیع سلطنت عظیمہ کے انتظام مین اُنکے لیئے بکار آمد ہوں۔ جو درسگاہین ہین اُن مین معمولی انگلش کے طالب علمانہ حصہ کی انگریزی زبان سیکہنے مین تہوڑی یا بہت اچھی طرح تقلید کیجاتی ہے۔ ہندوستانی نوجوان اُن مین

اپنے ملک کا نہ اپنے گورنمنٹ کا جسکے وہ محکوم ہین حال سیکھتے ہین ۔ وہ ایسی بھی تعلیم نہین پاتے کہ جس سے وہ اچھے اور خیر خواہ بنین ۔ کالجون مین جو کتابین طلبہ کو پڑھائی جاتی ہین ۔ اُن مین بعض مضامین ایسے بھی ہوتے ہین کہ جن مین رعایا اور بادشاہ کے درمیان پولیٹکل مناقشے ہوتے ہین جنکو وہ پڑھکر ایسے مباحثون کے کرنے پر موجود ہوتے ہین +

کتابون اور اخبارون کا چھپنا

کتابون اور اخبارون کے چھپنے کا مختصر بیان کیا جاتا ہے ۔ ہر سال کتابین بہت سی چھپتی ہین مگر ہندوستانی پریس سے ایسی کتابین بہت کم نکلتی ہین کہ جنکے ہندوستانی مصنف ہون اور انکی قدر مستقل و دیرپا ہو ۔ سنہ ۱۸۹۰ و ۱۸۹۱ء مین ۵۵۹۵ کتابین چھپین جن مین ۲۱۵۷ کتابین مختلف دیسی زبانون مین اور ۲۷۸۸ کتابین سنسکرت و عربی فارسی مین اور ۶۵۰ ۔ انگریزی مین چھپین جنکا بیان سرکاری رپورٹ مین اس طرح کیا گیا ۔ کہ چند اصلی سنسکرت کی کتابین لکھی گئی ہین ۔ جن مین کہین کہین تاریخی ناٹک ہے یا کوئی زمانۂ حال سے متعلق ہے ۔ غالبًا یہ کتابین اپنے جنم کے برس کے پیچھے بھی زندہ رہین ۔ یونیورسٹیون مین جو کتابین درس مین داخل ہوتی ہین یا سکولون کے امتحان کے لیئے مقرر ہوتی ہین انسے جو متعلق کتابین چھاپی جاتی ہین اُنکی عمرین بہت ہی تھوڑی ہوتی ہین غرض جو کتابین سرکاری مدارس کے لیئے تصنیف و تالیف ہوتی ہین اُنکی زندگی تو کچھ دنون ہی کی ہوتی ہے زیادہ تر یہی کتابین چھپتی ہین جو سررشتۂ تعلیم کے بازار مین فروخت ہوتی ہین ۔ غرض ایسی کتابین جو جدت رکھتی ہون اور اُنکی عمر بھی بڑی ہو شاذ و نادر ہی چھپتی ہین +

اخبارون مین ہندوستانی اپنی ذہانت کو بہت خرچ کرتے ہین ۔ اُنکی تعداد ۴۹۰ سرکاری فہرست مین ہے ۔ بنگال مین ایک اخبار ۲۰۰۰۰ چھپتا ہے ۔ سب سے بڑی تعداد ایک اخبار کی بمبئی مین اور مدراس مین پانچہزار ہے اور باقی اخبارون مین کسی اخبار کی تعداد ایک ہزار تک بھی مشکل سے پہنچی ہے ۔ ان اخبارون کی تعداد سے پڑہنے والون کی تعداد صحیح صحیح نہین دریافت ہو سکتی ۔ اسلیئے ایک ہی اخبار کے پڑہنے والے کئی کئی ہوتے ہین ۔ کئی سو آدمی چندہ کر کے اخبار خریدتے ہین +

بعض ہندوستانی انگریزی بولنے والے اخبارون مین ایسے مضامین بغاوت انگیز اور گورنمنٹ کی بدخواہی کے چھاپ دیتے ہین کہ جس سے انگریزی زبان کی تعلیم پر حرف آتا ہے ۔ یہ بات اکثر بنگالیون کے اخبارون مین ہوتی ہے ۔ بہت بنگالیون کو انگریزی زبان کے بے تکلف بولنے

اور لکھنے کی لیاقت خوب ہی۔ بعض ایسے اخبار انگریزی زبان مین ایسے نکلتے ہین کہ اُنکی زبان بہت اچھی ہوتی ہے مگر بعض اوقات اُن مین مضامین بغاوت انگیز اور گورنمنٹ کی بدخواہی کے ہوتے ہین۔ بعض اخبارون کے مضامین نہایت معقول و معززبھی ہوتے ہین۔ بنگالیون کی دیسی زبان کا پریس بعض اوقات بغاوت انگیز مضامین مین بڑی زبان درازیان کرتا ہے۔ ایسا حال پریس کا اور پریذیڈنسیون مین نہین ہے جہان بہت سے اخبار نکلتے ہین۔ اگرچہ ان مین سے اکثر مین لیاقت کم ہوتی ہے یا بالکل نہین ہوتی۔ مگر ان مین شایستگی اور تہذیب ہوتی ہے اور چند اخبار سب طرح سے اچھے نکلتے ہین۔ مسلمانون کی زبان اردو ہے اس مین بہت سے زیادہ اخبار ممالک مغربی اور پنجاب مین لکھنؤ سے لاہور تک نکلتے ہین۔ بہت سے ہین لیاقت سے نکلتے ہین اور بڑے بڑے شہرون کے ہندوستانی رایون کو ظاہر کرتے ہین۔ بمبئی مین مرہٹی اور گجراتی زبانون مین اخبار نکلتے ہین۔ مرہٹی اخبارون مین سیواجی کے گیت اور بہت مرثیے لکھے جاتے ہین۔ اور گجراتی اخبارون مین پارسیون کی تجارت کے مضامین زیادہ ہوتے ہین۔ مدراس مین تامل و تلنگی زبانون مین اکثر نکلتے ہین۔ ان مین پولیٹکل مضامین کم اور مذہبی مضامین زیادہ ہوتے ہین غرض سب دیسی زبانون مین اردو کے اخبار زیادہ نکلتے ہین جنکے اوڈیٹر اکثر مسلمان ہین ٭

باب سیزدہم

تعلیم و عیسائی مذہب

گزشتہ باب مین ہمنے تعلیم کا بیان سر جان اسٹریچی کی کتاب ایڈمنسٹریشن اور پروگریس انڈیا سے انتخاب کرکے لکھا ہے۔ اب ہم سر چرڈ ٹمپل بیرونٹ کی پروگریس انڈیا سے نقل کرتے ہین انیسوین صدی کے شروع مین ساری سرزمین ہند پر تعلیم کی تاریکی چھائی ہوئی ہی۔ اسکا سبب یہ تھا کہ ملک مین مدت سے شور و شر فساد برپا تھا۔ مگر ہند مین تعلیم عنقا نہ تھی۔ ہان یہ سچ ہے کہ اب جو پبلک انسٹرکشن (تعلیم عام) کا مفہوم ہے اسکا وجود ہندوستانی عملداری مین کبھی نہین تھا فقط مذہبی تعلیم نظام کے ساتھ ہوتی تھی۔ مندرون مین پنڈت سنسکرت پڑھاتے تھے۔ ہزارون پنڈت ان مین

بیٹھکر ہزارون ودھیارتیون کو سنسکرت کا سبق دیتے تھے ۔ مسلمانون کو مسجدون خانقاہون
مین مولوی عربی اور قرآن شریف اور فارسی پڑھاتے تھے ۔ جب مسلمانون کی سلطنت کا اقبال تھا تو
مغلون کی سلطنت سے پہلے اور پیچھے بادشاہی مدرسے تھے جنکی عمارات بڑی رفیع الشان بنائی
گئی تھین اور اُن مین علوم شرقی کا درس بڑی جد وجہد سے ہوتا تھا ۔ مگر جب اُنکی سلطنت کا زوال آیا
تو یہ مدرسے طلبہ سے خالی ہوگئے اور اُنکی عمارتین کھنڈر ہوگئین ۔ اب تک اُنکے کھنڈرون سے ہی معلوم
ہوتا ہی کہ وہ کس شان کی عمارات عالی شان ہونگی جن مین مسلمانون کے علمون کی درس تدریس ہوتی
تھی ۔ پرگنون مین چھوٹے چھوٹے دہاتی مدرسے تھے جن مین نہایت ادنیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی متوسط
اور اعلی درجہ کی تعلیم گھرون مین ہوتی تھی ۔ مہاجنون اور بنیون کی قومون کیلیے جو بہت بڑی ہین پاٹ
شالے تھے جن مین حساب کتاب جو اُنکے پیشہ کے لیئے ضروری ہین سکھائے جاتے تھے ۔

اُنیسوین صدی کے شروع سے ۱۸۲۵ء تک تعلیم کی یہ حالت جاری رہی ۔ پھر موجودہ
دہاتی مکتبون کی تحقیقات ہوئی اور اُنکے ترقی دینے کے وسائل کی تلاش ہوئی ۔ آدم صاحب نے بنگال
مین ان اسکولون کے باب مین رپورٹ لکھی جو ہندوستان کی اصل ابتدائی تعلیم کی میسنڈ بنی
گورنمنٹ بھی اعلی درجہ کی تعلیم کے لیئے ساعی ہوئی ۔ مگر یہ اعلیٰ تعلیم مشرقی تھی جو ہندوستانیون کو
اپنا علم اپنا فلسفہ اُنکی اپنی زبانون مین اُنکے اپنے ہی معلم سکھاتے تھے ۔ یہ تعلیم ۱۸۳۵ء تک جاری رہی
اور پھر بورڈ اوف ایجوکیشن (تعلیم کا بورڈ) مقرر ہوا ۔ مشہور نامور مکولی صاحب (جو پیچھے لارڈ مکولی ہوئے)
جو انگلینڈ سے کلکتہ مین لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہوکر آئے تھے وہ اس بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے ۔ انہون نے
نہایت مشہور ایک منٹ لکھا جس مین یہ تحریر کیا کہ مشرقی تعلیم جو ہوتی ہی وہ موقوف کیجائے اسمین
بیہودہ وغلط فلسفہ اور تاریخ جغرافیہ سکھایا جاتا ہی ۔ اور سرکاری تعلیم جو ہو وہ مغربی تہذیب وشائستگی
کے نمونے پر بنائی جائے ۔ اگر معلم ہندوستانی رہین تو اُنکے ہدایت ونگرانی کرنیوالے یوروپین ہون
بس اسکے بعد گورنمنٹ کی پولیسی تعلیم کے باب مین لارڈ مکولی کی رائے پر مبنی ہوئی ۔

نہ اس صدی مین اب تک نہ پہلی صدی مین عورتون کی تعلیم کے باب مین کچھ کیا گیا تھا
یہ امر بڑا حیرت انگیز ہندوستان کی تاریخ مین ہے کہ شہزادیون اور امیرزادیون نے باوجود جہالت
اور پردہ نشینی کے اپنی بڑی قوت وبہادری ولیاقت و والاہمتی اور اعلیٰ ہمتی دکھائی ۱۸۳۴ء مین

عورتون کی تعلیم کی ترقی کے لیئے ایک سوسائٹی بنی جس نے اپنی لیڈی مشنریون کے ذریعہ سے کوشش کی کہ وہ اعلیٰ و متوسط درجہ کی عورتون کے مکانون اور حویلیون مین جائین۔ انکی اشرافانہ اور نیک سعی مین کچھہ کامیابی ہوئی۔ پہر اور پروٹسٹنٹ سوسائٹیون نے مختلف تاریخون مین اس سوسائٹی کی تقلید کی اور اب تک اسکی تقلید جاری رہے۔ پہر انہون نے مذہبی تعلیم کے ساتھ طبی کارسازی دلگاوی اور اور جماعتون کی لڑکیون کے لیئے انہون نے اپنی مکمل کامیابی کے لیئے اسکول کھولدیئے جن کا بیان پیچھے کیا جائیگا۔

سنہ ۱۸۴۳ء و سنہ ۱۸۵۳ء کے درمیان شمالی ہند مین کامیاب کوششین دہاتی مدرسون کے قائم کرنے مین لفٹننٹ گورنر جیمس طامسن نے کین جن کو اس سبب سے بہت آدمی ابتدائی تعلیم کا باپ کہتے ہین۔ اسی زمانہ مین اسی طرح کی کوشش جنوبی انڈیا مین کیگئی۔ اس قرن دہ سالہ مین کل قلمرو سرکار مین تعلیم کے انتظام و اہتمام کا عزم بالجزم پیدا ہوا۔

اس قرن دہ سالہ مین ایک بڑا کام تعلیم مین یہ ہوا کہ کلکتہ و بمبئی و مدراس مین ایک ایک مڈیکل کالج قائم ہوا کہ ہندوستانی ان مین مغربی سائنس سیکھین اور پہر ان پر اور بہت سے مڈیکل اسکولون کا اضافہ ہوا۔ ان کالجون سے بڑے بڑے اسپتال اعلےٰ درجہ کے متعلق ہوئے۔ ان مدارس مین بہت سے مستعد جید طلبہ داخل ہوئے۔ بس وسط صدی مین ایک زمرہ ہندوستانی ڈاکٹرون کا پیدا ہوگیا۔ جنہون نے طب کا مغربی سائنس سیکھا تہا۔ جن کی انکے بہت سے ہم وطنون نے قدر و منزلت کی۔ بغرض یہ پیشہ عام پسند ہوگیا۔ گورنمنٹ نے اور مڈیکل اسکول بڑھا دیئے اور ملک کے اندر دارالشفائین قائم کردین۔ یہ برٹش حکومت کی انتظامی کامون مین پہلی یادگار ہے جو اسنے قائم کی۔

سنہ ۱۸۵۴ء مین سر چارلس وڈ (جو پیچھے وسکونٹ ہیلی فیکس ہوئے)۔ لنڈن مین ہندوستان کے وزیر تھے انہون نے سرکاری مراسلہ جو ہمیشہ یاد رہے گا بہیجا جس مین ہندوستان کی قومی تعلیم کا پورا انتظام تحریر کیا۔ یعنے پرائمری (ابتدائی) و سیکنڈری (متوسط) اور سوپیریر کا (اعلیٰ) اسوقت یوروپ مین جو مدارس جاری ہوتے جاتے تھے۔ اُن ہی کے نمونے پر یہان مدارس کا جاری کرنا تجویز کیا گیا تہا۔ تمام اصول جو اُسوقت قائم ہوئے وہ اول سے آخر تک اب تک جاری ہین اور مراسلہ انڈیا کی تعلیم کا فرمان عظیم شاہی سمجہا جاتا ہے۔

اس مدبر اعظم کا سب سے بڑا اصول موافق اس خیال کے تہا جو انگلینڈ مین اسوقت بھی اور اب بھی غالب ہے کہ سب درجہ کے خانگی مدارس و مکاتب کو جو اسوقت موجود ہین اور آیندہ موجود ہون انکو سرکار کی طرف سے مالی امداد دی جاتے جسکا نام گرینٹ ان ایڈ رکھا گیا اور اُسکے دینے کے لیئے خاص شرائط متعلقہ تعلیم کے اور امتحان کی لگادی جائین۔ بہت سے کالجون کو جو ہندوستانیون کے اور ہندوستانی ایسوسی ایشنون اور پروٹسٹنٹ و رومن کیتھولک مشنری سوسائیٹیون کے تھے انکو اس قسم کی مالی امداد سرکار نے بہت جلد دی۔ اس مین کسی دینی تعلیم کا نہین خیال کیا گورنمنٹ تو دینی تعلیم سے کوئی اپنا تعلق نہین رکھتی محض دنیاوی تعلیم کے خیال سے امتحان لیکر یہ مالی امداد دی گئی۔ پھر گورنمنٹ نے اپنے کالج پریسیڈنسی شہرون مین اور بڑے بڑے شہرون مین قائم کیئے اور کلکتہ مین یونیورسٹی تمام بنگال پریسیڈنسی کے لیئے مقرر کی۔ جس مین گورنمنٹ انڈیا کے بہت سے پروونس داخل تھے اور مدراس اور بمبئی مین یونیورسٹیان قائم کین جن مین اُنکی اپنی گورنمنٹ کے پروونس داخل تھے۔ یہ تمام یونیورسٹیان ممتحن تہین معلم نہ تہین نہ انکے کارفرما سینٹ تھے جسکے ممبر یورپین ہندوستانی اور سرکار کے ملازم و غیر ملازم گورنمنٹ مقرر کرتی۔ ابتدائی مدارس کی تعلیم کے لیئے یہ جبریہ قاعدہ خیال نہین کیا گیا کہ سب لڑکے لڑکیان انمین داخل ہون۔ تعلیم کا جبریہ قاعدہ تو انگلستان مین بھی پہلے جاری نہ تہا۔ اب پچھلے سالون مین جاری کیا گیا ہی۔ اسکے لیئے تو یہان کوشش نہین کی گئی۔ تعجب یہ ہی کہ جاپانیون نے اس قاعدہ کو اختیار کرلیا ہے۔ لوگ اپنے خرچ سے اکثر دیہاتی مدارس قائم کرتے تھے۔ انکو کچھہ گرینٹ ان ایڈ بھی مل جاتی تھی۔ لیکن ان اسکولون کے لیئے ان مقامات مین جہان اسکی ضرورت پڑتی زمیندارون کی ضمانتی سے زرمالگزاری پر فیصدی محصول حاکمانہ لیا جاتا تہا۔

یہ امید نہین ہے کہ ہر گاؤن مین ایک مدرسہ بھی جاری ہوجائے۔ متصل کے دیہات کے ایک حلقہ کے لیئے ایک مدرسہ جاری ہوا ہے جس مین ہر گاؤن کا لڑکا جسکی عمر مدرسہ مین پڑھنے کے لائق ہو پڑھ سکتا ہے۔ مدرسون مین فیس ہمیشہ لی جاتی ہے۔ بغیر فیس لینے کے تعلیم کے نظام کا کوئی خیال گورنمنٹ کو نہین ہی۔ ایسے مدرسے جن مین لڑکے لڑکیان ساتھ پڑہین بہت ہی تھوڑے سے ہین مگر یہ امید نہین کہ وہ اور زیادہ بڑھین۔ ایسے اسکولون کی جن مین نری لڑکیان ہی پڑہین امداد کی جاتی ہے۔ اسکے سوائے ایک بڑی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ طلبہ کو سرکاری وظیفہ ملتا ہے۔ ایک جداگانہ

قاعدہ اس وسیع آبادی کے پئے مقرر کیا گیا ہے۔ جسکی مخفی استعدادین کبھی پوری ظاہر نہین ہوئین نہ کبھی وہ تحقیق کی گئین جسکے سبب سے بہت سی حالتین پستی کی حالت مین بلحاظ تمدن و معاشرت کے رہین اسواسطے یہ انصاف تھا کہ خاص فراہنت کو خواہ وہ کسی جماعت مین پائی جائے اپنی قوت دکھانیکا موقع دیا جائے جس مین وہ ثابت کرے کہ کیا کر سکتی ہے۔ بس اسطرح سے قوم کی قوت عقلی بہت سے افراد سے ملکر یکجا جمع ہو جائیگی۔ اس تدبیر کے موافق دیہاتی مدرسہ مین ایک غریب مفلس لڑکا جس مین اصلی لیاقت ہو مقابلہ کا امتحان دیکر سکالرشپ (وظیفہ) پا سکتا ہے۔ جسکے سبب سے وہ سکنڈری یعنے مڈل سکول مین آزادانہ تعلیم پا سکتا ہے۔ اور اسطرح کالج مین جب تک تعلیم پا سکتا ہے کہ وہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کرے + سنہ ۱۸۵۵ء مین سرکار کا خرچ تعلیم مین کئی لاکھ روپیہ کا تھا۔ مگر اب ڈیڑھ کروڑ روپیہ سے کچھہ زیادہ ہے اور سال بسال بڑھتا جاتا ہے۔ یہ خرچ علی العموم یہ نہین خیال کیا جاتا کہ کل سول کے خرچ سے وہ اچھی مناسبت رکھتا ہے۔ مگر اس مین شبہہ نہین کہ گورنمنٹ اتنا ہی خرچ کر سکتی ہے۔ اس خرچ سے وہ آمدنیان خارج ہین جو طلبہ کی فیس سے یا لوکل ریٹس (مقامی محصولات) سے حاصل ہوتی ہین +

بس یہ مختصر بیان قومی تعلیم کے نظام کا ہے جو سنہ ۱۸۵۴ء سے سنہ ۱۸۹۹ء تک ۴۵ سالون مین بڑی مستعدی اور جد و جہد سے عمل مین آرہا ہے۔ اب اس تعلیم کے نتائج کا مختصر بیان کرنا باقی رہا اب کل برٹش انڈیا مین ۱۵۰۰۰۰ کالج و اسکول و مکاتب ہین جن سے ہندوستانی ریاستون کے مدارس خارج ہین۔ جن مین چالیس لاکھ پچاس ہزار طلبہ و سکالر پڑھتے ہین۔ جن مین پانچ لاکھ لڑکیان ہین۔ اس کل مجموعہ مین ۴۵۰۰۰ خانگی مکاتب ہین جن مین دس لاکھ سے کچھہ زیادہ طلبہ پڑھتے ہین ۴۵ برس گزرے کہ یہ تعداد صفر تھی۔ وہ بتدریج سال بسال بڑھتی جاتی ہے۔ یون یہ تعداد بڑی معلوم ہوتی ہے لیکن جب اسکو آبادی کی نسبت سے دیکھو تو وہ بالکل غیر کافی ہے۔ ایک مدت دراز گزرنی چاہیئے کہ بالفعل جو شرح ترقی ہے وہ ملک کی ضرورتون کے موافق ہو جائے۔ اگر ہندوستان کی آبادی جس سے ہندوستانی ریاستون کی آبادی خارج ہے۔ بائیس کروڑ پچاس لاکھہ آدمیون کی مانی جائے تو اسکے ایک پانچوین یا چھٹے حصہ کی برابر غالباً ان طالب علمون کی تعداد ہوگی جنکی عمر مدرسہ مین داخل ہونے کے قابل ہوگی۔ بس وہ کم از کم کیا چار کروڑ پچاس لاکھ یا تین کروڑ چالیس لاکھ ہوگی۔ پس جو تعداد طلبہ کی مدرسون مین ہے ساتوان یا آٹھوان حصہ یا چھٹا حصہ جو سب سے زیادہ بہتر ہے اس تعداد طلبہ کا ہے جو مدرسہ مین ہونے چاہیئین

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بالفعل نظام کے موافق یہ تعداد چھ گنی جب ہو کہ بہت سی نسلین گزر جائین +

پانچون یونیورسٹیون مین پانچ سال کے اندر جو ۱۸۹۷ء پر ختم ہوتے ہین ۲۳۰۰۰ امیدوارون نے انٹرنس کا امتحان دیا جن مین ۱۲۰۰۰ پاس ہوئے۔ اور ان مین چار ہزار نے یونیورسٹی کی ڈگریان حاصل کین۔ یہ نتیجہ بڑا اطمینان کے قابل نہین ہے۔ مگر بالکل وقعت سے خالی بھی نہین۔ جو نوجوان یونیورسٹی مین امتحان پاس کرتے ہین اُن مین اکثر دولتمند و مرفہ الحال خاندانون کی اولاد مین سے نہین ہوتے اور نہ اُن بڑے تاجرون کے خاندان سے ہوتے ہین جو دنیا مین اپنی تجارت سے منفعت عظیم اُٹھاتے ہین بلکہ یہ نوجوان ایسے ہوتے ہین کہ اُنکی غرض امتحان پاس کرنیسے یہ ہوتی ہے کہ سرکاری نوکری ملجائے یا کوئی چلتا ہوا قانونی پروفیشن یعنی وکالت کرنے لگین۔ نوکریان اتنی خالی نہین ہوتین کہ یہ طلبہ اُنپر مامور ہو جائین۔ اور قانونی پیشہ مین بھی وکیل ضرورت سے زیادہ ہو گئے ہین۔ پس اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ طلبہ جنھونے برسون تک اپنا خون پانی ایک کرکے یونیورسٹی کے امتحان پاس کرنے مین عزت پائی ہے۔ اپنی لیاقت کے موافق انکو کام ملنے کا کم اتفاق ہوتا ہے۔ بہت سے اور پروفیشن سائنٹفک یا صنعتکاری کے ہین مگر اُنکے لیئے اول چاہیئے کہ ٹیکنیکل تعلیم ہو +

یہ بات ماننی چاہیئے کہ اول حکام تعلیم نے بالکل ٹیکنیکل تعلیم کی قدر جو کرنی چاہیئے تھی نہین کی۔ بظاہر وہ یہ سمجھے کہ اول طلبہ علم اور فلسفہ سے ماہر ہون پھر اُنکے دلمین آئے تو ٹیکنیکل تعلیم پائین یا کچھ اور کام کرین۔ پچھلے سالون سے اِس ٹیکنیکل تعلیم کیطرف خیال ہوا ہے اور اُسکی جماعتین مرتب ہوئی ہین۔ بعض یونیورسٹیان سائنس کی ڈگریان دیتی ہین۔ رڑکی مین طامس کلج سول انجنیرنگ مین ہندوستانیون اور یورپین کے لیئے ٹیکنیکل تعلیم مین کامیابی ہوئی ہے۔ غرض اِس ٹیکنیکل تعلیم کی سارے ہندوستان مین دہائی مچ رہی ہے۔ کچھ اِسکے لیئے تحریکین ہو رہی ہین اور آیندہ اور ہونگی۔ اِس قومی تعلیم کے سبب سے بہت سے مشرقی لٹریچر بہت زبانون کے پیدا ہو گئے ہین بہت سے تعلیم یافتہ ادنےٰ درجہ کی تصنیف کرنے لگے ہین۔ ابھی اعلےٰ درجہ کی تصنیفات تک اُنکی رسائی نہین ہوئی۔ کل قلمرو انگریزی مین اخبارات جاری ہین جن مین اکثر خبرین و اطلاعین اور اچھے مضامین ہوتے ہین لیکن بعض اوقات وہ مضامین خوفناک اور قابل اعتراض لکھتے ہین جنکے سبب سے گورنمنٹ کو مجبوراً

قانون تعزیرات ہند کی بعض دفعات کو اُنکی سزا کے لیئے کام مین لانا پڑتا ہے +

اِس مغربی تعلیم نے عوام کے مذہب پر کچھہ اثر نہین کیا۔ لیکن ایک محدود گروہ تعلیم یافتون کا ہے جس مین اسنے ایک عقلی انقلاب پیدا کیا ہے کہ وہ حال کے ہندو مذہب سے منکر ہو گیا ہی اور اسنے اپنے پرانے وید کے مذہب کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ لیکن جمہور انام اور امرا مین وہی مذہب جاری ہے مسلمانون کا کوئی گروہ ایسا نہین ہے کہ اُسکے اوپر اسکولون اور کالجون کا اثر ہوا ہو۔ ایک فرقہ نیچری بہت ہی چھوٹا سا پیدا ہوا ہے جو حال کے اسلام کی بعض جزئیات سے انکار کرتا ہے اور ٹھیٹھ اسلام جو ابتدا مین تھا اُسکے اختیار کرنیکا مدعی ہی +

عیسائی مذہب روز بروز ترقی پاتا جاتا ہے۔ سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین ۲۲۸۴۰۰۰ عیسائی تھے اور سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین وہ اور زیادہ ہو گئے۔ اِن مین ۱۲۰۰۰۰ سے ۱۵۰۰۰۰ تک یورپین ہین اور باقی عیسائی ہندوستان کے یوریشین (دوغلے) ہین۔ اِن عیسائیون مین زیادہ تر رومن کیتھولک ہین وہ ان عیسائیون کی اولاد مین ہین جنکو پرتگیزون نے مغربی ہند مین یا اور حصون مین سترہوین اٹھارہوین صدی مین عیسائی بنایا تھا۔ ایک اور حصہ نسطورین و کالڈین کا جنوبی ہند مین ہے جن کے باپ دادا جنوب مغرب ہند مین شاید حواریون کے زمانے مین عیسائی ہوئے تھے +

اٹھارہوین صدی کے آخر مین دوغلے پرتگیز مغربی ہند سے انتقال مکانی کر کے بنگال مین انگریزی عملداری مین آگئے تھے۔ اُنکی اولاد اب تک وہان ہی بیشک کلکتہ اور بمبی مین رومن کیتھولک کی ایک بڑی معقول و معتد بہ جماعت ہی وہ اپنی پروہتائی آپ رکھتے ہین۔ اِن دونون دار السلطنتون مین انکے اپنے کالج ہین۔ ان کا معزز نام سینٹ فرین سِس زیویر ہے۔ بہت سے مقامات مین رومن کیتھولک مشن ہین جن کا اہتمام وہ بہت اچھی طرح کرتے ہین +

اُنیسوین صدی کے شروع مین ہندوستانی پروٹسٹنٹ عیسائی موجود تھے سنہ ۱۷۹۵ء مین لنڈن مشنری سوسائٹی نے پہلے مشنری انڈیا مین بھیجے ہین سنہ ۱۸۰۰ء کے بعد چرچ مشنری سوسائٹی انجیل کی منادی کے لیئے بنی۔ اُنہون نے ہندوستان مین اپنی دو زبردست مشنری سوسائٹیان قائم کین۔ اِن دونون مین چرچ مشنری سوسائٹی لنڈن مین کام کرنے کے اندر بڑی تھی شروع

صدی مین اسکے پاس سرمایہ تھوڑا تھا جسکا سبب کچھ یہ تھا کہ یہ کام ہندوستان کے لیے نیا تھا
اور کچھ یہ کہ برٹش گورنمنٹ اس کام کے کرنے مین بہت احتیاط کرتی تھی اُسکو خوف تھا کہ اس کی
سلطنت مین جو طفلی کی حالت مین تھی اس سے نقصان نہ پہنچے۔ پھر جب سرکار کمپنی کا اقتدار ہندوستان
مین بڑہتا گیا تو اس سوسائٹی کے کام کو رونق ہوتی گئی۔ اور انگلینڈ سے اسکی امداد کے لیے بڑے
بڑے چندے آنے شروع ہوئے۔ سنہ ۱۸۳۳ع مین جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو چارٹر ملا اسکے سبب سے عیسائی
مشن آزاد ہو گیا۔ غرض سنہ ۱۷۹۹ع مین اس سوسائٹی کے پاس سرمایہ کچھہ نہ تھا سنہ ۱۸۹۹ع مین اس کی
سالانہ آمدنی ۳۳۵۰۰۰۰ روپیہ کی ہو گئی۔ اور ۰۰۰۰۰۰ ا فنڈس مین جمع ہو گیا۔ اس روپیہ مین سے زیادہ تر
روپیہ سوسائٹی انڈیا مین خرچ کرتی ہے اور تھوڑا سا افریقہ و امریکہ ایشیا و اسٹریلیا مین وہ اپنا
روپیہ خرچ کرتی ہے۔ ایسا ہی خیال اس سوسائٹی کا ہے جو انجیل کی منادی کے لیئے ہے اسکی آمدنی
بھی سالانہ ۰۰۰۰۰ ۲ روپیہ ہے وہ بھی اپنی آمدنی کا حصہ ہندوستان مین خرچ کرتی ہے۔ ان دونون
سوسائٹیون کی سالانہ آمدنی کا مجموعہ پانچ کروڑ روپیہ ہے گو یہ سارا روپیہ ہندوستان ہی مین
نہین خرچ ہوتا۔ لیکن اسکا بڑا حصہ ہندوستان مین خرچ ہوتا ہے۔ ان دونون سوسائٹیون نے
اچھے گھرانے کی عورتون مین یورپین لیڈیون کے ذریعہ سے اپنا کام شروع کیا ہے +

ایک اور بیپٹسٹ سوسائٹی ہے جسکی سالانہ آمدنی ۰۰۰۰۰ ا روپیہ ہے اسکا بھی بڑا حصہ
ہندوستان مین خرچ ہوتا ہے اور بہت سے مختلف ملکون کی سوسائٹیان یہان ہندوستان
مین اپنی اشاعت مذہب اور منادی انجیل مین اپنا روپیہ خرچ کرتی ہین۔ ٹھیک ٹھیک اُنکے نتائج نہین
بیان ہو سکتے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً چالیس پچاس لاکھ روپیہ سال ہندوستان مین ان
سوسائٹیون کا اشاعت دین عیسوی مین خرچ ہوتا ہے اور پروٹسٹنٹ ہندوستانی عیسائیون کی
تعداد چھ اور آٹھ لاکھ کے درمیان ہے اور ڈھائی لاکھ بچے عیسائی مذہب کی تعلیم پاتے ہین کل دس لاکھ
سے کچھہ زائد عیسائی ہین۔ یورپین مشنریون و کلرجیون کی تعداد نو سو کے قریب ہے اور اسکے علاوہ اسقدر
تعداد ہندوستانی کلرجیون کی ہے اور ایک بڑا مجمع لنڈن مشنریون کا ہے۔ یہان ہندوستانیون
کے گروہ کے گروہ تو عیسائی نہین ہوتے مگر فرداً فرداً ہوتے ہین ہندوستانی زیادہ عیسائی نہین ہوتے
ہندوستانی عیسائیون کی خصائل خاص ہوتی ہین۔ مشنریون نے اپنی تقویٰ سے اپنی قوم کی عزت کی شان

کو بڑھایا ہے۔ ہندوستانی اُنکی عزت کرتے ہین۔ یہ مشنری ایک گروہ تعلیم کرنے والون کا ہے اُنہون نے ہندوستانی زبان اور علم ادب کو بھی نشو و نما دیا ہے۔ اُنکی صد ہا کتابین پندرہ دیسی زبانون مین ہین جنسے ایک جدا ہی لٹریچر ان دیسی زبانون کا بن گیا ہے۔ مشنری قطع نظر مذہب کے نیک چلنی اور دانائی کے اچھے سبق ہندوستانیون کو سکھاتے ہین۔ بدکاریون سے بچاتے ہین۔ گورنمنٹ انڈیا بھی اُنکے ان کامون کی ممنون ہے +

یورپین اور کرسچن ملازمین سول و ملٹری کے لیئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ابتدا مین چیپلین مختلف مقامات مین مقرر کیئے تھے۔ ۱۸۱۳ء مین ایک بشپ مقرر کیا تھا۔ ۱۸۳۳ء مین بشپون کی تعداد بڑھکر تین ہوگئی۔ ایک کلکتہ مین دوسرا بمبئی مین تیسرا مدراس مین۔ پھر لاہور مین پنجاب کے لیئے اور لکھنؤ مین شمالی ہند کے لیئے اور رنگون مین برہما کے لیئے اور بشپ مقرر ہوئے +

باب چہار دہم

سپاہ ہند

انگریزونکی سلطنت کی انتہائی بنیاد ہندوستانکی سرحد سے پرے ہندوستان کی اغراض

دنیا مین اور سب سلطنتون سے انگلینڈ کا زیادہ قوی ہونا جسکے ساتھ اُسکی قومی ہستی کا ہونا جو اسکے لائق ہی وابستہ ہونا لازمی ہے اسپر موقوف ہے کہ وہ ہندوستان مین اپنی سلطنت و تسلط کو قائم رکھے ظاہر ہے کہ انڈیا مین انگریزون کی سلطنت کی انتہائی بنیاد انکی ملیٹری خاصکر بحری قوت پر موقوف ہے اگر وہ موثر ہو تو وہ خود ہند کے اندر اور اسکی سرحد سے بہت دور دور کے فاصلون پر بحر و بر پر اپنا کام کرسکتی ہے۔ افغانستان کی سرحد پر روسیونکی پیشقدمی سے اور افغانستان سے انگریزون کے تعلقات رکھنے سے جو سوالات متعلق ہین وہ ہنوز حل اور فیصل نہین ہوئے۔ بادشاہی اور ہندوستان کی بہت سی اغراض عظیمہ ایران۔ خلیج فارس۔ عرب۔ افریقہ۔ تبت۔ چین۔ سیام سے متعلق ہین جنکو مدبران

انگلینڈ کبھی فراموش نہین کرتے اور اُنکی حمایت اور محافظت اپنی سلطنت کی پوری قدرت وقوت سے کرتے ہین۔ ملٹیری مقامات پر قبضہ کر لینے سے اور ریلون کے بنانیسے شمالی مغربی سرحد پر انگریزون نے اپنی ملٹری قوت کو اور پولیٹکل طاقت کو بہت بڑھالیا ہے اور یہ اسی مقصد کیلیے بڑا کام کیا ہے کہ سرحدی وحشی اقوام جنگجو سے جو ہمیشہ انگریزون کو مشوش رکھتی تہین ایسے دانشمندانہ تعلقات پیدا کیئے ہین کہ پہلے کی نسبت تشویش کم ہوگئی ہو۔ اگرچہ اس تشویش کے اسباب اب بہی باقی ہین لیکن اب کامل رموزدان سلطنت کو امید ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ یہ تشویش بالکل موقوف ہوجائیگی۔ زمانہ گزشتہ مین یہ تشویشات ملٹری ضعف سے پیدا ہوتی تہین جو اب نہین رہا۔ اس مقصد کے حاصل کرنیکے لیے سنہ ۱۹۰۱ء مین لارڈ کرزن نے یہ بڑا اچھا کام کیا ہو کہ نورتھ ویسٹ فرنٹیر پرووِنس کو پنجاب سے جدا کردیا ہے۔ اور اس مین چیف کمشنر مقرر کر کے جداہی اس کا انتظام کیا ہے جو سپریم گورنمنٹ کے ماتحت ہو۔ لارڈ لٹن کے عہد مین بہی ایسی تدبیر جداگانہ صورت مین تجویز ہوئی تہی اب اسکی تکمیل لارڈ کرزن نے کردی *

روسیون کی پیشقدمی۔ شمالی مغربی سرحد کی محافظت۔ سرحدی قومین۔ شمالی مغربی سرحد کا بننا۔ روسیون کی پیشقدمی کے نتائج۔ ان تمام مضامین کا ذکر نہین کیا جائیگا۔ لیکن زبردست روسیون کی پیشقدمی نے ہندوستان مین انگریزون کے پزیشن (مقام و درجہ) کو بدلدیا ہے۔ صرف اُسنے ملٹری پزیشن (جنگی حالت) ہی پر اثر نہین کیا ہے بلکہ سارے ہندوستان مین اُس نے ایک تغیر پیدا کیا ہے۔ اُسنے آیندہ کے لیئے لوگون کے دلون مین وسوسے پیدا کردیئے ہین۔ اُسنے فائی نینس (خزانہ) کی حالت مین پریشانی پیدا کی ہے۔ جسکے سبب سے وہ ان کامون کی ترقی مین نہین صرف ہوتا جو ملک کی بہبودی کے لیئے اصل ہین اور اُسنے انتظام کی ترقی کو بہی روک دیا ہے۔ کوئی انگلش مین جو اس نام کا مستحق ہے ایک لمحہ بہی اسمین شبہ نہین کریگا کہ انگریزون کا یہ عزم جزم ہے کہ اس سلطنت کو قائم رکہین اور انڈیا کو ایسا مستحکم و استوار بنائین کہ کسیطرح اسپر یورش ہو ہی نہ سکے۔ مدبران سلطنت و رموز شناسان حکومت یاد رکہتے ہین کہ کوئی چیز ہمکو دریا سو پر حملہ ہونے سے بچا نہین سکتی سوائے اسکے کہ وہ حملہ آورون کے دلون مین یہ یقین پیدا کردین کہ خواہ وہ دشمنانہ کیسی ہی کوشش کرین مگر اُنکو ناکامیابی ہوگی۔ اور سب حالتون مین بظاہر یہ اصلی حالت انگریزون کی

کامیابی کا سبب یہ ہے کہ وہ سمندر مین مطلق بزرگی و برتری رکھتی ہے اور اسی کے سبب سے انکو یہ سلطنت حاصل ہوئی ہے اور بغیر اسکے نہ ہندوستان مین اور نہ کہین اور اپنی سلطنت وہ رکھ سکتے ہین اب اُن باتون کو چھوڑ کر ہندوستان کی سپاہ کا بیان کرتے ہین +

ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپاہ نے بہت پہلے زمانہ مین تین پریسیڈنسیون (احاطون) بنگال و مدراس و بمبئی مین نشو و نما پایا - یہ جب ابتدا تین سپاہین پیدا ہوئین کچھ بہت مدت نہین گزری کہ وہ جب تک موجود تہین +

پریسیڈنسی بنگال مین مملکت کی زیادہ وسعت انیسوین صدی سے شروع ہوئی اس لیئے بنگال کی سپاہ تینون سپاہون مین سب سے بڑی ہوگئی - غدر سے ایک سال پہلے ۱۸۵۶ع مین بنسبت باقی دو سپاہون کے تعداد مین وہ بہت زیادہ تھی اس سنہ مین ہندوستان کے اندر ... ۳۹ یوروپین اور ۲۱۵۰۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے - اور انکے علاوہ کئی کنٹنجنٹ ہندوستانی ریاستون کی محافظت کے لیئے تھے جن کا خرچ یہ ہندوستانی رئیس اپنے پاس سے اُٹھاتے تھے +

۱۸۵۶ع مین بنگال کی سپاہ مین جو ہتر رجمنٹین پیادون کی تہین اور دس رجمنٹین آئینی سوارون کی اور ۱۸ رجمنٹین غیر آئینی سوارون کی تہین - پیادون کی سپاہ مین زیادہ تر اودھ کے برہمن اور راجپوت بھرتی ہوتے تھے اور تھوڑے سے ممالک مغربی و شمالی کے باشندے بمبئی کی سپاہ کے ایک حصہ مین بہی یہی راجپوت و برہمن سپاہی تھے - مدراس کی سپاہ مین مدراسی آدمی سپاہی تھے - علاوہ اس آئینی سپاہ کے غیر آئینی سپاہ اور مقامی فوج تھی - جسکا سب سے زیادہ قوی حصہ وہ تھا جس مین پنجاب مین سکھ اور پٹھان اور جنگجو قومین بھرتی ہوتی تہین - اس سپاہ کا نام پنجاب فرنٹیر فورسس (پنجاب کی سرحدی سپاہ) تھا - وہ شمالی سرحد کی محافظ تہی - اور پنجاب گورنمنٹ کے ماتحت تھی - ہندوستان مین توپخانون کا بڑا حصہ ہندوستانی سپاہیون کے پاس تھا +

یوروپین پیدل سپاہ کی تہائی اور تمام توپخانے گولہ انداز مقامی سپاہین تہین جو ایسٹ انڈیا کمپنی نے نوکر رکھی تہین کہ وہ ہندوستان مین ہمیشہ خدمت کیا کرین - انکی تعداد چودہ ہزار تھی +
۱۸۵۷ع مین تقریباً تمام بنگال کی سپاہ نے اور بمبئی کی سپاہ کے ایک حصہ نے اور شمالی ہند کی

سنہ ۱۸۵۷ع سے قبل ہندوستان مین سپاہ - غدر مین ہندوستانی سپاہ کا نیا انتظام

قسطنطنیہ کی بغاوت کی۔ مدراس کی سپاہ خیرخواہ رہی اور پنجاب کی سرحدی سپاہ صرف خیرخواہ ہی نہین رہی بلکہ بغاوت کے فرو کرنے مین اُسنے قابل تعریف خدمات کین ●

پہلے اس سے کہ امن وامان بحال ہو قدیمی بنگال کی سپاہ کا وجود بالکل باقی نہین رہا۔ گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی۔ اور سپاہ کا سارا انتظام تبدیل ہوا اور مقامی یوروپین سپاہ برخاست ہوئی اور توپ خانے جو پہلے ہندوستانیونکے پاس رہتے تھے وہ تقریباً کل برٹش کے حوالہ ہوئے۔ مقامی یوروپین سپاہ کی جگہ برٹش رجمنٹین ولایت سے آئین۔ یوروپین سپاہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ہندوستانی سپاہ کی تعداد بہت کم ہوگئی۔ بنگال اور بمبی و مدراس کی سپاہ بین جدا جدا ہین۔ جب نئے انتظام کی تکمیل ہوئی تو انڈیا مین کل سپاہ مین تقریباً ۶۲۰۰۰ یوروپین اور ۱۳۵۰۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے ●

سنہ ۱۸۷۹ء مین جو ہندوستان کی سپاہ کا کمیشن مقرر ہوا تھا۔ اسکی رپورٹ سے ان تمام تبدیلیون کا خلاصہ جو غدر کے بعد ہوئین لکھا جاتا ہے ●

"جب بغاوت بالکل فرو ہوئی تو سپاہ کے نئے انتظام مین یہ فیصلہ ہوا کہ انڈیا مین ہندوستانی اور یوروپین سپاہیونکے درمیان نسبت دو اور ایک سے کبھی زیادہ نہین ہونی چاہیے اور میدانی اور سب قسم کے توپ خانون مین بالکل یا تقریباً یوروپین سپاہی ہونے چاہئین۔ ملک مین جتنے قلعے ہین۔ اب ان مین یوروپین اور ملیٹری خدمات کرتے ہین تمام بھاری توپخانون اور میدانی توپخانون مین یوروپین سپاہی ہین۔ بغاوت نے ان سبقون کو سکھایا ہی کہ ان دوسرے اصولون کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے کہ ملک مین برٹش سپاہ اتنی رکھنی چاہیے کہ کوئی ان کا مقابلہ نکرے اور توپ خانے بالکل یوروپین کے ہاتھ مین ہونے چاہئین ●

اب ہمارا پوزیشن ملک مین بہت تبدیل ہوگیا ہے اور ۶۲۰۰۰ یوروپین سپاہی اس قوت سے بہت زیادہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء مین تھی۔ ان دنون مین برٹش سپاہ تھوڑی تھوڑی تمام ملک مین پھیلی ہوئی تھی اور یہ بات بڑی مشکل تھی کہ ایک جگہ مین تھوڑی سی بھی گورون کی سپاہ جمع کیجائے اسکے جمع کرنے مین التوا اور خرچ بہت ہوتا تھا۔ جب بغاوت ہوئی ہی تو مشکل سے کہہ سکتے ہین کہ چارسو میل ریل جاری تھی اور اب ۱۲۸۴۸ میل ریلوے جاری ہے سنہ ۱۹۰۲ء تقریباً ۲۸۰۰۰ میل

جاری تھی یا بن رہی تھی*

اب تمام ہماری چھاونیان اور قلعے اور سلحہ خانے سوائے ایک کے ایسے ہین ایک دوسرے کے ساتھ اور سمندر کے ساتھ ریلوے سے ملے ہوئے ہین - برٹش انڈیا کے اندر یا باہر کسی مقام پر لڑنیکے لیے ہماری یوروپین سپاہ کی قوت بہت بڑھ گئی ہی - مثلاً ۱۸۵۷ع مین سمندر سے لاہور تک ایک رجمنٹ جب پہنچتی کہ تین یا چار مہینے سفر کرتی - اب وہ کلکتہ سے لاہور تک ایک ہفتہ مین پہنچتی ہے انگلینڈ سے جو سپاہ ملک کیلیے آتی اسکو کیپ کے گرد تین مہینے بحری سفر کرنا پڑتا تھا - اب تیس دن مین انگلینڈ سے بمبئی مین سپاہ آجاتی ہی - اور برٹش سپاہ کی بڑی قوت اُنکے ہتیارون کے سبب سے زیادہ ہوگئی ہے اب اُنکے پاس بریچ لوڈنگ رائفل ہین - بغاوت کے زمانہ مین جو بورچھ وفو مین اور پہاڑی توپین تہین اُنکی جگہ رائفل فیلڈ بیس بڑی اعلےٰ طاقت کی ہین کوئی برخاش جو انڈیا کی حدود کے اندر یا سرحد پر ہو تو یہ اسلحہ ترقی یافتہ بہت بھاری کام کرین گی اسلیئے کہ افغانستان مین برہا مین نیپال مین گوالیار مین حیدرآباد مین اور دریائے ستلج کی ریاستون مین زیادہ تر سپاہ کے پاس سموتھ بور مزل لوڈنگ ہتیار ہین"*

۱۸۵۷ع مین بنگالی سپاہ مین پیدل اودھ اور ممالک مغربی شمالی کے برہمن اور راجپوت تھے - اگرچہ اُنکی جسمانی قوت اچھی تھی مگر وہ لڑنے مین بڑا مقتدر اثر نہین رکھتے تھے ہندوستانی سپاہ کی جو بڑی شہرت پہلے ہوگئی تھی - یقینی اس مین مبالغہ نہ تھا - بہت سی فتوح برٹش سپاہ کے سبب سے حاصل ہوئی تہین جو اُنکے ساتھ لڑائی مین ہوتی تہین - ۱۸۵۷ع کے واقعات نے بتلادیا کہ غارت وتباہ کرنے والے نتایج اس سبب سے پیدا ہوئے کہ سپاہ مین ایک ہی قسم کے سپاہی بھرتی ہوتے تھے جنکو جات کا تعصب زیادہ تھا کہ کسی اور قوم مین نہ تھا - اب انڈین سپاہ کے متن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرانا انتظام متروک ہوا - اِس رپورٹ مین لکھا ہے کہ "سپاہیون کے بھرتی کرنے کے مختلف انتظام ہین - بمبئی اور مدراس کے سپاہیون کی رجمنٹین سپاہ خیز مقامات کی اُن قومون وجاتون سے معمور ہوتی ہین جو ان ہی پریسیڈنسیون کے رہنے والے ہین اور بمبئی کی رجمنٹون مین سکھ اور ہندوستانی شمالی ہند کے مخلوط بھرتی ہین - سپاہ جو اس طرح مرکب کیجاتی ہے اُسکو مخلوط بھرتی کی سپاہ کہتے ہین جیسے اس زمانہ مین بہت سے صوبون کے مختلف نسلون اور

مذہبون کے سپاہی ایک ہی لین مین بہرتی ہین - بنگال اور پنجاب مین زیادہ تر فوجین کلاس کمپنی رجمنٹین کہلاتی ہین یعنے رجمنٹون مین تین یا زیادہ مختلف النسل اور مختلف الوطن سپاہی ہوتے ہین - لیکن ہر مذہب اور ہر نسل کی جدا جدا کمپنیان ہوتی ہین مثلاً پیدلون کی ایک رجمنٹ مین دو کمپنیان سکہون کی دو کمپنیان ہندوستانی برہمنون اور رجپوتون کی دو کمپنیان پنجابی مسلمانون کی ایک کمپنی دریائے سندھ کے پار کے پٹھانون کی اور ایک کمپنی کانگڑہ کے یا جمون کے پہاڑون کے ڈوگرون کی ہین اسکو کلاس کمپنی رجمنٹ کہتے ہین - ہر کمپنی مین اُسی کے نسل و جات و مذہب کے ہندوستانی افسر ہوتے ہین - شمال سپاہ مین محدود کلاس رجمنٹین ہین جن مین ایک ہی جات و قوم کے سارے سپاہی کل رجمنٹ مین ہوتے ہین مثلاً گورکھون کی رجمنٹ مین صرف نیپالی پہاڑون کے جفاکش کوتاہ قد گورکھیے بہرتی ہین - پائی اونیر رجمنٹین ہین جن مین صرف مذبی سکھ ہین جو سکھونکی سلطنت مین جات باہر ذلیل قوم وزدی پیشہ تھے - اب وہ شمالی سپاہ مین گل سرسبد ہے +

اب آخر چند سالون مین بنگال و بمبی و مدراس کی سپاہون مین ایسی عمدہ تبدیلیان ترمیمین ہوئی ہین جنسے جنگی قوت بہت زیادہ ہو گئی ہے - بنگال کی سپاہ مین بہی کلاس رجمنٹ کا نظام جاری کیا گیا ہے - اب اسکی ہر رجمنٹ مین ایک ہی قوم کے سپاہی ہین جیسے برہمن - رجپوت جاٹ جیسی صورت ہو - اب بمبی کی سپاہ مین ہندو سکھ نہین بہرتی ہوتے - انکی خود پلٹنین جدا بن گئی ہین یا کلاس کمپنی رجمنٹین بنی ہین جو پنجاب یا برہما مین خدمت کرتی ہین - تقریباً سوارون کی تمام رجمنٹون مین سوائے مدراس کے بڑے بہادر سپاہی بہرتی ہین +

مدراس کی سپاہ مین بہت تبدیلیان ہوئی ہین جسکا بڑا سبب یہ ہے کہ ملک برہما الحاق کیا گیا - جس مین سپاہ کا رکھنا ضرور ہوا - اور کئی پلٹنین جنمین مدراس کے سپاہی بہرتی تھے اور پہلے اِن مین کلاس کمپنی رجمنٹین تہین سو اب انکی جگہ پنجابی اور گورکھیے اور شمالی انڈیا کے آدمی ممدود ہین - تجربہ یہ بہی کیا گیا ہے کہ موپلا اور کورگ کے آدمیونکی بہی کلاس رجمنٹین بنائی گئی ہین امید کہ سپاہ کے لیئے مفید کنٹنجنٹین انکی ہونگی +

ہندوستانی سپاہ مین سپاہی خود اپنی مرضی سے نام لکہاتے ہین - سرکار سے پیدلون کو وردی ہتیار

سپاہ کی ترکیب موجودہ اور اسکی جنگی لیاقت

اور ساز و سامان ملتے ہین۔ مگر سپاہی اپنی خوراک کا آپ بندوبست کرتے ہین اور اس ملک کے دستور کے موافق وہ رہنے کے لیئے اپنی لین مکانون کی آپ بناتے ہین۔ اس کام مین انکی مدد کچھہ سرکار کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔ سمندر پار یا ہند کی سرحد سے باہر لشکرکشی مین جب جاتے ہین تو کمسریٹ سے انکو خوراک ملتی ہے۔ لیکن مدراس مین جدا قاعدہ ہے جسکو سلحہ دار نظام کہتے ہین کہ سپاہی اپنی وردی اور ہتیار باستثناے بیچ لوڈنگ کاربائن کے اور ساز و سامان اور گھوڑے اُنکے اپنے ہوتے ہین۔ اور اپنے پاس سے گھوڑون کو کھلاتے ہین اور خود کھاتے ہین۔ اپنی لینین خود بناتے ہین اور اپنے آپ ہی سفر مین کیمپ کا سامان تیار کرتے ہین اور گاڑیان اپنی رکھتے ہین۔ انکی تنخواہ کی شرح ایسی ہو کہ وہ ان سب خرچون کو اچھی طرح اٹھا سکتے ہین ؛

بہت سے ماخذ ہین جہان سے ہندوستانی سپاہی بھرتی ہوتے ہین۔ اُنکی سپاہیانہ لیاقتون مین بڑی بوقلمونی ہو۔ زمانہ حال مین ایسی تدابیر کی گئی ہین جن کا مقصود یہ ہے کہ گورنمنٹ انڈیا اس قابل ہو کہ حتی الامکان بہت جلد وہ نہایت بڑی سپاہ بہادر سپاہیون کی میدان جنگ مین لا سکے۔ مشکل ہے کہ کسی ملک مین سکھون پٹھانون گورکھون سے زیادہ اچھے سپاہی مل سکین۔ انکی تعداد بہت جلد تھوڑے دنون کی اطلاع مین زیادہ ہوسکتی ہے۔ اسمین شبہ نہین کہ ہندوستانی سپاہ کا بڑا حصہ یورپ مین سلطنتون کے سپاہیون کی برابر ہے اور ہر مقام پر خواہ کہین ہو وہ برٹش سپاہیون کے پہلو مین کھڑی ہو کر لڑ سکتی ہو ؛

اس مین شک نہین کہ ہندوستانی سپاہ کا نہایت کارگزار حصہ شمال کا ہی جو پنجاب اور شمالی مغربی سرحد پر رہتا ہو۔ اس مین ہندوستان کی سب سے زیادہ طاقتور جنگی نسلون کے سپاہی ہین عمدہ سپاہون مین گورکھون کی پلٹنین ہین جنسے لڑنے کی صفتون مین مشکل سے کوئی اور سپاہ سبقت لیجا سکتی ہے۔ پنجاب کی سرحدی سپاہ جو نہایت کارپرداز سپاہ ہو چند سال گزرے کہ وہ ایک جدا سپاہ تھی جو گورنمنٹ پنجاب کے ماتحت رہتی تھی اگرچہ وہ اب اور سپاہ کی طرح کمانڈر انچیف کے ماتحت ہو گئی ہے مگر وہ اپنا جداگانہ ہی انتظام رکھتی ہو۔ بنگال سپاہ کا نام کچھہ چلا جاتا ہو مگر یہ نام اُسکا غلط ہے۔ اسمین ایک بنگالی بھی سپاہی نہین ہے اُسکا بہت تھوڑا ہی حصہ بنگال مین رہتا ہو۔ خاص بنگال مین کئی ہزار سپاہی اس ریلوے کے متصل رہتے ہین جو کلکتہ کو شمالی

سے ملاتی ہے اور نیپال کی اور پہاڑی ریاستون کی سرحدون پر اور اکثر کلکتہ مین اور اسکے ہمسایہ مین چار یا پانچ ہزار رہتی ہے۔ اِنکے سوائے بنگال کی قلمرو مین جسکے اندر ۸۰۰۰۰۰۰۰۔ آدمی رہتے ہین۔ کہین سپاہ نہین رہتی۔ بقول ہنٹر صاحب غالبًا بنگال مین چار کروڑ آدمی رہتے ہین جنہون نے کبھی سپاہی کا چہرہ اور سنگین کی چمک نہین دیکھی +

جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک ہندوستانی سپاہ کے افسرون کا لقب انڈین سٹاف کورپس تھا اسی مین سے ہندوستانی سپاہ کے انگریزی افسر مقرر ہوتے تھے۔ سنہ ۱۸۶۱ء مین جب ہندوستانی سپاہ کا از سرِ نو انتظام ہوا تھا تو تینون بنگال و مدراس اور بمبئی کے لیے جدا جدا سٹاف کورپس قائم ہوا تھا۔ اول کورپس کے افسر ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپاہ سے منتقل تبدیل ہوتے تھے پیچھے وہ برٹش رجمنٹون سے منتقل ہونے لگے۔ سنہ ۱۸۹۱ء مین یہ تینون سٹاف کورپس ملکر ایک ہوگئے اور انڈیا کی سپاہ کے افسر تعداد مین ۲۷۰۰ تھے۔ ان کا تقرر اکثر سینڈہرسٹ شاہی کالج کے امیدوارون مین سے ہوتا ہے لیکن بعض اس برٹش سپاہ سے بھی مقرر ہوجاتے ہین جو انڈیا مین ملازمت رکھتی ہے۔ ہندوستان کے اندر برٹش رجمنٹ مین ایک سال کی خدمتگزاری کے امتحان کے بعد اور دوسرے سال ہندوستانی رجمنٹ مین خدمت گزاری اور دیسی زبانون اور اپنے پیشہ کے کامون مین امتحان کے بعد وہ سٹاف کی ملازمت اور انڈیا کے کسی حصہ مین کمانڈ پانے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ رجمنٹون مین افسرون کے تقرر کی یہ صورت ہے کہ جس ملک کی شاخ سے سپاہ متعلق ہوتی ہے معمولی ہے کہ اسمین افسر رہتا ہے جس مین اُسکا اصلی تقرر ہوا تھا۔ لیکن وہ دوسری رجمنٹ مین جو دوسرے کمانڈ سے متعلق ہو تبدیل ہوسکتا ہے۔ ہندوستان کی سپاہ مین افسر سٹاف ہی مین صرف ملیٹری عہدے نہین رکھتے بلکہ ان مین بہت سے سول عہدون پر بھی مقرر ہوجاتے ہین وہ زیادہ تر پولٹیکل عہدون پر مقرر ہوتے ہین غیر آئینی اضلاع مین وہ بہت سے انتظامی اور جوڈیشل عہدون پر بھی مامور ہوجاتے ہین +

سنہ ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستانی سپاہ اکثر وہ خدمات بجا لاتی تھی جو اصل مین پولیس سے متعلق ہین۔ جب بغاوت کے بعد سپاہ مین ۹۰۰۰۰ سپاہیون کی تخفیف ہوئی تو تمام ہندوستان مین پولس کا از سرِ نو انتظام ہوا۔ پس جنگی فرائض کے ادا کرنیکے لیے آدمیون کی تخفیف جس قدر اعداد سے معلوم ہوتی ہے وہ نہین ہوئی۔ دیہات کی پولیس کو جس مین سات لاکھ چوکیدار ہین

خارج کرکے باقاعدہ پولس کی فوج انڈیا مین ۰۰۰ء۱۷ افسرون اور کنسٹبلون کی ہی جن مین نصف سے زیادہ کے پاس بندوقین ہین وہ تھوڑی یا بہت قواعد بھی جانتے ہین انڈیا کا کوئی حصہ ایسا نہین ہے کہ جس مین آدمیون کی یہ عادت ہو کہ اپنے ساتھ ہتیار رکھتے ہون یا اکثر ہتیار اُنکے قبضہ مین ہون ایسے موقع شاذونادر ہوتے ہین۔ شاید بحساب اوسط دو یا تین سالانہ ہوتے ہونگے جن مین ہندو مسلمانون کے یا اور قومون کے مذہبی فساد ایسے ہوتے ہون کہ جن مین سول کے حکام کی امداد کرنے کی ضرورت سپاہ کو پڑتی ہو۔ جب یہ خیال کیا جائے کہ یوروپ کی پانچ دول عظیمہ کی کل آبادی سے زیادہ ہندوستان کی آبادی ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شر و فساد ہونا اُنکی طبیعت مین داخل ہے +

سپاہ مین اضافہ ہونا

۱۸۸۵ء مین افغانستان کی سرحد پر جب روسیون نے اپنا مقام بدلا اور لڑائی کا اندیشہ ہوا تو یہ ضرور ہوا کہ برٹش گورنمنٹ یوروپین اور ہندوستانی سپاہ بڑہائے۔ پس برٹش سپاہ مین پیدل سوارون و توپچیون کا اضافہ گیارہ ہزار افسر اور سپاہیون کا ہُوا۔ اور ہندوستانی سپاہ اُنیس ہزار زیادہ کی گئی۔ پیدلون مین پانچ گورکھون کی پلٹنین زیادہ ہوئین۔ پس کل سپاہ مین تیس ہزار سپاہیون کا اضافہ ہوا۔ ۱۸۹۰ء مین کل سپاہ سب قسم کی تقریبًا ۲۲۳۰۰۰ تھی جن مین ۰۰۰ء۷۰ یوروپین سپاہی تھی۔ اس سے ریزرو سپاہ خارج تھی جن مین وہ سپاہی تھے جنھون نے انگریزی علمون کے نیچے پانچ سال سے بارہ برس تک خدمت کی تھی۔ اب ریزرو مین بیس ہزار سپاہی ہین۔ انجام مین اُنکی تعداد بہت زیادہ ہو جائیگی +

سپاہ کی صحت

اس تعداد کے بڑہنے کے سوائے برٹش سپاہ کے مؤثر ہونے کی بہت افزایش اور سببون سے بھی ہوئی ہے جب سے گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین منتقل ہوئی ہے۔ سپاہ مین سپاہیون کی صحت کی حالت مین بہت ترقی ہوئی ہے۔ ۱۸۵۹ء مین جو شاہی کمیشن کی صحت کی تحقیقات کے لیئے مقرر ہوا تھا اُسنے اطلاع دی کہ چالیس سال مین جو ۱۸۵۶ء مین ختم ہوتے ہین۔ برٹش سپاہ مین اوسط شرح اموات ۶۹ فی ہزار تھی۔ اسی زمانہ مین انگلستان کی اوسط اموات سے یہ ہندوستان کا اوسط اموات چھ گنا تھا۔ کمیشن نے اپنی امید ظاہر کی کہ اگر حفظ صحت کی تدابیر کی ترقی کیجائے تو یہ شرح اموات گھٹ کر ۲۰ فیصدی سے یا اس سے بھی کم ہو سکتی ہے +

یہ بات اُنکی توقع سے بھی زیادہ پوری ہوئی ۱۸۷۹ء تک جو دس سال گزرے ہین ان مین شرح اموات

۱۹ فی ہزار تھی۔ اور حال کے سالون مین شرح اموات ۱۶ فی ہزار سے بھی کم ہے۔ بادشاہی کمیشن نے شرح اموات مین ان سپاہیون کی تعداد بھی شامل کرلی تہی جو چالیس برس سابق لشکر کشیون مین مرے تھے اسلیئے پہلے مقابلہ صحیح نہین کیا۔ اگر ان اموات کو بھی حساب مین سے نکال لین توبھی ہندوستان کی شرح اموات بہت زیادہ تھی +

انڈیا مین سپاہیون کے تحفظ صحت مین کوئی بات اُٹھا نہین رکھی۔ اب وہ بارکون مین بہت آسایش سے صحیح و تندرست رہتے ہین۔ البتہ اُنکو یہانکی آب و ہوا ستاتی ہی جسپر گورنمنٹ کوئی اپنا اختیار نہین رکھ سکتی۔ یہان سے زیادہ کسی اور ملک مین سپاہ کے لیئے حفظان صحت کا سامان نہین ہی۔ ہر ایک رجمنٹ اور بیٹری۔ اور ڈپو مین ایک رجمنٹ کا انسٹی ٹیوٹ ہی اور سپاہیون کا ایک قسم کا کلب بھی ہے۔ اسمین ریفرشمینٹ کے کارخانے ہین۔ پڑہنے کے لیئے کتب خانے ہین اور تفریح کیلئے کمرے بھی ہین۔ اور مے نوشی کی ممانعت کرنی والی ایسی سوسائٹی کا بھی کمرہ ہے۔ اور بھی ایڈ بہی ہے سپاہیون کو شراب پلانی کم کردی گئی ہے۔ اور اُسکے گھٹانے کے لیئے اور مفید مشغلونکے بڑہانے کے لیئے سپاہیون کی ہمت بڑہائی گئی ہے۔ ہمالیہ اور اور پہاڑون مین ایسی چھاونیان بنائی گئی ہین کہ ان مین کل سپاہ کے پچیس فیصدی سپاہی رہ سکتے ہین۔ رجمنٹ کے اسکول قائم کیئے گئے ہین جن مین سپاہیون کی کچھ اولاد سرہنری لارنس کے لے سائی ملیون مین تعلیم پاسکتے ہین جو پہاڑون مین سرہنری لارنس نے قایم کی تہین۔ اور اب گورنمنٹ اُنکی امداد کرتی ہے +

انڈیا مین اور جنگی قوت بڑھانے کی بہی تدابیر کی گئی ہین۔ شمال مغربی سرحد پر جن مقامون مین حملہ کا ہونا ممکن ہے۔ اُنکی بڑی محافظت کی گئی ہے اور وہان حصن حصین بنائے گئے ہین۔ اور وہ ریلون سے ملادیئے گئے ہین۔ بڑے بڑے بندرگاہ نہایت مستحکم متحصن اور زمانۂ حال کی فوجون سے مسلح کیئے گئے ہین۔ ٹرٹ جہازون اور تارپیڈو اگن بوٹون اور تارپیڈو بوٹون کے چھوٹے چھوٹے جہازون سے بندرگاہونکی محافظت کی گئی ہی۔ ہندوستانی اور وولنٹیرون کو سب سے پچھلی پیٹنٹ بندوقین دی گئی ہین اور عنقریب دی جائین گی۔ اور ایک کورڈائیٹ فیکٹری (اسلحہ بنانے کا کارخانہ) قائم ہوئی ہے جسکے سبب سے سپاہ ضرورت کی صورت مین میگزین خود اپنے آپ زیادہ تر سرانجام کرے گی۔ ایک اور تدبیر یہ کی گئی ہے کہ وولنٹیر فوج

بنائی گئی ہے۔ بالفعل انڈیا مین ۳۰۰۰۰ وولنٹیر ہین۔ جنکے پاس ہتیار اچھے ہین وہ خوب کام کر سکتے ہین۔ اگر یہ سپاہ ۱۸۵۷ع مین ہوتی تو بہت سے حادثات کو نہ واقع ہونے دیتے ✤

انڈیا مین سپاہ کی حکومت عظیمہ قانون کے موافق گورنر جنرل مع کونسل کو حاصل ہے کونسل کے ملیٹری ممبر کے ذمے ملیٹری ڈپارٹمنٹ کے انتظام کی ذمہ داری ایسی ہی جیسے انگلینڈ مین وار افسر کو ہوتی ہے۔ گورجنرل مع کونسل کے انتظامی تسلط کے ماتحت سب سے بڑا اگزیکیوٹو افسر کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔ سنہ ۱۸۹۳ع تک اسکو کمانڈ خاص بنگال پریسیڈنسی کی سپاہ پر تہا اور اسکو ایک تسلط مدراس اور بمبئی کی سپاہون پر تہا۔ جنکے جدا جدا مقامی کمانڈر انچیف تھے۔ اسی وقت تک یہان کی گورنمنٹین خاص انتظامی اختیارات رکہتی تہین۔ انڈیا مین گو ملیٹری حکومت آخرکار گورنر جنرل مع کونسل اور کمانڈر انچیف کے ہاتھ مین تہی مگر یہ تسلط کا نظام جو منقسم تہا اس سے تکلیف خاص کر لڑائی کے وقت ہوتی تہی۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ وہ تبدیل ہونا چاہیئے اور مدراس اور بمبئی کی سپاہین آیندہ اس مستثنے حالت مین نہ رہین کہ وہ کچہ پریسیڈنسیون کی گورنمنٹون اور کمانڈر انچیفون کے ماتحت رہین۔ یہ ضروری تبدیلی بغیر پارلیمنٹ کے حکم کے نہین ہو سکتی تہی سو یہ اسکا حکم سنہ ۱۸۹۳ع کے آخر مین ہو گیا۔ اس التوا نے اور انتظام سپاہ کی بہت سے اصلاحون اور ترمیمون کو روکا نہین۔ اور سنہ ۱۸۹۳ع سے پہلے سوائے مڈیکل ڈپارٹمنٹ کے کل سپاہ کے ڈپارٹمنٹس سپریم گورنمنٹ کے ماتحت ہو گئے ✤

ایکٹ سنہ ۱۸۹۳ع نے پروونسل کمانڈر انچیف کے عہدون کو موقوف کیا۔ اس ایکٹ کے موافق وہ اختیارات جو پہلے کام مین آتے تھے۔ ایسے افسر کو دیئے گئے جو بشرط منظوری گورنر جنرل مع کونسل کے انڈیا مین کمانڈر انچیف مقرر ہو۔ کمانڈر انچیف انڈیا کے اختیارات کی توسیع کل انڈیا مین ہوئی۔ اور تمام ملیٹری تسلط جو مدراس اور بمبئی گورنمنٹون کو تہا وہ موقوف کیا گیا۔ اور گورجنرل مع کونسل کے ہاتہ مین آیا۔ اور ان پریسیڈنسیون مین جو سپاہ کے کمانڈنگ افسر ہون انکا ان پروونشیل کونسلون کا ممبر ہونا موقوف ہوا ✤

ان تبدیلیون کے نتایج اپریل سنہ ۱۸۹۵ع مین یہ ظہور مین آئے کہ چار بڑے کمانڈ مقرر ہوئے۔ جن مین سے ہر ایک کے لیئے لفٹننٹ جنرل مقرر ہوا جو کمانڈر انچیف کی کمانڈ کے براہ راست

ماتحت ہو انجاب کمانڈ مین پنجاب اور شمال مغربی سرحدی پروونس مع سرحدی سپاہ کے جو جداگانہ اپنا انتظام رکھے داخل تھے۔ بنگال کمانڈ مین وہ ممالک داخل تھے جو سول گورنمنٹ بنگال اور آسام اور اضلاع متحدہ آگرہ اور اودھ مین ہین۔ مدراس کمانڈ مین سنہ ۱۹۰۳ء کے شروع تک صرف کل مدراس پریسیڈنسی ہی داخل نہ تھی بلکہ ملک برہما بھی داخل تھا جو اب ایک جداگانہ کمانڈ ہوگیا ہے۔ بمبئی کمانڈ مین بمبئی پریسیڈنسی اور بلوچستان اور راجپوتانہ کا ایک حصہ اور سنٹرل انڈیا داخل ہین +

ہندوستانی ریاستون کی سپاہ

ہندوستانی رئیسون کی سپاہ کا اب تک کچھ ذکر نہین ہوا اُسکی تعداد کاغذ پر بڑی دہشتناک معلوم ہوتی ہے۔ بعض تخمینون کے موافق اُنکی تعداد ۸۵۰۰۰ ہے لیکن اسمین سے بہت تھوڑا ہی سا حصہ ہے جو سپاہیانہ انتظام رکھتا ہے۔ اسمین زیادہ ایسے آدمی بھرتی ہین کہ مشکل سے وہ سپاہی کہلائے جا سکتے ہین۔ رئیسون نے بغیر اس خیال کے کہ وہ کہین لڑائی مین جا کر کبھی ذرا سا بھی کام کرینگے۔ محض اپنی نمایش کیلئے زیادہ تر سپاہی رکھ چھوڑے ہین +

پس اس سپاہ مین مسلح آدمی سردارون اور رئیسون اور امیرون کے اردلی یا سپاہی ہین تقریبًا سب کو پولس کی جماعت مین داخل کر سکتے ہین +

کل ہندوستانی والیان ملک کی سپاہ مین گوالیار کی سپاہ کا پورا انتظام سپاہیانہ ہے۔ اسمین ۱۱۰۰۰ سپاہی ہین جن مین ۶۰۰۰ سوار ہین جنکی وردیان اور قواعد خاصی ہین اور کئی آرٹلری کی بیٹریان بھی باساز و سامان ہین۔ اِس سپاہ مین بہت تھوڑے سے آدمی اِس ملک کے باشندے ہین اور بہت سے سپاہی انگریزی ممالک کے ہین۔ اور اسمین انہین جاتون کے سپاہی ہین جو سنہ ۱۸۵۷ء سے پہلے بنگال کی سپاہ مین تھے۔ سیندھیا کی گورنمنٹ مرہٹہ ہے جو اس ملک کے آدمیون سے غیر واجنبی ہے۔ یہان باشندون کو نوکری کیطرف رغبت نہین۔ وہ جنگ کو پسند نہین کرتے۔ یہ سپاہ ان عہدنامون کے موافق رکھی جاتی ہے جو برٹش گورنمنٹ سے ہوئے ہین +

ہندوستانی ریاستون مین سب سے بڑی سپاہ ریاست نظام حیدرآباد کی ہے۔ نظام کی گورنمنٹ بھی ملک سے غیر اور اجنبی ہے اسکی سپاہ کا تخمینہ ۴۵۰۰۰ کیا گیا ہے۔ بہت سے سپاہی اسمین سرحدی پٹھانون مین اور باقی اور اجرت دار سپاہی دور دور کے اضلاع کے ہین۔ نظام کی کوئی مفید خدمت نہین کرتے۔ مگر انکی پاسبانی اور نگہبانی کیلئے ضرور ہے کہ حیدرآباد مین

ہندوستانی اور یورپین سپاہ رکھی جائے۔ وہان ایک ہندوستانی سپاہ ہے جسکو حیدرآباد کنٹنجنٹ کہتے ہین۔ اسمین پہلے سات ہزار سب قسم کے سپاہی تھے اور اُنکے افسر انگریز تھے لیکن فی الحال اسکی تعداد کم ہوگئی ہے اور اسکا خرچ برٹش گورنمنٹ حیدرآباد اُٹھاتی ہے۔ اس کنٹنجنٹ کا خرچ صوبہ برار کی آمدنی سے اُٹھتا تھا جو اسی مطلب کیلیئے ۱۸۵۳ء مین بموجب معاہدہ کے جو نظام سے ہوا تھا گورنمنٹ کے حوالہ کیا گیا تھا مگر اب وہ حقیقت مین گورنمنٹ ہی کا ملک ہوگیا ہے ؛

راجپوتانہ کی سپاہ محض کاغذی ہے اسکی تعداد کوئی سپاہیانہ معنے نہین رکھتی۔ اسمین زیادہ تر سپاہی نہین ہین مگر رجپوت ہین جو سپاہی سمجھے جاتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ رجپوت راجہ اور اُنکی پرجا برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہ ہے ؛

سکھون کی ریاستون کی سپاہ قابل بیان ہو۔ انڈین آرمی کمیشن اسکی نسبت لکھتا ہی کہ ”اِن کا مادہ اچھا ہے لیکن افسر اچھے ہین۔ اِستے موقعون پر برٹش تاج کی اچھی خدمات کی ہین وہ اپنے راجاؤن کے خیرخواہ ہین جو خود برٹش گورنمنٹ کے بڑے وفادار نیک خواہ ہین برسون سے دونون مین آپسمین نیک اور خیرخواہانہ سلوک چلے آتے ہین ؛

ہندوستان کی ریاستون کے پاس ہتیار اچھے نہین نہ بندوقین اچھی ہین نہ توپین بقول سر لیپل گریفن کے کہ ایک کم بخت سپاہ آخر کی بہرتی ہے جو قواعد نہین جانتی ہماری دو تین رجمنٹین اور ایک ایسی توپخانہ اِن مین سے پچاس ہزار سپاہ کو مار کر بھگا سکتا ہے سپاہ کے جو معنے ہین وہ انپر صادق ہی نہین آسکتے ؛

ایک بڑی ترقی اوپر کی باتون مین یہ ہوئی ہے کہ لارڈ ڈفرن کے عہد حکومت مین کئی ہندوستانی والیان ملک سے جنکے پاس اسپاہون کا مصالحہ جنگ اچھا تھا یہ انتظامات کیئے گئے ہین کہ وہ اس منتخب سپاہ کی تعداد مقرر کرین کہ جن کا وہ خود خرچ اُٹھائین اور اُنکے پاس ہتیار اور وردیان اچھی ہون اور انکو قواعد انگریزی سکھائی جائے اور سارا انتظام اُن مین وہ ہو جو انگریزی سپاہ مین ہوتا ہے۔ ان مین وہ قابلیت پیدا ہو کہ برٹش سپاہون کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوکر میدان جنگ مین دشمن سے لڑین۔ ریاستون نے وعدہ کیا ہے کہ بار برداری سمیت سپاہ کو طیار کرینگی یہ ان

ہندوستانی امپیریل سروس ٹروپس

خاص کمن سٹنجنٹون کی تعداد ۰۰ ۵ ۷ ایسے سپاہیون کی ہی۔ افسر اور سپاہی زیادہ تر دونو ہندوستانی ہین جو اسی ریاست کے باشندے ہین۔ لیکن برٹش افسر مقرر ہین جو انکی غور و پرداخت کرتے ہین وہ انکا معائنہ کرتے ہین اور جو ان مین قصور ہوتا ہے اُسے بتا دیتے ہین۔ اس سپاہ کا نام امپیریل سروس ٹروپ ہی۔ کشمیر کی سپاہ نے ناگر کی کوہستانی ریاستون کے فتح کرنے مین عمدہ خدمات کین اور بڑی بہادری اور جوانمردی اپنی دکھائی۔ اسکے بعد اور ریاستون کی کنٹنجنٹون نے جنگ تیراہ مین اور شمالی مغربی سرحد کی اور لشکرکشیون اور حال کی چین کی مہم مین اپنے تئین ثابت کیا کہ ہماری سپاہ پر ایک قیمتی اور تیز و خیرخواہ اضافہ ہی*

باب پانزدہم

سول سروس (ملکی خدمات)

سول سروس کا ترجمہ ملکی خدمت کیا جاتا ہے جو فوجی خدمت نہو۔ فوجی خدمت کو انگریزی مین ملیٹری سروس کہتے ہین۔ اصول جسکے موافق سول سروس (ملکی خدمات) پر آدمیون کا تقرر ہوتا ہے مدت گزری کہ ہندوستان مین پبلک سروس (سرکاری خدمت) کے لیئے اعلی فروغ مین افسرون کے مقرر کرنیکا یہ اصول قرار پایا تھا کہ انگلستان مین حکام اِنکے لیئے نوجوانون کا انتخاب کرین۔ یہ انتخاب انڈیا مین نہو اور جب اول انکا انتخاب ہوجائے تو پھر گورنمنٹ انڈیا کو اُنکے تقرر و ترقی کے باب مین اختیار کلی حاصل ہے*

کوونینٹڈ سول سروس (متعہد خدمات)

لفظ کوونینٹڈ کا ترجمہ متعہد کیا جاتا ہے اسکے معنے یہ ہین کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اعلی درجہ کے ملازمین کو حکام متعہدین داخل ہونیکے لیئے لازم تھا کہ وہ اِن باتون کا معاہدہ کرین کہ وہ کبھی تجارت نہین کرینگے۔ تحفہ تحائف کسی سے نہین لینگے۔ اپنے کنبے کی پنشن کے لیئے چندہ نہین جمع کرین گے اور بعض اور باتون کا معاہدہ ہوتا۔ یہ دستور ہوگیا ہے کہ کامیاب اُمیدوار بعد آخر امتحان کے حکام متعہدین داخل ہونیکے لیئے سکرٹری اوف سٹیٹ سے اپنے تقرر سے پہلے وہ معاہدے کرتے ہین جو اوپر

بیان ہوئے ہو

۱۷۹۳ء کے سٹے ٹیوٹ (آئین پارلیمنٹ) کی ۱۸۶۱ء کے آئین پارلیمنٹ نے ترمیم کی جو حکام متعہد انگلینڈ مین مقرر ہون انکو یہ استحقاق حاصل ہو کہ معمولی حالتون مین وہ سارے اعلیٰ سول کے عہدہ ان پر جو کونسل کی ممبری کے ماتحت ہین مامور ہون جنکی تفصیل یہ ہے گورنمنٹ کے سکرٹری۔ اکونٹنٹ ڈپارٹمنٹ کے افسر اعلیٰ۔ سول سیشن جج۔ ضلع کے مجسٹریٹ وکلکٹر آئینی اضلاع مین۔ جنٹ واسسٹنٹ مجسٹریٹ اور کلکٹر۔ بورڈ روی نیو کے ممبر وسکرٹری۔ کمشنر روی نیو اور اور عہدے۔ جو لوگ کہ حکام متعہد کے زمرہ مین نہین ہین۔ وہ خاص صورتون مین سکرٹری اوف سٹیٹ کی اور اسکی کونسل کے ممبرون کی کثرت رائے سے عہدہائے مذکورہ پر مقرر ہوسکتے ہین۔ یہ پارلیمنٹ کی آئین اب بھی جاری ہین مگر ابھی آگے بیان ہوگا کہ ایک بڑی بات مین ان کی ترمیم اور قوانین سے ہوگئی ہے ؞

۱۸۵۳ء تک حکام متعہد کا تقرر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرز کے نامزد کرنیسے ہوتا تھا اس سنہ مین پارلیمنٹ نے یہ نظام نامزد کرنے کا موقوف کر دیا۔ اور تمام برٹش رعایا کے لیئے بغیر امتیاز نسل کے ایک قاعدہ عام مقابلہ کے امتحان کا مقرر کیا جسکو پبلک کم پی ٹی شن کہتے ہین ۱۸۵۴ء مین ایک کمیٹی نے جسکے پریسیڈنٹ لارڈ مکولی تھے۔ اس مقابلہ کے امتحان کے لیئے قواعد مقرر و مرتب کرنیئے گو ان قواعد مین وقتاً فوقتاً تبدیلیان ہوتی ہین۔ مگر زیادہ حصہ انکا بدستور قائم رہا۔ اس مقابلہ کے امتحان کا مقصد اعظم یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ انڈیا کی سول سروس کے لیئے ایسے نوجوان ہاتھ آئینگے۔ جنھون نے انگلینڈ مین وہ تعلیم پائی ہو جو بہتر و آزادانہ وکامل وہان ہوسکتی ہو۔ برطانیہ اعظم اور آئرلینڈ کی یونیورسٹیون کے اونر سکول کے مضامین زیادہ تر مقابلہ کے امتحان کے نصاب مین داخل تھے۔ امیدوارون کی عمر کی قید بدلتی رہی ۱۸۹۲ء مین ۲۱ سال سے ۲۳ سال ہوگئی۔ کامیاب امیدوارون کو ایک امتحانی سال ملتا جسکے آخر مین وہ ان مضامین مین آخر امتحان دیتے جو خاص ہندوستان مین انکے فرائض خدمت سے متعلق ہوتے۔ پس جو امیدوار ان مضامین مین کافی علم رکھتے تو وہ انڈیا کی سول سروس پر مقرر ہونے اور کسی یونیورسٹی یا کالج مین جو سکرٹری اوف سٹیٹ منظور کرتا امیدوارونکے رہنے کے لیئے امتحانی سال مین سو پونڈ دیئے جاتے ؞

اب کوئی شخص شبہ نہین کرتا کہ اِس مقابلہ کے امتحان کے نتایج مین کامیابی ہوئی
مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ قدیمی نظام جو افسرون کے نامزد کرنے کا تہا اُنسے بہتر افسر اب مقابلہ کے
امتحان سے مقرر ہونے لگے۔ یہ تحقیق ہی کہ انکی خدمات کے عام اثر مین کچہہ فرق نہین آیا +

انڈیا کی سول سروس کے زمرہ سے زیادہ تعریف کے قابل کسی ملک مین سول کے ملازم
نہین ہین اور صرف اسمین حکام متعہد ہی نہین داخل ہین بلکہ اسکے فروع کے اور افسر بہی اور بہت سے ملیٹری
(فوجی) افسر بہی داخل ہین جو کامیابی کے معین ہین +

اگرچہ حکام متعہد ہونے کے لیئے مقابلہ کا امتحان برٹش رعایا کے سب فرقون کے لیئے عام
تہا لیکن اسمین بہت ہی تہوڑے ہندوستانی امیدوار کامیاب ہوئے۔ جنکو یہ عہدے سول کے ملے ۱۹۰۲ع
مین ۱۰۶۷ عہدہ دارون مین چالیس ہندوستانی تھے۔ ہندوستانیون کے لیئے اور وسائل اعلے
عہدون کے پانیکے لیئے پیدا کیئے گئے +

پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً ایسی تدابیر و تجاویز کرتی رہی کہ ہندوستانیون کو انتظام ملکی مین بڑا
حصہ ملے بابت ۱۸۳۳ع مین پارلیمنٹ نے اِس ایکٹ کا اعلان کیا کہ ممالک مذکور کا نہ کوئی باشندہ اور
نہ کوئی اصلی پیدایش کی رعیت ملکہ معظمہ کی جو اِن مین رہتی ہے۔ اپنے مذہب۔ جنم بہوم۔ نسب
رنگ۔ یا اِن مین سے کسی ایک کے سبب سے کسی جگہ وعہدہ و نوکری کے پانیسے ایسٹ انڈیا کمپنی
کے ماتحت محروم نہین کیے جائین گے۔ لیکن جب سے کہ نامزد کرنے کا نظام موقوف ہوا کوئی ہندوستانی
حاکم متعہد نہین مقرر ہوا۔ ۱۸۵۸ع مین کمپنی کے ہاتھ سے گورنمنٹ انڈیا ملکہ معظمہ کے ہاتھین منتقل ہوئی
تو ۱۸۵۳ع مین جو نظام داخل ہوا تہا جسکے موافق عام مقابلہ کے امتحان مین دونون انگریز اور ہندوستانی
برابر تھے پہر دوبارہ نافذ ہوا کہ نومبر ۱۸۵۸ع کو ملکہ معظمہ کی مرضی سے اشتہار جاری کیا گیا جس مین لکہا
تہا کہ " یہ بہی ہمارا حکم ہی کہ جہان تک ممکن ہو ہماری سب رعایا کسی قوم یا مذہب کی ہون بلا تعرض اور طرفداری
کے ہماری نوکری مین ایسے عہدہ پہ مقرر کیئے جائین جن کی خدمت کو بلحاظ تربیت اور قابلیت اور ذہانت
کے بخوبی انجام دے سکین "

۱۸۶۱ع مین ایک اور تجویز عمل مین آئی۔ اِس سال پارلیمنٹ کا یہ آئین پاس ہوا کہ ملکہ معظمہ
کی سول سروس ہند مین ضرور ہے کہ اُن ہندوستانیون کے لیئے جن کی لیاقت اور قابلیت مستحق ہو

زیادہ آسانی ملازمت مین کیجائے"۔ اور یہ آئین ان قواعد کا پابند ہو جو گورنر جنرل مع کونسل سکرٹری اوف سٹیٹ کے حکم سے بنائین کہ مستحق قابلیت و لیاقت کے ہندوستانی ہر عہدہ پر مقرر کیئے جائین جو گورنمنٹ سروس کے ممبرون کے لیئے بموجب قانون مقرر کیئے ہوئے ہین *

پس ہندوستان مین اعلیٰ عہدون پر پہنچنے کے لیئے ہندوستانیون کے واسطے دو راہین کھل گئین۔ ایک راہ یہ تھی کہ انگلینڈ مین مقابلے کا امتحان دین جس مین دونون اہل انگلینڈ اور اہل ہند یکسان تھے۔ دوسری راہ مستحق لیاقت و قابلیت کی تھی جو مخصوص ہندوستانیون کے ساتھ تھی *

جو کچھ اوپر ابھی بیان ہوا ہی اُسے سمجھنا چاہیئے کہ انگلینڈ مین مقابلہ کے امتحان رکھنے کا مقصود یہ تھا کہ انڈین سول سروس کے لیئے بہترین عملی طریقے سے کافی تعداد کے افسر ملجائین کہ جو ان عہدون پر مقرر رہون جنپر معمولاً انگلشمین مقرر ہوتے ہین۔ سنہ ۱۸۷۰ع کے آئین پارلیمنٹ سے مقصود یہ تھا کہ ان عہدون پر ہندوستانیون کی آسانی کے لیئے اور وسائل پیدا کیئے جائین جسکے واسطے یہ امر تسلیم کیا گیا تھا کہ وہ اُنکے لیئے لائق و قابل ہین جسکے سبب سے وہ عملاً زیادہ تر ان پر پہنچ سکین پارلیمنٹ کا ارادہ جسکا اعلان اُسنے کیا یہ تھا کہ ہند مین مستحق لیاقت و قابلیت کے ہندوستانیون کو ان عہدون کے پانے مین آسانی ہو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ مقابلہ کے امتحان کے کسی تازہ نظام سے یہ امر نہین سرانجام ہو سکتا تھا یہ نظام خاص ہندوستانیون کے لیئے نامناسب ہی نہین ہوتا بلکہ کچھ ضرور نہین تھا کہ وہ ہندوستانیون کی مستحق لیاقت و قابلیت کی لازمی شہادت پیش کرتا جسپر اس ملازمت کا استحقاق منحصر تھا۔ پارلیمنٹ چاہتی تھی جیسا کہ ڈیوک آرگائیل سکرٹری آف سٹیٹ نے گورنمنٹ انڈیا کو کہ اسوقت یہ ایکٹ پاس ہو رہا تھا لکھا کہ "ہمارا فرض ہندوستانیون کے لیئے یہ ہی کہ انکو اپنے ملک کے انتظام مین بڑا حصہ دین۔ ہندوستان مین اس فرض کے ادا کرنے مین اس اصول پر عمل کرنا چاہیئے کہ نہایت احتیاط و حزم کے ساتھ انتخاب کیا جائے"*

انہون نے یہ بھی بتلایا کہ اگر یہ کام فرزانگی کے ساتھ ہوگا تو ہمکو مقابلہ کے امتحان کے بہترین فائدے حاصل ہونگے کہ ہم بتدریج ان عہدون اور جگہون پر ہندوستانیون کو مقرر کرتے چلے جائینگے اصل حقیقت حال کا گورنمنٹ ہند فیصلہ کرے گی کہ وہ عہدے حقیقتاً اُنکے مناسب

حال تھے اُنھون نے مدبرانہ ودانشمندانہ تنبیہہ بھی کی کہ "اس بات کو کبھی نہین بھولنا چاہیے کہ اس اصول کے قائم رکھنے مین ہمکو ذرا تامل کبھی نہین ہوگا کہ ہندوستان کے آدمیون کے لیئے ہمارے فرائض مین سے اول فرض یہی تہا کہ ہم اپنی سلطنت کی سلامتی کی خیر منائین۔ ہمکو اپنے انتظام کے مفید ہونے کا پورا الیقین ہے۔ اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر ہم اپنی گورنمنٹ ہندوستانیون کے حوالہ کردین تو بدعملی۔ بے نظمی دوبارہ نمودار ہوگی۔ پس ہماری گورنمنٹ کی استواری وقیام کے لیئے یہ پولیسی بنیاد ہونی چاہیئے کہ اعلیٰ عہدون پر زیادہ تر انگریزون کا تقرر ہو یہ ایک اصلی چیز ہے"

ایکٹ جو ۱۸۷۰ء مین پاس ہوا اُسپر عمل نہین ہوسکتا تھا جب تک کہ گورنر جنرل نے اسکے قواعد نہین بنائے اسلیئے ۱۸۷۹ء تک یہ قانون ردی رہا۔ اس سنہ مین لارڈ لٹن نے قواعد بنائے جن کو سکرٹری آف سٹیٹ نے بھی پسند کیا۔ ان قواعد کے موافق جب ان کا پورا عمل ہوتا حکام متعہد کی کل تعداد مین سے چھٹا حصہ ہندوستانیون کے لیئے ان عہدون کے واسطے مقرر کیا گیا۔ اس مطلب کے بتدریج مؤثر ہونے کیواسطے اُن نوجوانون کی تعداد مین سے جو ۱۸۸۰ء مین مقرر ہوئے ایک چھٹا حصہ گھٹایا گیا۔ یہ تقررات اس طرح سے ہوئے کہ اول پروونشل گورنمنٹین امیدوارون کو منتخب کرتین۔ خاص امتحانات لیاقت کے بعد سے مقرر کیئے جاتے۔ ۱۸۸۹ء مین جب یہ نظام بدلا گیا تو ساٹھ کے قریب ہندوستانیون کو وہ عہدے ملے جو پہلے اُن آدمیون کو ملتے جو انگلینڈ مین مقرر کیئے جاتے۔ ۱۹۰۲ء مین چالیس ہندوستانی شریف تھے جو بڑے عہدے جوڈیشل اور اور عہدے رکھتے تھے اور ۱۸۷۹ء کے قواعد کے موافق مقرر کیئے گئے تھے۔ یہ قاعدے قابل اطمینان کام نہین کرتے تھے۔ بعد بہت سے مباحثون کے ۱۸۸۶ء مین لارڈ کیمبرلی سکرٹری اوف سٹیٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ انڈیا ایک کمیشن مقرر کرے اور اُسکو ہدایت کرے کہ "وہ ایک سکیم ایجاد کرے جس سے عقلاً یہ امید ہو کہ اسمین پبلک سروس مین ہندوستانیون کے اعلیٰ عہدون کے پانے کے استحقاق سکے ضروری عناصر ہون"

پبلک سروس کمیشن

گورنمنٹ انڈیا نے کمیشن بڑی احتیاط سے مقرر کیا اُسکے پریسیڈنٹ سر چارلس ایچیسن لفٹنٹ گورنر پنجاب تھے۔ اس کمیشن کے لیئے بڑے بڑے صوبون مین سے پندرہ ممبر منتخب ہوئے تھے کچھ ان مین ہندوستانی اشراف تھے۔ برما کے سوائے اس کمیشن نے ہر پروونس مین جا کر کئی سو گواہان

کی شہادت قلمبند کی - یہ گواہ انتظام ملکی کی مختلف شاخون کے ممبر تھے اور غیر ملازم تعلیم یافتہ جماعتون اور یورپین گروہ کے قائم مقام تھے - کمیشن کی رپورٹ مین سب ممبر متفق الرائے تھے - یہ ایک بڑی بات تھی اسلیئے کہ ان مین رائین اُن منتخب آدمیون کی تھین جو ہندو و مسلمانون مین بڑے عاقل تھے - اُنہون نے جو اپنی رائین پیش کین وہ اُنکے ہموطنون کی معقول امیدون کے موافق تھین کمیشن نے جن اصول اعظم کی سفارش کی اُنپر عمل کیا گیا +

جو نظام قائم ہوا اسکے موافق سول سروس اکزیکیوٹو اور جوڈیشل انتظامات کے اعلے دو حصون مین کارروائی کے لیئے منقسم ہوئین - اُن مین سے ایک کا نام ایمپیریل سروس ہے جس کو سول سروس اوف انڈیا کہتے ہین - اسمین انگلینڈ کے مقابلہ کے امتحان کے امیدوار مقررہ امتحانون مین پاس ہونے کے بعد مناسب شرائط کے ساتھ داخل ہوتے ہین یہ امتحان برٹش رعایا کے لیئے خواہ وہ ہندوستانی ہون یا یورپین یکسان ہے انکی تعداد اتنی ہوتی ہین کہ وہ سول کے اعلے عہدون کو معمور کرنیکے لیئے اور چھوٹے عہدون پر نوجوانون کی تعلیم کے لیئے کافی ہوتی ہین - دوسرے پرووِنشل سروس ہے جس مین ہر ایک بڑے پرووِنس سے شرائط کے ساتھ جو مناسب مقامی حالت کے ہوتے ہین لوگ داخل ہوتے ہین اسمین تقریبًا سب اُسی پرووِنس کے باشندے ہوتے ہین +

سنہ ۱۸۸۹ع تک یہ کہا جاتا تھا گو یہ کہنا صحیح نہ تھا کہ دو بڑی تقسیمین کوویننٹڈ (متعہد) اور ان کوویننٹڈ (غیر متعہد) ہین - اب پہلے سروس کو سول سروس انڈیا کہتے ہین - دوسری سروس علیحدہ تنہا وجود نہین رکھتی - ہر ایک پبلک سرونٹ (سرکاری ملازم) جو سول افسرون کے نظام مین داخل ہوتا ہے اور وہ کوویننٹڈ سول سروس سے علاقہ نہین رکھتا تھا - ان کوویننٹڈ (غیر متعہد) افسر کہلاتا تھا - اب یہ اصطلاح ان کوویننٹڈ کی استعمال نہین ہوتی اسلیئے اسکے ممبر پرووِنشل سروس کے ایک حصہ مین +

سول سروس انگلشمین تھوڑے ہین - انتظام ملکی کا بڑا حصہ ہندوستانیون کے ہاتھ مین ہے

اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہین جو یہ مانتے ہین کہ ہندوستان مین سول انتظام کا بڑا حصہ انگلشمین کے ہاتھ مین ہے اور اسمین ہندوستانی اعلی عہدون کے پانے سے محروم ہین - اس سے زیادہ کوئی بات

بیچ سے برے نہین ہوسکتی - سول سروس مین انگلشمین کی تعداد اتنی تہوڑی ہی کہ یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے کہ انگریزون کی ایسی سلطنت کا انتظام مُٹھی بھر انگریز کرتے ہین +

سنہ ۱۹۰۲ء مین کل برٹش انڈیا مین صرف سول کے معمولی عہدے ۸۶۲ تھے جنپر کوئی طرح سے ہمیشہ کوئی نینٹڈ (متعہد) سروس کے ممبر مامور نہین رہتے تھے - اِس سروس کی شاخ مین تعداد ممبران کی ۱۰۰۶ اتھی - اِس تعداد مین وہ افسر بھی داخل تھے جو رخصت پر گئے ہوئے تھے - یا اب تک عہدون پر نہین مقرر ہوئے تھے - اگر ملیٹری افسر بھی جو اِن سول عہدون پر مامور ہون شمار کر لیئے جائین تو کل تعداد ۱۲۰۰ کے قریب انگلشمین کی ہوتی ہی جو ۲۳۲۰۰۰۰۰۰ آدمیون پر سول گورنمنٹ اور ۶۲۰۰۰۰۰۰ آدمیون پر تہوڑا سا تسلط رکہتے ہین +

اگرچہ سب سے زیادہ اعلےٰ عہدے اختیار و تسلط کے بالضرور انگلشمین کے ہاتھ مین ہین جن کی تعداد بالاضافت بہت ہی تہوڑی ہی - لیکن اصلی انتظام کا اہم حصہ بہت بڑا ہمارے ہندوستانیون کے ہاتھ مین ہے - ۸۶۴ عہدے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اُنکو اور بہت چہوٹی چھوٹی نوکریون کو بھی خارج کردو تو دراصل اعلیٰ فروع اگزی کیوٹو اور جوڈیشل سروسون مین تقریباً تمام عہدون پر قریب ۷۰۰۰۰۰ آدمیون کے مامور ہین جن مین سو یورو پین ہین - اور باقی سب ہندوستانی ہین ہمیشہ پبلک سروس مین ہندوستانی ملازمین کی تعداد بڑہتی جاتی ہے - انگلینڈ مین بہت ہی تہوڑے انگریز عہدون پر مقرر ہوتے ہین اُنکے سوائے کوئی شاذونادر صورت ایسی ہوتی ہوگی کہ کوئی عہدہ ایسا ہو تا ہو جسپر ہندوستانی نہ مقرر ہوتے ہون - سنہ ۱۸۷۹ء مین لارڈ لٹن کے عہد حکومت مین احکام جاری ہوئے جو اِن تمام عہدون سے متعلق ہین جنکا ذکر ہم کر رہے ہین اور وہ احکام اب بھی جاری ہین کہ سوائے ہندوستانی کوئی اور شخص اگزی کیوٹو یا جوڈیشل سروس مین کسی عہدے پر جن کی تنخواہ دو سو یا دو سو روپیہ ماہوار سے زائد ہو مامور نہو - جب تک اُسکے لیئے گورنر جنرل مع کونسل کا حکم پہلے سے صادر نہ ہوا ہو +

یہ سب واقعات اصلی ہین جنسے اِن مختلف مباحثون مین لاعلمی ظاہر کیجاتی ہی جو پارلیمنٹ مین یا کسی اور جگہ مین ہندوستانیون کے اعلےٰ عہدون پر مقرر ہونے کی بابت کیئے جاتے ہین +

ہندوستانیون کو سول سروس کا منتظم کرنا برٹش گورنمنٹ کے نہایت کامیاب
کارہائے عظیمہ مین سے ایک ہی۔ روی نیو اور اغراض اراضی کے متعلق تمام فروع مین بڑے بڑے حصہ کے
کامون کا انتظام ہندوستانی افسر ہی کرتے ہین۔ مجسٹریٹی کے کامون کے بڑے حصہ کا کام
وہی سرانجام دیتے ہین۔ کل ہندوستان مین دیوانی عدالتون کی خدمات کو وہی بجالاتے ہین۔
اپیل کے کورٹون کے سوائے ہندوستانی ججون کو دیوانی کا تقریبًا سارا کام سپرد ہے ہر ہائیکورٹ
مین بنچ پر ہندوستانی جج اجلاس کرتے ہین ؛

ہندوستانی افسرون کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت

بہت سے گزشتہ سالون سے ہندوستانی اور یوروپین جماعتون کے سب قسم کے دیوانی
مقدمات کا ہندوستانی جج فیصلہ کرتے ہین۔ چالیس برس کا عرصہ گزرتا ہی کہ نیٹو سول سروس
(ہندوستانی افسرون) کی تنخواہون کی حالت ایسی خراب تھی کہ نہ کام بالاضافت اچھی طرح ہوتا
تہا نہ وہ ہمیشہ قابل اعتماد ہوتا تھا۔ اس باب مین بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔ انڈیا کی زمانہ حال کی
تاریخ مین اس سے زیادہ عجیب کوئی ترقی نہین ہوئی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے ہندوستانی عہدہ دارون
کی جماعت متدین ہوگئی ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انکے مراتب اور تنخواہین بہ نسبت سابق کے زیادہ بڑی
ہوگئی ہین۔ اب رشوت ستانی کی ترغیبین جاتی رہی ہین۔ اسمین شک نہین کہ اس دیانت دار
ہونے کا سبب عمدہ ترین تعلیم بہی ہے ایک اور بڑا زبردست سبب ہے جو اپنا مخفی اثر کر رہا ہے کہ
ہندوستانی عہدہ دار اپنے سامنے برسون تک ایک مثال بالکل بے لوث دیانتدار انگلشین کی دیکھتے
ہین جو پبلک سروس مین اعلے عہدون پر مامور ہین بغرض ہندوستانی ججون و مجسٹریٹون
کی راستبازی اور دیانت داری اس سبب سے ہی کہ وہ انگلش دیانت مند عہدہ دارون کی حوالی مین
رہتے ہین ؛

ہندوستانی افسرون کی تنخواہین

ہندوستانی افسرون کو تنخواہین بڑی فیاضانہ دی جاتی ہین باستثنائے انگلینڈ
یوروپ کے کسی ملک مین جوڈیشل اور اگزیکیوٹو افسرون کو ایسی تنخواہین نہین دیجاتین۔ جیسی
ہندوستانی سول سروس انڈیا مین دیجاتی ہین ؛

تنخواہین اس خدمت پر موقوف ہوتی ہین جو ایک آدمی کرتا ہے اُسپر قومیت کا اثر
کچھ نہین ہوتا۔ پس امپیریل سروس مین جو انگلینڈ مین آدمی داخل ہوتے ہین اُنکی تنخواہ و رخصت نے

پنشن کے قواعد سب ممبرون کے لیئے خواہ وہ یورپین ہون یا ہندوستانی یکسان ہین۔ پروونشل سروس مین جسکے اندر ہندوستان مین آدمی مقرر کیئے جاتے ہین۔ سروس کی شرائط آزادانہ بنا پر قائم کی جاتی ہین اُنکے لیئے قواعد دونون صورتون مین ان شرائط پر خیال کرنیسے مقرر کیئے جاتے ہین جو مطلوبہ لیاقتون اور قابلیتون کے لیئے ضرور ہین٭

اوپر بتلایا گیا ہے کہ امپیریل سروس مین انگلشمین کی تعداد بہت تھوڑی ہی جسکو یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ انڈیا مین مستقل انگلش عہدہ داری کے عنصر کو تعبیر کرتا ہی۔ پبلک سروس نے اس امر واقعی پر بڑا زور دیا کہ یہ ضرور ہے کہ گورنمنٹ کے انگلش اصول کے ادنے ترکیب کے ہمیشہ قایم رہنے کیواسطے امپیریل سروس مین انگلینڈ مین آدمی داخل ہوا کرین۔ اسواسطے اُنہون نے انکار کیا کہ ہندوستانی اُمیدوارون کا مقابلہ کا امتحان ہندوستان مین اسیطرح ہوا کرے جس طرح کہ انگلینڈ مین ہوتا ہی۔ اس اُصول پر کمیشن نے اصرار کیا کہ انگلینڈ مین مقابلہ کے امتحان کی جو شرائط ہین اُنکے بنانے کا مقصود یہ ہے کہ امیدوار ایسے ملین کہ وہ اعلیٰ اور عمدہ ترین درجہ کے انگلش تعلیم یافتہ ہین۔ اگر ان شرائط کے موافق ہندوستانی امیدوار کامیاب ہون تو وہ سروس مین نہایت عمدہ و معزز طور پر داخل ہون جیسا کہ لارڈ کولی نے اس بات پر کہا۔ ہندوستانی جو انگلش تعلیم و تربیت پاتے ہین اور اپنی اولوالعزمی کے درجہ کو اور اپنی خصلت کی قوت کو اور ان صفات کو دکھلاتے ہین جنکے بغیر وہ کامیابی کی اُمید مشکل سے انگلش امتحان مین کرسکتے ہین۔ انکو کوی نسیٹڈ سول سروس مین داخل ہونا مبارک ہو۔ ان صفات کا اس صورت مین پیدا ہونا نہین مانا جاتا کہ ہندوستانی بالکل تعلیم انڈیا ہی مین پائین گو وہ یہان کی تعلیم سے بہت سے اعلےٰ عہدون کے لیئے بالکل لائق ہون۔ لیکن انگریز ان پر یہ اعتماد نہین کرسکتے کہ انکی عادت خیال کرنے کی اور انتظام کی انگلش اصول کے ساتھ موانست کرنے کی اور استعداد اور توانائی دماغی و جسمانی اُن مین ہونگی جو ضروری لیاقتین اس کے لیئے ہین۔ اب اور خیالات عظیمہ بھی ہین۔ امپیریل سروس انڈیا مین داخل ہونیکے لیئے مناسب تعلیم و عقلی میدون کے پیدا کرنیکے لیئ انگلش نوجوانون کے لیئے ضرور ہے کہ تنخواہ و پنشن و فرلو کی ترغیبین اس سے زیادہ دی جائین جو انکو اپنے ملک مین یا ایسے ملک مین جسکی آب و ہوا کی حالتین ناموافق نہون خدمت کرنیکے لیئے دی جائین ہندوستانی امیدوارون کو اس محنت و تکلیف کا جو انکو انگلینڈ مین آنکر امتحان دینے کی اُٹھانی

گورنمنٹ انگلش اصول قائم رکھنے کی ضرورت اور ہندوستان مین امتحان کا

پڑتی ہین یہ معاوضہ دیا گیا ہے کہ انگلستان کہ جو استحقاق دیئے جاتے ہین وہی اُنکو دیئے جاتے ہین تاکہ نمبری حسد نہ پیدا ہو۔ انڈیا کی آمدنیون پر یہ بوجھ ڈالنا بے ضرورت ہے۔ اس لیئے بیجا بھی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے لائق تعلیم یافتون کو انڈیا مین پبلک سروس کے امتحان دینے کی کشش کے لیئے اِس سے زیادہ جو کافی ہین۔ زیادہ آمدنیون کے اور فرلو کے استحقاق دیئے جائین۔ اس خیال کو گورنمنٹ انڈیا نے ہمیشہ مد نظر رکھا ہے۔ انڈیا کی تعلیم نے وقتاً فوقتاً ہندوستانیون کو انتظام ملکی مین زیادہ حصہ لینے کے لائق بنایا ہے۔ ہندوستانیون کے لیئے ملازمت کا میدان وسیع ہوتا جاتا ہے اور یورپین کے لیئے تنگ۔ سنہ ۱۸۷۰ء کے آئین پارلیمنٹ نے گورنمنٹ کو یہ اختیار دیا ہے کہ سنہ ۱۸۶۱ء کے آئین کے موافق اِن عہدون مین سے عمدہ ترجو یورپین کے لیئے امانت رکھے گئے تھے اُنپر اُن ہندوستانیون کو مقرر کرے جنہون نے اُنکے لیئے کام کرنے کی لیاقت کو ثابت کیا ہے*

سنہ ۱۸۶۲ء کے آئین پارلیمنٹ کے موافق جو عہدے کوی نینٹڈ سروس کے لیئے یورپین کے واسطے رکھے گئے تھے اُنکے چھٹے حصے کو پروونشل سروس کے قائم ہونے نے گھٹا دیا۔ اب یہان عہدون کا ایک سلسلہ ہے جو اگزی کیوٹو اور جوڈیشل کے ماتحت عہدہ دارون کی جماعت سے اعلیٰ اور ذمہ داری کے عہدون تک پہنچتا ہے۔ جنپر ہندوستان مین لوگ مقرر ہوتے ہین اور جسمین وہ یقینی امید معزز ہونے کی رکھتے ہین اور متواتر اُنکے عہدہ دارون کی ترقی ہوتی جاتی ہے جن کی لیاقت اور قابلیت کا امتحان ہوتا جاتا ہے*

پرووینشل سروس مین اعلیٰ عہدون کا داخل ہونا

پرووِنشل سروس مین تقررات کی تعداد جو ہندوستانیون کے ساتھ مخصوص ہے بہت زیادہ ہے۔ مثلاً بنگال مین بیس عہدے ہین جو پہلے کوی نینٹڈ سول سروس کے لیئے مخصوص تھے اب اُنپر ہندوستانی مقرر ہوتے ہین۔ ان مین چھ جج اور چار مجسٹریٹ و کلکٹر ہین۔ جو سب سے اعلیٰ عہدے جوڈیشل اور اگزی کیوٹو ہین*

قواعد مقرر ہو گئے ہین کہ ہر پرووِنس مین وہ شرائط بیان کر دی جائین جنکے موافق مستحق لیاقت و قابلیت کے ہندوستانیون کو پرووِنشل گورنمنٹ عہدون پر مقرر کرے۔ اِس تقرر کے لیئے ہر صورت مین سب سے زیادہ غالب شرط یہ ہے کہ عہدہ دار اپنی لیاقت کو ثابت کرے کہ وہ اِس عہدے کی رکھتا ہے۔ مدت ملازمت کی درازی کے سبب سے کوئی اپنے حق کا دعوےٰ نہین کر سکتا۔ ہندوستانی بیرسٹر

اور وکیل جنکے تقرر پر دس برس سے کم عرصہ نہ گزرا ہو وہ خاص صورتون مین جوڈیشل عہدہ دار مقرر ہو سکتے ہین اگرچہ وہ پروونشل سروس سے علاقہ نہین رکھتے ؛

سنہ ۱۸۷۰ء کے آئین پارلیمنٹ کے موافق جو قواعد مقرر کیئے گئے تھے۔ وہ اُن ہندوستانیون سے متعلق تھے جو اِن عہدہ پر مقرر ہوتے تھے جنپر پہلے پارلیمنٹ کے آئین کے موافق متعہد حکام مقرر ہوتے تھے۔ اِن قواعد کے موافق ایسے عہدون پر کوئی یوروپین نہین مقرر ہو سکتا تھا سوائے اُنکے جو اِس سروس کے ممبر تھے۔ بس سنہ ۱۸۶۱ء کے ایکٹ مین جو قیدین لگائی گئی تھین اُنپر اُنکا اثر کچھ نہین تھا اِس ایکٹ کے موافق آئینی پروونسون بنگال اور مدراس و بمبئی و آگرہ مین کوی نینٹڈ سروس کے ممبرون کے سوائے جو قانون کے موافق اِس سروس کے لیئے مقرر ہوئے تھے کوئی یوروپین نہین مقرر ہو سکتا۔ اگر وہ سکریٹری اوف سٹیٹ اور اُنکی کونسل کی کثرت رائے کے حکم سے نہ مقرر ہو۔ سنہ ۱۸۶۱ء کا ایکٹ غیر آئینی اضلاع پنجاب اور اودھ اور سنٹرل پروونس اور آسام و برہما سے متعلق نہین ہے ہندوستان کے اِن حصون مین گورنمنٹ کے لیئے کوئی قید نہین تھی۔ اِن عہدون پر ہندوستانیون کا مقرر کرنا گورنمنٹ کی دانائی اور ہوشیاری پر چھوڑا گیا تھا کہ جسکو وہ لائق دیکھے مقرر کرے۔ سول کے انتظام ملکی کی اعلیٰ شاخون مین بڑا حصہ اُن ملٹری افسرون کے حوالہ کیا گیا جو سٹاف کورپس سے متعلق تھے یا اُنھون کو دیا گیا ؛

سول سروس کی دو شاخون کا اوپر بیان ہوا اُنکے ماتحت اور بڑی سروس ہر پروونس مین ہی جس سے ترقی پروونشل سروس مین نمایان لیاقت کے صلہ مین ہو سکتی ہی۔ اصل مین یہ ہندوستانی سروس ہی جس مین عملاً یوروپین ملازم نہین کئے جاتے۔ اِن عہدون مین بعض ایسے ہین۔ کہ اگرچہ وہ اعلےٰ درجہ کے عہدون سے ادنیٰ ہین مگر بڑے باوقعت ہین اور اُنکی تنخواہین اچھی ہین ؛

اب تک اکزیکیوٹو اور جوڈیشل سروسون کا بیان ہوا ہے بعض اور بڑی شاخون مین تقسیم ایسی ہے جیسی کہ امپیریل اور پروونشل سروسون مین کہ اُسکے ممبر بعض انگلینڈ مین مقرر ہوتے ہین۔ بعض ہندوستان مین جن مین اکثر ہندوستانی ہوتے ہین۔ اِس قسم کی تقسیم پبلک ورکس۔ ٹیلیگراف۔ پولیس۔ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹون مین دو شاخون مین ہے۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کی انگلش شاخ مین شاہی انجینر انڈیا کی سپاہ کے لیئے لائق افسر اور شاہی کالج کوپر ہل

کے طلبہ افسر مقرر ہوتے ہین۔ اِس کالج کا انتظام سیکرٹری آف سٹیٹ کے ہاتھ مین ہی۔ انڈیا
مین چار انجنیرنگ کالج ہین۔ اِن کے ہندوستانی طلبہ کو پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ مین اعلی درجہ کے
عہدون تک سائی ہوتی ہے۔ بعض عہدون کے لیئے ایسی سائینٹفک وٹیکنی کل علم کی ضرورت
ہوتی ہے کہ وہ علم ہندوستانیون مین بہت کم ہوتا ہی۔ مثلاً اعلی درجہ کی شاخ ٹیلیگراف مین
اکثر عہدہ دار کوپرہل کے کالج کے طلبہ ہوتے ہین۔ انڈیا کی پولیس سروس کی اعلی شاخ مین بڑے
مضبوط یوروپین کا مقرر ہونا ضرور ہے۔ عہدہ دارون کا اول تقرر کچھ انگلینڈ مین کچھ انڈیا مین مقابلہ
کے امتحان سے ہوتا ہے۔ ایجوکیشن مین اعلی درجے کے عہدون کی تقسیم دو حصون مین ہی انڈین سروس
کے لیئے اول تقررات سکرٹری آف سٹیٹ اپنے انتخاب سے کرتا ہے اور پروونشل سروس مین انتخاب
ہندوستان مین ہوتا ہے۔ انڈیا سروس کے لیئے سکرٹری آف سٹیٹ یونائیٹڈ یونیورسٹی کے سند
یافتون مین سے انتخاب کرتا ہے جنکو پڑہانے کا تجربہ ہو۔ فوریسٹ سروس کے لیئے اعلی افسر ان
آدمیون مین سے منتخب ہوتے ہین جو انگلینڈ مین مقابلہ کے امتحان مین پاس ہوئے ہون۔ اس
امتحان مین امیدوارون کے لیئے کسی قوم کی قید نہین ہے۔

باب شانزدہم

فائی نینس اور رویینو یعنی محاصل ملکی اور ٹیکسون کی عام آمدنی

ایک انگریزی لفظ فائی نینس کا ہے جسکا ترجمہ محاصل ملکی ہوسکتا ہی اور دوسرا لفظ رویینو کا ہی جس کا
ترجمہ ٹیکسون کی آمدنی ہوسکتا ہی۔ مگر ہم اِن دونون انگریزی لفظون کو استعمال کرنا بہتر
سمجھتے ہین۔

فائی نینس کے معاملون کی ذمہ داری

ہم نے سکرٹری آف سٹیٹ کے بیان مین اوپر لکھا ہی کہ انگلینڈ مین انڈیا کے فائی نینس
کے احکام کی ذمہ داری اور جواب دہی آخر کو بالکل سکرٹری آف سٹیٹ مع کونسل کے اختیار مین ہوتی
ہی۔ لیکن یہ انتظام جب تک چل نہین سکتا کہ انڈیا کے حکام فائی نینس کامون مین اپنی فرزانگی اور

سمجھہ بوجھکر کام مین لائے۔ اسیواسطے سکرٹری سٹیٹ نے گورنمنٹ انڈیا کو اپنا مختار کار بنا کے بہت سے اختیارات دیدیئے ہین جنکی تحدید اچھی طرح کردی ہی جسکے سبب سے وہ نئے نئے خرچ کرسکتی ہی اور چھوٹی چھوٹی نئی نوکریان مقرر کرسکتی ہی۔ یہ بات تو اُسکو معمولی حالت مین حاصل ہی لیکن ضرورتون کی صورت مین جنمین انگلینڈ کی طرف رجوع کرنیسے عام اغراض مین نقصان پہنچتا ہو۔ گورنمنٹ انڈیا کے لیئے فائی نینس اختیارات کے کام مین لانیکے لیئے کوئی حد مقرر نہین ❊

۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد مین مشکل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی فائی نینس کے انتظام کا نظام موجود تہا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد خرچ بہت زیادہ ہو گیا۔ اس غدر کے دور کرنے اور بند وبست کے بحال کرنے مین ...... ۴۲ روپیہ سے بھی زیادہ سرکاری قرض ہو گیا۔ انتظام ملکی کی کوئی فرع ایسی نہ تہی کہ جسکے از سر نو انتظام کرنیکے لیئے کم و بیش ضرورت نہ ہو۔ چارون طرف سے ہر قسم کی ترقیون کی درخواستین ہو رہی تہین۔ ریوینو (آمدنیان) ناکافی تہین اور گورنمنٹ کیلئے فائی نینس کی مشکلات دشوار و سخت موجود تہین۔ کل ترمیمات مین سب سے زیادہ اِس ترمیم کی ضرورت تھی کہ پبلک ایکونٹس (عام حسابات) اور صحیح فائی نینس کا نظام کیا جائے جو کل انڈیا پر اپنا حکم رکھے ❊

یہ کام اچھی طرح ۱۸۶۱ء مین مسٹر جیمس ولسن نے شروع کیا جو انگلینڈ کے خزانے کے مشہور نامور سکرٹری تھے۔ ملکہ معظمہ کی طرف سے وہ گورنر جنرل کی کونسل کے اول فائی نینس ممبر مقرر ہوئے۔ اُنکے پیچھے فائی نینس کا کام بڑی مستعدی سے جاری رہا اور کامل کیا گیا ❊

سنٹرل گورنمنٹ اس گورنمنٹ کو کہتے ہین جو کارہائے سلطنت کی مرکز ہو اور گورنمنٹ کے ڈی سنٹرلی زیشن کے یہ معنے ہین کہ گورنمنٹ غیر مرکزی بنائی جائے سارے کارہائے سلطنت کی وہ مرکز نہ رہے ❊

فائننشل ڈی سنٹرلی زیشن (غیر مرکزی)

اِن ترمیمات کی تعمیل کے لیئے ابتدا مین شاید یہ لابدی تہا کہ سنٹرل گورنمنٹ فائی نینس حکومت کی تجاویز کو اِس سے زیادہ اپنے ہاتھ مین رکھے۔ جسکی ضرورت اُسکو آخرکار کام مین لانی پڑے وہ اس فکر مین تہی کہ کچھہ زیادہ خرچ نہ ہونے پائے اُس نے ایسے سخت قواعد بنائے کہ فائی ننشل حکومت کسی کے اختیار مین سوائے اپنے نہو۔ کل برٹش انڈیا کی ریوینو پر دونسون کے ذریعہ فقط ایک ہی

فنڈ سے متعلق سمجھے جاتے تھے جس مین سے خرچ صرف گورنر جنرل مع کونسل کے حکم سے ہوتا تھا۔ پروونشل گورنمنٹ اپنی فرزانگی کو نئے خرچون کے حکم دینے مین کام مین نہین لاسکتی تہی۔ وہ بغیر منظوری سپریم گورنمنٹ کے احکام دے سکتی تہی جنکا اُسکو علم بھی نہین ہوتا تھا وہ ایسی تدبیرین اختیار کر سکتی تہی جو لاکھون آدمیون کے اغراض پر اثر کرتی تہین۔ وہ انتظام مُلکی کے نظام مین ایسی تبدیلیان کر سکتی تہی کہ وہ سٹیٹ کے لیئے سنجیدہ نتایج رکہتی تہین۔ مثلاً وہ اُس قاعدہ کو بدل سکتی تہی جس پر اراضی کی جمعبندی مالگزاری کے لیئے موقوف ہے۔ لیکن وہ ترقیان خواہ چھوٹی ہون یا بڑی ہون عمل مین نہین لاسکتی تہی جن مین روپیہ کا خرچ حقیقت مین ہو۔ اگر دو مقامی بازارون یا منڈیون کے درمیان سڑک بنانے مین دوسو روپیہ کا خرچ کرنے کی ضرورت ہو یا کوئی اصطبل گر گیا ہو جسکا دوبارہ بنانا ضرور ہو۔ کسی ذلیل نوکر کو پانچ روپیہ ماہوار کا نوکر رکہنا ہو۔ تو ان مین سے ہر ایک بات کیلیئے حسب ضابطہ رپورٹ گورنمنٹ کے حکم حاصل کرنیکے لیئے کرنی پڑتی تہی۔ ایسے کل وسیع ملک مین ایسی خدمات کے موثر طور پر کرنیکے لیئے سنٹرل گورنمنٹ کو ممکن نہ تہا کہ علم اور وقت حاصل ہوتا۔ اسکا نتیجہ یہ تہا کہ فائی نینشل حکومت درحقیقت کچھ نہ تھی۔ سپریم اور پروونس گورنمنٹون کے درمیان آپس مین جہگڑے اور تکرارین رہا کرتین اور سپریم گورنمنٹ صرف فائی نینس کے کامون مین نہین بلکہ انتظام ملکی کی جزئیات مین مداخلت کی جسکے کرنے کی فقط مقامی حکام ہی کو لیاقت تھی ایسی حالتون مین سر رچرڈ سٹریچی نے لکہا "کہ سرکاری آمدنی کی تقسیم تنزل پاکر چہینا جہپٹی رہگئی ہو کہ زبردست فائدہ مین رہتا ہے جسمین عقل کیطرف تھوڑی توجہ کرنی پڑتی ہی۔ چونکہ مقامی کفایت شعاری سے مقامی منفعت نہین حاصل ہوتی ہو تو اسراف سے بچنا کم از کم ہو گیا ہے اور ایسی ہی آمدنی کی افزایش مقامی ترقی کے وسائل نہین پیدا کرتی۔ اسلیئے سرکاری آمدنیون کے بروے کار ظاہر کرنے کا شوق تحت الثرے کو چلا گیا ہے۔

۱۸۶۷ء مین سر رچرڈ سٹریچی صاحب نے اِس نظام کی ترمیم کے باب مین محدود درخواستین کین۔ سنہ ۱۸۷۰ء مین انکو لارڈ میونے منظور کر کے اختیار کیا جو اسوقت وائسرائے تھے وہ اس اصول پر مبنی تہین کہ منتظم مقامی کفایت شعاری اور موثر فائی نینشل انتظام سے صرف اِس ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہی کہ ہر پروونشل گورنمنٹ اپنی مقامی فائی نینس کے انتظام کی ذمہ داری

جوابدہی اپنے ذمہ لی اور خاص آمدنی جو اچھے انتظام سے وسعت پزیر ہو ہر صورت مین مقرر کیجاے
و وہ تابع تمام شرائط کے ہو اور یہ آمدنی جسطرح پبلک سروس کی مختلف شاخون مین خرچ ہو ان کا
ختیار پروونشل گورنمنٹ کو دیا جاے کہ اُن کا فیصلہ وہ خود کرے۔

اِس نظام کو فائی نینشل ڈی سنٹرے لی زیشن کہتے ہین۔ اسکا مبارک آغاز لارڈ میو کے عہد
مین ہوا اور لارڈ لٹن کے عہد مین وہ زیادہ بڑے کار ظاہر ہوا۔ سر جان سٹریچی فائی نینشل ممبر کونسل
تھے۔ پھر لارڈ لٹن کے جانشینون نے اِس کے متشابہ پولیسی کو اختیار کیا۔ اِسکا اثر کل انتظام ہند کے
کل نظام مین ہوا۔ درحالیکہ سنٹرل فائی نینشل حکومت کے مفید اختیارات پروونشل گورنمنٹ کو نہین حوالہ
کیے گئے تو بھی یہ پروونشل گورنمنٹین سپریم گورنمنٹ کی مداخلت کی دقتون سے آزاد ہوگئین جو اُنکی حکومت
واقتدار اور تاثیر کو کمزور کرتی تھی۔ اور گورنمنٹ انڈیا کے ساتھ جو اُنکے تعلقات تھے ان مین وہ متفق
ہوگئین۔ اِن روسے نیو کی شاخون کے نظم و نسق کا اختیار حاصل ہوگیا۔ جن کا بار آور ہونا حسن انتظام پر
منحصر تھا اور اب اُنکو براہ راست بلاواسطہ یہ ذاتی شوق ہوگیا کہ جہان تک ممکن ہے نظم و نسق
و اچھا کرین۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتی ہین کہ آمدنی کی کوئی افزائش جو ہم حاصل کرینگے اسکا بڑا حصہ
ُنکے اختیار مین ہوگا کہ اُسکو اپنے ہی پروونسون مین مفید خرچون مین لگائین اور اُسکے ساتھ ہی سنٹرل
ورنمنٹ کو پہلے سے زیادہ جہان تک ممکن تھا حکومت کا اصلی اختیار حاصل ہوگیا۔

سپریم اور پروونشل گورنمنٹون کے درمیان فائی نینشل تفصیل مین تو
مختلف ہین لیکن اصول مین باہم متشابہ ہین۔ بظاہر پبلک انتظام ملکی کی بعض شاخین اپنی امپیریل
(شاہی) سرشت بہ نسبت پروونشل کے زیادہ رکھتی ہین ......
جیسے کہ سلطنت کی محافظت فوجی اور پبلک قرض کا سود ادا کرنا اور ہوم گورنمنٹ کے اخراجات کا سرانجام
کرنا۔ اِن سب کامون کی گورنمنٹ انڈیا ذمہ دار و جوابدہ ہے۔ بعض ڈپارٹمنٹ (سررشتے) جیسے پوسٹ
آفس (ڈاک خانہ کا سررشتہ) ٹیلیگراف (تار برقی) اور ٹکسال ہین انکا اہتمام کل ہندوستان مین یکسان
انتظام سے ہونا چاہیے۔ جسکو سنٹرل گورنمنٹ آسانی سے کرسکتی ہے۔ اِن سررشتون کی آمدنیان اور
اخراجات جنکی پیشانیان نیچے بیان ہوتی ہین بالکل یا زیادہ تر امپیریل ہین۔ افیون۔ نمک۔ کسٹمس
ہندوستانی ریاستون کا خراج۔ پوسٹ آفس ٹیلیگراف۔ ٹکسال۔ پبلک قرض۔ ریلوے۔ سپاہ کی خدمات

زمین سے سٹیمپ سے اکسائز (سائر) سے ٹیکسون کے لگانے سے اور ادہر ادہر سے جو روپیہ حاصل ہوتے ہین وہ امپیریئل اور پرونشل گورنمنٹون مین مختلف نسبتون سے منقسم ہین سنہ ۱۹۰۰ و سنہ ۱۹۰۱ع مین کل آمدنی ۷۵۳۰۰۰۰۰ پونڈ تھی جس مین سے پرونشل گورنمنٹون کو ۱۸۶۰۰۰۰۰ پونڈ دیا گیا۔ سنہ ۱۸۷۳ع سے پہلے روپیہ کی قیمت سونے مین ۲ شلنگ فی پونڈ کا دسوان حصہ تھی اور سنہ ۱۸۸۶ع تک یہ دستور تھا کہ سرکاری حسابات مین روپیون کی تحویل اس شرح سے پونڈون مین آسانی سے ہو جاتی تھی مثلاً ۱۰۰۰ روپے کی جگہ ۱۰۰ پونڈ لکھے جاتے تھے۔ لیکن روپیہ کی قیمت سونے مین بہت گھٹ گئی تو پھر نظام سابق کار کہنا ناممکن ہوگیا کہ دس روپیہ کی جگہ ایک پونڈ حساب مین لگا لیا جائے۔ حسابات مین روپیہ کی دھائیان لکھی جاتی ہین اور اُسکے آگے وہ انگریزی حرف آر یا اکس لکھے جاتے ہین۔ آر سے روپیہ مراد ہوتی ہی اور اکس جو مقدار مجہول کی علامت ہی۔ روپیہ کی قیمت مراد ہوتی ہی اب روپیہ کی قیمت بالاستقلال تقریباً ایک شلنگ ۴ پنس ہے۔ سرکاری حسابون مین انگلش سورن یعنے پونڈ کی قیمت پندرہ روپیہ سمجھی جاتی ہے۔ اب سرکاری حسابات سابقہ اور حال مین مقابلہ کرنا بڑا مشکل ہوگیا ہی۔ اب پرونشل گورنمنٹین اس اپنی آمدنی سے انتظام کے مختلف ڈپارٹمنٹون مین جو اُنکی تحویل مین ہین خرچ کرتی ہین جیسے زرِ الگزاری کے تحصیل کرنے مین عدالتون مین۔ جیل۔ پولیس۔ تعلیم۔ دوائی خانے اسپتال۔ عمارات۔ سڑکون اور بہت سے اور کامون مین ایک قرارداد ہوگئی ہی جسکے موافق ہر ایک پرونشل گورنمنٹ ایک خاص مدت کے لیے جو اکثر پانچ سال کی ہوتی ہے۔ خاص ریوینو خاص اخراجات کے لیے پاتی ہے۔ اکثر صورتون مین یہ مقدار باقاعدہ ہر پرونس کی ضرورتون کے موافق مقرر ہوتی ہے۔ وہ قواعد و شرائط عامہ کے تابع ہوتی ہے کامون اور ریوینو مقررہ کا بالتفصیل بندوبست کرنا پرونشل گورنمنٹون کے اختیار مین دیا گیا ہے۔ پس جو وہ منتظم کفایت شعاریان کرتی ہین ان کا فائدہ وہ اُٹھاتی ہین اور جو میعاد مقررہ کی قرارداد گورنمنٹ انڈیا اور اُنکے درمیان ہی اُسکے اندر جو وہ روسے نیو کو بڑھاتی ہین۔ کیا وہ کل یا اُسکا ایک حصہ پاتی ہین۔ معمولی حالتون مین ایک مستقل افزایش ان روسے نیوؤن کے بارآوری مین ہوتی ہے جنکا اہتمام پرونشل گورنمنٹین کرتی ہین پس اگر ان کا اہتمام اچھا ہو تو افزایش آمدنی و انتظامی مادی ترقیون کی متزائدہ خواستگاریون مین خرچ کرتی ہین۔ جب قرارداد جدید کا وقت آتا ہی تو امپیریل گورنمنٹ اپنے نزدیک جو مناسب جانتی ہی

افزایش رد سے نیو مین سے جو جمع ہوتا ہی اپنا حصہ لے لیتی ہے۔ جب سے کہ بادشاہی ہاتھ مین سلطنت مستقل ہوئی ہے۔ یہ ترمیمات اور سب ترمیمات سے زیادہ عمدہ ہوئی ہین گو ابھی وہ اپنی حد نہایت کو نہین پہنچین۔ ہر پرووِنشل گورنمنٹ جیسی اپنی ضرورتون کو اور اُنکے رفع کرنے کی ترکیبون کو جانتی ہے ایسی سنٹرل گورنمنٹ نہین جان سکتی ہی۔ ممکن کہ وہ اُنکے جاننے مین غلطی کرے اور اپنی غلطی کی اشاعت سے نقصان اٹھائے۔ مگر جب سے فائی نینس کا انتظام ہوا ہے اُسکے فوائد روز بروز ظہور مین آتے جاتے ہین +

انڈیا کی فائی نینس آزادی

یہ بات سچ ہے کہ دنیا کی بڑی زبردست سلطنتون مین سے انڈیا کی سلطنت بھی ایک ہے اور اسکا فائی نینس ایسا ہے کہ وہ عملاً برطانیہ اعظم کا محتاج نہین ہے۔ انگلینڈ انڈیا کے لیئے جو عام کام کرتا ہی اُسکا پورا خرچ انڈیا سے ادا کیا جاتا ہے۔ یہ کام خواہ برٹش سپاہ ہو جو انڈیا مین رہتی ہے یا انڈیا اوفس ہو جو انگلینڈ مین ہے یا اور چھوٹی بڑی خدمات ہون اِن سب کا خرچ انڈیا ہی اُٹھاتا ہی وہ اپنے کسی خرچ کے لیئے انگلینڈ کا شرمندہ نہین ہی +

برٹش انڈیا کے اعداد وغیرہ

نیچے جو اعداد لکھے جاتے ہین اُن سے انڈیا کی فائی نینس کی کیفیات و حالات معلوم ہونگے کہ آخر نصف صدی مین کیا تھے +

سنہ ۱۸۴۰ء مین انڈیا کی کل آمدنی ......۱۲ پونڈ تھی اور سنہ ۱۸۵۷ء مین جبکے ایک سال بعد ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ مین عنان سلطنت لی ہے ...... ۲ ۳ پونڈ آمدنی تھی۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء مین ......۷۵ پونڈ۔ اب پبلک خرچ کے اعداد بھی عجیب ہین۔ سنہ ۱۸۴۰ء مین کل خرچ انڈیا مین سب قسم کے پبلک کامون کا شکل سے ...... ۲ پونڈ سے کچھ زائد تہا۔ سنہ ۱۸۵۷ء مین وہ بڑہکر تقریباً ......۳ پونڈ ہو گیا۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین خرچ ......۵ ۳۰ پونڈ سے کچھ زائد تہا۔ جس مین ریلوے و نہرون کی لاگتین اور اور پبلک ورکس کے قرض کا اور اُس سرمایہ کا سود جو اُنکے بنانے مین لگا ہی داخل تھے +

یہ سچ ہے کہ اِن رقمون مین چندہی اصل مقابلہ کے قابل ہین جنسے ان تبدیلیون کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو انڈیا مین واقع ہوئی ہین۔ اِن مین سے ایک تبدیلی یہ ہی کہ سنہ ۱۸۴۰ء سے سلطنت مین کچھ بڑے بڑے پرووِنس اضافہ ہوئے ہین جنکا رقبہ ......۵ مربع میل ہی اور جن کی آبادی ......۹ آدمیون کی ہی +

روپے نیو کی افزائش، زیادہ ٹیکسون کے لگانیسے نہین ہوئی۔ اگر اُس پہلے زمانہ پر جائین
جس کی آمدنیون کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے اور برٹش انڈیا کی حال کی روپے نیو کو گزشتہ تیس یا چالیس برس
کے روپے نیو سے مقابلہ کرین تو معلوم ہوگا کہ پہلے کی نسبت پبلک پر بوجھ زیادہ بھاری نہین ہوا بلکہ ہلکا
ہوا ہے۔ زمین کا روپے نیو جسکا اندازہ اِس رقبہ سے کیا جائے جس سے محصول کیا گیا ہو تو ہر جگہ وہ
بہت ہلکا پہلے کی نسبت معلوم ہوگا۔ نمک کا محصول جو پہلے لیا جاتا تھا وہ زمانہ حال کے محصول سے
بہت بھاری تھا پہلے زمانہ مین تقریبًا درامد و برآمد مال کی ہر چیز پر محصول لیا جاتا تھا۔ یہ کسٹم
کے محصول پہلے بہت بھاری زمانہ حال کے کسٹم کے محصولون سے تھے +

بالفعل برٹش انڈیا کی کل سالانہ آمدنی ۰۰۰۰۰۰۰۵ پونڈ سے کچھ زائد ہے لیکن اگر ہم یہ خیال
کرین کہ یہ آمدنی ٹیکسون کے لینے سے ہوتی ہے تو بڑی غلطی ہے ہمیشہ سے ہندوستان مین سٹیٹ اپنے
لیئے ایسی مخازن آمدنی رکھتی ہے جو اور ملکون مین افراد رعایا سے متعلق ہوتی ہین اسلیئے بھاری ٹیکسون
کے لگانیکی ضرورت نہین ہوتی یقینی دنیا مین کوئی ملک جسکی شایستہ و مہذب گورنمنٹ ہو ایسا نہین
ہو کہ اُس مین جمہور پر محصولون کا بوجھ ایسا ہلکا ہو جیسا انڈیا مین ہو۔ انڈیا مین آبادی کی ہر فرد کو جو سالانہ
ٹیکسین دینی پڑتی ہین وہ تقریبًا ۱ شلنگ ۹ پنس (ڈیڑھ روپیہ کے قریب) ہین۔ اب اگر اِس مین زمین کا
روپے نیو بھی داخل کرلین تو کچھہ کم تین روپے فی نفر ہونگے +

سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین کل آمدنی ۷۵۲۷۲۰۰۰ پونڈ سالانہ تھی جس مین ۲۰۰۹۱۲۰۰ پونڈ
خاص ٹیکسون سے وصول ہوا اور ۵۴۴۵۶۰۰۰ پونڈ اور ماخذون سے وصول ہوئے تھے اگر ان رقمون
کو انگلینڈ کی رقمون سے جو انکی متجانس ہون مقابلہ کرینگے۔ تو معلوم ہوگا کہ انگلینڈ مین سنہ ۱۹۰۰ء
سنہ ۱۹۰۱ء مین کل روپے نیو ۱۳۰۳۸۵۰۰۰ پونڈ تھا جس مین سے کچھہ زاید ۱۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ٹیکسون
سے وصول ہوا تھا۔ انگلینڈ مین کل آمدنی کے پانچ چھہ حصے ٹیکسون سے وصول ہوتے ہین اور انڈیا
مین پبلک آمدنی کی ایک چوتھائی ٹیکسون سے وصول ہوتی ہے۔ اور حقیقت مین اس سے زیادہ فرق
ہے اسلیئے کہ انڈیا کی رقمون مین صرف ایمپیریل گورنمنٹ ہی کی آمدنی داخل نہین ہو بلکہ پروونشل اور
لوکل ماخذون سے کل انڈیا مین جو آمدنیان ہوتی ہین داخل ہین۔ باستثنائے اُن ٹیکسون کے جو مینوسپل
شہرون کی درستی و خدمتگزاری کے لیئے لی جاتی ہین +

جدول ذیل سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین کل روے نیو کن بڑی مدات سے حاصل ہوا ہ

ماخذ روے نیو		سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین وصول	
زمین کا روے نیو	یہ وہ کل روے نیو	۱۷۵۰۳۰۰۰ پونڈ	
افیون	ہین جنمین ٹیکسین	۵۱۰۲۰۰۰	
فورسیٹ (جنگلات)	داخل نہین	۱۲۹۸۰۰۰	
ہندوستانی ریاستون کا خراج		۵۷۸۰۰۰	
سود		۶۵۱۰۰۰	
پوسٹ آفس و ٹیلیگراف		۲۲۵۳۰۰۰	
ٹکسال		۳۱۷۳۰۰۰	
سول ڈپارٹمنٹون اور متفرقات کی آمدنیان		۱۷۷۳۰۰۰	
ریلوے		۱۸۲۹۴۰۰۰	
انہار آبپاشی		۲۵۵۶۰۰۰	
پبلک ورکس		۴۵۸۰۰۰	
ملیٹری ڈپارٹمنٹ		۷۱۷۰۰۰	
			۵۴۴۵۶۰۰۰
نمک	ٹیکسون کی کل روے نیو	۵۹۶۷۰۰۰	
سٹیمپ		۳۳۴۳۰۰۰	
اکسائز (سائر)		۳۹۳۷۰۰۰	
پروونشل ریٹین		۲۵۶۳۰۰۰	
کسٹمس		۳۳۶۲۰۰۰	
ٹیکسین جو لگائی گئین		۱۳۲۲۰۰۰	
رجسٹریشن		۳۱۳۰۰۰	۲۰۸۱۶۰۰۰
	کل روے نیو		۷۵۲۷۲۰۰۰

اوپر جو وصولی رقمین لکھی ہین اُنکو نقد آمدنی نہین سمجھنا چاہیئے۔ انڈیا کے حساب مین انتظام ملکی کی ہر فرع کی کل آمدنی کی ارقام لکھی جاتی ہین۔ خواہ اُنسے نقد روے نیو حاصل ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ مثلاً گورنمنٹ ہندوستانی ریاستون اور مختلف پبلک گروہون کو روپیہ قرض دیتی ہے۔ اُنکے سود کی آمدنی وصول مین لکھی جاتی ہے۔ اب اسکے مقابل مین حساب مین وہ سود داخل کیا جاتا ہی جو گورنمنٹ اپنے قرض پر دیتی ہے۔ کچھ مدت نہین گزری کہ ریلوے اور نہرون کی آمدنیون سے اُنکا خرچ زیادہ ہوتا تھا۔ اِن پیشانیون مین جو اصل ماخذ نقد روے نیو کے ہین اُنکے مقابل مین اُنکے خرچ لکھے جاتے ہین جو اُنکے وصول کرنے مین ہوتے ہین۔ مثلاً ۱۹۰۰ء و ۱۹۰۱ء مین زمین کا کل روے نیو حساب مین ۱۷۵۰۳۰۰۰ پونڈ مندرج تھا اِسکے وصول کرنے مین ۲۸۱۶۰۰۰ پونڈ خرچ ہوئے پس کل آمدنی مین سے تمام خرچون کو مجرا دیکر نقد آمدنی ۱۹۰۰ء مین ۴۳۲۴۳۰۰۰ پونڈ ہوئی اب ہم یہ بیان کرتے ہین کہ بڑے بڑے ماخذ آمدنی کیا کیا ہین۔

باب ہفتدہم

ٹیکسون کے ماسوا روے نیو (آمدنی)

زمین کا روے نیو (آمدنی)

ہندوستان مین سب سے زیادہ صیغہ روے نیو (آمدنی) زمین ہے جس سے کل آمدنی سالانہ کچھ زائد ۱۷۰۰۰۰۰۰ پونڈ سے ہی یہ محاصل ٹیکس لگانے سے نہین حاصل ہوتا ہی اِس زمانہ سے جسکی ابتدا اب یاد بھی نہین رہی۔ کل ہندوستان مین فرمانروا مستحق ہی کہ وہ زمین کے ہر ایکر کے پیداوار کا ایک حصہ لے بشرطیکہ اُسنے یہ اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ مین منتقل نہ کردیا ہو یا اپنے اِس حق کو محدود نہ کردیا ہو۔ پس اِس حصہ کو زمین کا روے نیو محاصل کہتے ہین۔ آئین نوزدہم ۱۷۹۲ء جسکے موافق بندوبست استمراری ہوا لکھا ہے "کہ یہ حق ملک کا قدیمی قانون ہے۔ یہ حق ایسا ہے جسکی بابت نہ کوئی

جھگڑا ہے نہ کوئی شبہ ہے"+

آخر صدی کے وسط سے برٹش انڈیا مین زمین کا روپے نیو دوچند سے بھی زیادہ ہوگیا ہے مگر اس آمدنی کے دوچند ہونے سے زمین پر کچھہ بار زیادہ نہین پڑا۔ بلکہ اس زمانہ مین بغیر کسی وقفہ کے ٹیکسین متواتر کم ہوتی گئی ہین۔ زمین کے روپے نیو کی افزایش کا سبب توسیع سلطنت ہے+

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ۱۸۷۸ء سے ملک ...... ۵ مربع میل زیادہ ہوگیا ہے۔ قدیمی پرونسون مین کاشت کا رقبہ اور اراضی کی پیداوار کا بھاؤ بہت بڑھ گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین کا روپے نیو بہت زیادہ ہوگیا ہے کوئی مثال ایسی نہین ہے کہ اس کا اضافہ اس سبب سے ہوا ہو کہ گورنمنٹ نے زمین پر جمع زیادہ لگائی ہو۔ بلکہ اسکے برخلاف گورنمنٹ انڈیا کا یہ بیان ہے کہ کل آخر صدی مین تشخیص جمع متواتر کمی ہوتی رہی ہے اور نصف آخر صدی مین تو تشخیص جمع مین اور بھی زیادہ کمی ہوئی ہے+

ہم کو یاد نہین کہ ہندوستان مین اراضی کے فوائد مین کبھی کسی گورنمنٹ نے اپنا حصہ اتنا کم لیا ہو جتنا کہ برٹش گورنمنٹ نے لیا ہے+

اکبر کے عہد مین ٹوڈرمل کے بندوبست اراضی مین ۱۵۸۲ء مین بڑی اعتدال کے ساتھ جمع کل پیداوار پر ۳۳ فیصدی تشخیص ہوئی تھی مگر اس سے زیادہ مانگی جاتی تھی۔ مرہٹے کم از کم پیداوار کا نصف لیتے تھے اور مدراس مین بھی انگریزی گورنمنٹ سے پہلے ہی جمع لیجاتی تھی+

آخری صدی مین تحقیق بڑی تدقیق کے ساتھ ہوئی تو یہ معلوم ہوا ہے کہ بنگال مین ہندوستانی فرمانروا اکثر ۵۴ فیصدی لیتے تھے۔ پنجاب مین جب انگریزی عملداری ہوئی ہے تو سکھ گورنمنٹ کل پیداوار کا ۴۰ یا ۵۰ فیصدی لیتی تھی+

الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ ہند مین لکھا ہے۔ کہ پورا بادشاہی حصہ نصف شمار کیا جاتا تھا اس ملک مین جمع بڑی معتدل شمار ہوتی ہے۔ جس مین تہائی لیجائے۔ ایک اور تحریر مین لکھتے ہین کہ کل بندوبست اراضی مین یہ اصل اصول ہے کہ گورنمنٹ نصف لیتی ہے اور نصف کاشتکار کو چھوڑ دیتی ہے+

اب ان مذکورہ واقعیتون کو ان واقعیتون سے مقابلہ کرو جو ہم نیچے لکھتے ہین کہ زمین کے فائدہ کی بیشی کو کل یا اُسکے بڑے حصہ کو انگریزی گورنمنٹ نہین لیتی۔ وہ کبھی اپنے حصہ مقررہ سے

زائد نہین لیتی۔ لیکن اُس اپنے مقررہ حصہ کو وہ بدلتی رہتی ہے۔ سوائے مستثنےٰ صورتون کے وہ ۲۰ یا ۱۸ فیصدی کل پیداوار کا نہین لیتی۔ بمبئی مین بہت سی ہندوستانی ریاستین ہین جنکی پیمایش اور بند و بست گورنمنٹ انگریزی کے موافق ہوا ہے۔ انکی اکثر شرحین دس یا پندرہ فیصدی زیادہ برٹش اضلاع سے ہوتی ہین۔ آگرہ کے پروونس مین جہان تشخیص جمع زمین پر لگان پر ہوتی ہے زمین کی کل پیداوار پر نہین ہوتی۔ آخر صدی کے شروع مین لگان کا ۹۰ فیصدی گورنمنٹ انگریزی جمع لیتی تھی۔ بنگال مین بند و بست استمراری مین اسیقدر جمع لی گئی ہے۔ اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ مین گورنمنٹ کا حصہ لگان کا پچاس فیصدی سے کم ہے جو کل پیداوار کا ۸ ر ۷ فیصدی ہوتا ہے +

برٹش گورنمنٹ جو زمین سے جمع لیتی ہے وہ بہت ہی کم و خفیف اس سے ہی جو اس سے پہلی گورنمنٹین لیتی تھین۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اصول جنکے موافق گورنمنٹ مانگتی ہے وہ مختلف اُن اصول سے ہین جنکے موافق پہلی گورنمنٹین مانگتی تھین۔ اسلیئے ان دونون کے مقابلہ کرنے مین مغالطہ پڑتا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ کی پولیسی یہ ہے کہ وہ ملکیت اراضی کے نشو و نما کے لیئے ہمت بڑہاتی ہے اور مدد کرتی ہے اور اس مین سے خود لگان کا یا پیداوار کا ایک معتدل حصہ لیتی ہے اور پہلی گورنمنٹین مشکل سے ایسی کسی ملکیت اراضی کو جانتی ہونگی۔ اور کاشتکار سے اکثر واجب لگان کا بڑا حصہ اتنا لیتین جتنا کہ کوئی زمیندار لیتا ہے۔ اور کاشت کے اخراجات کو منہا دیکر کل بیشی نفع کو خود لے لیتی۔ کاشتکارونکو بقدر ضرورت مایحتاج جسکے سبب وہ زندہ رہین دیدیتین۔ ہر چیز کو گورنمنٹ اپنا سمجھتی۔ اب تک بھی ہندوستانی ریاستون مین طریقہ ہے غرض پہلے کاشتکار سے اتنا لیا جاتا تھا جس سے زیادہ وہ نہین دے سکتا تھا۔ پس ایسی صورت مین کہ کاشتکار حقوق ملکیت نہین رکھتا اور سخت لگان پر کاشت کرتا ہے تو یہ نہین فرض کیا جاسکتا کہ انگریزی نظام مین وہ کم اس سے دیتا ہے جو پہلے دیتا تھا۔ جب کہ زمیندار کا واسطہ گورنمنٹ اور کاشتکار کے درمیان نہین تھا +

غرض گورنمنٹ انگریزی کا یہ قاعدہ نہین ہے کہ وہ رعایا سے جسقدر لے سکے لے اور رعایا جسقدر دے سکے دے بلکہ گورنمنٹ اسقدر اعتدال کے ساتھ لیتی ہے کہ کاشتکار اور زمیندار دونو نکو اپنا حصہ ملجاتا ہے

باب ہشتدہم

مضامین باب سابق یعنے ٹیکسون کے ماسوا اور ریونیو افیون کا رونیو اور اسکی مقدار

...زمین کے ریونیو اور نمک کے ریونیو کے بعد انڈیا مین بڑا صیغہ آمدنی شاہی کا افیون سے ہی سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء
...مین افیون کا کل ریونیو ۵۰۰۰ ۱۰۲ پونڈ تھا۔ اس سال سے پانچ سال پہلے کا اوسط آمدنی افیون کا
...۲۰۰۰۰۰ ۴۵ پونڈ ہے۔ مگر اسپر وہ ریونیو زیادہ کرنا چاہیے جو اس افیون سے حاصل ہوتا ہے جو ہندوستان
...مین خرچ ہوتی ہے۔ اور وہ اکسائز (مسکرات) کی مد مین لکھا جاتا ہے اکسائز وہ ٹیکس ہے جو خاص
...خانگی اسباب اور خاص پیشون کی لائسنس پر لگائی جائے) اسمین وہ محصول اور لائسنس فیس داخل
...ہین جو افیون کی فروخت کے لیئے دیئے جاتے ہین۔ اور پنجاب مین پوست کی کاشت پر جو فی ایکڑ
...ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ ان ماخذون سے ہر صیغہ مذکورہ مین اوسط وصول ۶۶۸۰۰۰ پونڈ ہے جسکے
...سبب سے افیون کا کل اوسط نقد ریونیو کا ۳۲۰۸۰۰۰ پونڈ تھا۔ اس پنجسالہ کا بڑا حصہ افیون کیلیے
...نہایت خراب تھا۔ اور اصلی ریونیو سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین ۴۰۰۰۰۰ پونڈ سے زائد تھا۔

افیون کا ریونیو ایسی آمدنی کی مد ہے کہ جسپر برطانیہ اعظم مین بڑی شدید مباحثات
...پچاس برس تک سنہ ۱۸۴۵ء سے سنہ ۱۸۹۵ء تک ہوتے رہے ہین۔ جب شاہی کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی
...ہی تو وہ کچھ تھمے ہین مگر وہ بالکل موقوف نہین ہوئے اور غالبًا یہ کبھی موقوف نہونگے۔ اور اس رپورٹ مین
...ایسی براہین متین گورنمنٹ کے حق پر ہونے کی بیان کی گئی ہین کہ جو لوگ پہلے یقین رکھتے
...تھے کہ گورنمنٹ بالکل حق پر افیمون کے باب مین ہے تو ان کا یقین اس رپورٹ سے اور زیادہ وثوق
...ہوگیا۔ اور جو لوگ اس باب مین فراخ دل مشتبہ تھے ان کے خیالات اور رایون پر اس رپورٹ نے
...ایسا اثر کیا کہ وہ گورنمنٹ کے نظام موجودہ کو برحق جاننے لگے۔ لیکن جنھون نے پہلے سے خو...

افیون اور مطبوعہ کتب ... [illegible]

سوچ بچار کرکے یہ راے قائم کرلی تھی کہ گورنمنٹ غلطی پر ہے، انکی راے کو اس رپورٹ کی دلائل نے یا کسی اور بات نے نہین بدلا۔ چارون طرف افیون کے باب مین جو تبرّا ہورہا تھا اور اُسکی صدائین پارلیمنٹ مین آتی تھین وہ اس رپورٹ سے خاموش ہوگئین

اس شاہی کمیشن کے پریسیڈنٹ لارڈ بریسی تھے اور اُسکے ممبر وہ پارلیمنٹ کے ممبر ایک لبرائیل اور دوسرا کنسروٹیو اور ایک بڑا ڈاکٹر اور ایک نہایت ممتاز انگلو انڈین منتظم تھا اور دو ہندوستانی اشراف بڑے معزز اور ذی لیاقت تھے، وہ سارے ہندوستان مین پھرے۔ سات سَو گواہون کی گواہی لی جن مین ۴۶۶ ہندوستانی یا چینی تھے اور ۲۵۷ یوروپین۔ کئی ہزار سوال اس کمیشن نے پیش کیے اور اُنکے جواب لکھے اور پھر اُنسے اپنی رپورٹ بنائی جسکے ۲۵۰ صفحے تھے اور ہر صفحہ مین ۶۵ سطرین تھین۔ اسکے سوا گواہون کی گواہی کی تحریر کی ایک بڑی ضخامت کی ایک جلد تھی دو برس تک اس کمیشن نے تحقیقات کی اور اسمین بہت روپیہ خرچ ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کسقدر حق سچ کی تفتیش مین موشگافی کرتی ہے۔ رپورٹ پر نو ممبرون مین سے آٹھ نے باتفاق راے دستخط کردیے اور ایک ممبر نے دستخط کرنیسے انکار کیا ●

اس رپورٹ مین ان چار باتون پر مباحثے لکھے ہین کہ افیون کوئی چیز ایسی نہین کہ اسپر ضرور لعنت بھیجی جاے وہ زہر نہین ہے اور مضر بھی نہین ہے۔ اسکا مضرتناک ہونا یا بے مضرت ہونا یا فائدہ مند ہونا۔ یہ سب باتین اسکے استعمال پر موقوف ہین جو ہوشیاری اور احتیاط سے کیا جائے اس افیون کی بابت ایسے سوالات پیش ہوئے جیسی مغربی قومون مین شراب اور مسکرات کے باب مین پیش ہوتے ہین۔ ہندوستان مین یا چین مین یوروپین نے افیون نہین داخل کی۔ اسکا رواج پہلے سے یہان چلا آتا ہے۔ ہندوستانیون سے بھی زیادہ چینی خود پہلے سے اور اب بھی پوست کے بونیوالے اور اس سے افیون بنانے والے ہین۔ انگریزون پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ چینیون کو انہون نے افیونی بنایا ہے بالکل غلط ہے ●

ہندوستان کی افیون طرح طرح کی جو چین مین جاتی ہے وہ اُنکے افیونی بنانے مین فرق نہین پیدا کرتی۔ اگر ہندوستان سے چین مین افیون جانی موقوف ہوجائے گی تو خود چینی افیون کو زیادہ پیدا کرنے لگینگے۔ چین کے افیونی یہ چاہتے ہین کہ ہندوستان سے افیون آئے اور ہندوستان

شاہی کمیشن افیون

مین افیون کے پیدا کرنے والے یہ چاہتے ہین کہ ہم افیون کو چین مین بھیجین۔ پس گورنمنٹ سے
کبھی یہ توقع نہین ہوسکتی کہ وہ اس قانون طلب اور رسد مین مداخلت کرسکے۔ مگر ہان وہ ٹیکس اسپر
حد سے زیادہ لگا سکتی ہے جو ناجائز چوری چوری افیون کے لیجانے وغیرہ کی مناسب مزاحم و مانع
ہو۔ بنگال کا نظام ابتدائے نظر مین گورنمنٹ کے تعلق کو تجارت کے ساتھ بتاتا ہے۔ لیکن وہ سب سے
زیادہ بہتر و اچھا ہے۔ اسلیئے کہ وہ نہایت موثر و مانع پیداوار اور استعمال افیون کا ہے۔ اب تک افیون
کے استعمال کی نوبت اس حد تک ہندوستان مین نہین آئی کہ وہ قابل اعتراض ہو اور نہ اسنے
چینیون کی قومیت کو زہر پلایا ہے۔ یہ گورنمنٹ کا خواہ وہ انگریزی ہو یا چینی ہو حق ہے کہ افیون سے
روپے نیوہ حاصل کرے اور اسکی دلائل مخالف وموافق وہی ہین جو مغربی قومون مین وائین سپرٹ
یا بیر سے روپے نیوہ حاصل کرنے کی ہین۔ کمیشن یہ خیال کرتا ہے کہ سب سے زیادہ افیون پر معترض
امریکہ اور کینیڈا کے مشنری اور بعض انگلینڈ پادری ہین۔ یہ لوگ خدا پرست اور ایماندار ہین۔ جو
بالکل ہر قسم کے الکحال کے استعمال کے مزاحم و مانع ہین بعض تو ان مین ایسے گرم جوش کارکن ہین کہ وہ
بالکل کسی قسم کے نشہ کے استعمال کے لیئے چاہتے ہین کہ قانون مانعت و مزاحمت ہو۔ سو ہم فقط
اس شاہی کمیشن کی رپورٹ کے دو فقرون کو نقل کرتے ہین۔ زیادہ اسکے مباحثون کے نقل کرنے
سے اپنی کتاب کو نہین بڑھاتے۔ وہ لکھتے ہین کہ جو تحقیق بڑی تدقیق کے ساتھ کی گئی ہے اور
بڑی وسیع شہادت جو ہمارے سامنے پیش ہوئی ہے۔ اسکی تنقید کی گئی ہے۔ ان دونون باتون کا
نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے دلمین سمجھتے ہین کہ ہم کو اپنے اس یقین کا ظاہر کرنا واجب ہے کہ انگلینڈ مین
جو یہ تحریک ہوئی ہے کہ ہندوستان کی افیون کھانے کی عادت کے دور کرنے مین شاہی پارلیمنٹ
ایک موثر اور کارگر مداخلت کرے اسکا سبب یہ ہی کہ بہت مبالغہ کے ساتھ دلون پر یہ نقش جمایا گیا
ہے کہ یہ برائی ایسی ہے کہ جسکی وسعت کو مغلوب کرنا چاہیئے۔ ہم اس سے بھی واقف ہین کہ انگلینڈ
مین شراب کی محصول کی صورت مین اور ہندوستان مین اسی کے مشابہ افیون کی صورت مین روپے نیوہ
ایک مذموم ماخذ سے لیا جاتا ہے۔ جو سوال ہمارے سامنے پیش ہے اسے اعلیٰ پایہ کے اخلاق سے
دیکھکر ہم یہ جانتے ہین کہ حاکم کا ہاتھ اکثر اس کے دبانے اور روکنے مین کام کر رہا ہے۔"
اس شاہی کمیشن نے یہ بھی بیان کیا کہ یہ بات ضروری نہین بتلائی گئی ہے یا لوگون کیطرف سے درخواست

کی گئی ہے کہ پوست کی کاشت اور افیون کی ساخت و فروخت برٹش انڈیا مین سوائے دوا کے مطلب کے منع کیجائے"۔ اِس بات کو پارلیمنٹ اور برٹش آدمیون نے قطعی تسلیم کر لیا ہ

ایک ممبر پارلیمنٹ ولسن صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ انگلینڈ مین الکحال کی حالت ہندوستان مین افیون کی حالت سے مشابہ نہین ہے خواہ کسی طرح سے اُنکے بیان کے نقشے دیکھے جائین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بڑے خطون مین آبادی کا بہت چھوٹا سا حصہ ہی جو افیون کھاتا ہے۔ اب انگلینڈ مین اسکے برخلاف بہت افراط سے ایسے آدمی ہین جو تھوڑی یا بہت شراب پیتے ہین پس اِن دونون مین مماثلت بتلانی بالکل مغالطہ دینا ہے ایک صورت مین شراب پینی والی ایک قوم ہی۔ دوسری صورت مین ایک قوم افیون نہین کھانے والی ہے۔ یہ فقرہ محققین اخلاق کی تحقیق کیلئے موجود ہے۔ پس اگر اِس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انگلینڈ مین بکثرت آدمی الکحال کے پینے والے ہین۔ اسلیئے اِن مین قانون بنانے سے پریشانی نہین پیدا کرنی چاہیئے۔ تو اِس سے یہ استنباط ہوگا کہ چینیون کو اختیار ہی کہ وہ جس طرح چاہین۔ افیون کو اپنے ملک مین پیدا کرین اور اپنے ملک مین باہر سے اسے لائین جو صرف ٹیکس کے تابع ہو۔ پس مسٹر ولسن صاحب نے آخر کو یہ نتیجہ نکالا کہ پوست کی کاشت اور افیون کی ساخت و فروخت برٹش انڈیا مین منع کیجائے۔ صرف دواؤن کی ضرورت کے لیئے افیون پیدا کی جائے۔ اور ہندوستانی ریاستون مین یہ ممانعت زبردستی نہین داخل کیجائے بلکہ گورنمنٹ اپنی مثال کا اثر مقتدر جائز طور پر پیدا کرے۔ یہ تبدیلی ہندوستانیون کی خاطر سے نہین ہونی چاہیئے کیونکہ وہ بعد ازان لکھتے ہین کہ "برٹش انڈیا مین افیون کھانے کی عادت ہندوستانیون مین عام نہین ہی بلکہ بہت کم ہے۔ اسلیئے یہ تبدیلی اہل چین اور برٹش گورنمنٹ کی سیرت کی خاطر سے ہونی چاہیئے ہ

۱۸۹۵ء مین پارلیمنٹ کے روبرو شاہی کمیشن کی رپورٹ رکھی گئی اور سر جوزف پیس نے یہ تحریک کی کہ افیون کے نظام کی حمایت اخلاقاً کسی طرح نہین ہوسکتی۔ اِسکی ممانعت بالکل سوائے دواؤن کی ضرورت کے کیجائے۔ لیکن اُس تحریک کی تائید ۵۹ ممبرون نے اور تردید ۱۷۶ ممبرون نے کامنس ہوس مین کی ہ

سر جان اسٹریچی نے یہ بڑی باتین لکھی ہین کہ کل ہندوستان مین بہت ہی تھوڑی آبادی ہے جو

افیون کھانے کی عادی ہے۔ خاص جماعتین ہین کہ وہ مدت سے افیون کھانے کی عادت رکھتی ہین اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ان جماعتون مین وہ نسلین ہین جو جسمانی توانائی مین ہندوستان مین سب سے زیادہ قوی ہین۔ جیسے سکھ اور راجپوت۔ انگریزی ہندوستانی سپاہ مین سکھ گل سرسبد اور انڈین ایمپائر کے حصن حصین ہین۔ دنیا کے کسی ملک مین سکھون سے زیادہ خوشرو مردانہ صورت طاقتور سپاہیون کا ملنا مشکل ہے۔ ان مین افیون کھانے کی عادت عام ہے۔ یہ جو بیان کیا جاتا ہو کہ ہندوستان مین افیون کھانے کی عادت گورنمنٹ نے اسلیئے بڑھائی ہو کہ آمدنی ہو۔ بالکل بے اصل اور جھوٹ ہی ہمکو اسمین تھوڑا سا شبہہ ہو کہ ہندوستانی عملداری مین جسے ڈیڑھ سو برس کا عرصہ گزرا اب کی نسبت بہت ہندوستانی افیون کھاتے تھے۔ اب جو برٹش گورنمنٹ نے نہایت سخت نظام مسکرات کا قائم کیا ہے تو اس سے افیون کھانا کم ہو گیا ہے۔

چین کی نسبت مسٹر بیٹن نے ثابت کیا ہے کہ وہان کی آبادی عملاً اس افیون پر اپنا بہروسا نہین رکھتی جو ہندوستان سے وہان جاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنے گھر مین افیون پیدا کرتی ہی اگر یہ کہا جائے کہ یہ بالکل سچ ہے کہ چین کو افیون غارت کردیگی (جو بالکل جھوٹ ہی) توبھی ہندوستان سے وہان افیون کا نہ جانا انکی تباہی کا علاج نہین ہو۔ اگر ہندوستان سے افیون کا جانا بند ہو جائے تو چینیون کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اگر جاہلانہ تعصب کے سبب سے انڈیا اس روپے سے محروم کردیا جائے جو وہ اب افیون سے حاصل کرتا ہے تو یہ کام حماقت کا ایسا بالکل بیجا ہوگا۔ کہ کسی اجنبی گورنمنٹ نے اپنی رعیت کے لیئے کبھی نہین کیا ہوگا۔ اب انڈیا اپنے مفید پیداوار سے بہت بڑا روپیہ حاصل کرتا ہے کہ کوئی ٹیکس اپنے آدمیون پر نہین لگاتا وہ کوئی اور ایسی دولت تو شاذونادر ہی حاصل کرتا ہو

اب ہم بعض اور روپیہ کا مختصر ذکر کرتے ہین جو ٹیکس لگانے سے نہین حاصل ہوتے۔

سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین ۱۲۹۸۰۰۰ پونڈ کی آمدنی فورسٹس (جنگلات) سے ہوئی۔ یہ آمدنی گورنمنٹ کے جنگلون کی لکڑی اور پیداوار کے بیچنے سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ آمدنی نصف سے زیادہ جنگلون کی محافظت کرنے مین صرف ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین نقد آمدنی ۵۶۸۰۰۰ پونڈ تھی جب تک انتقال سلطنت ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین نہین ہوا تھا ہندوستان کے جنگلات کے

(حاشیہ: [illegible])

محفوظ رکھنے کے لیئے کوئی کام نہین کیا گیا تھا۔ جنگلات وسیع اور قیمتی ہین۔ وہ جلدی جلدی غارت ہوئے جاتے تھے۔ اُن کا رقبہ ۰۰۰۰۰۲ مربع میل ہے۔ سنہ ۱۸۶۱ء مین ایک جدا جنگلات کا محکمہ و سررشتہ قائم ہوا۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین ۰۰۰۷۸ مربع میل جنگلات کی حدود کے نشان لگائے گئے پبلک کے فائدہ کے لیئے انکی محافظت کی گئی۔ اور افسر جنہون نے خاص جنگلون کے سائنس کو جرمنی و فرانس اور کوپر ہل کالج مین سیکھا تھا۔ اُنکے مہتمم مقرر کیئے گئے۔ زمانہ حال مین ہندوستان کے اندر یہ عظیم الشان اصلاحین ہین۔ جنسے کہ اس سررشتے اور محکمے کے پیدا کرنے اور اسکے بڑے کار ظاہر کرنے سے دولت حاصل ہوتی ہے ✣

ہندوستانی ریاستون کا خراج

عہدنامون کے موافق ہندوستانی ریاستون سے خراج کی مقررہ رقمین لیجاتی ہین سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین ۰۰۰۸۷۵ پونڈ خراج کے لیئے گئے۔ یہ اکثر خراج اُس سپاہ کے خرچ کے لیئے لیا جاتا ہے جو ان ریاستون کو مطلوب ہوتی ہین۔ کل ہندوستان مین برٹش گورنمنٹ امن و امان و عافیت رکھنے کی ذمہ دار ہے۔ یہ خدمت جو ہندوستانی ریاستون کی کیجاتی ہے۔ اُسکے معاوضہ مین یہ خراج کچھ حقیقت نہین رکھتا✣

پوسٹ آفس

پوسٹ آفس کی آمدنی تقریبًا اُسکے خرچ کے برابر ہے۔ گورنمنٹ کا ارادہ نہین ہے کہ پوسٹ آفس (ڈاک کے محکمہ) سے کوئی منفعت زر حاصل کرے۔ سنہ ۱۸۵۶ء و سنہ ۱۸۵۷ء مین پوسٹ آفس کی آمدنی ۰۰۰۷۷۱ پونڈ تھی اور سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین ۰۰۰۷۵۳۱ پونڈ۔ یہ آمدنی زیادہ تر پوسٹ آفسون کی اصلاح و درستی مین صرف ہوتی ہے۔ اسکی نقد آمدنی ۰۰۰۵۳۱ پونڈ تھی۔ کوئی ملک ایسا نہین ہے جس مین ڈاک کے محصول کی شرح ایسی خفیف و کمتر ہو اور اُسکا انتظام اچھا ہو✣

سنہ ۱۸۵۶ء مین خطوط و اخبار و رسالجات کی تعداد جو ڈاک کے ذریعہ سے روانہ ہوئے ۳۸..... تھے اور سنہ ۱۹۰۱ء مین ۰۰۰۰۰۲۳۵۔ اس سے زیادہ کیا اور کوئی مثال ترقی ملک کی ہوسکتی ہے✣

ٹیلیگراف

سنہ ۱۸۵۱ء سے ٹیلیگراف کا تار لگنا شروع ہوا اور سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء تک اسکے لگانے مین ۰۰۰۸۲۷۴ پونڈ خرچ ہوئے ہین۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین ہندوستان مین ۰۰۰۲۸۱ میل تارون کی لین لگ گئی ہے ۰۰۰۰۰۵۶ پیغامون سے زائد اسمین بھیجے گئے۔ سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین کل آمدنی ۰۰۰۴۵۷ پونڈ ہوئی اسکے بنانے مین جو سرمایہ اب تک خرچ ہوا تھا اُسپر ۶ فیصدی فائدہ ہوا۔ نہرون اور ریلون کا ذکر ایک جدا باب مین کیا جائیگا

باب نوزدہم

رویینو (آمدنی) جو ٹیکسون کے لگانے سے حاصل ہوتا ہے

نمک کے ٹیکس اور اُسکے مخازن جنسے نمک ملکون مین پہنچایا جاتا ہے

ہندوستان مین سنہ ۱۹۰۰ع و سنہ ۱۹۰۱ع مین ٹیکسون کی کل آمدنی ۲۰۸۱۶۰۰۰ پونڈ ہوئی۔ ان ٹیکسون مین
نمک کی ٹیکس سب سے بڑی ہے جس کی کل آمدنی سنین مندرجہ بالا مین ۵۹۶۷۰۰۰ پونڈ ہوئی ہے*

نمک کے محصولون کا انتظام انڈیا کے مختلف حصون مین بوقلمون ہے۔ بنگال اور آسام مین آٹھ کروڑ
دس لاکھ آدمیونکی آبادی ہے۔ کچھ بڑی مدت نہین گزری کہ آجتک وہان تقریبًا کل نمک انگلینڈ سے
آتا تھا۔ سوائے سمندر کے ان پروونسون مین کوئی نمک کا ماخذ مشکل سے کہا جاتا ہے کہ موجود ہے
لیکن بنگال کے ساحل سمندر کے بڑے حصہ پر تبخیر شمسی اسکے مرطوب ہونیکے سبب سے سستا نمک
نہین بنا سکتی۔ اور اسمین یہ مشکل اور زیادہ ہوگئی ہے کہ گنگا اور برہمپترکے آب شیرین کی بڑی مقدار
خلیج بنگال مین ملتی ہے۔ تبخیر شمسی سے مراد یہ ہے کہ آب شور کے پانی کو سورج کی گرمی سے بخار بناکے
اڑادین جسکے سبب سے نمک باقی رہے۔ سمندر کی راہ سے جو نمک آتا ہے اُسکی برابری یہان کا بنایا ہوا
نمک نہین کرسکتا۔ اور اس واقعیت کے سبب سے کہ ہندوستان مین اکسپورٹ (برآمد مال) بہ نسبت
امپورٹ (درآمد مال) کے زیادہ ہے۔ اسلیے کرایہ بہت کم ہے اور نمک کی درآمد مین لاگت کم لگتی ہے۔ درآمد
مال سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو مال باہر سے اور غیر ملکون سے ہندوستان مین آتا ہے۔ اور برآمد مال سے
ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان سے جو مال باہر غیر ملکون مین جاتا ہے اسکو نکاسی بھی کہتے ہین
بنگال مین محصول درآمد مال پر آنے کے بندرگاہ مین لے لیتے ہین۔ سنہ ۱۸۸۹ع سے پہلے تمام نمک جو بنگال
مین خرچ ہوتا تھا وہ چیشٹر سے آتا تھا۔ لیکن جب نمک کے سنڈی کیٹ (منتظمون) نے انگریزی
نمک کی قیمت کو بہت بڑھا دیا تو پھر زیادہ تر بنگال مین نمک کی رسد عرب و جرمنی سے آنے لگی۔
جب انڈیا مین آمد و رفت کی زیادہ آسانی ہوئی تو پھر پردیسی نمک کی بجائے دیسی نمک بھی ہندوستان کا

بنایا ہوا کھانے مین خرچ ہونے لگا +

اگرچہ مدراس اور بمبئی مین غیر ملکون کے ساتھ آمد و رفت مین بہت آسانی ہے لیکن پردیسی نمک ہندوستان کے نمک سے مقابلہ نہین کر سکتا۔ یہان تبخیر شمسی سے نمک کا بنا لینا بڑا سہل عمل ہے۔ مدراس مین نمک پر محصول کچھ ایکسائز نظام کے موافق لیا جاتا ہے۔ کچھ اجارہ کے موافق جو اِس طرح سے لیا جاتا ہے کہ سارا نمک گورنمنٹ کیلئے بنایا جاتا ہی اور پھر وہ ایسی قیمت پر بیچا جاتا ہی جس سے محصول کی برابر فائدہ حاصل ہو جاتا ہے +

اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ مین سنٹرل پروونس کے حصون مین اور پنجاب مین زیادہ تر نمک آب شور سے بھرے ہوئے جھیلون سے بیچا جاتا ہے جو راجپوتانہ کی ہندوستانی ریاستون مین ہین یہان نمک تبخیر شمسی سے بنایا جاتا ہی اور اسکا سارا اہتمام گورنمنٹ انگریزی کرتی ہی۔ اٹک کی شمال مین پنجاب کے بڑے حصے مین پہاڑی نمک کھایا جاتا ہے۔ وہ یہان اسقدر ہے کہ کبھی ختم نہین ہوگا۔ ان پہاڑون سے گورنمنٹ نمک نکالکر بیچتی ہے اور اُسکا محصول قیمت مین داخل کر لیتی ہی۔ برہما مین بہت سا نمک انگلینڈ و جرمنی و مدراس سے آتا ہی۔ اور یہان بھی نمک بہت سا بنتا ہے +

محصولون کی شرح اور ان لینڈ کسٹمس لائن

سنہ ۱۸۸۲ء و سنہ ۱۸۸۳ء مین مختلف پروونسون مین محصول کی مقدار مختلف تھی۔ بنگال مین بہ نسبت مدراس اور بمبئی کے زیادہ محصول لیا جاتا تھا۔ جب ریلین نہ تھین اور سڑکین کم تھین تو محصول کی اُن مختلف شرحون سے کوئی حرج بھی زیادہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب آمد و رفت کی راہین زیادہ کھل گئین تو اسکا روکنا ممکن ہو گیا کہ جن اضلاع مین شرح محصول کم ہی وہان سے نمک ان اضلاع مین جہان اُسکی شرح زیادہ ہی۔ نہ آنے پائے۔ یہ نظام بہ تدریج انڈیا مین ایسا عجیب احمقانہ ہو گیا کہ اسکی نظیر کہین مشکل سے ملسکتی ہی +

سنہ ۱۸۴۳ء مین اس مطلب کیلئے کہ جن اضلاع مین نمک کا بنانا گران قیمت ہی وہان سستا نمک نہ آنے پائے۔ اور ممالک انگریزی مین نمک ہندوستانی ریاستون سے جہان اِسپر کوئی ٹیکس نہین لگتا تھا نہ آنے پائے۔ ایک ان لینڈ کسٹمس لائن بننی شروع ہوئی اور سنہ ۱۸۶۹ء مین کل برٹش انڈیا مین وہ پھیل گئی وہ اٹک کے شمال کے مقام سے سندھ پر مہاندی تک مدراس کی سرحد پر بنی تھی۔ جس کا طول ۲۵۰۰ میل تھا اسکے طول کے بڑے حصے مین سلسلہ ایسا تہا جنسے گزر نہین ہو سکتا تہا

درختون اور جھاڑ جھنکارون اور خاردار درختون اور سنگین دیوارون اور خندقون سے بنائی گئی تہین جن کے پار نہ آدمی جا سکتا تھا۔ نہ باربردار جانور و گاڑی جا سکتی تہی۔ جب تک اُنکی تلاشی روک کر نہ لی جائے۔ سر گرینٹ ڈف نے اسکو خود مشاہدہ کرکے کہا کہ دنیا مین اسکی ہمسری کوئی چیز سوائے چین کی دیوار عظیم کے نہین کر سکتی۔ بارہ ہزار افسرون اور چپراسیون کو اسکی نگہبانی سپرد تہی وہ حلقون مین منقسم تھی۔ جن مین دن رات چپراسی گشت کیا کرتے تھے اور ۱۷۰۰ چوکیان تہین جنمین چوکسی کی جاتی تہی۔ اب آسانی سے سمجھ مین آیا ہے کہ یہ سد راہ کیسی تجارت کی مانع و مزاحم تہی اور کتنا ظلم و ستم آدمیون پر ہوتا تھا اور اُنکو اذیت و تکلیف پہنچائی جاتی تہی انگریزی ممالک مین جو گڑ شکر پیدا ہوتا تھا اندر وہن ہندوستانی ریاستون مین یا انگریزی عملداری مین ایک ضلع سے دوسرے ضلع مین جاتا تھا۔ اِسپر محصول لگ گیا تھا۔ بلکہ میٹھے پر یہ ٹیکس لگی تو بڑی نرخ قابل اعتراض تھی کہ انگریزی ممالک مین نہایت عظیم الشان زراعتی پیداوار پر محصول لگ گیا۔ پس اِس طرحسے تجارت کے لیئے خواہ وہ کسی سمت مین ہو مزاحمتین پیش تہین۔ یہ نمکین و شیرین ٹیکسین برٹش پروونسون مین تجارت مین بڑا خلل و فتور پیدا کرتی تہین۔ یہ ناممکن تھا کہ اس ان لینڈ کسٹمس لائن سے فراغت ہو جب تک کہ نمک کا محصول مختلف شرح سے مختلف پروونسون مین لیا جائے۔ اور جب انگریزون کو ایسے وسائل حاصل نہ ہون کہ ہندوستانی ریاستون مین جو بڑے اضلاع شور اور نمکستان ہین اور وہان سے نمک انگریزی اضلاع مین آتا ہے ان مین نمک بنانے اور محصول لگانے کے اختیارات بالکل برٹش گورنمنٹ ہی کے اختیار مین نہ ہون ÷

سنہ ۱۸۶۹ء مین لارڈ میو کی گورنمنٹ مین یہ بہتر انتظام شروع ہوا کہ مسٹر ہیوم نے جیپور اور جودہپور کی ریاستون سے نہایت تعریف کے قابل معاہدے کیئے۔ جنکے موافق سانبھر کے نمک کی جہیل پر نمک بنانے کا حق صرف برٹش گورنمنٹ ہی کو حاصل ہوا۔ اِسی جہیل کا نمک سارے شمالی ہندمین خرچ ہوتا ہے ÷

سنہ ۱۸۷۳ء مین مسٹر ہٹین کمشنر ان لینڈ کسٹم کی صلاح سے گورنمنٹ نے یہ تجویز کی کہ راجپوتانہ مین جو بڑے نمک زار ہین وہین نمک کا محصول لیا جاوے اور ہندوستانی ریاستون مین ممانعت کردی جائے کہ کہین نمک نہ بنایا جائے اُنہون نے بیان کیا کہ صرف یہی تدبیر و تجویز ہے۔ جس سے اِن لینڈ کسٹم لاین اُٹھ

سکتی ہے۔ لارڈ نورتھبروک کے عہد میں جودھپور کی ریاست کے ساتھ یہ انتظام کیا گیا کہ اس ریاست کے بڑے بڑے نمک زار برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ میں منتقل ہو گئے جسکے باعث کسٹمس لائن کے جنوبی حصہ میں اس کا طول گھٹایا گیا جو برٹش ممالک میں تھا ؛

۱۸۷۸ء میں لارڈ لٹن کی گورنمنٹ نے سر جان اسٹریچی کی صلاح و مشورہ سے گڑ شکر پر محصول نکاسی موقوف کیا سال آئندہ میں کسٹمس لائن بالکل نابود ہو گئی۔ اس وقت یہ لائن پندرہ سو میل موجود تھی جس کی موجود ہونے کو لارڈ لٹن نے کہا کہ وہ پولیٹکل اور تجارتی تذلیل پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اسوقت سر جان اسٹریچی گورنمنٹ کے فنانشل ممبر تھے یہ ان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ ان کی رائے زرین سے یہ صلاح ہوئی جسکے سبب سے ان کی ذہانت و فرزانگی کی ہمیشہ سرا ہی جائیگی کسٹم لائن دور کرنا ممکن دو تدبیروں سے ہو سکتا تھا اول یہ کہ کل ہندوستان میں گو نمک کے محصولات فائی نینس وائل سے ایک ہی دفعہ میں پورے کے برابر نہیں ہو سکتے تھے مگر ایسے قریب برابر کئے جا سکتے تھے کہ ایک پروونس سے دوسرے پروونس میں نمک لیجانے سے فائدہ نہ ہو۔ دوسری تدبیر یہ تھی کہ راجپوتانہ اور سنٹرل انڈیا کے ہندوستانی ریاستوں سے ایسے معاہدے ہوں کہ گورنمنٹ کو ان کے نمک بنانے کے سارے کارخانوں پر اختیار کلی حاصل ہو۔ سو یہ دونوں تدبیریں عمل میں آئیں اور مقصد حاصل ہوا ؛

ہندوستانی ریاستوں کو فیاضانہ معاوضہ انکے نمک کے محصول کے نقصان کا دیا گیا۔ ان تدابیر سے نمک کا خرچ بھی زیادہ ہونے لگا اور روپے نیو بھی بڑھ گیا۔

سر ایولی بیرنگ جو اب لارڈ کرامر ہیں وہ لارڈ رپن کی گورنمنٹ کے فائی نینسل ممبر تھے انھوں نے کل ہندوستان میں دو روپیہ فی من نمک پر محصول یکسان مقرر کر دیا جس سے کہ اصلاحات مذکورہ کی تکمیل ہو گئی۔ مگر یہ پولیسی زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی کہ جنوری ۱۸۸۸ء میں نمک پر شرح محصول ڈھائی روپیہ ہو گئی ہے لیکن اب پندرہ برس بعد مارچ ۱۹۰۳ء میں نمک پر شرح محصول نمک دو روپیہ فی من جو پہلے تھی لارڈ کرزن کی گورنمنٹ نے کر دی۔ اس گورنمنٹ کی یہ بڑی دانشمندانہ تدبیر تھی کہ اسنے اس محصول کو گھٹا دیا ؛

یہ نمک کا محصول ایک ضروری ٹیکس ہے جو جمہور انام پر لگتا ہے۔ اگرچہ یہ جمہور بہت غریب ہیں لیکن مگر یہ محصول بھی ایسا خفیف ہے کہ انپر گران نہیں وہ ایک سالانہ ٹیکس فی نفر چار پنس (۳ آنہ) کے قریب ہے ؛

انڈیا کی حالت موجودہ مین یہ نمک کی متعلق ٹیکس کا اصول ایسا ہے کہ جسپر بہت ہی تھوڑا سا اعتراض ہوسکتا ہی ڈیوک آرگائل جب سکرٹری آف سٹیٹ تھے۔ اُنھون نے اِس نمک کے محصول پر یہ ارشاد کیا کہ "اصول عامہ جو ٹیکس کے ہین اُنکی وجہ سے نمک پر ٹیکس لگانا بالکل جائز اور مباح ہی۔ ہر ملک مین یہ ناممکن ہی کہ جمہور انام پر بلاواسطہ ٹیکس لگ سکے۔ اگر وہ سلطنت کے خرچ کی معاون ہو سکتی ہین تو اسیطرح کہ کسی ایسی جنس پر ٹیکس لگائی جائے جسکو جمہور سب خرچ کرتے ہون اگر ایسی ٹیکسین اچھی طرح بجا لگائی جائین تو اِس سے ریوینو (آمدنی) بھی حاصل ہوگا اور وہ جمہور آدمیون کو معلوم بھی نہوگا اور اُنپر بہت ہی کم درشتی بہ نسبت کسی اور طرح کے ٹیکس لگانیکے ہوگی۔ اب ہندوستان مین سوائے نمک کے کوئی اور ایسی جنس نہین ہے جسپر ایسی ٹیکس لگائی جائے جس سے اوپر کے بیان کا مقصد پورا حاصل ہو۔ فی الحال ہندوستان مین نمک ہی صرف ایسی جنس معلوم ہوئی جیسی کہ انگلینڈ مین بعض اجناس فنانشل نظام مین ہین جو سب جمہور کے صرف مین آتی ہین اور انسے بڑی شاہی آمدنی حاصل ہوتی ہی۔ اسواسطے یہ میری رائے ہی کہ انڈیا مین نمک کی ٹیکس کو جاری رکھنا چاہیئے۔ وہ بالکل پبلک ریوینو کی مباح جائز باراور شاخ ہی۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہی کہ وہ دیکھتی رہی کہ ریوینو کی ضروری صرفون پر ایسی ٹیکسین فی صدی بے جا گران نہو جائین بواسطہ ٹیکس پر اعتراض ہونیکا بہتر امتحان اِس سے ہوسکتا ہی کہ دیکھا جائے کہ اِسکے خرچ پر کیا اثر ہوتا ہے"۔

سٹیمپ کی آمدنی دو طرح سے حاصل ہوتی ہے ایک تجارتی اسٹامپ کے کاغذات سے دوسرے کورٹ فیس سے۔ جو جوڈیشل عدالتون مین مقدمات کے اندر مستعمل ہوتی ہین اِسکی آمدنی کی مقدار سنہ ۱۹۰۰ء و سنہ ۱۹۰۱ء مین ۳۴۳۳۰۰۰ پونڈ تھی جس مین سے ۹۸۰۰۰ پونڈ تجارتی کاغذات اسٹامپ سے حاصل ہوئی تھی اور باقی کورٹ فیس سے۔

اکسائز ریوینو یعنے آبکاری کی آمدنی اِن محصولات سے حاصل ہوتی ہی جو شرابون اور مسکرات پر لگتے ہین۔ تمباکو جو ہر گاؤن مین پیدا ہوتا ہے۔ اور انڈیا مین تقریباً ہر آدمی اور بہت سی عورتین خرچ کرتی ہین وہ محصول سے بری ہے۔ ہندوستان مین اکثر آدمی مسکرات سے پرہیز کرتے ہین۔ اراذل قومون مین شراب پینے کا رواج ہی۔ لیکن اِن مین بھی بقول گورنمنٹ انڈیا ایسی حالت ہے کہ اگر وہ انگلینڈ مین ہو تو یہ خیال کیا جائے کہ شراب سے پرہیز کرنے کا وہ زمانہ آگیا ہے جو حضرت عیسے

سٹیمپ کی ریوینو (آمدنی)

کے ہزار سال دنیا مین فرمان روائی کا ہوگا - انگلینڈ مین جو مے نوشی کے معنی ہین اسکا انڈیا مین مشکل سے پتا لگتا ہی - یونائٹڈ کنگ ڈم (انگلینڈ وغیرہ) مین آبادی مین ۴۴۲ - آدمیون کے اندر ایک شراب کی دکان ہو انڈیا مین ۲۴۰۰ سے زیادہ آدمیون مین ایک شراب کی دکان ہی - آبکاری کی آمدنی بالاستقلال بڑی آمدنی ہوگئی ہی سنہ ۱۸۷۵ع مین وہ ۱۲۵۰۰۰۰ پونڈ سے کچھ کم تھی - اور سنہ ۱۸۸۰ع مین وہ ۲۸۴۰۰۰۰ - پونڈ تھی اور سنہ ۱۹۰۱ع مین ۳۹۳۰۰۰۰ پونڈ - انگلینڈ مین فیض رسان آدمیون نے اِن اعداد کو دیکھکر اپنی جہالت و لاعلمی سے گورنمنٹ پر اپنا بڑا غصہ نکالا کہ وہ اپنی آمدنی بڑھانے کے لیئے یہ شرارت کرتی ہو کہ ہندوستانیون کی مے نوشی کے لیئے آسانی کرتی جاتی ہے - ایسی ہی ہندوستانیون کی بھی رائے ہو کہ ہندوستانی روز بروز شرابی زیادہ ہوتے جاتے ہین مگر اِس بات کی کچھ اصل نہین - آبکاری کی آمدنی کی افزایش کا سبب صرف یہ ہو کہ آبکاری کے انتظام کی بڑی ترقی کیگئی ہو اور شراب جو ناجائز طور پر بنائی جاتی تھی اور بیچی جاتی تھی وہ بند کردی گئی ہے - گورنمنٹ کے ایک مراسلہ سے اصل واقعات نقل کیئے جاتے ہین - "حال کے چند سالون مین جیسی گورنمنٹ نے آبکاری کے انتظام کے سوالات پر نہایت توجہ کی ہو ایسے چند ہی اور امور ہونگے جنپر وہ متوجہ ہوئی ہو - تین گورنمنٹین جو سب سے بڑی ہین - اُن مین سے ہر ایک نے آخر چھ سات سالون کے اندر نظام آبکاری کے عمل اور اثر کی تحقیق بڑی تدقیق کے ساتھ کی ہے - یہ تحقیقاتین لوکل گورنمنٹون کی ہدایتون کے موافق کی گئی ہین اور اُنکی خط و کتابت براہ راست گورنمنٹ انڈیا سے ہوئی ہو جن اصولون پر تحقیق مبنی تھی - اُنکو سب حکام نے جو اِس تحقیق سے تعلق رکھتے تھے - بالاتفاق قبول کیا وہ اصول یہ تھے کہ شراب پر ٹیکس لگایا جائے اور اسکا خرچ جہان تک ممکن ہے روکا جائے اور یہ کام اِس طرح کیئے جائین کہ آدمیون پر ایسی قطعی سختی اور تشدد نہ ہو کہ وہ ناجائز شراب بنانے لگین صحیح واقعات جو تحریرات مین موجود ہین وہ ثابت کرتے ہین کہ لوکل گورنمنٹین اِس پولیسی مین کامل کامیاب ہوئی ہین - اور اِن سالون مین جو آبکاری کی آمدنی کی بڑی افزائش ہوئی ہو جسے لوگ شراب نوشی کی عادت کے بڑھ جانے کی شہادت بتلاتے ہین - لیکن وہ حقیقت مین شراب کی خرچ کی کمی کو بتلاتی ہے شراب کا باقاعدہ خرچ ہزار ہا درجہ بہتر پہلے سالون کی کمی آمدنی سے ہی +

اِس بات کی ذرہ سی بھی دلیل نہین ہو کہ ہندوستانی عملداری مین ہندوستانی شراب پینے

پرہیز کرتے تھے وہ شراب سے ایسا شغل رکھتے تھے کہ جس کے روکنے کے لئے گورمنٹ کو ہمیشہ توجہ کرنی پڑتی تھی - برٹش گورمنٹ سے پہلے مسلمانون کی سلطنت تھی - اُسمین شراب نوشی کیلئے زیادہ تر آسانی بہ نسبت زمانۂ حال کے تھی اور شراب نوشی کی اکثر شکایتین ہوتی تھین - سنٹرل انڈیا اور آسام کے چیف کمشنرون کی رپورٹون سے ثابت ہوتا ہی کہ جن قومون اور نسلون مین برٹش گورمنٹ کے اثر کی رسائی بہت ہی کم ہوئی ہے وہ بڑی مستانہ نوش اور نشہ باز ہین - فی الحال جہان انگریزی اور ہندوستانی ریاستون کی سرحدین ملی ہوئی ہین وہان اس بات کی شہادت موجود ہی کہ ہندوستانی و انگریزی آبکاری کے محصولون کے نظامون مین بڑا اختلاف ہے - ایسے مقامات مین جہان انگریزی نظام اس لیئے شکستہ ہوتا ہی کہ انگریزی عملداری مین جو شراب کے بنانے اور خرچ کرنیکے لیئے روکین اور قیدین ہین انکی برابر دوسری طرف ہندوستانی عملداری مین نہین ہین - حکام آبکاری کو جو دشواریان پیش آتی ہین اُن مین سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ وہ انگریزی عملداری مین ان شرابون کو نہ آنے دین جنپر ہندوستانی عملداری مین ٹیکس لگایا جاتا ہی - اور وہ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہین ؛

صرف سخت مزاحمت کرنے والے سررشتون کے ذریعہ سے ناجائز شراب بننے کا انسداد ہو سکتا ہی - آبکاری کی آمدنی کی افزایش اس بات کو نہین ثابت کرتی کہ آدمیون کو شراب پینے کی عادت زیادہ ہو گئی ہی بلکہ وہ نتیجہ اسکا ہے کہ شراب پر شرح ٹیکس علی العموم بہت زیادہ بڑھا دی گئی ہی - جسکا حاصل ہونا بغیر اسکے ناممکن تھا کہ اسکے ساتھ ان تدابیر کی زیادہ ترقی نہ کی گئی ہوتی جو اسکے مانع و مزاحم ہین حقیقت مین آبکاری کے محکمہ کی لیاقت ناجائز شراب بننے کے روکنے ہی کی صرف عملاً شرح ٹیکس بڑھانے کی انتہا ہی - علی العموم یہ کہا جاتا ہی کہ سنہ ۱۸۸۰ء سے شراب کی دوکانون کی اور شراب کے خرچ ہونے کی کمی ہوتی جاتی ہے - اب اصل یہ نہین ہے کہ آیا کافی ممانعت نہین ہوئی ہی بلکہ یہ ہے کہ انڈیا کے بعض حصون مین ممانعت حد سے زیادہ تو نہین ہو گئی ؟ - اس خوف کرنے کی وجہ ہے کہ ناجائز شراب بنانے کی اکثر زیادتی ہو گئی ہے جسکا انسداد ناممکن ہے - شراب کا معقول قیمت پر نہ حاصل ہونا ایسا دشوار ہو گیا ہے کہ لوگ اور نشہ خاصکر گانجھا پینے لگے ہین جسکا پینا نہایت ہی مضر ہے اور جن لوگون کی شراب پینے کی عادت ہی وہ مجبوراً ایک نظام کے ساتھ اپنے تئین قانون سے بچا لیتے ہین - ایک دوسری پیشانی انڈیا مین ٹیکس لگانے کی پرونشل ریٹس ہین - یعنے وہ ٹیکسین جو فیصدی کسی شرح کے

ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین گورنمنٹ منتقل ہوئی ہی. اسکے ایک سال بعد سنہ ۱۸۵۹ء مین گورنر جنرل
مع کونسل کے فنانشل ممبر مسٹر جیمس ولسن مقرر ہوئے تھے. بغاوت کے فرو کرنے مین اور انتظام جدید کے قائم کرنے
مین بہت روپیہ خرچ ہو گیا تھا. اسکی نئی ٹیکسون کے لگانے کی ضرورت ہوئی. سنہ ۱۸۶۰ء مین مسٹر ولسن کی
صلاح سے ایک عام انکم ٹیکس لگائی گئی وہ چار فیصدی ان سب آمدنیون پر تھی جو پانچ سو سے زائد
ہون اور جو آمدنیان دو سو اور پانچ سو کے درمیان ہون اُنپر دو روپیہ سیکڑہ تھا. سنہ ۱۸۶۱ و ۱۸۶۲ء مین
انکم ٹیکس کی کل آمدنی ۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ یعنے دو کروڑ روپیہ ہوئی. وقتاً فوقتاً اس نظام مین بہت سی تبدیلین
داخل ہوتی رہین. آمدنیون پر بلا واسطہ ٹیکس کئی دفعہ بالکل یا بالجز موقوف ہوتا رہا اور کئی دفعہ پھر وہ
بحال ہوا. بعض اوقات ایک عام ٹیکس تمام آمدنیون پر لگ گیا. بعض اوقات لائسنس ٹیکس صرف پیشون
اور تجارتون پر لگ گیا. سنہ ۱۸۷۸ء مین سوال بلا واسطہ ٹیکس کا بڑی شد و مد کے ساتھ اس سبب سے پیش
ہوا کہ فائی ننیس کو نقصان کا خوف قحط کے سبب سے جو ہمیشہ وقتاً فوقتاً آیا رہتا ہے پیدا ہوا. وہ ٹیکسین جو
لائسنس ٹیکسین کہلاتی تھین اور جو حقیقت مین آمدنیون پر ٹیکسین تھین وہ ساری ہندوستان مین
پیشہ ورون اور سوداگری پیشون پر لگی ہوئی تھین. اور بعض پروونسون مین زمین پر بعض شرح سے
ٹیکسین بڑھادی گئی تھین. سنہ ۱۸۸۶ء مین لگ آگے قدم بڑھایا گیا. ایک ایکٹ کے موافق جو آمدنیان
پانچسو روپیہ سے کم تھین وہ ٹیکس سے بری رہین اور جو ۲۰۰۰ روپیہ یا اس سے زیادہ کی آمدنیان تھین
اُنپر ۵ پائی فی روپیہ سالانہ ٹیکس لگایا گیا. اور جو آمدنیان ۵۰۰ و ۲۰۰۰ کے درمیان تھین اُنپر ۴ پائی فی
روپیہ سالانہ ٹیکس لگایا گیا. سنہ ۱۹۰۳ء مین کم از کم آمدنی پر ٹیکس لگے وہ ۵۰۰ روپیہ سے ۱۰۰۰ روپیہ
ہوگئی یعنے جو آمدنیان ہزار روپیہ سے کم تھین وہ انکم ٹیکس سے معاف ہوگئین غریب آدمی اس ٹیکس سے
بالکل بری رہے. ۱۰۰۰ روپیہ سال کی آمدنی اہل یوروپ کی نگاہ مین ایک ذلیل آمدنی معلوم ہوتی ہی
مگر ہندوستان مین یہ آمدنی گو متمول پر دلالت نہین کرتی. مگر مفلسی سے بہی وہ بہت دور رہتی ہے
غرض اب یہ انکم ٹیکس کی آمدنی ایک مستقل ذریعہ گورنمنٹ کا ہو گیا ہی.

کوئی ملک دنیا مین ایسا نہو گا جس مین آمدنی پر ٹیکس لگانا زیادہ بجا بہ نسبت ہندوستان کے
ہو گا. لیکن اسکے لگانے اور قائم رکھنے مین یہ مشکل آ پڑتی ہے کہ اسکی مخالفت دولتمند اور مقتدر
جماعتین کرتی رہین وہی ایسی ہین جو اپنی آواز گورنمنٹ کے کانون تک پہنچا سکتی ہین مدت سے گورنمنٹ نے

یہ اعتراض ہوتا تھا کہ اسنے ٹیکسون کے بار انصاف کے ساتھ رعایا کی حالتون کے مناسب نہین تھے
لازم جماعتین چنسے کہ بلا واسطہ ٹیکس نہ لیجائے - وہ ٹیکس کی آمدنی کی کچھ مدد نہین کرتین - تاجر اور پرفیشنل
جماعتین ملک کے امن و عافیت و سلامتی سے مستفید ہو کر بہ نسبت اور جماعتون کے زیادہ تر فائدے
انگریزی گورنمنٹ کے سبب سے حاصل کرتی ہین مگر اسکے سہارا دینے مین جبتک کہ اُنپر براہ راست ٹیکس نہ
لگائی جائے کچھ مدد نہین دیتین - زمین بھی اگرچہ پبلک ریوینیو کے بڑے حصہ کا سرانجام دیتی ہی بعض
اوقات بالکل وہ اپنی حیثیت کے مناسب ٹیکس کی مقدار نہین دیتی - اُسکے مشہور مثال بنگال ہی جہان
مین غلطی سے سو برس ہوئے کہ بندوبست استمراری ہوا ہے جسکے سبب سے نہایت زرخیز صوبے ہین
زمیندار سرکار کو غیر کافی مالگزاری دیتے ہین اور ٹیکسون سے بھی بری رہتے ہین - ہند مین
اس ٹیکس کی عام ناپسندی کی نسبت بہت کچھ کہا گیا ہے - جو لوگ انکم ٹیکس دیتے ہین وہ دل سے
اسکے دینے سے نفرت رکھتے ہین - لیکن انڈیا مین ۲۳۲۰۰۰۰۰۰ - آدمیون مین سے صرف ۳۰۰۰۰۰ آدمی
ٹیکس لگانیکے قابل ہین - اسلیئے یہ کہنا کہ انکم ٹیکس عام ناپسندی رکھتی ہی صحیح نہین ہے - تھوڑے سے
آدمی جو ٹیکس دیتے ہین وہی اسکو ناپسند کرتے ہین - اگرچہ انکم ٹیکس ان لوگون سے لیا جاتا ہے جو
پولیٹکل اعتبار سے کل ہندوستانیون مین صاحب ثروت و ذی عزت ہین - لیکن اُنکے ناراض
ہونے مین وہ برائی نہین ہے جو اس ناانصافی مین ہے - کہ وہ ٹیکس سے بالکل بری کیئے
جائین - انڈیا مین گورنمنٹ کے لیئے بہت سی ترغیبین ایسی ہین کہ وہ دولتمندون اور ذی جاہ
جماعتون سے ٹیکسون کے لینے سے انکار کرکے اپنی عام پسندی اور ہردلعزیزی کو بڑھائے
اس بات کو وہ نکتہ چین پسند نہین کرتے ہین جنکی باتون کو سب سنتے ہین - لیکن اس
بات کے لیئے معقول دلائل کا پانا مشکل ہی نہین ہے کہ وہ اصل مین پولیٹکل اور
انصاف کے طریقون سے مخالف ہے - انگریزون کی حکومت کی بنیادین ان چند
غل مچانے والے خودغرض آدمیون کی پسند پر مبنی نہین ہین - بلکہ انصاف پر اور کرورون
خاموش آدمیون کی رضامندی پر +

اس مد کی آمدنی بڑی نہین ہے وہ ان دستاویزون سے حاصل ہوتی ہے
جو رجسٹری کرائی جاتی ہین - بعض صورتون مین اُس مال غیر منقولہ جس کی قیمت

ایک خاص مقدار سے زیادہ ہوتی ہے اثر ہوتا ہے تو اُسکی دستاویزون کی رجسٹری کرانی لازمی ہوتی ہے اور صورتون مین اختیاری ہو کہ خواہ رجسٹری کرائی جائے یا نہ کرائی جائے ؛

باب بست و دوم

ملک کی آمدنی ٹیکسوں سے

(کسٹمس ڈیوٹیز اور آمد و برآمد مال پر محصولات جنکو کبھی یہاں کروڑ گری کہتے تھے)

ہم نے اوپر سب قسم کے ٹیکسوں کا ذکر کیا ہے لیکن کسٹمس یعنی در آمد و بر آمد مال کے ٹیکسوں کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے باب میں وقتاً فوقتاً گورنمنٹ کی پولیسی میں بڑی تبدیلیاں ہوئیں اور اب تک ہم نے آخر تبدیلی کو نہیں دیکھا ہے کہ وہ کیا ہوگی۔ سنہ ۱۸۵۹ء تک تقریباً ہر چیز جو ہندوستان میں باہر سے آتی تھی بشرح دس فیصدی قیمت پر ٹیکس لیا جاتا تھا ۱۸۶۴ء میں در آمد مال پر بشرح ٹیکس کم ہوکر ۷½ فیصدی مقرر ہوئی اور لارڈ نارتھ بروک کے عہد میں ۱۸۷۵ء میں یہہ ٹیکس ۵ فیصدی ہوگیا۔ برآمد مال پر ٹیکسیں وقتاً فوقتاً معاف ہوتی رہیں ۱۸۷۵ء میں فقط چاول ۔ نیل ۔ لاکھ کی برآمد پر محصول لیا جاتا تھا۔

انڈیا کے جہازی تجارتی مال پر آزادی تجارت کے اصول جب تک ملتوی رہے کہ انکا اثر برٹش انڈسٹری (دست کاری) پر ہوا ۔ در آمد مال میں روئی کا کپڑا ان چیزوں میں داخل تھا جنسے محصول لیا جاتا تھا۔ انگلش کاریگروں نے فریاد کی کہ ہمارے بنائے ہوئے روئی کے کپڑے پر جو محصول لیا جاتا ہے وہ منافی اصول آزادی تجارت کا ہے اسپر بہت تیز اور طرار گفتگووں کے بعد ۳۱ مئی ۱۸۷۶ء کو سکرٹری اوف سٹیٹ مارکوئس سیلس بری نے گورنمنٹ انڈیا کو ایک مراسلہ بھیجا کہ جس میں انہوں نے بیان کیا "کہ انڈیا اور انگلنڈ کے اغراض میں تناقض نہیں ہے اگر یہہ محصولات انڈیا کے در آمد مال پر معاف ہوجائیں گے تو اس سے برٹش انڈسٹری کو ایسا ہی بڑا جائز فائدہ ہوگا جیسا کہ انڈیا کو بلکہ انڈیا کے نفع کے لئے ان محصولات کا موقوف ہونا

بڑا ضروری ہے۔ اب جولائی ۱۸۷۷ء کو کامن ہوس میں اتفاق رائے سے یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ جسوقت انڈیا کے فائی نینس کی حالت اجازت دے تو یہہ محصولات بغیر کسی توقف کے موقوف کیئے جائیں وہ آزادی تجارت کے صحیح اصولوں کے برخلاف ہیں۔ قحط سالی کے سبب سے اور بعض اور وجوہات سے یہہ محصولات فوراً نہیں موقوف ہوئے۔ مارچ ۱۸۷۸ء میں سر جان اسٹریچی نے آزادی تجارت کے اصول کے موافق روئی کے کپڑے کی درآمد پر محصول معاف ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۸۷۶ و ۱۸۷۷ء میں درآمد مال کا محصول ۱۲۷۵۰۰۰ پونڈ تھا جس میں سے ۸۱۱۰۰۰ پونڈ روئی کے کپڑے پر محصول لیا جاتا تھا اور باقی ۴۶۴۰۰۰ پونڈ اور مختلف چیزوں کی درآمد پر محصول لیا جاتا تھا جنمیں سے بعض چیزیں ایسی تھیں کہ ان سے بہت تھوڑا ہی محصول وصول ہوتا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں بہت سی چیزوں پر اور روئی کے کپڑے پر جو جہاز میں تجارت کے لیئے ہندوستان میں آتا تھا محصول معاف کیا گیا۔ اسی وقت میں ہندوستان کے اندر گزشت کر پر محصولات معاف کئے گئے۔ مارچ ۱۸۷۹ء میں روئی کے باریک کپڑے کی درآمد پر محصول باقی رہا۔ ہندوستان میں یہ پبلک رائے غلط تھی کہ اس روئی کے کپڑے کی محصول کی معافی سے فقط انگلنڈ ہی کو فائدہ ہوگا۔ ہندوستانیونکو بھی بڑا فائدہ یہہ تھا کہ انکو کپڑا سستا پہننے کے لئے ملتا تھا۔ ۱۳۔ مارچ ۱۸۷۹ء کو لارڈ لٹن نے برخلاف اپنی کونسلروں کے کانسل ہوس میں یہہ امر پیش کیا کہ یہہ محصول معاف کیا جائے۔ ۴۔ اپریل کو کامنس ہوس نے یہہ رزولیشن پاس کیا کہ دونو انگلش کپڑا بنانے والوں اور انڈیا کے کپڑا خرچ کرنے والوں کے لئے روئی کے کپڑے کا محصول لینا ناانصافی اور بیجا ہے اس لئے اس کا موقوف ہونا چاہیئے لیس کامنس ہوس ان محصولات کی تخفیفوں کو جو اس کے بالکل موقوف ہونے کی تمہید ہے منظور کرتا ہے۔ ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ اس کے بالکل موقوف کرنے کے لئے اقرار کرتی ہے۔ گورنمنٹ انڈیا کا فقط یہی مقصود نہ تھا کہ روئی کے کپڑے پر محصول معاف ہوجائے بلکہ درآمد مال کی تجارت کو بالکل آزاد کرنا مطلوب تھا۔ لارڈ رپن کے عہد میں

کل ورآمد مال پر سوا چند چیزوں کے محصول معاف ہوگیا۔

جب اول دفعہ مارچ ۱۸۷۹ء میں روئی کے کپڑے کی درآمد کا محصول معاف ہوا تو اس سے
چار سال پہلے روئی کے کپڑے کی درآمد کی قیمت بحساب اوسط ۸۷۶۰۰۰۰ پونڈ
تھی اور اس کے بعد چار سال مارچ ۱۸۸۶ء میں ۲۴۶۹۰۰۰۰ پونڈ اور جو سال
میں جو ۹۲-۱۸۹۱ء پر ختم ہوتے ہیں ۲۹۷۱۸۰۰۰ پونڈ تھی جب انڈیا میں روئی کے
کپڑے کی درآمد کا محصول معاف ہوا ہے تو کپڑے کی قیمت بہت کم ہوگئی ہے اور
اس کی درآمد کی مقدار میں جیسی تعجب خیز افزائش ہوئی ہے ایسی درآمد کی قیمت
میں نہیں ہوئی۔ سوا ایک مستثنیٰ صورت کے جسکا بیان آیندہ ہوگا انڈیا نے اپنے
حتے المقدور یہہ کوشش کی ہے کہ دونو ملکوں کے درمیان تجارتی داد وستد
آزادانہ ہو لیکن یہہ بات انگلنڈ نے نہیں کی وہ ہندوستانی چاء اور قہوہ سے
محصول لیتا ہے اور اس نے چار سے ۱۹۰۱ء میں ۳۷۰۰۰۰۰ پونڈ محصول وصول
لیا تھا۔ ۱۸۸۸ء میں درآمد کا محصول پیٹرولیم (مٹی کے تیل) پر لیا گیا تھا اسکی ضرورت
بواسطہ ٹیکس سے آمدنی بڑھانے کے لئے ہوئی تھی صرف یہی ایک چیز تھی جسکی درآمد پر
محصول لینے پر بہ نسبت اور چیزوں کے سب سے زیادہ کم اعتراض ہوتا تھا انڈیا
کے بڑے حصہ میں روشنی کے لئے اس تیل کا استعمال ہونے لگا ہے وہ
زیادہ تر روس سے آتا ہے اور امریکہ سے بھی اس کے سبب سے کچھ اثر انگلنڈ کی
دستکاری پر نہیں ہوتا۔

مارچ ۱۸۹۴ء تک درآمد مال کی تجارت کے اصول آزادی تکمیل کے ساتھ ہندوستان
کی برابر کسی اور ملک مین جاری نہ تھے مگر یہہ امر مشکل سے برآمد مال کی نسبت کہا جاسکتا
ہے ابتک ایک برآمد مال کا محصول قائم ہے۔ چاولوں کی برآمد (نکاسی) پر محصول
لیا جاتا ہے۔ اکثر برہما کے چاول جاتے ہیں۔ برہما میں زمین کا روپیہ بہت
کم ہے اور برہما اور انڈیا نے بہت برسوں سے کل یورپ میں چاولوں کے لیجانیکا
اجارہ لے رکھا ہے۔ محصول ۳ آنہ فی من لیا جاتا ہے سنہ ۱۹۰۰ء میں اس سے بحساب اوسط

آمدنی محصول ۰۰۰۰۰۶ پونڈ ہوئی ہے۔

مارچ سنہ ۱۸۹۴ء میں گورنمنٹ انڈیا نے اس سبب سے کہ فنانشل پر بوجہ روپیہ کی قیمت کی کمی کے سبب سے پڑا تو اسکو نئی ٹیکسیں لابدی لگانی پڑین تو سرکاری آمدنی کی بڑھانے کے لیئے سب سے کم قابل اعتراض یہہ تدبیر معلوم ہوئی کہ درآمد پر محصول لگا دیا جائے سنہ ۱۸۸۲ء میں جہازی اسباب تجارت پر سوا ربیش قیمت دھاتوں کے ہر چیز پر جو انڈیا میں آتی تھیں پانچ روپیہ سیکڑہ محصول لیا جاتا تھا یہی محصول کچھ ترمیم کرکے پھر لگا دیا۔ جن اشیاء پر محصول لگایا تھا ان میں چاندی بھی داخل تھی اور روئی کے کپڑے کا محصول معاف تھا۔ یہہ روئی کے کپڑے کا محصول تھوڑے دنوں تک معاف رہا۔ دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء میں روئی کے کپڑے اور سوت پر پانچ روپیہ سیکڑہ محصول پھر لگ گیا اور ایسے ہی اس روئی کے کپڑے اور سوت پر جو ہندوستان میں بنین بنائیں پانچ روپیہ فیصدی قیمت پر محصول لگ گیا۔ فروری سنہ ۱۸۹۶ء میں ان محصولات کی پھر درستی ہوئی کہ جو روئی کا کپڑا باہر سے ہندوستان مین آئے اسپر ۳½ فیصدی قیمت پر محصول لگایا گیا اور اسی قدر محصول اس روئی کے کپڑے پر لگایا گیا جو ہندوستان کی ملوں مین بنایا جائے سنہ ۱۹۰۲ء مین محصول لئے گئے سنہ ۱۹۰۱ء میں تمام درآمد کی جو سمندر سے ہوئی قیمت ۰۰۰۳۱۴۰۷ پونڈ تھی اس قم میں گورنمنٹ کے مال و اسباب کی قیمت ۰۰۰۸۷۳۰ پونڈ اور سونے چاندی کی قیمت ۰۰۰۹۰۵۴۵ پونڈ داخل تھیں۔ خانگی کل تجارت درآمد مال کی ۰۰۰۲۸۸۰۵ پونڈ کی اور چاندی سونے کی قیمت ۰۰۰۶۷۹۰۱ پونڈ تھی۔ نمک کو خارج کرکے اگر خانگی تجارت کی ان چیزوں کو ایک طرف رکھدیں جنپر بالضرور محصول لگتا ہے یا انپر محصول لگانے کی کوئی وجہ ہوتی ہے جیسے چاندی۔ اسلحہ و اسباب جنگ و مٹی کا تیل پشمینہ امیں اور شکر تو باقی چیزوں کی قیمت جو قابل محصول ہین ۰۰۰۰۰۵۴ پونڈ ہے۔ روئی کے کپڑے اور سوت کی جو بالکل انگریزی ہی بنا ہوا ہو درآمد کی قیمت ۰۰۰۰۰۰۲ پونڈ ہے یعنی اگر اجناس مذکورہ کو مستثنے کردو تو کل درآمد تجارت

نصف کے قریب خالص انگریزی ہے سنہ ۱۹۰۰ء میں کل آمدنی کسٹمس محصول کی لاکھ ۲۶ ہزار پونڈ ہوئی ۔ ان اجناس سے قطع نظر کر کے جنکی جدا فہرست اوپر لکھی گئی ہے روئی کے کپڑے اور سوت کی آمدنی کل آمدنی کی نصف ہے یعنی ۶۲۲۳۰۰۰ پونڈ انڈیا میں جو جہاز سے تجارتی مال کی درآمد ہوتی ہے اس میں چار سو چیزیں ہیں جو محصول کیلئے مخصوص کی گئی ہیں لیکن اس تعداد سے ان چیزوں کی تعداد زیادہ ہے جنپر محصول لیا جاتا ہے اس لیئے محصول ان تمام اشیاپر لیا جاتا ہے جو بنی اور بن بنی ہوں ۔ صرف چند ہی چیزیں مستثنیٰ ہیں جیسے کہ زندہ حیوان چھپی ہوئی کتابیں ۔ جن اناج ۔ کلین ۔ سونا ۔ سکے ۔ کوئلہ ۔ چھاپہ کا سامان ۔ ریلوے کا مصالحہ ۔ جہاز ۔ خام اون کی بنائی ہوئی خاص چیزوں پر محصول ایک فیصدی ہے اگرچہ انڈیا میں جو جہاز میں چیزیں تجارتی آتی ہیں انکی فہرست بڑی طویل ہے جنپر محصول لیا جاتا ہے لیکن ان میں سے چند ہی چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے محصول کی زیادہ آمدنی ہوتی ہے اور وہ چیزیں یہ ہیں شرابیں مٹی کا تیل ۔ شکر دہات جسمیں چاندی بھی داخل ہے اور روئی کا کپڑا ۔ کل محصول کی تین چوتھائی آمدنی ان چیزوں کے محصول سے وصول ہوتی ہے ۔ جہاز سے جو چیزیں آتی ہیں ان میں روئی کا کپڑا سب سے بڑی چیز ہے ۔

باب بست وسوم

پردیسی تجارت ۔ انگلنڈ کو جو روپیہ بھیجا جاتا ہے کرنسی اور رائج الوقت سکے

ہندوستان کی سوداگری و صنعت کاری محنت پردازی کا نشوونما پانا

ہندوستان جو غیر ملکوں سے تجارت کرتا ہے اسکا نام ہم پردیسی تجارت رکھتے ہیں وہ آخر نصف صدی میں نہایت ہی بڑھ رہی ہے ۔ کا ظاہر ہوتی ہے اسی ملک کی مادی دولت کی بڑی ترقی کی توضیح ہوئی ہے ۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں بحری تجارت تقریباً ۲۰۰۰۰۰۰۰ روپیہ کی تھی سنہ ۱۸۵۸ء میں پہلے اس سے کہ ملکہ معظمہ کے ہاتھ میں عنان سلطنت آئے

۵۵۰۰۰۰۰۰۰ روپے کی تھی اور ۱۸۸۰ء میں ۱۱۴۰۰۰۰۰۰۰ روپیہ کی تھی اور ۱۹۰۰ء میں تقریباً ۲۵۰۰۰۰۰۰۰۰ روپے کی ہندوستان کی پردیسی تجارت کو انگلستان کی بھی آخر صدی کے وسط کے پردیسی تجارت سے بڑھ گئی یہہ تجارت ۹۰۰۰ جہازوں میں ہوئی جنہیں ۹۶۰۰۰۰۰ × ۲۷ من وزنی مال لدا انہیں اسی فیصدی سے زیادہ جہاز تھے جنپر انگریزی جھنڈا کھڑا تھا۔ پردیسی تجارت کا مال دو تہائی سے زیادہ نہر سویز میں گذرتا ہے۔ ساحلی اسباب تجارت کی قیمت سنہ ۱۹۰۶ء مین ۶۳۰۰۰۰۰۰۰ روپے سے زائد تھی۔

انڈیا میں در آمد مال میں مصنوعی اشیا ہوتی ہیں اور بر آمد مال مین زراعتی پیداوار ہوتا ہے در آمد مال میں روئی کا کپڑا سب سے بڑی تجارت کی شے ہے بہت برسوں سے اس تجارت کی شاخ میں اس سبب سے ترقی نہیں ہوتی کہ اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں بھی کلوں سے کپڑا بنایا جانے لگا ہے۔ سنہ ۱۸۵۱ء سے پہلے کوئی کوٹن مل یعنی روئی کی کل نہ تھی۔ پچھلے سالوں سے کلوں کے ذریعہ سے کپڑا بنانے میں بہت جلد نہایت ترقی ہو گئی ہے۔ خاص کر بمبئی میں وہاں سوا ارب ایک کپڑوں کے سب قسم کا کپڑا کلوں کے ذریعہ سے بنایا جاتا ہے۔

۱۸۷۷ء میں ہندوستانی ملوں میں ۱۳۰۰۰۰۰ اسپنڈل (تکلے) چلتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ۱۹۲ ملیں تھیں جنہیں ۵۰۰۰۰۰۰ سپنڈل (تکلے) تھے۔ ہر روز انہیں ۱۵۶۰۰۰ آدمی کام کرتے تھے ان کلون کا بنایا ہوا کپڑا فقط ہندوستان کے بازارون میں نہیں فروخت ہوتا بلکہ اس کا دساور باہر جاپان و چین اور ایشیا کی ملکوں میں جانے لگا۔ صرف یہی روئی کی صنعت کاری و محنت پردازی نہیں ہے بلکہ بنگال کی جیوٹ ملیں کچھ بمبئی کی کوٹن ملوں سے کم نہیں ہیں۔ مصنوعی اور خام جیوٹ کا دساور بہت جلد بڑھ گیا ہے۔ درخت جسے کہ تجارتی جیوٹ حاصل ہوتا ہے اس کو ہندوستان میں پاٹ یا کوشنا کہتے ہیں کلکتہ کے کل دساور کا نصف حصہ جیوٹ کا دساور ہے۔ شمالی ہند میں ملیں ہیں جنہیں ادنی کپڑا تیار کیا جاتا ہے یورپ سے

تجارت کی حالت

اسقدر شراب نہیں آتی جسقدر جو کی شراب ہندوستان میں کلوں کے ...
ذریعہ سے تیار ہوتی ہے سرکاری دفتروں میں جو کاغذ خرچ ہوتا ہے وہ
زیادہ تر ہندوستان کی کلوں کے ذریعہ سے بنایا جاتا ہے۔ برہما میں چاول
اور لکڑی کی کلوں میں نہایت جلد بہت آدمیوں کو روزی ملنے لگی ہے اور اسی ملک
کی کانوں میں مٹی کا تیل بہت پیدا ہوتا ہے ان میں بہت سے آدمی کام کرتے
ہیں آیندہ ان کاموں سے بڑی اچھی امیدیں ہیں۔ کوئلہ کے پیداوار نے خاصکر
بنگال میں بڑی ترقی کی ہے۔ ہندوستانی کانی کوئلہ بہت سا ریلوں وصنعتگاہوں
میں خرچ ہوتا ہے اسکا بھی دساور جانے لگا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں کلکتہ سے کوئلہ
کے بھرے ہوئے سو سے زائد جہاز روانہ ہوئے۔ جہاں سے بیس برس پہلے ایک
ٹن کوئلہ بھی نہیں جاتا تھا۔

حال کے سالوں میں ہندوستان میں کان کنی اور صنعت کاری کی محنت پردازی
میں ترقی نمایاں کی علامتیں قابل اطمینان ظاہر ہوئی ہیں مسٹر شررس
سول افسر نے بنگال کی ترقی کی یادداشت لکھی ہے جسکا ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے،،
بنگال کی بندرگاہوں میں جو پردیسی تجارت نے وسعت پائی ہے اسکو کان کنی
اور صنعت کاری کی بھرتی و چستی نے بالکل گرہن لگا دیا ہے اس نے اس دارالسلطنت
کے ضلع کو صنعت کاری کی محنت پردازی کا ضلع بنا دیا ہے۔ صرف اعداد سے ہی
دل پر یہ باتیں ایسی نقش پذیر نہیں ہوتیں جیسی دریاے ہگلی میں سفر کرنے سے جسکے
کناروں پر جابجا چمنیاں کلوں کے کارخانوں کی نظر آتی ہیں۔ دریا میں ہر جگہہ فیکٹریوں کے
نئے نئے عکس دکھائی دیتے ہیں ملوں و کارخانوں کی کل تعداد جنہیں سے چار کے کارخانوں
کی تعداد خارج کردی جائے تو وہ ۹۲-۱۸۹۱ء میں ۸۹۱ تھی اب ۱۹۰۱-۰۲ء میں ۱۷،۱۸ یعنی
یعنی ۲۲،۹ فیصدی زیادہ ہوگئی ہیں اور آدمی جو ان میں کام کرتے ہیں وہ ۲۶۳۴۸۳
سے بڑھکر ۴۲۷۰۸۳ ہوگئے ہیں یعنی ۶۱،۱ فیصدی زیادہ ہوگئے ہیں ان کلوں کے
ناموں کی مختلف جنسیاں پچاس ہیں جنہیں ہڈیوں کے پیسنے کی ملیں۔ چونے کے

کارخانے ۔کیمیاوی کارخانے ۔لاک کی کوٹھیاں (فیکٹری) ۔
نیل کی کلیں ۔مٹی کے برتن بنانے کی کلیں ۔کھپرول کے بنانے کی فیکٹری ۔شکر کی فیکٹری چمڑا صاف کرنے کی فیکٹری ۔چاول اور آٹے کی ملیں ۔ریشم کی ملیں اور کارخانے اور رسون کے کارخانے وغیرہ وغیرہ ۔پیتل اور لوہے کی ڈھلائی کے کارخانون مین جو آدمی کام کرتے ہین اس آخر قرن دہ سالہ مین دوچند ہوگئے ہین اس قرن کے آخر مین ۲۵ بڑے بڑے کارخانے تھے جس مین ۱۹۰۰۱ آدمی کام کرتے تھے ۔جمال پور مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ورک شاپوں سے اسی زمانہ مین ۶۸۰۰۰ روپے کا کام بڑھ کر ۱۳۲۰۰۰۰۰ روپے کا کام بنا ہے ۔کاغذ پہلے کی نسبت دوچند بنایا گیا ہے اور اسکی قیمت مین ۸۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے سب سے زیادہ صنعت کاری جیوٹ کی محنت پردازی کی ہے اس قرن دہ سالہ کے اول نو سالون مین ملون کی تعداد مین دس کا اضافہ ہوا ہے ۔آدمی جنہوں نے اس مین کام کیا ۹۱۴۰۶ سے ۱۵۱۱۰۰ تک بڑھ گئے اور ان میں مال ۱۲۳۳۰۰ پونڈ سے ۵۷۰۰۰۰ پونڈ تک تیار ہوا ۔رقبہ مزروعہ کی تعداد ۲۰ لاکھ ایکڑ یعنی ۳۵۰۰ مربع میل تھی ۔جوٹ کی کلوں کی درآمد کی قیمت ۴۲۳۳۰۰۰ پونڈ تھی اور ان میں ۱۱۳۴۹۳ آدمی کام کرتے تھے ۔ان اشیاء کے دساور کی قیمت ۲۵۶۷۰۰۰ پونڈ سے ۶۷۰۰۰۰۰ پونڈ بڑھ گئی جو یہاں بالکل یا بالجبر بنائی گئی تھیں یعنی ۱۹۵ فیصدی کا اضافہ ہوگیا ۔
انڈیا مین چاء کی زراعت اور اس کے بنانے کی بڑی ترقی ہوگئی ہے ۔بہت سے آدمی زندہ ہین جنہون نے اسکی کاشت کی ابتدا کو دیکھا ہے ۔اب اس کی زراعت اور بنانے میں یورپین سرمایہ لگانے کے لئے نیل سے زیادہ میدان فراخ ہے ۔اول اسکی کاشت گورنمنٹ نے کی پھر بہ تدریج ہندوستانیون کی توجہ اسپر ہوئی ۔پہلے سیاحون نے بیان کیا ہے کہ ہمالیہ کے جنوبی وادی مین چاء خودرو ہوتی ہے مگر انہون نے اسکی شناخت مین غلطی کی ۔اصل چاء آسام کے جنگلون مین خودرو ہے وہان چاء کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے مگر یہ کہا جاتا ہے کہ چین مین آسام ہی سے چاء کا بیج گیا ہے ۔
جنوری ۱۸۳۴ء مین لارڈ ولیم بینٹنک کے عہد حکومت مین ایک کمیٹی مقرر ہوئی کہ ہندوستان مین

وہ چاء کی زراعت کو داخل کرے۔ گورنمنٹ نے خود ہمالیہ کے اضلاع اور ممالک مغربی و شمالی میں اس کے باغ لگائے اور ان باغوں کے انتظام کے لیئے ہنرمند چینی باغبان بلائے۔ برسوں تک زراعت کا نتیجہ ایسا مایوسانہ تھا کہ اگر اس کی کاشت کا تجربہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں نہ ہوتا اور وں کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اسکو چھوڑ بیٹھتے مگر گورنمنٹ کی خوش نصیبی تھی کہ اسنے دانشمندانہ صبر استقلال سے اسے قائم رکھا۔ جب تجربہ نے تبلا دیا کہ کن باتوں کو کرنا چاہیئے اور کن باتوں سے بچنا چاہیئے تو پھر ایسی کامیابی ہوئی کہ گورنمنٹ کے کام کرنے کی ضرورت نہیں رہی بلکہ اس کی زراعت کو اور آدمیوں نے اپنے اہتمام میں لے لیا۔ غرض یہہ ابتدا ہندوستان و سیلون میں چاء کی زراعت کے ونبانے کی تھی جو ایسی بڑھی کہ برطانیہ اعظم میں تقریباً پہلی کی چاء خرچ ہوتی ہے۔ شرقی بنگال کے اضلاع میں بہ نسبت شمالی اضلاع کی چاء کی کاشت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ سیلون میں جہاں ہندوستان سے چاء کا بیج لیجا کر بویا گیا تھا وہاں اسکو بہت جلد نشو و نما ہوا۔ جیساکہ چاء کی تجارت میں تھوڑے دنوں میں تغیر عظیم ہوا شاید ایسا کسی اور تجارت میں نہ ہوا ہوگا۔ برطانیہ اعظم میں ۱۸۶۶ء میں دو تہائی چاء ہندوستانی خرچ ہوئی وہاں سنہ ۱۹۰۶ء میں . . . . ۳ پونڈ چاء خرچ ہوئی جس میں . . . . ۸ پونڈ چاء چین سے آئی تھی اور . . . . ۶ پونڈ انڈیا سے اور . . . . . . ۱۰۵ پونڈ سیلون سے اس سال میں برٹش کو ہندوستانی چاء سے . . . . . . ۳۷ پونڈ کی آمدنی ہوئی اور چین کی چاء سے . . . ۶۴۲ پونڈ کی جو پہلے کی نسبت بہت کم تھی۔

انڈیا میں جب تک چاء کی کاشت و صنعت نہیں ہوئی تھی نیل ہی کی زراعت و صنعت کا بڑا فروغ تھا جسمیں اہل یورپ کا سرمایہ خرچ ہوتا تھا۔ مگر اہل جرمن نے ایسا مصنوعی نیل بنایا کہ اس کے آگے ہندوستانی نیل کی زراعت ایسی مات ہوگئی کہ اب یہہ امر شبتہ ہو گیا ہے کہ کہیں یہہ بڑی زراعت غارت و تباہ نہ ہو جاوے سب سے زیادہ عمدہ پیداوار ہندوستان کا شکر ہے۔ آسٹریلیا۔۔

ہنسگری اور جرمنی سے چقندر کی شکر اسقدر آئی کہ اسنے لاکھون ہندوستانی ایکھ بونے والوں کو ڈرا دیا ۱۸۹۹ء میں اور پھر ۱۹۰۲ء میں انگلنڈ میں ایسی جلد اس شکر کی درآمد کی ترقی ہوئی کہ اسپر ایسا محصول لگادیا کہ دونو شکروں کی قیمتوں میں برابری ہوگئی اور گورنمنٹ کو خیال ہے کہ آیندہ ہندوستان اس تجارت کو قائم رکھے۔

کونین

کونین بھی نیلگری کے پہاڑوں اور اور مقاموں میں گورنمنٹ نے کاشت کرائی ہے وہ کچھ فائدہ کی نظر سے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ ہندوستان میں ایک دوا جو بخار کے لئے اکسیر ہے سستی ہندوستانیون کو ملجائے اور یہاں کے دوائی خانون اور اسپتالوں میں جو روپیہ اس دوا کے خرید کرنے میں پڑتا ہے وہ کم ہوجائے۔

قہوہ

قہوہ کا دساور بھی ہندوستان سے لاکھ دو لاکھ روپیہ کا جاتا ہے مگر اس میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی ایک حال پر چلا جاتا ہے۔ قہوہ کی کاشت بھی یہاں انگریزی عملداری کے سبب سے ہوئی ہے۔

پردیسی تجارت

ہندوستان میں جو پردیسی تجارت ہوتی ہے اسکی خاص حالت ہے ہندوستان میں تقریباً تیس کروڑ آدمیوں کی آبادی ہے جس میں بیس کروڑ آدمیوں سے کچھ کم و بیش کا گذارہ فقط زراعت سے ہوتا ہے۔ صنعتکاری و کاریگری کی بڑی بڑی محنت پردازیاں بہت ہی کم ہندوستان میں ہیں اور جو ہیں وہ یورپین سرمایہ سے یا انکے سہارے سے چلتی ہیں۔

دنیا میں جو بڑی بڑی چیزین زراعت کی ہیں ایسی نہیں جو ہندوستان میں بوئی نہ جاتی ہوں یا بوئی نہ جاسکتی ہوں۔ منطقہ معتدلہ اور منطقہ حارہ کی ساری زراعتی پیداوار ونکی زراعت کے لیئے کوئی نہ کوئی زمین اور آب و ہوا ہندوستان میں ملجاتی ہے۔

ہندوستان میں زراعتی پیداوار کے ارزاں پیدا کرنے کی اور غیر ملکون کے لئے خوراک کے سرانجام دینے کی اور وہان خام چیزون کے بھیجنے کی جنہیں غیر ملک والے اپنی صنعتکاری میں خرچ کریں قوت ایسی ہے کہ اسکی نہایت نہیں جیسی ہندوستان میں اشیاء کے پیدا کرنیکی قابلیت ہے ایسی ہی یورپ میں انکے خرچ کرنے کی قابلیت ہے ہندوستانیون کی

اپنی ساری ضروری چیزیں یہیں ان کے گھر میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہہ بھی سچ ہے کہ یہاں کے اکثر دولت مند یوروپ کی عیش و عشرت کی چیزون سے ناآشنا ہیں یہاں ایسی آدمیون کی مفلسی نہیں ہے جیسی انکی تمدنی و محنت پردازی کی خاص آہستہ حالت ہے جس میں وہ رہتے ہیں غیر ملکون کی پیداوار کی خواہش انکو نہایت ہی کم ہے۔ وہ غیر ملکوں کی ان ہی چیزوں کو خریدتے ہیں جو ان کے خرچ میں زیادہ آتی ہیں مگر وہ انکو ارزان خود نہیں بنا سکتے جیسے کہ کپڑا ہے۔ دہاتون کی بنائی ہوئی چیزین اور دہات جنیں وہ خود اپنی صنعت پر خرچ کرتے ہیں ان کو ایک اور چیز کی بھی مانگ ہے جسکو وہ اپنے ملک میں نہیں پیدا کر سکتے غیر ملکون ہی سے انکو حاصل ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ہمیشہ سے قیمتی دھات (سونا چاندی) آتے رہتے ہیں۔ مدتوں کی بدنظمی اور ظلم و تعدی نے انکو یہ سبق پڑھائے ہیں جنکو وہ جلدی سے نہیں بھولتے کہ اپنی کمائی کی بچت کی یہی صورت ہے کہ سونے چاندی کی صورت میں اسکو رکھیں۔ پس انکو تھیلیوں میں رکھنے کے لیئے یا زمین میں دفن کرنے کے لیئے سونے چاندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکو کیا سکّوں کی صورت میں رکھتے ہیں یا زیور کی صورت میں۔ تہواروں اور شادی بیاہ کی رسموں میں جو غریب عورتیں بھی زیور پہنتی ہیں اپر تعجب ہوتا ہے۔ پانچ سال میں جو ۱۹۰۲ء پر ختم ہوتے ہیں سونے چاندی کی درآمد ۲۷۵...... روپیہ ہوئی ہے اسی عرصہ میں سب تجارت کی چیزون اور خزانہ کی درآمد کا اوسط سالانہ اسکی برآمد مال سے بقدر ......۱۴۰ روپیہ کے کم ہوا ہے۔ اس افزائش کا معاوضہ انڈیا براہ راست بلاواسطہ تجارتی چیزون میں نہیں پاتا اور اسکا مسادی کہ اور صورتون میں پاتا ہے۔

سٹیٹ اور انگلش مین نے اپنے سرمایہ کی بڑی مقدار ریلوے و آبپاشی کے کاموں میں اور محنت پردازی کے کاربار عظیم میں خرچ کی ہے اور خرچ کر رہی ہے انڈیا کو اس سرمایہ کا سود ادا کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے انگلنڈ میں بڑی بڑی قیمتین

ہندوستان انگلستان کو کس طرح روپیہ دیتا ہے

انڈیا کو اس سبب سے دینی پڑتی ہین کہ وہ انگلنڈ کا محکوم ہے گورمنٹ کے ایک حصہ کا خرچ اسکو انگلنڈ مین دینا پڑتا ہے۔ انڈیا مین انگریزی حکومت کا ہونا ہندوستانیون ہی کی اپنی اغراض کے لیئے ہے جو کچھ وہ دیتا ہے اس سے بالجبر نہیں لیا جاتا ہے بلکہ وہ مقتدر و موثر گورمنٹ کی ان خدمات کا معاوضہ دینا ہے جو حقیقت مین اس کی کی جاتی ہین اس معاوضہ سے زیادہ اس سے نہین لیا جاتا۔ انگلنڈ مین جو روپیہ انڈیا دیتا ہے اسکی مدات بہت سی ہین جنکی تفصیل یہ ہے کہ انڈیا مین جو انگلنڈ کا سٹرلنگ (روپے کے سکے) مین سرمایہ خرچ ہوتا ہے اسکا سود سول اور ملیٹری انتظامات کا خرچ سود اور سالانہ خرچ سٹیٹ ریلوے اور گارنٹی کمپنیوں اور معمولی قرضون کے سبب سے فرلو کی تنخواہین پنشنین۔ انگلنڈ مین جو گوروں کی سپاہ ہندوستان کی خدمتگزاری کے لیئے رہتی ہے اسکا خرچ جو انگلنڈ کی گورمنٹ کو دینا پڑتا ہے ہر قسم کے سٹور کی قیمت ہندوستان کی ریلون کے لیئے جو مصالحہ خریدا جاتا ہے اسکی قیمت انڈیا اوفس مین سکریٹری اوف سٹیٹ کے محکمہ کا خرچ دینا پڑتا ہے معمولی سالانہ خرچ محکمہ مذکور کا جس سے ان سٹوروں کا خرچ خارج ہے جو انڈیا کے لیئے خریدے جاتے ہین ... ۱۴۰ پونڈ ہے سال بسال جو انڈیا سے انگلنڈ کو روپیہ بھیجا جاتا ہے اسکی مقدار بدلتی رہتی ہے ۱۹۰۰ع مین تقریباً ... ۱۷ پونڈ تھی۔

نہایت مختصر طور پر یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ انڈیا پر جو روپیہ واجب الادا ہوتا ہے وہ انگلنڈ کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے بحساب اوسط جو انڈیا کی برآمد مال کا اضافہ درآمد مال پر ہوتا ہے اسکا اوپر بیان ہوا کہ وہ ۱۹۰۱ع مین ... ۳۴ پونڈ تھا بس انڈیا کے اس برآمد مال کی قیمت کی رقم سکون مین اسطرح ادا کی جاتی ہے کہ انڈیا کا برآمد مال کرنیوالا ہندوستان کا پیداوار یوروپ مین فروخت کرتا ہے اب اور یوروپین درآمد مال کرنے والا انڈیا کے روپیہ کے ادا کرنے کے لیئے کیا تو روپیہ ہندوستان مین بھیجے یا وہ لندن مین ہندوستان کے لیئے بل (ہنڈویان) خریدے۔ انڈیا سے جو روپیہ جاتا ہے اس کا زیادہ حصہ سکریٹری اوف سٹیٹ پاس بھیجا جاتا ہے بس وہ بل ہندوستان کے خزانون

جاری کرتا ہے جو ہندوستان میں شاہی آمدنی سے خرچ کیے جاتے ہیں اور
یورپ میں درآمد مال کرنے والا وہ روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہے جو انڈیا میں اسکو مطلوب ہے
وہ ان بلون کو خریدنے سے حاصل کرتا ہے اسطرح سے سکرٹری او سٹیٹ کو وہ روپیہ حاصل
ہو جاتا ہے جو اسکو انگلنڈ میں مطلوب ہے دس سال کے عرصہ میں جو سنہ ۱۹۰۰ء پر
ختم ہوتا ہے سکرٹری او سٹیٹ کی بلوں کا اوسط تقریباً ۵۵۰۰۰۰۰ پونڈ تھا
یہی وہ عمل ہے جسکے سبب سے بعض اوقات یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ انڈیا اپنے
مخازن سے خالی ہوا جاتا ہے اسکو انگلنڈ کو اتنا خراج دینا پڑتا ہے کہ وہ پسا
جاتا ہے۔ لیکن ان بیانات کی کچھ اصل نہیں وہ جانتا ہیں انڈیا سے انگلنڈ
کیا ان خدمات کا معاوضہ لیتا ہے جو وہ اسکی کرتا ہے یا وہ سود اپنے اس
سرمایہ کا لیتا ہے جو وہ انڈیا میں خرچ کرتا ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ اس
بات کو ضروری ماننا پڑتا تھا کہ وہی ملک فائدے میں رہتا ہے جس میں
درآمد مال بلنسبت برآمد مال کے زیادہ ہوتا ہے۔ یہہ دقیانوسی رائیں ہیں
جنکی نسبت سر روبرٹ جفن یہہ فرماتے ہیں کہ ایسے دھوکوں کی باتوں کے یقین کرنے
والے اس کے مستحق نہیں ہیں کہ وہ اکونومسٹ (پولٹکل اکونومی یعنی سیاست مدن
جاننے والے) کہے جائیں گو انکی باتیں بازاری لوگ یا پولٹک جاننے والے قبول
کرتے ہوں۔ میزان تجارت اور درآمد مال کی افزونی برآمد مال پر صرف ایسے
گڑھے ہو گئے ہیں جنمیں ناواقف کارگرتے ہیں۔ برطانیہ اعظم میں اتبک درآمد مال
بہت زیادہ برآمد مال سے ہے اسکے برخلاف آخر زمانہ تک یونائیڈ سٹیٹس (جو غالباً
دنیا میں سب سے زیادہ متمول ملک ہے) میں برآمد مال مثل ہندوستان کے
بہت زیادہ درآمد مال سے تھا۔ یہ ظاہر سچی بات ہے برطانیہ اعظم میں دولت
جو بافراط جمع ہے اسکا سبب یہہ ہے کہ وہ مفید کاموں میں ساری دنیا میں
اپنا سرمایہ لگاتا ہے اور اسکا جائز معاوضہ درآمد مال کی افزائش کی صورت
میں پاتا ہے اسطرح یونائیڈ سٹیٹس اور انڈیا اور اور ملک جو انکی مثل ہیں اسکی

اسکی امداد کرتے ہیں۔ انڈیا جو انگلنڈ کو روپیہ ادا کرتا ہے وہ نتیجے اور شہادت ان فائدون کے ہیں جو وہ انگلنڈ کے تعلق سے حاصل کرتا ہے ہمیشہ کی خونریزی و بدنظمی و غارتگری کی بجائے انگلنڈ نے انڈیا کو امن و عافیت و خوش نظمی و عدل و انصاف دیا ہے اگر آج انگریزی حکومت انڈیا سے موقوف ہو جائے تو پھر وہی ساری مصیبتیں اور آفتیں ہندوستان پر یقینی نازل ہوتی ہیں جنسے کہ اُسنے ہندوستان کو بچایا تھا انڈیا جو انگلنڈ کو روپیہ دیتا ہے وہ سود اس سرمایہ کا ہے جو انگلنڈ نے انڈیا مین لگایا ہے اور اس سرمایہ میں صرف اسکا روپیہ ہی نہین لگا ہے بلکہ اسکی عقل و جودت و قوت و مستعدی بھی شامل ہے جنپر حسن انتظام اور تجارت کی خوشحالی موقوف ہے ان سے جو کل فوائد انڈیا کو حاصل ہوتے ہیں انکے عوض مین وہ روپیہ دیتا ہے اور انگلشی سرمایوں کے لگانے سے جو ہندوستان کو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اس قیمت سے بہت زیادہ وزنی ہیں جو ہندوستان ادا کرتا ہے بس وہ اپنے برآمد مال سے جو درآمد مال سے بہت زیادہ ہے اپنے نقصانون کا عوض پالیتا ہے انگریزی سرمایہ جو مفید پبلک ورکس انڈیا میں خرچ ہوتا ہے اسکا سود جو انڈیا دیتا ہے وہ اصل میں کچھ نہیں اس لئے کہ اس سرمایہ لگانے کا جتنا سود دیتا ہے اُس سے بہت زیادہ خود فائدہ اس سرمایہ کے لگنے سے حاصل کرلیتا ہے مثلاً ہندوستان میں ۰۰۰۰۰۰۰۰۶ ۲ پونڈ ریلوں اور نہروں میں خرچ ہوا ہے یہ روپیہ کچھ شاہی لونوں سے (یعنی روپیہ کے قرض لینے سے) یا روزی نیوآمدنی ملک سے یا ان کمپنیوں سے حاصل ہوا ہے جنکو سود دینے کی گورنمنٹ کفیل ہے یا سیڈٹ کی اور امدادون سے۔ ریلوں کی کل آمدنی کی رقم ۰۰۰۰۰۰ ۲۵ پونڈ ہے جو شاہی خزانون میں داخل ہوتی ہے جسکا بہت سا حصہ خود ہندوستان مین مزدوروں کی مزدوری میں اور کاریگرون کی اجرت میں خرج ہو جاتا ہے صرف ۰۰۰۰۰ ۲ پونڈ انگلنڈ کو اس سرمایہ کا سود بھیجا جاتا ہے جو اسنے اپنا لگایا ہے۔ بس وہ آدمی جو ریلوں کو اپنے کام میں لانے کے لئے ۰۰۰۰۰۰ ۲۵ پونڈ دیتے ہیں انکو بہت زیادہ

فائدہ ہوتا ہے اگر وہ اپنی گنواری انگھر سواریون کا کرایہ مجبوراً دیتے تو ان رقم سے انکو بہت زیادہ دینا پڑتا مسافرون کا سفر خرچ اور اسباب کی باربرداری کا خرچ ریل مین جتنا کم ہے اتنا کسی اور طرح سے وہ کم نہیں ہوسکتا زیادہ ہی ہوتا ہے یہہ حساب نامعقول نہیں کیا گیا ہے کہ ریلون کے سبب سے انڈیا مین باربرداری اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانے کا خرچ بہت ہی کم ہوگیا ہے۔ یہہ ریلین زیادہ تر انگریزی سرمایہ سے بنتی ہین انسے ہندوستانیون کو ...... ۵ پونڈ یا ...... ۶ پونڈ سالانہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تجارت اجیران ریلون کے کبھی اسقدر زیادہ نہین ہوتی جتنی اب وہ ہوگئی ہے اسکی ایک مثال یہ ہے کہ ...... ۵ ٹن (ٹن ستائیس ۲۷ من کے قریب ہوتا ہے) کوئلہ ریلوے پر سنہ ۱۹۰۰ مین گیا ہے جو بغیر ریلوے کے کسی طرح وہ جا ہی نہیں سکتا تھا اس کوئلے میں سے ...... ۲ ٹن کی برآمد ہوئی یعنی غیر ملکون مین وہ گیا۔ بس یہہ ...... ۶ پونڈ کا انگلنڈ جانا بتلاتا ہے کہ اس سے انڈیا دولت سے خالی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے انڈیا کو بہت فائدے حاصل ہوتے ہین یہی حال ان انگریزی سرمایون کا ہے جو چاء۔ قہوہ نیل کوٹن ملون اور اور صنعت کاری کے کامون مین لگایا گیا ہے جنکا سود انڈیا ادا کرتا ہے وہ اس سود کے دینے سے مفلس نہین ہوتا بلکہ متمول ہوتا ہے۔

مگر ایک بات ہے جس مین انڈیا کا بہت بڑا نقصان انگلنڈ کو ان ہماری رقمون کے ادا کرنے مین ہوتا ہے اسکی وجہ یہہ ہے کہ ان دونو ملکون مین سکون کی قیمت کا پیمانہ واحد نہین ہے انگلنڈ مین قیمت کا پیمانہ سونے سے ہوتا ہے بس جو انڈیا کو رقم انگلنڈ مین ادا کرنی ہوتی ہے وہ اس سونے کے پیمانہ مین کرنی پڑتی ہے مگر ہندوستان کا سارا روپیہ (آمدنی) چاندی مین ہوتی ہے۔ جون سنہ ۱۸۹۳ تک انڈیا مین قیمت کا پیمانہ چاندی تھی اور ٹکسالون مین چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ غرض وہان سکے چاندی کے تھے جنکی مدد تلنب کے سکے بھی کرتے تھے۔ پھر کرنسی (کاغذ زر) بھی چاندی کے سکون کی بجائے جاری ہوا تھا۔

۱۸۷۳ء میں انگلنڈ مین سونے کی نسبت چاندی کی قیمت مین چندان فرق نہ تھا بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ وہان دو شلنگ سے کچھ کم پر ہیان کا روپیہ نہ بدلا جاتا ہو مگر فرانس اور جرمنی میں سکون کے نظام سے چاندی کی قیمت بہت گھٹ گئی پس انڈیا کو اپنے زر واجب الادا کرنے کے لیئے وہان سونا خریدنا پڑتا تھا جہان اس کی قیمت مین چاندی کے روپے اس لیئے دینے پڑتے تھے کہ انڈیا میں سونا اور انگلنڈ مین چاندی دونو محض تجارت کی چیزیں تھیں - جب روپے کی قیمت دو شلنگ تھی تو ۱۰۰۰ روپے انگلنڈ میں ۱۰۰ پونڈ خرید لیتے تھے لیکن جب روپیہ کی قیمت ۱ شلنگ ۳ پنس رہ گئی تو ہزار روپیہ میں ۶۲ پونڈ ۱۰ شلنگ خریدے جا سکتے تھے چنانچہ یہہ صورت ۱۸۹۲ء میں تھی بس اب یہہ سمجھنا آسان ہے کہ جب گورنمنٹ انڈیا کو اپنی چاندی کی گھٹی ہوئی قیمت سے بڑی مقدار مطلوبہ سونے کی انگلنڈ کے مطالبہ کے ادا کرنے سے خریدنی پڑی تو یہ ایک امر بڑا قابل التفات ہو گیا ۹۳-۱۸۹۲ء میں جو انڈیا سے انگلنڈ کو زر واجب الادا بھیجا گیا اسکی مقدار ۱۶۵۳۲۰۰۰ پونڈ تھی جسکے عوض میں ۲۶۴۷۸۰۰۰۰ روپے دئیے گئے اگر یہی رقم ۷۴-۱۸۷۳ء میں ادا کی جاتی تو موافق شرح مبادلہ ۱۷۷۵۲۰۰۰۰ روپے دینے پڑتے بس سونے کی نسبت چاندی کی قیمت کے گھٹنے کے سبب سے ۸۷۰۰۰۰۰۰ روپیہ زیادہ دینا پڑا بس جب فی روپیہ شرح مبادلہ ۱ شلنگ ۴ پنس ہوتی تو انڈیا پر ۵۸۰۰۰۰۰ پونڈ کا ٹیکس لگ گیا - اگر سونے چاندی کی قیمتون کے مبادلہ میں یہہ تبدیلیان نہ ہوئی ہوتیں تو انڈیا کو یہ ٹیکس نہیں دینا پڑتا - گورنمنٹ کے لیے یہہ ناممکن تھا کہ وہ پہلے سے ان مبادلون کی شرح کو دیکھ کر سالانہ خرچ کا تخمینہ کرتی کہ کتنے کروڑون روپیہ کے اندر وہ ہوگا خواہ کیسی ہی پیش بینی اور دور اندیشی سے وہ تخمینہ کرتی مگر وہ ایسے سببون سے درہم برہم ہو جاتا کہ جنپر گورنمنٹ کا کچھ بس نہیں چلتا ۱۸۹۳ء مین ڈیوڈ باربر نے لکھا کہ فائی نینشل کی حالت مبادلہ کی ان لوگون کے اختیار مین ہے جو کسی طرح سے چاندی کی قیمت پر اثر کر سکتے ہین اگر اسوقت یہہ تخمینہ کیا جائے کہ فی الحال ۱۰۹۵۰۰۰۰ روپیہ کا نقصان ہوگا اور شرح مبادلہ مین ایک پینی کا اضافہ ہو جائے تو حساب مین

ناضلات ہو جائینگی اور ایک پینی کی کمی ہو جائے تو .... ۲۰ روپیہ کی کمی
ہو جائیگی اگر گورنمنٹ .... ۱۵۰ روپیہ کا ٹیکس لگائے تو پینیہ کی ایک طرف کی
گردش مین گورنمنٹ کو اور زیادہ ٹیکس لگانے کی ضرورت پڑیگی اور پینیہ کی دوسری
طرف گردش سے ٹیکس لگانے کی بالکل ضرورت نہیں رہیگی - جب سال آئندہ کا
بجٹ (فرد حساب جمع خرچ) بنانے کا بندوبست کرتے ہیں تو اس میں روپیہ کے
بڑھانے کا یا سرکاری اخراجات میں گھٹانے کا جو ہمارے اختیار میں ہیں اتنا خیال نہیں کرنا پڑتا
جتنا کہ اس شرح مبادلہ پر خیال کرنا پڑتا ہے -

شتہ ا میں سر جان اسٹریچی نے یہہ فرمایا تھا کہ یہہ جو چاندی کی قیمت متواتر گھٹتی جاتی
ہے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ اسکا گھٹنا کہان جاکر ٹھیریگا یا گورنمنٹ کے مطالبوں میں
متواتر افزائش کا کب خاتمہ ہوگا - جو پہلی بات کا لازمی نتیجہ ہے بالفعل ٹیکسون کیطرف
رجوع ہو رہی ہے جو قابل اعتراض ہیں اور ایسے بیچارے غربا پر بوجھ رکھے جاتے ہیں
اور ہمارے لئے وہ وقت خطرناک قریب آنے والا ہے کہ جس میں وہ تدابیر اختیار
کرنی پڑینگین جو پولیٹکل کے لحاظ سے اندیشناک ہونگین یا بے جا - اب تک ہم نے
انڈیا میں کوئی ٹیکس ایسی نہیں داخل کی کہ وہ عام ناپسند ہو اور جمہور انام پر اثر کرتی ہو -
اگر ہم اس اپنی پالیسی کو بدل ڈالین گے اور اس قسم کے بار رعایا پر ڈالین گے جنکو لوگ پہلے
نہیں جانتے تھے تو ہمارا پوزیشن (منصب) بہت مختلف اس سے ہو جائیگا جو زمانہ گذشتہ
میں تھا - ہماری سخت مشکلات زیادہ ہو جائینگین اگر ہم ان خرچون کے پورا کرنے کے بار
ہندوستانیون پر ڈالین گے جنسے ٹیکس دینے والے کو کچھ فائدہ نہیں ہے اسکی اصل کو
وہ بالکل نہیں سمجھتا اور اسکا سبب بلاواسطہ فقط گورنمنٹ کا اجنبی ہونا ہے سچی بات یہ
ہے کہ ایسی موجودہ حالتوں مین ٹیکسون کو از سر نو درستی کرنے سے کوئی علاج نہیں ہوگا
اگر انڈیا ایسا ملک ہوتا جیسا کہ انگلنڈ ہے - جہاں پبلک روپیہ ضرورت کی صورت میں ہر وقت
بہت زیادہ ہو سکتا ہے اور جب اسکو معلوم ہوتا کہ چاندی کی قیمت سونے میں متواتر گھٹتی
جاتی ہے تو بھی اس کے خزانہ مین جسکی تھا نہیں ہمیشہ چاندی کے متواتر بھرنے سے کوئی

رلیف (اسہاتیا) اسکو نہ ہوتی اس سوال کا بھاری ہونا جو میری فہم میں ہے اسکو اپنی زبان
سے بیان نہیں کرسکتا۔ کوئی انڈیا میں ایسا انگریز حاکم نہیں ہے کہ جس کے دل میں یہ
اثر نہ ہو کہ جیسا کہ زمانہ گذشتہ میں روپیہ برباد ہوا ہے ایسا ہی آیندہ بھی ہو کسی دن ہم صرف
فائی نینشل ہی کی نہایت سخت مشکل میں نہیں پڑ جائیں گے بلکہ پولیٹکل جوکھوں میں"
جو صاحب ممدوح نے سوچا تھا وہ وقوع میں آیا کہ ۱۸۹۲ء میں گورنمنٹ انڈیا نے سکرٹری
اوف سٹیٹ سے درخواست کی کہ انڈیا میں ٹکسالوں کے اندر چاندی کا سکہ نہ
ڈھالا جائے اور سونے کا سکہ کسی پیمانہ کا داخل کیا جائے اسکا نتیجہ یہہ تھا کہ ایک
کمیٹی مقرر ہوئی جسکے پریسیڈنٹ لارڈ ہرشل تھے کہ وہ اس کل معاملہ پر غور کرے
کمیٹی کی تحقیقاتوں نے اس نتیجہ کی توثیق کی کہ گورنمنٹ انڈیا کی فائی نینشل حالت
نہایت نازک اس سبب سے ہو رہی ہے کہ چاندی کی قیمت بہ نسبت سونے کے بہت
گھٹ گئی ہے اور آیندہ غالباً یہہ معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کی قیمت اور کم ہوگی۔ بہت دن
نہیں گذرینگے کہ روپیہ کی قیمت ایک شلنگ سے زیادہ نہیں رہیگی اس سے بہت
نقصان ہو رہا ہے آیندہ اس سے اور زیادہ نقصان ہوگا اس لئے کمیٹی کی یہہ رای
ہے کہ اگر ان رائج الوقت سکوں کی مشکلات کا کوئی علاج نہ ہوگا تو نقصان دس کروڑ
روپیہ سے بھی زائد ہوگا۔ یہہ خیال نہیں آتا کہ یہہ رقم اخراجات کی تخفیف سے حاصل ہو جائیگی
یہہ بھی ناممکن ہے کہ وہ تازہ ٹیکسوں سے حاصل ہو اگر ہم ایسی تدابیر اختیار کرنے کے لیئے
تیار ہوتے تو وہ صرف اکونومی کے اعتبار سے اندیشناک نہیں ہیں بلکہ پولیٹکل
لحاظ سے بھی نہایت خوفناک ہیں بس کمیٹی کے غور وخوض کا نتیجہ یہہ ہے کہ وہ گورنمنٹ
کے ساتھ متفق الرائے ہے کہ اب یہہ ضرور ہو گیا ہے کہ انگلنڈ اور ہند کے درمیان کوئی
قیمت مشترک کا پیمانہ معین ہو اور انڈیا میں سونے کا سکہ جاری ہو اور انڈیا کی
ٹکسالیں چاندی کی پبلک سکوں کے لیئے بند ہو جائیں لیکن گورنمنٹ اسوقت
ٹکسالوں کو جاری کر دے کہ پبلک کو سونے سے بدلنے کے لیئے چاندی کے سکوں
کے لیئے ضرورت ہو روپیہ کی قیمت پہلی دفعہ ۱ شلنگ ۴ پنس مقرر کی جاتی ہے اور شاہی

شاہی مطالبون کے ادا کرنے کے لیئے شاہی خزانون میں بھی سونے کا سکہ اسی بھاؤ سے داخل کیا جائے۔ کمیٹی کی ان سفارشون کی تعمیل کے لیئے گورنر جنرل مع کونسل نے جون ۱۸۹۳ء میں ایکٹ پاس کیا جسکا منشا یہہ تھا کہ وقت کی ضرورتون کے موافق اول انتظامات مشروطہ رہیں اور انڈیا کے لیئے سونے کے سکہ مین داخل ہونے کی ضروری تدابیر کا کرنا آیندہ کے تجربہ پر چھوڑا گیا ہے کہ اس کے موافق قانون بنایا جائیگا۔ ٹکسالون کے بند ہونے کے چار سالون کے بعد روپیہ کی قیمت اشلنگ چار پنیس کے قریب ہوگئی۔ ۱۸۹۸ء کے شروع میں گورمنٹ نے ان تدابیر کا جنکا آغاز ۱۸۹۳ء مین ہوا تھا تکمیل کی۔ اس نے اپنی درخواستین اس کمیٹی کے روبرو پیش کیں جسکے سرہنری فولر صدر انجمن تھے۔ ۱۸۹۹ء مین اس کمیٹی کی سفارشون سے ایکٹ ۲۲ ۱۸۹۹ء پاس ہوا جسکے موافق سونے کا سکہ انڈیا میں الحال الوقت سکہ ہوا جسکی شرح یہہ قرار پائی کہ سورن کی قیمت پندرہ روپیہ ہو اور انڈیا کی ٹکسالون مین یہہ سورن کا سکہ ملک کے لیئے ڈھالا جائے۔

سکہ اوزان

اوزانکا حال ہندوستان مین بڑا ابتر و پریشان ہے تجارت اور بیچ بیپار مین غریب آدمیون کو ان کے سبب سے بہت نقصان اوٹھانا پڑتا ہے صد ہا طرح کے اوزان اور پیمانے ہین اور انکے اندازہ کا پیمانہ ایک نہین ہے کہ جس سے خردہ فروشون کے اوزان و پیمانون کا امتحان کیا جائے۔

اوزان اور پیمانے

تجارت سے ایک اور بات بھی اوزان اور پیمانون کے متعلق ہے۔ آئین ہفتم ۱۸۳۳ء نے جو سیر کو اسی تولہ کا اور تولہ کو روپیہ کی وزن کا مقرر کیا تھا وہ ایک بنیاد اوزان کے باب مین گورمنٹ نے قائم کی تھی سرکاری تجارتی معاملات میں اور بڑے بڑے شہرون مین تجارت کے اندر سیر کا رواج ہوگیا مگر اس مین کوشش نہین کی گئی کہ اسکا رواج جلد سے ہندوستان مین ہر مقام میں ہوتا۔ غرض یہہ کام نہ عام علم ہوا نہ وہ عام مستعمل ہوا۔ اب ہندوستان میں اوزان اور پیمانون کا حال ابتر و پریشان ہے تجارت و بیچ بیپار مین غریب آدمیون کو انکے سبب سے بہت

نقصان اٹھانا پڑتا ہے صدہا طرح کے اوزان اور پیمانے ہیں انکے اندازہ کا کوئی ایک پیمانہ متعین نہیں ہے کہ جس سے خردہ فروشوں کے اوزان کا امتحان اور جانچ وپڑتال ہو لارڈ لارنس اس حال سے خوب واقف تھے کہ ان اوزان اور پیمانوں کے اختلاف سے رعایا کو کیا کیا تکلیف ہوتی ہے۔ انہون نے ۱۸۶۷ء میں ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ سارے ہندوستان مین پیمانون اور اوزان کی تحقیقات کرے۔ سر رچرڈ سٹریچی صاحب اس کمیٹی کے پریسیڈنٹ تھے انہوں نے تحقیقات کے بعد یہہ واقعیتین بیان کین کہ انڈیا میں اوزان اور پیمانے اتنے مختلف ہیں جتنے ممکن ہو سکتے ہیں۔ ایک ضلع سے دوسرے ضلع ہی مین اوزان مختلف نہیں ہین بلکہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایسا ہی شہر مین یا زراعتی ضلع میں مختلف ہیں۔ غرض کل ہندوستان مین جو اوزان کے باب مین تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ بے انتہا اوزان اور پیمانے مختلف ہین اور سرکاری وزن صرف ایک سیر ہے۔ لارڈ میو کے عہد مین ایک قانون بنتے بنتے رہ گیا کہ ہندوستان میں اوزان نظام عشری کے موافق مقرر کیئے جایئن مگر لارڈ میو کی موت نے اسکو ملتوی کردیا۔ ہندوستان مین طولانی پیمانے انگریزی بہت کام مین آنے لگے ہیں اور بہ تدریج سب طرح کے انگریزی پیمانے ہی کام مین آنے لگیں گے مگر دیکھیے یہان اور انگلستان مین سکون مین نظام عشری جو اور مہذب قومون میں جاری ہے۔ کب رواج پائیگا۔

باب بست وسوم

پبلک ورکس (عمارات رفاہ عام)۔ قحط۔

گورنمنٹ کے فرائض جو مل صاحب نے لکھے ہین۔

گورنمنٹ انڈیا کے فرائض ان فرائض سے بہت دور جاتے ہیں جو انگلنڈ جیسے ملکون کی گورنمنٹ پر واجب ہین۔ مل صاحب جنکے دل مین اس تحریر کے وقت انڈیا کا خاص خیال ہوگا یہہ تمام

فرماتے ہین کہ ایک معلوم زمانہ یا قوم کی خاص حالتون مین کوئی چیز دراصل منفعت عام آسودگی انام کے لیئے اسے زیادہ ضروری نہیں ہے جسکی خواہش نہ ہو یا ضروری نہ ہو کہ گورنمنٹ اپنی ذمے ان کامون کو اس سبب سے نہیں لے کہ رعیت انکو خود بطور پر نہیں کر سکتی بلکہ اس سبب سے لے کہ رعیت انکو خود کرنا نہیں چاہتی۔ بعض اوقات مقامات مین اگر گورنمنٹ ان چیزونکو قائم نہ کرے تو وہ وہان نہیں ہوتیں جیسے کہ سڑکیں۔ ڈوکس (جہاز بنانے کی جگہہ) بندرگاہ۔ نہرین۔ آبپاشی کے لیئے مصنوعی کام۔ اسپتالیں۔ مدارس۔ کالج۔ چھاپنے کے پریس۔ اب کیا جمہور انام مفلس ہوتے ہین کہ ان ضروری کامون کے کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یا ایسے کوتاہ عقل ہوتے ہین کہ وہ ان کامون کے مآل کو نہین جانتے یا وہ آپس مین ملکر کام نہیں جانتے کہ جس کے ذریعہ سے وہ ان وسائل کو حاصل کرین یہہ بات تھوڑی یا بہت ان سب ملکون پر صادق آتی ہے کہ جن مین حکومت شخصی ہی ہو خاص کر ان ملکون پر جنمین گورنمنٹ اور رعایا کی تہذیب شائستگی کے درمیان بڑا فرق ہو جیسے کہ ان ملکون مین جنکو نہایت توانا مستعد اور تہذیب و شائستہ آدمیون نے فتح کیا ہو اور اُن کو وہ اپنا مطیع رکھنا چاہتے ہون"۔ بس انگریزی گورنمنٹ کے لیئے ان ضروری چیزون مین جو مہذب زندگی کے لیئے لازمی ہیں انڈیا میں کوئی ایک چیز بھی مشکل سے پائی جاتی ہے بس خاص وجوہ ایسی ہیں کہ جن کے سبب سے گورنمنٹ کے ذمے ایسا فرض واقع ہوتا ہے جو غیر معمولی ہوتا ہے۔

اہل ہند کی زندگی کا مدار باقاعدہ موسمی بارش پر ہے اور جب ملک کے بڑے حصے مین بارش نہیں ہوتی تو اسکا نتیجہ نہایت مضرہ ہوتا ہے۔ خاص کر جب یہہ حال بارش نہ ہونے کا متواتر کئی سال تک ہو تو پھر مصیبت زدگی کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہتا گورنمنٹ انڈیا نے صاف کہدیا ہے کہ یہہ فاش غلطی ہے کہ اراضی کی جمع گورنمنٹ ایسی تشخیص کر سکتی ہے کہ وہ ہندوستانی زراعت پیشہ رعایا کو بارش کی قلتون کی آفت سے بچا سکے۔ یہہ تعلق علت و معلول کا ان دونو صورتون مین ایکسا ہے کہ جب بارش اچھی طرح ہو تو فصل بہت خوب اور کسان خوشحال ہون اور جب بارش کی قلت ہو تو فصل کا پیداوار خراب ہو اور رعیت

سخت آفت زدہ ہو۔ جب ہندوستان کے اکثر باشندون کی زندگی کا مدار ایسی محنت
مزدوری پر ہو جسکا خود مدار بارش پر ہو تو ظاہر ہے کہ جب بارش نہیں ہوگی تو تمام زراعت
پیشون پر ایک بلاء عظیم نازل ہوگی — بارش کا نہ ہونا کسانون کا محنت مزدوری سے
معطل و معزول ہونا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ چیزین جنپر زندگی کا مدار تھا بالکل سوکھی
پڑی ہیں جسکی برابر کوئی اور مصیبت و آفت اہل زراعت پر نہیں آسکتی۔ دنیا میں کوئی
محنت مزدوری ایسی نہیں ہے کہ اگر دفعتہً اس میں فتور آجائے یا تھوڑے دنون کے لئے وہ
بالکل غارت ہو جائے تو محنتیون اور مزدورون کے سرون پر وہ افلاس اور مصائب کو
نہ لائے۔ دنیا میں کوئی ملک ایسا نہین ہے کہ اس کے موسم و باد و باران مثل ہندوستان کے
ہون اور اس مین کوئی ریونیو (مالگزاری اراضی) کا انتظام جسکا ہونا ممکن ہو گورنمنٹ
ایسا کر سکے کہ وہ اسکو ان حوادث سماوی کے نتائج سے بچا سکے۔ باوجود اس کے
کہ خشک سالی کے لابدی نتائج کا انسداد ممتنع الحصول ہے مگر بظاہر اسکا گھٹانا ایسی بات
ہے جسپر گورنمنٹ کو نہایت متوجہ ہونا چاہیئے۔

انسداد قحط

ہندوستان کا بڑا حصہ ایسا ہے کہ جس مین قحط پڑتا ہے مگر یہہ ملک ایسا وسیع و
فراخ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے سب حصون مین ایک ہی وقت میں قحط
پڑے ملک کے بڑے حصے کے درمیان غایت درجہ کے قحط سے پناہ اس طرح ملسکتی
ہے کہ اس کے باشندون کے انتظام کفایت شعاری مین تبدیلیاں ہون اور خاص کر
انکے پیشون میں زیادہ تر بوقلمونی ہو مگر ان باتون کے لیئے تو ایک مدت دراز چاہیئے
کہ وہ بہ تدریج وقوع مین آئین لیکن یہ امر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ گو قحط عام جو مہلک
آفتون مین سب سے زیادہ ہے اسکا بالکل انسداد کرنا گورنمنٹ کے اقتدار و اختیار سے
باہر ہے مگر گورنمنٹ اس کے مصائب کو اس طرح گھٹا سکتی ہے کہ وہ ان سب مزاحمتون کو دور کردے
جو تجارتی آمد و رفت میں ہون اور ایسے وسائل تیار کرے جو زمین کے پیداوار کو بڑھا دین ان
دونو باتون کے حاصل کرنے کے آلات سڑکیں۔ ریلوے آبپاشی کے مصنوعی کام اور کنوئین ہین
اگر اسکی ایک توضیح کیلئے سنہ ۱۸۷۶-۷۸ اور سنہ ۱۸۹۶-۹۹ء کے قحط ہند کی تاریخ پڑھتے ہیں تو ہم کو اوپر کے کامون کی

بے حساب قدر و قیمت معلوم ہوگی اگر وہ نہ ہوتے تو لاکھوں آدمی مرجاتے جنکی کچھ امداد نہ
کی جاتی - لارڈ مکولی کا یہہ قول سچ ہے کہ انسان نے جو اپنی اخلاقی و عقلی ترقی کے لیے ایجادات
کیے ہین انمیں سے الف بے تے اور چھاپنے کو پریس کو مستثنی کیجیے تو پھر اور کوئی اور ایجاد
فاصلون کے کمتر اور مختصر کرنے اور وسائل آمد و رفت کی ترقی دینے کے برابر نہیں ہے
جنسے عقل و اخلاق انسانی ترقی پائین -

آخر صدی کے وسط تک جو فرائض کہ برٹش گورنمنٹ پر واجب تھے انکو وہ بہت ہی کم
جانتے تھے - پہلے زمانہ میں انڈیا کی وسعت عظیمہ مین حکمرانی حال کے انگلشی اصول سے
زیادہ تر ان اصول کے موافق ہوتی تھی جو زیادہ فیض رسان مشرقی فرمانروایون
کو پسندیدہ ہوا کرتے ہیں - سر چارلس مٹکاف جیسے روشنضمیر دانشمند انگلش مین نے ۱۸۳۰ء
مین کہا تھا کہ انڈیا مین سڑکون کی ضرورت نہین ہے اور حقیقت مین اس وقت
کوئی سڑک نہ تھی انگریزی عملداری سے پہلے ہندوستانی عملداری مین سڑکون کے
لیئے فقط یہہ کہا جاتا تھا کہ ایک راستہ بنا کے اسکے دورویہ درخت لگا دیئے جاتے
تھے اور زمین ہموار کردی جاتی تھی اور جب اس میں کوئی پستی اور گرڑھا پڑ جاتا تھا
تو اسپر کبھی مٹی ڈال دی جاتی تھی اور اینربل نیک نامی کے لیئے بادشاہی امرا و
حکمران اپنی گرہ سے بنا دیتے تھے کہ انکا نام یادگار رہے -

لارڈ مکولی نے جو چارلس دوم شاہ انگلنڈ کے عہد مین انگلستان کی سڑکون کا جو
حال لکھا ہے وہی بالکل ہندوستان کی پہلی سڑکون کا حال تھا" وہ کہتے ہیں کہ
انگلنڈ میں جو آمد و رفت کی اچھی سے اچھی راہیں تھیں انہیں مشکل سے یہ تمیز ہوتی تھی
کہ وہ سڑکیں ہیں اندھیرے میں اینر چلنے مین گمراہی ہوتی تھی - ان کے داہین بائین طرف
گہری کیچڑ ہوتی تھی اور دلدل سے اونچی ایک پٹیا بنی ہوئی ہوتی - یہہ واقعہ ہر روز پیش
آتا رہتا تھا کہ گاڑیبان ان میں پھنس جائین اور جب تک انکو گھوڑوں اور بیلون کی
جوڑیان گھسیٹکر باہر نہ نکالتین وہ دھنسی پڑی رہتین - جب پانی کی سیلین رواں ہوتین
اور اسکی طغیانیان ہوتین تو مسافران کے پار جانے مین کیا فنا ہو جانے یا مشکل سے جابر ہوتے

پہلے زمانہ میں سڑکوں کا نمونہ

وہ بہہ چلے جاتے اور سبزہ زاروں سے باہر نکلنے کے لیئے آوارہ گردی کرتے اور گھوڑوں پر سوار ہوتے جو پانی مین زین تک غرق ہوتے۔ کئی ہہینے تک بازارون مین آمد و رفت بند رہتی۔ بعض اوقات میوے اور پھل ایک جگہہ سڑ جاتے۔ چند میل کے فاصلہ پر دوسری جگہہ ضرورت کے موافق وہ وہاں پہنچ سکتے جب پٹ ورتھ کی سیر کے لیئے شاہزادہ جارج ڈین مارک گیا ہے تو چھ گھنٹہ مین نو[۹] میل چلا تھا اور گنواروں کا ایک بڑا مضبوط جفاکش گروہ اسکی سواری کے ساتھ رہتا تھا کہ اس کی کوچ (گاڑی) کو سنبھالے رکھے ایک بار نصیب مصاحب نے شکایت کی کہ وہ چودہ گھنٹے میں کبھی سواری سے نہیں اترا سوار اسوقت کے کہ اسکی کوچ الٹ گئی یا دلدل مین بالکل پھنس گئی یہہ حال جو انگلنڈ کی سڑکون کا اوپر لکھا ہے وہی بعینہ پچاس ساٹھ برس گذرے کہ ہندوستان کی سڑکون کا تھا کہ چلتے ہوئے شاہراہون پر جو مسافر اپنی پہیہ دار سواریون میں چلتے تھے انکو وہی باتین پیش آتی تھیں جو اوپر بیان ہوئین۔ اس زمانہ میں بڑے بڑے دور دراز کے سفر پالکیون میں ہوتے تھے جنکو کہار لے جاتے تھے۔ اسطرح پالکیون کی ڈاک مین انگلش مین کو سفر ہی نہین معلوم ہوتا تھا لارڈ لارنس اپنی نوجوانی میں جب کلکتہ سے دہلی مین رات دن سفر کر کے چودہ دن میں پہنچے ہین تو ان کا یہہ سفر عجیب و غریب معلوم ہوتا تھا۔ اب یہہ سفر تیس[۳۰] گھنٹے میں ہوتا ہے۔ کل ہندوستان کے بڑے تین خشک موسموں میں سفر بغیر سخت مشکلون کے اٹھانے کے ہو سکتا تھا اور سال کے اندر برسات کے تین چار مہینون مین تجارت بالکل مسدود سوا ان مقامات کے ہو جاتی تھی جہاں کشتیون میں سفر ہو سکتا تھا۔ جارج چسنی صاحب اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ کورٹ ڈائرکٹرز اپنے آخر زمانہ تک یہہ نہ سمجھے کہ پبلک ورکس کا بنانا انکی پولیسی کا ایک ضروری جزو ہے ابتدائی زمانہ مین کسی سڑک یا نہر کے بنانے کو وہ یہہ سمجھتے تھے کہ گویا وہ بھی ایک جنگ ہے جو ایک ایسی لڑائی ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا جسکو اسوقت اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ آگے ملتوی نہ ہو سکے اور اگر ممکن ہو تو پھر وہ دوبارہ نہ کی جائے۔

ریلوے کا ہندوستان میں بننا

۱۸۵۵ء مین مسٹر برائٹ نے یہہ سچ فرمایا تھا کہ انگلینڈ مین ایک انگلش پر گنے بین سڑکین جنپر مسافر سفر کر سکیں اتنی ہیں کہ کل ہندوستان میں نہین ایک شہر ہیں جسمین باشندون کے لئے فقط پانی کے پہنچانے کے لیئے اسقدر روپیہ خرچ کیا گیا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے چودہ سال کے اندر ۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۸ء تک میں پبلک ورکس میں کل ہندوستان کے اندر نہین خرچ کیا۔

ایسٹ انڈیا کے عہد کے آخر سالون مین خاص کر لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت مین ان کامون میں ترقی شروع ہوئی۔ طامسن صاحب ہندوستان کے مدبران ملکی میں سے ایک دانشمند و فرزانہ تھے اور ممالک شمالی و مغربی میں لفٹنٹ گورنر تھے انہون نے پل اور کنکر کی سڑکین اور مفید عام کام بنوانے شروع کئے اور پھر انکے جانشین مسٹر جان کالون نے اور پنجاب میں دونو بھائیون جان لارنس و ہنری لارنس نے انکی تقلید بڑے شد و مد سے کی۔ کلکتہ سے ٹرنک روڈ شمال کی طرف جلد جلد آگے بننے لگی ۱۸۵۴ء میں گنگا کی نہر کلاں کھل گئی تھی مگر پوری نہیں بنی تھی۔ یہہ آبپاشی کی نہر دنیا مین سوا پنجاب اور مدراس کے کہیں اور اپنی کلانی اور نفع رسانی مین نظیر نہیں رکھتی اب لوگ سمجھ گئے کہ جب تک وہ مادی آلات استعمال نہیں ہونگے جو آمدورفت و پیداوار کے وسائل کو آسان و ارزان کریں رعیت کی حالت مین یا گورنمنٹ کے گنون میں جلد ترقی نہیں ہوگی ۱۸۵۳ء مین لارڈ ڈلہوزی نے اپنی ایک تحریر مین یہہ ضرورت ظاہر کی کہ بڑے بڑے پر وونس اور شہرون کے درمیان ریلوے بنائی جائین پس انکی اس تحریر سے ریلوے کے ذریعہ سے آمدورفت کی بنیاد پڑی اس کے بعد یہہ ریلوے کی تین لینین بننی شروع ہوئین ایک ایسٹ انڈین ریلوے کلکتہ سے شمالی اضلاع کی طرف دوسری گریٹ انڈین پلمن شیولا ریلوے مغربی ہند مین اور تیسری مدراس ریلوے مدراس سے جنوبی ہند مین جاری ہونے کے لئے بننی شروع ہوئین ان لینون کو پرائیویٹ کمپنیوں نے بنانا شروع کیا گورنمنٹ اس بات کی ضامن ہوئی کہ جتنا اپنا سرمایہ وہ خرچ کرینگین اسپر سود کم از کم پانچ روپیہ سینکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا

ان کمپنیون کا نام گارنٹیڈ کمپنی رکھا گیا۔
۱۸۵۴ع مین پہلی دفعہ گورنمنٹ کے ماتحت پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ قائم ہوا ۱۸۵۵و ۱۸۵۶ع
مین پبلک ورکس مین تقریباً ۲۲۵۰۰۰۰ پونڈ خرچ ہوا اس سے وہ خرچ کی رقمین خارج
ہین جو گارنٹیڈ کمپنیون نے ریل وےون مین خرچ کین۔
۱۸۵۷ع کے غدر نے وسائل آمد و رفت کی ترقی دینے کی سخت ضرورت کو نہایت
استحکام کے ساتھ ثابت کر دیا پس جب امن قائم ہو گیا اور ایسٹ انڈیا کی حکومت
بادشاہ کے ہاتھ مین منتقل ہو گئی تو پھر پبلک ورکس کے بنانے کی بہت سرعت کے
ساتھ افزائش ہوئی اور اسوقت سے اس وقت تک اسکی بڑی ترقی ہوئی ہے۔
ہندوستان کی وسعت پر اور اس امر واقعی پر خیال کیا جائے کہ ہر ایک کام گورنمنٹ نے
خود کیا ہے یا اپنی ضمانت سے کرایا ہے یا اپنی امداد سے اور اس مین امداد کرنے
کے اندر ہندوستانی بڑے قاصر الہمت رہے ہین تو گورنمنٹ کا یہہ کام بڑا ہی
قابل اطمینان معلوم ہوتا ہے۔
اب ریلوے سے تمام بڑے بڑے اضلاع کے درمیان جاری ہے اور انکو آپس مین ملاتی
ہے۔ بڑے بڑے دریاؤن کے پل بن گئے ہین اور سارے ملک مین سڑکون کا
جال بچھا ہوا ہے اور کوئی بڑا شہر ایسا نہین ہے کہ جس مین تار گھر نہ ہو سنہ ۱۸۹۱ع مین
تقریباً ۱۸۰۰۰ میل ریل جاری تھی یا بن رہی تھی اور ۰۰۰۰۰۰۱۹۵ اسا فرون نے
اسپر سفر کیا اور انپر ۰۰۰۰۰۴۴ ٹن مال اسباب روانہ ہوا کل ملک مین ان ریلون
نے رعیت مین مستعدی و چستی و چالاکی کی تحریک ایسی پیدا کر دی ہے جو کسی اور طرح سے
پیدا ہی نہین ہو سکتی تھی وہ وقت بہت ہی دور ہے کہ اس بات کا صحیح ہونا موقوف
ہو جائیگا کہ گورنمنٹ کے اعلیٰ فرائض مین سے یہہ ایک فرض ہے کہ وہ آمد و رفت
کے وسائل کی افزائش کو فراہم اور مہیا کرے۔
ان ریلون کے بنانے کا ایک اور نتیجہ قابل بیان ہے کہ انہون نے انگریزی فوجی
قوت کو ایسے درجہ پر بڑھا دیا ہے کہ اسکا حساب کرنا نہایت مشکل ہے اور جبتک کہ

انگریزی بحری قوت کی عظمت اور برتری قائم ہے اور انگریزون کا ہندوستان مین سلطنت قائم رکھنے کا ارادہ مصمم ہے تو یہہ ناممکن ہے کہ دشمنوں کی قومین ملکر بھی انکی سلطنت کو خوفناک دھمکی دے سکین۔

اب ایک دوسری قسم کے کام کا ذکر ہوتا ہے وہ بھی ہندوستان کے بہت سے حصون مین ریلون سے کم کام نہین کر رہا ہے۔

اچھے موسمون میں بہت ہی بیش بہا فصلون کی زراعت کی کامیابی کے لئے مصنوعی آب پاشی کی ضرورت ہوتی ہے اور جب موسمی بارشین نہ ہون تو اسکے سوا کوئی اور وسیلہ و ذریعہ ہی نہین ہے کہ قحط اور خشک سالی کا رکاوٹ ہو سکے نہر ہا عظیمہ سے جو دنیا کے اندر موجودہ ملکون کی نہرون سے بڑی ہیں شمالی ہند کے بڑے حصے کی محافظت قحط کے لئے کی گئی ہے۔ سچ ہے کہ اضلاع متحدہ کا ایک بڑا حصہ جسکو گنگا جمنا کا میان دوابہ کہتے ہین نہرون سے قحط کی آفتون سے بہت بچایا گیا ہے۔ اسکا جغرافیہ کے اعتبار سے مقام ایسا ہے کہ وہ مغلون کی سلطنت کا مرکز اعظم تھا اور اس کی آبادی ایسی ہنرمند و محنت شعار ہے کہ وہ صدہا سال سے انڈیا کے نہایت عظیم الشان ملکون مین سے سمجھا جاتا ہے۔

انگریزی سلطنت کے زمانہ سے پہلے مسلمان بادشاہون نے جمنا کے مغربی کنارہ پر نہروں کا بنانا شروع کیا تھا کچھ اس خیال سے کہ آبپاشی ہو اور زیادہ تر اس خیال سے کہ دہلی مین شاہی محلون مین آب رسانی ہو (یہہ خیال مسلمانون کے نہر بنانے کی نسبت انگریزون کا ہے مگر اصل حقیقت میں مسلمانون کو ساری اپنی قلمرو ول میں نہرون کے بنانے کا بڑا شوق انوجوہ سے رہا ہے جن وجوہ سے انگریزون کو ہے۔ دہلی کے بادشاہی محلون کے نیچے جمنا بہتی تھی انکے اندر نہرون کے لانے کی کیا ضرورت تھی) محمد شاہ تغلق نے ۱۳۵۱ء مین ایک نہر بنائی تھی جسکی روانگاہ اچھی طرح اب نہیں معلوم ہوتی لیکن سولہوین وسترہوین صدی مین اکبر اور شاہجہان نے جمنا کی بڑی بڑی نہرین بنوائین اور پانی کی تقسیم کا نہایت عمدہ انتظام جاری تھا اکبر کے احکام سے سب طرح کے

گروہ خواہ دولت مند ہوں یا غریب توانا و ناتوان اُنسے یکساں فائدہ اُٹھاتے تھے۔
مسافرون کی آسایش و آرام کے لیئے ہدایتیں کی گئی تھین کہ نہر کے دونو طرف سایہ دار
و پھل دار ہر قسم کے درخت لگائے جاوین جسکے سبب سے یہہ نہرین بہشت کی نہرین بنجائین
اور اس کے اثمار شیرین اور آسائش و آرام کی وہ شہرت ہو کر ان شہرون مین
مسافر آنکر رہنے لگین تھین انکی ساری احتیاجین رفع ہون لیکن جب اورنگ زیب
کی وفات کے بعد سلطنت مغلیہ برباد ہوئی تو اس کے ساتھ ہی یہ نہرین بھی جاری
ہونے سے بند ہوگئین۔ جب ١٨٠٣ع مین یہہ اضلاع انگریزی عملداری مین آئے ہین
تو پھر از سر نو نہرون کی درستی و مرمت ہوئی تو اور انکی ترقی ہوئی جو نہرین بالفعل موجود ہین
ان میں قدیمی آبپاشی کی نہرون کا بہت ہی تھوڑا حصہ شامل ہے ساری موجودہ نہرین
انگریزون ہی کی بنائی ہوئی ہین لیکن بعض انگلش ہین ایسے بھی ہین جو اپنے ساری
کامون کی کم قدری کرتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ جیسے پرانی نہرین مفید تھین ایسی ہماری
بنائی ہوئی نہرین نہیں ہیں مگر ان کے اس بیان مین رتی کی برابر بھی سچ نہین ہے
شمالی ہند مین اول بزرگی ان نہرون کو ہے جو گنگا جمنا کے پانی کو تقسیم کرتی ہین
موسم گرما مین کوہ ہمالیہ پر برف گل کر گنگا میں آتی ہے اور اس کے پانی کو بڑھاتی ہے
اس سے پہلے موسم سرما و بہار مین زراعت کے لیئے پانی کی نہایت ضرورت ہوتی
ہے۔ گنگا ہردوار کے قریب پہاڑ سے نکلتی ہے وہان اسکی ساری دھار جو نظر آتی
ہے اس مصنوعی نہر میں آتی ہے سر پر و بائی کاٹلی نے اس نہر کے سرے پچاس میل
میل تک اپنی عجیب و غریب ذہانت و فکاوت دکھائی ہے کہ اس مین کہین ندی کے
اوپر اور کہیں ندی کے نیچے نہر جاری کی ہے پھر ٢٠٠ میل نیچے گنگا ایک بڑا دریا ہو گیا
ہے اس کے پانی کو پھر دوسری نہر مین ڈالا ہے۔ یعنی گنگا کی نہر کی دو شاخین ہو گئی ہین
یہہ دونو نہرین شامل ہو کر ١٢٠٠٠ مکعب فیٹ پانی فی سکنڈ بہاتی ہین۔ پھر ان نہرون کا
پانی رجبہون کے ذریعہ سے ساری ملک مین زمین مین آبپاشی کرتا ہے۔
اسی طرح سے جمنا کا پانی جو ہمالیہ سے آتا ہے چھوٹی چھوٹی نہرون مین منقسم ہوتا ہے۔

سنہ ۱۹۰۱ء مین اضلاع متحدہ مین بڑی بڑی نہرون کا طول ۱۵۰۰ میل تھا اور رجبہون کا جنمین ان کا
پانی جاتا ہے ۱۱۰۰۰ میل جو ۳۰۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین مین آبپاشی کرتے ہین اور
اس رقبہ سے دو چند رقبے ہیں اور آبپاشی کر سکتے ہیں۔

بہار مین جو بنگال کی لفٹننٹ گورنری کا سرحدی صوبہ ہے اور اپنے ہمسایہ کے ممالک
شمالی و مغربی سے مشابہت رکھتا ہے اس مین دریا سون کے پانی سے نہرون کے
ذریعہ سے آبپاشی ہوتی ہے۔ ملک اڑیسہ میں نہرین ہین جنسے آبپاشی ہوتی ہے اور
بنگال کے اور حصون میں چھوٹی چھوٹی نہرین ہیں جنسے آبپاشی ہوتی ہے مگر اس ملک مین
بڑی آبپاشی کی ضرورت چندان ایسی نہیں ہے جیسے کہ اس کے شمالی ممالک میں ہے
جو زیادہ خشک ہین اور ان میں موسم بھی زیادہ تر غیر معین ہوتے ہین۔ پنجاب میں ممالک
متحدہ سے بھی زیادہ آبپاشی کے لئے نہرون کی ضرورت ہے اس میں بڑی بڑی نہرین
ہیں جنمین ستلج و چناب و راوی و جہلم دریاؤن کے پانی بہتے ہیں نہر سرہند ہے جو ستلج کے پانی
کو تقسیم کرتی ہے اور فقط اُن ہی ملکون مین آبپاشی نہین کرتی جو انگریزی عملداری میں ہین
بلکہ ہندوستانی ریاستون پٹیالہ و نابھ و جیند مین بھی آبپاشی کرتی ہے وہ گنگا کی نہر سے
کچھ ہیٹی نہین وہ فی سکنڈ ۸۰۰۰ مکعب فیٹ پانی بہاتی ہے اسکا طول ۵۰۰ میل سے
کچھ زائد ہے اور اس کے رجبہون کا طول ۵۰۰۰ میل ہے۔ چناب کی نہر بھی کچھ کم وقعت
نہین رکھتی اور اسنے اس ملک کے اُس قطعہ کو سیراب مزروعہ بنایا ہے جو پہلے زمانہ مین جنگل
سے کچھ تھوڑا ہی سا اچھا تھا اور ایک اور بڑی نہر بنانے کی تیاری ہے جو دریا
سندھ کے باہین کنارہ سے کالا باغ سے شروع ہوگی اور غالباً بیس لاکھ ایکڑ زمین
میں آبپاشی کریگی۔

سنہ ۱۹۰۱ء بڑی بڑی نہرون کا کل طول جو پنجاب میں آبپاشی کر رہی تھین ۲۰۰۰ میل تھا
اور چھوٹی چھوٹی نہرون کا طول اس سے بھی زائد تھا۔ شمالی ہند میں نہرون کے بنانے
مین جو گورنمنٹ کا روپیہ لگا ہے اسکا سود بہت اچھا ملتا ہے۔ لیکن اسنے جو ملک کو
فائدہ پہنچایا ہے وہ بہت زیادہ اس سود سے ہے۔ وہ بہت سے قطعات کو خشک سالی

اور قحط سے بچاتی ہین اُسے رعایا کی دولت بہت بڑہتی ہے۔ ان نہرون کے بنانے کی ساری لاگت جو کروڑون روپے ہین وہ ایک موسم کی فصلون کی قیمت سے کم ہیں جو رعایا کو بچتی ہے۔ انڈیا کے اور حصون مین آبپاشی کے مختلف نظام ہین سنٹرل انڈیا اور جنوبی انڈیا مین ملک کے بہت سے قطعات مین جھیلون اور تالابون سے آبپاشی ہوتی ہے۔ بعض صورتون مین تو قدرتی جھیلین ہین لیکن اکثر مصنوعی تالاب ہین۔ .... اسطرح بنائے جاتے ہیں کہ پہاڑون پر سے جو پانی آتا ہے اسکو خشتی بندھ بنا کے روک لیتے ہین اور کبھی ان مین دریاؤن کا پانی بھی ڈالدیتے ہین اور کبھی وہ مینہ کے پانی سے بھر جاتے ہین انکی وسعت مختلف ہوتی ہے بعض کی چند ایکڑ اور بعض کا محیط کئی میل کا ہوتا ہے۔ مدراس پریسیڈنسی مین ۰۰۰۰۰۰ ایسے تالاب اور جھیلیں ہین اور بعض ان مین ایسے قدیمی زمانہ کے بنائے ہوئے ہین کہ انکی ابتدا کا پتا تاریخ مین نہیں ملتا۔

صوبہ دکن مین صرف یہی وسائل آبپاشی کے نہین ہیں وہان بھی نہرین ممالک متحدہ اور پنجاب سے کم نہین بنائی گئیں لیکن مدراس پریسیڈنسی کی برٹش گورنمنٹ نے انکا انتظام جداگانہ رکھا ہے جس سے گوداوری اور کرشنا کے دریاؤن سے استفادہ کیا جاتا ہے انہین سر ارتھر کوٹن نے بڑی ذہانت اپنی خرچ کی ہے جو ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے وہ دریاؤن سے جو ڈلٹا بنتے ہین انہیں سے ہر ایک کے سرے پر پہلے اس سے کہ دریا سمندر سے جا کر ملین ایک آئی کٹ دریا کا بناتے ہین اور پھر اس کے پانی کو نہرون مین تقسیم کرتے ہیں جنمین سے بعض جہازون اور کشتیون کے چلانے کے بھی کام مین آتی ہین وہ ایک رقبہ کو جسکی آبادی ۲۰۰۰۰۰۰ آدمیون کی ہے بارش کے نہ ہونے کی صورت مین قحط و خشک سالی سے بچاتی ہین اور انسے فقط رعایا ہی کو فائدہ نہین حاصل ہوتا ہے بلکہ گورنمنٹ کو بھی زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر وہان یہہ نہرین نہ ہوتین تو بعض اوقات بالکل فصلیں ہی وہان نہ ہوتین قحط سالی مین ایک سال کے اندر پیداوار کی قیمت جو گئی اس کل سرمایہ سے ہوتی ہے جو ان نہرون کے بنانے مین صرف ہوا ہے آگے

اور دکن مین تجویز ہین اس قسم کی آبپاشی کے کام نباہے گئے ہین اور اس ملک کے بڑے قطعہ مین دریار کاویری کے ایک ڈولٹا کے پانی سے استفادہ کیا گیا ہے جس مین اسکا کل پانی صرف ہوجاتا ہے اور ایک اور مغربی گھاٹون کے سلسلہ کے اندر ٹہنیل (زمین دوز) کے ذریعہ سے ایک عجیب نہر بن رہی ہے کہ جس مین پیری گرہای کا پانی کام آیگا جسمین سینہ کا پانی بہت لبالب بھر کر سمندر مین ملنے سے اکارت ہوجاتا ہے اب وہ پہاڑون کی مشرقی جانب مین خشک ملک کو سیراب کریگا شمالی نہرین ان نہرون کی آبپاشی کے سبب سے محاصل اراضی دو چند ہوگئی ہے اور مدراس مین چوچند سے بھی زیادہ -

صوبہ سندھ مین ایک اور نظام ہے وہان بارش کم ہوتی ہے بغیر آبپاشی کے وہان زراعت نہین ہوسکتی جیسے مصر مین دریا نیل کی طغیانی پر زراعت موقوف ہے اسی طرح یہان دریا سند کی طغیانی پر زراعت منحصر ہے جو برسات کے موسم مین ہوتی ہے جسسے بالفعل ۳۰۰۰۰۰۰ آدمی پرورش پاتے ہین اور آیندہ اس طرح کی آبپاشی مین اور ترقی کی بھی گنجائش ہے غرض کل انڈیا مین برٹش گورنمنٹ کے اہتمام سے ۴۰۰۰۰ میل نہرین اور اور کام آبپاشی کے بنے ہین جنسے کہ ۲۰۰۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین مین آبپاشی ہوتی ہے اس قسم کے کام اور ملکون مین مقدار مین انڈیا کی آبپاشی کے کامون کی برابری نہیں کر سکتے ساری دنیا مین کہین کہین ایسے مفید پبلک ورکس نہیں اختیار کی گئی ہین کوئی سال ایسا نہین گذرتا جس مین کہ آبپاشی کے لیئے نہرون کو وسعت نہ دی جائے۔ لیکن یہان ہندوستان مین بدنصیبی سے ملکون کے بڑے بڑے وسیع قطعات ہین جہان کسی طرح آبپاشی ممکن نہین اس لئے کہ وہان دریا نہیں کہ اسنے استفادہ کیا جائے وہان اور مستقل وسایل پانی کے فائدہ اٹھانے کے بعض اوقات اختیار کئے جائینگے۔ انڈیا کے انجنیرون کی تعریف نہین ہوسکتی جنہون نے یہہ کام بنائے ہین اب انہون نے مصر مین ایک تازہ مثال اپنے بڑے بڑے کامون کے کرنے کی دی ہے جنکا مقصود وہی ہے جو انڈیا مین تھا سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر تک نقد ۳۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ریلیون اور نہرون کے بنانے مین خرچ ہوچکا ہے اس مین وہ فنڈس بھی داخل ہین جو گورنمنٹ نے قرض لئے ہین اور

ان کمپنیون کا سرمایہ بھی داخل ہے۔ جسکو سکرٹری اوف سٹیٹ نے اپنی ضمانت پر لیا ہی
بعض اور مخازن بھی اس مین شامل ہین۔ تقریباً یہہ کل خرچ جب سے ہوا ہے کہ ۱۸۵۸ء مین
ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ مین عنان سلطنت لی ہے۔ اور زیادہ تر حصہ اس خرچ کا
۱۸۷۰ء سے صرف ہوا ہے۔ باوجود گورنمنٹ کی اس تمام امداد کے بہت سی مثالین
ایسی نہیں ہین کہ ان مین کوئی بڑی رقم خانگی سرمایہ کی پیش ہوئی ہو جسکے سود دینے
کی گورنمنٹ ریلویون کے لیئے ضامن نہوئی ہو۔ انگلنڈ نے جو ان مفید کامون مین
اپنے روپیہ لگانے کی طرف میلان نہین کیا اسکی وجہ یہہ تھی کہ انڈیا اور انگلنڈ کے
درمیان کوئی مشترک قیمت کا پیمانہ نہ تھا جسکا ذکر پہلے باب مین کیا گیا ہے کہ اس دق کے
دور ہونے کی اب غالباً امید ہوسکتی ہے۔ تقریباً ان سب کامون کو گورنمنٹ نے خود یا
گارنٹیڈ کمپنیون نے اپنے روپیہ سے بنوایا ہے۔

اب ہم یہہ بیان کرتے ہین کہ اس خرچ عظیم کے لیئے کس نظام سے فنڈس جمع ہوئے ہین
۱۸۵۸ء کے غدر کے بعد گورنمنٹ نے بہت سے کامون کے کرنے کو جن سے ترقی ہو
اپنا فرض جانا تو ملک کی معمولی آمدنی سے ان ضرور خرچون کا انصرام نہیں ہوسکتا تھا۔
بغاوت کے دور کرنے کے خرچون سے فائی نینشل مشکلات بہت بڑھ گئیں تھین غدر کے
بعد برٹش سپاہ بہت زیادہ ہوگئی تھی اسکے واسطے بارکون کا اور اسپتالون کا بنانا
ایسا ضروری تھا جسکے سبب سے کئی برس تک پبلک ورکس کے کام بند پڑے رہے۔
۱۸۶۴ء مین یہہ اصول مقبول ہوا کہ آبپاشی کی نہرون کے بنانے کے لئے جب روپیہ
کسی اور طرح سے نہ حاصل ہو تو وہ قرض لیا جائے اور اس قرض کے روپے سے نہرین
بنائی جائین لیکن یہہ اصول کئی سال تک معطل رہا مگر ۱۸۶۷ء مین لارڈ لارنس کے عہد حکومت
مین اس اصول پر عمل کیا گیا اور جنرل رچرڈ سٹریچی نے اسکے لیئے ایک سکیم بنائی۔ یہہ
صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس ضروری خرچ کا بالاضافت بہت تھوڑا سا حصہ محاصل ملکی سے حاصل
ہوسکتا تھا۔ باقی قرض سے کوئی منصوبہ ایسا نہیں اختیار کیا جاتا تھا جسسے اچھی طرح امید
روپیہ کے فائدے کی ایک معقول زمانہ تک نہ ہو۔ یہہ یقین کیا گیا کہ نہرون کی آبپاشی سے

انسداد و تسکین قحط

ور روپیہ حاصل ہوگا اس سے قرض کے روپیہ کا سود بھی ادا ہو جائیگا اور محاصل ملکی پر کوئی بار
ہین پڑیگا۔ ۱۸۶۹ء مین سر رچرڈ اسٹریچی نے چاہا کہ ریلویون مین بھی اس اصول کو توسیع
ی جائے۔ لارڈ لارنس نے انکی تجاویز کو بے کم و کاست اختیار کیا اس مین کچھ دخل نہین دیا
جسکے نتایج کو رچرڈ اسٹریچی نے اپنی تحریر مین لکھا کہ انکی سکیم کو سکرٹری اوف سٹیٹ نے منظور کیا
ور ۱۸۷۰ء مین لارڈ میو کے عہد حکومت مین اسپر عمل ہوا۔ اسکا اصول اعظم یہہ تھا کہ ریلوے
ور نہرین انڈیا مین بغیر اسکے کہ فائی ننشل کے لیئے کوئی امر خطرناک پیش آئے قرض کے
روپے سے دانشمندانہ بن سکتی ہین اب اس بنانے مین براہ راست گورنمنٹ نے کچھ روپیہ
لگایا کچھ کمپنیون نے اپنا سرمایہ خرچ کیا جس کے سود دینے کی گورنمنٹ کفیل ہوئی کچھ ہندوستانی
ریاستون سے روپیہ لیا گیا۔ آیندہ باب مین اس پولیسی کی فائی ننشل کامل کامیابی
بیان ہوگی۔

انگریزی عملداری سے پہلے جو قحط و کال ہوئے اور انھون نے ہندوستان کو تباہ کیا انکا
حال تھوڑا سا معلوم ہے لیکن اس مین شبہ نہین کہ قحط بہت دفعہ پڑے اور وہ آدمیونکے
بڑے جان لیوا تھے۔ بڑا قحط جو ۱۷۶۹-۷۰ء مین پڑا اسکے حالات کی معتبر تحریرین موجود ہین
اس مین بنگال کی ایک تہائی آبادی غارت ہوگئی۔ اس وقت مین جو مصیبتیں پڑین ان مین
اگر مبالغہ بھی کیا جائے تو بیان نہین ہوسکتین اسکے بعد نوے سال کے اندر برسات کی
نہ ہونے کے سبب سے بہت سے قحط پڑے۔ سنہ ۱۹۰۱ء مین جو قحط کا کمیشن مقرر ہوا تھا
وہ بیان کرتا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے قحط زدون کے لیئے کوئی انتظام انکی زندگی قائم
رکھنے کا نہین کیا گیا تھا" لڑائیون اور حیرانی و پریشانیون اور فائی ننشل مشکلات کے
اور سلطنت کی تعمیر عمارت کے سببون سے گورنمنٹ کو فرصت نہیں ملی کہ وہ قحط کی تسکین کی
طرف متوجہ ہوتی۔ اس مقصد مین اول نہایت سنجیدہ سعی سنہ ۱۸۶۱ء مین ممالک شمالی و مغربی مین کی
گئی لیکن سنہ ۱۸۶۶ء مین جو ملک اڑیسہ مین قحط عظیم پڑا تو جب تک تسکین قحط کے انتظامات کے
اصول اور ضوابط منضبط نہین ہوئے تھے۔ یہی قحط تھا جسنے ان اصول و ضوابط کی طرف گورنمنٹ کو
متوجہ کیا۔ اڑیسہ کے قحط کے سبب سے قحط کا کمشن مقرر ہوا جسکے پریسیڈنٹ سر جارج کیمبل

اس کمشن نے اس پولیسی کی جسمین الشاینت تھی بنا رکھوائی پھر سنہ ۷۷-۱۸۷۶ء مین بڑا قحط پڑا۔
لارڈ لٹن نے قحط کا ایک کمشن مقرر کیا اور اسکا پریسیڈنٹ سر رچرڈ سٹریچی کو اور سکریٹری
سر چارلس ایلیٹ کو مقرر کیا کہ وہ ہندوستان کے قحط کی ساری باتون کی تحقیقات کرین
اور وہ قحط کے انسداد اور تسکین کی تدابیر کو گورمنٹ کے رو برو پیش کرین سنہ ۱۸۹۱ء مین اس
قحط کے کمشنرون نے تحقیقات کر کے پہلی دفعہ تسکین قحط کے انتظام کا نظام بنایا اور انکی رپورٹ
نے انڈیا کے انتظامی و زراعتی صلاح مین بڑا قوی اثر کیا سنہ ۱۸۸۰ء کے کمشن کی محنت و تقسیم کی
تھی اول انہون نے ان اصول عامہ کی صورت بنائی جن سے قحط کی تسکین ہو دوسرے ان
خاص تدابیر کی تجویز کی جن سے کہ قحط کا انسداد ہو یا اس کے مصائب سے بچاؤ ہو یہہ
اصول عامہ جنسے کہ ہم سروکار رکھتے ہین یہہ تھے کہ سنہ ۱۸۸۰ء کے کمشن نے یہہ جانا کہ گورمنٹ پر
سب طرح سے یہہ واجب ہے کہ قحط کے وقتون مین رلیف (تسکین) کے وسائل پیدا کرے
مگر انکی پولیسی کا افضل اصول یہہ تھا کہ یہہ رلیف (تسکین) کا بندوبست ایسا کیا جائے کہ وہ
کفایت مندی کے بڑھنے کو اور خلقت مین اپنے اوپر آپ بھروسہ کرنے کو روکے نہین اور ہندوستانی
سوسائٹی کے قاعدہ کو بھی شکستہ نکرے کہ جب کوئی خلقت پر بلاء عظیم نازل ہوتی ہی
تو وہ اپنا اخلاقی فرض یہہ سمجھے کہ اسکے لئے امداد و اعانت کرے۔ جانون کے بچانے کا اور
قحط زدون کو قحط کی سخت مصیبتون کے بچانے کا بڑا مقصد یہہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ بیجا جرأت
کرنے سے جو بداخلاقیان اور برائیان آدمیون مین پیدا ہوتی ہین وہ نہ ہونے پائیں۔ اسمین
حتی الوسع نہایت حزم و احتیاط چاہیئے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب زیادہ جرأت بری طرح
کی جاتی ہے تو وہ لوگون مین بھیک مانگنے کی اور بے محنت روٹی کھانے کی بری عادتین پیدا
کرتی ہین۔ پس ان باتون کو ملحوظ خاطر رکھ کر ایک پروونشل فیمن کوڈ بنا ہر صوبہ کے لئے قحط
کے لیئے قوانین اور آئین کا دستور العمل بنا اور تسکین قحط کے انتظام کی حال کی پولیسی کا قطعی فیصلہ ہو گیا
اس پولیسی کا سنہ ۹۷-۱۸۹۶ء مین امتحان خوب تپ تپا کر ہو گیا اور سنہ ۱۸۹۸ء کے کمیشن نے جو بڑی
محنت سے تحقیقات کی تو جو اصول سنہ ۱۸۸۰ء مین قائم ہوئے تھے وہ اور زیادہ مستحکم
ہو گئے۔ اور یہہ ثابت ہو گیا کہ تسکین قحط کا جو نظام ان اصول پر قائم ہو گا وہ کامیاب ہو گا

اور جہان اس مین ناکامیابی ہوگی تو وہان اس نظام تسکین کا قصور نہین ہوگا بلکہ اس کے انتظام کی خطا ہوگی۔ ۱۸۹۹ء مین ایک سخت قحط پڑا لارڈ کرزن نے کمشن قحط مقرر کیا اور اس کا پریسیڈنٹ سر انٹونی میک ڈونیل کو مقرر کیا کہ وہ تجربہ کی روشنی مین جو حاصل ہوگئی ہے تسکین و انسداد قحط کی کل تدابیر کا دوبارہ امتحان کرین ۱۸۹۷ء مین سر اینٹو میک ڈونل ممالک شمالی و مغربی و اودھ کے لفٹنٹ گورنر تھے انھون نے نہایت عمدہ طور سے بتلایا کہ جب سخت قحط واقع ہو تو اس سے لڑ کر کس طرح کامیابی حاصل کرنی چاہیئے۔ ۱۹۰۱ء مین اس کمشن کی رپورٹ شائع ہوئی وہ گورنمنٹ انڈیا کے لئے آئندہ نہایت بکارآمد ہوگی۔

ان تینون کمشنون کی محنت کا نتیجہ یہہ تھا کہ ہر پروونس کے لیئے ہدایتون کا ایک مجموعہ مدون ہوگیا کہ جنمین وہ اصول اور ضوابط لکھے ہوئے تھے کہ جب قحط پڑے یا وہ معلوم ہو تو ہر موقع پر انکی پیروی کی جاتے۔ ہم کو یہہ توقع نہین ہوسکتی کہ قحط کی حیرانی اور پریشانی پھر ہمکو نہ ستائے۔ انڈیا مین تو وقتاً فوقتاً یہہ المناک مصائب وسعت کے ساتھ واقع ہوتے رہین گے۔ لیکن ہم عاقلانہ امید کرسکتے ہین کہ پہلے زمانہ مین جو کثرت سے جانین تلف ہوئین جنکے خیال سے دل سنسناتا ہے وہ اب نہین واقع ہوتین بڑی بڑی انقطاع ملک جو پہلے جدا پڑے تھے اور انکے اندر آمدورفت کے لیئے بڑی سرراہین تھین اور وہان تجارت کی کسی طرح رسائی نہیں ہوسکتی تھی وہان کے باشندون کی خوراک صرف اپنی ہی سرحد کے اندر حاصل ہوسکتی تھی اب وہان بڑی آسانی سے رسائی ہوسکتی ہے جہان لاکھون آدمی اس سبب سے مرتے تھے کہ وہان انکو کسی طرح سے خوراک پہنچانا ہی ناممکن تھا انکی نسبت مسٹر اینٹونی میک ڈونل کا کمیشن لکھتا ہے کہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۹ء کے قحطون مین کوئی موت قحط زدہ اضلاع مین خوراک کی گرانی کے سبب سے نہین واقع ہوئی کمیشن نے لکھا ہے کہ ریلوے جو قحط کے مصائب سے بچانے کے لیئے بنائی گئی ہین انکا اثر اب ایسا اچھا ہوا ہے کہ قحط کے غایت درجہ کی دہشتون کو جو خوراک کی اصلی گرانی کی وجہ سے ہوتی تھین اب انکا خوف نہین رہا۔ دشوار گزار پہاڑی ملکون مین اور بعید وادیون مین

مقامی حکام قحط مین آدمیون کی خوراک بہم پہنچا سکتے ہین یا خانگی تجارت کے روپیہ سے
امداد کرکے خوراک وہان پہنچا سکتے ہین مگر اس اقلیم عظیم مین آیندہ یہہ فکر نہیں ہے کہ
خانگی تجارت وہان خوراک نہین پہنچائیگی جہان اسکی ضرورت ہے بس یہہ ضرور ہے
کہ باربرداری اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ اسباب کے منتقل کرنے کے وسایل
کی ترقی کے لیئے پیداوار چیزون کو بڑھائین علے العموم ریلوے کے بننے نے
ہماری راے میں قحط کے بیمے میں بڑا حصہ لیا ہے ملک کی پولیسی کا قحط کی
پولیسی کا۔ اول مقصد دانشمندانہ یہہ ہے کہ خوراک کی رسد رسانی کا دور و سلسلہ
جاری رہے اور دوسرا مقصد یہہ ہے کہ رسد کا بروے کار بظاہر ناحفوظ
رکھا جاے یہہ عموماً زراعتی پیداوار کے بروے کار بظاہر ہونے پر موقوف ہے
اس مضمون پر ۱۸۹۸ کے کمشن نے بڑی طول طویل بحث کی ہے اور شہادت جو لیگئی
ہے اور تجربہ جو کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے واسطے ایک بڑا وسیع
میدان آبپاشی کے کامون کا ہے سب پروونس ایسی نہیں ہین کہ انمیں بڑی
بڑی نہرین بنائی جائین مگر کوئی پروونس ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ آبپاشی کے
چھوٹے چھوٹے کامون سے خالی رہ سکے۔ ابتک بعض پروونس مین نہرون کے
بنانے کا امتحان ہوا ہے اور ایسے تالابون و حوضون کی جنمین پانی جمع ہو اور سب سے
زیادہ آبپاشی کے کنوین بنانے کی بڑی ضرورت ہے ۱۸۹۹ع کے کمشن کی سفارشون
نے گورنمنٹ کو ایسی ترغیبین دین کہ اس نے سارا کام آبپاشی کا اپنے ذمے لیلیا ہے۔
سرجان سٹریچی کی راے مین گورنمنٹ کو چاہیئے کہ ریلوے کی جگہہ آبپاشی کے کام
کے لیئے نہرین وغیرہ زیادہ بنائے۔
مسٹر انیٹونی میکڈونل نے جنسے بہتر شاید کوئی اور انڈیا مین مدبر ملکی ہوگا ۱۸۹۷ع کے
قحط کے بعد یہہ عام نتیجہ عظیم نکالا ہے کہ ممالک شمالی و مغربی مین زراعت پیشہ جماعتون کو
خواہ وہ زمیندار ہون یا کاشتکار اناج کی قیمت کی گرانی سے بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہی
اور انہون نے اس قحط کا مقابلہ اپنے سرمایہ سے یا اپنی ساکھ سے ایسا کیا ہے کہ پہلے کبھی

نہین کیا تھا۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے کمشن نے یہی نتیجہ کل ہندوستان کے لیئے نکالا ہے کہ آخر سالون مین جو اناج کی قیمت گران ہوئی تو زمینداروں اور کاشتکارون کی آمدنیون مین بڑی افزائش ہوئی ہے اور انکی آسائش اور خرچ کا اندازہ بھی وسیع ہوگیا ہے۔ زمانہ حال کے قحط مین فاعادہ کے طور پر یہہ امر معلوم ہوا ہے کہ انہون نے خواہ اپنی بچت و پس اندازی سے یا قرض لیکر یا اپنے خرچون مین تخفیف کرکے قحط کا مقابلہ ایسے خوف سے کیا ہے کہ پہلے قحطون کے زمانہ مین کبھی نہین کیا اس قحط کے مصائب کے گھٹانے مین اور قحط زدون کی جان بچانے مین بعض حکام انگریزی نے بڑی مشقت شاقہ اُٹھائی اور بعض نے ہندوستانیون کی جان بچانے مین اپنی جان کھوئی۔

باب بست وسوم

پبلک قرض۔ قحط۔ انشیورنس (بیمہ)

پبلک قرض (گورنمنٹ پر جو قرض ہوا)

جو آخر باب مین بیان کیا ہے اس سے یہہ بات سمجھی جاتی ہے کہ پبلک ورکس کو پبلک قرض سے بڑا تعلق ہے۔

سنہ ۱۹۰۱ء مین مستقل پبلک قرض انڈیا کا ہندوستان مین اور انگلستان مین ۲۰۵۳۲۰۰۰۰ پونڈ تھا۔ حساب کی آسانی کے لئے قرض کو دو حصون مین تقسیم کرلیا ہے ایک معمولی قرض ہے وہ ان ہی قرضون کے مماثل ہے جو اور گورنمنٹین لیا کرتی ہین دوسرا پبلک ورکس کا قرض ہے یہہ قرض اسلیئے لیا گیا ہے کہ وہ ایسے کامون مین لگایا جائے جسسے کہ فائدہ ہو یعنی بارآور کامون مین جیسے کہ ریلوے اور نہرین اور آبپاشی کے کام ہین سنہ ۱۹۰۱ء مین معمولی قرض ۶۹۹۹۶۰۰۰ پونڈ اور پبلک ورکس قرض ۱۳۵۳۲۷۰۰۰ پونڈ تھا۔

سنہ ۱۸۵۷ء مین غدر شروع ہونے ہی کو تھا کہ پبلک قرض تقریباً ۵۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ تھا۔ غدر کے دور کرنے مین اور انتظام کی تجدید مین یہ قرض بقدر ۲۰۰۰۰۰۰۴ پونڈ کے بڑھ گیا اور

سنہ ۱۸۶۲ع مین کل قرض کا مجموعہ......۹۷ پونڈ ہوگیا سنہ ۱۸۶۲ع اور سنہ ۱۹۰۱ع کے درمیان ۳۱ سال مین قحط دور کرنے اور غیر معمولی خرچ جو ہوئے ہین جو اسکے لئے لازمی تھے بظاہر......۱۴۰ پونڈ ہوگیا یہ افزایش بالکل اس پالیسی کے سبب سے ہوئی کہ روپیہ قرض لیکر ریلویون اور آبپاشی کے کامون میں خرچ ہوا اس قرض کو ظاہری قرض اس لئے لکھا ہے کہ اس پالیسی سے سٹیٹ پر بار نہین پڑا — بلکہ اسکو فائدہ حاصل ہوا۔ اگر اسطرح روپیہ لگانے سے قطع نظر کیجائے تو پبلک قرض زمانہ مذکور مین کچھ زیادہ نہین ہوا بلکہ بقدر......۲۷ پونڈ کے کم ہوگیا۔ اسپر زیادہ تر تعجب اس یاد سے اور بھی ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین متواتر سخت قحط پڑے۔ قحط زدون کی امداد مین اور ایسی کامون مین کہ قحط کی بلاؤن سے بچائین......۲۳ پونڈ سے کچھ زیادہ خرچ ہوا اور تقریباً......۱۲۲۵ پونڈ لڑائیون میں خرچ ہوا۔ سرحدی قومون پر لشکر کشی مین بڑے بھاری خرچ ہوتے ہین اور بڑا بھاری نقصان اس سبب سے اٹھانا پڑا کہ چاندی کی قیمت سونے کے لحاظ سے بہت کم ہوگئی۔ جو ریلیں موجود ہین وہ اس طرح بنائی گئی ہین کہ یا تو گورنمنٹ خود انکو بلاواسطہ بناتی ہے یا انکو کمپنیون کے ذریعہ سے بنواتی ہے جنکو گورنمنٹ نے اپنی ضمانت دی ہے یا انکی امداد کی ہے دوسری صورتون مین گورنمنٹ نے اقرارنامون مین اپنا یہہ حق قائم رکھا ہے کہ وہ ان ریلون کو ایک خاص مدت کے بعد خرید لیگی۔ یہہ اختیار اسکو ہر صورت مین حاصل تھا جسمین اس کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ سالانہ اقساط مین جنکی تعداد معین ہو سرمایہ کو ادا کرے۔ اسطرح یہہ ریلوے سٹیٹ لائینس ہوجائینگیں اور آیندہ نصف صدی مین گورنمنٹ انڈیا مالک تنہا کی مالک ہوجائیگی جسسے سالانہ ریونیو (حاصل عظیم) حاصل ہوگا اسطرح ایسٹ انڈیا کمپنی کی بڑی لائین کو جو کلکتہ سے دہلی اور شمالی اضلاع مین جاتی ہے خرید لیا ہے اس معاملہ سے سٹیٹ کو بڑا نفع عظیم حاصل ہوا ہے دس سال کے اندر جو سنہ ۱۹۰۱ع پر ختم ہوتے ہین پبلک ریونیو تمام اخراجات اور قرض کے روپیہ کے سود کے مہنا دینے کے بعد سرکاری خالص منفعت....۴۵ پونڈ ہوئی ہے اور ایک اور رقم....۴۵ پونڈ کی خریداری کی قرض کے روپیہ کی سالانہ قسطون کے دینے سے ادا ہوگئی ہے سنہ ۱۸۹۸ع کے بعد چوہتر برس مین جب سالانہ قسط موقوف ہوجائیگی تو گورنمنٹ کو خالص سالانہ آمدنی غالباً......۲۷ پونڈ سے کم نہ ہوگی اور سرمایہ جو چھ سات ہزار پونڈ سے کچھ

زائد ہی کمپنیونکا ادا ہو جائیگا۔ اب ۱۹۰۱ء تک ریلوی مین چار کروڑ پونڈ خرچ ہوئے ہین اور یہہ بنا
عقلاً درست ہے کہ جب مایہ کے زیادہ لگانے کی ضرورت ہوگی تو آمدنی کی افزائش ہوگی جب
قرض کی زیادہ ضرورت ہوگی تو اس آمدنی کی بھی ایسی افزائش ہوگی کہ سرمایہ کے سود ادا کرنے
کے لیئے کافی ہوگی۔ اس صورت مین اور اور صورتون مین ریلون پہ گورنمنٹ براہ راست
خود کام نہین کرتی بلکہ ایک کمپنی کو کام کرنے کا ٹھیکہ دیدیا ہے اور یہہ لکھ دیا ہے کہ کمپنیان جو ریلوے
کے ڈول بنانے مین اپنا سرمایہ خرچ کرین اسپر پانچ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود دینے کی گورنمنٹ کفیل ہی
لیکن گورنمنٹ نے یہہ اقرار بھی کرلیا ہے کہ اگر تجارت کی نقد آمدنی بعد کل خراجات کے پانچ روپیہ
سیکڑہ سے کم ہوگی تو وہ اسکے نقصان کو پورا کردیگی۔ پچھلے جو معاہدے ہوئے ہین وہ
گورنمنٹ کے حق مین بڑے مفید ہین۔ محاصل ملکی سے جو سود سالانہ ادا کیا جاتا ہے وہی پبلک
قرض کا سچا پیمانہ ہے یہ پولیسی جو اختیار کیگئی ہے کہ روپیہ ادھار لیکر پبلک ورکس مین صرف کیا جائے اسکے
جو نتائج فائی نینشل حاصل ہوئے ہین وہ نہایت اعلے درجہ کے قابل اطمینان ہین یہ امر ناگزیر تھا کہ
اسکے پہلے بڑی مدت دراز گذرنی چاہیئے کہ انڈیا مین ریلین اور آبپاشی کے کامون سے اسقدر
آمدنی ہو کہ جو انکے بنانے مین اخراجات ہون انکو کافی و وافی ادا کردے اور یہی حالت بہت
برسون حقیقت مین رہی اس بات کا صحیح صحیح بیان کرنا آسان نہین ہے کہ ریلون کے بنانے کے آغاز سے
اسوقت تک کہ محاصل ملکی پر اسکا بار دور ہوا جو روپیہ انمین صرف ہوا اسکی کل مقدار کیا تھی۔ اس
سوال سے بحث کرنے کی بہی کچھ ضرورت نہین بعض کمپنیون کے مواتق .... پونڈ سے زائد
خرچ ہوا تھا یہ مقدار کچھ ہی ہو یہ امر تحقیق ہے کہ وہ بہت کم ملک کی اس بچت سے ہے جو صرف ایک
سال مین باربرداری اور اسباب کے ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجانے مین ہوتی ہے جب محاصل ملکی پر
براہ راست اسکا خرچ بڑا بھاری تھا تو اسکا معاوضہ ان فائدون سے زیادہ ملجاتا تھا جو ملک کی آمد و رفت
کی آسانی کے وسائل سے حاصل ہوتے تھے۔ اسکی دولت بالاستقلال بڑہتی رہی اسکی بدولت رعایا مختلون
کی آفتون سے محفوظ رہی اور پبلک انتظام کا کوئی صیغہ ایسا نہین تھا جو اسپنے موثر ہوتے ہین نہ
بڑھا ہو اب ہم یہہ بیان کرتے ہین کہ محاصل ملکی پر ناگزیر کچھ مدت کے لیئے اسکا بار پڑا انقلاب
امید ہے کہ وہ بالکل جاتا رہیگا۔ براہ راست فائی نینشل نتائج بہت اچھے ہوئے ہین اور

اور اچھے ہین لیکن اس امر واقعی کے سبب سے کہ بعض ریلین اور نہرین ناتمام ہین اور بعض کی آمدنی اس حد پر نہین پہنچی جسکی آخر مین توقع ہے بعض ریلین اُنمین سے اس لئی بنائی گئی ہین کہ دور کے اضلاع کی اور غریبون کی محافظت کی جائے ان مین فائدہ کی امید بہت تھوڑی ہے بعض ریلین ملٹری (فوجی) مقاصد کے لئے بنائی گئی ہین جو شمالی مغربی سرحدون تک جاتی ہین جنسے زیادہ کوئی اور ضروری امر نہین ہے لیکن انسے غالباً تاجرانہ نفع ملنے کی امید نہین - ان کامون کے فائدون کو روپیہ کی قیمت نے کم کردیا - ان تمام ریلون پر روپیہ مین آمدنی ہوتی ہے لیکن ولایت کے سرمایہ کا اور گارنٹیڈ کمپنیون کو سالانہ سود سونے مین دیا جاتا ہے - سنہ ۱۹۱۸و۱۹ مین سونے مین یہہ رقم ۵۲۰۰۰ ۶ پونڈ دی گئی جسکے بدلہ مین انڈیا کو ۲۵۰۰۰۰۰۰ روپیے زیادہ دینے پڑے اگر روپیہ کی قیمت دو شلنگ ہوتی تو یہہ زائد روپیہ نہین دینا پڑتا لیکن باوجود اس کے انڈیا کی ریلین اور نہرین بہت مدت سے سٹیٹ کو بہت فائدہ دے رہی ہین ریلویون کی اور ایسے ہی نہرون کی سنہ ۱۹۰۰ء مین آمدنی اسقدر ہوئی کہ اس مین ساری خرچ اٹھاکر بلا واسطہ اس سے سٹیٹ کو سنہ ۱۹۰۰ء مین ۲۵۰۰۰ ۳ پونڈ فائدہ ہوا - گورنمنٹ کی ریلوے کے انتظام کی رپورٹ مین یہہ بیان کیا گیا ہے کہ ریلون نے عام محاصل ملکی پر صرف اپنا بار ڈالنا ہی نہین موقوف کیا ہی بلکہ یقین کے ساتھ آیندہ یہہ توقع کی جاتی ہے کہ سٹیٹ کے محاصل ملکی کو وہ زیادہ بڑھائینگین یہ عام نتیجہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی صداقت مین کچھ کلام نہین اگرچہ بعض سالون مین آمدنی مین بہ نسبت اور سالون کے کمی ہوگی -

سنہ ۱۹۰۰ء مین آبپاشی کے کامون مین کل سرمایہ ۲۸۲۴۶۰۰۰ پونڈ خرچ ہوا ہے — اور تمام خرچ دے دلاکر بچت ۲۳۶۰۰۰ پونڈ ہوئی -

روپیہ قرض لیکر جو نہرین اور ریلین بنائی گئی ہین اس سے گورنمنٹ کو سنہ ۱۹۰۰ء مین ۵۶۱۰۰۰ پونڈ فائدہ ہوا ہے - ابتک تو ان پبلک ورکس کا ذکر ہوا ہے جو سرمایہ کا نقد فائدہ دیتے تھے اور اکثر وہ قرض کے روپیے سے بنائے گئے تھے - جب سے گورنمنٹ شاہی ہوئی ہے محاصل ملکی سے بہت روپیہ مختلف قسم کے پبلک ورکس مین خرچ ہوا ہے جیسے کہ سڑکین پل ٹیلیگراف اسپتالین - بارکین اور ملٹری عمارات - کالج سکول اور رفاہ عام کی اور عمارات اور

چھوٹے چھوٹے کام آبپاشی اور کشتیون اور جہاز چلانے کے بنائے گئے ہیں گو ان کا موسمی
روپیہ کا فائدہ نہیں ہوتا لیکن یہہ کام کچھ کم فائدہ مند نہیں ہین

اب پبلک ورکس اور قرض کے بیان کو چھوڑکر ہم اور بات بیان کرتے ہیں - اور ملکون مین
گورنمنٹون کو انکی ضرورت اور سببون سے ہوتی ہے مگر انڈیا میں انکی سخت ضرورت قحط
کے سبب سے ہوتی ہے ۱۸۷۴ء میں لارڈ نورتھ بروک نے کہا کہ ہندوستان مین
قحطون کا پڑنا کوئی غیر معمولی اور اتفاقی صورت نہین ہے وہ ہمیشہ پڑا کرین گے - انکے
خرچون کے لیئے روپیہ کا قرض لینا فائی نینس کے اعتبار سے بڑا نا زبون و مضر ہے
بس اس لیئے بہتر ہے کہ جن سالون مین موسم اچھے ہون تو ان مین محاصل ملکی مین ہر سال
ایک فاضل جمع اس کام کے لیئے الگ رکھی جائے کہ وہ قرض کے گھٹانے مین خرچ کی جائے
پھر اسپر کچھ اعتراض نہیں ہوگا کہ جب قحط پڑے تو اسکے خرچون کے لیئے روپیہ قرض لیا جائے
۱۸۷۷ و ۱۸۷۸ء میں سر جان اسٹریچی نے یہہ تجاویز پیش کین اور لارڈ لٹن نے انکو منظور کیا
کہ یہہ اصول عمل مین آئین -

۱۸۷۳ و ۱۸۸۰ء کے درمیان اصلی خرچ قحط کے ریلیف (تسکین) مین ۱۶۰۰۰۰۰۰
روپیہ خرچ ہوئے اس مین وہ روپیہ بھی داخل ہے جو مالگزاری کا معاف کیا گیا - تخمینہ کیا گیا کہ سالانہ
خرچ قحط کے ریلیف کا ۱۵۰۰۰۰۰ روپیہ سے زائد ہوگا - بس یہہ روپیہ ہر سال محاصل
ملکی سے فاضل بچا کر قحط کے لیئے رکھا جائے اور یہہ روپیہ جب ملک مین قحط نہ ہو تو قرض کے
گھٹانے مین خرچ کیا جائے یا اس قرض کے روکنے مین جو ریلون اور نہرون کے بنانے مین
لیا جاتا ہے - بس اس تدبیر کا عملی نتیجہ یہہ ہوگا کہ اچھے سالون مین فاضلات کی رقم جمع رہیگی
جو قحط میں خرچ ہو گی - پھر اس تدبیر مین یہہ ترمیم ہوئی کہ روپیہ جو فاضلات کا ہو وہ ریلون اور
نہرون مین خرچ کیا جائے جس سے وہ اضلاع جن مین خشک سالی زیادہ ہوتی ہے قحط کی
آفتون سے محفوظ رہین -

باب بست و ششم

تجارت و سفر و آمد و رفت

اونیسویں صدی کی ابتدا میں انگریزی عملداری کے ایام طفلی تھے اور زمین پر سفر کرنے کی راہیں بالکل ابتدائی حالت میں تھیں۔ اب جو یورپ میں سڑکوں اور رستوں کے بنانے کے معانی لیئے جاتے ہیں اس معنی کر ہندوستان میں ہندوستانیوں کے عہد سلطنت میں ایک سڑک اور رستہ نہ تھا۔ حالتوں کے موافق پٹیاں تنگ و کشادہ و سیدھی و ٹیڑھی موجود تھیں۔

ہندوستانیوں میں اکثر موسموں میں ہلکا بھاری مینہ برستا رہتا ہے۔ ہر سال برسات کے چار مہینوں میں جون سے لیکر اکتوبر تک یہہ راہیں بند ہو جاتی تھیں اور خشکی کی راہوں پر اسباب تجارت کی آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔ سال کے باقی آٹھ مہینوں میں خشک راہوں میں اسباب تجارت کی آمد و رفت خوب ہوتی تھی۔ جب بارش کا موسم نہ ہوتا تو رستوں پر گاڑی چھکڑے بہت اچھی طرح کثرت سے چلتے تھے۔ یہہ تو خشکی کی راہوں کا حال تھا۔ مگر تری کی راہوں کا حال خشکی کی راہوں سے بدرجہا بہتر تھا شمالی ہند میں گنگا اور بہت سے اور دریا جو اس میں ملتے ہیں تجارت کی بڑی شاہ راہیں تھیں۔ شمالی شرقی ہند میں گنگا اور برہم پتر کے ڈیلٹا میں کشتیوں میں تجارت بڑی شان و عظمت سے ہوتی تھی اور جون و اکتوبر کے درمیان جب دریا چڑھتے اور ان میں پانی کی طغیانی ہوتی تو کشتیوں کے ذریعہ سے تجارت کا بازار بڑا گرم ہوتا تھا اور مغربی و جنوبی ہند میں مغرب و مشرق کے سواحل سمندر کی دو لینوں میں بہت بڑی تجارت ہوتی تھی۔ سمندر کے ساحلوں پر تجارت کے ایسے جہازوں کی کثرت رہتی تھی جو سمندر کے

کنارہ کنارہ چلتے تھے ۔ ساحل پر چلنے والی کشتیاں اور چلنے والے جہاز مختلف طرح کی
نہایت عمدہ بنائے جاتے تھے اور بحری آمد و رفت کے کاموں میں وہ خوب
خدمت کرتے تھے مدتوں تک ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے پیشوں و مشاغل و کاموں کے
کے سبب سے ہندوستان میں جو راہیں اور سڑکیں تھیں انہیں پر قانع رہی وہ جانتی
ہی نہ تھی کہ یہاں کی سڑکوں سے بہتر سڑکیں بھی ہوتی ہیں اس لیئے وہ ان کو
اپنی تجارت کے لیئے کافی سمجھتی رہی اور سال کے دو تہائی مہینوں میں اپنی توپخانوں کو
اور اپنے اسباب حرب و ضرب کو ان ہی سڑکوں پر چلاتی رہی سنہ ۱۸۳۰ع تک اسنے
ان سڑکوں اور راہوں کے بہتر بنانے میں کوئی کوشش نہیں کی ۔ جب سلطنت بڑھتی
اور مستحکم ہوتی گئی تو جیسی ہر ڈپارٹمنٹ میں تبدیلیاں ہونے لگیں ایسی ان رستوں کی درستی
کے سررشتہ میں تبدیلی ہوئی ۔

کلکتہ سے دہلی تک چودہ سو میل طول میں گرینڈ ٹرنک روڈ (شاہراہ اعظم) بنی شروع
ہوئی اور جب پنجاب انگریزی عملداری میں آگیا تو یہی سڑک سندھ تک چلی گئی الہ آباد کے پاس
سے اس سڑک کی ایک بڑی شاخ نکل کر بمبئی تک گئی ۔ بمبئی سے انجینیروں نے اپنی
استادی خرچ کرکے دو شاہ سڑکیں مغربی گھاٹوں پر چڑھتی ہوئی بنائیں ان میں سے
ایک سنٹرل انڈیا میں گذرتی ہے دوسری دکن کی مرتفع زمین پر مدراس کے رستہ پر
مدراس سے ایک سڑک جنوبی جزیرہ نما (دکن) میں بنائی گئی جسکی ایک شاخ نیلگری
پہاڑ پر چڑھتی ہے ۔ پھر ان سڑکوں کی شاخیں مختلف اضلاع میں گئیں ۔

تمام کلاں سڑکوں پر کنکر کوٹا گیا اور ان سڑکوں پر سوا بڑے بڑے دریاؤں کے
جیسا گنگا ہے ۔ ندیوں نالوں کے پل بنائے گئے ۔ ہندوستان میں سڑکوں میں سے
بعض ایسی اچھی ہیں کہ دنیا میں سوا رومیوں اور نپولین کی سلطنتوں کے کسی سلطنت میں
ایسی نہیں تیار ہوئیں ۔ یہہ سارا کام ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارہا عظیم میں سے ایک ہے
ابھی یہہ تمام سڑکیں پوری نہیں بننے پائی تھیں کہ ریلوے بننے کا زمانہ آگیا ۔ ان ریلوں کی
سڑکوں کی بھی وہی نسبتیں مقرر ہوئیں جو پہلے سڑکوں کی مقرر ہوئی تھیں انکا مقصود یہہ تھا

کہ تینوں دار السلطنتوں کلکتہ وبمبئی ومدراس کو آپس میں اور بنگال کو شمالی مغربی سرحد سے ملا دیں۔ غدر سے پہلے صرف ریلوں کے دو حصے بننے شروع ہوئے تھے ایک کلکتہ سے دوسرا الہ آباد سے یہہ دو ٹکڑے ریلیں غدر کے زمانہ میں بہت کام آئیں۔ جب ہنگامہ بغاوت وغدر فرو ہوا تو پھر ہر سال میں سینکڑوں میل ریلوے تیار ہونے لگیں جن لینوں کا اوپر ذکر ہوا انکے سوا شمالی اضلاع گنگا سے اور ایک سیدھی سڑک بمبئی سے ناگپور ہوتی ہوئی کلکتہ کو گئی۔ اس وقت اکیس ہزار میل ریل تجارت کے لئے جاری رہی جنمیں برہما کی ریلیں داخل ہیں اور اس مجموعہ پر ہر سال کئی سو میل ریل کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

انگلنڈ کی پرائیویٹ کمپنیوں نے اپنے روپے سے پہلے ریلیں بنائیں اور اُن کا خود انتظام واہتمام کیا۔ ریلوں کے بنانے میں انہوں نے جو سرمایہ خرچ کیا اسپر ان کو کم از کم شرح سود پانچ روپیہ سیکڑہ سالانہ کے حساب سے گورنمنٹ انڈیا سود دیتی ہے بنگال پریسیڈنسی میں انمیں سے ایک ریل کا نام ایسٹ انڈیا لیا جاتا ہے اور ایک مدراس کو ریل جاتی ہے اسکا نام بھی یہی ہے اور دو ریلیں بمبئی کو جاتی ہیں جنکا نام گریٹ انڈین پنین شیولا ہے ایک کو بمبئی بڑودہ ریل کہتے ہیں دوسری کو سنٹرل انڈیا۔ گورنمنٹ نے ایسٹ انڈیا ریلوے کو خرید لیا ہے باقی اور ریلیں کمپنیوں کی بدستور قائم ہیں اور ریلیں جو نئی بنی ہیں وہ سٹیٹ ریلوے کہلاتی ہیں انکو سرکار نے اپنے ہی روپیہ سے بنایا ہے۔ ہندوستانی ریاستوں نے دو ہزار میل ریل اپنے روپیہ سے بنائی ہے وہی انکی مالک اور منتظم ہیں۔ کل روپیہ جو ریلوں میں خرچ ہوا ہے ٢٥٢½ کروڑ روپیہ ہے جنمیں ٥٠½ کروڑ گارینٹڈ کمپنیوں کا ہے اور ٢٠٠ کروڑ روپیہ برٹش گورنمنٹ کا ہے یہہ سرمایہ بالکل انگلنڈ کا ریلوں میں خرچ ہوا ہے۔ کل لینوں پر اس سرمایہ کا سود پانچ روپیہ سینکڑہ کے حساب سے دیا جاتا ہے۔ ان ریلوں سے گورنمنٹ ہند کی ملکی اور فوجی قوت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ یہہ ریلیں دور دراز فاصلوں سے ساحل سمندر پر تمام پیداوار کو بکثرت لیجاتی ہیں گیہوں انگلنڈ کو اسقدر جانے لگا ہے کہ اسنے انگلنڈ کے

بازاروں میں اسکو ارزاں کر دیا ہے - پہلے جو یہ خیال تھا کہ ہندو ریلوں میں اس
سبب سے نہین سوار ہونگے کہ ان میں اونچی نیچی جات کے آدمی برابر بیٹھینگے وہ بالکل غلط نکلا
سب جات کے آدمی بے تکلف ریلوں میں سوار ہوتے ہیں تجارت کے اسباب کی اور مسافرون کی
ریلوں پر وہ ریل پیل و چہل پہل رہتی ہے جو ایک شرقی ملک سے توقع ہوسکتی ہے لیکن سفید رنگ کی
مغربی قوموں کے مقابلہ میں یہاں ریلوں کے اسباب تجارت و مسافروں کی کثرت کچھہ وقعت
نہین رکھتی - زمانہ متوسط میں آدمیوں کے خیال مین ہند کی بحری تجارت غیر ملکوں کے
ساتھہ بڑی وقعت رکھتی تھی - لیکن زمانہ حال مین جو اسکی بڑی ترقی ہوئی ہے وہ سارے
عالم میں روشن ہے وہ برطانیہ اعظم کے مشرقی ملکون کی تجارتوں کو وابستہ کرتی ہین
اس مین طرفین کو فائدہ عظیم ہوتا ہے - اونیسویں صدی کی ابتدا سے اس کے وسط
تک یہہ تجارت ان بادبانی جہازون کے ذریعہ سے ہوتی تھی جو کیپ گڈ ہوپ کے نواح
مین گذرتے تھے پہلے یہی بادبانی جہاز دنیا کی تجارت کی تاریخ مین زیادہ عمدہ سمجھے جاتے
تھے - وہ اپنے دنوں میں اسباب تجارت کے سوا ہیرو یعنی بڑے بڑے بہادر سپاہی جو ملکو
و مدبران ملکی کو اپنے اندر بٹھا کے لے جاتے تھے جو برطانیہ اعظم کی غیر ملکون مین
سلطنتیں جماتے تھے اور انگلنڈ سے ایسے بہت سے مراسلات لے جاتے تھے جو
مشرقی قومیت کا فیصلہ کرتے تھے یہہ جہاز اب بھی موجود ہیں مگر انکی تعداد بہت
کم ہو گئی ہے اور انکا قد و قامت پہلا سا کلاں نہیں رہا - شاعرانہ محاورہ میں ان کی
نسبت یہہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تاریکی مین بادبانی کی بڑے زبردست واقعات
عظیم کے نوشتے لکھائے اول ۱۸۴۲ء مین پنن شیولا اور نینٹل سٹیم نے وی گیشن
کمپنی (دخانی جہاز کی کمپنی) نے ان بادبانی جہازوں کی رفعت کو خاک میں ملایا - یہ
کمپنی دخانی جہازوں کو مصر اور ریڈ سی کی راہوں سے لے جانے لگی اور ان جہازون
اور تمام ڈاک کے کاموں کو اور مسافروں کو ان جہازوں مین اور دولت کے خزانون
کو اور نہایت نفیس اسباب تجارت کو لیجانے لگی - لیکن اب بھی کیپ گڈ ہوپ کے گرد
بادبانی جہاز اونہیں بڑی قد و قامت کی چیزوں کو تجارت کے لیئے لے جاتے ہین

تجارت کا بڑا حصہ یہ ہے کہ انڈیا کا پیداوار انگلنڈ کو بھیجا جاتا تھا اور اس کے عوض میں ہندوستان میں انگلنڈ کی بنی ہوئی مصنوعی چیزیں تجارت کے لیئے اسقدر نہیں آتی تھیں جسقدر کہ وہ ان دنوں میں آتی ہیں اس سبب سے یہہ ایک عجیب واقعہ ظہور میں آیا ہے کہ بادبانی جہاز اکثر بلکہ علے العموم ہندوستان کے بندرگاہوں میں جو آتے تھے ان میں تجارتی اسباب بہت نہیں ہوتا تھا بلکہ انمیں روڑے اور کنلیں آتی تھیں جو اکثر لوروے کے ہوتے تھے اور ان کو کلکتہ کی سڑکوں پر بچھا کر کوٹتے تھے اب یہہ دیکھنے کی بات ہے کہ ہندوستان کی تجارت جو انگلنڈ سے ہوتی تھی کس طرح گھٹنیوں چلی ہے - بادبانی جہازوں پر بڑا صدمہ سویز کی نہر نے پہنچایا جو ۱۸۶۹ع میں تجارت کے لیئے جاری ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ان دخانی جہازوں کا ظہور ہوا جنہوں نے اس نہر اور ریڈسی کی راہ اختیار کی اس تبدیلی کی تکمیل تار برقی نے کی جو ہندوستان اور یورپ کے ملکوں کے درمیان لگایا گیا - اب اس طرح یورپ اور انڈیا کے درمیان زیادہ تر سلسلہ تجارت جاری ہے - حال کے سالوں میں دخانی جہاز مختلف ساخت کے بھی تیار کیئے گئے ہیں جو کیپ گڈ ہوپ کے گرد تجارت کے بڑے آکار کے اسباب کو لیجاتے ہیں گنگا کے وادی کے وسط میں جو کشتیوں کے ذریعہ سے قدیمی تجارت ہوتی تھی وہ اب بالکل غارت ہوگئی ہے کچھ تو اس سبب سے کہ دریا کا پانی آبپاشی کے کاموں کے لیئے نہروں میں بہت چلا جاتا ہے اور زیادہ تر اس سبب سے کہ ریلیں جاری ہوگئیں ان کے مقابل میں کشتیاں بے قدر ہوگئی ہیں لیکن مشرقی بنگال میں ان کی عجیب و غریب ترقی ہوگئی ہے وہاں جو ہندوستانی کشتیاں بناتے ہیں ان میں وہ اپنی ہنرمندی کا عجیب تماشا دکھاتے ہیں - ملاح اسقدر کشتیاں دریا میں جمع کرتے ہیں کہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بازار یا شہر دریا میں رواں ہے - سمندر کے کنارہ پر جو ہندوستانی کشتیوں میں تجارت ہوتی تھی وہ اب تک چلی جاتی ہے لیکن اس کی کساد بازاری دخانی جہازوں نے کردی ہے - اب برٹش سٹیم نیوی گیشن کمپنی نے

انڈیا کی تجارت کا زیادہ تر اجارہ لے لیا ہے - ہندوستان کی تجارت کی تاریخ بڑی بیچدار
اور رنگارنگ کی ہے اس لیئے فقط اسکا مختصر سا حال لکھا جاتا ہے - انیسوین صدی سے
جو دو پہلے صدیاں گذری ہیں ان مین تجارت مین انگلش کے رقیب ڈچ تھے جو درحقیقت
تاجر تھے - پرتگیزوں کو ہندوستانیون کے عیسائی بنانے کا اور اپنے جاہ وحشم کی
نمائش کا بہ نسبت تجارت کے زیادہ شوق تھا فرانسیس تو اور ہی طرح کی اپنی اولوالعزمیاں
رکھتے تھے تجارت کا تھوڑا سا خیال رکھتے تھے - جب انیسوین صدی شروع ہوئی تو ڈچ
و پرتگیز و فرانسیس تجارت کا میدان اور سب چیزون کے میدان کو کسی نہ کسی سبب سے
چھوڑکر چلے گئے اور یہہ سارے میدان صرف انگریزون ہی کے لیئے خالی کر گئے سنہ ۱۸۰۰ء
مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ مین تجارت کا اجارہ تھا - سر ولیم ہنٹر اسکا حال اپنی تاریخ مین
یہہ بیان کرتے ہین کہ سنہ ۱۸۴۲ کے قریب انڈیا اوفس مین فروخت تین کروڑ روپیہ کی تھی
جس سے تجارت کی کیفیت و کمیت معلوم ہوتی ہے - انڈیا کے لیئے تجارت کا کل مجموعہ
سنہ ۱۸۰ مین پانچ کروڑ روپیہ سے زیادہ اور دس کروڑ روپیہ سے کم تھا سنہ ۱۸۴۳ کے بعد سے
جب کمپنی کے ہاتھ سے تجارت کا اجارہ نکل گیا ہے تو کل مجموعہ سالانہ تجارت کا پندرہ کروڑ
روپیہ کا تھا - جب تجارت عام ہوگئی کہ جسکا جی چاہے کرے تو سنہ ۱۸۴۰ سے پیشتر وہ بہت جلد
بڑھ گئی اور اکیس کروڑ روپیہ سالانہ کی ہوگئی - اب وہ سنہ ۱۸۹۹ مین دو سو کروڑ روپیہ کی ہوگئی
یعنی سنہ ۱۸۳۹ و سنہ ۱۸۹۹ کے درمیان ساٹھ سال کے اندر دس گنی ہوگئی اور تجارتی قومون کی
جو تاریخ تجارت ہے اس مین یہہ تجارت ساوانہ کا بافوقیت کا درجہ رکھتی ہے -
جس نسبت سے اس تجارت کی افزائش ہوئی ہے وہ دونو تجارت پیشہ انگریزون
اور ہندوستانیوں کا باعث فخر و اعزاز ہے -

برٹش اور اور یوروپین کی یہہ تمنا ہے کہ انڈیا تو اپنا دساور خام پیداوار کا برطانیہ کو
یا یوروپ کو بھیجے اور اس کے عوض مین برطانیہ و یوروپ سے دساور مصنوعی اشیاء کا
آئے - لیکن زمانہ دراز چاہیئے کہ انڈیا اس کو پورے طور پر سرانجام دے - بہت دنون
تک اب بھی اسنے پوری طرح سے اس کام کو نہین کیا ہے - گو پہلے کی نسبت اب وہ اس کام کو

بہت اچھی طرح کرتا ہے اسکی ایک دلیل یہ ہے کہ صدی کے شروع میں برٹش مصنوعی
اشیا اسقدر بروے کار نہین ظاہر ہوئی تھین جیسی کہ بعد ازاں ظاہر ہوئی ہین مسٹر ولیم
ہنٹر اس کا عام فہم بیان پانچ سال کا جو سنہ ۱۸۷۵ء پر ختم ہوتا ہے یہہ کرتے ہیں کہ انڈیا
جسقدر اپنی چیزین دنیا کے ہاتھ بیچتا ہے اسقدر اس سے خریدتا نہیں۔ پانچ سال
کے عرصہ مین دساور اسنے تجارت کا بھیجا ہے وہ بحساب اوسط سالانہ ...... ۱م روپیہ
سے زیادہ تھا اس کی قیمت کی ایک تہائی تو اسکو نقد یلی جس کے سبب سے چاندی
سونا .... ۷ روپیہ کا سالانہ ہمنے جمع کیا اور ایک تہائی اس نے اس سرمایہ کے
سود میں ادا کیا جو انگلنڈ نے اسکی محنت پردازی کے کامون میں خرچ کیا تھا۔ باقی
ایک تہائی انگلنڈ مین گورمنٹ کے لیے خرچ کیا جس کے سبب سے اسکو حفظ و امن امان
حاصل ہوتا ہے۔ پس ہندوستان کی تجارت کا یہہ تفصیلی عام فہم بیان ایسا ہے جو
تجارت کی میزان حساب کو بتلاتا ہے۔ ہم نے پہلے بہ تفصیل بیان کر دیا ہے کہ گورمنٹ کے
کس کس قسم کے خرچون کے لیے انگلنڈ مین روپیہ انڈیا سے جاتا ہے سنہ ۱۸۷۴ء سے
پہلے انڈیا کے فائینینس منسٹر نے ایک سرکاری نقشہ تجارت کا جو انڈیا کے غیر ملکون سے
ہوتی ہے سنہ ۱۸۳۵ء سے ۱۸۷۱ء تک یعنی ۳۶ سال کا بنوایا تھا (ان غیر ملکون مین انگلنڈ سے
زیادہ تر انڈیا کو تجارت کا سروکار ہے) تو اس سے معلوم ہوا تھا کہ انڈیا نے جو غیر ملکون
کو تجارتی دساور بھیجا تھا اسکی قیمت ہزار کرڑوڑ یعنی دس ارب روپیہ تھی اور انڈیا میں جو
غیر ملکون سے درآمد مال ہوئی اسکی قیمت پانچ سو تراسی کرڑوڑ روپیہ تھی جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ درامد مال سے برامد مال کی افزائش چار سو سترہ کرڑوڑ روپے کی ہوئی۔
یہہ ایک تصفیہ بڑی میزان حساب کا ہے اس تصفیۂ حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ
نقد درآمد خزانہ بقدر .... ۲۷۵ روپیہ کے ہوا۔
انگلنڈ اور انڈیا کے درمیان .... ۲ روپیہ سالانہ کی تجارت ہے
جس میں سے انڈیا میں درآمد مال تقریباً مساوی برآمد مال کے
ہے۔

ان مجموعون مین قدرتی تنزلزل ہوتا رہتا ہے ۱۸۹۷ء مین اور ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۹ء کے حصون مین قحط سالی کے سبب سے غیر معمولی تنزل برآمد مال مین ہوا۔ اسکے دو سال پہلے انڈیا سے برآمد مال ۱۰۷ کروڑ اور ۱۱۵ ½ کروڑ روپیہ کا تھا اور انڈیا مین درآمد مال کی قیمت ۹۳ کروڑ اور ۹۵ کروڑ روپیہ سالانہ تھی اسکے زائد کبھی نہین ہوئی۔

اس تجارت مین ایک نیا شگوفہ کھلا ہے جو روز بروز زیادہ کھلتا جائیگا۔ پہلے زمانہ مین انڈیا کی تجارت صرف جزائر برطانیہ اور چین سے ہوتی تھی اب اس مین تبدیلی ہوگئی ہے کہ ۶۰ فیصدی تجارت جزائر برطانیہ سے ہوتی ہے اور چالیس فیصدی باقی دنیا سے یہ عجیب بات ہے کہ اس تجارت مین امریکہ نے بڑا قدم بڑھایا ہے۔

انڈیا کو جو انگلنڈ سے تجارت کے اسباب کا دساور بھیجا جاتا ہے اسکی قیمت کا تخمینہ انگلنڈ مین تیس کروڑ روپیہ سالانہ کا کیا جاتا ہے اتنا دساور کسی اور ملک مین انگلنڈ سے نہین جاتا سب سے زیادہ انڈیا کو بھیجا جاتا ہے۔ اسباب تجارت کے دساور مین سب سے اول روئی کا کپڑا ہے اور اس کے بعد لوہے اور دہات کی چیزین کلین وغیرہ ہیں انگلنڈ کا روپیہ جو انڈیا مین لگا ہوا ہے اسکی مقدار چھ سو کروڑ روپیہ ہے جس مین قومی قرض کی رقم بھی داخل ہے یہہ روپیہ ریلون اور نہرون کے بنانے مین یورپین نے انڈیا مین خرچ کیا ہے اس رقم کثیر کا سود زیادہ تر سالانہ جزائر برطانیہ مین جاتا ہے۔ انڈیا کی تجارت مین جو جہاز لگے ہوئے ہین انکے نمبر ۵ر ۵ سولہوین حصہ پر انگریزی جھنڈے لگے ہوئے ہیں۔ ۲۵ لاکھ ٹن بوجھ اٹھانے والے جہاز تجارت ہند مین لگے رہتے ہیں اور ایک تہائی برٹش جہاز ساری دنیا کے ساتھ تجارت مین لگے رہتے ہین۔ غرض دنیا مین انگلنڈ کا اسباب تجارت خریدنے والا انڈیا سے بڑا دنیا مین کوئی اور ملک نہین ہے۔

۱۸۹۵ء مین جو انڈیا سے اسباب تجارت کا دساور اور ملکون کو گیا اس کی قیمت ۹۳ کروڑ روپیہ تھی جنمین ۲۵ کروڑ روپے کی کھانے پینے کی چیزین تھین اور دس کروڑ روپیے کیمیائی اور کرانہ کی چیزین تھین ۲۷ کروڑ روپیہ کی قیمت کا خام پیداوار تھا۔ خوراک کی چیزون مین چاول گیہون اور بیج وغیرہ تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہان کی مسکین آدمی

اپنے نفعوں کے لیے اپنے ملک کی پیداوار کو غیر ملکوں میں بھیجتی ہے اور معمولی سالوں میں وہ اپنا اناج پیدا کرتی ہے کہ خود پرورش پاتی ہے اور غیروں کی پرورش کرتی ہے۔ انڈیا میں چاء کی کاشت برٹش سرمایہ اور اہتمام سے ہوئی ہے اسکی حالت بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ وسط صدی میں ہندوستان میں چاء کہیں نہیں تھی اسکا اجارہ چین کے ہاتھ میں تھا۔ اب چاء کے پیدا کرنے میں انڈیا چین کا ہم پلہ ہے انگلینڈ کے بازاروں میں انڈیا کی چاء کو چین کی چاء پر غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ خام پیداوار میں جسکا اوپر ذکر ہوا زیادہ تر روئی جیوٹ وسن اور کھالیں اور سینگ ہیں۔ انڈیا میں یورپ کے بڑے عالی ہمت و اولوالعزم اپنا سرمایہ ان کاموں میں لگاتے ہیں۔ انڈیا کے شمالی و شرقی سرحدوں کے پہاڑوں پر چاء کی کاشت میں۔ بمبئی میں کوٹن مل (کپڑا وسوت بنانے کی کلوں) کے کارخانے ہیں۔ کلکتہ میں جیوٹ کے کارخانوں میں۔ کوئلوں کے کاموں میں جو روز بروز زیادہ نکلتی آتی ہیں اور لوہے کی کانوں میں جو ابھی تک حالت طفلی میں ہیں پرانے نیل کے کارخانوں میں جنکا اب تنزل ہوتا جاتا ہے۔

اس تجارت کے بیان کے ساتھ پوسٹ اوفس (ڈاکخانہ) اور الکٹرک ٹیلیگراف کا ذکر بھی ضرور ہے۔ انیسویں صدی کے اول نصف میں انڈیا میں پوسٹ اوفس کا انتظام ان ہی اصول پر قائم ہوگیا تھا جو انگلستان میں تھا اس میں وہی عیب ونقص تھے کہ فاصلوں کے موافق محصول لیا جاتا تھا۔ خط وکتابت کرنے والوں کو تحقیق نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ڈاکخانہ میں کیا محصول لیا جائیگا مگر یہہ تحقیق معلوم تھا کہ ایسا زیادہ خرچ خط وکتابت میں ہوگا کہ غریب آدمیوں کے مقدور سے باہر ہوگا۔ سنہ ۱۸۵۵ء سے کچھ دنوں پہلے سب فاصلوں کے لیے یکساں محصول ہوگیا جیسا کہ سب لوگ روزمرہ دیکھتے ہیں۔ غدر سے پہلے سنہ ۱۸۵۶ء میں انڈیا میں کل ڈاکخانے ۷۵۰ تھے اب سنہ ۱۸۹۹ء میں ۲۶۹۰۰ ڈاکخانے ہیں اور خطوط ومراسلات جو ڈاکخانوں میں بھیجے جاتے ہیں انکی تعداد ۵۰۰۰ لاکھ ہے لیکن یہ تعداد بمقابلہ انگلینڈ کے نہایت کم ہے وہاں تعداد ۲۰۰۰۰ لاکھ تھی باوجودیکہ وہاں کی آبادی ہندوستان کی آبادی سے ایک آٹھواں حصہ ہے۔ سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد ہی انڈیا میں

الکٹرک ٹیلیگراف لگنا شروع ہوا - اب اس کا جال سارے ہندوستان مین بچھ گیا
پچاس لاکھ پیغامات سالانہ تار پر بھیجے جاتے ہیں جنکا محصول وصول ہوتا ہے گو یہ
تعداد بڑی معلوم ہوتی ہے مگر انگلنڈ کے مقابلہ مین وہ کم ہے وہان ۸۸۰ لاکھ
پیغام تار سالانہ بھیجے جاتے ہین ۱۸۶۵ء سے انڈیا اور انگلنڈ کے درمیان تار پر
پیغام رسانی تارون پر ہوتی ہے ایک تار سمندر کے اندر ریڈ سی اور مصر مین
لگا ہوا ہے دوسرا تار ایران و جنوبی مشرقی یورپ کے درمیان -

باب بست و چہارم

میونی سپلٹی کی اصلاحیں

۱۸۹۸ء مین اخلاقی و مادی ترقیون کی رپورٹ جو گورنمنٹ نے مشتہر کی ہے اس میں
میونی سپل کے باب میں چند فقرے لکھے ہیں انکا ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے کل انڈیا
کے شہروں اور بڑے بڑے قصبوں میں میونی سپل کمشنر یا میونی سپل کمیٹی اپنے
مقامی معاملات کا انتظام کرتی ہے یہہ کمشنر شہری آدمیوں مین سے مقرر ہوتے ہین -
یہہ میونی سپل کمیٹیاں فنڈس تحصیل کرتے ہین اور قوانین کے موافق اپنے اختیارات کو
کام مین لاتے ہیں - میونی سپل کمیٹیوں کے لیئے ہر پروونس کی ضروریات کے موافق جدا
جدا قوانین بنائے جاتے ہیں اور تین پریسیڈنسی شہرون کلکتہ و بمبئی و مدراس کے لیئے
جدا جدا قوانین میونی سپل مین قواعد مقرر ہین جنکے موافق اکثر کمشنرون کا انتخاب
خود اہل شہر و اہل قصبہ کرتے ہیں لیکن ہر شہر مین بعض اور بہت چھوٹے قصبوں میں
کل ممبر گورنمنٹ خود مقرر کرتی ہے - ہر میونی سپل کمیٹی میں ایک یا زیادہ گورنمنٹ کے
عہدہ دار بھی ممبر ہوتے ہیں - ہندوستانی اور غیر ملازم ممبرون کی تعداد یورپین
اور گورنمنٹ کے عہدہ دارون کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے سب میونی سپل کمیٹیاں

گورنمنٹ کے ماتحت ہوتی ہیں وہ کوئی نئے ٹیکس رعایا پر نہیں لگا سکتیں کوئی لون یعنی قرض نہیں لے سکتیں اور کوئی کام جس مین لاگت گورنمنٹ کی اس مقدار مقررہ کی بجٹ سے زیادہ ہو خرچ نہیں کر سکتیں۔ اس بجٹ کے خلاف کوئی کام گورنمنٹ کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتیں۔ کوئی قواعد اور دستور العمل جب تک گورنمنٹ کا حکم اسپر نہ صادر ہو اور اس کا اشتہار نہ ہو نہیں جاری کر سکتیں۔

میونیسپل کی آمدنی کے صیغے یہ ہین

ہوس ٹیکس یعنی مکان سے محصول لینا۔

کرایہ پر محصول۔

اوکٹرائی یعنی چنگی کا محصول۔

بازار کا کرایہ۔

پیشہ پر ٹیکس

واٹر ٹیکس یعنی پانی پر محصول۔

کون سروینسی ریٹس یعنی حفظان صحت پر محصول

سرکاری زمینوں اور ملکیتوں کا کرایہ

سرکاری باغات اور پارکس

میونیسپل فنڈس زیادہ تر ان کاموں مین خرچ ہوتے ہیں۔ آب رسانی۔ اسپتال۔ خیراتی دوائی خانے۔ گلی کوچہ و بازار و سڑکیں ویکسی نیشن (چیچک کا ٹیکہ لگانا) پانی کی نکاسی۔ (بدررویئں موریاں وغیرہ) حفظان صحت و تعلیم۔

ان کاموں کو پہلے گورنمنٹ کے افسر اچھی طرح نہیں کرتے تھے جیسے کہ یہہ میونیسپل کمیٹیاں بخوبی کرتی ہیں۔ میونیسپل کمشنروں کو جو یہہ معزز کام دئیے گئے ہیں ان میں وہ اپنا پبلک سپرٹ اور جفاکشی دکھاتے ہیں "

اس اوپر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بڑی مبارک ترقی ان لوگوں کو معلوم ہوتی ہے جو وسط صدی کے پہلے حالات کو جانتے ہیں۔ اب میونیسپل نے ایک نیا رخ دکھایا

کہ کل قلمرو میں ہر ضلع کے اندر ایک لوکل بورڈ مقرر ہوا ہے اسکا مختصر حال بھی اخلاقی ومادی ترقیات کی رپورٹ ۱۹۰۲ء سے کچھ ترجمہ نیچے کیا جاتا ہے۔

ڈسٹرکٹ بورڈس جنکے اختیارات اور ذمہ واریاں "قانون" مقرر ہوئے ہیں وہ میونیسپل کمیٹیون کے بعد زمانہ حال مین مقرر ہوئے ہیں لیکن بہت سے اضلاع میں کمیٹیاں تھیں جو برسوں سے مقامی سڑکوں اور مقامی اسپتالوں اور مقامی اسکولوں کے انتظام واہتمام میں امداد کرتی تھین اور اپنے اختیارات کو کام مین لاتی تھین۔ کل ترقی یافتہ پروونسول میں مختلف ایکٹون کے موافق ڈسٹرکٹ بورڈ مقرر ہوئے ہیں۔ مدراس میں بورڈوں کو جدید مقامی ٹیکسوں کے لئے درخواست کرنے کا اختیار رہتا ہے بنگال میں اسکو اختیار ہے کہ جس شرح سے چاہے ٹیکس لے جو گورنمنٹ کی زیادہ سے زیادہ شرح مقررہ کے اندر ہو۔ سڑک کا محصول ہر ضلع میں لیا جاتا ہے لیکن زیادہ تر حصہ میں بورڈس کو یہہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ٹیکسین لگائے۔ وہ فنڈس کا منتظم ہے اور اپنے علاقہ میں سڑکون۔ اسکولوں۔ اسپتالون۔ حفظان صحت کے خرچوں کو مقرر کرتا ہے۔ بہت سے ضلعوں میں ڈسٹرکٹ بورڈ اپنے سے چھوٹے بورڈوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے کام سپرد کر دیتے ہیں۔ یہہ چھوٹے بورڈ بھی قانون کے موافق مقرر ہوتے ہیں جن کے ذمے ضلع کے حصوں کی جوابدہی ہوتی ہے "

انگریزی عملداری میں سیلف گورنمنٹ کی یہہ ابتدا ہے اس میں جو یہہ لوکل بورڈس کام کرتے ہیں اسکی مقدار اس بیان سے سمجھ میں آئیگی کہ ۱۹۰۲ء میں میونیسپل کمیٹیاں ۷۵۹ تھیں اور ایک کروڑ ساٹھ لاکھ آدمیوں پر انکا اثر پڑتا تھا انکی سالانہ آمدنی ساڑھے چار کروڑ روپیہ کی تھی اور اسکا خرچ بھی اسیقدر تھا۔ اس خرچ میں ۴۱ لاکھ روپیہ وہ داخل ہے جو کمیٹیوں نے اپنے قرض کے سود میں دیا تھا۔ یہہ قرض محصولون کی کفالت پر لیا گیا تھا جسکی مقدار ایک کروڑ یا ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ تھی۔

لوکل اور ڈسٹرکٹ بورڈس تعداد میں ۱۰۰۶ ہیں جنکے ۱۶۳۴۶ ممبر ہیں جنمیں سے ۶۰۰۰ الکشن یعنی انتخاب سے مقرر ہوئے ہیں اور باقی نومی نیشن سے یعنی گورنمنٹ کی طرف سے

مقرر ہوئے ہیں سنہ ۱۸۹۶ع میں ان پاس فنانس کی مقدار لہ نے چار کروڑ روپیہ تھی - انڈیا میں
یہہ اختیار اسیلف گورنمنٹ کی یعنی اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کی ہے جو ہر دس سال میں
ترقی کرتی جائیگی -

بڑے بڑے جو بندرگاہ ہیں انکی رکھوالی اور سمندروں کے ساحلوں کے معاملات کا
انتظام پورٹ کمشنروں کے سپرد ہے جنکو اکثر گورنمنٹ مقرر کرتی ہے - پانچ بڑے بندرگاہ
کلکتہ - بمبئی - کراچی جو سندھ کے دہانہ کے قریب اور رنگون جو برہما کے اندر ایراوتی
کے دہانہ پر اور مدراس بنے ہیں - ان میں پورٹ کمشنر مقرر ہیں - ان بندرگاہوں کی
ایک کروڑ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے - ان پانچوں بندرگاہوں کی تجارت بمبئی کی وبا و قحط کے
سبب سے زیادہ بڑھ گئی ہے دو سو پچاس اضلاع جنمیں ساری قلمرو منقسم ہے
انمیں سے ہر یک ضلع میں ایک یا کئی اسپتال اور خیراتی دوائی خانے ہیں انکی تعداد ۱۴۰۰ ہے
انکے اندر رہنا یا. پانچ لاکھ مریض رہکر علاج کراتے ہیں اور لاکھوں آدمی باہر رہ کر اپنا علاج
کراتے ہیں - ہندوستانی بغیر کسی تعصب کے یورپین ڈاکٹروں کا علاج کراتے ہیں اور
یورپین دوائیوں کا استعمال کرتے ہیں - ڈاکٹری جراحی کی بڑی قدر ہندوستانی کرتے
ہیں اور اسکا احسان مانتے ہیں - یہہ خیراتی دوائی خانے جو سرحدی وحشی قوموں میں
کھولے گئے ہیں اور ان قوموں کے بیماروں کا علاج نہایت شفقت سے کرتے ہیں تو اس کا
بڑا عمدہ اثر پولیٹکل ہوا ہے ان اسپتالوں اور دوائی خانوں سے مغربی سائنس
اور فیاضی کا اعلان ہوتا ہے اور ہندوستانیوں کے لیئے ڈاکٹری کا پیشہ پیدا ہو گیا
ہے جسکو وہ اپنے ہم وطنوں کے کام میں لاتے ہیں - ابتدائے صدی سے ہندوستانیوں کو
ویکسی نیشن (چیچک کے ٹیکہ کا کام) کے لئے پند و نصیحت ہو رہی ہے خاص ضلعوں
میں اور اور مقامات میں ٹیکہ لگنے کا رواج عام ہو گیا ہے اسکا اثر ایسا مفید ہوا ہے کہ
ہندوستانیوں کی تکلیف جو چیچک کے سبب سے ہوتی تھی گھٹ گئی ہے اب ٹیکہ کے
لگانے میں ہندوستانیوں کو احتراز نہیں رہا باوجودیکہ گورنمنٹ کو اس میں کامیابی نہیں
ہوئی کہ وہ کل اپنی قلمرو میں ٹیکہ کے لگنے کا حکم عام دیدے کہ ہر بچہ کے ٹیکا لگا کرے -

چیچک اب بھی لوگوں کے نکلتی ہے مگر پہلے زمانہ کی نسبت کم۔ اس زمانہ میں حفظان صحت کی تدابیر میں ایسی کوشش کیگئی ہے کہ وبا میں کمی آگئی ہے کبھی کبھی آدمی ہیضے سے مرتے رہتے ہیں۔ ہیضہ کے روکنے کے لیئے علے الاتصال جد وجہد ہونی چاہیئے ان مقامات میں جہاں تیرتھ ہاروں اور نہانوں و میلوں کے سبب سے جاتری ہندو ونکا بڑا اجتماع ہوتا ہے وہاں تھوڑی سی جگہہ میں سیکڑوں کیا ہزاروں ایک جگہہ آدمی رہتے ہیں تو وہاں ہیضہ اپنی مہلک صورت دکھلاتا ہے۔ بمبئی میں نہایت سخت قسم کا بخار پھیلا جسکی تحقیقات میں اول دفعہ میں یہہ منکشف ہوا کہ خون میں بے انتہا چھوٹی ذی اعضار چیزیں ہیں۔ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ نہ وہ سمجھ میں آتی ہیں نہ انکا حفظ ما تقدم ہو سکتا ہے مدتہار دراز تک وہ پھیلی رہتی ہیں نہ وہ معلوم ہوتی ہیں کہ کیا ہیں نہ کوئی انکا علاج دریافت ہوتا ہے اور تمام مسائل علل امراض دھرے رہتے ہیں کچھ کام نہیں آتے۔ اس قسم کا مرض ڈینگو فیور (بخار) جسکی یہ منحوس یاد چلی جاتی ہے کہ بنگال کے ایک حصہ کی آبادی کو اسنے ہلاک کیا ایسے ہی ہیبتناک وبا (طاعون دانہ) ہے جسنے ہند میں پہلی دفعہ اپنا قدم ۱۸۹۶ء میں رکھا ہے وہ قحط کے بعد آئی جسنے بہت سے مقامات میں آدمیوں کو موت کے منھ میں پہنچایا۔ باوجودیکہ حفظان صحت کے سائنس نے بہت سی تدابیر بتلائیں جنکو گورنمنٹ کرسکتی تھی پھر بھی اس وبا نے بمبئی کا پیچھا نہیں چھوڑا اس وبا سے آبادی کا دسواں حصہ مرتا ہے لیکن اس کے خوف سے آبادی ایسی حیران و پریشان سرگردان ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے کاروبار محنت پردازی میں ایسا خلل عائد ہوتا ہے کہ اسکا تدارک اس نسل میں تو ہونے کا نہیں۔

اگرچہ کم عمری میں شادی ہونے کے سبب سے عموماً آبادی کی افزائش ہوتی ہے اور تندرستی کے لیئے بے انتہا مفید یہ تدبیر کی جاتی ہیں کہ زہریلے نباتات اکھیڑ کر نابود کیئے جاتے ہیں اس کے لیئے صاف پانی کے پہنچانے میں کوشش کی جاتی ہے اور حفظان صحت کی ساری وہ تدبیریں کی جاتی ہیں کہ جسنے آدمی کے قوا جسمانی بڑہتے ہیں اور عمریں بڑہتی ہیں اسپر بھی ہندوستانیوں کی صحت و تندرستی کا حال ایسا اچھا نہیں

جیسا کہ یورپ میں یا ان مقامات مین جہاں گورے رنگ کی قومین بستی ہین انڈیا مین مختلف
ضلعون اور مختلف سالوں مین شرح اموات بدلتی رہتی ہے اچھے ضلع میں اور اچھے سال میں
۲۲ سے لیکر ۲۵ تک فی ہزار آدمی مرتے ہین اور جہان کہ حالات اور موسم اچھے نہیں ہوتے
وہان ۲۵ سے ۲۹ تک فی ہزار آدمی مرتے ہیں یہہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ ۳۰ تک اموات
کی نوبت آجاتی لیکن یہہ شاذونادر ہی ہوتا ہے کہ ۲۰ یا ۲۰ سے کم اموات واقع ہون -
اصل یہہ ہے کہ سینٹری سائنٹفک قوانین مین انڈیا میں ایک قانون میں بھی کامیابی نہیں ہوئی - ڈاکٹری
تعلیم کا ذکر ہم نے باب دوازدہم میں کردیا ہے -

باب بست و پنجم

ہندوستان کی حالت موجودہ

ترقیوں کا بیان

ملکہ معظمہ کے عہد ہمایون مین جو ہندوستان میں ترقیاں ہوئین ان کا مختصر بیان
اوپر کے ابواب مین کیا گیا اور ان میں ان باتوں کو بتلایا ہے کہ سلطنت کی وسعت
عظیمہ کسقدر ہے کہ جس مین کوہستان ہمالیہ اور ملک برہما و بنگال و بہار وارڑیسہ
وممالک مغربی وشمالی واودھ و پنجاب اور کل دکن داخل ہیں - اٹھارہوین صدی کے
آخر مین اور انیسوین صدی کے شروع میں ملک کی اور اہل ملک کی کیا بدترین حالت تھی
انڈیا میں انگریزی سلطنت بہ تدریج ایسی قائم ہوتی گئی کہ کل ملک پر اس کا تسلط ہوتا گیا
اور اسکا اشتہار بھی علے الاعلان ہوگیا - پھر انڈیا کی گورنمنٹ کی کل کے پرزے
کس طرح درست کیئے گئے اور برطانیہ کو اسپر کس طرح استیلا و استعلا حاصل رہا - کس طرح سے
ہندوستانی سپاہ مین خاص مشکلات واقع ہوئین کہ سپاہ نے بغاوت کی - کس طرح
سول گورنمنٹ مین جو مطلق العنان بادشاہی تھی عدل و انصاف نیک نیتی و بہی خواہی
کے اصول داخل ہوئے - کل قوانین جو انصاف پر سب طرح سے حاوی ہین وہ درجہ کی

کونسلون نے مرتب کئے پھر دیوانی و فوجداری و مالی عدالتون کا کیسا عمدہ انتظام کیا گیا جسمین
مدعی و مدعا علیہ گورنمنٹ بھی ہوسکتی ہے۔ ساری قومین خواہ وہ یورپ مین ہون یا ہندوستانی
قانون کے روبرو سب برابر ہین۔ زمین کی حقیتین و ملکیتین رجسٹرون مین داخل
ہوکر بالکل محفوظ ہوگئیں اور اراضی کو زرمالگزاری کے محدود ہونے سے زمین کی کیسی
قدر و قیمت بڑھ گئی۔ قحطمین گورنمنٹ کا یہہ فرض ہوگیا کہ وہ اپنی ساری ہمت جد و جہد
و دولت کو اس کے مصائب کے گھٹانے مین صرف کرے۔ زراعت کا کسی قدر نشوونما
آبپاشی کی نہرون کے نظام سے ایسا ہوگیا جسکی نظیر کسی اور ملک مین نظر نہین آتی
گورنمنٹ کے جنگلات کی حفاظت کا سررشتہ قائم کرکے کیسا جنگلون کو محفوظ کردیا خشکی پر
سفر و آمد و رفت کی شاہراہون کے بنانے سے اور پھر بڑی ریلوے کے بنانے سے
اور انکی شاخون کے جاری کرنے سے سہل و آسان کردیا ابہی اس کی اور شاخین
بننی باقی ہین جنسے اور زیادہ آسانی ہوجائیگی دخانی جہاز آنے سے بیرونی سمندری تجارت
بروئے کار ظاہر ہوئی خاص کر جب سے کہ سوئز نہر جاری ہوئی۔ اندرونی تجارت کی
پوسٹ اوفس اور الکٹرک ٹیلیگراف نے کیسی امداد کی شہرون و قصبون کے لئے
میونسپلٹیان قائم ہوئین جنھون نے صفائی کا اور حفظان صحت اور بیمارون کے
علاجون کا انتظام کیا۔ اضلاع مین ڈسٹرکٹ بورڈ و یا ڈسٹرکٹ کونسل مقرر ہونے
کی بنیاد پڑی اور ایک کامل رشتہ تعلیم قائم ہوا جس مین ابتدائی و متوسط و اعلےٰ تعلیم کا
پورا انتظام کیا گیا جسکے ثمرات نظر آتے ہین اور ابہی آیندہ زمانہ مین اسکی تکمیل کے لئے
بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ گورنمنٹ کا ریوے نیو (آمدنی) بہت بڑھ گئی اور فائی نینس
مین باوجود خرچون اور مشکلون کے اہتمام اور انتظام بخوبی کیا گیا۔ بس اب مختصر طور پر یہہ
بیان کرنا باقی ہے کہ ان طرح طرح کی تدابیر کا نتیجہ نے انڈیا کی آبادی پر جو مشیت ایزدی سے
برطانیہ کی دولت مین رکھی گئی ہے۔ مادی و عقلی و اخلاقی اثر کیا ہوا۔
ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ انڈیا کی امپائر کے دو حصے ہین ایک چھوٹا حصہ ہندوستانی
ریاستون کا دوسرا بڑا حصہ برٹش ممالک کا یہ بہتر ہوگا کہ ہم ہندوستانی ریاستون کا بیان

اول لکھیں اور بعد اس کے برٹش ممالک کا ذکر کرین ہندوستانی ریاستون کی صحیح تعداد
بتانی آسان نہیں مگر وہ چھوٹی بڑی تعداد مین چارسو پچاس ہیں جنکا رقبہ ۶۰۰۰۰۰
مربع میل ہے اور آبادی ۶۶۰۰۰۰۰۰ آدمیون کی انکی آمدنی ٹھیک نہیں بیان
ہوسکتی مگر تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ سالانہ ہے۔ بعض ان مین سے بہت
چھوٹی ہیں اور بعض ایسی بڑی ہیں کہ وہ ایک بادشاہ کی مملکت معلوم ہوتی ہین
انکے درباروں مین ہمیشہ گورنمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ ایجنٹ رہتے ہیں۔
ان ریاستون کی حلقہ بندی اس طرح کی جاتی ہے اول حلقہ نیپال اور کشمیر
وکوچ پہاڑی ریاستیں ہیں جو ہمالیہ پہاڑ کے اندر یا اس کے آس پاس ہیں۔
شمالی ہند میں محروسہ ریاستیں سکھوں کی دریا ستلج اور دہلی کے درمیان ہیں۔ آگرہ
کے جنوب میں بہت سی راجپوتوں کی ریاستیں ہیں جنمین مسلمانون کی ایک ریاست ٹونک
ہے انکے ہمسایہ مین مغرب میں تین مرہٹون کی ریاستین گوالیار اندور وبڑودہ ہیں
انسے آگے جنوب مغرب مین دو ہندوؤں کی ریاستین میسور اور ترانکور ہیں اب تک
مسلمانون کی بھی بعض ریاستیں چلی جاتی ہیں۔ دکن مین نظام کی ریاست ساری ریاستون
میں سب سے بڑی ہے۔ وسط ہند مین بھوپال کی ریاست ہے اور دریا سندپر
بہاولپور کی ریاست ہے غایت مشرقی سرحد پر شانٹی ریاستیں برہما کی ہیں۔ یہہ
ساری ریاستین آسودہ حال و ذی شان سب آفات سے محفوظ ہین اور برٹش ایمپائر
سے محدود ہین۔ برٹش گورنمنٹ ان کے استقلال وثبات مین ہر طرح سے دل لگاتی
ہے۔ ان ریاستون کے سبب سے ملک کے قدیمی دستور وآئین استوار ومستحکم ومسلم
چلے آتے ہین۔ یہہ ہندوستانی ریاستیں اپنی ریاستون کے اندرونی انتظامات
مین بالکل خودمختار ہین ان مین حکمرانی اچھی ہوتی ہے اس مین تھوڑی یا بہت تقلید و
پیروی برٹش انتظامات کی کی جاتی ہے وہ مغربی تعلیم اپنی رعایا کو دلاتی ہین اور شاہی
خاندانون کے طلبہ کے لیئے کالج قائم کرتی ہین ان ریاستون کے بعض رئیس مع یورپ کی
سیر کو جاتے ہین۔ ہندوستانی رئیس برٹش گورنمنٹ کے جنرلون سے صلاح ومشورہ لیکر اپنی

جنگی سپاہیوں کا انتظام کرتے ہیں۔ انکی جو سب سے اعلےٰ درجہ کی عمدہ سپاہ ہے وہ امپیریل سروس فورس شاہی سپاہیں سمجھی جاتی ہیں اور زمانہ حال میں برٹش گورنمنٹ نے جو سرکشیاں کی ہیں انہیں ان ہندوستانی ریاستوں کی یہہ امپیریل سپاہ لڑائیوں میں شریک ہوئی ہے ان ہندوستانی رئیسوں کی یہ سپاہ تعداد میں بیس ہزار ہے جو برٹش امپائر کی قوت بازو سمجھی جاتی ہے۔ ہر مقام پر ہندوستانی عملداریوں کی رعایا انگریزی عملداری کی رعایا کے ہمسایہ میں رہتی ہے یہہ دونو آپس میں برادرانہ ملاپ جلاپ ہمیشہ رکھتی ہیں۔ یہہ ہندوستانی ریاستیں ہندوستانیوں کی ذہانت ولیاقت وبلندہمتی و والاہمتی کی جولانیوں کے لیئے اچھا میدان ہے۔ ہندوستانی جو اپنے جوہر وہنر کمال ہندوستانی ریاستوں میں دکھا سکتے ہیں وہ انگریزی عملداری میں نہیں دکھا سکتے۔ ان ریاستوں ہی میں انکے ایسے مجمعے ومجلسیں ومحفلیں رہتی ہیں کہ جنمیں وہ اپنی شان وشکوہ اور الہام یہ خیالات ظاہر کرسکتے ہیں جو اب تک ان کے دماغوں میں بسے ہوئے ہیں اور علےٰ العموم سب ہندوستانیوں کو وہ نہایت عزیز ہیں۔

البہ اظہار گذشتہ سے مادی اثر افزائش آبادی کے باب میں مستنبط ہوتا ہے سر رابرٹ گرفن اپنے نقشوں میں بیان کرتے ہیں کہ ۱۸۷۱ء سے اس صدی کی آخر تک سات کروڑ تیس لاکھ آدمیوں کی افزائش آبادی میں قدرتی ولادت سے ہوئی اس افزائش آبادی کے سبب سے کسی مقام پر زیادہ اور کسی مقام پر کم مگر ہر جگہہ زراعت میں کم وبیش بیشی ہوئی پھر اس کے بعد خانگی آسودگی اور آسائش و آرام کی افزائش ہوئی جسکا ثبوت ۱۸۹۸ء میں بخوبی ہوگیا۔ یہہ خاص سال اس قحط کے پیچھے آیا تھا جو آخر نصف صدی کے قحطوں سے زیادہ خراب تھا۔ اس قحط کے بعد مغربی ہند میں طاعون نے پاؤں پھیلائے جسکے دور کرنے کے لئے گورنمنٹ حفظان صحت کی سب طرح کی تدابیر عمل میں لائی مگر کچھ کامیابی اسکو نہیں ہوئی۔ باوجود ان سب آفات وبلاؤں کے یہہ سال بہترین سالوں میں سے ایک تھا گو وہ ایسا بہتر سال نہ تھا کہ انڈیا میں کبھی پہلے نہیں ہوا ہو۔ اگست ۱۸۹۹ء میں سکرٹری اوف سٹیٹ نے برٹش کامنس ہوس میں اس سال کے نتیجہ کو اسطرح بیان کیا کہ قحط کے ساتھ جنگ کرتے ہیں

افزائش دولت

رمنٹ نے اپنے فتحیاب ہونے کو اور اس سے زیادہ اہل ہند نے اپنے بحال کرنے کی
رت کو اور اپنے پاس اپنی پرورش کے وسائل کے جمع ہونے کو ثابت کیا اس سال مین
ڈیا نے انگلنڈ کو بہت روپیہ بھیجا اور عام ترقی کے لیئے جتنا روپیہ اس سال مین بھیجا اتنا کبھی
نہین بھیجا تھا اسنے اس سال مین اپنی پیداوار کا جیسا وساور بھیجا ایسا پہلے کبھی نہین
بھیجا تھا اس پیداوار مین اس کی اپنی ضرورتی چیزین بھی تھین جیسے اس سال نے
می قرض کی مقدار کو کم کیا کہ وہ اکتیس کروڑ روپیہ رہ گیا - ایسا پہلے کبھی نہین کیا - اس
قرض کے سوا ریلوے اور قرض تھا اسکا روپیہ ایسے کامون مین لگا ہوا تھا کہ اپنے روپیہ پیدا
ہوتا تھا - ان پروونسون مین جنکے اندر قحط پڑا تھا ایک تحقیقات سے معلوم ہوا کہ زمینداری
ور کاشتکارون کی جاعتین پہلے کی نسبت زیادہ مالدار اور آسودہ حال ہو گیئین
ل حرفہ و کاریگرون و اچھی قسم کے مزدورون کو جو اب اچھی مزدوری ملتی ہے وہ پہلے
ہی نہین ملی - کمتر درجہ کے مزدورون کی بھی مزدوری بڑہی مگر ایسی نہین جیسی کہ بڑہنی
یاہیئے تھی جسکا سبب یہہ تھا کہ افزائش آبادی کے سبب سے مزدوری کے بازار مین
مزدورون کی کثرت ہو جاتی ہے - اس ظاہر نقص کے دور کرنے کے لئے صرف یہ علاج
ہے کہ پبلک ورکس رفاہ عام کی تعمیرات کو ترقی دی جائے نقل مکان کرنے مین اب تک
لوگون نے ایسی کم توجہ کی ہے کہ اسے اس برائی کا علاج نہین ہو سکتا - پچھلی تحقیقاتون نے
پھر ان مردہ دہشتون کو زندہ کیا ہے کہ شاید بعض اضلاع مین آبادی کی افراط ایسی ہو جائے
انکا پیداوار اس کل آبادی کی پرورش کر سکے اگرچہ آبادی بہت بڑہتی جاتی ہے لیکن کل
ملک مین اس افزائش کا اوسط پھر بھی نہایت معتدل ہے کہ ایک مربع میل مین اوسط آبادی
ایک سو پچاسی ۱۸۵ باشندون کا ہے یہہ آبادی کچھ بہت زیادہ نہین ہے -

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ بحری تجارت بخوبی چل رہی ہے سنہ ۱۸۹۸-۹۹ء مین تقریباً پانچ ہزار
جہاز جن مین چالیس لاکھ ٹن بوجھ لدا ہوا تھا انڈیا کی بندرگاہون مین آئے اور سب کا
اسباب یہین اتار گیا - ان کثیر التعداد جہازون مین سے چند سو تو غیر ملکون کے جہاز تھے
باقی سب پر انگریزی پھریرا پھر ا رہا تھا -

بحری تجارت

اب اخلاقی اور عقلی اثرون کے اندر بہت سی باتیں مخفی اور قابلِ منافشہ ہیں یہہ بات سچ ہی
کہ اسلام مین کوئی تبدیلی نہیں ہوئی خواہ اسکا کیسا ہی تنزل ہوا ور وہ مردہ و پژمردہ
ہوا ہو لیکن اس کے اصلی عناصر کبھی کسی جگہہ نہیں بدلتے ہیں اس لیئے وہ انڈیا مین ایسی
ہی رہیں گے جیسے کہ قسطنطنیہ و قاہرہ مین ہیں بس اگر یہہ مسئلہ اعظم مان لیا جائے
تو انڈیا میں اسلام کی بابت اخلاقی ترقی کے لیئے بحث کرنی عبث ہے۔

بہت سے سچے مسلمان ایسے ہیں کہ جنکے دلون مین اصلی حرارت اسلامی
مشتعل رہتی ہے۔ چنانچہ وسط صدی کے فسادات میں اسکا ظہور ہوا تھا مگر پھر وہ ڈھیلی
ہوگئی مگر یہہ حرارت مذہبی صرف ان مسلمانون میں تھی جنکا خون وسط ایشیا و مغل
و افغان و ایران کا تھا لیکن جو مسلمان ان نسلون کے نہ تھے بلکہ غریب نسلون کے
تھے ان میں یہ جوش مذہبی نہ تھا جیسا کہ بنگال میں کہ مسلمانون کی تعداد تو بہت
زیادہ ہے اور جلدی جلدی انڈیا میں وہ بڑھتے جاتے ہیں مگر ان میں وہ حرارت
و غیرت و حمیت اسلامی نہیں پیدا ہو سکتی جو وسط ایشیا کے مسلمانون میں ہے
جو اصل بانی مبانی اشاعتِ اسلام ہین۔ بعض آدمی یہہ ایک بیڈھنگی تصویر بناتے
ہین کہ مدت گذری کہ ہندوؤن کی تاریخی قومین فنا ہوگئین انکی بہادری و شجاعت کی
روایات و حکایات گھر مین غائب ہوگئین۔ ان کے ست جگ کا زمانہ تاریکی مین
پژمردہ ہوگیا۔ انکی رزمیہ نظم کا وجود نہیں رہا۔ انکا علم موسیقی خاموش ہوگیا۔ انکے
مذہب کی کل حکمت جاتی رہی انکا فلسفہ کرم خوردہ ہوگیا۔ انکی ناٹک کی نظم کا خاتمہ ہوگیا
انکے لشکر گاہون اور دربارون کی چمک دمک ماند ہوگئی۔ غرض فقط انکا نام رہگیا اور انپر
یہہ فقرہ صادق آتا ہے کہ یونان ہے مگر اب زندہ یونان نہیں رہا یہہ بیان
پیرایہ صدق سے معرا ہے اس لیے ہندوؤن کا مختصر حال بیان کا مستحق ہے
انڈیا مین ہندوؤن کی تعداد بیس ۲ کرور سے زیادہ ہے وہ ۹۹ملہ مین تعداد مین اور
جسمانی خوشحالی مین و دولت مین جیسے بڑھے ہیں ایسے کبھی بہت سی ان پہلی صدیون میں

ہندوؤن کا حال

کسی سال کے اندر نہیں بڑھے۔ سارے ہندو ایک مد میں نہیں بیان ہو سکتے ان کی کئی
مدیں ہیں جنکا بیان جدا جدا ہوگا۔ ان مدات مین ہندوؤن کے پراگندہ گروہوں و جماعتونکا
بیان زیادہ تر آیندہ ہوگا۔ ان میں مقامات و اضلاع کی قید نہیں ہوگی

ہندوستان مین پہلے مسلمانون کی زبان زیادہ تر فارسی تھی پھر وہ رفتہ رفتہ
ہندوستانی ہو گئی۔ جبکا پہلا نام اردو تھا۔ ۱۸۳۵ء مین
وہی کچہریون کی زبان مقرر ہوئی اور اب تک لاہور و دہلی و آگرہ و لکھنؤ میں جاری ہے مگر
اسکا نام ہندوستانی ہے۔ اور مقامات مین کچہریون کی وہی زبان ہے جو ان کے
اضلاع کی ہے۔ بنگال مین بنگالی ہے۔ اڑیسہ مین اوریا ہے۔ بہار اور بنارس میں
ہندی ہے۔ ناگپور اور وسط دکن مین بمبئی تک مرہٹی ہے۔ مغربی ساحل پر گجراتی
ہے جنوبی دکن اور مشرقی ساحل پر تلوگی ہے اور جنوبی مغربی ساحل پر کناری ہے
اور جنوبی جزیرہ نما میں تاملی زبان ہے۔ برہما میں برمی زبان ہے اور بہت سی اور
چھوٹی چھوٹی زبانیں ہیں جنکے استعمال کو کچہریون مین گورمنٹ جائز رکھتی ہے پہلے اس سے
کہ ٹھیٹھ ہندوؤں کا ذکر کیا جائے یہہ بہتر ہے کہ ان قومون کا بیان کیا جائے کہ وہ
اصلی باشندے یہان کے ہیں جو کسی طرح سے ایک طرح کے ہندو ہو گئے ہین جنسے کہ ذیل
جات کے آدمیون کی تعداد ہندوؤں کے مذہب میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ انکے
دلون اور اخلاق پر انگریزی عملداری کا اثر بہت کم ہوا ہے مگر کوئی برا اثر نہیں پڑا یہہ بھی
معلوم رہے کہ یہہ اصلی باشندون کی قومین غالباً بالکل اس حالت میں رہینگین جس میں
وہ ہین بلکہ وہ ٹھیٹھ ہندوؤن مین ملتی جاتی ہین اور آیندہ اور ملینگین۔ اگر پادریون نے
انکو عیسائی بنانے مین کوشش نہین کی تو ان مین سے بہتسے آدمی ہندو ہو جائینگے
ہندوؤن کے عقلی اور اخلاقی حالت کی نسبت ایک عجیب سوال پیش ہوتا ہے ابھی ہم نے
بیان کیا ہے کہ انڈیا مین ان ٹھیٹھ ہندوون کی آبادی کا بڑا حصہ ہے۔

غریب ہندوؤن کی جماعتون میں کروڑوں ہندو ہین۔ انگریزی عملداری نے انکی ابتدائی
تعلیم کرائی ہے جسسے انکی عقل روزمرہ کی چیزون مین بڑھ گئی ہے اور انہون نے اپنی حاکمون کی

تقلید سے دنیاوی نیکی کے خیالات کو بلند کیا ہے۔ لیکن ان ہندوؤں پر کوئی بڑا اثر نہین ہوا ہے مگر کچھ اثر ہوا ہے غالباً مذہب ان کا آج وہی ہے جو نوین صدی مین اسوقت تھا کہ برہمنون کا مذہب بحال ہوا تھا اور مسلمان ابھی نہیں آئے تھے۔ جمہور ہنود کا اپنا مذہب پہلا ہی سا چلا جاتا ہے۔ اشنانون و میلون کی جگہہ مین وہ بے شمار جمع ہوتے ہین اور اپنے مندرون اور بت خانون مین پوجا پاٹ کرنے جاتے ہیں اور ان مین چڑہاوے چڑہاتے ہیں اور جاترا کرنے کے لیئے سخت مصائب سفر اٹھاتے ہین۔ غالباً ہندوؤن کی ان باتون مین آج کے دن تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ ہندوؤن کی جو تعلیم یافتہ جماعتیں ہیں انکی اپنے پنڈتون و پروہتون سے اعتقاد مین کمی آتی جاتی ہے۔ بعض ہندو تعلیم یافتہ اور ذی علم ایسے ہیں کہ وہ اپنے قدیمی ایمان و مراسم مذہبی مین پختہ ہیں لیکن یہہ قاعدہ ہو گیا ہے کہ تعلیم یافتہ ہندو اکثر اپنے مذہب کا ادب کم کرتے ہین اور اس کی نسبت سوء ظن رکھتے ہیں۔ پنڈتون کو اپنی نسل پر اپنے خاندان پر اپنے ایمان کے استحکام پر اپنے تقدس پر اپنی عقل کی بزرگی پر گھمنڈ ہی ان مین جو پنڈت ذکی و تیز فہم و زیرک ہین وہ اس نئی سلطنت کو سمجھتے ہین کہ وہ تعصبات و توہمات اور قدیمی خیالات کو ایسا ہی کچلتی ہے جیسا کہ جگناتھ کا رتھ اپنے فدائیون کو گورنمنٹ نے جو مدت سے یہہ پولیسی اختیار کر رکھی ہے کہ بعض منتخب ہندوستانیون کو سول سروس مین اور اعلیٰ اور لایق ہندوستانیون کو لیجسلیٹو کونسل مین ممبر مقرر کرے اور ہائی کورٹ مین جج بنائے اور انکی آمدنیون کو بڑہائے اور سب درجہ کے ہندوستانی افسرون کو پنشنین دے اس سے توقع ہوتی ہے کہ اس کے یہہ نیک ثمر ہونگے کہ ہندوستانیون کی ذہانت و خصائل مین ترقی ہو سوا ان باتون کے نئی تعلیم نے بھی اخلاقی نیک اثر پیدا کیئے ہین لیکن پھر بھی انگریزی حکومت کی حالتین ایسی ہین کہ ان عہدون پر جنہین خوف سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے یوروپین ہی مقرر ہون انڈیا مین کوئی پروونس ایسا نہین ہے کہ جہان مراسم ایسے نہیں ہون کہ جن سے کل شائستہ و مہذب آدمیون کو نفرت و کراہیت نہ آتی ہو۔ لیکن یہان ان کی

تنظیم و تکریم اس سبب سے کی جاتی ہے کہ انپر یقین ہے کہ انکا حکم خدا کی طرف سے ہوا ہے اور برہم پر اسے وہ چلے آتے ہیں - اگر برٹش گورنمنٹ اپنی دیکھا بھالی و خبرداری مین ذرا سی بھی غفلت کرے تو مشکل سے کوئی پروونس ایسا ہوگا کہ جس مین یہہ ظالمانہ دہشت ناک مراسم فوراً بڑی شد و مد سے نہ ہونے لگین - بہت تھوڑی ہی ہندو ایسے ہونگے جنکو ستی کا موقوف ہونا پسند ہو - اس مین بھی شبہ ہے کہ اعلے درجہ کی تعلیم یافتہ جماعتین کثرت سے انکو پسند کرتی ہون - ہم نے دختر کشی کا بیان پہلے کیا ہے کہ ہندوستان کے بعض حصون مین یہہ رسم صدیون سے چلی آتی تھی - اس رسم کے خلاف نہایت روشن ضمیر ہندو بھی مشکل سے اپنی زبان ہلاتے ہین باوجودیکہ انگریزون نے اس کے موقوف کرانے مین بڑی کوشش کی مگر اب تک اسکی بالکل بیخ کنی مین کامیابی نہین ہوئی ان اضلاع میں جہان تعلیم نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے کالی دیبی اب تک انسان کی قربانی کا دعوی کئے جاتی ہے اسکی مثالیں واقع ہوتی ہیں —— یہہ خوفناک واقعات جو ہونے ہین انپر عام لعنت ملامت نہیں کی جاتی اور گورنمنٹ جو ان کامون کے بند کرنے مین کوشش کرتی ہے اسکو لوگ پسند نہین کرتے اور تعلیم یافتہ آدمی تک بھی گورنمنٹ کے ساتھ اس مین دلسوزی نہیں کرتے - قدیمی رسمون مین گورنمنٹ جو مداخلت کرتی ہے اسلئے ہندو نہایت نفرت رکھتے ہیں خواہ یہ رسم انکی اچھی ہو یا نہ ہو - اور قسم کے بھی بہت سے سوالات ہین جنکا حل کرنا اس سبب سے مشکل ہے کہ برٹش گورنمنٹ ان مین اپنے قانون کے دست توانا کو کام مین نہیں لاسکتی - گروہا گروہ لڑکیون پر ظلم و ستم ہوتا ہے اگر وہ اونچی جات کی ہوتی ہین تو انکو اپنی ساری عمر بیوگی کی کمبخت حالت میں بسر کرنی پڑتی ہے - پانچ چھہ برس کی لڑکی ایک بوڑھے کی چالیسوین یا پچاسوین بیوی بنائی جاتی ہے بعض دفعہ دو بہنین ایک ہی شخص سے بیاہ دی جاتی ہین - بعض لڑکی ایسے شخص سے بیاہ دی جاتی تھی جو زیادہ دنون زندہ نہین رہ سکتا اگرچہ یہ یقین ہو کہ لڑکی جلد ہی

بیوہ ہو جائیگی اور اس سئے بیوہ ہونے کو اس کے کنوارے رہنے پر ترجیح دی جاتی
ہے۔ہندوؤں کی بیوہ لڑکیاں بڑی مصیبت کی حالت میں رہتی ہیں خاص کر اونچی
جات کے ہندوؤں کی جنہیں لڑکیوں کی دوبارہ شادی کرنیکا رواج بالکل نہیں
ہے۔سر جان اسٹریچی صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی بات اس سے زیادہ قیمتی نہیں ہے
کہ ہندوستانی اعلے درجہ کے تعلیم یافتہ ان باتون میں صلاح و مشورہ دین اور
امداد کرین اور ہم جانین کہ وہ اپنی زندگانی بسر کرنے کی مثال ایسی بنانے کا قصد
کرتے ہین کہ وہ اپنے کم تعلیم یافتہ ہم وطنون کو یہہ سکھائین کہ وہ ایسی نفرت آلودہ
باتون سے پرہیز و گریز کرین۔جو لوگ یہہ آرزو رکھتے ہین کہ انتظامات ملکی مین تعلیم یافتہ
ہندوستانی زیادہ حصہ لین۔انکی ہمت افزائی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ وہ
یقینی مشتاق ہماری اعانت کرنے کے ہون کہ ہم کو رعایا کی احتیاجون اور فیلنگس کا
وسیع علم حاصل ہو اور وہ ہمکو زیادہ اس قابل بنادین کہ جن سوالات کا حل کرنا اب
ہمکو مشکل معلوم ہوتا ہے انکو آسانی سے حل کرین۔لیکن کم بختی تو یہہ ہے کہ
ان تمدنی و معاشرت کے سوالات میں گورنمنٹ کو بہت ہی کم اصلاح و مشورہ
دیا جاتا ہے یا انکو امداد ملتی ہے۔اسکی بعض مستثنے مثالین ستائش کے قابل ہین
کہ ہندوستانی رائے کے بعض پیشوا ایسے ہین کہ جب گورنمنٹ کسی اصلاح کرنے
کی ابتدا کرتی ہے تو وہ اس کے ممد و معاون ہوتے ہین لیکن یہہ بات آسان
نہیں ہے کہ ایسی مثالین دی جائین کہ کسی ذی جاہ و صاحب ثروت ہندوستانی نے
اپنے تئین تمدن و معاشرت کی ترقی میں پیشوا و مقتدا بنایا ہو۔
اس بات کا سمجھنا آسان نہیں ہے کہ کیون ان امور سے وہ گریزان رہے۔بعض
ہندوستانی اشراف اس سبب سے خاموش رہتے ہیں کہ ان میں ایسی جرأت و
دلیری و ہمت نہیں ہوتی کہ وہ ایسا ذکر زبان پر لائین جسکے سبب سے ان کو اپنے اہل وطن
کے ایمانی یقینیات و تعصبات سے لڑنا پڑے اور بعض اس سبب سے خاموش ہین
کہ وہ ان باتون کو دل سے چاہتے ہیں کہ وہ بدستور قدیم طور پر قائم رہین اس باب مین

جو پیرم پرا سے چلے آتے ہین ذرا تبدیلی نہین چاہتے - اب اسکے بر خلاف روزمرہ کے پولیٹکل معاملات مین جو انہون نے کالجون و اسکولون مین سیکھے ہین مشغول ہوجاتے ہین - اس باب مین انگلش مین ان کیطرح سرا ہوجاتے ہین جو ہندوستان کے حال سے بالکل ناواقف ہین اور ان مشکلات کو نہین جانتے جو ہندوستان کے سچے بہی خواہوں کو اُن کی ترقیون کے لیئے اٹھانی پڑتی ہین - وہ پولیٹکل انسٹی ٹیوشنون مین کوئی بھلائی جو انکے اپنے ٹائپ کی نہ ہو نہیں جانتے اور یہہ مان لیتے ہین کہ خاص مجرد اصول سب قسم کے انسانون کے لیئے انکی سب حالتون مین استعمال ہوسکتے ہین -

ہندوستانیون کی ملازمت - پولیٹکل ریاکاری - انگریزی عملداری کا قائم رکھنا -

پہلے بیان کیا گیا ہے کہ سول سروس مین انگلش مین بہت تھوڑے ملازم ہین - بالعموم سول کا انتظام زیادہ تر ہندوستانیون ہی کے ہاتھ مین ہے - سول کے خدمات مین ہندوستانی اپنا فرض کا حصہ ادا کرتے ہیں - اور اعلے درجہ کی کاربردازی کرتے ہین سنہ ۱۸۷۰ء مین پارلیمنٹ نے ایکٹ پاس کیا جسکا اصول یہہ تھا کہ ہندوستانی جنکی قابلیت و لیاقت محقق ہو سب عہدون پر مقرر ہو سکتے ہین - سر جان اسٹریچی لکھتے ہین کہ ان ہندوستانیون کے لئے جو قابلیت اور لیاقت محقق رکھتے ہون سول سروس کے دروازہ کھولنے مین ... . مجھ سے آگے قدم رکھنے والے چند ہی انگلش مین ہونگے - لیکن اس مین پولیٹکل ریاکاری سے پرہیز کرنا بہتر ہے - لارڈ سیلسبری نے پوچھا کہ کیا کوئی آدمی ایسا ہے کہ جو مشکل سے یہ بات مجھ سے کہہ سکتا ہے کہ یہہ ممکن ہے کہ انڈیا مین کوئی شخص لفٹنٹ گورنر کسی پروونس کا یا چیف کمشنر یا سپاہ کا کمانڈر انچیف یا وائسرائے بغیر لحاظ قوم کے مقرر کیا جاوے ؟ - بعض آدمی ایسے ہین کہ اس سوال کے جواب مین کہہ دین گے کہ ہان ہوسکتا ہے - ہمیشہ ایسے آدمی ہوتے ہین کہ وہ بڑی متانت سے ہر پولیٹکل حماقت کو پسند کر لینگے بشرطیکہ اس مین انکی رائے کو عقل پر فتحیابی ہو اور اس مین قومی خفت ہو - جب ہم یہہ کہتے ہین کہ یہہ نہیں ہوسکتا کہ ہم قومی فرقون کو نہ مانین تو اس کے معنے ہم دوسرے لفظون مین بیان کر سکتے ہین کہ انڈیا مین انگریز

مٹھی بھر ہیں اور انکے ذمے تیس کروڑ آدمیوں پر حکمرانی کرنے کی جوابدہی ہے مین نے
بیان کیا ہے کہ ہم ہندوستان مین اجنبی ہیں لیکن اس کے معانی وہ نہیں ہیں جو
پیرس میں ہمارے اجنبی ہونے کے ہین انڈیا میں ایک پروونس کے آدمی دوسرے
پروونسون کے آدمیون سے تقریباً ایسے ہی اجنبی ہیں جیسے کہ ہم لیکن پھر بھی ہم اجنبی
ہین اگرچہ میں یہہ مان لیتا ہون کہ کوئی اجنبی گورنمنٹ کبھی ایسی کم نفرت کے ساتھ
نہیں قبول کی گئی ہے جیسی کہ انڈیا مین برٹش گورنمنٹ قبول کی گئی ہے لیکن
فیکٹ یہ ہے کہ نہ کوئی ملک کبھی ایسا ہوا ہے نہ کبھی ایسا ہوگا کہ جسمیں اجنبی گورنمنٹ
حقیقت میں عام پسند ہو۔ یہہ ہماری سلطنت کے ختم ہونے کا آغاز ہوگا اگر ہم اس
اصلی فیکٹ کو فراموش کرین اور اگزیکیوٹو اختیارات کو ہندوستانیوں کے ہاتھ
میں دیدین اور یہہ مان لین کہ وہ ہمیشہ ہمارے خیرخواہ رہین گے اور ہماری گورنمنٹ
کے ہمیشہ معاون ومددگار رہیں گے۔ یہہ بات کوئی ہندوستانیون کو رنج دہ اور
حقیر کرنے والی نہیں ہے اسکے صاف معانی یہہ ہین کہ ہم اجنبی ہیں اور صرف اپنی ہی
اغراض کے سبب سے نہیں بلکہ اس سبب سے کہ ہمارا بڑا فرض ہندوستانیون کے
لیئے بھی یہہ ہے کہ ہم اپنی فرمانروائی کو قائم رکھیں ہم اس وقت یہ پیشین بینی نہیں کرسکتے
کہ ہم اپنی حکومت کو دیدین اور ایک عام بدنظمی اور تباہی نہ برپا ہو۔ یہہ صاف ظاہر ہے
کہ ہندوستان کے لیئے بہبودی کی امید فقط اسی مین ہے کہ زبردست انگلش گورنمنٹ
کی فیاضی جاری رہے۔ ہم کو جہان تک ممکن ہے انتظامات ملکی مین ہندوستانیونکو
بڑا حصہ دینا چاہیئے۔ سروس کی بعض فروع مین تقریباً پبلک ملازمت مین اس حصہ کی
کوئی حد مقرر نہیں ہے جسکو ہندوستانی اچھی طرح پاتے ہین یہہ خاص حال جج کا
بالکل صحیح ہے۔ جیوڈیشل کاموں میں ہندوستانیوں نے اپنی بڑی لیاقت دکھائی
ہے اسمین اعلے عہدے عظمت و وقعت میں گورنمنٹ کے اور اعلے عہدون کے ہم پلہ
ہین لیکن پنچ میں بھی بعض بڑے عظیم الشان انتظامی فرائض ہین جنکے لیئے انگلش
نگرانی کی بعض وجوہ ابتک ضرورت ہے یہہ کوئی پولیٹکل دانشمندی نہیں ہے کہ گورنمنٹ کا

یہہ ڈپارٹمنٹل سررشتہ بالکل ہندوستانیون کے ہاتھ مین دیدیا جائے - قومی تعصبات پر
افسوس کیا جاتا ہے مگر اُسے بالکل چشم پوشی نہیں ہو سکتی کہ یہہ ایک بڑا تجربہ ہولناک ہے
کہ ہندوستانی ججون کو انگلش مجسٹریٹون پر محدود اختیارات دیدیے جائیں میں
اپنی طرف سے یہہ کہتا ہون کہ بعض قیود کے ساتھ انڈیا میں چندہی ایسے جوڈیشل
عہدے ہیں جنکو میں ہندوستانیون کے لیئے اپنے پروونسوں میں ملنا
نہیں چاہتا لیکن اس ہمارے ارادہ میں ریاکاری نہیں ہونی چاہیئے صاف صاف
کہنا چاہیئے اگزیکیوٹو عہدے ہم اپنی قوم کے ہاتھ مین رکہنا چاہتے ہیں ان میں سے
بعض ایسے ہیں کہ جنپر ہماری پولیٹکل اور ملیٹری قوت اور درحقیقت ملک پر حکمرانی ہوتی
ہے جیسے کہ پروونسون کے گورنر ہین سپاہ کے بعض اعلےٰ عہدے ہین - ڈسٹرکٹ
افسر ہین اور انکے ماتحت اگزیکیوٹو افسر ہین سب حالتون میں جنکی پیش بینی ہم کر سکتے ہین
ان عہدون پر انگلش مین ہی مقرر ہونے چاہئیں تمام ڈپارٹمنٹون میں جو اصلی وقعت
و عظمت رکہتے ہیں انگلش مین ہی منتخب ہونے چاہئیں تاکہ وہ اعلےٰ درجہ کا خاطر خواہ
موثر کام کرین - انگلش مین کے تقرر مین قومی فرقون کو کبھی بھولنا نہین چاہیئے اور
ہندوستانیون کے تقرر مین یہہ بات ہمیشہ یاد رکہنی چاہیئے کہ انڈیا جیسا کوئی
ملک نہین ہے کہ ہندوستانی کا اطلاق بنگال کے برہمنوں پر بمبئی کے پارسیون پر
لاہور کے سکھون پر نیپال کے گورکہون پر سنٹرل پروونس کے گونڈ پر ہوتا ہے
جسکے معنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ یوروپ کے باشندون کے لیئے کہ وہ انگلش مین پر
پول پر سپین والون پر ترکون پر صادق آتے ہیں - یہہ مینے پہلے بیان کیا ہی
کہ یوروپ کے باشندون مین آپس مین ایسا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ انڈیا
کے ملک کے باشندون میں آپس میں اختلاف ہے - اگر اس قسم کی واقعیتین
یاد نہ رکہی جائین تو اچھا نظم و نسق یا مستقل پولیٹکل سلامتی و حفظ ممکن نہیں کہ
ہوسکے - یہہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ کبھی یہہ بات نہیں تسلیم کی جائیگی کہ
کوئی آدمی اس سبب سے کہ وہ ہندوستان کا باشندہ ہے کوئی قدرتی دعوے

انگلش مین سے زیادہ پبلک سروس کے لئے انڈیا کے کسی حصہ مین رکھتا ہے۔
انڈیا کی شمالی سرحد پر بنگالی ایسا ہی بیگانہ ہے جیسا کہ انگلش مین۔ اس بات کا
ماننا بیہودگی ہے کہ بہادر جوانمرد انڈیا کے کسی اور حصہ کے ضعیف اجنبی خواہ کیسے ہی
دانشمند ودکی ہون حکمرانی کر سکتے ہین مثلاً سکھ اور پٹھان کبھی بنگالیون کے مطیع نہین
ہو سکتے ہین ان واقعیتون کی ترتیب سے بے علم رہنا اندیشناک ان مسلمانون کی
سبب سے ہے جو ہندوستان میں رہتے ہیں شمالی انڈیا کے مسلمانون کو اکثر تکبر
نخوت کے ساتھ یہہ باتیں یاد ہیں کہ ان کے باپ دادا حکمران نسلوں مین سے
تھے وہ قدرتی افسوس کے ساتھ انگلش گورنمنٹ کو قبول کرتے ہیں لیکن فروتنی
کے ساتھ نہین۔ اگرچہ وہ گورنمنٹ سے محبت نہیں کرتے مگر اس بات کو مانتے ہین
کہ انکا ادب کرنا چاہیئے لیکن یہہ خیال کہ اجنبی ہندو بنگالی ان پر حکمرانی کرے ان کے
تن میں پتنگے لگا دیتا ہے اور وہ اس کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ہندوستانی تعلیم یافتون نے ایک نیشنل کونگرس بنائی ہے جس مین کبھی
کبھی پولیٹیکل مباحثے بڑی شد و مد سے ہوتے ہین مناظرہ مباحثے اکثر طالب علمون
کے سے ہوتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے برخلاف ایسے مسائل بھی بے وسر وپا
پیش ہوتے ہیں کہ ہندوستانی فائی نینس کا اہتمام کریں اور برٹش گورنمنٹ ملک
کی شاہانہ محافظت کرے۔ غالباً ایسے پراگندہ و پریشان خیالات خودبخود مردہ
ہو جائینگے یا گورنمنٹ انکو افسردہ کردیگی۔

ہندوستانی زبانکے اخبارات روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ آخر سال بہت سے
نہیں گذرے کہ ان اخبارون نے گورنمنٹ کی بدخواہی اور بغاوت انگیز مضامین کا
زہر نہین اگلا جسکے سبب سے گورنمنٹ کو مجبوراً کبھی کبھی ان کے دبانے کے لیئے
اپنے قوانین کو ملتوی کرنا پڑتا تھا۔

اب میں اپنی کتاب کو ختم کرتا ہون۔ مجھے یقین ہے جو ضعیف العقل آدمی برٹش گورنمنٹ کی
نرم بھول و بھیول اور نعمتون اور برکتون کے سمجھنے میں مغالطے و دھوکے کھاتے ہیں

اس کتاب کے پڑھنے سے انکے دلون سے وہ مغالطے اور دھوکے دور ہو جائینگے

۲۵ نومبر ۱۹۰۴ء

فہرست مضامین آئین قیصری

دیباچہ ۱-۸

حکام متعہد - فرائض سول سرونٹ - کلکٹر و مجسٹریٹ - برٹش انڈیا مین ضلعون کی تقسیم و ۲۵۰ ضلاع - سیشن جج مجسٹریٹ - یورو پین برٹش رعایا - ایکٹ تین ۱۸۸۴ء مجموعہ قوانین کی تدوین - قانون کا زیادہ بننا - دیوانی کی کچہریان بلیک ایکٹ سنہ ۱۸۳۶ء فوجی افسرون کا سول عہدون پر مقرر ہونا - سول انجنیر - کلرجی (پادری) یورو پین جو ملازم ہین - چیمبرس اوف کامرس - نیل - چا قہوہ کے کاشتکار - انگریزون کے پرلیس -

باب نہم - ۹۶ - ۱۲۸

ہندوستانی ریاستیں

ہندوستانی ریاستوں میں قومیت نہ تھی - عام غلط بیانیان - ہندوستانی ریاستوں کی تقسیم - مسلمانون کی اور مرہٹون کی ریاستیں انکی اجنبی وغیر ہونے کی صفت - گورنمنٹ انگریزی کے تعلق ہندوستان کی ریاستون کے ساتھ - ملکہ معظمہ کے قیصر ہونے کا اعلان دربار دہلی مین - ہندوستانی ریاستون مین برٹش گورنمنٹ کی مداخلت - اودھ سنہ ۱۸۵۶ء - ریاست بھوپال - ممالک متوسط کے انتظام کی بدعملیان - کشمیر - بھرت پور - ریاست پنا ہندوستانی ریاستوں کی ترقی - میسور - گوالیار - اندور کی اصلاحین - ہندوستانی ریاستون کے تعلقات برٹش کے ساتھ - ہندوستانی والیان ملک کی خیرخواہی ایام غدر مین - ستار اوف انڈیا - برنس ویلز کا ہندوستان میں آنا اور ملکہ معظمہ کا خطاب قیصری اختیار کرنا - مہاراجہ سیندھیا - مہاراجہ کشمیر - برٹش گورنمنٹ کے فائدے ہندوستانی ریاستون کے ہونے سے - ہندوستانی رئیسون کی اولاد کی تعلیم - ہندوستانی ریاستون کے اندرانتظامات - ہندوستانی ریاستون کی سپاہ - خلاصہ اوپر کے بیانات کا - قلات -

باب دہم ۱ - ۸

ہندوستانیون کی مادی ترقی

مردم شماری - مردم شماری ۱۸۷۲ سے - مردم شماری ۱۸۹۱ - برٹش انڈیا کی گورنمنٹین اور پروونس اور انکی آبادی - ہندوستانی ریاستون کی مردم شماری ۱۸۷۲ و ۱۸۸۲ - آبادی کا گھٹنا ہونا - ہندوستان میں بڑے بڑے شہرون کا ہونا اور کل دہاتی کا آبادی کا ہونا - بہت زیادہ آباد اضلاع - کم آباد اضلاع - کسانون کا اپنے دہات کا نہ چھوڑنا - آبادی کا انتقال مکانی - کاشتکارون کا انتظام خانہ بدوشی - حالات موجودہ - ہندوستان مین غلامی - آراضی پر غیر مساوی دباو آدمیون کا آبادی افزائش ۱۸۷۲ سے ۱۸۹۱ تک - مردم شماری ۱۸۷۲ و ۱۸۸۱ - ہندوستان مین ریاستون میں افزائش آبادی ۱۸۹۱ - جدول اول ۱۸۷۲ و ۱۸۸۱ آبادی ہند جدول مردم آبادی ہند ۱۸۸۱ و ۱۸۹۱ - ۱۸۷۲ مین آبادی کی تقسیم چار قسمون میں ۱۸۸۱ کی مردم شماری میں تقسیم کی تبدیلی - آدمیون کا تعداد مین بڑھنا - ہندوستان کی غیر آباد زمینین قابل زراعت - برٹش کولونیز مین ہندوستانیونکا ترک وطن کرکے لینا - ہندوستان مین خوراک کافی ہے - ہندوستانیون کا تمول اور انگریزی عملداری - ہندوستان مین انگلش سرمایہ کا صرف - ہندوستانیون کا سرمایہ جمع کرنا مویشیون کی افزونی - غربا کی پرورش - عام رائے ہندوستانیون کی اصلی ترقیون کی نسبت - ہندوستانیون کی عام حالت

باب یازدہم ۴۸ - ۴۸

ہندوستانیون کی عقلی و اخلاقی ترقی ۴۸ -

برٹش گورنمنٹ اور نہایت غریب مزدوری پیشہ - دہاتی و برٹش گورنمنٹ مسلمان - پارسی - تعلقہ دارون اور زمینداران برٹش سلطنتون کا اثر - امرا پر انگریزی عملداری کا اثر - ساہوکارون و سوداگرون پر انگریزی عملداری کا اثر - پنڈتون و مولویون وہادیان دین

غلط نامہ آئین قیصری

پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے غلط نامہ کے موافق کتاب کو درست کرلین تاکہ اغلاط کتابت کے سبب سے وہ بعض فقرون کے معنے غلط نہ سمجھیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۳	منگر	سنگرہ	۶۸	۹	شاو	شاذ
۱۷	۱۱	محافظت	مخالفت	۸۱	۱۹	بدن	بدن
۲۷	۷	آرا ہے	آرا ے	۸۴	۹	چھونے	چھوٹے
۲۷	۲۱	اس	ان	۱۰۱	۲۱	اسی	ایسی
۳۱	۲۲	بشنن	لیشن	۱۰۷	۹	یااکثر	اکثر
۳۶	۲۳	بُرہی	بڑی	صفحہ	۰	۱۰۸و۹۰۱	۱۰۸و۱۰۹
۳۸	۱۴	اس امر	اس	۱۱۰	۲	کامل تھا	کامل
۴۱	حاشیہ	سیکرڑی	سیکرٹ	۱۱۰	۹	کہ بہت	بہت
۴۴	۴	کے	کو	۱۱۴	۲	کرفن	گرفن
۵۷	۱۷	اسکے	×	۱۱۴	۱۹	اسقیہانہ	سفیہانہ
۵۸	۱۱	مقدار کا	مقدار کے	۱۱۷	۱	ہو	ہون
۶۵	۷	عطا رہوا	عطاء	۱۲۰	۲۲	نوکشی	پوشی
۷۴	۴	وہ	سے	۱۲۳	۲۲	ہی	تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۴	۹	ڈی	دی
۱۲۵	۱۷	عظمت	ظلمت
۱۳۲	۹	کو	تو
۳	۸	ساتھ	ساتھ مردم شماری
۷	۱۰	ہیں	ہیں جو
۱۶	۱۰	لاکھ کے	لاکھ
۱۹	۲۲	درا	ذرا
۳۵	۱۴	کھرسال	کھرسا
۵۱	۱۸	تعلیم	تعلیم ہو
۶۷	۱۲	نہیں	بھی
۷۷	۱۹	اسقدر	اسی قدر
۱۰۵	۱۵	گورنمنٹوں کے درمیان	گورنمنٹین
۱۲۱	۱۳	جب	جب تک
۱۲۶	۱۸	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰
۱۲۹	۱	بسنت دوم	بستم
۱۴۸	۱۹	بسنت دسوم	بسنت ودوم
۱۵۱	۳	چھاپنے کو	چھاپنے کے
۱۵۲	۲۱	یہہ نہ	یہہ
۱	۱	بسنت وششم	بسنت وسوم
۹	۱۰	کارخانے میں	کارخانوںمیں
۱۷	۸	کوچ	کوچ بہار
۱۸	۹	الہام امر	الہام آمیز
۱۲۸	۱۱	اس سے	اس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۴	۲۰	بھی	بھی ناپسند کرتے ہیں
۱۲۸	۱۳	سندھیا	سیندھیا
دوسرے کاتب نے کتاب لکھی ہے اسلئے صفحے از سر نو شروع ہوئے			
۴	جدول	بر	ببر
۱۳	۱۴	۱۱۴	۱۴
۱۶	حاشیہ	آبادی	آبادی کی
۲۸	۹	بری	بڑی
۴۵	۲	ہیں	ہیں
۵۵	۲۰	سکھانے والے	امتحان لینے والے
۶۷	۱۱	ہیں	ہیں
۱۰۳	۱۷	رشن	ریشن
۱۱۳	۲	رینیو	ریوینیو
۱۲۳	۱۵	سیٹیمنٹ	ستامپ
۱۳۱	۱۴	میٹرو	پیٹرو
۱۳۳	۱۵	بسنت وسوم	بسنت دیکم
۱۵۰	۱۸	عام جو	عام
۱۵۱	۱۲	کہا	گیا
یہاں سے پھر کاتب بدلا گیا اس لئے از سر نو صفحے شروع ہوئے			
۶	۱۰	سنہ ۱۸۷۳ بسنت ششم	سنہ ۱۸۷۳ بسنت چہارم
۱۶	۲۰	رکھی گئی	رکھی
۱۸	۲	سرکشیان	لشکرکشیان
۱۹	۱۶	کرسکے	نہ کرسکے
۳۲	۱۴	لینا	بننا

لے فرزندانِ ارجمند کی سیر و سیاحت۔ انکی شادیون اور بیاہون کا بیان۔ ملکہ معظمہ کے شوہر والا گوہر کی وفات
نکی بیوگی کے حالات جان فرسا۔ ملکہ معظمہ اور انکے شوہر کی خط و کتابت عزیز و اقربا و فرمانروایان یورپ
لے ساتھ۔ دونو کی تقریرین مختلف قسم کے جلسون مین۔ انکی رعایا پروری و عدل گستری کا بیان۔ غرض
س قسم کے مضامین تحریر ہوئے ہین جنکی صرف پیشانیون کی فہرست ۲۱ صفحون مین لکھی گئی ہے۔
ور کل حالات مذکور ۹۸۰ صفحون مین۔ قیمت ۶؏ محصول ۵/

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند

سوانح عمری کے بعد یہ تاریخ پانچ حصہ مین لکھی ہے جسمین انکے عہد ہمایون کا حال اسطرح بیان کیا ہے کہ
حصہ اول تو بطور تمہید لکھا ہے کہ جسمین اس روز سے کہ انگلنڈ کو ہندوستان سے کچھ تعلق پیدا ہوا۔
۱۸۳۷ء تک جسمین ملکہ معظمہ اورنگ آرا ہوئین یہ مضامین تحریر ہوئے ہین کہ انگریزون نے
سطرح یوروپ کی اور قومون پرتگیز دلن وڈچ و فرانسیسون کو ہندوستان سے نکالا اور ہندوستان
ین کیونکر اپنی فرمانروائی کا سلسلہ جمایا اور ہندوستان مین کیون انگریزون کی سلطنت پھیلی۔ اور
دوسرے حصہ مین ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۹ء تک کے حالات لکھے ہین جنمین والیان ہند سے جنگ پیکار انگریز
لش گورنمنٹ کے فتح اور نصرت پانے کے حالات۔ اور حصہ سوم ۱۸۴۹ء سے ۱۹۰۱ء تک جسمین حضرت
علیا نے وفات پائی حالات لکھے ہین انہین واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کے بالتفصیل بیان کئے
ہین کہ ہندوستانی سپاہ نے بغاوت کیون کی کس کس جگہہ بغاوت کی آگ بھڑکی اور کیونکر وہ بجھی اور
نگریزی حکومت بحال ہوئی ایک ہزار صفحون کے قریب بغاوت کے حالات مین تحریر ہوئے ہین۔
تک کوئی کتاب اردو زبان مین اس بسط و تفصیل سے غدر کے بیان مین نہین لکھی گئی ہے دہلی کا
یان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔ حصہ چہارم مین اُن محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے
ور ملکون سے یوروپ ایشیا افریقہ مین سوا ہندوستان کے ہوئے ہین جیسیکہ جنگ کریمیا۔ جنگ سوڈان
و مصر و ٹرنسوال وغیرہ ہین۔ ان چارون حصون کے ۲۶۰۰ صفحے ہین قیمت للعہ محصول ۱۲/ ہے

آئین قیصری

پانچوین حصہ کا نام آئین قیصری ہے اس مین مضامین مفصلہ ذیل ہین۔ مولف نے جو ترقیان خود
دیکھی ہین ساری دنیامین قیصر ہند کی سلطنت کہان کہان ہے۔ ہندو انگلنڈ مین گورنمنٹ
کیونکر منتظم و منضبط ہوئی۔ اس مین وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیان ہوئین بالفعل اسکی کیا صورت
ہے۔ ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدون ہوئے اوران مین کیا کیا تغیرات ہوتے رہے
عدالتین کیونکر مقرر ہوئین اور انکی صورتین کیا کیا بدلتی رہین۔ بحری و بری حدود کسطرح مستحکم و
استوار ہوئین سپاہ کیونکر مرتب ہوئی اس کے اندر کیا کیا انقلابات واقع ہوئے۔ پبلک ورکس
نہرول وریلون کا مفصل حال۔ تعلیم کی اشاعت کیونکر ہوئی ہے۔ اس تعلیم کا اثر رعایا پر کیا ہوتا ہے۔
ہندوستانی ریاستوںسے برٹش گورنمنٹ کے کیا کیا تعلقات ہین۔ ہندوستانی ریاستون مین کن باتون کی ترقی
ہوئی۔ ہندوستانی ریاستونکی سپاہ کا بیان۔ ہندوستان کی آمد و خرچ کا بیان ہندوستان سے انگلستان
روپے جانے کا بیان ٹیکسین کس کس طرح لیجاتی ہین۔ نمک افیون کے ٹیکسون کا بیان۔ برٹش گورنمنٹ
کیا حصہ لیتی ہے اور ہندوستان کی گورنمنٹ کیا لیتی تھی۔ ہندوستان کا افلاس و تمول۔ کتنے سررشتے
جدید جاری ہوئے۔ کس کس قسم کے انگریز ہندوستان مین رہتے ہین۔ اس کتاب کے صفحے ۵۰۴ قیمت عہ محصول

عہد سلطنت انگلشیہ ہند کی کامل تاریخ از ابتدا تا ۱۹۰۱ء

ان ہی کتابون مین سے حصہ اول و دوم و حصہ سوم سے کامل تاریخ عہد سلطنت انگلشیہ ہند مرتب ہوئی
ہے۔ صفحے ۴۲۴ قیمت للعہ محصول ۷ر

ان سب جلدونکے صفحے تین ہزار اکہتر ہین اور قیمت سات روپیہ بارہ آنہ محصول پوسٹ اوفس مین عموماً
ریل مین اس سے کم موافق فاصلہ کے۔

التماس بخدمت شریف ایڈیٹران اخبارات و رسالجات۔

اگر ایڈیٹران اخبارات و رسالجات ان کتابون کے اشتہار کو اپنے اخبارون اور رسالوں مین اسلیئے
مفت چھاپین گے کہ وہ ملکہ معظمہ کی سوانح عمری اور تاریخ ہے مین انکا ممنون ہونگا اور انکی اس اشاعت کے
سبب سے جو کتابین فروخت ہونگی انکی قیمت پر بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن انکو دونگا وہ یہہ چھاپ دین کہ کتابین
ہماری مطبع کی معرفت مل سکتی ہین اور جو درخواستین انکے مطبع مین آئین وہ میرے پاس بھیجدین اور

تاریخ

عروج سلطنت انگلشیہ ہند

قبل از عہد سلطنت حضرت علیا ملکہ معظمہ قیصر ہند

مولفہ

خان بہادر شمس العلما محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد یونی ورسٹی سابق پروفیسر
ورنی کیولر سائینس اینڈ لٹریچر میور سنٹرل کالج الہ آباد

مطبع شمس المطابع دہلی مین منشی محمد عطاء اللہ کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

دنیا کی تواریخ مین قومی خوش اقبالی کی کوئی ایسی عجیب و غریب مثال موجود نہین ہے جیسی کہ انگلستان کی کہ تاجرون کی کمپنی نے ہندوستان مین ایک عظیم الشان سلطنت جمالی یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ سمندر کے اندر جزائر مین یا اسکے کنارہ پر جو قومین رہتی ہین اُن کی جان غیر ملکون کے ساتھ تجارت کرنی ہے اس لیئے انگلستان نے آخر دو صدیون سے اسی پولیسی پر توجہ تام کی ہے کہ اپنی بحری قوت و صولت و شوکت و سطوت کو بڑھا کر غیر ملکون کے ساتھ تجارت کا دروازہ کھولے ۔

اٹھارہوین صدی مین وہ تجارت کی خاطر سے ساری لڑائیان لڑا ہے جسکا نتیجہ اسکو یہ ہاتھ آیا ہے کہ وہ ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا ہے ایشیا کی تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے یہ قاعدے و دستور ہمیشہ سے چلے آتے ہین کہ اسکے ہر ملک مین حق ناحق لڑائیان جاری رہتی ہین ۔ سرکشیان بغاوتین علانیہ اور سازشین درپردہ ہوتی رہتی ہین ۔

بادشاہون کے مرنے پر ان کے خاندانون مین تخت نشینی کے واسطے فسادات عظیم برپا ہوتے ہین ۔ خود مختار بادشاہون مین ہنگامہائے جنگ ہمیشہ گرم رہتے ہین ۔ قوانین اور آئین سلطنت کی تجدید کمتر ہوتی ہے ۔ رفاہ عام و آسودگی انام کی تدابیر عظیم بروے کار کم ظہور مین آتی ہین ۔ عصبیت و قومیت قائم نہین ہوتی وہی لائق فائق فرمان جو میدان جنگ

یں علم بلند کرتے ہیں۔شہرت و ناموری میں گوئے سبقت لیجاتے ہیں۔ تہذیب شائستگی ایک
حد پر پہنچ کر تھم جاتی ہے پھر آگے قدم نہیں بڑھاتی ہے۔ قومی اولوالعزمی و عالی حوصلگی و
فراخ دلی اول ہی منزل کو طے کرکے تھک کر بیٹھ جاتی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں میں اتفاق
سے یا ازراہ زبردستی ایک بادشاہ کے زیر حکومت خلقت کے مختلف الانواع و مختلف المذاہب
فرقے جمع ہو جاتے ہیں۔ایشیا کے ہر ملک میں ایک پردیسی قوم حکمرانی کرتی ہے۔ یا کوئی اجنبی
خاندان فرمانروا ہوتا ہے اور رعیت سے کوئی برادرانہ رشتہ نہیں رکھتا۔
اس لئے رعیت ... گورنمنٹ کے بدل جانے کی پروا نہیں رکھتی۔
ماں جس سے نکاح پڑھائے اس کو باپ کہنے لگتے ہیں۔ جو پردیسی صاحب اختیار حکومت
کرے اُس کو حاکم ماننے کو موجود ہیں۔ ہندوستان بھی ایشیا میں تھا وہ ان باتوں میں مستثنیٰ
کیوں ہوتا۔ جب ہندوستان میں انگریزی تسلط شروع ہوا تو ہندوستانیوں نے اس کی سخت
مزاحمت نہیں کی بلکہ خوشی خوشی ابتدا ہی سے انگریزوں کے ممد و معاون بن گئے۔ باوجود ان
باتوں کے ہندوستان و انگلستان کے درمیان جو تعلقات پولیٹکل ہیں انکی کوئی مثال دُنیا کی
تواریخ میں موجود نہیں۔ ایک مُلک دوسرے مُلک سے ہزارہا کوسوں کے فاصلہ پر واقع ہے ایک
یورپ میں ہے دوسرا ایشیا میں۔ دونو نسل و مذہب میں متفاوت و متضاد ہیں۔ اگر کوئی اسکی
مثال ہو تو بتلائے کہ کسی قوم کی اپنے مرکز حکمرانی سے ایسے بعید فاصلہ پر ایک ایسی وسیع سلطنت
کثیر الرعایا اس طرح سے قائم ہوئی ہے جس طرح ہندوستان میں انگریزوں نے قائم کی ہے۔
پہلے رومیوں نے اور اب روسیوں نے اپنی سلطنتوں کو رفیع الشان اس طرح سے بنایا تھا کہ وہ
اپنے ہمسایہ کی سلطنتوں سے فنون سپہ گری میں اور انتظام سلطنت میں برتر و فائق تھے۔ وہ
اپنے کمزور ہمسایہ کی سلطنتوں کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں ملاتے گئے اور اس طرح مرکز سے
محیط کی طرف اپنی سلطنت کی بالمتصل علی الاتصال وسعت بڑھاتے گئے۔ روسیوں کی سلطنت
کو دیکھو کہ شمالی یورپ اس کے ایک قدم کے نیچے ہے۔ اور وسط ایشیا دوسرے قدم کے
تلے۔ مشرق و مغرب کے درمیان جو سلطنتیں حد فاصل تھیں اُس نے اُن سب کو توڑ کر یورپ
و ایشیا کے دل میں اپنی سلطنت کو وسعت عظیم میں علی الاتصال بڑھا لیا اب دنیا میں کوئی

سلطنت ایسی نہیں ہے کہ اپنا علی الاتصال رقبہ وسعت میں روسیوں کی سلطنت کی برابر رکھتی
ہو۔ روسی ہوں یا رومی یا کوئی اور قوم تاریخی رفیع الشان سلطنت کی مالک ہو۔ ان سب نے اس ترکیب
سے اپنی سلطنت کو وسعت دی ہے کہ اپنے مرکز سلطنت سے قدم بقدم چلے ہیں جب اپنے ہمسایہ
کی کمزور سلطنت کو پامال کرکے اس میں اپنا قدم جما لیا تو پھر ہمسایہ کی دوسری سلطنت کی پائمالی
کے لیئے قدم اُٹھایا۔ اس طرح ان کی سلطنت کا رقبہ وسعت میں بلا فصل علی الاتصال بڑھتا گیا مگر
ہند میں انگریزی سلطنت کے قائم ہونے کی یہ صورت نہیں ہے۔ جب سے ہند میں انگریزوں کی سلطنت کی
بنیاد پڑی اب تک انکے مُلک اور ہند کے درمیان بحر اطلنطک اور بحر ہند کے ہزاروں میل حائل
ہیں پس اس لحاظ سے انگلنڈ کی حکمرانی ہند میں بے مثال ہے کہ اُس نے ایسی وسیع سلطنت اپنے
غیر جنس کے بے شمار آدمیوں میں ایسے دور دراز فاصلہ پر سمندر کو اپنا مقر بنا کے بہ تدریج وسعت میں
بڑھائی۔ اس طرح سے دُنیا میں آجتک کسی اور قوم نے ایسی شان وشوکت و عظمت وصولت کی
سلطنت نہیں قائم کی +

ڈیڑھ سو برس سے ایشیا میں پولٹکل تغیرات داخل کرنے میں یوروپ کو تسلط ہو رہا ہے
انگریزوں نے سارا ہندوستان اور برہما اپنے قبضہ میں کر لیا ہے جسے کوئی سلطنت عظمت و شان
میں مقابلہ نہیں کرسکتی مگر وسط ایشیا میں روسیوں کا بالاستقلال آگے بڑہتے آنا اور اپنی آہنی میخیں
گاڑتے چلے جانا ایشیا کی قسمت کے لیئے ایک کار عظیم ہے۔ روسیوں کو اپنی فتوح کے لیئے خشکی میں
منزل پیمائی کرنی پڑتی ہے جسمیں دشوار گذار گہاٹیاں طے کرنی روسی تو فتح کے لیئے خشکی میں نہایت
جانکاہ محنت اور مشقت شاقہ اُٹھا کر مشہور اور فرسودہ راہوں پر منزل پیمائی کرکے ایشیا کے وسط میں
آئے۔ اور انگریز ایشیا کے جنوب میں سمندر کی کشادہ راہوں سے بڑی سرعت کے ساتھ بیخوف و خطر آکے
ہندوستان میں پہلے فتح کرنے والے کوہستانوں میں سے آئے اور جنوب کی طرف ملکوں کو فتح کرتے ہوئے
سمندر کی طرف چلے گئے اسکے برعکس انگریز سمندر کی طرف سے آئے اور شمال کی طرف اپنی سلطنت کو
بڑھاتے ہوئے پہاڑوں تک پہنچ گئے۔ اس بات کی توضیح کرنے کی ضرورت نہیں کہ اُنہوں نے بحری
قوت کی عظمت و برتری کی وجہ سے اس مہم عظیم کا انصرام کیا۔

ان صفحوں میں وہ ابتدائی حالات اور تمہیدی واقعات بیان کیئے جاتے ہیں جنہوں نے رقابت

میدان مین ہندوستان پر مسلط ہونے کے لیئے یوروپ کی بحری اقوام کو کھینچا۔ اور اس کوشش اور مخالف حالتون کے متفق ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے سبب سے اٹھارہوین صدی مین انگریزون کو فتحیابی اور کامیابی حاصل ہوئی +

باب اول

ہندوستان کی تجارت کے لیئے ابتدائی رقابت

فصل اول

اٹلی۔ سپین ۔ پرتگال

وہ پرانا زمانہ تو اب یاد ہی نہین رہا کہ جس مین جنوبی مشرقی ایشیا کے زرخیز و سیر حاصل ملکون سے خاص کر ہندوستان اور ملایا کے مجمع الجزائر سے یوروپ تجارت کرتا تھا اور یہہ تجارت دنیا کی تجارت کی فرع عظیم دولت حاصل کرنے کے لیئے سمجھی جاتی تھی۔ ایک وقت وہ تھا کہ زمانہ متوسط مین جو یورپ کی تاریخ مین آٹھوین صدی سے پندرہوین صدی تک کہلاتا ہے یوروپ کی وہ قومین جو بحیرہ روم کے ساحل پر آباد تھین ہند مین تجارت کے لیئے آیا کرتی تھین مگر اہل اسلام کے تسلط نے اس آمد و رفت کو مسدود کر دیا اور اس زمانہ کے آخر مین یہہ حال رہ گیا کہ ہندوستان کے عمدہ پیداوار کو اہل عرب تری کی راہ سے بحر قلزم مین جہازون مین لاد کر اور خشکی مین ایران کی راہ سے کاروان اسباب تجارت لے جا کر شام اور مصر کی بندرگاہون مین پہنچاتے تھے اور اہل وینس اور اہل جنوا اُنکو خریدتے تھے اور یوروپ مین پہنچاتے تھے۔ پندرہوین صدی کے آخر مین دنیا کی تجارت کے لیئے امریکہ اور کیپ گڈ ہوپ دفعتہ ایک ہی زمانہ میں دریافت ہو گئے جنکی سبب سے بحری تجارت کے لیئے ایشیا کے ساتھ میدان فراخ ہو گیا اور جنوبی ایشیا اور بحر اطلنطک کے کنارہ کے ملکون کے درمیان آمد و رفت کا سیدھا رستہ کھل گیا اور سونا چاندی ایشیائی اسباب کے خریدنے کے لیئے یوروپ سے جانے لگا

جب پوپ الکسنڈر نے پرتگال اور سپین کے درمیان نامعلوم غیر عیسائی دنیا کو تقسیم کیا تو

اہل پرتگال کو ہند عطا کیا جنہون نے بحر ہند کے کنارے پر اپنے استوار حصار بنانے شروع
کیئے ۔ سولہوین صدی مین اٹلی کے شہرون مین وینس اور جنوا کے شہرون سے تجارت بالکل
چھن کر اہل پرتگال کے اجارہ مین آگئی ۔ مگر یہہ اجارہ اہل پرتگال پاس بہت دنون تک نہین رہا
۱۵۸۰ع مین اہل سپین نے اہل پرتگال کو پامال کرکے سارے ان کے کامون کو اپنے ہاتھون
مین لے لیا ۔ رومیون کے زمانہ سے لیکر اب تک یوروپ سے سیم و زر بیش قیمت دہات
ہند کو جاتے تھے اہل سپین اس دہوکہ مین پڑے جس مین اہل یوروپ پڑے ہوئے تھے کہ ملک سے
جب نقدی باہر جاتی ہے تو ملک دولت سے خالی ہوتا ہے اس لیئے انہون نے ممانعت کردی کہ
سیم و زر ملک سے باہر نہ جانے پائے جسکے سبب سے ایشیا کے ساتھ تجارت کرنے مین خلل آیا ۔ یہ غلط اصول کہ ملک سے
سیم و زر کے باہر جانے سے ملک دولت سے خالی ہوتا ہے ایسا اہل یوروپ کے دماغ مین سمایا تھا
کہ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سترہوین صدی مین نقدی کے باہر جانے کو روک دیا مگر تاجرون کو
دور دراز کی تجارتون کی ضرورتون اور تجربون نے بتلایا کہ سیم و زر تو پارہ کی طرح اپنی قدرتی ہمواری
حاصل کرتے ہین یا قیمت مین گر جاتے ہین ۔

سولہوین صدی کے آخر مین ایشیا کی بحری تجارت یوروپ کے ساتھ بحر مڈیٹرینین کے شہرون سے اور اسکندریہ
و قسطنطنیہ اور وینس و جنوا سے بہت جلد موقوف ہوگئی اور ان کی جگہہ بحر اطلنطک اور بحر
شمالی کے شہرون سے جاری ہوگئی ۔ بحری راہ مستقیم دریافت ہوگئی تو مغربی قومون مین تجارت
مین رقابت و مقابلت شروع ہوئی اور بحری آمد و رفت جاری ہونے سے ایشیا و یوروپ کے
درمیان نیئے مقامات تماس قائم ہوئے اور آہستہ آہستہ مگر یقینی دونو ایشیا و یوروپ مین ایسا
قریب کا رابطہ بڑھ گیا کہ اس نے دونو ایشیا و یوروپ کی تاریخ پر اثر کیا ۔

اور بحری قوتون پر اس نے اپنا بڑا اثر ڈالا اور ہندوستان کی کل قسمت کا فیصلہ کیا
جب ملکہ ایلزبیتھ نے ہولنڈ کی ری پبلک (سلطنت جمہوری) کی آزادی کو تسلیم کیا اور سپین کے
ساتھ جنگ کو اختیار کیا تو دونو ملکون کی بحری سپاہ مین متفق ہوکر پرتگال کی ایشیائی دار الاقامون
کی طرف جو سپین کے بادشاہ کے قبضے مین تھین روانہ ہوئین ہولنڈ کے اتحاد کے سبب سے ملکہ ایلزبیتھ
نے ۱۶۰۰ع مین لندن ایسٹ انڈیا کمپنی کو چارٹر (فرمان) دیا جس سے شرق کی طرف انگریزونکی

تجارت شروع ہوئی +

اس زمانہ میں اہل سپین کی اجارۂ تجارت کے برخلاف ڈچ نے یہ اعلان کردیا کہ یوروپ کی ساری قوموں کو ایشیا کی ساتھ تجارت کرنے کا حق بغیر کسی لڑائی جھگڑے کی حاصل ہے مگر اس اعلان سے فقط یہ سمجھا گیا کہ زراعت کرنے یا نئی بستیاں آباد کرنے کا سبکا حصہ مشترک ہے۔ یوروپ کے ہر ملک کو یہ ہوس تھی کہ میں ہی اس فائدہ مند تجارت کے بڑے حصہ کا مالک ہوجاؤں اور از راہِ زبردستی تجارت میں بیجا مداخلت کرنے والوں کو زبردستی نکالدوں وہ کل تجارت کے کامل مالک ہونے کے لیئے جھگڑا کرتا تھا۔ بری فتوح کی طرح بحری فتوح حاصل کرتا تھا۔ تجارت پر حملہ آوری کا مقابلہ ویسا کا نہ ایسا کرتا تھا جیسا کہ وہ اپنے ملک پر حملہ آور کا کرتا تھا بس جیسی کہ زمین پر ملک ستانی ہوتی ہے ایسی ہی پانی پر کشور ستانی ہوتی تھی۔ سولھویں صدی کے آخر میں اہل اسپین یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ایسٹ انڈیاس ہماری سلطنت کا ایک حصہ ہے اسمیں ہم ہی کو تجارت کرنے کا حق ہے اور بحر ہائے ہند انکے ملک بر زدے آب ہیں اور ان میں سے سوائے کسی اور یوروپ کی قوم کے بندرگاہوں کا بنانا نہیں چاہتے تھے۔ ہند میں مشرق و مغرب کو کہتے تھے کہ ہمارے گھر ہیں جنپر ہمارا خانگی قبضہ زیادہ سو برس سے چلا آتا ہے انمیں بغیر ہماری اجازت کے کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے وہ ان وسیع اضلاع پر اپنی فرماں روائی کا ایسا ہی دعویٰ رکہتے تھے جیسے کہ اب انگریز اُن پر فرماں روا ہونے کا دعویٰ رکہتے ہیں سنہ ۱۶۰۲ء میں اہل ہولنڈ کو اہل سپین نے دھمکایا کہ خبردار کبھی ایسٹ انڈیاس میں تجارت کرنے کی طرف رُخ نہ کرنا مگر پھر اہل سپین ایشیا اور یوروپ میں اپنے سرکش اور باغی اضلاع کے ساتھ لڑائیوں میں ایسے مصروف ہوئے کہ بحر ہند کے سواحل پر پرتگیزوں کی قدیمی سلطنت کا زوال بہت جلد آگیا۔ مشرقی تجارت کا سوال بہت دقیق و مشکل تھا۔ اسپر عہد و پیمان ہونے کے وقت بڑے سخت مباحثے ہوئے جنکا مآل یہ ہوا کہ اہل سپین نے ڈچ کی آزادی کو تسلیم کیا۔ سنہ ۱۶۰۷ء میں سپین کے بادشاہوں نے یہ عرض کیا کہ وہ یونائٹڈ پروونس پر اپنی بادشاہی کو چھوڑ دینگے۔ اگر ڈچ اپنی جہازرانی کو ایسٹ انڈیاس میں ترک کردیں۔ مگر ڈچ اپنی جہازرانی کو بڑی بیش قیمت ملکیت

سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ بحری سلطنت کی بقا و قیام عظیم ہولنڈ اور سپین میں ہندوستان
کی تجارت ہو گی اگر اسکو چھوڑ دینگے تو برباد ہو جائینگے اور اگر اپنے پاس رہنے دینگے تو اہل سپین ہم کو
جو ضرر و گزند یورپ میں پہنچائینگے ہم اسکا بدلا ایشیا میں لے لینگے +

فصل دوم

ہولنڈ - انگلنڈ - فرانس

اگرچہ اہل ہولنڈ (ڈچ) نے برخلاف اہل سپین کے تجارت کی آزادیوں کا اعلان کر دیا تھا مگر
انکی پولیسی یہ تھی کہ وہ تجارت کا اجارہ اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے سنہ ۱۵۹۵ اور سنہ ۱۶۰۰ کے درمیان
جب اول دفعہ ایشیائی سمندروں میں کیپ کے گرد ڈچ پھرے تو اہل سپین کے سپاہیوں نے انکے
مقابلہ میں ہاتھ چلائے سنہ ۱۶۰۲ میں ہولنڈ میں یونی ورسل ایسٹ انڈیا کمپنی بنی جسکو یہ اختیار دیا
گیا کہ وہ کیپ کے مشرق میں سوائے اپنے کسی اور کو تجارت نہ کرنے دے۔ کل اضلاع نے اس کے واسطے
بڑے چندہ کے سرمایہ کو جمع کیا اور اسکو اپنا مختار بنایا کہ یونائٹڈ پراونس کے نام سے صلح و جنگ کرے
سپاہیوں کو نوکر رکھے اور جرنیلوں کو مقرر کرے بڑے زبردست بیڑے ڈچ نے یہ حکم دیکر بھیجے کہ
سپالیس آئی لینڈ سے اور سواحل ہند سے سپین کے پرتگیزوں کو نکال دیں اور اپنے دار الاقامتوں کو قائم
کریں اور اس تجارت کو ہولنڈ کے ساتھ اس طرح الحاق کریں جیسے کہ کسی دشمن کے ملک کو الحاق
کرتے ہیں اہل ہولنڈ نے انگریزوں کو اپنا شریک کار بنا کے اول یہ سب معاملات کیئے۔ اب انگریز
بھی اپنی کمپنی کو اپنا قائم مقام بنا کے ایشیائی تجارت کے میدان میں آ گئے تھے لیکن جیمس اول کے
انگلنڈ میں تخت نشین ہو کر اہل ہولنڈ کے اتحاد پر اہل سپین کے اتحاد کو ترجیح دی ہولنڈ اور انگلنڈ
کے درمیان جو پہلے سے جھگڑے اور قصے چلے آتے تھے اور ایسٹ انڈیا متعلق تجارت کی حدود بندی کیلئے
فساد چلے آتے تھے انکے انسداد اور اصلاح کے لیئے جو کوششیں کی گئیں وہ صرف اس کام میں آئیں
کہ سردست جو فساد تھا اس میں بڑے الجھیڑے پڑ گئے ان دونو سلطنتوں میں بیگانگی اس سبب
ہو گئی کہ دونو سٹورٹ بادشاہوں نے مذبذب پولیسی اختیار کی وہ سپین و فرانس کی طرف مائل تھے
اس بیگانگی کو تجارتی حسد نے زیادہ بڑھایا۔ کل سترہویں صدی کی تاریخ ایسٹ انڈیا کی ان لڑائی
جھگڑوں سے بھری پڑی ہے جو انگلش اور ڈچ کے درمیان تجارت ہند سے فائدہ اٹھانے

اوران دارالاقامتون پر جو اس تجارت کو باقی رکھنے کے لیئے ضرور تھے قبضہ رکھنے کے باب مین ہوئے یہہ سچ ہے جب پرتگال نے دوبارہ ۱۶۴۰ء مین اپنے تئین آزاد کیا تو اُس نے کچھ ضعیفاسی کوشش کی کہ اپنے پہلے منصب پر مشرق مین پہنچے مگر وہ مجبور تھا کہ اسکو ایسے عہدنامہ پر دستخط کرنے پڑے جسکے موافق اسکے پاس صرف گوا اور ہند کے مغربی کنارہ کے بعض چھوٹے چھوٹے بندرگاہ رہ گئے۔ مونسٹر کے صلحنامہ کے موافق اہل ہولنڈ کے قبضے مین وہ سارا املاک رہا جو اسنے فتح کیا تھا۔ ڈچ نے بتدریج پرتگیزون کی اکثر بڑی بڑی دارالاقامتون کو اپنی سلطنت سے الحاق کرلیا۔ اور انہون نے یہ ظاہر کیا کہ تمام بحیرون اور جزیرون مین یوروپ کی اور قومون پر ہماری قوت فوقیت رکھتی ہے۔ ڈچ اور انگلش مین تیزی کے ساتھ مٹ بھیڑین ہوتی رہین۔ انگلش یہان بہ نسبت ڈچ کے ضعیف تھے اور انگلنڈ مین سٹورٹ بادشاہون کی سلطنت کے عام ناپسند ہونے اور ڈھل مل ہونے کے سبب سے تاجر مہمات عظیم تجارت کے باب مین نہین کرتے تھے یہہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ لفظ الیسٹ انڈیا کا اس زمانہ کی اصطلاحات کے موافق ہندہی سے مخصوص نہ تھا بلکہ وہ مفصلہ ذیل ملکون کے لیئے استعمال ہوتا تھا۔ خلیج بنگال کی شرقی سمت کے ممالک مع آبنائے ملاکا۔ اور جاوا۔ اور گل سپائس آئی لینڈس اور آگے شرقی جانب مین جاوا۔ اور بحر چین جیسے سیلی بس اور مولکا ہین۔ اول نصف سترہوین صدی مین سپائس آئی لینڈس کے ساتھ تجارت بڑی وقعت اور منفعت رکھتی تھی۔ ڈچ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ الیسٹ انڈیا کی تمام تجارت کی اُس فرع سے انگریزون کو بالکل خارج رکھین کہ اس تجارت پر بلاشبہ ان کی سلطنت کی اور رعیت کی ثروت و امارت موقوف تھی لبس اس طرح تجارت کی چلتی ہوئی منڈیون کے لیئے جھگڑے فساد شروع ہوئے جس سے اس زمانہ مین سند یافتہ کمپنیون کے نظام مین ایک مستحکم تحریک پیدا ہوئی اور بحر ہائے ایشیا مین جو پہلے زمانہ مین تاجر تجارت کرتے تھے اور اپنی گورنمنٹ سے امداد ملنے کی تھوڑی توقع رکھتے تھے اور لڑائی جھگڑے نپٹاتے تھے اور اپنی گورنمنٹ سے امداد ملنے کی تھوڑی توقع رکھتے تھے یا بالکل نہ رکھتے تھے اور اپنے یوروپین رقیبون سے ایک بے رحم عداوت پیدا کرتے تھے تجارت دور دراز قلمرودون کے ساتھ بغیر اسکے ہو نہین سکتی کہ مسلح جہاز بھیجے جائین اور دارالاقامتین

دارالاقامتیں قبضہ میں رکھی جائیں۔ اس لیئے کہ یوروپین قوموں میں آپس میں عہد و پیمان تھے کہ خاص طول بلد کے مشہور خطوں کے پرے کسی باقاعدہ ڈپلومیٹک تعلق کو عملاً وسعت نہیں دیسکتے۔ اگرچہ مشرق میں اہل سپین اور اہل پرتگال اپنے پولیٹکل اور مذہبی اورحکومت کے بڑے دعوے رکھتے تھے مگر اور سب قومیں انکو صاف صاف تسلیم نہیں کرتی تھیں+ سند یافتہ کمپنیوں نے تجارت کی توسیع کے لیئے اور ملکوں پر قابض ہونے کے واسطے یہ تدبیر ایجاد کی کہ گورنمنٹ کے ذمے اپنی رعایا کے افعال اور اعمال کی جوابدہی نہ ہو خود رعایا ان کی جواب دہ ہو۔

کمپنیوں کو جو بادشاہوں کے ہاں سے تجارت کے لیئے فرامین یا اسناد ملتی تھیں ان میں بعض مقاصد میں بادشاہی اختیارات کا ذکر ہوتا تھا جنسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گورنمنٹ کیطرف سے ان کمپنیوں کو اپنی لڑائیاں لڑنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انگریزوں کی سلطنت کی بنیادیں ہندوستان میں اتفاقیہ دست بالاکیوں سے قائم ہوگئی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت کا قائم ہونا اس قسم کا نظام نہیں ہے بلکہ بالکل مختلف ہے۔ اس نظام نے آزاد منش متمول آدمیوں کے ہاتھ میں ایک بڑا زبردست آلۂ قزاقی تجارت کا دیا۔ پرتگال اور سپین کی شخصی سلطنتوں کے بحری محقق جو اول آیئے اُنہوں نے اپنے بادشاہوں کے نام سے زمین پر قبضہ کرنے کا اور جہازرانی کے استحقاق کا دعویٰ کیا۔ بادشاہوں نے بھی انکی فتوح وبغما کو اپنی سلطنتوں کا تکملا اور اضافہ جانا۔ ڈچ کی ری پبلک (سلطنت جمہوری) اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں تعلقات نہایت قریب تھے اگرچہ انیں ظاہری حسب ضابطہ تمیز کی جاتی تھی اس کے خلاف انگریزوں نے ابتداہی سے جو نظام اختیار کیا اسکو اٹھارھویں صدی کے آخر تک قرار رکھا اس نظام کے موافق سٹیٹ غالب شریک ہونے کا منصب رکھتی تھی۔ مگر اپنے ذمہ کسی قسم کی جوکھوں نہ لیتی تھی اور خفیف سی جوابدہی رکھتی تھی۔ کبھی کبھی موقع پر مداخلت اسلیئے کرتی تھی کہ کمپنی کی منفعت کا ایک شاہی حصہ لے لیتی تھی اور نیا چارٹر (سند یا فرمان شاہی) جب اس کو دیتی تھی کہ بہت سی بھینٹ اُس سے لے لیتی تھی۔ اور جب کبھی قومی اغراض

اغراض ملکی یا تجارتی آن پڑتی تھیں تو اس کی امداد بھی کرتی تھی کمپنی خود اپنے قیمتی اجارہ تجارت
سے مسلح رہتی تھی اور اپنے ہی مخازن سے کام چلایا کرتی تھی۔ بہ نسبت سٹیٹ کی امداد کے
زیادہ تر اپنی دولت اور جدو جہد وطاقت پر اعتماد کرتی تھی۔ اُس پر جو خطرناک انقلاب آتے
تھے ان میں وہ خود کارہائے نمایاں کرتی تھی۔ وہ یوروپ کی بھڑنے والی قوموں سے سولھویں
صدی سے اٹھارھویں صدی تک لڑائی لڑی جس کی قدرومنزلت یہ قانونی زمانہ کچھ نہیں
کرتا۔ اگر ہند میں یا خلیج فارس میں انگریزی تاجر اس بات پر مجبور ہوتے کہ ڈچ۔ فرانسیس
پرتگیزوں سے جو ان کے لڑائی جھگڑے آزار رساں ہوتے تھے ان کے علاج کے لیئے انگلنڈ
سے رجوع کریں تو اس حالت میں تو بہت جلد ان کی بیخ کنی ہو جاتی۔ انہوں نے یہ کام نہیں
کیا کہ سیٹ کے آگے مصیبت کے وقت ہاتھ پھیلایا ہو بلکہ اپنے ہی خود ہتیار سنبھالے۔ اور
اکثر بڑی بڑی لڑائیاں لڑے۔ یوروپ میں ۱۶۲۲ء میں انگلنڈ اور پرتگال کے درمیان بڑی
گہری دوستی و مصالحت تھی (اس وقت پرتگال سپین کے ماتحت تھا) مگر بحر ہند میں پرتگیزوں
کے ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سخت لڑائی ہو رہی تھی۔ پرتگیزوں کی آمد و شد نے کمپنی کی تجارت میں
رخنہ اندازی کی تھی اور ان کے جہازوں کو ستایا تھا۔ انگریز اور پرتگیز کے بڑی بڑی لڑائی بحری
راہوں میں لڑے۔ مگر یوروپ میں ان دونو قوموں میں
بالکل مصالحت تھی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سورت میں ایک اپنا چھوٹا سا بیڑا تیار کیا اور خلیج فارس میں
اس کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ شاہ عباس ایران کی بادشاہ مدد کرکے جزیرہ ہرمز سے پرتگیزوں کو
نکال دے جس پر ایک صدی سے انکا قبضہ چلا آتا تھا اور اس کے سبب سے وہ کل خلیج فارس پر ایسے
حکمراں تھے کہ کوئی اس میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ ایرانیوں کی امداد سے انگریزوں کا
کام خاطر خواہ بن گیا۔
جب قلعہ پر باقاعدہ گولہ اندازی ہوئی اور پرتگیزوں کے شاہی بیڑے سے بحری لڑائی
ہوئی اور آخر کار انگریزوں کو پرتگیزوں نے جزیرہ حوالہ کر دیا۔ قلعہ کی عمارت مسمار ہوئی
اور اس کی پرتگیزی سپاہ کو گوا میں آنا پڑا۔ پرتگیزوں نے تو پھر کمپنی سے ان معاملات میں
پیچ نہیں کی مگر جیمز اول اور لارڈ ہائی اڈمیرل (ڈیوک بکنگھم) نے کمپنی کے فائدہ میں سے

زبردستی بادشاہی حصہ کا بہت سارو پیہ لے لیا اس زمانہ میں ایسٹ انڈیا میں جو قومیں
تجارت کرتی تھیں ان میں یہ امر معیوب و ممنوع نہ تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لوٹ
کھسوٹ لیں اور آپس میں جہازوں کو چھین لیں پرتگیز ہرمز کی شکست کا انتقام انگریزوں
سے لینا چاہتے تھے اس لیئے کمپنی اپنی تجارت کی محافظت کے لیئے جہاز روانہ کرنے چاہتی
تھی ڈیوک بکنگہم نے جب تک انکی روانگی کو روکے رکھا کہ کمپنی سے بہت سارو پیہ ڈنڈ کا لیلیا
جزائر ملکا میں امبوئنیا سب سے بڑا تھا اس میں ڈچ نے ۱۶۲۳ء میں سب انگریزوں کو
بڑی بیرحمی سے مار ڈالا۔ اس ظلم کے سبب سے انگریزی تاجروں کے دلوں میں جوش
انتقام اُٹھا اور جہازرانوں کی نسل موجودہ کے دلوں میں آتش غضب مشتعل ہوئی اور
یوروپ کی ان دونو قوموں میں عداوت کی آگ زیادہ بھڑکتی گئی۔ سپائس آئی لنڈس میں
ڈچ کی تجارت کو سب سے زیادہ فروغ ہوگیا اور انکو انگریزوں کے ساتھ خطرناک عداوت
ہوگئی اسلیئے انگریزوں نے ایشیا میں اپنی تجارت کی گرم بازاری کے لیئے اور سب جگہوں
سے زیادہ اہتمام کیا اور بحر ہند کے کناروں پر فیکٹریز (کوٹھیوں) کے قائم کرنے میں توجہ
تام کی۔ سر طامس رو کو جیمز اول نے شہنشاہ جہانگیر پاس اپنا ایلچی بنا کے بھیجا اس نے
۱۶۱[illegible]ء میں سب سے اول ہندوستان کے مغربی کنارہ پر سورت میں انگریزوں کی سکونت
کا فرمان شاہی خاص حقوق کے ساتھ حاصل کیا۔ ۱۶۳۰ء میں انگریزوں اور پرتگیزوں میں
بڑی لڑائی ہوئی۔ ۱۶۳۳ء میں سورت میں انگریزی کمپنی کا بڑا کارخانہ قائم ہوگیا۔ اور
۱۶۴[illegible]ء میں مسلی پٹم اور مدراس میں اور دریائے ہگلی کے کنارہ پر بنگال میں انگریزوں کی
کوٹھیاں تجارت کے لیئے قائم ہوگئیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مسٹر نیوٹن ایک ڈاکٹر
تھے وہ بادشاہ کے علاج کے لیئے آگرہ آئے اور خاندان شاہی کے ڈاکٹر مقرر ہوئے
ان کے سبب سے بادشاہی دربار میں انگریزوں کا رسوخ زیادہ ہوگیا سترھویں
صدی کے وسط میں ایشیا کی جنوبی سواحل پر خلیج فارس سے لے کر چین کی سرحد تک
کمپنی کی تجارت ہونے لگی اور ڈچ کی تجارت کی بھی یہی حدود تھیں ان دونو قوموں
میں بڑی رقابت تھی اور تجارت کی اس وسیع راہ میں جو دونو ایک ہی تھی آپس میں

بڑی وسیع راہ میں ان دونوں میں مٹ بھیڑیں ہوتی تھیں اُسوقت انگلنڈ میں بادشاہ اور پارلیمنٹ میں ایسے جھگڑے ہو رہے تھے کہ اس نے انگریزی اُلوالعزمی کو اپنے منزل مقصود پر پہنچنے نہیں دیا۔ کمپنی کے جو لڑائی جھگڑے اپنے رقیبوں سے ہوتے اُن میں گورنمنٹ تائید تلون کے ساتھ کرتی۔ ہولنڈ اور پرتگیزوں کی بادشاہی امداد بڑی پشت پناہ بنتی اور مشرق میں تمام مہمات اور ملکی الحاقات میں قومی حکومت کو بہت باوقعت بناتی۔

انگریزی کمپنی بغیر اپنے بادشاہی تائید کے ان دو بادشاہی قوموں سے اپنے بل پر لڑتی ایسٹ انڈیا میں ڈچ اپنے بڑے بڑے بیڑوں کے بھیجنے میں اور سپاہیوں کے روانہ کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے تھے اور جہاں انکا مطلب نکلتا تھا وہاں اپنی سکونت کے مقامات بناتے اس لحاظ سے انگریزی کمپنی ڈچ کے مقابلہ میں بڑی ضعیف تھی۔ ڈچ سپائس آئی لنڈس میں انگریزوں کی تجارت کے مزاحم ہوتے اور ان کو ذلیل سمجھتے۔

انگلش کمپنی کو ایک اور یہ بڑی تکلیف تھی کہ بعض آزاد انگریز تاجر جنمیں سے بعض لٹیروں سے کچھ ہی کم ہوتے تھے وہ کمپنی کی تجارت میں مداخلت بیجا کر کے نقصان پہنچاتے تھے۔ اور جب وہ ایشیا کے بحروں میں بدکرداریاں کرتے تھے تو مقامی حکمی کمپنی سے مواخذہ اس لئے کرتے کہ ہندوستان کے بادشاہ کا حاکم کمپنی کو تجارت کا لیسنس دیتے تو اس کو قوم کا قائم مقام سمجھتے اور جب اس قوم کا کوئی بدچلنی کرتا تو اسکا جرمانہ کمپنی سے لیتے پھر جب اس سے بڑھ کر خرابی پیدا ہوتی کہ یہ آزاد تاجر ڈچ کو یا پرتگیز کو تکلیف پہنچاتے تو وہ اُس جرمانہ کو جو مداخلت بیجا کرتا مع اُسکے آدمیوں کے ڈبو دیتے اور اس فیکٹری کو جس کو وہ مضر سمجھتے بالکل غارت کر دیتے ایسے زمانے میں کہ انگریزی تجارت کو اپنے ایسے دشمنوں سے لڑائی لڑنی پڑتی کہ اُس کو مشرقی بازاروں سے خارج کر سکتے تھے یہ امر ناگزیر تھا کہ صرف ایک ہی کمپنی ہو جسکی سٹیٹ پشت پناہ ہو اور وہ سب کو خارج کر کے اس کمپنی کو فرمانِ تجارت عطا کرے جس کے سبب سے وہ اپنے سرمایہ تجارت پر کارفرمائی کر سکے اور اپنے قوت و زور کو کام میں لا سکے۔ ان سب صفات میں سترہویں صدی کے بڑے حصے میں ڈچ اور سب قوموں پر سبقت لے گئے تھے اس کی کل رعایا ایک کی ایک ہی جماعت جہازرانی اور تجارت کے لیئے تھی۔ ڈچ کمپنیاں درا اصل سیاسی سے

مربوط تھیں چونکہ ہولنڈ کے اکثر باشندے تاجر و جہاز راں تھے انکی تجارتی پولیسی بہت
مستحکم و استوار اور مستقل تھی +

سترہویں صدی کے بڑے حصے میں ایشیائی تجارت میں ہولنڈ کو تفوق حاصل رہا۔
اُس نے مشرق میں اہل پرتگال کا قبض و دخل و عمل بہت کم کردیا تھا نہایت منتخب مقامات
میں اُس نے اپنی تجارت گاہوں کو قائم کرلیا جب انگلنڈ میں کروم ویل کی زبردست
حکومت ہوئی تو انگریزوں نے بھی پھر اپنا جاہ و منصب حاصل کیا۔ سنہ ۱۶۵۲-۵۴ء کی لڑائی
میں دو نوری پبلک (ہولنڈ و انگلنڈ) کی پولیٹکل و تجارتی حسد نے عروج پایا۔ ایسٹ انڈیا
کے تاجروں نے جنکا تکلیف پہنچنا عداوت کا بڑا سبب تھا۔ کروم ویل سے اجازت
حاصل کی کہ وہ ایشیا میں ایک جنگی مسلح بیڑا ڈچ سے لڑنے کے لیئے روانہ کریں جو ان کے
جہازوں کو بحر ہاے ہند میں غارت کر رہے تھے۔ سنہ ۱۶۵۴ میں ڈچ و انگلنڈ میں عہدنامہ
لکھا گیا جسکے موافق انگریزوں کو ان نقصانات کا معاوضہ ملا جو ایمبوینا میں ڈچ کی خونریز
کاموں سے ہوا تھا اور بحر ہائے ہند میں انگریزوں کی تجارت کی تجدید ہوگئی۔ اگرچہ ایشیا
میں انگریزوں کے ساتھ ڈچ کی عداوت اور ان کے کاموں میں مداخلت بیجا کم ہوگئی
مگر وہ کسی طرح موقوف نہیں ہوئی۔ کروم ویل کو نقد روپیے کی سخت ضرورت تھی جب لنڈن
کمپنی نے بہت روپے نذرانہ کے اس کے روبرو پیش کیئے تو اس نے ان کو بھی سند تجارت
دیدی۔ ڈچ کی قوت پھر بڑھ گئی اور انہوں نے آزاد تاجروں کو جو انگریزی کمپنیوں کے تاجروں کے
علاوہ تھے آسانی سے شکار کیا۔ ایسٹ انڈیا میں ڈچ کے پاس جنگی سامان بہت سا اور
بحری لشکر وافر تھا۔ انہوں نے عہدنامہ کے برخلاف انگریزی ایجنسیوں کو بڑا دق کیا
انہوں نے انگریزوں کو ایشیا کی مشرقی کناروں سے خارج کردیا۔ سیلون پر قبضہ کرلیا۔
جاوا میں انگریزوں کا صدر مقام بنٹم تھا اس کو محصور کرلیا اور پھر سپائس آئی لینڈس میں بھی
انگریزوں کی بیخ کنی کے لیئے بڑا روپیہ لگایا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۶۵۸ میں ہندوستان میں
شاہجہاں کی وفات کے سبب سے اس کے بیٹوں میں آپس میں لڑائیاں شروع ہوئیں
جس کے سبب سے تجارت میں خلل پڑا اور کمپنی کی دار الاقامتیں بری جوکھوں میں پڑیں لیکن

سنہ ۱۶۶۱ء میں اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں پر فتح حاصل کرکے ملک میں امن امان قائم
کیا اور اپنی سلطنت جمائی جو مدت درازتک رہی اسی زمانہ میں انگلنڈ میں چارلس دوم
اپنی سلطنت پر بحال ہوا۔ اس واقعہ نے انگلنڈ کے پولیٹکل تعلقات بالکل بدل دیئے
اور تجارت کے نظام میں اثر عظیم پیدا کیا کمپنی تو یہ چاہتی تھی کہ اُسکے اختیارات وسیع
ہوں اور چارلس دوم یہ چاہتا تھا کہ انکے چاٹر (فرمان) موجودہ میں سے کروم ویل کا
نام مٹ جائے پس اُس نے کمپنی کو ایک نیا فرمان عطا کیا ان کو اختیار دیدیا کہ وہ
جس قوم سے چاہیں رزم وآزرم کریں بشرطیکہ وہ عیسائی نہ ہو۔ حالانکہ درحقیقت کمپنی
کی آزاررساں دشمن عیسائی قومیں تھیں۔ پرتگال انگریزوں کی استعانت کا خواہاں ہوا کہ
وہ اپنے مشرقی قبض دخل کو حاصل کرے جو سپین کے ماتحت کے رہنے کے عرصہ میں اس کے
ہاتھ سے نکل گیا تھا جو کچھ اس میں سے باقی رہ گیا تھا ڈچ کی مخالفت سے بچائے اس عہد و
پیمان سے انگریزوں کے ہاتھ بڑا بیش قیمت جزیرہ بمبئی کا ہاتھ لگ گیا سنہ ۱۶۶۱ء میں اس کو اہل پرتگال
نے انگریزوں کو دے دیا لیکن پرتگیزوں کو انگریزوں سے جیسی حسد تھی ایسی ہی ڈچ سے دہشت
تھی اس لئے چند سال کے اندر بمبئی پر قبضہ ہوا سنہ ۱۶۶۹ء میں لندن کمپنی کے قبضہ میں بمبئی اور
سٹیٹ ہلینا آئے سنہ ۱۶۶۱ء میں چارلس دوم نے لندن کمپنی کو ایسٹ انڈیا میں کل انگریزی
تجارت حوالہ کی اور اسکو لیسنس (اجازت نامہ) دیا کہ وہ اپنے سکے جاری کرے عدالت کا
انتظام کرے اور ناجائز تجارت کرنے والوں کو سزا دے اور ان ملکوں میں غیر عیسائی سٹیٹس سے
انکے صلح وجنگ کرنے کے اختیار کو اور زیادہ استوار کردیا۔ اس نے کروم ویل
کے مشہور جہاز رانی کے قانون کو اختیار کیا کہ جہازوں اور جہاز رانوں کو اختیار
ہے کہ وہ کل اسباب تجارت جس سے انگلنڈ کا مبادلہ ہو لادکر جہاں چاہیں لے جائیں
یہ ڈچ پرزٹ نہ لگاتا تھا وہی بحری تجارت یوروپ کے اسباب کی لیجانے والی تھی۔
پس اس طرح سے انگلنڈ کے مخازن تجارت جمع کئے گئے اور انکا انتظام کیا گیا تاکہ اپنے
دیرینہ سرکش دشمنوں سے برابر کا مقابلہ کریں اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ ایشیا میں تجارت
کی اقامت کے لیئے ان زمانوں میں کمپنیوں کو ٹھیکہ دینے کا قاعدہ ضرور تھا اسکے بغیر

تجارت نہیں چل سکتی تھی۔ غیر عیسائی سلطنتوں میں انگلستان کے سفیر نہیں رہتے تھے کہ وہ
سکے قائم مقام ہوتے۔ انگلستان کی گورنمنٹ کسی اکیلے تاجر کی یا ایک جہاز کی نسکاتیں سنتی نہ تھی
دنیا میں انگریزوں کا قتل عام ہونا ایک مثال ان بے احتیاطہ ترکیبوں کی ہے جو تجارت
کے رقیبوں کے درمیان دور دراز ملک میں تھیں بغیر سرمایہ کثیر کے کسی بحری و بری فوج کا سامان
نہیں ہو سکتا تھا نہ کوئی اسکا کار فرما مقرر ہو سکتا تھا اور جب تک کوئی کمپنی تجارت اپنے
ملک کے آدمیوں پر دور دراز کی اقامت میں انتظام کے لئے حکومت نہ رکھے تو نہ وہ گھر
میں مؤثر ہو سکتی ہے نہ محفوظ باہر رہ سکتی تھی۔ یہ سب باتیں جب ہی حاصل ہو سکتی تھیں۔
کہ کمپنیوں کو تجارت کا اجارہ و ٹھیکہ دیا جائے۔ جب ایسٹ انڈیا کی تجارت کا یہ
انتظام کیا گیا تو اسپر ڈچ کو بہت غصہ آیا۔ اور جب ڈنکرک۔ فرانس کے ہاتھ بیچا گیا جسکے
سبب سے فرانسیس تنگ بحیروں میں پہنچ گئے تو ڈچ اور چونک پڑے۔ مشرقی معاملات
میں ڈچ اور انگریزوں کے درمیان جھگڑے بڑھتے گئے اور وہ زیادہ سخت ہوتے گئے۔
ڈچ نے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ وہ اپنی ایشیائی تجارت میں انگریزوں کو روکیں اور انکی مداخلت
کو بالکل دور کریں۔ لوئی چہاردہم کو اسکے وزیر کول برٹ نے ملک کی ترقی دولت و تجارت کے
لئے ترغیب دیکر فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور وہ دوسرے سال ہولنڈ کے ساتھ شریک
ہو گئی کہ انگریزوں سے لڑے۔ ڈچ اور انگریزوں میں جو بحری لڑائی تھی اس نے دونو قوموں کو
ضعیف کردیا اور ان دونو قوموں کو یوروپ اور ایشیا میں فرانس کی طرف سے بھی دغدغہ
لگا ہوا تھا اس لئے ۱۶۶۷ء میں بریڈا کا صلحنامہ لکھا گیا جس سے تجارت کے باب سب جھگڑے
طے ہو گئے۔

باب دوم

یوروپ و ایشیا میں پولیٹکس کے اثر و تعلقات (۱۶۶۰-۱۷۰۰ء)

فصل دوم۔ (یوروپ کے معاملات کی کیفیت)

مغربی تین بحری قومیں انگلش۔ ڈچ۔ فرنچ۔ میدان تجارت میں ایک دوسری کی رقیب تھیں

اس میں سے ایک دوسرے کی ترقی کو نہیں دیکھ سکتیں اور ہر ایک بحریا و ایشیا میں
تجارت میں سبقت لیجانا چاہتی تھی۔ سپین و پرتگال بہت پیچھے ہٹ گئے تھے اس زمانہ
میں ایسٹ انڈیا میں انگلش کمپنی کے کارخانہ یہ تھے۔ بانٹم کی پریسیڈنسی مع
میکیسر۔ اور مجمع الجزائر ہند کے اور مقامات اور ساحل کارومنڈل و خلیج بنگال میں قلعہ
سنیٹ جارج مع کوٹھیوں کے اور ساحل مغربی پر بمبئی۔ سورت اور اسکے ماتحت اور مقامات
ہند کے اس سمت میں یہ امر بڑا عظیم الشان ہے کہ ابتدا میں مشرق میں انگلینڈ کی
کامیابیاں زیادہ تر فرانس کی اغلاط پر اور مغرب میں ہولنڈ کی بدنصیبیوں پر منحصر
ہیں۔ اس زمانہ میں غیر سلطنتوں کے ساتھ انگلنڈ کے تعلقات غیر منفصل تھے اور انمیں
ایچ پیچ عجیب پڑے ہوئے تھے۔ ۱۶۶۵ء میں ہولنڈ اور انگلنڈ میں آپس میں لڑائی
تھی۔ ۱۶۶۶ء میں ہولنڈ سے فرانس ملگیا لیکن ۱۶۶۸ء میں انگلنڈ و ہولنڈ اور سوئڈن۔
تینوں ملکر فرانس کے برخلاف ہو گئے ۱۶۷۲ء میں ہولنڈ پر فرانس اور انگلنڈ ملکر
حملہ آور ہوئے۔ اس طرح جو جلد جلد ٹھاٹھ بدلے گئے اس کے اسباب ایک درجہ تک
ایشیائی تجارت سے بھی مربوط تھے۔ سترہویں صدی کے شروع سے انگلنڈ کی بیرونی
پولیسی میں شرقی تجارت عنصر اعظم اور گراں وزن بھی تھی۔ کبھی لنڈن کے تاجر پارلیمنٹ
میں اپنے اثر رکھنے سے محروم نہیں کیئے گیئے۔ جب کوئی بزدل پولیسی اختیار کی جاتی
تھی تو اُس میں انکا دخل بھی ہوتا تھا مگر یوروپ میں اس قومی غرض اعظم کا درست
اور ٹھیک ہونا مشکل تھا۔ اس میں بہت جلد جلد سلطنتوں کے تعلقات کی الٹ پلٹ
ہوتی تھی ۱۶۶۱ء و ۱۶۷۸ء کے درمیان جب انگریزی تجارت بڑھ کر بہت قوی ہو گئی
تو ایشیا میں انگریز اپنے رقیب مخالف ڈچ سے تجارت میں سربرآوردہ ہو گئے یوروپ
میں انگریزوں اور ڈچ میں آپس میں اتحاد تھا تاکہ فرانس زیادہ زبردستی سے ملک
ستانی نہ کر سکے۔ مشرق میں انگریزوں کی تجارت کے لیئے ہولنڈ کی قوت کو زیر کرنا بڑا
ضروری تھا مگر انگریز مغرب میں ہولنڈ کے سہارا دینے میں اپنی بڑی غرض رکھتے تھے
ایشیا میں تجارت کی ترازو یوروپ کی پولیٹکل ترازو سے مطابقت و موافقت نہیں

رکھتی تھی - انگلش کو یہ مشکل پیش تھی کہ اگر وہ ڈچ کو فرانس کے برخلاف سہارا دیتے تو وہ انکو
ایشیا سے نکال باہر کرتے اور اگر وہ فرانس کے ساتھ برخلاف ہولنڈ کے ہوتے تو ایک بحری
قوت کو شکستہ کر کے دوسری بحری قوت کو انکی جگہ قائم کرتے جو پہلے سے زیادہ دہشتناک
تھی - اسوقت فرانسیسی بڑھے ہوئے تھے - ۱۶۶۵ء میں فرانسیسی کمپنی نے ایسٹ انڈیاس کے
واسطے ایک بڑا تیار کیا اور ہولنڈ سے لڑنے کے لیئے ۱۶۷۲ء میں انگلنڈ اور فرانس میں اتحاد تھا
کہ ایک فرانسیسی بحری سپاہ ڈی لاہے کے ماتحت ہندوستان کو روانہ ہوئی سیلون
میں ترنکوٹلی کے عمدہ بندر میں آنکر بیمی اور مدراس کے قریب سینٹ تھومی پر قبضہ کیا -
اس طرح ساحل کورومنڈل پر فرانسیس کا پہلی دفعہ نمودار ہونا انگریزوں کو خار معلوم ہوتا تھا
مگر انگریزوں کی شائستگی اور تہذیب کا تقتضا یہ نہ تھا کہ وہ اپنے دوست فرانسیسیوں سے
مقابلہ کرتے - مگر دوسری صدی میں تو اس ساحل پر فرانسیسیوں سے انگریزوں کی خوب
لڑائیاں ہوئیں - پیچھے ان دونو مقامات کو ڈچ نے فرانس سے لے لیا -

۱۶۵۲ء اور ۱۶۷۲ء کے درمیان سترھویں صدی میں تین لڑائیاں تجارت یا کولونی کے سبب سے
ہوئیں - کروم ویل کے زمانہ میں تکالیف کے رفع کرنے کے لیئے ڈچ سے ایشیا میں جھگڑا ہوا -
یہ غلطی ہے جو عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چارلس دوم ۱۶۷۲ء میں ہولنڈ پر اس سبب سے حملہ آور
ہوا کہ فرانسیسیوں نے اسے رشوت دی تھی اور وہ رومن کیتھولک کے ساتھ ہمدردی رکھتا تھا
اوسکی دوستی فرانس کے ساتھ گھر (انگلنڈ) میں بے شک اس لیئے تھی کہ انگلنڈ میں مذہبی آزادی
ہو جاے مگر باہر لڑائی اس سبب سے تھی کہ وہ ہولنڈ کی تجارت کا نشو و نما نہیں چاہتا تھا
ڈچ کے امریکہ اور ایشیا میں بہت سے جھگڑے ہوئے جنکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا دونو قومیں ایشیا کے
معاملات سے مربوط تھیں اس کے بار بار انہیں جھگڑے ہوتے تھے اسپر بڑا مباحثہ ہوتا تھا
کہ آیا انگریزوں کو ہولنڈ کو غارت کر کے فرانس سے زیادہ فائدے حاصل ہونگے یا نہیں
سترہویں صدی کے آخر میں دو بحری قوتیں جنسے انگلنڈ کو مشرق میں خوف تھا وہ آپس
میں لڑنے لگیں اور جب انمیں صلح ہوئی تو ہولنڈ ضعیف ہو گیا تھا فرانسیس کو ب ڈینج کے
صلاح سے ایسٹ انڈیاس میں لڑے تھے تو ڈچ نے اوّل اوّل فرانسیسیوں کو بہت

نقصان پہنچایا تھا - خلاصہ یہ ہے کہ فرانسیسی اور ڈچ آپس میں لڑائیاں لڑ لڑ کر ناتوان ہو گئے
جس کے سبب سے انگریزوں کو بہت فائدہ حاصل ہوا اور ایشیائی فتوح و تجارت میں متواتر
آہستہ آہستہ سب سے آگے پیش قدمی کی +

اس زمانہ سے ایسٹ انڈیا کی تجارت کو بڑا فروغ ہوا اور ہندوستان کے سواحل پر
انگریزوں کا قدم اچھی طرح جم گیا - ۱۶۸۵ء میں ایسٹ انڈیا کام کرنے کے مقامات صدر مغربی
سمت میں سورت سے بمبئی میں منتقل ہوئے - ۱۶۹۲ء میں چیف بنگال ایجنسی ہگلی سے کلکتہ میں
منتقل ہوئی - جزیرہ نمائے ہند کے مشرقی کناروں پر مدراس مرکزی مقام ہوا اس کمپنی کے
کے آخر دو سٹورٹ کے خاندان کے بادشاہوں نے بڑی فیاضانہ امداد کی ہے اور اسکی
استحکام اقامت کے لیئے سپاہ سے کمک کی اور بڑے بڑے فرمان عنایت کیئے - پس یہ
تینوں مقامات بڑے بڑے جو بعد ازاں پریسیڈنسی شہر ہو گئے - برٹش سلطنت کے
قائم ہونے کے چاروں سمتوں میں مرکز تھے - ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۸۷ء میں اپنا انتظام
آزادانہ شروع کیا اپنے مقامات کے گرد حصار بنائے اپنے سکے جاری کیئے غرض اپنی
حدود میں ایک خود مختار سلطنت جمائی اس نے ہندوستانی سپاہ اسلیئے بھرتی کی - کہ
فرمانوں کے موافق جو انکو حقوق ملے تھے انکی محافظت کرے اور جو کوئی اسپر حملہ کرے اسکو
رفع کرے اور مقامی حاکموں میں یا چھوٹے چھوٹے رئیسوں میں جو آپس میں لڑائیاں ہوں تو
انہیں اپنے ہاتھوں سے کسی کا طرفدار ہو کر لڑے - یہی نیا انتظام تھا کہ ان پراگندہ تجارتگاہوں
نے آخر کو انگریزوں کی ایک سلطنت عظیم الشان بنادی - یہ بات ہند میں مغلوں کی سلطنت
کے ضعیف ہونے کے سبب سے پیدا ہوئی -

فصل دویم - معاملات ہند

جس زمانہ تک مغلوں کی سلطنت میں ایسا زور رہا کہ وہ اپنی سرحد کے دور دراز
ملکوں میں انتظام رکھتا تھا اور اسکا اثر سمندر کے کناروں تک پہنچتا تھا انگریزی
سوداگروں کو لائیسنس دیئے جاتے تھے کہ وہ نکاسی کے مال کے محصولوں کے لیئے

احاطے بنائیں اور زمینیں جو اونکو عطا ہوئی ہیں آنپر اپنی فیکٹریاں یعنی تجارت کی کوٹھیاں تعمیر کریں اسلیئے انگریزی سوداگر اطمینان خاطر سے رہتے تھے روپیہ دیکر بعض حقوق خرید تھے جنسے اپنا روپیہ وصول کر لیتے تھے - مگر جب دور کے اضلاع مغلوں کی سلطنت کی ٹھیک کے ساتھ مطیع نہ رہے تو دکن میں مرہٹوں کے سردار سیواجی نے سر اٹھایا اور کرناٹک پر حملہ کیا اور مغربی ساحل کی جانب بالائیں بالکل تسلط پایا جسمیں اہل یوروپ کی بندرگاہیں اور دار الاقامتیں داخل تھیں - سنہ ۱۶۶۴ع میں اسنے سورت سے اور پرتگیزوں کی کولونی یعنی نوآبادی سے بڑا بھاری ڈنڈ لیا مغلوں کے حکام کوئی معتمد حفاظت نہیں کر سکتے تھے افغانستان میں سرکشی و بغاوت برپا ہوئی تھی اورنگ زیب کی توجہ اس طرف بٹ رہی تھی اس نے بڑے زور شور سے طول طویل فوجکشی کی - مگر وہ بالکل کسی کے فرو کرنے میں کامیاب نہیں ہوا - جب وہ دکن کی طرف پھر کر آیا تو اوس نے اپنے دشمنوں کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں پہلے کی نسبت زیادہ زبردست ہو گئے ہیں سیواجی کے مرنے کے بعد سنہ ۱۶۸۰ع میں سکا بیٹا سنبھاجی مسند نشین ہوا جو بادشاہ دہلی سے برگشتہ تھا - بادشاہی سپاہیں بتدریج متواتر لڑائیوں سے تھک گئیں - دشمن ایک جگہہ جمکر لڑتا نہ تھا کہ لڑائی کا فیصلہ ہوتا وہ بھاگتا پھرتا جسکے تعاقب میں بادشاہی فوجوں کو بے فائدہ سرگرداں ہونا پڑتا اور شہنشاہ اپنے دار السلطنت سے مدت سے دور کی فوج کشیوں میں مصروف تھا - اورنگ زیب نے ہندوستان کے جنوب مغرب میں گول کنڈہ و بیجاپور کی سلطنتوں کو برباد کر دیا تھا - جو بہر بیچ مرہٹوں کی سرکشی و فتنہ انگیزی کی مزاحمت کرتی تھیں اب لڑائی وبا کی طرح پھیل گئی - جب ہندوستانی علداری کے پاؤں اکھڑ چکے پہر دیسیوں نے اپنی دار الاقامتوں میں اپنے پاؤں جمائے کمپنیونکو بمجبوری اپنی محافظت خود مختاری کے لیئے زیادہ جدوجہد کرنی پڑی - جب اعلیٰ درجہ کی بادشاہی کی حکمرانی کے انجر پنجر ڈھیلے ہوئے تو دور کے اصولوں پر اسکا قبض و تصرف ڈھیلا ہوا - اور مقامی عدم جوابدہی سے مقامی مفسدے کھڑے ہوئے - سوداگروں سے بے قاعدہ استحصال زر بالجبر ہونے لگا اور ماتحت اہلکاروں نے حرص سے ڈنڈ لینے شروع کیئے جن سے سوداگروں کی مستحکم محافظت اور باقاعدہ حمایت نہیں ہو سکتی تھی - سوداگر دار السلطنت میں بادشاہوں کے وزیروں سے جو معافی و استحقاق حاصل کرتے تھے اسپر بحری بندرگاہوں میں

کچھ لحاظ و پرواہ نہیں کیا جاتا تھا اور اس بے پروائی کی کچھ سزا نہیں دی جاتی تھی ایسی حالت میں انگلش کمپنی نے بعد تفکر و تبحث یہ یقین کیا کہ ڈچ کی کامیابی بالاضافت سلامتی جیسی کہ پہلے پرتگیزوں کو حاصل تھی اس عمل پر مبنی ہے کہ اپنے مقامات پر قبضہ کرکے کھلم کھلا اُن کو مستحکم بنائیں کہ ہم بادشاہی مرضی سے بالکل بے تعلق ہیں اور ہمسایہ کے اہلکار اور خود مختار اپنی خود مختاری سے جو استحصال زر بالجبر لینے کرتے ہیں اُن کا کافی مقابلہ کریں اُنکو اپنے اختیار کا ادعا بالکل ساحل بحری پر مقصور تھا اور اُنکا مقصود سوا اسکے کچھ اور نہ تھا کہ اُن کی تجارت سلامت رہے لیکن انگریزوں نے بہت جلد یہ امر تحقیق کر لیا کہ ابھی وہ وقت بہت دُور ہے کہ ہندوستان کی زمینوں پر اجنبی قوموں کا پھریرا پھہرائے مُغلوں کی سلطنت ہنوز مغربی کنارہ پر نہیں پہنچی تھی کہ پرتگیزوں نے وہاں اپنے کارخانے جما لیئے تھے اور ڈچ نے زیادہ تر جزیروں میں اپنے تئیں آزاد بنا لیا سترھویں صدی میں گو مُغلوں کی سلطنت کو گھن لگ گیا تھا مگر ہنوز وہ ایسے ضعیف نہیں ہوئی تھی کہ اپنا اثر سواحل بحر تک کچھ نہ پہنچا سکتی ہو ۔ ۱۶۸۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے شہنشاہ ہند سے لڑائی کا اشتہار دیا مگر اس بیدھڑک حرکت سے اُن کی جان پر آبنی ہوتی مگر یہ اُن کی بلند اقبالی تھی کہ سنبھاجی پکڑا گیا اور مارا گیا جس کے سبب سے جنوب و مغرب میں سارے ہند و مفسدہ پردازی پر جمع ہوگئے اور مسلمان بادشاہ کے دشمن ہوگئے اور بادشاہ سے سرکش و باغی ہوگئے بعد ازاں بادشاہ لڑائی کے جال کے پھندوں میں اور فتنہ انگیزوں کے ساتھ لڑنے میں ایسا مصروف ہوا کہ اُس کو فرصت ہی نہیں ملی کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مصروف ہوتا کہ تاجروں کی یہ کمپنیاں کیا کر رہی ہیں ۔ سوا اسکے بادشاہ پاس کوئی باقاعدہ بحری جنگی سامان بھی نہ تھا کہ وہ غیر قوموں کے جہازوں کو روک سکتا ۔ اِن قوموں کے ساتھ دشمنی کرنے سے آمدنی محصولات میں بھی نقصان آرہا تھا ۔

جسوقت تک کہ مُغلوں کی سلطنت کا عروج رہا کسی غیر قوم کا مقدور نہ تھا کہ وہ ہندوستان کی ایک چپہ بھر زمین پر بھی اُکھڑا اُکھڑا قدم اپنا جما سکے مگر جب اُس کے کمال پر زوال آیا تو ہندوؤں نے سرکشی اور بغاوت کرکے مُغلوں کی سلطنت چھین لی اور اُس کا حال روز بروز ابتر و بدتر ہوتا گیا ۔ ہندوستان میں طوائف الملوکی ہوگئی ۔ اِن میں سب سے زیادہ ایسٹ انڈیا کا اقبال چمکا ؛

باب سوم

ایسٹ انڈیا کمپنی کا استحکام ۱۶۹۰ء سے ۱۷۰۲ء تک

فصل اول ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت کی حالت اور وقعت

رھویں صدی کے آخر میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت تکلیف اُٹھاکر اپنی محض تجارت
حالت کو بدل کر ایک خود مختار گورنمنٹ کی صورت پیدا کی۔ مغلوں کے زوال سلطنت سے
پنی کی تجارت دُگنی جوکھوں میں آگئی اور اُس کو بڑی بے اطمینانی ہوگئی۔ اُس کے ہمسایہ میں
ٹ و پکار کا بازار گرم رہنے لگا۔ جس سے کمپنی کو اپنے لُٹ جانیکا اندیشہ رہنے لگا۔ متواتر اُن
ے محصولوں کی زیادہ ستانی ہونے لگی۔ مداخلت بیجا کرنے والے تاجروں کی مداخلت بیجا کا خوف
ہنے لگا اور یورپ کے حریف اور رقیب قوموں کے حملوں کا ڈر رہتا تھا۔ اُنھوں نے بہت
چ بچار کر یہ تدبیر نکالی کہ اپنے تئیں ہندوستانیوں کی حکومت سے آزاد کیجیئے۔ اُس کے ایجنٹوں
ے اپنی یافت کے اضافہ کے لیئے اہتمام کیا۔ ۱۶۹۰ء میں کمپنی نے لکھا کہ ہماری یافت کی افزائش
سی کہ ہماری تجارت پر منحصر ہے ایسی ہی ہماری حزم و احتیاط پر موقوف ہے۔ جب ہماری تجارت
ں بیش اتفاقات رخنہ انداز ہوں تو اُن کے روکنے کے لیئے ہمکو فوج رکھنی چاہیئے اور ہم کو
ندوستان میں ایک قوم بننا چاہیئے۔ غرض اب انگریزوں کے دماغ میں حکمرانی کی بُو سمائی وہ تجارت
ے فائدوں سے زیادہ فرمانروائی کی قدر شناسی کرنے لگے۔ مدراس اور بمبئی میں انگریزوں کے حصار
ر قلعے اچھی حالت میں تھے اُن کی سپاہ میں چند اہل یورپ کے سوا اور اکثر آرمنی و عرب و حبشی
ر دو غلے پرتگیز تھے۔ بنگال میں جو بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا وہ خود بڑا ضیق میں تھا اس نے
پنی کے ایجنٹ کو اجازت دیدی کہ کلکتہ میں حصار بنالے جہاں انگلستان کے بادشاہ حکمران کے
ام پر فورٹ ولیم بنایا گیا۔

۱۶۸۵ء میں اُنھوں نے اپنے تمام دارالاقامتوں میں باقاعدہ انتظام کیا اور یہاں کے لیئے انگلینڈ

میں بڑی سپاہ تیار کی اور بادشاہ جیمز کا حکم حاصل کیا کہ کمپنی کے گورنر کو اختیار دے کہ جہاں چاہے ہندستان میں صلح و جنگ کرے - بادشاہ نے سر جان چائلڈ کو یہ احکام دے کر بھیجا کہ ہندوستان کے عہدہ داروں کے ہاتھوں سے جو کمپنی کی تذلیل ہوئی ہے اور نقصان پہنچے ہیں اُن کے وہ معاوضوں اور انتقام کے لیئے مغلوں کی گورنمنٹ سے لڑنا شروع کرے اگرچہ اُس وقت مغلوں کی سلطنت بر سر زوال تھی مگر وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حملوں کو اپنے غرور کے آگے کب خاطر میں لاتی تھی - مغربی ہندوستان میں بادشاہ کی حکومت سے لڑنے پر کمپنی نے کمر بستہ کی - اس میں بڑی ہزیمت پائی - اُن کی سپاہ سے اورنگزیب کچھ دور فاصلہ پر نہ تھا - بمبئی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپاہ میں پندرہ گورے اور ہندوستانی سپاہ تھی - گورنر اپنے قلعہ اور شہر میں محصور ہو گیا اور حبشی شیدیوں کے بیڑے نے اُسکا ناک میں دم کر شرقی بنگال اور شمال شرقی سمت میں ابھی جو مہمات جنگ کی گئیں اُن میں انگریزوں کو فاش شکست ہوئی فیکٹریوں کوٹھیوں پر حملے ہوئے جسکے سبب سے اُن کو تھوڑے دنوں کے لیئے چھوڑنا پڑا - شہنشاہ ہند نے حکم صادر فرمایا کہ مدراس سے انگریز نکال دیئے جائیں - یہاں کے پریسیڈنٹ پاس قلعہ میں پندرہ گورے سپاہی اور دو نیلے پرتگیز تھے جب انھوں نے یہ سُنا کہ جنوب کی طرف بادشاہی لشکر آتا ہے تو اُن کا دم نکل گیا -

۱۶۸۹ء میں سر جان چائلڈ مر گیا - وہی کمپنی کی پولیسی جنگ کی جان تھا - اورنگزیب پاس کمپنی نے بڑی عاجزانہ عرضی اپنے معافی قصور کی بھیجی - شہنشاہ نے اپنے کرم و رحم سے کمپنی کا قصور معاف کر دیا کورٹ ڈائرکٹرز اس قسم کی عرضی بھیجنے پر کمپنی سے خفا و ناراض ہوئے مگر یہاں بجز اس عرض کرنے کے کوئی اور کمپنی کو چارہ نہ تھا -

آیندہ دس سالوں میں سلطنت مغلیہ کا اور بھی زوال ہو گیا اُس کو بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اورنگزیب کے ایک بیٹے نے ایران سے کمک لیکر ہندوستان پر حملہ کیا - میسور - کرناٹک - دکن کے بڑے بڑے صوبے جب تک اس کے فرمان رہتے کہ ایک لشکر جرار اُن کے سر پر موجود ہوتا - اور اورنگزیب بہت بوڑھا ہو گیا تھا - اُس سے سب ڈرتے تھے مگر جانتے تھے کہ وہ اب آفتاب لب بام ہے اُس کے بعد ایک انقلاب عظیم برپا ہوگا - سلطنت مغلیہ کی ایسی حالتوں نے یورپ کی قوموں کا جو ہندوستان میں رہتی تھیں حوصلہ بڑھا کہ وہ اپنی محافظت کے لیئے ایسا سامان مہیا کریں کہ

جو خود مختار عہدہ داران شاہی کی جور وجفا اور سرکش سرغنوں کی رہزنیوں اور ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے
اور آپس میں ایک دوسرے کی لڑائی سے محفوظ رہیں - یورپ میں ۱۶۹۰ء سے ۱۶۹۷ء تک
لڑائی برابر جاری رہی - فرانسیسوں نے انگریزوں کے آہنی جہازوں کو جو انگلینڈ جاتے تھے بہت
نقصان پہنچایا - ایک دفعہ تو انگریزوں کا سارا بیڑا گرفتار کرلیا - ڈچ انگریزوں کی ترقی سے جو مشرق میں
ہوئی تھی اپنے دیرینہ حسد میں کمی نہیں کرتے تھے گو کہ یورپ میں انگلینڈ کے بڑے وفادار دوست تھے -
۱۶۹۸ء میں ہندوستان میں ایک اور دوسری ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا رخ روشن دکھایا جسکے
سبب سے کمپنی کے اندرونی معاملات میں بڑے بڑے الجھیڑے پڑے - اگرچہ ہر کمپنی کے سر پر انگریزی پھریرا
پھراتا تھا مگر وہ آپس میں ایک دوسرے کو غارت کرنا چاہتے تھے - ہر کمپنی شہنشاہ ہند کے دربار میں اپنا
رسوخ پیدا کرنے کے لیئے ایلچی و میانجی بھیجتی تھی - اور چاہتی تھی کہ شہنشاہ ہند ہم ہی پر زیادہ مہربان
ہو - صوبہ داروں کا یہ حال تھا کہ کبھی ایک کمپنی پر کبھی دوسری کمپنی پر مہربانی کرتے تھے - اِس نئی
انگلش کمپنی نے گورنمنٹ کو بیس لاکھ پونڈ کا تمسک لکھدیا کہ اُس کو تجارت کا فرمان ایسا ملجاوے کہ صرف
وہی تجارت کیا کرے -

اِس تمسک سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا میں تجارت کے اندر کیسی منفعت کثیر ہوتی ہوگی اور
لندن کے سرمایہ داروں کو اِس تجارت پر کیا کچھ اعتماد تھا کہ وہ اپنی بڑی بڑی دولتوں کو بیدھڑک
لگادیتے تھے -

سترہویں صدی کے آخر میں سر ولیم ڈاندی نینٹ نے مشرقی تجارت کی عظمت وشان
کی وسعت کی بابت ایک مضمون لکھا ہے - اس زمانہ میں تجارت کے باب میں
اُس کی تحریر کی برابر کسی اور کی تحریر مستند نہیں سمجھی جاتی - وہ ایسٹ انڈیا کی تجارت کی نسبت
لکھتا ہے کہ اگر یہ تجارت کسی ایک ملک کے اختیار میں آجائے تو وہ ساری تجارتی دنیا کے قوانین
بنا سکتا ہے - اگر ہمارے ہاتھ سے ہند کے معاملات تجارت نکلجائیں تو ہمارا اجنبی ملکوں کے ساتھ کام
کاج بیوپار آدھا رہجاوے - اگر ہماری یہ تجارت جاتی رہے تو ہم سمندر کی حکمرانی سے بالکل محروم ہو
جائینگے اسواسطے کہ غیر ملکوں کی تجارت ہی بڑے بیڑے کو برقرار رکھ سکتی ہے اگر غیر ملکوں کے ساتھ
ہماری تجارت منتہائی وسعت پر جبتک وہ پہنچ سکتی ہے پہنچ جاوے تو ہم ہر قوم سے خواہ کوئی ہو بیچ بیپار

بیوپار کرسکتے ہیں اور ہم رومیوں کی ہمسایہ ایک وسیع سلطنت کے مالک اور قوانین کے معدن اور خزانہ وقوت کے مخزن اور ایک وسیع ملک کے ملکی بن سکتے ہیں۔

بعض انگریزی تاریخوں میں مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ چند منتشر تجارتی بندرگاہوں سے ایک سلطنت عظیم الشان کا پیدا ہونا ایک ایسا منظر ہے کہ جس کی کوئی وجہ نہیں بیان ہوسکتی اور نہ وہ پہلے کبھی دیکھنے میں آیا۔ یہ ان مورخوں کی لاعلمی اور عامیانہ جاہلانہ خیال ہے اسکی وجوہ بھی بیان ہوسکتی ہیں اور اُس کی مثال بھی دیجاسکتی ہے۔ ہم اس مضمون کو کہیں اور بیان کرینگے۔ انگریزی سلطنت بڑی مضبوط جڑوں سے پیدا ہوئی ہے انگریزوں نے اپنی بڑی دانائی اور ہوشیاری سے مشرقی تجارت میں مغربی قوموں پر فوقیت حاصل کی ہے۔ ڈچ نے پرتگیزوں سے اور انگلش کمپنی نے ڈچ سے یہ سیکھ کر اپنی سلطنت جمائی کہ اپنے دارالاقامتوں کو مستحکم قلعے و حصار فصیل بناکر ایسے استوار کیجیے کہ وہ اپنی آپ حفاظت کریں اور جو ملک حاصل کیجیئے اُس کو ایسی حالت میں نہ رہنے دیجیئے کہ وہ کسی مشرقی فرمانروا کا عطیہ معلوم ہو بلکہ اُس کو ایسا بڑھائے کہ وہ یورپ کے بادشاہ کا زیر فرمان معلوم ہو۔

فصل دوم ایسٹ انڈیا کمپنی متحدہ

ہم نے اوپر ایک جدید ایسٹ انڈیا کمپنی کا ذکر کیا ہے جسکے قدیم ایسٹ انڈیا کمپنی سے سخت لڑائی جھگڑے ہوئے۔ جنوری ۱۷۰۲ء میں لندن کی وہ دونو ایسٹ انڈیا کمپنیاں ایک ہوگئیں اور انھوں نے اپنا سرمایہ یکجا کردیا اور اپنے اپنے تجربوں کو شامل کرلیا غرض دونو ملکر ایک ایسی بڑی زبردست کمپنی ہوگئی جسنے جنوبی ایشیا میں اپنے مقام کو بڑا مستحکم بنالیا۔ یہی وہی کمپنی ہے جس نے آیندہ ۱۵۵ برس تک انتظام سلطنت کیا اور اُسکے پشت پناہ شہر لنڈن بنا جس سے زیادہ کوئی دولتمند شہر دنیا میں نہ تھا اور جس میں بحری تاجر اتنے رہتے تھے کہ کسی اور شہر میں نہیں رہتے تھے۔ اِس کمپنی پر انگلش گورنمنٹ نے مہربانی اور شفقت کی روپیہ سے اُس کی اعانت کی اور ملک کی پولٹکس میں تاجرونکی جماعتوں نے دخل کو بڑھایا۔ گھر (انگلینڈ) کے اندر کمپنی کے صدر مقامات محفوظ و مامون تھے اور گھر سے باہر دارالاقامتیں حصاروں و قلعوں و فصیلوں سے مستحکم و استوار تھیں اور جہاز مسلح تیار تھے اور فرامین شاہی اُس پاس موجود تھے کہ وہ ہندوستان میں رزم و آرزم کے لیے فوجوں کو بھرتی کرے۔ غرض

کمپنی میں اپنی آپ محافظت کرنے کی قابلیت اور اپنے مقامات سے آگے پیش قدمی کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور پریشان مشرقی سلطنت کے فوجداروں اور صوبہ داروں سے مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی۔ غرض ایک چھوٹی سی جماعت کے ہاتھ ایک مسلح تجارت تھی کہ جس نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کرکے سلطنت عظیم الشان قائم کرلی اور اپنی قوم کو یہ فائدہ پہنچایا کہ سب رقیبوں کو ہند سے نکال کر اُسپر قبضہ دلایا۔ انگلینڈ اور ہند کے درمیان ایک سمندری راہ حائل تھی جو چھ مہینے میں طے ہوتی تھی یہ بات ہندوستانی سلطنت جمانے میں بڑی مفید اس سبب سے ہوئی کہ ہندوستان کے سب معاملات یہیں سے طے ہوجاتے تھے (قصۂ زمین برسرزمین) اُنمیں یوروپ کے پولی ٹکس کو کچھ دخل نہوتا تھا

جب سب جگہ سلطنت مُغلیہ پر تنزل و بربادی کی گھٹا چھائی تو پہلے سے یہ بات صاف ظاہر نظر آتی تھی کہ یوروپ کی زبردست دارالاقامتیں جو ہند کے کناروں پر ہیں اپنی حدود کو بڑھائیں گیں اور اپنی آزادی کو مستحکم کریں گیں۔ سنہ ۱۶۷۲ء میں ایک نامور حکیم دولیٹر نے فرانس کے شہنشاہ لوئی چہاردہم کو اچھا اور سچا مشورہ دیا تھا کہ ہولینڈ پر حملہ نہ کرے اور مصر کو تسخیر کرے وہ ایشائی سلطنت عظیم پر چڑھنے کا ایک زینہ ہوگا۔ اُس نے یہ بھی سچ کہا تھا کہ مشرقی سلطنتوں کا تنزل اب زیادہ دنوں تک پردہ اختفا میں نہیں رہ سکتا۔ اِن میں یقینی ہندوستان سب سے زیادہ ضعیف ہے مگر وہ جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ دولتمند و مُتمول ہے۔ ہندوستان کے فوجدار و صوبہ دار حکام آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کا ناک میں دم کر رہے تھے وہ کبھی تجارت کی کوٹھیوں پر متوجہ نہیں ہوتے تھے الا اُس وقت کہ رُوپیہ کی زیادہ قلّت اور امداد کی ضرورت ہوتی تھی۔ ہندوستان کی عالیشان سلطنت کے اکثر زبردست اولوالعزم جو قوت میں بڑھتے جاتے تھے اِن کمپنیوں سے اِمداد کے طالب اپنی محافظت کے لیئے اور اپنے مخالفوں کے مغلوب کرنے کے لیئے ہوتے تھے اِسطرح ہندوستانی خود غیر قوموں کے لئے ہندوستان کا دروازہ بجائے بند کرنے کے کھولتے تھے۔ ایسی حالتوں سے اِن نتیجوں کا پیدا ہونا ظاہر تھا۔ ایک یہ کہ غیر قوموں کی کمپنی کی طاقت بالاستقلال جبتک

بڑھتی جائے کہ وہ یورپ کے ساتھ رسل رسائل و آمد رفت پر اعتماد رکھے۔ دوم یہ ان کمپنیوں کو ایشیا کی تجارت کی حسدیں اور یورپ کی قومی عداوتیں جو بڑھتی جاتی تھیں آپس میں خوب لڑوائیں۔ آخر کار یہ بات پہلے سے کہی جاسکتی تھی کہ یہ قومیں جو آپس میں مٹ بھیڑیں کرنے لگیں اُن میں سے جو قوم کہ یورپین دشمنوں کو مغلوب کرے گی وہ ہندوستانی دشمنوں سے ذرا خوف نہیں کریگی اور وہ ہندوستان میں اپنے متصل کے صوبوں پر تسلط بے کھٹکے بڑھاتی چلی جائیگی اس زمانہ تک فرنچ اور انگلش کی پولیسی اس معنی کر بعینہ تجارتی تھی کہ وہ ہند کے کناروں پر اپنے پاؤں جمانے کے لئے اپنی ساری تدابیر اور کارروائیاں محض تجارت کی اغراض کی نظر سے کرتی تھی۔ مگر اب وہ زمانہ عنقریب آپہنچا کہ کمپنی کی حالتوں میں زور اور ہندوستان کی گورنمنٹوں میں ضعف آگیا تو اُن دونو قوموں میں رقابت کے جوش بڑے زور شور سے اُٹھنے لگے۔ اور اُس پر یہ اور طرّہ ہوا کہ یورپ میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان آتش جنگ مشتعل ہوئی اسطرح تجارت کی رقابت میں وہ مخاربت شامل ہوئی جو پولیٹکل علوئیت کے حاصل کرنے کے لئے کی جاتی تھی۔ بیس برس تک اِن دو دُور دراز یورپین قوموں کا میدان جنگ دکن رہا۔ یہ تماشا دیکھو کہ یورپ میں آسٹریا کی تخت نشینی کے لیئے جھگڑا نظام حیدر آباد کی وارثوں کی فریقوں کی طرفداری کا بہانہ بن گیا غرض فرانس اور انگلینڈ میں بحری عظمت و شان کی علوئیت حاصل کرنے کے فساد و عناد میں ہند کے معاملات اُلجھ گئے۔ جب اِن لڑائیوں اور فسادوں میں انجام کار فرانس انگلینڈ پر غالب آیا تو پھر اُس کے لیئے ملکوں کی فتح کرنے کے لئے دروازہ کھُل گیا اور اُس کی سلطنت و تسلط کو استحکام حاصل ہونے لگا۔ انگریزوں کو اپنے باپ دادا سے بڑا میش بہا ورثہ یہی ملا کہ اٹھارھویں صدی میں ایشیا میں اُن کی سلطنت قائم ہوگئی

باب چہارم

فرنچ اور انگلش ایسٹ انڈیا کمپنیاں

فصل اول ہندوستان کی حالت (۱۷۰۷ سے ۱۷۴۰) تک

۱۷۰۷ء میں اورنگزیب نے وفات پائی تو ہندوستان کا انتظام بگڑا۔ خاندان تیموریہ میں

یہ بات غیر معمولی تھی کہ جب بادشاہ مرے تو اُس کے جانشین کے واسطے اُس کی اولاد میں لڑائی جھگڑے پیدا ہوں اور اُن میں جو زبردست دانشمند اپنے رقیبوں کو مغلوب کرلے اور اپنی بادشاہی لیاقت کو ثابت کردے وہ بادشاہ ہو جائے۔ مگر اورنگ زیب کے بعد جو اُس کی اولاد میں تخت نشینی کے لئے رزم پیکار کے ہنگامے برپا ہوئے اُن میں اُس کی اولاد میں سے ایک میں بھی بادشاہی کے لئے اہلیت ایسی نہ دکھائی دی کہ وہ باپ کا جانشین ہوتا اور اُس کی سلطنت کو بندوبست کرکے سنبھال لیتا۔ سوائے اس کے مرہٹوں نے بڑی شورش کر رکھی تھی اُن کے گروہا گروہ متوسط و شمالی اضلاع میں لُوٹ مار کرتے پھرتے تھے دکن میں نظام نے جُدا اپنی آزاد سلطنت قائم کر رکھی تھی۔ ہندوستان کا سب سے زیادہ زرخیز صُوبہ بنگال ایک عالی ہمت بلند حوصلہ افغان کے قبضہ میں تھا۔ پنجاب میں سکھوں نے سر اُٹھا رکھا تھا۔ اودھ میں بادشاہ کے ایک عُہدہ دار نے اپنے خاندان کی سلطنت کا ڈول ڈال رکھا تھا۔ اور دُور دراز کے اضلاع میں اور غاصب سلطنت خودسر ہو رہے تھے غرض کہ سولھویں صدی میں جس سلطنت کو بابر نے قایم کیا تھا اُس کے اورنگ زیب کے بعد اِس طرح حصے بخرے ہوئے تھے۔ جب سلطنت مُغلیہ کا عروج تھا تو کابل اور قندھار بھی اُس کے صُوبے تھے مگر وہ اورنگ زیب کے آخر ایّام سلطنت میں ہندوستان کی سلطنت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد کا برقرار رکھنا ہندوستان کے امن و امان کے لئے ضروری ہے جب ہندوستان کے ہاتھ سے افغانستان نکل گیا تو وسط ایشیا سے ہندوستان پر حملے ہونے لگے اورنگ زیب کی وفات سے تیس سال بعد نادرشاہ ایک بلند اقبال ایرانی سپاہی ایران کی بادشاہت کو غارت کرکے خود بادشاہ بنا اور ہندوستان پر سپاہ عظیم ساتھ لے کر اُس نے چڑھائی کی دہلی میں قتل عام کیا اور بادشاہ کی کل دولت کو چھین کر سندھ کے پار لے گیا۔ جب نادرشاہ اپنے خیمہ میں مارا گیا تو اُس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے افغانستان کو فتح کرکے ۱۷۴۸ء میں پنجاب کو لے لیا۔ جنوب و مغرب و وسط میں مرہٹوں کا طوفان برپا تھا جو مُلک کو غارت و تباہ کئے دیتا تھا۔ وہ سرزمین جس میں بابر نے طوائف الملوکی کو مٹا کر اپنی ایک سلطنت قائم کی تھی اب پھر اُس میں طوائف الملوکی ہو رہی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب

کے مرنے کے بعد سلطنت مغلیہ کے تنزل کا آغاز ہوا اور روز بروز اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہونے شروع ہوئے - جو بادشاہ ہوا ملک داری سے غافل اور عیاشی و نفس پرستی میں کامل ہوا بھانڈوں نقالوں مسخروں شاعروں نے اسے سلطنت کے کام کا نہ رکھا۔ آخرکار کوئی وارث ہندوستان کی سلطنت کا نہ رہا۔ اس لاوارث شے کے سب طرف سے خواہاں پیدا ہوئے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے جو سلطنت ہند کا حال کیا وہ ظاہر ہے۔ نادر تخت طاؤس کو اڑا کر لے گیا خزانہ شاہی میں پھوٹا بادام نہیں چھوڑا۔ ہر طرف ملک میں شور و شر اور فتنہ فساد پیدا ہوا ایک طرف راجپوتوں کی جنگجو قوم سلطنت لینے کے لئے کمر باندھ کر کھڑی ہوئی دوسری طرف پٹھانوں نے سر اٹھایا رہیل کھنڈ کو دبا لیا سکھوں نے ایک اپنی نئی ریاست قایم کر لی۔ جمنا کے آس پاس جاٹوں نے جدا ہی اپنا ڈنکہ بجایا - پھر ان سب کا مرہٹوں نے سر کچلا۔ ہر رئیس مرہٹوں کے نام سے کانپتا تھا انھوں نے سلطنت مغلیہ کا کوئی حصہ اپنی لوٹ مار سے خالی نہیں چھوڑا۔ جہاں کسی گاؤں میں ان کا نقارہ بجتا گیا وہاں سے آدمی بال بچوں کو لیکر جنگل میں بھاگتے اور شیر و چیتے کے پڑوس کو ان وحشی درندوں کی پرچھائیں سے بہتر سمجھتے یہ سب کچھ ہو رہا تھا اسپر طرہ یہ تھا کہ سلطنت مغلیہ کے ناظم بھی جہاں جہاں حکومت رکھتے وہاں خود بادشاہ بن بیٹھے - ظاہر میں اطاعت سلطنت کا اقرار کرتے تھے اور بادشاہی خلعت اور خطاب کو اپنی عزت سمجھتے تھے - مگر حقیقت میں وہ اپنی جگہ میں خود مختار تھے بادشاہ کے فرمانبردار نہ تھے - وفاداری کی رسن کو اپنی گردن سے بالکل جدا رکھتے تھے بیچاری رعایا کا کوئی سر دھرا نہ تھا - پولٹکل طوفانوں کے جھوکوں میں ادھر ادھر ماری پڑی پھرتی تھی - جس صاحب ہمت الوالعزم سے اس کو توقع ہوتی کہ وہ ہمارے جان و مال کی محافظت کریگا اس کی اطاعت کرتی - وہ پولٹکل انتظام جس میں وہ مدتوں تک رہی تھی بالکل شکستہ ہو کر معدوم ہو گیا تھا -

فصل دوم فرنچ اور انگلش دکن میں سنہ ۱۷۱۵ - ۱۷۴۹ء

اس زمانہ میں ہندوستان میں سب جگہ شور و شر فساد و عناد برپا تھا پولٹکل اکھاڑے

میں دو پہلوان قومیں انگلش و فرنچ کشتی لڑنے کے لئے اُتریں۔ اٹھارہویں صدی کی
شروع میں بحری مہمات کی بڑی بڑی روئیں بھی شروع ہوئیں تھوڑا سا اُن میں تنزل
آیا تھا مگر پھر وہ یورپ سے بڑی اَوج موج کے ساتھ سمندر پار اُتریں اور اُنھوں نے
اپنی لہروں پر اُن دو نو قوموں کے جہازوں کو رواں کیا جنھوں نے اپنے مقابلہ میں سب
یورپین رقیبوں کو بہت پیچھے ہٹا دیا تھا۔ پرتگیز جو اس راہ کے اول موجد تھے وہ بہت
پیچھے ایک مقام پر نچلے استادہ تھے۔ ڈچ جو اُس کے قدموں پر چل رہے اور اُنھوں نے
پرتگیزوں سے اُن کی تجارت و مملکت کا بڑا حصہ چھین لیا تھا اُن کی قوت بھی اس سبب
سے شکستہ ہوگئی تھی کہ اس کے مُلک ہولینڈ پر فرانسیسوں نے متواتر حملے کئے تھے اس
سبب سے انگریزوں کو اب بحری تجارت کے پُرانے رقیب سے فراغت حاصل ہوگئی تھی
ڈچ نے اِن اضلاع میں وہ جھگڑے ہی کرنے چھوڑ دیئے تھے جو وہ اپنی علویت اور فوقیت
حاصل کرنے کے لیئے کرتے تھے اُن کی بڑی تجارت گاہیں یہاں سے منتقل ہو کر جنوب مشرق
میں مسی لون۔ جاوا۔ بورنیو۔ سپالیس آئی لینڈس میں چلی گئیں تھیں ۱۷۲۸ء میں ڈینیر
(ڈنمارک والے) ایسٹ انڈیا کمپنی بھی بالکل معدوم ہوگئی تھی۔

۱۷۲۲ء میں آسٹریا کے شہنشاہ نے نذرلینڈس کے اہل آسٹریا کے تاجروں کو فرمان عطا
کیا تھا جسکے موافق اوسٹنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی مجاز تھی کہ وہ تجارت کرے جہازوں کو مسلح کرے
قلعے تعمیر کرے اور ہندوستان کے سلاطین وامرا سے عہد و پیمان کرے جس سے اُن
قوموں کو خوف پیدا ہوا جو بحری تجارت کرتے تھے۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ ہولینڈ نے مل کر
اُس کو لڑائی کے ایسے ڈراوے دکھائے کہ شہنشاہ آسٹریا صُلح کرنے پر راضی ہوگیا اُس نے
اس کمپنی کو بالکل دبا دیا۔ فرانسیس بتدریج ہندوستان میں اپنے قدم مستحکم جمائے جاتے
تھے اگرچہ ۱۷۱۳ء میں متواتر یورپ میں لڑائیوں کے سبب سے کمزور ہوگئے تھے مگر پھر تیس برس
تک لیا امن و امان کا زمانہ آیا کہ اس کے سبب سے پھر اُن کی اولوالعزمی جوش میں آئی ہانڈی
کڑھی میں اُبال آیا۔

ایک مدت دراز تک جو امن امان رہا تو فرانس میں لوگوں کو روپئے سے منفعت حاصل

کرنے کے خیالات کا خبط دماغ میں سمایا جس کے سبب سے اُن کی ایسٹ انڈیا کمپنی انقلابات
میں مبتلا ہوئی مگر پھر سنبھلتی گئی بحر ہند پر اٹلی کی تجارت کی پھر جلد ترقی ہوگئی۔ ۱۷۱۵ء میں
فرانسیسوں نے بڑے جزیرہ موریشیس پر قبضہ کیا جسکو ہولینڈ والوں نے چھوڑ دیا تھا۔ پھر
انگریزوں کے ہمسایہ میں جنوب مشرق میں ساحل ہند کارومنڈل پر پانڈیچری یا پھولچری
میں اپنا دارالاقامت مقرر کیا اِس میں اُن کے گورنر رہنے لگے اُنھوں نے اِس شہر کو ایسا
آباد کیا کہ ستر ہزار آدمیوں کی آبادی ہوگئی۔ اِس میں کمپنی کے اول گورنر لی نوئر اور ڈیو ماس
مقرر ہوئے جنھوں نے بڑی لیاقت و دانش سے کمپنی کے کاموں کا انصرام کیا۔ ۱۷۴۲ء میں
ڈیو ماس کی جگہ پونڈیچری میں بڑا صاحب لیاقت گورنر ڈیوپلے مقرر ہوا اُس نے پہلے دریا
ہگلی کے کنارے پر چندرنگر میں فرانسیسی کوٹھی مقرر کی اُس کو اس شہر میں سارے سول اور
ملٹری اختیارات حاصل تھے اُس نے اپنی عقل دور اندیش سے اِس کمپنی کے کاموں کو بہت
رونق دی۔

اب ہندوستان کی تجارت سے منفعت اُٹھانے کے لیئے دو رقیب انگلش و فرانسیس تھے
جنھوں نے اپنے پہلے رقیبوں کو اِس قابل نہیں رکھا تھا کہ وہ اُن کے مقابلے میں آتے۔
اٹھارہویں صدی کے وسط میں مشرق و مغرب میں ان دونوں قوموں میں تجارت میں رقابت
اپنے معراج پر پہنچی تھی۔ دُنیا میں بحری تجارت میں ہندوستان کی تجارت کی برابر کہیں اور
منفعت نہ تھی۔ اِس میدان میں یہ دو قومیں آپس میں برسر مقابلہ آئیں۔ اور اِن دونوں
قوموں میں ایسی رقابت تجارت نے پولیٹیکل رقابت کی صورت اختیار کی کہ تجارت سے
سلطنت حاصل کرنے کے دونو قومیں منصوبے کرنے لگیں۔

سنہ ۱۷۴۰ء تک ہندوستان میں یہ دونو رقیب کمپنیاں اپنے کاروبار کو دوستانہ کرتی رہیں
ہر ایک قوم کی کمپنی ساز و سامان میں برابر تھی اور صرف اپنی تجارت سے مطلب و غرض رکھتی
تھی۔ اُن صُوبوں اور ضلعوں کے اندرونی معاملات سے اُس کو کچھ سروکار نہ تھا جنکے اندر
وہ اقامت رکھتی تھیں۔ فرانس کی ایسٹ انڈیا کمپنی بالکل اپنے بادشاہ سے تعلق رکھتی تھی وہ
سلطنت کی قرضدار تھی اسی پر اُس ہر کے کل کاروبار کا مدار تھا ۱۷۲۳ء میں بادشاہ نے اُس کے

ڈائرکٹر مقرر کیئے اُنھوں نے کمپنی کے کاموں میں وہ مداخلت کی جسکے سبب سے کمپنی کو کہنا پڑا کہ گورنمنٹ ہی کی مداخلت سے ہماری ساری کم بختیاں آئیں - اب اِس کے برخلاف انگلش کمپنی گورنمنٹ کی قرضدار نہ تھی بلکہ اُس نے خزانہ شاہی کی بڑی امداد روپیہ قرض دیکر کی تھی - وہ گورنمنٹ کے محکموں کی مہربانی کی محتاج نہ تھی - وہ خود پارلیمنٹ میں اپنا اختیار و وثوق رکھتی تھی وہ اپنے معاملات کی خود ہی جوابدہ تھی - اُس نے اپنے کاموں کے لیئے ایک گروہ آزمودہ کار منتظموں کا پیدا کر لیا جو غیر ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور بڑے بڑے دولتمند تاجروں کے گروہ کو اپنا معاون و پُشت و پناہ بنا لیا تھا -

مغلوں کے وسط سلطنت میں تباہی آ رہی تھی وہ دُور دُور کے صُوبوں کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتی تھی - اِس لئے اُن میں حد سے زیادہ بدنظمی پھیلتی جاتی تھی - بنگال کی کوٹھیوں کی نسبت دکن کی کوٹھیاں زیادہ آزاد تھیں اُن کی گردن میں بادشاہ کی اطاعت کی رسن نہیں پڑی ہوئی تھی - ہندوستان کے مغرب میں مرہٹوں کا بڑا زور شور تھا سمندر کے کنارہ کے اضلاع اُن ہی کے زیر فرمان تھے وہ اِن تاجر کمپنیوں کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے - جنوب مشرقی ساحل کورومنڈل پر پونڈیچری فرانسیسی کمپنی کی اور مدراس انگلش کمپنی کی دارالاقامت تھے - یہ دونو مقام ہتیاروں اور فصیلوں اور حصاروں سے خوب مستحکم و استوار تھے - یہ دونو دکن کے ایک بڑے صوبے کرناٹک میں واقع تھے -

شہنشاہ دہلی نے دکن کا حاکم آصف جاہ نظام الملک کو مقرر کیا تھا اُس نے یہاں ایسی خودمختاری اختیار کی کہ دربار شاہی کے کان کھڑے ہوئے - اُس کے یہاں سے اُکھیڑنے کے لیئے یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے اُس کو دہلی طلب کیا مگر وہ کچھ دُور جا کر ایک سپاہ عظیم الشان کے ساتھ واپس آیا اور جو شخص اُس کا قایم مقام مقرر ہوا تھا اُس کو شکست دی اور آپ خود مختار فرمانده ہو گیا - کرناٹک میں سعادت اللہ خاں نے اپنی حکومت جمائی تھی جب وہ مر گیا تو اُسکے وارثوں میں جانشینی کے واسطے فساد عظیم قایم ہوا نظام نے اس فساد کو تھوڑے دنوں کے لیئے رفع کر دیا - جسکے سبب سے انگلش اور فرانسیس کے دارالاقامتوں کے گرد ہندوستانی رعایا ضعیف ہو گئی - ۱۷۴۴ء میں یورپ میں فرانس اور انگلینڈ میں جنگ کے اشتہار کی خبر ہندوستان

میں آئی تو دونو کمپنیوں پر ایک صدمہ پہنچا - اِس تجارت ہی کے سبب سے اِن دونو قوموں میں سرزمین ہند میں تیغ زنی شروع ہوئی اور اٹھارہ برس تک جاری رہی جب میدان جنگ سے ایک جنگ آزما ہتیار ڈال کر بھاگ گیا تو جنگ موقوف ہوئی -

سالہ ۱۷۴۱ء میں ڈیو پلے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کا ڈائرکٹر مقرر ہوا - اب وہ اِس عہدہ پر مقرر ہوا تھا جسپر پہلے دو بڑے صاحب لیاقت نیک سیرت افسر مقرر ہو چکے تھے اُنھوں نے حسن تدبیر سے ہندوستانی امراء سے ایسا میل جول برتاؤ رکھا تھا کہ ماہی و کاریکل صُلح کے ساتھ اہل فرانس کے قبضہ میں آگئے تھے - ہندوستانیوں کو اُنپر ایسا اعتبار تھا کہ جب کرناٹک میں مرہٹوں نے اُودھم مچائی اور ۱۷۴۰ء میں اُسپر حملہ کیا تو مسلمان اُمراء و روساء کے اہل و عیال نے پونڈیچری کی دیواروں کے اندر پناہ لی اور اپنے مال و دولت کو وہاں لیجاکر بچایا - مگر فرانسیسوں نے ابتک اپنی تجارت کی وسعت و عافیت کی حدود سے آگے اپنے مقاصد کے لئے قدم نہیں نکالے تھے - مگر اب اِن کا حاکم بڑا عالی حوصلہ اولوالعزم دانشمند فرزانہ بے چین طبیعت کا آیا اِس نے اپنی کمپنی کو دلیری و دلاوری کے کاموں کی طرف متوجہ کیا - اس نے اپنی عقل دُور اندیش سے پہلے ہی سے دیکھ لیا کہ جب یورپ میں فرانس اور انگلینڈ کے درمیان لڑائی ٹھنگئی تو ہندوستان کی کمپنیوں کی عداوتوں کی آگ کے شعلے بڑے اُونچے اُٹھیں گے اِس لئے اُن کے بجھانے کی یہ تدبیریں کیں کہ اپنے ہمسایہ کے ہندوستانی والیان مُلک سے عہد و پیمان کرنے شروع کئے اور اپنے لیئے بادشاہی خطاب حاصل کیا - اپنی صُورت بھی مسلمان امراء سلاطین کی سی بنائی وہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے پولیٹکل نظام میں کوئی جگہ فرانسیسی کمپنی کو بھی ملجائے - اُس نے اپنے سارے جنگی کارخانوں کے ساز و سامان کو خوب دُرست کیا پونڈیچری کی بُرج و فصیل و حصار کو ایسا مستحکم و اُستوار کرنا شروع کیا کہ اگر اُسپر سمندر کی طرف سے اتفاقیہ حملہ ہو تو وہ اُس کا مُقابلہ خُوب کر سکے -

پیرس سے کمپنی کے ڈائرکٹروں کا حُکم اس پاس آیا کہ وہ محافظت کے سامان میں خرچوں کو موقُوف کرے اور کمپنی کے قرضوں کو ادا کرے اور تجارت کی طرف متوجہ ہو تو بھی وہ اپنے کاموں سے باز نہیں آیا -

۱۷۴۴ء میں یوروپ میں انگلینڈ اور فرانس کے درمیان جنگ کا اشتہار دیا گیا یہ جنگ ہی اس فیصلہ کی ابتدا تھی کہ جنوبی ایشیا میں ایک سلطنت عظیم کے مالک انگریز ہو نگے یا فرانسیس اس جنگ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے جیسی کہ بعض مورخ سمجھتے ہیں کہ وہ ساحل کورومنڈل پر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے اور ہندوستانی والیان مُلک کے ساتھ سازشوں اور دوستیوں کے سبب سے تھی بلکہ وہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالی تھی کہ ان دونو قوموں میں کُل سمندروں پر کسکی حکومت میں فوقیت حاصل ہوگی۔ فرانس اور انگلینڈ میں جو پچاس برس تک جنگ جاری رہی جسکی ایک شاخ ہندوستان میں تھی وہ اِن کی کمپنیوں کی لڑائی تھی۔ اس میں جو انگریزوں کو فتحیابی ہوئی اُس نے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرانسیسوں پر یوروپ میں انگریزوں کا فتحیاب ہونا اصلی سبب ہندوستان میں اِن کی سلطنت جمنے کا ہے ہندوستانی والیان ملک کے ساتھ آمیزش وآویزش اس سلطنت عظیم الشان کا سبب نہیں ہے

باب پنجم

ہندوستان میں فرانسیسی ڈوپلے کے تا تحت

فصل اول فرانس اور انگلینڈ کے درمیان جنگ

۱۷۴۴ء میں فرانس اور انگلینڈ کے درمیان آتشِ کارزار گرم ہوئی اور اسکا اثر بجلی کی طرح دونو ملکوں کے مختلف علاقوں میں آگ لگانے کے لیئے پھیل گیا۔ لارڈ بورڈنیز موریشس میں تھا اور اس کے پاس ایک بیڑا تیار تھا کہ وہ انگریزوں کی تجارت پر یا اُن مقامات پر جو ہندوستان میں اُن کے پاس تھے حملہ آور ہو۔ لیکن فرنچ کمپنی نے اِس اُمید میں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی یوروپ کی لڑائیوں سے علیحدہ رہے اُسکے بیڑے کو روکے رکھا کہ ۱۷۴۵ء میں پونڈچیری پر انگریزی کا بیڑا نمودار ہوا۔ اِس شہر کے برج وبارہ فصیل وحصار بالکل تیار نہ ہوئے تھے اِن کے تیار کرنے کی فرصت کی غرض سے ڈوپلے یہ چال چلا کہ اُس نے نواب کرناٹک کو دم دہا سے دیکر یہ حکم نافذ کروا دیا کہ اُس کی عملداری میں فرانسیسی اور انگریز لڑنے نہ پائیں۔ انگریزوں نے اس

ممانعت کے حکم کا پاس و لحاظ کیا اور مدراس کے حکام نے انگریزی کمانڈر کو کہدیا کہ وہ اپنی حملہ آوری کو موقوف رکھے - موسم ایسا طوفان خیز تھا کہ کمانڈر کو سمندر کے کنارے پر سے اپنے بیڑے کو دُور لیجانا پڑا - لیکن جب سال دوم میں یہ انگریزی بیڑا پھر آیا تو اس کی مُٹ بھیڑ فرانسیسی بیڑے سے ہوئی جو مورشس سے آتا تھا - اب انگلش کمپنی کی باری آئی تھی کہ وہ نواب کرناٹک سے وہی درخواست کرے جو فرانسیسیوں نے کی تھی مگر نواب کو وہ رشوت خاطر خواہ نہ دیسکے وہ خود بھی اس وقت امین نہ تھا اور یہ ممکن بھی نہ تھا کہ وہ سمندر کے کنارہ پر اُن دونو بیڑوں کو لڑنے سے باز رکھ سکتا یا ایک دوسرے کو اُن کی کوٹھیوں پر گولہ زنی نہ ہونے دیتا - اِن دونو بیڑوں میں لڑائی ہوئی اور اس کا کچھ فیصلہ نہ ہوا کہ کسکو فتح ہوئی اور کس کو شکست - انگریزی بیڑا سیلون کو چلا گیا - لورڈی نیز نے خشکی میں دو ہزار سپاہی اُتارے - اور مدراس کو خشکی اور سمندر کی طرف سے گھیر لیا - انگریزوں نے مدراس فرانسیسوں کو اس شرط سے حوالہ کیا کہ جب وہ تاوان جنگ ادا کریں تو مدراس کو پھر لے لیں - مگر یہ قرارداد ڈیوپلے کی مرضی کے برخلاف تھی - اُس نے اِس بات کو خوب دل میں ٹھان لیا تھا کہ ہندوستان میں فرانسیسوں کی سلطنت کی بنیاد مستحکم نہیں ہو سکتی کہ یہاں سے انگریزوں کی بالکل بیخ کنی نہ ہو - اُس نے اسپر اصرار کیا کہ مدراس کی بنیاد تک اُکھاڑ کر پھینک دی جائے - کرناٹک کے نواب نے بھی اُسکی طرفداری کی اور اس لڑائی پر اُسکو بڑا غصہ آیا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کی عملداری میں وہ ہوئی - اُس نے یہ درخواست کی کہ مدراس میرے حوالہ کی جائے - ڈیوپلے نے اُس کو مدراس حوالہ کرنے کا اقرار کر لیا - اس معاملہ میں شد و مد کے ساتھ جھگڑا ہو رہا تھا کہ لابورڈی نیز کا بیڑا طوفان سے تباہ ہوا - تباہی سے جو جہاز بیچے اُن کو لیکر مورشیس روانہ ہوا - فرانسیس کو مدراس پر قبضہ دلایا گیا اور انگلش سے یہ اقرار کرا کہ اگر تین مہینے کے اندر انگریز تاوان جنگ ادا کر دیں تو مدراس اُنکو واپس دیا جائے -

اب ایک اور عظیم الشان سانحہ سُنیئے کہ ڈیوپلے پاس تین ہزار فوج تھی - اُس کے پاس گورنمنٹ فرانس نے ایک مخفی مراسلہ بھیجدیا تھا کہ ہرگز ہرگز انگریزوں کو مدراس واپس نہ دینا اُس کی نیت میں کبھی یہ نہیں آیا کہ وہ مدراس سے ہاتھ اُٹھا کر اُس کو نواب کو دے یا انگریزی کمپنی کو حوالہ کرے جب نواب نے مدراس کا محاصرہ کیا تو ڈیوپلے نے ہندوستانی سپاہ کو اپنی فرانسیسی سپا

سے ایک ہی حملہ میں ایسا نوک دُم بھگا دیا کہ سارے کرناٹک میں فرانسیسونکی شجاعت و بسالت
کی دھاک بندھ گئی۔ یہ پہلی ہی لڑائی تھی جو ہندوستانی اور فرنگستانی لشکروں میں ہوئی تھی جس
میں فرانسیسی سپاہ نے ہندوستانی سپاہ کو ایسا تُرت پھرت تتر بتر آسانی سے پریشان و پراگندہ کر دیا
کہ سب پر ہندوستانی سپاہ کی قلعی کھل گئی کہ وہ فرنگستانی سپاہ کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں
رکھتی۔ فرنگستانیوں کے دلوں سے اہل اسلام کی ہیبت حسام بالکل اُٹھ گئی۔ اِس فتح کے بعد
ڈیوپلے نے اُس وعدہ کو ایفا نہیں کیا کہ انگریزوں کے ساتھ مدراس کے واپس کرنے کا کیا تھا۔
اُس نے کمپنی کے سارے اسباب کو چھین لیا اور مدراس کے انگریزی گورنر اور افسروں کو اپنے سپاہیوں
کی حراست میں قیدیوں کی طرح پونڈچیری میں لے گیا کہ اُس کی فتح کی شان و شکوہ کو لوگ دیکھیں
اور بہت سی سپاہ لیجا کر اُس نے انگریزوں کے قلعے سینٹ ڈیوڈ کو گھیر لیا۔ اِس قلعہ نے جنگ خوب مقابلہ
کیا کہ انگریزوں کا ایک زبردست بیڑا اُس کی حمایت کے لئے آن پہنچا۔ اب ہوا نے رُخ بدلا۔ اِس
بیڑے نے قلعہ کے محاصرہ کو زبردستی اُٹھا دیا اور اُس کی عوض میں پونڈچیری کا محاصرہ کر لیا مگر
اِس محاصرہ میں انگریز ایسے ہی ناکامیاب رہے جیسے کہ فرانسیسی قلعہ سینٹ ڈیوڈ میں ناکام رہے
تھے۔ انگریزوں نے یہ محاصرہ بڑی طرح کیا تھا اور فرانسیسوں نے اسکا مقابلہ اچھی طرح کیا۔
انگریزوں کو بہت نقصان اُٹھا کر محاصرہ چھوڑنا پڑا۔

سنہ ۱۷۴۹ء میں ہندوستان میں خبر آئی کہ انگریزوں اور فرانسیسوں میں یوروپ میں صلح ہو گئی
اِس کے سبب سے یہاں اِن دونو قوموں میں لڑائی موقوف ہوئی۔ فرانسیسوں نے انگریزوں
کو مدراس واپس کیا اور اُس کی عوض میں انگریزوں نے شمالی امریکہ میں لوئس برگ واپس دیا۔
ہندوستان کے ساحل سمندر پر ایک چھوٹے سے حصے میں پاس پاس کے مقامات میں جو اِن دونو
میں تُرت پھرت چھیڑیں ہوئیں اُن کا ماحصل یہ ہوا کہ ہندوستانیوں کے دلوں میں فرانسیسوں
کی علوشان و بلند مرتبگی پیدا ہو گئی اور ڈیوپلے کی اولوالعزمی عالی ہمتی بڑھ گئی کہ وہ کسی ہندوستانی
والی ملک کو اپنی سپاہ سے ایسی امداد کر سکتا ہے کہ پھر کوئی ہندوستانی سپاہ اُس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ نواب کرناٹک کے وارثوں میں آپس میں لڑائیاں سارے کرناٹک میں پھیل رہی تھیں
اُن کے ایک فریق سے وہ بھی آمیزش کے لئے مراسلت کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہمسایہ کے والیان ملک

کے دلوں میں اپنی قواعد داں سپاہ کو جسکی شجاعت میدان جنگ میں ظاہر ہو چکی تھی خوف بٹھاتا تھا اور انگریزوں کو ذلیل کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ دکن میں فرانسیسی سلطنت قائم کرنے کے لیئے اپنی پولٹیکل ذہانت و فطانت سے ایک راہِ مستقیم نکالتا تھا۔

ڈوپلے وہ شخص تھا کہ جسکے سبب سے ہندوستان میں سلطنت بدلی ہے۔ سب سے پہلے وہی اس بات کو سمجھا تھا کہ سلطنت مُغلیہ کی عمارت ڈھا ڈھو کر ایک مغربی سلطنت کی بنیاد اُسکی جگہہ بخوبی پڑ سکتی ہے۔ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ ہندوستان کے والیان ملک کی بڑی سے بڑی فوج تھوڑی سی مغربی قواعد داں فوجکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ ہندوستانی سپاہ مغربی قواعد سیکھکر ولایتی افسروں کے ماتحت مغربی سپاہیوں کے برابر کام دیسکتی ہے۔ اُسکے ذہن میں یہ بات بھی اچھی طرح آگئی تھی کہ اگر اہل یورپ میں سے کوئی اس جگہ حکومت کرنی چاہے تو اُس کے حق میں سب سے بہتر یہ تدبیر ہے کہ کسی والئ ملک کو کاٹھ کی پُتلی کی طرح اپنے ہاتھ میں لائے اور پھر اُسے جسطرح چاہے نچائے۔ وہ ساحل کورومنڈل کے اتفاقات کی نسبت رائے مستقیم رکھتا تھا۔ جو موقع اُس کو ہاتھ آتا تھا اُس میں درست کام کرتا تھا مگر ایک امر میں وہ غلط فہم تھا جسکا آگے ذکر آتا ہے۔

اس وقت دکن کے کُل اضلاع میں مُغلوں کی سلطنت کا نام تک باقی نہیں رہا تھا۔ کُل سلطنت آپس کے فسادوں اور لڑائیوں سے خاک میں مل چکی تھی۔ مرہٹوں کا یہ کام تھا کہ وہ غیر قوموں کی سلطنت کے لیئے راستہ یوں کھول رہے تھے کہ خود دکن سے باہر جاکر تمام مسلمانوں کی سلطنتوں کو غارت کرتے پھرتے تھے اور اپنی قوت کی فصد کھول کر خون بہاتے تھے۔ دکن میں جو سپاہ تھی وہ ایک غیر قواعد آموختہ اجورہ دار سپاہیوں کا گروہ تھا جسکے پاس ہتیار نکمے تھے۔ سمندر کے کنارے کھلے ہوئے غیر محفوظ تھے جس کا دل چاہے وہاں آئے کوئی مزاحم و مانع نہ تھا۔ صرف ڈوپلے ہی نے نہیں بلکہ اوروں نے بھی جنکا بیان پیچھے آئیگا یہ دیکھا اور سوچنا شروع کردیا تھا کہ ہندوستان کی یہ سب حالتیں ایسی ہیں کہ اہل یوروپ کی فرمانروائی جمانے کے لیئے مجملاً مفید و ممد ہیں۔ ابتدا میں ڈوپلے نے ان تدابیر پر نہ خیال کیا اور نہ اُن کا حساب لگایا جو اُس کی اولوا العزمی کے لیئے ضروری تھیں جن کے سبب سے ہندوستان میں اُس کو کامیابی اور ناکامیابی کے پلڑے تُلے رہے۔ وہ یہ نہیں سمجھا کہ ہندوستانی مملکتوں میں فرمانروائی کے غلبہ کے لیئے اہل یوروپ کی بحری قوت کی بنا جب تک

بودی ہے کہ سمندر کی آمد و رفت کی راہ محفوظ و مامون ہو۔ جبتک استحکام و استقلال کی شرط
پوری نہ ہوگی دوُر دراز ملکوں پر سلطنت کا بزرگ بنا نا جانفشانی کے ضعیف سہاروں پر ایک
سفر بارگراں رکھنا ہے۔ اور ایک ایسی عمارت کا بنانا ہے جو ذرا ٹھیس لگنے سے دھڑام سے
نیچے گر پڑے + فرانسیسی مورخ بیان کرتے ہیں کہ لارڈ بورڈونیز پر یہ الزام لگائے گئے کہ اُس نے
بے دلی سے مدراس کا محاصرہ کیا اور تاوان جنگ لینے پر اُس کو پھر انگریزوں کو واپس دینے کا وعدہ
کیا جسکے سبب سے ڈیوپلے کے کامل منصوبے باطل و ناقص ہو گئے اور انگریزی دارالاقامتوں کی بیخکنی
میں ڈیوپلے کے ساتھ شریک ہو کر معاون ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یہاں سے مورشیس کو چلا گیا۔
جسکے سبب سے سواحل ہند میں دشمن کے لئے کوئی روک نہیں رہی۔ جب اُس نے فرانس میں مراجعت
کی تو وہ حوالات میں بھیجا گیا اور تین برس تک حوالات میں رہنے کے بعد وہ باعزاز تمام سب الزاموں
سے بری کیا گیا۔ وہ ڈیوپلے سے بگاڑ ہونے پر بجبر ہند سے بہت جلد
اپنے جہازوں کو لے کر روانہ ہوگیا اسکا اسطرح چلے جانا ایک خطرناک اور ناشایستہ حرکت تھی۔ مگر اس
میں بہت کم شک ہے کہ اگر لارڈ بورڈونیز ان سمندروں میں اپنے شکستہ خستہ حال بیڑے کو رہنے بھی دیتا
تو بھی اُس کو سمندر پر وہ فرمانروائی نہ حاصل ہوتی جسکے سبب سے ساحل پر چھوٹے چھوٹے قلعوں کی فتوح
یا ہندوستانی والیان ملک کی کاہل سپاہوں کا اجتماع کرنا بکارآمد اور مفید ہوتا۔

اب یہ امر بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ سمندری فضیلت و برتری پر ہند میں مُلک کی فتحیابی مُنحصر ہے
یعنی جس قوم کی بحری قوت زبردست ہوگی وہ ہندوستان میں فتحیاب ہوگا۔ جب لارڈ بورڈونیز یہاں
سے چلا گیا تو ساحل ہند پر ایک انگریزی بیڑا جلوہ نما ہوا جس نے فرانسیسیوں کے سارے کاموں
کو ابتر و مفلوج کر دیا اور اُس نے بآسانی فرانسیسیوں کو ہٹا کر پونڈیچری میں پسپا کیا۔ جس سے ڈیوپلے
کو بھی اندیشہ پیدا ہوا کہ اب ہم معرض خطر میں آئے۔ ڈیوپلے نے کیا تو بحری قوت کے معانی سمجھنے
میں خطا کی یا یہ غلط سمجھا کہ وہ اپنے ملک کی اندرونی فتوح سے بحری حملوں کو بچا سکتا ہے اور یہ بھول
گیا کہ سرزمین ایشیا میں اہل یوروپ کی سلطنت جب قائم ہوتی ہے کہ اُس کی جڑیں باپ دادا کے ملک میں
مضبوط لگائی جائیں۔ اول لڑائی کے تجربے سے ڈیوپلے کی ہمت بندھی کہ وہ ملک ستانی کی اعلےٰ
تدابیر کرنے لگا۔

ہرصورت میں ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ڈیوپلے میں یہ لیاقت نہ تھی کہ وہ قوموں کی بحری قوت کا اندازہ بالاضافت ٹھیک ٹھیک کرسکتا یا وہ اُسکا صحیح تخمینہ کرسکتا کہ اسٹریا کی جانشینی کے سبب سے فرانسیسوں کی بحری قوت کسقدر کم ہوگئی ہے۔ انگریزوں نے اپنی بحری قوت وقابلیت کے بڑھانے میں دولت کثیر خرچ کی جسکے سبب سے اُن کو فرانسیسوں پر صریح فضیلت وفوقیت۔ بحری قوت میں حاصل ہوگئی باوجودیکہ وہ کئی دفعہ حکر میں آئے مگر پھر بھی بحر ہند میں کوئی انکا دشمن برابر کی جوڑ کا نہ تھا وہ سب پر بالادست تھے۔ اُن کا بول بالا تھا۔ ہولینڈ کے تمام مخازن خالی ہوچکے تھے ایک بڑا حملہ ہونے کو اُس کے سر پر کھڑا تھا اس لئے اُس نے صلحنامہ پر دستخط کردیئے۔ فرانس کو ممالک زیریں کی فتوحات نے کوئی اصلی فائدہ پُہنچایا نہ تھا بلکہ قطعی نقصان اُسکو دیا تھا۔ ہولینڈ کو اُس نے جنگ سے جو مضرت پہنچائی تھی وہ انگریزی تجارت کے حق میں مفید بنائی تھی۔ اپنی بحری تجارت اور جہازرانی کو سخت صدمہ پُہنچایا تھا اور اپنے گھر کے سارے مخازن کو خالی کیا تھا بقول وولٹیر اس پاس جنگی جہاز باقی نہ رہے تھے۔ پس جو کوئی قوم ایسی درماندہ ہوجائے تو وہ پھر تجارت کی مہمات عظیم کا عزم نہیں کرسکتی۔ اس نے فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھی نقصان پُہنچایا کیونکہ اس کی دولت کو سلطنت کے ساتھ وابستہ تھی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو کمپنی بڑی قرضدار ہوگئی اِسکے سب ڈائرکٹر بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔ وہ بڑے فضول خرچ تھے اور اپنے معاملات مخفی رکھتے تھے اور اپنی ساکھ رکھنے کے لئے حصّوں کے بڑے نفعے تقسیم کرتے تھے مگر یہ کام اُنکا جھوٹا اور فریب کا تھا۔

سنہ ۱۷۴۶ء میں اُن کو ایسی دشواریاں اور دقّتیں پیش آئیں کہ اُن کو بڑی بڑی تحقیقاتیں کرنی پڑیں۔ ہندوستان میں تخفیف خرچ کرنا جیساکہ ہندوستانی گورنر کے لیئے خوفناک ہے ایسا کوئی اور امر نہیں اسکے سبب سے احباب بھی دشمنوں کا لشکر بن جاتا ہے۔

جب فرانسیسی کمپنی کے کاموں میں کوئی خرابی واقع ہوتی تھی تو اُس کے رفع کرنے کے لئے وزراء فرانس کا یہ دستور تھا کہ خاص کمشنر مقرر کرتے تھے کہ وہ کمپنی کو ہدائتیں کرکے اُس خرابی کو دُور کردیں اِس تدبیر کے خلاف کمپنی اپنی رائے ظاہر کرچکی تھی کہ کمشنروں کے زیادہ تر دخلت کرنے سے ہماری سارے کام بگڑتے ہیں۔ انگلینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کا انتظام آزادانہ تھا اُسکا اہتمام بڑے بڑے

سوداگر کرتے تھے جو ایشیا کے معاملات میں بڑے آزمودہ کار اور دوُر اندیش ہو گئے تھے پارلیمنٹ
سے وہ تعلق استوار رکھتے تھے۔ مشرق میں ان کے بنج بیپار بڑی وسعت رکھتے تھے ایک سرمایہ
کثیر ریزرو فنڈ (امانت) میں رکھتے تھے۔ جب اِن دونو کمپنیوں کے نظاموں کو مقابلہ کیجئے تو یہ
معلوم ہوگا کہ چینل (فرانس اور انگلینڈ کے درمیان بحر) کی فرانسیسی سمت میں کمپنی کا آسرا اور سہارا
کیا تو لوٹری کے نفعوں پر ہے یا تمبا کو اجاروں پر یا خزانہ شاہی کی امداد پر اور چینل کی انگلشی
سمت میں کمپنی ایک بڑی دولتمند جماعت تھی جو گورنمنٹ کو جنگ کے خرچوں کے لئے بڑے
بڑے قرضے دیکر امداد کرتی ہے۔ ۱۷۴۹ء میں کمپنی کا قرض گورنمنٹ پر ۴۲ لاکھ پونڈ تھا۔ کمپنی کو
لاکھوں روپئے تھوڑے سوُد پر قرض ملجاتے تھے اور اس طرح خزانہ شاہی کی امداد کرکے وہ بہت
سے حقوق حاصل کرکے اپنے چارٹر (فرمان شاہی) کو بہت بڑھوالیتی تھی۔ انگلینڈ میں دولت کی
افراط اور جہاز رانی کا قومی فطری شعوُر۔ آزاد انسٹی ٹیوشنوں کے بنانے میں اپنی ساری قوت طاقت
سے جدوجہد کرتا تھا۔ اور فرانس کی فطری قابلیت و نیز دیانت و شجاعت کو اپنے تئیں شخصی خود
مختاری کی بیڑیوں میں پھنساتی تھی جو نہایت مضرت پہنچاتی تھی اور مالی حالت کو ابتر کرتی تھی
اور غفلت سے بدعملی کی ساری بُرائیاں پیدا کرتی تھی۔

فصل دوم ۔ دونو کمپنیوں کی آپسمیں لڑائیاں

یہ باتیں ڈیوپلے کو نہیں دکھائی دیتی تھیں اس نے یہ دیکھا کہ اس کی بلند مرتبگی اور ذی جاہی اور
کثیر الجیشی نے اس کی حب الوطنی کی الوالعزمی کی آزادی کا میدان وسیع کر دیا ہے پس اس نے
ہندوستان کے پولی ٹکس کے ہولناک سمندر میں بغیر اس کے دیکھے بھالے اپنی کشتی رواں کی۔
اگرچہ آخیر جنگ نے ہر ایک کمپنی کے درجوں کو نسبتاً نہیں بدلا تھا مگر اس نے ہر ایک کمپنی کی نیت کو
بدل دیا تھا اور ان کی رقابت کو گھیرا کر دیا تھا دونو کو مشترکی آمیزش و آویزش کا چسکا لگا دیا تھا
ہر ایک کمپنی نے فوجوں کو بھرتی کیا اور محاسدت کے سبب سے فوجکو گو اسکا خرچ بڑا بھاری اٹھانا
پڑتا تھا کسی کمپنی نے موقوف نہیں کیا۔
اب یہ سوال کہ مقررہ سپاہ کا خرچ اٹھایا جائے۔ اور یہ خرچ آمدنی سے نہ حاصل ہوتا ہو مفلس

سٹیٹ (سلطنت) اکثر یوں حل کیا کرتی ہے کہ اپنے ہمسائے سے اس خرچ کو اٹھواتی ہے اور اس
کے حل کرنے کی یہ صورت اور بھی ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں مشہور ہے کہ وہ والیان
ملک سے معاوضہ لیکر اُن کو سپاہ مستعار دیدی جاتی ہے۔

فرنچ اور انگلش میں جب تک محاربت نہیں ہو سکتی تھی کہ یورپ میں ان میں مصالحت باقی
رہے مگر وہ آپس میں عہد شکنی کے لئے اسطرح تیار ہو سکتی تھیں کہ اپنے سپاہیوں کے پولیٹکل
داؤں گھات ایک دوسرے کے خلاف لگائیں اور اپنی سپاہیوں میں کفایت سے خرچ کریں اور اپنی
رعب داب کے دائرے کو فراخ کریں اور اُن لڑائیوں کی آڑ میں جو اس ملک میں انکے گرد ہو
رہی ہوں ایک دوسرے پر تاک تاک کے نشانے لگائیں۔ ہندوستان میں والیان ملک اور امیروں
کی متواتر لڑائیاں ہو رہی تھیں اور وہ میدان جنگ میں فرنگستانی سپاہ کے لوہے کو مان
گئے تھے۔ پس وہ تیار تھے کہ اُن سے سپاہیں مستعار مانگیں اور کشادہ دلی سے اسکا معاوضہ دیں
کمپنیوں کو ہندوستانی والیان ملک کے ساتھ اس سودے کے کرنے میں دشواری تھوڑی ہی تھی
یہاں حق سلطنت صرف یہی تھا کہ کوئی اپنی قوت و طاقت سے ملک کو تسخیر کرے (زور ہی بڑا حق
تھا) طاقت ہی کا دست بالا تھا۔ اِن سب کی فرماں روائی کی ہستی ایک جنگ کے داؤں پر لگی
رہتی تھی۔ لائق غاصب جنکا کوئی حقِ سلطنت نہ تھا اور مستحق وارث جنمیں کچھ لیاقت نہ تھی۔ سپہ سالار
جنہوں نے چند ضلعوں کو مسخر کر لیا ہو۔ مرہٹے کپتان۔ یا جانباز افغان جو چند ہزار سواروں کے
افسر ہوں۔ صوبوں کے ناظم جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوں۔ غرض یہ سب کے سب اپنے
خاندانوں کے لیئے سلطنت جمانے کے لیئے قسمت آزمائی کر رہے تھے۔

یہ سب رقیب و حریف اشد ضرورت کی صورت میں انگلش اور فرنچ کی سپاہ کی استعانت کے
خواستگار ہوتے تھے۔ اور اُن کا دماغ ایسا نہ تھا کہ اس فرنگستانی سپاہیوں کی امداد کے لازمی نتیجہ
کو سمجھنے کہ کیا ہوگا۔

یوروپ کی صُلح نے انگریزوں اور فرانسیسوں کو آپس میں لڑنے سے منع کر دیا تھا اس لیئے
اُن کی سپاہیں بیکار تھیں یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جب مالکان سپاہ پاس اسقدر سپاہ ہوتی ہے
کہ اُن کی محافظت کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے تو وہ اوروں کی تخریب میں اپنے ہاتھ پاؤں ہلاتے

یہاں تو ہندوستانی والیان مُلک یہ تمنا یہ چاہتے تھے کہ فرنگستانی سپاہی تنخواہیں اور خدمت ہم سے لیں اس لئے دونو قومیں مہمات عظیم میں فوجکشی کرنے میں اپنی منفعت کثیر کی اُمید کرتی تھیں کہ اُن کی تجارت کو وسعت ہوگی ملک بھی کچھ ہاتھ آئیگا۔ رقیب پر بھی نقصان پہنچانے کا احتمال ہوگا اِن ترغیبوں کی جال میں اول انگریز پھنسے۔ مرہٹوں کی ریاست تنجور کے راجہ کو اُس کے بھائی نے نکال دیا تھا۔ انگریز اِس راجہ کو گدی پر بٹھانے کے لئے لے گئے اور وہاں اس بے ڈھنگی طرح لڑے کہ شکست پائی اور اپنی فوج کا سارا خرچ اٹھانا پڑا اور کچھ زمین بھی دینی پڑی۔ انگریزوں کی یہ کچھ فوجی خطا نہ تھی بلکہ یہ پولٹیکل بڑی موٹی غلطی تھی کہ انھوں نے ڈیوپلے کے لئے ایسے وقت میں کہ وہ ہندوستانی والیان ملک کے فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے بڑے بڑے ارادے کر رہا تھا اور منصوبے باندھ رہا تھا کہ خود مداخلت کی بہت بڑی نظیر قایم کردی۔ اب ڈیوپلے فرانس کی برتری و بزرگی کو بروئے کار ظاہر کرنے کے واسطے آمادہ ہوا کہ دکن میں جو والیان ملک میں مسند نشینی کے لئے آپس میں فساد ہو رہے ہیں اُس کو اپنی شمشیر سے فیصلہ کرے ہندوستانی والیان مُلک کے معاملات میں دخل دینے کے لئے ڈیوپلے کو یہ موقع خوب ہاتھ آیا کہ دکن میں وسیع سلطنت حیدرآباد کا بانی اول آصف جاہ ایک پیر کہن سال اس سرائے کہنہ سے رخصت ہوا۔ اُس کے جانشینی کے لیئے اُسکے بیٹے ناصر جنگ اور نواسے ظفر جنگ میں فساد برپا ہوا دونو مسلح ہوکر برسر جنگ ہوئے۔ کرناٹک میں آصف جاہ نے اپنی حکومت و قوت سے امن قایم کردیا تھا۔ اُس کے مرتے ہی دفعۃً آپس میں آتش فساد کے شعلے اونچے اُٹھنے لگے اور اس کی فرمانروائی کے لیئے جو نظام حیدرآباد کی ماتحت تھی کئی مدعی کھڑے ہوئے اور سخت لڑائیاں لڑنے لگے۔ ان دونو جانشینوں کے ملکوں میں ہل چل مچگئی اور سازشوں اور دغا فریب کا ایک جال بچھ گیا اور پوشیدہ قتل کرنے کا اور محاصروں کا اور بے قاعدہ لڑائیوں کا ایک تار بندھ گیا۔ اس زمانہ میں کلایو اور لارنس نے اپنے کارنمایاں دکھانے کی بڑی شہرت حاصل کی۔ بعض اور انگریزوں نے بھی بڑے بڑے کام کیئے مگر اب تو اُن کا نام تک بھی نہیں لیا جاتا۔ اب ڈیوپلے پھر مانکل اپنی بہادرانہ مستعدی کے ساتھ اس کام پر جُھک پڑا اُسکا مقصد اعظم یہ تھا کہ کرناٹک میں جسکے اندر مدراس اور پونڈیچیری واقع تھی ایک ایسے شخص کو نواب بنادے

کہ وہ اہل فرانس کا دامنگیر و تابع ہوا اور انجام کار میں اُسکا یہ مقصد حاصل ہوا کہ نظام حیدر آباد
دربار میں فرانسیسی گروہ کو رسوخ حاصل ہوا۔ نظام کے ماتحت برائے نام کرناٹک رہ گیا اور ا
دو باتوں کے ہونے کے بعد اُس کو اُمید تھی کہ ہندوستان میں فرانسیسوں کی ایک زبردست
سلطنت قائم ہو جائے گی۔ انگلش کمپنی اس اُمید میں رہی کہ ۱۷۴۸ء میں انگلینڈ اور فرانس
میں جو مصالحت ہوئی ہے اسکے سبب سے ہندوستان میں فرانسیسوں کے ساتھ لڑنے
انفراغ حاصل ہوگا۔ مگر یہ امر جلد ظاہر ہوگیا کہ اب انگریزوں کو فرانسیسوں سے زیادہ خوف و خ
ہوگیا۔ اس مصالحت کے سبب سے ڈیوپلے کو ایسی فرصت ملگئی کہ اُس نے کرناٹک کی نوابی سے
اُمیدوار چندا صاحب کی اپنی سپاہ سے بڑی امداد کی اور کرناٹک کے فرمانروا نواب انور الدین خا
بہت جلد حملہ کیا اور اُس کو شکست دیکر قتل کیا۔ چندا صاحب نے فتحیاب ہو کر اپنی فوجوں کو
مظفر جنگ کے لشکر سے ملایا اور دونو ساتھ پونڈیچری میں گئے۔ یہاں فرانسیسوں نے ان
بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ ان دونو نے اہل فرانس کو بہت سا ملک دیا جسکا بڑا حصہ
خاص ڈیوپلے اور اُس کی بی بی کو ملا۔ اب فرانسیس مظفر جنگ کو دکن میں نظام بنانے کے
لیئے اور چندا صاحب کو کرناٹک میں نواب بنانے کے واسطے علانیہ سعی کرنے لگے۔

فرانسیس کی ان کارروائیوں کو انگلش دیکھ کر بہت سہم اور دہشت زدہ ہوگئے اگرچہ تجور میں
اُنھوں نے ایک خودسر اسیمہ طریقہ اختیار کیا تھا مگر فرانسیس سے اُنھوں نے ایسی زہر آلود خط و کتا
شروع کی کہ جسکا انجام یہ ہوا کہ دونو میں جو عہد و پیمان تھے وہ شکستہ ہوگئے۔ اب انگریزوں کو فرانسیس
دھمکاتے اور دباتے تھے ناگزیر انگریزوں کو فرانسیسوں کی جانب مخالفت کی طرفداری اختیار کرنی
پڑی۔ جب ڈیوپلے نے مظفر جنگ کی حمایت کے لیئے ایک لشکر جرار بھیجا تو اُسکی مخالف ناصر
نے انگریزوں کی طرف رجوع کی۔ انگریزوں نے کچھ تامل کر کے اپنی چھ سو سپاہ ناصر جنگ پاس بھیج
اور محمد علی کو بھی اعانت کی جسکو ناصر جنگ نے کرناٹک میں نواب مقرر کیا تھا کہ وہ چندا صاحب
اُس نوابی کے لیئے لڑے۔ پس اسطرح ناصر جنگ اور محمد علی کے معاون و مددگار انگریز ہوئے
کہ ایک کو دکن کا ناظم اور دوسرے کو کرناٹک کا نواب بنادیں اور اُن کے مخالفین کہ جو مظفر جنگ
اور چندا صاحب تھے پشت پناہ فرانسیس ہیئے۔

انگلش نے انگلینڈ کو اپنی درخواستیں بڑی شد و مد کے ساتھ بھیجیں اور اپنے ڈائرکٹروں سے بیان کیا کہ فرنچ نے ہماری دارالاقامتوں کو غارت کرنے کے لیئے کمر باندھی ہے اُنھوں نے بڑے بڑے اضلاع پر قبضہ کرلیا ہے اور ہماری سرحدوں پر اپنے جھنڈے کھڑے کیئے ہیں اور ہماری دارالاقامتوں کے محصور کرنے کے لیئے ایسی کوششیں کر رہے ہیں کہ نہ ہمارے پاس کھانے پینے کی چیزیں پہنچ سکتی ہیں نہ اسباب تجارت جا سکتا ہے۔ ناصر جنگ کو اُس کے قدیمی ملازموں نے مار ڈالا ہے جسکے سبب سے مظفر جنگ جسکا بڑا حامی ڈیوپلے تھا کچھ مدت کے لیئے دکن کا ناظم بخوف وخطر ہوگیا ہے اور کرناٹک میں چند اصاحب فرانسیسوں کی کمک سے ایسا زبردست ہوگیا ہے کہ کوئی اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتا صرف قلعہ ترچناپلی باقی رہ گیا ہے جو اُسکا مقابلہ کر رہا ہے۔ ان یوں سے فرانسیسوں کو اپنے مقاصد میں بڑی فتح ونصرت حاصل ہوگئی ہے۔

فرنچ اور انگلش نے ہندوستان کے والیان ملک کے مخالف فریقوں کی امداد میں لشکرکشیوں میں بڑے بڑے کام کیئے اُن کا مختصر بیان صفائی سے کرنا بڑا مشکل کام ہے اسلیئے کہ ان لڑائیوں کا اور ہر کار عظیم کا نتیجہ فرنگستانی سپاہیوں کی کارگزاری پر موقوف تھا۔ جب میدان جنگ میں اُنکے سپاہیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں تو مدراس اور پونڈیچری کی کمپنیوں نے ایک دوسرے پر انٹرنیشنل قانون کے خلاف کام کرنے کا اُلٹا الزام لگایا اور لڑائی میں الحرب خدعۃ کو دغا وفریب، ایک دوسرے کا بتایا۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی گورنمنٹ سے انگلینڈ اور فرانس میں یہ التماس کیا کہ ہر ایک نے دوسرے کے ساتھ پولیٹیکل اخلاق کے برخلاف سلوک کیا ہے۔ فرانسیسی سپاہ نے کرناٹک کو اپنے اُمیدوار کے لئے فتح کرلیا ہے اور بسی کو بھیجا ہے کہ حیدرآباد دکن میں مظفر جنگ کو نظام بناوے بظاہر اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام میں فتحیاب ہوگا۔ انگریزوں نے محمد علی کی امداد کے واسطے ترچناپلی میں سپاہ بھیجی تھی۔ محمد علی نے بہت اچھی طرح چند اصاحب کے ہاتھوں سے قلعہ کو بچا رکھا تھا نہ کو ایک لشکر جرار حصار کیئے ہوئے تھا اور اُس میں فرانسیسی سپاہ بھی موجود تھی مگر قلعہ صرف اِس سبب سے بچ گیا کہ کرناٹک دارالسلطنت ارکاٹ کو کلایو نے اپنی دلاوری و مردانگی سے فتح کرلیا جسکے سبب سے دشمنوں کی توجہ قلعہ ترچناپلی کی طرف سے دوسری جانب ہٹ کر ارکاٹ کی طرف ہوگئی۔ اور ٹرچناپلی کو جو سپاہ حصار کیئے ہوئے تھی اُس کا

بڑا حصہ ارکاٹ کی تسخیر کے لیئے بھیجا۔ اُس نے ارکاٹ پر سخت حملے بڑے زور سے کیئے باوجودیکہ قلعہ کی فصیل بودی تھی اور اُس میں سپاہ بھی تھوڑی تھی مگر کلائیو نے اپنی ہمت مردانہ اور دلیرانہ سے سب حملوں کو رفع کر دیا۔ وہ اور لارنس دونوں انگلش اور اپنے دوست والیان ملک کی سپاہ کو میدان جنگ میں لے گئے اور بڑے بڑے کار ہار نمایاں کیئے۔ فرینچ نے مراسلت و آمد رفت کو بند کر دیا چندا صاحب کی سپاہ کو پریشان و پراگندہ کر دیا۔ فرانسیس افسروں کو گرفتار کیا اور ترچناپلی کو محاصرے سے بالکل خلاص کیا۔ مرہٹوں نے محمد علی سے آمیزش کر کے چندا صاحب کو قتل کر ڈالا۔ منظفر جنگ بھی حیدرآباد کی طرف جاتا تھا کہ ایک لڑائی میں مارا گیا۔

اِس اثنار میں بوسی نے بڑی دانائی کی کہ حیدرآباد میں ناصر جنگ کے چھوٹے بھائی بصالت جنگ کو نظام بنایا جسکے سبب سے اُس کو یہاں بڑا رسوخ حاصل ہو گیا اور ساری سپاہ کا وہی سپہ سالار ہو گیا اور ہندوستانی گورنمنٹ کی جگہ بوسی کی گورنمنٹ ہوگئی جسکے سبب سے ہندوستانی اس پر رشک و حسد اور اُس کے برخلاف سازشیں کرتے لگے باوجود ان باتوں کے وہ اپنی دانائی اور ہوشیاری سے ایسے کام کرتا تھا کہ نظام نے اُس کو چار ضلعے جو ابتک شمالی سرکاریں کہلاتی ہیں بالائے کرناٹک کے مشرق میں دیدیئے۔ جن کی آمدنی اُس کی سپاہ کے خرچ کے لیئے وافر تھی لیکن بوسی خوب جانتا تھا کہ حیدرآباد سے دور کے ملک میں اُسکا قدم اُکھڑا اُکھڑا رہیگا اور وہ نیم باغی سپاہ کا جسکے صرف چند فرانسیسی افسر ہیں تابع رہے گا اسواسطے اُس نے انگریزوں سے مصالحت کرنے کی مصلحت تبلائی۔ اب کرناٹک میں بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ ڈیوپلے کے برخلاف لشکرکشی ہونے لگے گی جسکے پاس سپاہ کے کمانڈر ایسے نہ تھے کہ وہ کلایو اور لارنس کے ہم مقابل ہوتے۔

اب ڈیوپلے کی آنکھیں کھلیں اور اُس کو دکھائی دینے لگا کہ میں جس چالبازی کا موجد تھا اُس پر عمل کرنے میں انگریزوں کو میرے طرفداروں سے کمتر نہیں رکھا۔ ٹرچناپلی کے محاصرہ میں فرانسیسوں کا سارا زور خرچ ہو گیا اور امتداد محاصرہ سے اُن کو سوائے پراگندگی اور پریشانی کچھ حاصل نہیں ہوا اب ہندوستانی والیان ملک کی اور فرانس کی گورنمنٹ کو ڈیوپلے پر پہلا سا اعتماد و اعتبار نہیں رہا وہ جن والیان ملک کو سلطنت دلانی چاہتا تھا اُس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی اسلیئے اُسکی جو

پولیسی پایہ اعتبار سے ساقط ہوگئی تھی۔ اوراس سبب سے وہ بدنام ہوگیا تھا۔ اب یہ امر مقتضائے
طبع بشری تھا کہ وہ کمپنی کی مالی حالتوں کو چھپاتا تھا اوراُن کو اور پیرایہ میں دکھاتا تھا۔ جب ہونڈیچری
سے فرانس میں ڈائرکٹروں کو اطلاع ہوئی کہ کمپنی بیس لاکھ زنک کی قرضدار ہوگئی ہے تو اُنھوں نے
ڈیوپلے کو ہندوستان سے بُلایا۔ انگلش کمپنی انگلینڈ میں اپنی گورنمنٹ پر یہ دباؤ ڈال رہی تھی کہ ہندوستان
میں جو ناجایز جنگ کا انتظام ہورہا ہے اور ڈیوپلے کارروائیاں کررہا ہے اُس کے برخلاف گورنمنٹ
ڈپلومیٹک اظہار کرے۔ اوراُس نے یہ بھی عرض کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی جو تجارت کرتی ہے وہ
ایسٹ انڈیا میں انگریزی قوم کی تجارت ہے اس لئے قوم کا بڑا تعلق اس امر سے ہے کہ فرانسیس کی
قوت ایسی بڑھ گئی ہے کہ ڈیوپلے جنوبی ساحل پر راس کومرین (کماری) سے کرشنا دریا تک مالک
ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

فرنچ کی وزارت نے انگلینڈ کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا کہ جس سے وہ دقت و مشکل الجھیڑے
میں پڑتا۔ انگلینڈ کی بحری قوت فرانس کی تمام کولونیوں میں ایسی خطرناک ہوگئی تھی اور ہندوستانی
لڑائی جھگڑوں کے بے انتہا ہونے سے فرانس کا خزانہ خالی ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے فرنچ وزارت
کے پاس معقول دلائل تھیں کہ وہ راست بازی سے دونو کمپنیوں کے درمیان بجائے محاربت کے
تعلقات کے مصالحت کے روابط کو قائم کرے اور دونو کو اس امر پر متفق کرے کہ وہ اپنے قدیمی
تجارتی بیوہار پر عود کریں۔

۱۷۵۴ء میں فرنچ نے پونڈیچری میں ڈیوپلے کی جگہ گودھو کو مقرر کیا اُس نے ساندرس گورنر مدراس
سے ان شرائط پر مصالحت کی۔ اول انگریزوں اور فرانسیسوں میں لڑائی بالکل موقوف ہو دوم دونو کپتان
آپس میں عہد کریں کہ وہ ملکوں کی تسخیر میں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنی نہ چاہیں اور چند مقامات
جنکی تفصیل صلحنامہ میں لکھی ہوئی ہے اُن کو اپنے پاس رکھیں۔

ڈیوپلے بھی بورڈنیز کی طرح فرانس میں بلایا گیا اور وہاں سے بےعزتی کے ساتھ افلاس کی حالت
میں مرگیا۔

فصل سوم۔ ڈیوپلے کی پولیسی کا امتحان

اِس مصالحت کے سبب سے دونو کمپنیوں میں جنگ وپیکار کا بازار بالکل ٹھنڈا ہوا جس سے فرانس کی

بلند اقبالی اور دانست مندی کا پانسہ پلٹ گیا۔ وزارت فرانس پر زمانہ حال کے محققین لعن طعن کرتے ہیں کہ اُس نے اپنی کوتہ اندیشی اور نامردی سے ڈیوپلے کی پولیسی کو ترک کیا اور فرنچ گورنمنٹ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے جیتی ہوئی بازی کو چھوڑ دیا۔ اُس نے ایسے وقت میں اُس آدمی کی ذہانت سے کام نہیں لیا جس نے اول یہ خیال پیدا کیا تھا کہ ہندوستان میں ایک بڑی فرنگستانی سلطنت قائم ہوسکتی ہے اور اُس نے اِس مشکل کام کا امکان نہیں دکھایا تھا بلکہ اُس کے پورا کرنے کی صحیح ترکیب کو بھی بتلایا تھا۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے فتح کرنے میں فرانس کی دہات کے انگریز مقلد ہیں اور جو طریقہ فرانسیسوں نے ایجاد کیا تھا اُسی پر انگریزوں نے چلنا اختیار کیا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تسخیر کرنے میں انگریز فرانسیسوں کے مقلد ہیں موجد نہیں۔ جمیس مل نے ہندوستان کے انگریزوں کے فتح کرنے کے اسباب کا یہ لب لباب نکالا ہے کہ ہندوستان کے فتح کرنے کے دو طریقے اہل فرانس نے منکشف وایجاد کئے۔ اول یہ کہ ہندوستانی سپاہ بمقابلہ قواعد دان فرنگستانی سپاہ کے بہت ضعیف وکمزور رہیں دوم یہ کہ فرنگستانی قواعد کو ہندوستانی آسانی سے سیکھ کر اہل یوروپ کی خدمتگذاری خوب کرسکتے ہیں۔ ہندوستان کے اکثر مورخ جمیس مل کی تقلید کرکے بار بار یہی لکھتے ہیں اور اسپر اصرار کرتے ہیں کہ ڈیوپلے کی ناکامیابی کے اسباب یہ تھے کہ فرنچ کے بحری افسر اُسکے ساتھ شریک ہوکر مدد ومعاون نہیں ہوتے تھے اور ملٹری کمانڈر (فوجی افسر) بھی اُس کے پاس اچھے نہ تھے۔ فوجکشی کے نازک وقتوں میں بدقسمتی سے اُسپر آفات نازل ہوتی تھیں۔ اور اِن سب باتوں سے زیادہ فرنچ وزارت کی بزدلی وکم ہمتی تھی +

یہ بات بالکل سچ ہے کہ ڈیوپلے نہایت ذکی ذہین اور بڑا پولٹیکل دُور اندیش تھا جس نے کل مزاحمتوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا۔ مگر اِس کے ساتھ یہ بات بھی سچ ہے کہ ڈیوپلے کے پاس جو جنگی افسر تھے اُن میں کوئی سوا بوسی کے ایسا خوش نصیب اعلیٰ درجہ کا افسر نہ تھا جیسے کہ انگریزوں کے پاس کلایو اور لارنس تھے۔ بوسی بڑا لائق افسر تھا۔ فرانسیسی مورخین بہت خوشی سے اسکا اقرار کرتے ہیں مگر جب وہ ڈیوپلے کے ماتحت تھا اور پھر لالی ٹولنڈال کے ماتحت ہوا۔ دونوں کی ماتحتی میں اُسکی نیت زیادہ یہی رہی کہ اپنی دولتمندی کی نیو جما ئے اور حیدرآباد میں سپاہ کا بالکل خود مختار سپہ سالار ہوجائے وہ اسی دُھن میں لگا رہا اور کرناٹک کے سخت لڑائی جھگڑے دونو کمپنیوں میں ہوتے رہے اُن

میں شریک نہیں ہوا۔ الفنسٹن صاحب کے ساتھ سر الیفرڈ لائل اس بارے میں اتفاق رائے نہیں کرتے کہ ڈیوپلے ہی اول شخص تھا جو سمندر کی بندرگاہوں سے قواعد دان فرنگستانی سپاہ کو ملک کے اندر دور تک لے گیا اور وہاں اُس کے کارنمایاں دکھائے۔ اسی نے اول یہ تحقیق کیا کہ مغلوں کی سلطنت کی عظمت و شان و شکوہ صرف دھوکے کی ٹٹی ہے اگرچہ یہ بات حسد پر محمول ہوتی ہے کہ ڈیوپلے جیسے لایق اور بدنصیب شخص کی عزت پر جو بعد مرنے کے اُس کو حاصل ہوئی کوئی ٹبا لگایا جائے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر چاروں طرف کی حالتیں ایسی تھیں کہ اُن کا اقتضا یہ تھا کہ ڈیوپلے اُن ترکیبوں کو جو اُس نے کیں بروے کار لائے۔ اس لئے اُس کو ایشیا میں جنگ آرائی اور پولٹیکس کے موجد ہونے کا درجہ نہیں ملسکتا۔

مشرقی سلطنتوں اور سپاہیوں کا ضعیف ہونا مدت سے معلوم تھا۔ ہندوستان میں تو قدرتی اسباب ایسے ہیں کہ وہ بہ نسبت اور عظیم الشان ایشیائی سلطنتوں کے غیروں کے مقابلہ کی قابلیت کم رکھتا ہے۔ اُس کی دیسی آبادی میں شاذونادر سپاہی ایسی بھرتی ہو سکتی ہیں کہ متوسط ایشیا کے خانہ بدوش گروہوں کا مقابلہ کر سکیں۔ دکن میں والیان ملک جن سپاہیوں پر بھروسہ کر سکتے تھے وہ اکثر شمال کے اجورہ دار سپاہی ہوتے تھے۔ سترہویں صدی کے آخر میں غالباً بادشاہی لشکروں کی حالت بہتر ہوگئی۔ مگر برنیر لکھتا ہے کہ مغلوں کی کل سپاہ کا تھوڑا سا کام تورانی سپاہ کا تمن کرتا ہے۔ کوئی شخص جو فرنگستانی سپاہ کا تجربہ رکھتا ہے بشبہ نہیں کریگا کہ چند قواعد داں فرنگستانی رجمنٹیں جنکے سامان اچھے ہوں کرناٹک کی سپاہ کے ایک جسم غفیر و مجمع کثیر کو پریشان اور پراگندہ کر سکتی ہیں۔ فی الحقیقت اس میں کوئی بڑا ایجاد نہ تھا کہ فرانسیسیوں نے ہندوستانیوں کی چند پلٹنوں کو اپنی قواعد سکھائی کہ وہ اُن کی خدمتگذاری کریں۔

مغلوں کی سپاہ میں ہمیشہ چند فرنگستانی افسر ہوتے تھے۔ اور ڈیوپلے کے زمانہ کے بعد چند سال کے اندر مرہٹوں کے سردار قواعد داں رجمنٹیں تیار کرتے تھے اور جیسی کہ فرنگستانی کمپنیوں نے ہندوستان کی لڑائیوں میں مصروف ہونا شروع کیا تب سے ہندوستانی اجورہ دار سپاہیوں کو جنکا ہجوم کمپنیوں کے کیمپ میں رہتا تھا ناگزیر قواعد سکھانی شروع کی جو بالعزور ایک انکشاف کے درجہ پر پہنچ گیا۔ قواعد داں سپاہیوں کی قدر و منزلت کو جو فرنگستانی تو

بالفعل جانتے تھے وہ اُس کو کیا منکشف کرتے اور تحصیل حاصل کرتے یہ تو ہندوستانیوں کا انکشاف تھا کہ جب اُن کو میدانِ جنگ میں قواعد داں سپاہ سے جنگ و نبرد کا امتحان ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اُنھوں نے فوراً تحقیق کر لیا کہ فرنگستانی قواعد ہوئے کچھ ضرور نہیں ہے کہ ڈیوپلے کی اُس اعلےٰ درجہ کی عزّت میں کسی داغ لگانے کی کوشش کیجائے جسکا وہ مستحق اِس سبب سے تھا کہ اُس نے اہلِ یورپ کو اول ہندوستان کے فتح کرنے کی راہ مستقیم دکھائی تھی۔ سب سے زیادہ دلچسپ سوال یہ ہے کہ باوجود ایسی ذہانت ذکاوت و قابلیت و توانائی و قوت و حب الوطنی کے وہ کیوں تھوڑی دُور چلا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔ جو لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ ڈیوپلے کے خیالات کی طرف جو اُس کے ہندوستان کی بابت تھے فرانسیسی گورنمنٹ اندھاپن نہ اختیار کرتی اور اُس کے ماتحت شرکا موٹی موٹی غلطیاں نہ کرتے اور اُس کے احکام سے سرتابی نہ کرتے اور ہندوستان میں وہ خود ہی معزول نہ ہو جاتا تو ہندوستان میں انگلینڈ کی جگہ فرانس ہوتا۔ اُن کو یہ سچا جواب دیا جا سکتا ہے کہ وہ تاریخی تناسب مناسبت پر لحاظ نہیں کرتے اور کُل حالت و محل کا ناقص اندازہ کرتے ہیں اور وہ اس تنگ مسئلۂ نظری پر چلتے ہیں کہ وسیع پولٹیکل تغیرات چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے سیر سے آدیراں ہوتے میں یا کسی جوکھوں کے وقت کسی جنرل یا گورنر کے طریقہ روّیہ پر موقوف ہوتے ہیں مُلک گیری کے لیئے جو انگلینڈ اور فرانس میں لڑائی جھگڑے ہوئے ہیں اُنکا اندازہ اِس وضع سے نہیں ہو سکتا نہ وہ اِس نازک ترازو میں ٹھیک ٹھیک تُل سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دکن میں یا جو اِن دو کمپنیوں کے درمیان منتشر بے قاعدہ لڑائیاں ہوئیں اُنھوں نے ایک طرف یا دوسری طرف کبھی انجام کار کو بتایا کہ کیا ہو آج۔ کرناٹک کی جنگ دو ملکوں کے بادشاہوں کی طرف سے نہیں تھی وہ ناگزیر لاحاصل بے نتیجہ تھی۔ نہ فرنچ فرانس کو نہ انگلش انگلینڈ کو اپنی اقامتوں کے لیئے علانیہ کھٹ کھٹانے کی جرأت کر سکتے تھے۔ اور اگر یہ ہندوستانیوں کی کمک کے توسط سے ہوتا بھی تو انگلینڈ اور فرانس کی گورنمنٹیں پہلے ہی سے اِس میں مداخلت کرتیں۔ پرائیویٹ یا مُلک کی لڑائیوں سے ڈیوپلے کو انگلش کے برخلاف چند روز غلبہ ہو گیا تھا مگر وہ خشکی کے اندر مقصور تھا جہاں ڈیوپلے زیادہ طاقتور تھا اِسلیئے کہ دو قوموں میں مصالحت تھی اِسکے بیڑے اُن لڑائیوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے تین سال بعد جب دونو قوموں میں لڑائیاں شروع ہوئیں تو انگلش کی بحری

قوت نمایاں ہوئی اور اُس نے اپنا قطعی اثر دکھایا۔

ڈیوپلے کی طبیعت میں پولیٹکل معاملہ فہمی کی خداداد قابلیت وجدت وقوت ایجاد تھی اور اُس کے مزاج میں تحکم وتکبر واخلاقی بے باکی تھی اُس نے شرقی ملک ستانی کے لیئے بڑی دلیرانہ وسیع تدابیر کیں مگروہ داؤں ہارا جسکے ہارنے میں اُس کی چالبازی اور کھلاڑی پنے میں کوتاہی نہ تھی بلکہ گورنمنٹ کی قوت اور متواتر سہارا دینے میں کمی تھی۔ اُس نے خوب سوچ لیا تھا کہ جب تک کوئی فرنگستانی کمپنی اپنے مقامات پر قبضہ رکھتی ہے یا ہندوستانی گورنمنٹ کی سریع الزوال اور طامع مرضی کے موافق تجارت کرتی ہے وہ نہایت ناپائدار ہے اور وہ دوسرے کی مرضی پر موقوف ہے اُس نے معقول صحیح ترکیب یہ تبلائی کہ ہمکو اپنے تئیں آزاد اور مالک بنانا چاہیئے اور جو فرنگستانی رقیب ہماری راہ کو قطع کرے اُس کو مارکر ہٹانا چاہیئے اگر فرانس سے انگلش زیادہ طاقتور نہ ہوتے تو ڈیوپلے اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوجاتا اُس نے فاش غلطی یہ کی کہ اپنی نمایش ونمود بڑی دھوم دھام سے کی اور ہندوستانیوں کے ساتھ بڑی ہوشیاری وبلند نظری سے سازشیں کیں مگر اہل فرنگ کو اہل ایشیا سے مشرقی ہتیار لیکر آمیزش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے ہتیار لیکر اُن سے ملنا چاہیئے۔ باوجود ان سب باتوں کے اِس تھوڑے زمانہ کی تاریخ میں ڈیوپلے ایک افسانہ ہے جس میں سمندر پار ملک ستانی کے لیئے فرانس اور انگلش کے درمیان اٹھارہویں صدی میں طول طویل سخت جنگ برپا رہی گو ڈیوپلے کی قوت سے بالکل باہر تھا کہ وہ ہندوستان میں کسی فرنگستانی قوم کی قسمت کا فیصلہ کرتا مگر اُس کی تدابیر کا نتیجہ یہ تھا کہ فرانس کے برخلاف انگریزوں نے اِن اسباب کی تکمیل کی جکی تکمیل انگریزوں کے برخلاف فرانس کرنی چاہتا تھا۔ یہ امر محقق ہے کہ اب ڈیوپلے کے سوا اوروں کو بھی ہندوستان کی فتح کرنے کا خیال تھا اور ایک سے زیادہ ایسے عالی دماغ روشن ضمیر تھے جو یہ خیال رکھتے تھے کہ کل ملک ہندوستان کا آسانی سے ایک یوروپین گورنمنٹ تسخیر کرسکتی ہے ۔ اِس بات کا سمجھنا آسان ہے کہ جب ۱۷۵۳ء میں فرانس اور انگلینڈ نے یہ قصد مصمم کرلیا کہ ہندوستان میں اُن کی کمپنیوں کے درمیان لڑائی بالکل موقوف ہوجائے تو اُنکو اس امر پر تحریک ہوئی کہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں اپنے اپنے گورنروں کو مجبور کریں کہ وہ پولٹیکل معاملات سے باہر رہیں اور تجارت میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ ابتک طرفین میں سے کسی کو کوئی قطعی فائدہ بھی نہیں حاصل ہوا تھا ۱۷۵۲ء میں فرنچ اور انگلش کی امداد اور کمک کے لیئے فرانس اور

انگلینڈ سے دو ہزار سپاہی یہاں آ گئے تھے۔

اورم صاحب لکھتے ہیں کہ فرانسیسی سپاہ سے قابلیت اور لیاقت انگلش سپاہ میں ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر فرانسیسی انگریزوں سے لڑائی لڑتے تو ہزیمت اٹھاتے۔ جب ساحل پر انگریزی بیڑا آ گیا تو یہ بھی ایک وجہ اُس کی ہوگئی کہ گوڈیو پلے کے خیالات مصالحت کی طرف راجع ہو گئے۔ مگر فرانسیسوں کے پاس مُلک بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ تھا اور ہندوستانی والیان مُلک سے اُنکی پولیٹیکل روابط زیادہ تھے جب لنڈن لورڈ کو گورنر مدراس نے وہ مشروطی صلحنامہ بھیجا۔ جو گوڈھیو کے ساتھ ۱۷۵۵ء میں ہوا تھا تو اُس نے اپنی کمپنی کو متنبہ کیا ہے کہ اگر فرانس لڑائی جاری کریگا تو اُس کو ہم سے زیادہ فائدے حاصل ہیں کہ اُس کے پاس ہم سے زیادہ زبردست سپاہ ہے اور وہ ہندوستانی گورنمنٹوں میں بہ نسبت ہماری بہت زیادہ رعب داب اور اثر رکھتا ہے۔

فرانسیس وزرا کے محرک جو خیالات و مقاصد ہوئے وہ بڑے معقول تھے۔ ڈیو پلے کی پولیسی ان معنی کر بھٹہ واکار ہوئی کہ چار سال تک بقاعدہ لڑائیاں ہوئیں اور اُن میں کمپنی کو ایسی فتحیابی نہیں حاصل ہوئی کہ ان لڑائیوں میں جو اُن کا بھاری خرچ ہوا وہی وصول ہو جاتا۔ انگلش کمپنی کو فرانسیسوں نے بہت دبایا تھا مگر وہ کسی طرح سے سامنے سے پیچھے نہیں ہٹتی تھیں۔ اُنکی سپاہ قوی تھی اُن کے سپہ سالار اچھے تھے۔ مالی حالت بہت خاصی تھی۔ ڈیو پلے ہندوستانی والیان ملک کے درمیان اپنی بنیاد جما سکتا تھا۔ مگر وہ پائدار اور استوار نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر اہل انگلینڈ پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ کہیں اُس کی کمپنی کی ہندوستانی تجارت اور مقبوضات واقعی دھمکائے گئے ہیں تو انگلش گورنمنٹ بڑی مستعدی سے اُسپر اعتراض کرتی اور اس اعتراض کرنے سے بھی آگے قدم جمانی اِن رقیب کمپنیوں میں ایک کا صدر مقام پونڈیچیری اور دوسری کا مدراس تھا دونوں سمندر سے ایسے قریب تھے کہ اُن پر سمندر کی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ ساحل بحر پر مسٹر واٹسن انگریزی بیڑا لیکر آن پہنچا۔ فرنچ گورنمنٹ خوب آگاہ تھی کہ فرانسیسی بحری قوت انگریزی بحری قوت سے کم ہے۔ جب سے ۱۷۵۴ء میں عہد و پیمان ہوئے تھے ساحل کورومنڈل پر فرانسیسوں کے قبضے میں بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ مُلک تھا اور حیدرآباد میں بُسی پاس پانچ ہزار سپاہ قواعددان موجود تھی۔ گوڈھیو کے انتظام میں سوائے ڈیو پلے کے نہ ہونے کے کوئی بات غیر مفید

ہندوستان میں نہ تھی۔

فرانسیسوں کا خزانہ بالکل خالی ہوگیا تھا اُس کے معمور کرنے کی اصلی ضرورت تھی۔ ہندوستان میں فرنچ تجارتی کمپنی لڑائیوں کی دلدل میں پھنس رہی تھی اپنا انتظام غلط فضول خرچی کے ساتھ کر رہی تھی وزراء اُس کو انصاف نہیں سمجھتے تھے کہ رعایا سے ایسی تجارتی کمپنی کی امداد پر اصرار کریں۔

رعایا پر پہلے ہی سے بہت سے ٹیکس لگ رہے تھے۔ اس زمانہ میں فرانس میں اور انگلینڈ میں بھی یہ امر علوم متعارفہ کے طور پر مانا جاتا تھا کہ کشورکشائی اور سوداگری آپس میں بیر رکھتے ہیں۔ فرانس میں اہل حکومت کی یہ رائے تھی کہ نہ تجارت نہ انتظام سلطنت دونو بالاتفاق یہ اجازت دیتے ہیں کہ کوئی تجارتی کمپنی تسخیر مُلک کی مجاز ہو۔ یہ خیال چند سال سے اُن کے دلوں پر منقش تھا مگر ڈیوپلے کے لئے وہ نقش برآب تھا۔ مُلک گیری کی عمارت بڑی محنت و جفاکشی سے ڈیوپلے تیار کرتا تھا مگر وہ بود ہی تھی وہ چند اجورہ دار سپاہ کی فضیلت اور مشرقی والیان مُلک کی مضرت ناک دوستی پر اور افسران موجودہ کی ذاتی لیاقت پر موقوف ہوتی تھی۔ وہ قسمت کی ہواؤں میں اُڑتی پھرتی تھی اور مستحکم بنا نہیں رکھتی تھی۔ اگر فرانسیسی ہندوستان میں اپنی کوئی مستحکم سلطنت جمانی چاہتے تھے تو اُن کو چاہیے تھا کہ پہلے انگریزوں کی بحری قوت کو فنا کرتے اور یوروپ کے ساتھ اپنی آمدورفت کی راہ بے خوف و خطر امین بناتے۔ ۱۷۵۲ء میں تو اس کام کا کرنا اُن کی قدرت ذاتی سے باہر تھا۔ بقول والٹیر۔ آخر جنگ سے فرانسیسوں کی بحری قوت بالکل غارت ہوچکی تھی۔ ۱۷۴۸ء میں صُلح کے سبب سے اُنھوں نے اپنی بحری قوت کو کچھ بحال کیا تھا۔ مگر ۱۷۵۵ء میں فرانسیسوں پاس ۹۸ چھوٹے بڑے جنگی جہاز تھے اور انگریزوں کے پاس ۲۱۱ چھوٹے بڑے جنگی جہاز تھے۔

۱۷۵۶ء میں جنگ ہفت سالہ شروع ہوئی۔ فرانسیسوں نے بڑے زور سے کوشش کی کہ بحری ہوں پر پھر حکمرانی حاصل کریں۔ اب یہ صاف ظاہر تھا کہ جب وہ اپنی بحری قوت کی افزائش میں ناکام ہیں تو ڈیوپلے کی پولیسی چھوڑنی پڑی اور جس کے سبب سے اُنکی ساری اُمیدیں ہندوستان میں اپنی فضیلت قائم کرنے کی خاک میں ملیں۔

باب چہارم

فصل اول - فرانس اور انگلش میں دوسری لڑائی

یوروپ میں ۱۷۵۶ء میں فرانس اور انگلینڈ کے مابین مصالحت قائم نہیں رہی اس سبب سے ہندوستان میں اُن کے درمیان لڑائی شروع ہوئی - فرنچ گورنمنٹ نے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ مشرق میں انگریزوں کے قبض و دخل پر باقاعدہ لشکر کشی کرکے حملہ آوری کی جائے - اُس نے بڑا طاقتور اور قوی لشکر کونٹ لالی کو سپرد کیا اور اُس کو ہدایت کی کہ والیان ملک کے باہمی لڑائی جھگڑوں میں بالکل دخل نہ دے اور ساحل بحر پر انگریزوں کے استوار مقامات اور حصارات پر قبضہ کرنے میں اور اُن کی تجارت کی بالکل بیخکنی میں ہمہ تن مصروف ہو - ڈیوپلے کی پولیسی نہ اختیار کرے - فرنچ کمپنی کے ڈائرکٹر یہ نہیں چاہتے تھے کہ مُلک ہندستانی میں فضیلت و برتری حاصل کرنے کی تدابیر پھر دُہرائی جائیں بلکہ اُنکی یہ آرزو تھی کہ اُن کی مالی حالت بحال ہو اور ساحل کارومنڈل پر سے انگریزوں کا بالکل دخل اُٹھ جائے اور کل تجارت کا اجارہ ان ہی کے ہاتھ میں آجائے -

فرانس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ نہایت جانفشانی سے رزم آرائی کرکے انگریزوں کو ہند سے رفع دفع کیجئے - لالی کا یہ قول سچ تھا کہ تب ہیں فرانسیسیوں کو امن و عافیت کا حاصل ہونا جبتک ممکن نہیں کہ انگریزوں کا یہاں سے بالکل استیصال نہ ہو - لالی ایک بڑا شجاع دلاور سپاہی تھا مگر خود پرست خود رائے تھا اور ایسا آتش مزاج تھا کہ جب غصہ میں آتا تو ایسی حرکتیں کرتا کہ اس کے دوست بھی دشمن ہوجاتے - اُس کی اس آتش مزاجی کے سبب سے اُسکے سارے ماتحت ایسے ناراض ہوگئے کہ انھوں نے اُس کی اعانت سے پہلوتہی کی اور اُس کی ذلت کے خواہاں ہوگئے -

ڈائرکٹروں نے ۱۷۵۵ء میں لالی کے ہمراہ اپنی سپاہ آزمودہ کار بھیجنی تجویز کی تھی کہ اگر وہ ۱۷۵۶ء میں فرانس سے روانہ ہوتے تو یقینی انگریزوں کو ساحل کورومنڈل سے بالکل نکال باہر کرتے - انگریزوں پر یہ بڑا کڑا وقت آن پڑا تھا کہ ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کو کلکتہ سے باہر نکال دیا تھا اور اُن کے سارے قلعے اور کوٹھیاں چھین لی تھیں - اکتوبر میں کلایو صاحب نے مدراس

میں جو عمدہ سپاہ انگریزی تھی - اُس کو بنگال میں بلایا اور بیڑا بھی جو مدراس میں تھا اُس کو طلب کیا تاکہ اپنے ہموطنوں کو خلاص کرائے - اور فورٹ ولیم کو پھر اپنے ہاتھ میں لائے - مدراس کی کونسل جانتی تھی کہ یوروپ میں فرانس کے ساتھ لڑائی کا اشتہار ہو چکا ہے اور فرانس کا ایک لشکر جرار ہند میں روانگی کے لئے تیار بیٹھا ہے - جسوقت وہ پونڈیچیری میں آجائیگا تو بوسی حیدرآباد سے لالی کی معاونت کے لیئے آئیگا اور دونو متفق ہو کر مدراس پر حملہ کرینگے تو اُسپر ایک سخت آفت آئیگی - مگر اُنھوں نے یہ بڑی دلیری اور فرزانگی کا کام کیا کہ سپاہ کو بنگال بھیجدیا اور یہ سمجھے کہ جبتک فرانسیسی سپاہ فرانس سے ساحل کارومنڈل پر آئے گی ہماری سپاہ بنگال سے اپنا سارا کام انصرام کر کے یہاں آجائیگی - یہ اُن کا سمجھنا صحیح ہوا فرانس میں سپاہ کی تیاری میں اور پھر آہستہ آہستہ بحری سفر میں اتنی دیر لگی کہ لالی ۱۷۵۸ء میں پونڈیچیری میں پہنچا اگر بارہ مہینے پہلے ہند میں سپاہ فرانس آجاتی تو وہ اپنا کام پورا کر لیتی مگر اس کے دیر کر آنے میں فرانسیسیوں کے ہاتھ سے موقع نکل گیا - جسکا علاج وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی انگریزوں نے سراج الدولہ کو کلکتہ سے باہر نکال دیا پلاسی میں اُسپر فتح پا کر اُس کے لشکر کو پراگندہ اور پریشان کر دیا اور اُس کو معزول کر کے دوسرا نواب اُس کا جانشین بنا دیا اور ہندوستان کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ بنگال پر اپنا تصرف کر لیا اور اُن اضلاع سے فرانسیسیوں کو خارج کر دیا - کلایو نے رپورٹ کی کہ بنگال میں کمال امن و امان ہے وہ اس قابل ہے کہ مدراس کی بہادرانہ محافظت میں سپاہ اور زر سے معاونت کر سکیگا - اُس نے کرنل فورڈ کو بھیجا کہ فرانسیسیوں کو اُن کے اضلاع عظیم شمالی سرکاروں سے نکال دے - اُس نے اُنکو نکال دیا - یہ سرکاریں نظام نے بوسی کو اس لیئے دی تھیں کہ اُن کی آمدنی سے سپاہ کا خرچ وہ چلائے اُن کے اس طرح چھن جانے سے حیدرآباد میں بوسی کی بڑی بھد ہوئی - اُس کے جاہ و منصب پر بڑی آفت آئی

اس اثنا میں لالی نے سپاہ کو خشکی میں اُتارا اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو لے لیا جسکی محافظت استحکام کے ساتھ نہیں کی گئی تھی - اگر لالی کو روپے اور رسد کی کمی مانع نہ ہوتی تو وہ سفر کر کے مدراس پر حملہ کرتا - وہ نہ کوئی تدبیر کرنی جانتا تھا نہ اُس کو اپنے مزاج کو قابو میں رکھنا آتا تھا - تمام سول کے حکام بدمعاشی ہونے کا وہ شبہ کرتا تھا اور مشرقی فیلنگس یا رسم و رواج کی کوئی بات نہیں جانتا تھا جسکے سبب سے اُسکو ہزیمتیں اُٹھانی پڑیں - اُس نے روپے حاصل کرنے کے لیئے تنجور پر حملہ کیا جس سے اُس کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ اور مالی دقتیں پیدا ہوئیں اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر گیا - اب انگریزوں کے جنگی جہاز بھی آئے

فرانسیسی جہازوں سے انکا کئی دفعہ مقابلہ بڑی تیزی و تندی سے ہوا جسکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا کہ
اُسکو فتح یا شکست ہوئی۔ مگر اس سے فرانسیسی بیڑے کو نقصان پہنچا جسکی مرمت اور اقامت کے لیے
کوئی بندر نہ تھا۔ جس سے اُسکے امیر البحر ڈی ایچی کی شکستہ دلی ہوئی اور اگست ۱۷۵۸ء کو وہ لالی کے روبرو
آئل آف فرانس کو چلا گیا۔ لالی کی منت سماجت اور غضبناکی نے اُس کو راغب نہ کیا کہ وہ یہاں ٹھیر تا یا
پھر اُلٹا چلا آتا۔ اب لالی کا بوسی سے جھگڑا کھڑا ہوا۔ بوسی بے صبر و قرار ہوا اور بالکل بیگانہ بن گیا اور
اِس بدنصیب جنرل لالی کی ہزیمتوں کے رفع کرنے میں ذرا اعانت نہیں کی۔ لالی جانتا تھا اور صاف
صاف کہتا تھا کہ فرانسیسوں کی کسی مستحکم گرفت میں ہند جبتک نہیں آسکتا کہ انگریز یہاں سے مار کر نہ نکالے
جائیں۔ اُس نے حیدرآباد سے بوسی کو بلایا کہ وہاں سے آن کر اُس کے ساتھ شریک ہو۔ حیدرآباد سے
بوسی کو بلایا۔ مگر اُس کے یہاں سے چلے جانے نے حیدرآباد کے دربار میں فرانسیسوں کی فوقیت
اور فضیلت کو فنا کر دیا۔ اِس کے بعد نظام کے دربار میں انگریزوں کا رعب داب و اثر قایم ہوگیا
فرانسیسوں کو پھر نظام کے دربار میں فضیلت نہیں حاصل ہوئی۔ لالی چاروں طرف سے مزاحمتوں میں
گھرا ہوا تھا۔ اُس پاس وسائل نہ تھے۔ سول کے عہدہ دار اُس کو ناپسند کرتے تھے سپاہ کو اُس پر
اعتماد نہ تھا۔ اُس نے مدراس پر بے باکانہ حملہ کیا مگر یہ مقام بڑا استحکم اور رسد کے سامان سے خوب
بھرا ہوا تھا۔ لالی روپئے اور سپاہیوں کے واسطے بڑا ضیق میں آرہا تھا۔ پونڈچیری میں اُسکی سپاہ
بیدل ہو رہی تھی۔ وہ لالی کی مدد نہیں کرتی تھی بلکہ اُس سے نفرت رکھتی تھی۔ ایک خط مورخہ ۱۳
ستمبر ۱۷۵۸ء پونڈچیری کے بڑے عہدہ دار کا ایک افسر کے نام انگریزوں نے پکڑا جس سے معلوم
ہوتا ہے اُس صدر مقام میں کیا افسردگی اور پژمردگی آرہی تھی۔ لالی نے ایک خط اپنے کیمپ سے
پونڈچیری کے گورنر کو لکھا تھا جو انگریزوں کے ہاتھ پڑا جس سے اس بدنصیب جنرل کا غصہ اور
مُصیبت زدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے مدراس کی ٹوٹی ہوئی فصیل پر ایک جگہ حملہ کرنے کو
کہا تو اُس کے افسروں نے انکار کیا کہ ہم اپنی جان جوکھوں میں نہیں ڈالتے۔ پس جب انگریزی
بیڑا سمندر کی نگاہ کے روبرو آیا تو اُنھوں نے محاصرہ کو چھوڑ دیا۔ کُل والیان ہند میں جو اس جنگ کا
تماشا دیکھ رہے تھے اُن میں فرانسیسوں کی بڑی بدنامی ہوئی لالی نے بوسی پر بہت غضبناک ہو کر بغاوت
کا الزام لگایا کہ اُس نے اُس کے روپے کی درخواستوں کو یوں ہی ٹال دیا اور جنگ میں وہ اُس کے

ساتھ شریک ہوکر معاون نہیں ہوا۔اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ بوسی سپہ گری میں اور مشرقی چالبازیوں میں لالی سے بدرجہا بہتر تھا۔لالی شکی تھا کسی دوسرے کی نہ سُنتا تھا۔بظاہر اُس کی تقدیر کہہ رہی تھی کہ وہ تباہ ہوگا۔

بوسی نے اس کے ماتحت ہوکر انگریزوں کے برخلاف کام کرنے پر حیدرآباد میں رہنے کو ترجیح دی وہاں وہ بہت تمول اور آزادی کے ساتھ رہتا تھا۔

آئندہ بارہ مہینے میں لالی کے جاہ ومنصب کا جلدی تنزل ہوگیا۔اِس کی فرنگستانی سپاہ میں بغاوت پھیلی اور فرانسیسی بیڑے نے جو ڈیسی اپچی کے ماتحت تھا آخر کو ساحل کو چھوڑ دیا۔جنوری ۱۷۵۹ء کو کلایو نے پِٹ وزیراعظم کو خط لکھا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے کلایو کو اُس کی عقل دور اندیش نے پورا یقین دلادیا تھا کہ بنگال کے مخازن مقبوضہ اور انگریزی بحری قوت عنقریب لالی کو پوری ہزیمت دیدینگے۔دوسرے سال میں اُس کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔چند مہینے تک کرناٹک میں دونوں کی سپاہیں آپس میں لڑتی رہیں۔لالی نے بوسی کے صلاح ومشورہ کے خلاف وانڈواس کے قلعہ کا محاصرہ کیا جسکے سبب سے مسٹر کوٹ نے اسپر حملہ کیا اور فرنگستانی سپاھیوں میں بہادرانہ جنگ ہوئی ہر یک طرف دو دو ہزار چیدہ سپاہی تھے۔آخر کو فرانسیسوں کو شکست ہوئی اور بوسی گرفتار ہوا۔جنگ میں ہندوستانی سپاہ اپنے کمانیروں کے ساتھ لئے ہوئے فرنگستانی سپاہ کے پیچھے کھڑی رہی۔لالی نے اپنے سواروں کو ساتھ لیجاکر بڑا بہادرانہ حملہ کیا مگر انگریزی توپوں نے اُن کا مُنہ پھیر دیا۔لالی پونڈچیری کو بھاگ گیا۔

اہل فرانس کو یہ بڑی فاش شکست ہوئی۔پھر وہ انگریزوں کے سامنے کھُلے میدان میں نہیں ٹھیر سکتے تھے۔جتنے مستحکم مقامات اِن کے پاس تھے وہ سب انگریزوں نے لے لیئے وہ اضلاع جن میں کہ وہ اپنی رسد کا سامان جمع کیا کرتے تھے بتدریج اُن کے دشمنوں کے قبضے میں ہوگئے۔فرانسیس بیڑا زور آور ہوکر پھر ساحل پر نہیں آیا۔ڈی اپچی نے صاف انکار کردیا کہ وہ اپنے بیڑے کو آئیل آف فرانس سے اُٹھا نہیں لائیگا۔پس اب سمندر میں انگریزی ہی بیڑا تھا۔پونڈچیری میں لالی بحر و بر کی طرف مصروف ہوا وہاں فرانسیسوں پاس نہ کھانے پینے کا نہ میگزین کا سامان جمع تھا۔وہ بالکل محصور ہوگئے اور اُن کو آدھا کھانے کو ملنے لگا۔ناچار مجبور ہوکر بڑی فرزانگی کے ساتھ اُنھوں نے اپنے تئیں جنوری

سنہ ۱۷۶۱ء کو انگریزوں کے حوالہ کردیا۔

فصل دوم ۔ نتائج جنگ

انگریزوں نے جو پونڈیچیری کو فتح کرلیا اُسکے سبب سے فرانس اور انگلستان کا جھگڑا ہندوستان میں ختم ہوگیا۔ وولٹیر کہتا ہے کہ دُنیا کے اس حصہ میں فرانسیسوں کے پاس جو باقی رہا وہ یہ رنج و الم تھا کہ چالیس برسوں سے زیادہ تک اُنھوں نے اس کمپنی کے سہارنے میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں جو تجارت اور رزم آزمائی میں اناڑی اور پھوہڑ تھی نہ اُس نے کبھی نفع کمایا نہ اصل کا روپیہ حصہ داروں اور قرضداروں کو ادا کیا۔ سنہ ۱۷۲۵ء سے لیکر سنہ ۱۷۶۹ء تک متواتر دربار فرانس نے اُسکو ۱۶۹۰۰۰۰۰ فرنیک کی رقم پیشگی دی۔ سنہ ۱۷۶۳ء کی صُلح کے سبب سے فرانسیسوں نے ان مقامات پر اپنا قبضہ کرلیا جو وہ ڈیوپلے کی توسیع ملک گیری کی تدابیر کرنے سے پہلے اپنے پاس رکھتے تھے مگر اُنکی جنگی قوت کے پر اس سبب سے کٹ گئے تھے کہ اُنھوں نے یہ عہد و پیمان کرلیا تھا کہ ان مقامات کے حصار وفصیل بنا کے استوار نہیں کرینگے اور نہ صوبہ بنگال میں سپاہ رکھینگے جس کے سبب سے شمالی میں اُنکے لیئے دروازہ بند ہوگیا وہ صرف ساحل بحر ہند پر چند غیر محفوظ مقامات میں مقید ہو گئے۔

تجارتی اور جنگی کامیابی کے لیئے دو ابتدائی شرائط یہ ہیں کہ ساحل بحر ہند پر استوار حصار دار مقامات پر قبضہ ہو اور سمندر میں سپاہ ایسی ہو کہ یوروپ کی آمد و رفت کی راہ کو کشادہ رکھے۔ انگریزوں نے سمندری تسلط میں غلبہ حاصل کرلیا اور فرانسیسوں نے خشکی میں یہ خاک اُڑائی کہ کہیں قدم جمانے کے لیئے سمندر کے کنارہ کے پاس جگہ نہ رکھی۔ فرانسیسوں کی ناکامیابی کا سبب کچھ بدقسمتی یا نالائقی خاص آدمیوں کی نہ تھی (جنکی اصلاح ہوسکتی تھی) مگر حالات کا اجتماع ایسا ہوگیا تھا کہ اُن کو انگریزوں سے لڑنا ناگزیر ہوا اور یہی سبب ہند میں انگریزوں کو کامیابی کا ہوا۔

زمانۂ حال کا ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے کہ اگر لالی اِن ہدایتوں کو جو اس کو فرانس میں ہوئی تھیں سمندر میں پھینکتا جاتا اور ڈیوپلے کی پولیسی کو اختیار کرتا اور بوسی کے صلاح و مشورے پر چلتا تو ہندوستان کی سلطنت کا تاج فرانسیسی بادشاہ کے سر پہ ہوتا انگلینڈ کی ملکہ کے سر پہ نہ ہوتا مگر یہ امر بڑا مشتبہ ہے کہ اگر لالی ڈیوپلے کی پولیسی کی تقلید کرتا اور بوسی کے صلاح و مشورے پر چلتا تو کامیاب ہوتا۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ جنگ ہفت سالہ میں انگریزوں کا ہند سے بیدخل کرنا

لاآلی کی قوت اور لیاقت سے باہر تھا۔ فرانس جو ہند سے بیدخل ہوا تو اُسکا سبب یہ تھا کہ ڈیوپلے یہاں سے فرانس بلالیا گیا تھا اور لابورڈنی نیز اور ڈی ایچی اپنے اپنے بیڑوں کو ساحل بحر کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یا لالی بر خود غلط اور خود پرست تھا۔ اور نہ اِسکا سبب یہ تھا کہ اہل فرانس دور دراز کی مہمات کی لیاقت کم رکھتے تھے۔ وہ اِس اولوالعزمی میں بڑے نامور تھے صرف اُنکی ناکامیابی کا سبب یہ تھا کہ فرانس میں لوئی پانزدہم کوتاہ اندیش اور غیر منتظم بادشاہ تھا اور انگلینڈ میں وزیر جنگ پیٹ بڑا روشن ضمیر اور عالی دماغ تھا اِس وجہ سے اِن دونو ملکوں کی گورنمنٹوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا اُسکا ماحصل یہ ہے کہ ہند کی سرزمین پر انگلینڈ اور فرانس کی تین لڑائیاں ہوئیں۔ اول جنگ میں اکیس لا چیپل کی صلح کے سبب سے ۱۷۴۸ء میں فریقین کی حالتیں جو جنگ سے پہلے تھیں وہی آخر میں رہیں۔ فرانسیسوں کو خفیف سا نفع حاصل ہو گیا تھا۔ جنگ دوم میں ڈیوپلے پولیٹکل تدابیر کو زیادہ وسعت کے ساتھ کام میں لایا۔ اور ۱۷۵۴ء میں صلح ہوئی۔ اور شرائط صلح دونو میں برابر کی ٹھیریں۔ اِس میں انگریزوں سے کچھ زیادہ فرانسیسوں کو فضیلت اور رعب وداب وجاہ و منصب حاصل ہو گئے۔

جنگ سوم جو باہم قومی جنگ تھی ۱۷۶۳ء میں ختم ہوئی جس میں انگریزوں کو قطعی فتح حاصل ہوئی اور فرانسیسوں کو نقصان پہنچا جسکا لاعلاج ہونا بیس برس بعد ثابت ہوا۔ جب ۱۷۸۱ء میں فرانسیس آخر دفعہ ساحل ہند پر آئے تو سمندر میں انگلینڈ سے بڑے بڑے لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے۔ وہ اکیلا سپین۔ ہولینڈ۔ امریکہ کی اپنی کولونی کی بحری قوتوں سے لڑ رہا تھا۔ اور ہند میں میسور کے حیدر علی اور مرہٹوں سے رزم آرا تھا۔ جنھوں نے ساحل بحر ہند کے ایک حصّہ پر قبضہ کر لیا تھا اور یہ دونو انگریزوں کے دُشمنوں سے مراسلت رکھتے تھے۔ فرانسیسوں کا بیڑا سفرن کے ماتحت آیا تھا جس سے بہتر کوئی میر بحر فرانس میں نہیں ہوا۔ وہ بحری جنگ کے رموز سے خوب واقف تھا۔ اور فوج کا سپہ سالار بوسی تھا۔ سفرن بہ نسبت انگلش کمانڈر کے افضل تھا لیکن اِس فرانسیسی میر بحر کو ساحل ہند پر نہ کوئی بندرگاہ نہ کنارہ کے پاس کوئی مقام ملا نہ رسد رسانی کے بہم پہنچنے کے واسطے کوئی جگہ ہاتھ آئی کہ جہاں کے آدمیوں سے دوستی ہوتی۔

۱۷۷۹ء میں فرانسیسوں کا کوئی اپنی دارالاقامتوں میں قبض و دخل نہ تھا - ایک مہینہ ہوا تھا کہ ہولینڈ سے سیلون میں اُنہوں نے ایک بے بہا بندرگاہ ترکونو مالی چھینا تھا - اِس زمانہ میں بنگال اور شمال مغرب کے زرخیز اضلاع الہ آباد تک ہاتھ آجانے سے انگریزوں کی حکومت ایسی مستحکم و استوار ہوگئی تھی کہ جنوبی مشرقی ساحل پر تھوڑی سی سپاہ کے آنے سے وہ ہل نہیں سکتی تھی - اُسکے آنے سے صرف مقامی نقصان اور چند روزہ پولیٹکل انتشار جزیرہ نما ہند میں پیدا ہوسکتا تھا - انگریزوں کی سپاہ اُس وقت امریکہ کی کولونی کی بغاوت کو دبا رہی تھی - سفرن کا اصلی مقصد مشرقی قبض و دخل میں خلل انداز ہونے سے یہ تھا کہ اُس کے سبب سے کولونی کے ضیق کرنے سے انگریزوں کی توجہ ہٹ اور بٹ جائے -

۱۷۸۳ء میں ورسلیز میں صلح ہوجانے سے سفرن کی لڑائیاں رُک گئیں - ۱۷۶۳ء میں جو پیرس میں صلح ہوئی تو انگریز اس واقعہ کی صحیح تاریخ شمار کرتے ہیں کہ اس کے بعد آخر کو یورپ کی ساری بحری قوتوں نے انگلینڈ کے ساتھ ہندوستان کی تجارت یا فتوح میں رقابت کرنے سے ہاتھ اُٹھایا - انگلینڈ کی سلطنت کے عروج کے لیئے یہ زمانہ سب سے زیادہ عظمت رکھتا تھا - اِس کے بعد جو فوقیت حاصل کرنے کے لیئے لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوستانی والیان ملک سے تھیں جنمیں انگریزوں کی فتحیابی کی پیشین گوئی پہلے سے بغیر کسی شبہ کے ہوسکتی تھی اور ان پیشین گوئیوں کا پورا ہوتا اب سب نے دیکھ لیا -

باب ہفتم

فتح بنگال

فصل اول - کلایو کی لشکرکشی

باب گزشتہ میں سفرن کی مہم تک مشرقی ساحل ہند کے سوانح ۱۷۵۷ء تک بیان کیئے گئے ہیں تاکہ انگریزوں کے اُن تعلقات کا مسلسل حال بیان ہوجائے جو ہندوستان میں فرنچ کے ساتھ تھے - اب یہ ضرور ہے کہ چند گزشتہ سالوں کا حال لکھیں کہ اُن سے بنگال کے واقعات کا حال معلوم ہو - انگریزی حکومت کی عالیشان اور وسعت ملک کے دو زمانہ ہیں اول زمانہ

وہ ہے کہ یوروپین قوموں سے انگریزوں کے لڑائی جھگڑے تجارت کی منفعتوں کے لیئے شروع ہوئے اور سواحل ہند پر پولٹیکل علوئیت وفضیلت حاصل کرنے کے لیئے لڑائیوں پر ختم ہوئے - کل سترہویں صدی میں تجارت میں رقابت کی گرمبازاری رہی فرانسیسوں کے ساتھ بیس سال کے قریب ۱۷۴۹ء سے ۱۷۶۳ء تک لڑائی رہی جسکے سبب سے ہندوستان میں انگریزی سلطنت قایم ہوئی - دوسرا زمانہ وہ ہے جسکا حال اب ہم لکھتے ہیں جسکے اندر ہند کے والیان ملک سے انگریز کارزار کرتے رہے -

یہ لڑائیاں اس لیئے نہ تھیں کہ تجارت میں غلبہ حاصل ہو یا ملک کے قطعات قبضے میں آئیں یا سمندر میں حکومت حاصل ہو - بلکہ کل کشور ہند میں حکومت کی علوئیت وفضیلت حاصل ہونے کے لئے تھیں - اس زمانہ کا آغاز ۱۷۵۶ء سے شمار ہوتا ہے - جبکہ کلایو اور میر بحر واٹسن مدراس سے جہاز نشین ہوکر کلکتہ کو نواب سراج الدولہ کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے گئے ہیں - یہ زمانہ پچاس سال کا ہے اس کے بعد آیندہ پچاس سالوں میں انگریزی عملداری نے ملک گیری کے میدان میں بہت ٹھیر ٹھیر کر اور دم لیکر بڑی لمبی لمبی زقندیں ماریں - اور سندھ و پنجاب کو فتح کرکے ہند کی قدرتی سرحد کو اپنی سلطنت کی سرحد بنا لیا -

۱۷۵۷ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان جو ایک صدی گذری ہے اس میں انگریزوں کی سلطنت ہند کی تکمیل ہوئی ہے - ایک چھوٹی سے مغربی جزیرۂ انگلینڈ کی تجارتی کمپنی نے بحر ہند کے کنارہ پر اپنی تجارتی کوٹھیوں کو قائم کرکے یہ والاشان پرشکوہ سلطنت حاصل کی - انگریز خود متحیر ہوتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں نے ایسا کار عظیم کیا ہے جسکا سمجھنا عقل سے باہر ہے اور جس کی نظیر تاریخ میں پہلے موجود نہیں ہے - یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوٹری میں ہماری خوش نصیبی سے ہمارے نام کی چھٹی نکل آئی ہے - اس عظیم الشان سلطنت کا حاصل ہونا بڑا عجیب غریب اتفاق ہے - ایک بڑا نامور عالم مسٹر سیلی لکھتا ہے کہ ہندوستان کا ہمارے ہاتھ آنا اندھے پنے سے ہوا ہے - اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ گئی ہے انگریزوں کے ہاتھ سے کوئی بڑا کام بے ارادہ یا اتفاق سے ایسا نہیں ہوا جیسا کہ ہند کا فتح کرنا - ہندوستان کا فتح ہونا بڑا عجیب وغریب اس معنی کر ہے کہ پہلے کوئی کام اسکے مشابہ نہیں ہوا تھا - جسکے سبب سے ان آدمیوں کو اسکے وقوع کی توقع ہوتی جو ڈیڑھ صدی سے کمپنی ہند کا انتظام کر رہے تھے

یہ خیال جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے وہ ان واقفیتوں سے باطل ثابت ہوسکتا ہے
کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ تھوڑی سی فوج جو جنگ آزمایا مہذب ہو وہ ہندوستان کو آسانی
سے فتح کرے اُس کی مثال یہ موجود ہے وسط ایشیا سے بابر بارہ ہزار آدمی لیکر آیا اور ۱۵۲۶ء
میں پانی پت میں دہلی کے اُس بادشاہ کو شکست فاش دی جسکے پاس ایک لاکھ سپاہ اور ہزار
ہاتھی تھے۔ بابر خود لکھتا ہے کہ مجھے اِس ہیبت ناک دُشمن کے شکست دینے میں کوئی سختی اور
دشواری نہیں اُٹھانی پڑی اِس فتح سے وہ شمالی ہند کا مالک ہوگیا اور فاتح ہند اور سلطنت
مغلیہ کا بانی اول ہوا۔ بابر کے پاس وہ سامان جنگ نہ تھا جو انگریزوں کے پاس اُسوقت تھا۔
بنگال میں انگریز امن وعافیت سے رہتے تھے اور سمندر کو اپنی سلطنت کا حصہ جانتے تھے۔
بابر نے جس سپاہ کو شکست دی وہ ایسی خوفناک تھی کہ اُسکی برابر کوئی سپاہ انگریزوں کے مقابل
میں سوا سکھوں کے نہیں آئی۔ دُنیا کا قاعدہ ہے کہ جو کام ایک دفعہ ہوتا ہے وہ بار بار ہوا کرتا ہے
پس جب اٹھارہویں صدی کے آخر میں مُغلوں کی سلطنت کا ادبار آیا تو عقلمند یہ سمجھتے تھے
کہ اب کسی یوروپین قوم کی سلطنت تبدیل ہوگی۔

سترہویں صدی کے آخر میں اورنگ زیب کے دربار میں فرانسیسی ڈاکٹر برنیئر اپنی کتاب
میں لکھتا ہے کہ اگر مونشیر ڈی کونڈلی یا مونشیر ڈی مکوربنی بیس ہزار سپاہ ساتھ لیکر یہاں
آجائیں تو وہ کُل ہند کو فتح کرسکتے ہیں اور اُس نے کولبرٹ (وزیر فرانس) کو جو خط لکھا ہے
اُس میں اول یہاں کی خاص دولتوں کو دوم بنگال کی ضعف کو بڑے زور شور سے بیان کیا ہے
کرنیل جیمیں ال یہاں ہندوستان میں بیس برس سے رہتا تھا۔ اُس نے شہنشاہ آسٹریا کی خدمت
میں عرض کیا کہ آپ بنگال کو فتح کیجئے وہ بڑا سہل اور مفید کام ہے۔

وہ کہتا ہے کہ کُل ملک ہند یا ممالکت مغلیہ ہمیشہ سے ضعیف وغیر محفوظ تھی۔ اور اب بھی ہے
اگر کوئی یوروپ کا بادشاہ جسکے اختیار میں بحری قوت ہو اس کے فتح کرنے کا خیال نہ کرے تو
یہ ایک خرق عادت ہے وہ اپنے ایک تھپکی کے لگانے سے یہاں اپنے تئیں اور اپنی رعایا کو یہانکی
بے انتہا دولت کا مالک بنا سکتا ہے۔

مُغلوں کا انتظام خراب ہے اُن کی سپاہ خستہ حال ہے بحری قوت اُن کے پاس نام کو بھی

نہیں کہ سمندر کی طرف سواحل کی محافظت کرے۔ فی الحال صوبہ بنگال سلطنت مغلیہ کے سرکش رعایا کی حکومت میں تھا۔ اسکا محاصل قریب بیس لاکھ پونڈ ہے مغلوں کی سلطنت اسکو محکوم و مطیع نہیں کرسکتی تھی۔ وہ اور اُس کے ساتھ سارا ہندوستان سمندر کی طرف بالکل غیر محفوظ ہے۔ بنگال میں سب سے زیادہ دولت ہے وہ اور اُس کی دولت آسانی سے چھینی جا سکتی ہے۔

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ زمانہ ۱۷۴۶ء میں انگریزوں کو بہت تھوڑا سچا حال ہندوستان کا معلوم تھا تو کرنیل بل بڑی تعریف کا مستحق ہے کہ اُس نے اپنی فراست و کیاست سے بنگال کا اصل حال ایسا وسیع تحقیق کرلیا۔ اُس نے مرکزی مقامات کو دیکھا اور اُس نے اپنی اُنگلی سے بتایا کہ ہند میں کہاں کہاں ضعف ہے۔ اُس کی اندرونی حالت کو بتایا کہ وہ ناپائدار ہے اور بیرونی حالت کو کہا کہ اُس کے سواحل حملوں کے روکنے کے لیئے غیر محفوظ ہیں۔

بنگال میں مدتوں سے انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قایم تھیں۔ ۱۷۱۶ء میں انھوں نے فرمان شاہی حاصل کیا کہ اُن کو اجازت ہے کہ وہ ایک معین محصول ادا کر کے مال و اسباب تجارتی کی درآمد برآمد کیا کریں اور بنگال کے نواب جو اپنی طمع اور خود مختاری سے بھاری ٹکسیں اُنپر لگاتے تھے اُس سے بھی وہ معاف کئے جائیں۔ بنگال میں نواب ناظم ہونا پادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ جب تک کہ سلطنت مُغلیہ میں زور زیادہ تھا یہاں کے نواب ناظموں کو وہ بدلتے رہتے تھے کہ مبادا وہ خود مختار ایسے زبردست نہ ہو جائیں کہ پادشاہی اطاعت کے حلقہ سے گردن باہر نکال لیں۔ مگر جب سلطنت مُغلیہ میں ضعف آیا تو اس دُور دراز کے صوبہ میں نوابوں نے بادشاہ کی اطاعت میں کمی اور اپنی آزادی میں بیشی کی یہانتک کہ اٹھارھویں صدی میں جب ہٹوں نے قیامت برپاکی اور وسط ایشیا سے ہند پر حملوں کا طوفان آیا تو سلطنت مغلیہ کا شیرازہ ٹوٹ گیا اور اُسکے اوراق پریشاں ہونے شروع ہوئے۔ بنگال کے نواب ناظموں نے بادشاہ کی اطاعت کرنی اور خراج دینے کو بہت کم کردیا۔ مرشد قلی خاں جو بڑا صاحب لیاقت تھا اُس نے یہاں کے دستور کے موافق بنگال کی نوابی اپنے خاندان میں موروثی کرلی۔ مگر ۱۷۴۲ء میں اُسکے پوتے کو علی وردی خاں نے قتل کیا۔ یہ بڑا اولوالعزم جانباز افغان تھا۔ اِس نے اپنے تئیں ادنے درجہ کے سپاہی سے بہار کی نائب ناظمی کے اعلےٰ عہدہ پر پہنچایا تھا۔ اس نے بزور شمشیر اپنی جدا ریاست بنگال بہار اُڑیسہ میں قایم کرلی وہ برلئے نام بادشاہ دہلی کا مطیع تھا۔ فی الحقیقت بجائے خود حاکم تھا۔ چودہ برس تک

نہایت عمدہ بندوبست کے ساتھ حکمرانی کی۔جس میں غیر ملک کے تاجروں کو کوئی شکایت نہ
اگرچہ اُسنے۔انگلش۔فرنچ۔ڈچ سے محصول کا بہت روپیہ لیا مگر ان کی محافظت بھی خوب کی
اور کوئی لڑائی جھگڑا ایسا نہ اُٹھنے دیا کہ وہ اُن کو ستاتا۔اپریل ۱۷۵۶ء میں اُس نے انتقال کیا
اُسکا نواسہ اور متبنّی مرزا محمود حسن جسکا خطاب سراج الدولہ تھا اُسکا جانشین ہوا۔یہ نوجوان مغرور
عقل وشعور سے دور تھا۔تجربہ نے اُس کی طبیعت کی وحشت کو مغلوب نہیں کیا۔قدرت۔
اُس کو نوابی کی لیاقت نہیں عطا کی تھی وہ انگریزوں سے اِس سبب سے جلتا تھا کہ یہ جانتا تھا
کہ اس کے اُن دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ مراسلات وآمیزش رکھتے ہیں جو اُس کی جگہ نوابی
حاصل کرنی چاہتے ہیں۔

جب اِس نئے نواب کی نوابی مشہور ہوگئی تو کلکتہ میں پریسیڈنٹ کے نام انگلینڈ سے
اِس مضمون کی چھٹی آئی کہ فرانس سے لڑائی شروع ہوگئی ہے اِس لیئے اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی
دار الاقامت کو خوب مستحکم واستوار رکھے۔اِس وجہ سے پریسیڈنٹ نے اپنی دار الاقامت
فصیل وحصار سے استوار کرنا شروع کیا۔مگر بنگال میں انگریزوں کو اسطرح قلعہ اور حصار بنانے
کی اجازت نہ تھی۔نواب نے انگریزوں کے پاس ایک ایلچی بھیجا تھا جسکی مدارات انگریزوں نے
ایسی کی تھی کہ جس کے سبب نواب انگریزوں سے خفا تھا اُس نے حکم ناطق نافذ کیا کہ انگریز اپنی
دار الاقامت کو مستحکم اور استوار نہ کرنے پائیں۔اُس وقت پریسیڈنٹ یہاں ڈریک صاحب تھے
اُس نے خوفزدہ ہوکر نواب کو اِس استوار اور مستحکم کرنے کی یہ وجہ بتائی کہ وہ فرانسیسوں کی مخالفت
عداوت کے سبب ہے جنہوں نے فرمان شاہی کے خلاف آخر جنگ میں مدراس کو لیلیا او
اب وہ کلکتہ پر حملہ کرنے کو ہیں۔سراج الدولہ اِس جواب کو سُنکر یہ سمجھا کہ پردیسی اجنبی تو میری
اُسکی حکومت ومحافظت کی حقیقت بھی کچھ نہیں سمجھتے۔اُس نے برافروختہ خاطر ہوکر اپنی دار السلطنت
مرشد آباد کی کوٹھی قاسم بازار کو چھین لیا اور کلکتہ پر چڑھائی کرنے کے لیئے بہت سی سپاہ
لیکر چلا۔انگریزوں نے کچھ دیر تک اپنی محافظت کی۔شہر بے فصیل کشادہ تھا گورنر اور بہت سے
انگریز جہازوں میں بیٹھکر دریا میں نیچے کی طرف چلے گئے اور باقی نے معززانہ شرائط کے اقرار پر اپنے
تئیں نواب کے حوالہ کیا۔نواب نے قلعہ پر قبضہ کرکے جن انگریزوں کو قید کیا تھا انکو ایک قیدخانہ

ں جسکو بلیک ہول کہتے ہیں قید کر دیا۔ جس میں قیدیوں کو ایک ہی رات میں ایسی تکلیف پہنچی کہ
۱۴۶ میں ۲۳ زندہ نکلے۔
جب بنگال کے اِس حادثۂ جانگزا کی خبر مدراس میں آئی تو پریسیڈنٹ نے فوراً بنگال کو ایک
ڑا بھیجا جسکے کمانڈر میر بحر ویٹسن تھے اور اُس کے ہمراہ ایک سپاہ گی جسکا سپہ سالار کلایو
ھا۔ یہ سپاہ اسقدر تھی کہ کلکتہ کو لے لے اور چند رنگر سے فرانسیسوں کو خارج کر دے اور نواب کے
السلطنت مرشد آباد کا قصد کرے۔ کلایو صاف لکھتا ہے کہ وہ یہ پورا ارادہ کر کے چلا تھا کہ اس
ط میں کمپنی کی جائداد کو ایسا مستقل عمدہ حالت میں کر دے کہ وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کوئی
ہ نہیں ہے کہ وہ نواب کی سپاہ سے اور ملک اور اُس کی آب وہوا کی مزاحمت سے خوف کرے
راس کی گورنمنٹ نے بھی اِس مہم کے نتیجہ میں ذرا شبہ نہیں کیا۔ وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ بنگال
سپاہ مدراس میں قبل اس کے واپس آجائے کہ لالی فرانسیسی بیڑا لیکر ساحل کورومنڈل پر آجائے
کلایو نے فوراً قلعہ سے دشمن کی سپاہ کو باہر کیا اور جب نواب نے اُسکے مقابلہ کے لیئے
رکیا تو ایک لڑائی ہوئی جسکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا کہ صلح ہوگئی۔ مگر وہ تھوڑی دیر قایم رہی۔
ویٹسن اور کلایو نے حملہ کر کے چندرنگر میں فرانسیسوں کے سارے مورچے چھین لیئے
ر نواب اول تو خاموش رہا۔ پھر اُس نے اِس حملہ کرنے کی منظوری سے انکار کر دیا اور چپکے
لے بدسی کو حیدرآباد سے بلایا کہ وہ آن کر اُس کی امداد کرے۔ یہ امر یقینی معلوم ہوتا تھا کہ سراج الدولہ
جب کوئی موقع اول ہاتھ آئیگا تو وہ از سرنو جنگ کو شروع کریگا اور شرقی ساحل پر لالی حملہ
نے کے لیئے آن پہنچے گا۔ اور مدراس کی گورنمنٹ بے صبری کرے گی کہ بنگال سے مدراس کی
پاہ واپس آجائے۔
پس اب بنگال میں انگریزوں کو یہ بڑی خطرناک دقت و مشکل پیش آئی کہ مدراس کو سپاہ
ک واپس نہیں جاسکتی تھی کہ کلکتہ میں ایسا بندوبست نہ ہو کہ اُس کو نواب سے کسی طرح کا
ت وخطرہ نہ رہے۔ اِس لیئے جب نواب کے دربار کے ناراض و رنجیدہ خاطر اور ستم رسیدہ امرا
کلایو پاس اپنی درخواستیں بھیجیں تو وہ اُن عہد وپیمان میں شریک ہوگیا جو سراج الدولہ
عزولی اور میر جعفر کی مسند نشینی کے لیئے کئے جاتے تھے۔ سازش کرنے والوں میں سب سے بڑا

میر جعفر تھا۔ پھر کلایو نے ملک میں سفر کیا اور پلاسی پہنچا جہاں نواب اپنے مورچے لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اُس کے پاس پندرہ ہزار سوار اور بیس تیس ہزار پیدل اور چالیس توپیں تھیں۔

توپ زنی سے لڑائی شروع ہوئی۔ نواب کی طرف ایک فرانسیسی توپخانہ تھا جس نے انگریزوں کو بہت ستایا۔ مگر جب انگریزوں نے فرانسیسیوں کو اپنی جگہ سے باہر کر دیا اور ایک بلندی پر چڑھ گئے جہاں سے دشمن کے کیمپ کے اندرونی مستحکم مقامات دکھائی دیتے تھے تو کلایو نے دشمن کے لشکرگاہ کے ایک گوشہ پر حملہ کیا تو نواب بھاگ گیا۔ اُس کی ساری سپاہ پریشان و پراگندہ ہوگئی نواب اپنے سارے ڈیرے خیمے۔ توپ خانے اور جنگ کا کل سامان اور پانچ سو مُردہ لاشیں چھوڑ گیا

کلایو کے مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی طرف ۲۲ سپاہی مقتول اور پچاس مجروح ہوئے تھے۔ دوسرے دن صبح کو میر جعفر بہت سے سواروں کو ساتھ لیکر کلایو کی ملاقات کو آیا تو اُس کی نوابی کی سلامی اُتری۔ وہ لڑائی کے دن صرف لشکروں کے جھنڈوں کے گرد پھرا کیا کچھ اور کام نہیں کیا۔ پھر وہ دارالسلطنت مرشدآباد کی طرف گیا اور سراج الدولہ کو قتل کیا۔ کل صوبہ نے اس نئے نواب کی اطاعت قبول کی۔

دہلی کے بادشاہ میں مطلق قابلیت نہیں تھی کہ وہ اس معاملہ میں مداخلت کرتا۔ اُسکی جگہ تو دہلی میں احمد شاہ اپنی افغانی سپاہ لئے ہوئے فرمانروائی کر رہا تھا۔ غرض اس انقلاب عظیم سے دفعۃً بنگال میں انگریزوں کو فوقیت اور علوئیت حاصل ہوگئی۔

فصل دوم۔ اُس زمانہ کی ہندی سپاہ

پلاسی میں ایک چھوٹی سی جنگ ہوئی۔ جس میں نواب کی بہت سی سپاہ شکست پاکر بھاگ گئی۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ جس میں ہندوستانی سپاہ عظیم جسکے سر پر ایک بڑے صوبے کا فرمانروا خود سپہ سالار بنا ہوا موجود تھا اُسکے مقابلہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپاہ صف آرا ہوئی وہ کسی کی کمک اور حمایت کرنے کے لیئے جنگ کرنے نہیں آئی تھی بلکہ خود سردارانہ لڑنے آئی تھی۔ یہ جنگ اُن بہت سی لڑائیوں کی طول طویل فہرست میں اول ہے جو ہندوستانی والیان ملک اور سپہ داروں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہوئیں۔ اِس جنگ سے اِس امر کی توضیح ہوتی ہے

کہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں جو ہندوستانی گورنمنٹیں اور اُن کی سپاہیں جو انگریزوں کے مقابلہ میں آئیں وہ در اصل بڑی ضعیف تھیں۔ ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری ہونے کے اسباب یہ تھے کہ اُن کے مخالفین میں ضعف و ناتوانی موروثی تھی۔ اور اُن میں حکومت کرنے کی اور اپنے ملک و مال کے سنبھالنے کی لیاقت ہی نہیں تھی۔ انگریزوں میں یہ دونو لیاقتیں ملک میں حکومت کرنے کی اور ملک و دولت پر قبضہ رکھنے کی موجود تھیں۔ جسکی وجہ سے اُن کو ایسے ملک میں جگہ ملگئی جو بڑا آباد اور دولتمند تھا۔ مگر کوئی اُس کا مالک اور سر دھرا نہ تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بنگال میں اور اُن صوبوں میں جنکی حدیں سمندر سے ملی ہوئی تھیں۔

انگریزوں کو آسانی سے جو فتوح حاصل ہوئیں اُس کی وجوہ یہ تھیں۔ اول وہ بہ نسبت اندرونی اضلاع کے غیر محفوظ تھے۔ دوم دہلی کی سلطنت ابتر و پریشان ہو کر ضعیف ہوگئی تھی۔ سوم ان اضلاع کے باشندے اور آدمی قدرتی جنگ پسند بہ نسبت اور مقامات کے کم تھے۔ چہارم انمیں اتفاقیہ بدعملی و بدانتظامی تھی۔ مغلوں کے پچھلے بادشاہوں کی سپاہیں ہمیشہ خراب تھیں۔ اورنگزیب کے مرنے تک مغلوں کی سپاہ میں ایسا زور تھا کہ اگر ساحل سمندر پر کوئی چھوٹا سا لشکر آتا تو وہ اسکو دفع کر دیتی اگر بنگال میں کوئی طاقتور لایق نواب ناظم ہوتا تو پلاسی میں کلایو کو فتح بغیر کسی مضرت کے نہ حاصل ہوتی چنانچہ چند سال بعد جب دکن میں حیدر علی سے لڑنے کے لیئے اور مغرب میں مرہٹوں سے کارزار کرنے کے لیئے انگریزوں نے افواج کشی کی ہے تو اُن کو معلوم ہوا کہ اگر ہندی سپاہ تعداد میں کثیر ہو اور اُس کے افسر لایق ہوں تو اُس سے لڑنا ایک بڑے دہشت ناک دشمن سے مقابلہ کرنا ہے۔

اب ہمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ انگریزوں کو جو اول اول فتوح حاصل ہوئیں وہ اُن لشکروں پر تھیں جن میں بھاڑے کے سپاہی ایسے تھے کہ نہ جنھیں باہم پیوستگی تھی نہ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ وفادار و خیرخواہ تھے۔ اِس زمانہ میں ہندوستانی سپاہ بھاڑے کے سپاہیونکی اخور کی بھرتی ہوتی تھی۔ بعض گھرانے کے سرگروہ اُن کو اُن سرداروں کے پاس پہنچا دیتے تھے جو اُن کی تنخواہ دینے کی قابلیت رکھتے تھے۔ ہندوستان میں وبا کی طرح گروہ گروہ سپاہی تلوار اور نیزوں کو ہاتھوں میں لیئے ہوئے سب طرف پڑے پھرتے تھے۔ جنمیں اکثر ایشیائی پردیسی تھے۔ وہ سخت لڑائی لڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔ جب اُنپر اہل یورپ کی بندوقوں کی باڑ

قریب پڑتی یا اُن پر توپخانہ درستی کے ساتھ لگایا جاتا تو پھر وہ میدان جنگ میں ٹھیر نہیں سکتے تھے علاوہ اس کے اُن کے پیشوا ڈھل مل و متذبذب ہوتے جانب غالب کے طالب ہوتے اور ہمیشہ ایسی سازشیں کرتے کہ کیا اپنے آقا کو دغا دیں یا اُس کی بیخکنی کریں۔ اسلیئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس قسم کی سپاہ کا ہونا نہایت مضرت ناک ہتیاروں کا نامرد کمزور ہاتھوں میں ہونا ہے۔ پادشاہ یا حاکم اعلیٰ یا غاصب سلطنت جو اس سپاہ کو اپنے پاس نوکر رکھتا اور اُس کو ساتھ لیکر میدان جنگ میں جاتا تو وہ اپنی بہترین رجمنٹوں پر بھی اعتبار کرنے میں دھکڑ پکڑ کرتا۔ اٹھارہویں صدی میں باغی صوبوں میں بعض سپہ دار ان بھاڑے کی سپاہ کو ساتھ لیکر کامیاب ہو گئے تھے انمیں سب سے بہتر لڑنے والے افغان تھے۔

اہل یورپ نے ہند کے اکھاڑے میں اُترتے ہی یہ تحقیق کر لیا کہ ہم نئے آنے والے تمام ایشیائی پردیسیوں سے فن سپہ گری میں بہتر ہیں اور اُن لیاقتوں میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں جو یک دل متفق مستقل لشکر کو میدان جنگ میں لیجا کر سائنس کے موافق اسطرح لڑاتی ہیں کہ اُسکو غیر تعلیم یافتہ و غیر متفق لشکر عظیم پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ بنگال اور کرناٹک کے آوارہ مزاج اور ہلڑ جلڑ کرنے والے نواب انگلش اور ڈچ کے سامنے لڑنے کے لیئے باغی سپاہیوں کے گروہ لاسکتے تھے جو اول ہی دیلہ سے پراگندہ ہو جاتے تھے۔ بھاگنے میں اپنے پیشواؤں کے پیرو ہوتے تھے اور فتنہ انگیزی کرتے تھے۔ اسکا سریع قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ہندوستان کی آبادی کے اہل سیف قوموں نے بہت جلد اپنی خدمتوں کو مستقل اُن پیشواؤں کے علموں کے نیچے کیا جو ہمیشہ اُنکی تنخواہیں دیتے تھے اور فتح پاتے تھے۔ جنگ میں سامنے کی صف میں ہمیشہ دکھائی دیتے اور اپنے ہموطنوں کے گروہ کے ساتھ ملکر دشمنوں سے سخت لڑائی لڑتے تھے۔ انگریزوں نے ہندوستانی سپاہ بھرتی کی۔ اُسوقت ہندوستان میں بیس لاکھ آدمی پڑے پھرتے تھے۔ جنکا پیشہ یہی تھا کہ وہ اُجرت لیکر لڑتے تھے۔ اُن میں سے انگریزوں نے اپنی سپاہ بھرتی کی۔ یہ الیسٹ انڈیا کمپنی کے دفتر میں لکھا ہوا ہے کہ پیدل جتنے چاہو بھرتی کر لو۔ اُنکے گروہ کا گروہ ایک بڑے لمبے سفر کرنے پر بھاگ جاتے تھے۔ اور ہندوستان کے شہسوار (افغانی۔ تاتاری۔ ایرانی۔ مرہٹے) چھ ہفتے کے نوٹس میں کثرت سے بھرتی ہو سکتے تھے جن میں بہت سے ایسے ہوتے تھے کہ دشمن کے کیمپ سے

بھاگ کرآتے تھے۔ انگریزی افسران سپاہ زیادہ تر ہندوستانی پیدل سپاہ پر بھروسا کرتے تھے جو غالبًا وسط ایشیا کے وحشی آدمیوں کی نسبت زیادہ نمکحلال اور خیر خواہ اور ڈسپلن کے تابع ہوتے تھے۔ ہندوستانی سپاہ کی بہادری اور خیر خواہی پر جو انگریزوں نے اعتبار کیا تھا اُس کا حق سو برس تک اُس نے خوب ادا کیا۔ دکن میں ایسٹ انڈیا کمپنی پاس دشمنوں کے ٹھکانے لگانے کے لئے مصالحہ جنگ یہ ہوتا تھا کہ ہندوستانی توپخانہ۔ چند لال کرتی کے گوروں کی سپاہ اور ہندوستانی پیدلوں کی تنومند پلٹنیں قواعد دان۔ اور لایٹ کیولری کے سوار اور سب کے اُوپر کوئی کاردان افسر سپہ سالار۔

اُوپر جو ہم نے اُس زمانہ کو ہندوستانی سپاہوں کے باب میں مشاہدات بیان کئے ہیں وہ خوب توجیہ اس امر کی کرتے ہیں کہ کیونکر انگریزوں کو ابتدائی جنگوں میں جلد جلد فتوح حاصل ہوئیں اور اُنھوں نے اُن اضلاع کو اور خاصکر بنگال کو فتح کر لیا جو سمندر کے ساحل کے پاس تھے۔ اُنکو فقط یہ کام کرنا پڑا کہ پردیسی نسل کے غصب کرنے والے جو غیر مستقل فرمانروا بن گئے تھے اُن کو اُلٹ پلٹ و زیر و زبر کردیں اور بھاڑے کے سپاہوں کے بڑے گروہوں کو جو لڑائی میں سوا اپنی تنخواہوں کے اور کچھ غرض نہیں رکھتے تھے اِس فرنگستانی اور ہندوستانی سپاہ سے پراگندہ اور منتشر کردیں۔ مغرب سے مرہٹے اور شمال سے افغان پھیلتے جاتے تھے اِن دونوں کے درمیان جو ملک تھا وہ لُوٹ کھسوٹ اور بالجبر تحصیل زر سے پائمال و تباہ ہوا جاتا تھا۔

تجارت اور زراعت میں بڑی کمی آتی جاتی تھی اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی حکومتیں ایسی متزلزل اور غیر مستقل ہو رہی تھیں کہ ایک فوجکشی یا لڑائی میں ہارنے سے بالکل غارت ہو جاتی تھیں۔ مگر جو اشتی ہند میں جو بہ طریق بآسانی فتح کرنے کا تھا وہ مدت تک قایم نہیں رہا۔ اسلیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انگریزوں کا عمل دخل آگے ملک کے اندر بڑھا تو اُن کی ترقی بہت آہستہ ہوئی اور ایک مدت کے لیئے وہ رُکے رہے۔

مغربی ساحل پر جن رقیبوں حریفوں سے انگریزوں کو مقابلہ کرنا پڑا وہ بنگالی نواب سے بہت مختلف تھے۔ اب مرہٹوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ جنکی قوت اُن کی بڑی قومی خصلت تھی۔ وہ پولٹکل استقلال رکھتے تھے۔ سپہ گری کا بہت ہیبت ناک انتظام رکھتے تھے۔ بہت سے ملک اُنھوں نے

فتح کرلیئے تھے وہ شمالی ہند میں آگے زبردستی بڑھے چلے جاتے تھے۔ وہ اضلاع متوسط میں سب سے زیادہ اعلیٰ و برتر تھے۔ ایک سپاہ انکی نظام اسٹیٹ کو بے دست و پا کر رہی تھی اور دوسری سپاہ کرناٹک پر میسور میں خراج کی اُگاہی زبردستی کر رہی تھی۔ وہ مسلمانوں کی حکومتوں کو ضعیف کرتی تھی اور مرہٹوں کی وہ لڑائیاں جو مسلمانوں کی سلطنتوں کو ضعیف کرتی تھیں۔ اور حیدرآباد میں بوسی کی سپاہ کے اقتدار کو گھٹاتی تھیں انگریزوں کے حق میں بڑی مُفید اور کار برآر تھیں۔

جس زمانہ میں مغلوں کی سلطنت تباہ ہو رہی تھی تو ہندوستان بے سرا ہو گیا تھا۔ اگر یہاں اہل یوروپ ٹھیک وقت پر نمودار نہوتے تو کُل دکن اور اضلاع متوسط میں مرہٹوں کی سلطنت یقینی ہو جاتی۔ یہ انگریزوں کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ جب تک اُن کی سلطنت زبردست نہیں ہوگئی اُنھوں نے مرہٹوں سے مٹ بھیڑ نہیں کی۔ اِس میں شُبہ نہیں کہ انگریز اور کُل والیان مُلک کے درمیان جو مُلک ستانی میں برتری اور فوقیت حاصل کرنے کے لیئے جنگ آرا ہوتی تھیں اُن میں بڑے ہیبت ناک مقابلہ کرنے والے مرہٹے تھے۔

باب ہشتم

بنگال میں انگریزوں کی حکومت

فصل اول۔ صوبہ بنگال کی مادی صفات

سنہ ۱۷۵۷ء میں کلایو صاحب نے فتح حاصل کی تو اُس کے بعد بنگال میں انگریزوں کو تسلط حاصل ہوا جس کے اثر سے سارے ہندوستان میں اُنکا بول بالا ہوا۔ اِس صوبہ کے حاصل ہونے سے اُن کی تجارت میں ایسی افزایش ہوئی تھی کہ جسکے ذریعہ سے دکن میں فرانسیسوں پر انگریزوں کا فتح حاصل کرنا یقینی ہو گیا تھا۔ اِس لیئے کہ سمندر سے لالی کا بالکُل انقطاع ہو گیا تھا ساحل سمندر کے ایک حصّہ میں اُس کی سعی اپنے سنبھالنے میں نقش برآب تھی اور گنگا کے ڈلٹا اور اُس کے سیراب زرخیز اضلاع زیریں میں انگریزوں کے قدم خوب جم گیئے تھے۔ کلکتہ میں کمپنی کے گورنمنٹ کے صدر مقامات کا مستقل ہونا انگریزوں کی پیش قدمی کی بڑی دُگ تھی۔ ہند کے وسط میں اندرونی مُلکوں کے اندر انگریزوں کی حکومت کی رسائی بنگال کی بدولت ہوئی تھی

بمبئی مدراس کے توسل سے بنگال کے سبب سے ہندوستان میں اپنی برتری کے لیئے ایک راہ مستقیم انگریزوں نے تحقیق کرلی۔ بنگال میں نرم اور غیر محفوظ طرف سے ہندوستان میں انگریزوں کا عمل دخل ہوا ہی۔ راس کماری سے شمال کی طرف مشرقی ساحل ہند پر ایک بندر بھی اور سمندری مقام بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں بڑے جہاز آسکیں اور نہ کوئی دریا ایسا ہے کہ اُس میں سمندر سے جہاز آسکیں۔ خلیج بنگال کے سرے پر ڈلٹے کی صورت کا ایک خط زمین ہے جس میں دریا جہازرانی کے قابل ہیں اور اس میں اُن بڑے بڑے دریاؤں کے دہانے ہیں جو ملک کے اندر بہتے ہیں جن میں سے بعض بعض زمین کے پانی سے بھرتے ہیں۔ بعض ہمالیہ پہاڑ کی برف کے گلنے سے پُر ہوتے ہیں۔ ساحل سمندر پر صرف اس حصے میں ایسے وسیع دریا ہیں کہ وہ آبی راہیں ہیں جن میں جہازرانی ہوسکتی ہے اور اُن کے ذریعہ سے ملک میں میلوں تک سفر کرسکتے ہیں اور اُن کے گرد اور اُن سے پرے بنگال کا سیراب اور زرخیز ہموار ملک ہے۔ جس کے باشندے بڑے محنتی جفاکش اور جنگ سے ناآشنا ہیں اور پیدا بہت کرتے اور تھوڑا کھا کے جیتے ہیں۔

یہ امر مستند ہے کہ اٹھارہویں صدی میں بنگال زراعت و تجارت میں سارے ہندوستان میں سب سے زیادہ تونگر و متمول تھا۔ کرنیل جمیس تبلاتے ہیں کہ بنگال میں بے انتہا دولت ہے اور سمندر کی طرف غیر محفوظ ہے۔ ۱۷۶۷ء میں ویریلیسٹ پریسیڈنٹ کلکتہ لکھتا ہے کہ بنگال کی نہایت تجارت کو ہم یہ خیال کرسکتے ہیں کہ وہ ایسا مرکز و مرجع ہے۔ جسکی طرف سارے ہند کی کُل دولت کھچی چلی آتی ہے۔ ہند کے دُور دُور کے اضلاع میں اِس کی صنعت کی چیزیں جاتی ہیں۔ وسط ایشیا سے کوئی راہ اسپر حملہ آوری کی نہیں ہے۔

دہلی و آگرہ لاہور سے وہ فاصلہ دراز پر واقع ہیں اُن کے لڑائی جھگڑوں سے بچا رہتا ہے۔ مدتوں سے اس میں شمال سے پردیسی آئے ہوئے حکومت کرتے ہیں۔ مگر اسپر سمندر کی طرف سے آسانی سے حملہ ہوسکتا ہے اور وہ ہر لحاظ سے ایسی قوم کے لیئے جو تجارتی ہو اور بحری تجارت کرتی ہو جیسے کہ انگریز ہیں ایک نعمت عظمیٰ ہے اور حلوائے بے دُود ہے۔ اِس میں دریاؤں کا ایسا جال پھیلا ہوا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے دل کی شرائین ہیں۔ بنگال سے شمال مغرب کی طرف زمین باستثنار چند مقامات کے کُل ہموار ہے۔ اس میں شمال مغربی اضلاع اور اودھ وسیع

ہیں اور پنجاب تک ہمالیہ کے نیچے تک وہ پھیلے ہیں۔ پس یہ زمین جو ہمالیہ کے نیچے سے جنوب مشرق کی طرف خلیج بنگال تک پھیلی ہے جسکے قبضے میں ہو وہ ہندوستان کے مرکز پر قبضہ رکھتا ہے جہاں سے سارے ہند پر حکومت کر سکتا ہے۔ یہ بھی خیال میں رکھو کہ ہند کے متواتر فتح کرنے والے خاندانوں نے جتنے شہر بسائے ہیں وہ اِن ہی اضلاع میں آباد کئے ہیں۔ ہندوستان کے نقشے کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ہند کا اُوپر کا حصّہ باقی ایشیا سے عجیب مستحکم و مرتفع دیواروں سے جدا ہوتا ہے۔

ہندوستان کی زمین کی سرحدوں پر مستحکم کوہستانی حصار کھچے ہوئے ہیں اور جنوب و مغرب میں سمندر کی طرف کوہستان نیچے ہوتے جاتے ہیں اور اُن کے ڈھلان آسان گزار ہیں۔ اور بیرونی سرحد اور زرخیز متوسط زمین کے درمیان صحرائے ہند واقع ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے زمین ہند کی زرخیزی کو جان کر جہاں تک ممکن تھا سخت محنت اُٹھا کر اس کی محافظت اِس طرح کی کہ اِس کے گرد کوہستانی دیوار شمال مغرب اور شمال سرحد میں کھینچ دی ہے اور اُس میں چند درے بنا دئے ہیں جن میں سے گذر ہو سکے۔ یہ درے افغانستان سے باہر نکلنے کی راہیں ہیں جنسے سکندر اعظم اور اُس کے بعد اور حملہ آور داخل ہو کر ملک زیریں میں گئے۔

جو شخص کہ ان بے انتہا پہاڑوں میں سے اور افغانستان کی پہاڑی وادیوں میں سے گذر کر آخر پہاڑ کے کنارہ سے چڑھتا ہے دُھندلی کُہر میں ہندوستان کا میدان سمندر کی طرف اُس کی نظروں کے سامنے آتا ہے وہ اُن فیلنگس کا خیال کر سکتا ہے جو ایشیا کی مرتفع زمینوں سے جانباز اولوالعزم آنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوئے ہونگے۔

کوہ ہمالیہ کے کُل شمالی سرحد سے اس لیئے گذر نہیں ہو سکتا کہ اُس کے کوہستانی مرتفع سلسلہ کے پیچھے مرتفع زمینیں ہیں جنکا سب سے زیادہ ارتفاع ۱۷۰۰۰ فیٹ ہے۔ پس ہندوستان کی زمین کی طرف بلند قدرتی حصار ہیں۔ لیکن جو حملہ آور سمندر کی طرف سے آتا ہے وہ ان سب محافظ حصاروں کو اُلٹا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ وہ حملہ آور گویا وہ غیر محفوظ پانی کے دروازوں سے داخل ہوتا ہے اور وہ قلعہ کے مرکز کی طرف سے داخل کرنے جاتا ہے اور اندر ہی اندر سفر کر کے دیواروں کے نیچے نیچے جا پہنچتا ہے اور مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیتا ہے اور ان حصاروں کو اوروں کے آنے کے لیئے سدِ راہ بنا لیتا ہے۔ یہ وہی کام ہے جسکو انگریزوں نے ۱۷۵۷ء

ء۱۸۴۹ء کے درمیان ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔

یہ صدی اُن کی ہندوستان میں ہندوستانی سلطنتوں کے ساتھ لڑائی بھڑائی میں صرف
ی ہے۔ اس زمانہ کی ابتدا میں بنگال کی فتح ہونے سے انگریزوں کی گورنمنٹ کا حقیقی مرکز
ن سے بنگال میں منتقل ہوا اور اس طرح سے وہ جنگ اور پولیٹکس کے بڑے وسیع اکھاڑے میں اتر آئے۔

فصل دوم۔ اندرونی حالات اور انتظام کی ابتری

ب پلاسی میں انگریزوں نے فتح پائی تو اس کے بعد ضروری کام یہ تھا کہ بعض انتظامات و
بست باقاعدہ درست کئے جاتے۔ انھوں نے عہدنامہ کے موافق بنگال میں میر جعفر کو
ب بنایا تھا۔ نواب نے اس عہدنامہ میں یہ وعدہ لکھدیا تھا کہ وہ انگریزوں کے خرچ جنگ اور اُن
نقصانات کا معاوضہ بہت سا دیگا جو کلکتہ کے اور کوٹھیوں کے چھن جانے سے ہوئے ہیں اور
س کی عوض میں انگریزوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ نواب کو جب لشکر کی ضرورت ہو تو وہ اُس کو
جائیگا اور اُس سے اُس کا خرچ لیا جائیگا۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ایک ہندوستانی نواب والی ملک
خزانہ بالکل خالی ہوگیا جسکے سبب سے اس کی حالت ایسی ردی ہوگئی کہ نہ وہ حکومت کرسکتا تھا نہ
پنے تخت سلطنت کو سنبھال سکتا تھا اور ایسے اجنبیوں کا مطیع تھا کہ جن کے ذمے کوئی
ابدہی یا بازپرس نہ تھی اور اُن کے زیر حکم وہ سپاہ تھی جو اُس کی قلمرو میں مقیم تھی۔ ایسی حالت
کا ہونا ہندوستان میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ ہر قواعد دان لشکر کا میر عسکر و پیشوا اپنی گورنمنٹ
کے لئے ایسا ہی خطرناک عدو تھا جیسا کہ گورنمنٹ کے دشمن کے واسطے۔ اسوقت بنگال میں
کلایو صاحب کا وہی حال تھا جو حیدرآباد میں بوسی کا۔ مگر جب حیدرآباد سے بوسی کو لالی
نے بلالیا تو وہاں سے فرانسیسیوں کی حکومت بالکل اُٹھ گئی۔ مگر اس کے برخلاف انگریزوں کا
حال بنگال میں تھا کہ جس ملکت کو انھوں نے فتح کیا اُس میں اُنکی حکومت استحکام پارہی تھی۔
مگر انگریزوں کی اس ملکت میں حالت ایسی مذبذب تھی کہ استحکام حکومت میں اُن کو بڑی دشواریاں
پیش آئیں اگرچہ وہ ملک کے اصلی فاتح تھے مگر نہ وہ حکمرانوں کا ٹھاٹھ کرسکتے تھے نہ اُس کے
اختیار کرنے کے مجاز تھے وہ ایک تجارتی کمپنی کے (قایم مقام) ریپریزنٹٹو تھے جن کو قوم کی

طرف سے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ ملکوں کو فتح کیا کریں۔ پس بمجبوری کسی ایسے ہندوستانی حکمران کی بظاہر تعظیم و تکریم کیا کریں جو دراصل اُس کا ماتحت معاون ہو۔ کوئی بات اِس سے زیادہ بدنظمی نہیں پیدا کر سکتی کہ سول گورنمنٹ اپنے تئیں خودمختار قوت یا سٹیٹ کے مفسد فرقہ کے تابع ہو کر کم رتبہ بنا لے۔

بنگال میں خاص زیادتیاں اور ظلم ایسے ہوتے تھے کہ اُنھوں نے اُس کی حکومت منقسمہ اور غیر منقسمہ کی برائیوں کو بہت بڑھا دیا تھا۔ اُن کی تفصیل یہ ہے۔ اوّل نواب اور کمپنی میں سے ہر ایک کو روپئے کی اشد ضرورت تھی اور کمپنی کو تو یہ ضرورت اِس سبب سے تھی کہ مدراس میں فرانسیسوں اور انگریزوں کی لڑائیاں ہو رہی تھیں اُن کی اعانت کے لئے بہت روپیہ ناگزیر بھیجنا پڑتا تھا۔ نواب کو روپیہ کی اشد ضرورت اِس سبب سے تھی کہ اُس کو یہ تو پسند نہ تھا کہ وہ اپنی سپاہ کو موقوف کر کے بالکل انگریزوں کے بس میں ہو جاتا اس لئے وہ اپنی فوج رکھتا تھا۔ مگر اُن کی چڑھی ہوئی تنخواہیں ادا نہیں کر سکتا تھا جسکے سبب سے وہ بغاوت پر تلی بیٹھی رہتی تھیں اور اسکی مملکت میں بڑے بڑے رئیس مالکان زمین باغی ہو گئے تھے اور مغرب میں مرہٹے بنگال کو دھمکا رہے تھے اور ولیعہد سلطنت دہلی مع سپاہ شمالی و مغربی اضلاع میں موجود تھا جو بنگال پر دعویٰ اِس سبب سے کرتا تھا کہ اُس کے باپ کی سلطنت کا وہ ایک صوبہ تھا۔

پس نواب کے ملک کے اندر مفسدوں اور باغیوں کے فساد و بغاوت مٹانے کے لیئے اور باہر کے حملوں کے روکنے کے لیئے سپاہ کی ضرورت تھی۔ دوم کمپنی نہ محض نواب کی بڑی زبردست کمک کی سپاہ تھی کہ اُس کی آمدنی کا بڑا حصہ سالیانہ اپنی امداد کے معاوضہ کا مانگتی نہ فقط نوابوں اور مرہٹوں کا پیشہ سپہ گری رکھتی تھی کہ اپنے نقصانات و خدمات کا معاوضہ لے لیتی وہ تو ایک جماعت تھی جسکو یوروپ کو باقاعدہ روپیہ بھیجنا پڑتا تھا اُس کا مقصد اولی اب تک تجارت تھا جب اُس نے دیکھا کہ اب ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تو اُس نے ملک کے عمدہ پیداوار کا اجارہ لے لیا۔ اُس نے اپنی تجارت کا دامن نہیں چھوڑا اور اُسکے ساتھ پولیٹکل کو دامن چولی کا ساتھ بنا لیا۔ تجارت اور حکومت کو آپس میں اسطرح ملایا کہ پہلے کوئی اسکی نظیر نہیں تھی جسکے سبب سے بنگال میں ایسی خرابیاں پیدا ہوئیں کہ وہ قابل برداشت نہ تھیں اور بنگال کی حالت بڑی بگڑ گئی تھی۔

ہندوستان کی انگریزی عملداری کی تاریخ میں یہی ایک ایسا زمانہ ہے کہ جسکے سبب سے انگریزوں کے
نام پر بڑا دھبا لگتا ہے۔ سن ۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۵ء تک چھ برس کلایو صاحب یہاں سے جاکر ولایت میں
تشریف فرما رہے تو اُن کی غیر حاضری کے سبب سے کمپنی کے معاملات ایسے حاکموں کے ہاتھ
میں آئے جو تجربہ کار اور اپنے کام کے لائق نہ تھے اور یہ زمانہ وہ تھا کہ جس میں نہایت مستحکم مدبرانہ
حسن انتظام کی اشد ضرورت تھی۔ کلایو صاحب نے اپنی دوراندیشی سے یہ پیش بینی کرلی تھی کہ اس انتظام
سے کام نہیں چلیگا اور نہ وہ قایم رہے گا۔

انہوں نے ۱۷۵۹ء میں پٹ وزیر اعظم انگلینڈ سے یہ عرض کیا تھا کہ جب بنگال میں انگریزی قوم کی پوری
بادشاہی حاصل ہو جائیگی تو دو کروڑ روپیہ کی آمدنی کی میں اُمید کرتا ہوں۔ اِس اثنا میں اُنھوں نے
جو اندرونی انتظام کہ اُن سے ہوسکتا تھا وہ کیا اور بڑا زور اسپر ڈالا کہ ولیعہد سلطنت دہلی اِس صوبہ
سے باہر چلا جائے۔ مگر جب وہ ۱۷۶۰ء میں ولایت چلے گئے تو باہر کی طرف سے حملے از سرِ نو ہونے
شروع ہوئے اور بنگال کا انتظام بالکل اِس سبب سے بگڑ گیا کہ نواب اور کمپنی کے ایجنٹوں میں ان
بن بیڈھب ہوگئی۔

کمپنی سے نواب پرخاش اسلیئے کرتا تھا کہ اُس کی حکومت مٹ نہ جائے۔ وہ دِق سے مخفی خط و
کتابت کرتا تھا۔ بمقتضائے طبع بشری وہ اپنی حکومت و اختیار کا آزادانہ اظہار کرتا تھا۔ وہ کمپنی کے
رقیبوں سے اِس لیئے سازشیں کرتا تھا کہ اُس کو یہاں سے اُکھیڑے اور اُس کو دق کرے۔ مرہٹے
جو اُس کے ملک کو برباد کر رہے تھے اُن کے برخلاف وہ انگریزوں کے ساتھ ملکر لڑنے سے گریز کرتا
تھا کہ اگر کمپنی کو ایک شکست ہو جائیگی تو اُس کی بنیاد ہل جائیگی۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ نہ انگریز نہ نواب
اچھی طرح حکمرانی کرسکتے تھے۔ دونوں کو رعایا ناپسند کرتی تھی۔

اِن برسوں میں درحقیقت ملک میں کوئی صاحبِ حکومت فرمانروا نہ تھا۔ ملک میں انگریزی سپاہ
تھی جسکو تنخواہ اچھی طرح ملتی تھی اور خوب قواعد جانتی تھی۔ ملک کی اگزیکٹو گورنمنٹ اور سپاہ کے
لیئے خزانہ کی معموری نواب کے ذمے تھی جسکو اپنے افسروں کی طرف سے یہ خوف لگا رہتا تھا کہ
ان میں سے کوئی اُس کو پوشیدہ مار نہ ڈالے اور کمپنی کی طرف سے یہ اندیشہ رہتا تھا کہ وہ اُس کو
مسند ریاست سے نہ اُتار دے۔ بنگال میں جو انگریزی تاجر آئے تھے اُن کا عین مقصود

یہ تھا کہ دولت سے اپنی تھیلیوں کو پُر کیجئے ۔جب اُن کو خوب پیٹ بھر کر دولت ہاتھ آجاتی تھی تو وہ
ولایت کو چلے جاتے تھے۔اِس زمانہ میں اُنھوں نے دیکھا کہ نہ نوابوں کے کوئی مزاحمت کرنے والا ہے
اور نہ کسی پبلک اوپی نین کا اُنپر غلبہ ہے نہ کوئی قانونی جوابدہی اُن کے ذمہ ہے۔اِس ملک میں کوئی
قانون ہی نہیں ہے۔ایسی حالتوں میں انسان کی طبیعت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ہر زمانہ میں اور
ہر ملک میں وہ اپنی ہوا و حرص و طمع کے موافق کام کیا کرتا ہے۔ بعض انگریز بھی ایسے تھے کہ اُنھوں
نے عزت و عدالت و دیانت کا پاس و لحاظ نہیں کیا اے دیانت بر تو لعنت پر عمل کیا۔اُن سے پہلے
جنھیں مغل و مرہٹے لوٹتے تھے ایسے ہی وہ لوٹتے تھے۔مگر انتظام کے ساتھ باقاعدہ بیوپار میں
دولت کی ہوس نے اور اُس کے وصول کی رسائی نے اُن کے کونشنس (انوار ایمانی) کو تاریک کیا اور
ایک عام نافرمانی اُن میں پھیل گئی۔

۱۷۶۵ء میں جب کلایو صاحب ہندوستان میں دوبارہ آئے ہیں تو انھوں نے کمپنی کو یہ
کیفیت لکھی ہے کہ۔ ایسے مُلک میں جہاں دولت بافراط ہو اور گورنمنٹ کا کوئی اصول سوا رخوف و
دہشت کے اور کچھ نہ ہو اور ہمارے ہتیار ہمیشہ فتح حاصل کرتے ہوں وہاں یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے
کہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں دولتوں کی طمع و ہوس جلد اختیار کی جائے اور ایسے صاحب
حکومت و ذی اختیار آدمیوں میں جنکا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے بیشی حرص و رشوت ستانی اور زیادہ
ستانی کو غلبہ ہو جائے۔ضرور اِس عام بداخلاقی نے ملک کے محاصل پہ اثر کیا اور میر جعفر اور کمپنی
کے درمیان پرخاش کی آتش زیادہ بھڑکائی۔اور فریقین کی مالی حالتوں میں دشواریاں اور
دقتیں پیدا ہوئیں۔

نواب نے اُن فوجوں کے لیئے روپئے کے حاصل کرنے میں کچھ جدوجہد نہیں کی جسپر کمپنی کی
ساری قوت کا مدار تھا۔فوج کے خرچ کی بقایا چڑھتی چلی گئی اور خوفناک ہو گئی۔آخر کار پریسیڈنٹ
اور کونسل نے اُس جھگڑے کو یوں نبٹایا کہ میر جعفر کو معزول کیا اور میر قاسم کو اُسکی جگہ بٹھایا۔
میر قاسم سے اِس معاملہ میں بخت و پز پہلے ہی سے ہو رہی تھی۔وہ میر جعفر کا دیوان تھا اُس نے
اپنی نوابی کے لیئے انگریزوں کو بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا۔یہ تبدیلی اس طرح ہو گئی کہ کسی
کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔میر قاسم نے نوابی کو میر جعفر سے زیادہ روپے کے وعدہ پر خرید لیا تھا

ر اپنے وعدے کو ایفا نہ کر سکا۔ اِس لئے پہلے سے بہت زیادہ معاملہ کی صورت بگڑ گئی اور کمپنی اور قاسم
ے درمیان بڑا خطرناک بگاڑ ہوگیا۔ بدنظمی کا کچھ علاج نہ ہوا جسکے سبب سے خزانے خالی ہو گئے۔ حکومت
ی صورت بگڑ گئی۔ محاصل مُلکی میں کمی ہوئی۔ بالائی ہند سے راہوں کے پر خوف و خطر ہونے سے
جارت بند ہوگئی۔ انگریز اپنی پولٹکل برتری کے سبب سے یورپ کے لئے نکاسی مال کے اجارہ میں
ل نہ تھے بلکہ بنگال کی اندرونی تجارت میں کل اسباب تجارت کی معافی محصول کے لئے اپنے
یں مستثنےٰ بنانے میں اپنی حکومت کو کام میں لاتے تھے اور کمپنی کے انگریز اور اُن کے ہندوستانی
ازمین اِس معافی محصول کا بہانہ بناتے ۔ نواب کی حکومت کو نہیں مانتے تھے۔ نواب کے افسران
ں سے کمپنی کی کوٹھیوں کے ملازم لڑنے جھگڑنے کے لئے ہتیار لیکر لڑنے کھڑے ہوتے تھے۔ یہ
نگریزوں کا دعویٰ معافی محصول کا بالکل بیہودہ اور انصاف کے خلاف تھا۔

کمپنی اور نواب کی آپس کی ان رگڑوں سے آگ نکلی کہ مسٹر ایلس پٹنے کی کوٹھی کے افسر نے
کیڑی اور اکھڑپنے سے شہر پٹنے کو لے لیا۔ اِس پیش دستی سے اُسکا مطلب یہ تھا کہ اُسکی کوٹھی پر
واب حملہ کرنے نہ پائے۔ اگرچہ ایلس صاحب نے شہر تو لے لیا مگر وہ اُس کو قبضہ میں نہ رکھ سکا جب
وُ الٹا پھر اتو کل اُسکا گروہ گرفتار ہوگیا۔ لیکن کمپنی کی سپاہ آن پہنچی اور اُس نے نواب کو شکست دیدی
جسکے سبب سے نواب کو ایسا غصہ چڑھا کہ اُس نے اپنے سب قیدی انگریزوں کو مار ڈالا اور سرحد سے
ہر جاکر نواب وزیر سے جا ملا۔ اِس بدعملی کے انتظام کے المناک نتائج جو ظہور میں آئے تو کمپنی ہوش
سے کام کرنے لگی اور اُس نے اپنے کل اختیاروں کو چھوڑ دیا جن پر ملامت کیجاتی تھی اور میر جعفر کو
پھر سند ریاست پر بحال کیا۔

سنہ ۱۷۶۵ء میں میر جعفر مر گیا جسکے سبب سے نواب کے کٹ پتلی ہونے کی وجہ سے جو نظام تھا وہ
ختم ہوگیا۔ اِس سال میں کلایو صاحب بھی ولایت سے آگئے تھے اُنھوں نے شہنشاہ دہلی سے بنگال
بہار اڑیسہ کی دیوانی کی سند حاصل کی اور دیوان کا خطاب اپنے لئے لیا۔ جسکے سبب سے اس ملک
یں کمپنی کو سبطرح کی حکومت حاصل ہوگئی اور دولت کی قوت شمشیر کے زور پر بھی سبقت لے گئی۔
اور گورنمنٹ کے تمام سررشتوں کی جوابدہی کمپنی کے ذمے ہوگئی۔

فصل سوم - بیرونی پولی ٹکس

اب اندرونی معاملات کو چھوڑکر اُن بیرونی تعلقات کا ذکر کرتے ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان کے عام پولی ٹکس سے رکھتے تھے - جب نواب وزیر پاس میر قاسم پناہ لینے آیا اور دہلی کا برائے نام شہنشاہ اُس کے خیمہ میں ٹھیرا تو وہ یہ سمجھا کہ شہنشاہ دہلی کی سلطنت کی بحالی کا خوب موقع ہاتھ آیا ہے بنگال پہ حملہ کرنا چاہیئے - مگر ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور اِس حملآوری سے اصلی مقصد اُس کا یہ تھا کہ مُلک جسقدر چھن سکے اُسکو چھینئے اور اُس کو اپنی سلطنت سے الحاق کیجئے - گنگا کے کنارے پر بکسر میں وہ انگریزوں سے لڑا میجر ہیکٹر برڈ نے اُس کو شکست فاش دی - پھر صلح ہوگئی جسکے نتایج اعظم آخر کار انگریزوں کو حاصل ہوئے - انگریزوں کی یہ فتحیابی بادشاہ کو اُن کے خیمے میں لائی - اُس نے وزیر کو ڈرایا اور کمپنی کی سپاہ کو گنگا پار بنارس اور الہ آباد تک آگے بڑھایا - یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگریزوں نے بنگال کی شمال مغرب میں قدم آگے بڑھایا جسکے سبب سے ان کو بالائے ہند سے ایک تعلق پیدا ہوا - یہاں اُن کو ایسے نئے نئے کام پیش آئے جس کے سبب سے وہ بہت جلد آگے بڑھ گئے -

بنگال کے شمال مغرب میں کوہ ہمالیہ کے نیچے تک ایک وسیع کشادہ ہموار ملک ہے جس میں گنگا جمنا اور بہت سے دریا بہتے ہیں - اُس کو انگریزوں نے تین حصوں اودھ - ممالک شمالی و مغربی و پنجاب پر تقسیم کیا تھا - اِس وسیع ملک میں اٹھارہویں صدی کے وسط میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد بدنظمی اور طوائف الملوکی کا بڑا طوفان اُٹھا - دارالسلطنت دہلی اور دارالحکومت آگرہ و لکھنؤ و بنارس کے گرد جیسی لڑائیاں ہوئیں ایسی ہند کے کسی اور حصے میں نہیں ہوئیں - اِس وسیع زرخیز ملک میں دوسو برس سے حکومت شخصی چلی آتی تھی اُسنے کوئی ریاست و حکومت ایسی باقی نہیں رکھی تھی کہ وہ حملہ آوروں کی سدِ راہ ہوتی - حملہ آوروں کے لیئے شاہراہیں کشادہ تھیں کوئی اُن کا مزاحم و مانع نہیں تھا - جب اٹھارہویں صدی میں ایسی سیل آئی کہ اُس نے سلطنت کو درہم و برہم کیا تو کوئی مقامی ایسا بند بندھا ہوا نہیں تھا کہ وہ اِس سیل کو روکتا - کیا سارے ملک پر اورنگ زیب کا خوف چھایا ہوا تھا کیا پچاس برس کے بعد فقط سلطنت کا نام رہ گیا اور

اور بادشاہ دغاباز مکار وزیروں کے یا الوالعزم غاصبوں کے ہاتھ میں ایک آلہ یا سر کی تصویر بن گیا فقط ایک بڑے نام کا سایہ ہو گیا۔ سارے صوبے و ناظم باغی ہو کر اپنی جُداہی ریاست و سلطنت جمانے لگے اور اس کو اوروں سے مُلک چھین کر بڑھانے لگے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بادشاہ دہلی کی طرف سے دکن میں نظام مقرر ہوا تھا مگر مدت ہوئی کہ اُس نے اس وسیع ملک کا اپنے تئیں بادشاہ بنالیا تھا۔ بادشاہ کو نواب وزیر نے گنگا کے مشرق میں شمال طرف میں اودھ کی سلطنت کو قایم کر دیا تھا جسکی حدود بہت دنوں تک بدلتی رہیں اور وہ سو برس تک قایم رہی۔ رہیلوں نے جو کوہستانی افغان تھے اور بڑے بہادر اورالوالعزم تھے رہیلکھنڈ کو دبا کر ایک جداہی اپنی حکومت جمائی تھی۔ جاٹوں میں سے ایک خوش نصیب دانشمند جاٹ نے جمنا کے پار بھرت پور کی ریاست بنائی تھی۔ آگرہ میں بادشاہ کی ٹوٹی پھوٹی سلطنت کی طرف سے ایک ناظم رہتا تھا۔ دہلی اور اسکا بادشاہ دونو ایک اور وزیر کے قبضے میں تھے۔ پنجاب میں بادشاہ کی طرف سے جو ناظم مقرر ہوتا تھا اُس کو اُن حاکموں سے لڑنا پڑتا جو کابل کا فرمانروا مقرر کرتا اور سکھوں سے جن کو جوش مذہبی نے دیوانہ بنا رکھا تھا مقابلہ کرنا پڑتا۔ یہ ایک سرسری بیان اُن رقیبوں کا ہے جو سلطنت و ملک کے حاصل کرنے کے لیئے ہنگامۂ جنگ برپا کرتے تھے۔ مگر اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا کہ پولٹیکل اصولوں سے اور سلطنت کے نظم و نسق سے واقف ہوتا یا کوئی استحقاق سلطنت رکھتا۔ وہ کھلاڑی نہیں ہوتا ایک بڑا داؤں لگا دیتا غارت گروں اور اور گروہوں کے سرگروہوں سے بازی جیت لیتا۔ اُن میں سے ہر ایک اپنی شخصی لیاقت پر بھروسا کرتا تھا جسکے پاس روپیہ ہوتا یا جسکا اعتبار ہوتا وہ خزانہ شاہی میں روپیہ دیکر حکمرانی کا فرمان شاہی حاصل کر لیتا اور بعض سرکش اضلاع سے خراج زمین وصول کر لیتا۔ اب اگر وہ اُن اضلاع کے زمینداروں کے مقابلہ میں غالب آیا تو اُن اضلاع کا مالک ہو جاتا۔ پھر اور آگے اپنا ملک بڑھاتا اور اگر رعایا نے اپنے میں سے کسی لایق آدمی کو سردار بنا کر اُسے نکال دیا تو پھر یہ سردار اپنی قوم میں اعلےٰ اور برتر ہو جاتا اور ایک چھوٹی سی ریاست کا بانی ہوتا اور اپنے خاندان کو حکمران بناتا۔ اس قسم کے فسادوں سے حقوق اراضی کی نوعیتوں میں ایسی بوقلمونی پیدا ہوئی جسکے تصفیہ میں انگریزوں کو مدتوں کے بعد بڑی تشویش اور دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں

بالائی ہند میں یہ فسادات مچ رہے تھے کہ اخیر ۱۷۵۸ء میں مرہٹے حملہ آور ہوئے اور بے شمار

سپاہ چڑھالائے کہ اپنی فتوحات کی تدابیر کو عمل میں لائیں۔ مغلوں کی سلطنت کی تباہی کا حال تو یہ ہوا
تھا جیسے کہ شکستہ جہاز کا سمندر کی لہروں میں ہوتا ہے۔ عالمگیر ثانی دہلی کا بادشاہ جو مدت سے
قیدیوں کی طرح رہتا تھا قتل کیا گیا پھر تو سب آنے والے حملہ آوروں کے لیئے میدان صاف ہوگیا
سب نے دل کھولکر لڑائیاں شروع کردیں لیکن ایسا فساد اگر قائم رہتا ہے تو اکثر اُس جنگ میں مستغرق
ہو جاتا ہے جو الگ الگ مفسدوں کے فریقوں کے برگزیدہ پیشواؤں کے درمیان ہوتی ہے
اِدھر مرہٹوں کی قوت بہت جلد بڑھ گئی وہ جنوب و مغرب سے ٹڈی دل کی طرح اُمنڈ آئے اُدھر
شمال مغرب سے احمد شاہ ابدالی نے اپنے افغانوں کے جرگوں کو ساتھ لیکر متواتر حملے کرنے شروع کئے
پس ایک کے یا دوسرے کے کیمپ میں امرا آئے جنھوں نے اپنی امارت بذات خود پیدا کی تھی۔
اور وہ الوالعزم جانباز جو سلطنت کے آپس میں حصے بخرے کرتے پھرتے تھے جمع ہوئے۔

۱۷۵۷ء میں احمد شاہ افغانی سپاہ ساتھ لیکر دہلی میں آیا تو اُس نے دہلی کے بادشاہ کا
وزیر اعظم نواب نجیب الدولہ کو مقرر کیا جو بادشاہ کے ان چند رفیق امرا میں سے تھا جو لایق فایق
اور پولیٹکس سے آگاہ تھے اور لاہور میں اُس نے اپنا ایک نائب مقرر کیا کہ وہ پنجاب کے ملک میں
اُس کے نام سے فرمانروائی کیا کرے۔

اِس طرح سے احمد شاہ افغان کا بادشاہ شمالی ہند پر اپنا قبضہ دخل کرکے کوہستانی دروں
سے گزرتا ہوا اپنے ملک کو واپس چلا گیا تو پھر مرہٹوں کی بن آئی بیدھڑک اُنھوں نے سارے ہندوستان
میں لوٹ مار کا طوفان مچا دیا۔ بالاجی باجی راؤ اب موروثی پیشواؤں میں جو مرہٹے راجاؤں کے وزیر
اعظم تھے زیادہ لایق تھا۔ سارے مرہٹوں کے جاگیردار اُس کی مٹھی میں تھے راجہ کا خاندان اس کی
قید میں تھا۔ وسط ہند میں تو وہ اپنا تسلط اور مرہٹوں کی فرمانروائی بڑھا رہا تھا اور اس کا بھائی
رگھوناتھ راؤ شمال کی طرف بڑی سپاہ ساتھ لیکر گیا سیندھیا اور ہلکر بھی اُس کے قوت بازو تھے۔
رگھوناتھ نے دہلی فتح کرلی نجیب الدولہ کو باہر نکال دیا اور لاہور کی طرف اپنی سپاہ رواں کو لیکر
گیا اور وہاں احمد شاہ نے جو حاکم مقرر کیا تھا اُس کو بھی خارج کیا اور پنجاب میں اپنی سلطنت کا سکہ جمایا۔
گرینڈ ڈف صاحب ایک مشہور مورخ مرہٹوں کی تاریخ کے لکھتے ہیں کہ یہ کار عظیم جسکا اوپر ذکر
ہوا مرہٹوں کے اقبال کی معراج تھی کہ دکن کے گھوڑوں نے اپنی پیاس کو دریائے سندھ کے پانی

سے بچایا۔ ہر کمالے را زوالے بعد اس کے اُن کے اقبال کا زوال شروع ہو۔ شمالی ہند پر قبضہ کرنے کے لئے وہ بہت دور دور از چلے گئے جسکے سبب سے وہ اپنی جنم بھوم سے دُور جا پڑے۔ شمال میں بشیمار نہایت بہادر مسلمان موجود تھے۔ اُنھوں نے احمد شاہ ابدالی کو اشتعال اِس سبب سے دلایا کہ لاہور سے اُس کا قبض و دخل مرہٹوں نے اُٹھا دیا تھا۔ وہ مرہٹوں کا ایسا ہیبت ناک دُشمن تھا کہ جسکی برابر کسی دشمن سے اُن کو اب تک پالا نہیں پڑا تھا۔

جب دہلی میں مرہٹوں کا تسلّط ہوا تو بالائی ہند کے کل مسلمان روسا و امرا کو ان سے خوف پیدا ہوا اُنھوں نے یہ سوچا کہ مرہٹوں کے ہاتھ سے بچنے کی کوئی صورت سوائے اسکے نہیں ہے کہ ہم کسی بڑے بہادر جنگ آزما کو اپنا رہبر اور پیشوا بنائیں۔ نجیب الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کو یہاں بُلانے کے لیئے اپنی کوششوں میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ اِس افغان بادشاہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اِس دعوت کو بے تامل بسر و چشم قبول کیا اُس کو مرہٹوں سے اپنا انتقام بھی لینا تھا۔ ۱۷۵۹ء-۱۷۶۰ء کے موسم سرما میں وہ شمالی مغربی دروازوں سے گزرتا ہوا پنجاب میں آیا اُسکے ساتھ افغانستان کے سارے جنگی آدمی پیچھے ہو لئے۔ اُس نے ایک ہی حملہ میں لاہور کو تسخیر کر لیا اور شمالی ہند سے مرہٹوں کے تمام افسروں کو نکال دیا۔ ہلکر اور سیندھیا جو دکن سے آگے ملک میں لوٹ مار کر رہے تھے ایک کے بعد دوسرے کو شکست دی اور آگے سفر کر کے جمنا کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ پیشوا نے پُونا سے ایک لشکر عظیم روانہ کیا کہ جو ملک ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسپر پھر قبضہ کرے اور جو نقصانات ہوئے ہیں اُن کا تدارک کرے۔ اِس سپاہ کے ساتھ مرہٹوں کے سارے فوجی سردار ہو لئے اور احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ کل مسلمانوں کے رئیس امیر شامل ہوئے۔

جب آیندہ جنگ کے موسم کا آغاز ہوا تو دونو سپاہیں آپس میں کچھ گفتگو عہد و پیمان کی کر کے اور بہت سے ایک دوسرے پر داؤں گھات لگا کر دہلی کے قریب پانی پت کے میدان میں جنگ آرا ہوئیں۔ صدہا برسوں میں بھی کبھی ہندو مسلمانوں کے درمیان ایسی جنگ عظیم اعلیٰ درجہ کی نہیں ہوئی۔ احمد شاہ کے ساتھ اٹھائیس ہزار افغان سوار چلے تھے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی جو سپاہیں اُس کے ساتھ ہو گئی تھیں تو اِس لشکر کی تعداد اسی ہزار سواروں اور پیدلوں کی ہو گئی تھی مرہٹوں کی باقاعدہ سپاہ پچپن ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیدلوں کی تھی اور پندرہ ہزار پنڈارے

(لوٹ مار کے لیئے پھرنے والے) اسکے علموں کے نیچے آئے اور لشکر میں بیشمار مسلح بیٹروں کی بھیڑ لگ گئی۔ طرفین کے توپخانوں میں بان کی تہ میں بڑی زبردست تھیں۔ صبح کو مرہٹے اپنے لشکرگاہ کے مورچوں سے برآمد ہوئے اور ایسا تندی و زور سے حملہ کیا کہ جو آگے آیا اُسے ہٹایا۔ ایرانی ہندو قچیوں کی شتری رہنورک زنوں کی اور ہلکے ہتیار رکھنے والے سواروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ احمد شاہ کے وزیر نے غصے و مایوسی کی حالت میں اس دھڑتے کے روکنے کی بیفائدہ کوشش کی۔ یہ لڑائی وہ تھی جس میں بزدل نوابوں کو دکن میں انگریز شکست دے رہے تھے۔ بڑے معرکے کی جنگ تھی۔ احمد شاہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور سارے ہتیار لگائے اور پیدلوں کو ساتھ لیکر نہایت سنجیدگی و تحمل سے حملہ کیا اور سواروں کو جتنے وہ جمع کرسکا حکم دیا کہ وہ پاس پاس ہوکر اور تلواروں کو ہاتھوں میں لیکر اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کر حملہ کریں وہ مرہٹوں کی جانب راست میں قلب سپاہ پربانوں کی بھرمار کے نیچے حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر مرہٹے بڑی بہادری سے لڑے لیکن جب اُن کا سپہ آرا مارا گیا یا بھاگ گیا تو اُن کی صفیں تتر بتر ہوگئیں اور اُن کو بالکل شکست فاش ہوگئی اور بہت مرہٹے مر مٹے۔ پھر نہ اُن کو لڑنے کے حواس نہ بھاگنے کا ہوش نہ بچنے کا سوچ نہ جینے کا بچار رہا۔

ایشیا میں اکثر ایسی قطعی فتح نمایاں کے بعد ایک نیا خاندان فرمانروا اور ایک نئی وسیع سلطنت قایم ہوا کرتی ہے۔ اِس وقت شمالی ہند مرہٹوں سے بالکل پاک صاف ہوگیا تھا اور احمد شاہ بھی اُن فتح کرنے والوں کے ادا و انداز رکھتا تھا جنہوں نے ابتک دہلی و آگرہ میں خاندان شاہی قایم کیئے تھے۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ پانی پت میں فتح تو ایسی بڑی ہوا اور اُس کے نتایج ایسے چھوٹے ہوں کہ دونوں میں کچھ مناسبت نہ ہو۔

اگر احمد شاہ پنجاب میں ایک طاقتور سلطنت قائم کرتا جسکی بنیاد افغانستان میں سندھ سے پار ہوتی اور وہ جنوب کی طرف دہلی اور گنگا تک پھیلتی تو ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہی ہو جاتی اور ہند میں انگریزوں کا اقبال دوسری صورت پکڑتا۔ لیکن احمد شاہ کی سپاہ غنیمت کے مال سے ایسی مالامال ہوئی تھی کہ اُس نے اپنے کوہستانی ملک کی مراجعت پر اصرار کیا اور چلی گئی۔ شمالی ہند پر مسلمانوں کا تسلط بتدریج کم ہوتا گیا اور پنجاب میں پھر چالیس برس تک بدعملی رہی۔ یہانتک کہ اس میں سکھوں کی

عملداری ہوگئی جسکی عمر بہت تھوڑی تھی - احمد شاہ کی مراجعت کے بعد افغانستان سے ہندوستان پر چند حملے ہوئے - ہندوستان سے احمد شاہ کی کنارہ کشی نے عملاً وسط ایشیا کے حملہ آوروں کی راہ جو فتحمند ہندوستان پر ہوتے تھے اُس وقت میں مسدود کردی کہ بنگال میں اول فتح کرنے والے سمندر کی راہ سے آکر سلطنت قایم کر رہے تھے -

باب نہم

مرہٹے اور میسور ۱۷۶۵ء سے ۱۷۷۱ء تک

فصل اول لارڈ کلایو کی پولیسی بنگال میں ۱۷۶۵-۱۷۶۷ء

اب ہم پھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - گو مرہٹوں کو پانی پت میں شکست فاش پانے سے صدمہ عظیم پہنچا مگر پھر بھی ہند میں کوئی اور والی مُلک اُنکی برابر قوت و ہمت و جرأت و چستی و چالاکی نہیں رکھتا تھا - مرہٹوں نے یہ اصول اختیار کیئے کہ ہر ایک صاحب اقتدار مسلمان سے ایسی عداوت کیجئے کہ جس میں مصالحت کی صلاحیت ہی نہ ہو اور زور وظلم سے دولت کی زیادہ ستانی و بیش جوئی کیجئے اور اس سے کبھی سیر نہ ہوجیئے - اُن کے غارت گر حملوں کا خوف و خطر کُل رؤسا امرا پر خاص کر جلیل القدر مسلمانوں پر چھا گیا وہ سب اُن کی مخالفت کرنے پر متفق ہوئے - اسکا نتیجہ انگریزوں کے حق میں اس لئے مفید ہوا کہ جو والیانِ ملک ادنیٰ اقتدار امرا مرہٹوں سے برگشتہ ہوتے وہ انگریزوں کی طرف آن کر ملتے - بالائی ہند میں اسوقت تو نواب وزیر اودھ کا بول بالا ہو رہا تھا وہ ۱۷۶۵ء میں بنگال کی فتح کرنے میں دوبارہ ناکام رہا تو پھر اُس نے بڑی خوشی و رغبت سے کمپنی سے اپنا اتحاد پیدا کیا - لارڈ کلایو جیسا بہادر سپاہی تھا ویسا ہی مدبر ملکی بھی تھا اُس کی مراسلات سے اُس کی رزانت رائے اور پیش بینی خوب ظاہر ہوتی ہے وہ ۱۷۶۵ء میں ہندوستان سے ولایت سے پھر آیا اب اُس کو اندرونی انتظام اور بیرونی مصالحت کے باب میں بہت سے پورے اختیارات مل گئے تھے - اُس نے دیکھا کہ گورنمنٹ کی کمائیاں بدعملی و رشوت ستانی کے سبب سے چلتی نہیں تو اُس نے اعلیٰ درجہ کی لیاقت سے ازسرِنو انتظام جدیدہ کو مرتب کیا اور دو پبلک پولیسی ایک انگریزی عملداری کی اپنے ملک

میں پائدار کرنے کی دوسری غیروں کے ساتھ تعلقات کے منضبط کرنے کی اختیار کیں۔
کلایو صاحب نے سب سے اول یہ کام کیا کہ کمپنی کو بادشاہ سے دیوانی دلوائی جسکے سبب سے کمپنی کی کایا پلٹ گئی اور اُس کی صورت بدل گئی یا وہ تاجروں کی مسلح جماعت کے بغیر کسی جوابدہی کے سردار تھے یا اب مُلک کی آمدنیوں کے جوابدہ منتظم ہو گئے اور اس سبب سے ملک میں غبن و تغلب و دغا و فریب بڑے سخت ہو رہے تھے اُن کو دل لگا کر مٹا دینے کا اختیار بغیر کسی واسطہ کے حاصل ہو گیا اور کمپنی کی اصل حکومت اور نام کے نواب بنگال کی برائے نام حکومت میں جو متواتر جھگڑے اور فساد رہتے تھے وہ بھی اِس تدبیر سے ختم ہو گئے۔ کلایو صاحب نے لکھا اب یہ وقت قریب آگیا ہے کہ جس میں ہم فیصلہ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں کہ آیا ہم ایسے تاجر ہی رہینگے کہ ہندوستانی گورنمنٹ کے انتظام اور مداخلت بیجا وطعن و تشنیع کے تابع ہوں یا اپنے حقوق اور قبض و دخل کو بزور شمشیر سنبھالیں۔ جس سے کمپنی کو بہت سے فائدے حاصل ہوں یا اس مطلب کو اور لفظوں میں یوں ادا کرو کہ کمپنی علانیہ آزادانہ حکومت کے ڈھنگ اختیار کرے۔ کلایو صاحب نے یہ فیصلہ حق کیا کہ بغیر اس کے کسی اور بات سے ہم کو استوار یا جائز رفعت و مرتبت یہاں حاصل بھی نہیں ہو سکتی۔ انگریز اپنے تئیں ہندوستانی گورنمنٹ کے رسوں سے کھینچنے سے یا انقلابات کی ترکیبوں سے جب اُس کی کل ٹوٹ جائے یہاں اپنے تئیں قایم نہیں رکھ سکتے اور نہ وہ اس حکومت کو ترک کر سکتی تھے جسکے رہنمائی کے ذمہ کے وہ پابند ہو گئے تھے۔

کلایو صاحب کی تدابیر میں سے پہلی تدبیر تو اوپر بیان ہوئی اور دوسری تدبیر یہ تھی کہ انھوں نے نواب وزیر اودھ کے ساتھ رابطہ اتحاد کو انتہا پر پہنچایا۔ ۱۷۶۴ء میں جو نواب وزیر سے جنگ ہوئی تھی اُس کے بعد کمپنی کو اختیار تھا کہ ان دو باتوں میں جس بات کو چاہے پسند کرتی اول یہ کہ شمالی مغربی سرحد پر جو بڑے اضلاع تھے اُن کو اپنے فتح کے استحقاق سے اپنے ملک میں شامل کرتی دوم یہ کہ اس ملک میں جس میں نواب وزیر کا حق مشتبہ تھا اور اُس میں سے وہ بآسانی خارج ہو سکتا تھا نواب کو اِس میں دوبارہ صاحب حکومت بنا دیتی تاکہ وہ کمپنی کے اغراض کا معاون ہو جائے۔ لارڈ کلایو نے بے تامل دوسری بات پسند کی اُس نے اودھ کے اضلاع کو بحال کر دیا۔

جسکی بنا اس بات پر تھی کہ صحیح پولیسی کی ہر علت کمپنی کے ملکی قبض و دخل کی توسیع برخلاف تھی۔ اس فیصلہ سے اکثر اُن آدمیوں کو مایوسی ہوئی جو یہ چاہتے تھے کہ دہلی کے بادشاہ کے ساتھ دہلی جائیں۔ لارڈ کلایو یہ چاہتے تھے کہ ہمارے قبضے میں جو بنگال و بہار و اُڑیسہ ہیں اُن ہی پر ہماری امداد ہماری فتح ہمارا قبضہ محدود رہے کوئی گورنر اور اُس کی کونسل اگر عقل و ہوش اُس کے بجا ہیں آگے کو بڑھنے کی پولیسی کبھی نہیں اختیار کریگی۔

اگر کلایو صاحب کی رائے بیہودہ اور باطل اولولعزمی کی تھی۔ مگر یہاں کوئی کمپنی کے کُل نظام کو اول بالکل بدل کر اُس کو نئے ڈھنگ کا بنادے تو یہ پولیسی کبھی اختیار ہوسکتی ہے اس لئے کلایو صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ اودھ کی سلطنت کو تقویت دے جسکے سبب سے بنگال اور شمالی اضلاع کے درمیان ایک دوست کی سلطنت قائم ہوگئی۔ اگست ۱۷۶۵ء میں یہ اصول جو لارڈ کلایو نے اختیار کیا تھا وہ انگریزوں کی سرحدی پولیسی کی بنیاد تھی جو آخری صدی تک قائم رہی۔

یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اس نازک وقت میں کمپنی کے معاملات کے ہندوستان میں جو کارفرما اور رہنما تھے اُن کا مقصد اولے یہ تھا کہ کمپنی کے قبضہ میں جو ملک ہے اُسکی وسعت کی حدبندی ہوجائے اور فتوح کی تدابیر کا بالکل انسداد ہوجائے اور ہندوستان کے والیان ملک کے ساتھ ایسے ارتباط سے پرہیز کیا جائے جو غیروں کے ساتھ لڑائی میں پھنسادے۔ جنھوں نے یہ خوب جانچ لیا تھا کہ انگریزوں کے آگے اُن کی مرادیں و مقاصد آنے والی ہیں اور جو یہ خیال کرسکتے تھے کہ سلطنت مغلیہ جو شکستہ ہوکر ریزہ ریزہ ہوئی ہے اُس کے یہ سب ریزے پولٹیکل کشش سے ایک مستحکم پیوستہ حکومت کے گرد جمع ہوگئے اُن کے نزدیک یہ امر صاف تھا کہ اگر کمپنی تجارت کرنے کو فتح کرنے کے لیئے چھوڑدیگی اور مغلوں کی سلطنت کے بیٹھ جانے سے جو ملک بے سرا پڑا ہے اُس میں اپنی سلطنت عظیم قائم کرنی چاہے گی تو بانی سلطنت کے لیئے ایسی جگہ خالی ہے جو اُس کو بنا سکے بنائے۔ کسی شخص نے کلایو صاحب کی برابر اس امر کو زیادہ صاف نہیں دیکھا کہ جب نواب وزیر اودھ پر فتحیابی ہمارے ہتیاروں کو بنگال سے پرے لے گئی تو دوسرا قدم آگے ہم سے وہ کار عظیم کرائیگا کہ جسے پیچھے ہٹانا ممکن ہوگا۔

۱۷۶۵ء میں کلایو صاحب کہتے ہیں کہ آخر کار ہم ایسے وقت طلب زمانہ میں آگئے جس کو

پینے پہلے سے دیکھ لیا تھا - یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہم کو اس امر کا فیصلہ کرنا ضرور ہوا کہ ہم کل ملک اپنے ہی لئے لے لیں - میر جعفر علی خان نواب بنگال مر گیا اسکا حرامی بیٹا نابالغ ہی - شجاع الدولہ اپنی مملکت میں خوفزدہ حالت میں ہے وہ ہمارے قبضہ میں ہے اس کہنے کو میاں نہ مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ کل سلطنت مغلیہ میں کل ہمارا تسلط و اختیار ہوگا اس ملک کے باشندے نہ کسی کے احسان کو نہ کسی عہد و پیمان کو مانتے ہیں اُن کی فوجیں قواعد سے ناآشنا ہیں نہ حکم کو مانتی ہیں نہ ہماری سپاہ کی طرح اُن کو تنخواہ دیجاتی ہے - کیا اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یوروپین کا ایک لشکر عظیم ہمکو موثر و مستقل بادشاہ نہ بنادیگا - وہ صرف ہند کے والیان ملک کو نہ ڈرائیگا بلکہ ہم کو ایسا ہیبت ناک بنائیگا کہ نہ فرنچ کو نہ ڈچ کو نہ کسی اور دشمن کو ہمارے ستانے اور دق کرنیکا عزم ہوگا-

ڈو صاحب نے سنہ ۱۷۷۰ء میں ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے جس میں اُنھوں نے اپنے خیالات لارڈ کلایو ہی کے سے ظاہر کئے ہیں - وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے ہندوستان کی حالت نہایت مختصر بیان کرنے میں کوشش کی ہے جو کچھ اُوپر ہم نے بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطہ عظیم تھوڑی سی قواعد داں سپاہ سے مغلوب و محکوم ہو سکتا ہے - دس ہزار یوروپین پیدل اور اُن کیساتھ کمپنی کی قواعد آموختہ سپاہ فقط ہندوستان کے فتح کرنے کے لیئے ہی کافی نہیں ہے بلکہ اگر اُس کے ساتھ درست پولیسی و احتیاط کیجائے تو مدت دراز تک تاج انگلینڈ اسکو اپنا باجگذار رکھے گا - یہ امر جو مینے پیش کیا ہے اُن اشخاص کو خلاف قیاس معلوم ہوگا جو اہل ہند کی طبیعت و ذہانت سے ناآشنا ہیں مگر جنھوں نے اِن دونو باتوں پر غور کر کے سوچا ہے اُنکے نزدیک وہ صرف قابل عمل ہی نہیں بلکہ آسان بھی ہے -

ڈو صاحب کے پولٹیکل خیالات اس نتیجہ سے جو ظہور میں آیا بالکل صحیح ثابت ہوئے مگر بنگال اور دکن کی لڑائیوں سے یہ معلوم ہوا کہ ڈو صاحب نے سپاہ کی مقدار کا تخمینہ کم کیا تھا - جو پولٹیکل معاملہ فہم اور عمدہ جج ہیں اُن کے نزدیک اس زمانہ میں بھی انگریزوں کو وہ علو حاصل تھا کہ کوئی ہندوستانی قوت اُن کی برتری کی مزاحم نہیں ہو سکتی تھی - بشرطیکہ انگریزوں کا کوئی یوروپین رقیب بیچ میں نہ آن دھمکے -

انگریزوں کی بڑی مزاحمت جو اب تک ممکن الوقوع تھی وہ یہ تھی کہ ہندوستان میں کوئی یوروپین

سلطنت اپنے کارہائے نمایاں کے جلوے دکھاتے یا کوئی بڑا زبردست قومی حملہ آور وسط ایشیا سے
نمودار ہوکر بالائی ہند میں اپنی حکومت جمائے اور انگریز ساحل بحری سمندر پر ہی پڑے رہیں۔ مگر
جب سے سمندر کی طرف سے کسی یورپین قوم کے حملہ کا اندیشہ باقی نہیں رہا تھا کہ انگریزوں نے
فرانسیسیوں کو یہاں رہنے نہیں دیا تھا۔ اور افغانستان کی طرف سے آخر کو وہ سب راہیں جلد مسدود
ہونے والی تھیں جن سے دو ہزار سال پہلے سکندر اعظم سے لیکر احمد شاہ ابدالی تک ہند میں حملہ آور آتے
رہے تھے۔ اب احمد شاہ نے امیر کابل کے خاندان کی بادشاہی بنیاد جمائی جو ڈیڑھ سو برس تک
ان قوموں کے جرگوں کا امیر بنا رہا جو افغانستان کی وادیوں اور کوہستانوں میں مستحکم و مستقل
آباد ہیں۔ یہ ناہموار کوہستانی ملک ان راستوں کو بند کرتا ہے جو ہندوستان میں ماوراءالنہر
اور شمال مشرق ایران سے آنے کی ہیں۔ اس ملک میں آزاد جنگ جو قومیں رہتی ہیں جو ایسی
زبردست اور طاقتور ہیں کہ انھوں نے دو دفعہ ایک مہذب سلطنت سے لڑنے میں اپنے جوہر
مردانگی دکھائے۔

ایک اور بات ہم اضافہ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جو بیرونی حملہ آوروں کے آنے کے
شمال مغربی دروازے تھے ان پر دوہرے قفل پڑ گئے تھے۔ ایک قفل تو یہ تھا کہ افغانستان
کی سلطنت قائم ہونے کے سبب سے وہ راہیں جو وسط ایشیا کے حملہ آوروں کے سپاہ کے آنے
کی ہند میں تھیں بند ہو گئیں۔ اور دوسرا قفل یہ پڑا کہ خود افغانوں کو پنجاب کے سکھوں نے ہند
میں آنے کے لیئے روک دیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں اسلام کے ساتھ عداوت کرنے
میں سکھوں کا جوش مذہبی دیوانگی کے درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ سکھوں میں سپاہیانہ اور جنگ آزمائی
کی بڑی لیاقتیں تھیں۔ بہت جلد انھوں نے ستلج اور سندھ کے درمیان اپنی سلطنت جمائی
اور اسلامی دنیا سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد و رفت مسدود و منقطع کر دی جس سبب سے
پھر وسط ایشیا سے مسلمانوں کا آنا ہند میں بند ہو گیا۔

ستلج کے نیچے آگے جنوب مشرق میں دہلی سے لکھنؤ کے پرے تک مسلمانوں کی ریاستوں
کا ایک حلقہ تھا جس میں گنگا جمنا کے دوآبہ کے زرخیز کل اضلاع شامل تھے مگر ان کو شمال و مغرب
میں سکھ اور جنوب میں مرہٹے دم گھار رہے تھے۔ ان ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست اودھ کی تھی۔

جسکے ملک میں شمالی مغربی اضلاع کمپنی کی سرحد بنگال میں واقع تھی۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ۱۷۶۵ء
میں نواب اودھ اور لارڈ کلایو کے باہم عہد نامہ لکھا گیا تھا اور اسی زمانہ میں مغلوں کے مفلس
بادشاہ سے نواب اس بات پر بگڑ رہا تھا کہ اس کو خراج کا بہت روپیہ بادشاہ کو دینا پڑتا ہے
بس اس زمانہ میں انگریزوں کو اس جانب سے کچھ خوف و خطر نہ تھا۔ ہندو مسلمان کی ریاستوں
کی محاسدت اور مذہبی مخالفت نے شمالی مغربی ہند میں ایک قسم کی معاولت موازنت قوت پیدا
کر دی تھی اور اسپر لارڈ کلایو کی پولیٹکل مصالحت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پس ان وجوہ سے بنگال کی حد
پر کسی خلل و خوف کا اندیشہ نہ تھا۔ انگریز چالیس برس تک بے کھٹکے خوشی و کامرانی کے ساتھ
فرمانروائی کرتے رہے +

فصل دوم۔ دکن میں مرہٹے اور حیدر علی

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ۱۷۶۵ء میں بنگال میں کسی طرح سے انگریزوں کو تسلط حاصل ہوا
اب انھوں نے اس مقام میں اپنا قیام کیا جہاں سے توسیع ملکی کے لئے ان کے آگے قدم بڑھیں
لارڈ کلایو نے یہ ارادہ اپنا قطعی مصمم کر لیا تھا کہ بنگال ہی میں اپنے قبض و دخل و فتوح کو محدود
رکھیں۔ وہ اپنے اس ارادہ میں ایسا کامیاب ہوا کہ جو اس نے سرحدیں مقرر کی تھیں وہ فی الحقیقت
اٹھارہویں صدی کے آخر تک آگے نہیں بڑھیں۔ جبکہ شمالی ہند کے ملکوں میں مرہٹوں کی
غارتگریوں نے اس موازنت و معاولت کو درہم برہم کر دیا کہ جس سے انگریز مزاحمتوں سے محفوظ
تھے تو اب ایسا زمانہ آیا کہ کسی طور سے ہند میں انگریزوں کے لیئے امن و عافیت و مصالحت کا
نہ تھا بلکہ اس کے برعکس وہ زمانہ مستقل جنگ کا تھا جس نے شدت سے انگریزوں کے خزانہ کو
کش مکش میں اور کبھی کبھی انگریزوں کی سلطنت کو جوکھوں میں ڈالا۔
۱۷۶۵ء میں پھر زمانہ نے اپنا رنگ بدلا کہ اس سنہ کے بعد انگریزوں کے لڑائی جھگڑے
ہندوستانی سلطنتوں سے مدراس اور بمبئی میں شروع ہوئے۔ ضروری پولیٹکل دباؤ کے مرکز نے
کچھ مدت کے لئے دکن اور مغربی ساحل سمندر کی طرف حرکت کی۔ میسور میں مسلمانوں سے اور دکن
ہند میں مرہٹوں سے جو لڑائیاں ہوئیں وہ انگریزوں کی توسیع ملک کے مانع و مزاحم ہوئیں۔

میسور اور مرہٹوں کی قوت عظیم کی سرشت و خاصیت ایسی تھی کہ ہند کے میدان میں انگریزوں کی لڑائی ابتک ایسے دشمنوں سے نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اب سخت قوی دشمنوں سے جنگ کرنی پڑی - گزشتہ تین سالوں میں کل ہندوستان میں متواتر شپے ہم لڑائیوں کا غلبہ برپا رہا ان میں شمشیرِ زور بالا رہا - جبکی تیغ اُسکی دہک رہی - لڑائیوں میں تلوار کے زور سے صلہ عظیم کے حاصل ہونے کے اکھاڑے میں جنگ آزماؤں کی جماعت کو اُتارا جو زیادہ قوی اکثر اُن آدمیوں سے تھے - جو سلطنت مغلیہ کی بربادی کی ابتدا میں خاندان کے سبب سے یا اتفاق سے سب سے زیادہ آگے بڑھے تھے - اس زبردست جماعت میں حیدر علی میسور میں ایسا جوانمرد تھا جس میں قدرتی ذہانت و عقل ایسی تھی کہ اُس نے صرف اپنی شجاعت و دلاوری سے برتری اور فوقیت حاصل کی - اس میں اجورہ دار سپاہیوں کے گروہوں کے منتظم بنانے کی قابلیت ایسی تھی کہ وہ اِس اقبالمند نامور کے علم کے نیچے ہمیشہ کھنچے چلے آتے تھے - اور اسی جماعت میں قوموں یا فرقوں کے جنگ جو گروہوں کے سردار اور پیشوا تھے جیسے کہ مرہٹے - بھرت پور کے جاٹ - پنجاب کے سکھ - رُہیلے افغان - اِن میں سے ہر ایک قوم میں باہم ہم نسل ہونے کا یا ہم مذہب ہونیکا یا ہم ملک ہونیکا رشتہ اصلی یا فرضی تھا اور وہ سب اپنی محافظت یا حملہ کرنے کے لئے ایسے باہم پیوستہ ہو جاتے تھے کہ اُس میں ایک قسم کی قومیت و عصبیّت معلوم ہوتی تھی - ایسی قوم میں آپس کے لڑائی جھگڑوں سے ضعف آجاتا تھا اور وہ کمزور ہو جاتے تھے - لیکن انہیں سے بعض کی اصلی جڑیں اس سرزمین میں بوئی گئی تھیں اس لیئے ان میں لایق جنگ اور مطلق العنان حیدر علی والی میسور کی اوروں سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی قوت اور جید مقابلہ کرنے کی طاقت تھی - جسکے ساتھ دکن میں انگریزوں کا ایک نیا سلسلہ لڑائیوں کا جاری ہوا -

مرہٹوں اور سکھوں اور رہیلوں میں ایک طرح کی قومیت و عصبیّت پائی جاتی تھی اس لئے اُن سے انگریزوں کے سپاہیوں کو سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں -

جب انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال پر پورا تسلط حاصل ہوگیا تو پھر اُس نے پولیٹیکل جوکھوں اور جنگی مہموں کی راہ میں بڑے استکراہ و بیدلی و ناخوشی سے قدم رکھا - ۱۷۶۷ء میں لنڈن کے ڈائرکٹروں نے کلکتہ کے پریسیڈنٹ کو یہ چٹھی لکھی -

بنگال و بہار و اڑیسہ کی دیوانی کا حاصل ہونا ہند کی اِس جانب میں ہمارے خیال کے منتہا ہے ساحل سمندر پر کرناٹک کی محافظت سرکاروں پر قبضہ اور بمبئی کی طرف اسکے علاقوں اور سالسٹی - بسین - سورت کے قلعہ پر دخل رکھنا ہم کافی جانتے ہیں - اگر ہم اُن حدود سے عبور کرینگے تو ہم ایک ملک کو حاصل کرکے دوسرے ملک کو حاصل کرنا چاہینگے یہانتک کہ ہم جب تک چین سے نہیں بیٹھیں گے کہ ہم کُل ہند کو محکوم نہ کرلیں کہ جس کے سبب سے ہمکو اپنی قوت کو تقسیم کرنا پڑیگا اور اس وجہ سے کُل ہند ہاتھ سے جاتا رہیگا - طلب الکُل فوت الکُل اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ کُل ہندوستان سے ہماری بالکُل جڑ اکھڑ جائے -

یہ خط اسوقت لکھا گیا ہے کہ اونرایبل کورٹ پاس ایسی خبر آئی تھی جس سے وہ دہل کر خوف زدہ ہوگیا تھا - اگرچہ انگریزوں نے جنوبی مشرقی ساحل پر فرانسیسوں کو رہنے نہیں دیا مگر ہنوز وہ امن و عافیت سے دور تھے - بنگال کے زرخیز صوبہ کے انگریز بالکُل مالک سمجھے جاتے تھے اسپر سمندر کی طرف سے کسی بحری حملہ کا اندیشہ نہ تھا اور خشکی کی طرف نواب اودھ ایک دوست کا ملک تھا جسکے سبب سے اس طرف سے حملہ کا خطرہ نہ تھا - مگر مدراس میں سمندر کے کنارہ پر انگریزوں کے پاس ملک تھا - اُس کی خشکی کی طرف صرف کرناٹک کی ریاست تھی جس میں نواب حکومت کرتا تھا اور اُس کے غیر معین محافظ انگریز تھے مگر نواب پر زیادہ بھروسا نہیں ہوسکتا تھا - اُس کے ہمسایہ میں سرحدوں پر جنگجو اور طامع حیدر علی اور مرہٹے اپنی حکومت کیلئے ہوئے پھر رہے تھے - صرف حیدر آباد کا نظام انگریزوں کا دوست تھا وہ پولٹیکل وسوسوں اور اندیشوں کے سبب سے مذبذب ہوگیا تھا -

حیدر علی کا باپ ایک سپاہی تھا جس نے معمولی اجورہ دار سپاہیوں کے گروہ میں برآوردہ ہوکر چھوٹے منصب افسری کا عہدہ نائک کا حاصل کیا تھا - حیدر علی نے معمولی فطرتوں سے اپنی سپاہ کو پہلے ہندوستانی رئیسوں کا خدمتگذار بنایا اور اپنی اقبالمندی کا جلوہ دکھایا - پھر اِس سپاہ کو اپنی اولوالعزمی سے آزاد و مطلق العنان بنانے میں کام میں لایا - اسیطرح کچھ دولت جمع کی اور سپاہ کے پیشوا اور رہنما ہونے میں ناموری اور شہرت حاصل کی اور میسور پر اپنا کُل اختیار حاصل کیا اور دکن میں جس زمین کے اوپر پاؤں رکھا اُسکو اپنے ہاتھ میں لے لیا - اور

اور اپنی عالی ہمتی و والا فطرتی و دلاوری ایسی دکھائی کہ اُس کے سارے ہمسائے جو اس قسم کی تدابیر کرتے تھے اس سے خوف کھانے لگے۔ اس کے یہ دو بڑے سخت دشمن تھے ایک مرہٹے اور دوسرا نظام حیدر آباد۔ مرہٹوں سے وہ لڑائیاں لڑا۔ نظام کے ملک کا ایک بڑا حصہ دبا بیٹھا اور میسور سے کرناٹک تک دھمکانے لگا جسکی محافظت کی جوابدہی مدراس گورنمنٹ کے ذمہ تھی۔

یہ ٹھیک وقت وہی ہے کہ جس میں لارڈ کلایو نے شاہ عالم شہنشاہ ہند سے بنگال کے معاملات عظیمہ کو طے کیا تھا۔ اسی بادشاہ سے لارڈ موصوف نے حسب ضابطہ فرمان حاصل کیا جسکے موافق مدراس کے شمال میں جن اضلاع کو سرکار جمسہ کہتے ہیں وہ کمپنی کو بادشاہ کی طرف سے عطا کیئے گیئے تھے۔ اِن ہی اضلاع سے ۱۷۵۹ء میں انگریزوں نے بوسی کی سپاہ کو خارج کیا تھا۔ اس عطیہ کے دینے میں بادشاہ کی کوڑی خرچ نہیں ہوئی تھی۔ اِس لئے کہ یہاں اسکی بادشاہی محض برائے نام تھی۔ لیکن یہ اضلاع انگریزوں کے قبضے میں جب سے تھے کہ اُنھوں نے فرانسیسوں سے لیئے تھے مگر نظام نے کبھی حسب ضابطہ اُن کو انگریزوں کو نہیں دیا تھا۔ اِس لیئے بادشاہ نے یہ اضلاع جو انگریزوں کو عطا کیئے اُسپر نظام کا ناراض ہونا بے وجہ نہ تھا۔ لیکن نظام روپیہ کے نہونے سے بڑا ضیق ہو رہا تھا اور حیدر علی کی طرف سے خائف تھا۔ جس سبب سے نظام نے انگریزوں سے آشتی کر لی کہ مدراس گورنمنٹ نے کچھ مبہم طور سے اس سے عہد و پیمان کر لیا کہ لڑائی کی حالت میں وہ اُس کی معین و معاون ہوگی۔ انگریزوں اور نظام نے مرہٹے پیشوا سے عہد و پیمان کیئے جس نے دس ہزار سپاہ نظام کو اجرت پر دیدی۔ ابھی انگریزوں اور نظام کے عہد نامہ پر دستخط نہ ہونے پائے تھے کہ حیدر علی نے ایک لشکر جرار اپنا حیدر آباد کے ملک پر چڑھا دیا۔ نظام نے عہد نامہ کے موافق فوراً مدراس گورنمنٹ سے درخواست کر کے سپاہ بلائی۔ اس اثنا میں پیشوا نے اضلاع میسور کو خوب تباہ کیا حیدر علی نے اُس کو روپیہ دیکر اپنے ملک سے اس بلا کو ٹالا وہ اُس روپیہ اور غنیمت کو لیکر سیدھا اپنے گھر چلا گیا تاکہ غنیمت میں سے نظام کو سانجھا نہ دینا پڑے۔ پھر نظام مدراس کی سپاہ کو ساتھ لیکر میسور کی طرف گیا حیدر علی سے بجائے لڑنے کے اندر ہی اندر عہد و پیمان کر لئے جسکے موافق اب وہ دونو کمپنی کی مخالفت پر جھکے۔ کچھ جلد جلد چھیڑ چھاڑیں ہوئیں مگر انگریزوں نے نظام کے ساتھ سرسری طرح پر معاملہ کر لیا۔ اُس نے انگریزوں کے ساتھ علیحدہ عہد و

دیمیان کرلئے اور لڑائی کا سارا زور حیدر علی کے سر پر جا پڑا جس نے اپنے تئیں ثابت کیا کہ وہ اِن معمولی ہندوستانی والیان ملک سے زیادہ دلیر و بہادر و زبردست و مستعد ہے جسکا تجربہ اسوقت تک کمپنی کو ہوا ہے۔

مدراس گورنمنٹ نے حیدر علی پر فوج کشی کا انتظام بری طرح سے کیا میدان جنگ میں جو افسر بھیجے گئے اُنھوں نے اپنے کمانڈر کو آگے بڑھنے سے روکا۔ رسد کا انتظام جن ٹھیکہ داروں کو دیا تھا اُنھوں نے بدمعاشیاں و دغا بازیاں کیں۔ مرہٹوں کو یہ خوب موقع ہاتھ آیا کہ کرناٹک میں اُنھوں نے غارتگر سفر کیا۔ اُنکی یہ لوٹ جبتک جاری رہی کہ میسور کے سوا ملک کو پامال کرتے ہوئے مدراس کی نواح میں آ گئے کمپنی کا خزانہ بہت سا خالی ہوگیا تھا کہ شرم خیز طول طویل جنگ کا خاتمہ سنہ ۱۷۶۹ء میں صلح پر ہوگیا۔ اگر اس فوجکشی میں بنگال سے خزانہ کی فیاضانہ مدد ہوئی ہوتی تو مدراس کی کل آمدنی خرچ ہوجاتی۔ لنڈن میں ڈائرکٹروں کو جب یہ تحقیق ہوا تو وہ بہت ناراض اور خفا ہوئے کہ روپیہ جسکی اُمید پر وہ تجارت ہند میں اپنی دولتیں لگاتے ہیں اور اُس کے لیئے وزراء انگلینڈ کو اپنے ساتھ متفق کرنے کے لیئے خزانہ شاہی کو بہت روپیہ ادا کرتے ہیں وہ ان بے ثمر لڑائیوں میں ضائع ہوا جنسے سوائے اِس کے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا کہ انگلش کو مشرقی پولٹیکل فند فریب کی چالیں اور مشرقی دوستوں کی اتحاد و وداد کی قدر و قیمت معلوم ہوگئی اور سوائے اسکے اگر لڑائی کے شروع میں پولٹیکل غلطی ہوئی تھی تو اُس کے ختم ہونے پر اُس سے بدتر غلطی ہوئی۔ عہدنامہ میں لکھا گیا کہ سب معاہدہ کرنے والے جن میں اعلیٰ تر انگلش و حیدر علی و مرہٹے تھے آپس میں ایک دوسرے کے رفیق و معین و معاون ہیں بشرطیکہ اہیں کوئی ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہو۔ لیکن ہر ایک فریق نے یہ قول و قرار کرلیا تھا کہ جب آیندہ لڑائیاں ہوں تو ایک دوسرے کا مددو معاون ہو اور اسی طرح کا عہد و پیمان نظام سے انگریزوں نے کرلیا۔ پس اب مدراس گورنمنٹ کی حالت یہ ہوگئی کہ ان تینوں بڑے جنگ جو والیان ملک کی جہاں کہیں لڑائی ہو اُن کی وہ معین و معاون ہو۔ پس اسطرح سے جب سال آیندہ میں مرہٹوں اور والی میسور کی لڑائی ٹھنی تو بموجب عہدنامہ کے دونوں نے انگریزوں سے امداد طلب کی۔ مدراس گورنمنٹ پر آخر لڑائی پر پہلے

ڈائرکٹر لعنت ملامت کر چکے تھے۔ اس لئے اس نے کچھ یہ فکر نہیں کیا کہ یہ جو دو اس کے ہیبت ناک ہمسائے ہیں تو آپس میں ان میں سے کسی کی معاون ہو کر دوسرے کو نقصان پہنچائے اس لئے اس نے ہر ایک کی مدد سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ان کے معاملے میں کسی طرح کی وہ مداخلت نہیں کرے گی جس کی وجہ سے اس کے دونو دوست ناراض ہو گئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مرہٹوں نے حیدر علی کو فاش شکستیں دیں تو اس نے اسکا سبب یہ تبلادیا کہ انگریزوں نے اس کے ساتھ بے ایمانی سے وعدہ امداد کو ایفا نہیں کیا۔ بس اسوقت سے وہ انگریزوں کا ایذارسا دشمن ہو گیا اور ان سے انتقام لینے کے موقع کا منتظر ہوا جو اس کو جلدی سے ہاتھ آگیا +

باب دہم

فصل اول۔ پارلیمنٹ کی تحقیقاتیں

اب ہم برٹش انڈیا کے پولٹیکل تاریخ کے اس زمانہ کے آستانہ پر پہنچ گئے ہیں جس میں وارن ہیسٹنگز کی گورنمنٹ کا بیان ۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۵ء تک کیا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ انگلش اور ہندوستانی سپاہیانہ قوموں کے درمیان حکمرانی میں برتری اور فوقیت حاصل کرنیکا بڑی سرگرمی سے جھگڑا شروع ہوا جسکے سبب ہندوستان کے معاملات پر پارلیمنٹ متوجہ ہوئی اور پہلی دفعہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی ترتیب و تنظیم میں سنجیدگی کے ساتھ اس نے کوشش کی۔

جب لارڈ کلایو ۱۷۶۷ء میں ولایت کو تشریف فرما ہوا تو بنگال کے اصلی فرمانروا کمپنی تھی۔ مگر اسکی حکومت برنام کے نواب کی حکومت کا پردہ پڑا ہوا تھا جو فرسودہ ہو کر تار تار ہو گیا تھا۔ کلکتہ و مدراس میں پریسیڈنسی کونسلوں کو شہروں کی حدود سے باہر بلا واسطہ کچھ حکومت حاصل تھی۔ مگر کل بنگال اور کرناٹک میں ان کو بواسطہ بڑے اختیارات یہ حاصل تھے کہ وہ فوجوں کے ایماندار سپہ سالار تھے اور ملک کے محاصل کے کلکٹر۔ لیکن بنگال میں۔ سرکاری آمدنی کمپنی کو ادا کی جاتی تھی لیکن ان کے پاس لنڈن سے تاکیدی احکام آتے رہتے تھے کہ وہ باقی اور انتظامات

میں علانیہ مداخلت کرنے سے پرہیز کریں۔

اب نواب تو کمپنی کا صرف پنشن خوار تھا اُس کے نائب کو تمام سرشتوں اور صیغوں کا کمپنی خرچ دیتی تھی۔ اور برائے نام کُل اگزیکٹیو اور جوڈیشیل گورنمنٹ اُس نائب کے ہاتھ میں دے رکھی تھی یعنے ہندوستانی افسر تمام ملک کی آمدنی تحصیل کرکے۔ سرکار کمپنی کو دیتے تھے اور باقی سب کام حکومت کے فوجداری وغیرہ وہ خود کرتے تھے۔ کلکتہ میں کلایو کا جانشین ویریسیٹ ہوا وہ لکھتا ہے کہ پریسیڈنٹ اور کونسل بار بار قطعاً منع کئے گئے ہیں کہ وہ ہندوستانی افسروں پر کبھی اپنے نام سے سرکاری حکومت کا اعتبار نہ کریں اور اُن کو حکم ہے کہ وہ اپنے تاجرانہ خصائل کو جو ابتدا میں تھے خوش سلیقگی اور احتیاط کے ساتھ قایم رکھیں۔ لیکن بظاہر اِن احکام کے نتائج تمثیلاً یہہ بیان کیے جاتے ہیں کہ تجارت و زراعت میں تنزل ہوا اور نقدی میں کمی آئی۔ مصائب عامہ بڑھتی گئیں اس لیے کہ ہندوستانی افسروں پر کوئی قید نہیں تھی وہ شتر بے مہار تھے۔ کمپنی ملک کی آمدنی کا بہت سا حصہ پاتی تھی جو رعایا دیتی تھی۔ مگر رعایا کی محافظت کا اختیار کچھ نہیں رکھتی تھی۔ ویریسیٹ نے اس نظام کے برخلاف دل کھول کر اعتراض کیے۔ اِن بُرائیوں کے گھٹانے کے لیئے ایک بیہودہ کوشش یہ کی کہ کمپنی کے انگریز ملازم ہندوستانی افسروں کے کاموں کے لیئے سپروائزر یعنے نگران حال مقرر ہوئے۔ ۱۷۷۳ء میں یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کے احکام سے کُل اگزی کیوٹو اور جوڈیشیل انتظامات باقاعدہ و آئین مقرر ہوئے۔ گو اُن کی بنا ناقص تھی۔ ابتک ہندوستان کے انگریزوں کی تاریخ میں لکھا جاتا ہے کہ تجارتی کمپنیوں میں کیا کیا آپس میں لڑائی اور جھگڑے اور سمندری قوتوں سے اُن کی لڑائیاں کیا کیا ہوئیں۔ مگر اب آخر کو یہ تحریر ہونا شروع ہوا کہ ایک کامیاب قوم کی ریپرزنٹیٹو (قایم مقام) کے سبب کمپنی اور ہندوستانی والیان ملک کے درمیان کیا کیا لڑائیاں ہوئیں۔

یہ آخر بیان سوائے اسکے کچھ اور نہ تھا کہ ایک عام غیر منتظم لڑائی کُل ہندوستان میں پھیل رہی تھی سلطنت مُغلیہ کے اضلاع سے ضعیف ریاستیں ملتی تھیں اب اُن کی یہ نوبت آئی تھی کہ وہ سب ایک زبردست دلیر حکومت کے پاؤں تلے لرزاں ہو رہی تھیں۔ ابتک انگریزوں کا کام معدوم کرنا اس سبب سے تھا کہ اُن کو اپنی محافظت کے لیئے مجبوراً اپنے دشمنوں کو تباہ کرنا پڑتا تھا۔ مگر اب ایک نیا زمانہ اُن کے لیئے آگیا تھا کہ وہ پھر بنانے میں کوشش کرتے تھے۔ اِس لیئے کہ بنگال میں اسوقت

انگریزوں نے ایک اچھی پولٹیکل عمارت بنانے کے واسطے جگہ صاف کر لی تھی اور بے انتہا منتشر لڑائیوں کی تاریخ اب نظم ونسق میں جدو جہد کرنے سے بدل گئی تھی۔ یعنی جنگ و جدل کی تاریخ نظم ونسق کی صورت میں آگئی تھی۔ انگلینڈ میں کبھی خانگی مہمات و معاملات میں گورنمنٹ کا مداخلت کرنا عام پسند فرض نہیں ہوا مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو قومی حکومت کے ماتحت رکھنا نہایت ضروری سمجھا گیا اس زمانہ میں انگلستان کی تہذیب کی تکمیل ایسی ہوگئی تھی کہ اُس کی رعایا کو سول اور مذہبی آزادی حاصل ہوگئی تھی۔ اُس نے اپنا یہ فرض جانا کہ ایک ملک جس میں سخت بدانتظامی نے پاؤں پھیلا رکھے ہیں اور صدہا سال سے اُس میں کوئی حکومت سوائے نہایت مطلق العنان وخودمختار فرمانرواؤں کے نہیں رہی جن میں اکثر پردیسی ہیں اس کے جواب وہی خود بخود ہمارے ذمے ہے۔ ہندوستان میں انگریز دُور دراز فاصلے سے مہذب پولٹیکل اصول لائے جنکے موافق تجربۂ بنگال میں معاملات کا انتظام باقاعدہ بنانا ایک وسیع ایجاد کی ابتدا تھی۔ اس کے پھیلانے میں ابتدا میں بعض غلطیاں صادر ہوئیں مگر آخر میں کُل ہندوستان میں اُس کے اندر کامیابی ہوئی۔

زرخیز صوبۂ بنگال کا حاصل ہونا تعجب خیز تھا اور یہ بات بے اعتبار نظر آتی تھی کہ چند تجارتی ہاتھ سلطنت کی دولت کا سودا مول لے لیں۔ اس امر نے برٹش پارلیمنٹ کی توجہ کو بیدار کیا اور ہندوستان کے معاملات وحالات کی نگرانی کی ضرورت پر زور ڈالا۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو نے بنگال کے سب صیغوں کی کُل آمدنی کا چار کروڑ روپیہ۔ اور کمپنی کی نقد آمدنی کا بعد منہائی کُل اخراجات کے ایک کروڑ سرسٹھ لاکھ روپیہ کا تخمینہ کیا۔ کورٹ ڈائرکٹر جب اس مال و دولت کے مالک ہوئے تو اُنھوں نے اپنے حصہ کی قیمت بڑھائی۔ اُن کا سرمایہ دو کروڑ سرسٹھ لاکھ روپیہ کا ہوگیا اور فی حصہ ساڑھے بارہ فیصدی نفع تقسیم ہوا۔ ہندوستان سے کمپنی کے ملازم مال و دولت سے ایسے مالا مال ہوکر انگلستان گئے کہ اُنھوں نے بڑی بڑی جائدادیں اور جاہ و منصب کے اعلےٰ عہدے خرید لیئے۔ ہوس آف کامنس میں ایلڈرمین بکیفورڈ نے بیان کیا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ایسی دولت کمائے گی کہ وہ انگلینڈ کی رعایا کے لیئے وسایل ایسے پیدا کریگی کہ جو اُس کے سر پر سے بعض ناگوار بوجھوں کو ہلکا کرینگے۔

صاحب موصوف کا یہ اشارہ کافی تھا۔ عاقل کے لیئے ایک اشارہ کافی ہوتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ

نے اُسپر عمل کرنے میں پہلو تہی نہیں کی۔ پھر کمپنی کو کارٹر (فرمان شاہی) تجارت کے دینے کا نظام ایسا تھا کہ وہ تھوڑی مدت کے لیئے ملا کرتا تھا اور پھر از سر نو اور دیا جاتا تھا۔ اِس سبب سے گورنمنٹ کو بہت جلد موقع ہاتھ آیا کہ بازار کے بھاؤ پر کمپنی کو فرمان شاہی عطا کرے۔

۱۷۶۶ء میں وزیر اعظم کو اِس اطلاع دینے سے کہ پارلیمینٹ کے آیندہ اجلاس میں جو عنقریب ہونے والا ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات پر توجہ کی جائے گی۔ گورنمنٹ اور کمپنی کے درمیان ایک بڑا مباحثہ معاملہ کرنے میں ہوا اور ایک قانون جاری ہوا کہ کچھ برسوں تک کمپنی چالیس لاکھ روپیہ سالانہ بادشاہ کو دیا کرے۔ بعد ازیں ۱۷۷۳ء میں جو تحقیقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ کمپنی کا خرچ ۱۷۶۵ء سے بڑھکر ستر لاکھ روپیہ سے ایک کروڑ ستر لاکھ روپیہ ہو گیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ۱۷۶۵ء میں برٹش گورنمنٹ کو نقد محصولات سے اور جہاز کی کفالت سے اور کمپنی کے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ملنے سے کچھ ہی کم دو کروڑ روپیہ سالانہ اوپر آمدنی بہ نسبت کمپنی کی آمدنی کے ہوئی۔ تو برٹش قوم نے کمپنی کے فائدوں میں ناانصافی سے زیادہ حصہ لیا ہے حقیقت میں کلایو کی فتوح سے جو اضلاع حاصل ہوئے تھے اُنکے محاصل کو سٹیٹ جمع کر کے اُس میں سے بطور خراج شاہی کے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرتی تھی۔ مگر اِن محاصل ملکی کے قبضہ میں آنے نے کمپنی کے تجارت کے نظام میں ایک انقلاب پیدا کیا کہ ۱۷۶۵ء میں سرکاری آمدنی کا بڑا حصہ تجارت میں اِس طرح لگایا جاتا کہ اسباب اور خام پیداوار اور صنعت کی اشیا خرید کر کے یورپ کو بھیجی جاتیں۔ جیسپر برک صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ اور ملکوں میں تجارت سے آمدنی محصول ہوتی ہے اور بنگال میں کُل اجنبی بحری تجارت میں جبکہ کمپنی کے پاس اجارہ ہے ملک کی آمدنی خرچ کی جاتی ہے ملک کے پیداوار پر اس سخت کوشی کا نتیجہ ظاہر ہوا۔

لارڈ کلایو ایسا عالی دماغ روشن ضمیر تھا کہ وہ اپنی مستقل طبیعت کے سبب سے سب سررشتوں کا انتظام بخوبی رکھتا تھا۔ وہ ۱۷۶۷ء میں ولایت چلا گیا تو ہر سررشتہ کی حیثیت میں سستی آئی۔ خزانہ فضول کاموں میں۔ غبنوں میں ضائع ہونے لگا اور گورنمنٹ کے ایجنٹ (اہلکار) اپنے سنج کی تجارت کرنے لگے۔ مدراس گورنمنٹ حیدر علی سے مضرت ناک لڑائی میں

مصروف ہوئی جسکا اوپر بیان ہوا ہے اور ۱۷۷۰ء میں ایک خطرناک قحط نے بنگال کو غارت کیا
اب انگلینڈ میں جو کمپنی کے ڈائرکٹروں کے انتخاب کرنے کا سالیانہ نظام تھا اُس میں فریقوں
کی طرف داری و تعصب کے سبب اور اندرونی سخت فسادوں کی بُرائیاں پیدا ہوئیں - باوجود اِن
برائیوں اور خطاؤں کے سنجیدگی کے ساتھ پارلیمنٹ نے جب تک تحقیقات نہیں شروع کی
کہ کمپنی نے یہ نتیجہ ظاہر کیا کہ ہم چالیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا نہیں دے سکتے - کمپنی قرض سے
ایسی زیر بار ہو رہی تھی کہ خزانہ شاہی سے قرض لینے کی خواستگار تھی - کمپنی نے جو اِس صورت
سے اپنے دوالہ نکلنے کا اقرار کیا تو لارڈ نورتھ کی وزارت کے سامنے کمپنی کا قصور مختلف پیرایہ میں
نہایت روشن طور پر ظاہر ہوا - جس نے اُن کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا اور اُن کو یقین دلایا کہ فوراً
اصلی اصلاح کی ضرورت ہے -

اِس زمانہ کی حالات عامہ میں بھی تبدیلیاں اور اصلاحیں ظہور میں آ رہی تھیں - لارڈ کلایو
نے یہ سچ کہا تھا کہ فی الحقیقت ایسٹ انڈیا کے معاملات اِس عام ابتدائی انتشار میں شریک ہیں
جو اسوقت برطانیہ اعظم کی بڑی مملکت میں سمندر کے پار پھیل رہا ہے جو فی الحال ایسی
جلد جلد حاصل ہوئی ہے کہ ہنوز اِس میں انتظام نظم و نسق کی فرصت نہیں ملی - انگلش مین
ہنوز اِس تحقیقات کے درپے ہیں کہ رعایا یا اُن لوگوں کی جو اپنے ہم نسل و ہم قوم نہوں کیونکر
نگرانی کی جائے اور اُن ملکوں کی جو بہت ہی اصل میں خصائل ہیں مقام میں جیسی شمالی افریکہ
کی کولونی اور اضلاع ہند نہایت جداگانہ ہیں کس طرح انتظام کیا جائے - اب تک اُنکو دور دراز کے
ملکوں میں اور مختلف قسم کی رعایا پر حکمرانی کرنے کی شکل فن میں تجربہ بڑے پیمانہ کا حاصل نہیں ہوا
تھا - زمانہ حال کی کل تاریخ میں اسکی کوئی نظیر بکار آمد اُن کی آنکھوں کے سامنے موجود نہ تھی -
جس سے وہ مستفید ہوتے -

وہ دیکھ رہے تھے کہ تابع ملکوں کی گورنمنٹ کے پہلے تمام تجربے نہایت معتدل اخلاق
کے ساتھ یہ کہے جاتے ہیں کہ وہ ناکامیاب ہوئے - مگر جب یوروپ میں ۱۷۶۳ء میں جنگ
ہفت سالہ کے بعد انگلینڈ کو امن و عافیت حاصل ہوئی تو اِس زمانہ میں انگریزوں کو فرصت ملی کہ
اُنھوں نے اپنی مملکت پر جو اُن کے ملک سے باہر تھی غور و خوض کی - سمندر کے پار جو بحری

اور جنگی کامیابیاں ہوئیں تو قوم نے وہاں اپنی جائداد میں بہت برتری چاہی اور ہندوستان
کے لیئے تازہ فرض عام دلوں میں یہ پیدا ہوا کہ ایک بڑی سلطنت کی
آمدنی سے تاجرونکی جماعت کا کچھ سروکار نہیں ہے۔ صورت حال کی ضرورت نے اور قومی غصہ
کی خاص علامات کے ظاہر ہونے نے ملکہ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا کہ اُس نے کمپنی کے کاموں
میں مداخلت شروع کی۔ کمپنی کو خزانہ کی دقتیں و دشواریاں ایسی پیش ہو رہی تھیں کہ وہ
اِن تحقیقات کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ جسکا کامنس ہوس نے حکم دیا تھا اور نہ وہ اُس قوم کے
استحقاق پر مباحثہ کر سکتے تھے جسکا دعویٰ قوم نے اِس وجہ سے کیا تھا کہ کمپنی نے بہت سا ملک
حاصل کیا تھا۔

اِس معاملہ میں کمپنی نے اول تو سخت کوشش کی بعد ازاں پارلیمنٹ کی مداخلت سے بچنے کے
لیئے دہلی کے شہنشاہ کے برائے نام شاہی کے سایہ میں پناہ لی اور یہ بہانہ کیا کہ یہ ملک بادشاہ
نے ہم کو دیا ہے۔ اِس معقولہ میں اُنھوں نے لارڈ کلایو کی اُس نصیحت پر عمل کیا کہ ۱۷۶۶ء میں
دیوانی اِس سبب سے قبول کی گئی ہے کہ بنگال پر کسی جایز حکومت کو حاصل ہونا ناگزیر تھا۔ لیکن پھر
بھی اُس نے یہ کہا کہ کمپنی کا یہ اظہار کرنا کہ وہ پولیٹکل اعتبار سے آزاد ہے نہایت نامناسب ہے
بنگال میں لارڈ کلایو کا سول انتظام یہ تھا کہ قانون و عدالت و تحصیل مالگزاری کا انتظام
نواب بنگال اور اُس کے دونائبوں کے ہاتھ میں کمپنی نے دے رکھا تھا۔ ایک نائب نواب کا
مرشدآباد میں رہتا تھا دوسرا پٹنے میں۔ جب زر مالگزاری جمع ہو جاتا تھا تو کمپنی کو دیدیا جاتا
تھا۔ اِس عرصہ میں کمپنی کے ملازمین کمپنی کی تجارت کے بیوہار میں مصروف رہتے تھے اور اپنی
نج کی تجارت عظیم بھی کرتے تھے اور جب حسب مراد اُن کے پاس دولت جمع ہو جاتی تھی تو وہ
ولایت چلے جاتے تھے۔ بس حکومت اعلیٰ جسکے ذمے رعایا کی بہبودی فرض ہوتی ہے وہ ملک
کے نظام سے کچھ سروکار نہیں رکھتی تھی۔ نواب اور نائب نواب اور اُن کے ماتحت ملازم جنکے
ہاتھ میں بالکل انتظام تھا اُن کے دل میں رعایا کی مرفہ الحالی کے لیئے ذرا حس نہیں تھی جو اعلیٰ حکومت
کو ہونی چاہیئے وہ کمپنی کے واسطے زر مالگزاری جمع کرتے تھے اور اُس روپیہ کو جمع کرنے میں جیسے
مکھیاں بھنکتی تھیں اور کمپنی کو جب تک اپنا روپیہ وصول ہوئے جاتا تھا انتظام کی جوابدہی سے

سے اپنے تئیں بری الذمہ سمجھتی تھی پس اس دوہری حکومت سے کوئی فریق حسن انتظام کا جوابدہ
نہ تھا اور رعایا پر بڑا زور ظلم ہوتا تھا۔ ہندوستانی افسروں کے ماتحت وہ سارے محکمے تھے کچھہ تھوڑا
سا انتظام انکا کمپنی کے گماشتے کرتے تھے۔
گورنمنٹ کی ماہیت واحد اور غیر منقسم ہوتی ہے اسکی کل نہیں چلتی اگر چلانے والی قوت کے سب مرکز
حرکا اول محرک کے ماتحت نہوں۔ یہ محرک اول خواہ سلطنت شخصی ہو یا سلطنت جمہوری۔
بنگال میں کلایو کے چلے جانے کے بعد بے سری ابتری ہو رہی تھی۔ دوعملی نے جسکا اوپر بیان ہوا
جوابدہی کو منقسم کر رکھا تھا۔ فوجداری و پولس و مال کے افسر مختلف گروہ تھے جو اپنے متناقض
اغراض کی وجہ سے مختلف نظاموں کے موافق کام کرتے تھے جنکا کوئی مشترک سردار نہ تھا وہ بدنظمی میں
ایک دوسرے کی ہمسری کرتے تھے۔ قوانین ناطقہ نافذ نہ تھے۔ ملک میں بہت تھوڑا ہی انصاف
ہوتا تھا سوائے اسکے تینوں پریسیڈنسیوں میں سے ہر ایک اپنی صلح و جنگ آزادانہ جدا جدا
کرتی تھی اس باب میں کچھہ آپس میں تعلق نہ رکھتی تھی کمپنی کی مستقل سیاہ گیارہ ہزار سپاہیو نکی
تھی۔ اور سول و ملیٹری سر رشتے جو بڑھہ گئے تھے انکا خرچ ان فنڈوں سے اٹھتا تھا جو تجارت
میں لگے ہوئے تھے خوش نصیبی سے اور نیز ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملکی آمدنی کی بدنظمی نے اسکے
سرمایہ تجارت میں تنزل پیدا کیا جس سے انگلنڈ میں یہ یقین ہوا کہ کمپنی تنزل کی راہ پر کسی مضرت ناک
حالت کی طرف چل رہی ہے۔ کمپنی نے وزراء سلطنت سے خزانہ کی امداد کی درخواست کی جسکے
جواب میں انہوں نے دو سلیکٹ کمٹیاں مقرر کیں کہ وہ ایسٹ انڈیا میں کمپنی کی سٹیٹ کی حقیقت
حالت اور برٹش معاملات کی تحقیقات کریں۔
یہ سچ ہے کہ پارلیمنٹ نے بہت سے رزولیوشن پاس کئے تھے۔ مگر ایسے رزولیوشن نہیں پاس
کئے تھے کہ جو حقوق شاہی کو استحکام دیتے اور ہندوستان میں انپر عمل کیا جاتا۔ جب ۱۷۶۲ء میں فرانسیسی
اور انگریزوں کے درمیان صلح کے عہد و پیمان ہو گئے تو انہوں نے کمپنی سے ان اضلاع کا دعوی
کیا جو کمپنی نے لڑائی میں ان سے چھینے تھے تو کمپنی اس دعوی پر بڑہ بڑائی کہ انگلنڈ کے بادشاہ کو
کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی جماعت کے اس جائز مال پر جسمیں دوسرے کا کوئی حق نہ ہو مداخلت
کرے۔ اور پیچھے برک صاحب نے بھی جو اس زمانہ میں کمپنی کا مخالف نہ تھا بیان کیا کہ کمپنی کے پاس

جو ملک ہے وہ دہلی کے شہنشاہ کا عطیہ ہے - اس کی مرضی پر انتظامات اور محکموں کی صفائی موقوف ہیں یہ حکومت و دولت کی عجیب قسم ہے جس سے انگلینڈ کا قدیمی کونسٹی ٹیوشن محض ناآشنا ہے برک صاحب کا یہ خیال بہت کچھ سچ تھا کہ پارلیمنٹ کی اس تحقیقات کا منشا یہ ہے کہ خزانہ شاہی کے لیئے کمپنی سے روپیہ طلب کیا جاوے جس سے کمپنی خائف تھی لورڈ نورتھ جو کثرت رائے سے دونو کامنس ہوس و لارڈس ہوس پر حکمراں تھے کمپنی کے برخلاف تھے اور کمیٹیوں نے بھی ملعون ریورٹیں بھیجیں اور کامنس ہوس نے اپنے رزولیوشنوں میں یہ ظاہر کیا کہ جو ملک و مال جنگی قوت سے یا والیان ملک سے صلح کرنے سے حاصل ہوئے ہیں وہ سٹیٹ کے حق سے متعلق ہیں بنگال میں جو کلایو صاحب نے کارروائیاں کیں تھیں وہ یہ قرار پائیں کہ قوم کے لیئے مضر تھیں اور ان سے قوم کی بےعزتی ہوئی اسلیئے اسکے مجرم ٹھہرانے کی تحریک کی گئی کلایو صاحب نے بڑے زور سے سب طرح سے اپنے تئیں الزام سے بری کیا اور تحریک مذکور باتفاق رائے نامنظور ہوئی۔ اور یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ روبرٹ لارڈ کلایو نے بڑی قابلیت و لیاقت سے ملک کی خدمات عظیمہ کیں۔ آیندہ سال ۲۲ نومبر ۱۷۷۴ء میں اس کی موت نے اس شجاع مدبر کے زمانہ کا خاتمہ کیا شجاعت۔ فراست۔ گیاست۔ دلیری۔ پولٹکس کی عجیب ذہانت۔ اور سپہ گری کی ذکاوت نے کلایو کو ایسا آدمی بنایا تھا کہ شاذ و نادر ہی ایسے آدمی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اسکی ذات میں ان صفات کے اجتماع نے ہندوستان کے حالات کے لیئے اسکو سب طرح سے موزوں و مناسب بنا دیا تھا۔

فصل دوم اوّل حکمرانی کا قانون (گورننگ کونسٹی ٹیوشن)

۱۷۷۳ء میں آخرکار دو ایکٹ پاس ہوئے۔ ایک یہ کہ کمپنی کو وزرا ایک کروڑ چالیس روپے اس کے سب قراروں کے ایفا کرنے کے لیئے قرض دے۔ دوسرے ایکٹ نے کمپنی کی کونسٹی ٹیوشن۔ (قانون) کو بدل دیا اور ہندوستان میں اسکے انتظام کو پالمنٹری خطاب دیا۔ ان باتوں میں تین ان ہیں حکمراں گروہ کے جدید انتظام میں انتظام بیرونی کی اصلاح میں لورڈ نورتھ کے ایکٹ کے قواعد نہایت احتیاط کے ساتھ ملحوظ رہے جب تک کمپنی کے تجارت کے فرمان شاہی کی مدت ختم نہ ہوا اس کے ممالک مقبوضہ اور محاصل ملکی اسکے قبضہ میں رہے۔ یہ بادشاہی حق کی بنا جو متزلزل تھی وہ اس ایکٹ سے

اُستوار کیگئی کہ ہر جگہ برٹش رعایا پر پارلیمنٹ کی حکومت عظمٰی لنڈن میں کورٹ دائرکٹرز اور
کورٹ اوف پروپرائٹرز اولی گارچی (حکومت امرا) کے نمونے پر بنائے گئے۔ کہ
انمیں ممبروں کی تعداد گھٹادی گئی مگر روپیہ کے حاصل کرنے کے اعتبار سے انکے اختیار
بڑھادیئے گئے۔ انڈیا میں گورنر جنرل مع اپنی کونسل کے مقرر ہوا اول اسکا تقرر پارلیمنٹ نے
کیا۔ اسکو اختیار تینوں پریسیڈنسیوں پر دیا گیا اور اسکے اندر یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کونسل
کی کثرت رائے پر تمام معاملات متنازع فیہ فیصل کئے جائیں۔ کلکتہ میں گورنر جنرل کا ہم پہلو
ایک سپریم کورٹ قائم ہوا جسکے اختیارات کی تحدید بری طرح کی گئی تھی۔

اب یہ بات آسان ہے کہ یہ انتظام کی کل جو بھدّی و بیڈول بنائی گئی بمقابلہ آخر نظامات کے
ایسی ہے جیسے ریل گاڑی کے سامنے چھکڑا۔ اُس نے انتظام کی کُل گاڑی کے ابتدائی اُصول کے
عمل کو روکا جب ایشیا میں کوئی ملک ہندوستانی والی مُلک کے تفویض کرنے سے یا فتح کرنے سے
حاصل ہو تو سب سے اوّل یہ ضرورت ہی کہ کوئی مقامی گورنمنٹ عظمٰی مقرر کیجائے جسکو اختیارات
عظیمہ دیئے جائیں اور ان کی تعریف اچھی طرح کردی جائے اور وہ مرکزی گورنمنٹ کے عام
تابعین میں کام میں لائے جائیں اور یہ اختیارات علاقہ رکھتے ہوں۔ مقدمہ کی حالتوں سے
رعایا کی خصلت و سیرت سے انکی معاشرت کی حالت سے نئے صوبوں کے فاصلوں سے
جو صدر مقام سے رکھتے ہوں۔ اکزیکیوٹو اور جوڈیشل محکمے ایک دوسرے سے بالکل جُدا
ہوں۔ یا کسی ایک حاکم اعلےٰ کے ماتحت کم و بیش ہوں۔ یا ہر صورت میں احکام اور قوانین۔
یا قواعد جو کسی گروہ پر عمل میں آئیں وہ صاف صاف بیان ہو کر مشتہر کیئے جائیں۔ سب حالتوں میں
تدبیر صائب یہ کیجائے کہ ایک شخص صاحب اختیار حاکم ہو کہ وہ اپنی قوت پر اور حکومت پر اختیار
پر جو ابدہی لے کر ضرورت کی حالت میں معاملات کا فیصلہ کیا کرے ۱۷۷۳ء کلکتہ میں اکزیکیوٹو
حکومت تو کونسل کی کثرت رائے کے حوالہ ہوئی گورنر جنرل کو ایک ووٹ (رائے) دینے کا
اختیار تھا۔ کونسل میں ہر حکم پر مباحثہ ہوتا جب اسمیں اختلاف رائے ہوتا تو کوئی تدبیر بغیر سخت
مباحثہ کے نہیں چلتی گورنمنٹ میں عملی بسمتعدی اور اتحاد کی صورت ہوتی ہے اس کے برخلاف
یہاں صورت تھی۔ اکزیکیوٹو اور جوڈیشل حکومتوں کی حدود کا حال جب تک نہ کھلا کہ انمیں

متواتر لڑائی جھگڑوں کا طومار نہ بندھا اسکے سبب سے انمیں اس قسم کی لڑائی شروع ہوئی۔ جیسی کہ فریقین کی کسی سرحد پر ہوتی ہے جسمیں ہر فریق اپنا انتقام لیتا ہے ان تمام تنازعوں میں حکومت شاہی مبہم اور حسب ضابطہ التوا میں ہی۔ اور پارلیمنٹ جو طرفین کی مقبول ثالث تھی وہ بحری سفر کے چھ ماہ کے فاصلہ پر بیٹھی تھی۔

یہ جو نیا قانون گورنر جنرل اور اسکی کونسل کا بنا تھا اسکو سہل کارروائی میں چند دقتیں پیش آئیں اول کونسل کی رایوں کے ووٹوں پر گورنر جنرل کے کاموں کا مدار ہونا۔ دوم دونوں محکموں اگزیکیوٹو اور جوڈیشل کی منازعت سوم کسی قانونی محکمہ عظیم کے انگلنڈ سے زیادہ نزدیک ہونے سے جو ان آپس کے جھگڑوں میں ثالث بالخیر بن کر فیصلہ کرتا اور جوڈیشل اور اگزیکیوٹو محکموں کے اختیارات کے احاطوں کی حد بندی کرتا۔ گورنر جنرل ایسے قوانین نہیں بنا سکتا تھا کہ جنکو جج اپنے حسن اخلاق سے مان لیتے اسکے برخلاف جج کسی نہ کسی بنا پر یہ دعوی رکھتے تھے کہ ہمکو یہ تمام اختیار ہے کہ اگزیکیوٹو گورنمنٹ کے اور اسکے افسروں پر قانون کی جو شکایتیں ہوں ان کو سنیں اور احکام جاری کریں جنکا میلان یہ ہو کہ وہ اگزیکیوٹو گورنمنٹ کے احکام کے درجے کو اپنے احکام کے درجے سے کمتر و فروتر بنائیں انمیں سے ہر فریق بموجب اپنی اغراض اور تنازعات کے بادشاہی کے سوال عظیم کی توجیہ نظری کرتا تھا کمپنی کی طرف سے وہ اس رنگ کے استدلال میں چھپایا جاتا تھا کہ جو ملک اسکے پاس ہے وہ شہنشاہ دہلی کا عطیہ ہے یا ہندوستانی والیان ملک سے عہد و پیمان کے موافق لیا گیا ہے جسکے سبب شاہ انگلنڈ کی طرف سے ان ججوں کا مقرر کرنا ہی بے اصل ہے اس لیئے انکے بہت سے احکام رد کیئے جاتے تھے اب دوسری طرح سے یہ استدلال ہوتا تھا کہ کمپنی کے قبضے میں جو ملک تھا بالطبع اسکا مالک بادشاہ انگلنڈ تھا جس سے یہ استنباط ہوتا تھا کہ سپریم کورٹ کے فرمان و پروانے وہاں جاری ہو سکتے تھے جہاں کمپنی کی عملداری تھی پس کلکتہ میں جو جج تھے وہ ہندوستانیوں کی عدالتوں پر اختیار رکھتے تھے اور ویسٹ منسٹر ہال کے ضابطہ کو بنگالی زمینداروں پر عمل میں لا سکتے تھے۔ آئین پارلیمنٹ کے موافق کمپنی کے کل ملازمین پر سپریم کورٹ کو حکومت دی گئی تھی تو بنگال کے کل زمینداروں کے گروہ کو جو زر مالگذاری جمع کرکے اسمیں سے

سٹیٹ کا حصہ سرکار کمپنی کو دیتا تھا وہ اپنے قانون کے حد کے اندر سمجھتے تھے۔ انتظام کی شکایت
کی نالشیں ججوں ہی کے محکمے میں ہو سکتی تھیں جب نالشیں ہوتیں اور انیں سمن جاری ہوتے تو
انکی تعمیل میں کلکتہ تک آنے جانے میں خرچ کی زیر باری اور سفر کی تکالیف لوگوں کو تباہ کئے دیتی
سپریم گورمنٹ اپنے ساتھ طول طویل دستور العمل لائے جسکے موافق مقدمات میں ز
کثیر خرچ کرنا پڑتا تھا اور ججوں کو اختیارات ایسے دئیے گئے کہ وہ ہندوستانیوں کے سمجھ میں ایسے
ہی نہیں آتے تھے جیسے کہ اسرار الٰہی۔ اس سبب سے ہندوستانیوں نے سپریم کورٹ کو اپنے
لیئے بلائے عظیم کا آلہ جانا اور اسکو اکزیکیوٹو کے ظلموں سے بچانے کی پناہ گاہ نہ جانا۔ برک
صاحب اپنی رپورٹ میں کورٹ آف ڈائرکٹرز کو لکھتے ہیں کہ جہاں تک آپ کی کمیٹی نے تحقیقات کی ہے
اسے معلوم ہوتا ہے کہ علی العموم سپریم کورٹ ہندوستانیوں کے لیئے خوفناک ہے۔ اور ملک کی
گورمنٹ کو اس نے حیران و پریشان کیا اور کسی برائی کے دور کرنے کی کوئی اصلی اصلاح
نہیں کی ہے اب اس امر کے مشتبہ ہونے نے کہ ملک کا مالک کون ہے شاہ دہلی یا انگلنڈ کا
بادشاہ اور دستاویز حقیقت ملک کس کے پاس ہے اور یہ جو دو بڑے انتظامی صیغے سپریم
گورمنٹ و سپریم کورٹ کے ہیں انکی اختیارات کی حدود کیا ہیں ان سب باتوں نے پیچیدگیاں
پیدا کیں اور ناگزیر ایسی بیہودہ گفتگوئیں اور تو تو میں میں ہونے لگیں کونسل اور سپریم کورٹ
کے جج اپنے اختیارات کے حدود پر ایسے لڑتے تھے جیسے دو دشمن ایک دوسرے سے کسی ملک
پر لڑتے ہیں اور . . . . زر مالگذاری کے باب میں کمپنی کے افسر بنگالیوں پر اپنے
بے انتہا اختیار رکھنے کے مدعی تھے اور جج یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ کمپنی کے خزانہ میں
روپیہ کے بھرنے کے لیئے جو رعایا پر ظلم ہوتے ہیں انکا انسداد کریں۔ ہر طرف معقول دلائل موجود
تھیں۔ جج اس بات پر بیٹھے تھے کہ وہ اپنے اختیارات سے ہندوستانیوں کی حمایت
کریں ادھر کونسل کو یہ ناگوار خاطر تھا کہ تحصیل زر میں کوئی انکی مزاحمت کیجائے۔ اصل سچی
بات یہ ہے کہ کلکتہ سے باہر بالکل قوانین نہ تھے اور کمپنی کی کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی اور
نہ انکا یہ میلان خاطر تھا کہ کوئی باقاعدہ حکومت بنائی جاے۔
ان سببوں سے پیچیدگیاں اور دقتیں پیدا ہوئیں۔ وارن ہیسٹنگز اور اسکے کونسلروں کے درمیان

بڑی مشہور معروف مخالفتیں ہوئیں گورنر جنرل اور کونسلر خوب لڑتے رہے مگر جب اُن کی لڑائی سپریم کورٹ سے ہوئی تو وہ آپس میں متفق ہو گئے۔

یہ باتیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جب انگلنڈ کی ایشیا میں حکمرانی شروع ہوئی تو کونسی انگریزی قانون جاری کئے گئے اور انکا کیا نتیجہ پیدا ہوا ۱۷۷۳ء کے ایکٹ نے اول اول کمپنی کے خود مختار غیر معین حکومت کی کچھ محدود مقررہ صورت بنائی اسے آیندہ زمانہ میں انگلو انڈین گورنمنٹ کی صورت بنی۔ کلکتہ میں گورنر جنرل مقرر ہ انتظام کا مرکز و مرجع قرار دیا گیا اسی کو سب نے اپنا سردار مانا۔ تینوں پریسیڈنسیوں کی غیر ملکوں سے جو تعلقات تھے انکے اندر اسی کو اختیارات دیئے گئے۔ اور انگلش پارلیمنٹ کے قانون کے موافق اسکو حکومت دی گئی اس طرح سے گورنمنٹ کی بنیاد بڑی لمبی چوڑی مستقل پڑی مگر اس بنیاد پر اندرونی انتظام کی عمارت کچھ بنائی گئی تھی اسکا بنانا وارن ہیسٹنگز کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے انتظام سے ایسی حالتوں میں بنائے۔ کہ کونسل سے اسکی ناموافقت ہوا اور پولیٹکل معاملات میں پیچ پر پیچ پڑے ہوں اور غیروں سے لڑائیاں ہو رہی ہوں اور ہر قسم کی مالی دشواریاں پیش ہوں۔

باب یازدہم

گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کا عہد حکومت

۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۵ء تک

فصل اول رہیلوں کی لڑائی

۱۷۷۴ء

۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز بنگال پریسیڈنسی میں کلکتہ میں گورنر مقرر ہوا تھا اور ۱۷۷۴ء میں ہندوستان کا اول گورنر جنرل مقرر ہوا اور ۱۷۸۵ء عیسوی کے موسم بہار میں یہاں سے ولایت گیا اس زمانہ کی انگریزی عملداری کی تاریخ اس کے عہد حکومت اور نام سے منسوب کی جاتی ہے۔

ں وقت میں کہ وہ گورنر جنرل مقرر ہوا ہے مرہٹوں کا زور و شور تھا سنہ برس سے ان کی
ت بڑھ رہی تھی ستلج سے لے کر راس کماری تک ہندوستان کی ہر ریاست اور سلطنت
رہٹوں سے خائف تھی اور وہ سب والیان ملک کو دھمکاتے چونکاتے تھے سنہ ۱۷۶۱ میں ان کو
نی پت میں بڑی شکست فاش ہوئی تھی جسکے سبب سے وہ بڑے پریشان اور حیران ہوئے
تھے اور پنجاب سے نکالے گئے تھے مگر مغربی ہند میں وہ سب والیان ملک پر بالادست
ے اور راجپوتانہ اور رہیلکھنڈ کو وہ لوٹتے تھے۔ اور اپنی فرصت میں ان ملکوں سے چوتھ
صول کرتے تھے اور گنگا و جمنا کے دوآبہ کے زرخیز اضلاع میں متواتر لوٹ مار کرتے تھے اور
ب زیر کی قلمرو کو اور رہیل کھنڈ کو اور دہلی۔ آگرہ۔ الہ آباد کے گرد مسلمانوں کی ریاستوں کو
بار ڈالتے تھے۔ اگرچہ مرہٹوں کی فوجیں قزاقانہ زیست بسر کرتی تھیں اور انکے افسر اکھڑ اور
تعلیم یافتہ تھے جنکا کام ملک گیری کرنا اور چوتھ وصول کرنا تھا مگر انکا سول انتظام اور
ص کر مالگزاری کی تحصیل کا کام برہمنوں کے حوالہ تھا جو اس وقت میں سب سے زیادہ
تر عہدہ داروں کی قابل جماعت تھی۔ مرہٹوں کا فن سپہ گیری یہ تھا کہ سواروں کا جم غفیر
لکے ہتیار لگائے ہوتے کسی ملک میں جاتے اور اسکو پائمال کرتے اور اپنے مقابلہ کرنیوالوں کو
ران و پریشان کرتے اور اگر وہاں سے پھر آتے تو بہت سا مال غنیمت ساتھ لاتے۔
ر اگر وہاں رہ پڑتے تو آمدنی ملک سے چوتھ وصول کرتے۔ وہ لڑائیاں بیقاعدہ لڑتے
تھے مگر دولت باقاعدہ ترکیب سے حاصل کرتے تھے جسکے سبب سے انکے سردار پیشوا ایسی گراں
ج گرداں رکھتے تھے کہ وہ ہندوستان کے ہر والی ملک کو ڈراتے تھے۔ اگرچہ حیدر آباد کی مستحکم
لطنت بہت وسعت رکھتی تھی مگر وہ مرہٹوں کی برابری نہیں کر سکتی تھی۔ مرہٹوں کی تعداد
ر چستی و چالاکی و تیز دستی و پھرتی کی استعداد ایسی تھی کہ حیدر علی بھی انکے ساتھ مساوات کا
م نہیں بھر سکتا تھا گو وہ فن غارت گری میں استاد کامل تھا۔ اور میسور میں اپنی حکومت کا ڈنکہ
جاتا تھا۔ رہیلوں اور نواب وزیر پر مرہٹے وبا و مرض کی طرح نازل ہوتے تھے جو ان کے ہاتھ سے
پنے ہی اضلاع عظیمہ بچا سکتے تھے جو سلطنت مغلیہ میں سے انکے حصہ میں آئے تھے ہر کیا قریب
نظر آرہا تھا کہ ہندوستان میں جو برتری اور فوقیت حاصل کرنے کے لئے لڑائی ہونیوالی ہے

اسمیں انگریزوں کے رقیب سب سے بڑھ کر مرہٹے ہونگے درحقیقت بالاے ہند میں کوئی قوت ایسی نہ تھی کہ مرہٹوں کی برابر انگریزوں کی سلطنت کے پھیلنے کی مانع ومزاحم وسخت مقابلہ کرنے والی ہوئی۔ ان سے مدتوں کے بعد سکھ جو ۱۸۴۶ء میں ستلج سے پار اُترے۔ انگریزوں کی سلطنت کے آگے بڑھنے کے مانع ہوئے۔

۱۷۷۲ء میں جب بنگال گورمنٹ کا عہدہ وارن ہیسٹنگز نے لیا ہے تو مرہٹوں کے مختلف سرداروں نے اپنی اپنی جدا جدا ریاستیں وحکومتیں قائم کرنی شروع کردیں تھیں مگر انمیں سے کسی نے پیشوا کے ساتھ متحد ہونے کو چھوڑا نہ تھا۔ ۱۷۷۲ء سے وارن ہیسٹنگز کے کل عہد حکومت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حالت اور طریقت کے کل معاملات ہند میں ہندوستانی سرداروں کیساتھ تعلقات بدلنے میں محکوم نہ تھے۔ شاہ عالم شہنشاہ دہلی الہ آباد میں رہتا تھا اور اُس خراج سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا جو ۱۷۶۵ء میں لارڈ کلایو نے اُسے دینے کا عہد کیا تھا۔ بنگال کے شمالی مغربی اضلاع میں مرہٹوں کی ایک سپاہ اپنی سالانہ غارت گری کرنے آئی۔ تو شاہ عالم نے اُس سے درخواست کی کہ وہ اُس کی مدد کرکے دوبارہ اس کو دارالسلطنت دہلی دلادیں اسکی یہ درخواست مرہٹوں نے منظور کرلی۔ مرہٹوں کی سپاہ کی مدد سے ۱۷۷۱ء میں وہ پھر دہلی میں آنکر اپنے تخت سلطنت پر بیٹھا مگر مرہٹوں نے بادشاہی کو ٹٹی کی اوجھل بنا کے شکار کھیلا اور زیادہ اضلاع کی تسخیر کے لیے بہانا بنایا اور بہت دولت حاصل کی۔ مگر اس بیچارے بادشاہ کو بے کس مفلس اپنا محتاج رکھا۔ اب شمالی ملک کے قریب مرہٹے اپنی فوجوں کے تانتے لگارہے تھے اور بالادست مسلمان رئیسوں کو اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ انگریزوں کو ان سے خاص یہ سروکار تھا کہ وہ ان سے اضلاع کوڑا والہ آباد جو بادشاہ نے کمپنی کو دیوانی کے ساتھ عطا کئے تھے بادشاہ کے نام کا بہانہ بنا کے مانگتے تھے کہ وہ انکو حوالہ کیئے جائیں یہ اضلاع دونو بنگال اور اودھ کے سرحدوں پر واقع تھے انمیں مرہٹوں کا عمل دخل ہونا دونو کی امن وعافیت کے حق میں زہر قاتل ہوتا۔

اودھ کے شمالی سرحد پر جو زاویہ ہمالیہ پہاڑ کے النگ اور بالائے گنگ کے درمیان ہے اسکے اندر جو ملک ہے اسپر روہیلا افغانوں نے اپنا عمل دخل کرلیا تھا وہ مرہٹوں کے

ہاتھ سے بچنے کی عام لین کا ایک بڑا ایکار آمد حصہ تھا اسپر اول دفعہ ۱۷۷۱ء میں اور
دوبارہ ۱۷۷۲ء میں مرہٹہ حملہ آور ہوئے بنگال کی کھلی ہوئی سمت کو اودھ اور اودھ کی
کھلی ہوئی طرف کو روہیل کھنڈ گھیرے ہوئے تھا بس روہیلوں نے مرہٹوں سے بچنے کے لیئے
نواب وزیر سے درخواست کی کہ وہ ہماری مدد کرے۔ نواب تو خود اپنے ملک کے فکر میں بیٹھا
ہوا تھا اُس نے مرہٹوں سے لڑنے کے لئے انگریزوں سے اپنے ساتھ شریک ہونے کی درخواست
کی کلکتہ کی گورنمنٹ نے سر روبرٹ بار کے ماتحت ایک انگلش برگیڈ بھیجا اور اس کو ہدایت
کی کہ وہ نواب وزیر کی امداد میں سعی کرے اور جو عہد و پیمان ہوں انمیں وہ وزیر کا طرفدار
رہے۔ روہیلوں اور وزیر کے درمیان ایک عہدنامہ لکھا گیا اور اسکی تصدیق انگریزی کمانڈر
نے کی وزیر نے منظور کیا کہ روہیلے چالیس لاکھ روپئے اسکو دیں وہ مرہٹوں کو روہیلکھنڈ سے
نکال دیگا۔ اس عرصہ میں برسات آگئی مرہٹے خود بخود روہیل کھنڈ سے واپس چلے گئے۔
لیکن ۱۷۷۳ء کے شروع میں وہ پھر آنکر روہیلوں کو دھمکانے لگے تو اُس وقت اودھ اور روہیلوں
اور انگریزوں کے لشکر آپس میں ملکر مرہٹوں سے لڑنے گئے اور مرہٹوں کو مجبور کیا کہ وہ پرے
ہٹیں تو وزیر نے روہیلوں سے اپنا زر موعود مانگا حافظ رحمت خاں نے جو روہیلوں کا سب سے
بڑا سردار تھا ٹالم ٹولے کے جواب بھیجے جسپر وزیر سر روبرٹ بار کی طرف مخاطب ہوا جس نے
عہدنامہ کی تصدیق کی تھی مگر وہ اسکے پورا کرانے کا ضامن نہ ہوا تھا۔

ان معاملات سے روہیلوں کی لڑائی شروع ہوئی جسکے سبب وارن ہیسٹنگز پر طرح طرح کے
الزام لگائے گئے اور پارلیمنٹ کی طرف اسپر طعن و تشنیع ہوئی اور اسپر پولیٹکل جرم لگایا گیا
اس وقت کل مقامات میں صاف صاف سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا وزیر کو یہ شبہ تھا
کہ بادشاہی ضلع میں جو روہیلوں کے سرداروں کا گروہ غاصب ہے۔ وہ ضرورت کی صورت
میں مرہٹوں کے ساتھ مل کر اس سے لڑنے لگے گا اور اسکی کوئی وجہ بھی نہ تھی کہ روہیلے ایسا
نہ کرتے نواب وزیر سے خود مرہٹوں نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم دونو ملکر روہیلوں پر حملہ
کریں اور انکے ملک کو آپس میں تقسیم کرلیں مگر نواب وزیر کو یہ عقل تھی کہ اگر میں قزاقوں کے
ساتھ ملکر اپنے ہمسایہ کا گھر ملیا میٹ کردونگا تو انکو اپنے دروازہ کا دربان بنادونگا

اس سب سے بہتر میرے لیئے یہ بیخوف وخطر راہ ہے کہ انگریزوں کے ساتھ اتحاد پیدا کروں
جنکے سپاہی یقینی میدان جنگ میں مجھے فتح مند کرا دینگے جس سے انگریزوں کا بھی بڑا
مطلب نکل آئیگا کہ انکے ملک میں مرہٹوں کے جانے کی راہیں مسدود ہو جائینگیں اس لیئے وہ
میری تقویت کریں گے۔

۱۷۷۳ء میں وزیر نے گورنر جنرل سے بنارس میں ملاقات کی اور اُس سے کہا کہ رہیلوں نے
زر موعود کے وعدہ کو ایفا نہیں کیا اسلیئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ سپاہ
سے میری مدد کر کے رہیلکھنڈ کا مالک بنا دیجئے اور اس حسن خدمت کا معاوضہ خاطر خواہ
لے لیجیے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر کی درخواست کو منظور کر لیا اور اپنی کونسل کو اُسنے
لکھا کہ ہمارا دوست روہیلکھنڈ کے لے لینے سے ایک پوری پیوستہ سٹیٹ کا مالک ہو جائیگا
جسکے سبب سے گنگا کیطرف سے ہمیں غیروں کے حملوں کی راہ مسدود ہو جائیگی اور اس دوست
تک ہماری فوج کی رسائی اپنی محافظت کے لیئے یا غیروں سے لڑنے کے لیئے مساوی ہو جائیگی
اس سے انکو دولت ملیگی جسکا حصہ ہمارے ہاتھ بھی آئیگا اسکو امن و عافیت حاصل ہوگی بغیر
اسکے کہ خوفناک قوت کو بڑھائے اسکی سرحد مرہٹوں کے قریب ہوگی جنکا وہ تنہا مقابلہ نہیں
کر سکتا جسکے سبب سے وہ ہمارا دست نگر دوست رہیگا۔ اور ہمارے ساتھ اس کا رشتہ
اتحاد مضبوط ہوگا ۱۷۷۴ء میں وزیر اور انگریزوں کی سپاہ نے ملکر رہیلکھنڈ پر حملہ کیا رہیلے
خوب بہادری سے لڑے مگر وہ انگریزوں کی سپاہ کے آگے نہ تھم سکے انہوں نے کچھ دلیرانہ حملے
کر کے شکست پائی حافظ رحمت خاں میدان جنگ میں کام آئے اور رہیلوں کی قوت
بالکل شکستہ ہو گئی رہیلکھنڈ وزیر کے قبضے میں آ گیا جسکے سبب سے اسکے پاس ملک بالائے
گنگ سے ہمالیہ تک ہو گیا اور مغرب کی طرف سے حملہ آوروں کے روکنے کے لیئے دریا سرحد
ہو گئی ÷ انگلش پولیٹکل اغراض کے خیال سے نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ انگریزوں نے اپنی سلطنت
کی شمالی مغربی سمت میں اسطرح پوری محافظت کر لی کہ سرحد کے بیکار آمد بڑے
حصہ پر بجائے غیر معتمد ہمسایوں کے ایک معتمد و مطیع دوست کی سلطنت قائم کر دی اور یہ امر
تحقیق ہے کہ اس تدبیر میں پوری کامیابی ہوئی اسلیئے کہ پیچھے بہت برسوں تک انگریزی سلطنت کی

شمالی مغربی کی سرحد پر کسی نے کوئی خلل اندازی نہیں کی اور انیسویں[19] صدی کے شروع میں انگریزوں نے
نہیں سے اور آگے سلطنت بڑھائی گو یہ فائدہ حاصل ہوا جسمیں رہیلوں پر جنکے ساتھ دوستانہ عہد و پیمان
تھے کوئی انگریزوں کیطرف سے حملہ آوری میں زیادتی نہیں ہوئی مگر اس معاملہ میں ہیسٹینگز کی پولیسی
کے ایسے معقول عذرات نہیں پیش ہوئے کہ وہ آسانی سے اس لحاظ اور اصول کے موافق قبول کیئے
جائیں کہ دور دراز کے ملک کے گورنر کو حکم ہے کہ وہ سب باتوں سے زیادہ اس بات پر خیال رکھے کہ
جو ملک اُس کے سپرد ہوا ہے اسکی سرحد کو وہ محفوظ و امین رکھے۔

فصل دوم۔ مرہٹوں کیساتھ لڑائیاں (۱۷۷۶-۱۷۸۲) اور میسور کے ساتھ لڑائی (۱۷۸۰ سے ۱۷۸۳ تک)

اگرچہ وارن ہیسٹینگز ۱۷۷۶ء سے سات برس تک جنمیں ایک طوفان جنگ برپا رہا۔ جنگ کے معاملات کا
نگران اور معاون رہا مگر وہ خود اپنے تدبیر اور منصوبے سے رہیلوں سے ایک ہی دفعہ رزم آرا ہوا۔
اس وقت سے لیکر آخر صدی تک مغرب و جنوب میں میدان جنگ میں ہنگامہ برپا رہا بمبئی کے پریسیڈنٹ
اور کونسل کو یہ شوق تھا کہ ملک کو بڑھائے خاصکر سالسٹی اور بسین کو قبضہ میں لائے اور اسطرح اپنی تیئں
ممتاز و سرافراز بنائے پونہ میں پیشوا رگو ناتھ راؤ ساقط الاختیار ہو گیا تھا اس کے ساتھ بمبئی کے
پریسیڈنٹ کے یہ عہد و پیمان ہوئے کہ انگریز اپنی سپاہ سے اسکی معاونت کرکے پھر اسکو پیشوا
بنائیں اور وہ اسکے معاوضہ میں بعض اضلاع کمپنی کو حوالہ کریگا بمبئی کے پریسیڈنٹ کا مقصد
اعظم یہ تھا کہ پونہ کی گورنمنٹ میں اپنی برتری اور علو حاصل کرے اور ملک کی آمدنی ایسی بڑھائے
کہ پریسیڈنسی بمبئی اپنا خرچ آپ چلائے مگر اسکی تدبیر بُری طرح سے کی اور حصول مطلب کیلئے جو وسائل
اختیار کیئے انکا انجام نیک نہیں ہوا۔ جب بمبئی سے کلکتہ کو گورنمنٹ پاس اس عہدنامہ کی نقل
پہنچی تو اسپر کلکتہ کو گورنمنٹ نے بمبئی پریسیڈنسی پر بڑی لعنت ملامت کی کہ بغیر ہمارے حکم کے
اور عقل کے اور انصاف کے برخلاف جنگ کے اشتہار میں تدابیر اختیار کی گئیں اور اپنی اس پریسیڈنسی کے
خلاف یہ رائے ظاہر کی کہ اسنے ایک ایسے شخص کے لیئے جو اس معاملہ میں کسی قسم کی موثر امداد نہیں کر سکتا
کل مرہٹوں کی سلطنت کے فتح کرنے کا عہدہ اپنے ذمہ لیلیا اور اس نے پہلے سے یہ سچی بات کہدی
کہ اس مہم کے اختیار کرنے سے ہمکو تکالیف کے ناپیدا کنار سمندر کے اندر جہاز میں سوار ہونا پڑیگا تاکیدی
حکم صادر کیا کہ کمپنی کی سپاہ بشرطیکہ کوئی خوف و خطر و اندیشہ نہ ہو واپس بلالی جائے مگر اس سے پہلے

کہ یہ خط بمبئی بھیجے دو بڑے عظیم الشان مقامات سالسٹی اور بسین انگریز فتح کرکے اپنے قبضے میں لا چکے
تھے مگر بمبئی کی فوج کو جب آراس میں شکست فاش ہوئی تو ناممکن تھا کہ سپاہ کی واپسی عزت کے
ساتھ ہو سکتی لیں اس سبب سے ہیسٹنگز نے ارادہ مصمم کیا کہ ہم کو اپنی جگہ پر قائم رہنا چاہیئے اور جو
مخالف باتیں پیش آئیں انکا مقابلہ کرنا چاہیئے اسلیئے اُس نے سپاہ کمک کے لیئے بمبئی بھیجی اور اس میں
کوشش کی کہ ان مرہٹوں سے مصالحت ہو جو گھو ناتھ راؤ کے ساتھ عہد و پیمان ہونے سے ناراض
ہو گئے تھے اس طرح سے انگریز ایسی لڑائی میں اُلجھ گئے کہ جسمیں بہت روپیہ خرچ کرنا۔ اور مدتوں تک
لڑنا پڑا جو ماخذ ان باتوں کا قرار دیا گیا کہ آیندہ سات سالوں میں ہیسٹنگز کو بے حد عداوتوں اور
دشمنیوں میں مصروف رہنا پڑا خزانے کے لئے جانفشانی کرنی پڑی انتظام کرنے میں پریشانی اور حیرانی
اُٹھانی پڑی۔ نیکنامی و شہرت میں بٹا لگا۔ مختلف اوقات میں دونوں بمبئی و مدراس معرض خطر اور
جوکھوں میں آئے۔ گو یہ بے نتیجہ لڑائی ایسی بیڈھنگی و پراگندہ ہوئی کہ اسکے ایسے مختصر بیان کرنے
میں جو سمجھ میں آئے کیسی ہی کوشش کیجئے اسمیں ناکامیابی ہوگی اس کل معاملہ کی اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ
میں مرہٹوں میں آپس میں اتفاق ایسا تھا اور اُنکی قوت ایسی زور آور تھی کہ انگریز جو اپنی فوجیں انکے
مقابل میں بھیج سکتے تھے وہ اُنکو ڈرا سکتے تھے نہ اُنکو اپنے مقام سے ہٹا سکتے تھے۔ عین وسط ہند
میں مرہٹوں کا مقام ایسا تھا کہ جہاں سے وہ تینوں انگریزی منقسمہ پریسیڈنسیوں کو دھمکا سکتے
تھے اور حیدرآباد اور میسور میں انگریزوں کے برخلاف سازشوں کے کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے
اور سمندر کے مغربی ساحل پر ایسے بندرگاہ اُن پاس تھے جہاں سے وہ اہل فرانس کے ساتھ
مراسلت کر سکتے تھے۔ دو چھوٹے پریسیڈنسیوں بمبئی اور مدراس میں جو گورنر تھے وہ اپنے عہدوں
کے لیئے لائق نہ تھے بے سوچے سمجھے اندھا دھند کام کرتے تھے وہ گورنر جنرل کی اعلیٰ حکومت سے
بے حد حسد رکھتے تھے اسکی صلاح و مشورہ کو نہیں سنتے تھے اسکے احکام کو نہیں مانتے تھے اس کی
ہیسٹنگز کا اپنی کونسل کی - - - - اختلاف آرا سے اور لندن کے صدر مقامات میں اپنے
دشمنوں کے وجود ہونے سے ناک میں دم آ رہا تھا۔ اگر وہ اس قابل ہوتا کہ میدان جنگ سے سپاہ کو واپس
بلا لیتا اور مرہٹوں کے ساتھ صلح کرنے پر اصرار کرتا تو ان سخت پیچیدگیوں سے بچ جاتا جو اصل
خطاؤں سے حملہ کرنے سے پیدا ہوئی تھیں۔ سالسٹی اور بسین ابتک انگریزوں کے قبضہ میں تھیں

مرہٹوں کو انکار تھا کہ وہ انگریزوں کو یہ دو قیمتی مقامات دیدیتے اسی سبب سے سنہ ۱۷۷۶ تک عہد و
یان کرنے میں ایک زمانہ گذر گیا کہ ہند میں یوروپ کے پولٹکس نے بڑا اثر معمول کے موافق پیدا کیا۔
ں وقت میں یونائٹڈ اسٹیٹس امریکہ نے انگلنڈ کی اطاعت سے بالکل اپنے آزاد ہونے کا اشتہار
یا تھا انگلنڈ شمالی امریکہ کی بغاوت کے مٹانے میں ہمہ تن مصروف تھا اہل فرانس نے اس موقع کو
ا ہر خوب جان کر ارادہ مصمم کیا کہ جنگ ہفت سالہ میں جو مضرتیں انگلنڈ کے ہاتھ سے انکو پہنچی ہیں انکا
تقام لے۔ فرانس کے وزیر نے مخفی طور پر ایک پرچہ میں یہ لکھا کہ انگلنڈ کی عجز و ناتوانی کو عاقبت اندیشی
ٹھا و سمجھا رہی ہے تو فرانسیسیوں نے امریکہ میں انگریزوں کے دشمنوں کی امداد ایسی کرنی شروع
ں کہ ناگزیر انگلنڈ کو فرانس سے بگاڑ کرنا پڑا سنہ ۱۷۷۷ میں فرانسیس کا ایک ایجنٹ ہند میں آیا۔ اور
سنے مرہٹوں سے اتحاد اس شرط پر پیدا کرنا چاہا کہ سمندر کے مغربی ساحل پر اسکو ایک بندر دیدیا
ائے۔ پونہ میں پیشوا نے بطیب خاطر اس درخواست کی تائید کی جس سے انگریزوں کے کان کھڑے
وئے اور وہ غصہ میں بھر آئے یوروپ۔ ہند۔ امریکہ میں معاملات کے اصل حالات ایسے تھے۔ کہ
رانسیسیوں اور مرہٹوں کا اتحاد پیدا ہونا انگریزوں کو سخت ناگوار و ناپسند تھا اسی سال میں پیرس
ں جو انگریزی سفیر رہتا تھا اسنے ہیسٹنگز پاس خبر بھیجی کہ فرانسیس ہند پر عزیمت کی تدبیر
ر رہے ہیں کہ وہاں وہ انگریزوں کے دشمنوں کی اعانت کر رہے ہیں سنہ ۱۷۷۸ میں خبر آئی کہ
سارا ٹوگا میں برگوے نے اپنے تئیں اہل امریکہ کے حوالہ کیا اور فرانس اور غالباً سپین نے بھی
نگ کا اشتہار دیا اور اسی وقت جزیرہ بوربوں سے ایک فرانسیس جہاز نے حیدر علی کے لیے
نوبی ساحل سمندر پر افسروں اور جنگی سامانوں کو اُتارا۔

اس وقت کلکتہ کی کونسل میں اگرچہ ہیسٹنگز اور فلپ فرنسس کے درمیان سخت عداوت و
خالفت تھی مگر پھر بھی گورنر جنرل نے اپنی بالادستی سے ایسی جدید تدابیر کیں کہ انہوں نے ان خوفو
خطروں کا خوب مقابلہ کیا ہند میں جتنے فرانسیسیوں کی دار الاقامتیں تھیں وہ سب انگریزوں نے
چھین لیں بمبئی کی سپاہ کی کمک کے لیئے بنگال سے ایک سپاہ بھیجدی اور اشد ضرورت کے
دباؤ کے سبب سے یہ ارادہ مصمم کر لیا کہ مرہٹوں کے ساتھ جو ابھی عہد و پیماں ہوئے ہیں وہ
بالائے طاق رکھے جائیں اور رگوناتھ راؤ کی اعانت کے لیئے سپاہ کو دوبارا سفر کرنے کا حکم دیدے

زمانۂ حال میں شائستہ ملکوں نے ان اشخاص کی اعانت کرنی موقوف ہو گئی جو غیروں کی سلطنت کے
چھیننے کا بہانہ دغا و فریب سے بناتے ہیں اسکا کچھ سبب تو یہ ہے کہ شائستہ قوموں نے جو باہم
ملکر قانون بنائے ہیں اُن میں اس طرح کی اعانت ممنوع کی گئی ہے مگر اس کی کارروائی ملعون
نہیں کیگئی ہے اسکا سبب زیادہ تر یہ ہے کہ تجربوں کے ایک طویل سلسلہ نے ثابت کیا ہے کہ ایسی
مہمات صرف دشمنوں کو برانگیختہ و افروختہ خاطر کرتی ہیں مگر پہلے سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ
انہیں علی العموم آخر کاروائی شکل مقصود کے حاصل کرنیمیں ناکامیابی ہوگی ایک زمانہ میں یوروپ نے
دشمن کے حیران اور ناتوان کرنے کی معمولی ترکیب یہی تھی اور ایشیا میں وہی اب تک عام لیسند
چلی جاتی ہے ہندوستان کے انگریزوں کی تاریخ میں بھی بعض اسکی مثالیں ہیں جو بالاستقلال
متنبہ کرنے والی ہیں اسکی ایک مثال یہ ہے کہ رگوناتھ راؤ کے پیشوا بنانے میں انگریزوں کا
پشت پناہ بننا ایک بڑا خطرناک منصوبہ تھا اسواسطے دوسری دفعہ میں اس مہم کا انجام
نہایت زبون اور مضرت ناک ناکامیابی کے ساتھ ہوا۔ اس مہم میں ملیٹری اور سول (جنگی ملکی)
کارفرماؤں نے فاش غلطیاں کیں اور بڑی بےعزتی کے ساتھ پس پا ہوئے اور سوائے اسکے کچھ
اور نہ حاصل ہوا کہ مرہٹوں کو انگریزوں کے ساتھ بجائے مستقل بغض و عناد ہو گیا۔ گرینٹ ڈف صاحب
جو مرہٹوں کی تاریخ کے بڑے مؤرخ لکھتے ہیں کہ بنبئی کے گورنمنٹ نے مرہٹوں کے فتح کرنیکے لیئے
بیباکانہ تھوڑی سی سپاہ بھیجی اور اسکا اہتمام اُن آدمیوں کو سُپرد کیا جو اُنکے کرنے کے لائق
نہ تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں اور تقریبًا اس صدی کے آخر تک مرہٹے انگریزوں کے بدتر
مقابل اور بڑے بڑے ٹکر تھے۔

جب میدان جنگ میں دوسری دفعہ انگریزوں کو شکست ہوئی اور ہزیمت اُٹھانی پڑی اور مرہٹوں
کے بڑے بڑے سرداروں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے میں کوششیں ناکام رہیں انہیں بعض آدمیوں نے جو سازش
کاروبار میں بڑے اُستاد تھے ہیسٹنگز کو بھی اپنے فریبوں سے ہرا دیا تو پھر وہ ایسے دشمن کے ساتھ ایک
طویل جنگ کے پھندے میں پھنس گیا جو بڑا پھرتیلا تیلا انتھک بیباک چست و چالاک بہادر تھا
میسور میں چند سالوں سے حیدر علی اپنی کفایت شعاری سے مخازن کو جمع کر رہا تھا اور جزیرہ نمائے
دکھن میں اپنی حکومت کے جمانے میں وقت صرف کر رہا تھا اُس سے ۱۷۶۷ء میں انگریزوں نے اپنا

…ر کر لیا تھا جب سے اُسکے دل میں اندر ہی اندر انگریزوں کی عداوت کا جوش اُٹھ رہا تھا اب
…سکا علانیہ ظہور ہونے لگا جب کلکتہ کی گورنمنٹ نے یہ اپنا ارادہ مصمم کر لیا کہ فرانسیسیوں کی
…ر الاقامتوں کو انگریز اپنے قبضہ میں کر لیں تو اس نے مدارس گورنمنٹ پاس اپنا حکم بھیجا کہ وہ
…ر بندر ماہی پر جو فرانسیسیوں سے علاقہ رکھتا ہے قبضہ کر لے اسلیئے کہ وہ جزیرہ نمائی ہند
…ے جنوب و مغرب میں ایسا بندر ہے کہ جہاں سے فرانسیسیوں اور حیدر علی کے درمیان
…راسلت بخوبی ہو سکتی ہے یہ بات خیال کرنے کی ہے کہ اسی وجہ سے حیدر علی نے
…س امر کو ترجیح دی تھی کہ یہ مقام اسکی حراست میں ہے اُس نے مدارس گورنمنٹ سے درخواست
…ی کہ وہ اُسکو اپنا ہاتھ نہ لگائیں اور اسپر یہ اضافہ بھی کیا کہ اسکے ماتحت ہی اسکے باشندے
…سکی رعایا ہیں اگر اسپر حملہ ہوگا تو اسکو اسکی محافظت کرنی پڑیگی باوجود حیدر علی کے اس
…ہنے کے [illegible] میں انگریزوں نے اس وقت ماہی پر قبضہ کر لیا کہ حیدر علی مرہٹوں کے بعض بیرونی
…ضلاع کو جیت رہا تھا مرہٹوں اور انگریزوں کے درمیان جو جھگڑا ہو رہا تھا اس سے بالطبع اپنے
…قبوضات میں چند کرنے سے اس نے فائدہ اُٹھایا جب حیدر علی کے اس ظاہر امتناعی حکم کا
…جو ماہی کے باب میں دیا تھا انگریزوں نے کچھ پاس و لحاظ نہیں کیا تو انگریزوں کے ساتھ حیدر علی
…ی رنجش اور بڑھ گئی اور وہ اس سے کم نہیں ہوئی کہ بغیر اسکی اجازت کے اس ملک کے حصہ میں سے
انگریزی سپاہ نے گذرنے کی احمقانہ کوشش کی۔

…س زمانہ میں یعنی اٹھارھویں صدی کے آخر چوتھائی حصہ میں ہند میں انگریزوں مرہٹوں و
حیدر علی کی قوتوں کے درمیان مثلثی موازنت قائم کر لی تھی انمیں سے اگر دو قوتیں ملکر تیسری
قوت سے لڑتیں تو اسکو جان چھڑانی مشکل تھی [illegible] میں یہی ہوا کہ جب جنگ فرانس کے غوغا نے انگریزی
گورنمنٹ سے جھٹ پٹ ایسی تدابیر کرائیں کہ انگریزوں کی اول مرہٹوں سے لڑائی ہوئی اور دوم
حیدر علی سے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں و حیدر علی نے ملکر انگریزوں سے جنگ شروع کی [illegible] کے موسم بہار
میں ہند میں انگریزوں کا اقبال اپنے عروج کی وجہ سے بہت ہی نیچے گر گیا تھا دور دراز کی طول طویل
لڑائی کے خرچ نے کلکتہ میں بنگال کے مخازن خالی ہو گئے تھے اور کونسل میں گورنر جنرل اور اسکے شریک
مخالف عہدہ داروں کے درمیان ایسے لڑائی جھگڑے ہوئے تھے کہ جسکے سبب سے اندرونی ضعف و ناتوانی مخازن کی

آمدنی رو کتی تھی۔ آخر کو ایک ممبر فرانسیس کے ساتھ اسکا جھگڑا یوں ختم ہوا کہ دونو نے تپنچے ہاتھ
میں لیئے اور ایک نے دوسرے پر چھوڑے فرنسیس زخمی ہوا اُس زخم کو بغل میں لیکر ولایت چلا گیا
بنبئی میں فنڈس (سپاہ کے خرچ کے مجتمع سرمایئے) بالکل خالی ہو گیئے کہ کونسل نے بدلائل معقول
دی کہ گھر میں سپاہ کی تنخواہ دینے کے لیئے روپیہ نہیں ہے اُسکو باہر کارگر خدمتوں پر رکھنا پڑتا۔
دکن میں حیدر علی نے مرہٹوں سے صلح کر لی تھی اور نظام حیدر آباد پر یہ زور ڈالا کہ وہ انگریزوں کی
مخالفت کرنے میں آپ کے ساتھ متفق ہو جائے تاکہ تینوں فریق کا اتحاد ہو جائے۔ جولائی
میں وہ پہاڑوں پر سے کرناٹک کے میدانوں میں ایک لشکر جرار لیکر اُترا۔ مدراس میں اس خوف کی
سے آگاہ کرنے والی علامتوں پر کچھ توجہ نہ کی جاتی تھی اور وہ حقیر سمجھی جاتی تھیں مدراس میں سر
ریوپولڈ ایسا نالائق اور بڑا گورنر تھا کہ وہ یہاں سے اپنے گھر ولایت جاتے وقت یہ لکھہ گیا کہ مجھے
ہے کہ مدراس پریسیڈنسی میں میری رخصت کے وقت کامل امن آمان و چین و چان ہے اس
جانے کے چند مہینے بعد حیدر علی جس کی ہتیاروں کی مدتوں سے شہرت ہو رہی تھی ملک کرناٹک
پر بجلی کی طرح آن گرا اور اسکے سواروں نے مدراس کے قرب و جوار تک ملک کو لوٹا۔ انگریزی سپاہ
اسکے مقابلہ کے لئے بھیجی گئی اس نے شکست پائی۔ خزانہ بالکل خالی تھا شہر میں سامان رسد موجود
نہ تھا جو آسانی سے اس حالت میں حاصل ہو سکتا کہ حیدر علی نے دلیرانہ بڑے زور سے مدراس
حملہ کیا۔

ہیسٹنگز نے کچھ توقف نہیں کیا کلکتہ سے روپیہ بھیجا اور سر ائر کوٹ کے ماتحت کمک بھیجی جس نے شہر
کے ہمسایہ سے حیدر علی کے ہٹا دینے کا انتظام کیا مگر دفعتہً پھر ایسا حملہ ہوا کہ گورنر جنرل کی
تدبیریں کام نہ آیئں اب حیدر علی اور مرہٹے ایک ہی وقت میں ہیسٹنگز کے ہاتھ کے پاس
اسکا خزانہ خالی ہو گیا تھا اسکی سپاہیانہ قوت میں خلل آ گیا تھا اس نے مرہٹوں کے سرداروں
اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کے لیئے جو کوششیں کیں تھیں وہ سب کارت گیئں تھیں اسکو ایک سیندھیا
گوالیار کے شمال مغرب میں لڑنا تھا دوسرے پیشوا سے بنبئی کے قریب اس نے مرہٹوں کے ساتھ
کرنے کی شرائط پیش کیں گو وہ مرہٹوں کے حق میں مفید تھیں مگر اُنھوں نے انکو مانا نہیں مرہٹے
سرداروں میں سب سے زیادہ بڑا سربرآوردہ سیندھیا ہونے کو تھا اس وقت اُس نے اپنے فتوحات

وسط ہند سے شمال کی طرف آگرہ اور دہلی کی جانب میں بڑھایا تھا اگرچہ اسکا یہ آگے بڑھنا
بنگال کے بازو کو دھمکاتا تھا مگر وہ انگریزوں کے سبب سے زیادہ مستحکم مقام سے ایسے فاصلہ پر آگیا تھا
کہ جس سے اُس پر زد لگ سکتی تھی۔ انگریزی سپاہ سے اسکے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں
کپتان پوپہم نے بڑی بہادری سے قلعہ گوالیار کو سیندھیا سے لے لیا اس بہادر نے بڑی دلیری
سے قلعہ پر زینے لگائے اسکو فتح کیا تھا مگر افسوس ہے کہ اسکا نام فراموش شدہ بہادروں کے ناموں
میں داخل ہوگیا ہے اب سیندھیا کو معلوم ہوا کہ اُس کی مقصد برآری انگریزوں کے ساتھ ملاپ
کرنے میں ہے جسکا انتظام یہ ہوا کہ انگریزوں نے اُسکو اجازت دیدی کہ وہ مغلوں کے بادشاہ کے
پاس دہلی کے گرد جو چند اضلاع باقی ہیں انمیں وہ اپنے ارادہ کو پورا کرے اس شرط پر کہ انگلش اور مرہٹے
گورنمنٹوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرتا ہے اس طرح سے وارن ہیسٹنگز نے بہت سے نقصان اُٹھا کر
آخر کو مئی ۱۷۸۲ء میں صلح پر اس لڑائی کو ختم کیا جسمیں انگریزوں کی نیکنامی تھی اور نہ اُن کے
اغراض کے لیئے مفید تھی اور جس کے سبب سے ہیسٹنگز کو ان معاملات کے کرنے کی ضرورتیں پیدا
ہوئیں تھیں جو پیچھے اُسکے ماخوذ ہونے کی وجوہ قرار پائیں ہیسٹنگز نے لکھا ہے کہ ۱۷۸۰ء
میں دونو مدراس اور بمبئی کی محافظتوں میں اس قدر روپیہ خرچ ہوا ہے کہ مالی حالتیں اسکو بہت
دق کرتی ہیں اُس پر ان دشواریوں کا بار آن کر پڑا کہ اُس نے راجہ بنارس سے ایک بڑی گران
اعانت زر چاہی جسکی سبب سے ایک مشہور بلوہ ہوا ایسی مالی حالت کی خرابی کے سبب سے کہ سپاہ
کے خزانہ کے صندوقوں میں کوڑی نہیں رہی تھی جس نے اودھ کی بیگموں سے روپیہ لینے پر مجبور کیا
بیگموں کے خواجہ سرا اس روپیہ کے دینے کے لیئے جھگڑا کرنے لگے جسکے رکھنے کا کوئی
استحقاق بیگموں کو نہ تھا مگر اسمیں سوال یہ ہے کہ گورنر جنرل نے جس طرح سے بیگموں سے روپیہ
لیا اُسکا بھی وہ مجاز تھا۔ مگر ان دونو معاملات کا حال میری تاریخ عہد انگلشیہ کی جلد
اول میں مفصل لکھا ہے یہاں اتنا ہی مختصر حال لکھنا کافی ہے انگریزوں کے مرہٹے بڑے
آزار رساں دشمن اس سبب سے ہوگئے تھے کہ انکی فوجیں دور دور کا گشت اور زنگ برنگ کی
جولانیاں کرتی تھیں انکا صدر مقام پونہ تھا جہاں سے وہ بمبئی کے سر پر سوار ہو کر اسکو
دھمکاتی تھیں مگر مرہٹوں کے اتفاق میں ضعف اس سبب سے آگیا تھا کہ انکے سرداروں میں باہم

نفاق تھا جیسے پیشوا نے سیوا جی کے وارثوں سے سلطنت چھین کر اپنی بادشاہی جمائی تھی ویسے ہی مرہٹے سردار پیشوا سے سلطنت چھین کر اپنی بادشاہی جمانی چاہتے تھے۔ اسکے برخلاف حیدر علی کی سپاہیں تھیں کہ انکا حکمراں ایک ہی تھا جسکی وہ اطاعت کرتی تھیں وہ جزیرہ نمائے ہند کے ایک گوشہ میں بڑی کارگزار جرار فوج کے ساتھ اپنے مستحکم مورچے جمائے بیٹھا تھا جہاں سے وہ مدراس کے میدانوں اور سمندر کے دونو طرف کے ساحلوں پر بہ آسانی رسائی رکھتا تھا غرض اسکے اس مقام نے اسکی لیاقت نے اسکی سپاہیانہ ہنرمندی نے اسکی شجاعت وہمت وجرأت نے بڑا خوفناک دشمن اسکو بنا رکھا تھا جو اُس سے اکیلا صف آرائی کر کے لڑتا حیدر علی مدت سے یہ سوچے ہوئے تھا کہ ساحل سمندر کے غیر محفوظ ہونے نے ہند کو ضعیف اور انگلنڈ کو قوی کر رکھا ہے اسلیئے اُس نے بڑی سرگرمی سے کوشش کی کہ ایک جنگی بیڑا تیار ہو جائے حال کی جنگ میں جو انگریزوں کے ساتھ میں ہوئی تھی اسکو پورا بھروسا تھا کہ اُسکی امداد کے لیئے وہ فرانسیسی بیڑا آئیگا جو جزیرہ بُوربن میں اس لیئے تیار ہو رہا ہے کہ ہند میں انگریزوں کی آمد و رفت کا سد کرے جب یہ بیڑا ساحل کورومنڈل پر نمودار ہوا تو حیدر علی کرناٹک میں انگریزوں کے متفرق مقامات کی تسخیر میں مصروف تھا۔ جنکا سلامت رہنا اسکی مرحمت و شفقت پر موقوف تھا۔ اگر فرانسیسی بیڑا اسکے ساتھ شریک ہو کر کام کرتا تو مدراس کا قلعہ عظیم انگریزوں کے ہاتھ سے نکلجاتا لیکن فرانسیسیوں کا امیر البحر بوربن کو واپس چلا گیا سر ایر کوٹ نے حیدر علی کو دبا کر پورٹو نوو میں گھیر لیا اور اُسکو شکست فاش دیکر لنگڑا کر دیا اور اس فتح سے کشادہ ملک کو دوبارہ حاصل کر لیا اسکے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ امیر البحر سفرن جس سے بہتر فرانس میں کوئی امیر البحر نہیں ہوا ۱۷۸۲ء میں ساحل بحر پر ایک بیڑا لیکر آیا جو پہلے بیڑے سے بہت بڑا تھا اس کا مقابلہ سرہیوز کے مضبوط بیڑے سے ہوا جسمیں انگریزی فوج فرانسیسی بیڑے کی سپاہ کی برابر نہیں تھی اس وقت حیدر علی میں پہلی سی قابلیت نہیں رہی تھی۔ فرنچ اور ڈچ کے پاس جو مقامات تھے انپر انگریزوں نے اپنا قبضہ کر لیا تھا اس لیئے ساحل سمندر پر کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں سے سفرن اپنی سپاہ کے لیئے سامان رسد بہم پہنچاتا اور اپنے جہازوں کی مرمت کرتا۔ مگر

اس کو یہ کامیابی ہوئی کہ اُس نے جہازوں سے دو ہزار فرانسیسی سپاہ خشکی میں اُتاری اور
اس سے حیدر علی کی ایک فوج کثیر ملی ان دونوں متفقہ سپاہیوں کا کرنیل بریتھ ویٹ
کے ہندوستانی برگیڈ نے مقابلہ کیا دشمنوں کے سپاہیوں نے اسکو بالکل نیست و نابود کردیا
پھر خلیج بنگال میں ہیوز و سفرن کے درمیان پانچ بحری لڑائیاں ہوئیں اگر سفرن کے
کپتان اسکی بری طرح سے امداد نہیں کرتے تو اسکی بحری تدابیر تعریف کے قابل ہیوز کو شکست
دیدیتیں اب دوسری طرف ہیوز اور اسکی سپاہ نے اپنے جہازوں کو ایسی ثابت قدمی تیزی
و تندی سے لڑایا کہ انگریزی ملاحوں نے اپنے بہادرانہ تحمل سے فرانسیسی بیڑے کی سپاہ کو
اس سپاہ تک نہیں پہنچنے دیا کہ خشکی میں اُتری تھی سنہ ۱۷۸۳ کے ابتدا میں بوسی فرانس سے
ایک بڑی کمک فرانسیسی پیدل سپاہ کی لیکر آیا مگر دسمبر سنہ ۱۷۸۲ میں حیدر علی اس
دنیا سے رخصت ہو چکا تھا جسکے سبب سے انگریزوں کو اپنے دیرینہ دشمن سے فراغت
ملی اگرچہ اُسکے بیٹے اور جانشین سلطان ٹیپو نے فرانسیسی سپاہ کے ساتھ کام کرکے گدالور
کے سامنے انگریزی لشکر کو بیڈھنگی حالت میں شکست دی لیکن کوئی صدمہ عظیم اسکو نہیں
پہنچا تھا کہ جولائی سنہ ۱۷۸۳ میں انگلنڈ اور ترکوں کے درمیان مصالحت کی خبر آئی تو
سفرن نے یوروپ کو سفر کیا اور سلطان ٹیپو تنہا رہ گیا جس نے آخر کو شرائط صلح کو باکراہ
منظور کرلیا جب سنہ ۱۷۸۵ کے موسم بہار میں وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کے عہدہ سے مستعفی ہوا تو
جنگ کا زمانہ جو تقریباً دس برس تک رہا ختم ہو چکا تھا اور ہندوستان کے والیان ملک سے
انگریزوں کی صلح تھی یہ دیکھنا چاہیئے کہ یوروپ میں کل اٹھارھویں صدی میں فرانس و انگلنڈ
کے درمیان متواتر لڑائی اور آشتی بار بار جتنے دنوں رہیں اتنے دنوں تک ہند میں بھی ان
دونو قوموں میں جنگ و صلح میں تبدیلیاں ہوتی رہیں جتنی مدت تک ہند میں انگریزوں کے
رقیب فرانسیس رہے تو دونو قوموں کی کمپنیوں کو ضرور تھا کہ اپنی اپنی گورنمنٹ سے صلح یا جنگ کے
لیئے حکم طلب کرتے۔ جب یہ رقابت موقوف ہوگئی تو فرانسیسیوں نے اپنی دار الاقامتوں کو ساحل
بحر پر قائم رکھا لیکن اُنکے جہاز انگریزوں کے جہازوں کو ہمیشہ دھمکاتے رہے۔ ہند میں
انگریزوں کے عمل و دخل کی بحری لڑائیوں کے نتیجہ پر منحصر تھی اسلیئے ہندوستان میں انگریزی

گورنمنٹ فرانسیسیوں کی لڑائی سے ایسے خائف رہتے تھے کہ جب فقط افواہ یہ ہوتی تھی کہ فرانسیسی
ساحل بحر پر اُتر رہے ہیں تو وہ لڑائی کا سامان تیار کرنے لگتی اور جب یہ معلوم ہوتا کہ کوئی ہندوستانی
والی ملک جزیرہ ہو یوں میں فرانسیسیوں سے خط و کتابت و آمیزش رکھتا ہے تو یقینی وہ
سخت دشمن سمجھا جاتا اور جہاں تک جلد ممکن ہوتا اسپر حملہ کیا جاتا اور کبھی لائق نہ رکھا جاتا
ہندوستان میں انگریزی عملداری کے اُکھیڑنے کے لیے بار بار جو فرانسیس تدابیر جنگ
کرتے ہر دفعہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ انگریزی عملداری بجائے تناقص ہونے کے متزاید ہوتی -
باستثنا اس لڑائی کے جسکا خاتمہ ۱۷۸۳ء میں ورسیلیز کی صلح پر ہوا اس پیر آشوب زمانے کے بڑے
حصے میں انگریزوں پر انکے بڑے بڑے زبردست دشمن غالب آ رہے تھے ساری دنیا میں
انگریز ایسے دب رہے تھے کہ انکو ہند پر قبضہ رکھنے کے لیے ایسے بڑے کام نہیں کرنے پڑتے
تھے جیسے اور جگہ دشمنوں سے پیچھا چھٹانے کے لیے ۱۷۸۱ء میں انگلنڈ کا کوئی دوست نہ تھا
اور دشمن بڑھی بڑھی اسکے مخالف تھے یوروپ میں بڑی کل بحری قوتیں فرانس سپین ہولنڈ - اور
شمالی امریکہ میں کولونیوں کی قوت انگلنڈ سے مقابلہ کر رہی تھیں ایشیا میں اسکی وحشیانہ جنگ
ان دو نہایت جنگجو اور سلیقہ مند ہندوستانی قوتوں سے ہو رہی تھی جو فرانسیسیوں سے
سروکار و آمیزش رکھتی تھیں فرانسیسی یہاں بھی وہی صف آرائی کام میں لاتے تھے جس سے ان کو
شمالی امریکہ میں کامل کامیابی حاصل ہو چکی تھی امریکہ کی کولونیوں میں انگریزی عملداری بری
مقابلہ کے سبب سے نہیں اُٹھ گئی تھی بلکہ بحری دشمنوں نے انگریزوں کی آمد و رفت پر بحر اٹلانٹک کے
پار بڑا دباؤ ڈالا تھا میر بحر سفرن مشرق میں انگریزوں کی مخالفت میں یہی ہتیار کام میں لاتا
جسنے یہ سبق انگریزوں ہی سے سیکھا تھا کہ یوروپ سے دور دراز کے ملکوں میں عملداری بحری قوت سے
حاصل ہو سکتی ہے فرانسیسیوں نے بڑی کوششیں کیں کہ سواحل ہند سے انگریزوں کے بیڑوں کو ہٹا کر انکی
راہ ہند میں جانے کی بند کر دیں اور ہندوستان میں جو انگریزوں کے دشمن ہوں انکے کیمپ میں کمکیں
بھیجیں انہوں نے سیلون میں ایک نہایت عمدہ بکار آمد بندرگاہ ترنکومالی پر قبضہ کر لیا جس کی زیر
نظر ہند کا جزیرہ نما تھا حیدر علی کے ساتھ ملکر مدراس کو فرانسیسی لے لیتے اگر سفرن انگریزی امیر
بحر کو مغلوب کر لیتا - یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایسے شور و شر و فساد و عناد کے عرصہ میں

را اسکے بعد کچھ عرصہ تک ہند میں انگریزی عملداری کی حدود نہیں تبدیل ہوئیں اپنی جگہ پر بدستور
م رہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ انگریزوں کے پاس مدراس اور بمبئی کی تباہی سے بچانے کے لئے روپئے
مخازن اور سپاہ کی مجمعی جودتھی ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ کا گورنر جنرل بنگال میں تھا جسکے
ں کبھی لڑائی نہیں جیتی اسکا حاکم ایسا ذہین او منتظم تھا کہ شاذونادر ہی ایسے آدمی ہوتے ہیں
ں زمانہ میں ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ ایسی نہ تھی کہ وہ لڑائی کے خرچوں کو یوروپ کی
رح قرض لیکر چکاتی ہیسٹنگز کو ملک کی آمدنی یا ہندوستانی والیان ملک سے زر موعود جو
ادسپاہ کے لئے مقرر تھا لیکر یہ سارے خرچ اٹھانے پڑتے تھے۔ بنگال نے صرف روپیہ اور
ہ ہی کا انصرام نہیں کیا بلکہ پولیٹکل ہدایتیں سپاہ کے رہنما ایسی بھیجیں جنہوں نے تمام
شکلوں کو سہل کیا اور مغربی و جنوبی پریسیڈنسیوں پر جو آفات و مصائب نازل ہوئیں انکو
ع کیا آخر کو جب مرہٹوں سے صلح ہوگئی اور حیدر علی مر گیا اور خلیج بنگال میں سفرن باوجود
اعت اور ذہانت کے انگریزی بیڑے پر غالب نہ آسکا تو اس میں شک نہیں کہ رزم آرائی نے ہند
ی انگریزوں کی قوت کو ثابت کردیا اور اسکے بنیاد کے مستحکم ہونے کا امتحان ہو گیا۔ اگرچہ
ٹ یہ ایس ہندوستان میں فرانسیس کے ساتھ صلح کی نوید ٹھیک وقت میں آنے سے دکن میں
ریزی سپاہ کو بڑی دشواری سے رہائی ہوئی مگر ساحل ہند پر فرانسیسی جہاز انگریزی جہاز
ے تعداد میں زیادہ تھے خیر اسطرح ہوئی کہ جسوقت سفرن پاس فرانس سے مراسلات آئے
اس نے کہا الحمد للہ کہ صلح ہوگئی وہ یہاں سے چلا گیا۔

س جنگ کے ختم ہونیسے صرف وہ زمانہ ختم ہوگیا جسمیں انگلنڈ اور والیان ہند کے درمیان
طول طویل جنگ ہوئی تھی اور جسمیں انگریزوں کی عملداری ایکوقت میں معرض خطر میں آگئی
ی انگریزی عملداری اس طول طویل لڑائی سے بغیر کسی نقصان کے باہر نکل آئی اور اسکو کوئی خلل
زل نہیں عائد ہوا یہ سب کچھ فقط وارن ہیسٹنگز کی مردانگی و فرزانگی کا نتیجہ تھا جس کسی کو
ارن ہیسٹنگز کے عہد حکومت پر مباحثے جو برسوں سے چلے آتے ہیں دیکھنے منظور ہوں وہ میری
ریخ عہد انگلشیہ کی جلد اول میں دیکھ لے ہم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ انگریزوں کی قومی تاریخ کے اس
زمانہ میں کہ نہایت نازک تھا وارن ہیسٹنگز نے ہند میں انگریزی عملداری کو قائم و سلامت رکھا

اس وقت میں سمندر سے پار دنیا میں جہاں جہاں انگریزوں کا عمل دخل تھا وہ معرض خطر میں تھا اس لیئے کہ تمام یوروپ کی بحری قوتیں انگریزوں کے برخلاف ہو گئیں تھیں جنگ ہفت سالہ کے عرصہ میں انگریزوں کو جو فتحیابی فرانس پر ہند میں اور شمالی امریکہ میں ہوئی اُسسے انگریزوں کو ایک قوی رقیب سے آزادی حاصل ہو گئی اب یہ خیال ہو چلا تھا کہ پہلے کی نسبت انگریز آئیندہ امن و عافیت سے رہینگے لیکن جسوقت غیروں کی رقابت سے نجات ہوئی اُسی وقت اندرونی تکالیف دونوں نصف کرۂ زمین میں شروع ہوئیں مغرب میں اہل کولونی نے آزادی کا ڈنکہ بجایا اور مشرق میں ہندوستانی والیان ملک نے باہم اتحاد انگریزوں کی فوقیت مٹانے کے لیئے کیا اور فرانس جو مایوس و مردود ہو گیا اُسنے دونو حرکتوں کی جو انگریزوں کی مخالفت میں ہوئیں تائید کی۔ امریکہ میں باغیوں نے بعد ایک سخت جنگ کے انگریزی جھنڈے کے ٹکڑے اُڑا دیئے اور آخر کو ہند میں بعد ایک طول طویل لڑائی جھگڑوں کے انگریزی جھنڈا زیادہ استحکام کے ساتھ قائم ہو گیا۔ نہ میسور کی سخت عداوت کو نہ مرہٹوں کے متواتر حملوں کو ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ وہ انگریزی عملداری کے قلمرو میں سے ایک ایکڑ زمین بھی وارن ہیسٹنگز کے قبضے سے نکال لیتے۔

ہیسٹنگز نہ امراء انگلنڈ سے کوئی رشتہ رکھتا تھا اور نہ اُس وقت میں اسکا کچھ اپنا اثر پارلیمنٹ میں تھا کہ جسکے کامنس ہوس میں بڑے عالی تبار خاندانی صاحب اختیار تھے وہ کونسل میں اپنے دشمنوں سے گھرا ہوا تھا اور اس کے آقا جو ایسٹ انڈیا کمپنی تھے وہ بھی اسکے سہارا دینے میں ڈھیل تھے اسکے شرکا اس سے وحشیانہ مقابلہ کرتے تھے اور اسکے ماتحت جو پریسیڈنسیاں تھیں وہ اسکی بُری طرح اطاعت کرتی تھیں اُسکو اس وقت میں کمپنی کے تجارت کے کارخانوں کو نیا بنانا تھا اور اسکے ساتھ ہی مدراس یا بمبئی کی فاش غلطیوں کے سبب سے دور دراز کی لڑائی کے لیئے جو پولیٹکس کے خلاف تھیں خرچ کا بہم پہنچانا تھا وہ آمدنی میں سے ان خرچوں کو اُٹھاتا اور اسباب تجارت کو خرید کرکے بھیجتا ولایت میں اس تجارت پر کمپنی کے حصّوں کے نفع کی تقسیم موقوف تھی۔ انگلنڈ کی طرح وہ بے تکلف روپیہ قرض لیکر ہند میں کام نہیں چلا سکتا تھا ان سب کاموں کے انصرام کے لیئے اسکو بنارس اور لکھنؤ میں تحصیل زر کے لیئے معاملات کرنے

بڑے جنگو وہ لوگ اسکے جرائم سمجھتے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ ایک وردراز زمین میں کیا کیا جو کھوں
ور نقصان ہو رہے تھے جب وہ ہندوستان سے انگلستان میں گیا تو اسکو وزارت انگلنڈ
نے مجرم قرار دیا اور اسکا مقدمہ سات برس تک دائر رہا اس التوا مقدمہ سے وہ بڑا زیر بار
ہوا آخر کو وہ ان سب الزاموں سے بری ہوا جو اسپر نند کمار اور بنارس اور لکھنؤ اور حیدر علی
ور مرہٹوں کی سازشوں کے باب میں لگائے گئے تھے ——

باب ۱۲ دوازدہم

ہیسٹنگز اور کورنوالس کے درمیان کا زمانہ

فصل اول ہندوستان کی حالت ۱۷۸۵ء میں

سر جیمس میکن ٹوش کا قول ہے کہ ایک ہی نسل میں انگلش نے مغرب میں ایک سلطنت کھوئی۔
ور مشرق میں ایک اور سلطنت حاصل کی۔ اس قول پر یہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ انگریز صرف
سی کے مقر نہیں ہیں بلکہ وہ اسکے بھی مقر ہیں کہ فرانسیس پولیٹکل کی بدولت ہم کو ہمارے نقصان کا
عاوضہ ملگیا۔ جنگ طویل میں جسکا خاتمہ ہوا تھا فرانسیسی بحری قوت نے انگلنڈ کے ہاتھ
سے شمالی امریکہ کی کولونیوں کو نکلوا دیا امریکہ کی آزادی کی طرفدار ہو کر ایسے لڑائی
یں انگریزوں کے ساتھ مصروف ہوئے کہ کمزور ہو گئے کہ پھر انمیں یہ طاقت نہ رہی کہ آیندہ
یشیا میں انگریزوں کے معاملات میں دخل دیتے اور بحری قوت میں انگریزوں کی رقابت کرتے
۱۷۸۵ء سے ہند کے معاملات میں انگریزوں کا ایک قسم کا توقف ہوا صرف یہ تغیر ہوا کہ ہند
یں میسور کی طاقت کے ساتھ ابتدائی آزمائش ہوئی اور انگلنڈ میں پارلیمنٹ میں ہندوستان
کے سوالات کی بابت مباحثے شروع ہوئے فرانس کے ساتھ دس برس تک صلح رہی۔
ٹھارھویں صدی کے آخر عشرہ میں یوروپ میں ایک تازہ وحشتناک طوفان زور شور کے ساتھ
ٹھا کہ وہ الٹ کر ہندوستان میں پھر آیا اور اس نے ہندوستان میں انگریزی عملداری کی
وسیع کی ان سدراہوں کو جو باقی تھیں ہموار کر دیا اگر ہم ہندوستان میں انگریزی عملداری کے

عملداری کے بڑھنے کا اندازہ اس طرح کریں کہ سلطنت میں ملک کتنا زیادہ
ہو گیا تو بیس برس کے عرصہ کو زمانہ وقوف سلطنت شمار کر سکتے ہیں جو ۱۷۶۵ء
سے ۱۷۸۵ء تک گذرا ہے۔ اول سنہ میں کلایو نے دیوانی حاصل کی تھی اور دوسرے
سنہ میں ہیسٹنگز ہندوستان سے ولایت چلا گیا تھا۔ سچ ہے کہ ۱۷۷۵ء میں بنگال کے
شمال مغرب میں اودھ سے بنارس اور غازی پور کے ضلعے حاصل ہوئے مگر ان دونوں
ضلعوں میں مدت سے انگریزی پولیٹکل کا غلبہ تھا فقط اس منتقل ہونے سے یہ دونوں ضلعے
انگریزی عملداری میں رجسٹر ہونے لگے۔ بمبئی کے نزدیک دو بڑے بیکار آمد چھوٹے سے
مقامات بسین و سالسٹی بھی ہاتھ آئے تھے لیکن ہیسٹنگز کی گورنر جنرلی کے عہد میں
ہندوستان میں انگریزی عملداری بڑھنے سے بہت دور رہی جو ملک انگریزوں کے
قبضہ میں تھا اسپر بھی گرفت رکھنے کے لیے بہت زور کرنا پڑتا تھا اسپر حملے ہوتے
تھے بعض اوقات انگریزی سپاہیوں کو شکستیں ہوتی تھیں اور مدراس کا پریسیڈنسی
کا شہر بڑی خطرناک حالت میں رہتا تھا اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں انگریزوں
کا غلو اور برتر ہونا قطعاً نہیں قائم ہوا تھا پہلے نصف صدی میں جن قومی سلطنتوں
کا ہندوستان میں عروج خوب ہو رہا تھا انمیں انگریز اپنے تئیں ہر سے زیادہ
زبردست ثابت کرتے تھے مگر انکے رقیب حسد سے ان سے مقابلہ کرتے تھے
اور انگریزوں کی سلطنت بہ نسبت اور ہندوستانی والیان کے نسبتاً بڑھی نہ
تھی۔ انگریزوں نے جو لڑائیوں کی برداشت کی اس سے دو باتیں صاف عیاں
ہو گئیں اول یہ ثابت ہوا کہ یوروپ کی بحری قوتیں سب متفق ہو کر انگریزوں کو سمندر
سے باہر نہیں کر سکتیں اور نہ آئندہ ان بڑے شاہراہوں کی حکمرانی کو چھین
سکتی ہیں جو یوروپ و ایشیا کے درمیان ہیں دوم اس وقت یہ بات خوب کھل
گئی کہ جب تک انگریز اپنے مادری ملک سے سمندر کے باہر آمد و رفت کو محفوظ و
مامون رکھینگے اور جب تک بنگال پر انکا بے بہا قبضہ بے خلل رہیگا تو انکو
مرہٹوں سے نہ میسور سے کوئی مستقل اور اصلی نقصان پہنچیگا ان دو دشتناک

جنگ کے مختلف قوتوں کا وسط ہند اور دکن میں ہونا بے شک انگریزوں کے لیے سد راہ
ہوا لیکن اگر کوئی دشمن رزم آرائی میں ملکہ اور دستگاہ رکھنے والا بالائی ہند میں اپنی
سلطنت قائم کر لیتا تو وہ انگریزوں کو بعض جوکھوں میں ڈال دیتا۔ یہ امر آسانی سے
وقوع میں آسکتا تھا اسلیئے کہ اب تک وسیع اور زرخیز ملک شمالی اور مغربی ہمیشہ نہایت
بڑی اور بہت مستحکم سپاہیانہ فرمانروائی کا تخت اور مقام رہا ہے لیکن ہندوستان
میں ہمیشہ خوش اقبالی انگریزوں کے ہمرکاب رہی اسکے سبب سے اٹھارھویں صدی کے آخر میں
جسوقت کہ مرہٹوں اور ٹیپو کے خاندان بڑے قوی اور زبردست دھمکانے والے تھے۔
انگریزوں کی شمالی مغربی سرحد سے ایسے پرے تھے کہ اُن سے انگریزوں کو بنگال میں کچھ
خوف وخطر نہ تھا۔ مغلوں کا بادشاہ اپنے قدیمی مردہ شان و شکوہ کے سراب میں تاج
لگائے بیٹھا تھا اور دہلی کے آس پاس حکومت کرتا تھا لیکن اس کے اسم گرامی کا سایہ
پھر بھی گرد کے اضلاع میں ایسا پھیلا ہوا تھا کہ ایک نئی سلطنت میں اُنکو منجذب نہیں ہونے
دیتا تھا۔ سلطنت مغلیہ کی آخر پستی نے پوٹی کل خلل پیدا کیا اور پنجاب سے جو افغان چلے
گئے انکی جگہ سکھوں نے بھرتی شروع کی جنکا عروج اور باہم پیوستگی کا انتظام جلد جلد
ترقی کر رہا تھا۔ یہ جو نیا فرقہ متحدہ ہندؤں کا پیدا ہوا وہ مرہٹوں کی نسبت بہت
زیادہ ہم نسلی و ہم مذہبی و ہم ایمانی کے رشتوں سے آپس میں وابستہ تھا۔ سکھوں میں ایک آتشی
جوش و خروش تھا۔ سپہ گری انکی جان تھی یہ باتیں جیسی انہوں نے دکھائیں ایسی ہندؤں نے
ابتک کبھی نہیں دکھائی تھیں ایشیا میں اس منظر عجیب کو سب جانتے ہیں کہ جب کوئی تحریک بلوہ
انگیز ہوتی ہے اور وہ مذہبی رنگ پکڑتی ہے اور اسمیں مذہبی دیوانگی کسی روحانی و مذہبی
پیشوا کے ماتحت مجتمع اور مصائب کی متحمل ہوتی ہے تو وہ بڑی ہولناک ہوتی ہے اور
جنگلی دنیا میں انکر بڑی شور انگیزی اور ہر طرف اپنی شرر افشانی کرتی ہے۔
جب سکھوں کا اول پیشوا شہید ہوا اور اخیر مغلوں کے آخر بادشاہوں نے بہت ظلم و ستم
کیا اس وقت کسانوں کے گروہ میں اسلام سے نفرت قلبی پیدا ہوئی اور وہ مسلمانوں کی
جان کے دشمن ہوگئے۔ احمد شاہ نے انکو دبایا اور انکا حال شکستہ و خستہ کیا جب پنجاب پر

اسکی گرفت ڈھیلی ہوئی تو سکھوں میں آپس میں اتحاد بڑا قوی ہو گیا ۱۷۸۵ء میں پنجاب کے وسط میں دریائے ستلج اور جہلم کے درمیان وہ کل ملک پر بالکل متسلط ہو گئے اور دہلی کے قریب مسلمان والیان ملک کو دھمکانے لگے اور مشرق میں گنگا کے پار رہیلکھنڈ میں غارتگر سفر کرنے لگے۔

بنگال میں انگریزی عملداری کے لیئے یہ امر نہایت برمحل اور بکار آمد ہوا کہ بالائی ہند میں ہندوؤں کی ایک قوم کھڑی ہوئی جو قومی تعصب سے بھری ہوئی تھی۔ انگریزوں کو ہمیشہ سے اور فی الحال بھی یہ اصلی خوف دامنگیر رہتا تھا کہ ممکن ہے کہ وسط ایشیا کی کسی جنگجو قوم کا کوئی سردار سپہ آرا ہند پر حملہ آور ہو۔ انگریزوں کے معراج کے لیئے صرف یہی ایک سد راہ تھی کہ کوئی مغربی قوم ہند پر حملہ آور ہو۔ لیکن سکھوں نے یہ ناممکن کر دیا تھا کہ کوئی ایسی سپاہ وسط پنجاب میں داخل ہو سکے بغیر اسکے کہ سکھ اپنے ایمان اور باپ دادا کی ملک کی محافظت کے لیئے لڑنے مرنے جان دینے کے لیئے تیار ہوں اور وہ اس کام میں اپنی بلند حوصلگی اور جوش دلی دکھائیں جن سے معمولی مذہب ہندوؤں کا ناآشنا ہے بس ۱۷۶۲ء کی ابتدا میں سکھ ایسے طاقتور تھے کہ انہوں نے احمد شاہ کی آخر مہم کو منتشر کر دیا اور بیس برس بعد اسکا جانشین زماں شاہ مجبور ہو کر لاہور سے چلا گیا پس آخر بے ثمر مہم نے ان حملوں کے طول طویل سلسلہ کو منقطع کر دیا جو سات سو برس سے مسلمان فاتحین کا چلا آتا تھا کہ وہ شمال سے ہندوستان میں آتے تھے اور اپنے خاندانوں کی سلطنتیں جماتے تھے جنکی سلامتی اس پر موقوف ہوتی تھی کہ پہاڑوں کے پرے سے انکو سہارا اسی طرح ملتا تھا کہ پہاڑوں کے پرلے ملکوں کے مسلمان باشندے آنکر انکی سپاہیوں میں بھرتی ہوتے تھے اب اس سے آگے زمانہ میں سکھ فقط یہی قابلیت نہیں رکھتے تھے کہ دریائے سندھ کی لین کو تازہ حملہ آوروں سے محفوظ و مامون رکھیں بلکہ انہوں نے ان راہوں کو منقطع کر دیا تھا جنسے وسط ایشیا سے ستلج کی جنوب میں مسلمانوں کی سلطنتوں میں سپاہیوں کی آمد ہوتی ہے اب شمالی سرحد پر سکھ اپنی مستعدی و چستی و چالاکی سے افغانوں کو دھمکاتے رہتے تھے اسکا اثر یہ تھا کہ شمالی ہند میں لڑنے والی قوتوں میں معادلت و موازنت تھی جسکے سبب سے انگریزوں کو یہ فائدہ عظیم پہنچا تھا کہ

آخر جو تھائی اٹھارھویں صدی میں نکی اپنی شمالی مغربی سرحد پہ انکا کوئی ایذا دینے والا اس
وقت موجود نہ تھا کہ وہ میسور اور مغربی مرہٹوں کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف تھے۔ ہیسٹنگز
نے انگریزی عملداری کے لئے بنگال میں اودھ کو آڑ اور اوٹ بنایا تھا جسکا کافی اثر یہ
تھا کہ اس سے مرہٹہ گردی کے حملے رکے رہے لیکن اگر وسط ایشیا کے لوہے کے ہتھیار اپنا وار کرتے
تو اس سے بہت تھوڑا ہی سا فائدہ حاصل ہوتا۔ سکھوں کو مسلمانوں کے ساتھ خشمناک عداوت
تھی اُنہوں نے پردیسی مسلمانوں کو باہر روکے رکھا اور دہلی یا لاہور کے قدیمی اسلامی سلطنت کے
خرابہ پر نئے خاندان اسلامی کی فرمانروائی کو قائم نہ ہونے دیا۔ جسوقت کہ سکھوں کی قوت
مستحکم ہو رہی تھی تو انیسویں صدی کے شروع سالوں میں انگریزوں نے دکن میں اپنے رقیبوں کو
گھیر گھار کر مغلوب کر لیا تھا اسکے بعد اب وہ شمال کیطرف متوجہ ہوئے نہ انکے عقب میں نہ اُن کے
پہلو راست میں قریب کا خوف تھا۔

ستلج کے دونو جانب میں سکھوں کا مقام ایسا تھا کہ وہ اس وقت میں ان مرہٹوں کے حملوں کے
روکنے کے لئے مفید تھا جو سیندھیا کے ماتحت شمال کی طرف آگے بڑھے چلے آتے تھے یہ
اولی العزم عالی ہمت سیندھیا دیجی راؤ کوشش کر رہا تھا کہ اضلاع بالا میں کوئی اپنی آزاد
ریاست محدود کر لے۔ اُس نے دہلی میں جو شاہانہ سلطنت کے لئے فریق آپس میں لڑ رہے تھے
انمیں سے ایک کو اپنا دوست بنایا اور ۱۷۸۵ء میں اُس نے لشکر جرار کے ساتھ اس ارادہ سے
سفر کیا کہ بادشاہ دہلی کے وزیر اعظم کا خطاب حاصل کرے۔ شہنشاہ دہلی کے بڑے بیٹے نے
انگریزوں سے استعانت چاہی ہیسٹنگز کو ہندوستان سے جانے سے پہلے یہ بڑی ہوس
ہوئی کہ وہ دہلی کو سپاہ بھیجکر شہنشاہ دہلی کو اپنی جگہ پہ پھر قائم کرے اور اسکی دارالسلطنت میں
انگریزوں کا رعب داب سب سے زیادہ بڑھا دے لیکن کمپنی کو باوجودیکہ مرہٹوں کی اس نئی مقام
میں عظمت و شان پیدا کرنے سے خوف پیدا ہوا مگر اسکو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ سیندھیا کی مہم کا
مقابلہ کرتی یا قریب المرگ سلطنت دہلی کے پھر دوبارہ زندہ کرنے میں کوشش کرتی ہیسٹنگز نے
بہت اپنی ناخوشی سے اپنے اس منصوبے کو چھوڑا کہ وہ عمل میں نہیں آسکتا اسوقت اسکا کرنا قبل از
وقت تھا۔

یہ منصوبہ بیس برس بعد لارڈ وِلزلی کے عہد میں پورا ہوا کہ انگریزی سپاہ نے دہلی کیطرف سفر کیا اور
مرہٹوں کو وہاں سے نکال باہر کیا اِس اثنا میں کہ ہیسٹنگز چلا گیا سیندھیا نے آگرہ اور دہلی پر قبضہ
کرلیا اور ایسا خود اعتماد ہوا کہ اُسنے شہنشاہ دہلی کے نام سے صوبہ بنگال کا خراج طلب کیا جنہیں
انگریز بادشاہ دہلی کے نام سے سلطنت کرتے تھے۔

جب ۱۷۸۶ء میں ہندوستان میں لارڈ کورن والس آیا ہے تو اُس نے دیکھا کہ ابھی تک انگریزوں کی
لڑائیاں مرہٹوں سے مغرب و شمال مغرب میں اور ٹیپو سلطان فرمانروائے میسور سے دکن میں چلے
جاتی ہیں لیکن ابکے سوائے انگریزوں کے برخلاف پولیٹکل یا ملٹری میدان میں کوئی بڑا رقیب
نہیں ہے۔

فصل دوم پارلیمنٹ کے روبرو معاملاتِ ہند

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ اس وقت سے کہ یوروپ کی قوموں کو ہندوستان میں قیمتی منفعتیں حاصل ہوئیں
تو ہندوستان کے سانحات و واقعات میں بتدریج اہل یوروپ کا زیادہ دخل و اثر ہونے لگا
ایشیا کی کمزور اور ضعیف سلطنتوں نے زیادہ مستعد و جید پولیٹکل گروہوں کو اپنی طرف
کھینچنا شروع کیا مغرب میں جو لڑائیوں کی آگ سلگتی اُسکے شعلے مشرق میں پہنچتے اور ایک برِ اعظم
میں جو ہتھیاروں کی کھٹاہٹ ہوتی تو اُسکی گونج دوسرے برِ اعظم میں پہونچتی انگریزی قوم اور
ہندوستان کے درمیان نقاط تماس بڑھتے جاتے تھے جسکے سبب سے دونوں میں زیادہ قریب کی رشتہ مندی
بڑھتی جاتی تھی اور انگلنڈ میں لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ ہندوستان میں ہم نے بڑی عظیم الشان
چیزیں حاصل کرلی ہیں اسمیں ہمارے قومی حقوق و فرائض ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ ہندوستان کے
معاملات کو انگلستان کے پولیٹکس کے اندر لائیں ۱۷۸۳ء میں یوروپ اور امریکہ میں مصالحت ہوگئی۔
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دس سال کے بعد انگریزوں کو دوسری دفعہ موقع ملا کہ وہ اپنے دور دراز ملک مقبوضہ
کی خبر لیں کہ اسکی حالت کیسی ہے اور نظم و نسق کیا ہے امریکہ میں اُن کے ہاتھ سے کولونیاں نکل گئی تھیں
اسلیئے انکو مشرق میں جو نئی سلطنت حاصل ہوئی تھی اسکا زیادہ تردد و فکر رہنے لگا اسمیں شبہ
نہیں کہ ہند میں انگریزوں نے ایک سلطنت عظیم حاصل کرلی تھی اگرچہ آخر سات سالوں کی لڑائیوں اور
ہمیشہ کے لڑائی جھگڑوں نے انگریزی عملداری کو جوکھوں میں ڈال دیا تھا مگر آخر کو نتیجہ عام اسکا یہ تھا کہ

انگریزوں پر سخت دباؤ پڑنے کی حالت میں بھی انکی فوقیت اور برتری حکومت میں
کوئی خلل نہیں عائد ہوا بلکہ اسکو اور زیادہ استحکام حاصل ہو گیا - وارن ہیسٹنگز نے اپنے گورنر
جنرل کے ختم ہونے پر یہ لکھا کہ آخر جنگ نے تمام عظیم الشان والیان ملک کے نزدیک ثابت
کردیا کہ اگر وہ سب اپنی قوتوں کو متفق کریں اور انگریزوں کے دشمن فرانسیسیوں سے مدد لیں تو بھی
وہ اس قابل نہیں ہونگے کہ مشرق میں انگریزوں کی جو مستحکم قوت ہے اسکو تباہ کر سکیں یا ان کی
ملک کا کوئی حصہ چھین سکیں ؎

اس یقین سے کہ کمپنی ہندوستان کی مالک ہو گئی ہے اور تاجروں کی جماعت کو جو طاقت میں نی
پائیے اسنے بہت زیادہ قدرت و قوت اسکو حاصل ہو گئی ہے اور ایسی طاقت ور ہو لی ہے
کہ برٹش کونسٹی ٹیوشن سے خلاف ضابطہ معلوم ہوتی ہے اور اس سے خوف بھی لگتا ہے اس سبب سے
برک صاحب نے جو کمپنی کے نظام پر حملہ کیا وہ بڑا اثر پذیر ہوا اس وقت فوکس وزیر اعظم تھے
اور برک صاحب کے دائیں ہاتھ تھے فوکس نے ایسٹ انڈیا بل اسلیئے پیش کیا کہ کمپنی کی
حکومت پارلیمنٹ کے مقرر کیے ہوئے کمشنروں میں منتقل ہو اس بل پر برک صاحب نے
اسپیچ میں کمپنی کے ملک کی وسعت کو بہت توسیع دی اور انکے خود مختار مطلق
حکومت (حکومت شخصی) کو بہت بڑھا کر بیان کیا کہ کوہستان ہمالیہ پر سے جو
اس کماری تک باستثنائے چھوٹے چھوٹے مقامات کے کمپنی کے نام سے یا ان والیان
ملک کے نام سے جو قطعی ماتحت کمپنی کے ہیں فرمانروائی ہوتی ہے کمپنی کے تمام ممالک سے جو
کا مجموعہ جرمنی کی سلطنت کے متساوی ہے - یہاں اس بیان میں کچھ مبالغہ ہے اور کمپنی
کی عملداری کو جرمنی کی سلطنت کی برابر کہنا بڑی غلطی ہے لیکن یہ بات قابل غور ہے
کہ ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ جنگ پلاسی کے بعد چھبیس ۲۶ برس کے
عرصہ میں کل ہندوستان کی حکمرانی میں فوقیت اور برتری حقیقتہً کمپنی کو کامل طور
پر حاصل ہو گئی تھی اسمیں شک نہیں کہ برک صاحب نے جو کمپنی کی عملداری کا تخمینہ کیا تھا وہ
قوت کے اعتبار سے صحیح تھا کل ہندوستانی ریاستوں کا ضعف تحقیق ہو گیا تھا اور
کمپنی کی سلطنت کی بنیاد کا کام نہایت مستحکم بن گیا تھا آیندہ واقعات نے بہت جلد

ہیسٹنگز کی اس رائے کی تصدیق کردی کہ انگریزی عملداری کے والا اقتداری و برتری
کے ماتحت ہندوستان کا عروج قومی مستقل اعلے بلند اقبالی کی بنا فقط ان باتوں سے
ہوسکتا ہے کہ توجہ و محافظت و تحمل و بردباری ہو انتظام پورا و قوی و معین ہو اسکے
قدرتی مخازن و مجالس اصلاحات آزادانہ اپنا کام کریں۔

چند سال سے کامنس ہوس کے کمیٹیوں کے روبرو ایسٹ انڈیا کمپنی کے انتظام
اہتمام و اصول قوانین کی تحقیقاتیں ہورہی تھیں ممبران کمیٹی نے بالاتفاق آ
یہ فیصلہ کیا کہ ہند میں ممالک مقبوضہ کے انتظام کے منضبط ہونے کی بہت سی اصلاحوں
ضرورت ہے ان کمیٹیوں نے اپنی رپورٹیں بھیجیں اور ۱۷۸۲ء میں رزولیوشن اسوقت
پیش ہوئے کہ جب پرانے پولیٹکل فریق شکست پاکر برخاست ہو رہے تھے۔ او
فریق جدید اپنے سرگروہوں کے ماتحت مرتب ہو رہا تھا اور مشہور متفقہ وزارت ا
حالت میں تیار ہو رہی تھی کہ مخالف فریقوں میں مخالفت کی آگ کے بڑے اونچے
شعلے اٹھ رہے تھے ان رزولیوشنوں میں کمپنی کے موجود نظم و نسق پر بڑ
لعنت ملامت کی گئی اور ڈائرکٹروں سے درخواست کی گئی کہ وہ ہیسٹنگ
ہند سے واپس بلالیں اور یہ اور رزولیوشن پاس ہوا کہ گورنر جنرل اور اسکی کونسل
کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں انکی تحقیقات بالتصریح کی جائے فوکس نے جب وزیر اعظم
عہدہ لیا تو اس نے کمپنی کی کونسٹی ٹیوشن کے بالکل بدل جانے کا بل بنایا اسکی تائید برک
صاحب نے اپنے سپیچ میں کی اور ہیسٹنگز اور کمپنی کو بڑی خشمناک دشنام دیں اور دو
کو ظالم اور جابر ہونے کا مکروہ الزام لگایا کمپنی کے بعض ملازمین کے برخلاف انکے افعا
اور غلط کاری کے تحریرات سبھی کافی لائی تھیں مگر ہیسٹنگز اعلے درجہ کی خصائل اور قابلیت
رکھتا تھا اور بڑا راست باز منتظم تھا جس نے اپنے ملک کی خدمات عظیمہ بڑی حسن لیاقت سے
کی تھیں ایک متعصب گروہ بغض و عداوت و حسد سے یا بلے احتیاط تعصب سے گستاخانہ ا
خالص دیانت میں کھوٹ کا کلنک لگاتا تھا اور اسکے پبلک کاموں کو توڑتا مروڑتا تھا ا
گروہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا کہ وہ ہمت و جرأت و استقلال کی ایسی آزمائشوں

ہو جیسے کہ ہیسٹنگز آیا تھا جن ترقیات کا مقابلہ ہیسٹنگز نے کیا بہت ہی تھوڑے
ھی کر سکتے ہیں اس طرح سے اس رپورٹ اور رزولیوشن نے اراکین پارلیمنٹ کی قرون
لڑائی کی انجمن میں ابندھن رکھ دیا۔ پارلیمنٹ میں اس بل پر سخت مقابلہ ہوا ۱۷۸۳ء
ع کس و برک کو شکست ہوئی اور وہ اپنے عہدوں سے معزول ہوئے اور انڈیا بل
لیمنٹ نے نامنظور کیا اور پٹ عہدہ وزارت پر سرافراز ہوا ۱۷۸۳ء میں پارلیمنٹ میں اسنے
پنا ایکٹ پاس کرایا کہ کل سول و ملیٹری و ریوینیو کا اہتمام و انتظام ان چھ
شنروں کے سپرد ہو جنکو بادشاہ مقرر کرے اور ہند کی اعلیٰ گورنمنٹ گورنر جنرل اور اسکے
ن ممبروں کی کونسل کے حوالہ ہو انکو چھوٹی پریسیڈنسیوں پر صلح و جنگ کے معاملات
ل و رآمدنی ملک و خرچ کے باب میں پورا اختیار ہوا اور پھر ۱۷۸۶ء میں ایک قانون
چھے پاس ہوا جسکے موافق گورنر جنرل کو اختیار دیا گیا کہ وہ غیر معمولی ضرورتوں میں
پنے ذمہ جوابدہی لیکر بغیر اپنی کونسل کے اتفاق آراے کے کام کرے۔
انتظام ڈبل گورنمنٹ کا کہ کمپنی ایک وزیر کے ماتحت ہوا اور وزیر بلا واسطہ
رلیمنٹ کا جوابدہ ہوا ۱۸۵۸ء تک جاری رہا جسمیں بادشاہ نے ہندوستان کی عنان
لطنت خود تنہا اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ وہ منصوبہ تھا جسکو سو برس پہلے پٹ وزیر اعظم
نے سوچا تھا۔ پٹ کے ایکٹ کا فوراً بڑا اثر انڈیا کے گورنمنٹ کے انتظام میں ہوا۔
ور اس سے بڑی ترقی اسکی ہوئی۔ اُس نے ان سب بڑی مزاحمتوں اور روکوں کو جو
ورنر جنرل کی کونسل بُری طرح سے کرتی تھی دُور کر دیا اور ماتحت گورنمنٹوں میں جو
یسٹنگز نے برائیاں بتائیں وہ دُور ہو گئیں۔ غرض پٹ نے اپنی وزارت کے سال اول
یں ایک مشہور بل انڈیا پاس کرایا جسکے سبب سے ایسٹ انڈیا کمپنی کا سول و ملٹری
نتظام انگلنڈ میں ایک بورڈ آف کنٹرول کے سپرد ہوا اور ہندوستان میں مناسب انتظام کے لیے
بلا واسطہ جوابدہ برٹش گورنمنٹ ہوئی۔ کلایو اور وارن ہیسٹنگز کے زمانہ کی طبعی
وت آئی جتنے پہلے گورنر ہوئے تھے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے اور ہیسٹنگز
ول و آخر ایسٹ انڈیا کا گورنر جنرل تھا جو بیہودہ اور غیر منتظم حکومت کے کفارہ کے

چڑھانے کا بگرہ بنا اور کلکتہ اور لندن میں کارکنان سلطنت کے فریقوں کی عداوت اور حکومت منقسمہ کے سبب سے آفت میں گرفتار ہوا اب آیندہ ائیں اکزی کیوٹو حکومت نے مختلف طرح سے ترکیب پائی اور اس نئی کل کی قوت روز افزوں نے بہت جلد نتائج میں اپنے تئیں نمایاں کیا۔

باب ۱۳ سیزدہم

لارڈ کورن والس کا انتظام ۱۷۸۶ء و ۱۷۹۳ء

فصل اوّل نیا گورنر جنرل

برٹش انڈیا میں جو حکومت کرنے کا نیا قانون آئین پارلیمنٹ نے بنایا اس نے اکزی کیوٹو حکمرانی اور جوابدہی کو ایک بے خلل زلل بنا پر صاف قائم کیا اور گورنر جنرل کو بھی بڑی تقویت دی۔ کہ انگلنڈ کی وزارت سے اسکے بہت قریب کے تعلقات پیدا ہوگئے پارلیمنٹ نے اپنا پہلا گورنر جنرل لارڈ کورنوالس کو مقرر کیا وہ بڑا ناموار سپاہی اور ڈپلومیٹسٹ تھا اور یہ یقینی امر تھا کہ انگلنڈ کے سب سے زیادہ قوی وزارت اسکی پشت پناہ ہوگی از روے قوانین پارلیمنٹ نے اسکو اعلیٰ درجہ کی اختیارات سول اور ملیٹری دیئے وہ تینوں پریسیڈنسیوں کا گورنر جنرل اور نیز کمانڈر انچیف مقرر ہوا یہ حکمرانی و فرماندہی کے اختیارات ایسے آدمی کو دیئے گئے جسکا درجہ بلند تھا جسکی شہرت بڑی تھی جسکی

پٹ وزیر اعظم اور ڈنڈاس وزیر سے یکتا دلی تھی ان سب باتوں نے ملکر ان مزاحمتوں کو اٹھا دیا جنہوں نے ہیسٹنگز کی راہ کو بند کر رکھا تھا اور یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگلنڈ کے رئیس پرانے تخت کو ہندوستان میں اصلی فرمانروائی کی اوصاف کا لباس پہنایا گیا یوروپ و ایشیا میں کورنوالس کی پولیٹکل بلند پایگی نے اسکی عظیم الشان حکمرانی میں بڑی امداد کی لارڈ نورتھ کی گورنمنٹ میں شامت زدہ بد اطوار لڑائیاں ہو رہی تھیں وہ موقوف ہوئیں انکے بعد مشرق و مغرب میں انگلنڈ کے لئے مصالحت کا زمانہ آیا۔یوروپ میں جو انقلاب عظیم کا طوفان اٹھا تھا۔ اسکا اثر ۱۷۹۳ء تک ہندمیں نہیں معلوم ہوا یہ فرصت کا زمانہ ان کاموں کیلئے نہایت مناسب معلوم ہوا کہ میو ہیرا یک ہندوستانی اسباب سے

رھے ہوئے بے باک دشمن کو ایک ضرب ایسی لگائی گئی کہ جس سے برٹش حکومت کا پایہ مستحکم ہو گیا
درا اور ہندوستانی والیان ملک سے بخیر و عافیت دوستیاں ہو گئیں جو اچھے وقت میں
ئم رہیں مگر جب یوروپ کے ہل چل کے طوفان کی لہریں سواحل ہند پر آئیں تو فوراً وہ کافور ہو گئیں
ث ایسے انگلش بادشاہی علاقہ ہند میں اس گورنر جنرل کے ماتحت قائم ہو گئی جسکو تمام و
ال فرمانروائی کے اختیارات پارلیمنٹ نے دیئے تھے ایک سند یافتہ تجارت کی کمپنی جو گورنر
قرر کرتی تھی اب اسکی جگہہ پارلیمنٹ گورنر جنرل مقرر کرنے لگی اور کورنوالس کے گورنر جنرل ہونے
سے انگریزی عملداری کی ترقی متزاید کا زمانہ شروع ہوا اول وارن ہیسٹنگز نے بنگال کی بدعملی
ی ابتری کو درست کیا اور اکثر کیمونگو گورنمنٹ نے تمام سررشتوں میں باقاعدہ منتظم ضوابط کی
یاد کی داغ بیل لگائی مگر وارن ہیسٹنگز کے انتظام میں انگلنڈ کے اندر جھگڑوں اور باہر کی
رائیوں نے خلل اندازی کی لیکن اب سے آیندہ اندرونی انتظام علی الاتصال جاری رہا۔
ائین نافذ ہوئے بڑے دستور بڑے زور سے دبائے گئے اور بنگال میں بندوبست استمراری
ا جسکے سبب سے ابتک ہندوستان میں لارڈ کورنوالس کا نام رعایا کی زبان پر چلا جاتا ہے۔
ں زمانہ سے آگے انگلنڈ میں لینڈ ٹیکس ٹیکس آراضی استمراری مقرر ہوا تھا اسی کیموافق
ہوں نے بنگال کے کل صوبوں میں بندوبست استمراری کر دیا۔ تین فریق زمیندار اور
عایا اور گورنمنٹ بندوبست اراضی میں اپنے اپنے اغراض رکھتے ہیں اس بندوبست
تمراری کے ہونے سے زمیندار نہال ہو گئے رعایا کے دعوے جھمیلے میں پڑ گئے گورنمنٹ
فزایش آمدنی کا نقصان ہوا لگان کی آیندہ کیسی ہی افزایش ہو زراعت کی کیسی ہی
رقی و توسیع ہو اسمیں گورنمنٹ کوئی حصہ اپنا نہیں لے سکتی تھی رائج روپیہ جس میں
مالگذاری ادا ہوتا ہے اگر اسکی قیمت گھٹ جائے تو اس نقصان کے پورا کرنے کے
ئے جمع اراضی کو وہ نسبتاً بڑھا نہیں سکتی تھی لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ اس بندوبست استمراری
ی بدولت بنگال نہال و مالا مال ایسا ہو گیا کہ ہندوستان میں کوئی صوبہ اسکی برابر
ولت مندی میں نہ تھا اور نیز اس زمانہ سے آگے انگریزی عملداری میں کسی
ی ٹل خوف و خطر کا کھٹکا نہیں رہا بتدریج ایک پختہ و مستقل فرمانروائی قائم ہو گئی

اور رعایا تو گورنمنٹ پر وہ اعتماد و اعتبار حاصل ہو گیا جو محنت پردازی
بڑی کمائی کو چلاتا ہے۔ اس مغربی بادشاہی کی نئی حالتوں میں عایا ا
گھروں کو سنوارنے لگی تو برٹش سرحد پر شاذونادر ہی کسی سنجیدہ دشمن نے د
ہو۔ کبھی اسمیں دشمن کا گذر نہیں ہوا۔ اب انگریزی عملداری کا درجہ بغیر کسی پرد
اول درجہ کی ہندوستانی فرمانرواؤں میں داخل ہو گیا لیکن ابتک بظاہر برٹش گور
نے اپنی بزرگی و برتری کو ظاہر نہیں کیا تھا اسکی صلح و جنگ والیان ملک سے ا
ہی ہوتی تھی جیسے کہ برابر کے ہمسروں میں ہوتی ہے۔ ہندوستانی والیان ملک انگ
سفارت کا استقبال کرتے تھے اور انگریزوں سے دوستانہ عہد و پیمان کر
تھے انکے خانگی معاملات میں انگریزوں کا کچھ دخل و تعلق نہ تھا۔

فصل دوم اوّل جنگ ٹیپو سے

(۱۷۹۰ - ۱۷۹۲)

جب لارڈ کورنوالس نے اپنے عہدہ کا کام لیا تو انگریزوں اور ہندوستانی وا
ملک کے درمیان صلح تھی مرہٹوں نے نظام کو اپنے ساتھ متفق کرکے ٹیپو والی میسو
پر ایک حملہ کیا تھا سلطان ٹیپو ایسا متکبر و خودسر ہو گیا تھا کہ اس سے سب اسکے ہمسا
نفرت کرتے تھے اور خوف کھاتے تھے۔

اس حملہ میں لارڈ کورنوالس نے شریک ہونے سے انکار کر دیا لیکن اپنی سپاہ با
جنگ میں بھیجدی۔ ٹیپو بڑا مبصر و تیز بین تھا اس نے انگریزوں سے جو خوف و خط
تھا اسکو پہلے سے دیکھ لیا تھا اور انکے مقابلہ کے لئے اپنی طاقت کے
بڑھانیمیں کسی بات کو نہیں اٹھا رکھا تھا۔ میسور کے فرمانروا نے دیکھا کہ ساحل سمن
پر آخر دفعہ فرانسیس اسکے ساتھ دوستی کرنے کے لئے آئے ہیں اسکی رسائی ساحل
سمندر تک تھی اور وہ فرانسیسیوں کی دارالاقامتوں سے تماس رکھتا تھا اس نے
کسی طرح سے اپنے باپ کی اس پولیسی کو نہیں ترک کیا کہ انگریزوں کی فوقیت سلطنت

غرہ نماکو روکنے کے لیئے اہل یوروپ کی اور قوموں کی مدد واعانت لینی ضرور ہے مگر وہ
روپچ معاملات کی حالت سے بالکل جاہل تھا اسلیئے اس باب مین جو تدابیر کین وہ بے سود
ئین اور وہ بہت جلد اسکی تباہی کے آنے کا سبب ہوئین ۱۷۸۶؁ مین سلطان ٹیپو نے اپنا سفیر
ملتطنیہ بھیجا گو اسکے جانے کا اثر بالکل کچھہ نہیں ہوا مگر سلطان روم نے اسکے سفیر کا استقبال
ی کھلاوٹ کا کیا کہ جس سے غالباً بخت والی میسور کی جرأت بڑھی اور اُس نے اپنی قوت کا
ر اس پولیٹکل تواضع کی اصلی قیمت کا حساب غلط کیا اس سال مین شہنشاہ لوی شانزدہم نے اسکے
یر کا خیر مقدم کیا اشرافانہ ڈپلومٹیک برتاونے جو بالکل بے اصل تھے اسکو یہ دھوکا دیا کہ وہ اپنے
ہ منصب کا غلط اندازہ کرنے لگا اور انہوں نے انگریزوں کے شبہ کو جو اسکی طرف تھا بیدار
اور انسے یہ ارادہ مصمم کرایا کہ اس خوفناک مراسلت کو جو ٹیپو اور فرانسیسوں کے درمیان مین سب سے
ل موقع پاکر منقطع کرے یہاں جو آپس مین ایک دوسرے پر بے اعتباری کا دور ہند ہورہا تھا
لئے بہت جلد ثابت کردیا کہ پارلیمنٹ کے آنکھوں سے ہندوستان کے معاملات کی قدرتی سیل کے
کنے مین یا اُسکی حالتوں کے اتفاقی دباؤ کے مقابلہ کرنے مین کوشش کرنا بیہودگی و سبک حرکتی ہے
تما کے ایکٹ کا منشا یہ تھا کہ فتح کی تدابیر کے درپے ہونا برٹش قوم کی تمنا اور عزت کی پولیسی کے
خلاف ہے گورنر جنرل پر لازم ہے کہ وہ دشمنوں و عداوتوں نہ پیدا کرے یا ایسے صلحنامون مین
ریک نہ ہو کہ جسکے سبب سے کسی ہندوستانی سٹیٹ سے لڑنا پڑے یا اس کو دشمن سے بچانے کی
الت کرنی پڑے الا اس صورت مین کہ اپنے مُلک یا اپنے دوستوں کے مُلک پر کسی حملہ کی بلا نازل ہو تو
افظت کے واسطے اسکے دور کرنے کے لیئے جنگ و پیکار اختیار کیجائے کورنوالس نے ابھی ہندوستان
ن قدم رکھا ہی تھا کہ نظام نے ٹیپو سے لڑنے کے امداد مانگی کوئی جنگ کی دھمکی قریب تھی۔
یلٹ مذکور نے گورنر جنرل کو نظام کے ساتھہ دوستانہ محافظت کرنے سے جو ٹیپو سلطان کے
ر توڑ کو روکنے سے باز رکھا لیکن اسنے نظام سے یہ وعدہ کیا کہ پُرانے صلحنامہ کے موافق
کمک کے لیئے فوج وہان بھیجدیگا جہان نظام کو اسکی ضرورت ہوگی جسکے سبب سے دشمنیان
ئے گھٹنے کے اور زیادہ بڑھ گئین اس لیئے کہ ٹیپو نے اسکو بوجہ معقول اپنی ساتھہ انگریزوں کے
نے کی تمہید جانا یہ تمام حسد اور طرفین کی تیاریان بظاہر انگریزون اور سلطان ٹیپو کے

درمیان لڑائی کے لیئے ہورہی تھیں جس نے لورڈ کورنوالس کو ایکٹ مذکور کے معانے پر لحاظ کرنے
سے تمام شبہات سے خلاص کیا ٹیپو سلطان نے راجہ ٹراون کور پر ناحق حملہ کیا باوجودیکہ اسکو
اس باب میں تنبیہات ہوچکی تھیں کہ یہ ریاست مذکور انگریزوں کی حراست میں تھی لارڈ کورنوالس
نے ٹیپو سلطان سے لڑنے کے لئے مرہٹوں اور نظام کو اپنے ساتھ متفق کیا۔

اور ان سب متفقہ فوجوں نے ملک میسور میں سفر کیا اور ٹیپو کو مغلوب کیا اور اسکو اسی کی دارالسلطنت
میں محصور کرلیا اور ایک سال تک لڑائی رہی اسکے بعد ٹیپو ۱۷۹۲ء میں صلحنامہ پر دستخط کرنے کے لیئے مجبور
کیا گیا جسکے سبب سے اسکے مخازن گھٹ گیئے اور نصف ملک ہاتھ سے نکل گیا جسمیں ملیبار کا ضلع
تھا جو مغربی ساحل بحر پر واقع تھا اس وقت سے ہمیشہ ٹیپو سلطان اسی اُدھیڑ بُن کے گھات میں
لگا رہتا تھا کہ کسی طرح سے انگریزوں سے انتقام لینے کے وسائل ہاتھ آئیں وہ اپنی بے کسی
کی حالت میں اس بیہودہ امید کے ساتھ وابستہ ہوگیا کہ انگریزوں سے لڑنے کے لیئے غیر
ملکوں سے دوستی پیدا کرنا اسکے ہاتھوں کو تقویت دے سکے گا۔ اس نے مرہٹوں سے اور فرانسیسیوں سے
زماں شاہ امیر افغانستان سے عہد و پیمان کیئے جنہوں نے اسکی امداد کرنے کا ایسا وعدہ
کیا جو انگریزوں کو اشتعال دلانے اور رنجیدہ کرنے کے لیئے کافی تھا فرانس کے ساتھ جو ٹیپو سلطان
نے معاملہ کیا اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ۱۷۹۳ء میں فرانسیسی انقلاب عظیم کے ہونے سے جو یورپ میں
فرانس اور انگریزی میں فساد ہوا تو میسور پر انگریزوں نے اپنی دشمنی کا پورا زور ڈالا ۔

فصل سوم مرہٹوں اور میسور کی پیچیدگیاں اور جھگڑے

اس اثنا میں مرہٹوں کے اعلےٰ سردار مہادیجی سیندھیا نے جسکو شہنشاہ دہلی نے اپنی سلطنت
کا وزیر اعظم مقرر کیا تھا شمال میں فتوح عظیم حاصل کرنے سے اور ایک سخت لڑائی میں اپنی رقیب ہلکر
کو شکست دینے سے اپنی طاقت و شوکت و عظمت و صولت کو بہت بڑھا لیا اسکا پولٹیکل
مقصد اعظم یہ تھا کہ وہ خود مرہٹوں کی ان معاہدوں سے آزاد ہوجاے جو آپس میں موافقت
کرنے کے ہیں مگر ان معاہدات اتحاد کو وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا وہ ایسا فرزانہ و دانا تھا
کہ جانتا تھا کہ ہند میں انگریز بہت جلد سب پر حکمرانی میں فائق اور برتر ہوجائینگے اس لیئے وہ

ہ کسی دشمن کے دبانے کے لیئے انکے ساتھ دوستی کرنے پر ذرا سا بھی اعتبار نہیں رکھتا تھا
خواہ یہ دشمن میسور کا مسلمان فرمانروا ہی کیوں نہو اور ٹیپو ضعیف ہو گیا تھا۔ تو
ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ صرف مرہٹوں کی سپاہیانہ قوت دریائے ستلج سے لے کر
ساحل سمندر تک ایسی ہے جس سے انگریزوں کو مقابلہ کرنے کا خوف ہی۔ مرہٹے بڑے
ملک کے مالک ہو گئے تھے انکے سرداروں کے پاس وہ سپاہیں تھیں جو خوب مسلح و باسامان
تھیں جنھوں نے راجپوتوں کے ضعیف راجاؤں کو مغلوب کر لیا تھا اور وہ یقینی تھوڑی
سی مشکل اٹھا کے دو مسلمانوں کی سٹیٹ اودھ اور حیدر آباد کی اجورہ دار سپاہیوں کو
شکست دے سکتی تھیں لیکن ان سپاہیوں کے سپہ سالاروں کا مقتضاء طبع یہ تھا کہ وہ
اپنے الگ الگ دارالسلطنت بنائیں اور جن اضلاع میں رہیں انہیں اپنی سلطنت کو
اپنے لیئے آزاد بنائیں اسلیئے ناگزیر انمیں آپس میں بڑا بغض و کینہ پیدا ہوا اور انکے آپس
کی رفاقت کے معاہدوں میں بالاستقلال خلل پڑا۔ سنہ ۱۷۸۶ء میں مہادجی سیندھیا
کا مطلق العنان و آزاد ہونا تسلیم کیا گیا تو بہت جلد اس نے اپنا سامان جنگ اور
ممالک پر قبضہ بڑھا لیا اب وہ دہلی کے گرد تمام ملک پر عمل دخل رکھتا تھا اور اس کے
پاس ایک لشکر جرار ملازم تھا اسکی پولیسی یہ تھی کہ انگریزوں کی حکومت کو جو اجنبی ہے
اور سارے ہند کو مطیع بنانے کے لیئے دھمکا رہی ہے اسکے برخلاف ہم سب کو متفق
ہونا چاہیئے لیکن برٹش گورنمنٹ کی غلبہ و حکومت کی افزایش سے جیسے مرہٹے مخالف ہو
رہے تھے ایسے ہی وہ سیندھیا کے غلبہ و حکومت کے بڑھنے سے ڈرتے تھے اسلیئے پیشوا اسکے
پیرو بننے میں جلدی نہیں کرتا تھا اور نہ اسکے منصوبوں میں شامل ہوتا تھا۔
سنہ ۱۷۹۴ء میں مہادجی سیندھیا دفعتہً مرگیا وہ بڑا عالی ہمت اولوالعزم تھا پولیٹکل
لیاقت ۔ ۔ ۔ اور فن سپہ گری میں بڑی ذہانت رکھتا تھا اُسنے بہ نسبت اور
ہندوستانی رئیسوں کے یہ نیا نظام بڑے اندازہ سے کیا کہ اپنے پلٹنوں کو فرنگستانی
افسروں سے قواعد سکھائی اور اسکے ساتھ کارگر توپخانے مرتب موزوں کیئے لیکن
مرہٹوں کے سردار جو بڑے دور اندیش عاقبت بین تھے وہ یہ کہتے تھے کہ اس نظام کے

سبب سے اگرچہ ہم ایسے ہو گئے کہ کوئی ہندوستانی دشمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
راجپوتوں کی سپاہیں ہمارے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھیر سکتیں مسلمان رئیسوں
کی نئی بھرتی کا لشکر ہم سے نہیں لڑ سکتا لیکن غالباً جب ہم اپنے سنجیدہ لڑنے والوں
دشمنوں سے مقابلہ کرینگے تو یہ نظام جدید ہمارے لیئے مضر ہوگا۔ یہ سردار دیکھتے تھے
کہ فرنگستانی ترکیب سے رزم آرائی کرکے انگریزوں کو ان ہی کے ہتیاروں سے مارنا ہے
لیکن ان قواعد داں سپاہیوں اور توپخانوں نے ان ہمارے بہادرانہ سفروں اور ہلکے پھلکے
ہتیار دار سواروں کے ہتروں کرتبوں کو دفعتہً دشمن پر بجلی کی طرح جا پڑنے کو پھر جیسی تو
چالاکی سے واپس آنے کو پابزنجیر کر دیا ہم ابھی اسی سپہ گری سے ستو برس سے مغلوں کے
جرار لشکروں پر فتح و ظفر حاصل کرتے تھے اور مختلف موقعوں پر انگریزی فوج کے کمانڈروں
کو میدان جنگ میں دق اور مغلوب کرتے تھے ڈیوپلے اور کلایو کے زمانوں میں قواعد داں
سپاہ کو خدمت گزار بنانا ایک بڑے کارگر آلہ ضرب کی داخل کرنیکی برابر تھا جسکو کوئی
سوائے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا اس قسم کی حیرتناک برتری جسطرف
ہو وہ اول ہمیشہ مظفر و منصور کرا دیتی ہے لیکن مہذب و شائستہ قوموں میں اسلحۂ جنگ اور انتظام
حرب کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ فن سپہ گری میں اعلےٰ درجہ کی ترقی ہو۔ اور قیمتی سامان جنگ کی افراط
ہو اور اعلےٰ درجہ کے تعلیم و تربیت یافتہ افسروں کا ایک قومی مجمع آیندہ کام میں لانے
کے لیئے موجود ہو۔ مشرقی سردار ایسی باتوں کو جلدی سے نہیں اختیار کر سکتے تھے ان کے
سپاہی ان نئی چیزوں کے استعمال کرنے عادی نہ تھے۔ سپہ گری کی کل تاریخ آخر زمانہ تک
ثابت کرتی ہے کہ ایک اکھڑ غیر مہذب قوم ناتجربہ کار بے سامان لیکن مضبوط کثیر التعداد گریز آمیز
بے قاعدہ لڑائیوں میں غالباً کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ امریکہ۔ ایشیا۔ افریقہ
میں انگریزی قواعد داں سپاہیوں کو یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ اسکو فاش شکستیں ہوئیں مرہٹوں کی
شکست سے جو اوہی اومین ہوئی تھی زمانہ حال کی افغان اور ٹرنسوال کی چالاک بیقاعدہ
سپاہیوں سے انگریزوں کی لڑائیاں ہوئیں جو اپنے ہی ہتیاروں کو اور لڑائیوں کی ترکیبوں کو
کام میں لاکے کامیاب ہوئیں اور انگریزوں کو شکستیں دیں علاوہ بریں مرہٹوں نے اہل یورپ کی

وضع وطرز سپاہ آرائی کو جتنا اختیار کیا اوتنا ہی اپنی اس ترقی کا نقصان اُٹھایا جو انکو قومی اتحاد و مذہبی رائے اور ہموطنی کی وابستگی سے حاصل ہوئی تھی اس نئے انتظام میں وہ سپاہی چاہتے تھے جو باقاعدہ اپنے پیشہ سپہ گری کو جانتے ہوں وہ جہاں مل سکیں بہم پہنچا کے فہرست سپاہ میں داخل ہونے چاہئیں۔ اُنکے لیئے افسر غیر قوم و نسل کے ہونے چاہیئے اس طرح سے یہ ایک اجنبی عنصر نرالا ایسا جلد بڑھتا گیا کہ مرہٹونکی فوجیں اجورہ دار سپاہیوں اور قواعد داں پیادہ سپاہیوں کا ایک مجموعہ بن گیا جنکے توپ خانوں کے افسر غیر ملکوں و غیر قوموں کے بہادر سرباز ہونے لگے۔

بے شک اس زمانہ سے آیندہ مرہٹوں کے ساتھ اور بعد ازاں سکھوں کے ساتھ لڑائیاں جتنی انگریزونکی ہوئیں انکی یہ صفت لازمی تھی کہ وہ بہت تیزی کے ساتھ ہوتی تھیں اور بہت نقصان اٹھا کر نفع ملتا تھا مگر یہ فتحیں قطعی ہوتی تھیں اور انکے صدمے دشمنوں کو اس سبب سے دباتے تھے کہ وہ باقاعدہ سپاہیوں کی پیوستہ توتوں پر قریب کے مقاموں سے پہنچائے جاتے تھے پھر اپنی جگہ پر دوبارہ نہیں کھڑے ہو سکتے تھے اور چونکہ ان تمام ہندوستانی ریاستوں اور خاندانوں کی بقا جنسے کم انگریزونکی لڑائیاں ہوئیں فتح پانے پر منحصر تھی تو جب ایکدفعہ مغلوب ہو جاتے تو پھر انکی سلامتی بالکل انگریزونکی مرحمت و مکرمت پر موقوف ہو جاتی۔ تقریباً ہر صورت میں ہندوستانی رئیسونکے ملکی القاب ان کے مقبوضہ ملک سے اخذ ہوتے تھے انہیں بہت تھوڑی سی قومی ہمدردی ہوتی تھی حاکم کا معزول ہونا فقط رعایا کے لیئے ایک حاکم کا بدلنا ہوتا تھا۔ ہندوستانی رئیسوں نے جو فرنگستانی سپہ گری کی ترکیب کی تقلید کی اس نے انکو دھوکا دیا اور جال میں پھنسایا اسے وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہم اس نظام سے انگریزوں کے ہمسر و برابر ہو جائینگے مگر اسی نظام سے انکو یہ نقصان پہنچا کہ وہ اپنی طاقت کا غلط تخمینہ کرنے لگے انکے سپاہیونکے بڑے بڑے کارخانے اجنبی افسرونکے ماتحت ہو گئے جنکا برباد کرنا یا پراگندہ کرنا انگلش گورنمنٹ کا مقصد اعظم ہو گیا انگریزوں کے لیئے اس سے زیادہ کوئی آسان بات نہ تھی کہ وہ ہندوستان میں اپنے روپیہ کے بل سے اور مصالحہ جنگ سے اپنی قواعد سپاہ کو اتنا بڑھالیں جتنی فوقیت و برتری سلطنت کے لیئے اسکی ضرورت ہو اسکے برخلاف ہندوستانی رئیسوں کے لیئے کوئی بات اس سے زیادہ مشکل نہ تھی کہ جب انکی توپوں اور

قواعد داں سپاہیوں کا نقصان ہو جائے تو وہ اسکی درستی کر سکیں۔ اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہی کہ جب ہندوستانیوں اور انگریزوں کے مابین ایسی ملیٹری اور پولیٹکل غیر مساوات ہو تو ہندوستان میں متواتر لشکر کشیوں میں ہر ایک کے اندر آخر سو برسوں میں نتیجہ یہ ہو کہ۔ انگریزوں کے قبضہ میں ملک بڑھتا چلا جائے۔ حقیقت میں اسی طرح برٹش گورنمنٹ کے ماتحت کل ملک بتدریج آتا گیا۔ وہ سب اعلےٰ درجہ کے رئیسوں میں ابتک باقاعدہ صف آرائی میں بہتر و اعلےٰ تھی اور اسکا استقلال ثبات کسی سرگزشت میں ایک حاکم یا جنرل کی زندگی یا قسمت پر یا ایک لڑائی پر موقوف نتھا سمندر پار اسکے پاس دولت و سپاہ کے خزانے و ذخیرے موجود تھے۔ جہاں وہ چلے آتے تھے۔

لارڈ کورنوالس کو جب میسور کی جنگ سے فراغت ملی تو اسکا مقصد یہ تھا کہ دکن میں امن و عافیت کے لیئے مرہٹوں اور نظام حیدرآباد کو سمجھایا جائے کہ وہ اسکے ساتھ اس عہد پر راضی ہو جائیں کہ ہر ایک ٹیپو کے برخلاف اس ملک کا کفیل و ضامن ہو جائے جو جنگ کے ختم ہونے کے وقت اسکے قبضے میں تھا اس درخواست کو نظام نے تو فوراً اس لیئے قبول کر لیا کہ وہ مرہٹوں سے ڈرتا تھا لیکن مرہٹوں نے اسکے منظور کرنے سے اسلیئے انکار کیا کہ انکی نیت میں نظام کا ملک غارت کرنا تھا۔ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی ریاستیں اودھ اور حیدرآباد میں تھیں جو ملک اور آمدنی کے لحاظ سے نسبتاً ضعیف تھیں اور پولیٹکل میزان میں بہت تھوڑا وزن رکھتی تھیں برٹش گورنمنٹ کی اُن سے بڑی غرض متعلق تھی کہ انکو قبل از وقت تباہ و غارت نہونے دے اس وقت اودھ بالکل برٹش کی حراست میں آگیا تھا وہی اسکے محافظ تھے۔ یہ نظام جسمیں کسی ہندوستانی رئیس کے خاندان کی محافظت برٹش گورنمنٹ ہوتی تھی وہ اس بات سے نقیض رکھتا تھا کہ اسمیں کوئی ہندوستانی فرمانروا مطلق العنان آزاد ہو اسلیئے کہ محافظ سلطنت اپنی سپاہ سے تو ملک کی محافظت کرنی اختیار کرتا ہے اور ہندوستانی فرمانروا کا یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ اس سپاہ محافظ کا خرچ ادا کریگا لیکن یہ خرچ ادا کرنا اسکے اختیار سے باہر ہوتا ہے سو اسکے کوئی ایشیائی خاندان سلامت نہیں رہ سکتا جب تک کہ لائق آدمی اسمیں متواتر پیدا نہ ہوں اور انکی حکومت کرنے کی لیاقت کا ثبوت امتحان اور انتخاب سے نہ ہو لیکن نظام جو محافظ ہونے کا ہے وہ موروثی حق کو سہارا دیتا ہے اور بڑے مستعد غاصبوں کے ہاتھ سے

ائق وارث ریاست کو معزول نہیں ہونے دیتا وہ انہیں ناکامیاب نہیں ہوتا کہ جلد یا دیر کر
ندر ریاست پر اس حالت میں بیٹھ جائے کہ کوئی قدرتی وارث ریاست باقی نہ رہے اور ادھر میں
رانی کی لیاقت کا تنزل نمایاں ہوا جس سے اندرونی بدنظمیوں نے پاؤں پھیلائے اور اسکی مالی
لت ضیق میں آ گئی۔ اندرونی سرکشیوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون رہنے کے
ہلی اور بری الذمگی پیدا کیں۔ آمدنی ملک کی بدنظمی نے محافظ سپاہ کے خرچ کے زر موعود کا
بڑھایا نظام محافظت کے سبب سے بھی یہ بدنظمی پیدا ہوئی تھی اسلیئے وہ جاری رہی۔ پچھلے
مانہ میں حیدرآباد میں بھی یہی علامتیں جب نمایاں ہوئیں تھیں کہ برٹش اُس کی محافظ ہوئی۔
ن اینچ پیچ الجھیڑوں کے معاملات کی تاریخ ہمیشہ اس کام میں آتی ہے کہ وہ ان عجیب و غریب
شکلات متواترہ کی توضیح کرتی ہے۔

ہونے برٹش گورنمنٹ کو ہند میں گھیرا جہاں نیوٹریلیٹی اور نن انٹرفیرنس (بے طرفی و بیدخلی)
پالیسی نے صرف بانتیجہ نااتفاقی کے بیجوں کو پختہ کیا اور آخر کو گورنمنٹ انگریزی کو مجبور کیا کہ وہ
ت خرابیوں کا علاج کرے جنکو وہ روک سکتی تھی ملک میں کوئی اور بڑی قوت انتظام کے قائم
ینے سے غرض نہیں رکھتے تھے البتہ زبردستوں کو زبردست شکار کرتے تھے اور ہمیشہ یہ خوف
ہتا تھا کہ غالباً سپاہ کا سردار جو اپنے رقیبوں کے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو وہ اپنے
رہ کو انگریزی عملداری کے برخلاف کام میں لائے ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کو یہ بات
د ہے کہ اٹھارہویں صدی میں یوروپ میں انکے ہمسایہ کی قوموں میں کوئی بڑی لڑائی
یں ہوئی جسمیں انگریزی جزائر نے اپنے تئیں شریک ہونے سے باز رکھا ہو باوجودیکہ انگریزوں
س کوئی سرزمین یوروپ میں سوا جبرالٹر کے نہیں تھی لیکن اسمیں حیرت کا سبب تھوڑا ہی سا ہے کہ
نگریزوں کے ممالک مقبوضہ دور دور کا فاصلہ جا بجا رکھتے تھے اور غیر ملکوں کے ملے ہوئے تھے۔
ور ان پر سب طرف سے سوا سمندر کی جانب کے آسانی سے حملے ہو سکتے تھے۔ اسپر بھی انگریزوں
ے ہند میں جہاں بقول ارتھر ولزلی کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جسکو ملکی حد کہہ سکیں اگرچہ بادل
ناخواستہ سلطنت حاصل کرنے کے لیئے ان لڑائیوں اور فسادوں میں انگریزوں کو شریک
ونا پڑا جو اس زمانہ میں متواتر ملک کی حکومت کو امن و عافیت کی میزان کو زیر و زبر کر رہی تھے

فصل چہارم کورنوالس کے انتظام کا اختتام

لارڈ کورنوالس کے نظم و نسق کے اعمال اور نتائج بتلاتے ہیں کہ انگریزوں کے واسطے کل ہند
اپنے گرد لڑائیوں کا بے اعتنائی سے دیکھنا اور نچلے بیٹھے رہنا کیسا مشکل تھا انگلنڈ میں کمپنی
کے گورنروں پر عام الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ وہ لڑائیوں میں بے ضرورت و ناحق مستغرق
ہیں اور اپنے ہمسایہ کے ملکوں کی طمع میں حرص سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں
سنہ ۱۷۸۴ء میں وزارت انگلنڈ کے اختیار میں جو معاملات ہند کی کارروائی بلا توسط آئی تو
یہ سمجھا گیا کہ گورنمنٹ کی اس صورت کا آغاز ہونا مفید مطلب ہوگا کہ اس سے معدلت گزینی اور
پولیٹکل کسر نفسی اور تمام اولوالعزم مہمات سے دست برداری حاصل ہو گی۔ لارڈ کورنوالس
برابر ہند کے کسی گورنر جنرل کو یہ احکام سرگرمی سے نہیں دیئے گئے کہ وہ معدلت گزین اور سب سے زیادہ
صلح کل ہوں اور یہ تمام احکام پارلیمنٹ کے ایکٹ سے موثق کیے گئے جو خاص اس مطلب کے
نافذ ہوا تھا کہ جنگ جوئی اور توسیع سلطنت کے لیے گرمجوشی نہ کیجائے۔ اس باب میں پٹ
ایکٹ بڑی شد و مد سے جاری ہوا تھا اور سنہ ۱۷۹۳ء میں ایک اور ایکٹ میں یہ اعلان ہوا کہ فتو
کے منصوبوں کے درپے ہونا اور سلطنت کو وسعت دینا ایسی تدابیر ہیں جو اس قوم کی تمنا و
پولیسی کے برخلاف ہیں۔ پس جبتک کہ گورنر جنرل کو ہوم گورنمنٹ سے حکم اور اختیار نہ دیا جا
وہ مجاز نہیں ہے کہ کسی لڑائی کا اشتہار دے یا کوئی عہد و پیمان ایسا کرے جسمیں لڑنا پڑے۔ یا کس
ہندوستانی والئ ملک کی ریاست کی محافظت و درخواست کا کفیل ہو۔ الا اس صورت میں
برٹش قوم کے ساتھ جنگ آرائی کا آغاز ہو یا اسکی تیاری ہو۔

لارڈ کورنوالس جنکی معدلت گزینی و بلند رائی کبھی مشتبہ نہیں ہوئیں وہ مجبور تھا کہ اسکو کلکتہ میں قد
رکھتے ہی سامان جنگ تیار کرنا پڑا اور اسکو بہت جلد تحقیق ہو گیا کہ پارلیمنٹ کے ایکٹ پر عمل کر
سے وہ برائیاں پیدا ہوتی ہیں جنکے دور کرنے کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کا ایکٹ ج
باتوں کو منع کرتا ہے اگر اسپر عمل کیا جائے تو گورنر جنرل کو مجبوری زبردست طاقتوں و حملوں کو ا
ہندوستانی ریاستوں کی باہم آمیزشوں و سازشوں کو دست بستہ ہو کر دیکھنا پڑتا ہے اور بد خل

ے تک بازرہنا پڑتا ہے کہ معاملات کی نوبت یہاں تک بڑھ جائے کہ اسکے اپنے ہی
ے کی عافیت وامن معرض خطر میں آجائے اور حقیقت میں حکماً وہ دھمکایا جائے لیکن اسپر
ن کورنوالس کی نیک نیتی پر ایسا اعتماد تھا کہ جب وہ ۱۷۹۳ء میں ہند سے رخصت ہوا ہے
نگلنڈ میں لوگوں کے دلوں میں عام نقش یہ تھا کہ اُسنے اپنے عہدہ پانے کے بعد جو مرحلہ طے
ا وہ آشتی طلبی و اپنے مقام میں قائم رہنے کی پولیسی کے لیئے تھا۔ حقیقت حال اس کے
یلاف تھی کہ یہ وہ زمانہ تھا جسمیں انگریزوں نے بڑی رزم آرائیوں اور ملکوں کے الحاق کرنے کے آہستہ
قدم رکھا تھا یہ امر واقعی ہے کہ جب پارلیمنٹ کی ماتحتی میں براہ راست انڈیا آیا تو فوراً اس کا
تیجہ یہ تھا کہ توسیع ممالک کے لیئے انگریز برانگیختہ ہوئے اور اسمیں انہوں نے تساہل نہیں کیا یہ
ب بڑی تعجب خیز توضیح قدرتی زوروں کے اصرار کی ہے جس نے انگریزی سلطنت کے آگے
ڑھنے کی تحریک کی مسٹر سپنسر والپول اپنی تاریخ انگلنڈ میں بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ کا
ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر ملکی پسند کرتا تھا اور منع کرتا تھا کہ کمپنی اپنے ملکوں کو بڑھائے۔ اور
رقانون اسلیئے نافذ ہو کہ کمپنی جنگ کرنے کی شامت زدہ میلان کو روکے تو اسکے نظم ونسق کو
ر پہنچاتا ہے لیکن یہ امر تاریخانہ محقق ہے کہ جب ہند کے معاملات کمپنی سے نکل کر بادشاہی
ے متعلق ہوئے تو وہ زمانہ جنگ و فتح آیا کہ کبھی پہلے نہیں آیا تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں
ی بڑی بڑی لڑائیوں کا آغاز ۱۷۸۹ء سے ہوا اور زمانہ جو ۱۷۸۶ء و ۱۸۰۶ء کے درمیان
زرا اسمیں برٹش انڈیا میں باستثناء تھوڑے زمانہ کے اوّل دو گورنر جنرلوں کورنوالس اور
لی نے حکمرانی کی جنکو وزراء انگلنڈ نے مقرر کیا تھا اور پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہی کرنا
ے ذمے تھا یہی زمانہ طول طویل جنگوں کا اور بہت سے ملکوں کے فتح کرنے کا یا انکے الحاق
نے کا ہے۔ یہ تحریری امر ہے کہ انگریزوں کی عملداری کا بروئے کار ظاہر ہونا (لارڈ ولیزلی کی
نہ تک) زیادہ تر ان دو گورنر جنرلوں کے عہد میں ہوا ہے انگریزوں کی فرمانروائی کی
ادوں کے داغ بیلیں تاجروں نے لگائیں اور کلایو نے بنگال میں بنیاد کے اندر
ر کھے اور اسپر پہلی منزلیں ہیسٹنگز نے بنائیں اور اوپر کی عمارات رفیع الشان پارلیمنٹ کے
گورنر جنرلوں نے تعمیر کیں۔

ہندو انگلنڈ کے قریب کی رشتہ مندی اور ہند میں انگریزوں کے جو کھونکی وقعت۔ اس
ایشیائی علاقہ کو یوروپ کے پولیٹکس کے سِل میں ایسی زیادہ لائی کہ جب فرانس اور انگلنڈ میں
لڑائیوں کا دریا چڑھاؤ پر آتا تو وہ اپنا چڑھاؤ ہند پر بھی لاتا اور اسکے واقعات کو آگے یہاں
فرانس جسمیں اکثر انقلابات ہوتے رہتے ہیں انگلنڈ کی اسکے ساتھ ایک بڑی طول طویل لڑائی
۱۷۹۳ء میں شروع ہوئی جسکا اثر بہت جلد ایشیا میں انگریزوں کے پولیٹکس کے مزاج پر پہنچا
اس زمانہ میں بونا پارٹ نے اپنی طبیعت میں ایشیائی فاتحین کی خود مختاری اور مطلق العنانی پر
کرکے سپاہیانہ سفر کیا اور سلطنتوں کو زیروزبر درہم و برہم کیا۔ قلمروؤں کی حدود کو مٹایا
موروثی حقوق سلطنت کو خاک میں ملایا اور اپنی تلوار کی دھار سے اپنے لئے نئی سلطنتیں
تراشا اور انکی حدود مقرر کیں اپنی تفریح طبع کے لئے وہ ایشیا کی طرف جھکا اس نے دیکھا
کہ یہاں بے انتہا جنگ کرنے والی اور خود مختار انتظام کرنے والی ذہانت کے لئے
بے حد و پایان وسعت ہے جسمیں وہ قدیمی وضع کی بودی گورنمنٹوں کو منہدم کرکے فرصت
میں بالقرینہ خوش صورت سلطنتیں بنایا کرے نپولین انگریزوں کو سمندر میں تو کوئی نقصان
پہنچا نہیں سکتا تھا وہ خشکی میں انپر صدمہ پہنچانا چاہتا تھا۔ اسلئے ایشیا میں فتوح حاصل
کرنے کا اور بھی زیادہ شوق رکھتا تھا اسکے دل میں ہمیشہ یہ منصوبہ رہتا تھا کہ برٹش انڈیا پر
چڑھائی کیجئے ایشیا کے فتح کرنے کے واسطے اول اور آخر مہم یہ کی کہ مصر پر ادھورا قبضہ کیا اور
۱۷۹۸ء میں مصر میں سفر کیا اور منجملہ اور مقاصد کے اس اپنے مقصد کا بھی اعلان کیا کہ وہ
انگریزوں کو مشرق میں انکے ممالک مقبوضہ میں شکار کرنا اور آبنائے سویز کو قطع کرنا چاہتا ہے
یہ دھمکی ہمیشہ کی طرح اس کام میں آئی کہ انگریزوں نے ہند میں ملکوں کے الحاق میں جلدی و شتابی
کی ایک طرف تو خوف زدگی اور کینہ توزی اسلئے بڑھتی جاتی تھیں کہ انگریز دیکھ رہے تھے کہ
فرانسیس مرہٹوں اور سلطان ٹیپو کی ساتھ سازشیں اور آمیزشیں کررہے ہیں اور اپنے سپاہیوں
اور افسروں کو انکے سپاہیوں میں بھرتی کررہے ہیں۔ دوسرے طرف انگریزوں کا تسلط
غلبہ بڑھتا جاتا تھا اور ہندوستانی والیان ملک فرانسیس عہد و پیمان سے اپنی محافظت
میں دلیر ہوکر ایسے قدموں پر چلتے تھے کہ وہ انکو تنزل کی راہ میں اندھیرے منہ گراتے تھے

اب انگلنڈ اپنے ایشیائی ممالک مقبوضہ کی بیش قیمتی کو بالکل سمجھنے لگا تھا اسکو ہمیشہ سے اُس مداخلت پر رشک و حسد تھا جو کوئی یوروپ کی قوم کرتی وہی ہندوستان میں انکے عروج کی مانع و حارج بار بار ہوتی تھی پس اب جو فرانسیسیوں و انگریزوں میں لڑائی ہوئی تو یہ رشک و حسد اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

سنہ ۱۷۹۳ء لارڈ کورنوالس اپنے چلتے وقت یہ آخر کام کر گیا کہ تمام فرانسیس مقامات فرانسیسیوں سے چھین لیں جب ہندوستانی والیان ملک کا رُخ فرانسیسیوں کی طرف ہوتا یا وہ ان سے عہد و پیمان کرتے تو وہ اسکو ایک دہشتناک چنگاری سمجھکر فوراً بجھا دیتا۔ جب لارڈ کورنوالس چلے گئے تو انکے جانشین لارڈ مورننگٹن کے آنے تک سر جان شور گورنر جنرل رہا جسکا پھر لقب لارڈ ٹین متھ ہوگیا وہ بڑا محتاط صاحب حزم و کمال ہوشیار و مدبر تھا اسکو یہ اصول پسند نہیں تھا کہ وہ اپنے تعلقات یا جوابدہیوں کو ہندوستانی والیان ملک کے سبب سے بڑھائیے۔ جب نظام پر مرہٹوں نے حملہ کیا تو اُسنے انگریزوں سے مدد مانگی سر جان شور نے اسکی مدد کرنے سے بمروت ہوکر انکار کر دیا جسکے سبب سے انگریزوں کا بڑا یگانہ دوست بیگانہ ہوگیا اور بڑے بڑے دشمنوں کی ہمت و جرأت بڑھ گئی۔ نظام کی بڑی تمنا تھی کہ انگریزوں کے ساتھ دوستی و اتحاد ہو اُس نے انگریزوں سے درخواست کی کہ آؤ ہم آپسمیں عہد و پیمان کرلیں کہ ایک دوسرے کے ملک کی محافظت و کفالت کرینگے تو برٹش گورنمنٹ نے اس سے پہلوتہی کی اور حیدرآباد کی حمایت اس سبب سے نہیں کی کہ اس سے مرہٹے خفا ہوکر ٹیپو سلطان کے ساتھ سازش کرکے اس سے اپنا عوض لینگے۔ برٹش گورنمنٹ کی اس بیمروتی و تنگدلی اختیار کرنے سے خطرناک نتائج کا ظہور ہوا کہ مرہٹوں نے حیدرآباد کے ملک پر حملہ کیا اور نظام کی سپاہ کو پراگندہ کر دیا اور اس کو نہایت ذلیل سخت شرائط ماننے پر مجبور کیا اس فتح سے مرہٹوں کی طاقت اور شہرت بہت بڑھ گئی اور انگریزوں نے نظام سے جو اسطرح علیحدگی اختیار کی تو وہ ان سے نہایت ناراض ہوگیا اور اُس نے فرانسیس افسروں کے ماتحت قواعد داں پلٹنیں اپنی بڑھائیں اور ان افسروں پر ایسا اعتبار کرنے لگا کہ کبھی پہلے نہیں کرتا تھا اور انگریزوں کے جدا ہونے پر بڑا برافروختہ خاطر تھا لیکن جب نظام نے اپنی قواعد داں سپاہ کو سے منڈا اور اور فرانسیسی افسروں کے ماتحت زیادہ کرکے درست

کر لیا تو سر جان شور نے فوراً مداخلت کی کہ نظام کو اس کام سے باز رکھے۔ گورنر جنرل کو
یہ خوف تھا کہ اُس سے برخلاف ہونے اور لڑنے کے لئے مبادا میسور اور مرہٹوں میں
اتفاق ہو جائے امید اسکو یہ تھی کہ یہ دونو قوتیں جو آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بدگمانی
رکھتی ہیں دیر کر یا جلد آپس میں ایک دوسرے کو صدمہ پہنچائینگیں لیکن لڑائی کے وقتوں میں
صلح مندیاس کے کھڑے رہنے والے کے وضع و انداز شاذ و نادر ہی اپنے ہمسایہ کی سٹیٹ
(ریاست) کی شان یا غرض کے مناسب و موزوں ہوتی ہے اسکی مثال حال میں اس نے انگریزوں
کے دونو دشمنوں کی عقل جنگ آرا کو برانگیختہ کرکے اُنپر دہشت ناک حملے کرائے۔ مرہٹوں کے
خلاف میں جو نظام کی امداد انگریزوں نے نہیں کی۔ انگریزوں نے جو نظام کو مرہٹوں کے
لیئے چھوڑ دیا تو اسکا پولیسی کے خلاف ظاہر ہوتا شروع ہوا اسلیئے کہ اسکے سبب سے مرہٹوں نے
اپنی دولت و صولت و سطوت کو بہت بڑھا لیا۔ انگریزوں کی عظمت جتنی کم ہوتی گئی اتنی
مرہٹوں کی بزرگی بڑھنی شروع ہوئی اسکے سوائے سلطان ٹیپو اپنی یہ وحشیانہ امیدیں اور
ارمان رکھتا تھا کہ انگریزوں سے اپنا انتقام لیجیے اور آخر لڑائی میں جو نقصان ہوئے
ہیں انکو پورا کیجیے اسکو یقین تھا کہ نظام کی قوت ایسی ضعیف ہو گئی ہے کہ وہ تمام حیدرآباد
کا ملک اس صورت میں تسخیر کر سکتا ہے کہ انگریز اُسکے مقابلہ کرنے سے روک دئے جائیں
انگریزوں کی قوت کے برخلاف کام کرنے کے لیئے وہ اپنی ان بے سود کوششوں کے
درپے ہوا کہ رقیبوں سے دوستی پیدا کرنے لگا اُسنے امیر کابل شاہ زمان پر زور ڈالا
کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان نے پنجاب میں سفر کیا اور لاہور کو
لے لیا جس سے انگریزی گورنمنٹ کو دہشت اسلیئے پیدا ہوئی کہ اسکے آنے سے کل شمالی
ہند میں ہل چل پڑ گئی سارے مسلمان اسکے جھنڈے کے نیچے کھڑے رہنے کے
لیئے آمادہ ہوئے نواب اودھ میں بالکل یہ قابلیت نہ تھی کہ وہ کوئی کارگر اسکا
مقابلہ کرتا اگر یہ امیر کابل دہلی کو آگے بڑھا چلا آتا تو بڑا غدر مچتا اور ایک دہلکہ
پڑ جاتا تا اسلیئے خوفناک انقلاب میں بیشک انگریزی ہر ایک رجمنٹ کو بنگال کی سرحد
کی محافظت کے لیئے شمال کی طرف آنا پڑتا لیکن زمان شاہ ۱۷۹۸ء میں مجبوراً

اسلیے مراجعت جلدی سے کرنی پڑی کہ اسکو اپنے مغربی اضلاع کی محافظت ایرانیوں سے کرنی پڑی اس عرصہ میں ٹیپو نے ایک مخفی سفارت بحر ہند کے پار آئل اوف فرانس میں بھیجی اور فرانس سے اوفنسو۔ اور ڈیفنسو دوستی کی درخواست کی یعنی اگر ہم میں سے کوئی کسی پر حملہ کرے یا ہم میں سے کسی پر کوئی اور دوسرا حملہ کرے تو دونوں صورتوں میں لڑائی میں آپس میں متفق ہوں۔ فرانسیس گورنر نے اسے قبول کرلیا اور حسب سررشتہ گزٹ میں اسکو مشتہر کردیا ۱۷۹۹ء میں بوناپارٹ نے سلطان ٹیپو کو قاہرہ سے خط لکھا کہ اب آپ کو اطلاع ہوئی ہوگی کہ میں بحر احمر کے کناروں پر بیشمار لشکر جرار جسکو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا ساتھ لیکر آگیا ہوں میری یہ بڑی آرزو ہے کہ انگلش کے آہنی جوئے کے تلے سے آپ کو نکال لوں،، اور ٹیپو سے یہ درخواست بھی کی کہ وہ کوئی اپنا ایجنٹ بھیجدے لیکن مصر میں خود فرانسیس جلدی سے الگ ہوگئے اور بحر و بر کی طرف سے جنیوں کی مداخلت کی افواہیں مُردہ ہوگئیں تو سلطان ٹیپو اکیلا انگریزوں کی دشمنی کے لیے چھوڑ دیا گیا جنکو اسنے بہت دہشت دلائی تھی اسکا بہت جلد وہی خاص مآل ہوا جو ان مشرقی فرمانرواؤں کا ہوتا ہے جو یوروپ کی قوموں کے فسادوں میں اپنی قسمت آزمائی کیا کرتے ہیں۔

باب ۱۴ چہاردہم

گورنر جنرل لارڈ ولزلی (۱۷۹۸ء - ۱۸۰۵ء)

فصل اوّل میسور (۱۷۹۹ء)

لارڈ مورنگٹن جنکا پیچھے خطاب مارکوئس ولزلی اپریل ۱۷۹۸ء میں کلکتہ کو جاتے ہوئے رستہ میں مدراس میں جہاز سے اُترے یہ وہی تاریخ تھی جسمیں ٹیپو سلطان کا سفیر جہاز سے آئل اوف فرانس سے مراجعت کر کے بنگلور میں جہاز سے اترا تھا۔ یہاں کے فرانسیسی گورنر نے صرف سفیر کا بیباک استقبال ہی نہیں کیا بلکہ اُس نے اشتہار دیکر معزز اہل شہر بلائے

کہ وہ میسور کے علم کے نیچے سپاہ میں اسلیئے بھرتی ہو جائیں کہ ہند سے انگریزوں کو لڑ کر
باہر نکال دیں گورنر جنرل کے پاس پیچھے پیچھے جو ہدایتیں آئیں انہوں نے بلاشبہ اسکو قلمبند
کیا کہ ٹیپو نے جو فراسیسیوں سے اسطرح معاملات کیئے ہیں وہ میسور کیطرف سے لڑائی کا
پیغام ہے ہند کے بورڈ کمشنروں کے پریسیڈنٹ ڈنڈاس صاحب نے گورنر جنرل کو عام اصول
کے طور پر یہ لکھا کہ مجھے اسکے بیان کرنے میں ذرا تامل نہیں ہے کہ فی الحال ایسی حالتوں میں ٹیپو
کی سپاہ میں کسی فرانسیسی لشکر کا داخل ہونا خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ہو ہم کو اس خیال
کرنے کا مستحق کرتا ہے کہ اسکو براہ راست دشمن جنگ خیال کریں لارڈ مورننگٹن جب کلکتہ میں
آگئے تو چند مہینے کے بعد انہوں نے مشتہر کیا کہ ہندوستانی والیان ملک کی کسی گورنمنٹ میں
فرانسیسیوں کے فریق کا کونسل میں بڑھنا ایک بڑی دہشتناک خرابی ہے اسکا استیصال
فوراً کرنا چاہیئے۔

جب معلوم ہو گیا کہ ٹیپو کا سفیر جو آئل وف فرانس کو گیا تھا اُس نے فرانسیسیوں کے ساتھ
ڈفنسو اوفنسو (جسکے معنی اوپر بیان ہوئے ہیں) دوستی ہی نہیں حاصل کی ہے جسکا ظاہر
مقصد یہ تھا کہ ہندوستان سے انگریزی قوم کا اخراج ہو بلکہ بعض فرانسیسی افسر اور سپاہی
بھی میسور کی سپاہ کے لیئے لایا ہے تو گورنر جنرل نے اسکا یہ نتیجہ نکالا کہ اب اسکے واسطے
بجا بنا جنگ قائم ہو گئی۔ انکی جنگجوئی کی گرم جوشی میں آسانی سے حرارت آئی وہ
فوراً ٹیپو پر حملہ کرنے میں اسلیئے بالفعل باز رہے کہ وہ اسکے لیئے تیار نہ تھے اور خزانہ میں بڑا
خسارہ تھا اور ساہوکارے میں کمپنی کی ساکھ بہت گھٹ گئی تھی مدراس کی سپاہ میں
یہ قابلیت نہ تھی کہ میدان جنگ میں لڑنے جاتی اور لارڈ مورننگٹن کو بالکل اعتبار نہ تھا
کہ اسکے دوست نظام اور مرہٹے اسکے ساتھ شریک ہو کر لڑینگے وہ ان کے جمع
ہونے کو ناممکن جانتا تھا۔ ایک عدم مداخلت کی پولیسی کے ثمرات یہ ظاہر ہو رہے تھے کہ
نظام ضعیف ہو گیا تھا وہ انگریزوں سے محبت و مودت نہیں رکھتا تھا۔ ٹیپو بڑی
لڑائی کے لیئے تیاریاں کرتا تھا۔ مرہٹوں کی قوت اپنے پاؤں دور دور پھیلاتی تھی۔
سنہ ۱۷۹۲ سے ۱۷۹۸ء تک انگریزوں کے کسی کے طرفدار نہ ہونے نے ٹیپو اور مرہٹوں کے

خازن جنگ کو بڑھا دیا اور انہوں نے اپنے کمزور ہمسایوں کے ملکوں کو فتح کر کے اپنی مملکتوں کو
بڑھالیا کرولہ میں جو نظام نے شکست پا کر اپنے ہتیار ڈالدئیے تو اسکی سلطنت جو ہندوستان
میں اعلیٰ درجہ کی تھی کمزور ہو کر مرہٹوں کی ایک باجگذار ریاست ہو گئی۔ صرف چودہ ہزار
سپاہ جسکے افسر فرانسیسی تھے اسکی پشت پناہ تھے۔ لارڈ مورننگٹن نے لکھا کہ حیدر آباد میں جو
یہ اعدداں پلٹنیں ہیں وہی ہمارے اور نظام کے مابین محبت و مودت کے نہ ہونے کی اصل جڑ
ہیں اسکو یقین تھا کہ اگر وہ میدان جنگ میں ٹیپو سے لڑنے جائیں گے تو وہ یقینی ٹیپو کے
پاس جا کر اس سے ملجائیگیں مرہٹوں کی راجدھانی پونہ میں دولت راؤ سیندھیا کا عمل
دخل رعب داب پورا تھا اسکے ممالک متوسطہ ہند میں بڑی قلمرو تھی اور شمال مغرب میں اُس نے
دہلی تک ملکوں کو اپنے تحت میں الحاق کر لیا تھا اودھ اور بنگال کے ممالک مقبوضہ کے بازوؤں میں
اس کے سپاہی پھیل رہی تھیں خلاصہ یہ ہے کہ ممالک متوسطہ و شمالی ہند میں بڑا جلیل القدر فرمان
سیندھیا تھا اور پیشوا اور نظام کے گورنمنٹوں کے ڈرانے اور دھمکانے کی مبہم وضع وہ رکھتا تھا
اور وہ مرہٹوں کی اس پولیسی کو کہ وہ انگریزوں کے ساتھ شریک ہو کر ٹیپو سے لڑیں ناپسند
کرتا تھا۔ اس زمانہ میں لارڈ مورننگٹن پاس امیر کابل شاہ زماں کا خط آیا جسمیں اُس نے
لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ میرا ہے اور میں آپ سے اس مطلب کے لیئے امداد
کی درخواست کرتا ہوں کہ دہلی کے شہنشاہ شاہ عالم کو مرہٹوں کے ہاتھ سے نجات دلاؤں۔
ایسی حالتوں میں گورنر جنرل نے ٹیپو کے ساتھ زمانہ سازی کی کہ اول اس سے مطمئن ہونے
کی درخواست کی اور اسکے ساتھ ہی مصالحت ثلاثہ کے پختہ کرنے میں اپنے تئیں مصروف کیا
حیدر آباد اور پونہ کے ارکین سلطنت کے ساتھ جو منتشر تعلقات تھے ان کی ڈپلومیٹک
صورت میں منتظم کیا خزانہ کی حالت کو سنجالا کیا مدراس کی سپاہ کو قوی کیا اوّل انہوں نے یہ کام
کرنا چاہا کہ نظام کے ساتھ ایسے عہد و پیمان کیئے جائیں کہ وہ حیدر آباد میں جو فرانسیسی پلٹنیں
ہیں انکو برخاست کر دے۔ نہایت دانائی اور فرزانگی و استقلال سے اس کام کو انجام
دیا نظام کی ان پلٹنوں کی جگہہ حیدر آباد میں ہمیشہ رہنے کے لئے وہ سپاہ آگئی جسکے افسر
انگریز تھے پونہ سے بھی اسی قسم کی درخواستیں کیگئیں لیکن مرہٹوں کی گورنمنٹ انگریزوں کے

علو و برتری پر فرا اعتبار نہیں کرتی تھی اور نہ وہ انکی امداد کی محتاج تھی پیشوا نظبعاً
اس انتظام کیطرف بہت تھوڑی کشش ظاہر کی کہ سب سڈری دوستی کے نام سے ایک
سٹیٹ روپیہ کا انصرام اس سٹیٹ کے لئے کرے جسکے لیئے وہ فوجی ماتحت ہوا اور وہ اُسکے
لیئے سپاہ کو بہم پھنچائے سب سڈری کے معنے یہ ہیں کہ ایک سٹیٹ دوسری سٹیٹ کی امداد زر
عہد و پیمان کے موافق اسلیئے کرے کہ وہ اسکے معاوضہ میں جنگ میں اُسکی اعانت فوج سے
کرے۔ باوجود اسکے میسور سے لڑنے کے لئے نظام و پیشوا نے انگریزوں کے ساتھ اتفاق کیا
ٹیپو سلطان سے درخواست کی گئی کہ معقول شرائط پر وہ اپنے فرانسیسی اتحاد کو چھوڑ دے
اور انکی سپاہ سے ہتیار لے لے اس نے ان درخواستوں کے ماننے میں تجاہل یا کنارہ کشی کی
تو پھر متفقہ سپاہیوں نے ۱۷۹۹ء کے شروع میں اسپر حملہ کرنے کے لئے سفر کیا دشمنوں کے ساتھ
میدان جنگ میں ٹیپو بے فائدہ کوشش کرکے سری رنگ پٹن میں محصور ہونے میں مجبور ہوا
اور محاصرہ جب تک جاری رہا کہ مئی میں قلعہ پر حملہ ہوا اور وہ فتح ہوا اور ٹیپو قلعہ کے دروازہ
پر لڑکر جاں بحق تسلیم ہوا جسکے سبب سے میسور میں مسلمانوں کی ریاست کا تھوڑے عرصہ میں
خاتمہ ہوا اور لارڈ مورنگٹن نے ٹیپو کی سلطنت کے حصے کچھ آپ لیئے کہ اپنے دوستوں مرہٹوں اور
نظام کو دیئے جو باقی رہا اس میں اس راجہ کی سلطنت قائم کی جسکو حیدر علی نے
خارج کیا تھا یہ ریاست مدتوں تک انگریزوں کے ترقی میں ہی اب فی الحال قدیمی
خاندان اسمیں اچھی طرح سلطنت کرتا ہے۔

ان جنگی و ملکی جہات میں کامیابی کا سبب زیادہ تر یہ تھا کہ اس فوج کشی میں کرنیل
آرتھر ولزلی سپہ سالار تھے انہوں نے یہاں پہلی دفعہ اپنے جوہر دکھائے تھے پھر انکی شہرت ناموری
کا ستارہ ساری دنیا میں چمکا۔ وہ بلند ہوا کہ وہ ڈیوک فخر انگلستان اور ڈیوک
ولنگٹن ہوئے تو اس وقت وہ ایک ماتحت عہدہ رکھتے تھے مگر اپنی عالی دماغی
و روشن ضمیری سے لارڈ مورنگٹن کو وہ نیک صلاحیں و مشورے دیتے تھے کہ اس
جنگ کا خاتمہ جلد اس خیر و خوبی کے ساتھ ہو گیا۔

اکتوبر ۱۷۹۹ء میں کامنس ہوس میں گورنر جنرل کے لیئے شکریہ کے ووٹ دیئے گئے

اس نے فرانسیسیوں کی خوفناک سازشوں اور منصوبوں کا مقابلہ برابر کی لیاقت
اور مستعدی سے کیا خاص کر دکن میں انکی قوت اور اثر کو معدوم کر دیا اور انڈیا میں
برٹش ایمپائر کو مستقل امن و عافیت و آسودگی و اقبالمندی کی بنا پر قائم کر دیا۔
غالباً پبلک تحریر میں یہ شاہانہ لے پہلی دفعہ سُنی گئی ہے جس سے پہلے پارلیمنٹ میں برٹش
گورنمنٹ کی جوابدہیوں اور جاہ و منصب کی افزائش کے برخلاف مباحثوں کے راگ
گائے جاتے تھے۔
یہ سچ ہے کہ ٹیپو کے اقبال کے ستارے ادبار کی برجوں میں آ گئے تھے اگرچہ وہ جاہل
اور مہیب تھا مگر اس میں وہ اوصاف ضرور تھے جو ایشیا میں فرمانروا ہونیکے لیے
چاہئیں ہیں جسکے سبب سے اسکا نام ہند کے فرماں فرماؤں کی فہرست میں داخل
ہوا مگر اسمیں اعلیٰ درجہ کی لیاقت و قابلیت نہیں تھی اس عقل و شعور سے اسکو مس تھا
جو نہایت قابل و لایق تہ بردست ایشیائی فرماں روایوں کو اہل یوروپ کے ساتھ
مٹ بھیڑ کرنے سے باز رکھتی ہے وہ اس ایک طوفان میں بہ گیا جو میسور سے ہی بڑی
بڑی سلطنتوں کو مغلوب کر رہا تھا وہ دُنیا کی بڑے دَور کے حصہ سے ان واقعات کی
سبب سے اٹھتا تھا جنکا سمجھنا بالکل ٹیپو کی سمجھ سے باہر تھا وہ بالکل اسکے بس کا تھا اب
وہ اس دریا میں اچھل کود کر آیا۔ جو انگریزوں کو انضمامی نتایج کے قدرتی فیصلوں پر ہندوستان
میں اعلےٰ درجہ کی برتری و فضیلت پر لے گیا ٹیپو فرانسیسیوں کے ساتھ اس وقت شریک
ہوا کہ انکی انگریزوں کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ کسی طرح سے مصالحت نہیں ہو سکتی تھی
فرانسیسیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ ہم انگریزوں کو آج ایشیائی ممالک مقبوضہ سے بالکل خارج
کر دینگے ٹیپو صریح متنبہ ہو سکتا تھا کہ انگریز اسکے ہاتھ سے تلوار چھین سکتے ہیں جو اپنا
ذرا سا بھی ارادہ انپر وار چلانے کا جنگ میں کرتا ہے وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ جب
اسکے دوست بہت دور دراز فاصلہ پر بیٹھے ہیں تو وہ ہندوستانی جنکا اُس نے ڈرایا
تھا انگریزوں کی پشت پناہ تھے اسکی سرحد پر قریب موجود ہیں لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ
انگریزوں کی درخواستوں کے ماننے کے یہ معنی ہیں کہ انکی حکومت کی اطاعت کیجائے

کہ سپاہ کے ہتیار لے لیئے جائیں اپنی آزادی بہی جائے اور اس والی ملک کے درجہ پر تنزل قبول کیا جائے کہ جسکے غیروں کے ساتھ تعلقات اور فوجی سررشتے انگریزی پولیسی کے موافق منضبط کیئے جایئں اسکی تندمزاجی و سرکشی طبیعت بھلا ان باتونکی کب متحمل ہوتی اسلیئے اس نے بایوسانہ انگریزوں کے ساتھ جنگ کی۔

اسکے آیندہ اکثر یہی صورت حال وقوع میں آئی گو اس میں ایسی شدت نہ تھی اور ایسی ریاستوں اور صاحب ریاستوں کے لیئے یہی اختیار جنگ یا صلح کے پسند کرنے کا دیا گیا۔ تاریخ بیان کرتی ہے کہ بتدریج جن ریاستوں نے اطاعت اختیار کی اور جو ریاستیں بزور شمشیر فتح ہوئیں وہ سب ایک بادشاہی کے ماتحت جمع ہوتی گئیں بالفعل انڈیا میں برٹش ایمپائر کی یہی صورت وشکل اور قانون وآئین بڑے بڑے صوبوں اور بہت سی مطیع ریاستوں کے ساتھ ہیں کہ وہ سب ایک سلطنت میں داخل ہیں۔ قدیمی مغلوں کی سلطنت کی عمارت اسی طرح بتدریج فتوح سے بنائی گئی تھی۔ جب یہ عمارت عالیشان گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوئی تو یہ امر یقینی تھا کہ یہ ٹکڑے جلد کسی مرکزی حکومت کی طرف کشش کر کے پھر یکجا ہونگے جسکی حمایت و حراست کے تمام ضعیف سردار و رئیس طالب ہونگے اسکے زبردست رقیب نیک وسائل سے یا زبردستی سے اسکی بزرگی و فضیلت و عظمت تسلیم کرنے پر ناگزیر مجبور کیئے جاینگے جب انگریزوں کا بنگال پر قبضہ ہو گیا تو انگریزی قوت ایک مستحکم مرکز پر قائم ہو گئی اور پھر اُس نے یکساں بالاستقلال اپنا عمل کرنا آہستہ روی کے ساتھ شروع کیا اور اپنی جڑ کو سے سخت مزاحمتوں کو ہٹایا لیکن صدی کے آخر میں اُس نے بڑی تیز روی اور بیزوری حاصل کی کہ انگلستان و اُس کے حامی قومی قوت و استقلال بلا واسطہ تھے کہ وہ انڈیا میں ممالک پر قبضہ کریں اور ان پر آشوب زمانوں کے مزاج نے انکی کارروائیوں کو اور رنگ میں چھپا دیا تھا۔ وارن ہیسٹنگز کے زمانہ میں جو کام بُرا بُرا سمجھا جاتا تھا وہ لارڈ مورنگٹن (جواب مارکوئس ولزلی ہو گئے تھے) کے زمانہ میں ملکی ضرورت کے لیئے بڑی قوی تدبیر سمجھی جاتی تھی ان دونوں مدبران ملکی کے خیالات اور پولیسی ایک ہی تھی مگر وارن ہیسٹنگز تو اپنی سلطنت کی محافظت میں رنج اٹھاتا تھا مخازن محافظت اس پاس تھوڑے تھے لیکن ولزلی کے پشت پناہ انگلنڈ میں زبر

جسکے سبب سے وہ دلیرانہ جنگہائے عظیم ملکوں کے فتح کرنے کے لیئے کرتا تھا۔

فصل دوم سب سڈیری عہد وپیمان

جب میسور کی ریاست کے ٹکڑے ہو گئے تو برٹش فرمانروانے دو بڑی دو بڑی دقتیں آگے لگائیں اول یہ کہ اُسنے اپنے ایک دیرینہ دشمن کو ہٹایا جسکی والا جاہی نے بتیس برس تک دکن کے درمیان انگریزوں کے ممالک مقبوضہ کو معرض خوف وخطر میں ڈالے رکھا تھا اور دکن زیرین کے ساحل بحر پر پوری حکمرانی حاصل کی جسکے سبب سے فرانسیسیوں کی مداخلت کا اندیشہ بہت کم ہوگیا دوم گورنر جنرل نے اپنے مقصد کو برملا کہدیا کہ ان سب سب سڈیری عہد وپیمان کا نظام تمام ہندوستانی ریاستوں پر انگریزی حکومت کا استیلا واستقلال ایسا قائم کرتا ہے۔ - - - - - - - کہ وہ بالکل ایسے اتحاد کی تدابیر کرنے کے وسائل سے محروم ہو جائیں کہ انگریزی عملداری کی امن وعافیت میں خلل انداز ہوں اور برٹش گورنمنٹ میں یہ قابلیت پیدا ہو جائے کہ وہ ہندوستان میں آسودگی عوام وبہبودی انام کو محفوظ وسلامت رکھے اور ایشیائی گورنمنٹوں کی جو ایک لازمی صفت سختی وتشدد کرنے کی ہے اور حب جاہ طلبی کا جوش انکو چین نہیں لینے دیتا اسپر اسکو تسلط واستیلاء حاصل ہو گورنر جنرل یہ استیلا واستعلا اس ذریعہ سے چاہتا تھا کہ ان ریاستوں کی حراست کا عہد وپیمان دوستانہ کیا جائے جسمیں انکے حقوق کی بھی رعایت کیجائے اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ لارڈ ولزلی کی بے چین اولوالعزمی ایشیائی معاملات میں متحمل نہ ہو سکی اس نے یہ ارادہ کیا کہ تمام ریاستوں پر جنسے کوئی تعلق انگلش گورنمنٹ کا ہے برٹش پروٹیکٹرایٹ (اعلے سلطنت کا اپنے تابع ریاست کا حراست) وسعت اسطرح دے کہ انکو باصرار اسپر راضی کرے کہ وہ اپنے سپاہیوں کو کم کریں اور بیرونی محافظت اور اندرونی امن وعافیت کے لیئے سب سے زیادہ زبردست قوت انگریزی پر اعتبار کریں سب سڈیری عہد وپیمان کا نظام انگریزوں کی سلطنت بڑھانے میں بڑا حصہ رکھتا ہے اسلیئے ضرور ہے کہ مختصر سی توضیح اسکی کیجائے یہ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہندوستان میں لڑائیوں کے اندر انگریزوں کی شراکت اسطرح شروع ہوئی کہ ہندوستانی فرمانروایوں نے

درخواست کی کہ وہ اپنے سپاہیوں سے انکی اعانت کریں پھر اسکے بعد یہ ہوا کہ انگریزوں نے
خود اپنی لڑائیاں لڑیں جنہیں ان ہندوستانی فرمانرواؤں کی۔ سپاہیوں کی مدد لی۔ جو انگریزوں
کے ہم مقصد نہ تھے یہ سپاہیں ہندوستانی رئیسوں کی نہ قواعد داں تھیں نہ قابل اعتبار تھیں
اور بہت ہی اناڑی پنے سے لڑتی تھیں جب انگریزی کمانڈر انکو ساتھ لیتے تھے تو ضرور دیکھا
کہ وہ میدان جنگ میں الٹا پیچھے دیکھتی تھیں بہ نسبت آگا اور جب لڑائی میں کوئی موقع آتا تھا تو یہ
سپاہیں علیحدہ کھڑی ہو جاتی تھیں اور لوٹ کے وقت بے تمیزی سے لوٹنے کے لیے سب طرف
نمودار ہو جاتی تھیں جس بات کی ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ ایسے سپاہیوں کا گروہ پیدا ہو کہ جنپر
یہ اعتبار کیا جائے کہ وہ دشمنوں کی آتش باری میں بالاستقلال قائم ہو کر اپنی سپہ گری کے ہنر
جوہر دکھائیں اگر سپاہ کو تنخواہ باقاعدہ نہ دی جائے اور اسکو ایک افسر کے حکم ماننے کی عادت
نہ ڈلوائی جائے تو اس طرح سے بہت تھوڑا ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ سپاہ کو فرنگستانی افسروں
کے ماتحت کھڑا کیا جائے بس یہ انتظام کرنا پڑا کہ ہندوستانی رؤسا جو انگریزوں کے ایلائی یعنی
دوست تھے اُنسے درخواست کی گئی کہ وہ سپاہیوں کو بہم نہ پہنچایا کریں بلکہ گورنمنٹ انگریزی
کو روپیہ دیدیا کریں کہ وہ سپاہیوں کی ایک تعداد معینہ کی بھرتی کرے اور انکو قواعد داں
بنائے اور تنخواہ دیا کرے اور اسکے خرچ کے موافق روپیہ رئیسوں سے لے لیا کرے اسی کو
سبسڈری ایلائنس کہتے ہیں۔

ہندوستان میں جو عہد و پیمان سبسڈری کیئے گئے وہ ان سے مختلف تھے جو انگلنڈ نے
یوروپ کے سٹیٹو سے کیئے تھے آسٹریا اور روس سے یہ عہد و پیمان کیا گیا تھا کہ وہ سپاہیوں کو
بہم پہنچائیں انگلنڈ انکے خرچ کے لیئے روپیہ دے یہاں اسکے برخلاف تھا کہ حیدرآباد یا اودھ
روپیہ دیا کرے اور برٹش گورنمنٹ سپاہیونکی بھرتی کیا کرے اب تک ہندوستانی رؤسا نے
زر کثیر بُری طرح سے سپاہ کے لیئے خرچ کیا تھا جسکا نہ انتظام اچھا تھا نہ وہ مطیع و فرمانبردار
تھی اور ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی تھی اب ہنرمند متمول منتظموں نے یہ مفید عہد و پیمان کیئے
ہیں کہ کل فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہندوستانی رؤسا کو سپاہ کی تنخواہ کے لیئے فقط
روپیہ دینے سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ وہ اپنے ملک کی آمدنی کا انتظام بخوبی کریں اور

سرکش سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچے اور اپنے گھر میں چین و آرام سے بیٹھے لیکن یہ سبسڈیری
(زرموعود و سپاہ کے معاوضہ کا) ہندوستانی رؤسا بہت ہی بےقاعدہ ادا کرتے تھے اس لیئے
وہی پرانا دستور العمل ایشیائی جاری کرنا پڑا کہ سپاہ کے خرچ کے لیئے زمین مقرر کی جائے۔
اب ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کو پنجاب سے کچھ تعلق نہ تھا اور تین سٹیٹس (ریاستوں) کی
طاقت وسعت سے تعلق تھا انمیں سے دو مسلمانوں کی ریاستیں اودھ اور حیدرآباد تھیں انہوں نے
لارڈ ولزلی کی اس درخواست کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہیں کیا ان دونو میں سے کوئی ایک
بھی بغیر انگریزونکی حراست کے غالباً اپنے تئیں مدت تک سلامت نہیں رکھ سکتی تھیں۔
حیدرآباد کے نظام کے ساتھ میسور کی تقسیم میں بڑا فیاضانہ سلوک کیا گیا تھا۔ ٹیپو کے ہلاک ہونے
سے نظام کو اپنے ایک دشمن دیرینہ سے فراغت ملگئی تھی سنہ ۱۸۰۰ء میں نظام نے برٹش گورنمنٹ
کو ہمیشہ کے لیئے بہت سے ضلعے اپنی ریاست کے بعوض افزائش سب سڈری فوج کے اسلیئے دیدیئے
کہ سب سڈری سپاہ کی جو افزائش ہوئی ہے اُسکو باقاعدہ تنخواہ دی جائے نواب وزیر اودھ
میں تخت نشین انگریزوں کے سبب سے ہوا تھا اسکے ملک کا حال ابتر و پریشان تھا اسکی سپاہ سرکش بھی
اور اسکے خزانہ کا حال بھی اس سبب سے خراب ہو رہا تھا کہ اسکو انگلش گورنمنٹ کی سپاہ کے خرچ کے لیئے
بہت روپیہ دینا پڑتا تھا۔ ان دقتوں کے سبب سے اس نے انگریزوں سے درخواست کی کہ
وہ اپنی پادشاہی سے مستعفی ہوتا ہے اس درخواست پر گورنر جنرل کو بڑا غصہ آیا اور برٹش گورنمنٹ
کی سب سے اوّل دوست کے ساتھ وہ تھوڑے صبر و تحمل کو کام میں لایا لیکن اصلی ضرورت اسکی یہی
تھی کہ معاملات اودھ کا انتظام اچھی طرح کیا جائے۔ لارڈ ولزلی کے حاکمانہ عہد و پیماں کا نتیجہ
یہ تھا کہ نواب وزیر نے اپنی سرحد کے سارے اضلاع کمپنی کو دیدیئے جنمیں روہیل کھنڈ بھی شامل
تھا۔ وہ جس آمدنی ملک سے محروم کیا گیا وہ سب سڈری سپاہ کے خرچ کی برابر تھی اس انتظام
سے آخرکار ہسٹنگز کا وہ سرحدی بندوبست جو تیس برس سے بڑا کارگر چلا آتا تھا ٹوٹ گیا۔
اب اودھ کی حکومت میں وہ اضلاع نہیں رہے جنپر مرہٹوں کے اور شمالی مغرب سے اور
حملہ آوروں کے حملے ہوتے کل ملک کے بیرونی اضلاع گورنر جنرل نے لے لیئے جسکے سبب سے اودھ کے
گرد انگریزی عملداری کے حلقے کھنچ گیے اور وہ حملوں کی آفات سے بچ گیا اس سے برٹش گورنمنٹ کے

ملک میں یہ بڑی افزونی ہوئی کہ آپس ہندوستان کے قلب میں بعض بڑے زرخیز اضلاع آگئے جو گنگا اور اسکے معین دریاؤں کے اوپر کوہ ہمالیہ تک پھیلتے تھے اس سے بڑی چوڑی بُنیاد پر برٹش گورنمنٹ قائم ہوگئی اس سے مُلک کی آمدنی بہت بڑھ گئی اور وہ بالائے ہند میں سیندھیا کی مملکت مقبوضہ کے حدود کے مقابلہ میں آگئے ۔

فصل سوم مرہٹے ۱۸۰۲ سے ۱۸۰۵ء

جب فرانسیسیوں سے مصر خالی ہوا اور انگریزوں سے صلح امینس میں ہوگئی تو لارڈ ولزلی کی جنگی تیزی کی کمانی ڈھیلی ہوئی اب تک وہ اپنی پولیسی کو یہ بیان کرتے تھے کہ وہ محض اپنی حفاظت اور صلح طلبی کے لئے ہے جسکی توجیہ یہ کی جاتی تھی کہ مجبوری ہند میں انگلنڈ کی سلطنت کو وسعت اسلئے دی جاتی ہے کہ فرانسیس کے عزیمت کے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس بات پر انکا اصرار تھا کہ ہندوستانی والیان ملک اپنے سپاہیوں کو کم کریں تاکہ وہ اس قوم کے مقابلہ سے انکو محفوظ رکھیں جو تمام دُنیا کی سلطنتوں کے تختوں کو اپنی بے انتہا عالی ہمتی اور غارت گری کے آگے ایک کھیل اور شکار جانتی ہے اور کبھی اس سے سیر نہیں ہوتی لیکن میسور حیدرآباد و اودھ میں فرانسیسوں کے خوف کے امراض متعدیہ دفع ہوگئے تھے لارڈ ولزلی نے لکھا کہ اب ہندوستان میں بڑی ہندوستانی ریاستیں جو برٹش گورنمنٹ سے آزاد بچے ہوئیں ہیں وہ مرہٹوں کی ریاتیں ہیں ۔

یہ مرہٹوں کی ہٹ دھرمی تھی کہ باوجود فرانسیسیوں کے دغاؤ فریب سے بار بار متنبہ ہونے کے انکو انگریزوں پر ترجیح دیتے تھے اور انگریزی حکومت سے دلی بیزاری رکھتے تھے۔ مرہٹوں کی خصلت تھی کہ وہ نچلے نہیں بیٹھتے تھے انکا مقام ایسی جگہہ تھا کہ جہاں وہ آئندہ فرانسیسیوں کی ساتھ سازشیں و آمیزشیں کر سکتے تھے بہت سے فرانسیسی افسر سیندھیا کے ملازم تھے ان باتوں کے سبب سے یہ امر گورنر جنرل کے دلنشین ہوا کہ حزم و احتیاط دُور اندیشی کا مقتضا یہ ہے۔ کہ مرہٹوں کی سلطنتوں کی کونسلوں میں ضرور استیلا حاصل کیا جائے اور کوئی پولیٹیکل کا نظام

ایسا کیا جائے کہ مرہٹوں کے برخلاف ایک زبردست روک ہو۔ یہ روک مسلمانوں کی ریاستوں سے سب سڈری عہدوپیمان سے ہو گئی تھی اور مرہٹوں کے تین بڑے سردار سیندھیا۔ ہلکر۔ راجہ ناگپور تھے جو آپس میں ایک دوسرے پر اپنے استیلاء واستعلاء کے لیئے ہتیار چلا رہے تھے۔ ان تینوں سرداروں کا سردار پیشوا تھا۔ جو پونہ میں رہتا تھا۔ اسکی گورنمنٹ کو ان تینوں سرداروں کی سپاہیں جو اُسی کے ملک سے پرورش پاتی تھیں دھمکا رہی تھیں اسلیئے برٹش گورنمنٹ کے لیئے یہ وقت نہایت مناسب وموزوں تھا کہ وہ پیشوا سے اسکی حراست ومحافظت کے لئے پیغام دے اگر ان سرداروں کی سپاہیں پیشوا کو زیروزبر کر کے مرہٹوں کی کل سلطنت کی مالک ہو جاتیں تو غالباً پھر وہ ہلکر انگریزوں کے ساتھ رزم آرائی میں پیشقدمی کرتیں۔ تھا اب تک پیشوا باجے راؤ انگریزوں کے ساتھ سب سڈری عہدوپیمان کرنے سے گریز کرتا لیکن اسکا ہلکر سے سخت بگاڑ ہو گیا تھا اسنے اسکے بھائی کو بڑے ظلم سے مارا تھا۔ اسکی دارالسلطنت پر ہلکر چڑھائی کرنے کے لیئے سفر کر رہا تھا کہ پیشوا اسکی امداد کو سیندھیا آیا۔ ایک جنگ عظیم ہوئی جسمیں ہلکر کو شکست ہونے کو تھی کہ اُس نے اپنے سواروں کو ساتھ لیکر ایسا دلیرانہ حملہ کیا کہ دشمنوں کے سپاہیوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا پیشوا ایک قلعہ میں بھاگ کر گیا اور وہاں سے اپنا ایلچی انگریزوں کے پاس بھیجکر ان سے امداد کی درخواست کی پھر وہ جلد بمبئی کے پاس بسین میں چلا گیا یہاں اُس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ یہ عہدوپیمان کیئے کہ انگریز اپنی ایک زبردست سپاہ سے اسکی محافظت کریں اور وہ اس سپاہ کا خرچ ادا کرے اور یہ سپاہ ہمیشہ اسکے ملک میں رہا کرے اور وہ جو غیر ریاستوں سے اپنے تعلقات پیدا کرے وہ انگلش پولیسی کے ماتحت ہوں۔

اس عہدنامہ سے لارڈ ولزلی کا ایک اور مقصد اعظم یہ بھی حاصل ہوا کہ مرہٹے جو نظام کو دبا کر بے حد دعویٰ اسپر کرتے تھے اُن کے اندر بیچ میں پڑنے کا اختیار برٹش گورنمنٹ کو حاصل ہو گیا جسکے سبب سے حیدرآباد کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی محتاج ہو گئی

ہو گئی اب مرہٹوں کو اپنی تمام درخواستیں نظام کی بابت برٹش گورنمنٹ سے
کرنی پڑتیں پیشوا کے ساتھ اس عظیم الشان عہد و پیمان کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی
گئی اب پیشوا اپنی دار السلطنت پونہ میں انگریزی سپاہ کو اپنی حراست کے لئے ساتھ
لیکر داخل ہوا اس سپاہ کے کمانڈر جنرل آرتھر ولزلی تھے۔ مرہٹوں کے سردار جو آپس
میں لڑ رہے تھے انکو معلوم ہو گیا کہ انکی گورنمنٹ کا مرکز انگریزوں کی حراست میں
آگیا اب لارڈ ولزلی کا نظام اپنی معراج پر پہنچ گیا تھا انگریزوں کی سب سڈری
سپاہیں چار بڑی زبردست ریاستوں کی دار السلطنتوں میسور، حیدر آباد، لکھنؤ
پونہ میں مقیم ہو گئیں ان ریاستوں میں جو جھگڑا فساد اوٹھتا وہ برٹش گورنمنٹ کی ثالثی
سے فیصل ہونے لگا انمیں کسی اور یوروپ قوم کی مداخلت بالکل خارج ہو گئی۔
لارڈ ولزلی ان ہی ستونوں پر ایک مستقل شائستہ مہذب و باضابطہ و ترتیب نظام کے
استیلا و استقلال کی مستحکم عمارت بنا رہا تھا جسکے گرد جھری جھری منتشر و پریشان ریاستیں تھیں
انہیں کی جگہ پر یہ عمارت بن رہی تھی بسین کے عہد و پیمان مرہٹے سرداروں کو ناگوار
تھے وہ یہ جانتے تھے کہ اسکے سبب سے ہمارے اتحاد کی جڑ پر تیشہ زنی ہوئی ہے اور
پونہ میں برٹش گورنمنٹ کے رعب و داب و اثر کا غلبہ پانا انکی آزادی کو مغلوب کر یگا۔
مرہٹوں کی سلطنت کا جو سر تھا وہ برٹش گورنمنٹ کے قابو میں آگیا تھا اسکا طبعاً یہ
اقتضا ہوگا کہ ایک عرصہ میں مرہٹوں کی اور ریاستوں و حکومتوں کو اپنی ماتحتی کی
حالت میں لائیگی انکو جو یہ خوف تھا وہی وقوع میں آیا۔ مقابلہ کے لئے انہوں نے
اپنا ارادہ مصمم کیا انہوں نے بسین کے اس عہد و پیمان کے قبول کرنے سے پہلو تہی کی
اور یہ سوال کیا کہ پیشوا کو بغیر انکی منظوری کے ایسے عہد و پیمان کرنے کا اختیار کہاں
تھا؟ انہوں نے اپنے سب آپس کے جھگڑوں کو اُٹھا رکھا اور سب کا میلان خاطر اس
طرف ہوا کہ پہلے اس خوف کو رفع کیجئے جو سب کے پیچھے لگا ہوا ہے مرہٹوں کے سرداروں
میں راجہ ناگپور جسکو عوام راجہ برار کہتے تھے بڑا رعب داب رکھتا تھا۔ وہ
برٹش کے برخلاف سازش کرنے میں کامیاب ہوا لیکن ہلکر اس میں سعیہ دھیا کے ساتھ

شریک نہیں ہوا گو اُس نے آپس کی جنگ کو ملتوی کر دیا اور بڑودہ گائکوار علیحدہ رہا۔
اور ناگپور کے ساتھ سیندھیا شریک ہوا۔ ان دونو سے جب برٹش سفیر نے انکے ارادوں
کی وجوہ پوچھیں تو اُنہوں نے اسپر کچھ التفات نہیں کیا اور حیدرآباد کی سرحد پر چڑھائی
کی۔ مرہٹے ہر وقت ملنے کو مفید مطلب اس لیئے جانتے تھے کہ اُنکو امید تھی کہ ہم ہلکہ کو
سمجھا بجھو کر سازش میں شریک کر لینگے اور اسی وجہ سے برٹش کے لیئے یہ امر بکار آمد
تھا کہ ان دو تو سرداروں پر زور ڈالا جائے کہ وہ جنگ کا یا صلح کا فیصلہ کر لیں۔
یوروپ میں ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ فراسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی ہونیوالی
ہے انگلنڈ کے وزرا نے گورنر جنرل ہند کو آگاہ کیا کہ ایک فراسیس بیڑا برسیٹ میں ایسٹ
کے لیئے تیار ہو رہا ہے اُنہوں نے اسکو حکم بھیجدیا کہ فراسیسی اراکاموتوں کو جو عہدنامہ ایمیس کے
موافق واپس کی گئی تھیں اُنپر سے اپنا قبضہ نہ اُٹھائے اور سپاہیوں کی لڑائی کے لیئے تیار رہے
اسی وقت میں گورنر جنرل پر اعتراض ہوئے کہ اسنے سپاہ کی خرچوں کی زیادتی اور کمپنی کی
تجارت کے تبدل آمدنی پر توجہ نہ کی اور دوسری طرف توجہ کی
جو گورنر جنرل کے نزدیک نہایت نامناسب تھے اور اُنکو ناگوار گذرے۔
لارڈ ولزلی نے اپنا استعفا پیش کیا اور وزرا انگلنڈ سے درخواست کی کہ تجارت کی تبدیلی
حالت کے سبب سے کورٹ اوف ڈائرکٹر کو جو غصہ و خوف ہوا ہے اسپر وہ اس توجہ دلی سے مشغول
ہوں جو سچی دانائی ضعیف عقل و تعصبات و جہالت و جذبات نفسانی تک وسعت رکھتی ہے۔
اسکے ساتھ ہی اُس نے بڑی پھُرتی و چالاکی سے سیندھیا و راجہ ناگپور سے لڑنے کے لیئے بڑے
اعلےٰ درجہ کی تیاریاں کیں۔
جب انگریزوں و فراسیسیوں کے درمیان پرخاش میں شدت ہوئی تو گورنر جنرل نے تمام اپنی
فوجی قوتوں کو ایک اعلےٰ درجہ کے افسر کے ماتحت یکجا جمع کرنا نہایت ضروری جانا۔ آرتھر ولزلی
نے بتلایا کہ دراصل یہ خوف بہت تھوڑا ہے کہ فراسیس اس قابل ہونگے کہ اپنے سپاہیوں کو مرہٹوں سے
ملاویں اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر انکی فوجیں خشکی میں اُتر بھی آئیں تو اپنے سب ضروری سامان
کے لیئے محتاج ہونگیں اور اپنے رسدگاہ سے اُنکا انقطاع ہو جائیگا لیکن پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ

یوروپین جنگ عظیم سے ہمیشہ ہند میں انگریزوں کا منصب جو کھوں میں آتا ہے لارڈ ولزلی نے خوب دیکھ لیا کہ جس سلطنت کو وہ خشکی میں قائم کر رہا ہے اسکی سلامتی دراصل اسپر موقوف ہی کہ سمندر میں حکمرانی یا عظمت و شان قائم رکھی جائے اس نے وزارت انگلنڈ سے یہ التماس کی کہ جب تک کیپ گڈ ھوپ اور موریشس اہل فرانس کے ہاتھ میں ہیں ہمیشہ سواحل ہند پر پریشانی رہیگی اور خشکی میں فرانس کی امداد کی امیدوں سے ہمارے دشمنوں کی ہمت و جرأت بڑھتی رہیگی خلاصہ یہ ہے کہ اس موقع پر کہ ایشیا و یوروپ میں فرانسیس سے جنگ از سر نو شروع ہوئی اُس نے اپنے اوپر تکلیف گوارا کرنے میں اور فوج کشی کی تیاریوں میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی کہ اس سے ہند میں برٹش ایمپائر کے استحکام کی اور آیندہ ہند کی بالکل آسودگی کی تکمیل ہوجائے وقتاً فوقتاً لارڈ ولزلی نے مقاصد مذکور کے حاصل کرنے کے لیئے جو ترکیبیں کیں خواہ اُن پر کچھ ہی خیال کیا جائے مگر یہ ناممکن ہے کہ اسکی یہ مدح و ثنا نہ کی جائے کہ اُس نے پولٹکل افق پر خوب صفائی و دوربینائی سے پیمایش کی ۔

گورنر جنرل نے ان خیالات و ارادوں کے ساتھ جنرل ولزلی کو جو مغربی ہند میں سیندھیا سے مقابلہ کر رہا تھا اور جنرل لیک کو جو شمال و مغرب میں سیندھیا کے ممالک مقبوضہ پر حرکت کر رہا تھا احکام بھیجے جنکا مقصد اعظم یہ تھا کہ سیندھیا کی طاقت تحلیل ہوجائے اور صلح ہوجائے جس سے برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ میں اتنا ملک منتقل ہوجائے جو ممالک متوسطہ میں سیندھیا کے حدبار رکھنے کے لیئے کافی ہو اور اسکا مغربی ساحل سمندر سے بالکل انقطاع ہو اور اسکو دہلی سے خارج کردے جہاں وہ شہنشاہ دہلی کی نیابت کر رہا ہے اور یہاں اسکو پھر ممالک متوسطہ میں واپس کردے اور اسکے اضلاع اور شمالی ہند کے درمیان حد فاصل قائم ہوجائے دہلی میں موشیر پیروں سیندھیا کے بڑے لائق فرانسیسو افسروں میں سے ایک تھا اسکے زیر حکم ایک بڑی قواعد داں سپاہ موجود تھی اس کے قبضہ میں ایک قلعہ پر متصرف تھا جسمیں شہنشاہ شاہ عالم کو قیدیوں کی طرح رکھتا تھا اور اسکے نام سے وہ حکومت کرتا تھا اسکی سپاہ میں چالیس ہزار سپاہ کے قریب تھی اور اس کے ساتھ بڑا توپ خانہ تھا اس کے افسر فرانسیسی تھے۔ لارڈ ولزلی کا مقصد اعظم یہ تھا کہ اس سپاہ کو منتشر و پراگندہ کردے اس کو سیندھیا کی تیغ زنی کا فکر اس سبب سے زیادہ رہتا تھا کہ اس کو علم ان مراسلات اور سازشوں کا ہوتا تھا جو

مرہٹوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہوتی تھیں۔
دو بڑے جرنیل آرتھر ولزلی و لیک جنکو جنگ میں بالکل ڈپلومیٹک اختیارات دئیے گئے تھے انگریزی سپاہ اپنے زیر حکم لیکر گئے لڑائی شروع کی اور اسمیں نمایاں فتوح اور دل خواہ مقاصد حاصل کیئے جولائی ۱۸۰۳ء میں جرنیل ولزلی نے سیندھیا اور راجہ ناگپور کو مطلع کیا کہ وہ اپنی سپاہیوں کو نظام کی سرحد سے اپنے مقام سے پرے ہٹائیں نہیں ان پر حملہ کیا جائیگا انہوں نے جنرل ولزلی کو یہ جواب دیا کہ اوّل وہ مراجعت کرے لیکن اس مراجعت سے وہ ملک جو انکی حرکتوں سے معرض خطر میں تھا چھوڑنا پڑتا تھا اسلیئے انگریزی لشکر آگے بڑھا اور اسنے حسب ضابطہ اشتہار جنگ دیدیا اس فوجکی دیدگاہ ممالک متوسطہ ہند کا وہ حصہ تھا جسمیں حیدرآباد کی شمالی سرحدان دو مرہٹے سرداروں کی ممالک مقبوضہ سے ملی تھی۔ ۱۸۰۳ء میں اسیسی میں لڑائی ہوئی سیندھیا کی سپاہ دلیرانہ اچھی طرح لڑی اور ڈی بوئن کی پرانی پلٹنیں میدان جنگ میں ڈٹی رہیں اور انکے توپخانہ نے انگریزی پیدل سپاہ کو بڑا نقصان پہنچایا اور اپنی توپوں پر سپاہی لڑتے ہوئے مارے گئے مگر جنرل ولزلی نے قطعی فتح حاصل کی اور وہ برار کی طرف آگے بڑھا اور ارگاؤں میں راجہ ناگپور کی سپاہ کو شکست فاش دی اور حملہ کرکے گاول گڈھ کا قلعہ لے لیا اور سال کے ختم ہونے سے پہلے ان دو نو لڑنے والے مرہٹہ سرداروں سے ان شرائط پر صلح ہوگئی جو برٹش کمانڈر نے لکھائیں شمال مغرب میں جو جنرل لیک نے فتوح حاصل کیں وہ بھی ایسی ہی با وقعت و عظمت تھیں اس نے حملہ کرکے علی گڈھ کو لے لیا۔ دہلی میں جو سیندھیا کی سپاہ تھی اسکو پراگندہ کردیا۔ دہلی کے قلعہ پر قبضہ کیا اور بادشاہ کی ذات کی محافظت اپنے ذمے لی آخر کو نوامبر ۱۸۰۳ء میں لدس واری میں انگریزی اور سیندھیا کی سپاہ میں سترہ پلٹنیں قواعد داں پیادوں کی تھیں اور اسکے ساتھ عمدہ توپخانہ تھا یہی آخری سپاہ قواعد داں سیندھیا کی تھی وہ ایسی بہادری سے لڑی کہ لیک نے لکھا کہ اگر پیروں اور فرانسیس افسر مرہٹوں کی ملازمت چھوڑکے نہ چلے جاتے تو فتح کا حاصل ہونا مشتبہ ہوجاتا باوجود اسکے اس سپاہ نے بڑی بہادری سے وہ معرکہ آرائی کی جو اکثر شمالی ہند کی سپاہیں کیا کرتی ہیں اور جب تک میدان جنگ میں وہ لڑتی رہیں کہ اسکی ساری توپیں چھین گئیں اور آخر کار اسکو عزت کے ساتھ شکست ہوئی۔

ان سخت لڑائیوں کا جنمیں فتوح حاصل ہوئیں نتیجہ یہ تھا کہ وہ فوجی انتظام جسپر سیندھیا کی برتری و علویت کی عمارت قائم تھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اسکا جو تعلق بادشاہ دہلی کے ساتھ تھا وہ جاتا رہا پونہ میں اسکا رعب داب باقی نہیں رہا وہ پیشوا کی سلطنت کا نہایت مہیب رکن تھا دونو سیندھیا اور راجہ ناگپور نے اپنے تئیں حالتِ زار میں دیکھا کہ تمام ملک مقبوضہ انکے ہاتھ سے نکل گیا۔ اپنے سپاہیوں کے برباد ہونے کے بعد بادل ناخواستہ ان شرائط پر وہ راضی ہو گئے جو برٹش گورنمنٹ نے لکھائیں حسب ضابطہ بسین کے عہدنامہ کو تسلیم کیا اور عہد پیمان ہوئے کہ انگریزی سپاہ اسکی محافظت کرے۔ سیندھیا نے برٹش کو اپنے تمام شمالی اضلاع جو جمنا کے دونو طرف تھے۔ اور اپنے مغربی ساحل کے تمام بندرگاہ اور ممالک مفتوحہ دیدیئے۔ دہلی کا شہر جو شہنشاہ مغلیہ کا قید خانہ تھا انگریزوں کے حوالہ کیا اپنے تمام فرانسیسی افسروں کو موقوف کیا اور اس امر کو منظور کیا کہ اس کی سرحد کے قریب ایک بڑی سپاہ انگریزی رہا کرے جسکا خرچ وہ خود دیا کرے۔ راجہ ناگپور نے برار پھر نظام کو حوالہ کیا اور برٹش گورنمنٹ کو ضلع کٹک دیدیا جو خلیج بنگال پر مدراس کے اضلاع بالا اور بنگال کے جنوب مغربی اضلاع کے درمیان واقع تھا۔

جسونت راؤ ہلکر اس امید میں جنگ سے علیٰحدہ رہا تھا کہ وہ اپنے رقیب اور دشمن سیندھیا کی تباہی سے مستفید ہوگا وہ مرہٹوں کے پرانے غول کے ساتھ راجپوتانہ کے آزاد مقاموں میں رہتا تھا اب اس نے یہ ارادہ کیا کہ سیندھیا کی حالت غیر محفوظ سے مستفید ہو لارڈ لیک نے اس کو اطلاع دی کہ وہ اپنے ملک کو مراجعت کرے اور اگر وہ اس بات کو نہیں قبول کریگا تو اسپر انگریزی سپاہ حملہ آور ہوگی ہلکر ہمیشہ اپنی مرہٹوں کی پرانی سپاہیانہ چالوں کے نظام کو اختیار کرتا۔ سب سواروں کو ساتھ لے کر ایک جگہ لوٹ مار کی پھر اور دوسری جگہ جاکر حملے کیئے وہ انگریزوں کا بڑا چالاک اور آزار رساں دشمن نکلا کرنیل موں سون کو وہ اپنے تعاقب میں بہت دور فریب دیکر لے گیا۔ اور پھر دفعتہً ان پر حملہ کیا اور اسکی تمام سپاہ کو تقریباً ہلاک کیا پھر نوامبر ۱۸۰۴ءمیں دیگ میں انگریزی سپاہ سے دلیرانہ جنگ لڑا اور اسکے دوست بھرتپور کے راجہ نے بھرت پور کے محاصرہ اٹھانے پر انگریزی جنرل کو مجبور کیا۔ لیکن لیک کی فوج رواں نے ہلکر کا تعاقب کیا اور اس میں ایسی پھرتی و چستی و چالاکی کی کہ ہلکر متحیر ہو گیا اور اسکی ساری سپاہ کو منتشر کر دیا۔ ہلکر پنجاب میں جاکر پناہ گزین

پھروہ برٹش گورنمنٹ سے ان عہد وپیمان کرنے پر راضی ہوگیا جو سیندھیا اور راجہ ناگپور نے
انگریزوں سے کئے تھے اور اپنے ملک میں بھاگیا۔

فصل چہارم لارڈ ولزلی کی پولیسی کا روپو یعنی اُنکے انتظامات و تدابیر کا حُسن و قبح

ان سب لڑائیوں کا نتیجہ و حاصل یہ تھا کہ کل ہندوستان میں آیندہ انگریزی پولیٹکل استیلا
و استعلا برتری و علویت کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگیا ہندوستان میں گزشتہ بیس سالوں سے ہندوستانی
صاحب ملک فرنگستانی فوجی نظام کی تقلید کرکے سپاہیوں کو قواعد دانی بتاتے تھے اس کو
ولزلی اور لیک کی فوج کشیوں نے مٹا دیا اور مرہٹوں کے ہاتھوں میں اس ہتیار کو توڑ دیا جسپر
میدان جنگ میں مقابلہ کرنے کے اندر وہ بہت بھروسا رکھتے تھے۔ مسلمانوں اور مرہٹوں کی
بڑی بڑی ریاستیں بہت سی پلٹنیں اور ہزاروں تومند سپاہی ماتحت فرنگستانی افسروں کے
رکھتی تھے انکی بجائے لارڈ ولزلی نے سبسڈری عہد وپیمان کے موافق اپنی سپاہ کے ڈویژن
مقرر کیے جنمیں بائیس ہزار سپاہی تھے جنکی چھاونیاں اُن ہندوستانی ریاستوں کے اندر
یا انکی سرحدوں پر رہتی تھیں اور ان ہی ریاستوں کی آمدنی سے انکا خرچ دیا جاتا تھا اور اب
سے آیندہ انیس فرنگستانی افسروں کا نوکر رکھنا بغیر برٹش گورنمنٹ کی اجازت کے ممنوع
ہوا تھا اور اس عہد وپیمان کا اثر یہ بھی تھا کہ ہندوستانی ریاستوں کو آپس میں لڑنے کی
ممانعت تھی باہم آپس کے تمام جھگڑوں کا انفصال برٹش کی ثالثی کو سپرد ہوتا تھا سپریم گورنمنٹ
فرمانروا رئیسوں کے ملکوں کو حدود مقرر کردیتی تھی جنمیں وہ حکمرانی کرتے تھے اور آیندہ
انکا آپس میں اختلاط و ارتباط کرنا کسی ایسے مطلب کیلئے جو برٹش گورنمنٹ کے حق میں مضر
ہوں منع کیا گیا اور ان ہندوستانی ریاستوں اور کسی ایک اجنبی سلطنت کے مابین مراسلت
اور آمد و رفت کے ابواب پر بالکل قفل لگائے گئے۔

اب تک مرہٹوں کے سرداروں نے ممالک متوسطہ ہند میں جو ملک ٹکڑے ٹکڑے کرکے
مختلف مالکوں سے اوقات مختلفہ میں چھینا تھا وہ نظام و پیشوا اور راجپوتوں کے قلمرووں سے

ایسا خلط ملط تھا کہ حقوق ملکی اور آمدنی کو آپس میں جھگڑے میں ڈالتا تھا اور اس کے سبب سے مداخلت بیجا اور فسادوں کے بڑھانے کے لیئے بہانے پیدا ہوتے تھے۔

لارڈ ولزلی کی پولیسی یہ تھی کہ اول ہندوستان کے اس حصہ کا پولیٹکل نقشہ ایسا مرتب ہونا چاہیئے کہ حکمران مرہٹہ کی ریاست کی صاف صاف حدود بندی معلوم ہو دوم اسکے یہ مقاصد تھے کہ مرہٹوں کی ملک متحدہ کے درمیان بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو مرہٹونکی نہ ہوں داخل کرے اور شمالی ہند میں مرہٹوں اور بریٹش کے درمیان حد فاصل قائم کرے اور ان چھوٹی چھوٹی سٹیٹوں کی جو انگریزی عملداری کی سرحد پر ہوں انکی آزادی کی برٹش گورمنٹ کفیل ہو۔ سوم وہ یہ چاہتا تھا کہ جنرل ہند کا نقشہ از سر نو مرتب ہو۔ جسمیں مدراس کے بڑے بڑے ممالک مقبوضہ کا تسلسل بنگال کے دارالمرکز حکومت سے ہو جائے اس استحکام و ارتباط کے کام کو بارہ برس بعد لارڈ ہیسٹنگز نے آگے بڑھایا۔ ڈلہوزی نے اسکو کمال پر پہنچایا۔ لارڈ ولزلی نے تمام ہندوستان کی باستثنائے پنجاب سندھ کی ملکی تقسیم کی جو آیندہ چالیس برس تک قائم رہی اور اب تک اسکا بڑا حصہ زندہ ہے جب شاہی شہروں دہلی آگرہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور انکے ساتھ جمنا کے دونو طرف متصل ملک ہاتھ آیا اور گنگا جمنا کا دوآبہ ممالک مقبوضہ کے ساتھ الحاق کیا گیا تو انگریزی عملداری بنگال سے شمال مغرب کیطرف پہاڑ تک بڑھ گئی اور اسکی سرحد جمنا کے اوپر کی طرف قائم ہو گئی کٹک کے ضلع کے حاصل ہونے کے سبب سے - - - - - - - - - - - - دونو پریسیڈنسیاں بنگال اور مدراس آپس میں علی الاتصال جنوب مشرقی ساحل سمندر پر ہو گئیں پس انگریزوں کو مملکت ہمالیہ پہاڑ سے نیچے خلیج بنگال تک ایک بڑے فراخ خطہ میں بغیر کسی فصل کے ہو گئی اور مدراس کے غایت جنوبی ضلع نے جب ساحل مغربی کا ملک حاصل کیا تو ہندوستان کے کل سواحل بحریہ انگریزوں کی حکومت کو کامل کر دیا۔

ان سب باتوں سے زیادہ یہ بات تھی کہ لارڈ ولزلی نے مرہٹوں کو دہلی سے نکالدیا۔ اور مغلوں کے بادشاہ کی اور اسکے خاندان کی محافظت اپنے ذمے لے لی اور اس کام کے کرنے سے پولیسی میں بڑی تبدیلی ہوئی کم از چہل سال سے یہ ہو رہا تھا کہ جو کوئی غاصب سلطنت

یا اولوالعزم جانباز دارالسلطنت دہلی پر قابض ہوتا وہ کاغذوں پر بادشاہ کے دستخط کرانے کا مختار ہوتا وہ بادشاہی دربار کو جو کچھ اختیار نہیں رکھتا تھا ڈراتا اور کسی اعلیٰ عہدہ پر اپنے تئیں بادشاہ سے مقرر کراکے فرمانروائی کرتا یا بادشاہ سے ملک اپنے لیئے لیتا اور اسکا مالک بنجاتا ابتدا زمانہ میں انگلش اور فرنچ کمپنیوں نے یہ بڑی احتیاط کی تھی کہ دہلی کے شہنشاہ سے اپنے لیئے دستاویز حیثیت حاصل کرلی تھی یہ مشہور ہے کہ جب امینس کے عہدنامہ کے موافق پونڈچیری فرنچ کو واپس دیا گیا تو بوناپارٹ کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اس نے ہندوستان میں فرانسیسی دارالاقامتوں میں ایک بڑا ملیٹری سٹاف بھیجا کہ سیندھیا کی ملازمت میں جو فرانسیسی افسر ہیں انکی معرفت اسکی سفارت شہنشاہ دہلی سے مراسلت کرے ۱۸۰۳ء میں بوناپارٹ کا یہ منصوبہ کرنا وحشیانہ حرکت تھی کہ وہ خشکی میں ہندوستان کے اندر یہ عزیمت کرے کہ ایک نمایشی سفارت اسلیئے بھیجی کہ وہ خاندان شاہی کو اس کے ظالم دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات دلائے لارڈ ولزلی کو فرانسیسوں کی اس دھمکی دینے سے کہ وہ اپنی قوت کو عظمت جلال کے ساتھ ہندوستان میں قائم کرنا چاہتے ہیں اس قدر اطمینان حاصل ہوا کہ بمجبوری اس نے اسمیں ذرا تامل نہیں کیا کہ عالیجناب شاہ عالم کی ذات اور اسکے خاندان اور اسکی برائے نام حکومت کو برٹش گورنمنٹ کی محافظت میں لے لیا اس نے باضابطہ انکار کیا کہ وہ بادشاہی حقوق کو کام میں لاکر یہ ارادہ نہیں رکھتا۔ کہ وہ ریاستوں پر اپنی برتری و استعلا حاصل کرے یا فرمانروائی کرے۔ اس نے ظاہر کیا کہ اسکا مقصد یہ ہے کہ برائے نام جو بادشاہی چلی آتی ہے جسپر پہلی بادشاہی کا پرچھاواں تک نہیں پڑا اسکو بالکل برخاست کرے۔ انگریزی ہتیاروں نے شاہ عالم کو نہایت ذلت کی حالت سے نکالا تھا۔ لارڈ ولزلی نے شاہانہ اعزاز کے ساتھ شہر بند قید ہی بناکے اسکا بہت بڑا وظیفہ مقرر کردیا۔ پچاس برس تک انتظام یہی رہا کہ ناگاہ انگریزی سپاہ کی سرکشی سے غدر برپا ہوا جسکے سبب سے خاندان مغلیہ کی سلطنت اور خاندان کی استخوان بوسیدہ بھی باقی نہ رہیں۔

لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو جو انگریزوں کی شرقی سلطنت کے استحکام کے

اور ہندوستان میں امن وعافیت کے قائم کرنے کے لئے جو لڑائیاں اور صلحیں کیں انکا خلاصہ اپنے اخیر مراسلہ میں لکھا ہے جسکے اخیر فقرہ کا یہ مطلب ہے کہ

اب برٹش گورنمنٹ اور ہندوستان کی بڑی بڑی ریاستوں کے مابین رشتۂ اتحاد اس اصول کے موافق مضبوط ہوگیا ہے کہ ہر ریاست کا مقصود یہ ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد رکھے جس نے ان ریاستوں میں سے ہر ریاست کو اس ناجائز عظمت سے محروم کردیا ہے جو اوروں کے حقوق اور ممالک کے غصب کرنے سے حاصل ہوئی تھی اور اس نے اپنی محافظت سے ہر ریاست کو جدا جدا حکومت کا اختیار دیا ہے کہ اپنی ریاست کی حدود کے اندر جو اسکے واسطے مقرر ہیں کام میں لائے بشرطیکہ وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے بے شک یہی زمانہ ہے کہ جسمیں لارڈ ولزلی کی قوت بازو اور عالی دماغی سے ملک کی نہایت افزونی حاصل ہوئی کہ تینوں ہندوستانی پریسیڈنسیاں مستقل طور پر قائم ہوئیں ۱۷۹۲ء میں مدراس پریسیڈنسی کے علاقہ میں ساحل سمندر پر چند اضلاع تھے جنمیں انگریزی عملداری تھی لیکن ۱۷۹۹ء اور ۱۸۰۱ء کے درمیان میسور کا حصوں میں تقسیم ہونا اور تنجور کی ریاست کا منتقل ہونا اور حیدرآباد سے ملکوں کا انگریزوں کو ملنا اور کل کرناٹک کا کمپنی کے ہاتھ میں منتقل ہونا مدراس کے احاطہ حکومت وانتظام میں بڑے زرخیز قطعات کو لایا جنہوں نے جنوب میں ایک بڑی گورنمنٹ کا صدر مقام مدراس کو بنایا۔ مغربی ہند میں بمبئی پریسیڈنسی جو اب تک سواحل بحری پر محدود ومقید تھی اور اسکے بڑی عظمت بندرگاہوں میں اور تجارت کے کاموں کے سبب سے تھی .... اسمیں بڑے بیش قیمت اضلاع گجرات کے ملگئے اور گورنمنٹ کو استیلا واستعلا بغیر کسی خلل وفساد کے ہمسایہ کی کل ریاستوں میں مرہٹوں کی دارالسلطنت پونہ میں حاصل ہوگیا۔ شمالی ہند میں مرہٹوں کا کچھ عمل دخل نہیں رہا کہ بندیل کھنڈ کا خطۂ عظیم میں جسمیں بہت چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں اسکے ایک حصہ میں ۔ برٹش حکومت قائم ہوگئی اور دوسرے حصہ میں اسکا رعب داب قائم ہوا۔ ادھر نے جو اضلاع دیئے اور سیندھیا سے جو اضلاع فتح کرنے سے حاصل ہوئے اسمیں باآئین انتظام انگریزی ہوا۔ کلکتہ پریسیڈنسی جسکی وسعت

اوپر بیان ہوئی کہ خلیج بنگال سے شمال مغرب کیطرف ہمالیہ تک پہنچے تھے۔ پنجاب اسکی سرحد پر تھا وہ اب سے آگے سلطنت عظیمہ کے حکمراں قوت کا مرکز بن گئی وہ ہندوستان کے سب سے زیادہ زرخیز اور آباد اضلاع پر فرمانروائی براہ راست بلا واسطہ کرتی تھی اور وہ ہر ریاست پر اور دریائے ستلج کی ریاستوں کے ایک مجموعہ پر بواسطہ اپنی حکومت رکھتی تھی وہ سب کو اپنے ہی احاطہ اقتدار کے اندر رکھتی تھی اور اپنی بادشاہی کے خارجی حدود میں سب کو گھیرے ہوئی تھی۔ پنجاب جسمیں سکھوں نے اپنے تئیں سربلند کر رکھا تھا اور دریائے سندھ کا ملک اور نیپال کے پہاڑ انگریزی عملداری سے خارج تھے۔

باب ۱۵ پانزدہم

زمانہ وقوف سلطنۃ

فصل اوّل۔ ہندوستان میں ری ایکشن یعنی ہندوستان کے معاملات جو ایک طرف حرکت کر رہے تھے انکا مخالف زور سے تھم جانا یا الٹا چلنا۔ لارڈ ولزلی کے عہد حکومت میں جو فتوح عظیمہ اور ملکوں کے الحاقات ہوئے اس سے کورٹ ڈائرکٹرز چونک پڑے اور انہوں نے قرض کی افزائش کے برخلاف رائے ظاہر کی اور افزونی سلطنت پر بھی بڑبڑانا شروع کیا۔ انکی اس مخالفت کو گورنر جنرل بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا رہا۔ مگر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وزراء بھی خوف زدہ ہو کر سوچ رہے ہیں کہ گورنر جنرل بہت جلد بہت دور چلا گیا ہے (اپنے جامہ سے پانوں باہر رکھے ہیں) اور لارڈ کسنٹیل ریگھ نے اسپر اعتراض کیا اور قوم بھی انگلستان کی زیادہ تر فتوح اور جنگہائے عظیمہ کی رپورٹوں سے خائف ہو رہی ہے تو اس نے اپنے آخر عہد میں بہت اعتدال اختیار کیا۔

لارڈ ولزلی کا علانیہ مقصود یہ تھا کہ کل ہندوستان میں بزور امن و امان قائم

کرے اور برٹش کے ممالک مقبوضہ کی بالاستقلال سلامتی اس طرح حاصل کرے کہ ہر ہندوستانی
ریاست پر اسکا جاہ وجلال واستعلا ایسا ظاہر کیا جائے کہ وہ بالجبر یا دوستانہ
تعلقات کے عہد وپیمان سے اس ایسی بندش میں آئے کہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کو سب سے
اعلیٰ حکمراں مانکر ماتحتی اختیار کرے اور آیندہ ان میں برٹش گورنمنٹ کے غلبہ
وبالشی کے اختیارات کے مقابلہ کرنے میں پیش دستی کا حوصلہ باقی نہ رہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے عہد حکومت تک برٹش گورنمنٹ ہندوستان کی ریاستوں
کے ساتھ اس بنا پر جو کم از کم برائے نام پولیٹکل مساوات تھی اکثر معاملات کیا کرتی
تھی مگر اسکے برخلاف لارڈ ممدوح نے شاہانہ اصول کے موافق انگریزی پولیٹکل برتری
کا اعلان کیا اس کے تمام تدابیر اور خیالات بتلاتے ہیں کہ وہ ہند میں از سر نو ایک اور
شہنشاہانہ سلطنت بنانی چاہتا تھا وہ یہ یقین کرتا تھا جو سمجھا تھا کہ ملک میں جو انگریزوں کا
منصب ہے اسکا بالطبع مقتضا یہی ہے کہ ایسی شہنشاہانہ سلطنت قائم کیجائے وہی
صرف برٹش گورنمنٹ کی مدامی استحکام کی کفیل ہوسکتی ہے۔
۱۸۰۵ء میں لارڈ کورنوالس دوبارہ گورنر جنرل ہند مقرر ہوکر آئے جسکے سبب سے پولیسی مذکور
میں ایسا تبدل واقع ہوا کہ اس نے گورنمنٹ جسطرف حرکت کر رہی تھی اسکو روکا یا بدل دیا
اگرچہ اسکے دوبارہ گورنر جنرل رہنے کا زمانہ بہت تھوڑا تھا مگر اسمیں انکو اتنی فرصت ملی
کہ انہوں نے مصالحت کے اصول قائم کیے جنکی انکے جانشینوں نے مدت تک پیروی کی۔
جب لارڈ کورنوالس کلکتہ میں ۔۔۔ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ خزانہ خالی پڑا ہے قرض
بہت بڑھ گیا ہے اور سپاہ کے خرچ کے لیے زر نقد کی اتنی طلب ہے کہ کمپنی کا ہندوستان
سے تجارت کا مال خرید کرکے بھیجنا بند ہوگیا ہے اور برٹش گورنمنٹ کے استعلا و استیلا کا اعلان
ہوگیا ہے اور جن طریقوں اور وسائل سے حکومت کا عمل حاصل کیا گیا ہے اس نے بہت جلد
برٹش گورنمنٹ کو پولیٹکل جوابدہیوں اور ذمہ داریوں کے ایک فراخ دائرہ میں پھنسا دیا
ہے انہوں نے اپنے خیالات ظاہر کیے اور ہدایتیں کیں انہوں نے پہلی راہ سے مخالف راہ
بتلائی اس نے یہ خیال کیا کہ سب سندی عہد وپیمان نے صرف ہمکو ذمہ داریوں کے جال میں

پھنسا دیا کہ ہم کمزور یا متمرد ہندوستانی رئیسوں کی محافظت کریں اور بڑی شفقت شائستہ اٹھا کے انکو سہارا دیں اور انکی آزادی کو بگاڑیں اور انکے مستحکم انتظامات کی طبعی بروے کار ظاہر ہونے کے مزاحم ہوں اسکے نزدیک انگریزوں کے اغراض کے لیئے اسکی ضرورت نہیں تھی کہ برٹش گورنمنٹ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی جو انگریزی عملداری کی سرحد کے متصل تھیں ایسی محافظ بن جائے کہ دوسری غارت گر ریاستوں کے اندر منجذب ہونے سے بچ جائیں بلکہ اسکے برخلاف اسکی رائے یہ تھی کہ ہمارے ممالک مقبوضہ کی جو اصلی حدود ہیں اسکے باہر انگریز کسی کے محافظ نہ بنیں ہندوستان میں کبھی کا ہر طرح پولیٹکل حصار بنانا عمل میں نہیں آیا انگریزوں کو ہمیشہ اسکی ضرورت آ کر پڑی کہ اپنی عملداری کی سرحد منتظمہ کے آگے ایک قسم کا ڈھلوا پشتہ ایسا بنائیں کہ جسکے سبب سے خاص انگریزی اور بعض فساد انگیز یا زبردست ہمسایہ کے ملکوں کے درمیان محروسہ ریاستوں یا قوموں کا ایک ٹیکا حائل ہو جائے۔

لارڈ کورنوالس یہاں آتے ہی تین مہینے کے اندر مر گئے وہ سوائے اسکے کچھ اور کام نہیں کر سکے کہ پولیسی کی تبدیلی بتلا جائیں۔ لارڈ ولزلی نے جو استادانہ جنگوں میں زر کثیر خرچ کیا تھا اس کے برخلاف انگلنڈ میں جو خیالات تھے وہی لارڈ کورنوالس کے تھے انکا اثر ویسا غالب ہوا کہ آئندہ انکے مرنے کے دس برس بعد تک برٹش گورنمنٹ نے سب سے الگ تنہا رہنے کا بہت اچھی طرح تجربہ کیا۔ کورنوالس کی موت کے بعد کچھ مدت کے لیئے جارج بارلو گورنر جنرل مقرر ہوئے انہوں نے یہ اصول قائم کیا کہ سلطنت کی خاص حد تک وسعت اور مقامی حکومت اور آمدنی ایک سکڑے ہوئے دائرہ میں امن و عافیت و سلامتی کے ساتھ سستے خرچ میں حاصل ہو اسنے ان ہندوستانی ریاستوں سے جنسے خاص عہد و پیمان نہیں تھے بالکل قطع تعلق کیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی انگلو انڈین افسر گورنر جنرل مقرر ہوا ہے تو ملکوں کا الحاق نہایت کم شاذ و نادر ہوا ہے اور آگے سلطنت بڑھانے کے لیئے حرکت موقوف ہوئی ہے۔

لیکن جارج بارلو نے پیچھے ایک قدم ہٹنا اختیار کیا۔ لارڈ ولزلی نے جو سیندھیا کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کا منصوبہ باندھا تھا وہ چھوڑ دیا اور مرہٹوں کے ممالک مقبوضہ کے ساتھ ملے جلے یا انکے متصل جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں وہ اپنی قسمت پر چھوڑ دی گئیں انگریزوں نے

اپنے اس ارادہ کا اعلان کر دیا کہ ہم لڑائی جھگڑوں سے جُدا رہیں گے اور علی العموم ہندوستان
کے عام کار و بار میں شریک نہیں ہونگے اور اپنے ملک کی ترقی میں کوشش کرینگے اور اپنے
ہمسایوں کے جھگڑوں یا آفتوں میں کوئی حصہ نہیں لینگے بیشک اگر سر جارج بارلو ان خیالات
کو جنکا دباؤ اس زمانہ میں اسپر ڈالا گیا تھا پورے طور پر اختیار کرتا تو برٹش گورنمنٹ کو
سب بڑی عہد و پیمان سے کچھہ تعلق نہ رہتا اور ان دو بڑی ریاستوں کے معاملات میں
اسکی بزرگی کا اثر کچھہ باقی نہ رہتا جنمیں سے ایک میں مرہٹوں کا پیشوا پونہ میں حکمراں تھا
دوسرے میں حیدرآباد میں نظام فرمانروا تھا اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ لارڈ ولزلی کا کام
کیا ہوا سب اکارت جاتا اور برٹش گورنمنٹ نے جو برتری و علویت حاصل کی تھی وہ ترک
کرنی پڑتی اور ممالک متوسطہ کا میدان پھر سیندھیا کے لئے خالی ہوجاتا اور جو سرزمین انگریز
چھوڑتے اسپر سیندھیا فوراً قابض ہوتا بے شک ان آدمیوں پر یہ بات ظاہر تھی جو یہ
دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزوں کا منصب کیا ہے اور برکی پولیسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک
پولیٹکل ابتری اس میں پھر آجائیگی انگریزوں کی عام بے اعتباری ہوجائیگی اور انکے دشمنونکے
حوصلے اور ہمتیں بڑھ جائینگی اس لئے گورنر جنرل نے اصرار کیا کہ جو عہد و پیمان ہوئے وہ
قائم اور برقرار رہیں اور اس نے جو منطقی اصول اختیار کیا تھا اس کے برخلاف مجبوری
اسکو یہ کام کرنا پڑا کہ حیدرآباد میں برٹش ڈپلومیٹک بڑی طاقت و زور سے سنبھالنی پڑی

فصل دوم غیر قوموں کی افواہیں

اس عرصہ میں اگرچہ سمندر کی طرف سے ہندوستان کے قریب آنے سے فرانسیسی بالکل روک دئے
گئے تھے اور جو ہندوستانی ریاست ساحل بحر پر دشمنی کی سازشیں کرنے کے لئے رسائی
رکھتی تھے اس سے عہد و پیمان انگلش گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد رکھنے کے ہو گئے تھے مگر پھر خوف
خوف کی علامتیں اور دہشتیں پولیٹکل کی طوفان خیز افق پر ایک اور مقام سے نمایاں ہو رہی
تھیں ۱۸۰۶ء میں شاہ ایران اور روسیوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تھی جس میں شاہ کا
بڑا نقصان ہوا تھا اس نے یوروپ میں نپولین سے امداد کی درخواست کی - - - -

اور اسی قسم کی درخواست کلکتہ میں برٹش گورنمنٹ پاس بھیجی اس زمانہ میں یہاں
ہندوستان میں تخفیف خرچ کی پولیسی غالب ہو رہی تھی شاہ ایران کی امداد کی صورت کچھ نہ ہوئی
رانسیسی اس وقت روسیوں کے ساتھ ایک سخت جنگ کر رہے تھے وہ فوراً ایرانیوں کی پیش قدمی کے
یے آمادہ ہو گئے اور انہوں نے اپنا ایلچی ایران بھیجا کہ دوستی کے عہد و پیمان کرے اور بعض مقاصد
عیدہ کی جس میں انگلنڈ کی بڑی اغراض متعلق تھیں گفتگو کرے نپولین نے دیکھا کہ ان ایرانیوں کی
رخواستوں کے سبب سے اسکو خوب موقع ہاتھ آئیگا کہ وہ اپنی عزیز تجاویز میں جو ایشیا کی فتح کرنے کی
یں اور یورپ کی ہلچل آمیزشوں کے دور رس عناصر میں دوبارہ جان ڈالے گا طہران میں اسکا سفیر جنرل
ارڈین گیا اسکو ہدایت کی گئی کہ اسکا مقصد اعلیٰ یہ ہو کہ فرانسیس و ترکی و ایران کی مصالحت ثلاثہ
س غرض سے ہو کہ ہندوستان میں جانے کی راہ کشادہ ہو اور اسکو یہ بھی ہدایت ہوئی کہ وہ
یہ تحقیق کرے کہ اگر فرانس کی سپاہ ہندوستان میں پہنچ جائے تو اسکے ساتھ کن لوگوں سے خاص کر
مرہٹوں سے مشارکت کی توقع ہو سکتی ہے —

۱۸۰۷ء میں فریدلینڈ میں لڑائی ہوئی جس میں نپولین کو فتح ہوئی اسکے سبب سے شہنشاہ روس کی
دشمنی دوستی سے بدل گئی اور فرانس اور روس آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوئے اور شہنشاہ
روس الکسندر اول اور نپولین کے درمیان اتحاد ہندوستان کی برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہایت
دہشت ناک ہوا بالفعل روس ایک ایشیائی قوت تھی اسکا میلان یہ تھا کہ مشرق کیطرف اپنی حکومت
بڑھائے اسواسطے یہ بات کوئی تعجب کی نہیں ہے کہ فرانس جو مغربی یوروپ میں قوت و سطوت و صولت
میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا روس کے ساتھ سازش و آمیزش ہندوستان پر عزیمت کرنے کیلئے
کرے جس سے خشکی کی راہ سے ہند پر حملہ ہونے کا خوف پیدا ہوا اس وقت سے ابتک یہ خوف
موقوف نہیں ہوا اسکا بار بار ہونا موقت ہو گیا جتنی اسکے عمل میں نہ آنے میں کمی ہوتی جاتی
ہے اتنی ہی نسبتاً اسکے خوف میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اس خوف مزمنہ کا ناگزیر اثر یہ ہوا
ہے کہ انیسویں صدی کی ابتدا سے ہند کے شمالی مغربی گوشہ کی طرف انگریزی گورنمنٹ کی توجہ روز
افزوں رہتی ہے — بیشک اس سمت میں انگریزی عملداری نے بہت وسعت پائی ہے اسکی
سرحد ایسی ہے کہ اسپر زخم لگ سکتا ہے اس لیے اسکی پولیسی کا مرکز یہی ہے کہ وہ بالطبع

کہ فرانس اور روس کے شاہنشاہوں میں ذاتی اتحاد ہوا جس میں تغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ نپولین نے متواتر الیکسنڈر پر زور ڈالا کہ ہم دونو ملکر ترکی اور ایران کے اندر سے گزر کر ہندوستان میں انگریزوں پر حملہ کریں اور انکی سلطنت کو غارت کریں اور انکی تجارت کے مخازن کا استیصال کریں نپولین نے ہر سپاہ کو جو میدان جنگ میں اُسکے سامنے آئی متواتر شکستیں دیں اور جو سازش و آمیزش اُسکے خلاف ہوئی اُس نے اُسکو معدوم کیا اور اپنی اس تجویز میں کہ تمام بحری بندروں سے انگریزی تجارت کو خارج کردے بڑی بڑی ریاستوں کو اپنا شریک بنایا شہنشاہ روس نے نپولین کی درخواستوں کی امداد کو بیدلی کے ساتھ اس لئے قبول کیا کہ وہ ایشیائی فوج کشی کی مشکلات کی مفید واقفیت رکھتا تھا اور اسکو نپولین کی دوستی پر بھی پورا بھروسا نہ تھا روسیوں کو کسی طرح سے یہ شوق نہیں تھا کہ وہ وسط ایشیا میں نپولین کے کہنے سے اپنے سپاہیوں کو بھیجکر مقفل کریں۔ فرانسیس سفارت جو ایران میں گئی تو ایران میں اور اور ایشیائی سلطنتوں میں فرانسیسی ایجنٹوں کے ہونے سے برٹش گورنمنٹ بڑی گھبرائی۔

فصل سوم غیر سلطنتوں کے ساتھ تعلقات کا بڑھنا

اس زمانہ سے وہ تاریخ شروع ہوتی ہے کہ انگلو انڈین ڈپلومیسی نے ایک بڑے دائرہ میں ایسی وسعت پائی جو پہلے کبھی نہیں پائی تھی۔ نپولین کی جو تدبیر ایشیا پر حملہ کرنے کی تھیں اور تمام سازشیں جو اس نے اپنے اس منصوبے کے لئے کی تھیں انپر وزراء انگلنڈ کو بخوبی علم حاصل ہوا فرانسیسیوں کی مخالفت کے لیئے اور انکی اس مہم کے روکنے کے واسطے جو بحر اسود اور کیسپین کی طرف سے ہونیوالی تھی ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ منٹو نے تمام سلطنتوں کی فرمانروائیوں پاس جو شمالی مغربی سرحد پر یا اس سے پرے تھے اپنی سفارت بھیجی لاہور میں رنجیت سنگھ پاس سندھ میں افغان امیر پاس شاہ ایران پاس جو فی الحال فرانس اور روس کے مشترک غلبوں سے بالکل دہشت زدہ ہو رہا تھا کلکتہ سے جو سفیر بھیجا گیا تھا اسکے بعد انگلنڈ سے بھی ایران میں ایک سفیر آیا بہت سی تکراروں اور بدگمانیوں کے بعد یہ عہدنامہ مرتب ہوا کہ انگلنڈ ایران کی امداد زر سپاہ کے لیئے اس حالت میں کرے کہ ناحق کوئی اسپر حملہ آور ہو۔

فغانستان میں سفیر انگریزی مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب گئے تھے انہوں نے پشاور میں
پہنچ کر دیکھا کہ کل ملک میں آپس میں لڑائیاں ہو رہی ہیں وہاں کا بادشاہ شاہ شجاع
فقط اپنے دار السلطنت کے حواشی پر قبضہ رکھتا ہے درانی سلطنت پر مغرب کی طرف سے
ایرانیوں نے حملہ کیا ہے اور مشرق میں اسکو سکھوں نے دبایا ہے اس سلطنت کے ٹکڑے
ٹکڑے ہو رہے ہیں جنمیں جدا جدا سردار حکومت کرتے ہیں الفنسٹن صاحب نے جو شاہ شجاع سے
عہد و پیمان کئے تھے وہ اسکی شکست پانے سے جھبر جھبری ہو گئے شاہ بھاگ کر جلا وطن ہوا
اسکو تیس برس بعد انگریزوں نے تخت سلطنت پر پھر بٹھایا اور اپنی سپاہ اور اس کی
جان کو ٹھکانے لگایا یہ تمام تدابیر جو ایران و افغانستان اور سندھ کے ساتھ سرحدی
بچانے کی کی گئی تھیں وہ سب اس وقت ملتوی ہو گئیں کہ سنہ ۱۸۰۸ء میں سپین میں بلوہ و غدر
ہوا اور روس و فرانس کے درمیان کشیدگی و بیگانگی ہوئی جسکے سبب سے نپولین یوروپ کے
کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ اس نے ایشیا کی مہمات کی تدابیر کو بالکل چھوڑ دیا پھر ہندوستان
پر حملہ ہونے کا خوف مُردہ ہو گیا۔ نپولین کے بالکل مغلوب ہونے تک انگریزوں کو یوروپ
میں بڑی جنگ کرنی پڑی جسکے سبب سے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ بغیر کسی خوف و خلل
کے ہو گیا۔ تمام سواحل کی محافظت ایسے جہازوں کے بیڑوں سے کی گئی جسکا مقابلہ کوئی نہیں
کر سکتا تھا فرانسیسیوں کی سلطنت یہاں بالکل نابود ہو گئی تمام یوروپ کی سلطنتہائے
عظیمہ کا تھک جانا اور تمام وسط ایشیا میں سلطنتوں کا تنزل ہونا اور انمیں حرکت کرنے کی
قابلیت کا نہ رہنا ان سب حالتوں کے سبب سے بیس سال تک انگریزوں نے بغیر کسی دغدغہ و خرخشہ
کے آزادانہ سلطنت کی جسمیں کبھی یہ افواہ بھی نہیں اڑی کہ خشکی کی طرف سے حملہ ہوگا جس سے پریشانی
ہوتی تمام سفارتیں جو ہندوستان سے بھیجی گئی تھیں انکا نتیجہ یہ تھا کہ رنجیت سنگہ کے ساتھ سرحد کے
باب میں فیصلہ ہو گیا اسکا افغانستان سے بگاڑ ہو گیا تھا اسلئے اسکو سندھ کے پار اپنی
سلطنت کے بڑھانے کا موقع ہاتھ لگ گیا تھا کہ کشمیر کو اپنی سلطنت میں الحاق کرے اور سکھوں کی
حکومت کو مستحکم کرے ان وجوہ سے وہ چالیس برس تک برٹش گورنمنٹ کا دوست رہا
ان تمام قبل از وقت سفارت کے کاموں کی تاثیریں کسی طرح سے بالکل وقعت سے خالی

یا بے ثبات نہ تھیں ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کی ابتدائی فتوحا
سے فرانسیسیوں کی رقابت ان کے ساتھ کیسی متزائد ہوئی اور آخر زمانہ میں ہندوستا
والیان ملک اور فرانسیسیوں کی مراسلت نے اور ہندوستانی ریاستوں کی سپاہ کے فرانسیسی
افسروں کے ہونے نے انگریزوں کے دلوں میں فرانسیسیوں کی طرف سے کس قدر بدگمانیاں پیدا کیں
یہ بتلایا گیا ہے کہ ان باتوں کے سبب سے لارڈ ولزلی نے ناگزیر اپنی اس پولیسی کے زور کو بڑھا
کہ ہر مسلمان یا مرہٹے کی ریاست کو جو اسکی راہ کو قطع کرے اپنا مطیع یا دوست بنائے اور ہندوستا
کے اندر اپنے ایسے استیلا و استقلال کو قائم کرے جسمیں کچھ جھگڑا نہ کھڑا ہو سکے اسی طرح نپولین کے منصوبوں
کی خبروں نے اول انگریزوں کو بحری سواحل کی طرف سے بڑی سرحدوں کی طرف متوجہ کیا اور اول دفعہ برٹش
گورنمنٹ کو بہت بڑی وسیع ایشیائی لڑائی اور ڈپلومیسی کے میدان میں اتارا جس میں وہ آپ سے آگے
بیچ میں وقفے دے دے کر مصروف ہوئی اٹھارھویں صدی کے آخر تک انگلو انڈین کے پولیٹکس کا
میدان ہندوستان کے حدود کے اندر محدود تھا اور وہ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ
مقید تھا جنپر انگلنڈ اپنی برتری کے ناگزیر و طبعی نشو و نما سے بآسانی مالک ہو گیا تھا لیکن اب
یہ پہلی دفعہ تھی کہ انگریز ڈپلومیسی کے میدان میں آئے جس میں مغربی ایشیا کے کل ممالک
کابل سے قسطنطنیہ تک یوروپ اور ہند کے ممالک مقبوضہ کے درمیانی حدود فاصل توجہ سے
دیکھے جاتے ہیں اب سے آیندہ اجنبی و بالاضافت دور کی سلطنتوں کی آزادی و یوری
ایشیائی قوتوں کی موازنت و معادلت کے لئے اور ہندوستان میں انگریزی عملداری کے سرحدوں کی
سلامتی کے لئے ناگزیر و بہ ضرور ہیں اس زمانہ تک یوروپین کا آپس میں ٹکریں لڑنا اور جھگڑا فسا
کرنا صرف ہندوستان کی اندرونی قوتوں کے ساتھ انگریزوں کے معاملات میں اثر کرتا تھا
لیکن اب انگریزوں نے ہندوستانی فرمانرواؤں کو جو اُن کے یوروپین دشمنوں کے ساتھ سازشیں
آمیز شیں کرنے میں کوشش کرتا تھا تباہ کر دیا لیکن انیسویں صدی کے شروع سے انگریزوں کو
کچھ خوف اپنی ہندوستانی رقیبوں سے نہیں رہا اور انہوں نے بتدریج اول درجہ کی ایشیائی
پادشاہی حاصل کر لی اب سے قطعۂ ہند کے ساتھ انگریزوں کے اغراض کا بھاری وزن
ان تعلقات کی میزان میں تولا گیا جو نہ صرف کل ایشیا کے ساتھ تھے بلکہ یوروپین

ئروپین سلطنت کےساتھ جنگی حرکتیں یا طبیعتیں شرق میں کسی قدر انگریزوں کے منصب پر اثر کرتی تھیں
دو دمزمنہ جو اس زمانہ میں شروع ہوا وہ مخرج ان دو جوکھوں کے فوجی منصوبوں کا اور قبل از
قوت ڈپلومیٹک تجاویز کا تھا جو وہ افغانستان کی لڑائیوں میں ظاہر ہوا اور اس پولیسی کا
صدر تھا جو ہمیشہ ہند کی قدرتی حدود سے باہر انگریزوں کے محافظ ہونے کی بڑھانے
ں ہے جب سے انیسویں صدی کا آغاز ہوا تب سے ہندوستان میں انگریزوں کی برتری و علویت
بے خرخشہ قائم ہوئی اور اسی وقت سے اس اشتباہ کا آغاز ہوا ہے کہ خشکی میں یوروپین
یوں کا قرب ممکن ہے جسکی وجہ سے اول پیغام سلام پھر عہد و پیمان آخر کار لڑائیاں انگلنڈ
اور اجنبی سلطنتوں سے ہوئیں جو انگریزوں کی ہندوستانی سلطنت کے قرب میں تھیں۔

فصل چہارم اندرونی استحکام

جس مدت میں کہ یوروپین جنگ ختم ہوئی انگلو انڈین گورنمنٹ نہایت حزم و احتیاط سے
مغربی ایشیا کی نگرانی کرتی رہی اور خشکی میں ہر حرکت پر جو اسکے منصب پر اثر کرتی یا
اسکو خوف میں ڈالتی تھی اسکے برخلاف اپنی محافظت کرتی رہی اس عرصہ میں انگریزوں کی
بحری قوت کی برتری اس قابل ہوگئی کہ اس نے تمام دشمنوں کو مشرقی بحیروں سے الگ
کر دیا اور ہر ایسے مقام پر قبضہ کر لیا جس سے سواحل بحری یا تجارت ہند پر کوئی آفت
آ سکتی تھی کیپ گڈ ھوپ جو ایک عظیم الشان بحری مقام ہند و انگلستان کی راہ کے
وسط میں ہے اسپر بالکل انگریزوں نے قبضہ کر لیا اور ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو نے جاوا اور
بوربن سے فرانسیسیوں کو نکال دیا اور موریشس پر قبضہ کر لیا۔ پس کل بحری راہیں اور
پناہ گاہ اور رسدگاہ اور بندر انگریزوں کے قبضہ میں آ گئے۔ سنہ ۱۸۱۵ء کی جنگ عظیم کے
ختم ہونے کے بعد ایک بڑی مدت امن و عافیت کی آئی اسکے شروع میں انگلنڈ نے جنوبی
سمندر میں اپنی بڑی بیش قیمت فتوح سے کیپ و سی لون و جاوا و موریشس پر بے خرخشہ
قبضہ کر لیا ہندوستان کے سواحل سمندر پر غیر قوموں کی جو دار القرار تھیں انکو نہتا کر دیا
و ہندوستان میں کوئی ایسی ریاست باقی نہیں رکھی کہ وہ اپنی قوت کو انگریزوں کی قوت کا

ہمسر جانکر برابری کا دعویٰ کرتی سب بڑی بڑی ریاستیں سب بڑی عہد و پیمان کی پابند تھیں
مغربی وسط ہند میں بڑودہ۔ پونہ۔ حیدرآباد۔ اور دکن میسور اور ترا ونکور اور شمال مغرب میں
اودھ اور اسکی ساتھ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں یہ سب ایک ہی بادشاہی کے ماتحت محفوظ
تھیں۔ انگریزی عملداری کی سرحدوں سے پرے پنجاب میں رنجیت سنگھ کی سلطنت بڑھ رہی تھی
اور ہمالیہ پہاڑ کے جنوب کے ڈھلان پر نیپال کی گورکھا سٹیٹ تھے وسط ہند میں تین ریاستیں تھیں جن کو
برٹش ممالک گھیرے ہوئے تھے وہ ابھی حسب ضابطہ انگریزی تسلط کے اندر نہیں آئی تھیں وہ تین خاندانوں
سے متعلق تھیں جو مرہٹوں کے ابتک چلے جاتے تھے گوالیار میں سیندھیا اور اندور میں ہلکر اور ناگپور میں
بھوسلا۔ ان تین میں گائکوار بڑودہ کے فرمانروا خاندان کا اضافہ ہو سکتا ہے گو اسکا حال و درجہ
مختلف ہے جب سے ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ یہ امر طے ہو گیا کہ انگریز ہندوستان میں سب سے
زیادہ اعلیٰ و برتر و والا اقتدار ہیں تب ہی سے ممالک انگریزی میں باضابطہ و قاعدہ انتظام
ملکی شروع ہوا اور یہ پولیسی نظاماً کام میں آئی کہ حقیقت میں اب انگلنڈ پر شاہانہ حقوق و فرائض
لازم ہوئے ہیں مسلمانوں کی ریاستیں حیدرآباد اور اودھ ممنون منت تھیں کہ انکی دوبارہ زیست
انگریزوں کی محافظت کے سبب سے ہے وہ کبھی کی غارت ہو چکی ہوتیں لیکن سلطنت کے لیئے جو قومیں
آپسمیں لڑتے تھے انمیں انگریز ہی بڑے ہیبت ناک اور زبردست تھے اسکے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیئے
کہ اس زمانہ میں یہ ڈوبتی ہوئی ریاستیں اپنے بچاؤ کے عوض میں بڑا صلہ و انعام انگریزوں کو دیتی تھیں
ابتدا میں انگریز ان ریاستوں کے ساتھ اس پر آشوب طوفان خیز زمانہ کی مروجہ ترکیبوں کے
موافق معاملات کرتی تھی اور ضرورتوں کی صورتوں میں انگریزی فوجوں کی خرچوں کی امداد کے
لئے زمینیں اور آمدنیاں بڑی بھاری لیجاتی تھیں اب وقت ایسا آگیا کہ برٹش گورنمنٹ کو اپنی
ہستی کے لیئے یہ سر سری ضرورتیں نہیں پیش آئیں وہ اپنے ہی ممالک مقبوضہ سے بہت بڑی آمدنی حاصل
کرتی تھی اور مہذب و شائستہ طور پر طے شدہ عہد ناموں کے موافق معاملات کو باقاعدہ کرتی
تھی اور ہندوستانی ریاستوں کی ماتحتی کا علاقہ انگریزوں کے ساتھ تھا انگریز انصاف و عدل کو
بنا پر انکے ساتھ معاملات کو درست طور پر کرتی تھے۔
اب انگریزوں کو فرصت ملی کہ وہ اپنے خانگی انتظامات کے حالات کو دیکھیں اور بڑی بڑی صوبے جو انکے

اب حاصل ہوئے ہیں انہیں ایک قسم کا باقاعدہ نظم ونسق داخل کریں حقیت اراضی کی تحقیقات کریں لوگوں کو قانون کے موافق قائم کریں اول سب سے زیادہ ڈکیتی کے لئے جو انگریزی عملداری میں پھیل رہی ہے ایسی تدابیر سنجیدہ کریں جس سے اسکا انسداد ہو۔ انگریزی مقامی عدالتوں کی نگرانی اور انتظام کریں انیسویں صدی کے ابتدا میں ان باتوں نے ایک اصلی صورت پکڑی اس بالاضافت امن کے زمانہ میں باقاعدہ منتظم گورنمنٹ کی جڑیں تمام ہندوستان میں بوئی گئیں انیسویں صدی کے اول پانچ برس متواتر لڑائیوں میں صرف ہوئے جنمیں بڑے ملکی تغیرات ہوئے سرحدیں سرکائی گئیں اور حکومتوں کی نئی ترتیبیں ہوئیں اس زمانہ سے آیندہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ملک پر کوئی بیرونی اجنبی حملہ نہیں ہوا اور نہ کوئی اندرونی فساد باستثناء ۱۸۵۷ء کے کھڑا ہوا یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ایشیا کی نامور کسی سلطنت نے ایسی پوری پولیٹکل آسائش اور آرام پایا ہوی

باب شانزدہم

لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل کا عہد حکومت

فصل اول ممالک متوسطہ ہند کی حالت

(۱۸۱۳ء - ۱۸۲۳ء)

ہم نے اوپر اس امر میں کوشش کی کہ لارڈ ولزلی کے جانے کے بعد جو یہ خیالات و حالات نمایاں ہوئے انکی توجیہ بیان کریں کہ برٹش گورنمنٹ نے یہ اپنا ارادہ مصمم کرلیا کہ اپنی عملداری کے حدود میں اندرونی نظم ونسق کرے اور آیندہ پولیٹکل معاملات کے اندر اس اصول پر کہ جس میں فرمانروائی محدود ہو عمل کرے اور عملداری سے باہر جو اسکے اصلی فرائض ہوں انکو ادا کرے وہ باطمینان خاطر اپنے ہمسایہ کے لیئے لڑائی جھگڑوں و آفتوں و مصیبتوں کو دیکھا کرے اور کبھی کوئی سروکار ان سے نہ رکھے۔ یہ وہ پولیسی ہے کہ جسکی ابتدائی زمانہ بھی فراموش ہوگیا ہے کہ جب ناشائستہ فرمانروایوں یا قوموں میں کوئی زبردست یوروپین سٹیٹ قائم ہوئی ہے تو انکی پولیسی کے قائم رکھنے میں جو کوشش کیگئی ہے وہ سب کارت ہوئی ہے ابتدا ار نظر میں وہ بہت سیدھی سادی دانشمندانہ معلوم ہوتی ہے اور مہذب خود مطلبی اور عام نیک اخلاقی اسکے

اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے لیکن کم بختی یہ ہے کہ وہ ابتک ہمیشہ ناکامیاب رہی ہے۔
اس سے زیادہ اس نے کبھی کچھ کام نہیں کیا کہ ایک عرصہ کے لیئے کسی منتظم حکومت کی اصلی
و ناگزیر میلان سبقت و تسلط کی مزاحمت کرے یا اسکو التوا میں ڈالے اگر وہ ہرگوں کی بے قید
فرمانروائیوں اور سریع الزوال شخصی حکومتوں کو اپنے اندر منجذب نہ کرے تو وہ فقط اس سبب
سے پیدا ہوتی ہیں اور زندہ رہتی ہیں کہ قوانین مستقل باضابطہ و آئین موجود نہیں ہوتے
انکے موجود ہوتے ہی وہ فنا ہو جاتی ہیں بے شک یہ مزاحمت صرف چندروزہ ہی نہیں
ہوتی بلکہ اسکی مدافعت بازگشت پیدا کرنے پر تیار رہتے ہیں ایک قیام کے بعد ایک بڑی
چھلانگ آتی ہے جیسے کہ بڑی ذقند لگانے کے لیئے چند قدم پیچھے ہٹنا پڑتا ہے ایسے ہی
استادانہ بے عملی ایک خوش فہمی کے ساتھ معاملات کا تخمینہ کرنا ہوتا ہے ہندوستان
میں انگریزوں پر ناانصافی کے ساتھ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ناشپاتی کو گلنے
دیا کہ وہ آسانی سے ہاتھ میں آئے یعنے انگریزوں نے ہندوستانی حکمرانوں کو آپس میں لڑنے
کٹنے دیا تاکہ وہ اسطرح کمزور ہو جائیں اور آسانی سے انکے بس میں آجائیں۔ یہ سچ ہی کہ پولیٹیکل
انجنیرنگ آرٹ میں کسی مضبوط عمارت کی بنا مفید مصالح پر اور قدرتی دباؤ نکے مقابلہ کیلئے مناسب
تدبیروں پر موقوف ہی کسی سرحد کا غیر مستحکم لین پر بنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ کسی دریا کے
اوپر بندھ کا بودی بنیاد پر بنانا یہ بندھ طغیانی کے ہوتے ہی بہ جائیگا یہ حزم و احتیاط
درست نہیں ہے کہ کوئی مقام یا سرحد ایسی قائم کیجائے کہ جو پولیٹکل یا ملکی پائداری کے
قدرتی لینوں پر نہ رکھی جاے۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ خاص بڑی بڑی ہندوستانی ریاستیں انگریزوں نے اپنی حراست
میں لے لی تھیں ۱۹ ویں صدی کے شروع میں لارڈ کورنوالس کو ہندوستانی ریاستونکی
حراست و کفالت کو اپنے ذمے لے لینا جنجال کے جال کے پھندوںمیں پھنسنا معلوم
ہوا اسلیئے ممالک متوسطہ و راجپوتانہ کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنی خبر آپ لیں انگریزوں نے اپنی
ساری عملداری کے گرد انتظام کی حبل متین کا ایسا حلقہ لگا دیا تھا کہ کوئی اس سے
مقابلہ نہیں کرسکتا تھا لیکن اس حلقہ سے باہر نہایت اندرونی اضلاع میں ہٹوں کے

خاندانوں کی مملکتیں اور راجپوتوں کے راجاؤں کی قدیمی ریاستیں تھیں انکو چھوڑ دیا کہ سیندھیا
او رہلکر اور غارتگر سرغنوں کے ساتھ انمیں آزاد رہیں جس طرح چاہیں دست درازی
کریں مرہٹوں کے ملکوں میں جرگوں کے سرغنوں کی ریاستوں کا ایک مجموعہ پھیلا ہوا
تھا اور چھوٹے چھوٹے رئیس مختلف درجوں کے بڑے رئیسوں کی اطاعت کرتے تھے۔
مرہٹوں کی حدود سے پرے مغربی ریگستان کی طرف راجپوتوں کی ریاستیں تھیں
وہ بہت ضعیف تھیں وہ غارتگر سپاہیوں کے زیادہ ستانی اور ویرانہ سازی کے
مقابلہ کرنے میں باہم متفق نہ تھیں یہ راجپوتوں کی ریاستوں کا مجموعہ ہند کے زمانہ
متوسط کے استخوان بوسیدہ کا تبرک کے طور پر تھا اور مردہ افغانوں اور مغلوں کی
سلطنتوں کے بعد باقی رہا تھا۔ اور اٹھارھویں صدی کی فتنہ انگیز طوائف
الملوکی کی ہوا کھا رہا تھا لیکن وہ آپس کے جھگڑے اور فسادوں سے خستہ وشکستہ
ہو رہا تھا اور راجپوتوں کے جرگوں کی سپاہیوں میں یہ قابلیت نہ تھی کہ مرہٹوں کی
قواعد دان سپاہ کا یا امیر خاں کے اجرہ دار افغان سپاہیوں کا مقابلہ کر سکتیں
بعض ان ریاستوں میں سے برٹش گورنمنٹ پر اعتراض کرتی تھیں کہ وہ ہماری حراست
سے کیوں انکار کرتی ہے اسپر اپنے اس حق کا دعوی کرتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ
ہندوستان میں کوئی نہ کوئی ایسی محافظ قوت رہی ہے جسکی صلح پسند ریاستوں کی
اطاعت اختیار کی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور وہ اس اطاعت کی عوض میں
انکی پشت پناہ بنی ہے اور انکو نو دولت سرداروں اور لٹیروں کی سپاہ کے ہاتھوں
سے بچایا ہے اب برٹش گورنمنٹ ایسی محافظ قوت کی قائم مقام ہے اور وہ قدرتی
محافظ ضعیف ریاستوں کی ہی جنپر ہمیشہ ظلم وستم قزاق غارتگر لٹیرے اس سبب سے
کرتے رہتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ انکی حمایت و محافظت نہیں کرتی۔
اصول نن انٹرفیرنس (عدم مداخلت) کی اس بنا پر تائید کی جاتی ہے کہ تمام
یہ لڑائیوں اور بدانتظامیوں کے پیچیدہ عناصر بتدریج مضبوط قوی با آئین ریاستوں کے
اندر بیٹھ جائینگے یعنی کوئی قوی سلطنت انکو دور کرکے ایک منتظم سلطنت قائم

کریبگی لیکن یہ بات جلد ظاہر ہو گئی کہ کسی بڑے آباد ملک میں کسی وبائی مرض کو مقررہ و معینہ
رقبوں میں مقید کرنا ایسا نامعقول نہیں ہے جیسا کہ پولیٹکل بدانتظامی کو ہندوستان کے مرکز
میں بڑھانا و پالنا مرہٹوں کے سرغنے سرکش ضدی ناخوش و ناراض اور قدرتی بدخواہ برٹش
گورنمنٹ کے ہیں جسنے انکی برتری و رفعت اور سطوت کو پست کر دیا ہے اور وہ سب طرح سے
اس جستجو و تگاپو میں رہتے ہیں کہ اپنی سپاہیوں کے زوروں کو بڑھائیں اور اُن کی
عزم مُردہ میں جان ڈالیں دوم ان کے کل گرد نظم و نسق و انتظام کے نظم کا زور ہونا اور
انکو مقررہ حدود سے پرے نہ نکلنے دینا انکی ان حالتوں کے ساتھ بہت ہی ناموافق تھا
اور اسکا ہونا انکی ہستی کے لیئے ضرور تھا اسلیئے کہ مرہٹوں کے راجہ مہاراجہ بڑے بڑے
سپاہیوں کی پرورش جب ہی کر سکتے تھے کہ وہ اپنے ہمسایوں سے زبردستی چوتھ لیتے تھے
اور لوٹ مار کرنیکی چڑہیاں اور یورشیں کرتے تھے سوم یہ ظاہر ہے کہ بے قاعدہ لڑائیوں کی موقوفی
نے اور مستقل حراست کے قائم ہونے نے ہندوستان کے اس بڑے حصے میں ناگزیر
مصائب کو بڑھا دیا اور ابتری و بدنظمی کی شدت کو زیادہ کیا جس کو اس قائم کرنیوالی بزرگ
گورنمنٹ نے اپنے علاقہ سے باہر کر دیا اور اُس کے اندر باضابطہ مداخلت کرنے کی ہر حق سے
ہاتھ اُٹھا لیا برٹش گورنمنٹ نے اور انکے دوستوں کی سپاہیوں کی بڑے حصوں کو متفرق و پریشان
کر دیا ان سپاہیوں کے گروہا گروہ نے جو تلوار اور نیزوں سے اپنی معاش پیدا کرتے تھے
دیکھا کہ منتظم گورنمنٹ کے باڑہ کے اندر تو انکا پیشہ چلتا نہیں اس لیئے وہ جب پُر امن ضلاع سے
ان سلطنتوں میں چلے گئے جنمیں بدعملی تھی جیسی کہ کسی بلند مزروعہ زمین کا پانی نیچے کی دلدلوں میں چلا
جاتا ہے۔

اس مُلک کے درمیان جسمیں ابھی عافیت و محنت پردازی نے اپنے قدم جمائے ہوں یہ ناممکن تھا کہ
لٹیروں اور غارت گروں کی پولیٹکل حالت مدت تک جائز و روا رکھی جائے اس صورت میں
ضرور تھا کہ اصل پولیسی نئے اصول کے موافق بہت تیزی کے ساتھ اپنا رُخ بدلے۔ برٹش گورنمنٹ
اب اپنے گھر میں نہیں بیٹھ سکتی تھی اور ہندوستان میں مصالحت و امن و عافیت پیدا کرنے کی
راہ میں آدھی دور چلکر نہیں ٹھیر سکتی تھی اور نہ ہم جنس آبادی کثیر کو دو مختلف و متضاد پولیٹکل

انتظاموں میں چھوڑ سکتے تھے یعنی ایک حصہ کو امن و عافیت میں دوسرے حصہ کو فتنہ و آشوب میں
اگرچہ ہندوستان کے آدمیوں کی بوقلموں نسلیں اور طرح طرح کی زبانیں ہیں لیکن بحیثیت مجموعی وہ
مادی اور اخلاقی صفات لازمیہ میں باقی ایشیا سے ایسے جدا نہیں ہیں جیسے کہ ان کا ملک پہاڑوں
اور سمندروں سے الگ ہو گیا ہے۔ اس سے بڑے ملک کے اجزائے معلوم باہم پولیٹکل اور
فزیکل اعتبار سے ایسے آویزاں اور آمیزاں ہیں کہ جن میں گورنمنٹ کے متضاد انتظاموں کی
گنجائش نہیں جیسے کہ ایران میں چین میں ایشیائی ترکی میں (دو بادشاہے در اقلیمے نہ گنجند)
جب انگریزوں کے ایام طفلی تھے تو سب سے بے لگاؤ رہنے کی وضع نامناسب تھی اسوقت میں
ہندوستانی ریاستوں کے زور آپس میں بٹے ہوئے اور تلے ہوئے تھے کسی کا پلہ ہلکا بھاری نہ
تھا۔ اور انگریزوں کی توجہ اسطرف تھی کہ اپنی بحری و تجارتی قوت کو قرب ہند کے سواحل بحری
پر قائم کریں لیکن یہ دیکھنے میں آیا کہ آخر نصف اٹھارھویں صدی میں انگریزوں کو اپنی
محافظت کے لیئے اور فرانسیسیوں کے خارج کرنے کے واسطے مقامی جنگو نمیں ضربیں لگانی
اور ملک گیری کرنی پڑی پہلے اس سے کہ فرانسیسیونکی رقابت دور ہوئی ہو مرہٹوں نے
اور میسور کے فرمانرواؤں نے انگریزوں سے لڑنا شروع کیا وہ بالطبع انگریزوں کی قوت
روزافزوں سے حسد کے مارے جلے جاتے تھے اور فرانسیس ان کی مدد کرتے تھے جن کی
عمدہ آمادہ مسلح سپاہیں انگریزوں کو ڈراتی تھیں ان خوفوں کے دفع کرنے کے لیئے لارڈ
ولزلی نے سب سڈری سپاہیں بڑے پیمانہ پر مرتب کیں کہ برٹش گورنمنٹ ان ریاستوں کی
عام حراست و محافظت کرے جو اس کے پولیٹکل اثر کے مطیع ہوں اور جو ریاستیں اس سے
علیحدہ رہیں ان کے حدود معین کردے میسور اور مرہٹوں کی ریاستیں اس وقت بڑی قوی اور
زبردست تھیں وہ انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ ہوئیں جن میں سے ایک آخرکار تباہ و برباد
ہوئی اور دوسری میں قابلیت نہیں رہی انگریزوں کی برتری و علویت ساری ہندوستان
پر سایہ افگن ہوئی اب یہ وقت نہیں رہا تھا کہ جس بلندی پر انگریز چڑھے تھے اس سے وہ نیچے
اتریں یا عام حکمراں ہونے کے رستہ پر دفعتہً نچلے کھڑے ہو جائیں اب انگریزوں کو
فاتح قوت حاصل ہو گئی تھی اور انہوں نے علے الاتصال بادشاہی حاصل کی تھی اور تمام

واجب تھا کہ ہندوستان جسکا تنزل ہوتا جاتا تھا اسکی محافظت کے واسطے پولیس
تیار کریں اگر انگریز اس محافظت سے انکار کر دیتے تو پھر کوئی دوسرا ایسا نہ تھا کہ
اس کام کو اپنے ذمے لیتا چھوٹی چھوٹی ہندوستانی ریاستوں نے جب دیکھا کہ بڑی
بڑی ریاستیں انکو کھائی جاتی ہیں تو انہوں نے برٹش گورنمنٹ کے خلاف اپنی رائے
ظاہر کی کہ انہوں شاہنشاہی کا منصب تو لے لیا لیکن وہ اسکے فرائض نہیں ادا کرتی کہ ہم
حفاظت کرے اس عرصہ میں اضلاع متوسط کی حالت بد سے بدتر ہو گئی - یہ دیکھا گیا کہ
اٹھارھویں صدی میں ہند کے اجورہ دار سپاہیوں کا ایک جم غفیر و مجمع کثیر تھا جسکا پیشہ
جنگجوئی تھا اور آبادی کے ایک بڑے حصہ نے غارتگری کے پیشہ کو اختیار کر لیا تھا جو
نسلوں سے خوب پھولا پھلا چلا آتا تھا اس لٹیری جماعت کا پیشہ اسکی خانگی جانبازیو
کے میدان کے تنگ ہونے سے غائب ہوتا جاتا تھا وہ ممالک متوسطہ ہند میں مجتمع ہو
یہ توقع تھی کہ وہ کم ہو گی وہ پچھلی بیٹھی گی مگر اسکے برخلاف وہ ایسی زیادہ ہو گئی کہ جس سے
خوف ہونے لگا ان لٹیروں کے غولوں کا ہجوم جب وہ کل ہندوستان میں لوٹ مار کر
تھا تو وہ زود زوال ورگا ہے گا ہے آزار رساں ہوتا تھا مگر جب وہ حدود مقر
میں گھیر لگیا تو مہلک وبا بن گیا اور اندرونی ممالک کو لوٹ مار سے تباہ و برباد کرد
چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی ایسی باقاعدہ فصدیں کھولیں کہ وہ قریب المرگ ہو گئیں
بڑے بڑے جوانمرد سپہ سالاروں نے اس امید میں کہ وہ اپنی مہیب سپاہیانہ پائدار
جو پہلی لڑائی میں کھوئی ہے حاصل کرینگے اپنی سپاہ ہوں میں سپاہیوں کی بھرتی کرنا اور اپنے
خزانوں کو معمور کرنا شروع کیا -

برٹش گورنمنٹ سے جن ریاستوں سے سب سے بڑی عہد و پیمان کیے اسکے سبب سے ا
بے قید سپاہیں ہر طرف ہو گئیں اور لوٹ مار کی وبا ایک جگہ جمع ہو کر کثیف ہو گئی ان نتائ
کے ماورا۔ اسکے اور نتائج یہ ظہور میں آئے کہ جن ریاستوں نے انگریزوں کے ساتھ یہ عہد
پیمان کیے انکی سپاہیانہ قوت انگریزوں کے ہاتھ میں آگئی جسکے سبب سے انکے فرمانر
رئیسوں کی اندرونی حکمرانی ضعیف ہو گئی اور بخوبی اعتدال کے ساتھ حکومت کرن

جوابدہی کی اور ذمہ داریوں کا خیال انکے دل میں اس وجہ سے کم ہو گیا کہ اگر ان کی
ریاست پر کوئی باہر سے حملہ کی آفت آئیگی یا کوئی اندرونی بغاوت و سرکشی ہو گی تو
اسکے دفع کرنے کا علاج برٹش گورنمنٹ کریگی اسطرح سے دوستوں کی ریاستوں میں
بدنظمی کے رفع دفع کرنے کا نتیجہ یہ تھا کہ بیرونی محافظت انگریزوں کے ذمہ ہو گئی اور
رفتہ رفتہ بالکل اسکا بار برٹش گورنمنٹ کی گردن پر سوار ہو گیا انگریزی پولیٹکی پیچھے
ہٹنے یا آگے بڑھنے کی بدل سکتی تھی لیکن پھر بھی ہر جھگڑے دنگہ فساد میں تا آرث بانجیر تک
کی اور کل ہند میں امن و عافیت کے محافظ ہونے کی بلندی پر پایہ بہ پایہ انگریز
چڑھ گئے + اِن حالتوں میں جنکا ابھی بیان ہوا ممالک متوسطہ کے آوارہ گرد غول
صاحب ثروت و امارت ہو گئے اور بہت بڑھ گئے ۔ یہانتک کہ ۱۸۱۴ء میں امیر خاں
ایک نامور اور بہادر بڑے دل گردہ کا راجپوتانہ میں رہتا تھا جسکے پاس کم از کم تیس
ہزار سپاہی تھے اور اسکے ساتھ زبردست توپخانہ تھا اس کی باقاعدہ سپاہ علی العموم
ممالک متوسطہ کے گرد پھرتی تھی تو وہ کسی گورنمنٹ سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا نہ کوئی اسکا
ملک مقرر تھا وہ کوئی اپنے ذمہ پولیٹکل یا سول جوابدہی اور ذمہ داری نہیں رکھتا تھا ۔
یہ ایک قطعی ثبوت ملک کی بدنظمی اور بدعملی کا ہے لیکن امیر خاں کی سپاہ بعض قسم کی قواعد
کی پابند تھی اور ایسے نظام کے موافق کارفرما تھی جو باقاعدہ لڑائیوں کے نظام سے مشابہت
رکھتا ہے اسکے سپہ سالار کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اپنے لیئے ایک مملکت تراش خراش کرکے
پیدا کیجئے لیکن اصلی پنڈاروں کے غولوں کا کوئی مطلب سوائے تمام لوٹ مار کے کچھ اور
نہ تھا وہ بے شمار سوار قزاقوں اور لٹیروں کے گروہ و غول تھے انکا عام پسند سرغنہ
چیتو تھا اسکے پاس سواروں کا شمار دس ہزار سے کم نہ تھا جو زرخیز شاداب سرسبز
اضلاع کی لوٹ کھسوٹ سے اپنا گذارہ کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ممالک
مقبوضہ و محروسہ کو ہمیشہ دھمکاتے رہتے تھے اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ وہ پونہ و ناگپور
و گوالیار کے مختار راجاؤں کے ساتھ درپردہ سازش و آمیزش رکھتے تھے ۔
ان راجاؤں کو یہ شوق نہیں تھا کہ وہ ملکر ان مسلح گروہوں کو دبائیں جنہوں نے

مرہٹوں کے اضلاع کی لوٹ سے درگذر کی تھی وہ انگریزوں کے اور نظام کے ملکوں کو اُجاڑ و ویران کرتے تھے اور غالباً یہ اُنکے دل میں بات تھی کہ اگر آئندہ انگریزوں کی فرمانروائی کے برخلاف کوئی سردار نبا نا پڑیگا تو یہ پنڈارے اُسکی کمک کے لیئے بڑے کام آئیں گے۔

فصل دوم جنگ نیپال (سنہ ۱۸۱۴ ۱۸۱۶)

جب سنہ ۱۸۱۴ میں نیپال کے ساتھ انگریزوں کی لڑائی شروع ہوئی تو مرہٹوں کو یہ امید ہوئی کہ اس لڑائی کی مشکلات میں انگریزوں کے پڑنے سے ہمارے لیئے کوئی نیک ساعت آئیگی گورکھوں کی قوم کوہستانی اور میدانی ہندوؤں کے باہم اختلاط سے پیدا ہوئی تھی سنہ ۱۷۶۸ میں بنگال کے محاذی ہمالیہ پہاڑ کے جنوبی ڈھلانوں کی مرتفع زمینوں اور دروں پر اپنا قبضہ کرلیا اودھ اور رُہیلکھنڈ کے اوپر جو سلسلہ کوہستان ہے اُسکے شمال مغرب میں ان اضلاع میں جنمیں گنگا جمنا کا پانی بہتا ہے پنجاب کی حدود تک فوجکشی کی اسطرح جو مملکت حاصل کی گئی تھی وہ ایک شخص کے زیر فرمان نہ تھی وہ اس گروہ کے ہاتھ میں تھی جو غالب جرگوں کے سپہ آرا افسروں کا تھا وہ اصلی راجہ کو اپنا تابع رکھتے اور اسکے نام سے نیپال میں حکمرانی کرتے تھے گورکھوں کی سپہ کی وردی و ہتیاروں کی وضع و طرح فرنگستانی طرز کی تھی ہمیشہ سے گورکھے انگریزی نمونہ کی نقل فوجی کاموں بڑی ہنرمندی سے اُتارتے تھے اُنہوں نے بہت جلد پہاڑی چھوٹے چھوٹے ریاستوں کو اپنا تابع بنالیا یا انکا استیصال کردیا پھر ہمالیہ کی ترائی میں انگریزی عملداری پر دست درازی و حملہ آوری کرنے لگے چھوٹے چھوٹے راجہ جو پہاڑ کے حواشی میں رہتے تھے اور ترائی میں جو بڑے بڑے زمیندار رہتے تھے ان دونوں کے درمیان لڑائیاں ہمیشہ قدیم زمانہ سے چلی آتی تھیں اب گورکھوں نے پہاڑی مرتفع زمینوں پر قبضہ کرلیا تھا اور انگریزوں نے پہاڑوں کی ترائی پر حکومت جمالی تھی اسوسطے دونوں کی زمینوں میں سرحدوں کی بابت ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا یہ سرحدیں بھی ایسی تھیں کہ اُنپر تکرار ہوسکتی تھی اس جھگڑے کی نوبت بڑھتے بڑھتے جنگ پر آگئی نیپالی افسروں کے

انگریزی رعایا پر بڑی بے باکی سے حملہ کیا اور ان اضلاع پر قبضہ کرلیا جو بنگال سے
ملا کر رکھتے تھے اور وہاں سے واپس جانے سے انکار کیا جب ۱۸۱۴ء میں انہوں نے دو
ضلعوں پر قبضہ کر لیا تو لارڈ ہیسٹنگز نے اُن کے گورنمنٹ پاس ایک قطعی درخواست
بھیجی کہ وہ ان ضلعوں کو خالی کریں جسکا جواب اُنہوں نے یہ دیا کہ انگریزی سرحدی
مقامات پر کھلم کھلا حملہ کیا اور انگریزوں کے پولیس کو قتل کیا گورکھوں نے اپنی باضابطہ
ونسل کرکے جنگ کی تیاری کی انکو یہ یقین تھا کہ ان کے پہاڑوں کے اندر انگریز نہیں
داخل ہو سکینگے۔ ہندوستان کے گرد کے سلسلہ کوہستانی کے اندر انگریزوں کو ہمیشہ
سے لڑائیاں کرنی پڑی ہیں انمیں یہ لڑائی اول تھی سرحد جو جنگ کی تماشاگاہ تھی
چھہ سو میل طول میں تھی اور دشمنوں کے قبضے میں وہ تمام درے تھے جنمیں سے پہاڑوں
کی مرتفع زمینوں پر جانے کا رستہ تھا انگریزوں نے تین مختلف مقاموں پر جداجدا حملہ کیا
اگرچہ ایک قلعہ کے فتح کرنے میں جنرل جلیسپی کی جان گئی اور اُس کو ہزیمت ہوئی
لیکن سپاہ نے اپنی بہادری سے پہاڑوں کے اندر قدم جما لیے گو دشمنوں نے بڑی
جوانمردی سے انکا مقابلہ کیا اور گورکھوں کو اُنکے مقامات سے مغرب میں بھگا دیا۔
نیپالیوں کی گورنمنٹ نے مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر دستخط کر دیئے جسکے موافق ہمالیہ کی
ترائی کا بڑا حصہ مع متصل کے جنگل کے جو جال کی مغربی سرحد ریاست نیپال سے شمال
مغرب میں دریائے ستلج تک پھیلتا ہے برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا پس تمام کوہستانی ملک
جو رہیلکھنڈ اور شمالی مغربی اضلاع کے اوپر دریائے جمن تک آویزاں ہے انگریزوں کے
قبضہ میں آگیا اب برٹش گورنمنٹ کی سرحد اس آبشار سے پرے ہو گئی جو ان بلند
پہاڑوں پر ہے جو ہند کو تبت سے جدا کرتے ہیں پس اسطرح انگریزی سلطنت کا دائرہ
مینڈ ہا چینیوں کی سلطنت سے ملگیا جو اب سے انگریزی معاملات کو بڑی عقل کو کام میں
لاکر دیکھنے لگی۔

فصل سوم - پیشوا و پنڈاروں کی لڑائی (۱۸۱۷ - ۱۸۱۸ء)

اس عرصہ میں ممالک متوسطہ میں لٹیروں کے غول کی تعداد اور بے باکی گستاخی میں بہت

بڑھگئی مرہٹوں کی راجہ جہاراجہ بظاہر تو پنڈاروں کے حامی ہونے سی انکار کرتے تھے۔ مگر
درپردہ وہ انکے مددگار تھے اب پنڈاروں نے مدراس پریسیڈنسی کے بعض ضلاع پر
دست درازی شروع کی اور بہت کچھ لوٹ مار کر غنیمت لیگئی اور بنگال کی سرحد کو بھی
لوٹا۔ امیرخاں جو پٹھانوں کا سرغنہ تھا اس نے جیپور کا محاصرہ کیا یہاں کے راجہ نے
انگریزوں سے استعانت چاہی بعد بہت سی گفتگو کے لارڈ ہیسٹنگز نے راجپوتوں کی
ریاست جیپور کو اپنی حراست میں لے لیا اور بھونسلہ راجہ ناگپور سے سبسڈری عہد و
پیمان کر لئے جسکے سبب سے مرہٹوں کی ریاستوں کے مجموعہ کا ایک رکن اعظم ٹوٹ گیا لیکن
راجہ اپنے اس عہد و پیمان سے بہت جلد پشیمان اس سبب سے ہوا کہ اسکی کامل آزادی
اور خود مختاری میں اس سے خلل پڑتا تھا اسکی راجدھانی میں ایک فریق ایسا رہتا تھا
کہ وہ انگریزوں سے نفرت عداوت رکھتا تھا اسکے سکھانے پڑھانے سے وہ درپردہ
پونہ میں پیشوا سے خط و کتابت کرنے لگا پیشوا کو بڑا اضطرار و اضطراب اس بات
سے پیدا ہوا تھا کہ اسکے ہمسایہ کی مرہٹوں کی ریاستوں میں اسکے معاملات کی اندر
انگریزوں نے مداخلت کی پیشوا نے اپنی سپاہیوں کو جمع کرنا اور سامان جنگ کا تیار
کرنا شروع کیا برٹش رزیڈنٹ نے اس کے جواب میں سب سبسڈری سپاہیوں کو طلب
کیا ملک میں ایک عذر و بلوہ کا خاص مرض پیدا ہوا جسکا ہیجان پونہ کی ریاست سے ہوا
جب جھگڑا بڑھا تو پیشوا کو خوف لگا اس نے سنہ ۱۸۱۷ء میں ایک صلحنامہ پر دستخط کر دیئے
اور سب سبسڈری فوج کے بڑھانے کی عوض میں ملک دیدیا اور مرہٹوں کی ریاستوں
میں اپنے بزرگی کے دعووں سے بھی دست بردار ہوا لارڈ ہیسٹنگز نے اب یہ فیصلہ
کیا کہ وقت آگیا ہے کہ لٹیروں کے غولوں کو دبائے اور ممالک کی حالتوں کی ایسی
اصلاح کرے کہ انمیں جو لوٹ مار کا نظام ہے اسکا نام باقی نہ رہے اسکی بڑی تجویز
یہ تھی کہ کل اس ملک کی جس میں ابتری پھیل رہی ہے اسکی حدود بندی کرکے ایک مسلم
حکومت اس میں ایسی قائم کرے کہ اسکا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے کہ وہ کسی جوابدہ
حکومت کے علاقہ سے باہر ہو اسکو یہ بھروسا تھا کہ جب کل ملک میں امن و امان این

حکمرانوں کے ذریعہ سے برقرار ہو جائیگا جنکو وہ تفریق کرکے تک حوالہ کریگا تو برٹش گورنمنٹ کا دبدبہ
و استیلا و استعلا پورا قائم ہو جائیگا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے اسکام کو کمال کے درجہ پر
پہنچایا کہ ہندوستان کی ہر ریاست کے انگریز محافظ ہوں اور انکا استیلا و استعلا سب
ریاستوں میں پایا جائے اسکام کو لارڈ کورنواس نے شروع کیا تھا اور لارڈ ولزلی نے اوسکو
دور تک پہنچایا تھا لارڈ ہیسٹنگز نے اسکو پورا کیا۔
اس مطلب میں عقلاً یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ مرہٹوں کے راجہ مہاراجہ دل سے شریک ہونگے
امیر خاں افغانوں کے سرغنہ کو سمجھایا گیا کہ وہ اپنی سپاہ کو برطرف کرے اور جو ملک اس کو دیا
جائے اور انگریز اسکے متکفل ہوں انہیں وہ حکمرانی کرے اس نے اسبات کو مان لیا لیکن
سیندھیا نے بادل ناخواستہ اس بات کو منظور کیا کہ وہ پنڈاروں پر انگریزی فوج کشی
کرنیمیں ہمراہ ہو جسنے اپنی سپاہ کی روانگی میں التوا بظاہر اس نظر سے کیا کہ وہ دیکھ لے
کہ کیا واقعات وقوع میں آتے ہیں اونٹ کس کروٹ سے بیٹھتا ہے پیشوا نے جو عہدنامہ
لکھا تھا اسکے جوئے کی رگڑوں سے وہ زخمی ہوئے جاتا تھا اس نے علانیہ برٹش گورنمنٹ
سے عداوت دشمنی ظاہر کی اور پونہ میں جو انگریزی سپاہ تھی اسپر حملہ کیا ناگپور کے راجہ نے
یہ اعلان کیا کہ وہ مرہٹوں کی قوم کا سر ہے اور برٹش رزیڈنسی سے لڑنے کے اپنی سپاہ
بھیجی۔ اگرچہ ناگپور میں کوئی سخت لڑائی نہیں ہوئی مگر مرہٹوں کو دونو جگہ ہزیمت اٹھانی
پڑی۔ ہلکر کی سپاہ نے پیشوا کی سپاہ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اس نے مہدی پور میں انگریزوں
سے شکست پائی۔ پس گورنر جنرل کی پولیسی جو ہندوستان میں امن امان قائم کرنے کی تھی اسکے
برخلاف مرہٹوں کی کوشش کا خاتمہ ہوا انگریزوں کی سپاہ رواں نے پیشوا کا تعاقب کیا
اسکے ساتھ دو ایک لڑائیاں تیزی و تندی کے ساتھ ہوئیں لیکن آخر کو اسکی سپاہ پراگندہ
و تباہ ہو گئی اسکے سارے قلعے چھن گئے اور اسکا تعاقب یہاں تک کیا گیا کہ آخر کو اسنے
ایک مناسب پنشن کے مقرر ہونے پر اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا لارڈ ہیسٹنگز نے یہ
فیصلہ کیا کہ دکن کی حکمرانی میں آیندہ اسکا اور اس کے خاندان کا کوئی حصہ باقی نرہے
ناگپور کی ریاست نے بھی اپنی بڑی بڑی ضلعے برٹش گورنمنٹ کو حوالے کیے ستارہ کی ریاست

سیواجی کی اولاد کے لیئے ازسرنو مرتب ہوئی اور راجپوتانہ کی ریاستوں میں جد اجداد راجہ مقرر
ہوئے اور برٹش گورنمنٹ انکی محافظ و متکفل بنی مرہٹوں کے بڑے راجہ جو چھوٹے چھوٹے راجاؤ
سے خراج لیتے تھے وہ مقرر کیا گیا اور یہ شرط اسکے ساتھ ہوئی کہ خراج برٹش خزانہ کے توسط
سے ادا کیا جاوے - ان تدابیر سے مرہٹوں میں پیشوا کی حکمرانی کا چراغ بالکل گل ہوا اور تین بڑ
خاندان - سیندھیا - ہلکر اور ناگپور کے بھونسلا جو اکثر برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے
ہوئے تھے وہ ہندوستان میں امن و امان رکھنے کے لئے پابند کیئے گئے غارت گری
نظام جو ایکدفعہ بڑا پھولا پھلا تھا اسمیں پنڈاری باقی رہ گئے تھے وہ ان گردان گروہ
کی تلچھٹ تھے جنہوں نے ہندوستان میں ایک صدی سے بد نظمی و طوائف الملوکی پھیلا
رکھی تھی وہ بھی پراگندہ یا مستاصل کر دیئے گئے مرہٹوں کی ریاست کے لیئے ملکوں کی حد
بہت اچھی طرح مقرر کی گئیں اور لوٹ مار کرنے سے جو فتوح حاصل ہوتی تھیں یا فقط بڑی بڑی
غارتگریاں ہی ہوتی تھیں وہ سب نابود کر دی گئیں اس گورنمنٹ اور سوسائٹی کی حالتیں ہی
بدل گئیں جو اس نوع کے آدمیوں کو پیدا کرتی تھیں تو اس نوع کے آدمی بھی معدوم ہو گئے اسپر
اب سے آیندہ پبلک پولیسی کا عام اصول یہ قائم ہوا کہ ہندوستان میں ہر ریاست (پنجاب و سندھ
سے باہر) غیروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں دے اور اپنے بیرونی
جھگڑوں کو برٹش ثالثی سے فیصلہ کرائے اور اندرونی انتظام میں برٹش سے صلاح و مشورہ ال
معاملات میں لے جو بد نظمی و بد عملی کا علاج کریں بڑی بڑی ریاستوں میں برٹش رزیڈنٹ مقرر ہوں
تاکہ وہ گورنمنٹ کی اعلےٰ خدمات کو بجا لاوے اور تمام سبسڈری فوجیں جنکا انصرام ریاستیں
کریں وہ ہر جگہہ برٹش کی ہدایتوں کے موافق اعلےٰ ملیٹری حکومت رکھیں یا ملک متوسطہ ہند کے
بڑے پولیٹکل بندوبست سے بڑے بڑے سپہ سالاروں کے مطیع کرنے اور مصلحت گزیں
کرنے سے اور بالادستی اور ماتحتی کے صاف صاف تعلقات کے ٹھیک ہونے سے وہ اصول جن پر
ہندوستان میں برٹش سلطنت کی عمارت بنائی گئی سب نے بالعموم تسلیم کر لیئے آخر کو یورپین
رقیب کی مداخلت کی پرچھائیں جو پڑتی تھی وہ ایک مدت کے لیئے اٹھ گئی ہندوستانی ریاستوں سے
جو استیلا و تسلط کے لیئے لڑائیاں ہوتی تھیں انکا بھی قطعی فیصلہ ہو گیا - ہندوستان کی رعایا کی

آسودگی وسلامتی کے لیئے برٹش گورنمنٹ کا واسطہ بنا ہر جگہ دو سمندروں سے شمال کی طرف
دریای سندھ و دریای ستلج تک مانا گیا سرحد سندھ سے مغرب کی و بائیں جانب جزیرہ نما کے گرد
مشرق کی طرف سرحد برہما تک جزیرہ نما کے کل سواحل بحر انگریزوں کے زیر حکومت آ گئے۔
انکے پاس شمال میں کوہ ہمالیہ کے مرتفع زمینوں کا ایک خطہ تھا انہیں انگریزوں کا پولی ٹکل اثر
غربی کنارہ پر ریگستان کے دریای سندھ پر منتہی ہوتا تھا۔ اس ملک کا سب سے بڑا اور مناسب
عظیم الشان و بیش بہا حصہ براہِ راست انگریزی عملداری میں تھا اور اس کے باقی
حصہ پر انگریزوں کی بادشاہی کی رعب داب کا اثر تھا - پس اسطرح سے انگریزوں کی
سلطنت دو طرف سے قدرتی حدود پر منتہی ہوتی تھی ایک طرف سمندر تھا دوسری طرف پہاڑ
تیسری طرف اسکے سندھ کے پار کا صحرا تھا صرف یہی سمت تھی جس پر انگریزی عملداری کی سرحد مستقل
نہ تھی اور شمال و مغرب کی طرف سے اسمیں خلل اندازی ہو سکتی تھی جہاں سکھوں کی سلطنت نے
ستلج کے پاس لڑنے کی مہیب قوت رنجیت سنگھ کے ماتحت حاصل کر لی تھی ✦

باب ہفدہم

سلطنت کی تکمیل (۱۸۲۳ - ۱۸۳۷)

فصل اوّل - برہما کی لڑائی سے لارڈ آک لینڈ کے آنے تک —

اس زمانہ تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی تمام لڑائیوں کی جلوہ گاہ ہندوستان کے اندر رہی تھی ۱۷۶۳ء میں فرنچ یہاں سے
خارج ہو گئے تھے اور ۱۸۱۸ء میں پنڈاروں سے لڑائی کا خاتمہ ہوا تھا ان دونوں سنوں کے درمیان پچاس سال میں انگریزوں کی دشمن ہندوستانی
ہی تھیں لیکن انگریزی سلطنت کی وسعت اسکو اور اجنبی ایشیائی ملکوں کے بہت قریب لے گئی
ہندوستان کی جو خاص جغرافیہ کے موافق حدود تھیں اُن پر انگریزی عملداری جلد ہو گئی جس کے
سبب سے تازی دقتیں پیدا ہوئیں اور نئی قوموں کے ساتھ لڑائی کے کنارہ پر پہنچ گئیں
پہلی لڑائی گورکھوں سے ہوئی جو ہندوستانی نہ تھے اول انکے راجہ نے اصلی دشمنی پر برانگیختہ
لیکن نیپال ہمالیہ پہاڑ کے جنوبی ڈھلان پر واقع ہے اس لیئے اسکی آبادی نسل میں اور
مذہب میں زیادہ تر ہندو و چینے سے متعلق ہے دوسری لڑائی برہما والوں سے ہوئی

جو ہندوستان کی نسلوں سے بالکل جُدا تھے اور انکی سلطنت ہند کی سرحد سے پرے تھے۔
یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہو کہ جن پچاس برسوں میں ہندوستان میں جس طور سے انگریزوں کی سلطنت قائم ہوئی تھی اسکے گرد اسی طور سے ان ہی برسوں میں اور سلطنتیں قائم ہوئی تھیں (۱۷۵۷-۱۸۰۵) کے درمیان افغانستان کے خیلوں و جرگوں نے جمع ہوکر احمد شاہ کے خاندان کی سلطنت کو مطیع کیا تھا۔ ہندو مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست پنجاب کو رنجیت سنگھ کے زبردست ہاتھوں نے ایک بڑی خود مختار جنگی سلطنت بنایا تھا۔ ہمالیہ کے زیریں مرتفع زمینوں کے راجاؤں کے مطیع ہونے سے نیپال کی سلطنت قائم ہوئی تھی اس زمانہ میں کہ کلائو بنگال کو محکوم کر رہا تھا ۱۷۵۵ء میں الوم پرا نے پیگو کو فتح کر کے برہما کی سلطنت کو بنایا تھا وہ بہت وسعت پا گئی تھی جنوب کی طرف خلیج بنگالہ کے مشرقی کنارہ تک اسکی وسعت تھی اُس نے تمام کوہستانی اضلاع جو ہندوستان کی مشرقی زمین سرحد پر واقع ہیں مطیع کر لیئے تھے اور برہما کی فوجیں مشرقی بنگال کی زمینوں کیطرف بڑھتی چلی آتی تھیں اب برہما اور بنگال کی گورنمنٹوں میں اسطرف سرحد پر آپس جھگڑے ہونے لگے ان کے درمیان جو حد فاصل تھی اسکا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور وہ بدلنے کی قابلیت رکھتی تھی دونوں میں ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ دوسرے کو پرے دھکیلے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کے میدانوں کو باقی ایشیا سے جو ایک کوہستانی سلسلہ منقطع کرتا ہے اسپر علے الاتصال ناہموار مرتفع زمینوں کی جھالر لگی ہوئی ہے اور اس میں قومیں مخلوط النسل کم وبیش جنگجو اور آزاد رہتی ہیں۔
ایسی صورتوں میں کہ مہذب قوموں کی سلطنتیں وحشی قوموں سے متصل ہوتی ہیں تو وہ یہ پولیسی اختیار کرتی ہیں کہ قوموں کے جرگوں کے زمینوں کے خطہ کو برقرار رکھ کر اپنی سرحد بناتی ہیں یا اپنی سرحد پر چھوٹی چھوٹی ریاستوں یا سرداروں کو اپنی محافظت میں لے کر غیروں کی دست درازی اور فتنہ انگیزی کے روکنے کے لیئے بہت پتھریلی حیت و چالاک آڑ دروک بناتی ہیں بس یہی پولیسی ہند میں برٹش گورمنٹ نے اختیار کی تھی انگریزوں کی اول لڑائی برہما والوں سے ایسی ہی ہوئی تھی جیسی اکثر لڑائیاں ہندوستانیوں سے ہوئی تھیں کہ انگریزوں کی ریاست محروسہ میں برہما والوں نے دست درازی کی۔

اہل برہما شمال مشرق میں اس ملک کی تسخیر میں مصروف تھے جسکو اب انگریزی عملداری
میں آسام کا صوبہ کہتی ہیں جو منی پور کے گرد ہے وہ کچار پر حملے کرتے تھے جو برٹش گورنمنٹ
کی حراست اور محافظت میں تھا اور بنگال کے ضلع سلہٹ کو دھمکاتے تھے علاوہ اسکے
اور چھوٹے چھوٹے حملے کرتے تھے اور انٹرنیشنل قانون کے برخلاف اُنہوں نے ایک جزیرہ
پر قبضہ کرلیا جو اراکان کے کنارہ پر برٹش سے متعلق تھا انکو کبھی مہذب فوجوں سے
پالا نہیں پڑا تھا اسلیئے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اسلیئے توقف کرتے کہ اپنے ہمسایہ کی قوت کو
آزماتے کہ وہ ان سے مقابلہ کرنے کی کس قدر طاقت رکھتا ہے لڑائی (۱۸۲۴ء۔۱۸۲۶ء)
کے درمیان جاری رہی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی عملداری ہندوستان کی جغرافیہ کی حدود
سے باہر ایک ایسے ملک میں قائم ہوئی جو بالکل ہند سے مختلف تھا

اسوقت لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل تھا اس نے برہما پر فوج بھیجی یہ پہلی دفعہ
تھی جسمیں انگریزوں کی ہندوستانی فوج ہندوستان سے باہر برّ اعظم ایشیا میں لڑنے
گئیے۔ برمیوں نے بڑی سینہ زوری و دلیری سے انگریزی سپاہ کا مقابلہ کیا مگر آخر کو مجبور
ہوکر ان شرائط پر اطاعت قبول کرلی جو انگریزوں نے پیش کیں اراکان اور تناسرم
کے اضلاع انگریزی عملداری میں الحاق کیئے گئے جسکے سبب سے وہ ساحل انگریزوں کے ہاتھ
آیا جو خلیج بنگال پر ہند کی سرحد کے محاذی ہے اور اس کے سوا یہ پہلی دفعہ تھی۔ کہ
برٹش ایمپائر کے ماتحت وہ لوگ آئے جو ہندی نہ تھے برہما کی شکست کا نتیجہ اعظم یہ تھا کہ
بالائے آسام۔ کچار۔ منی پور ممالک محروسہ میں داخل ہوئے یہ وہ خطہ بنگال سے پرے
ہے جو شمال مشرقی کمشنری آسام میں داخل ہے۔

برہما سے جو ملک حاصل ہوا اس نے انگریزی عملداری کی شرقی سرحد کو قائم و
محفوظ کردیا اور گورکھوں کی لڑائی سے وہ ریاست فرو ہوئی جو ہمالیہ پہاڑ
کی شمالی مشرق کی جانب سے انگریزوں کو ستاتی تھی۔ ۱۸۲۶ء میں ایک غاصب
نے بھرت پور میں اپنا راج قائم کرلیا لورڈ کومبرمیر نے بھرت پور کے نہایت
مستحکم قلعہ کو حملہ کرکے فتح کرلیا یہ وہ قلعہ تھا کہ جسکے فتح کرنے میں ۱۸۰۵ء میں

لارڈ لیک ناکام رہے تھے بس اب ہندوستان کے اندر دو سلطنتیں تھیں ایک انگریزوں کی۔ دوسری سکھوں کی۔ ایران سندھ مشکل سے ہندوستان کے فرمانرواؤں کی فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں۔ رنجیت سنگھ نے سکھوں کی سلطنت کو معراج پر پہنچایا تھا انیسویں صدی کے ابتدا میں رنجیت سنگھ اور برٹش گورنمنٹ کی دوستی میں دشمنی کی علامتیں کچھ نمایاں ہوئی تھیں اس لیئے رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۹ء میں ایک عہدنامہ لکھا جس میں اس کے ملک کی سرحد شمال اور مغرب میں دریائے ستلج قرار پائی یہ دریا ان دونوں کی مملکتوں میں حد فاصل تھا لیکن پنجاب سے پرے افغانستان کے کوہستان کے آگے کی طرف ایسی تحریکیں ہو رہی تھیں جس سے ہندوستان میں فتنہ و فساد کا بڑا خوف لگ رہا تھا۔ روس ایشیا پر بڑھا چلا آتا تھا وہ نپولین کی لڑائیوں کے سبب سے رک گیا تھا لیکن پھر وہ آگے بڑھا بحر کیسپین سے لے کر دریائے اوکسس تک اسکا دباؤ پڑتا تھا ۱۸۲۸ء میں ترکمانچی میں یہ عہدنامہ ہوا تھا اس کے سبب سے وہ ایران پر اپنا بڑا غالب اثر رکھتا تھا۔ چند سال کے بعد شاہ ایران نے ہرات پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں وہ مغربی افغانستان میں اپنے بادشاہی حق کا مدعی تھا اس طرف بڑا شہر ہرات تھا جو کلید اُن تمام راہوں کی تھی جو ایران سے ہندوستان کو جاتی ہیں افغانستان کے بعض بڑے بڑے سردار شاہ ایران سے مراسلت رکھتے تھے شاہ شجاع جو افغانستان کا موروثی بادشاہ تھا اسکو افغانوں کے ایک نئے خاندان نے نکال دیا تھا وہ پنجاب میں جلاوطن ہوکر آیا تھا یہاں اُس نے جو اپنی تخت نشینی کے لیئے کوششیں کیں انمیں ناکام رہا اُس نے سکھوں اور انگریزوں سے امداد کی درخواست کی۔ احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی سلطنت پیدا کی تھی شاہ شجاع اُسکی اولاد میں تھا لیکن اس وقت سے چند سال پہلے ایک زبردست قوم کی اولاد اسکی جانشین ہوگئی تھی۔ ایشیا میں شاہی خاندانوں کے بدلنے کا دستور مشہور ہے کہ جن ہاتھوں میں قدرتی میلان حکمرانی کرنے کا نہیں رہتا وہ ان ہاتھوں میں آجاتا ہے جو اسکو اچھی طرح رکھ سکتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اٹھارہویں صدی میں مرہٹوں کی سلطنت پیشوا وزیر کے خاندان نے تباہ کی تھی اور اسی صدی میں بعینہ اسی قسم کا انقلاب نیپال کی سلطنت میں ہوا تھا۔

اہتمام ایشیائی معاملات کا مدار عظیم افغانستان پر تھا اسکا مقام اسکی قدرتی قوت۔ سکے بڑے قیمتی داؤں۔ گھات لگانا و چالیں چلنا یہ سب ایسے تھے جسکے سبب سے وہ ہندوستان کی فرمانرواؤں کے لیئے ایک مقام نہایت باعظمت و وقعت سمجھا جاتا تھا اب جو شاہ ایران نے اسپر دعوی کیا تو وہ پولی ٹکل میدان میں آیا۔ انگلنڈ میں برٹش گورنمنٹ نے یہ اصول قائم کیا کہ ہندوستان کی سلامتی کے واسطے کل افغانستان کا سالم اور آزاد رہنا ضرور و ناگزیر ہے یہ اصول مہتم بالشان تھا۔ اسوقت انگریزی سفارت نے دریاء سندھ کی تحقیقات بڑی کی تھی اور دوست محمد خاں امیر کابل نے اسکا خیر مقدم کیا تھا جسکے سبب سے اوپر کا اصول قائم ہوا تھا اسواسطے جب شاہ ایران نے جسکے ساتھ بعض روسی افسر بھی تھے ۱۸۳۷ء میں ہرات پر چڑھائی کی اور امیر کابل کو انگریزوں کی دوستی سے مایوسی ہوئی تو اس نے روسیوں کے ایجنٹ سے عہد و پیمان کی گفتگو کی بس اب یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ تمام عناصر خوف و بداعتمادی کی انتہا اپنی حد تک جلد پہونچگئی لندن میں وزراء نے ظاہر کیا کہ ہماری مشرقی ممالک مقبوضہ کی بہبودی و فلاح کا مقتضاء یہ ہے کہ ہم اپنی شرقی سرحد پر بچا رکھ سکے کہ وہاں کسی ایسے فرمانروا کو رہنے دیں کہ جو ہمارے دشمن کے کہنے میں چلے ایسے دوست کو فرمانروا رکھنا چاہیئے کہ وہ چڑھائیوں کا مقابلہ کرے۔

اب یہاں سے آگے زمانہ کی تاریخ ملکہ معظمہ کے عہد سلطنت سے متعلق ہے اس لیئے اسکا بیان بہت بسط و تفصیل کے ساتھ دوسرے حصہ میں لکھیں گے۔ اوپر ہم نے ایک مختصر تواریخ لکھی ہے اگرچہ اس سے معلوم ہوگا کہ انگریزوں نے کیونکر ہندوستان کو فتح کیا لیکن اب ہم اسکو ایک اور پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ جو طلبا ان دونوں کو پڑھینگے انکی سمجھ میں بہت اچھی طرح آجائیگا کہ انگریزوں نے کس طرح ہندوستان کو فتح کیا۔

انگریزوں نے ہندوستان کو کس طرح سے فتح کیا۔

اِس سوال کا کہ انگریزوں نے ہندوستان کو کس طرح فتح کیا؟

جواب دینا نہایت مشکل و دشوار ہے اس ملک میں آبادی کثرت سے تھی وہ اپنی

تہذیب و شائستگی رکھتی تھے گو بر سر تنزل وہ یوروپ کی نظر میں تھے۔ مگر وہ قدیمی اور
اصلی تھے اور یوروپ کی پہلی تہذیب سے بہتر یا اسکی برابر تھی یوروپ کی تاریخ
میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً یہ ناممکن ہے کہ درحقیقت
عاقل آدمیوں پر ان لوگونکو کو فتح حاصل ہو جو ان سے زبان میں اور مذہب میں بالکل
بیگانہ ہوں پھر یہ کس طرح ہوا کہ پلاسی اور ایسی کی لڑائیوں اور ایک سو سال کی
جنگ آرائیوں میں انگریزی سپاہ نے بڑے بڑے سرداروں سے لڑکر فتوح حاصل کیں امر
مذکور واقعی ہے گو اس کی وجہ بیان کرنی مشکل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
انگریز اپنی قومی خاطر جمعی کو بغیر کسی رکاوٹ کے کام میں لاتے ہیں اور ہندوستان کے
ساتھ مقابلہ میں در اصل وہ آنے سے بڑے دہشت ناک ہیں۔
اس فرض سے کیا حقیقت میں مشکل دور ہو جائیگی ؟ کہ ایک انگریز سپاہی دس
یا بیس ہندوستانی سپاہیوں کی برابر ہوتا ہے تو کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ
کل ہندوستان انگریزوں سے فتح ہو سکتا ہے ؟ جب ہندوستان کی فتح شروع
ہوئی تو کل انگریز ایک کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ نہ تھے اور اس وقت میں وہ لڑائیاں
بھی لڑ رہے تھے کلایو کا زمانہ یوروپ کی جنگ شش سالہ کے درمیان واقع ہوتا
ہے اور لارڈ ولزلی نے جو ہندوستان کا بڑا حصہ الحاق کیا ہے تو اس وقت نپولین
سے انگریزوں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ انگلنڈ ملیٹری سٹیٹ (جنگی ریاست) نہیں ہے
ان زمانوں میں انگریز اس قابل نہ تھے کہ وہ کوئی بڑی سپاہ میدان جنگ میں
لا سکتے پس یوروپ کی لڑائیوں میں انگریز اپنے بیڑوں کو کام میں لاتے اور بڑی
فوج کے لیئے آسٹریا اور پروشا کو روپیہ دیتے کہ وہ اپنی سپاہیں انکی امداد کے
لیئے تیار کرے پس اس تری سپاہ کی ایسی ضعف کی حالت میں کس طرح
ہندوستان کا بڑا حصہ دس لاکھ میل کا جسکے اندر بیس کروڑ آدمی رہتے تھے
انگریزوں نے فتح کر لیا ہے اگر انگلنڈ کی سپاہ اسکو فتح کرتی تو سپاہ اور خزانہ
دونو خالی ہو جاتے لیکن یہ خالی ہونا تو کبھی ظہور میں نہیں آیا یوروپ کی لڑائیوں میں

تو انگلنڈ پر وہ قرض چڑھا جسکے ادا کرنے کی قابلیت اسمیں پیدا نہیں ہوئی لیکن ہندوستانکی لڑائیوں نے کبھی اُسکے قومی قرض کو نہیں بڑھایا۔ انگریز یہ خیال کرتے ہیں کہ انگلنڈ سے کچھہ سپاہ ہند کو گئی وہ اپنی دلیری و شجاعت و ذہانت و دانائی میں ہندوستانیوں سے ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اُس نے کل ہندوستان فتح کرلیا۔

انگریزوں کے اس خیال میں کچھہ غلطی ہے مرہٹوں کی آخر لڑائی ۱۸۱۸ء میں ایک لاکھ سپاہ میدان جنگ میں گئی تھی یہ وہی زمانہ تھا کہ نپولین کی لڑائی سے انگریزی سپاہ نہایت مضمحل و مجروح ہو رہی تھی وہ اس دو لاکھ سپاہ کی کچھہ امداد نہیں کرسکتی تھی جو زمانہ حال میں ہندوستان میں ہے کیا یہ سب دو لاکھ گورے ہی ہیں؟ اس میں تو گورے تھوڑے ہیں اور ہندوستانی سپاہی بہت دو لاکھ سپاہ میں پینسٹھ ہزار گوروں کی سپاہ ہے یعنی ایک تہائی اور یہ نسبت بھی گورے اور ہندوستانی سپاہیوں میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہوئی ہے اس حادثہ ناگہانی کے بعد گوروں کی سپاہ زیادہ اور ہندوستانی سپاہ کم ہو گئی ہے غدر کے زمانہ میں ہندوستان میں گوروں کی سپاہ پینتالیس ہزار اور ہندوستانی سپاہ دو لاکھ پینتیس ہزار تھی یعنی ایک پانچویں حصہ سے بھی کم ۱۸۰۸ء میں گوروں کی سپاہ پچیس ہزار اور ہندوستانی سپاہ ایک لاکھ تیس ہزار تھی یعنی ایک پانچویں حصہ سے بھی کم ہی یہی نسبت سپاہیوں میں ۱۷۷۳ء میں تھی جسمیں پہلی دفعہ برٹش انڈیا میں انگریزی قانون جاری ہوا اُس وقت کمپنی کی گوروں کی سپاہ نو ہزار اور ہندوستانی سپاہ پینتالیس ہزار تھی اور اس سے پہلے گوروں کی سپاہ نسبتاً اس سے بھی زیادہ کم تھی یعنی ساتویں حصہ تھی اول کمپنی نے ہندوستانی سپاہ کا آغاز ۱۷۴۸ء میں کیا مدراس میں کچھہ ہندوستانی سپاہی اُس نے بھرتی کیے اس میں اس نے فرانسیسیوں کی تقلید کی تھی جنہوں نے ہندوستانی سپاہ اپنی دارالاقامتوں کی محافظت کے لیئے رکھی تھی اسکے ساتھ ہی اسنے بہت تھوڑی گوروں کی سپاہ رکھی جسمیں وہ ملاح شامل تھے کہ ساحل پر جہازوں میں جنکے آگے کچھہ کام نہ تھا یا وہ آدمی تھی کہ دغا و فریب سے محصول مارنے کے لیئے کمپنی کے جہازوں میں انگلنڈ میں سوار ہو کر یہاں آگئے تھے کمپنی نے پہلی لڑائیوں میں ہندوستانی سپاہیں بہ نسبت گوروں کی سپاہ سے کمپنی کی طرف زیادہ

تھیں جیسی کہ ارکاٹ کے محاصرہ میں جنگ پلاسی اور بکسر میں جیسی ہندمیں اس کی قوت وحکومت قائم ہوئی کبھی یہ سننے میں نہیں آیا کہ ہندوستانی سپاہ بری طرح سے لڑی یا لڑائی کے کل صدمات کو صرف گوروں ہی نے اُٹھایا۔ انگریزی مورخوں کو یہ طفلانہ شوق ہے کہ اپنے قومی شیخی و ڈینگ مارنے کے لئے گوروں کی سپاہ کی بہادریوں کو بیان کریں اور ہندوستانی سپاہ کا نام نہ لیں کولی صاحب جابجا گوروں کو لکھتے ہیں کہ بادشاہی سپاہی سمندر کے زبردست بچے کلائیو کا اور اسکے انگلش سپاہیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اگر یہ مانا جاے کہ ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد ہمیشہ گوروں کی سپاہ سے زیادہ رہی اور وہ گوروں کی برابر میدان جنگ میں لڑی تو یہ کل تھیوری (مسئلہ نظری) خاک میں ملجاتا ہے کہ انگریزوں کا مظفر ومنصور ہونا اس سبب سے ہوا ہے کہ انکی قدرتی بہادری میں بے اندازہ برتری تھی اگر ان لڑائیوں میں جنمیں دشمنوں کی سپاہیں انگریزی سپاہ سے دہ چند تھیں اگر ایک گورہ دشمن کے دس سپاہیوں کی برابر تھا تو اسکے ساتھ یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ ہندوستانی سپاہی بھی دشمن کے دس سپاہیوں کے برابر تھا اسمیں شبہ نہیں کہ اگر کمپنی کے گورے کالے سپاہیونمیں فرق تھا تو وہ اس قدر نسل کے اعتبار سے نہ تھا جیسا کہ وہ ڈسپلن اور ملیٹری سائنس اور بہت سی صورتوں میں افسروں کی لیاقت کے سبب سے تھا گورے قواعدداں زیادہ تھے بہت سی صورتوں میں انگریزی جنگی افسر جیسے فن جنگ سے خوب ماہر تھے ایسے ہندوستانی افسر نہ تھے۔

ل صاحب نہایت مختصر طور پر ہندوستان کے فتح ہونے کی توجیہ میں کہتے ہیں کہ انگلش کی طرف کوئی قدرتی برتری بزرگی نہ تھی ہندوستان کے فتح کرنے کے لیئے دو بڑی باتیں تحقیق ہوئی تھیں۔ اوّل ہندوستان کے سپاہیوں کا مقابلہ میں انگریزی قواعدداں سپاہیوں کے نہایت ضعیف و کمزور ہونا دوم اہل یورپ کے ملازم ہندوستانی سپاہ کا یوروپین قواعد کا آسانی سے سیکھ جانا۔ یہ دونو امر فرانسیسیوں نے اول تحقیق ومنکشف کئے تھے اگر یہ مان بھی لیں کہ ہندوستانی سپاہیوں سے گورے بہتر لڑتے ہیں دونو نے ملکر جن مہمات کا انصرام کیا ہے انمیں زیادہ تر حصہ گورہ سپاہ کا تھا تو بھی یہ بات بالکل غلط ہے کہ یہ کہا جائے کہ

کہ انگریزی قوم نے ہندوستانی قوموں پر فتح حاصل کی ہے بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ ہند کی قوموں پر
فتح اس سپاہ نے حاصل کی ہے جسکا بحساب اوسط پانچواں حصہ انگریزی قوم کا تھا انگریز اپنی بہادری
کے کاموں میں اپنا حصہ لینے میں مبالغہ ہی نہیں کرتے بلکہ اس بہادری کے کام کو غلط طور پر خیال
اور بیان کرتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ سپاہ کے چار پانچویں حصے کس قوم کے تھے ؟ جسکا جواب
یہ ہے کہ ہندوستان کے باشندے مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کو بالکل غیر قوم نے
فتح کیا ہے بلکہ زیادہ تر اس نے اپنے آپ اپنے تئیں فتح کیا ہے انصاف یہ ہے کہ انگریز یہ
نہیں کہہ سکتے کہ ہند کو غیر قوم کے دشمن نے فتح کیا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ہند کی قوموں
نے یہ پسند کیا کہ اپنی بدنظمی اور بدعملی و طوائف الملوکی کو ختم اس طرح کیجئے کہ فقط ایک گورنمنٹ کی اطاعت
کیجئے گو وہ گورنمنٹ غیر و اجنبی کیوں نہ ہو۔

یہ اوپر کا بیان بھی پہلے بیان کی طرح جھوٹا اور غلطی میں ڈالنے والا ہے اسلیئے کہ وہ پہلے سے فرض
کرتا ہے کہ ہند پولیٹکل کلیت رکھتا ہے سچ یہ ہے کہ ہند کے معنے پولیٹکل یا کوئی اور معنے ہی نہیں
نہ تو ایک جغرافیہ کا لفظ ہے اسواسطے وہ آسانی سے فتح ہو گیا کہ اُس نے ایک ریاست کو دوسری
ریاست کے مخالفت میں لڑوا کر فتح کر لیا اس طرح فتح کرنے کا خیال ڈیوپلے کو پیدا ہوا کہ ہند میں
سلطنت حاصل کرنے کا رستہ ان سب اہل یوروپ کے لئے کھلا ہوا ہے جو اپنی تجارت گاہیں
ہمیں رکھتی ہیں اس نے دیکھا کہ ہندوستان میں باہم ریاستوں کا لڑنا مرض مزمنہ کی طرح ہند کے
پیچھے لپٹا ہوا ہے کہ انکے لڑائی جھگڑوں میں اجنبیوں کی مداخلت انمیں موازنت و معدلت پیدا کریگی
پس نے اس اپنے خیال پر عمل کیا پس ہندوستان میں کل یوروپین تاریخ کا آغاز فرانسیسیوں کی
اس مداخلت سے شروع ہوتا ہے جو انہوں نے حیدرآباد میں نظام کی جانشینی کے لیئے رزم آرائی
سے کی جو ۱۷۴۸ء میں نظام الملک اعظم کی وفات کے سبب سے پیدا ہوئی۔

اصل واقعیت یہ ہے کہ ہند کچھ حسد و رشک اجنبیوں پر نہیں رکھتا ہے اس لیئے کہ اسمیں وحدت قومی کے
کچھ معنے نہیں ہیں یہ کہنا درست ہے کہ اس میں کوئی اجنبی نہیں اسپر پالکل پولیٹکل مُردنی چھائی ہوئی
ہے انگریزوں نے اسکو اس سپاہ سے فتح کر لیا جسکے چار پانچویں سپاہی ہندوستانی تھے اور ایک
پانچواں انگلش۔ یہ ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ایک ملک اجنبی جوئے کے تلے دب رہا ہو اسمیں

ناگہانی ایسی واقعات آشوب انگیز پیش آئیں جو جنگی پیشے کو نفع رساں بنا دے تو سارا ملک
ایسے سپاہی پیشہ آدمیوں سے بھر جاویگا کہ وہ ہر گورنمنٹ کو خواہ موافق ہو یا مخالف دلیسی
یا پردلیسی ملازمت کرنے کو اختیار کرلیں گے۔

پس ہندوستان کی یہ حالت تھی انگریزوں نے ایسمیں اجنبی سلطنت نہیں جمائی اسمیں تو پہلے ہی
سے اجنبی حکومت موجود تھی۔ ہندوستان میں معلوم ہوتا ہے کہ قومیت کا خیال ہو ابتر و پریشا
ہو گیا تھا انگا نے و بنگالے اور اسمیں دیسی قوم و اجنبی قوم میں تمیز کرنا ہی مٹ گیا ہے یہی نہیں
کہ گیارہویں صدی سے مسلمانوں ہی نے اسپر اپنی حملہ آوری اور حکمرانی کی تہی بلکہ اسّے بہت
پہلے گذشتہ زمانہ میں اسمیں قومیں آ ایسمیں خلط ملط ہو گئیں تھیں اور ایک قوم دوسری قوم کو
فرمانروا بناتی تھی۔ آریا سنسکرت بولنے والی قوم جو برہمنوں کے مذہب کی بانی تھی اُس
خواہ کچھ ہی وحدت قومی پیدا کی ہو مگر وہ خود حملہ آور تہی وہ قدیمی قوموں کو نہ تو اپنے مُنہ کا
نوالہ بنا سکی نہ انکو اپنے اندر منجذب کر سکی۔ ہر جگہہ یہ قومیں قدیمی طبقہ میں نظر آتی ہیں زبانیں
بولی جاتی ہیں وہ فقط یہی نہیں ہیں کہ بگڑی ہوئی سنسکرت ہو بلکہ انمیں ان قدیمی زبانوں کے
الفاظ مخلوط ہیں جو سنسکرت سے بالکل نہیں ملتے۔ دکن کی زبانوں میں تو سنسکرت بالکل نہیں ہے
ہند میں برہمنوں کا مذہب عام معلوم ہوتا ہے امتحان کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔
کہ ان مرشدان دین نے ان توہمات میں جو بالکل غیر متماثل اور ایک دوسرے
سے بے تعلق تھے وحدت ظاہری پیدا کر دی ہے پس اس بیان سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ و
اصول موضوعہ جنپر مغربی پولیٹکل اخلاق۔ مبنی ہے ہندوستان میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ یہاں
جمہور انام ہم جنس نہیں ہیں جس سے اصلی سٹیٹ (ریاست) پیدا ہو اُسکے لیے زمانہ دور دراز
تک تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس یہی کافی ہے کہ محمود غزنوی کے زمانہ سے مسلمانوں کی حملہ
آوری کا آغاز ہوا۔ سولھویں صدی میں مغل آئے اس سے بہت پہلے سے زیادہ تر ہند میں مسلمانوں
ہی کی سلطنت تھی اس زمانہ سے بہت سی ہندوستانی ریاستوں میں رشتہ قومیت تو جُھس
ہو گیا تھا گورنمنٹ کا کسی حق پر مبنی ہونا جاتا رہا تھا۔ کوئی ریاست محبت ملکی کیطرف رجوع نہیں
کرتی تہی۔ جب ہندوستان میں معاملات کی یہ صورت ہو تو انگریز جسکو فتح ہند کہتے ہیں اسکی توجیہ

اس بات کے ماننے کے بیان ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کو یہ خیال کریں کہ وہ اور قوموں سے فروتر ہیں اور انگلش اور قوموں سے برتر ہیں انگریز یہ خیال کرتے ہیں کہ آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دیس کے لیے پردیسیوں سے مخالفانہ جنگ کرے لیکن سوال یہ ہے کہ آدمی کے دیس کے کیا معنے ہیں؟ جب اس مسئلے کی تشریح کرتے ہیں تو پہلے یہ مان لیتے ہیں کہ آدمی نے ایسی جمہور نام میں پرورش پائی ہے جسکو ایک ایسا بڑا کنبا خیال کرسکتے ہیں کہ وہ آدمی بالطبع اس دیس کو اپنے مان جاتے۔ لیکن اگر اس جمہور نام میں بالکل کنبے ہونے کی صفت نہ ہو بلکہ وہ ایک دو قوموں سے مرکب ہو جو ایک دوسرے سے معاشرت رکھتے ہوں ملک کو اپنا گھر نہ سمجھتی ہوں بلکہ گانوں کو تو پھر اس ملک کے باشندوں کی خطا نہیں ہے کہ وہ ملک سے محبت نہیں پہلے ہی دفعہ اجنبیوں کے جوئے کے تلے جبتنا ثابت ہے اور ایک اجنبی جوئے سے نکل کر دوسرے اجنبی جوئے کے تلے جانا اور بات ہے انگریزوں نے وہ ملک فتح کر لیا جو آبادی میں یوروپ کے دابر تھا اور اسکے لیے اہل انگلنڈ کو کوئی محنت و مشقت نہیں اُٹھانی پڑی نہ اسکے لیے ٹیکسیں دینی پڑیں نہ قرض لینا نہ چندہ جمع کرنا نہ سپاہ کا ضائع کرنا پڑا نہ اور لڑائیوں کے جاری رکھنے میں اس سے ہرج ہوا لڑائی کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک سپاہ کی دوسرے روپیہ کی سپاہ تو یہیں کے آدمیوں سے تیار ہو گئی جس سپاہ نے ملک کو فتح کیا اوسکے چار پانچویں سپاہی ہندوستانی تھے اور روپیہ کی یہ صورت ہے کہ جنگ کا اصول عامہ ہے کہ جنگ کا خرچ فاتح کو مفتوح دیتا ہے سو ہندوستان کی تمام لڑائیوں میں اس طرح وصول ہوا۔

جب اس واقعہ عظیم الشان کو کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کو فتح کیا غور سے دیکھتے ہیں تو اسمیں فتح کے اصلی معنے جو ہیں وہ نہیں پائے جاتے کہ جب دو ریاستوں میں لڑائی ہوتی ہے۔ تو ایک ریاست کی سپاہ دوسری ریاست پر حملہ کر کے اسکی گورنمنٹ کو زیر و زبر کرتی ہے۔ اور کم از کم اوسکو ایسی شرائط پر مجبور کرتی ہے کہ جس سے وہ اپنی آزادی سے محروم ہو جاتی ہے لیکن یہ بات ہند کے فتح کرنے میں واقع نہیں ہوئی کہ شاہ انگلنڈ نے کسی مغلیہ بادشاہ سے یا کسی اور راجہ و نواب سے لڑنے کا اشتہار دیا ہوا سنے تو ہند کی اول سے آخر فتح تک اپنا کچھ سروکار نہیں رکھا مگر ہاں وہ فرانسیسیوں سے جب سے انہوں نے ہندوستان میں اقامت کی -

پانچ دفعہ لڑا جسمیں کچھ ان لڑائی جھگڑوں کا بھی اختلاط تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی ریاستوں سے ہو رہے تھے۔ ہندوستان کے بنادر کے شہروں میں خاص تاجر رہتے تھے انہوں نے سلطنت مغلیہ کے زوال سے جو طوائف الملوکی پیدا ہوئی تھی اسکو دیکھا تو انہوں نے اپنی خصائل کو جنگی بنایا اور اپنے سپاہیوں کو لڑایا اور اس سپاہ کے ذریعہ سے اول کچھہ ملک حاصل ہوا اور پھر سارا ملک حاصل ہو گیا یہ تاجر انگلش مین تھے جنہوں نے کچھہ تھوڑی گوروں کی سپاہ کو بھی لڑایا۔

بس یہ فتح نہ تھی بلکہ ایک اندرونی انقلاب تھا جب کسی ملک میں سلطنت پر زوال آتا ہے اور اس کی گورنمنٹ شکستہ و خستہ ہو جاتی ہے تو بدنظمی اور طوائف الملوکی پیدا ہوتی ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک میں جو منتظمہ قومیں باقی رہتی ہیں انمیں آپس میں فساد اٹھتا ہے اور انمیں جو زیادہ تر قوی بازو اور غالب ہوتا ہے وہ اپنی گورنمنٹ قائم کرلیتا ہے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں طوائف الملوکی کی صورت مغلوں کی سلطنت کے تنزل سے پیدا ہوئی تھی میں یہ تنزل اورنگزیب کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا جب بادشاہی حکومت میں یہ زور نہیں کہ وہ ایسی وسیع سلطنت کو سنبھالتا تو قاعدہ کلیہ جو اوپر بیان ہوا ہے شروع ہوا جہاں چھوٹی چھوٹی منتظمہ قومیں تھیں انہوں نے اپنے تئیں بڑا بنانا شروع کیا ہندوستان کی وضع کے موافق یہ قومیں زیادہ تر سپاہیوں کے غول تھے جنکے سپہ سالار کیا تو تباہی زدہ سلطنت کے صوبے و ناظم تھے یا بعض اولوالعزم جانباز تھے جنکو اپنی عروج کے لیئے اچھا وقت ہاتھ لگا تھا کہ وہ سپاہیوں کی سپہ سالاری کریں یا آخر میں بعض مقامی قوت تھی جو مغلوں کی سلطنت کے برتری قائم ہونے سے پہلے موجود تھی اور وہ کبھی اسکی محکوم نہیں ہوئی تھی اسکی مثالیں یہ ہیں کہ حیدرآباد میں تو بادشاہ کے بڑے صوبہ نظام نے اپنی سلطنت جمائی۔ میسور میں ایک بہادر دلیر روشن ضمیر حیدرعلی نے اپنا سکہ جمایا پھر اپنے تئیں فقط سپاہیانہ لیاقت سے اعلی درجہ پر پہنچایا۔ مرہٹوں کی بڑی ریاستہاء متفقہ جنکا سرغنہ پیشوا تھا جو برہمنی قوت مغلوں کے وقت سے پہلے کی رکھتا تھا لیکن ان سب قوتوں کی پشت پناہ اجرہ دار سپاہیں تھیں وہ ہمیشہ لڑائیوں میں مصروف رہتی تھیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لوٹتی تھیں

بس ایسی حالتیں نئی قوتوں کے عروج کے لیئے بڑی موئد تھیں حیدر علی پاس سواے اسکے کچھ اور نہ تھا کہ اسکا دماغ عالی تھا اور ہاتھ سچے تھے وہ میسور کا سلطان ہوگیا ہر جگہہ اجورہ دار سپاہی موجود تھیں جو انکو تنخواہ دے اور اپنا رعب داب انپر رکھے اسکی ملازمت کرنے کو تیار تھیں اور جو شخص ان اجورہ دار سپاہ کا سپہ سالار ہوتا وہ بڑی بڑی زبردست خود مختار حکمرانوں کی برابر ہوتا اس لیئے کہ حکومت کی تباہی کی حالت میں صرف جنگی زور باقی رہ جاتا ہے -

ہندوستان میں ان خاص حالتوں میں مقامی قوتیں مختلف تھیں جو اتفاقی کامیابی کی صورت میں اپنی سلطنت کا سکہ جمانا چاہتی تھیں انھیں خاص تاجر بھی تھے جنکی تجارتگاہیں سمندر کے کنارہ شہروں میں تھیں وہ بے شک پردیسی اجنبی تھی یہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہاں دیسی اور پردیسی میں کچھ تمیز نہیں بہت سی گورنمنٹیں اجنبیوں کی تھیں خود مغل ہی جنکی سلطنت تھی اجنبی تھے ایسٹ انڈیا کی خوش اقبالی بتری مبالغہ سے بیان کی جاتی ہے کہ وہ معجزہ اور کرامت تھی - یہ سچ ہے کہ ایسی خوش اقبالی کی کوئی پہلی مثال نہیں ہے اسی وجہ سے کوئی شخص اسکی بابت میں پہلے سے پیشینگوئی نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ کوئی معجزہ اور کرامت نہ تھی کہ اسمیں معجزہ و کرامت کی یہ صفت نہیں پائی جاتی کہ اسکا سبب بتانا مشکل ہو یا اسکے اسباب دکھائی نہ دیتے ہوں اس لیئے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس روپیہ کا سرمایہ تھا جس سے اس نے اپنی تجارت کا کام شروع کیا تھا - وہ روپیہ کا مقدور رکھتی تھی اسکے پاس دو تین چھوٹے قلعے تھے وہ سمندر پر فرمانروائی رکھتی تھی اسکو بڑا فائدہ یہ حاصل تھا کہ وہ ایک جماعت تھی جسکو قانوناً یہ اختیار تھا کہ وہ اس طرح کام کرے جیسے کوئی ایک خاص آدمی کام کرتا ہے نہ وہ ایک لڑائی میں ماری جاسکتی تھی نہ وہ بخار آنے سے مر سکتی تھی ہم کو اس بات پر بہت حیرت نہیں ہوتی کہ ایک خاص آدمی اپنی ادنے حالت سے ایک بڑے ملک کی سلطنت پر سرفراز ہوتا ہے اس لیئے کہ وہ اکثر وقوع میں آتی ہے لیکن درصل یہ بات زیادہ حیرت انگیز ہونی چاہیئے جیسے کہ کورسیکا کے ایک غریب اشراف کا چھوٹا بیٹا نپولین جسکی جیب میں پیسا نہ تھا اسکے دوست تھے اس نے صرف ایک سلطنت عظیم حاصل ہی نہیں کی بلکہ اسکو بیس برس کے عرصہ سے کچھ کم میں کھو بھی دیا اسی

اسی طرح سے حیدر علی۔ سیندھیا۔ ہلکر کے عروج میں خوش اقبالی بہ نسبت ایسٹ انڈیا کمپنی کی زیادہ
تعجب خیز ہے انکی قسمت نے بڑی یاری و یاوری کی یہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ان
واقعات کی نوع سے مختلف ہے جو اکثر واقع ہوتے ہیں اس میں یہ بات نہیں ہے کہ دو ریاستیں
آپس میں سروکار رکھتی ہیں وہ اجنبی کارخانہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتی وہ ہند کی سوسائٹی میں اندرونی
انقلاب ہے وہ مشابہ ان زبردستیوں یا پولیسیوں کے صدمہ کے ہے جو جمہور انام کے فسادوں کے بند
کردے ذرا اس بات پر خیال کریں کہ اگر یہ تاجر بالکل اجنبی نہ ہوتے تو بھی اس واقعہ کی سرشت
نہ بدل جاتی فرض کرو کہ بمبئی کے پارسی تاجروں کی ایک جماعت نے یہ دیکھکر کہ بدنظمی و طوائف
الملوکی ان کی تجارت میں خلل اندازی کرتی ہے آپس میں چندہ کیا ہوتا اور اپنی گڑھیاں بنائی
ہوتیں اور سپاہ کو نوکر رکھا ہوتا اور خوش اقبالی سے انکے جنریل لائق ہوتے تو اس حالت
میں اونکو بھی پلاسی اور بکسر کی فتوح حاصل ہوئی ہوتیں اور انہوں نے مغلوں کے بادشاہ سے
ایک صوبے کی دیوانی حاصل کی ہوتی اور اپنی سلطنت کی بنیاد جمائی ہوتی اور اسکو کل ہندوستان
پر تسلط حاصل ہوا ہوتا اس صورت میں واقعہ کی وہی اصلی صورت ہوتی جو ایسٹ انڈیا
کمپنی کی مگر وہ اپنی سچی صورت نمایاں کرتی کہ وہ ایک اندرونی انقلاب کی سرشت رکھتا ہے
کہ وہ فساد کی سرشت کے اثر پیدا کرتا ہے کہ ہر گروہ جمہور یہ چاہتا ہے کہ اس بدنظمی و طوائف الملوکی
کو جو اسکے ٹکڑے اڑاتی ہے فرو کرے۔

پس اس واقعہ میں کوئی بات معجزہ اور کرامت کی نہیں ہے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے وہ کسی طرح
بھی معجزہ و کرامت نہیں ہے اسلیئے کہ کمپنی یوروپ سے تعلق قریبہ رکھتی تھی وہ ملیٹری سائنس۔
(جنگی سائنس) اور ڈسپلن (قواعد) سے جو ہندوستان سے کہیں یوروپ میں زیادہ تھے امداد
لے سکتی تھی اس بات کو فرانسیسی ڈوپلے نے سوچ کر ہندوستان کے فتح کا خیال کیا کہ ہندوستانی
رئیسوں کی سپاہیں ایک لمحہ بھی یوروپین سپاہیوں کے سامنے نہیں ٹھیر سکتیں اور اسکے ساتھ ہی
اس نے یہ خیال کیا کہ ہندوستانیوں میں یہ ڈسپلن (قواعد) پانے کی ایسی قابلیت ہے کہ
وہ لڑائی میں ایسا اثر وہی دکھا سکتی ہیں جو اہل یوروپ کی سپاہیں دکھاتی ہیں پس یہ طلسم
کمپنی کے ہاتھ لگا تھا کہ جسکے سبب سے وہ ہندوستانی ریاستوں میں فقط اپنی تئیں سنبھالتی

جب ایک ریاست دوسری ریاست کو فتح کرتی ہے

نہیں ہی بلکہ سب پر سبقت لے گئی کسی اخلاقی اور مادی برتری کے سبب سے جو دوسروں
میں داخل نہیں کرسکتی تھی یہ عظمت وشان نہیں حاصل ہوئی بلکہ ڈسپلن اور جنگی نظام کے
سبب سے جسکو وہ ہندوستانیوں میں داخل کرسکتے تھے علاوہ اسکے اُنکو یہ فائدہ بھی
حاصل تھا کہ اُنہوں نے اپنے تئیں انگلش سٹیٹ کا تحقیقی رہی بری زنتے تو نہیں بنایا لیکن انکا جو
انگلنڈ سے تعلق تھا وہ بے انتہا اُنکے کام آیا۔ رُوپیہ اور سپاہی وہاں سی ملے۔
جبسی کہ اُنہوں نے ہند کو فتح کرلیا لیکن سند یافتہ کمپنی جو ہند اور چین میں انگلنڈ کی
تجارت کا ٹھیکہ رکھتی تھی اُس سے انگلش گورنمنٹ اور پارلیمنٹ بھی ایک دل چسپی رکھتی تھی
کئی دفعہ ایسا ہوا کہ لڑائی جس میں کمپنی کو ملک ہاتھ لگا ایسی ظاہری صورت انگلش پبلک
کے روبرو رکھتی تھی کہ وہ انگلنڈ اور فرانس کی لڑائی معلوم ہوتی تھی اس لئے قوم
اپنے تہ دل سی اسکی پشت پناہ بنتی تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں کی فتح کا آغاز
کمپنی اور ہندوستانی ریاست کی لڑائی سے نہیں ہوا بلکہ اس سبب سے کہ فرانسیسیوں
نے دکن میں اپنا غلبہ حاصل کرکے انگریزوں کو ڈرایا کہ وہ حیدرآباد کی جانشینی میں مداخلت
کرکے مدراس اور بمبئی میں انگریزی قرارگاہوں کو برباد کردینگے۔ مشرق میں انگریزوں کو
جو اول مرحلہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ فرانسیسیوں کے حملہ سے انگریز اپنی محافظت کریں۔
اس وقت سی تقریباً ستر برس تک یعنی نپولین کی لڑائی کے ختم ہونے تک انگریزوں کی
لڑائیاں فرانسیسیوں کے ساتھ اپنی محافظت کے لیئے ہوتی رہیں لڑائیاں سلطنت
کے نام سی ہوئیں سلطنت کا روپیہ اسمیں خرچ ہوا لیکن وہ ایک خاص وسعت تک قومی
لڑائیاں تھیں جنمیں انگلنڈ بہت گہرا اور عمیق اپنا تعلق رکھتا تھا اسیواسطے کمپنی کے
سپاہیوں کی انگلنڈ کی بادشاہی سپاہیوں نے بہت مدد کی ۱۷۸۵ع سی جس میں
لارڈ کورنوالس گورنر جنرل ہوکر گیا تھا ایک مدبر ملکی بڑی لیاقت کا ہندوستان میں
بھیجا جانے لگا کہ وہ تمام پولیٹکل اور ملٹری معاملات پر کارفرمائی کرے۔ ہندوستان کی
لڑائیاں انگلستان میں قومی لڑائیاں سمجھی جاتی تھیں گویا کہ کمپنی اور انگلش قوم واحد تھی۔ اسی
طرح سے کمپنی کی پشت پناہ اول درجہ کی یوروپ کی سلطنت تھیں گو اسکے ساتھ ہی اس سلطنت نے

ان لڑائیوں میں جنسے کمپنی کو ملک حاصل ہوا اہداد زر بہت ہی کم کی۔

برٹش انڈین امپائر یعنی انگریزوں کی ہندوستان میں شاہنشاہی

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو انکا اصلی مقصود یہاں آنے سے صرف تجارت کرنا تھا انہوں نے سو برس تک کسی جنگ کا سوا اس جنگ کے جو اپنی محافظت کے لیئے ضرور تھی قصد نہیں کیا۔ ہندوستانی ریاستوں سے لڑنے کا خیال تک بھی نہیں کیا اس زمانہ کے بعد نصف صدی تک انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ بہت سا ملک حاصل کیجیئے جب انیسویں صدی کا آغاز ہوا تو پھر انکو کل ہندوستانی ریاستوں پر تسلط و استعلاء کی پولیسی اختیار کرنے کی دُھن لگی چوتھائی صدی بعد لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں انکی یہ مراد خاطر خواہ پوری ہوئی۔ دُنیا میں سب سے بڑا کام جو بے ارادہ و اتفاقیہ انگریزوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کو فتح کیا ہے انگریز اپنی تجارت کی طرف دیکھتے تھے مگر فتح کی طرف چلتے تھے انکا مقصود ایک چیز کا حاصل کرنا تھا مگر دوسری چیز حاصل کی انکی کمپنی کے ڈائرکٹروں کی کبھی یہ مرضی نہیں ہوئی کہ سلطنت حاصل کیجائے مگر انکے مرضی کے خلاف اور زور ایسے تھے جو انکی مرضی پر غالب تھے اور وہ اپنی مرضی کو اُنپر غالب کرنیکے لیئے بیفائدہ لڑتے تھے۔ انہیں زوروں نے ہندوستان میں انگریزی شاہنشاہی پیدا کی جسکی حقیقت حال ہم کو آگے بیان کرنا مقصود ہے۔

درحقیقت تہذیب و شائستگی کی ترقی نے لڑائیوں کو موقوف نہیں کیا ہے شاید انکے بار بار واقع ہونے کو بھی کم نہیں کیا ہے لیکن پھر بھی اس نے لڑائیوں کی سرشت کی اور صورت بنا دی ہے انمیں فتح کے وہ معنے نہیں رکھے جو پہلے زمانہ میں تھے کہ غارتگری کرنی یا بالجبر امارت کی صورت پیدا کرنی فتح کہلاتی تھی اب فتوح کے حاصل کرنے کی ترغیبیں بہت کم ہو گئی ہیں فتح کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ فاتح تمام ملک پر قابض ہو جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے تو اُس کو قابض اپنی خوش عیشی کے لیئے کام میں لاتا ہے جیسے کوئی شخص زمین کا مالک قابض ہوتا ہے تو وہ کیا اسمیں خود زراعت کرکے متمتع ہوتا ہے یا کسی کاشتکار کو دیدیتا ہے تو اُس سے لگان لیتا ہے اب فتح کے اس معنی کے موافق ہند پر انگلند م

ابض نہیں ہے کہ انگلنڈ نے ہند سے زمین چھین لی ہو اور اُس سے ہندوستانی مالکان زمین
و خارج کرکے انگریزوں کو اس میں آباد کیا ہو فتح کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ جو ملک فتح
ہو وہ فاتح کا باج گزار ہو اگر اس باج گزاری کے معنے یہ لیئے جائیں کہ رعایا ٹیکس ادا
ا دے جسکا مطلب یہ ہو کہ رعایا اپنی گورنمنٹ اور فوج کو جو اس کو محفوظ رکھے خرچ دے
تو یہ امر مفتوح رعایا سے مخصوص نہیں ہے ہر ملک کی رعایا کسی نہ کسی صورت میں اپنی گورنمنٹ
کا خرچ دیتی ہے اور اگر باج گزار کے معنے یہ ہوں کہ مفتوح رعایا اپنی گورنمنٹ کے خرچ کے
ماسوا کچھ اور زیادہ دیتی ہے تو اس معنے کر ہندوستان انگلستان کا باج گزار نہیں ہے
ہند میں ٹیکسیں ایسی ہی لی جاتی ہیں جیسی کہ انگلنڈ میں پس انگلنڈ کا باج گزار ہندوستان ایسا
ی ہی جیسا کہ انگلنڈ کا باج گزار انگلنڈ ہے ہندوستان سے جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ
مد کا سب گورنمنٹ ہند کے خرچ میں صرف ہو جاتا ہے اور اس سے صرف اتنا ہی روپیہ
یا جاتا ہے جتنا گورنمنٹ کے مصارف کے لیئے درکار ہوتا ہے اس کے علاوہ اس سے روپیہ
ہیں لیا جاتا اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ انگلنڈ کے لیئے ہند کو بہت طرح سے نقصان اوٹھانے
پڑتے ہیں اور مختلف طرح کے بہانوں سے زبردستی روپیہ اس سے لیا جاتا ہے ہم اس بات
کو یہاں نہیں بیان کرتے ہمارا یہاں یہ بیان کرنا صرف مقصود تھا کہ انگلنڈ کا ہند باجگزار نہیں ہے
یح یہ ہے کہ انگلنڈ اور ہند میں جو بالفعل تعلق ہے وہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو
جنگ نے پیدا کیا ہے لیکن اس جنگ سے جو حقوق اسکے ہند پر پیدا ہوئے ہیں ان کا دعویٰ
علی الاعلان وہ نہیں کرتا ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ نے جو اپنے ہاتھ میں سلطنت ہند کی عنان
لی ہے اسکے اشتہار میں اعلان کیا ہے کہ ہمارے ممالک ہند میں جو رعایا رہتی ہے حقوق کے
ادا کرنے کے فرائض کو ہم اپنے ذمے ایسا ہی واجب جانتے ہیں جیسی کہ اور رعایا کی پس ہند
پر فتح نے کوئی خاص حق انگلنڈ کا نہیں پیدا کیا۔

یہ پرانے زمانے کے محاورے استعارۃً چلے آتے ہیں کہ انگلنڈ کے تاج میں سب سے زیادہ
روشن موتی ہندوستان ہے اور وہ اُسکا بڑا پرشان وشکوہ تابع ہے مگر بے شک انگلنڈ کا
تابع ہند ہے اسکے لیئے تدابیر عملی کرتا ہے اور انتظامات کی حالتیں پیدا کرتا ہے اس میں

انگریزی ہماری حکومت کرتے ہیں۔

انگریزوں کی دو ایمپائر کہلاتے ہیں ایک برٹش انڈیا دوسرے برٹش کولونی یعنی وہ بستیاں جو انگریزوں کے تارک الوطن ہونے سے آباد ہوئی ہیں۔ اب سوال یہ ہی کہ ان دونو ایمپائر سے انگلنڈ ایک ہی سا تعلق رکھتا ہے یا نہیں؟ دونو انگلنڈ کی کی خدمت گزاری ایک سی کرتی ہیں یا نہیں؟ دونو اسکو ایک سان براہ راست متمول یا طاقتور کرتی ہیں یا نہیں؟ ان دونو سے انگلنڈ کے تعلق رکھنے کا حال یہ ہے کہ کولونی میں انگلنڈ کا خون ملا ہوا ہے وہ تو انگریزی قومیت کا نئی سرزمینوں میں وسعت پاتا ہے۔ کولونی میں انگریزوں کا جدا ہونا ایسا ہے جیسے کہ پکے پھل اپنے درخت سے جدا ہوتے ہیں یا ایک گھر میں جب بہت سے آدمی بیاہی ہوئے زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ دوسرے گھر میں جا بستے ہیں۔ اگر کولونیوں کی زمینیں انگلنڈ سے پیوستہ و متصل ہوتیں تو یہ معلوم ہوتا کہ جب انگریزی آبادی بڑھتی تو وہ انمیں آگے بستی ہے ظاہرا اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ پولی ٹکل اعتبار سے جدا کی جائیں لیکن وہ متصل نہیں ہیں بلکہ بہت دور ہیں جس سے ایک خاص مشکل پیدا ہوتی ہے جو اس زمانہ میں ایسی نہیں ہے کہ الکٹری سٹی اور سٹیم کی طفیل سے سہل نہ ہو کہ وہ انگلنڈ کو فائدہ پہنچاتی ہیں اور اس سے استفادہ کرتی ہیں پس یہ ایک دلیل ہی کہ انگلنڈ ہند سے وہ تعلق نہیں رکھ سکتا جو کولونیون سے رکھتا ہی جنمیں کولونیوں کا خون ملا ہوا ہے گو یہ بات نہ حاصل ہے اور نہ حاصل ہو سکتی ہے انگلش اور ہندوستان آپس میں ایک دوسرے سے ایسے غیریت افتراق رکھنے والے ہیں کہ مشکل سے کوئی اور دو ایسی قومیں ملسکتی ہیں جنمیں ایسا افتراق ہو ان دونو میں صرف یہ اشتراک ہی کہ دونو کی زبانیں ہم اصل ہیں اس اشتراک کے سوا انکی سب باتوں میں افتراق ہے ہندوؤں اور انگریزوں کی روایات و احادیث ایک بات میں نہیں ملتیں ہندوں کا مذہب انگریزوں کے مذہب سے مسلمانوں کی مذہب سے بھی زیادہ بون بعید رکھتا ہے

انگریزوں کی کولونی دنیا کے ان حصوں میں آباد ہوئیں جو سب سے زیادہ آبادی سے خالی تھیں پس انمیں آبادی کیا بالکل یا کثرت سے انگریزوں ہی کی ہے پس کولونی اور انگلنڈ میں تعلق ہم خون ہونے کا مادر و پسر کا سا ہے یہ تعلق ہندوستان کی آبادی سے

کبھی پیدا نہیں ہو سکتا اگر انگلستان سے انگریز تارک الوطن ہو کر ہندوستان میں بسے ہوتے تو یہاں کی آبادی ایسی کثیر ہے کہ اس میں وہ معلوم نہیں ہوتے لیکن ایسی کولونی ہندوستان میں آبادہی نہیں ہوگی ان دونو ملکوں کے درمیان ایک قدرتی فصل حائل ہے کہ اس سے زیادہ اور دو ملکوں کے مابین نہیں ہو سکتا۔ قدرت نے حکم دے رکھا ہے کہ انگریزوں کی کولونی ہند میں نہ آباد ہو۔ یہاں کی آب و ہوا انگریزوں کی اولاد کا باقاعدہ نشو و نما نہیں ہونے دیتے بس انگلنڈ اور اسکی کولونی میں اعلےٰ درجہ کی فطری مجانست ہے اور اسمیں و ہندوستان میں بادی النظر میں کم از کم اعلےٰ درجہ کی فطری مباینت ہے اسکا رشتۂ تعلق غیر فطری ہے ان کے درمیان کوئی فطری (نیچرل) تعلق نہیں ہے۔ نہ دونو کا خون آپسمیں ملا ہوا ہے نہ انکا مذہب ایک ہے۔ انگریز عیسائی ہیں جو اس آبادی میں آتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں میں منقسم ہے نہ یہ دونو ہم اغراض ہیں صرف دونو اس غرض میں شریک ہیں کہ آپس میں ایک ملک کی جنسوں کا سودا دوسرا ملک کر لیتا ہے بعض ہندوستانی یہ تمنا رکھتے ہیں کہ یہ تعلق دونو امپایر سے انگلنڈ یکساں رکھے کبھی نہیں بر آئیگی۔ اس سلطنت کی جواب دہی انگریزوں کے ذمے ہے۔ ہندوستان ایسا ملک ہے کہ اسکا ایک ایک صوبہ یوروپ کے ایک ایک ملک سے زیادہ آبادی ہے یہی ملک ہے جسمیں انگریزوں نے بڑے پیمانے کی لڑائیاں لڑی ہیں ۱۸۰۳ء میں لارڈ ویلیسلنگٹن مرہٹوں کی دوسری لڑائی میں ایک لاکھ سپاہ میدان جنگ میں لایا تھا گو انگلنڈ سے ہند کیسا ہی دور دراز فاصلہ پر واقع ہو مگر وہ یوروپین پولیٹکس کے سلسلہ سے باہر نہیں ہے اٹھارہویں صدی میں وہ انگلنڈ اور فرانس کی شطرنج کی بساط تھا جسپر دونو ایک دوسرے پر چالیں چلتے تھے پھر ۱۸۳۰ء سے انگلنڈ کے اور روس کے درمیان صرف ہندوستان کے سبب سے پرخاش چلی آتی ہے اسکی وجہ سے مشرقی سوال کے حل کرنے میں انگلنڈ کی دلی توجہ رہتی ہے انگلنڈ اور ہند کے تعلق میں ایک بات ایسی ہے کہ اوسکی نظیر کہیں اور نہیں ملتی کہ اس کی حکمرانی کے نظام میں کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ہند کی پبلک اوپینین کے موافق ہو جو بالکل اپنی شاہی پبلک اوپینین سے مخالفت رکھتی ہے یہاں کی رعایا انگلنڈ کی رعایا سے دور دراز فاصلہ پر رہتی ہے اور ان سے بالکل غریب و اجنبیت رکھتی ہے ان دونو کے خیال

کرنے کے طریقے ہی جداگانہ ہیں وہ انگلنڈ کے رعایا سے ایسی غیر جنس ہے کہ اسکی پولیسی کے
لیئے اصول ہی جداگانہ اختیار کرنے پڑتے ہیں اسلیئے انگلنڈ کی پبلک وہی نہیں جانتی ہی نہیں
کہ ان اصول کے لیئے کیا کرنا چاہیئے وہ ہندوستان کی گورنمنٹ پر بیٹھی غصہ کیا کرتی ہے اور اسی
رنجیدہ رہتی ہے کہ وہ بالکل انگلنڈ کی گورنمنٹ کے برخلاف خودمختار ہے اور فوج کے زور
سے قائم ہے اور محاصل ملکی کی تحصیل اہل یوروپ کی طرح نہیں کرتی نمک اور افیون کا ٹھیکہ
اُس نے لے رکھا ہے بالکل مالک زمین بنی ہوئی ہے اور اپنے طریقے انگلنڈ کے طریقوں سے برخلاف
رکھتی ہے براہِ راست ہند نہ انگلنڈ کی کوئی خدمت گزاری کرتا ہے نہ اسکو متمول یا طاقتور
کرتا ہے مگر درپردہ اسکو بہت فائدہ پہنچاتا ہے جسکے سبب وہ ہند کی جوابدہیوں کا بارگراں
سر پر اُٹھاتا ہے ان فائدوں میں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہندوانگلنڈ میں تجارت
کا بازار بتدریج زیادہ گرم ہوتا جاتا ہے اگر یہ تجارت انگریزوں کے ہاتھ سے اس سبب سے
نکلجائے کہ ملک میں پھر بدنظمی اور طوائف الملوکی ہوجائے یا اس میں کسی ایسے گورنمنٹ
کا عمل دخل ہوجائے جو تمام بنادر انگریزی کو بند کردے تو انگلستان کا ایک ارب روپیئے
کا سالانہ نقصان ہوجائے - انگریزوں پر ہند نے فورین پولیس کا بارگراں ایسا ڈالی
رکھا ہے کہ اسکے مقابلہ میں اس فائدہ کے چھوٹنے کی انگریزوں کو کچھ پروا نہیں ہے اسلیئے
کہ اس زمانہ میں دُنیا کی حالت ایسی ہے کہ کسی ملک کا جنگی زور سے تابع رکھنا قوم کے گلے
میں چکی کا پاٹ ڈالنا ہے اسلیئے اسکے سبب سے ایک سپاہ معطل ہوجاتی ہے جسکی قوم کا اور
کاموں کے لیئے اور اپنی محافظت کے لیئے سخت ضرورت ہوتی ہے۔ سب انگریز یہ خیال کرتے
ہیں کہ فرانس تو افریقہ اور ایشیا میں فتوح حاصل کرنے کے لیئے تدابیر کر رہا ہے اور جرمن میں
بسمارک اُس کو اپنے اطمینان خاطر سے تماشا دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اب اگر انگلنڈ جو ملٹری سٹیٹ
(جنگی ریاست) نہیں ہے اگر درحقیقت اپنے جنگی زور سے ہندوستان کے پچیس تیس کروڑ
آدمیوں کو محکوم رکھے تو یہ بارگراں اوسکو مضمحل کردیگا مگر یہ بات اس سبب سے نہیں ہے کہ انڈین
امپائر کی اصلی یہ خصوصیت ہی جسکی تفصیل آگے آئیگی کہ زیادہ تر ہندوستان ہی کی سپاہ سے اور
ہندوستان ہی کے روپیہ سے انگلنڈ نے ہندوستان کو فتح کیا ہے اور اُس کے اوپر قبضہ رکھتا ہی

ہندوستان میں صرف پینسٹھ ہزار انگریزوں یعنی گوروں کی سپاہ ہے لیکن صرف یہی بوجھ
نہیں ہے جو ہندوستان انگلستان کے سر پر رکھتا ہے سوائے اس کے کہ اس فوج کو وہ
متکفل رکھتا ہے اسکے ساتھ ہی وہ فورین پولیسی کی مشکل کو مضاعف کرتا ہے بیشک سب سے
اعلے مسرت ونشاط کسی ملک کی یہ ہے کہ وہ سب سامان اپنے لیئے اپنی ہی اندر رکھتا ہو
اور اسکو اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہو کہ اور قومیں کیا کر رہی ہیں وشنگٹن نے
نہایت دانشمندانہ نصیحت اپنے اہل ملک کو کی تھی کہ وہ مسرت و فرحت کو جب تک حاصل ہو سکے
حاصل کریں مگر انگلنڈ کو یہ خوشی اچھی طرح نصیب نہیں ہوئی - اگر وہ ہندوستان کو اپنے پاس نہ
رکھے تو بالاضافت اسکو یہ خوشی حاصل ہو سکتی ہے اس کی جو کولونی ایمپائر ہے اس کے
ہمسایہ زیادہ تر عافیت طلب یا فقیر یا وحشی ہیں اور اس میں اہل یورپ کے سب جھگڑوں کا
فیصلہ ہو چکا ہے لیکن مشرق میں انگریزوں کی اغراض میں بہت فکر و تردد چلے جاتے ہیں -
ٹرکی میں ہر نئی حرکت ہونے پر مصر میں ہر نئی علامت کے ظاہر ہونے پر ایران میں ماوراءالنہر
میں یا برہما میں یا افغانستان میں ہر شور و شر پہ انگریزوں کو نگرانی بڑی خبرداری و ہوشیاری
سے کرنی پڑتی ہے اسکی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ ہند پر انگریز قبضہ رکھتے ہیں اسکی وجہ سے
انگریز ایشیائی قوموں کے نظام میں بڑا منصب و جاہ رکھتے ہیں اور یہ تمام ملک ہندوستان کی
راہ میں پڑتے ہیں اسلیئے انکے معاملات میں انگلنڈ صاحب غرض ہوتا ہے صرف اسی
سبب سے انگلنڈ کو انیسویں صدی میں روس کے مستقل رقابت کے پھندوں میں ایسا ہی پھنسنا
پڑتا ہے جیسے کہ اٹھارھویں صدی میں امریکہ میں فرانسیسیوں کی رقابت میں پھنسنا پڑا تھا -
اس سلطنت کے رکھنے اور چھوڑنے کی نسبت ارباب الرائے مختلف اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں
بعض کہتے ہیں کہ ہم کو اگرچہ ہندوستان کسی نہ کسی دن چھوڑنا پڑیگا مگر اس میں ہمکو حکمرانی
اس طرح کرنی چاہیئے کہ ہم ہمیشہ اسمیں حکمرانی کرینگے انگریزی قوم کی عزت کا مقتضا یہ ہے
کہ باپ دادا نے اپنا خون بہاکے جو ملک لیا ہے اور وہ قوم کے مظفر و منصور ہونے کا
گل سرسبد ہے اسکا برقرار و قائم رکھنا ہم پر فرض ہے اور اسمیں ہند و انگلنڈ دونو
کی بہبودی اور فلاح ہے ہند و انگلنڈ کی اغراض ایسی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ

ہو گئی ہیں کہ انہیں قطع تعلق ہونا دونو کے لئے بُرا ہے انگلنڈ کی تجارت ہندا کے
بہت وسعت پا گئی ہے آخر سالوں میں انگلنڈ کا کثیر سرمایہ دولت ہندوستان
مختلف کاموں میں لگا لیا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ اگر آج ہند کو چھوڑ دے تو اس
حال اس سے بھی بدتر ہو جائے جو اس عملداری کے وقت تھا تمام ملکوں میں ہند
ملک ہی کہ اسمیں بہت ہی کم قابلیت ہی کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو اپنے اندر سے پیدا کر سکے
اسمیں جو کچھہ تھوڑی سی یہ قابلیت بھی تھی اسکو انگریزی گورنمنٹ نے بالکل ہٹا دیا
بالضرورت اُن جماعتوں کو دبا دیا جنمیں فطانت یا عادت حکمرانی کی تھی۔ پُرانے شاہی
خاندانوں کو امراء کی جماعتوں کو خاص کر مسلمانوں کی جماعتوں کو جو مغلوں کی
سلطنت میں سب سے زیادہ اعلےٰ عہدے رکھتے تھے انگریزی عملداری سے نقصان
بہ نسبت فائدہ کے زیادہ پہنچا ہے اس عملداری نے برہمنوں کی تاریخی باتوں میں مغربی
سائنس کو داخل کر کے انکے دانشمند گروہ کے مذہبی و اخلاقی خیالات کی بنیاد ہلا دی
بس ایسے صورتوں میں اگر انگریز اپنی گورنمنٹ کو اُٹھا لیں تو ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں
جس سے ہندوستان پر بلاؤں کا طوفان آ ئے +

تمت

فہرست مضامین بقید زمانہ و سنہ

باب اول۔ بحری تجارت کے لیئے ابتدائی رقابت صفحہ ۵ سے ۱۵ تک۔

زمانہ و سنہ	مضمون
تین صدی قبل از مسیح سنہ [illegible]	بحری تجارت بذریعہ ریڈسی و سکندریہ۔
نوین و دسوین صدی وغیرہ کے قریب۔	مشرقی تجارت کی بڑی تجارت گاہ یا منڈی قسطنطنیہ۔
۱۱ صدی سے ۱۶ صدی تک	وینائس و جنیوا مین تجارت کا اعلے و برتر ہونا۔
۱۴۹۲	امریکہ کا دریافت ہونا۔
۱۴۹۷ سے	کیپ گڈ ہوپ سے ہند کی راہ کا کھلنا۔

زمانہ وسنہ	مضمون
سولھوین صدی	پرتگال کی تجارت کا غالب ہونا
١٦٠١	انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا چارٹر (فرمان شاہی)
١٦٠٢	ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بنا۔
سترہوین صدی	ہولینڈ کی تجارت کا غالب ہونا۔
١٦١٤ - ١٦١٨	مغلون کے دربار مین سرطامس رو سفیر انگلنڈ کا آنا
١٦٢٢	ایمونیا کا قتل عام
١٦٥١ - ١٦٥٤	پہلی لڑائی انگلنڈ و ہولنڈ مین
١٦٦١	ایل پرتگال کا بمبئی کا دینا انگریزون کو
١٦٦٤	فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بنا
١٦٦٨	پونڈچیری
١٦٦٧	ایشیا مین تجارتی جھگڑون کا فیصل ہونا بموجب صلحنامہ بریڈا
١٦٥٨	اورنگ زیب کی تخت نشینی
باب دوم	یورپ و ایشیا مین پولیٹکس کے اثر و تعلقات صفحہ ١٥ سے ٢١ تک
١٦٦٠ - ١٦٦٨	سیواجی کے ماتحت مرہٹون کی ترقی
١٦٦٥	دوسری لڑائی ہولینڈ
١٦٧٢	تیسری لڑائی ہولینڈ کے ساتھ و فرنچ سپاہ کا ساحل ہند پر آنا
١٦٨٥	بمبئی مین انگلش کمپنی کا صدر مقام مقرر ہونا۔
١٦٨٦	کلکتہ مین انگلش کمپنی کا صدر مقام مقرر ہونا
١٦٨٧	کمپنی کے اختیارات کی آزادی
١٦٨٧ - ١٦٨٩	انگریزی کمپنی کی لڑائی اورنگ زیب سے
١٦٩٠ - ٩٧	یوروپ مین فرانس سے لڑائیان۔
باب سوم	ایسٹ انڈیا کمپنی کا استحکام ٢١ صفحہ سے ٢٦ صفحہ تک

مضمون	زمانہ و سنہ
لندن مین نئی اور پرانی کمپنیون مین رقابت	۱۶۹۸
دونو کمپنیون کا متحد ہونا	۱۷۰۲
فرانس کے ساتھ لڑائی	۱۷۰۲-۱۳
فرنچ و انگلش ایسٹ انڈیا کمپنیان ۲۶ صفحہ سے ۴۳ تک	باب چہارم
اورنگ زیب کی وفات	۱۷۰۷
سلطنت مغلیہ کا سریع زوال	۱۷۰۷-۵۰
ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ	۱۷۳۹-۴۰
احمد شاہ ابدالی کا پنجاب کا تسخیر کرنا	۱۷۴۸
فرانس اور انگلنڈ کے درمیان مصالحت کا رہنا	۱۷۱۳-۴۴
اہل ڈنمارک کی کمپنی کا بالکل جاتا رہنا	۱۷۲۸
اوسٹنڈ کمپنی کا تنزل	قریب ۱۷۲۵ کے
فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا نشو و نما پانا	۱۷۱۵-۴۵
پونڈچیری کا گورنر ہونا ڈیوپلی کا	۱۷۴۱-۵۱
فرانس کے ساتھ لڑائی کا اشتہار	۱۷۴۴
ہندوستان فرانسیسی ڈوپلے کے ماتحت ۴۳ سے ۵۲ تک	باب پنجم
ساحل کورومنڈل پر فرنچ و انگلش کی لڑائی	۱۷۴۶-۴۹
لے بورڈونیاس کو مدراس کا حوالہ کرنا	۱۷۴۶
پونڈچیری کا محاصرہ کرنا انگلش کا	۱۷۴۸
ایکس لا چیپل کا صلحنامہ اور مدراس کا بحال ہونا	۱۷۴۸-۴۹
فرنچ ایسٹ انڈیا کی مالی حالت مین دقتون کا بڑھنا	۱۷۴۶-۴۹
کرناٹک مین لڑائیون کا متواتر ہونا۔	۱۷۴۹-۵۴
فرنچ و انگلش کمپنیون مین لڑائی	۱۷۵۰-۵۴

سنہ	مضمون
۱۷۵۱	ارکاٹ کی محافظت کرنا کلائو کا
۱۷۵۲	ترچناپلی کے محاصرہ کا چھوڑنا فرانسیسون کا
۱۷۵۴	ڈیوپلی کا دوبارہ آنا اور کمپنیون مین مصالحت
	باب ششم (چہارم) بجائے ششم کے غلط لکھا گیا ہے۔ فرانس اور انگلش کی دوسری لڑائی ۵۲-۵۸
۱۷۵۶	فرانس اور انگلنڈ کے درمیان دوسری لڑائی۔
۱۷۵۸	لین کے لشکر ہندوستان مین اور فورٹ سینٹ ڈیوڈ کا تسخیر کرنا۔
۱۷۵۸-۵۹	لین کا مدراس کا محاصرہ کرنا۔
۱۷۶۰	واندوبش لین کا شکست پانا
۱۷۶۱	پونڈچیری کا انگلش کو حوالہ کرنا۔
۱۷۶۳	پونڈچیری کا فرانس کو دینا پیرس کا صلحنامہ جسنے ہندوستان مین فرنچ کی رقابت کا خاتمہ کیا۔
	باب ہفتم بنگال کی فتح ۵۸ سے ۶۸
جون ۱۷۵۶ء	نواب بنگال کا کلکتہ لینا
جنوری ۱۷۵۷ء	کلائو کا کلکتہ کا دوبارہ لینا
جون ۱۷۵۷ء	جنگ پلاسی
	باب ہشتم بنگال مین انگریزون کی حکومت ۶۸-۸۱
۱۷۵۷	بنگال پر انگریزون کا قبضہ
۱۷۶۰	کلائو کا انگلنڈ جانا
۱۷۶۰-۶۵	بنگال کی بدنظمی

سنہ	مضمون
۱۷۶۳	بمبئی مین قید یون کا ہونا
۱۷۶۴	بکسر مین سپاہ اودھ کی شکست
۱۷۵۷-۶۰	احمد شاہ ابدالی کا پنجاب پر قبضہ
۱۷۵۸	پنجاب پر مرہٹون کا حملہ
۱۷۶۱	پانی پت مین احمد شاہ کا مرہٹون کو ہزیمت دینا
	باب نہم مرہٹے میسور ۸۱ سے ۹۱ تک
۱۷۶۵	کلائو کا انگلنڈ مین دوبارہ آنا اور بنگال کی دیوانی کا کمپنی کا لینا اور نواب وزیر وشاہ عالم سے صلح کرنا۔
۱۷۶۶	شمالی سرکارون کے واسطے نظام سے عہدنامہ
۱۷۶۷-۶۹	حیدرعلی سے اول لڑائی (میسور)
۱۷۶۹	کرناٹک مین حیدرعلی کا غارتگری کے لیئے پھرنا۔ عہدوپیمان میسور ومرہٹون سے
	باب دہم انتظامات وبندوبست ۹۱ سے ۱۰۲ تک
۱۷۶۷	لارڈ کلائو کا ہندوستان سے جانا
۱۷۷۰	بنگال مین قحط
۱۷۷۲	معاملات ہند کے لیئے اول ایکٹ پارلیمنٹ کی ملکیت وکمی کا
۱۷۷۳	لارڈ نورتھ کا اول ایکٹ انڈین گورمنٹ کی کونسٹی ٹیوشن
	کلائو کے چال چلن پر الزام لگانے کی تحریک کا منع کرنا
۱۷۷۴	لارڈ کلائو کی لوٹ
	باب یازدہم وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کا عہدحکومت ۱۰۲ - ۱۱۹
۱۷۷۲	ہیسٹنگز گورنر بنگال
۱۷۷۴	ہندوستان کا اول گورنر جنرل ہیسٹنگز
۱۷۷۱-۷۳	شمالی مغربی ہند پر مرہٹون کے حملے

سنہ	مضمون
۱۷۷۲	نواب وزیر اودھ اور رہیلون کی مصالحت مرہٹون سے بچنے کے لیے
۱۷۷۳	ہیسٹنگز اور نواب وزیر اودھ کا ملکر رہیل کھنڈ پر حملہ۔
۱۷۷۴	رہیلون کی لڑائی اور اودھ مین رہیلکھنڈ کا الحاق
۱۷۷۵	انگریزون کو غازی پور اور بنارس کا ملنا گورمنٹ بمبئی کا قبضہ سالستی اور بسین پر
۱۷۷۶	سنہ۔ کمار کو سنزا کا ملنا اور مرہٹون کی لڑائی اور مرہٹون کے ساتھ عہدوپیمان
۱۷۷۸	فرانسیسون کی مراسلت مرہٹون اور میسور کے ساتھ
۱۷۷۸	یوروپ مین فرانسیسون کے ساتھ لڑائی۔ فرانسیسون کے دارالاماننین ہند مقبوضہ مین مرہٹونکا انگریزون کو ہٹا دینا پونہ پر پیش قدمی۔ پوپہم صاحب کا قلعہ گوالیار لینا۔
۱۷۷۹	انگریزون کے برخلاف میسور و مرہٹون اور نظام کی سازش
۱۷۸۰	کرناٹک مین حیدر علی کی تاراج
۱۷۸۱	بنارس کا بلوہ۔ قلعہ نوودیلی حیدر علی کی شکست۔ انگلنڈ کی لڑائی سپین وہولنڈ اور فرانس سے اور امریکہ کی کولونیون سے
۱۷۸۲	بحری لڑائیان فرانس و انگلنڈ کے درمیان خلیج بنگالے مین۔ مرہٹون کے ساتھ صلح کے عہدوپیمان۔
۱۷۸۳	حیدر علی کی وفات۔ یوروپ مین عام امن امان۔ پونڈچیری کا پھر فرانسیسون کے حوالہ کرنا۔
۱۷۸۴	ٹیپو سلطان میسور کے ساتھ صلح کے عہدوپیمان اور ہندوستان مین عام امن امان
	باب دوازدہم ہیسٹنگز و کورنوالس کے عہدوپیمان کے درمیان کا زمانہ۔ ۱۱۹ - ۱۲۸
قریب ۱۷۸۵	پنجاب مین سکھون کی سلطنت کا عروج
۱۷۸۵	دلی پر مہدوجی سیندھیا کا قبضہ
۱۸۷۸	فوکس کے انڈیا بل کا پارلیمنٹ مین پیش ہونا اور نامنظور ہونا۔
۱۷۸۵-۱۸۰۱	پٹ کا انڈیا ایکٹ و ہندوستان کے معاملات کے لیے کمشنرون کے بورڈ کا مقرر ہونا
۱۷۸۵	ہیسٹنگز کا انڈیا سے جانا۔

سنہ	مضمون
	باب سیزدہم لورڈ کورنوالس کے انتظامات ۱۲۸ - ۱۴۳
۱۷۸۶ع	لارڈ کورنوالس کا گورنر جنرل ہونا
۱۷۸۸-۹۰	وارن ہیسٹنگز کے الزامات کی تحقیقات
۱۷۹۰	انگریزون اور میسور کی لڑائی
۱۷۹۲	ٹیپو کا ملک دیکر صلح کرنا۔
۱۷۹۳	فرانسیسون کے ساتھ پرخاش جنگ عظیم کا آغاز۔ پونڈیچری پر انگریزون کا قبضہ کورنوالس کا انڈیا سے جانا۔ پارلیمنٹ کا اکٹ ہندمین لڑائی کے انسداد کے لیے
۱۷۹۳-۹۸	سرجان شور (لارڈ ٹین متھ) گورنر جنرل۔
۱۷۹۴	مہدجی سیندھیا کی وفات
۱۷۹۵	مرہٹون کو کردلہ مین نظام کا اپنے تئین حوالہ کرنا
۱۷۹۷	پنجاب پر زمان شاہ افغانستان کے بادشاہ کا حملہ
۱۷۹۸	مصر پر بونا پارٹ کی لشکر کشی
۱۷۹۷-۹۸	فرنچ و افغانستان کے ساتھ ٹیپو کی خط وکتابت
۱۷۹۸	جزیرہ فرانس مین ٹیپو کا سفیر جانا
۱۷۹۹	قاہرہ سے بونا پارٹ کا خط ٹیپو پاس بھیجنا۔
	باب چہاردہم لارڈ ولزلی گورنر جنرل کا عہد حکومت ۱۴۳-۱۶۳
۱۷۹۸-۱۸۰۵	لارڈ مورننگٹن (مارکوئس ولزلی) گورنر جنرل۔
۱۷۹۸	نظام کے ساتھ اتحاد۔
۱۷۹۹	دوسری لڑائی میسور کے ساتھ۔ سری رنگ پٹم پر حملہ اور ٹیپو کا مرنا اور میسور کا حصون مین تقسیم ہونا
۱۸۰۰	نظام کے ساتھ سب سڈری عہد و پیمان
۱۸۰۱	سب سڈری عہد و پیمان کے موافق نواب وزیر اودھ کا بہت سا ملک لینا انگریزونکو دینا و نواب کرناٹک کا ملک حوالہ کرنا۔ مرہٹون مین آپس مین لڑائی اور پیشوا کا بھاگنا۔
۱۸۰۲	بسین کا عہد نامہ اور پیشوا کا بحال ہونا اور امینسی کے صلح یورپ مین۔

۱۷۸۶-۱۷۸۷ع قسطنطنیہ و پیرس مین سلطان ٹیپو کا سفیر بھیجنا۔

اپریل سنہ ۱۸۰۳ء	فرانس سے از سر نو جنگ کا ہونا
سنہ ۱۸۰۳ء	سیندھیا اور ناگ پور کے راجہ کا متفق ہونا
۱۸۰۳	مرہٹون کی لڑائی (الیس سیاہ وار گاؤن دلاس واری)
دسمبر سنہ ۱۸۰۳ء	سیندھیا اور ناگپور کے راجہ کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان
۱۸۰۴	ہولکر کے برخلاف لشکرکشی
۱۸۰۵	بھرت پور کے محاصرہ مین ناکامیابی۔ لارڈ ولزلی کا ہندوستان سے جانا
	باب پانزدہم زمانہ وقوف سلطنت ۱۶۳-۱۷۳
جولائی اکتوبر سنہ ۱۸۰۵ء	لارڈ کورن والس کا دوبارہ گورنر جنرل ہونا
۱۸۰۵—۷	سر جارج بارلو گورنر جنرل
۱۸۰۶—۸	آخر کو کیپ گڈ ہوپ کا فتح ہونا۔
۱۸۰۷	لارڈ منٹو کا گورنر جنرل ہونا
۱۸۰۶—۸	نپولین کی تدابیر فرانس و روس کا ہندوستان پر ارادہ
۱۸۰۷—۸	فرانس کا سفیر ایران مین
۱۸۰۸	ایران و افغانستان و پنجاب مین برٹش سفیرون کا جانا
۱۸۱۰—۱۱	مورشیس اور جاوا کا مفتوح ہونا
	باب شانزدہم لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل کا عہد حکومت ۱۷۳-۱۸۵
۱۸۱۳—۲۳	لارڈ موئرا (کونٹ مارکوئس ہیسٹنگز) گورنر جنرل
۱۸۱۴—۱۶	نیپال کے ساتھ لڑائی
۱۸۱۶	نیپال کا بہت سا ملک دینا اور صلح کے عہد و پیمان کرنا
۱۸۱۷—۱۸	پنڈارون سے لڑائیان
۱۸۱۷	پیشوا کا پریسیڈنسی پر حملہ اور ناگپور مین بلوہ اور ہلکر کی شکست مہدی پور مین
۱۸۱۸	پیشوا کا اپنے تئین حوالہ کرنا بہت سے ملکون کا الحاق ہونا۔
	باب ہفتدہم سلطنت کی تکمیل ۱۸۵-۱۸۹

۱۸۲۳-۲۸	لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل
۱۸۲۶-	برہما کے ساتھ اول لڑائی - ملک کا حوالہ کرنا - بھرت پور کا فتح ہونا
۱۸۲۸-۳۴	لارڈ ولیم بن ٹنک گورنر جنرل
۱۸۳۶-۴۲	لارڈ آک لنڈ گورنر جنرل
	انگریزون نے ہندوستان کو کسطرح فتح کیا ۱۸۹ - برٹش انڈین ایمپائر ۲۰۰

غلط نامہ موسوم سلطنت انگلشیہ ہندوستان مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۷	اپنا	اپنی	۲	۲۰	بلاحصل	بلافصل
۳	۱۶	کرنی	کرنی پڑتی ہین	۳	۲۳	رقابت	رقابت کے
۱۷	۷	ٹرنکول	ٹرنکومالی	۲۲	۳	کے وہ	کے
۴۳	۲۱	کرناٹک	کرناٹک ہین	۴۶	۱۱	ہین	رہے
۶۰	۱۲	واقفیتون	واقعیتون	۶۰	۶	کہ نہ	کہ
رر	۱۲	تبدیل ہوگی	ہوگی	۶۶	۱۳	چلرز	جلرڑ
۷۳	۷	کی	کو	۷۲	۷	جنین	جیسے
۹۴		پھر	×	۹۵	۱۳	ہو	ہنوز
۱۰۰	۱۸	طرح	طرف	۱۰۷	۱۸	کلکتہ کو	کلکتہ
۱۱۰	۱۴	مورخ	مورخ ہین	۱۱۱	۸	کہ	کہ وہ
۱۱۱	۱۷	کرنی	ہوگئی	۱۱۲	۶	آپ	ان
۱۱۲	۹	بڑا	بُرا	۱۲۰	۲۲	نرکھین	رکھین
۱۲۲	۹	نہو	ہو	۱۱۴	۱	دفرنی	ولزلی
۱۲۶	۱۹	سیجی کای	سیجی کافی لائی گئین	۱۲۷	۱	ترقیات	مشکلات
۱۳۱	۱۴	دشمنون ونہ	دشمنون وکونہ	۱۳۲	۸	داؤن کے	داؤن
۱۴۹	۳	دوبڑی	×	۱۵۷	۱۸	انگریزی	فرانسیسی
۱۶۰	۷	ستون	ریاستون	۱۹۱	۱۶	لو	نو
۱۹۸	۵	کے	کو	۲۰۳	۲۳	غریب	غیریت

دیباچہ

عروج سلطنت انگلشیہ ہند قبل از عہد ملکہ معظمہ قیصر ہند

یرا اصل مقصود یہہ تھا کہ حضرت علیا ملکہ معظمہ کی صفات کے اور انکے شوہر والا گوہر کی ذات والا صفات
ے حالات لکھون اور انکے عہد سلطنت کے واقعات خاص کر انڈیا کے "تاریخی حالات بیان کرون
لمر مجھے اسکے ساتھ یہہ خیال بھی آیا کہ اس عہد سلطنت کے ماقبل کی تاریخ بھی لکھدون کہ جس سے
نگریزی عہد کی تاریخ ہند مکمل ہوجائے اس لیئے مین نے سر الفرڈ لائل کے رائز اوف برٹش
ایمپائر انڈیا سے اور پروفیسر سیلی کے اکسپینشن اوف انڈیا سے زیادہ تر مضامین ترجمہ
کرکے لکھے - یہہ دونو ارباب کمال فلسفیانہ "تاریخ لکھنے مین کمال رکھتے ہین - انکی کتابون سے
جو مضامین نقل کیئے گئے ہین ان مین کل واقعات مع علل اور نتائج لکھے گئے ہین -
ایز اور مستند کتابون سے بھی کہین کہین اضافہ کیا گیا ہے - انکے پڑھنے مین سوچنے و
سمجھنے کی لیاقت ضرور ہے وہ ہر شخص کی سمجھ مین نہین آسکتے فقط

...ت کتب موجودہ مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	محصول	نام کتاب	قیمت	محصول
...ال ومنتخب الامثال	۸ر	۱ر	عجائب الحساب	۸ر	۱ر
...ت۔ دولت پیدا کرنیکے طریق ہیں	۸ر	۱ر	رسالہ علم مساحت ٹوڈ ہنٹر........	۱۲ر	۱ر
...ے دولت	۸ر	۱ر	مبادی الانشا حصہ اول	۸ر	۱ر
...باسیہ والیہ	۶ر	۰ر	مبادی الانشا حصہ چہارم	۵ر	۱ر
...یعیات کی ابجد...........	۴ر	۰ر	محاسن الاخلاق	۱۴ر	۳ر
...بیات کی ابجد...........	۴ر	۰ر	تہذیب الاخلاق............	۶ر	۱ر
...زنی طبیعیات پر محاکمات......	۲ر	۰ر	تعلیم الاخلاق	۸ر	۱ر
...ان کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر	صحیفہ فطرت............	عہ	۳ر
...م کی طبیعیات کی تاریخ.......	۴ر	۰ر	مجالس مناظرہ	۳ر	۰ر
...و مذہب کی رزم و بزم......	عہ	۱ر	اہل عرب کا جبر ومقابلہ..........	۴ر	ر
...فرنگ	۱۰	۱ر	جغرافیہ ریاضیہ	۸ر	۱ر
...سان	۴	۱ر	تحریر اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح و نتائج	۶	۱ر
...ار ڈ سمتھ حساب / ...حساب (ان دونوں کتابوں کی ملاکر قیمت عہ رہی محصول ۳ر)	۱۲ / ۸ر	۲ر / ۱ر	شرح اول شمس مقالہ و مقالہ یازدہم و دوازدہم جو درس میں جاری ہے	۸ر	۱ر

...ن پانچ روپیہ کے خریدار کو ایک ار ۱ آنہ فی روپیہ۔ چھ روپیہ سے دس روپیہ تک کے خریدار کو ڈیڑھ آنہ فی روپیہ گیارہ روپیہ ...ں روپیہ تک کے خریدار کو دو ۲ آنے فی روپیہ۔ بیس ۲۰ روپیہ اور اس سے زیادہ کے خریدار کو بیس ۲۰ روپیہ سیکڑہ کمیشن ...ا محصول ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا۔ اور سب سے نقد روپیہ لیا جائیگا۔ جو اخبار نویس عنایت فرماکر اپنے اخبار میں ...رات کو چھاپ دینگے کہ یہہ کتابیں انکی معرفت ملسکتی ہیں اور جتنی درخواستیں انکی مطبع میں آئیں تو میرے پاس بھیجدیں ...ن درخواستوں کے مطابق بیس ۲۰ روپیہ سیکڑہ کمیشن دونگا ÷ ان کتابوں کے مفصل اشتہار بھی چھپے ہوئے ہیں جنکو مطلوب ہوں وہ منگالیں

محمد عطاء اللہ۔ دہلی چیلوں کا کوچہ۔ سنہ ۱۹۰۴ع

تاریخ

عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند

بعہد شہنشاہی

حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند بالقابہا

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی

اس حصہ مین لارڈ آک لینڈ و لارڈ ایلن برا و لارڈ ہارڈنگ کے
عہد حکومت کا بیان ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۸ء تک لکھا ہے

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبع شمس المطابع دہلی مین منشی محمد عطاء الٰہی کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

(کل جلدون کی قیمت مع محصولڈاک گیارہ روپیہ)

اشتہا

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ

پانچ جلدون سے کم کسی خریدار کو کمیشن نہیں دیا جائیگا مگر جو پانچ جلدین یا اس سے زیادہ کا خریدار ہو وہ مجھ سے خط و کتابت کے ذریعہ سے کمیشن ٹھیرا لے۔ جو شخص کل تاریخ خریدیگا اس سے قیمت مع محصول گیارہ روپیہ لیئے جائینگے قیمت مع محصول گیارہ روپیہ مقرر ہے ✣ محمد عطاء اللہ۔ دہلی چیلون کا کوچہ

جلد اول

قیمت ۴ محصول ۲؍ صفحہ ۵۱۰

اس جلد مین تمہید لکھی ہے کہ مصنف نے کسطرح اس کتاب کو تصنیف کیا ہی۔ مقدمہ ہی جسمین تاریخ کی حقیقت بتائی ہی اہل عرب کے زمانہ جاہلیت کا بیان اور مسلمانون کے ۱۱۸ فرمانروا خاندانونکا حال۔ ملک سندھ کی فتح و خاندان غزنی کی تاریخ اور خاندان غوری کی تاریخ ✣

جلد دوم

قیمت عہ محصول ۱؍ صفحہ ۴۰۶

سلاطین خلجیہ سلاطین تغلق اور سیدون لودیون کے بادشاہون کا حال اس جلد مین بسط کے ساتھ لکھا ہے ✣

جلد سوم

قیمت عہ محصول ۲؍ صفحہ ۵۳۰

بابر نامہ۔ شنگرف نامہ۔ ہمایون۔ رزم نامہ شیر شاہی ✣

جلد چہارم

قیمت ۶ محصول ۳؍ صفحہ ۷۹۶

(۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تا[ریخ] مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور۔ دوسرے حصہ مین (۱) تاریخ سلاطین دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر (۴) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گولکنڈہ (۵) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۶) تاریخ سلاطین بریدیہ ملک بیدر (۷) ضمیمہ تاریخ دکن (۸) ریویو تاریخ دکن

جلد پنجم

قیمت ۶ محصول ۵؍ اقبالنامہ اکبری صفحہ ...

جلد ششم

قیمت ۴ محصول ۱؍ کارنامہ جہانگیری صفحہ ...

جلد ہفتم

قیمت عہ محصول ۲؍ ظفرنامہ شاہجہان صفحہ ...

جلد ہشتم

قیمت عہ محصول ۲؍ بادشاہنامہ عالمگیری ...

قیمت عہ محصول ۲؍ جلد نہم و دہم (ایک جلد مین مجلد)

حصہ دوم

باب اول

لارڈ آک لینڈ

جب ملکہ معظمہ تخت نشین ہوئی ہیں تو ہندوستان میں لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۸۳۶ء کو اُنھوں نے ہندوستان کے گورنر جنرل ہونے کا حلف اُٹھایا تھا۔ جب لنڈن میں اُن کی وداع کا جلسہ ہوا تو اُنھوں نے اپنی سپیچ میں فرمایا کہ میں ہندوستان میں جانے کی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ وہاں میری یہ قوی امیدیں برآئینگی۔ کہ لاکھوں آدمیوں کو جن کے ساتھ میں شرکت نوعی رکھتا ہوں عمدہ نظم و نسق کی میمنت و سعادت سے مستفید و مستفیض کرونگا۔ اور اُن کی تعلیم و ترتیب و تہذیب و شایستگی و بہبودی و آسودگی و آسایش و آرایش و انبساط و نشاط میں دل سے کوشش کرونگا۔ حقیقت میں اُنکی طبیعت اُن کاموں کے لیئے موزون و موضوع تھی وہ بڑے رحم دل غریب پرور محنت شعار و جید و مستعد تھے۔ جن سوالوں پر اول اُنکو توجہ کرنی پڑی اُن میں سے ایک یہ سوال تھا کہ ایسی پولیسی اختیار کیجائے کہ جس کے سبب سے یورپین کے مقدمات دیوانی کو مفصلات میں ہندوستانی جج نہ فیصل کیا کریں۔ ہمیشہ سے انگریزوں کو یہ امر ناگوار خاطر تھا کہ اُن کے ہمسایہ میں جو کالی کھال کے ہندوستانی رہتے ہیں وہ اُن کے ساتھ قانوناً مساوات پیدا کریں۔ جب کوئی اس مساوات کی تقریب صورت پذیر ہوتی تو وہ بڑے پریشان خاطر ہو کر واویلا مچاتے۔ وہ اسکو اپنی بڑی کسر شان سمجھتے تھے کہ ہندوستانی ججوں کے روبرو اُن کے مقدمات دیوانی فیصل ہونیکے لیئے پیش ہوں۔ اُنکی تمنائے دلی یہ تھی کہ اُنکے مقدمات دیوانی صرف اُن کی اپنی پریسیڈنسی کی سپریم کورٹ میں فیصل ہوا کریں۔ اب اس سوال کے دو پہلو تھے۔ اُن میں سے **لارڈ آک لینڈ** کی کونسل نے وہ پہلو اختیار کیا جو کل جماعتوں کے لیئے عدل و انصاف تھا۔ مئی ۱۸۳۶ء میں ایک ایکٹ پاس کیا کہ یورپین کے دیوانی مقدمات کو ہندوستانی جج اپنی

عدالتوں میں فیصل کیا کریں۔ جس سے انگریزوں کو خوف پیدا ہوا اور اُنھوں نے اس قانون کا نام بلیک ایکٹ (اندھیر کا قانون) رکھا اور اسکے منسوخ ہونے کیلئے ولایت میں اپیل دائر کیا۔ مگر وہاں لارڈ میل بورن کی وزارت زبردست تھی۔ ڈائی رکٹروں کے آگے کچھ چلی نہیں ایکٹ بدستور جاری رہا +

کھونڈوں کے انسان کی قربانی کا موقوف ہونا

صوبہ اڑیسہ کے مہاندی کے جنوبی جانب میں پہاڑوں کے درمیان شمالی سرکاروں کے پاس جو ملک ہے اسمیں قوم کھونڈ رہتی ہے ۱۸۳۵ء میں راجہ گم سور نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی جس کے سبب سے سرکار انگریزی نے اُس کا ملک ضبط کیا تو سرکار انگریزی پر یہ حال کھلا کہ یہاں قوم کھونڈ پرتھوی کی پوجا کرتی ہے اور اُس پر انسان کا بلدان چڑھاتی ہے۔ پہاڑوں کے نیچے کے آدمیوں کو پکڑ کر لیجاتی ہے اور انکو قربان کرکے اپنے دیوتا پر چڑھاتی ہے۔ یہاں کے انگریزی افسروں میں سے میجر میکفرسن صاحب نے بڑی کوشش اس رسم کے دور کرنے میں کی۔ بعض کھونڈ کے سرداروں نے مسلح ہوکر اُن کا مقابلہ کیا جن کو سپاہ کے زور سے دبانا پڑا۔ آخر کو یہ رسم بد انسان کے بلدان کرنے کی موقوف ہوئی۔ اسکا مفصل حال آیندہ لکھا جائیگا +

لکھنؤ میں محمد علی شاہ کی جانشینی

۱۸۳۷ء میں نصیر الدین حیدر لکھنؤ کا بادشاہ بیمار ہوا اور محل سے باہر کئی ہفتہ تک نہیں آیا گو اسکی حالت خطرناک نہیں معلوم ہوتی تھی مگر وہ ۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو آدھی رات کو دفعتہً مر گیا۔ لوگوں نے حسب دستور مشہور کیا کہ اُسکو کسی رشتہ دار نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اُسوقت لکھنؤ میں بڑے آزمودہ کار عاقل جوانمرد لو صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر یہ بڑا دانشمندانہ کام کیا۔ کہ جب اُن کو ساتویں آٹھویں تاریخوں کے درمیان کی رات کو خبر ہوئی کہ پادشاہ بیگم شاہ مرحوم کی والدہ مسلح سپاہیوں کے لئے مناجان کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لئے محل میں جاتی ہے تو گومتی ندی کے پار چھاونی میں حکم بھیجدیا کہ سپاہ امداد کے لئے آئے۔ مناجان کو پادشاہ اپنا بیٹا مانتا تھا مگر وہ درحقیقت اسکا بیٹا نہ تھا۔ سلطنت کا وارث شرعی پادشاہ کا چچا محمد علی شاہ تھا جو مخالفوں کی قید میں تھا۔ مناجان نے پادشاہ بیگم کی حمایت سے لال بارہ دری پر قبضہ کر لیا تھا اور تخت سلطنت پر ہو بیٹھا تھا۔ تین بجے لو صاحب محمد علی شاہ کو ہمراہ لئے ہوئے آئے تو ایسی نمائش ہوئی کہ پادشاہ کے روبرو مجرا و کورنش بجالائیں محل اور اسکے گرد مکانات مسلح آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے تلواریں و نیزے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے بندوقیں اپنے فیر سناتی تھیں گلیوں میں توپیں اپنی دُھواں دھون کا شور مچاتی تھیں طائفوں کے ناچ ہو رہے تھے باجے بج رہے تھے مشعلوں کے دھوؤں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔ اس تمام ہنگامہ میں لو صاحب نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ آپ اپنی بیفائدہ

وبیہودہ حرکت سے باز رہیں تو ایک گستاخ بے ادب امیر نے اُن کو بیبا کا نہ جھکایا کہ آپ تخت کے آگے مناجان کے روبرو کورنش ومجرانہ بجا لائینگے تو یہاں سے نکال دیئے جائینگے۔ پھر لو صاحب پر کچھ دہکا پیل بھی ہونے لگی۔ تو اس طوفان بے تمیزی سے اُن کا ایک دوست اُنکو باہر نکال لایا۔ اسوقت دن نکلنے کو تھا کہ اس کی مبارک روشنی میں چھتیس پلٹن کی پانچ کمپنیاں بریگیڈیر کے زیر حکم نظر آئیں تو لو صاحب نے حکم دیا کہ اگر چوتھائی گھنٹے میں بارہ دری خالی نہو تو سپاہ اس پر اپنے ہتھیار چلائے۔ ناقص العقل بیگم نے اُن کے حکم کی تعمیل نہیں کی تو مجبوری محل پر آگ برسانی پڑی دروازہ توپ سے اُڑا دیا گیا سپاہ نے بارہ دری پر حملہ کیا بیگم اور اُسکے کل ہمراہی بھاگ گئے پچاس آدمیوں کو مقتول و مجروح کر کے چھوڑ گئے۔

۸۔جولائی ۱۸۳۷ء کو دس بجے دن کے لو صاحب نے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے اُسکے سر پر تاج رکھا توپوں کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ بیگم اور مناجان گرفتار ہوئے اور بنارس میں بھیجے گئے گورنمنٹ نے لو صاحب کی اس کارگذاری کو پسند کیا کہ لکھنو کو اپنی تدبیر سے آپس کی لڑائی جھگڑوں سے بچا دیا۔ گورنمنٹ ہند نے حکم دیا کہ پادشاہ کے اختیارات کم کئے جائیں۔ ۱۰ نومبر ۱۸۳۷ء ایک نیا عہد نامہ مرتب ہوا۔ پادشاہ نے اُسپر دستخط کر دئے اسمیں یہ دو بڑی شرائط لکھی گئیں۔ اول اودھ میں دو رجمنٹیں سواروں کی اور پانچ پلٹنیں پیدلوں کی اور دو کمپنیاں گولہ اندازوں کی بڑہائی جائیں اور اس کا خرچ سوا لاکھ روپے سالانہ خزانہ شاہی اودھ سے لیا جائے۔ دوم جن اضلاع پر ظلم وستم برپا ہوا ہے۔ وہاں کے انتظام اور بندوبست کے لئے انگریزی حکام مقرر ہوں جو ہندوستانی اصول وقوانین کے موافق حکمرانی کریں اور خرچ کے بعد جو آمدنی ملک میں سے روپیہ بچے۔ اُسے خزانہ شاہی اودھ میں داخل کریں مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس نئے عہد نامے ۱۸۳۷ء کو اس وجہ سے نامنظور کیا۔ کہ اسکو یہ شبہ تھا کہ اودھ کی بدنظمیاں مبالغہ سے بیان کی جاتی ہیں اور خود انگریزوں کی غلطیوں سے اس کی آمدنی میں خرابیاں آتی ہیں۔ اس لئے ۱۸۰۱ء کا عہد نامہ بدستور برقرار رہا۔ اس نئے پادشاہ نے اودہ میں پانچ سال تک اچھی طرح سلطنت کی۔ سرکار انگریزی کا ممنون منت اور خیر خواہ رہا۔ اور یہی سمجھتا رہا کہ مجھی انگریزوں ہی کی عنایت سے پادشاہی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے ان سب لایق ارا کین سلطنت کو بحال کیا۔ جن کو بھتیجے نے نکال دیا تھا۔ جب اُن میں سے کوئی مرتا تو اس کی جگہ کوئی لایق آدمی مقرر کرتا جو بدنظمیاں پہلے سے پھیلی ہوئی تھیں اُن کو روکتا آراضی کی مالگذاری کے بندوبست کو درست کرتا خزانہ کو بڑی احتیاط

سے پرکرتا اپنی حکمرانی میں بعض انگریزی اصول کو بھی داخل کرتا اپنے محل کو نقالوں اور قوالوں وگویوں و مسخروں بھانڈوں کا اندر کا اکھاڑہ نہیں بننے دیتا۔ ۱۸۴۲ء میں بہت بڑی عمر میں دنیا سے سفر کیا اور امجد علی شاہ اس کا بیٹا جانشین ہوا تو پھر سلطنت کے کارخانوں میں خرابیاں آنی شروع ہوئیں۔

اس ملک میں کہ سالانہ بارش کے چند انچوں پر فصل کی پیداوار کا مدار تھا بار بار قحط سالی ایسی تباہی کی کوئی اور آفت ایسا دل نہیں ہلاتی تھی ۱۸۳۶ء سے کال پڑ رہا تھا ۱۸۳۳ء کے آخر میں لارڈ آکلینڈ کلکتہ سے اودھ اور دہلی میں گئے ہر جگہ قحط کے سخت مصائب کو معائنہ کیا ان ہی کے تجربہ کا یہ نتیجا تھا کہ ملک میں پیمائشوں کی ابتدا ہوئی جس کا خاتمہ گنگا کے نہر کلان پر ہوا جو لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں بن بنا کر تیار ہوئی ؛

باب دوم

جنگ افغانستان کا حال

جس ملک کو اب ہم افغانستان کہتے ہیں وہ ایک کوہستانی وسیع ملک ہے جسکا رقبہ جزائر برطانیہ اعظم کے رقبہ سے وسعت میں دوچند ہے وہ ایران کے اضلاع خراسان اور ہندوستان کے اضلاع پنجاب کے درمیان واقع ہے اس کی مصنوعی سرحد جنوبی بلوچستان ہے اور شمالی سرحد ممالک ازبکیہ جو روس کے تابع ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک حصہ اپنی جُدا جدا تاریخ رکھتا ہے ایک حصہ کابل مع اضلاع مضافات ہے جو ہندوستان کے مغلوں کی سلطنت میں داخل تھا۔ دوسرا حصہ ہرات اور وادی ہری رود ہے جو ایران سے متعلق تھا۔ تیسرا وہ حصہ ہے جسمیں دریائے ہیلمند بہتا ہے اور اسمیں قندھار ہے اس حصہ پر سلطنتوں کے لڑائی جھگڑے رہتے تھے کوئی اس میں مستقل سلطنت جمنے نہیں پاتی تھی۔ فرمان روائی اس کی بدلتی رہتی ہے ؛

ہندوستان اور افغانستان کے حد فاصل اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور اُن پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے دشوار گذار اور دہشت ناک درے ہیں جن کے اندر سے ہو کر پنجاب اور کابل کے درمیان

ورفت ہوتی ہے۔ ہندوستان پر وسط ایشیا کے سب حملہ آوران ہی دروں سے آئے ہیں اب بھی
کوئی حملہ آور خشکی کے راہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہے تو وہ صرف اسی جانب سے دروں میں سے
کر حملہ کرسکتا ہے اور کسی اور جانب سے نہیں کرسکتا۔ سوائے اس طرف کے ہندوستان کی اور سب
نوں میں سمندر ہے جس کو انگریزوں نے اپنی بحری قوت سے بیخوف و خطر بنا رکھا ہے پس یہی افغانستان
ک ہے جس کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو اندیشہ حملہ ہونے کا رہتا ہے۔ انگریزوں کی عقل دنگ
ی ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ روس اُن کی طرف جلد جلد بڑھا چلا آتا ہے اور پچاس سال کے اندر اس نے
ی طرف بہت اپنے قدم بڑھائے ہیں روسیوں نے اس نصف صدی میں یوروپ میں فن لینڈ کو
کر لیا ہے ترکوں کی سلطنت کے عمدہ عمدہ صوبے لے لئے ہیں اور اس کو بڑا ضعیف کر دیا ہے
لینڈ کو حصتوں میں تقسیم کر لیا ہے غرض یوروپ کی غنیمت میں روس شیر کا سا حصہ اپنا لیتا ہے اب
شیا میں سائبیریا کے جنوب کی طرف بہت سا ملک لے لیا ہے جگزارٹس پر اپنے قلعے بنا لیئے ہیں۔
راوکسس کی طرف دانت لگا رکھا ہے خیوا اور بخارا اور قوقند کے خانات کو اپنا تابع بنا لیا ہے اور
سے زیادہ خطرناک یہ معاملہ ہے کہ اس نے ایران کے شمالی اضلاع لے لیئے ہیں۔ اور کل سلطنت کو اپنی
ی کٹ پتلی بنا لیا ہے۔ شاہ ایران سے انگریزوں کے بہت دفعہ عہد نامے ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے
راُن دونوں میں آپس میں اتحاد و وداد نہ قایم ہوا۔

ہرات جو ہمیشہ سے کلید ہند مشہور ہے اس پر روسیوں کی پیش قدمی کا ہونا مدبران انگلش کو متردد کرتا
ہے وہ ایک ملک ہے جو روسیوں اور انگریزی سلطنتوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ اب افغانستان
ہندوستان اور ایران کے درمیان واقع ہے۔ اسی کو برٹش گورنمنٹ اپنی سپر اور روسیوں کی پیش قدمی کی
راہ بنانا چاہتی ہے۔ یہ ملک اجاڑ اور کوہستان ہے اور اس میں بہت سے اضلاع ایسے ہیں کہ وہاں
سائی مشکل ہے اور باشندے جری اور مفلس ہیں اور جیسا اُن کا ملک وحشی ہے ایسے ہی اسکے باشندے
ں ہیں وہ بہت سے خیلوں اور فرقوں و جرگوں میں منقسم ہیں اور وہ اپنی آزادی پر جان دیتے ہیں۔
اُن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے گلا کاٹنے کو بھی اپنا حق سمجھتے ہیں اُن میں نصف
حمیت اور عزت اور نصف جوش مذہبی ایسے ہیں کہ جب کوئی اُن کو لایق پیشوا مل جاتا ہے تو وہ
ی ان دونوں باتوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خواہ آپس میں کیسی ہی وہ معاندت رکھتے ہوں مگر

صرف دو چیزیں اُن میں سب کو آپس میں متفق کر دیتے ہیں - ایک غیر قوموں سے نفرت دوم غیر قوموں کے حملے کا خوف - ایک بوڑھے افغان امیر نے لفنسٹن صاحب سے کہا تھا کہ ہم آپس کی نااتفاقی پر راضی ہیں - ہم آپس کی خونریزی سے خوش ہیں مگر ہم کسی کو اپنے آقا بنانے سے راضی نہیں ہیں ؏

اسباب جنگ افغانستان اور اس کی تمہیدات

اب گورنر جنرل اور اسکے مصاحبین کے روبرو ایک واقعہ عظیم جنگ افغانستان پیش آیا - بارہ برس سے امن امان چلا آتا تھا - اس بارہ برس کی صلح کے وضع حمل سے جنگ افغانستان کا بچہ احمق اور ناحق فتنہ انگیز پیدا ہوا جس نے ہند کو بڑے قرض کا زیر بار کیا اور سرکار انگریزی کی نیک نامی کو ایسا داغ جسکو فتوح عظیمہ بھی نہ دھو سکیں - گو جنگ اوّل پر ایک اوپر ساٹھ برس کا عرصہ گزر گیا ہے مگر پھر اسکا از سر نو ہونا کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا - اس لئے اُسکا حال سمجھانے اور سبب تبلانے کے لئے چند تمہیدات لکھتے ہیں
احمد شاہ درانی نے افغانستان کے تینوں حصّوں کو جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے ملا کر اپنی ایک سلطنت زیر فرمان بنائی سنہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان مرہٹوں کو وہ شکست فاش دی کہ ہندوستان اس کے نام سے لرزنے لگا اور شمالی مغرب کی طرف سے حملہ آوری کی دہشت سے وارن ہیسٹنگز کے زمانہ سے لارڈ منٹو کے عہد تک سرکار کمپنی کی پولیسی کا رنگ بدلا رہا ۱۷۹۳ء میں شاہ زمان افغانستان کے تخت پر بیٹھا وہ ملک کی شاہی قوم سدوزئی کا شہزادہ تھا اس لئے یہ اسکا - - - - - باپ تیمور شاہ مر گیا تھا - اسلئے یہ اس کا بڑا بیٹا دادا کا جانشین ہوا - یہ فوقیت اُس کو اپنے بھائیوں پر پائندہ خاں بارک زئی کی بدولت حاصل ہوئی تھی - کہ وہ پادشاہ ہوا تھا - یہ پائندہ خاں امیر دوست محمد خاں کا باپ تھا - امیر دوست محمد خاں بڑا نامور تھا - وسط ایشیا میں نادر شاہ کے بعد کوئی آدمی اُس کے برابر لائق نہیں پیدا ہوا - باری باری سے کبھی وہ انگریزوں کا مردود دوست تھا اور کبھی زبردستی سے دشمن اُن کا بنایا گیا تھا - کبھی اُن کا معزز قیدی تھا - اور کبھی اپنی حفاظت وحمایت کے لئے انگریزوں پر حملہ آور ہوا تھا - لیکن حقیقت میں وہ ہندوستان کے انگریزوں کا خیر خواہ وفادار یک رنگ دوست تھا - انگریزوں میں اُسکی نسبت غلط بیانیاں بہت ہوتی رہیں - زمان شاہ اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہ سمجھتا تھا کہ برٹش انڈیا پر حملہ کرے اور برٹش گورنمنٹ کا یہ خیال تھا کہ اُس کو اس حرکت سے باز رکھے -

نجیت سنگہ جس کا عروج پنجاب میں ہورہا تھا وہ زمان شاہ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور اُسی کے نام کر پنجاب
میں حکومت کرتا تھا اور نپولین بوناپارٹ جو ساری دنیا میں انگلینڈ کی مضرت رسانی کے درپے رہتا
تھا وہ زمان شاہ کو اپنے لئے بڑے کام کا اوزار جانتا تھا ؛

اس طوفان سے بچنے کے لئے آیندہ سال میں بڑے لایق و قابل افسر کپتان مالکم سفیر بناکر طہران
میں طلب کے لئے بھیجا گیا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری میں خلل اندازی کے لئے فرانسیسی جو سازشیں
ایرانیوں کے ساتھ کررہے ہیں اُن کو شاہ ایران رفع دفع کرے۔ اور افغانوں کی اولوالعزمی کو بڑھنے
دے اور ان کے روکنے کے واسطے ایک استوار سد راہ بنے۔ ٹھیک وقت پر یہ سفیر عہد نامہ لایا جس میں
شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی قلمرو سے فرانسیسیوں کو نکال دیگا اور اپنے نئے دوستوں (انگریزوں)
کی مدد اس طرح کرے گا کہ ہندوستان پر باہر کی طرف سے شمال مغرب سے حملہ آوروں کو روکے رکھے گا
غرض اس طرح سے ۱۸۰۰ء میں ایران کے ساتھ فرانس اور افغانستان کے بخلاف عہد نامہ ہوگیا۔
دوسرے ہی سال میں زمان شاہ نابینا کیا گیا اور قید خانے میں ڈالا گیا۔ اس امر کا واقع ہونا کوئی بڑی بات
نہ تھی زمان شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے اول یہ کام کیا کہ پایندہ خان کو جس کی بدولت سلطنت کی
دولت ہاتھ آئی تھی اپنے سے علیحدہ کردیا۔ پایندہ خان نے پادشاہ کے برخلاف سازش کی وہ کھل گئی
اور وہ گرفتار ہوا اور وحشیانہ طور پر مارا گیا مگر اپنے اکیس بیٹے انتقام لینے کے لئے چھوڑ گیا جنہوں نے
دکھا دیا کہ افغانوں کے سپوت ایسے ہوتے ہیں کہ باپ کے انتقام میں سلطنت کے تخت کو الٹ دیتے ہیں
فتح خان جوان سب بھائیوں سے بڑا تھا اور اپنے باپ کی طرح نامور تھا اُس نے پادشاہ کے سوتیلے
بھائی شہزادہ محمود شاہ کو اپنی امداد اور جرات سے پادشاہ بنا دیا اور زمان شاہ کی آنکھیں نکلوا کے
قید خانے میں ڈلوا دیا ؛

اس جانشینی پر زمان شاہ کے سگے بھائی شجاع الملک اور اُسکے سوتیلے بھائی محمود میں لڑائیاں
شروع ہوئیں۔ کبھی ایک بھائی فتح پاکر کابل میں پادشاہ ہوتا کبھی دوسرا بھائی۔ شجاع الملک نے بھی
وہی فاش غلطی کی جو اس کے بھائی زمان شاہ نے کی تھی کہ شاہ گرقوم بارک زئی کی امداد سے
دست کشی کی۔ محمود کی نالایقی کو فتح خان دیکھ کر شجاع الملک کا حامی ہونا چاہتا تھا مگر اسکے اوضاع
و اطوار سے وہ متنفر ہوا دونوں بھائیوں میں سال بسال جنگ ہوتی رہی ؛

جب شجاع الملک کابل میں بادشاہ تھا تو برٹش گورنمنٹ نے اپنے بڑے لائق قابل۔ مدبر۔ عالم میجر مونٹ سٹورٹ الفنسٹن کو پشاور میں سفیر بنا کے اُس پاس بھیجا تھا۔ شجاع الملک نے سرکار انگریزی کے ساتھ بڑی پکی دوستی کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضہ میں درخواست کی کہ روپیہ اسکو دیا جائے جس سے وہ اپنے بھائی محمود کا سر کچلے اور ہندوستان کا دروازہ جو کابل ہے اُس کو کل حملہ آوروں کے لئے مسدود کر دے۔ الفنسٹن صاحب نے بھی اس درخواست کی تائید کی مگر لارڈ منٹو اور اُس کی کونسل نے اس درخواست کے سننے میں کان بہرے کر لئے۔ شاہ شجاع نے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ اگر کمپنی خرچ کے لئے روپیہ دے گی تو میں افغانستان کی راہ سے فرانسیسوں یا کسی اور قوم کے حملہ آور کا مانع و مزاحم ہونگا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو ولایت روانہ ہوئے۔ یہ عہد نامہ تصدیق ہو کر اُن کے ہاتھ تلے سے باہر نکلا ہی تھا کہ شاہ شجاع افغانستان میں برائے نام بادشاہ رہگیا۔ الفنسٹن صاحب ہندستان کی طرف روانہ ہوئے اور اس ملک کی اور اس ملک کے آدمیوں کے حالات کی معلومات کا مصالح اپنے ساتھ لائے کہ ایک جلد سفرنامہ کی بڑی دلچسپ لکھ ڈالی۔ آخر کار سنہ ۱۸۱۰ء میں سندھ کے بادشاہ محمود نے شاہ شجاع کو مار دھاڑ کر سندھ اتار دیا۔ رنجیت سنگھ نے اُسکو مقید کیا اور دھوکہ دیکر دنیا کا مشہور الماس کوہ نور اُس سے چھین لیا۔ اب یہ ہیرا انگلینڈ کے تاج شاہی میں اپنا نور دکھا رہا ہے۔ پھر وہ بہت سی مصیبتیں اُٹھا کر اور آفتیں جھیل کر سنہ ۱۸۱۶ء میں لدھیانہ میں انگریزوں کے سایہ عاطفت میں آیا۔ اس کا بھائی زمان شاہ بھی اس جلا وطنی میں شریک ہوا اس سرزمین میں اندھا قیدی بنا جسکو وہ مدت تک اپنے حملوں سے دھمکی دیتا تھا۔ فتح خان بارک زئی نام کو وزیر تھا مگر درحقیقت افغانستان کا بادشاہ جب تک رہا کہ اس کے سبب سے چھوٹے بھائی دوست محمد خاں نے سدوزئی شہزادی کو بے حرمت کیا۔ اس پر ولیعہد کامران کو ایسی غیرت آئی کہ اس نے وزیر کو قید کر لیا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال لیں اور اُسکی کھوپری کا چمڑا اوتار لیا۔ اور جب اُس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ دغا کرنے سے انکار کیا تو اس بادشاہ کے حکم سے جو اُسکے ہاتھ کی کٹ پتلی تھا اُسکا ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر بادشاہ کے روبرو پھینکا گیا۔ اس خونریزی و محسن کشی کے کام نے اس خاندان کی قسمت کو سربمہر کر دیا وزیر کے بھائی جو زندہ تھے اُنھوں نے سارے ملک کو حصّوں میں تقسیم کر کے اپنا اپنا قبضہ کر لیا۔ بس اس طرح سے کابل میں سدوزئی کا ادبار آیا اور بارک زئی کا اقبال چمکا اس انقلاب کو اہل کابل ایسا پسند کرتے تھے کہ اُ

الٹ پلٹ کرنے کی قابلیت انگریز بھی نہیں رکھتے تھے آخر کار ۱۸۲۶ء میں دوست محمد خان مظفر و منصور ہو کر کابل میں فرمانفرما ہو گیا۔ یہ بہادر مدبر اپنی آخر عمر تک کابل میں حکمران رہا صرف تین برس بیچ میں کابل میں انگریزی عملداری کے ہوتے حکمرانی سے محروم رہا اور ۱۸۶۳ء میں وفات پائی۔ اب اسی زمانہ کا حال ایران کا سنو ۱۸۰۰ء میں روس کے شہنشاہ پال نے جارجیا کو اہل ایرانیوں سے لیکر روس کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اہل ایران نے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی پہلے فرانسیسیوں کی مخالفت کے لیئے اُن کی مصالحت انگریزوں سے ہو چکی تھی جسکا اوپر بیان ہوا۔ انگریزوں نے اس کی درخواست پر کان نہیں لگایا اہل ایران نے انگریزوں کی اس عہد شکنی سے مایوس ہو کر فرانس کی طرف ۱۸۰۵ء میں رجوع کی۔ نپولین نے فوراً اپنا سفیر بھیجا اور بآسانی شرائط عہدنامہ طے ہو گئیں کہ اہل فرانس نے اپنے ذمے یہ کام لیا کہ وہ روسیوں کو ہٹائیں گے اور اہل ایران نے یہ وعدہ کیا کہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کرنے میں شریک ہونگے۔ طہران میں جو فرانسیسی افسر تھے اُنہوں نے ہندوستان پر فوج کشی کی کل تدابیر لکھ کر فرانس میں نپولین کی منظوری کے لیئے بھیجدیا لیکن ۱۸۰۷ء میں نپولین اور الیکسینڈر زار روس کے درمیان ٹلسٹ میں آپسمیں اتحاد ہو گیا۔ جسکے سبب سے جو پہلی تجاویز ہوئی تھیں اُن میں تغیر عظیم ہو گیا۔ مگر ہندوستان پر حملہ کا ہونا برقرار رہا جس میں روسی شریک رہیں ایرانیوں کا جو اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوا کہ روسیوں کی جو کوہ قاف سے آگے پیش قدمی ہو اس میں فرانسیسی مداخلت کریں؛

۱۸۰۹ء میں انگلش نے یہ پولیسی اختیار کی کہ ہندوستان کی سرحدی سلطنتوں پنجاب وسندھ و افغانستان سے معاہدے کر لیئے اور ایران سے بھی از سر نو آشتی اور دوستی پیدا کر لی؛ مارچ ۱۸۰۹ء میں انگلینڈ کیطرف سے ہرفورڈ جونس سفیر طہران بھیجا گیا۔ اُس نے ایران کے ساتھ عہد و پیمان کیئے کہ اہل یوروپ کی جو سپاہ ہندوستان کی طرف سفر کرے گی تو اس کو ایران اپنی سپاہ سے یا کسی اور طرح سے روکے گا اور اُن فرنگستانی قوموں کے افسروں کو ملازم نہیں رکھیگا جو برطانیہ اعظم کے دشمن ہیں۔ اُسکے عوض میں انگریزوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر کوئی یوروپین خواہ وہ انگریزوں کا دوست ہو یا نہو خود زبردستی ناحق اہل ایران پر حملہ آور ہو گا تو برٹش گورنمنٹ شاہ ایران کی امداد روپے اور سپاہ سے کرے گی اور برٹش گورنمنٹ کی درخواست سے شاہ ایران جو اپنی

سپاہ افغانستان میں بھیجے گا اس کا خرچ وہ اس سے لیگا۔ یہ عہد نامہ ترمیم ہو ہوا کر ۱۸۱۴ء میں طرفین سے تصدیق ہو گیا ؀

عہد ناموں کی شرائط اکثر خود بتلا دیا کرتی ہیں کہ وہ کیونکر ٹوٹ جائیں گی۔ جارجیہ میں مذہبی ظلم و ستم بہت ہوا کرتے تھے اور سرحدوں پر ہمیشہ فساد کھڑے ہوتے تھے تو ۱۸۲۶ء میں اس لیئے روس نے پھر ایران سے لڑائی شروع کی۔ شاہ نے ہرچند چاہا کہ یہ جنگ نہو مگر روس نے نہ مانا۔ اہل ایران نے عہد نامہ کے موافق انگریزوں سے مدد مانگی مگر مسٹر کننگ وزیر اعظم انگلینڈ نے اہل ایران کو جواب دیا کہ تم خود ہی بانیئے فساد ہو اس لیئے امداد نہیں کیجائے گی۔ انگلینڈ بیٹھا ہوا روسیوں کی فتح کو اور ایرانیوں کی شکست کو دیکھا کیا جب تک کہ جنگ کا خاتمہ ایرانیوں کے عاجزانہ عہد و پیمان پر ہوا جو ترکمانچی میں کیئے گئے۔ اسکے موافق ایرانیوں کو اپنے ملک کے بہت سے صوبے روسیوں کو دینے پڑے اور تاوان جنگ میں آٹھ کروڑ روپیہ دینا پڑا جس کا ادا کرنا ایرانیوں کے لیئے ناممکن تھا اور فقط روسیوں کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ وہ بحر کیسپین (بحر خضر) میں اپنے مسلح جہاز رکھیں۔ انگلینڈ اپنی اس حرکت سے ایسا شرمندہ ہوا کہ اس نے ایرانیوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لیئے دو لاکھ پچاس ہزار تمن جو تین کروڑ سے زیادہ روپے ہوتے ہیں دے کر عہد نامہ سے ان دفعات کو خارج کروایا جو ایرانیوں کی امداد دینے کے باب میں ہوئے تھے۔ بس اسوقت سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایران ایک آلہ روسیونکے ہاتھ کا بن گیا اس آلہ کا روسیوں کا کام میں لانا جنگ افغانستان کا سبب ہوا ؀

اب روسیوں نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اپنے اختیارات کو پردے میں رکھنے کے لیئے وسط ایشیا میں اہل ایران کے اقتدار کو بڑھانا شروع کیا۔ روسیوں کی مٹھی میں ایران تھا جو ایران کو فایدہ ہاتھ لگتا وہ ان کے ہاتھ میں آتا۔ روسیوں نے اول عزم جزم ہرات کے فتح کرنے کا کیا جو کابل و قندہار اور ہندستان کی راہ کے بیچ میں واقع ہے افغانستان کے اور صوبوں میں سدوزئی پر بارک زئی فتحیاب ہوئے تھے لیکن صرف ہرات شاہ محمود کے قبضہ میں باقی رہا تھا وہاں اس کا بیٹا اور جانشین حکومت کرتا تھا ؀

ایران کے شاہ پیرانہ سال فتح علی شاہ نے ۱۸۳۴ء میں اس دنیا سے رحلت کی اور اسکا پوتا شاہزادہ محمود مرزا (محمد شاہ) تخت نشین ہوا۔ اس نوجوان شاہزادے کو اپنے باپ عباس مرزا

کی شجاعت حصہ میں آئی تھی۔ اسکے روسی صلاح کاروں نے کوشش کرکے اسکے حوصلہ کو ایسا
بڑھایا۔ کہ اس نے افغانستان کی مغربی سرحد ہرات کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ ایران کے نوجوان
شاہ کا ہرات پر حملہ کرنا انصاف سے خالی نہ تھا گو بعض کے نزدیک ہرات پر ایران کا دعوے
تمادی ایام کے سبب سے ضعیف ہوگیا تھا۔ ایران میں انگلینڈ کلسیفر مسٹر ایلیس صاحب موجود تھا اس نے
اپنی گورنمنٹ کو لکھا کہ شاہ ایران افغانستان میں غزنی تک فرمان روائی کا مستحق ہے۔ کامران نے
جو ایران کے ضلع سیستان پر قبضہ کرلیا ہے اس لئے یہ انصاف ہی کہ ہرات پر شاہ لڑائی شروع کرے
اب ہندو انگلینڈ کے مدبرون کو یہ مشکل آکر پڑی کہ ایران کے پیٹ میں روس بیٹھا ہوا تھا جس نے
ہرات پر حملہ کرنے کے لیئے شاہ ایران کو برانگیختہ کیا تھا۔ مسٹر ایلیس نے تبلایا کہ روس اور ایران کے
درمیان ایسا ارتباط ہے کہ افغانستانمیں ایران کی پیش قدمی روس کی پیش قدمی ہی ۱۸۱۴ء کی عہد نامہ
میں کم بختی سے ایک دفعہ باقی رہگئی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگر ایران اور افغانستان میں باہم لڑائی ہو
تو انگلش گورنمنٹ اُس میں مداخلت نہیں کرے گی۔ بشرطیکہ طرفین سے بیچ میں واسطہ بننے کی درخواست
اس سے نہیں کی جاوے گی۔ مسٹر ایلیس اور اُسکے جانشین مسٹر نیل نے ہر چند کوشش کی کہ ایرانی
ہرات پر حملہ نہ کریں مگر اُسسے کچھ فائدہ نہیں ہوا (زمانہ بھی کیسا چک پھیریاں کھاتا ہے کہ ۱۸۰۹ء
میں خود انگریز خواستگار تھے کہ ایرانی ہرات پر حملہ کریں یا اب اسکے برخلاف خواستگار ہیں)
تو اس معاملہ میں گریٹ برٹن نے سینٹ پطرس برگ کی طرف رجوع کی تو وہاں سے بھی زار روس
نے ڈپلومیٹک مبہم جواب یہ دیا کہ میرے قائم مقام کونٹ سائمونچ نے میری ہدایتوں سے باہر قدم
رکھا وہ وقت پر واپس بلالیا گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ زار کی گورنمنٹ ایران کی حمایت کا
دعویٰ نہیں رکھتی بلکہ اُلٹی برٹش گورنمنٹ کی دعوت کی کہ وہ بھی ایران کی حمایت کرے اس ایمامیں
ایک طنز پائی جاتی تھی۔ ۱۸۳۶ء میں ایلیس صاحب نے لکھا کہ ایرانیوں کا حملہ ہرات پر ہندوستان پر
روسیوں کے حملہ کی بسم اللہ ہے اور ایرانیوں کا ہرات پر قبضہ کا ہونا اُس کے دوست روس کا انس
سرحد انگریزی پر آنا ہے جو مجروح و مضروب ہونے کی قابلیت رکھتی ہے۔ لارڈ آک لینڈ گورنر
جنرل نے ۱۸۳۷ء کی ابتدا میں مسٹر نیل کو ہدایت کی کہ وہ شاہ ایران پر ایسا زور ڈالے کہ وہ ہرات
کی مہم سے اس وجہ سے ہاتھ اُٹھاوے کہ گورنر جنرل ہند اس امر سے ناراض ہوگا کہ مغربی سرحد پر

فتح کرنے کے لئے مداخلت کیجائے ؛

مگر شاہ نے اس سفیر انگلشیہ کی باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور نومبر ۱۸۳۷ء کو ہرات کا محاصرہ کرنے کیلئے شاہ پچاس ہزار لشکر لیکر آن موجود ہوا شاہ ایران کے خیمہ گاہ میں روسیوں کے افسر اور ایجنٹ موجود تھے۔ وہ اسکو محاصرے کے باب میں صلاح ومشورہ دیتے تھے اور عملی امداد بھی کرتے تھے روس کا وزیر کونٹ سائمنوچ طہران میں موجود تھا۔ جب محاصرے میں سستی ہوئی تو وہ خود آیا اور ایران کے خالی خزانے میں پچاس ہزار تمن داخل کئے اور وعدہ کیا کہ اگر ہرات کو محمد شاہ فتح کرلیگا۔ تو روس اس تمام قرضہ کو معاف کردیگا۔ جو ایرانیوں پر اُسکا لینا ہے اگر شاہ فتحیاب ہوتا تو ضرور اس کا لشکر قندھار اور کابل کو پامال کرتا۔ اور جب بارک زئی پر فتحیاب ہوتا یا کابل کو زیر کرتا تو ہر صورت میں روسیوں کی سازشوں کے لیئے ایک نئی بنیاد کی افتاد پڑتی۔ ایک قابل نکتہ شناس ڈیورنیڈ صاحب بیان کرتے ہیں کہ محاصرے میں ابتدا سے انتہا تک بری تدبیریں کی گئیں۔ مقام کا استحکام محاصرین کا استقلال اور روسی جنگی صلاح کاروں کی ہنرمندی اور محصورین کی جوانمردی یہ سب باتیں مبالغہ سے بیان کی گئیں ہیں ایرانیوں کی لاعلمی اور نامردی وکاہلی کے سبب سے فقط محصورین کی محافظت کی شہرت ہوئی۔ ورنہ وہاں بھی انتظام اچھا نہ تھا محافظت کی امداد ایک انگلش افسر پوٹنجر بڑا بہادر صلاح کار تھا مگر اس سے بھی صلاح کم پوچھی جاتی تھی اور کمتر اختیار کی جاتی تھی۔ محاصرین اور محصورین کا حال جیسا پوٹنجر صاحب نے صاف صاف بیان کیا ہے ایسا کسی اور نے بیان نہیں کیا کہ ہرات کے سامنے نیل صاحب سفیر انگلشیہ ایرانیوں کی خیمہ گاہ میں مقیم رہے لیکن اسکا اثر شاہ پر کچھ نہوا۔ اس کے برخلاف روسی سفیر کا اثر شاہ پر غالب تھا۔ سفیر انگلشیہ بار بار خفتین اُٹھاکر اور بالکل ہار کر ایرانیوں کی خیمگاہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ایرانیوں اور اُن کے روسی معاونوں نے ہرات پر چھ دن تک گولہ باری کی اور ۲۳ جون ۱۸۳۸ء کو حملہ کیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی اور بہت نقصان اُٹھایا۔ اور شاہ ایران ایسا مایوس ہوا کہ اُس نے محاصرہ اُٹھانے کا قصد کیا اور اس قصد میں اس سبب سے بھی شتابی کی کہ کرنیل سٹوڈارٹ صاحب اُس کے خیمہ میں آئے اور یہ خبر لائے کہ بمبئی کی ایک سپاہ جس کی مدد کے لیئے جنگی جہاز بھی موجود تھے خلیج فارس میں جزیرہ کرک پر قابض ہوئی ہے شاہ کو چاہیئے کہ وہ ابھی ہرات سے مراجعت کرے۔ عہدنامہ کے موافق خلیج فارس میں اس سپاہ کا بھیجنا لارڈ پامرسٹون کو جایز تھا۔ ۹ ستمبر ۱۸۳۸ء کو ہرات سے شاہ چلا گیا ساڑھے نو مہینہ محاصرہ رہا ؛

۱۸۳۷ء میں وسط ایشیا میں روسیوں کی سازشوں نے نئی نئی عداوتیں اور حسدیں پیدا کیں۔ ہندوستان میں غوغا مچا کہ انگریزی عملداری میں خلل پڑا۔ سفیروں نے جو اور آدمیوں کی آنکھوں سے دیکھتے تھے اپنی بکواسیں شروع کیں۔ افسروں نے جو صرف اسی بات کو دیکھتے تھے جسکو وہ دیکھنا چاہتے تھے رپورٹ بازی شروع کی اور انگریزی اخباروں اور رسالوں نے ہندوستان اور افغانستان کے بازاری گپوں کو اناپ سناپ چھاپنا شروع کیا۔ انگریزی تجارتوں کے لئے نئے نئے بازار تجویز ہونے لگے۔ غرض ان سب باتوں نے ملکہ گورنمنٹ کے دلیں یہ نقش جما دیا کہ جس خوف کا وہم پیدا ہوا ہے اُس کی دوا بہت جلدی کرنی چاہئے۔ یہ حکائتیں پہلے ہی سے چلی آتی تہیں کہ ہندوستان پر افغانوں وایرانیوں وترکوں کے حملے ہمیشہ سندھ کے پار کے پہاڑوں پر سے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ حملے ہندوستان پر اس حالت میں ہوئے تھے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے ہندوستان خستہ حال اور ناتوان تھا۔ اب برٹش گورنمنٹ جو سمندری قوت پر مبنی ہے وہ ہندوستان کی بڑی زبردست پشت وپناہ ہے۔ کیسے پھر وہ حملے وقوع میں آسکتے ہیں۔ مگر یہ خیال بڑا اچنبہ تھا کہ ہرات پر ایرانیوں کے قبضہ ہو جانے سے روس کے لئے ہند کا دروازہ کُھل جائے گا۔ وہ ایران کو بلی کے پنجہ کی طرح اس فتح کی تدابیر عظیم میں کام میں لائے گا۔ جو پیٹر اعظم زار روس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان پر حملہ کیا جائے گا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ مگر یہ وصیت نامہ اُس وقت کا تھا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری کا نام ونشان ہی نہ تھا۔ اسوقت انگلینڈ میں لارڈ پامرسٹون وزیر دول خارجہ تھے۔ سر جان ہوپ ہوس کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے اُن کی ہدائتوں پر گورنمنٹ چلتی تھی سیکرٹ کمیٹی کی معرفت لارڈ آک لینڈ کے پاس اسکے احکام بھیجے جاتے۔ جن کے موافق روس کی ان سازشوں کی جو وہ ہندوستان کی حد کے ہمسایہ میں کرتے تھے۔ رفع دفع کی تدابیر کی جاتی تھیں۔ برٹش گورنمنٹ ہند نے انگلینڈ کی ہدایتوں کے موافق الگزینڈر برنیز کو تجارتی سفیر بنا کے کابل بھیجا۔ صاحب ممدوح کا حال یہ ہے کہ وہ بمبئی کی سپاہ کا کپتان بڑا اولوالعزم سیاح اور زبانوں کا جاننے والا تھا۔ وہ ۱۸۳۱ء میں سر جان ملکلم گورنر بمبئی کے حکم سے سندھ کی راہ سے لاہور بھیجا گیا تھا اور لارڈ ایلن برا کے گھوڑے تحفۃً رنجیت سنگھ کے لئے بھیجے ہوئے ساتھ لے گیا۔ امیران سندھ انگریزوں سے حسد رکھتے تھے جب کسی انگریز کو اپنے ملک میں دیکھتے تھے تو اسکو یہ جانتے

تھے کہ ہمارے ملک کے فتح کرنے کے لیئے یہ پہلا قدم آیا ہے۔ اُنہوں نے برنیز صاحب اور اُن کے مصاحبین کو کئی مہینے تک آگے جانے نہیں دیا مگر وہ سب دقتیں رفع کرکے لاہور پہنچے۔ شیر پنجاب نے اُن کا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا۔ اور جب تک وہ رہے ان کی تواضع و تکریم کی ؎

برنیز صاحب یہ سفر کرکے شملہ پر لارڈ ہیٹنگز گورنر جنرل پاس آئے اور اپنے سفر کی ساری داستانیں اُن کو سنائیں۔ اور سندھ کی تحقیقات کی تدبیریں تبلائیں۔ جن کو گورجنرل نے پسند کیا پھر اُن کے حکم سے اس نے ایک بڑا خطرناک سفر دور و دراز ختیار کیا۔ کہ کابل و بخارا میں گیا۔ اور وہاں سے ایران ہوتا ہوا بمبئی میں پھر آیا۔ ۱۸۳۳ء میں وہ کلکتہ سے ولایت میں آیا۔ اور اپنا عمدہ سفرنامہ چھپوایا اور ۱۸۳۵ء میں وہ ہندوستان میں آیا۔ اور حیدرآباد دارالسلطنت سندھ میں بھیجا گیا۔ اُس نے یہاں کے امیروں سے یہ حکم حاصل کرلیا کہ وہ دریا سندھ کی پیمایش کرے۔ الیہ ذوک لینڈ نے اُسکو سفیر بناکے دوست محمد خاں کے دربار میں بھیجا۔ نومبر ۱۸۳۶ء وہ پھر بمبئی میں جہاز میں بیٹھا اور اپنی اُس پولیسی کا کام شروع کیا کہ انگریزوں کے لیئے تجارت کے واسطے دریا سندھ کا راستہ کھل جائے اور افغانستان کو بھی آنکھوں سے دیکھا جائے کہ وہاں کیا کام ہو رہے ہیں۔ برنیز صاحب اِس تجارت کی ایجنسی کی تدبیر میں دو برس سے لگے ہاتھ مگر اسکو پرانے تجربہ کار انگریز ناپسند کرتے تھے۔ اسوقت سر جارج ٹکر صاحب کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے۔ اُنہوں نے اس تدبیر کو برا تبلاکے کہا کہ یقینی اُس تجارتی ایجنسی کا تنزل پولیٹکل ایجنسی میں ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے افغانوں کی پولیٹکس کے جال میں ہم پھنس جائینگے۔ سر چارلس مٹکاف برسوں سے بہت سوچ سمجھکر ان تمام کوششوں کے برخلاف رائے زن تھے جو دریاے سندھ کے پار کے ملکوں میں مخفی یا علانیہ مداخلت کے لیئے کی جاتی تھیں۔ وہ پہلے بھی دریاے سندھ کی پیمایش کے برخلاف تھے جو اس بہانہ سے کی گئی تھی کہ لاہور سفارت جاتی ہے وہ اس دھوکہ بازی میں برٹش گورنمنٹ کی کسر شان جانتے تھے۔ وہ برنیز صاحب کی تجاویز پر متین اعتراضات کرتے تھے۔ مگر گورنمنٹ ہوس پر بہت طرفوں سے ایسا زور پڑا کہ وہاں دانشمندانہ صلاحوں پر غالب آیا۔ اور وہاں سے بمبئی میں ہدایتیں بھیجی گئیں جن کے سبب سے ایک فہم کی ہوشیاری پر یہ معاملہ چھوڑا گیا جس کی رائے اس معاملہ میں صائب اور صواب پر نہ تھی برنیز صاحب نے سندھ اور پنجاب میں خیر و عافیت سے سفر کیا اور سکھوں کی مدد لے کر وہ درہ خیبر میں آیا اور

ستمبر ۱۸۳۷ء میں کابل میں دوست محمد خاں نے اسکا خیر مقدم بڑے کروفر سے کیا یہ امیر کابل میں گیارہ برس سے فرمانروائی کرتا تھا وہ بارک زئی میں سب سے زیادہ لائق امیر تھا۔ اسکے بھائیوں نے سارا زیوں کا سارا ملک آپسمیں تقسیم کر لیا تھا قندہار میں اُسکے تین بھائی حکمرانی کرتے تھے۔ مگر اسکے دو بھائیوں سے پشاور کو سکھوں نے چھین کر پنجاب میں شامل کر لیا تھا۔ اس عزیز صوبہ کے چھن جانے سے امیر کے دل میں ایک کانٹا چبھا کرتا تھا قدیمی افغانستان کی سلطنت کا پشاور ایک اچھا صوبہ تھا۔ کافر سکھوں کے ہاتھ سے اسکے چھڑانے کا ارادہ اسکے دل میں ہر وقت رہتا تھا اسی ذہن میں اسنے ایران کے شیعہ شاہ سے صلح کی التجا کی روسیوں سے عہد و پیمان کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اب تو کابل میں انگلش ایجنٹ آگیا جو اسکا مہمان پانچ برس پہلے بھی رہ چکا تھا اسلیئے پھر اُس کی ہمت بندھی کہ وہ ہندوستان کے مالکوں کے طفیل سے جو رنجیت سنگہ کے بڑے دوست تھے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرے برنیز کو یہہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں روسیوں کے دم میں امیر دوست محمد خان نہ آجائے اسلیئے وہ اپنی بڑی جدت طبع سے اپنے قوم کے اغراض نکالنے کی پیش قدمی کے لیئے سعی بلیغ کرتا تھا۔ اس نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا کہ میں یہاں صرف تجارت کی حالت دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس ملک کی تفتیش کے لئے اور یہاں کے معاملات کے تجسس کے لئے اور اس فیصلہ کے واسطے کہ بعد ازاں کیا کرنا چاہیئے آیا ہوں سو بعد ازاں ابھی اُسکے سوچنے کے واسطے آگیا +

جس ملک میں تجارت نام لینے کے قابل بھی نہو اُسمیں تجارتی سفارت بالکل نظر سے غائب ہوگئی اور اسکی بجائے امیر سے اور اُس کے مشیروں سے پولیٹکل گفتگوئیں ہونے لگیں۔ دوست محمد خان نے وہی تجویز پسند کی جو اُسکے آنا دزنده دل مہمان انگریز نے بتلائیں۔ برنیز صاحب نے جس بات کی سفارش کی امیر صاحب نے اُسکو بسر و چشم قبول کیا وہ برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے موافق کام کے کرنے پر راضی تھا بشرطیکہ وہ رنجیت سنگہ سے پشاور اسکو واپس کرادیں۔ جس کو سکھوں نے اسوقت کمینگی سے چھین لیا کہ امیر شاہ شجاع سے لڑنے کو گیا تھا اگر پشاور امیر کو مل جائے تو پھر وہ اور سلطنتوں کے ساتھ عہد و پیمان و سازشوں و امیر شورش کرنے سے کچھہ سروکار نہیں رکھیگا اور قندہار میں جو اس کے بھائی حکمران ہیں ان کو حکم دے کر مجبور کرے گا کہ وہ ایران کے ساتھ کوئی ارتباط اور تعلق نہیں رکھیں اور ضرورت کی صورت میں اسکو یہ بھی منظور ہے کہ پشاور اسکو اس شرط سے مل جائے کہ وہ باج و

خراج رنجیت سنگھ کو دیا کرے برنیز صاحب کو صرف یہ توقع ہتی کہ رنجیت گو اپنی اس فتح جدید کو بیش بہا جانتا ہے مگر وہ یہ قبول کرے گا کہ وہ پشاور کو دوست محمد خان کے بھائی سلطان محمد خاں کے حوالے کردے مگر جب اس تجویز کو امیر کے روبرو بیان کیا تو وہ بہت بڑبڑایا کہ اس سے ناحق فائدہ اسکے بھائی کو پہنچے گا جو اسکا جھوٹا دوست اور دشمن جان ہے۔ لیکن برنیز کے بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ اکتوبر میں وہ اس بات پر راضی ہوگیا تھا۔ کہ اگر اسکے دوستوں کی بھی صلاح ہے تو وہ اس تلخ گولی کے نگلنے میں پرہیز نہیں کرے گا برنیز صاحب کو اس کی وفاداری اور صداقت پر اعتاد کلی رکھتا تھا مگر وہ اس سے کوئی وعدہ نہیں کرتا تھا امیر کے ہاتھ سے پشاور چھن جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شاہ شجاع اپنی پناہ گاہ لدہیانہ سے پھر تخت سلطنت حاصل کرنے کے لئے متواتر سازشیں اور سازشیں کرتا رہا مدت تک وہ اپنی تدابیر میں ناکام رہا۔ مگر ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اُس نے کچھ ساز باز کرلیا۔ شاہ شجاع نے انگریزی گورنمنٹ ہند سے روپے کی امداد چاہی تو گورنمنٹ ہند نے اُسکو یہ جواب دیا کہ اُس نے یہ پولیسی اختیار کررکھی ہے کہ وہ کسی غیر کی طرفدار نہیں ہوتی۔ اپنی پولیسی کے برخلاف شاہ کی امداد کرنا نامناسب جانتی ہے مگر گورنمنٹ نے اپنی دانائی کے خلاف یہ کام کیا کہ چار مہینے کی پنشن سولہ ہزار روپے اسکو پیشگی دیدئے اگرچہ جنگ کے لئے یہ رقم حقیر تھی۔ مگر امداد ضرور تھی۔ فروری ۱۸۳۳ء میں شاہ اپنی مہم پر روانہ ہوا اور امیران سندہ پر فتحیاب ہوکر قندہار پہنچا۔ اور اسکے حصار کا محاصرہ کیا۔ لیکن امیر دوست محمد خان نے کابل سے جاکر اپنی محصور سپاہ کی مدد سے محاصرہ کو اُٹھا دیا۔ شاہ شجاع کو فاش شکست ہوئی وہ اپنا توپ خانہ اور سارا سامان جنگ اور خیمہ ڈیرہ چھوڑ کر بھاگا اور لدہیانہ میں چلا آیا اس طرح جنوب میں دوست محمد خاں لڑائی میں جب مصروف ہوا تو رنجیت سنگھ کی فوج نے دریائے اٹک سے پار اُتر کر افغانستان کا صوبہ پشاور امیر کے دو بھائیوں سے چھین لیا اور افغانوں کو درۂ خیبر میں نکال دیا۔ پشاور سے سکھوں کے نکالنے میں دوست محمد خاں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اسکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ رنجیت سنگھ کے ناحق حملہ کی کامیابی میں برٹش گورنمنٹ نے اغماض کیا اب اس نے اپنے استحکام کے لئے ایران کے ساتھ مصالحت کرنی اختیار کی۔ افسوس ہے کہ امیر اور سفیر اپنے حسابوں میں اپنے مخالفین گورنر جنرل اور رنجیت سنگھ کو شمار نہیں کرتے تھے لارڈ آک لینڈ کی نیت میں خواہ کچھ ہی باتیں ہوں مگر یہ اور رنجیت سنگھ دونوں جانتے تھے کہ یہ تجارتی سفارت صرف پولیٹیکل سازشوں کی نقاب و پردہ ہے۔ دوست محمد خان کی یہ دلیل بڑی معقول تھی کہ جو سلطنت میری

دوستی کی خواستگار ہے وہ دوستی کے معاوضہ میں مجھے کوئی اچھی شے دے۔ برنیز صاحب کو یقین تھا کہ
اُن کی ہدایتیں امیر دوست محمد خاں کو برٹش گورنمنٹ کا دوست صادق بناتی ہیں اور افغانستان میں
یقینی اس زمانہ میں امیر سب امیروں سے اعلےٰ و برتر ہے۔ مان لیا جائے کہ گورنمنٹ کی پولیسی آگے بڑھنے
کی ایک ضروری امر تھا تو چاہیئے تھا کہ برنیز جو اپنے اختیار سے امیران قندہار کو اس شرط پر تین لاکھ روپیہ
روپے دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ایران سے کوئی اپنا تعلق وارتباط نہ رکھیں تو برٹش گورنمنٹ اس وعدہ کی
موئید ہوتی مگر بجائے اسکے کہ لارڈ آک لینڈ اپنے سفیر کو ایسا اختیار دیتے کہ وہ امیر دوست محمد خاں اور
اُسکے بھائیوں کو قوی دوست بناتے اور رنجیت سنگھ پر ایسے دباؤ ڈالتے کہ سارے مقاصد امن وصلح سے
حاصل ہوجاتے اُنہوں نے ایک سال کے بعد اس کام کو ایک محاربہ عظیم بڑی لاگت کا بنالیا۔ گورنر جنرل یہ سبق
سیکھے بیٹھے تھے کہ امیر دوست محمد خان کا اعتبار نہ کیجئے جس پر برنیز صاحب کو بالکل اعتماد تھا کہ رنجیت سنگھ
کی ہرگز یہ مرضی نہ تھی کہ امیر کو کسی شرط پر پشاور دیجئے وہ امیر سے عداوت بہ نسبت محبت کے زیادہ رکھتا تھا
اور لارڈ آک لینڈ بذات خود کوئی اپنی مستقل پولیسی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے چیف سکرٹری ولیم میک ناٹن اور
ستلج کے سرحد کے ایجنٹ کپتان کلوڈ ویڈ کے کہنے سننے پر چلتے تھے۔ یہ دونوں خاص کر ویڈ صاحب شاہ
شجاع کی طرفداری کا کلمہ پڑھتے تھے۔ شاہ نے لدھیانہ کو اپنا امن بنا رکھا تھا اس جلاوطنی میں بیٹھے بیٹھے اپنے
لئے تخت سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے سازشیں اور موشک دوانیاں کرتا تھا۔ ویڈ صاحب نے
اُس کی ہمت بند ہوائی اور ولیم بنیٹنگ کی سہل انگاری سے اور رنجیت سنگھ کی چپ چپاتی مدد سے ۱۸۳۲ء
میں افغانستان کے دوبارہ فتح کرنے میں اسنے کوشش کی ۱۸۳۴ء میں قندہار پر دوست محمد خان سے پھر
شکست پائی اور بڑی ہزیمت اُٹھاکر پھر اپنے پرانے آشیانے میں آیا اور اپنی ناکامیوں کے انڈوں کو
بیٹھ کر سینا شروع کیا اور نئی نئی سازشیں کرتا رہا اور سرکار انگریزی کی فیاضی سے پنشن پاتا رہا۔ ویڈ صاحب
گو بیدل ہورہے تھے مگر بالکل مضمحل نہ ہوئے تھے۔ ان میں ابھی اتنی سکت باقی تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بحال
ہونے کے لئے کوشش نہیں کرتے تھے۔ مگر اُسکے دشمن کے دل شکستہ کرنے میں سعی کرتے تھے۔ جس نے
اس پر تین دفعہ فتح پائی تھی۔ وہ بھی برنیز صاحب کی طرح روسیوں کے حملہ کے خوف کے غالب ہونے
سے دل فگار تھے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک زبردست سلطنت جیسی امیر دوست محمد خان فرمانروا
رہے وسط ایشیا کے معاملے طے کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان کی امن وعافیت

زیادہ تر افغانستان کے امیروں کی نا اتفاقی اور رنجیت سنگھ کی استیلا دو استعلا پر منحصر ہے برنیز صاحب جو مراسلات گورنر جنرل پاس بھیجتے تھے وہ سب اول ویڈ صاحب کے ہاتھ میں آتے تھے جس میں امیر کے حق میں جو موید و مفید خیالات ہوتے اُن میں اپنی طرف سے حاشیے چڑھا کے اُن کی نفی اور تردید کرتے اور پھر گورنر جنرل کے پاس بھیجتے۔ برنیز صاحب نے جو اپنے حد اختیار سے باہر یہ کام کیا تھا۔ کہ امیران قندہار کو تین لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا اُسپر گورنمنٹ نے اُن کو لتاڑ بتائی اور حکم دیا کہ وہ بلطائف الحیل اپنے اس وعدے کو منسوخ کرائے لارڈ آک لینڈ نے دوست محمد خان کو ایک علیحدہ خط میں زور سے لکھا کہ وہ پشاور کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور گورنمنٹ ہند کے اوفسوں (سرشتوں) پر پورا اعتماد کرے اور سلطنتوں سے عہد و پیمان کرنے سے اجتناب کرے ورنہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی اسکے حال پر نہیں رہے گی۔ کہ وہ اسکے اور رنجیت سنگھ کے درمیان اُسکے بچاؤ کا واسطہ بنے یہ خطوط جنوری ۱۸۳۷ء میں بریلی کے کیمپ سے گورنر جنرل نے بھیجے تھے۔ اگر برنیز صاحب کو یہ اختیار دیا جاتا کہ وہ دوست محمد خاں کی معقول مددوں کے پیش کرنے کا وعدہ کرتا تو کابل کی لڑائی سے بالکل رہائی ہوجاتی۔ انگریزوں کے ساتھ امیر اپنے اتحاد اور وداد رکھنے کا بڑا میلان رکھتا تھا۔ اُس کی اعلے درجہ کی ذہانت و ذکاوت نے جتلا دیا تھا۔ کہ ایرانیوں اور روسیوں سے اتحاد رکھنے میں افغانستان کی کوئی بھلائی نہیں۔ سکھوں کا رکاؤ صرف انگریزوں سے ہوسکتا ہے اُسنے ایک دفعہ سے زیادہ برٹش گورنمنٹ سے اتحاد کے عہد و پیمان کرنی چاہے جن کا جواب یہاں سے روکھا پھیکا بھیجا گیا۔ جب امیر نے سنا تھا کہ ہندوستان میں لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل ہوئے تو اُس نے ۱۸۳۶ء کے موسم بہار میں مبارک باد کا خط لکھا اور افغانستان کے معاملات میں اُس کی صلاح پوچھی۔ اُس نے کہا کہ میں خود اپنے تئیں اور اپنے ملک کو برٹش کے حوالے کرتا ہوں تو لارڈ آک لینڈ نے اسکو یہ جواب لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کا یہ دستور العمل نہیں ہے کہ اور آزاد سلطنتوں کے معاملات میں دخل دے مگر لارڈ آگ لینڈ کو اس دستور العمل کے خلاف کام کرنا پڑا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دوست محمد خان انگریزوں کی طرف میلان خاطر رکھتا تھا۔ آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ امیر دوست محمد خان کے اتحاد سے گورنمنٹ کیوں انکار کرتی تھی۔ وہ تخت سلطنت پر بالاستقلال بیٹھا ہوا تھا۔ رعایا اسکو پسند کرتی تھی وہ ایسا ہی اچھا بادشاہ تھا جیسے کہ مشرقی اچھے بادشاہ ہوا کرتے ہیں وہ معتدل امداد انگریزی پر راضی تھا اس حالت موجودہ کے اندر ریچھی پولیسی اور افغانستان کے آزاد رکھنے کی قابلیت تھی ؎

اب سفیر برنیز کے دق کرنے کے لئے اسکو ایک بھوت نظر آنے لگا کہ ادرین برک سے قندہار کی راہ سے ایک روسی سفیر کرنیل ویکووچ کابل میں آیا اُس کے پاس ایک خط تھا جو غالباً اصلی زار روس کی طرف سے تحریر ہوا تھا۔ جسمیں امیر کی شکرگذاری اُن عہد و پیان اور اقرارون کی لکھی تھی جو روس اور کابل کی رعایا کے درمیان باہمی تجارت کے کرنے کی امداد کے لئے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ خط پر خطر تھا مگر اُسکے آنے سے کچھ دنوں تک برنیز صاحب پر پریشان خیالی کا بخار چڑھا رہا۔ وہ جلد یوں اُتر گیا کہ امیر نے یہ خط برنیز صاحب کو دیدیا اور سفیر روس کی طرف ذرا التفات نہیں کیا۔ کئی ہفتہ اس کو پوچھا نہیں کہ تو کون ہے امیر کو یقین تھا کہ برٹش گورنمنٹ اسکے معاملہ کو نظر التفات سے دیکھے گی۔ وہ انگلنڈ سے تھوڑا سا ملنے پر بھی ایسا راضی تھا کہ اور سلطنتوں سے بہت ملنے پر ویسا راضی نہ تھا۔ اگرچہ ہندوستان سے اس کے پاس دلشکن خبریں پہونچیں مگر پھر بھی وہ ویڈ صاحب کے اس فیصلہ ثالثی پر راضی تھا کہ رنجیت سنگھ پر زور ڈال کر اس کو اور سلطان محمد خان کو بالاشتراک پشاور دلوا دے ❊

۲۱ فروری ۱۸۳۸ء کو امیر دوست محمد خان کے پاس لارڈ آکلینڈ کا ایک خط نامہربانی کا آیا۔ مگر اس پر بھی امیر نے سفیر روس کو سرد مہری کی نظر سے دیکھا اور اپنے خالص ہمدرد شکستہ خاطر برنیز صاحب پر اپنے خیالات جماتا رہا اور بالکل مایوس نہیں ہوا۔ برنیز صاحب جیسے پہلے اپنے کام میں قوی امید رکھتے تھے۔ ایسے ہی اب مایوس ہو گئے تھے۔ کئی ہفتہ تک امیر کے دربار میں اپنے عہدے پر رہے اور ملال کے ساتھ امیر کے اور اُسکے مشیروں کے گلے شکوے سنتے رہے۔ ۲۱ مارچ کو پھر امیر نے گورنر جنرل کو جو اُس سے مانگتا بہت کچھ تھا اور دیتا کچھ نہ تھا۔ لجاجت کے ساتھ خط لکھا کہ آپ افغانون کے دُکھ اور درد کی دوا کیجئے اور اُن کی تھوڑی سی تقویت و اعانت کیجئے۔ جب اس آخری عاجزانہ التماس کا جو عدل و انصاف کے لئے کی گئی تھی جواب نہ آیا تو اپریل کے ختم ہونے سے پہلے قندہار کے امیروں میں سے ایک امیر اپنے بھائی کے پاس بطور سفیر کابل میں آیا اور اپنے سفیر روس کو گھوڑے پر سوار کرا کے شاہانہ جلوس کے ساتھ کابل کے بازاروں میں پھرایا۔ ۲۶ اپریل کو برنیز صاحب نے ہندوستان کو مراجعت کی اُنہوں نے لارڈ آکلینڈ کی خدمت میں کابل کا حال سچ سچ لکھ بھیجا تھا اور امیر کی امداد کی پولیسی کی حمایت کی تھی مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ یہاں گورنر جنرل کو تو یہ ہست چڑھا ہوا تھا کہ کابل کے فرمانروا کی عاجزانہ درخواست پر التفات نہ کیجئے اور اُس کے سارے عہد و پیمان ماننے سے انکار کیجے

اور ایک جلاوطن معزول پادشاہ کو برٹش انڈیا کے لئے استوار حصار سمجھے۔ سچ ہے کہ جو بودے سرکنڈوں پر جھکتا ہے وہ ہاتھوں کے بل گرتا ہے ؛

ہندوستان کی سرحد سے پرے جو ملک واقع ہیں۔ اُن کے باب میں برٹش مدبروں نے جو پولیسی اختیار کی اس سے زیادہ کوئی سفاہت مشکل سے تصور میں آسکتی ہے۔ بیشک امیر دوست محمد خان کے وزیر بیجا شکایت کرسکتے تھے کہ افغانوں سے ایران و روس و ترکستان سے بالکل مراسلت ترک کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور اسکے معاوضہ میں کوئی عہد و پیمان ایسا نہیں کیا جاتا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کی محافظت کرے گی۔ یہ خیال بالکل باطل و بیہودہ تھا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کو رنجیت سنگھ کے ہاتھوں سے بچاوے گی۔ ہنسنے والوں کے لئے یہ موقع ہنسنے کے واسطے خوب ہاتھ لگا تھا کہ ہرات پر چڑھائی کے لئے ایرانیوں کا سفر کرنا اور قندھار میں ایرانی ایجنٹ کا یا کابل میں روس کے ایجنٹ کا آنا شریف بہادر انگریزوں کا دل دہلا رہا تھا۔ اس خوف کا طاری ہونا تو جب ہنسی کے قابل نہ ہوتا کہ سوائے انگریزی سپاہ کے کسی اور کی سپاہ کو یہ حق نہ حاصل ہوتا کہ وہ جہاں چاہے سفر کرے اور جس سے چاہے لڑے اور برٹش گورنمنٹ کے سوا کسی اور گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ مراسلت کرے تو مجرم ہو۔ اور سوائے انگلش افسروں کے کوئی اور تجارتی سفارت کے بھیس میں پولیٹکل سازشیں کرنے کا مجاز نہ ہوتا۔ ہرات کے پاس جو ایرانیوں کی جنگ ہوئی اسمیں انگریزوں کی شکایت کرنے کی وجہ ایرانی بھی رکھتے تھے۔ انگریزی مدبران ملکی پر روسیوں کی دور و دراز کی حملہ آوری کی زیادتی کا آسیب ایسا چڑھا کہ وہ دیوانے ہو گئے اور تمام اخلاقی اور دانائی کی باتوں کے سننے کے لئے اُن کے کان بہرے ہو گئے وہ عافیت جو گورنر جنرل کو ایسے غلط سفیہانہ طریقے پر لے چلے جس کی نظیر انگریزی تاریخ میں کہیں نہیں ؛

باوجودیکہ برنیز صاحب کو پہلے بہت جھڑکیاں مل چکی تھیں مگر پھر بھی انہوں نے ایک دفعہ اور زور لگایا کہ امیر دوست محمد خان کی طرف **لارڈ آک لینڈ** کے دل کو ملتفت کرے۔ جون میں جب وہ لاہور کی طرف آتا تھا تو اُس نے میک ناٹن صاحب کو ایک بڑی لمبی چوڑی چٹھی میں امیر دوست محمد خان کے بالکل تبدیل ہونے کی پولیسی اختیار کرنے کے باب میں اپنے خیالات کی تشریح لکھی کہ ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ اس امر پر دوبارہ خیال کیا جائے کہ ہم کیوں دوست محمد خاں کے ساتھ ہو کر کام نہ کریں ؟ امیر کی قابلیت میں شبہ نہیں وہ اپنے دل میں انگریزوں کی نسبت اعلے درجہ کی رائے رکھتا ہے جو ہم اوروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اس سے آدھا بھی اُسکے ساتھ کرینگے تو وہ کل ہی روس و ایران کے ساتھ اپنے تعلقات

وترک کردیگا میرے نزدیک سب سے زیادہ بہتر پولیسی یہ ہے کہ کابل کو فی نفسہ مستحکم اور قوی کرنا چاہیئے۔
سیں باہم نفاق پیدا کرکے ضعیف وناتواں نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر **لارڈ آک لینڈ** نے اپنے ۱۲ مئی ۱۸۳۸ع
کے منٹ (نوشتہ) میں امیر دوست محمد خان کی قسمت کو سربمہر کردیا اس منٹ میں جو تین طریقے وہ
ختیار کرسکتا تھا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے اس نے بدترین طریقہ اختیار کیا کہ نہ تو وہ افغانستان
و اپنی قسمت پر چھوڑے گا اور نہ وہ امیر کابل کی اور نہ اُسکے بھائیوں کی قندہار میں اعانت کرے گا
یکن اُسکے دوست سکھ کابل میں بشرکت اس سپاہ کے جسکو انگریزی افسروں کے ماتحت میدانِ
جنگ میں شاہ شجاع لیجائے گا جو تحریک کرینگے اُس کی وہ حکماً تائید کرے گا۔ مئی ۱۸۳۸ع کے آخر
ں لاہور میں میک ناٹن صاحب سکھوں کے فرمانروا سے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ایک معاہدہ
پر مباحثہ کرتا تھا۔ جس کے بعد ۲۶۔ جون ۱۸۳۸ع کو لاہور میں مصالحت ثلاثہ پر دستخط ہو گئے۔ جس کے
وافق رنجیت سنگھ اور انگلش اور شاہ شجاع نے باہم اس امر پر اتفاق کیا کہ افغانستان میں ایک انقلاب
پیدا کرکے اسکو اپنا دوست بنائیں۔ اور بارک زیوں سے حکومت چھین لیں اور اُس کی جگہ لدھیانہ
کے جلاوطن پنشن خوار کو حکومت دلائیں جو اپنی مدت کی کھوئی ہوئی سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے
یں کوشش کر رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ امیر دوست محمد خاں نے کوئی ایسی برائی نہیں کی
تھی جو تصور میں بھی آسکتی اور اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جو دوستانہ برتاؤ کی استدعا کی۔
ہ گورنمنٹ نے منظور کی۔ جب افغانستان میں جمہور انام نے امیر کی پادشاہی کے حق کو تسلیم کر لیا۔
ور ہر واقعہ نے یہ ثابت کردیا کہ وہ بڑا قوی اور دانشمند فرمان دہ ہے تو ایسے حکمران کے برخلاف یہ مصالحت
لاثہ ناپاک مصالحت تھی۔ اُن معاہدہ کرنے والوں فریقوں میں شاہ شجاع کا یہ کام تعریف کے قابل تھا اور
نجیت سنگھ کا یہ کام قابل معافی تھا۔ لیکن انگریزوں کا یہ کام بالکل ناحق تھا۔ اسکے لئے جو بہانے وہ بناتے
تھے اُن میں جھوٹ صاف روشن نظر آتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو پولیسی اختیار کی اس کا سبب یہ تھا کہ
ہ روس کی حملہ آوری کا اور سکھوں کی ناراضی کا سفیہانہ اور جاہلانہ خوف رکھتی تھی۔ اُن تمام معاملات
لی اصل حقیقت کو انگریزوں کی آنکھوں سے افغانستان کی ۱۸۳۹ع کی بلو بک (وہ کتاب جسمیں گورنمنٹ
کی رپورٹیں مطبوع ہوتی ہیں) نے مخفی رکھا اس بلو بک نے اچھی باتوں کو بُرے لباس میں دکھایا۔ اصل حقیقت
حال کو جنگ افغانستان کے مشہور مورخ کے صاحب نے دکھایا۔ مصنف بلو بک نے برنیز صاحب کے خطوط

تاویلیں کرکے انگریزوں کو یہ تبلایا کہ اول سے آخر تک امیر دوست محمد خاں اور اُسکے رشتہ داروں نے
برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دشمنی کے کام استقلال اور شوق سے کئے۔ برنیز صاحب کے مراسلات میں وہ ایک
ایک لفظ اڑادیا جو کم از کم اس بات پر اشارہ کرتا تھا کہ دوست محمد خان یہ چاہتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ
ثالث بن کر رنجیت سنگھ کے ساتھ جو اسکا جھگڑا ہے فیصلہ کردے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ایران کی
دوستی چھوڑ کر برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستی اختیار کرے۔ برنیز صاحب نے جو خود اپنے دلائل اپنی
امیر دوست کی باتوں پر یقین کرنے کی اور اُسکو ایران کے برخلاف کام کرنے کے لئے تقویت دینے کی
لکھی تھیں۔ وہ کاغذات مطبوعہ سے قصداً خارج کردی گئیں۔ کہیں سے کچھ الفاظ کہیں سے کچھ فقرے کہیں سے عبارت
کی عبارتیں ایسی اُڑادیں جن کے سبب سے ایسے فصل واقع ہوئے کہ کہیں اُن کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ برنیز
صاحب نے جو قندہار کے امیروں کے ساتھ اپنے حد اختیار سے تجاویز کرنے کا وعدہ کیا تھا اس
لعنت و ملامت میں جو چوبیس پیرے گراف تھے اُن کو تحویل کرکے تین فقروں میں رکھ دیا۔ جُوان کے
مہینہ میں جو کہ حسن ابدال سے برنیز صاحب نے خط گورنمنٹ کو لکھا تھا اس کا ایک لفظ بھی نہیں چھاپا
جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کس زور و متانت سے اس آدمی کے حق میں وکالت کی ہے جس کی
قسمت سر بمہر ہوچکی تھی۔ برنیز صاحب کی خود خصلت کی تفضیح چپ چاپ ایسے پیرایہ میں ہوئی کہ جسکے
سبب سے ایک دوست ہمسایہ کا قطعی دشمن بن گیا ہ

اس نئے عہد نامہ میں اس منصوبہ کا کچھہ ذکر نہ تھا کہ گورنمنٹ ہند شاہ شجاع کی امداد کس طرح
سپاہ سے کرے گی۔ مگر اس میں ایک دفعہ تھی جس میں لکھا تھا کہ امیران سندھ ایک رقم کثیر بابت ہر
خراج کے شاہ شجاع اور اُس کے دوست سکھوں کو ادا کرے کہ اُن پر شاہ افغانستان کے مطیع ہونے
کے سبب سے واجب الادا تھا تا کہ شاہ اپنے خراج کے دعوؤں سے دست بردار ہو۔ مگر ایک مدت
گذر چکی تھی کہ کابل کے جُوے سے امیران سندھ اپنے کندھے کو نکال چکے تھے۔ شاہ شجاع خود قرآن
پر قسم کھا کر اپنے دعووں کو چھوڑ چکا تھا۔ ان فریقوں کا شریک ہو کر خراج کا دعوی کرنا بڑی بڑی شرم
کے ساتھ روپیہ کا استحصال بالجبر تھا۔ بس بہ طبع بشری کا مقتضا تھا کہ امیران سندھ اُس پرانے دعوی کے
از سرِ نو زندہ ہونے پر کمینے اور انتقام کے درپے ہوگئے۔ مگر ہنوز اُن کو یہ سبق سیکھنا باقی تھا کہ برٹش گورنمنٹ
ضعیف ہمسایہ کے ساتھ کیسی غلط کاری کے ساتھ پوری تدبیر کرتی ہے۔ لاہور سے لدہیانہ میں بہت جلد میک ناٹن صاحب

ئے شاہ شجاع نے اُن کا بڑے تپاک سے استقبال کیا شاہ اس توقع میں پھولا نہیں سماتا تھا کہ اُس کو
ندہ پادشاہی دلائی جائے گی۔ دو دفعہ مجالس مشورہ منعقد ہوئیں۔ شاہ شجاع نے اس عہدنامہ پر دستخط
دئے کہ جسیں یہ عہد تھا کہ وہ اپنے اندھے جلاوطن بھائی زمان شاہ کے تخت پر دوبارہ بٹھایا جائے گا
۲۔ جولائی ۱۸۳۸ء کو میک ناٹن صاحب شملہ پر گئے کہ لارڈ آک لینڈ اور اُسکے مشیروں سے اس
لیہانہ مہم کے باب میں جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے مباحثہ کریں کہ آگے کیا کیا جائے اُس نے گورنر
نرل کو دیکھا کہ اس مصالحت نامہ ثلاثہ میں جو حصہ اُسکے لئے تجویز کیا گیا ہے اس سے وہ بہت آگے
انے کو تیار بیٹھا ہے اور اُس کے دو سکرٹری مسٹر جان کالون و ہنری ٹورنس اُس کو جس ڈہلان پر
ے کہ وہ پھسل رہا ہے دھکہ دے کے نیچے گڑھے میں ڈالنے کو آمادہ ہیں ؎

باب سوم

افغانستان کی جنگ اوّل

ماہ اگست ۱۸۳۸ء کے شروع میں ایرانی ہنوز ہرات کے گرد خیمہ زن تھے کہ ہندوستان میں ایک
نکر جرار جمع ہونے کی تیاریاں اسلیئے ہو رہی تہیں کہ وہ شاہ شجاع کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے
ندہار و کابل جائے۔ یہ وہ تدبیر تھی۔ جسکو لارڈ آک لینڈ نے اپنے بہترین رائے کے خلاف اختیار
یا تھا۔ اور اسمیں اپنی کونسل سے جو کورٹ ڈائرکٹرز کی مرضی کے برخلاف متفق الرائے نہ تھی۔ صلاح
مشورہ نہیں لیا۔ اس مہم کے برخلاف ایسے بڑے بڑے ملیٹری و پولیٹکل مدبر تھے جیسے کہ ڈیوک اعظم
لنگٹن۔ لارڈ ولزلی۔ سر چارلس مٹکاف مونٹ سٹورٹ الفنسٹن۔ لارڈ ولیم بن ٹنک۔ ڈیوک اعظم
نے یہ فرمایا کہ افغانستان کی گورنمنٹ کے بندوبست کرنے کے لیئے دریائے سندھ سے پار فوج کشی
کے لئے جو حرکت کی جائے گی۔ اسکا حال اس درخت کا سا ہوگا جس کی جڑ باقی رہے اور نئے پتے
ہر سال نکل کر جھڑ جائیں۔ یعنے اول کامیابی بعد ازاں خرابی۔ لارڈ ولزلی نے اس مہم کی یہ ہجو کی کہ ایسے
ملک پر قبضہ کرنا حماقت ہے جو سنگستان۔ ریگستان۔ صحرا۔ برفستان۔ یخستان ہو۔ سر مٹکاف نے
ارشاد کیا کہ یقینی دریائے سندھ کے پار جا کر اسکے پار کے ملکوں کو چھیڑ نا روسیوں کو خود اپنے

اور پر لشکر کشی کرنے کے لئے راہ تبلاتی ہے۔ ایلفنسٹن نے برنیز کو ایک خانگی خط میں لکھا کہ ہر گز یہ توقع نہیں
ہے ایک مفلس۔ سرد۔ قوی۔ بعید ملک میں جنگ جو قوم میں جیسے کہ افغان ہیں۔ شاہ شجاع کے ہم پشت
و پناہ و تکیہ گاہ بنے رہیں افغان خوشی سے اس حملہ آور کے ساتھ ہو جائیں گے جو ہم کو ملک سے نکالنا چاہیگا
اور اس پر یہ اور اضافہ کیا مجھے کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ شایستہ مہذب اور ناشایستہ غیر مہذب
ریاستوں میں نہایت ربط و اتحاد ہوا ہو اور تین سال کے اندر قدرتی منافرت پر اسکا خاتمہ نہوا ہو
افغانوں کو جو نفرت ہم سے ہے وہ سکھوں کے ساتھ ہمارے دوست ہونے سے بہت زیادہ
ہو جائے گی۔ لارڈ ولیم بن ٹنگ نے جسکے جانشین لارڈ آک لینڈ ہوئے تھے۔ اس مہم پر لا حول
پڑھ کر کہا کہ یہ حماقت خارج از قیاس ہے ہندوستان میں معلوم نہیں کہ علی العموم انگریزوں کی عقل
پر کیا پردہ پڑ گیا تھا کہ وہ ایک کوڑھ مغز اور ضعیف القلب احمق۔ بادشاہ کو جس کو اس کی اپنی رعایا
نے معزول کیا تھا ایسے فرمان روا کی جگہ تخت نشین کرنا چاہتے تھے جو بارہ برس سے سب حملہ آوروں
کے مقابلہ میں فتحیاب ہوا تھا ؛

لشکر کشی کے آئین کے موافق یہی سفر دور و دراز پر اعتراض ہوتے تھے جو سندھ کی صحراؤں اور
بلوچستان کے ناہموار کوہستان میں ہو اور پھر ان اعتراضات کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس سفر
میں بظاہر ضرورت یہ آن کر پڑے کہ ایران و سندھ پر یہ جبر کیا جائے کہ وہ اپنے ملک میں لشکروں کے راستوں
میں رسد اور بار برداری کے سامانوں کے مہیا کرنے میں امداد کریں جسکے لئے کوئی شرط اُن کے
صلحنامہ میں موجود نہ تھی۔ پنجاب میں انگریزوں کا کہنا سننا جب ہی تک چلتا تھا کہ ایک بوڑھا مستانہ
جس کے سر پر موت ہر وقت کھڑی رہتی تھی بقیہ حیات تھا۔ خود شاہ شجاع بار بار اپنی ناخوشی اسبات
میں ظاہر کر چکا تھا کہ وہ اپنی پرانی رعایا میں ایسا پادشاہ بنایا جائے جسکا تاج انگریزوں کی توپوں اور
سنگینوں نے اُسکے سر پر رکھا ہو ؛

بس انگریزوں نے اپنے نزدیک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوست محمد خاں کے تباہ کرنے سے روسیوں
کی کل تدابیر پریشان و پراگندہ ہو جائینگی۔ اُن کی ہول زدہ گرم کوشی کو کوئی بات ٹھیرا نہیں سکتی تھی۔ بالا
ہند میں انگریزی سپاہ میں اس تبدیلی کو پسند کرتی تھیں کہ چھاونیوں میں ایک ہی چکر میں پھرنے کے
بجائے کسی نامعلوم ملک میں لڑنے کے لئے جائیں۔ ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ ہم کو کس سے لڑنا پڑیگا

لڑائی میں جانتے تھے کہ چھاونی کی ہر روزہ قواعد کی اور اوفس کی جفاکشی سے بچیں گے۔ ترقی اور عزت
حاصل کرنیکا موقع ملے گا۔ غالب ہونے کی صورت میں اضافہ تنخواہ ہوگا۔ گھر آنے پر بھتہ اور زر انعام ملیگا
مثل مشہور ہے ایک لمبے کوچہ میں جسمیں کچھ پیچ ہو آدمی چلتے چلتے گھبرا جاتا ہے۔ اس طرح چھاونیوں میں
لشکر پڑے پڑے اکتا گئے تھے۔ اُن کو لڑائی میں جانے کا حکم دلپسند تھا۔ پہلی اکتوبر کو لارڈ آک لینڈ
نے اشتہار دیا جسکو سر ہربٹ اڈورڈس اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ان میں دوست محمد خان
کی نسبت ایسی غلط بیانیاں کی گئیں کہ جن پر روسی مدبر کو بھی حسد ہوتی ہے۔ اس اشتہار میں امیر
کابل کی نسبت یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے ہمارے دیرینہ دوست رنجیت سنگھ پر بغیر کسی اشتعال کے
دفعتاً حملہ کیا۔ اور پشاور پر قبضہ رکھنے کے لیئے نامعقول ادعا کا زور لگایا۔ اور اپنی جاہ طلبی اور اولوالعزمی
اور تعلی کی وہ تدابیر کیں جو ہندوستان کی سرحد کی عافیت و سلامتی میں خلل انداز ہوئیں اور افغانستان نے
ایرانیوں کے ارادہ کی علانیہ امداد کی اور اس اپنے کام میں برٹش گورنمنٹ کے اغراض و مقاصد کا ذرا
پاس و لحاظ نہیں کیا۔ ہرات پر ایرانیوں کے حملہ کو بالکل ظلم و ستم ٹھیرایا۔ جسمیں قندہار کے امیروں نے
ظاہر امداد کی۔ یہ بارک زئی بہر حال ہماری قومی حمایت کی سچی اور ضروری تدابیر کے لیئے بالکل نالائق تھیں
گورنر جنرل نے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ شاہ شجاع کے پادشاہ بنانے کے لیئے حمایت کرے افغانستان
میں شاہ ہر دلعزیز ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اگر کوئی اس میں غیر مداخلت کرے یا اس کے برخلاف
کوئی فتنہ پردازی پر مستعد ہو تو سپاہ انگریزی شاہ کی حمایت کرے گی۔ مصالحت ثلاثہ کا عہدنامہ ہرات
کی اور ایران سندھ کی آزادی اور سلامتی کا کفیل اور ضامن ہے۔ اِن باتوں کے بیان کے بعد اُن
اچھی باتوں کا ذکر تھا کہ برٹش گورنمنٹ کے رعب و داب کا ٹھیک اثر یہ ہو گا کہ وسط ایشیا میں آزادی
تجارت ہوگی اور سرحد پر امن و امان رہے گا۔ اشتہار میں لارڈ آک لینڈ نے یہ وعدہ کیا کہ جب
شاہ شجاع کے زیر فرمان افغانستان آزاد و سالم آجائے گا تو انگریزی سپاہ واپس بلا لیجائے گی۔
پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ اس اشتہار کے بعض بیانات نہیں بلکہ تقریباً کل بیانات غلط تھے
دوست محمد خاں نے رنجیت سنگھ پر نہ کوئی بے اشتعال حملہ کیا تھا نہ اس پر نامعقول دعووں کا
دباؤ ڈالا تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش میں بڑا اصرار کیا تھا اور انگریزوں
کی دوستی کے لیئے وہ ہر شرط کے قبول کر لینے پر تیار تھا۔ ہرات پر فوج کشی کے لیئے شاہ ایران درجہ

قوی رکھتا تھا اگر وہ کامیاب ہوتا تو وہ ایران قندھار کو یہ شہر دے دیتا اور وہ اپنے بھائی فرمان روائے کابل کے اغراض و مفاد کے لئے اسکو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتے۔ شاہ شجاع کا افغانستان میں ہر دلعزیز ہونا فقط اس کی زبانی شیخی اور ڈینگ تھی۔ چند سادہ لوح اسکے طرفدار تھے اور اشتہار میں جو یہ لکھا گیا تھا کہ گورنر جنرل باتفاق کونسل سپاہ کے جمع ہونے کا اشتہار دیتے ہیں جھوٹ تھا۔ اس لئے کہ کونسل کے ممبروں نے انگلینڈ کو یہ شکایت لکھ بھیجی کہ اس پولیسی کی تکمیل کے باب میں ہم کبھی متفق الرائے نہیں ہوئے لارڈ آک لینڈ کی صفائی اور راستی کے لئے یہ بات مانی جاتی ہے کہ اُنہوں نے کل معاملہ کو خوف و شک و تعصب کے کُہر میں دیکھا۔ جس نے آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی کہ وہ خطرناک حماقت کو اور اس بازی کی عجیب ناانصافی کو جو اُن کے صلاح کار کھیل رہے تھے نہ دیکھ سکے ؛

کل ستمبر و اکتوبر کے مہینہ میں رجمٹین اور پلٹنین اور توپخانے جابجا سے ستلج کے ریگستان کی طرف فیروزپور کو روانہ ہوتے رہے اور بمبئی میں جُدا ایک لشکر کی تیاری ہو رہی تھی کہ دریا اُتر کر سندھ کے کنارے پر روانہ ہو۔ ہنوز بنگال کی فوجیں فیروزپور میں نہ پہونچنے پائی تھیں کہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۳۸ء کو اشتہار دیا گیا کہ ہرات سے ایرانیوں کی سپاہ نے مراجعت کی دس مہینے تک وہ محاصرہ کرتی رہی۔ شاہ ایران کو اس محاصرہ میں بڑا نقصان اُٹھانا پڑا اور روس کی پولیسی ناکام رہی اور برٹش گورنمنٹ کو اُس کا خوف جاتا رہا ؛

اب اسوقت سے لارڈ آک لینڈ کے لئے کوئی عذر معقول باقی نہ رہا تھا کہ وہ افغانستان میں سپاہ بھیجتا۔ روسیوں کی حملہ آوری کی زیادتی کا ایرانیوں کے پردے میں کوئی خوف نہ تھا۔ یہ بات آسان تھی کہ وہ گیارہ گھنٹے میں جنگ کابل سے بالکل اپنے تیئں بچا لیتا۔ مصالحت ثلاثہ کے عہدنامہ میں اس مہم کا ٹھیکہ انگریزوں کو نہیں دیا گیا تھا۔ شاہ شجاع اسکے برخلاف کئی دفعہ اپنی رائے ظاہر کر چکا تھا۔ رنجیت سنگھ سے یہہ توقع نہ تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بڑی امداد کرے گا۔ اس دوست دیرینہ رنجیت سنگھ نے انکار کر دیا کہ انگریزی سپاہ کابل کو اس راستہ سے نہ جائے جو اس کے ملک سے گزرتا ہے۔ لارڈ آک لینڈ نے یہ سمجھ کر کہ دوست محمد خان کا تخت سے اُتار دینا حفظ ماتقدم کے لئے ضروری ہے۔ ۸ نومبر کو دوسرا اشتہار دیا کہ لشکر کشی بدستور قایم رہے گی مگر چھوٹے پیمانہ پر۔ جس سے کہ مشرقی افغانستان میں ایک دوست کی سلطنت قایم ہو جائے۔ اور مغربی سرحد پر ہر حملہ آوری کی تدابیر کا انسداد کلی

ہو جائے۔ نومبر کے آخر ہفتہ میں فیروز پور میں یہ سپاہیں جمع ہو گئیں۔ چودہ ہزار تنومند سپاہ انگریزی تھی اور چھ ہزار سپاہ شجاع کی تھی۔ جس کے افسر انگریز تھے۔ مسٹر ہنری فین صاحب کمانڈر انچیف بنگال اس سپاہ کے سپہ سالار تھے مگر وہ اس سبب سے مستعفی ہو کر ولایت چلے گئے کہ ہرات کے محاصرے کے اُٹھ جانے سے اس مہم کی وقعت اُن کی نظر میں کم ہو گئی تھی۔ اور سپاہ کی تعداد بھی کم ہو گئی تھی اور اُنکی تندرستی بھی اچھی نہ تھی اور اُن کو میک ناٹن صاحب پولیٹکل افسر اعلےٰ کے ماتحت کام کرنے سے بھی انکار تھا۔ اُنہوں نے حکم صادر کیا کہ ۹۵۰۰ سپاہ جس کے سپہ سالار ولوبائی کوٹن ہوں گے فیروز پور سے لڑائی پر جاے اور باقی سپاہ فیروز پور اور لدھیانہ میں رزرو رہیگی اور بمبئی کی ۵۶۰۰ سپاہ کے سپہ سالار سرجان کین ہوں گے۔ جب یہ دونوں سپاہیں یکجا جمع ہو جائیں گی تو کل سپاہ کے سپہ سالار سرجان کین ہونگے اور شاہ شجاع کی سپاہ۔ جو سندھ میں ہو کر جائے گی وہ ولوبائی کوٹن کے ڈویژن سے تعلق رکھے گی۔

فیروز پور میں ۳۰۔ نومبر اور پہلی دسمبر ۱۸۳۹ء کو لارڈ آک لینڈ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملاقاتیں شاہانہ ہوئیں اور دربار میں خسروانہ شان وشکوہ دکھائی گئی۔ مہاراجہ کو رخصت کے وقت لارڈ آک لینڈ نے دو گھوڑ چڑھی توپیں مرصع سب طرح سے آراستہ پیراستہ نذر دیں ؛

یہ شیر پنجاب عیش جسم کاہ اور بادہ خرد افگن سے بہت زار و نزار ہو گیا تھا مگر اب تک شیر دلی اس کی چشم شیر کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ وہ جب خیمہ سے اپنی توپوں کے تحفہ کے دیکھنے کے لئے آیا۔ تو ٹھوکر کھا کر توپوں کے سامنے گر پڑا۔ لارڈ آک لینڈ اور ہنری فین نے جوان کے دائیں بائیں طرف تھے۔ اُن کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ مہاراج اور اُن کے سردار انگریزی توپوں کے آگے گرنے کو بدشگونی سمجھے۔ مگر ایک شخص نے یہ لطیفہ سنجی کی کہ گو مہاراج انگریزی توپوں کے سامنے گرے مگر برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ نائبوں نے اُن کو اُٹھا کر پھر کھڑا کر دیا۔ اس طرح بدشگون ہی نیک شگون ہو گئی ؛

۱۰ دسمبر کو کوٹن کی سپاہ نے ستلج کے بائیں کنارے پر سندھ کی طرف سفر شروع کیا۔ اسکے ساتھ تیس ہزار اونٹ اور اڑتیس ہزار بھیڑ کے آدمی تھے۔ قندھار اور کابل میں سپاہ کے جانے کے لئے یہ رستہ تجویز ہوا تھا کہ وہ سکھر اور درۂ بولان میں ہو کر گذرے۔ اس رستہ کا طول ایک ہزار میل سے زیادہ تھا اور اس میں بہت سے چٹیل میدان ایسے پڑتے تھے جن میں پانی کم ملتا تھا اور اونچے نیچے ناہموار تنگ راہ پہاڑ دشوار گذار آتے تھے۔ جن میں کیا قزاق قومیں یا انگریزوں کی بدخواہ قومیں رہتی تھیں ابتدا ہی سے

سپاہ کے آگے کا سفر کرنا گیا اس رسد پر موقوف تھا جو اسکے پاس موجود تھی۔ یا اس ملک کی رسد رسانی پر جس کے اندر اُس کا گذر ہوتا تھا اور اُسکے حکمرانوں کو ترغیب دیجاتی تھی کہ وہ رسد کو بہم پہونچائیں اس دوسری طرح کی رسد رسانی میں بضرورت وہی طریقے اختیار کئے جاتے تھے جو زیردستوں کے ساتھ زبردست برتتے ہیں۔ بہاول پور کا خان انگریزوں کا دوست تھا۔ اسکو تو پولیٹکل ایجنٹوں نے پٹیاں پڑھادیں کہ وہ انگریزی سپاہ کے لئے رسد رسانی کرے مگر امیران سندھ کے لئے جو انگریزوں سے ناخوش تھے۔ سخت تدابیر عمل میں لانی پڑیں۔ یہ وقت وہ نہ تھا کہ عہدناموں کے شرایط کے ایفا کا پاس و لحاظ کیا جاتا۔ ضرورت کا وقت تھا اسمیں سب کچھہ کرنا روا تھا۔ اگر ضرورت بود ہرچہ باشد روا باشد۔ کرنیل پوتنجر نے جو کہ حیدرآباد سندھ کا رزیڈنٹ تھا امیران سندھ کو اطلاع دی کہ ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق جو یہ شرط ہے کہ دریائے سندھ میں سپاہیانہ سامان نہ جایا کرے۔ وہ لڑائیوں کے زمانہ تک معطل و منسوخ رہے اور ان کو دہمکی دی کہ اگر وہ انگریزوں کی درخواستوں کے برخلاف کام کرینگے یا آیندہ ایران کے ساتھ سازشیں کرینگے تو وہ اپنی آزادی سے محروم کردئے جائیں گے اگرچہ حکمرانی سے معطل نہیں کئے جائیں گے اور وحشیانہ بےباکی سے اُن کو یقین دلایا کہ انڈین امپائر کی سلامتی اور عافیت کے لئے ضرورت کی صورت میں خواہ وہ بعید ہی کیوں نہو۔ اس سپاہ تیار شدہ سے یا اور سپاہ طلب شدہ سے اُن کا مار کر کچومر نکال دیا جائے گا ادہر برنیز اور پوتنجر و میکناٹن نے اُن پر دباؤ ڈالا ادہر اُن کی دارالسلطنت میں لشکر آیا اور ولزلی نے کراچی پر حملہ کیا ان سب باتوں نے بےکس و بےبس امیران سندھ کو مجبور کیا کہ وہ کم بختی پر صبر شکر کریں۔ انہوں نے کچھہ دنوں کے لیئے انگریزوں کو دریائے سندھ کے کنارے پر سکھر اور روڑی کے درمیان کے جزیرہ کا قلعہ بکھر حوالے کردیا اور مصالحت ثلاثہ کے عہدنامہ میں شاہ شجاع کو جو رقم خراج دینے کی مقرر ہوئی تھی۔ وہ اُن امیروں نے ادا کی اور ۶۔ فروری کو امیران سندھ سے یہ نیا عہد و پیمان ہوا کہ تھوڑی سپاہ سندھ میں رکھی جائے۔ اور تین لاکھ روپیہ سالانہ اسکا خرچ وہ دیں گے۔ کین صاحب نے اپنا سفر کوٹڑی سے دریائے سندھ کی داہنی طرف شروع کیا اور کوٹن صاحب روڑی کی طرف دریا پار اُتر کر سفر کرکے شکارپور میں آگئے۔ جہاں شاہ شجاع کا لشکر اُن کی راہ تک رہا تھا۔ میکناٹن صاحب اُنکے ساتھ تھے۔ ۲۲۔ فروری ۱۸۳۹ء کو شکارپور سے کوٹن کی سپاہ درہ بولان کے پاس

دادر کی طرف چلے۔ یہ سفر ۱۷ اپیل کا بڑے سنسان اور ویران ملک میں تھا ۹۶ میل ایسی صحرا تھا جسمیں کہیں خال خال دہات نظر آتے تھے اس میں ادنے اقسم کا دانہ چارہ پانی ہی کم یاب تھا۔ بہت پہلے سے اس رستے پر ایسے لشکر کے لئے سامان مہیا نہیں کیا گیا تھا۔ جس میں سپاہ اور اور بہیر و بنگاہ کے آدمی ۴۰ ہزار تھے اور گھوڑے تین ہزار اور اونٹ تیس ہزار ہ

۱۰۔ مارچ کو کوٹن کی سپاہ دادر میں پہونچی۔ بیماری کے سبب سے سپاہ بہت ضعیف ہو گئی تھی اونٹ اور گھوڑے اور بہیر کے آدمی بہت مر گئے تھے اسباب کی خورجیان بہت تلف ہو گئی تھیں غرض سپاہ سفر کے قابل نہیں رہی تھی۔ چند روز اس نے یہاں قیام کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو اُس نے پھر اپنا تھکانیوالا سفر درۂ بولان کے سنگستان کی راہوں میں شروع کیا جو ساٹھ میل تک پیچ در پیچ کھاتی ہوئی اُن پہاڑوں میں جاتی ہیں جو سندھ اور بلوچستان کے درمیان حد فاصل ہیں۔ سات روز میں اس مصیبت ناک سفر سے نکل کر بڑی مبارک سرسبز و شاداب وادی شان میں سپاہ آئی۔ ان دنوں میں سینکڑوں اونٹ مر گئے تھے اور مرتے جاتے تھے۔ پیچھے جو برگیڈ رہ گیا تھا اُسکو صحرا لوز د بلوچیون نے بہت ستایا اور جو موقع انکو خورجیوں اور اسباب سفر کے لوٹنے کا ہاتھ آیا۔ اسکو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ تین دن بعد وادئے شال کی مرتفع زمین کوئٹہ میں برگیڈ آیا۔ جہان اُس کی تھکی ہوئی سپاہ نیم گرسنہ نے بمبئی کی اور شاہ شجاع کی سپاہ کا انتظار دیکھا

۶۔ اپریل کو کل سپاہ جمع ہو کر کوئٹہ کے گرد خیمہ زن ہوئی۔ سرجان کوٹن اسکے سپہ سالار ہوئے کابل کی سڑک پر پہونچتے پہونچتے بیس ہزار اونٹ اور بہیر کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے ڈیرے خیمے اور اسباب غارت ہو گئے۔ منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے سپاہ کو نصف خوراک ملی۔ شال سے جو تھوڑا سا سامان رسد بہم پہونچا لیا تھا۔ وہ ختم ہو گیا آگے خان قلات کا ملک تھا۔ جس میں پیداوار اتنی کم تھی کہ خان کافی سامان رسد نہیں بہم پہنچا سکتا تھا۔ مگر وہاں سے کچھ اناج ملا۔ اور چند ہزار بھیڑیں ملیں جو لشکر کی خرچ کے لئے اُونٹ کی مُنہ میں زیرہ تھیں۔ اب صرف یہ بات باقی رہی تھی کہ قندہار کی طرف ناہموار سرد برہنہ پہاڑوں میں سفر کیا جائے اُن میں ایک نہایت تنگ درہ آیا جو ڈرانے میں درہ بولان سے کچھ کم نہیں تھا۔ خجک کی پتھریلی اور برف سے ڈھکی ہوئی ڈھالانوں پر چھوٹی بڑی توپوں کو آدمی اپنی طاقت اور دم خم سے لیگئے۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ آگے بڑھنے کے لئے مزاحمت کرنے والا کوئی دشمن سوائے صحرا لوز د افغانوں یا بلوچیوں کے کوئی اور نہ تھا۔ مگر اسباب کی خورجیوں خیموں اونٹوں اور سامان جنگ کے ذخیروں کا تلف ہونا ایک

بڑی مصیبت تھی گھوڑے اور آدمی بھوک پیاس تکان کے مارے فرسودہ اور درماندہ ہو گئے تھے۔
۱۰-اپریل کے کوچ میں اٹھاون گھوڑے مر گئے۔ توپخانے کے گھوڑے اسقدر کمزور ہو گئے تھے
کہ توپوں کے جوتوں سے وہ الگ کر دیئے گئے تھے۔ اور بجائے اُن کے توپوں کو آدمی کھینچتے تھے۔ ۲۶-
اپریل ۱۸۳۹ع کو قندہار کے سامنے سپاہ کا ایک بڑا حصہ آیا۔ ۴-مئی ۱۸۳۹ع کو بمبئی کی آخر سپاہ اس شاداب
وادی میں آئی جسمیں مغربی افغانستان کا دار السلطنت قندہار واقع تھا۔ اس شہر کے اُمرا اس خبر کے سنتے ہی
کہ کوئٹہ سے انگریزی سپاہ چلی ہے فرار ہو گئے۔ انگریزوں کا شہر پر قبضہ ہو گیا۔ ۸ مئی کو دستور کے موافق
شاہ شجاع کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ لیکن رعایا نے اپنے قدیمی درانی خاندان شاہی کے پادشاہ کے پھر شاہی
تخت پر بحال ہونے کی کچھہ خوشی نہیں منائی پہلی ہی اہل قندہار کو احمد شاہ کے اس بیٹے سے محبت بہت کم رہگئی
تھی۔ اور اب یہ دیکھ کر رہی سہی محبت بھی بالکل جاتی رہی کہ وہ فرنگیوں کے ہتھیاران کہ گھر میں لایا ہے۔ اب
وہ شاہ سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ میکناٹن صاحب نے جو بیان کیا ہے کہ یہاں کی رعایا نے بڑے دل سے
مبارک سلامت کا غل مچایا بالکل غلط ہے۔ قندہار ایک بڑا بے رونق شہر تھا۔ اسمیں کچے مکانات اور شہر
کی فصیل اینٹوں کی بنی ہوئی تھی ؛

شاہ شجاع نے قندہار میں ایک دربار شاہانہ کیا جسمیں ہر ایک انگریزی افسر دستور کے موافق پادشاہ کے
روبرو پیش ہوا۔ انگریزوں کے سوا رعایا میں سے کسی نے پادشاہ کو مبارکباد نہیں دی۔ رعایا تو انگریزوں
کی صورت دیکھہ کر جلی جاتی تھی۔ اس نے غصہ میں آنکر انگریزی افسروں کی ایک جماعت پر حملہ کیا اور ایک افسر
کو قتل اور باقی کو زخمی کیا۔ اور پھر وہ چلتی بنی۔ کین صاحب یہاں ۲۷-جون تک مقیم رہے اور پھر غزنی کی
طرف کوچ کیا۔ اور قندہار میں ایک دستہ سپاہ چھوڑی اور بدقسمتی سے بھاری توپیں بھی یہیں چھوڑیں۔ جو
بڑی مشکل سے درہ بولان اور کجک سے یہاں تک آئی تھیں ؛

۲۰-جولائی ۱۸۳۹ع کی سر جان کین کے پاس خبر آئی کہ غالباً انگریزی خیمہ گاہ پر حملہ ہوگا۔ قلعہ غزنی
نصف میل کے فاصلہ پر دشمنوں کے چند سوار نظر آئے۔ جارج لارنس اور ایک سوار کی ملاقات ہوئی
جسکا بیان صاحب ممدوح اپنی کتاب چہل وسالہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سوار نے اُن سے بیان کیا کہ آپ کے
لشکرگاہ کو اور اہل لشکر کو میں نے دیکھا اور حقارتاً اُس نے کہا کہ آپ لوگوں کی سپاہ خیموں اور اونٹوں کی ہے
اور ہمارا لشکر سپاہیوں اور گھوڑوں کا ہے وہ کہتا تھا کہ کس چیز نے آپ لوگوں کو ترغیب دلائی۔ جو

آپ کروڑوں روپے صرف کر کے ہم لوگوں کے اس مفلس پہاڑی ملک میں جہیں نہ لکڑی ہے نہ پانی اس غرض سے آئے کہ ہم پر ایک بد اقبال شخص کو پادشاہ بنائیں۔ جسکو ہمارا پادشاہ دوست محمد خان فوراً ہی آپ لوگوں کے واپس جانے کے بعد نکال دے گا۔ جو کچھہ اُس نے کہا سچ تھا۔ اس لیئے جارج لارنس نے اس سے زیادہ قیل و قال نہیں کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزنی پر سخت لڑائی ہوگی۔ اس لیئے فوج صف بستہ ہوکر آگے بڑھی۔ بھاری توپوں کے ساتھہ نہ لانے اور ۲۳۰ میل کے فاصلہ پر قندہار میں چھوڑ آنے کا افسوس تھا۔ قلعہ پر سے انگریزی لشکر پر توپوں کی آتش باری ہوئی۔ اور دو ایک دفعہ زبر جنگ نامی توپ کا ۶۴ پونڈ کا گولہ انگریزی لشکر میں پڑا اور دو ایک آدمیوں اور گھوڑوں کو مارا۔ مگر غزنی کی توپوں نے انگریزوں کا کچھہ نقصان نہیں کیا۔ اور انگریزی توپخانہ نے بھی اسکے جواب میں سوائے اس کے کہ ایک افغان سردار کا سر اُڑا دیا۔ کچھہ اور نقصان نہیں پہنچایا۔ کین صاحب پر کچھہ دیر کے بعد غزنی کے اصل استحکام کا حال کھلا۔ اسکا حال پہلے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسکا کوئی مقام ایسا نہیں کہ محفوظ اور مستحکم ہو۔ وقت بڑا قیمتی تھا۔ کھانے پینے کا سامان بہت کم ہوتا جاتا تھا۔ کیمپ میں بڑے صاحب ہنر بہادر انجنیر اور دلاور سپاہی موجود تھے کہ ہر خطرناک کام کرنے پر مستعد تھے۔ طامس صاحب انجنیر نے دوست محمد خان کے ایک بھتیجے کی ہدایتوں کے موافق یہ تجویز کی کہ کابلی دروازہ کو اُڑا کر قلعہ پر حملہ کیا جائے اور لے لیا جائے۔ اس کی یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ گو وہ بڑی خطرناک تھی۔ سویرے صبح کو ۲۳- جولائی ۱۸۳۹ء کو ہنری ڈیورنیڈ صاحب دروازے کے اُڑانے والے گروہ کو ساتھہ لے کر گئے اور دروازے کے نیچے باروت کے تھیلے اس طرح رکھے کہ دشمن کو خبر نہوئی اور شتابہ میں آگ لگائی شکستہ دروازہ سے آواز نکلی ہی تھی کہ ڈینی صاحب کی سپاہ حملہ کرنے پر ٹوٹ پڑی اور سیل صاحب کی سپاہ بھی اسکے قدموں پر قدم رکھ کر آگے بڑھی۔ کچھہ لڑائی دست بدست ہوئی۔ پھر غزنی فتح ہوگیا۔ انگریزی سپاہ کے سترہ سپاہی مارے گئے اور ۱۶۵ زخمی ہوئے۔ جن میں آٹھارہ افسر تھے۔ افغان پریشان ہوکر قلعہ سے بھاگے یا گرفتار ہوئے۔ افغان بھاگتے وقت تلواروں سے نہایت بہادری سے لڑے۔ اور بہت سے انگریزی سپاہیوں کو زخمی کیا۔ اُن کے بدنمیں سنگینیں چبھی ہوئی تھیں۔ مگر وہ اپنی شمشیر زنی سے باز نہ آئے۔ قریب ۶ سو کے افغان مارے گئے اور ۱۶ سو گرفتار ہوئے۔ اور امیر دوست محمد خان کا بیٹا حیدر سلطان بھی قید ہوا ٭

یہ شہر **غزنی** وہ تھا کہ آٹھ صدیاں گذریں کہ سلطان محمود غزنوی یہیں سے ہندوستان پر حملہ آور

ہوا تھا۔ اور دو سو برس تک ایک بڑی باشکوہ سلطنت کا پایہ تخت رہا تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک بے رونق
اور بے حیثیت شہر تھا جس میں قریب دو ہزار کے مکانات تھے اور آبادی بہت قلیل تھی۔ غزنی کے فتح
ہو جانے سے **دوست محمد خان** پر بڑا صدمہ پہونچا۔ وہ یہ سوچے ہوئے تھا کہ غزنی کا محاصرہ جتنے
دنوں تک دشمنوں کو رکھنا پڑیگا۔ اتنے دنوں میں میں کابل کا سامان محافظت درست کرلونگا۔ شاہ شجاع کا
بیٹا شاہزادہ تیمور (کرنیل ویڈ صاحب کی امداد سے) سپاہ کو درہ خیبر کی طرف سے جلال آباد کی طرف آگے بڑھائے
لاتا تھا۔ اس کے روکنے کے لئے دوست محمد خان نے اپنے بیٹے اکبر خان کو بھیجا تھا۔ مگر اب اسکو کابل کی
محافظت کے لئے بلایا۔ امیر خود بھی ارگندی میں کابل سے پچیس میل پر غزنی کی سڑک پر آیا کہ یہاں ٹھیرے۔ اس نے
اپنے تابعین کو قرآن شریف بیچ میں رکھ کر قسم دلائی کہ تھوڑی دیر تک نمک حلال بنے رہیں۔ اور اُن کے ساتھ
رہکر اِن فرنگی کتوں پر حملہ کریں۔ مگر اُن کا دل ایسا نہ تھا کہ امیر کے اس بارے میں یار دیا ور رہتے یہاں امیر
اپنی چوبیں توپیں چھوڑ کر بامیاں کی طرف بھاگا۔ امیر خان نے کابل کی طرف اس لئے مراجعت کی کہ ہندوکش
کے جنگلوں میں باپ کے فرار ہونے کی پردہ پوشی کرے۔ ہندوستانی اور افغانی سواروں کو جیمس اوٹرم صاحب
ساتھ لیکر دوست محمد خاں کے تعاقب میں گئے۔ حاجی کاکر خان جو شاہ شجاع کے ساتھ اپنی وفاداری کا دم بھرتا
تھا انگریزی لشکر کا رہنما بنا۔ اس نے اوٹرم صاحب کو راہ میں ایسے دھوکے دیے کہ وہ اپنی ساری کوششوں
میں ناکام رہے غرض جب انگریزی لشکر ۹۔ اگست ۱۸۳۹ء کو بامیاں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دوست محمد خان
شائیگاں میں چلا گیا ہے۔ جو یہاں سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے شائگان شاہ قنجاع کے علاقہ میں
نہ تھا۔ انگریزی لشکر کا رہنما حاجی کاکر خاں تھا۔ جن کی رہنمائی سے امید نہ تھی کہ کامیابی ہوگی۔ ۱۲۔ اگست کو
انگریزی لشکر یہاں سے مراجعت کر کے ۱۷۔ اگست کو کابل میں بھیجا۔ اُن کے آنے پر سب کو تعجب تھا
کیونکہ یہاں تو ایک سوار نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تمام انگریزی سپاہ کے سب
گورے کالے سپاہی مارے گئے یہاں پہنچنے پر احباب براہ مہربانی کہتے تھے کہ ہم لوگ کیسے دیوانے تھے کہ ایک
خنگلی ہنس کے تعاقب میں گئے جسمیں کسی نتیجہ کی توقع نہ تھی۔ یہ خوش نصیبی ہے کہ ہم اپنے سروں کو گردنوں پر
لے کر سلامت چلے آئے۔ کین صاحب ہنسی سے کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کل فوج میں تیرہ گدھے
بھی ہیں۔ (تیرہ افسر انگریز تعاقب میں گئے تھے) غرض یہ دوست محمد خان کا تعاقب جس طرح کیا گیا اس کا
مضحکہ اُڑتا تھا۔

۷۔ اگست ۱۸۳۹ء کو شاہ شجاع سرتاپا جواہر میں غرق براق پر سوار جلو میں کین صاحب کی سپاہ لیکر بڑے کروفر سے کابل کے بازاروں میں سے گذر کر بالا حصار میں دخل ہوا۔ عایا میں سے کسی شخص نے اس کو زبان سے مبارکباد دی نہ ماتھے پر ہاتھ رکھکر سلام کیا۔ بقول کین صاحب کے دارالسلطنت میں پادشاہ کی یہ سواری ایسی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کہ جنازہ جاتا ہے ؛

گورنمنٹ نے اپنی فتحمند سپاہ کا احسان مان کر معمولی اعزاز کے خطابات اور القابات افسروں کو عنایت کئے سرجان کین کو پئیر کا۔ میکناٹن کو بیرونٹ کا اور ویڈ صاحب کو نائٹ کا خطاب دیا میکناٹن صاحب شاہ کے دربار کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ اور برنیز صاحب کچھہ مدت کے لئے اُن کے نائب اُن کو بھی نائٹ کا خطاب ملنے کو تھا ؛

لڑائی کے شروع ہونے کے وقت تو ضرور اسبات کا اشتہار دیا گیا تھا کہ افغانستان ایک دفعہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا اور اسکو پوری آزادی مل جاے گی۔ تو انگریزی سپاہ واپس آجائیگی۔ مگر جب دوست محمد خان کے تعاقب میں حاجی کاکر خان کی دغابازی سے ناکامی ہوئی۔ اور جب حاجی واپس آیا تو اُس جرم میں مقید ہوا۔ اس پر انگریزی سپاہ کا پہرہ مقرر ہوا۔ اس کام کے لئے افغانون پر اعتبار نہ تھا۔ بس اُسے شاہ شجاع کے عروج کے زمانہ میں معلوم ہوگیا کہ ملک تو امیر دوست محمد خان کے ساتھہ ہے جسکو انگریز غاصب سلطنت جانتے ہیں اور شاہ شجاع جسکو انگریز مستحق پادشاہ جانتے ہیں یہ حال ہے کہ اُسکی شاہی اجنبی دوستوں کی سنگینوں پر قایم ہے اسلیئے میکناٹن صاحب اور لارڈ آکلینڈ واپسی سپاہ کے مانع ہوئے۔ جون ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگہ کی وفات نے سکھوں کی وفاداری میں جو انگریزوں کے ساتھہ تھی شبہ پیدا کیا۔ شاہ شجاع انگریزوں کے ہتھیاروں کی مدد سے پادشاہ بنکر مضغہ گوشت بن گیا۔ اور دوست محمد خان اپنی چوکڑیاں بھرتا پھرتا تھا۔ ہنوز روسیوں کے حملہ کے ڈاکو کا پیٹ نہیں بھرا تھا۔ وہ بہت انگریزوں کو کھا کر ہضم کرنے کو بیٹھا تھا۔ اور انگریزوں کے لئے اپنے غلطیون کے خمیازے اُٹھانے کا وقت آگیا تھا۔ لارڈ آکلینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان پر حملہ آور سپاہ کا ایک حصہ واپس بلا لیا جائے اور قندھار کابل غزنی و جلال آباد میں محافظت کے لئے بہت سی سپاہ متعین کیجائے ؛

وسط ستمبر ۱۸۳۹ء میں بمبئی کا ایک کولم دستہ سپاہ جس کے سپہ سالار جنرل ولٹ شیر تھے گھر کی طرف اُلٹے چلے جاتے تھے کہ میکناٹن صاحب کا حکم اُن کے پاس آیا۔ کہ تم سدہ کو جاؤ تو قلات پہ

قبضہ کرتے جانا تاکہ وہاں کے حاکم محراب خاں کو اسکی بدخواہی اور بے وفائی کا جو سرکار انگریزی کے
ساتھ ظاہر کی ہے۔ پاداش ملے۔ اس حکم کی پوری تعمیل اُس حاکم کے لئے ہوئی۔ جسکا یہ قصور تھا کہ وہ اپنی
فتنہ پرداز اور فساد انگیز رعایا کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ ۱۵۔ اکتوبر کو قلات ایک سخت لڑائی
کے بعد حملہ کرنے سے فتح ہو گیا۔ بوڑھے محراب خان نے اور اسکے بڑے بڑے افسروں نے بڑی جوانمردی
اور دلاوری سے لڑکر جان دی اُسوقت کپتن صاحب بنگال کی تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چُپ چاپ
پشاور کو جلال آباد اور درۂ خیبر کی راہ سے جاتا تھا۔ ابھی وہ کوہستان سلیمان کی تاریک و تنگ راہوں سے
نکلا تھا کہ خیبر کے کوہ نشینوں نے قلعہ علی مسجد کی تھوڑی سی سپاہ پر اپنے حملے از سر نو شروع کئے۔ شرقی
راہ پر یہ قلعہ حاکم بنا بیٹھا تھا۔ کچھ لڑائیاں ہوئیں۔ کہ پشاور اور جلال آباد سے کمک کے لئے سپاہیں آگئیں اور
درّہ کے جو خیبری محافظ تھے اُن کو میک ناٹن صاحب کے ایجنٹ کپتان میکسن نے یہ ترغیب دی کر راضی کر لیا
کہ وہ اسی ہزار روپے سالانہ لے لیا کریں۔ اور آیندہ پھر نہ ستایا کریں۔ یہ دستور تھا کہ کابل کے فرمانروا ہمیشہ
خیبر کے جرگوں کو خیبر کی رکھوالی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب حماقت کی راہ میں آدمی ایک قدم
رکھتا ہے۔ تو اُسکو اسمیں ضرور بہت سے قدم آگے بڑھانے پڑتے ہیں۔ اول حماقت یہ تھی کہ شاہ شجاع کو تخت
پر بیٹھایا۔ جسکو اس کی خود مختار اور زور آور قوم نے تیس برس سے جلاوطن کر رکھا تھا۔ دوسری سپاہیوں کا سفر جو
کابل میں تجویز کیا۔ اسمیں خزانہ کا روپیہ بہت خرچ کیا۔ گو اسمیں بہت جانیں تلف نہیں ہوئیں۔ کسی ملک کا فتح کرنا اور بات
ہے اور اسکی رعایا کے دلوں کا تسخیر کرنا اور بات ہے شاہ شجاع کو انگریزوں کے ہتھیاروں نے پادشاہ بنا دیا۔ مگر وہ پادشاہ کی رعایا
کے دلوں کو اُس کا مسخر نہیں بنا سکتے تھے۔ افغانوں کی قومیں غیور مغرور۔ جنگ پسند متعصب سرکش ہمیشہ آپس میں
لڑائی جھگڑے رکھنے والی اور خونریزیاں کرنے والی ہیں۔ مگر جہاد کو وہ اپنا ایسا فرض مذہبی سمجھتے رہتے ہیں
جب کوئی غیر مذہب کا دشمن اُن پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ سب آپس کے جھگڑوں کو اُٹھا کر بالا ئے طاق رکھتے
ہیں۔ اور سب باہم متفق ہو کر دشمن سے لڑنے کو موجود ہوتے ہیں۔ وسط ایشیا میں قومیں غالب قوت کے
دبانے سے ایک لمحہ کے لئے بادل ناخواستہ مغلوب ہو جاتی ہیں۔ مگر جب اس غالب قوت کا آدھا حصہ اُٹھ
جاتا ہے اور باقی آدھا حصہ وسیع ملک میں پھیل جاتا ہے تو پھر اطاعت زود زوال ہو جاتی ہے ہر شخص سمجھ
سکتا ہے کہ ایسی اقوام کی مرضی کے برخلاف انگریز کسی کو پادشاہ نہیں بنا سکتے تھے۔ مگر بعض آدمی ایسے بھی
ہوتے ہیں کہ وہ پتھر کی سختی کا یقین نہیں کرتے۔ جب تک اُن کا سر اس سے نہ پھوٹے۔ پس یہی امتحان شاہ شجاع

کے معاملہ میں ہوا۔ سارے سوار اور پیدل یوں ہی دھرے رہے وہ پادشاہ نہ ہوا۔ جیسے آب روان
کی سطح جب تک ہموار رہتی ہے کہ اسکے نیچے کوئی ہل چل نہو۔ ایسے ہی کچھ دنوں تک بے شک سلطنت کے
کام ہموار چلتے رہے اگر پادشاہ کی سلطنت تہی تو میک ناٹن اور اُسکے افسر حکومت کرتے تھے انگریزوں
کی سپاہ پادشاہ کے پولس کی طرح کام کرتی تہی۔ سول گورنمنٹ میں انگلش افسروں کا کہنا چلتا تھا۔ نئی سلطنت
کے سبنھالنے میں انگریزی خزانہ کا روپیہ بیدریغ خرچ ہوتا تھا۔ روسیوں کے خوف کے فنا کرنے میں
میک ناٹن صاحب کی اولوالعزمی اور والاہمتی کے منہہ میں لگام نہ تھی۔ اس پر مہمیزیں لگ رہی تھیں۔ اُس نے
ہرات میں میجر ٹاڈ کو بھیجا کہ شاہ کامران سے جو اتحاد جدید ہوا ہے اُسکو بڑھاوے کامران نے یہ فطرت کی
کہ اودھر انگریزوں سے کہا کہ آپ مجھے خاطرخواہ روپیہ رشوت دیجئے اور پھر جو کام چاہئے مجھ سے لیجئے
اور ادہر اُسکے وزیر یار محمد نے جو اسکا ہمراز و نیاز تھا۔ طہران میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں کیں۔
سر الگسنیڈر برنیز پولیٹکل ایجنٹ کابل نے یہ خبر وحشت اثر خود اس پر یقین کرکے بھیجی۔ کہ زبردست
پادشاہ روس چوبیس ہزار سپاہ اور بہتر توپوں کے ساتھ خیوا پر بڑھا چلا آتا ہی۔ ابھی کورٹ ڈائرکٹرز نے لنڈن
سے یہ خبر نہیں بھیجی تھی کہ زار روس نے چار ہزار سپاہ خیوا پر بھیجی ہے۔ برنیز صاحب کی یہ خبر مغالطہ آمیز تھی
فی الحقیقت روس کو خیوا پر چڑھائی کرنے کی یہ وجہہ معقول تھی کہ اُسکو معلوم ہوا تھا کہ اُسکی رعایا کو ترکمان
گرفتار کرکے لونڈی غلام بناتے ہیں اُن کا چھوڑانا اور آئندہ اُن لوگوں کو اس کارروائی سے باز رکھنا
ضرور تھا۔ اُس سے انگریزوں کو بھی تردد پیدا ہوا۔ اُس کے دور کرنے کے لئے میجر ٹاڈ پولیٹکل ایجنٹ
ہرات نے یہ امر قرین مصلحت سمجھا کہ میجر ایبٹ اپنے اسسٹنٹ کو خیوا میں بھیجا تاکہ وہ خان خیوا کو فہمایش
کرے کہ اُس نے زار روس کو یہ اشتعال طبع دیا ہے کہ وہ حملہ آور ہوا اور اس سبب سے اُس نے اپنے تئیں
سخت خطرے میں ڈالا ہے۔ اس خرابی کے دفعیہ کی سردست یہی تدبیر ہے کہ بلا توقف روس کی رعایا
جسقدر لونڈی غلام بنائے گئے ہیں۔ ابھی وہ چھوڑ دیئے جائیں اور آیندہ کے لئے اپنی رعایا کو سخت ممانعت
کی جائے کہ وہ کسی پردیسی رعیت کو گرفتار کرکے لونڈی غلام نہ بنائے۔ چند روز بعد خیوا سے میجر ایبٹ نے
خود یہ خبر بھیجی کہ خان یہ خبر سن کر کہ روس کی فوج بڑھ کر ۲۶ منزل پر پہونچی ہے بہت متشوش و متفکر ہے اور
مضطرب ہو کر مجھے اپنی طرف سے ایلچی بنا کر سینٹ پیٹرس برگ بھیجنا چاہتا ہے ۔

غرض خان خیوا نے کپتان صاحب سے عہد و پیمان کرنے میں بڑی خوش اخلاقی سے توجہ کی

اور فوراً اس کو زار روس کے پاس اپنا سفیر بناکے دوستی و آشتی کرنے کے لئے بھیجا۔ ایبٹ صاحب کی جگہ کپتان شکسپیئر خیوا میں مقرر ہوئے۔ اور وہ چار سو روسی غلاموں کو جن کو خان خیوا نے اپنی مصلحت ملکی جان کر چھوڑ دیا تھا۔ ساتھ لیکر اورین برگ میں لیگیا۔ ان بیچارے غلاموں کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ پہلے ہی اس سبب سے آزاد ہو گئے۔ نومبر ۱۸۳۹ء میں کہ روسی جنرل پروفلکی کی سپاہ نے موسم سرما کی سختی اور پہاڑوں کی دشوار گذاری کے سبب سے خیوا پر چڑھائی کا ارادہ فسخ کر دیا تھا ؎

ایک اور بد نصیب ایلچی ارتھر کونولی سال آیندہ میں قوقان بھیجا گیا۔ یہ بلند ہمت ایلچی اس امید میں بخارا گیا۔ کہ کرنیل سٹوڈارٹ کو جو مدت سے خان بخارا کی سخت قید میں تھا رہا کرائے۔ میک ناٹن صاحب نے اپنی طرف اس قیدی کرنیل کے رہا کرانے کی تدابیر اعظم کیں مگر لارڈ آک لینڈ کی یہ ہمت نہ پڑی کہ وہ وسط ایشیا میں ایک بڑی فوج کشی کا حکم اسلیئے دیتے کہ اپنے ایجنٹ مذکور کو چھڑاتے۔ جس نے روسی ایلچی کے طفیل سے اپنا رہائی پانا پسند نہیں کیا۔ کونولی صاحب کے بخارا جانے نے صرف یہ گل کھلایا کہ افغانستان کے فتح کرنے والوں پر امیر کے شعلہ غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اس نے ملکہ معظمہ کو جو خطوط لکھکر بھیجے تھے اُن کا جواب کچھ نہ ملا اور ڈاکٹر لورڈ صاحب نے جو دریائے آمو کے اضلاع پر حملہ آوریاں کیں تو اسکے دل میں تازہ ہول اُٹھا تھا وہ اور بھی اس سبب سے بڑھ گیا کہ اسکے دشمنوں خان قوقان کی طرف سے ایک اجنبی انگریز آیا کونولی صاحب بخارا میں جاکر ایسے خود مختار حاکم کے ہاتھ میں مقید ہوا کہ کچھ امید نہ تھی کہ وہ رحم کرے گا ؎

ڈاکٹر لورڈ صاحب بامیان میں ایجنٹ تھے۔ اُنہوں نے ۲۴۔ فروری ۱۸۴۰ء میں میک ناٹن صاحب کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہ خبر جو پہلے اُڑی تھی کہ دوست محمد خان جہاد کرکے ہم سب کو فنا کرے گا اب اس نے یہ قصد چھوڑ دیا ہے۔ اس نے امیر بخارا سے پناہ مانگی تھی۔ کہ امیر بخارا نے اسکو دغابازی سے قید کر لیا اور اُس کے بال بچوں کو قید کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر لورڈ نے یہ بھی اطلاع دی کہ غالباً امیر کے اہل و عیال برٹش گورنمنٹ سے پناہ کے خواستگار ہوں گے اس لئے یہ اطلاع اُن کو ہو گئی کہ وہ امیر بخارا پر بھروسہ نہ کریں۔ میک ناٹن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ اگر امیر کے اہل و عیال پناہ کے خواستگار ہوں تو پناہ کا وعدہ کر لیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اُن کی اقامت کا مقام گورنر جنرل کی تجویز سے مقرر کیا جائے گا ؎

اس زمانہ میں بامیان کی سرحد پر فساد اُٹھنے لگے اور انگریزی سپاہ کی رسد جمع کرنے والی جماعتوں اور
وہاں کی فتنہ پرداز قوموں کے درمیان لڑائیاں رہنے لگیں۔ ڈاکٹر لورڈ وہاں پولیٹکل ایجنٹ تھے۔ اُنہوں
نے ہر چند کوشش کی کہ یہاں امن وامان رہے۔ مگر جب وہ اپنے کام میں ناکام ہوئے تو انہوں نے خود
جنگ شروع کی۔ میک ناٹن صاحب کو بے فایدہ ہوا میں کھیتی کرنے کے لئے یہ ساتھی مل گئے تھے۔
ان کو ۱۸۳۹ء کے موسم خزان میں چھ سو سپاہی اور چھ ہلکی توپیں دے کر ہندوکش کے پار افغانوں کے
ملک میں امن وعافیت قایم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور حماقت سے امن وامان کی صورت
پیدا کی۔ مگر اس سے اور فتنے اور شور وشر پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے ہزارہ کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ جس کا بڑا
سردار شاہ نظیر تھا اس سے کچھہ فایدہ نہیں ہوا بلکہ اُنہوں نے ہمسایہ کے ازبک خانوں کو غضبناک کردیا
اور خان بخارا کو ایسا بدل دیا کہ کیا وہ دوست محمد خان کا جیل خانہ میں رکھنے والا تھا۔ یا اسکا دوست ہوگیا
جن ہاتھوں نے امیر کو ایسا قید کیا تھا کہ اُن سے رہائی کی امید نہ تھی۔ اُنہوں ہی نے اُسے چھوڑ دیا۔
دوست محمد خان اپنی کھوئی سلطنت کے حاصل کرنے کی تدبیرین کرنے لگا۔ اس کا امیر خلم قدیمی دوست تھا
وہ اس کا حامی بنا۔ دوست محمد خان کے پاس ہزاروں ازبک جمع ہوگئے۔ جن کو یہ امید تھی کہ یہ امیر مردود
کافروں کو ملک سے نکال دے گا۔ اور اُن کو یہ یقین تھا کہ امیر کے نام میں اتنک یہ زور ہے کہ وہ ہزاروں افغان
سپاہیوں کو جو انگریزوں کے ملازم ہوگئے ہیں چاہے ابھی کھینچ کرلائے۔
۳۰۔ اگست کو دوست محمد خان کے ایک بیٹے نے پانچ سو ازبکی سواروں کی جمعیت سے ڈاکٹر لورڈ
کے اسسٹنٹ لفٹنٹ ریٹ ٹرے پر جو تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ راج گاہ میں مقیم تھے حملہ کیا
صاحب نے حملہ کو دفع کیا۔ اور اپنی مصلحت سمجھہ کر شایگاں میں چلے آئے یہاں ان کے ساتھ اور فوجین شامل
ہوئیں وہ جمرود کو آگے بڑھے جہاں اُن کو امید تھی کہ دشمن ملے گا۔ اس خبر کو سنکر وہ شایگان سے باہر
چلے گئے کہ دوست محمد خان نے مراد بے قندزئی اور اور زور آور سرداروں کو ساتھ لے کر علم جہاد
بلند کیا ہے۔ جس وقت اُن کی سپاہ نے مراجعت کی۔ افغانوں کی جمعیت جو انگریزی سپاہ میں تھی اپنے
نشانوں کو چھوڑ کر دوست محمد خاں سے جا ملی۔ لیکن باقی سپاہ خیر خواہ رہی اور وہ ڈاکٹر لورڈ کی زبردست
سپاہ سے جا ملی۔ اس طرف سارا ملک بگڑ بیٹھا۔ کرنیل ڈینی صاحب ایک گوروں کی اور ایک کالوں کی پلٹن
اور دو سو سواروں کو ساتھ لے کر بامیاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۲۔ ستمبر کو بامیاں میں پہونچے۔

۱۷- دسمبر کو یہ خبر آئی کہ بامیاں میں ازبکی سوار داخل ہو رہے ہیں اور اُنھوں نے ایک جرگہ کے گاؤں پر حملہ کیا ہے جو انگریزوں کا دوست تھا- لیکن ڈینی صاحب نے دشمنوں کو مار کر نکال دیا- مگر اُن کو معلوم ہوا کہ یہ سپاہ اس ایک بڑی سپاہ مقدمتہ الجیش تھی- جس میں دوست محمد خاں کے پاس چھ ہزار ازبک سپاہ تھی اور وہ مضبوط قلعہ پر قابض تھی- ڈینی صاحب نے بے تامل آگے بڑھکر حملہ کیا- توپوں کی مار مار اور گورکھیوں کی بہادری نے امیر کی سپاہ کے دھوئیں اُڑا دئے اور وہ بھاگ نکلی- اور سینکڑوں افغان قتل ہوئے ان میں وہ افغان بھی تھے جو انگریزی فوج کو چھوڑ کر بھاگے تھے- دوست محمد خاں اپنے دو بیٹوں اکبر خان اور افضل خان کے ساتھ بجزوکے پہاڑوں میں بھاگا- اور سرداران خلم و قندھار جو امیر کے دوست تھے یہ سمجھ کر کہ دوست محمد خان کو شکست ہونے کو ہے- انگریزوں سے بشرط جان بخشی صلح کے خواستگار ہوئے-

کابل میں افغان یہ امید کر رہے تھے کہ انگریزی لشکر کو بامیاں میں ایسی شکست ہوئی کہ اُن کی ساری سپاہ پراگندہ ہوگئی- اور امیر نے اُن کی کل توپیں چھین لیں- انشاءاللہ عنقریب کل انگریزوں کو اور اُن کے کافر بادشاہ کو امیر اس طرح فنا کردے گا- کہ اُن کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا ؎

ایک لشکر کے ساتھ امیر دوست محمد خان کے نمایاں ہونے نے کچھ دنوں تک سارے ملک کو خوش و شاد کر دیا اور اس کے سبب سے جنوبی افغانستان میں انگریزوں کو بڑی تشویشیں پیدا ہوئیں- ۲۴- ستمبر کو جنرل سیل صاحب کچھ سپاہ لے کر روانہ ہوئے کہ ملک کے اس حصہ میں امن قایم کرے- دوسرے فوج جلال آباد سے بھیجی گئی- کہ ان سرکش وزیری جرگوں کے مقابلہ میں لڑے- جرنیل صاحب نے غوربند کے گذرگاہ ترکستان کے کئی قلعے اور مستحکم مقام لے لئے- قلعہ علی خان کے فتح کرنے میں اڈورڈ کولونی کے دل میں گولی لگی- وہ مر گئے اور کابل میں اُن کی لاش دفن ہوئی- سیل صاحب کا لشکر اگرچہ فتحیاب ہوا- مگر اُن کا خوف ملک پر ایسا نہیں ہوا کہ وہ جنگ و پیکار سے باز آتے- چنانچہ ۱۸- اکتوبر کی رات کو افغانوں نے سیل صاحب کی سپاہ پر شب خون مارا- یہ حملہ رفع دفع کیا گیا- یکم نومبر کو جب انگریزی سپاہ باغ عالم کے قریب خیمہ زن تھی جنرل سیل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دوست محمد خان پروان درہ کے قریب آگیا ہے اس وادی میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے اور باغیچے تھے اور بیچ میں ایک ندی اُتری پڑتی تھی- بہرنہج یہ ایک مضبوط جگہ قبضہ کرنے کے لئے تھی ؎

۲- نومبر ۱۸۴۰ء کو جنرل سیل نے پروان درے کی طرف حرکت کی اور دفعتاً دوست محمد خان کے

قابلہ میں آیا۔جس کے ساتھ چارسو سوار تھے۔انگریزی سواروں نے اس کا تعاقب کیا افغان سواروں نے
ن کا مقابلہ کیا۔فریزر صاحب کے سواروں نے حکم عدولی کی اور شکست پائی۔دو افسر انگریزی کرسپن اور
وڈ فٹ مارے گئے اور ڈاکٹر لورڈ صاحب بھی سخت زخمی ہوئے۔تھوڑے سے آدمی جو زندہ رہے تھے
ان میں فریزر صاحب بھی تھے۔جن کا داہنا ہاتھ کلائی سے بالکل کٹ گیا تھا جیسا اُن کے دل پر لشکر کی شکست
زخم تکلیف دیتا تھا ایسا ہاتھ کا زخم تکلیف نہیں دیتا تھا۔کرنیل سالٹر نے دیکھا کہ امیر کا سرخ جھنڈا ہمارے
سواروں کے درمیان اونچا کھڑا ہے اس بوڑھے بہادر امیر نے اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر اپنے سپاہیوں
ہمت پر بندھوا کے ایک بلند مقام پر اپنا علم قایم کیا ہے ؀
اس فتح کی خوشی افغانوں کو تھوڑی دیر رہی اُن کو انگریزی سپاہ نے پسپا کیا۔صبح کو امیر دوست محمد خان
شکر سے غائب ہو گیا اور اُس کا لشکر چاروں طرف منتشر ہو گیا۔برنیز صاحب نے الادھند میک ناٹن صاحب
لکھا کہ وہ سیل صاحب کو بلالیں اور کل سپاہ کو کابل میں یکجا رکھیں۔اس خط کے پہونچنے سے ایک دو
گھنٹے کے بعد میک ناٹن صاحب شام کی ہوا خوری سے گھر آتے تھے کہ ایک افغان سوار نے کہا کہ دوست محمد
ان قریب آتا ہے کہ اتنے میں امیر آگیا گھوڑے سے اُترا۔میک ناٹن کو اپنی تلوار نذر دی اور اپنی جان
کی امان مانگی اور کہا کہ میں دشمنوں سے اچھی طرح لڑا مگر اُس نے آیندہ مقابلہ کرنے کو بیکار سمجھا میک ناٹن
صاحب نے امیر کو اُس کی تلوار واپس دی اور اُسکو گھوڑے پر چڑھنے کی اجازت دی۔وہ دونوں ساتھ
سوار کابل میں گئے راہ میں امیر نے آزادانہ باتیں اپنے آخر مہمات کی کیں اور اپنے اس کنبے کے باب
میں سوالات پوچھے جواب انگریزوں کی پناہ میں آگیا تھا۔امیر جب تک کابل میں رہا۔اس کا بڑا احترام صرف
ان افسروں ہی نے نہیں جو اُسکے ثنا خوان اور شاہ شجاع پر تبرا گو تھے بلکہ خود میک ناٹن صاحب نے بھی
ان کی بڑی خاطرداری کی جو امیر کے سر کاٹنے کے لئے انعام کا اشتہار دینے کو تھے۔آخر میں لارڈ آکلینڈ
نے لکھا تھا کہ اس آدمی پر ذرا رحم نہیں کرنا چاہیئے جو ملک میں فتنہ انگیزی اور شور و شر کی جڑ ہے مگر اس نے
اپنی طرز تحریر کو بدل کر یہ لکھا کہ اس شریف قیدی کے ساتھ فیاضانہ مدارات کرنی چاہیئے جو ۱۲۔نومبر ۱۸۴۰ء کو
لدھیانہ سر ولوبائی کوٹن کی حراست میں بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا ہے۔شاہ شجاع کا کوئی دعویٰ ہم پر
نہیں ہے۔سلطنت سے جو وہ محروم کیا گیا تھا اس میں کچھ ہمارے ہاتھوں نے کام نہیں کیا تھا۔بلکہ اسکے
بر خلاف ہم نے دوست محمد خان کو نکالا جس نے کبھی ہمارے اس پولیسی کے قائم رکھنے میں تکلیف نہیں

دی جس کی وہ قربانی بنلسیہ الفاظ تھے - جن میں اُنہوں نے اُس پولیسی کو بیان کیا - جس کے وہ بڑے حامی تھے اور اُسکے اجرا میں بڑے مستقل سرگرم - لدھیانہ سے کلکتہ بھیجا گیا وہاں گورنر جنرل کا معزز مہمان بنا - اور مس ایڈن سے شطرنج کھیلا کرتا تھا - امیر جتنے دنوں کابل میں قید رہا تھا - اس کے کمرے میں بڑے بڑے افغانی امیر آتے تھے اور بے تکلف ہاتھ ملاکے اسکی اس دانشمندی کی تعریف کرتے تھے کہ آخر کار اُس نے اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے سپرد کر دیا تھا - ان امیروں میں سے شیر محمد چپر باشی تھا جو کہ افغانستان میں بڑا بادیہ قا سوار قاصد مشہور تھا - اس نے امیر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آخر کو آپ نے یہ کام خوب کیا ناحق آپ نے اپنے تئیں مصیبت میں اتنے دنوں گرفتار رکھا -

میک ناٹن صاحب جس بازی کو بڑے دھوم دھام سے کھیلے تھے اور بڑے طمطراق سے بیان کرتے تھے اس میں بڑی کامیابی سے دور رہے - اس نے بہت رشوتیں دیں - اور ٹوڈ صاحب نے بھی بہت سی دلایل پیش کیں - مگر شاہزادہ کامران اس پر راضی نہیں ہوا کہ ہرات میں انگریزی سپاہ مقیم ہو - میک ناٹن صاحب نے ایک دفعہ سے زیادہ لارڈ آک لینڈ کو لکھا کہ ہرات بزور شمشیر لے لیا جائے اور سکھوں کو بے وفائی کی سزا دیجائے جن کے سبب یہ افواہ ہم لوگوں تک پہونچی ہے کہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد دربار سکھ نے امیر سندھ کے ساتھ خفیہ سازش کر کے اپنی مخالفت کا جوش برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں دکھایا ہے - اور دوست محمد خان کے پاس اُنہوں نے زر نقد بھیجا ہے اور امداد کا وعدہ اس صورت میں کیا ہے کہ وہ اپنے تخت کے پھر لینے میں کوشش کرے ؛

کل پنجاب سے تو نہیں مگر پشاور سے سکھوں کی جاسوسی بالاحصار میں ہوئی تھی مگر کلکتہ کی مطمئن کو نسلیں غالب رہیں اور میک ناٹن صاحب کو اپنی تکلیف اور رنج کی جگالی ذلت اور حقارت سے بتوکید کرنی پڑی - اُس وقت وہ رو رہے تھے کہ ہائے ہیسٹنگز اور ولزلی نہ ہوئے جو اُس کی پولٹیکل دیوانگی پر ایک لحہ توجہ کر کے کام بناتے جس کا مقصود سوائے اپنی خواہشوں کے منظور نظر رکھنے کے کچھ اور نہ تھا ؛

اس عرصے میں اور اضلاع میں جہاں انگریزی سپاہ مقیم تھی یا جہاں جاتی تھی فتنے اور فساد اُٹھنے شروع ہوئے - غزنی اور قندہار کے درمیان پہاڑی جفاکش قومیں رہتی تھیں اور وہ مدت ہائے دراز سے کسی حاکم کی خواہ وہ افغان ہو یا نہ ہو محکوم نہیں رہتی تھیں اور اُن کا گذارہ زیادہ تر لوٹ سے

یا کاروانوں کی راہ داری کے محصولوں کے لینے سے ہوتا تھا۔ اُنہوں نے اب دیکھا کہ گورے رنگ کے پردیسیوں کے ہاتھ ہماری آزادی کا قافیہ تنگ اور ہمارے پرانے استحقاق اور بالائی یافتوں میں قطع و برید کرتے ہیں اور وہ اپنے تئیں اس قلمرو کا مالک سمجھتے ہیں۔ جس کے وہ نہ مالک ہیں نہ ہوں گے تو ۱۸۴۱ء کے موسم بہار میں یہ مغرور کوہستانی دو یا تین ہزار اندرسن صاحب کی سپاہ اور توپوں پر بے دھڑک آن کر حملہ آور ہوئے۔ جن کو ناٹ صاحب نے اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ میدان جنگ میں انگریزی توپوں کے گراپوں کی بوچھاڑ نے اُن کے سواروں کے پاؤں نہیں جمنے دئے۔ سنگینوں نے اُن کو بار بار روکا۔ مگر وہ بھاگ گئے اور اپنے دو سو آدمیوں کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ گئے۔ ناٹ صاحب نے اس شکست سے غلزئی قوموں کو یہہ سبق پڑھایا کہ ان کے سرداروں کا میلان خاطر یہ ہو کہ میک ناٹن صاحب جس طرح سودا کریں اُس پر راضی ہو جائیں۔ تیس ہزار روپے سالانہ لینے پر وہ اس اقرار کرنے پر راضی ہو گئے کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرنے سے۔ اور شاہراہوں پر فتنہ اُٹھانے سے باز رہیں گے۔ یہی سبق اور قوموں کو بھی پڑھایا گیا ⁂

اس زمانہ میں کوئٹہ اور قلات کے درمیان ملک کے کل حصہ میں اقوام باری۔ کاکر۔ بلوچ کے سر اُٹھانے کی خبریں آئیں۔ انگریزی اور شاہ کی سپاہ کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے اُن قوموں سے جو ان کو نقصان پہونچانے کے ڈھب جانتی تھیں بڑی ہزیمتیں اُٹھائیں۔ خود کوئٹہ پر ایک وقت میں حملہ ہونے کا خوف تھا۔ قلات میں جس نئے خان کو انگریزوں نے مسند نشین کیا تھا اُن کو رعایا نے سرکشی میں کامیاب ہو کر معزول کر دیا اس سرکشی کا سرغنہ ناصر خاں پسر محراب خان تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سال گذشتہ میں اس نے اپنی دار السلطنت کے بچانے کے لئے جنگ میں جان دی تھی۔ شہزادہ ناصر خان درہ بولان کی سند کی طرف سے دادر میں انگریزی سپاہ پر بے باکانہ حملہ آور ہوا انگریزی سپاہ نے اپنی شجاعت سے اس کے حملہ کو رفع دفع کر دیا۔ تو امیت کے بعد ناٹ صاحب کی سپاہ کا قلات پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ناصر خاں نے مارشل صاحب کی سپاہ سے ایسی شکست فاش پائی کہ بالکل بے دم ہو گیا اور بلوچستان کے جنگلوں میں نکل گیا۔ جہاں اُسکا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ شاہ شجاع کے ملک میں تھوڑی دیر کے لئے اب معلوم ہوتا تھا کہ شور و شر کا طوفان تھم گیا جسکو میک ناٹن صاحب نے غلطی سے یہ جانا کہ ملک سے فتنہ و آشوب بالکل دور ہو گیا۔ اس غلطی پر میک ناٹن صاحب کو سپاہ آرا ناٹ اور مدبران ملکی

شل ٹوڈ اور رالنسن بار بار متنبہ کرتے تھے۔ مگر اس پر بھی وہ شاہ شجاع کا ایسا معتقد تھا کہ اسی کو افغانستان میں سب سے زیادہ لائق اور قابل اور انگریزوں کی دوستوں میں سب سے زیادہ وفادار سمجھتا تھا۔ اور اس کو اپنا یہ بیہودہ یقین چلا جاتا تھا کہ انگریزوں کی شمشیر اور زر میں ایسا زور ہے کہ شاہ شجاع سے اس کے ملک کی رعایا کو راضی کرا دے گا جو محض کاٹ کی پتلی ہے جس سے اسکے گرد کے نالایق مصاحب اور پردیسی کافروں کے کرایہ کے اوزار کھیل رہے ہیں۔ شاہ کی مخالفت میں وہ ایک لفظ سننا نہیں چاہتا تھا۔ ناٹ صاحب اور راورلائق مبصر شاہ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنی قوموں کے ساتھ سازشیں اس لئے کر رہا ہے کہ انگریزوں کی دوستی سے فراغت حاصل ہو ؛

باب چہارم

جنگ افغانستان کا بلبلہ پھوٹنا

سنہ ۱۸۴۰ء کے ختم ہونے سے پہلے جس طوفان کے تھم جانے کا ذکر ہم نے کیا اس نے اپنے پیٹ میں سے طوفان پر طوفان پیدا کیئے۔ شاہ کے قوی بازو رفقا جو پہلے خفیہ سازشیں کرتے تھے اب علانیہ سرکشی اس سبب سے کرنے لگے کہ شاہ کی حکومت میں حریص و طامع منتظم تھے اور پردیسیوں کی سنگینوں کا زور کام میں آتا تھا۔ پولیسی جو اختیار کی گئی تھی اُس نے تمام ورانی خانوں اور امیروں کو بالکل ساقط الاختیار کر دیا اور اُن کا پہلا سا حکم اور رعب و داب باقی نہیں رکھا جس کے سبب سے اُن کی عداوت پادشاہ سے بہت زیادہ ہو گئی۔ اور پہلے تو اُن کو یہ امیدیں تھیں کہ شاہ کے ساتھ ملک میں جو انگریزی سپاہیں اور افسر آئے ہیں تھوڑے دنوں میں قیام کر کے چلے جائینگے۔ اور ہم حکمرانی کریں گے۔ اب اُنہوں نے دیکھا کہ ایک سال گذر گیا وہ یہاں سے نکلے اور ٹلے نہیں اور آیندہ پہلے کی نسبت ان کے جانے کی امید کم ہے۔ امیروں میں سے ایک امیر اختر خاں تھا جسکو زمین داور کے مالک ہونے سے دست بردار ہونا پڑا تھا۔ وہ گورنمنٹ شاہی سے خاص عداوت رکھتا تھا اس نے میدان جنگ میں اپنے ملازموں کو جمع کیا۔ اور ۲۹۔ دسمبر سنہ ۱۸۴۰ء کو فوج شاہی پر ایک فتح نمایان حاصل کی مگر چند روز بعد ناٹ صاحب نے ایک لشکر اس سے لڑنے کے لیئے بھیجا جس نے اُسکو شکست فاش دی

وہ اپنے مقام سے بہت نقصان اُٹھا کر ہٹا۔ جاڑے کی برف نے اس کی زندہ سپاہ کو اپنے گھروں کو روانہ
کیا۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۸۴۰ء کو شاہ اور میک ناٹن صاحب جلال آباد میں تھے اُنہوں نے بڑی دھوم دھام سے
و. لوبائی کوٹن کو نائٹ کمنڈر اوف دی باتھ کا خطاب دیا اور چند روز بعد ویلو بائی ہندوستان کو
واپس آئے اور اُن کی جگہ جنرل الفنسٹن سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اس جنرل سے ویلو بائی نے کہا
کہ آپ کو یہاں کچھ کام کرنا نہیں ہے سب طرح امن و امان ہے دوست محمد خان کے آجانے سے تمام جنگ
جو جرگے معلوم ہوتے تھے کہ اُنہوں نے اپنی پرخاش جوئی کی عادت چھوڑ کر صلح جو عافیت پسند رعیت
کی عادت اختیار کر لی ہے اس امن و امان کا نتیجہ یہ تھا کہ شاہ شجاع سمجھنے لگا۔ کہ میری پادشاہی اب ایسی
قایم ہوگئی ہے کہ مجھے انگریزوں پر بھروسہ کرنی کی ضرورت نہیں رہی اب وہ میرے اختیارات کو
جو روکتے ہیں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جلال آباد سے لکھا کہ کل ملک میں
امن و امان ایسا ہے کہ بالکل معجزہ معلوم ہوتا تھا مگر کابل کے جاڑے نے اپنے معجزہ کا جلوہ ایک اور
پیرایہ میں دکھا کر پہلے معجزہ کا مزہ خوب چکھایا کہ امن و امان کا معجزہ جاڑے کی برف گلتے ہی پانی ہو کر بہ گیا۔
فروری ۱۸۴۰ء میں کرنیل شیلٹن صاحب نے ایک فوج اس لئے تیار کی تھی کہ اُسکو کابل سے لے جا کر اُس
پاس کے سرکش گروہوں سے جنگ آرا ہو۔ مارچ میں وادی ترنگ میں ایک چھوٹے قلعے کو بزور تسخیر کرنے نے
اور قلات غلزئی میں مقامات کے استوار اور محکم بنانے میں سخت تدابیر کرنے نے قندھار کے گرد کی غلزئی
قوموں کو بڑا برافروختہ کیا۔ اُن کا اجتماع بڑا ہولناک ہوا اُنہوں نے ۹۔ مئی ۱۸۳۹ء کو ایک انگریزی
قوی سپاہ پر جو قلات غلزئی کی طرف کوچ کر رہی تھی حملہ کیا وہ اس قواعد دان سپاہ کے روبرو پانچ
گھنٹے تک بڑے ڈٹ کر لڑے مگر پھر وہ اپنی خستہ و شکستہ سپاہ کو ہٹا کر لے گئے اور فتحمندوں کے لئے
آگے بڑھنے کا راستہ کھول گئے۔ کوئی روک اُن کے روکنے کے لئے باقی نہ رکھی۔ پھر اکبر خان کو جس نے
شاہ کی اطاعت کا حلف اُٹھایا تھا اہل ہرات نے برانگیختہ کیا کہ وہ مسلح ہو کر غدر و شور و شر مچائے۔
اس کی مخفی امداد کیجاے گی۔ بہت سے درانی جرگے اسکے علم کے نیچے دوڑ آئے وہ لوٹ مار اور انتقام
لینے کے بڑے شایق تھے۔ جولائی کے شروع میں وڈہ برن صاحب کی سپاہ ہیلمند کی طرف جاتی تھی
اس کو سارے دن ثابت قدم کثیر التعداد دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ اس جنگ میں شاہ کے جانباز سواروں
کی نامردی سے یا دغابازی سے انگریزی سپاہ کی پیش قدمی قبل ازیں رُک گئی کہ تھکی ہوئی سپاہ میدان جنگ

کو جانتے کہ ہمارے ہاتھ میں آگیا ۔

چھ ہفتہ کے بعد یہ جانباز سوار گرفن صاحب کے ساتھ اختر خاں کی پانچ ہزار درانیوں سے ایسی جان توڑ کر لڑے کہ پہلی بدنامی کا داغ مٹ گیا۔ درانی خا فند بانع کی دیواروں کے بڑے مستحکم مقام میں تھے ان پر شاہ شجاع کے بیٹے صفدر جنگ نے جانباز سواروں کو ساتھ لیکر حملہ کیا اور دشمنوں کو منتشر کر کے شکست دی اس کے بعد طوفان کے تھمنے کی صورت پیدا ہوئی مگر اس سے قندہار میں کسی نے دھوکا نہیں کھایا۔ میک ناٹن صاحب اس مسرت ناک امید سے دھوکے میں آئے کہ انکو یہ نظر آنے لگا کہ نکور سے درہ خیبر تک بالکل امن و امان ہے اور یوروپین جہاں جاتے ہیں وہاں اُن کا خیر مقدم بڑے احترام سے ہوتا ہے ۔

میک ناٹن صاحب افغانوں کو بالکل بچہ جانتا تھا اور اُن کی مدارات بھی بچوں ہی کی سی کرتا تھا۔ درانی امرا افغانوں پر حکومت کرنی نہیں جانتے تھے مگر اپنی ہی حکومت کے چھن جانے سے بسورتے تھے اب اُن کی حکومت انگریزوں کے منتخب کئے ہوئے عاملوں کے ہاتھ میں آتی تھی۔ میک ناٹن صاحب کہتے تھے کہ اگر ایک شوخ سرکش لڑکے کو کونے میں بٹھا دو تو باقی اور لڑکوں کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مثلاً اکبر خاں کو پکڑ کر پھانسی دیدو تو پھر باقی اسکے پیرو خود فتنہ پردازی موقوف کر دینگے۔ میک ناٹن صاحب کے نزدیک شاہ شجاع از روئے استحقاق ہر دلعزیز تھا مگر یہ خانات جو خود ایسے ذلیل و حقیر تھے کہ قابل لحاظ کرنے کے نہ تھے۔ وہ شاہ سے محبت نہیں کرتے تھے ۔

ایک بڑے روشن ضمیر عالی دماغ عیب وصواب بین ناٹ صاحب کے خیالات بالکل مختلف تھے۔ وہ کوئی درباری ندیم نہ تھے کہ اپنے ساتھیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ یہ بہادر تیز فہم سپاہی عاقل مدبّر میک ناٹن صاحب کو پر جوش گرم کوش گزند رسان جانتا تھا اور اس کا پولیٹکل سٹاف (عملہ) ایک اناڑی گروہ دخل در معقول دینے والوں کا ہے جس کے سبب سے ہمارا کام تباہ ہوا ہے اور اس ملک میں کینہ توز افغانوں اور خونی بلوچوں کی تلوار اور چھری کے تلے ہر فرنگی کا گلا ننگا ہو رہا ہے۔ اگر ہندوستان سے کئی رجمنٹیں بہت جلد نہ بھیجی گئیں تو ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ باقی نہ رہے گا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی کہانی جا کر سنائے کہ اُن پر کیا بیتی اور اپنے بیان میں اُنہوں نے یہ اور اضافہ کیا کہ سوائے زور کے اور کوئی چیز نہیں ہے کہ شاہ شجاع کا تابع و مطیع اس رعایا کو بنائے جو اس سے نفرت و عداوت رکھتی ہے

شاہ ہیبت سے ایک شہد اچھا ہے۔ یہ ناٹ صاحب کا بیان جو پہلے سے اُس نے کیا تھا بالکل سچ مچ وقوع میں آیا۔ ناٹ صاحب کی افزائش سپاہ کی درخواست پر میک ناٹن صاحب بھی کہنے لگے کہ اب ہم کو سپاہ کی ضرورت ہے کہ ہندوستان سے آئے اب کچھ امید نہیں رہی ہے کہ افغانوں میں سے قومی سپاہ ہم بنالیں گے ؛

۲۰۔ اگست ۱۸۴۱ء میں میک ناٹن صاحب نے ایک خانگی خط میں کہ ملک میں دان سے لیکر برشبا تک امن وامان ہے مگر جس نے یہ لکھا تھا وہی ناٹ صاحب کے ساتھ یہ بندوبست کر رہا تھا کہ قندہار سے ایک قوی سپاہ جائے جو شمالی مغربی اضلاع میں سرکش فتنہ پردازوں کی گوشمالی و سرکوبی کرے۔ ناٹ صاحب بذات خود سپاہ ہمراہ لے کر گئے۔ جن کی ہیبت نے امیروں کو ڈرایا صرف ایک سردار اکرم خان نے حاضری سے انکار کیا سو اسکو ایک دغاباز افغان کی رہنمائی سے انگریزی افسر نے اسکو مغلوب کر کے گرفتار کیا اور قندھار میں لاکر شاہزادہ تیمور کے حوالہ کیا جس نے میک ناٹن صاحب کے اُکسانے سے اس کو توپ کے منہہ میں رکھ کر اُڑا دیا۔ کسی شاعر کا قول ہے کہ عداوت اور کینہ سے عداوت اور کینہ پیدا ہوتا ہے سو اسکا ظہور افغانستان میں انگریزوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔ میک ناٹن نے ایک شوخ لڑکے کی مثال بنا کر شیر کی طبیعت کو جو اکثر آدمیوں کے دلوں میں گھات لگائے رہتی ہے ظاہر کیا مگر بھول گیا کہ وہ شیروں کی قوم میں بیٹھا ہے جو ایک لمحہ کی اطلاع میں اپنے پہلے سے مقرر کیئے ہوئے شکار پر لپک کر دوڑیں گے ؛

کسی چیز سے میک ناٹن کی خاطر جمعی میں ایک لمحہ بھی خلل نہیں پیدا ہوا بیشک اسکی وہ کوششیں کارت گئیں جو اسنے اسلئے کی تھیں کہ انگریزوں کا رعب واب تسلط ہرات میں سب پر غالب ہو اسکی وجہ یہ تھی کہ چند مہینے پہلے سے ٹوڈ صاحب ہرات سے بلائے گئے اور شہزادہ کامراں کو جو تحفظ امان کیواسطے روپیہ دینا ٹھیرا تھا وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بخارا میں سٹوڈارٹ اور کونولی صاحب مقید تھے۔ دوست محمد خان کا سب سے زیادہ لایق بیٹا اکبر خان ازاد و بے قید تھا۔ وہ بامیاں کی مرتفع زمینوں میں پناہ گزیں تھا مگر ایک عرصہ کے لئے کھلے میدان میں کوئی دشمن نہ تھا۔ خیوا پر روسیوں نے فوج کشی کے ارادے کو فسخ کر دیا تھا۔ درانی امیروں کے ناک چکی کے پاٹ تلے دبی ہوئی تھی اور افغانستان میں ایسا ہی امن وامان تھا جیسا کہ ہندوستان کے اضلاع میں۔ افغانستان میں انگریزوں کی چھاونیاں مرتفع زمینوں پر ڈالی گئی تھیں۔ وہاں کی ہوا ۔۔۔ روح افزا تھی اور فضائے دلکشا تھے متاہل انگریزوں نے یہ جانکر کہ یہاں سے ہندوستان میں جانا مدیر ہوگا۔ اپنے اہل وعیال

کو بلا لیا یہیں اپنے خاوندوں کے دل خوش کرنے کے لئے گئیں اور اپنے بال بچے دل بہلانے کے لئے لئے گئیں۔ اور وہ ایسی خوشی خوشی گئیں جیسے کہ کسی شادی میں جاتی ہیں اور عیش و نشاط کے ساز سامان پائی اسے نو و غیرہ بھی ساتھ لے گئیں۔ میک ناٹن صاحب بمبئی کے گورنر مقرر ہو گئے تھے اس خوشی کے انتظار میں میک ناٹن صاحب بیٹھے تھے کہ جلدی سے وہ گھڑی آئے کہ اپنا کام الیگزینڈر برنیز کو سپرد کر اپنے نئے عہدے پر جاؤں۔ مگر ایک بات نے بمبئی جانے سے روک لیا یہ بات صرف چند ہزار پونڈ خرچ کرنے کی تھی تین سال سے جو زر کثیر خرچ ہو رہا تھا اسکے مقابلہ میں یہ رقم ناچیز تھی۔ افغانستان کے باب میں جو پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اسکو کورٹ ڈائرکٹرز نہ روک سکتے تھے نہ اس کے عادی ہو سکتے تھے وہ اس کے خرچوں کو دیکھکر دنگ ہوتے تھے اور بولائے جاتے تھے۔ لارڈ بنٹنک کے زمانہ کا روپیہ جو خزانہ میں جمع تھا وہ سب خرچ ہو گیا اور سوا کروڑ روپے سالانہ کا خرچ ہندوستان کے ذمے اور بڑھ گیا تھا۔ انگلینڈ میں لارڈ میل بورن کی وزارت تھی۔ اس خرچ کثیر سے وہ گھبرائی۔ انڈیا ہوس کی سیکرٹ کمیٹی (راز دار کمیٹی) نے جو بورڈ کنٹرول کی رایوں کو بیان کرتی تھی لیک سے زیادہ چھٹیاں لارڈ آک لینڈ کو لکھیں جن میں اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ افغانستان کے خوفوں اور دقتوں کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرے اور ان دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرے کہ یا تو افغانستان کو انگریزی سپاہ سے بالکل خالی کرے یا وہاں جو سپاہ مقیم ہے اس میں اور سپاہ افزایش کر کے خاطر خواہ انتظام کرے۔ یہ بہت بہتر ہو گا کہ صاف صاف اقرار کیا جائے کہ افغانستان میں ہم کو بالکل ناکامیابی ہوئی اور ملک بالکل چھوڑ دیا جائے۔ بہ نسبت اسکے کہ پادشاہ کی کمزور حکومت کے سنبھالنے کے لئے تھوڑی سی انگریزی سپاہ کا یا محض انگریزی رزیڈنٹوں کے رعب و داب کا سہارا لگایا جائے یہ خطوط ۱۸۴۱ع کے شروع میں گورنر جنرل کے پاس پہنچے اُس نے مارچ ۱۸۴۱ع میں اس کا جواب لکھا۔ جن میں اپنی باتوں پر جمے رہنے کے لئے یکساں مغالطہ میں ڈالنے والے دلائل برخلاف اُن باتوں کے بیان کیں کہ بادشاہ کی حکومت کمزور ہے اور افغانستان میں انگریزوں سے لوگ متنفر ہیں وہاں کے خرچوں میں ہندوستان کا خزانہ خالی ہوا جاتا ہے اور علی ہذا القیاس اور باتیں۔ گورنر جنرل نے کلکتہ میں بے تامل سودی روپیہ قرض لیا اور میک ناٹن صاحب کو ہدایت کی کہ وہ افغانستان میں خرچوں کی تخفیف کرے۔ اگر یہ تخفیف اور طرح سے نہ ہو سکے تو افغان امیروں کو قدیمی طریقہ کے موافق حفظ امان کی لئے

روپیہ دینا پھر آئے انھیں تخفیف کرے - اگرچہ یہ روپیہ شاہ شجاع کی طرف سے دیا جاتا تھا مگر درحقیقت
انگریزی خزانہ سے مدت سے صرف ہو رہا تھا - اب یہ حکم ہوا کہ پادشاہ کو خود لازم ہے کہ اپنے وسائل سے
اے حکومت کا بندوبست کرے - اگرچہ میک ناٹن صاحب اس طریقہ پر کہ اشرفیاں لیٹن اور کوٹلوں
بہت لگے یا دھیلا نہ دیا جاوے دھیلی دیجائے - بہت اعتراض کرتا تھا مگر لارڈ آک لینڈ اور ہوم گورنمنٹ
ر نیز اپنے اسسٹنٹ برنز کے تقاضوں سے اپنی مرضی کے برخلاف کام کرنے پر مجبور تھا کہ اس نے غلزئی
بلوں کو کابل میں ستمبر کی آخر تاریخوں میں بلایا اور اُن سے کہا کہ تمہارے وظایف میں سے بقدر تیس ہزار روپیہ
الانہ کے کم کئے جائیں گے - وہ میک ناٹن صاحب کی باتوں پر اعتبار کرتے تھے وہ اسکے ارشاد سے انکار
نے میں بڑبڑائے نہیں وہ اپنے گھر میں چپ چاپ دلیں جنگ آزمائی کا خیال برٹش گورنمنٹ کے ساتھ لیکر چلے آئے
اپنے وعدوں کے پورا کرنے میں جھوٹی نکلی - اُنہوں نے خیبر اور کوہستان اور کابل کے گرد کی اُن قوموں سے
اس نقصان میں شریک تھیں باہم سازشیں اور امیزشیں شروع کیں - اس تخفیف کا اثر پادشاہ کے دربار پر بھی
تا تھا اس لئے کابل کے آس پاس بھی سازشوں کا بازار گرم ہونے لگا - چند روز بعد کابل میں معلوم ہوا کہ کابل
ر جلال آباد کے درمیان غلزئیوں نے لوٹ مار کر کے اس راہ کو بند کر دیا جس پر ہندوستان کو درہ خیبر سے
ورفت و مراسلت ہوتی تھی ؛

میک ناٹن صاحب نے افغانستان کو چھوڑ کر جانے کا خیال ترک کر دیا وہ اس کے چھوڑنے کو ایک
نظر پولیٹکل مہا پاپ اور پوری بے ایمانی اور اول درجہ کی دغابازی خیال کرتا تھا - اور اس دفعتہً تحفظ امان
لے وظیفہ کے گھٹانے کو اخلاق کے اعتبار سے کوئی بری بات نہیں جانتا تھا ایسے وقت میں یہ امر
انائی سے بعید تھا کہ وہ اس وعدہ خلافی کا اخلاقاً ایسا صحیح خیال نہیں رکھتا تھا جیسے کہ اُن ذنگہ فسادوں کا
ن کو وہ جانتا تھا کہ اسوقت جو سپاہ جنرل سیل کے ماتحت ہندوستان کو جاتی ہے فرو کر دے گی - میک ناٹن
احب صرف یہی دیکھ سکتا تھا کہ کئی سو بدمعاشوں نے وہ رستہ بند کر دیا ہے جو کابل سے ۱۵ میل پرے ہے اُسکی
شکنی صرف اس سے ہوتی تھی کہ جس ملک کو وہ چھوڑنے کو ہو رہا ہے اِسمیں کوئی ہوا ایسی چلے کہ جس سے
س میں خلل پیدا ہوں اسکو یقین تھا کہ یہ چھوٹا سا بلوہ جسوقت دبا دیا جائے گا تو پھر افغانستان میں امن امان
یسا ہو جائے گا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا ؛

ایک انگریزی افسر پشاور گیا تھا اُس کی راہ کی حکایتوں کو سن کر میک ناٹن صاحب بہت سے سبق

سیکھ سکتا تھا۔ ۴۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو گرے صاحب کابل سے ایک دوست امیر ازین خان کے ساتھ جس کے ہمراہ اپنے چار سو ملازم تھے روانہ ہوئے اُنہوں نے اپنے سفر کا پورا حال برنیز صاحب کو، اکتوبر کو لمغان سے لکھا کہ سرکش قوموں سے سارے رستہ میں بھاری بھاری مت بھیڑیں کرنی پڑیں ملک کے ناہموار گھاٹیوں کے بڑے کجدار راستوں میں سفر کرنا پڑا۔ اُسکا وفادار دوست و محافظ بڑی تکلیفیں اُٹھا کر ہندوستان کی سڑک پر اُسکو لایا۔ ازین خان افغانیون کی دھمکیوں میں نہیں آتا تھا اُن کو رشوتیں دیتا تھا اس طرح سے اُس نے انگریزوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو بچایا ورنہ وہ بالکل غارت ہو جاتا۔ مگر اس نے گرے صاحب کو بے باکانہ خوف سے متنبہ کر دیا کہ سارا افغانستان اپنا یہ ایک منشاء رکھتا ہے کہ ملک میں کیا ہر ایک انگریز کو مار ڈالے یا اس میں سے انگریزوں کو نکال دے۔ کابل بر سر فساد آمادہ ہے۔ ایسی حالت میں میرے ملازم بھی میرے مطیع نہیں رہیں گے۔ یہ خط برنیز صاحب کے پاس عین وقت پر پہونچا۔ میک ناٹن صاحب کو اس سے واقف ہونا چاہئے تھا۔ پوٹنجر صاحب نے بھی اس اطلاع دینے میں کوئی قصور نہیں کیا کہ خوفوں کی گھٹا اُٹھ رہی ہے۔ میک ناٹن صاحب جانتا تھا کہ شاہ کے خود بہت سے ملازم کابل کو چھوڑ چھوڑ کے فتنہ پردازوں میں ملتے جاتے ہیں۔ غلزئی سرداروں کے فساد و بیخ مٹانے کے لئے حمزہ خان بھیجا گیا تھا وہ خود ہی سب سازشوں کا بانی مبانی نکلا۔ مگر کوئی بات اُس کے دل سے اس یقین کو نہیں نکال سکتی تھی کہ یہ طوفان عظیم جزوی ہے اور یوں ہی فرو ہو جاوے گا۔ ۹۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو ایک کالم کرنیل مون ٹیتھ کے ساتھ کابل سے ہندوستان کو مراجعت کرنے کے لئے روانہ ہوا اُسی رات کو اس سپاہ پر بت خاک میں افغانون کی ایک درشت خو گروہ نے حملہ کیا سیل صاحب خود ۱۳ پلٹن کو ہمراہ لے کر بت خاک سے آگے راہ صاف کرنے کے لئے گئے۔ لڑتے بھڑتے ۱۲ کو خرد کابل کی گھاٹیوں میں پہنچے ۳۵۔ رجمنٹ کو یہاں چھوڑ کر ۱۳ پلٹن کے ساتھ پھر بت خاک میں آئے ۱۷۔ کو مون ٹیتھ صاحب اور اس کے بہادر سپاہیوں کو دفعتاً افغانوں کے ایک لشکر سے لڑنا پڑا جن میں سے بہت سے افغان چند گھنٹہ پہلے انگریزوں کے خیموں کے پاس دوستانہ خیمہ زن تھے مون ٹیتھ صاحب کو کسی طرف سے کمک نہیں پہونچی اس لئے اُن کو بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔

جب ۲۰۔ اکتوبر کو سیل صاحب کے پاس کابل سے کمک کے لئے سپاہ آئی تو مون ٹیتھ صاحب کی مدد کو وہ پہونچے۔ دو دن میں یہ دونوں سپاہیں رستہ میں تھوڑی سی لڑائی لڑ کر وادی تزین میں ہفت کوتل

میں پہونچی۔ غلزئیوں نے اس خیال سے کہ ہم ضعیف ہیں سیل صاحب ہم کو صدمہ پہونچائیں گے اُن کے پولیٹکل افسر میک گریگور کو دم دھاسے دیکر ان شرائط پر صلح کی گفتگوئیں کیں جو بالفعل خوف کو دور کرے۔ صاحب نے جو ہدایتیں اُسکو کی گئی تھیں اُن سے تجاوز کر کے اُن شرائط کو قبول کر لیا۔ جس کے لئے غلزئیوں نے ہتھیار اُٹھائے تھے اُن کے واسطے جو پہلے تحفظ امان کے لئے روپیہ دینا ٹھیرا تھا وہ بحال کیا گیا مگر کوئی امیر اپنے علاقہ سے باہر کسی قزاقی اور رہزنی کا جواب دہ نہ تھا۔ سیل صاحب نے جب آگے گندمک کی طرف سفر کیا تو برخلاف شرائط ان پہاڑیوں نے جن کے سرخیلوں نے ابھی اطاعت قبول کی تھی کئی دفعہ حملہ کر کے اس کو دق کیا اور عقب کی فوج کے آدمیوں اور خرچیوں کا بہت نقصان پہلے اس سے ہوا کہ وہ جگدلگ کی تاریک تنگ راہیں پہنچے ۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو سیل صاحب گندمک پہونچے وہ جن دنوں میں پہاڑوں میں آفتیں جھیل رہے تھے کابل میں انگریز لطف زندگی اُٹھا رہے تھے۔ سیل صاحب کی میم صاحبہ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے کہ اکتوبر کے آخر دنوں میں اُن طوفانوں کا سان گمان بھی نہ تھا جو انگریزوں کے سر پر جلد آنے والے تھے کہ غلزئیوں کے بلوہ کے سبب سے ڈاک کے آنے میں خلل پڑتے ہیں مگر میں اپنے دلکو یوں تسکین دے لیتی ہوں کہ وہ ایک دو دن میں آہی جائینگی۔ وہ کابل سے چند روز میں میک ناٹن صاحب اور جنرل الفنسٹن صاحب کے ساتھ ہندوستان کو جانے والی تھیں وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں کہ مجھے اپنے آرام کے مکان کے چھوڑنے کا افسوس ہے جس کو میرے خاوند نے اپنی تجویز سے بنایا تھا اور اپنی سپاہیانہ خدمات میں میرے رزم آرا شوہر نے باغ لگایا تھا اُس میں ناشپاتیاں۔ آلو۔ وگوبھی۔ ہاتھی چک بوئے تھے اور پھلواری لگائی تھی اُن کی افغان شرفا ملاقات کو آتے تھے تو تعجب کر کے اُن کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں انگریزوں کو کیسا اطمینان تھا کہ اُنہوں نے اپنے رہنے کے لئے مکان بنائے تھے ؛

کابل میں انگریزی سپاہ کے اقامت کے لئے کوئی اُستوار حصن و حصار نہ تھا جسکے بنانے کا فکر انگریزوں کو رہتا تھا۔ الجنیر بار بار یہ تقاضا کرتے تھے کہ بالاحصار میں بارکیں بنائی جائیں اور قلعہ کے برج کی دوبارہ مرمت کی جائے کہ اسمیں سپاہ محفوظ رہ سکے۔ شہر کے شمال کی طرف جو چھاونیاں ہیں اور رزیڈنسی کا جو مکان ہے وہ امن و امان کی حالت میں سپاہ کی اقامت کے لئے اچھے ہیں۔ لیکن اگر بالاحصار کی مرمت اچھی طرح ہو جائے گی تو اس میں ضرورت کی صورت میں کل سپاہ اچھی طرح باسایش رہے گی۔ لیکن بدنصیبی سے شاہ شجاع نے جو بالاحصار میں سپاہ کے رہنے پر اعتراض کئے وہ مانے گئے اور اُسکے بتانے کے موافق چھاونی کی یہ صورت بنائی

گئی کہ وہ ایک ہزار گز طول میں اور چھ سو گز عرض میں متوازی الاضلاع کی صورت میں تھی چاروں طرف اس کے ایسی فصیل بنی ہوئی تھی جس پر چالاک سی گاے کود کر اندر جا کر سکتی تھی اسکے ہر کونہ پر برج بنا ہوا تھا اور اُس کے چاروں طرف خندق تھی۔ اس کے بنانے میں بھی ملیٹری سائنس پر عجیب ٹپکی پڑی تھی کہ وہ نشیب میں مرطوب مقام میں بنائی گئی تھی۔ اسکے اوپر افغانوں کے قلعے تھے نہ جن پر انگریزوں نے قبضہ کیا تھا نہ اُن کو منہدم کیا تھا۔ ان قلعوں میں ایک قلعہ اُن کے مالکوں سے حکام فوج نے خرید لیا تھا اور اُسکو کمسریٹ کا گودام بنایا تھا۔ رزیڈنسی کا احاطہ چھاؤنی سے ملحق تھا۔ میک ناٹن صاحب کو نہ چھاؤنی کا مقام اور نہ اُس سے باہر کمسریٹ کا مقام پسند تھا اُنھوں نے بار بار لارڈ آک لینڈ سے درخواست کی کہ چھاؤنی سے جو بالائی قلعے ہیں اُن کے مالکوں سے خرید لئے جائیں مگر یہ درخواستیں اس سبب سے نامنظور ہوئیں کہ اسمیں روپیہ بہت خرچ ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ کابل میں چھاؤنی کا مقام بلوہ ہونے کی صورت میں بڑی ذلیل و حقیر پناہ گاہ تھی ؎

سر ولیم میک ناٹن مع اپنے سٹاف کے رزیڈنسی کے مکان میں چھاؤنی کے قریب رہتے تھے۔ جنرل انفنسٹن کا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) چھاؤنی میں تھا۔ برنیز صاحب شہر کے اندر رہتے تھے جس کے محاذی خزانہ تھا اور محافظ خزانہ کپتان جانسن تھا۔ اور اس کے حوالی میں بعض اور افسر رہتے تھے بریگیڈیر بڑے تجربہ کار سپاہی ضدی و تند خو تھے وہ کیمپ میں بہت سپاہ کے ساتھ سیاہ سنگ کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ جو ڈیڑھ میل کے قریب چھاؤنی سے فاصلہ پر تھیں ان دونوں کے بیچ میں دریائے کابل حایل تھا۔ شیلٹن کی سپاہ اور چھاؤنی کی سپاہ جنرل انفنسٹن کے ماتحت تھی اور اس سے علیحدہ شاہ کی سپاہ تھی۔ جس میں چار پلٹنیں پیدلوں کی نو توپخانے تین کمپنیاں سیپر ماینر (سفر مینا) کی اور ایک رجمنٹ سواروں کی اور کچھ غیر آئین سوار تھے۔ یہ کل سپاہ آراستہ خوب و مسلح تھی بالا حصار میں شاہ شجاع کے پاس بہت ملی جلی سپاہ اور توپیں تھیں

۲۔ نومبر کو جو بلوہ برپا ہوا وہ قبل از وقت صرف برنیز صاحب کی ذاتی سخت عداوت کے سبب وقوع میں آیا۔ میک ناٹن صاحب تو کسی وحشت ناک خبر کو سنتے نہ تھے جب لفٹننٹ کرنیل کولونی نے اُن سے کہا کہ دکاندار ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سودا اس خوف کے سبب سے نہیں بیچتے کہ مبادا وہ فرنگیوں کے ساتھ مہربانی کرنے کی علت میں قتل کئے جائیں۔ پنڈت موہن لعل نے رزیڈنسی کے میر منشی تھے اُنھوں نے برنیز صاحب سے کہا کہ شہر میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں ہو رہی ہیں تو صاحب نے دونوں کی کہنی پر توجہ نہیں کی۔ وہ اپنی من موجی بات کے برخلاف کسی بات کی پروا نہیں کرتا تھا ؎

پہلی نومبر کی شام کو برنیز صاحب نے میک ناٹن صاحب کو یہ مبارکباد دی کہ اب آپ ایسے ملک سے جاتے ہیں جس میں بالکل امن و امان ہے اُسکو معلوم نہ تھا کہ کل کیا طوفان اُٹھنے والا ہے اور اس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی ہیں۔ اس رات کو ایک امیر افغان کے گھر میں غلزئیوں کے سرخیل اس غرض سے جمع ہوئے کہ ملعون کافروں سے کس طرح اور کس وقت اپنا انتقام لیں جنھوں نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے ہماری عزیز حقوق اور آزادی کو خاک میں ملایا ہے ہماری عورتوں کو بے عزت کیا ہے۔ اس مجلس میں سب سے زیادہ گویا مقرر عبداللہ خان تھا۔ جب برنیز صاحب کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو یہ پیغام بھیجکر دھمکایا کہ پادشاہ سے کہہ کر تجھہ کتے کے کان کٹوا دوں گا۔ یہ شریف افغان بھلا اپنی اس تذلیل و تحقیر کا کب متحمل ہو سکتا تھا اس نے یہ صلاح دی کہ کل جو بلوہ کیا جائے اسمیں اول برنیز کا گلا کاٹا جائے سب نے اس صلاح پر صاد کیا ؛

برنیز صاحب شہر میں رہتے تھے ۲۔ نومبر کو صبح کو سوتے سے اُٹھے تو اُن کے ایک افغان دوست نے اُن سے عرض کی کہ آپکے سر پر آفت آنے والی ہے آپ یہاں سے کہیں چلے جائیے دوسرے دوست نے بھی آنکر یہی صلاح دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ جب بڑے غل غپاڑے کی آوازیں اُن کے کان میں آئیں تو میک ناٹن صاحب کو لکھا کہ کوئی بڑا خوف و خطر نہیں ہے مگر آپ سپاہ کمک کے لئے بھیجدیجئے پھر انھوں عبداللہ خاں کے پاس صلح و آشتی کا پیغام بھیجا جس کا جواب دوستانہ نہ آیا۔ اُن کے گھر کے آگے ایک خشمناک انبوہ غل و شور مچا رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ چھاونی سے تو نہیں مگر بالا حصار سے جو قریب ہے عنقریب کمک آنے والی ہے اور یہ سمجھ کر کہ مجھ میں گویائی کا ایسا ملکہ ہے کہ جسکو جو چاہونگا سمجھا لوں گا وہ برآمدے میں آئے اور اس انبوہ کو للکارا۔ اُس نے غصہ میں آنکر اُن سے کہا کہ آپ اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا خون ہماری حوالہ کیجیئے۔ اب وقت باتیں بنانے کا نہیں رہا تھا چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ انگریزی افسر اپنی جان بچانے کے لئے پہرہ کے تھوڑے سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر لڑ رہے تھے۔ اس لڑائی میں جو برابر کی نہ تھی سب سے اول دلاور کپتان ولیم برو ڈفٹ کی جان گئی ان کے بھائی بھی پہلے پروا ندرہ میں سپاہیانہ قتل ہوئے تھے۔ برنیز صاحب کے مکان کے پاس ہی خزانہ تھا۔ اسکو ایک گروہ نے لوٹنا شروع کیا اور دوسرے گروہ نے صاحب کے اصطبل میں آگ لگا دی ؛

آٹھ بج گئے مگر کہیں سے کمک نہ آئی برنیز صاحب نے مایوس ہو کر اپنے اور اپنے بھائی کی جان

بچانے کے لئے ایک حملہ آوروں کے سامنے بھاری رشوت پیش کی اُنہوں نے اسکے جواب میں کہا کہ آپ باغ میں نیچے اُتر جایئے۔ آخر کار ان دونوں بھائیوں نے افغانی لباس پہنا اور ایک دغاباز کشمیری نے اُن کو باغ میں قسم کھاکر یہ پھسلایا کہ میں آپ کو امن کی جگہ تبلاتا ہوں اس قسم کھانے میں سکندر برنیز پکارا۔ یہ آواز سنتے ہی ایک گروہ کو ملاّ بے آیا۔ اور ایک لمحہ میں افغانوں کے لبے چھروں نے دونوں بھائیوں کا قیمہ قیمہ کردیا ان کے مکان اور خزانہ کو آگ لگادی ؛

برنیز صاحب اپنے عین شباب زندگی میں فنا ہوئے۔ چند گھنٹوں میں وہ صاحب جن کے مدت سے وہ امیدوار تھے اُن کو یہ ملا کہ جان گئی وہ اس پولیسی کے جس کے برا کہنے میں سب سے زیادہ اعلےٰ تھے پہلی قربانی بنے۔ یہ اُن کی تلون مزاجی اور الادھند کام کرنے کا نتیجہ تھا کہ ہر کام میں افراط تفریط کرتے تھے اب سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح سے ہوا کہ بالا حصار سے اُن کو امداد سپاہ نہ پہونچی اس بدنظمی کا الزام شاہ شجاع کے ذمّے نہیں لگایا جا سکتا۔ شاہ کے کان میں جسوقت بلوے کی آواز گئی اس کو معلوم ہوا کہ برنیز صاحب پر حملہ ہوا ہے اور شہر میں غل مچ رہا ہے تو اس نے کیمبل صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس کی رجمنٹ سپاہ اور دو توپوں کو لے جاکر برنیز صاحب کی امداد کرے۔ کیمبل صاحب نے اضطراب کی حالت میں شہر کے مرکز میں جانے کی کوشش کی۔ برنیز صاحب کے مکان کو ایک چکر کی راہ جاتی تھی جس پر کچھ دنگہ فساد نہ تھا وہ اس راہ سے تو گئے نہیں دوسری راہ سے گئے جس میں گلیوں کے اندر اُن کو لڑنا پڑا اور اس سبب سے بہت نقصان اُٹھاکر واپس آنا پڑا۔ اور توپوں کو چھوڑنا پڑا۔ اس وقت قتل کا سارا کام ہوچکا تھا خزانہ لُٹ چکا تھا۔ دولتمند ہندوؤں کی دکانیں لٹ چکی تھیں۔ مکانوں کے جلنے کے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ لوٹ مار غل غپاڑے مچ رہے تھے۔ افغانوں نے اپنا کام پورا کرلیا تھا جتنے گھنٹے گذرتے جاتے تھے شہر میں دنگہ و فساد بڑھتا جاتا تھا۔ جو افغان رات کو اپنے گھر میں بیٹھے رہے تھے وہ صبح کو باہر نکل کر لوٹ مار میں ایسے مصروف ہوئے کہ اُن کو انگریزوں کے انتقام لینے کا ذرا خوف نہ تھا اس صبح کو کابل سے ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر پر چار یا پانچ ہزار سپاہ موجود تھی۔ اگر اُن میں سے کئی سو انگریزی سپاہ پہلے سے بھیجدی جاتی تو برنیز صاحب اور اسکے ساتھی موت کے پنجہ سے بچ جاتے اور وہ جو تھوڑی سی آگ لگی تھی بُجھ جاتی۔ اور بھڑک کر سارے شہر میں پھیلتی مگر یہ میکناٹن صاحب نہ جنرل الفنسٹن صاحب اس وقت کی ضرورتوں کو سمجھے۔ جب برنیز صاحب کی چھٹی اس غدر کی بابت آئی تو میکناٹن صاحب نے جنرل الفنسٹن صاحب سے فوراً صلاح و مشورہ پوچھا مگر جنرل صاحب

اپنی پیرانہ سالی اور امراض مزمنہ کے سبب سے ایسے ضعیف و ناتوان تھے کہ اُنہوں نے اس باب میں کوئی مستعدی ظاہر نہیں کی اور خود میک ناٹن صاحب نے برنیز صاحب کی چھٹی کی طرز تحریر سے اس بلوہ کو ایسا خفیف جانا جسکو دیوانگی کہنا چاہیئے۔ مگر جوانمرد جارج لارنس صاحب نے جو میک ناٹن صاحب کے سٹاف کا ایک پولیٹکل افسر تھا یہ صلاح دی کہ بلا توقف چھاونی سے ایک رجمنٹ شہر میں سر الگسینڈر برنیز کے مکان پر جاے اور وہاں سے قوی جماعتیں ان امیروں کے مکانوں پر متعین کی جائیں جو اس بغاوت کے بانی ہیں جیسے کہ امین اللہ خان لوکر اور عبداللہ خان اختک زئی اور وہ گرفتار کرلیئے جائیں۔ مگر یہ مشورہ اُن کا بالکل دیوانگی اور حالات موجودہ میں غیر ممکن سمجھا گیا۔ بہت سے قیمتی وقت کھوکر بریگیڈیر شیلٹن سیاہ سنگ کی ہمسایہ کی بلندیوں سے جہاں وہ رہتے تھے قوی سپاہ اور توپیں لے کر بالا حصار میں آئے۔ پادشاہ کے حکم سے اس کا بیٹا اور وزیر سپاہ کو جو لڑنے کے لئے گئی تھی واپس لئے چلے آتے تھے کہ شیلٹن کی سپاہ پہونچی۔ جس نے دنگہ فساد کو کچھہ کم نہیں کیا جارج لارنس لکھتے ہیں کہ جب میں بریگیڈیر شیلٹن سے ملنے گیا تو وہ اس وقت توپوں سے شہر پر گولے مار رہے تھے۔ جس کا جواب دشمن بھی نہایت تیزی کے ساتھ اپنے جزائیلوں سے دیتا تھا جو دور سے نشانہ مارتی تھیں۔ بریگیڈیر صاحب اپنے حواس میں نہ تھے اُن کے بشرے کی ہر حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ جب اُنہوں نے مجھہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو میں نے جواب دیا کہ بلا توقف شہر میں داخل ہونا چاہیئے تو اُنہوں نے مجھے گھُرک جھڑک کر بدرشتی جوابدیا کہ میرے پاس سپاہ کافی نہیں ہے اور بظاہر تم نہیں سمجھتے کہ گلی اور بازارون میں بندوقوں کی لڑائی کیا ہوتی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ بالا حصار پر دو یا تین توپیں چڑھا دیجئے کہ شہر پر اُن سے گولے مارے جائیں تو اُنہوں نے کپتان نکلسن سے کہا کہ توپیں اوپر لے جائیں تو اُس نے عذر کیا کہ گھوڑے اس لایق نہیں کہ توپوں کو اتنی بلندی پر چڑھا کر لے جائیں تو اس بات کو سن کر میں نے بریگیڈر سے کہا کہ اگر آپ افسروں کو بجائے حکم کی تعمیل کرنے کے عذرات کرنے دیں گے تو کچھہ کام سرانجام نہ ہو سکے گا۔ گھوڑوں کو توپ سے کھول ڈالیں۔ اور اُن کو آدمی کھینچکر اوپر لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیلٹن صاحب کے کام نکرنے پر شاہ بھی متعجب تھا کہ نیچے تو مار ماری ہو رہی تھی اور وہ آپاہج بنا کھڑا تھا اور انگریزی دو افسر ٹریور اور میکن زئی اپنے مقامات کو شہر میں جانبازی کر کے بچا رہے تھے۔ اُن کے ساتھ بڑی مستقل دلاور سپاہ تھوڑی سی تھی اور ہزاروں حملہ کرنے والے اُن پر جزائیل دور کی نشانہ لگانے والی چلا رہے تھے۔ اس طرح سزا نہ پانے سے ہر گھنٹہ میں افغانوں کی سرکشی میں قوت بڑھتی گئی۔ کابل میں دوسرے دن صبح کو گرد کے دیہات سے

ہزاروں مسلح دہاتی آن کر جمع ہو گئے۔اکثر انگریزوں کی طرف سے مناسب مستعدی وجد وجہد ظاہر ہوتی تو یہ مسلح ہنگامہ فرو ہو جاتا۔شہر کے قزلباش محلہ میں ایرانی نادر شاہ کی اولاد اس سرکشی کے ہنگامہ سے جدا تھے دوست محمد خان بارک زئی جرگے واقعات کو دیکھ رہے تھے۔یہ دونوں جانب غالب کے طالب تھے۔اگر انگریز اپنا غلبہ دکھاتے تو ضرور یہ دونوں اُن کے ساتھ ہو جاتے مگر انگریزوں نے اپنی حیص بیص میں ایسی باقوت جماعتوں کی مدد کو ہاتھ سے کھو دیا کابل سے جب ۳۷ سپاہیوں کے پلٹن پاس احکام پہونچے تو وہ فوراً اپنے مقام وادئی خرد کابل سے آگئی مگر یہ دن بھی ضائع گیا کہ کوئی کوشش ایسی نہیں کی کہ وہ پہلے کاہلی کی مکافات ہوتی۔فوجی افسروں پر ایک عجیب فالج کی سی حالت طاری ہو رہی تھی۔سپہ سالار پیرانہ سال گو دلاور تھا مگر بیماری کے سبب سے کمزور تھا اُنہوں نے لڑنا مناسب نہ جانا۔بلکہ صلح کے پیغام دینے کو بہتر جانا۔نہ سپاہ میں کوئی اور ایسا شجاع جفاکش تھا کہ وہ ہمت کرکے سپہ سالاری کرتا اور غریب جنرل کو آرام سے بٹھاتا۔صلاح ومشورہ کے اختلاف نے محاصرین کے اور پاؤں جمادئے۔سول ملازموں میں صرف میک ناٹن صاحب تھے جو سول میں آنے سے پہلے پانچ برس سپاہ میں نوکری کر چکے تھے اس امتحان کے وقت میں سپاہیانہ مستعدی اور دانشمندانہ بہادری دکھا رہے تھے۔اُنہوں نے ابھی سیل صاحب کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے بریگیڈ کو اُلٹا کابل کو بہت جلد لے آئے۔اور ناٹ سے درخواست کی کہ جس قدر سپاہ قندھار سے ہو سکے وہ ساتھ لے کر جنرل الفنسٹن کی امداد کرے جتنے فوجی ساتھی تھے نہ اُن میں خود دانشمندانہ کام کرنے کی لیاقت تھی نہ اُن میں یہ ہوشیاری تھی کہ وہ اپنے نوجوان دانا افسروں سے صلاح ومشورہ لے کر کام کرتے۔جارج لارنس بریگیڈیر شیلٹن صاحب کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ میں اُن کو ایک بڑا افسر اور فی نفسہٖ دلیر دلاور ہمیشہ تصور کرتا تھا۔یہ میں جانتا تھا کہ وہ لشکر میں ہر دلعزیز نہیں۔مگر ہر دل عزیز ہونا قطعی لیاقت کا ثبوت نہیں ہوتا۔اس لئے اس بات کو میں حفیف جانتا تھا اس میں شبہ نہیں کہ وہ سپاہ کی ڈسپلن کی تمام باتوں سے واقف تھا اور اُن کو عمل میں لا سکتا تھا مگر وہ ان سب باتوں کو جو اسکے اپنے دماغ سے نہ نکلی ہوں ہیچ پوچ جانتا تھا اور اُن میں چون وچرا کرتا تھا اور اُن کی لیاقتوں کی قدر شناسی نہیں کرتا۔اور ہمیشہ وہ بیان کرتا کہ اگر میں اوروں کے منصب پر ہوتا تو یہ کام اس طرح کرتا وہ اپنے منصب پر خود غیر مطمئن تھا اور ہندوستان میں واپس جانے کا شائق تھا اور طبیعت میں گھبراہٹ تھی اور مزاج میں چڑچڑاپن تھا۔جنرل الفنسٹن کی نسبت وہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک نہایت ہی ہنرور اور فن سپاہ گری کے ہر شعبہ سے ماہر اور خلقی شجاع اور متحمل دلاور اور خطرات میں نڈر تھا۔لیکن امراض تپ اور وجع المفاصل میں متواتر مبتلا

رہنے سے اُس کا جسم و دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ اور بالکل محنت و مشقت اُٹھانے کے لائق نہیں رہا تھا۔ اس ضعف جسمانی کے سبب سے وہ اپنے تئیں عہدہ سپہ سالاری کے لئے لائق نہیں جانتا تھا۔ محض گورنر جنرل کے اصرار اور درخواست سے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔ اب افغانستان کا یہ حال دیکھکر اُس نے اس عہدے سے سبکدوش ہونا چاہا وہ جسم و دماغ کے ضعف کے سبب سے بالکل اپنے سٹاف (مصاحبوں) کے ہاتھ میں تھا۔ برگیڈیر شیلٹن تو کسی سے صلاح و مشورہ پوچھکر کوئی بڑا کام نہ کرتا تھا اور جنرل الفنسٹن اور وں کی اُنہی صلاح و مشورہ پر چلتے تھے جو سب سے زیادہ بدتر ہوتا۔ غرض بدنصیبی کے سبب سے انگریزوں کی قسمت ایسے افسروں کے ہاتھوں میں پڑی تھی۔ ان اوراق میں آیندہ چند ہفتوں کے اندر جو واقعات واقع ہوئے اُن کے بالتفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں گو اُن کا بیان کرنا ممکن ہے ؛

شہر کابل کی حوالی میں بالاحصار کی شاہی فوج کا کمسریٹ کا گودام تھا اِسکا محافظ کپتان میکنزی تھا۔ اس پر ۲ نومبر ۱۸۴۱ء کو سخت حملہ ہوا۔ اور دو روز تک وہ بڑے استقلال اور ہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ قلعہ میں میگ زین کی قلت اور عورتوں کی کثرت تھی۔ مگر پھر بھی وہ ۳ تاریخ کی رات تک لڑتا رہا۔ اسکے پاس کمک پہونچی اور نہ کسی اور طرح کی خبر لی گئی۔ تو بہت نقصان اُٹھانے سے اور دشمنوں کی سرنگیں لگانے سے سپاہ کی ہمت شکستہ ہوئی اور آخرکار جب قلعہ کا دروازہ باروت سے دشمنوں نے اُڑا دیا۔ اور دوا کے نہ میسر ہونے سے زخمی مرنے لگے۔ تو اُس نے قلعہ خالی کردیا اور بہادرانہ لڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور چھاونی میں داخل ہوا اور سب عورتوں اور بچّوں اور زخمیوں کو بچا لایا۔ اس قلعہ کے سوا افغانوں کو کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ اس ہنگامہ میں کپتان صاحب کی بہادری کی اور جرنیل صاحب کی کاہلی کی خوب تشریح ہو گئی ؛

اسی زمانہ میں افسران کمسریٹ نے اطلاع دی کہ چھاونی کی کل فوجوں کے واسطے دو دن کی رسد باقی ہے۔ ایسی حالت میں کمسریٹ کے قلعہ کی حفاظت کرنے کی اشد ضرورت ظاہر تھی۔ میک ناٹن صاحب نے جارج لارنس صاحب کو رات کے آٹھ بجے جرنیل صاحب کے پاس بھیجا کہ فوراً سپاہ کو بھیجکر قلعہ شریف خان پر قبضہ کرلے اور ایسی تدبیریں کرے کہ لفٹننٹ وارن کی سپاہ کمسریٹ کے قلعہ کو خالی نہ کرے ایسی بدیہی تجویز جس پر کل فوج کی زندگی کا مدار تھا تین گھنٹے تک معرض بحث میں رہکر نامنظور ہوئی۔ لیکن پھر کچھ عقل آئی تو پہلا فیصلہ منسوخ ہوا۔ اور آیندہ صبح کے چار بجے قلعہ پر حملہ کا ہونا قرار پایا۔ مگر ۴۔ نومبر کو حملہ کا

ہونا جنرل صاحب نے اس خوف کے سبب سے موقوف کیا کہ خونریزی ہوگی۔ دارین صاحب زیادہ دیر تک قلعہ میں ٹھیر نہیں سکتے تھے وہ اسکو خالی کر کے چھاونی میں آگئے قلعہ افغانوں کے قبضہ میں آیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھنا پڑا کہ دشمن کمسریٹ کے ذخیروں کو جو سپاہ کی روٹی تھی لوٹے لئے جاتے ہیں اور اون کو اُسکی ذرا پروا نہ تھی کہ انگریز اُسکے بدلے میں ہمارے ساتھ کوئی برائی کریں گے کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی کہ وہ انگریزی قوت و طاقت کے ادب کا سبق دشمنوں کو پڑھاتی یا چھاونی کے ضعیف مورچوں سے سپاہ کو ایک مضبوط فصیل کے قلعہ بالاحصار میں لاتی۔ اس حصار میں انگریزی سپاہ اتنے مہینوں تک آرام سے رہ سکتی تھی کہ بمبئی یا بالائے ہند سے سپاہ کمک کو آجاتی۔ اسکے لئے سر میٹ صاحب انجنیر نے سفارش کی شاہ نے حکم دیا۔ باربار میک ناٹن صاحب نے عرض کیا مگر افسران سپاہ نے کسی کی بات نہ سنی۔ اُن کو یہ لو لگ رہی تھی کہ جلال آباد کو واپس جائیں گے اگر یہ امر بھی مستعدی کے ساتھ اختیار کیا جاتا تو سپاہ خوفناک بلاؤں سے بچ جاتی۔ مگر میک ناٹن صاحب کو یہ اصرار چلا جاتا کہ وہ شاہ شجاع کو اس کی سرکش رعایا کے ہاتھ میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پس یہ ہوا کہ ایک قوی سپاہ ہر جگہ سفر کرنے اور لڑنے کے لئے کافی چھاونی کے باہر ایک نم آلود زمین پر تیار ہوئی جس کے چاروں طرف پہاڑ اور قلعے تھے جن پر افغان جب چاہیں اپنا قبضہ کر سکتے تھے یہ ایسے ملک میں جو نیم مفتوح ہو چھاونی ایسی جگہ ڈالی تھی کہ وہ حماقت سے خالی نہ تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے ؎

آپس کے حسد کے سبب سے صلاح و مشورے میں اختلاف آرا تھا۔ جس سے کام میں بہت بگاڑ پیدا ہوا۔ گذشتہ ناکامیابیوں کی مکافات کرنے میں اور اپنی کھوئی عزت کے حاصل کرنے میں ایسی ضعیف ناتواں اور غیر منتظم کوششیں ہوئیں کہ سپاہیوں کی جانیں تلف ہوئیں ان کی توانائی اور مستعدی ضائع ہوئی۔ اور اُن کی ڈسپلین غارت ہوئی ؎

۹۔ نومبر کو شیلٹن صاحب بالاحصار سے چھاونی میں پھر آگئے مگر اس آنے سے معاملات میں کوئی بہتری کی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ اس نے جلال آباد میں جلد جانے کی درخواستیں کیں اور وہ نامنظور ہوئیں تو اس نے پھر خراب حالت کے بہتر کرنے میں کوشش کرنی چھوڑ دی۔ میک ناٹن صاحب یا کوئی اور صاحب لفٹنٹ صاحب پر جن کاموں کے کرنے کا دباؤ ڈالتے تھے تو وہ اُن کے باب میں احکام التوا سے صادر کرتے اور پھر اُن کی تعمیل شیلٹن صاحب ہمیشہ ایسی تاخیر سے کرتے کہ اس طرح حملہ کرنے کی عمدہ

عمدہ تدبیروں میں کامیابی بالکل نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو جزوی اور اس غلط کاری اور نافہمی سے افغانوں کی ہمت
اور جرأت بڑھتی اور گستاخانہ کام دلیرانہ زیادہ کرنے لگتے۔ انگریزوں کے پاس کچھ اچھے افسروں اور بہادر
سپاہیوں کی کمی نہ تھی خود شیلٹن صاحب نے ایک دو دفعہ اپنی بڑی دلیری اور دلاوری دکھائی تھی۔ اور
ونسینٹ آئر صاحب اور اُن کے نڈر توپچیوں کے کام بڑے بہادرانہ تھے اور دشمنوں کے بڑے خوفناک
انبوہوں سے بڑی شجاعت سے لڑتے تھے لیکن جب افسروں کی موٹی موٹی غلطیوں کے سبب سے ناکامیابیاں
ہوتی ہیں تو اچھے اچھے سپاہی بدخو ہو کر بگڑ جاتے ہیں جب شیلٹن صاحب پر بہت دباؤ ڈالا گیا تو وہ ۱۳۔ نومبر
کو سب قسم کی سپاہ کو ساتھ لے کر بیمارو کے مغربی بلندیوں پر سے دشمنوں کو نکالنے کے لئے گئے لشکروں
میں پاس پاس کچھ تھوڑی سی لڑائی تیزی سے ہوئی۔ دشمن اپنی دو توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اس غروب کے
وقت کی تھوڑی سی فتحمندی کی روشنی کے بعد بڑی آفت و بلا کی شب تاریکی آئی۔ آج سے کابل کی چھاونی
میں جو سپاہ موجود تھی کوئی دن اس کی بہبودی اور خوشی کا نہ آیا۔ میک ناٹن صاحب کو امید تھی کہ کوئی آدمی
یا کوئی شے خوش کرنے کی ظہور میں آئے گی۔ مگر سوائے مایوسی و مصیبت و ہزیمت و شرم کے کسی چیز کا ظہور
نہ ہوا سیل صاحب بجائے اسکے کہ آسانی سے کابل میں مراجعت کرتے یا گندمک میں مقیم رہتے کہ ضرورت کی
صورت میں اپنے اہل ملک کو قوی بازو کرتے اُنہوں نے جلال آباد کو سفر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن تین صورتوں
میں سب سے بدتر صورت کو اختیار کیا بعض اسی صورت کو بہتر بتاتے ہیں کہ وہ آیندہ کام آئی۔ اُن کی سپاہ میں
بیماری اور باربرداری کی قلت ایسی تھی کہ وہ کابل واپس نہیں جا سکتے تھے۔ قندھار سے جو میک ناٹن صاحب
کو امداد کی امید تھی اُسمیں بھی وہ مایوس ہوئے۔ بنگ میک لارن کے بریگیڈ نے کابل کی مشکل آسان کرنے کے
لئے دور دراز سفر اختیار کیا مگر نومبر کے آخر دنوں میں قلات غلزئی میں برف ایسی شدت کی پڑی تھی
کہ میک لارن صاحب واپس قندھار کو ارادتاً چلے گئے۔ کابل کی چھاونی میں کوہستان سے دو افسر پوٹنجر اور ہوٹن
آئے جو شدید زخمی تھے اور ایک گورکھا سپاہی آیا کل گورکھوں کی رجمنٹ میں سے ۱۵۔ نومبر کو یہ
تین آدمی زندہ سلامت رہے تھے۔ یہ سپاہ اس ضلع میں بھی جو ہرات کے ہیرو پوٹنجر کی حراست میں تھا۔
باوجودیکہ ۱۳۔ نومبر کو افغانوں کی شکست ہوئی تھی مگر بہت دن گذرے تھے کہ اُنہوں نے بیمارو کے
بلندیوں پر قبضہ کر کے اُن دہات کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا جہاں سے انگریزی سپاہیوں کے لئے
رسد آتی تھی فقط اسی رسد پر سپاہ کے خوراک کا دارومدار تھا۔ ۲۲۔ کو اُن کے نکالنے کی ایک خفیف سی

کوشش ۲۳ کی صبح کو تاریکی میں بڑی زبردست سپاہ سے کی گئی - مگر شیلٹن صاحب کی ہٹ و ضد سے
اس گانوں کے لینے کا وقت جاتا رہا - افغانوں کی توڑہ دار بندوقوں کی باڑ کے نیچے انگریزی سپاہ مربعوں
کی صورت میں دفعتاً بڑی آتش باری کے نیچے آگئی - اور توپ جو ایک ہی تھی بیکار ہوگئی - سوار
بیکار رہے دشمنوں کے پاس ہزاروں پرجوش غازیوں کی کمک آگئی تو افغانوں نے پھر از سر نو تازہ دم
ہو کر سپاہ سے لڑائی شروع کی - اور اپنی ایک توپ جو چھن گئی تھی پھر لے لی - اور انگریزی پیدل سپاہ کو ایسا
پراگندہ و منتشر کر دیا کہ پھر وہ مجتمع نہیں ہو سکی - مفرورین اور اُن کے تعاقب کرنے والے ملے جلے پہاڑوں
پر سے چھاونی کی طرف آئے - اس سپاہ ہزیمت یافتہ کے آدمیوں کو بالکل غارت ہونے سے ایک افغان
سردار عثمان خان نے اس طرح بچا دیا کہ اپنے ملازم جو تعاقب کرنے والے تھے اُن کو واپس بلا لیا - انگریزوں
کے تین سو سپاہی اور بعض عمدہ افسر مارے گئے - بڑا بہادر اَلیور صاحب کام آیا - جارج لارنس لکھتے ہیں کہ
کوئی شخص ہماری اس شب کی وحشت اور اضطراب کی تصویر نہیں کھینچ سکتا - ہمارا حال اُن قیدیوں کا سا
تھا جن پر قتل کا فتوے دیا جا چکا ہو - اس لڑائی کا الزام سپاہیوں پر نہیں ہے بلکہ بریگیڈیر شیلٹن پر جس کو چند
اچھے موقعے ہاتھ آئے مگر اُن کو اپنی غفلت کے سبب سے ہاتھ سے کھو دیا - گو وہ خود بہادری سے لڑا مگر سپاہ
کو جو اپنے سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ اُس کی ناقابلیت کے سبب سے جاتا رہا - افسروں کی حماقت سے سپاہ کی
ہمت بالکل ٹوٹ گئی جو پہلے سے سردی و بھوک اور تکان سے کمزور ہو گئی تھی ایسی سپاہ کا ایسے افسروں کے
ماتحت میدان جنگ میں جانا ناممکن ہو گیا - اب بالا حصار میں سپاہ کے چلے جانے کا سوال پھر معرض بحث میں آیا
جس کو میک ناٹن صاحب نے خود پسند کر کے ترک کیا جاڑا بہت قریب آتا جاتا تھا سامان اسقدر قلیل رہ
گیا تھا کہ جس سے خوف لگتا تھا - اب الفنسٹن صاحب کو صرف اس بات میں سلامتی معلوم ہوتی تھی کہ
دشمنوں سے عہد و پیمان کے کرنے کی سلسلہ جنبانی ہووے ؛

میک ناٹن صاحب نے جنرنیل صاحب کی درخواست سے افغانوں کے اُن سردار و نسے مصالحت کے پیغام
سلام شروع کئے - جن کا سردار آتش مزاج بہادر اور دلاور محمد اکبر خان تھا - اُس کو اور اسکے باپ کو انگریزوں
کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی تھی انتقام لینے کی آگ اس کے دل میں بھڑک رہی تھی - گذشتہ دو ہفتوں سے
میک ناٹن صاحب کے کارپرداز کابل اور بالا حصار میں اُن افغانوں میں سونا بکھیر رہے تھے اور اُن سے
عہد و پیمان کر رہے تھے - جن کی حب الوطنی نے اُن کی ہوشیاری کو مغلوب نہیں کیا تھا - میک ناٹن صاحب

کے ایک ایجنٹ نے بہت بڑا انعام دینے کا اقرار ان باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے تجویز کیا جو ۲- نومبر کے بلوے میں سرغنہ تھے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میک ناٹن صاحب کے علم و حکم سے نہیں ہوا- وہ ان باغیوں کے لئے خواہ کیسے ہی شریر ہوں ایسے ناجایز وسایل کے کام میں لانے سے ہمیشہ نفرت رکھتے تھے پنڈت موہن لال (یہ سابق دہلی کالج کا ایک طالب علم کشمیری تھا) نے ایک قزلباش کے گھر میں دوستانہ پناہ لی تھی- اُس نے کپتان کونولی کی ہدایت کے موافق باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے انعامات تجویز کئے تھے- کپتان صاحب میک ناٹن کے عملہ میں تھا مگر غالباً یہ کام منشی نے شاہ شجاع کی ہدایتوں کے موافق کیا ہوگا وہ اپنے دشمنوں سے اس طرح فراغت پانے کو صواب جانتا تھا ؛

میک ناٹن صاحب نہ سپاہ کو دشمنوں سے لڑا سکتے تھے- نہ جنرل کو بالا حصار پر جاڑے بھر رہنے کے لئے لیجا سکتے تھے- تو اُنہوں نے ڈپلومیسی کا توپ خانہ دشمن کے خریدنے کے لئے لگایا- افغان سرداروں میں بُری طرح لاکھوں روپے لٹا دیئے- افغانوں کی حرص و طمع ضرب المثل ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہوتی جس قدر روپیہ افغانوں کو ملتا تھا- اتنا ہی وہ زیادہ گُستاخانہ اُس کی درخواست کرنے میں پاؤں پھیلاتے تھے میک ناٹن صاحب پر یہ جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے باغیوں کے سرغنہ کے خفیہ مار ڈالنے کے لئے انعام مقرر کئے یہ کام اول تو اُس کی انسانیت سے بہت بعید تھا- دوم پہلی دسمبر ۱۸۴۱ء کا خود خط اُن کا موجود ہے جو کہ اُنہوں نے اپنے کارندہ پنڈت موہن لال کو لکھا ہے جسمیں اسکو بڑی لعنت و ملامت اس بات پر لکھی ہے کہ وہ یہ سمجھا کہ خفیہ قتل کرانا ان کا مقصود تھا- سرکش بڑے شریر ہیں مگر ہم کو یہ نہیں چاہیئے کہ ناجایز طور پر اُن کو خفیہ قتل کرا دیں اور کپتان سکنر نے کپتان فیکٹری کے سامنے شہادت دی کہ جب اکبر خان نے اپنے دشمن امین اللہ خان کے لئے (جو انگریزوں کا سخت دشمن تھا) عہد نامہ مصالحت میں یہ شرط داخل کی کہ بہت سا روپیہ دیکر وہ قتل کرایا جائے تو اُنہوں نے کہا کہ کوئی چیز مجکو اس کام کے کرنے کو ترغیب نہیں دے سکتی یہ اُن کا بیان اسوقت کا ہے کہ جبکے چوبیں گھنٹہ کے بعد وہ اکبر خان کے ہاتھ سے مارے گئے- بس اس سے زیادہ کیا عمدہ شہادت میک ناٹن صاحب کے لئے اس الزام سے بری ہونے کی ہو سکتی ہے- میک ناٹن صاحب کی بیگناہی اس معاملہ میں عیاں ہے- مگر افغانوں کے دل میں کینہ اُسکے ساتھ ایسا پیدا ہوا جس کا نتیجہ آیندہ ظہور میں آیا حالتیں ایسی تھیں کہ عہد و پیمان بغیر ایچ پیچ کے نہیں ہو سکتے تھے ۲۷- نومبر کو ایک مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں میک ناٹن صاحب- اور افغان سرداروں کے نائب جمع ہوئے اور اُن شرائط صلح پر بحث ہوئی جو عثمان خان

سے نے ایک دن پہلے پیش کی تھیں - میک ناٹن صاحب نے اُن شرائط کو اس سبب سے منظور نہیں کیا کہ اس میں انگریزوں
کی بالکل تحقیر و تذلیل ہوتی تھی - اُنہوں نے جو شرائط صلح پیش کیں اُس کا جواب افغانوں نے تحریری دیا کہ انگریز اپنے
تئیں بالکل حوالہ کر دیں گے تو ہم اُن کی جانیں بچادیں گے - جس کا جواب میک ناٹن صاحب نے غصہ میں آکر یہ لکھا
کہ لڑائیوں کا خدا اُس کی تنقیح کا فیصلہ کرے گا ایک دفعہ پھر اُنہوں نے جنرل الفنسٹن سے اُن معاملات میں مباحثہ
کیا - اور اس پیر کہن سال کے دل میں اپنی مستعدی و توانائی کا دم پھونکنا چاہا اُن کو امید تھی کہ جلال آباد واپس
جانے کا ارادہ جنرل فسخ کر دے گا - اور بالا حصار میں چلے جانے کی تیاری کرے گا - اور رسد جو بالکل ختم ہو گئی
ہے اُسکے بہم پہونچانے میں کوشش کرے گا - مگر میک ناٹن صاحب کے دلائل کا کچھ اثر جنرل الفنسٹن پر نہیں ہوا
سر ولیم نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے ہندوستان واپس جانے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے تو میں آپ کو منع نہیں کر سکتا
مگر اس حالت میں شاہ کی فوج کے ساتھ بالا حصار میں شریک ہو جاؤں گا خواہ بادشاہ کے ساتھ بچوں یا مروں اس
عرصہ میں یہ افسوسناک خبر آئی کہ قندھار سے جو فوج میک لارن صاحب کابل کی مدد کے لئے لے کر چلے تھے وہ
ترنین سے جو غزنی سے چالیس میل پر ہے اسلئے قندھار کو واپس چلے گئے کہ برف بڑی شدت سے پڑی تھی، بس
اب قندھار سے امداد آنے کی بالکل توقع نہیں رہی - اِدھر یہ ناامیدی ہوئی اُدھر جرنیل نے سر میک ناٹن
صاحب کو افغان سرداروں کے ساتھ شرائط صلح ٹھیرانے پر مجبور کیا ؏

۱۰ - دسمبر ۱۸۴۱ء کو کمسریٹ کا ایک منشی کاغذ لایا جس پر افغانوں کے بڑے بڑے سرداروں کے دستخط
تھے اور اسمیں میک ناٹن صاحب سے چھاونی کے باہر ملاقات کرنے کی درخواست تھی - صاحب ممدوح کو یقین
تھا کہ جنرل اور بریگیڈیر شیلٹن نے ہندوستان جانے کا قصد مصمم کر لیا ہے اس لئے اب اُنہوں نے اس کو اپنا
فرض منصبی سمجھ لیا کہ ایسی مصالحت کیجے کہ سپاہ سلامتی سے ہندوستان واپس جائے - اُنہوں نے اس ملاقات
کو منظور کر لیا اور منشی مذکور اس منظوری کو حاصل کر کے شہر کو واپس گیا - لیڈی میک ناٹن ایسی دور اندیش ہوتیں
تھیں کہ اُنہوں نے اپنے شوہر سے رو کر بالتجا کہا کہ آپ ملاقات کرنے نہ جایئے - اس میں بالکل خرابی و قباحت ہے
مگر اُنہوں نے یہ جانکر کہ سپہ سالاروں سے کوئی امید نہیں کہ وہ فوجی کارروائی کریں گے یہ ارادہ مستحکم کر لیا تھا
کہ خواہ اپنی ذات کے لئے کیسا ہی خطرہ ہو مگر وہ فوج کو خطرہ سے نکالنے میں کوشش کریں گے - چنانچہ دوسرے
روز وہ اور کپتان ٹرور اور میکنزی اور جارج لارنس ملاقات کیلئے اس جگہ گئے جو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر تھی
اس مقام میں اکبر خان اور افغان سرداروں سے ملاقات ہوئی - اور وہاں میک ناٹن صاحب نے کہا کہ واقعات سے

معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کی اقوام کثیر کو یہ امر ناگوار ہے کہ افغانستان میں شاہ شجاع کی مدد کے لئے انگریزی سپاہ برابر رہے برٹش گورنمنٹ کی کوئی غرض ان سپاہیوں کے بھیجنے سے سوائے اسکے نہ تھی کہ وہ اقوام افاغنہ کی کی خوشی وسلامتی کی افزایش کا سبب ہو مگر یہ غرض فوج کے موجود رہنے سے معدوم ہوتی ہے اس لئے فوج کے رکھنے کی کوئی خوہش نہیں کیجاسکتی اس لئے شرایط مفصلہ ذیل برٹش گورنمنٹ اور محمد اکبر خان کے درمیان قرار پائی ہیں ﴿

اوّل شرط کابل میں اسوقت جو فوجیں موجود ہیں۔ وہ بہت جلد پشاور جائیں۔ اور وہاں سے ہندوستان واپس ہوں ﴿

دوم شرط کل سردار اس بات کا وعدہ کریں کہ انگریزی فوج کو سفر کے درمیان کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اُس کی عزت کی جاے گی۔ اور باربرداری اور رسد کی بہم رسانی میں ہر طرح سے اس کی مدد کی جائے گی ﴿

سوم جلال آباد میں جو بالفعل موجود ہیں اُن کو بمجرد اس کے کہ میک ناٹن صاحب کو اطمینان ہو کہ واپس جانے میں کوئی مزاحمت اُن کی نہ ہوگی حکم دیا جائے کہ وہ پشاور کو واپس جائیں ﴿

چہارم غزنی میں جو فوجین ہیں جب اُن کے سفر کی محافظت کا بندوبست ہوجائے تو فوراً فوج مذکورہ بالا کے پیچھے پیچھے پشاور کی طرف روانہ ہوں ﴿

پنجم قندھار اور افغانستان کے حدود میں اور مقامات پر فی الحال جو سپاہیں موجود ہیں وہ سفر کے ضروری بندوبست ہونے پر اور موسم کے موافق ہونے پر ہندوستان کو کابل سے یا درۂ بولان کی طرف سے واپس ہوں ﴿

ششم دوست محمد خان کا تمام اسباب اور اُس کی جائداد مملوکہ اُس کو واپس دی جائے ﴿

ہفتم انگریزی افسروں کا کل اسباب جو افغانستان میں چھوڑ دیا جائے اُس کی پوری پوری محافظت کی جائے اور مناسب وقت پر ہندوستان کو بھیجدیا جاے ﴿

ہشتم شاہ شجاع الملک کو اجازت دی جائے کہ وہ ایک عمدہ سرمایہ سے جو ایک لاکھ روپیہ سے کم نہ ہو افغانستان میں اوقات بسر کرے یا برٹش سپاہ کے ساتھ بروقت واپسی ساتھ ساتھ چلا جائے ﴿

نہم اگر شاہ شجاع برٹش سپاہ کے ساتھ جانے کا قصد کرے تو جو متعلقین اُس کے ہمراہ جاسکیں

ان کی ہر طرح کی تعظیم کی جائے - اور جن مکانوں کے اندر وہ بالاحصار میں بالفعل رہتے ہیں جب تک وہ ہندوستان میں واپس نہیں جائیں وہیں رہیں ؀

دہم جب برٹش سپاہ بخیر و عافیت ہندوستان میں پہونچ جائے تو فی الفور امیر دوست محمد خان کا اور اُس کے اہل و عیال کا اور اور افغانون کا جو ہندوستان میں مقیم ہیں افغانستان میں پہونچنے کا بندوبست کیا جائے ؀

یازدہم جب امیر مع اہل و عیال کابل میں واپس آنیکے لئے پشاور میں پہونچے تو شاہ شجاع کے متعلقین بھی ہندوستان میں واپس کردئے جائیں ؀

دوازدہم ان شرائط کی تعمیل کی تکمیل کے لئے کابل میں چار معزز برٹش افسر بہ طور اوّل ضامن کے چھوڑ دیئے جائیں اور جب امیر دوست محمد خاں مع اہل و عیال کابل میں آجائے تو یہ اول ہندوستان کو واپس کردیئے جائیں ؀

سیزدہم سردار محمد اکبر خان اور سردار محمد عثمان خان اور ذی جاہ سردار جو تجویز کئے جائیں وہ برٹش سپاہ کے ساتھ پشاور تک جائیں ؀

چہاردہم افغانستان سے برٹش فوجوں کے واپس ہونے کے بعد بھی اقوام افاغنہ اور انگریزوں کے درمیان رشتہ اتحاد ایسا رہے کہ کسی اور گورنمنٹ سے افغان بغیر رضامندی برٹش گورنمنٹ اتحاد کا معاہدہ نہ کریں اور ضرورت کے وقت وہ برٹش گورنمنٹ سے مدد طلب کریں ؀

پانزدہم اگر بعد ازیں اقوام افاغنہ کی یہ خواہش ہو اور برٹش گورنمنٹ اس بات پر رضامند ہو تو کابل میں ایک سفیر انگریزی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ اسکے ذریعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے درمیان دوستانہ مراسلت رکھی جائے اور افغانستان کی اندرونی انتظامات میں وہ کوئی مداخلت نہ کرے ؀

شانزدہم کسی شخص کو گذشتہ جنگ میں شریک ہونے کے سبب سے ایذا و سزا نہ یجائے اور ہر شخص مجاز ہو کہ وہ برٹش سپاہ کے ساتھ ہندوستان کو چلا جائے ؀

ہفتدہم اُن شرائط کی پابندی جس تاریخ سے شروع ہو - سرداران متذکرہ بالا پر لازم ہوگا کہ سرکار انگریزی کے لشکر کے لئے سامان رسد مہیا کریں اور اس کی قیمت لے لیں ؀

ہژدہم سرکار انگریزی کے افسر اور فوجیں جو کسی وجہ سے افغانستان کو فوراً نہ چھوڑ سکیں اُن کی ہر

طرح کی تعظیم و تواضع کی جائے اور اُن کی امداد جب تک کرنی چاہیئے کہ وہ افغانستان میں اس وجہ سے رہیں کہ موسم خراب ہو یا وہ سفر کی تیاری نہ کرسکیں ؟

ان شرائط پر دو گھنٹے تک بحث رہی۔ اور یہ شرائط اعظم طرفین سے منظور ہوئیں کہ انگریزی فوج کے لئے افغان سامان رسد تیار کردیں گے۔ اور شرائط کے پورا کرنے کے لئے افغانوں کی طرف سے محمد اکبر خان کا ایک معتمد الیہ موسےٰ خان اور کپتان ٹریور انگریزوں کی جانب سے کفیل مقرر ہوئے اس مصالحت سے چھاونی بڑی خوش ہوئی کہ اب ہندوستان جلد واپس جائیں گے انگریزوں نے اسباب جنگ جسکی چھاونی میں کچھ ضرورت نہ تھی بالاحصار میں بھیجدیا اور وہاں سے غلہ کی رسد منگالی گئی ؟

۱۱۔ دسمبر کو جنرل الفنسٹن نے باضابطہ میک ناٹن صاحب کو اطلاع دی کہ اگر جانوروں کے لیئے چارہ نہ آئے گا تو وہ بھوکے مرنے لگیں گے اور قابل نقل و حرکت نہ رہیں گے صاحب ممدوح نے سرداروں کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس کا جواب اُنہوں نے تحریری دیا کہ جب تک آپ مستحکم مقامات اور قلعوں پر جو چھاونی کے متصل ہیں قابض رہیں گے تو افغان آپ کی اُن شرائط پر کہ ملک سے آپ چلے جائیں گے اور اُسے چھوڑدیں گے بالکل باور نہیں کرینگے اور نہ وہ کسی قسم کی رسد دیں گے جب تک کہ آپ ان قلعوں کو خالی کرکے اُن کو حوالہ نہ کردیں گے۔ میک ناٹن صاحب یہ جواب افغانوں کا لے کر جنرل کے پاس گئے اور مصر ہوئے کہ آپ جنگ کے لئے صف بستہ ہوکر باہر نکلیں اور شہر کابل میں داخل ہوں آپکے پاس بالاحصار سے تازہ سپاہ آگئی ہے اس کے سبب سے آپ خوب لڑسکیں گے۔ جنرل الفنسٹن صاحب نے دشمنوں پر حملہ کرنے کی ناقابلیت کا اظہار کیا اور اسی شام کو قلعے اپنی فوج سے خالی کرادیئے اور افغانوں نے فوراً اُن پر قبضہ کرلیا ؟

میک ناٹن صاحب نے اس لئے کہ افغانوں کے دلوں میں جو ہماری طرف سے ریاکاری کی بدگمانیاں ہیں دور ہو جائیں ؟

۱۲۔ دسمبر کو ان سرداروں کے ساتھ دوبارہ ملاقات کے لئے ایک مجلس قرار دی۔ افغانوں کو ایک خط کے پکڑ لینے سے بڑی ناراضی پیدا ہوئی تھی جس میں میجر لیچ صاحب، پولیٹکل ایجنٹ قلات غلزئی نے کابل کے ایک بڑے مہاجن کو لکھا تھا کہ تم اپنے مقدور کے موافق ہماری مدد کرو اور یقین کرو کہ جب ہماری فوجیں افغانستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے آئیں گی تو اسوقت تم کو بہت بڑا انعام دیا جاے گا۔ ملاقات کے وقت میک ناٹن صاحب سے افغان سردار بڑی بداخلاقی سے پیش آئے اور خشمناک آواز

سے گفتگو شروع کی کہ انگریز دغاباز اور بد عہد ہیں اور ان کا قطعی ارادہ ملک چھوڑنے کا نہیں ہے میک ناٹن صاحب نے اُن لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور بیان کیا کہ میجر پلیچ نے یہ خط بالکل نادانستہ تحریر کیا ہے اور اُن کو مصالحت کی گفتگو سے جو ہو رہی ہے خبر نہ تھی یہ مجلس بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوئی ؛

افغان سرداروں میں باہم ایسی پرانی عداوتیں چلی آتی تھیں کہ کسی ایک سردار سے معاہدہ کرنا کوئی چیز ہی نہ تھا اس لئے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں کل سرداروں کی حیثیت مجموعی سے معاملہ کر سکتا ہوں مجھے یقین ہے کہ کسی شرط معاہدہ کی پابندی نہ کی جائے گی جب تک کہ کل سردار منفرداً اور مشترکاً بالتصریح اس کی کفالت کے لئے پابند نہ ہوں گے ؛

الغرض یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ افغان سرداروں کے اقرار اور وعدوں پر گو وہ سب ملکر ہی کیوں نہ کریں کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیئے ۔ اُنہوں نے جن شرائط کی پابندی کا اقرار کیا تھا اُن میں سے ایک بھی پوری نہیں کی ۔ پس میک ناٹن صاحب نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اکبر خان سے جو مصالحت کا خواستگار تھا اور سب امیروں میں ذی جاہ و والا منصب تھا اور وہ عہدنامہ کے موافق شرائط کو پورا کر سکتا تھا مصالحت کی گفتگو کرنی چاہیئے ؛

۲۲ - دسمبر ۱۸۴۱ء کو کپتان اسکنر اور سردار سلیم خان برادر محمد اکبر خان اور سرور خاں لوہانی سوداگر آئے اور اپنے ساتھ ایک صلحنامہ دستخطی محمد اکبر خان کا میک ناٹن صاحب کے پاس لائے اس میں یہ تجاویز لکھی تھیں کہ شاہ شجاع پادشاہ رہے اور محمد اکبر خان بہ طور وزیر کے اُس کے ساتھ رہے ۔ چالیس ہزار روپیہ سالانہ برٹش گورنمنٹ سے پایا کرے اور قلعہ محمد شریف خان میں ایک رجمنٹ اور بالاحصار میں دوسری رجمنٹ سرکار انگریزی کی رہے اور انگریزوں کی فوجیں افغانستان میں موسم بہار تک مقیم رہیں ۔ اسکے بعد وہ ملک کو خالی کر دیں اسوقت روانگی کے لئے عمدہ موسم ہوگا اور آخری شرط یہ تھی کہ امین اللہ خان جو خاص محرک مفسدہ کا تھا وہ محمد اکبر خاں کے حوالے کیا جائے ۔ میک ناٹن صاحب نے کہ آخری شرط میں نامنظور کرتا ہوں اور باقی شرائط میرے خیال میں قابل منظوری ہیں ۔ بعد اس کے محمد اکبر خان اور میک ناٹن صاحب کی ملاقات کا وقت قبل از دوپہر مقرر ہوا ۔ کپتان ٹرور اور میکنزی اور کپتان جارج لارنس صاحب بلائے ہوئے دوپہر کو میک ناٹن صاحب کے پاس گئے ۔ روانگی کے وقت جنرل الفنسٹن نے اُن جانے والوں سے کہا کہ مجھے کسی قدر فریب کا خوف ہے اور اس معاملہ میں دھوکا معلوم ہوتا

ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ اب بھی فوراً فوجوں کو باہر لاکر دشمنوں سے لڑیں تو میں آپ کے ہمراہ ہوں اور میں یقین کرتا ہون کہ آپ اُن کو شکست دیں گے اس مصالحت کی گفتگو پر مجھے کچھ بھروسہ نہیں۔ مگر جرنیل صاحب نے سر ہلاکر کہا کہ فوجیں قابل اعتبار نہیں رہیں میں لڑ نہیں سکتا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ گارڈ میں کچھ تھوڑے سے سوار گئے ؛

جارج لارنس سے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں نے اکبر خان کو اپنے انتفاع کے لئے طرفدار بنا لیا ہے اور اس ملاقات میں اس سے تمام معاملات قابل اطمینان حاصل ہو جائیں گے۔ جارج لارنس نے عرض کیا کہ خدا کرے آپ کی امید بر آئے مگر کسی فریب کا خطرہ تو ہمیں نہیں ہے ؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ فریب کا خطرہ ہے لیکن میں کیا کرون جنرل نے جنگ کرنے میں اپنی ناقابلیت ظاہر کی۔ کسی طرف سے ہم کو مدد کی امید نہیں دشمن ہم کو کھلاتے ہیں۔ عہدنامہ کی کوئی شرط اُنہوں نے پوری نہیں کی۔ مجھے ان لوگوں کی کسی قسم پر بھروسہ نہیں ہے چھ ہفتہ سے جس طرح میں زندگانی کو سختی سے بسر کر رہا ہوں آپ اسے بخوبی جان رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ ذلت حاصل ہو اور اسی طرح زندگی لبسر کرنے کو جیسی کہ چھ ہفتہ سے ہو رہی ہے۔ سو مرتبہ مرنے کو اچھا جانتا ہوں ؛

کامیابی صرف ہماری عزت بچاے گی اور تمام خطرات سے نکالے گی۔ مقام ملاقات چھاونی سے دریائے کابل کے قریب قلعہ محمد شریف کی طرف تقریباً دو تین سو گز کے فاصلہ پر تھا ؛

اکبر خان اپنے غلزئی سرداروں کے ساتھ یہاں پہلے سے آگیا تھا ملاقات کے وقت طرفین سے معمولی صاحب سلامت ہوئی میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ گرانٹ صاحب کا گھوڑا اور لارنس صاحب کا دونالی تنچہ جسکے لئے آپ نے درخواست بھیجی تھی وہ آپ کے لئے موجود ہیں اس نے اُن کو لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر گھوڑوں سے اُتر کر زین پوشوں پر بیٹھے۔ جب کثرت سے افغان مسلح گرد دیکھے تو میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ یہ مجلس راز ہے اُن لوگوں کو پرے بھیجئے تو اکبر خاں نے کہا کہ اُہ صاحب ہم سب لوگ ایک ہی کشتی میں ہیں۔ اکبر خان نے میک ناٹن صاحب سے پوچھا کہ شب کو جو عہدنامہ آپکے پاس بھیجا گیا تھا آپ اس کی شرائط ماننے پر راضی ہیں۔ صاحب ممدوح نے یہ مختصر سا جواب دیا کہ کیوں نہیں ؟ میکنزئی صاحب لکھتے ہیں کہ دفعتاً اکبر خان پکارا بگیر بگیر۔ میں نے جو پھر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میک ناٹن صاحب کا بایاں بازو بڑا خشمناک چہرہ بنائے ہوئے پکڑے ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا دایاں بازو سلطان خان نے پکڑا اور دونوں اس کو کھینچے ہوئے

پہاڑی کی ڈھلان پر لے گئے میں نے میک ناٹن صاحب کے منہہ سے از برائے خدا کی آواز سُنی اُن کے ہمراہی لارنس اور میکنزئی وٹریور کی مشکیں باندھی گئیں اور ہتھیار لے لئے گئے۔ اور اُن کو گھوڑوں پر افغان سرداروں نے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ ٹریور صاحب رستے میں گھوڑے پر سے گرے اُن کو افغانوں نے مار ڈالا۔ باقی دو بہزار خرابی خدا خدا کر کے قلعہ محمود آباد میں پہونچ گئے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اکبر خان نے پہلے سے سر ولیم میک ناٹن کے قتل کی صلاح کر لی تھی یا نہیں ۔کے صاحب جو تاریخ افغانستان کے سب سے زیادہ اعلےٰ مورخ ہیں ناقل ہیں کہ اکبر خان کے ساتھ گفتگو میں میک ناٹن صاحب مخالفت اور مقابلہ کرنے سے باز نہیں آتے تھے اسلئے اکبر خاں کو ایسا غصہ آیا کہ وہ اسکو روک نہ سکا۔ اور اپنی کمر سے تینچہ نکال کر میک ناٹن صاحب کے جسم میں مارا جسکو وہ فقط گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ یہی مورخ ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ظاہر ہوتا کہ اکبر خان کا ارادہ پہلے سے یہ تھا کہ میک ناٹن صاحب کو قتل کیجیئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ اکبر خان کے مغلوب الغضب ہونیکا تھا جو اس نوجوان بارک زئی کی جبلت میں تھا۔ اور اکثر پہلے بھی وہ اس مغلوب الغضب ہونے کے سبب سے ایسی حرکتیں کر چکا تھا کہ جن سے وہ خود پچتایا کرتا تھا ؛

لیکن ہنری لارنس صاحب کے کاغذات میں اکبر خان کے اس خط کا ترجمہ خود اُن کا کیا ہوا ملا ہے ۔ جو اس نے اپنے بھائی افضل خاں کو لکھا تھا۔ اور اُس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ یہاں کے واقعات یہ ہیں کہ جب ہماری تیغ بازی اور قحط سے کافروں کی حالت نہایت تنگ ہوئی۔ اور اُن کی سپاہ ایسی بھوکی مرنے لگی کہ موت کے لئے دعائیں مانگنے لگی تو لارڈ صاحب (میک ناٹن) نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ سوائے عجز و انکسار کے نہیں ہے تو اُس نے مجھے لکھا کہ آپ مجلس ملاقات منعقد کیجیئے میں آپ کی مرضی کے موافق کام کروں گا۔ چنانچہ میں تین یا چار سواروں کو ساتھ لے جا کر بی مارو میں اس سے ملنے گیا اُسکے ساتھ بھی کچھہ انگریز تھے۔ اُس نے قسم کھائی کہ میگزین اور توپیں اور ذخائر سامان اور روپیہ اور مال اسباب جو چھاونی میں ہیں یہ سب چیزیں میرے سپرد کی جائیں گی اور بالا حصار خالی کر دیا جائے گا اور بڑے ذی جاہ چار انگریز بہ طور اوٗل یا ضامن میرے سپرد کئے جائینگے اور جب امیر صاحب (دوست محمد خان) اُسکے اور میرے کنبے کے آدمی پشاور میں آجائیں گے تو یہ ضامن چھوڑ دیئے جائیں گے اور اس نے مجھہ سے درخواست کی کہ پشاور میں اُن کے بخیر و عافیت پہونچا دینے کے آپ کفیل ہوں اور شاہ شجاع کو آپ اجازت دیں کہ جہاں اُسکا جی چاہے چلا جائے اور اگر وہ کابل میں رہے تو اُسکے تئیں کوئی تکلیف نہ دی جائے ؛

میک ناٹن صاحب نے ان باتوں کے کرنے کی قسم کھائی اور اپنی جان کی امان مانگی۔ مجھ بندۂ خدا نے ان باتوں
منظور کیا اور وعدہ کیا کہ اُسکو پشاور تک بخیریت پہونچا دوں گا۔ دوسرے دن لارڈ صاحب اپنی فوجوں اور
زوں کو بالاحصار سے چھاونی میں لے آئے اور ایفاے وعدہ پر آمادہ ہوئے +

ہم دو تین دفعہ پھر اُن سے ملے اور اُس نے پھر بھی درخوست کی کہ میں اسکو پشاور میں بخیر و عافیت تمام پہونچا
ونگا اگرچہ اس کام کے کرنے میں میرا سراسر نفع تھا مگر میں نے سوچا کہ اسکو اور باقی انگریزوں کو بچا دینا اسلام کے
ق میں مضر ہوگا۔ مینے یہ بھروسہ کرکے کہ میرا پروردگار میرے اس کام کو پسند کریگا اور اسلام پر بہت لوگ ایمان لائینگے
ںنے باپ اور بھائی اور کنبے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نویں شہر ربیع کو پہلے طرح چار سواروں کو ساتھ لیکر لاٹھ صاحب
سے چھاونی کے قریب ملا جسکے ساتھ چار انگریز اور بیس گورے سوار تھے +

ہم گھوڑوں سے اُترے اور آپس میں ملے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھ بندۂ خدا نے لارڈ کا ہاتھ پکڑا اور
چھاتی میں گولی ماری اور اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ تین یا چار سوار جو میرے ساتھ تھے اُنہوں نے
ٹریور پر اور انگریزوں پر ہاتھ چلایا اور ٹریور صاحب کو مار ڈالا اور کولونی الگسینڈر ویٹ اور لارنس کو زندہ
گرفتار کر لیا۔ لاٹھ کے ساتھ جو سوار تھے اُنہوں نے مجھ پر دو تین دفعہ گولیاں چلائیں۔ لیکن خدا نے مجھے
بال بال بچایا۔ غازی قیدیوں اور لاشوں کو شہر میں لے گئے۔ اور چوک کے دروازے پر لاشوں کو لٹکا دیا
اس کام سے مذہب اسلام کو بڑی تقویت ہوئی۔ اور کافروں اور انگریزوں کو جان ستان سزا ملی۔
چھاونی میں باقی کافروں اور انگریزوں کی سپاہ نے لجاجت سے امان مانگی اور بڑی عاجزانہ درخوست کی
کہ ہماری جان بخشی ہو اور ہم پشاور تک پہونچا دیئے جائیں ہم سب توپیں اور اسباب رسد یہیں چھوڑ جائینگے۔
انشاء اللہ ہم دو تین دن میں ان کو امان دیں گے اور چھاونی سے باہر نکالیں گے یا اُن کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرینگے
اور چھاونی کو لوٹ کر بالکل غارت اور تباہ کر دیں گے۔ ملک کے اس حصہ کی طرف اور ہماری طرف سے آپ
اطمینان خاطر رکھیں اور آپ اپنا فرض ادا کیجئے اور اس طرف کے کفار کو فی النار کیجئے اور غزنی میں جو سپاہ ہے
وہ بھی غارت ہو گئی ہے اور غزنی اور بالاحصار پر اہل اسلام کا قبضہ ہے۔ والسلام +

ہاں لڑائی تو ایسی ہوئی ہے۔ اے افغانوں اور پیغمبر کے پیرو مطمئن رہو کہ ہم نے کابل میں کافروں کا
مارنا شروع کر دیا ہے اور جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ ہندوستان اور انگلستان میں عیسائیوں کا گھر ماتم کدہ
اس قتل عام کے سبب سے ہوگا جو ہونے والا ہے۔ والسلام +

اب اس خط پر یہ اعتراض ہوتے ہیں کہ میک ناٹن صاحب کے ساتھ ہندوستانی سوار تھے گورے سوار نہ
تھے اور اکبر خان کے ساتھ تین یا چار سوار نہ تھے بلکہ بہت سے تھے۔ انگریزوں میں تین کا نام بھی لکھا ہے جو
نہیں معلوم ہوتا کہ کون تھا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ تین افسر کپتان ٹریور۔ اور جارج لارنس و کواسن و مکنزی
تھے اس خط کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس میں شبہہ نہیں رہتا کہ اکبر خان کے دل میں پہلے سے میک ناٹن
صاحب کے قتل کا ارادہ تھا۔ غرض اس باب میں کوئی امر محقق نہیں کہ میک ناٹن کیونکر قتل ہوا اکبر خان نے
اسے مارا یا غازیوں نے مگر اسمیں شبہہ نہیں کہ میک ناٹن صاحب کا سر کابل کے چوک میں پھرایا گیا۔ اور اُن کا
دھڑ بازاروں میں گھسیٹا گیا ؛

کپتان ٹروٹر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ دورنگی میں میک ناٹن صاحب پر اکبر خان سبقت لے گیا۔ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ع
کو اکبر خان نے اسکو بلایا کہ اسکی ایمانداری کا امتحان کرے۔ رہائی پانے کے لئے تنکے پر سہارا لینے سے وہ اس گڑھے
میں سر کے بل گرا جو اسکے دشمن جان نے اسکے لئے کھودا تھا۔ اکبر خان کا یہ مطلب تھا کہ سر ولیم کو اپنے ملک
کی آزادی اور باپ کی بحالی کا ضامن اور کفیل بنائے۔ مگر اس کی تکراروں نے اکبر خان کو ایسا غصہ دلایا
کہ اس نے اس تپنچہ سے جو چند گھنٹے پہلے اس نے اس کو دیا تھا اسکو مار ڈالا اسکے جسم کا قیمہ غازیوں نے
کیا۔ اور اُسکا جسم بے سر بڑی دھوم دھام سے کابل کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ غرض اس طرح ایک لاور
کامل اشراف و بڑے فاضل اور گورنمنٹ کے بڑے گرم کوش ملازم کی زندگی کا خاتمہ ظلم و ستم کے ساتھ ہوا
اور چند سو گز کے فاصلہ پر انگریزی سپاہ چار ہزار موجود تھی۔ ایک سے زیادہ افسروں نے سر ولیم کی لاش
پر دیکھا کہ لوگ حملہ کر رہے ہیں اور ایک افسر نے یہ بھی دیکھا کہ افغان اس کی لاش کا قیمہ کر رہے ہیں اور
سپاہیوں کے دل جنگ کے لئے بھڑک رہے تھے مگر اُس دن ایک ہاتھ نہیں اُٹھا کہ مقتول کا انتقام لے
یا اُسکے زندہ ہمراہیوں کو بچاتے۔ ہندوستانی سوار جو ہمراہ تھے وہ چھاونی میں بھاگ گئے اور افسران جنگی نے
اس بات کا یقین نہیں کیا کہ وہاں یہ واقعہ گذرا ہوگا مگر جب اس واقعہ کا یقین ہو گیا۔ تو میجر ایلارڈ پوٹنجر
بلائے گئے کہ وہ میک ناٹن صاحب کی ڈپلومیسی کا رشتہ جو ٹوٹ گیا تھا اس کو پھر جوڑیں اور عہد ناموں
کے موافق جو برائے نام رہ گیا تھا پھر عہد و پیمان کریں ان صاحب نے بھی اپنے ملیٹری دوستوں سے التجا
کی کہ بے ایمان دشمن سے اب عہد و پیمان کرنا بے فائدہ ہے اب بالا حصار میں آخر موسم تک رہنا چاہئے
یا بزور شمشیر خواہ اس میں کچھ ہی جوکھوں ہوں جلال آباد جانا چاہئے۔ کچھ دیر کے لئے جنرل صاحب

کا ارادہ ہوا کہ بڑا بہادرانہ طریقہ اختیار کریں جس سے عزت قایم رہے۔ مگر شیلٹن صاحب کی ضد نے اُن کی اس بلند ہمتی کو پست کر دیا۔ اور کونسل جنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ اکبر خان اور اُس کے ساتھی جو شرایط پیش کریں۔ اُن کو قبول کرنا چاہئے ؀

پوٹنجر صاحب نہایت آزردہ دل ہو کر جرنیل صاحب کی ہدایتوں کی تعمیل پر مستعد ہوئے۔ عہدنامہ کی جو ترمیم ہوئی اُسکے موافق یہ شرایط ٹھیریں کہ تمام توپیں سوا ۶ میدانی توپوں کے اور تمام بچی ہوئی بندوقیں ہتھیار اور خزانے کے تمام سکے دشمنوں کے حوالے کئے جائیں اور میک ناٹن صاحب نے جو پشاور تک بخیر و عافیت پہونچا دینے کے لئے ساڑھے بارہ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ روپیہ دیا جائے ؀

سنہ ۴۲ء کی پہلی تاریخ کو صلحنامہ جس پر افغانوں کے اٹھارہ رئیسوں کی مہریں تھیں نظر آیا۔ سپاہ کی کی روانگی کی مایوسانہ تیاریاں ہونے لگیں اسمیں بدانتظامیوں اور بلوے کی صورتیں نظر آتی تھیں۔ مگر شیلٹن صاحب نے ان کے انسداد سے انکار کر دیا۔ وقتاً فوقتاً بڑی شدت سے برف برستی تھی۔ ہندوستانی سپاہیوں پر اس موسم میں جس سے وہ بالکل ناآشنا تھے جو مصیبتیں ایسی حالت میں پڑنے لگیں وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں کہ پیٹ کو آدھا کھانے کو ملتا ہو اور کپڑا پورا بدن ڈھکنے کو نہ ملتا ہو۔ شاہ شجاع اور کابل کے دوست جو خبریں بھیجتے تھے وہ اور پریشانی پر حیرانی بڑھاتی تھیں ؀

پانچویں کو پھر پوٹنجر صاحب اور لارنس صاحب نے جنرل صاحب سے بالاحصار میں چلے جانیکے لئے باصرار التماس کیا جنرل نے کہا کہ نہیں ہم کو مراجعت کرنی چاہئے اور حکم دیدیا کہ کل صبح کو جلال آباد کی طرف کوچ کیا جائے اور ہر جنگی سپاہی تین دن کا کھانا اپنے تھیلے میں رکھے ؀

سپاہ چھاونی میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور حقارت اُٹھا رہی تھی اُسکے خالی کرنے کی منحوس گھڑی آئی کہ ۶ جنوری کو صبح سپاہ روانہ ہونی شروع ہوئی کڑا کے جاڑا پڑ رہا تھا زمین اور پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے سردی نہایت گرم کپڑوں کے اندر بھی جسم کو چھیدے ڈالتی تھی ہندوستانی سپاہیوں اور بھیر کے آدمیوں کے نیلے کپڑوں اور ناتواں جسموں کے اندر تو وہ کلیجوں میں تیر لگاتی تھی۔ چھاونی سے جو جنگی سپاہ باہر نکلی اس میں چار ہزار پانچ سو مسلح آدمی تھے جن میں ۶۹۰ گورے اور ۲۸۴۰ ہندوستانی پیدل سپاہی اور ۹۷۰ ہندوستانی سوار تھے اور گھوڑ چڑھی ۶ توپوں کے سوار گورے تھے اور اُن کے ساتھ تین بھاری توپیں اور تھیں۔ عہدنامہ میں توپخانہ کی توپوں کی تعداد انگریزوں کے لئے مقرر کر دی تھی کہ اس سے زیادہ وہ

اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے اس بہادر سپاہ قواعددان خوش دل میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ اپنے مقام کو افغانوں کے حملے سے بچا سکتے تھے اور ضرورت کی صورت میں ان پر حملہ کرکے کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ بدنصیب سپاہ کا دل سرد ہو گیا تھا۔ اس کی ڈسپلن میں شکستگی آگئی تھی اسکے سردار مردہ دل اور ضعیف القلب ہو گئے تھے اسکے ساتھ بھیر کے بارہ ہزار آدمی پیچھے لگے ہوئے تھے جن میں عورتوں اور بچوں کا بڑا گروہ تھا سپاہ کا ہراول چھاونی سے نو بجے صبح کے روانہ ہوا وہ دریائے کابل پر اس سبب سے رکا کہ عارضی پل اس پر ہنوز نہیں تیار ہوا تھا۔ دوپہر کے بعد ہراول کی سپاہ اسکے پار اُتری اس ہراول کے سپہ سالار شیلٹن صاحب تھے اُن کے ساتھ لیڈیاں اور کمزور اور بیمار آدمی تھے۔ اسلئے ہیچ ہیچ سفر ہوتا تھا۔ یہ اول ہی سے ہراول میں بدنظمی تھی کہ بھیر کے آدمی جو کثرت سے پرتل کا اسباب و چیز و بست لئے ہوئے تھے وہ سپاہ کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکے نہیں جا سکتے تھے۔ چھاونی کا جو حصہ انگریزی سپاہ سے خالی ہوتا جاتا تھا وہ افغانوں سے پُر ہوتا جاتا تھا وہ اپنی خوشی کے نعروں سے ہوا کو پھاڑتے تھے اور ہر طرح کی غارتگری کرتے تھے۔ چھاونی سے ہراول کی باربرداری کے اونٹ دوپہر کے بعد نکلے۔ چنداول کی سپاہ چھاونی سے باہر اس میدان میں جمع ہوئی جو دریا اور فصیل چھاونی کے درمیان تھا۔ افغانوں نے لوٹ کی خوشی کو چھوڑ کر فرنگیوں کو قتل کرنے کی خوشی اختیار کی اور جزائل اُن پر چھوڑنی شروع کیں۔ جب شام کو چنداول کی سپاہ چلی تھی تو ایک افسر اور پچاس آدمی مردہ برف میں پڑے تھے جن کو افغانوں کی آگ نے سرد کیا تھا۔ توپخانہ کے آدمیوں کے مارے جانے کے سبب سے دو توپوں میں کیلیں ٹھونک کر اُن کو چھوڑنا پڑا چنداول کی فوج کے پیچھے جو غازی پڑے اسکے سبب سے اُن کو بہت سا اسباب افغانوں کے لوٹنے کے چھوڑنا پڑا۔ جو افغان لوٹ کے ایسے بھوکے نہیں تھے جیسے کہ انگریزوں کے خون کے پیاسے۔ وہ بے شمار ان سپاہیوں اور بھیر آدمیوں کو قتل کرتے تھے جو سپاہ سے جدا ہو کر راہ میں لیٹ جاتے تھے یا اینٹھ جاتے تھے۔ مایوسی کی حالت میں موت کے لئے دعائیں مانگتے تھے اس کی کچھ پروا، نہ تھی کہ اُن کو افغانوں کے چھرے ذبح کریں یا سردی اُن کو سردہ بنائے اپنے ساتھیوں سے التجا کرتے تھے کہ ہم کو مارتے جاؤ۔ برف پر بچوں کو مائیں چھوڑ جاتی تھیں آگے سو گز نہ جانے پاتی تھیں۔ کہ خود مرجاتی تھیں ؛

دوسرے دن دو بجے دن کے چنداول کا لشکر درہم برہم حیران پریشان چھ میل پر پڑاؤ پر پہونچا اس چھوٹے سے چھ میل کے سفر کے ختم ہونے سے برف میں لیٹنا پڑا۔ چھاونی کو افغانوں نے آگ لگائی تھی اسکے شعلے ان کی راہ سفر کی مشعلیں بنتے تھے کافروں کی کسی نشانی کو افغان باقی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ سب کو مٹاتے چلے جاتے

تھے۔ رات کو بڑا شدت کا جاڑا پڑا۔ جو جائیں برف سے خالی تھیں اُن میں سپاہی اور بھیر کے آدمی پڑے۔ نہ انکے
پاس کھانے کو تھا اور نہ آگ جلانے کے لئے تھے۔ اور نہ سر پر سوائے آسمان کے کوئی سایہ تھا۔ بہت سے آدمی
لپٹ کر سوئے کہ ایک دوسرے کو گرمی پہونچائیں رات بڑی سرد اور نہایت تاریک تھی۔ بہت سے آدمی اکڑ کے
کے اکڑے رہ گئے بہت سے سر ناز دہ ہوگئے۔ وہ چھاونی کی مسرت ناک صبح کی معمولی آوازیں اس غمناک پڑاؤ
میں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ جارج لارنس اس غمزدہ حالت کی تصویر یوں کھینچتے ہیں۔ کہ تمام آدمیوں کی خاموشی
سے اُن کی مایوسی اور بے حس و حرکت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ سپاہ میں نافرمانی شروع ہوگئی تھی شاہ کی ایک پیدل
رجمنٹ اور سیپر ومائی نر سپاہ پہلے ہی سفر کے دن رات میں بالکل بھاگ گئی۔ ساتویں تاریخ کو سفر سپاہ کے لئے
احکام جاری ہوئے۔ بگل نے سفر کے لئے آواز نہیں لگائی۔ سپاہ بھیر اور مویشی سب آپس میں گڈمڈ ہو کر اس
طرح چلے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر آئینی جاتا ہے اُن میں کوئی ترتیب و صف بندی سپاہ کی سی نہ تھی۔ آدھے
سپاہی بالکل اپنے کام کے قابل نہ رہے تھے۔ اُن کی انگلیاں ایسی اکڑ گئیں تھیں کہ وہ ہتھیاروں کے تھامنے
کے کام کی نہیں رہی تھیں۔ پہلے دن جو ہراول سپاہ تھی وہ آج چنداول سپاہ بنی جو اسباب و چیز بست چھوٹی
گئی تھی اسکو افغان لوٹ کر چمپت ہوئے۔ اب اُنہوں نے چنداول کی فوج کو ستانا شروع کیا جس کی روانگی
میں تاخیر اس سبب سے ہوئی کہ سامنے بے ترتیب بھیر نے آن کر رستہ روک لیا تین پہاڑی توپیں کچھ دیر کے
لئے پیدل سپاہ سے جدا ہوگئیں تھیں اُن کو دفعتاً افغانوں نے آن کر لے لیا۔ این کونٹل صاحب نے ۴۴ رجمنٹ
ملکہ معظمہ کو اُن توپوں کے واپس لینے کے لئے ابھارا مگر اُس نے کچھ بھی نہ سنا۔ گرین صاحب نے اپنے تھوڑے
سے بہادر توپچیوں کو ساتھ لیجا کر اور بریگیڈیئر توپوں کے پاس پہونچے۔ لیکن کمک کے نہ پہونچنے سے مجبوراً
اُن توپوں کو دوبارہ کیلیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اس سفر میں توپخانے کے گھوڑے ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ
گھڑ چڑھی توپوں میں سے دو اور توپوں کو میخیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اب سپاہ کے ساتھ توپوں کی ایک جوڑی
رہ گئی۔ جس میں ۶ پونڈ کا گولہ چھوٹتا تھا۔ چنداول لڑ نہ رہا تھا کہ افغان سواروں کے ایک گروہ نے قلب سپاہ
پر حملہ کیا اور بہت کچھ مال و اسباب لوٹ کرلے گیا۔ اور دور تک لشکر میں ہل چل ڈال دی۔ چنداول کی سپاہ
بالکل غارت ہو جاتی مگر شیلٹن صاحب اس کی کمک کو پہونچ گئے اور اُنہوں نے دشمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔
بت خاک میں اکبر خاں ملا اُس نے اقرار کیا کہ جلال آباد تک سپاہ کو بحفاظت تمام پہونچانے کا حکم مجھے ہوا تھا مگر
اُسنے انگریزوں پر یہ الزام لگایا کہ اُنہوں نے قبل از وقت چھاونی سے سفر کر دیا تھا۔ اُس نے بت خاک میں کل

صبح تک ٹھیرنے کے لئے باصرار کہا کہ وہ سامان رسد مہیا کر دے گا لیکن اسکے ساتھ پندرہ ہزار روپے مانگے اور پوٹنجر اور لارنس اور میکنزی کو اوٗل میں دینے کے لئے درخواست کی اور کہا کہ جب تک یہ خبر نہیں آے گی کہ جلال اباد کو سیل صاحب نے خالی کر دیا آگے سپاہ سفر نہ کر سکے گی جنرل کی ہدایت کے موافق افسران مذکور اوٗل میں اکبر خان پاس گئے اور اُس نے جو روپیہ مانگا تھا وہ فرمانبرداری کے ساتھ دیا گیا۔ سپاہ نے اپنے ساتھ ساڑھے پانچ دن کی خوراک لی تھی جن میں امید تھی کہ وہ جلال آباد میں پہنچ جائیگی۔ اب دو دن میں اس سپاہ نے دس میل اپنے سفر کے طے کئے دوسری رات آئی جس میں وہی مصیبتیں بھوکے مرنے اور سردی میں اکڑنے اور بیدم ہونے اور مرنے کی آئیں ۔

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اب کوئی پرتل کی خوبی باقی نہ تھی۔ اور نہ آدمیوں کے لئے اور جانوروں کے واسطے خوراک باقی تھی ہر اونٹ پر کئی کئی سواریاں ہوتی تھیں برف عمق میں ایک فٹ پڑی ہوئی تھی۔ پاس کی ندی میں سے پانی لانا اس سبب سے مشکل تھا کہ پانی لانے والوں پر رستہ میں گولیاں ماری جاتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ایک خیمہ تھا جس میں ہم نو عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی سوئیں۔ دن کے نکلنے پر سراسر بلائیں ہی سر پر آنی شروع ہوئیں ۔

آئر صاحب اپنا بڑا تعجب اس بات پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دو راتوں کے صرف برف و پالا پڑنے نے سپاہ کو بالکل غیر منتظم کر دیا۔ اُس نے بڑے بڑے مضبوط و تنومند آدمیوں کو بالکل ایسا درماندہ اور فرسودہ کر دیا کہ اُن میں خدمت کرنے کی قوت اور قابلیت ہی نہیں رہی۔ سواروں پر ایسی آفت نہیں آئی تھی پھر بھی وہ بمجبوری اپنے گھوڑوں پر چڑھائے جاتے تھے۔ حقیقت میں چند سو ہی آدمی قابل خدمت باقی رہے تھے۔ جب دشمنوں کی گولیوں کے چلانے کی آواز آتی تو زندہ آدمی برف کے اندر سے بڑی جد و جہد کر کے پاؤں باہر نکالتے وہ سردی کے مارے اکڑ گئے تھے اُن کے وہ ساتھی بڑے خوش نصیب تھے جو مر گئے تھے۔ لشکر کے عقب میں افغان حملہ کرتے تھے جس سے وہاں کے آدمی دھکا پیل کر کے آگے آتے تھے اور اپنے پرتل کے جانوروں سے بوجھ پھینک کر ساتھ لاتے تھے اور افغانوں کو میگزین اور خزانے اور پلیٹ اور اور اسباب سے پٹی ہوئی زمین لوٹنے کے لئے ملتی تھی۔ لیڈیاں پالکیوں اور ڈولیوں میں اب نہیں سوار ہوتی تھیں اور اُن کے اُٹھانے کے لئے کوئی کہار زندہ نہ رہا تھا ۔ وہ اونٹوں پر کجاووں میں سوار ہوتی تھیں اُن میں بعض بڑی ضعیف و ناتوان تھیں ایک میم صاحبہ کی گود میں پانچ دن کا بچہ تھا ۔

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھی جس پر مجھے بڑی سردی لگی تو میں بڑی ممنون ہوئی کہ میس کورٹ نے ایک تام لیت شیری شراب کا مجھے پینے کو دلا۔ اگر میں اسکو کسی اور وقت میں پیتی تو مست ہو جاتی۔ مگر اب اس سے میں صرف گرم ہو گئی۔ بچوں پر سردی کا اثر ایسا تھا کہ وہ شیری شراب کے پیالے پی جاتے مگر اُسکے نشہ کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا ٭

دوپہر کو زندہ آدمیوں اور جانوروں نے پھر ایک دفعہ حرکت کی۔ سپاہ بالکل تتر بتر تھی۔ ہراول کے ساتھ پرتل کا اسباب خلط ملط ہوا تھا۔ اب بڑی مصیبت یہ آئی کہ درہ خرد کابل کی تنگ راہ میں چلنا پڑا وہ پانچ میل لمبا تھا۔ اسکے گرد پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں اُن کے اندر ایک پہاڑی ندی زور سے بہتی تھی۔ جس کے کنارے یخ بستہ ہو رہے تھے اس میں جانا موت کے منہ میں جانا تھا وہاں لشکر کا قتل ہونا شروع ہوا۔ ہراول کی سپاہ کے ساتھ چند افغانی سوار ہوئے تھے جن کے ملازم اپنے آقاؤں کے حکم سے غلزئیوں کو جو بلندیوں پر صف بند کھڑے تھے آوازیں دیتے تھے کہ گولیاں مت مارو۔ مگر ان اقوام نے اُن کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا غلزئی پچاس گز کے فاصلہ سے گولیاں مارتے تھے جو قاتل ہوتی تھیں۔ لیڈی سیل صاحبہ کے بازو میں ایک گولی لگی اور تین گولیاں اُنکے کپڑوں میں سے ہو کر باہر نکل گئیں۔ سب سے زیادہ اثر افغانوں کی گولیوں کا ہراول اور چنداول کے سپاہیوں اور پرتل کے آدمیوں پر ہوا۔ اکثر لیڈیاں اونٹوں پر سوار تھیں جن میں سے بعض کو عجیب جان جوکھوں کے واقعات پیش آئے اونٹ کے کجاوہ کے ایک طرف ایک لیڈی صاحبہ اور اُن کا چھوٹا بچہ اور کجاوہ کی دوسری طرف لیڈی صاحبہ اور ایک بڑا بچہ سوار تھے۔ ایک اونٹ کے ایک کجاوہ میں مسس بونڈ اور اُن کا چھوٹا بیٹا۔ اور دوسرے کجاوہ میں مسس وائرنگ صاحبہ مع اپنے بچے اور مسس انڈرسن کے بڑے بچے کے بیٹھی تھیں کہ اونٹ کے گولی لگی اور وہ گرا مسس بونڈ کو ایک سوار ہندوستانی صحیح سلامت لے گیا اور انکا بچہ جو دوسرے کے پیچھے بیٹھا تھا وہ سوار مارا گیا اور بچہ افغانوں کے ہاتھ آیا۔ انڈرسن کی لڑکی بھی ماری گئی مسس وائرنگ جن کی گود میں ایک بچہ تھا ایک پرتل کے ٹٹو پر چڑھنے لگیں تو اُس پر بوجھ اُتر پڑا تو وہ پیدل چلیں کہ ایک افغان سوار تلوار لے کر آ کے پیچھے پڑا۔ اور جس شال میں کہ بچہ لپٹا ہوا تھا اسکو چھیننا چاہا مگر ایک ہندوستانی سوار نے افغان کو مار ڈالا مسس صاحبہ تو پڑاؤ پر پہونچ گئیں مگر سوار جس نے اُن کی جان بچائی تھی مارا گیا ٭

چنداول کی سپاہ پر جس میں ۴۴ پلٹن ملکہ معظمہ کی تھیں بڑا ہولناک حملہ ہوا۔ درہ کی ایک تنگ راہ

میں اسکو ایک سد راہ نے روکا جس کے سبب سے اُسکو ٹھیرنا پڑا - اور اس ٹھیرنے میں اسکو بڑا نقصان پہونچا
بڑی بہادری سے گورے مقابلہ کرتے ہوئے درے سے باہر نکلے اور ان میں سے جو زندہ رہے اپنے کیمپ کی
جگہ میں پہونچے اس درے میں پانچسو سپاہیوں اور ۲۵ بہیر کے آدمیوں کا نقصان ہوا - اکبر خاں اور سردار اُوکے
انگریزوں کو ساتھ لئے ہوئے سوار ہو کر سپاہ کے قدموں پر آگے چلے - اکبر خاں نے اقرار کیا کہ اسکا مقصد یہ تھا
کہ آتش افشانی کو دور کرے - لیکن میکنزئی صاحب لکھتے ہیں کہ پوٹنجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو
میکنزئی تم اس بات کو یاد رکھنا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اکبر خان پشتو زبان میں تو یہ کہتا تھا کہ قتل کرو اور فارسی
میں یہ کہتا تھا کہ آتش فشانی کو موقوف کرو ؛

اُول کے آدمی غضبناک غازیوں سے پہاڑیوں کے غاروں میں شام تک چھپائے گئے - جب شام
کو نکلے تو وہ ان مقاموں سے گذرے جہاں بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے - تو اُن کو ایک ہولناک مقام سے
دوسرا مقام زیادہ ہولناک مقام نظر آیا - تمام لاشیں ننگی پڑی ہوئی تھیں بچوں کے دو دو ٹکڑے ہوئے تھے ہندوستانی
مرد اور عورتوں میں بعض یخ بستہ ہو کر مر گئے تھے بہت سے قیمہ قیمہ کئے گئے تھے - بہت سے آدمیوں کے گلے
کان سے کان تک کٹے ہوئے تھے ؛

خرد کابل کے پڑاؤ جس میں کوئی خیمہ نہ تھا رات کو برابر برف ریزی رہی - ۹ - تاریخ صبح کو تتر بتر سپاہ نے سفر
شروع کیا وہ ایک میل چلکر ایک دن کے لئے ٹھیرائی گئی اور قیام کا حکم اس سبب سے ہوا کہ اکبر خان نے کپتان سکر صاحب
کو بھیجا کہ وہ اُس کی طرف سے یہ امر پیش کرے کہ لیڈیوں اور بچوں کی حالت بڑی قابل افسوس ہے اور مجھے اُن کے
ساتھ بڑی ہمدردی ہے وہ سب میری محافظت اور نگرانی میں سپرد کئے جائیں اور جو انگریز متاہل ہیں وہ اپنی بیویوں
کے ساتھ چلے آئیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس گروہ کو کچھ تکلیف اب آیندہ نہیں ہوگی - اور سپاہ کے پیچھے اس کو میں
عافیت گاہ میں پہونچادوں گا - جنرل کو اکبر خان کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہ تھا مگر اُس نے اکبر خاں کی درخواست کو
بھی منظور کر لیا - اُن بیچاری عورتوں اور بچوں کو کابل سے روانہ ہو کر ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملا - سوا اس کے
کوئی اور چارہ نہ تھا - اُن میموں میں سے بعض اپنے بچوں کو جو ابھی پیدا ہوئے تھے ، دودھ پلاتی تھیں - بعض ایسی
تھیں جن کے وضع حمل کے دن قریب تھے بعض اُن میں ایسی ضعیف اور ناتوان تھیں کہ جب اونٹ پر کجاووں میں
بیٹھتیں تو برف کے مارے کانپتیں اور اُن کے پاس سوائے اس رات کے لباس کے جو اُنہوں نے چھاونی
میں پالکیوں میں سوار ہونے کے وقت پہنا تھا کوئی اور لباس نہ تھا اکبر خاں نے رسد نہیں بھیجی تھی - ۱۰ - کی

صبح کو گرسنہ سرمازدہ شامت زدہ لشکر نے سفر شروع کیا کثرت سے آدمیوں کے بھاگنے سے وہ قلیل ہو گیا اس نے
ہ میل سفر خیر و عافیت کے ساتھ کیا کہ وہ ایک تنگ اور تاریک درے میں آیا جو لمبا نہ تھا اُس کا عرض دس فٹ
سے زیادہ نہ تھا بلندیوں پر سے افغانوں نے گولیاں مارنی شروع کیں۔ ہراول لڑتا بھڑتا باہر نکل آیا اور اپنی
قیام گاہ کبار جبار میں پہونچ گیا وہاں باقی لشکر کا منتظر تھا مگر اُس لشکر کی قسمت میں نہ تھا کہ وہ اس تنگ و تاریک
درہ سے زندہ نکلتا۔ چند آدمی مشکل سے مرتے گرتے ہراول کے پاس پہونچے اب معلوم ہوا کہ جس قوی توانا بریگیڈ کو
کابل کی چھاونی سے سفر کرتے ہوئے چار دن گذرے ہیں اُن میں کتنے زندہ باقی ہیں۔ افغانوں نے گولیوں
سے آدمیوں کو مار کر تنگ راستہ کو مردوں اور لڑنے والوں سے بھر دیا۔ ایک طرف غلزیوں نے درے سے
نکلنے کا رستہ بند کر دیا اور پہاڑ کے ڈھلانوں سے افغانوں نے اوتر کر تلواروں سے آدمیوں کو ذبح کرنا
شروع اور جب تک آدمی زندہ رہے اُنہوں نے قربانی کرنا نہ چھوڑا۔ چنداول کی ہندوستانی سپاہ کی رجمنٹ
بالکل قتل ہو گئی سوائے دو تین زخمی افسروں کو جو کسی حکمت سے باہر نکل آئے تھے اور ہراول کی فوج سے
مل گئے تھے ؎

اب سپاہ جو باقی رہی اسمیں ۴۴ ویں گوروں کی پلٹن میں دو سو سپاہی اور ہندوستانی رجمنٹوں میں بحساب
اوسط ہر ایک میں سو سپاہی اور ساٹھ توپچی اور ایک توپ باقی رہی۔ جنرل نے اکبر خاں سے اس حملہ کی شکایت
کی کہ باوجودیکہ آپ نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ سپاہ کو آیندہ کوئی تکلیف نہیں پہونچائی جائے گی اس حملہ کرنے کو
جائز رکھا۔ اکبر خان نے اپنا نہایت افسوس ظاہر کیا اور عذر کیا کہ کوہستانی غلزئی کو اس حالت میں کہ ان کو خون
و لوٹ کی اشتہا ہو انکا اپنا افسر بھی محکوم نہیں بنا سکتا لیکن میں اس بات کی ضمانت کرنے پر راضی ہوں کہ تمام
یوروپین افسروں کو جلال آباد تک بخیر و عافیت پہونچا دوں گا۔ اگر وہ سب اپنے ہتھیار مجھے حوالے کر دینگے اور
بالکل اپنے تئیں مجھے سپرد کر دینگے۔ جنرل نے اس درخواست پر ناک بھوں چڑھائی اور سفر شروع کیا۔ سپاہ
بے ترتیب بھیڑ کے آدمیوں کے مل جانے سے روانہ ہوئی ہفت کوتل سے ڈھلانوں پر اوتر کر تنزین کی گھاٹی میں آئے
میں سپاہی کچھ فاصلہ پر اور آدمیوں کے گروہ سے جاتے تھے کہ دفعتاً نئے قسائی اُن کے ذبح کرنے کے لئے آئے
اور ڈھلانوں کو مردوں اور قریب المرگوں سے بھر دیا ؎

کبار جبار سے تزین تک سپاہ کے سفر کرنے میں شیلٹن صاحب نے بڑی بہادری کر کے سپاہیوں کو
بالکل غارت ہونے سے بچایا اس نے اپنی رجمنٹ کے چند دلیر سپاہیوں کو ساتھ لیجا کر غلزئیوں کے حملہ کو دفع

دفع کر دیا اور مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اکبر خاں یہ عہد لینا چاہتا ہے کہ تمام سپاہ ہتھیار دیدے پس اس لئے ایک مستقل کوشش کر کے چوبیس میل رات کو جلد سفر کر کے جگدلک میں پہونچ جانا چاہیئے تاکہ ہمسایہ پہاڑی کو پہلے اس سے صاف کر دیں کہ دشمنوں کا وہاں قبضہ ہو۔ یہہ تجویز شیلٹن صاحب کی اختیار کی گئی۔ شب کی اول چاندنی میں چپ چاپ سفر شروع ہوا۔ اس سفر کی پہلی نحوست یہ تھی کہ توپ جو ایک باقی رہ گئی تھی وہ مجبوری چھوڑنی پڑی سیہ بابا و کنتش سنگ کے درمیان مہلک تاخیر اسلیئے ہوئی کہ آدمیوں میں چند گولیوں کے پڑنے سے ایسی ہل چل پڑی کہ وہ کبھی آگے آئے اور کبھی پیچھے گئے اُنہوں نے شیلٹن صاحب اور اس کی چند اول سپاہ کا رستہ روک دیا صبح کو جگدلک ۱۰ میل پر تھا اسیں متصل کی بلندیوں پر افغانوں کا ہجوم ہو گیا شیلٹن صاحب نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے سپاہ کو لڑایا اور ۱۱ تاریخ کی دوپہر کو جگدلک میں پہونچے اور شکستہ دیواروں کے پیچھے سپاہ ٹھیری مگر اس کو یہاں آرام لینا نصیب نہیں ہوا۔ افغانوں نے ایسے مقامات پر سے گولیاں مارنی شروع کیں جن سے بچنا مشکل تھا اور مرنا آسان تھا۔ دن بھر طرفین سے گولیاں چلتی رہیں اور افغانوں سے ان کے بعض مقامات چھین لئے گئے۔ مگر اُنہوں نے پھر اُن کو لے لیا۔ اور گولیاں بڑی شدت سے مارنی شروع کیں ؛

اکبر خاں نے کپتان سکنر کو بلایا وہ جا کر یہ پیغام لایا کہ جنرل الفنسٹن اکبر خاں سے ملاقات کرنے جائے کہ وہ ایک مجلس مشورہ میں شریک ہو اور بریگیڈیر شیلٹن اور کپتان جانسن اوّل ہیں جب تک دئے جائیں کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کرے اکبر خاں کے ارشاد کی تعمیل ضرور تھی۔ بریگیڈیر این کو ئی ٹل کو الفنسٹن صاحب کام سپرد کر کے اکبر خاں کے پاس گئے۔ اکبر خاں نے اصرار کیا کہ جنرل الفنسٹن صاحب کو بھی اوّل میں رکھے۔ جنرل نے کہا کہ میں موت کو اس بے عزتی سے بہتر جانتا ہوں کہ جو کھوں کے وقت میں میں اپنی سپاہ کی حکمرانی سے جدا ہو جاؤں لیکن اکبر خاں پر اُسکے کہنے کا کچھہ اثر نہیں ہوا اس نے یہ تجویز پیش کی کہ انگریز جو زندہ بچے ہیں وہ ہندوستانیوں سے الگ ہوں اور اُن میں سے ہر ایک میرے ایک ایک ہمراہی کے ساتھ سوار ہو اس لئے کہ غلزئی جرگے والے ایسے غضبناک ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح انگریزوں کے قتل سے باز نہیں آئینگے جبتک اُن کو اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ انگریزوں کے قتل کرنے سے ان کے ساتھی افغان بھی قتل ہوں گے۔ لیکن جنرل الفنسٹن اور بریگیڈیر شیلٹن نے غزنی کے خیال سے اکبر خاں کی تجویز کے منظور کرنے میں پس و پیش کیا۔ حالانکہ ان دونوں نے اپنے مقام کو اپنے انبار خانے کے ذخیروں اور خزانوں کو اس حال میں چھوڑ دیا

تھا کہ پانچ ہزار فوج آراستہ دشمنوں کے ہاتھ سے بچنے کے لئے موجود تھی۔ اُنہوں نے بہیر کے آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کرادیا اور اتنے جنگی سپاہیوں کو بھی ہلاک کرایا کہ دوسو سپاہیوں سے کم رہ گئے تھے۔ اتنی بعزتیوں کے اُٹھانے کے بعد عزت باقی رکھنے کی گفتگو عجب بے محل اور نامعقول تھی بلکہ باقی آدمیوں کے بچنے کی صرف یہی ایک تدبیر تھی کہ وہ اپنے تئیں محمد اکبر خاں کے حوالہ کردیتے ؛

دوسرے دن بارھویں تاریخ کو محمد اکبر خاں نے اپنے اُن قیدی مہمانوں کے ساتھ اُن غلزئی سرداروں کے سامنے مباحثہ شروع کیا جو اپنے امیر جلاوطن کے بیٹے کے آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنی نفرت عداوت کو بڑی خشمناک آوازوں میں ظاہر کیا کہ کافروں کا خون کرنا چاہیئے اکبر خاں نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا کہ اُن کے دل سے یہ عداوت دور ہو۔ مگر اُنہوں نے اُسکے سمجھانے پر کچھ خیال نہیں کیا۔ شام کو آخرکار اس نے اُن کو یہ ترغیب دی کہ دولاکھ روپے لے لو اور انگریزی سپاہ اور آدمیوں کو جلال آباد بخیر و عافیت پہونچادو۔ مگر انگریزوں پر تقدیر نے موت کا دروازہ کھول دیا تھا وہ کسی طرح بند نہیں ہوسکتا تھا۔ پہلے اس سے کہ نہ جنرل رہا نہ سپاہ رہی جب اوجالا ہوا تو وادی جگدلک کے نیچے لشکر نے بغیر جنرل مایوسانہ سفر شروع کیا کچھ دونوں لشکر بغیر جنرل کے اور جنرل بغیر سپاہ کے رہا۔ جس جگہ اس وادی میں دو پہاڑوں کے بیچ راستہ تنگ تھا وہاں دشمنوں نے دو بڑے کچے مورچے درختوں کے ٹھنوں سے بنالئے جس کے سبب سے لشکر کا آگے بڑھنا رک گیا۔ اس مورچہ پر چڑھنے میں کوشش کرنے کے اندر دفعتاً ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور افغانوں کا ایک گروہ چھرے اور تلواریں لے کر سپاہیوں اور بھیر پر آن پڑے۔ مورچوں کے آگے مردوں کے ڈھیر لگ گئے چند افسر اور سپاہ کئی کوڑی ان سد راہوں میں سے لڑتے ہوئے باہر نکلے پھر سپاہ نہ رہی گندمک جاتے جاتے سب مارے گئے ایک دو قید ہوئے۔ بارہ افسر جو اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوئے تھے اُن میں سے چھ فتح آباد پہونچے۔ بعض دہاتیوں نے اُن کو خوراک دی وہ اُسکو کھاتے تھے کہ دو ان میں سے قتل کئے گئے تین کا تعاقب کیا گیا۔ اُنکو بھی جلال آباد سے چند میل کے فاصلہ پر پکڑ کر مار ڈالا۔ اُن میں سے صرف ڈاکٹر برائی ڈن جو بھوک اور تکان اور زخم شدید کے سبب سے نیم جان ہو رہے تھے اپنے تیز ٹٹو پر سوار ہوکر قلعہ جلال آباد میں پہونچے۔ سیل صاحب نے اس قلعہ کو جاڑے تک بچائے رکھنے کا ارادہ مصمم کرلیا تھا۔ ۶۔ جنوری کی صبح کو جو ہزاروں آدمی کابل سے جلال آباد میں جانے کے قصد سے روانہ ہوئے تھے اُن میں سے ۱۳ جنوری ۱۸۴۲ء کو جلال آباد میں صرف ڈاکٹر برائی ڈن صاحب پہونچے کہ وہ اپنے ہم وطنوں

کی کہانی سنائیں کہ اُن پر کیا کیا گذری ؛

سر ہنری ڈیورینڈ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پولیسی کا یہ خاتمہ تھا جس میں کہ سچ کی ہنسی اُڑائی جاتی تھی اور راے صواب پر جوتی کی نوک ماری جاتی تھی - دور کی جلوہ گاہیں پبلک کی راے کو سراب نمائی کرتی تھیں - اس پولیسی کا ناتواں ہونا خواہ وہ کیسی بڑی بد و پر خطا ہوا سکے ایجنٹوں کے انتخاب کے سبب سے پیدا ہوا ہے جو اپنے کاموں کے لایق نہ تھے - میک ناٹن صاحب کی خوش طبعی کے ساتھ راست بازی - الفنسٹن صاحب کی جسم و دماغ کی ناتوانی - شلیٹن صاحب کی سفیہانہ ہٹ سول اور ملیٹری افسروں کے درمیان مخفی مخالفت - سیل صاحب کا عین وقت پر امداد سے انکار کرنا - ان سب باتوں نے اس حادثہ کی صورت پیدا کی جس کے خیال سے ہمارے آینده نسلیں حب الوطنی کے سبب خجل اور شرمندہ ہونگیں ؛

کابل پر جو ناحق بے ڈھنگا حملہ کیا گیا اسکے قدرتی سلسلہ نتائج سے کابل کی سپاہ کا بالکل غارت ہونا پیدا ہوا - یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کی پولیسی پر ایسے وقت سے پھٹکار پڑنی شروع ہوئی کہ بالا حصار میں سرکار انگریزی کی سپاہ شاہ شجاع کے ساتھ گئی - اس پھٹکار نے میک ناٹن صاحب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی کہ اُن کو شاہ شجاع کا عام خلایق کا ناپسند کرنا نظر نہ آیا - سر ولوبائی کوٹن نے چھاونیوں کے لئے بدترین مقام پسند کیا جس میں بیمار بڈھا جنرل اس عہدے پر مقرر ہوا جس کو وہ خود جانتا تھا کہ میں اس کے لئے نامناسب ہوں - لارڈ آک لینڈ نے برخلاف کمانڈر انچیف سر نکولس کے الفنسٹن صاحب کو مہم افغانستان میں سپہ سالار مقرر کیا تھا - وہ ٢ نومبر کو بلوے سے پہلے بیماری کی رخصت لے کر ولایت جانے کو تھے - اُن کی غلطیوں کے سبب سے بڑے بڑے بہادر افسروں کو بیوقوف بننا پڑا - جو سپاہ غارت ہوئی اسمیں سے ایک سو بیں مرد عورتیں بچے جو محمد اکبر خاں کی قید میں تھے - ایشیا میں سرکار انگریزی کی سپاہ پر کبھی ایسا حادثہ جانکاہ واقع نہیں ہوا تھا - اس کی خبر سے ہر ایک انگریز کا دل لرزتا تھا اور ہندوستان کے ہر بازار میں اس کا چرچا رہتا تھا - لیکن نہ رئیسوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی سازش کی نہ اُن سے عام رعایا کے دل میں بغاوت کا خیال آیا - انگریزوں کو اس بات سے بڑی تسلی ہوتی تھی کہ انگلینڈ کی عزت کے برقرار رکھنے والے اُن کے ہم وطن ناٹ اور رالنسن قندھار میں اور اور سیل اور میئی اور بروڈ فٹ جلال آباد میں اور ہنری لارنس و کلرک و میکسن پنجاب میں موجود ہیں ؛

باب پنجم

جنگ افغانستان کا آخر کام

جب لارڈ آک لینڈ کو معلوم ہوا کہ الفنسٹن کی سپاہ بالکل معدوم ہوئی تو اُن کی زندگی نہایت تلخ ہوئی
اُن کے ولایت جانے سے چند ہفتے پہلے افغانستان کی پولیسی کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ جس سے لارڈ آک لینڈ کی ساری
نیک نامی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئی۔ ۳۰۔ جنوری ۱۸۴۲ء کو کلکتہ سے اُنہوں نے ایک جنرل اورڈر جاری
کیا جسمیں اُنہوں نے بیان کیا کہ یہ مصیبت اور آفت انگریزی سپاہ پر واقع ہوئی ہے وہ ایک جزوی انقلاب ہے
اور اُس کے سبب سے ایک نیا موقع ہاتھ لگا ہے کہ اسمیں قوت انگلیشیہ از سر نو اپنے اقتدار اور عظمت کو اپنی ہندوستانی
سپاہ کو اپنی دلیرانہ اولوالعزمی کو دکھلائے" لیکن گورنر جنرل کے دل پر تاریکی چھا گئی کہ اُن کو بہت جلد جنگ کرنے کا
خیال بالکل جاتا رہا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اسکے سوا کوئی خیال نہ تھا کہ جسقدر جلد ہو سکے افغانستان
سے تمام انگریزی سپاہ باہر نکال لیجائے اس کو فتہ جان شکستہ خاطر کو یہ خیال ہی نہیں آتا تھا کہ یوروپ اور ہندوستان
میں اپنے اغراض کے لئے ہم یہ ثابت کریں کہ افغانستان میں شامت زدہ اور بد اقبال ہونے سے نہ ہماری قوت
میں کوئی ضعف اور نہ ہماری صلاح اور مشورے اور تدابیر میں کوئی فتور آیا ہے۔ اُس نے جو خط سر نکولس اور جارج
کلرک پولیٹکل ایجنٹ انبالہ کو لکھا اس کا منشا یہ تھا کہ اگر زیادہ سپاہ خیبر سے پرے بھیجی جائے تو وہ کوئی
کام سوا اسکے نہ کرے کہ سر روبرٹ سیل کی اعانت کر کے سپاہ قلعہ نشین کو پشاور میں لے آئے۔ کرنیل وائلڈ کا
برگیڈ فیروز پور سے نومبر کے آخر میں روانہ ہوا۔ ستلج سے پشاور تک تین سو میل سفر کرنے میں ایک مہینہ لگ گیا۔
۱۵۔ جنوری کو دو رجمنٹیں علی مسجد کے قلعہ میں پہونچیں۔ چار روز بعد وائلڈ صاحب کا باقی برگیڈ روانہ ہوا جس سے
خیبر میں کوہستانی آدمیوں سے لڑائی ہوئی۔ سکھوں سے جو پشاور میں چار توپیں مستعار لی تھیں وہ سب پھٹ
گئیں سپاہ میں بیدلی اس سبب سے پھیلی کہ سکھ بھاگ گئے وائلڈ صاحب کے بھی ایک زخم لگا۔ علی مسجد سے بھی
سپاہ جمرود میں واپس چلی آئی +

ناٹ صاحب کے پاس دو قوی برگیڈ تھے اُن سے اُنہوں قندھار پر اچھی طرح قبضہ کر رکھا تھا جو کوئی
خوفناک امر اُن کو پیش آتا اس کا وہ خوب مقابلہ کرتے۔ اُن کا پرانا دشمن اکبر خان اور اُس کے ساتھ ہمسایہ کے اور

رؤسا اور شاہ شجاع کا رشتہ مند صفدر جنگ میدان جنگ میں آئے قندھار سے پانچ میل کے فاصلہ پر ارغنداب میں جہاں دشمنوں کے لشکروں کا جاؤ تھا۔ناٹ صاحب نے حملہ کیا اور ڈیڑھ گھنٹے میں اُن کو شکست دے کر بھگا دیا۔ چاروں طرف سے دشمن اُسکو گھیرے ہوئے تھے اور قندہار میں بھی اُس کے برخلاف سازشیں ہو رہی تھیں اس حال میں بھی اس نے اپنے مقام کو استوار بنایا۔اور رسد کا انبار جمع کیا۔جب دشمنوں کے سرداروں نے قندھار کے خالی کر دینے کا وہ حکم اُن کو دکھایا کہ جس پر پوٹنجر اور الفنسٹن صاحب کے دستخط تھے تو اس دلاور سپہ آرا نے فرمایا کہ ہم پر کسی حکم کی تعمیل جو ہماری گورنمنٹ کا نہ ہو واجب نہیں ہے۔سپاہ تنومند و توانا ایسے افسر کے ماتحت تھی جو اُن کو لڑانا جانتا تھا۔اور اور افسر بھی اُسکے ساتھ دلیر دلاور موجود تھے ؛

ناٹ صاحب نے شہر قندھار سے ہزار کنبوں کو باہر نکال دیا اور ایک بڑی سپاہ ساتھ لے کر دشمنوں کے تعاقب میں گیا۔جتنا وہ آگے بڑھتا گیا دشمن پیچھے ہٹتے گئے۔جب اس نے دیکھا کہ تین روز سے کوئی دشمن بندوق کی گولی کے فاصلہ پر نظر نہیں آتا۔تو اُس نے جانا کہ میں بہت دور چلا آیا۔اسی رات کو دشمنوں نے قندھار کے تین دروازوں پر حملہ کیا اور ایک دروازے کو جلا دیا چار گھنٹے تک لڑائی رہی۔افغانوں نے شکست پاکر مراجعت کی اور کئی سو آدمی اُن کے مارے گئے۔اور کئی اور لڑائیاں ہوئیں جن سے افغانوں نے انگریزی قوت کے ادب کرنے کا سبق سیکھ لیا ؛

غزنی میں کرنیل پامر سپاہ کے ساتھ حصار نشین تھا۔یہاں سپاہ کو آدھی خوراک ملتی تھی وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔اور لکڑیاں جلانے کو نہ تھیں۔سردی نے بہت ستا رکھا تھا۔۶۔مارچ کو کرنیل پامر صاحب مع سپاہ کے حصار سے باہر نکلے کہ ان سے افغانوں نے اقرار کیا تھا کہ پشاور میں اُن کو عافیت کے ساتھ پہونچا دینگے۔لیکن اُن پر غازیوں نے حملہ کیا جب سپاہ نے بھاگنا شروع کیا تو افسروں نے ہتھیار دیدیئے اور وہ مقید ہو کر کابل روانہ ہوئے ؛

جلال آباد کے اندر سیل برگیڈ جاڑے کے موسم میں اپنی جگہ جما رہا تھا۔۱۲۔نومبر کو اس نے دیکھا کہ یہ قلعہ بالکل کھنڈروں کا ایک ڈھیر ہے اسکے گرد ہزاروں افغان مسلح جمع ہو رہے ہیں لیکن کرنیل موں ٹیتھ نے گیارہ سو سپاہیوں کو قلعہ سے باہر لیجا کر دور تک افغانوں کو بھگا دیا۔کپتان برو ڈفٹ انجنیر نے قلعہ کی مرمت اسکو درست کیا۔پہلی دسمبر کو کرنیل ڈینی نے افغانوں کے جمگھٹ کو پریشان کیا۔اس وقت دو طرح کی محنتیں سپاہیوں کو اور زیادہ کرنی پڑتی تھیں ایک قلعہ کی مرمت کرنے میں دوسرے رسد کے بہم پہونچانے

میں۔موسم بھی کابل کی نسبت اچھا آگیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پلٹنے کو ہے اور ادبار کی جگہ اقبال آنے کو ہے جلال آباد میں برائی ڈن صاحب ابھی نہیں آئے تھے کہ قلعہ نشین سپاہ کے پاس یہ حکم آیا تھا کہ سپاہ قلعہ کو خالی کر کے ہندوستان کو چلی جائے اس لئے کہ کابل میں جو عہدنامہ الفنسٹن صاحب نے کیا ہے اس کے شرائط میں یہ ایک شرط ہے کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کردے۔مگر جنرل سیل نے ایسی شرایط کی پابندی کو لازم نہ جانا جو میک ناٹن اور الفنسٹن کے گلوں پر چھری رکھ کے لکھائی گئی ہوں ؛

جنرل سیل صاحب کی نیت اس معاملہ میں صاف اور راست تھی کہ اس قلعہ کو گورنمنٹ کی طرف سے اپنے قبضہ میں جب تک رکھوں گا کہ گورنمنٹ اُسکے خلاف کوئی حکم صادر کرے۔سیل صاحب کی یہ نیت تاریخ میں بڑی وقعت رکھتی ہے جس پر آیندہ مہم افغانستان کا سارا مدار تھا۔۱۹-فروری کو ایک زلزلہ عظیم آیا جس نے قلعہ کی عمارات کو وہ نقصان پہونچایا کہ حال کی خوفناک توپیں بھی وہ نقصان نہیں پہونچا سکتی تھیں مگر برڈ وفٹ صاحب کے سیپر ومائی نرنے اور سپاہیوں کی مدد سے قلعہ کی سب طرح کی مرمت کرلی اُسکے دروازے پر اپنے مورچے جمالئے۔دیواروں کی دراڑوں کو بند کردیا۔سپاہ باہر جاتی اور رسد کا انبار ساتھ لاتی۔۱۰ مارچ کو بیاک ڈینی صاحب نے حملہ کرکے افغانوں کی سپاہ کو ایک دفعہ اور بھگایا۔زلزلہ کے نو دن بعد نیا گورنر جنرل کلکتہ میں آیا اور اسل آف الینبرڈ سے اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی دو ہفتہ کے بعد لارڈ آکلینڈ نے اپنے گھر کی راہ لی اسکے جسم و روح دونوں اس سبب سے ضعیف ہوگئے تھے کہ اس پولیسی میں ناکامیابی ہوئی تھی جس کے اختیار کرنے کے لئے اسکو ترغیب اُس کی بہترین رائے کے برخلاف دی گئی تھی ؛ اس کا کونشش اُسکے نہ اختیار کرنے کے لئے سرگوشی کرتا تھا۔مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ میں افغانستان کو اس طرح چھوڑوں جیسے کوئی فاتح بزرگ اس کو چھوڑتا ہے۔چھ برس تک خوش حال اور مالدار ملک پر حکومت کرنے آیا تھا۔اب جاتی دفعہ اُس کو خزانہ بالکل خالی اور قرض بہت بھاری ورثہ میں دے گیا۔افغانوں کی دیوانہ وار پولیسی میں ایسا گرفتار رہا کہ ہندوستان کی اصلاحوں کے لئے فرصت کم ملی۔اس نے تعلیم کے باب میں ایک عمدہ مراسلہ لکھکر بھیجا۔سائنس کی اشاعت کے لئے بھی اعانت کی اس نے عدالت میں جو شہادت کے لئے مسلمانوں سے قرآن اور ہندوؤں سے گنگا جلی اُٹھوانے کا قاعدہ تھا اُس کو موقوف کیا اور اُن دونوں کی جگہ عدالت میں قانوناً یہ حلف مقرر کیا کہ گواہ یہ کہے کہ میں خدا ے تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر ایمان سے اقرار کرتا ہوں کہ جو میں جانتا ہوں اس کو سچ سچ کہونگا۔ایک بڑا کام جو اُس نے کیا وہ

تاریخ میں یادگار رہے گا کہ ۱۸۴۰ء میں مندروں کا اور اُن کے اندرونی معاملات اور بیرونی انتظامات کا اہتمام جو برٹش گورنمنٹ کے ذمے تھا اسکو موقوف کردیا۔ اور تیوہاروں میں جو جاتریوں سے محصول لیا جاتا تھا اور مندروں میں جو چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا اور یہ آمدنیاں ملک کی آمدنیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ اُن سے گورنمنٹ دست کش ہوئی۔ ہندوستانیوں کے تیوہاروں میں سرکار کمپنی کی سپاہ کا اور سول افسروں کا جانا موقوف کیا گیا۔ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاتریوں سے ٹیکس لی جاتی تھی۔ جس کا جمع کرنا بھی آسان تھا۔ اسمیں کسی کو تکلیف بھی نہیں پہونچتی تھی مگر بعض عیسائیوں کو اس طرح بتوں اور بت خانوں سے گورنمنٹ کا تعلق رکھنا برا معلوم ہوتا تھا۔ موقوف کیا گیا گو وہ مُلک کی آمدنی کا صیغہ تھا +

لارڈ آک لینڈ کے جانشین لارڈ **ایلن برا** ہوئے جو اُسوقت انگلینڈ میں بورڈ اوف کنٹرول کے پریسیڈنٹ تھے اور ہندوستان کے معاملات سے خوب واقف تھے وہ لشکر گاہ میں رہنے کی زندگی کو پسند کرتے تھے۔ اُن کی زبان میں اُن کی اولوالعزمیوں میں اُن کی پولیسی میں ایک خاص مشرقی پن تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کے فصیح بیان و مدبّر تھے اُن سے توقع تھی کہ وہ اپنے ملک کی سپاہیانہ عزّت کو برقرار رکھیں گے کابل کی شرمندگی کو مٹا کر انتقام لینگے +

نومبر ۱۸۴۱ء میں کورٹ دائرکٹرز نے جب ان کا جلسہ وداعی کیا تو اُنہوں نے کہا کہ میں جنگ افغانستان غلطی اور گناہ جانتا ہوں۔ میں ہندوستان میں جنگ و رزم سے بیزار رہوں گا اور آشتی اور صلح سے کام رکھونگا جسوقت وہ مدراس میں آئے تو اس پریسیڈنسی کی سپاہ میں بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ سپاہ کے بھتّے اور پنشن کے قاعدوں میں جو ناوقت تغیرات ہوئے تھے۔ سپاہ اُن سے سخت ناراض تھی۔ اس ناراضی نے ایک جگہ تو کھلی بغاوت کا رنگ پکڑا تھا اور وہ ہندوستانی رجمنٹیں جن کو مہم چین میں جانے کا حکم ہوا تھا وہ دلیں باغی ہو گئی تھیں گو ظاہر میں باغی نہ تھیں۔ لارڈ **ایلن برا** کے آنے نے مدراس گورنمنٹ کو سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچا لیا۔ سپاہ سے اقرار کئے گئے کہ آیندہ ان کے بھتے وغیرہ کے باب میں تحقیقات کی جائے گی +

مہم افغانستان میں یہ بڑا دانشمندانہ کام لیا گیا کہ سپاہ سالار جنرل پالک مقرر ہوا جس کو ہندوستان کی لڑائیوں کا چالیس برس سے تجربہ تھا وہ آگرہ سے بہت جلد پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب گورنر جنرل کلکتہ میں آئے تو اُن کے پاس یہ خبر آئی کہ کلرک صاحب نے جلدی کر کے سپاہ فیروزپور سے پشاور بھیجی تھی جنرل پالک نے یہاں آکر دیکھا کہ دیسی کی چار رجمنٹیں بالکل کام کی نہیں اُن کے آدھے سپاہی تو اسپتال میں پڑے

لارڈ ایلن برا کا عہد حکومت

ہوئے ہیں اور باقی اے وٹ بائیل سکھوں کے باغیانہ عزموں میں مبتلا ہیں وہ درہ خیبر سے ایسے ڈرے ہوئے
ہیں کہ اُسکے اندر جانا نہیں چاہتے اور بعض انگریزی افسر بھی اُن کے ہم خیال ہیں۔ پشاور کے گرد سکھوں کی
سپاہ ایسی گستاخ و بے ادب ہے کہ وہ اپنے افسروں کے حکم کی بھی اطاعت نہیں کرتی۔ شیر سنگھ جو ابھی
کھڑک سنگھ کا جانشین ہوا تھا وہ کلرک صاحب کی اُن درخواستوں پر جو کمک اور رسد کے وعدوں کے ایفاء کے
باب میں کی جاتی تھیں کم توجہ کرتا تھا۔ میکسن صاحب کی پیش کشوں اور وعدوں کو خیبر کی آفریدی قومیں سنتی نہ تھیں
وہ درہ خیبر میں انگریزی سپاہ کے رستہ روکنے کے لئے حتی المقدور تیار تھیں۔ سیل صاحب جو پالک کی امداد
کی درخواستیں کرتا تھا تو پالک صاحب اسکو یہ جواب دیتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہوگا میں امداد کروں گا۔ تم بتاؤ
کہ جلال آباد کو کتنے عرصہ تک بچائے رکھو گے۔ قندھار سے وسط جنوری تک کچھہ خیر خبر نہیں آئی۔ پالک
صاحب کمک کے منتظر تھے جسکے بغیر وہ آگے جانا نہیں چاہتے تھے۔ لاہور میں کلرک صاحب فرمان روائے پنجاب
سے استعانت کی استدعا کر رہے تھے کہ جس میں دونوں کا بھلا تھا۔ ۱۵۔ مارچ کو لارڈ ایلن برا نے سر جیسپر نکولس
کو ایک خط میں صاف صاف اپنی پولیسی لکھہ بھیجی کہ میرا مقدم فرض یہ ہے کہ افغانستان میں سرکار انگریزی کی جو سپاہ
موجود ہیں اُن کی سلامتی کے لئے خبر گیری کروں۔ اور مطلب عظیم یہ بھی ہے کہ افغانوں کو اُن کی عہد شکنی اور
گزند رسانی کی سزا دیکر انگریزوں کی سپاہیانہ ناموری کو دوبارہ قائم کروں۔ اس کام کے کرنے کے بعد پھر ہم یہ
خیال کرینگے کہ افغانستان سے اپنی سپاہ کو بلا لیں اس سے ہم کو اطمینان ہوگا کہ جس شخص کو ہم نے پادشاہ بنایا
ہے اس کو وہ قوم جس کا وہ پادشاہ بنا ہے اپنا پادشاہ بنانا نہیں چاہتی۔ وہ اس کا پادشاہ نہیں ہو سکتا۔ جو سپاہ
محصور ہو رہی ہے اُس کی اعانت کرنے کے بعد کابل کے قیدیوں کا چھٹانا ہے جو ایک بڑی بات ہماری عزت کی
اور دلی رنج دور کرنے کی ہے اس نے سر نکولس سے کہا کہ وہ ایک لشکر عظیم الشان ستلج پر جمع کرے جس سے
کہ ہماری قوت و اقتدار کا اظہار سکھوں پر بھی ہو اور ہمارے سپاہیوں کے دلوں میں بھی ہمارا اعتبار
پیدا ہو ۔

آخر کو پالک صاحب کو کلرک صاحب اور سر ہنری لارنس سمجھا سمجھا کر آگے لے گئے دو مہینوں میں پالک
صاحب نے اپنی تحمل طبیعت اور فرزانگی کے سبب سے وائلڈ صاحب کے بریگیڈ کو درست کر لیا اور جتنے سپاہی اُنکے ماتحت
تھے اُنکے دلوں میں اپنا اعتبار پیدا کیا۔ گلاب سنگھ راجہ جموں اپنی دست انگریزوں کے ساتھ اعانت کرنے پر مستعد ہو گیا
وقت پر انگلش ڈریگونس اور گھوڑوں کا توپخانہ آگیا (ڈریگونس اُن سپاہیوں کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں

پیدل اور سوار دونوں کا کام دیں) غرض پالک صاحب کو سب طرح سے کامیابی کی امید ہوگئی تو وہ خیبر کو بڑھے ؛

۱۵- اپریل کو صبح کی تاریکی میں سپاہ نے درہ خیبر کی طرف کوچ شروع کیا۔ بڑے بڑے پتھروں سے اور مٹی میں درختوں کے ٹھونوں کے گاڑنے سے درہ میں راہ بند کی گئی تھی۔ پہاڑ کی بلندیوں پر خیبری آفریدیوں کا ہجوم تھا دو قوی رجمنٹیں چڑھائی گئیں انہوں نے آفریدیوں کو سب مقامات سے بھگا دیا اور قلعہ علی مسجد کو بھی اُن سے خالی کرالیا۔ یہ قلعہ سکھوں کو سپرد کر کے ۷۔ تاریخ کو پالک صاحب درے کے اندر پچیس میل لڑتے ہوئے گئے اُن ابتدائی لڑائیوں میں اُن کے ایک سو پینتیس سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے ؛

۷- اپریل کو تین کالم اٹھارہ سو سپاہیوں کے اور توپ خانہ اور سوار جن میں افسر ڈینی و مونٹیتھ ہو لک تھے۔ دشمنوں کی چھ ہزار سپاہ پر حملہ آور ہوئے اور دو گھنٹے میں اکبر خاں کی سپاہ کو مار کر تتر بتر کر دیا۔ مگر اس فتح کی خوشی میں یہ رنج ہوا کہ ڈینی صاحب جو ہمیشہ سب سے آگے اپنا قدم بڑھاتے تھے قتل ہوئے اور ا ور سپاہی سات مقتول اور ستر زخمی ہوئے بس اب یہ اندیشہ بالکل باقی نہیں رہا کہ اکبر خاں جلال آباد کا محاصرہ کریگا۔ اس فتح نمایاں کے جلدویں لارڈ ایلن برا نے سیل صاحب کو خطاب نامور کا دیا۔ اب سیل صاحب کی سپاہ پالک صاحب کے تحت ہوئی۔ اور پولٹیکل خدمات سے سول افسر موقوف ہوکر اُن کے سرکاری کام پالک اور ناٹ کو سپرد ہوئے۔ اس وقت گورنر جنرل کے دل میں یہ خیال آیا کہ مہم افغانستان میں پہلے جو بُرے نتائج ظہور میں آئے تھے اُس کا سبب یہ تھا کہ مہم کے اختیارات سول اور ملٹری افسروں کو دے گئے تھے اُن کے اختلاف آرائے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی تھیں۔ جب ایسے دو لائق جنگی افسر میدان جنگ میں موجود ہوں تو سول افسروں کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ دو ملانوں میں مرغی حرام ؛

جب لارڈ ایلن برا نے سنا کہ دشمنوں نے غزنی لے لیا اور انگلنڈ صاحب جو ناٹ صاحب کے پاس خزانہ اور رسد لئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ تھوڑی سی سپاہ بھی تھی اُنکو وادئے پیشین کے اندر ہیکل زئی میں شکست فاش ہوئی تو لارڈ ایلن برا کا جو مقصد میدان جنگ میں آگے بڑھنے کا تھا۔ اُس میں اُن کو تذبذب پیدا ہوا۔ اُنہوں نے اور افسروں کے پاس جو میدان جنگ میں تھے ایسے احکام بھیجے۔ جن کا مقصود یہ تھا کہ افغانستان سے سب انگریزی سپاہی جلدی سے واپس چلے آئیں۔ انہوں نے اسوقت میں سپاہ کے معاملات پر نظر کرنے میں اپنے مورخہ ۱۵۔ مارچ ۱۸۴۲ء مذکورہ بالا کے مضامین اخلاقی اور پولیٹکل

سے قطع نظر کی۔ جونہیں ناٹ صاحب قلات غلزئی کی کمک رسانی سے فارغ ہوئے۔ اُن کو ہدایت کی گئی کہ اگر وہ کابل کی طرف آگے نہ بڑھے تو قندھار سے کوئٹہ میں جلد واپس آنے کی تدابیر کریں اور جلد واپس چلے آنے میں کوئی اندیشہ اکبر خاں سے قیدیوں کے چھٹانے کے عہد و پیمان کرنے میں نہ واقع ہو تو حتی الامکان پشاور میں اپنی سپاہ کو واپس لائیں۔ اس بیان سے پالک صاحب صاف صاف سمجھ گئے کہ لارڈ ایلن برا کی رائے ہے کہ سلامت روی کا طریقہ یہ ہے کہ سپاہ کو بہت جلد درۂ خیبر کے اُن مقامات میں لے آنا چاہیئے کہ جہاں سے ہندوستان میں آمدورفت آسانی سے ہو سکے۔ چند ہفتوں تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی لشکر کا عزت کا حاصل کرنا اور زندانیوں کو زندان سے نکالنا اس لائق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ جو نقصانات اور جانوروں کی قربانیاں اب تک ہو چکی ہیں اُن پر ذرا سا بھی اضافہ کیا جائے ؂

یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ پالک صاحب نے ان دونوں ہدایتوں کی تعمیل میں تاخیر کی وہ انکے برخلاف کچھ بڑبڑائے نہیں گو وہ ان کے لشکر کے ہر سپاہی کو تلخ و ناگوار معلوم دیتی تھیں بلکہ اُنہوں نے یہ دانائی اور ہوشیاری کی کہ اُن کی تعمیل کے لیئے یہ عذرات بیان کیئے کہ گاڑیاں موجود نہیں قیدیوں کو چھٹانا ہے اور سب سے زیادہ پاس اور لحاظ برٹش خصائل کا ہے یہ ضروری دلائل اُنہوں نے اپنے قیام کے لیئے جہاں وہ تھے یا چند منزلیں آگے بڑھنے کے لیئے بیان کیں۔ کابل کی طرف آگے بڑھنے کے لئے ناٹ صاحب کی مشارکت ضرور تھی اور وہ بغیر اپنی قوت اور اقتدار ثابت کیئے قندھار کو چھوڑنا آسان نہیں جانتے تھے ؂

قندھار میں جب مراجعت کرنے کا حکم آیا ہے تو رالنسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے بجلی اُن پر آن کر گری ہے ناٹ صاحب جانتا تھا کہ مجھے اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اختیار نہ تھا۔ وہ ایک عمدہ سپاہی کی طرح اُسکی تعمیل کے لیئے جب تیار ہوا کہ جوانمرد کرپچی صاحب کو اعانت کرکے آفت سے بچائے اور سپاہ کے لیئے ضروری باربرداری کا سامان بہم پہونچائے۔ ہندوستانی سپاہ کا برگیڈ واقعی بڑا شاندار تھا۔ وہ حجک نے پرے راہوں کو اس لیئے صاف کر رہا تھا کہ انگلینڈ صاحب کا برگیڈ قندھار کی طرف آگے بڑھے وہ ۱۹ مئی کو کچھ اور سپاہ کے ساتھ اس لیئے بھیجا گیا کہ کرپچی صاحب کے حصار نشین سپاہ کی مدد کرے اور قلات غلزئی کو مسمار کرے۔ باربرداری کی مشکلات اور گرمی برسات میں سپاہ کے سفر کرنے کے اندیشوں کے سبب سے گورنر جنرل نے اپنے احکام کی تعمیل پانچ یا چھ مہینے کے توقف کرنے کی اجازت دیدی ؂

لارڈ ایلن برا کے مراسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے چھٹانے کی پرواگورنمنٹ کو نہ تھی جنرل پالک بڑی جدوجہد کرتے تھے کہ ہندوستان میں سپاہ کی مراجعت سے پہلے قیدیوں کو چھٹالیں۔ انہوں نے اس عمدہ خدمت کو سر روبرٹ سیل کو سپرد کیا تھا جن کی بی بی مقید تھیں۔ برخلاف امید یہ قیدی بڑی آسانی سے رہا ہوگئے۔ ان قیدی لیڈیوں کی حرمان نصیبی عجیب وغریب تھی وہ جلدی جلدی ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں بھیجی جاتی تھیں۔ اکبرخاں کو جب جلال آباد میں بالکل شکست ہوئی تو اُس نے اُن قیدیوں کو بدیع آباد سے کابل کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ جلال آباد سے دور ہو جائیں یہ قیدی کبھی سردی میں اکڑتے تھے اور کبھی گرمی میں تپتے تھے کھانا ان کو برا ملتا تھا۔ مکان رہنے کو ایسے ملتے تھے جن کے مقابلہ میں مہذب ملکوں کے جیلخانے عشرتکدے معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ خوف ورجا میں رہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ ہم پر آیندہ کیا گذرے گی مگر اُن کی عالی ہمت جرأت اور عالی حوصلگی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ عورتیں نہایت مصیبت وجان جوکھوں کے وقتوں میں اپنے بچوں کو ہشاش بشاش ہوکر کھلاتیں وسلاتیں اور اُن کو خوش کرتیں۔ جب اُن قیدیوں کا سفر بدیع آباد سے ہوا تو راہ میں ۲۴۔ اپریل کو جنرل الفنسٹن صاحب کا انتقال ہوا اُن کی ٹانگ میں زخم لگا تھا وہ اچھا نہ ہوا۔ اس کی تکلیف نے اور ناکامی کے رنج والم نے اُنکا خاتمہ جلد کردیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ اُنمیں ایسے محاسن اخلاق تھے کہ ہم سب اُنکی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ محمد اکبرخاں نے جو فیاض وحشی دشمن تھا اُس کی نعش جلال آباد میں بھیجدی۔ اسی زمانہ میں بدنصیب شاہ شجاع جس کو انگریزوں نے بڑی دھوم دھام سے اُسکے باپ دادا کے تخت پر بٹھایا تھا کابل میں ۵۔ اپریل ۱۸۴۲ء انگریزوں کے ایک بڑے پکے معززدوست نواب زمان کے بیٹے نے مارڈالا اُس کی لاش سے شاہانہ لباس اور جواہر اُتار کر ایک خندق میں پھینکدیا۔ مورخیں اس سوال پر بڑا مباحثہ کرتے ہیں کہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ معاملات کرنے میں راست باز تھا یا نہ تھا۔ کوئی مشرقی آدمی ایسی حالت میں جیسی شاہ شجاع کی تھی انگریزوں کے ساتھ جو محض اجنبی تھے خالص اتحاد وداد میں غالباً سچا نہیں ہوسکتا تھا۔ انگریزوں کا ظن غالب اس طرف ہے کہ وہ وقت کے مناسب حال کام کرتا تھا کبھی وہ وفادار تھا کبھی بیوفا ہوکر یہ چاہتا تھا کہ انگریزوں کے ہاتھ سے اپنا پیچھا چھڑالے۔ مگر وہ بہ حیثیت مجموعی انگریزوں کی محبت وحفاظت وحمایت کو ترجیح دیتا تھا۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ انگریزوں کا ممنون منت وشاکر احسان ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ انگریزوں نے کوئی اسکے ساتھ سلوک اس سبب سے تو کیا نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ الفت وموانست رکھتے

تھے یا اسکے حق دلانے کو انصاف عدل سمجھتے تھے۔ اُنہون نے تو اسکو اپنے ہاتھ کی کٹ پتلی بنایا تھا اُس کو ہاتھ میں اسوقت نچاتے تھے کہ کوئی کام انکا اس سے نکلتا تھا اور اگر کوئی کام نہیں نکلتا تھا تو اسکو اُٹھا کر رکھ دیتے تھے۔ شاہ شجاع کو انگریزوں کا یہ احسان ماننا چاہیئے کہ اسکو چند ہفتے کے لیئے پادشاہ بنا دیا۔ جس میں جھوٹی شان وشوکت بیہودہ خوابوں کی طرح دکھائی دی جس کی تعبیر تلخ بیداری اور شرمناک موت ہوئی۔ اُس کے مرنے کے بعد نواب زمان شاہ نے سازشوں کا ایک سلسلہ باندھا کہ اس کے بیٹے شاہزادہ فتح جنگ کو اُسکے باپ کا جانشین بنائے اور اکبرخان کو اُس کا وزیر۔ کابل میں اور قیدی بھی تھے۔ جن کو اس نیک نہاد نواب نے اکبرخاں کے پیر مقدس کی حراست میں رشوت کا وعدہ کرکے دیدیا۔ اُنوؤں اور قیدیوں کی حالت افغانوں کی دغابازی اور اکبرخاں کے انتقام ستانی کی حالتوں کے بدلنے سے غیر محقق ہوتی جاتی تھی۔ اب ہر طرف سے ہندوستان میں لارڈ ایلن برا اور کمانڈر انچیف کی پولیسی کے برخلاف انگریز شور وغل مچاتے تھے اور ہندوستان سے حکم آتے تھے کہ قومی عزت کی حمایت یہی ہے کہ افغانون کے ہاتھ سے ہر قیدی چھڑایا جائے۔ جب اس طرح سے گورنر جنرل پر دباؤ چاروں طرف سے پڑا تو ۴۔ جولائی ۱۸۴۲ء کو ناٹ اور پالک کو چٹھیاں لکھیں کہ میری رایوں میں تو کچھ فرق آیا نہیں۔ سپاہ کا واپس چلا آنا بہتر ہوگا۔ مگر ناٹ صاحب کو اختیار ہے کہ وہ کوئٹے سے ہوکر سکھر کو آوے یا غزنی وکابل وجلال آباد میں ہوتا ہوا پشاور میں مراجعت کرے۔ پالک صاحب کو بھی آزادی دی گئی تھی کہ وہ ناٹ صاحب سے پہلے اس سے کابل میں مصافحہ کرے کہ پشاور کو مراجعت کرے ٭

لارڈ ایلن برا نے جو جواب دہی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانا چاہیئے تھا وہ جنرل پالک اور جنرل ناٹ کے سر پر رکھا جنھوں نے اُسکو بڑی خوشی سے اُٹھانا قبول کیا ٭

جنرل ناٹ نے تیرہ سو سپاہیوں سے ۲۹ مئی کو آٹھ ہزار غلزیوں کو شکست فاش دی جسکا سپہ سالار اکبرخان خود تھا اسکے بعد قندھار کے گرد کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ اس سے چند روز پہلے کوجی کی سپاہ حصارنشین نے اپنے حملہ آوروں کو شکست دے کر پیچھے ہٹایا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ جب قلات غلزئی میں ڈاکی مرکی سپاہ اپنا کام کرکے آئی تو ناٹ صاحب نے دیکھا کہ اگر باربرداری اور رسد کا سامان بہم ہوجائے تو سپاہ میرے پاس اسقدر ہے کہ جہاں چاہوں سارے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کراؤں اُس کی سپاہ ایسی توانا اور تنومند وبہادر تھی کہ اس کی ایک ہزار سپاہ پانچ ہزار افغانون

کے برابر تھی - اس نے انگلینڈ صاحب کے ماتحت ایک دستہ سپاہ اور بھاری توپیں کوئٹہ کو روانہ کیں اور خود ۷ - اگست ۱۸۴۲ء کو سب قسم کی آٹھ ہزار فوج ہمراہ لے کر قندھار سے روانہ ہوا جس کو اپنے اوپر اور سپہ سالار پر بھروسہ تھا ۔

اس عرصہ میں پالک صاحب کی سپاہ بیکار نہیں بیٹھی - جون اور جولائی کے اکثر ہفتوں میں ایک کولم سپاہ کا مونٹیتھ صاحب کے ماتحت وادی شنواری میں اُن قوموں کو سخت سزا دیتا رہا جنہوں نے الفنسٹن صاحب کی سپاہ کی لوٹ میں حصہ لیا تھا اور مشہور تھا کہ اُن کے پاس انگریزوں کی ایک توپ ان توپوں میں سے بھی جو چھینی گئیں تھیں - صرف اُن کے قلعے مسمار اور گھر منہدم نہیں کئے گئے بلکہ جن درختوں کے سایہ کے تلے وہ بیٹھے تھے اُن کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا - آخر کار ۲۰ - اگست کو پالک صاحب نے اپنی قوی آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ آگے کوچ کیا جن میں سے ہر ایک کے سینہ میں شرمندگی اور مصیبت زدگی کے انتقام لینے کی آگ روشن تھی گندمک میں اس سپاہ کا قیام دو ہفتے تک اس انتظار میں ہوا کہ ناٹ صاحب کے لشکر کی آیندہ کیا خبر آتی ہے - ۷ ستمبر کو پالک صاحب نے آگے سفر کیا دوسرے دن جب وہ جگدلک کے قریب پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ پہاڑوں پر دونوں طرف غلزئی پیادوں اور سواروں کا ایک جم غفیر موجود ہے - توپوں نے خوب کام دیا - مگر غلزئی جمے رہے - جب پالک کے پیدل سپاہی ہُرّاہ کا غل مچاتے ہوئے اور سنگینوں کو چلاتے ہوئے پہاڑوں پر چڑھے تو غلزئی لڑنے والے بھاگ گئے - سیل کے برگیڈ نے حملہ کی سختیوں کی برداشت کی اور ایسے کام کئے کہ ناٹ صاحب نے اُس کی تحسین و آفرین کی - مگر لوک وڈہ کی ڈریگوں کی گرمجوشی کو ناہموار زمینوں نے روکا - تھوڑے سے دشمن بچ کر بھاگ گئے - انگریزوں کا نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس پر تعجب آتا تھا ۔

۱۱ - ستمبر کو مقام گیا - اور تزین میں دو دن آرام لیا - اس عرصہ میں محمد اکبر خان نے اپنے برائے نام آقا فتح جنگ کو تخت سے اُتارا اور اپنی سپاہ کو خرد کابل میں انگریزوں سے لڑنے لے گیا - ۱۳ - تاریخ کو دونوں لشکروں میں مسٹ بھیڑ ہوئی - اکبر خاں کی سپاہ ایسی بلندیوں پر مقام رکھتی تھی کہ پہلے دن انگریزوں کی بندوقوں نے افغانوں کی جزائیل کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں کیا - لیکن کوئی چیز انگریزی قواعد دان سپاہ کے استقلال میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی - ان کو اپنے متحمل سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ جو گندمک سے آگے اپنے مردوں کی سڑی لاشیں دیکھتی تو اسکے سینہ میں آگ لگتی - انگریز اور ہندوستانی سپاہی - سوار - پیدل اور توپچی سب کے سب اس دن جیسا اچھا لڑ سکتے تھے لڑے توڑہ دار بندوقوں کو سنگینوں نے خاموش کیا اور ہندوستانی سواروں نے افغان سواروں

کو خوب قتل کیا۔ افغان اپنے طور پر خوب بہادرانہ لڑکے بہت نقصان اُٹھا کے اپنے گھر بھاگے۔ اکبر خاں کابل کے شمال میں بہت دور مرتفع زمینوں پر چڑھ گیا ٭

دو دن بعد جرنل پالک کابل کے گھوڑدوڑ کے مقام میں خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن بالا حصار پر انگریزی توپوں کی سلامی میں انگریزی پھریرا پھر پھرایا۔ ۱۷ ستمبر کو ناٹ صاحب بھی آن پہونچے اور دونوں جرنیلوں میں آپس میں مبارک سلامت ہوئی۔ ناٹ صاحب کا بڑا لمبا سفر قندھار سے کابل تک ایسا ہی فتحیابی کے ساتھ ختم ہوا جیسا کہ جرنیل پالک کا چھوٹا سفر جلال آباد سے کابل تک۔ رستہ میں غزنی تک تو کسی جگہ ناٹ صاحب کی سپاہ کا کسی سے بڑا مقابلہ نہیں ہوا۔ لیکن غزنی میں دس ہزار افغان ۳۰۔ اگست کو رستہ روکنے کے لئے مستعد ہوئے مگر ناٹ صاحب کی پیدل سپاہ نے اپنی ایک دفعہ بندوقیں ایسی چلائیں کہ وہ بھاگ گئے۔ اور فتحمندوں کو لوٹ بہت ہاتھ آئی۔ ۵ ستمبر کو ناٹ صاحب غزنی کے سامنے خیمہ زن ہوئے اُن کے نام کا خوف ایسا قلعہ نشینوں پر طاری ہوا کہ رات کو قلعہ کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ دیواروں پر جو توپیں لگی ہوئی تھیں اُن کو انجنیروں نے توڑ پھوڑ دیا اور لکڑی کے کاموں میں آگ لگا دی مورچوں کو اُڑا دیا اور شہر اور قلعہ دونوں کو مسمار کر کے کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیا محمود غزنوی کے مقبرے کا صندل کی لکڑی کے دروازے کو اُتار لیا جس کا حال آیندہ لکھا جاوے گا ٭

غزنی سے کابل تک ناٹ صاحب بغیر کسی روک ٹوک کے دشمنوں کو جہاں اتفاقیہ وہ سامنے آئے بھگلتے ہوئے اور پہاڑوں پر جو قلعہ متصل آئے اُن پر آگ برساتے ہوئے اپنے رہستہ پر منزل پیما ہوئے اس جنگ آزمودہ پیر کہن سال نے وادی کابل میں جو سطح سمندر سے چھ ہزار میل اونچی تھی اپنی سپاہ اور مویشی کو چند روز آرام دیا۔ پالک صاحب نے چھ سو قزلباش سواروں کو سر رچمنڈ شکسپیئر کے ماتحت قیدیوں کے مانگنے کے لئے بھیجا جن کو اکبر خاں نے بامیاں میں بھیج دیا تھا۔ اُنہوں نے ناٹ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے ایک برگیڈ کو شیکسپیر صاحب اور اُس کی تھوڑی سی سپاہ کی امداد کے لئے بھیجدے مگر اس زیرینہ سال نے یہ عذر کیا کہ میں اپنی سپاہ کو تقسیم کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس خدمت کو جنرل سیل عمان اپنا برگیڈ لے جا کر بجا لائے جن کی شیر دل بی بی قیدیوں میں تھی۔ سیل برگیڈ ارغندی سے آگے نہیں گیا تھا کہ کام پورا بن گیا۔ پہلے ہی سے قیدی سوار ہوئے چپکے چپکے سیل کی سپاہ کی طرف چلے آتے تھے۔ ہنری لارنس اور شیکسپیئر کے سوار اور کچھ افغان سوار جن کا افسر صالح محمد تھا ان کی حراست کرتے تھے۔ صالح محمد پہلا انگریزی سپاہ میں نوکر تھا۔ وہ ۱۸۴۱ء میں مع اپنی کمپنی کے دوست محمد خاں کے پاس بامیاں میں چلا گیا تھا۔ اکبر خان

نے اسکو حکم دیا تھا کہ اُن قیدیوں کو خلم لے جائے جہاں غالباً وہ ترکستان میں ازبکوں کے پاس غلاموں کی طرح رہیں گے۔ لیکن جب اکبر خاں کی قسمت خاک میں مل گئی تو صالح محمد رشوت لینے کو تیار ہوا۔ قیدیوں نے بیس ہزار روپے کی اور بارہ ہزار روپے سالانہ پنشن پانے کی دستاویز لکھدی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی سپاہ کو خدمات کا صلہ دیا جاے گا ؂

۱۴ ستمبر کو صالح محمد کے مُنہ میں یہ رشوت کا لقمہ دیا گیا۔ اس نے قلعہ پر جہاں یہ انگریز مقیم تھے انگریزی علم کھڑا کیا پوٹنجر صاحب نے ہمسایہ کے رئیسوں کو بلایا کہ وہ اپنے نئے حاکموں کا آداب بجا لائیں۔ ۱۵ ستمبر کو یہ خوشخبری آئی کہ اکبر خان تزیئن سے بھاگ گیا۔ جس سے اس چھوٹے سے گروہ کو جرأت ہوئی کہ وہ سفید کوہ پر ہوکر کابل کی طرف سفر کریں۔ ۱۷ تاریخ کو شیکسپیئر کے سوار سامنے نظر آئے تو پھر کوئی خوف و خطر جو پاس تھا پاس نہیں رہا۔ دونوں سپاہیں ملکر آگے چلیں اور ۲۰ تاریخ کو سیل صاحب اپنی بی بی سے ہم آغوش ہوئے جو دس مہینے سے جدا رہی تھیں جن میں آٹھ مہینے وہ قید رہیں اگرچہ یہ قید سخت نہ تھی مگر خطرناک تھی۔ دوسرے دن شام کو یہ سب جنرل پالک کے خیمہ گاہ میں ملے۔ تمام ہندوستان میں اُن قیدیوں کی رہائی کی بڑی خوشی منائی گئی ؂

ابھی سپاہ انتقام خواہ کا کام پورا نہیں ہوا تھا کوہستان میں اکبر خاں کی فوج جو شکست پانے کے بعد باقی رہی تھی لڑنے کے لئے موجود تھی۔ کیسکل صاحب کے ماتحت سپاہ کا ایک کولم بھیجا گیا کہ وہ اس سپاہ کو برباد کرے جو انگریزی سپاہ کے سدراہ ہونے والی ہے۔ کیسکل صاحب نے ہیولوک صاحب کی مدد سے اپنا کام بہت اچھی طرح سے انجام دیا۔ استلاف کا بڑا مضبوط قلعہ حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اوپر سے افغانوں کی گولیاں برس رہی تھیں کہ اسکے پیچھے برو ڈفٹ کے سیپر نے جاکر اس قلعہ کو تسخیر کر کے لوٹ لیا اور اُس میں آگ لگا دی۔ چاریکار جس میں ہاٹن کے بہادر گورکھے قتل ہوئے تھے بالکل برباد کر دیا گیا۔ ۷ اکتوبر کو کیسکل کی سپاہ کابل میں واپس آئی ؂

انتقام کا ایک کام باقی رہا تھا یہ انتقام نہ پولیٹکل تھا نہ مہذب عیسائی قوت کے لئے زیبا تھا کابل میں جو چار چتر کا بازار علی مردان خاں نے شاہجہاں کے عہد میں بنایا تھا اور اس میں میک ناٹن صاحب کی لاش کی تشہیر و تذلیل ہوئی تھی اس کو پالک صاحب کے انجنیروں نے دو دن میں مسمار کر کے ڈھیر کر دیا۔ ایشیا کے عمدہ عمارات میں یہ بازار شمار ہوتا تھا۔ اس کے بعد بڑا فساد اور شور و شر برپا ہوا جس میں بڑے ظلم و ستم ہوئے تمام پیش بندیوں اور احتیاطوں کے برخلاف دونوں کیمپوں کے سپاہی اس افواہ کو سُن کر کہ

کابل کے لوٹنے کا حکم ہوا ہے۔ شہر کے لوٹنے پر پل پڑے۔ اور جہاں پہرہ چوکی نہ تھا وہاں لوٹ مچا دی گھروں
میں آگ لگا دی دونوں دوست اور دشمنوں کی دکانوں کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بے گناہ تجارت پیشہ جنہیں سینکڑوں
ہندو تھے اور اُنہوں نے دکانوں کو دوبارہ کھولا تھا بالکل لُٹ لٹا کر تباہ ہو گئے۔ اور وہ اپنی عورتوں کو اس
شرم آلود فساد سے نہ بچا سکے بمشکل سے قزلباشوں کا محلّہ جو انگریزوں کا ہوا خواہ تھا سپاہ کے حملہ سے بچا جو
اس وقت انتقام لینے میں دیوانی ہو رہی تھی۔ اُس کو پہلے اپنی مصیبتیں یاد تھیں جن کے عوض میں وہ سارے
بُرے کام کرنے بھلے جانتی تھی ؛

۱۲۔ اکتوبر کو سپہ سالار پالک صاحب اپنے تمام سپاہیوں کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے
نابینا زمان شاہ جس کا لارڈ ولزلی کے زمانہ میں وہ دور دوران تھا کہ اُسکے نام سے ہندوستان کانپتا تھا اور
اُسکا بھتیجا فتح جنگ جو بغیر استعانت انگلشیہ کے بالا حصار میں سانگ کا پادشاہ بننا نہیں چاہتا تھا یہ دونوں
اس لشکر کے ساتھ تھے اور کابل اور غزنی کے فاقہ زدہ ہندؤں کا گروہ کچھ کوڑی لنگڑے لولے سپاہی اور
بھیر کے آدمی جو پہلے لشکر کے باقیماندہ تھے اور بہت سی جنگ کی یادگاریں اس عسکر انتقام جو کے ہمراہ ہوئیں۔
پالک صاحب کی سپاہ ہراول تھی اور ناٹ صاحب کی سپاہ چنداول تھی۔ رستہ میں جلال آباد کو ایسا بے
سامان کر دیا۔ کہ وہ کسی کام کا نہیں رہا۔ اس کے بعد پالک صاحب کے پاس لارڈ ایلن برا کا یہ حکم پہونچا کہ جلال آباد
بغیر کسی نقصان کے سکھوں کے حوالہ کیا جائے۔ پالک صاحب نے یہ پیش بندی کی کہ پہاڑ جو سفر کے اندر آئیں اُنکے
اوپر ایسا بندوبست کیا کہ کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ ناٹ اور کیسکل نے جو قلب لشکر کے سپہ سالار تھے۔ ایسی دور اندیشی
نہیں کی۔ اُن کو اس دن سے کہ ہفت کوتل کے قریب پہونچے۔ جب تک درہ خیبر سے باہر نکلے پہاڑیوں سے
لڑنا پڑا اور دونوں کو بمجبوری بعض بھاری توپیں توڑنی یا چھوڑنی پڑیں۔ ڈھاکہ سے علی مسجد تک کیسکل کے
ایک برگیڈ کی دو بھاری توپیں چھن گئیں مگر دوسرے دن وہ پھر ہاتھ آگئیں۔ اسی مقام کے قریب ناٹ صاحب کو
کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جن میں بہت اسباب لُٹ گیا۔ اور آدمی بھی مارے گئے۔ لیکن اُس کے انجنیروں نے
علی مسجد کے مستحکم مقامات کو مسمار کر دیا۔ ۷۔ نومبر کو پشاور کے سبز میدانوں میں کل سپاہ خیمہ زن ہوئی اور
کمانڈر انچیف نے اپنے پاس ایک اور بڑی سپاہ فیروزپور میں جمع کی جسے دیکھکر سکھوں کی آنکھیں کھلیں کہ وہ
انگریزی فتحمند سپاہ کی جو پنجاب میں گذر رہی تھی کوئی مزاحمت نہ کریں۔ سرکار انگریزی کے ساتھ سکھوں کی
خیر خواہی مدت سے مشتبہ ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں انگلینڈ صاحب قندھار سے کوئٹہ میں بغیر کسی مزاحمت

کے درہ بولان کی راہ سے سندھ میں گئے - اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ بخارا کے قیدیوں کا دردناک یہ ہے کہ کرنیل سٹوڈارٹ سنہ ۱۸۳۸ء کے آخر میں بخارا میں سفیر سرکار انگریزی بنا کر بھیجے گئے تھے کہ امید سے دوستانہ تعلق برٹش گورنمنٹ کا پیدا کریں امیر بخارا نے اول اُن کی مدارات اچھی طرح سے کی مگر پھر اُس کو یہ شبہ ہوا کہ انگریز اُس کے ملک کو فتح کرنے چاہتے ہیں تو پھر اُس نے اُن کے ساتھ سختی کی اور اُن کو جیل خانے کو بھیجا یا دو برس بعد کپتان کونولی مقرر ہوئے کہ وہ بخارا اور اضلاع بخارا میں سیاحت کریں - اُنہوں سٹوڈارٹ کے چھٹانے کے لئے کوشش کی - جس کے سبب سے وہ خود مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے - امیر نے ملکہ معظمہ کو ایک خط لکھا تھا - جس کا جواب فوراً سکرٹری نے اسکو لکھا کہ وہ گورنر جنرل سے خط و کتابت کرنے کے لئے رجوع کرے اسکو وہ اپنی ایسی کسر شان سمجھا کہ اپنا سارا غصہ قیدیوں پر نکالنے لگا - اس نے اُن پر جاسوسی کا اور اسکے دشمنوں کو امداد دینے کا جرم لگایا - گورنمنٹ ہند کی یہ راے ہے کہ ان سفیروں نے ان ہدایتوں سے تجاوز کیا جو اُن کو کی گئی تھیں جس کا خمیازہ کرنیل کونولی صاحب کو خود اُٹھانا پڑا - اس لئے اُن کی رہائی میں کوئی کوشش سوائے اس کے نہیں کی گئی کہ امیر کی عالی جناب میں گذارشیں رہائی کے لئے کی گئیں جن کا کچھ نتیجہ نہ ہوا *

ڈاکٹر وولف جو بڑے نامور سیاح اور مشنری ہیں وہ ان قیدیوں کے چھٹانے کے لئے گئے مگر وہ بخارا میں اسوقت پہونچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے یہ امر تحقیق نہیں کہ وہ کہاں اور کس طرح دونوں ساتھ ایک ہی دن قتل ہوئے - کپتان کونولی کے روزنامچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قید کی حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ اُن کے نہایت عزیز دوستوں کو بھی اس بات کے جاننے سے خوشی ہوئی کہ اُن کو اس قید سے جلاد کے چھرے نے نجات دی - ہنوز پالک صاحب کابل ہی میں تھے کہ گورنر جنرل نے شملہ میں ایک اشتہار فتح کابل کا اور دوسرا اشتہار فیروزپور میں جشن فتح و ظفر کا مسودہ تحریر کیا - پہلی اکتوبر کو یہ اشتہار دیا گیا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا :-

گورنمنٹ ہند نے سندھ کے پار اپنی سپاہ کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ ایک امیر کو جسکو اُسنے دشمن خیال کر لیا تھا معزول کرے اور ایک اپنے دوست کو وہاں بادشاہ بنائے اُس کا یہ مطلب حاصل ہوا کہ اُس نے دشمن کو قید کیا اور دوست کو بادشاہ بنایا - مگر بادشاہ مارا گیا اور سارے ملک میں بدنظمی پھیل گئی *

یہ ساری خرابیاں اُن کی نامعاملہ فہمی سے وقوع میں آئیں - جو اس مہم کے بانی و مجوز تھے - مگر ایک مختصر

لشکر کشی سے تمام آفتوں اور بلاؤں سے نجات حاصل ہوگئی ہزیمتوں کی کلفت کی جگہ فتحوں کی مسرت نے چھین لی۔
اب وہ فیروز مند سپاہ جس کے قبضہ میں افغانستان ہے ہندوستان کو واپس بلائی جاتی ہے اور افغانوں کو اپنے
ملک میں اختیار دیا جاتا ہے کہ جسے چاہیں پادشاہ مقرر کریں۔ یہ امر برٹش گورنمنٹ کے اصول کے خلاف ہی اور نظم و
نسق ملکی کا بھی مقتضا نہیں ہے کہ افغانستان کی رعایا مجبور کیجائے کہ وہ ایک شخص کو جس کو انکا دل فرمانروا بنانے
کو نہیں چاہتا اسکو وہ اپنا فرمان دہ بنائیں۔ افغان جس کو خود پادشاہ بنائیں گے۔ اور وہ اپنے ہمسایہ کی ریاستوں
سے مصالحت رکھے گا اسکو برٹش گورنمنٹ بھی افغانستان کا شہریار مانے گی۔ ہماری سپاہیں انگلستانی و
ہندوستانی مل کر اپنے سامان اسباب اور قواعد دانی اور بہادری اور اپنے افسروں کی حسن لیاقت کے سبب سے
ایسی ہے کہ ایشیا میں خواہ کوئی لشکر اسکے سامنے مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہ خدا کے فضل سے اپنی قوت اور زور کی سبب سے
جنبش نہیں کرے گی۔ وہ اس شاندار سلطنت میں جو اُس نے اپنی مردی اور مردانگی سے حاصل کی ہے امن و امان
اور اپنی عزت کو قایم رکھتی ہے۔ اب گورنر جنرل بے تکلف اس امر کو تمام رئیسان ہمسایہ پر اعلان کرتا ہے کہ برٹش
گورنمنٹ کا دستور العمل صلح جوئی ہے اور وہ اپنی حالت موجودہ پر قایم ہے اور افغانستان اور چین نے اس کی
صولت اور قوت کو دیکھا کہ وہ کس زور اور اثر سے اُن کو کام میں لاسکتی ہے۔ وہ اپنی صفائی نیت سے صلح اور
امن کو قایم رکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر کوئی ریاست ناحق اس سے پرخاش کرے تو اسکے برخلاف وہ اپنی بھاری
قوت کے استعمال کے لئے بھی موجود ہے" بعد اسکے سومنات کے کواڑوں کے باب میں یہ اشتہار ہندوستان
میں رئیسوں اور نوابوں اور راجاؤں کی مخاطبت میں جاری کیا کہ اے میرے بھائیو اور دوستو ہماری فیروز مند
فوج سومنات کے کواڑوں کو محمود غزنوی کے مقبرے سے اوتار کر لائی ہے۔ اُس نے آٹھ سو برس بعد اس ذلت
ہند کا انتقام لیا ہے جو ان کواڑوں کے چلے جانے کے سبب سے ہوئی تھی۔ اے سرہند۔ راجواڑہ۔ مالوہ۔ اور
گجرات کے رئیسو فتح افغانستان کے اس یادگار صندلین کو تم لے لو اور اپنے سومنات کے مندر میں پھر لگادو۔
اس ایڈریس کا نام ڈیوک ولنگٹن نے نغمہ فتح رکھا ہے

اس اشتہار کی عبارت میں الفاظ بھائی اور دوست کے خوب تھے مسلمانوں کو جن میں افغان بھی
شامل ہیں بھائی بناکر یہ خوب ارمغان جان خراش اُن کے پاس بھیجا۔ ہندوؤں کو اُن کی فراموش شدہ ذلت
کہنہ کو یاد دلا کے اچھا دل دکھایا۔ دنیادار انگریزوں نے تو اس اشتہار کو گورنر جنرل کا حماقت نامہ سمجھکر خوب
قہقہے لگائے اور دیندار انگریز اُسکو گناہ کبیرہ سمجھ کر چشم پرنم ہوئے۔ غرض گورنر جنرل کے ان دونوں

اشتہاروں کو مدبران اور منتظمان انگلشیہ خوب خاک اڑاتے ہیں ؛

تاریخ سے ثابت نہیں کہ محمود غزنوی سومنات کا دروازہ اوتار کر لے گیا تھا سوائے اس کے وہ کواڑ بہت دنوں کے بعد سومنات کی فتح سے بنے ہوئے ہیں۔ جب پالک پنجاب میں سفر کر رہے تھے تو گورنر جنرل ایک ایسا تماشا دکھلانے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے جو انگریزی عملداری میں پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ۹ دسمبر ۱۸۴۲ء کو فیروزپور میں آئے یہاں بڑے بڑے راجہ مہاراجہ نواب رئیس اور گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ دار اور انگلش لیڈیاں اُن کے آنے کے منتظر تھے۔ فیروزمند سپاہ کی مبارکباد کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں لاہور سے شیر سنگہ کا بیٹا اور اس کا وزیر اس جشن میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ چالیس ہزار سپاہ جمع ہوئی سینکڑوں ہاتھی اکٹھے ہوئے تھے اُن کی سونڈیں طرح طرح سے رنگی گئی تھیں۔ اور جھولیں زرق برق کی اور ہیکلیں سونے اور چاندی کی اور ساز و سامان زرین اُن کو پہنائے گئے تھے۔ مختلف مقامات میں مصنوعی چوبی عمارتیں و محرابیں آراستگی کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ستلج پر ایک پل بنایا گیا تھا اور اس پر رنگ برنگ کی جھنڈیاں سُرخ و سبز لگائی گئیں۔ سب طرح کی چمک دمک کی تیاریاں کی گئیں گو وہ انگریزی مذاق کے موافق نہیں تھیں۔ ۱۷ دسمبر کو سر روبرٹ سیل نے پل سے مع اپنے فیروزمند سپاہ کے عبور کیا۔ جب وہ پل کی خوشنما محراب سے نکلے تو سب انگریزوں نے قہقہہ لگایا۔ لارڈ ایلن برا خود اس سپاہ کے استقبال کو گئے اور سپاہ کو دو رویہ قطاروں کے درمیان لے گئے ہاتھیوں نے گھٹنا ٹیک کر سلام کیا۔ مگر اُن کو مبارک دینے کے لئے آواز دینی جو سکھائی گئی تھی وہ دینی بھول گئے۔ مگر توپوں کی آواز و تہنیت اُس کا معاوضہ کر دیا۔ بینڈ بین فتحمند ہیرو گایا گیا۔ نکولس کی رجمنٹیں جو کھڑی تھیں۔ اُنہوں نے اپنے جنگ فرسودہ سپاہ کے روبرو اپنے ہتھیار پیش کئے۔ دو دن کے بعد پالک صاحب کی سپاہ نے ستلج سے عبور کیا۔ اور ۲۳ کو ناٹ صاحب کی سپاہ نظر آئی۔ جس کے ساتھ سومنات کے کواڑ فتح کے مرکب میں سوار تھے۔ لارڈ ایلن برانے پل پر ہر جنرل کا استقبال کیا۔ مہینے کے باقی دنوں میں جشن فتح کی خوشیاں ہوتی رہیں۔ سپاہیوں کے ریویو ہوئے پبلک سپیچین ہوئیں۔ سپاہیوں کو ڈھیروں مٹھائیاں اُن کے دل پسند کھلائی گئیں۔ چالیس ہزار سپاہ اور سو توپیں فیروزپور کے میدانوں میں کمانڈر انچیف نکولس اور گورنر جنرل لارڈ ایلن برا کے روبرو اپنے ہنر اور کرتب دکھاتی تھیں بڑے بڑے بزرگ مہمان فرنگستان اور مشرقی ملکوں سے آئے تھے اس جشن پر وہ سوانگ ختم ہوا جس میں انگلستان کو سوائے اسکے کچھ فائدہ نہیں ہوا کہ اس کی عزت میں جو خفت آیا تھا اُسے دور کیا اور انگلش گورنمنٹ اپنے خیال کے موافق ایک مہم بناکے ہندوستان کو خرچ جنگ۔

سے زیر بار کیا ان آخر فتحوں سے انگریزوں کے ساتھ افغانوں کو بڑی نفرت اور عداوت ہوگئی اور اس نفرت اور عداوت پر اور اضافہ ہو جاتا اگر لارڈ ایلن برا کی اس تجویز پر عمل ہوتا کہ افغانستان کے قیدی اس جشن فیروز پور میں رہا کئے جاتے۔ امیر دوست محمد خان گورنر جنرل نے حکم دیا تھا کہ وہ دربار میں حاضر ہو مگر اور انگریزوں نے گورنر جنرل کو اس حرکت نازیبا سے باز رکھا کہ امیر پر جس کو ناحق گورنمنٹ بہت سی تکلیفیں دے چکی ہے یہ ایک اور حقارت کا زخم لگائے۔ امیر دوست محمد خان کو بغیر کسی شرط کے اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مفلس اور بنجر ملک کو چلا جائے ؛

پہلی اکتوبر ۱۸۴۲ء کو ٹھیک چار سال بعد لارڈ آک لینڈ کے اس اشتہار کے جس میں انہوں نے شاہ شجاع کے بحال کرنے کے لئے اپنی مداخلت کرنے کو انصاف بتایا تھا لارڈ ایلن برا نے ایک اور اشتہار دیکر لارڈ آک لینڈ کی پولیسی کی بالکل ناکامیابی اور بطلان کا اعلان کر دیا انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ناراض رعایا پر اُس کی مرضی کے خلاف زبردستی سے پادشاہ بنانا جیسا پولیسی کے برخلاف ہے ایسا ہی برٹش گورنمنٹ کے اصول کے برخلاف ہے۔ بس اسواسطے وہ اسی گورنمنٹ کو تسلیم کرے گی۔ جس کو افغان خود اپنے لئے پسند کریں گے اور برٹش گورنمنٹ اپنی سپاہ کو واپس بلاتی ہے اور گورنمنٹ اُن حدود پر جو قدرت نے اُس کی سلطنت کی مقرر کر دی ہے قانع ہے۔ دوست محمد خاں کو قید سے رہائی ہوئی وہ کابل میں جہاں مدتوں تک فرمان روا رہا تھا پھر فرمان روا ہوا اس طرح سے انگریزوں کی مہم کی کہانی ختم ہوئی۔ جو افغانستان کی اندرونی حالت کے دوبارہ منتظم کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ ایک بے مثل چار برس کی آزمایش و مصیبت کے بعد ہر چیز نے اپنی اُسی حالت میں معاودت کی جو انگریزوں نے اس کے پہلے پائی تھی سوائے اسکے کہ اُن کے بڑے بڑے بہادر دلیر انگریز اپنی خونی قبروں میں سوتے۔ ڈیوک ولنگٹن نے اس مہم کی ناکامیابی کے آٹھ سبب تبلائے ہیں۔ اول ہندوستان میں امن و امان تھا۔ جنگ و پیکار کا زمانہ نہ تھا فوجی سامان جو امن کے زمانہ کے موافق ہوا کرتا ہے وہ موجود تھا اُس سے معرکہ آرائی کرنی ایک معاملہ انہی تھی دوم اپنے کاموں کی آسایش کو بغیر مستحکم کئے کارزار شروع کر دینا۔ سوم ہندوستان سے ہندوستانی سپاہ کو ایسے ملک میں لے جانا جو نہایت سرد ہوا اور اس میں وہاں اُن کے افسر دونوں اجنبی ہوں اور وہاں کے لوگ اُن کو ملعون اور کافر سمجھتے ہوں۔ چہارم ایک ایسے غیر آباد اُجاڑ ملک پر حملہ کرنا جو انگریزی سپاہ کے احتیاج کا سرانجام نہ کر سکے اور جانوروں کے لئے دانہ چارہ کا بہم نہ پہونچا سکے۔ پنجم پولٹکل ایجنٹوں کو حد سے زیادہ اقتدار اور اختیار دینا۔ ششم ناعاقبت اندیشی

سے میک ناٹن صاحب کا افغانوں کی وفاداری غیر واجب پر اعتبار کرنا ؛

ہفتم میگ زین کا کیا بلکہ خزانوں کو غیر محفوظ جگہ میں رکھنا ؛

ہشتم ہنگامہ کے برپا ہونے کے بعد سپاہیانہ کاموں میں پرلے درجہ کی بدنظمی اور غفلت شعاری کا واقع ہونا۔ بیشک قومی اعتبار سے مہم کی ناکامیابی کے لئے یہ دلائل تھیں جس نے ہندوستان کی آمدنیوں میں سے بڑا خزانہ خرچ کیا لارڈ آک لینڈ نے خود لکھا ہے کہ جسوقت افغانوں نے رشتہ اتحاد توڑا اور فساد برپا ہوا تو آٹھ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اب اس پر سپاہ کے اس مصیبت میں آنے کا خرچ اور پھر سپاہ کو جانیکا اور انتقام لے کر آنے کا صرف اور زیادہ کیا جائے تو سترہ کروڑ روپے سے بھی زیادہ خرچ ہوا۔ ڈیوک ولنگٹن نے جو ناکامی کے اسباب تبلائے اُن سے زیادہ اور عمیق سبب ناکامی کے تھے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس مہم میں جو غلط و مہلک پولیسی پر مبنی تھی اگر نپولین اپنی ذہانت اور فراست کو اور ڈیوک ولنگٹن اپنی دوربینی و مال اندیشی کو کام میں لاتے تو کوئی مستقل کامیابی حاصل کرتے۔ جن لوگوں کو اس مہم کی کارروائی سپرد کی گئی تھی۔ اُن کی قابلیت و لیاقت اور ہمہ تن مصروف ہونے میں کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ وہ کامیابی کے مستحق ہوتی۔ اول اصول کی یہ غلطی تھی کہ ہندوستان پر روسیوں پر حملہ کے خوف کا ایسا خیالی پلاؤ پکانا اور ہوا میں قلعے بنانا کہ بالکل اپنی راہ سے باہر چلے جانا اور دوسری بڑی غلطی یہ تھی جس کو لارڈ ایلن برا نے اپنے اشتہار میں اعلان کیا کہ زبردستی ایسی رعایا پر کسی کو پادشاہ بنانا جو اُس کو ناپسند کرتی ہو ؛

ملکہ معظمہ کے عہد و سلطنت کا اول واقعہ جنگ افغانستان تھی جس میں اُن کی پارلیمنٹ نے بھی کچھ حصہ لیا۔ اور اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ اس کے سبب سے بیس کروڑ روپے کا قرض گورنمنٹ کا بڑھا اور سال کے آخر میں دو کروڑ روپے کا اضافہ اور ہوا اور ہند اور ایشیا میں جو برٹش گورنمنٹ کی ہیبت و شوکت کا سکہ جما ہوا تھا اُس میں تنزل ہوا۔ مسٹر ٹکر پریسیڈنٹ بورڈ کنٹرول نے کمپنی کی طرف سے یہہ کہہ کر اس جنگ کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی کہ اصل میں یہ لڑائی روس کے ساتھ تھی اسلئے یہ یوروپین معاملہ ہے کورٹ ڈائرکٹرز نے اس پولیسی کا نہ حکم دیا نہ اُس کو پسند کیا نہ ہندوستان کی محافظت کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس جنگ کا خرچ ہندوستانیوں کے ذمے نہیں ڈالنا چاہئیے مگر ان کی اس دلیل کو کسی نے نہیں سنا ؛

انگریزوں نے تو افغانوں کو اپنے نزدیک ایسی سزا دی کہ وہ اس کے دل میں انگریزوں کا خوف

وحشت پیدا کرتی مگر اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو فرنگستانی سیاح وہاں گئے اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کا اثر اُن کے دلوں پر اُلٹا یہ ہوا کہ وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ انگریزوں پر ہم کو فتح حاصل ہوئی ہے جس پر تعجب ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمنوں سے اپنے ملک کو خالی کرا لیا اپنی آزادی کو قایم رکھا اور آخر کار ہم نے اس اپنے امیر کو پھر بلا لیا۔ جس کو ہم پادشاہ بنانا چاہتے تھے ؛

جنگ افغانستان کا خلاصہ

یہ جنگ بھی انگریزی قوم کے لوح دل پر فولادی قلم سے کندہ ہے جو کبھی نہیں محو ہوگی۔ اس میں عجیب عجیب باتیں وقوع میں آئیں کہ گورنر جنرل **لارڈ آک لینڈ** نے الاوہ ھند بغیر اپنی کونسل کے صلاح و مشورہ کے افغانستان میں جو انگریزی عملداری کی سرحد سے چار سو میل تھا انگریزی سپاہ کو اس لیے بھیجدیا کہ وہاں کے پادشاہ کو جو فرمانروائی کر رہا تھا معزول کرے اور ایک جلاوطن پادشاہ کو اس کا قایم مقام بنائے جب اس کام میں سپاہ کو بالکل ہزیمت ہوئی تو **لارڈ آک لینڈ** کے بالکل ہوش و حواس باختہ ہوئے وہ مشکل سے ایک رجمنٹ بھی ہندوستان سے نہیں بھیج سکتے تھے۔ کے صاحب مورخ لکھتے ہیں کہ انگلینڈ میں جو پارلیمنٹ کے وگ اور کون سَروٹو فریقوں میں اختلافات ہوتے ہیں اسکے اثر نے بھی لارڈ آک لینڈ کا ناک میں دم کیا۔ وہ وگ تھا اور یہ لڑائی بھی وگ تھی۔ کون سروٹو اس جنگ پر تبرا بھیجتے تھے ہمیشہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرفدار تھے اس وقت کون سَروٹو کی وزارت تھی اور لارڈ آک لینڈ کا قایم مقام ایک کون سَروٹو آتا تھا کے صاحب بیان کرتے ہیں کہ اب یہ مباحثہ تو ہوتا ہی نہ تھا کہ جنگ کابل کی پولیسی صحیح تھی یا غلط تھی مگر اس پر بحث ہوتی تھی کہ کیا کرنا چاہئیے کہ برٹش گورنمنٹ کی عزت اور ہندوستان میں سلطنت کی سطوت و صولت قایم رہے۔ گورنر جنرل تو ایسا دل شکستہ تھا کہ اُس سے کسی تدبیر کی امید نہیں ہو سکتی تھی اب بعد اس کے کمانڈر انچیف سر جیسپیر نکولس تھا وہ ابتدا ہی سے جنگ کابل کی پولیسی کے مخالف تھا۔ اور پیشین گوئی کرتا تھا کہ یہ جنگ بے اصول ہے اس میں ہزیمت ہوگی اور جب ہزیمت ہوگئی تو اُس نے اپنا پیغمبری لباس بدل کر تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ بلکہ اس پردہ میں اپنا منہ چھپا لیا کہ تم کہدو میں کچھ نہیں کرونگا۔ مگر ضعیف فرمان رواؤں کے لئے یہ ایک نعمت آلہی ہے کہ سر وست ایسے کارپرداز موجود ہوں کہ وہ یہ جانتے ہوں کہ کیا کرنا چاہئے اور اُن کا دل گردہ بھی ایسا ہو کہ جو کام کرنا چاہئیے اس کو وہ دلیری سے کریں۔ اس دوران ملک پر جو مہم کی گئی تھی اُس میں سکھوں کی امداد پر جو افغانوں کے جانی دشمن تھے بھروسہ کیا گیا تھا۔ مگر اب وہ مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے مرنے سے اور انگریزوں کی اس ہزیمت پانے سے انگریزوں کی خدمت میں بے ادب و گستاخ ہوگئے تھے ⁂

سنہ ۱۸۴۲ع کے شروع میں سہ سالہ جنگ افغانستان کے نتائج یہ تھے کہ وہ کابل میں جو انگریزی سپاہ تھی وہ بھیڑوں کی طرح وہاں سے نکالی گئی اور دارالسلطنت اور جلال آباد کے درمیان ذبح کی گئی اور تھوڑے سے افسر اور لیڈیاں اور بچے افغانوں کے ہاتھ میں مقید ہوئے ⁂

امیر دوست محمد خاں مع اپنی بیویوں اور بہت سے بچوں کے انگریزوں کے ہاتھ میں مقید ہوا کٹ پتلی شاہ شجاع تین مہینے کے لئے تخت نشین ہوا اور پھر اُس کی رعایا نے مار کر کھائی میں ڈال دیا ⁂

غزنی جس کی فتح سر جان کین نے سنہ ۱۸۳۹ع میں بڑی دھوم دھام سے کی تھی وہ کابل کی طرح جنوری سنہ ۱۸۴۲ع کو عاجزانہ انگریزوں کو دشمن کو حوالہ کرنا پڑا - بہادری جو نوجوان افسر نے اسکے بچانے میں دکھائی تھی اُس پر حوالہ کرنے کی ذلت طاری ہوئی - انگریزوں نے جیسا کہ اُن کی بہادری کا اقتضا تھا - قلات غلزئی اور قندہار اور جلال آباد پر قبضہ کر رکھا تھا ⁂

جنرل پالک ہندوستان سے سپاہ لے کر گئے اور خیبر پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور سیل صاحب سے جلال آباد میں ملے اور پھر کابل پر قبضہ کیا اور ناٹ صاحب قندھار سے غزنی کو فتح کرتے ہوئے کابل میں آئے پھر یہ افسر مع سپاہ اپنے قیدیوں کو چھٹا کر پشاور میں آئے اور امیر دوست محمد خان کابل گیا اور فیروز پور میں فتح کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا ⁂

جنگ سندھ

فصل اوّل

امیران سندھ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان مُعاہدے

۱۸۳۲ء میں برٹش گورنمنٹ کو یہ خیال ہوا کہ مغربی سرحد پر جو وحشی قومیں آباد ہیں اُن سے رشتہ اتحاد وارتباط مضبوط ومربوط کیا جائے اس لئے اس نے سرہنری پوٹنجر کو اپنا نائب بنا کے سندھ بھیجا کہ وہاں کے حاکموں کے ساتھ جدید معاہدے کرے چنانچہ صاحب ممدوح نے نیا عہدنامہ مرتب کیا جس کی شرائط یہ تھیں کہ ملک سندھ میں خاص قیود کے ساتھ سوداگر مسافر آیا جایا کریں۔ دریائے سندھ انگریزی تجارت کے لئے کھلا رہے مگر مسلح کشتیوں جہازوں وسپاہ وسامان جنگ کی آمدورفت کے لئے مسدود رہے ان شرائط کے سوائے اور چھوٹی چھوٹی شرطیں تھیں بس یہ نیا عہدنامہ پرانے عہدنامہ کے ساتھ موثق ہوا اور وہ معاہدہ کرنے والے فریقین کی دوستی واتحاد کی سند ٹھیرا انہوں آپس میں بہ قسم اقرار کیا کہ ایک دوسرے کے مقبوضات پر کوئی طمع کی آنکھ سے نہیں دیکھے گا۔ ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق ۱۸۳۴ء میں جہازی مال کے محصولوں کی فہرست مرتب ہوئی اور سارے دریائی محصولوں کی مقدارین اور ان کی تحصیل کے طریقے قابل اطمینان مقرر ہوئے ؛

۱۸۳۸ء کے ابتدا میں عہدنامہ مذکور میں یہ شرائط اور منظور ہوئیں کہ حیدرآباد میں اور انگریزی پولیٹکل ایجنٹ مستقل رہے اور وہ اپنی محافظت کے لئے پہرہ چوکی رکھے اور امیران سندھ اور رنجیت سنگھ مہاراجہ لاہور کے درمیان برٹش گورنمنٹ دوستانہ متوسل ہو۔ اسی سال کے آخر میں امیران سندھ کو ترغیب دی گئی کہ انگریزی سپاہ جو افغانستان میں جاتی ہے اُسکو اپنے ملک میں سے وہ گذرنے دیں اور بزرگ منش رستم خان کو ترغیب دی گئی کہ جب تک لڑائی رہے قلعہ بکھر انگریزوں کو مستعار دیدے۔ ابھی برٹش نے ملک سندھ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اُس نے امیروں پر شاہ شجاع کی طرف سے اکیس لاکھ روپے کے خراج کا دعوے کیا جس سے شاہ پہلے دست بردار ہو چکا تھا اور امیروں سے یہ درخواست کی گئی کہ ایک سپاہ محافظ ملک سندھ میں رہا کرے

اور اس کا خرچ بہ طور خراج تین لاکھ روپے سالانہ وہ دیا کریں اور پھر اس پر پچاس ہزار روپے کا اور اضافہ کیا کہ وہ میر شریف دیا کرے اور دریائے سندھ کے سارے محصول راہداری کے معاف کئے جائیں۔ پھر اس معافی محصول کی حد کو یہاں تک بڑھایا کہ رعایا سندھ بھی اس سے بری ہوگئی جس سے امیران سندھ کے دل میں کدورت پیدا ہوئی اور کبھی اُنہوں نے اس شرط میں خاموشی نہیں اختیار کی اور کہا کہ ہم تو عہدنامہ کے معافی کی اعانت یہی سمجھتے تھے کہ انگریزی اور پردیسی مسافروں کے لئے یہ محصول معاف ہو رعایائے سندھ کے لئے اس محصول کا معاف ہونا چہ معنی دارد ؟

لارڈ آک لینڈ نے کرنیل جیمس اوٹرم کو سندھ اور اس کے آس پاس کی ریاستوں میں پولیٹکل ایجنٹ کے عہدے پر سرفراز کیا۔ صاحب ممدوح کے نزدیک عہدنامہ موجودہ قابل اطمینان نہیں تھا وہ کم صاف اور طرفین کے حق میں کم مفید تھا۔ اُنہوں نے اُسکے نقص اور اُن کے دور کرنے کی تدابیر بتائیں جو مناسب تھیں۔ اور اُن میں طرفین کی بھلائی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ لیکن جلد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ جن نقصانوں کو اُنہوں نے بتایا تھا وہ دور کرنے پڑے ؟

اول اول افغانستان میں انگریزوں کو فتحیابیاں ہوئیں اور اس کے بعد پریشانی کا زمانہ ایسا آیا جس کا خاتمہ اُن آفات اور مصائب پر ہوا جنہوں نے انگریزوں کو افغانستان سے نکال دیا اور حکم یہ ہوا کہ افغانستان سے ہر انگریزی سپاہی چلا آئے اور آیندہ مغربی سرحد سلطنت کی دریائے سندھ قرار پائے۔ امیران سندھ کے عہدنامہ کے شرایط پہلے تو بے چینیان پیدا کرتی تھیں اور اب انگریزوں کے متغیرہ حالات میں وہ سخت برائیاں پیدا کرتی تھیں۔ اس لئے بہر نہج یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ عہدنامہ از سر نو ترمیم و تبدیل ہو جس سے خاص انگریزوں کو ایسے فائدے حاصل ہوں کہ اُن میں یہ قابلیت پیدا ہو کہ وہ اس ملک پر مفید طور پر استیلا رکھیں اور غالب رہیں۔ میجر اوٹرم نے نیا عہدنامہ مرتب کیا کہ کراچی اور سکھر کا ملک لے کر اسمیں انگریزی سپاہ کی دو چھاونیاں ڈالی جائیں جس سے برٹش کی جنگی قوت کو تقویت ہو اور کل محصول دریائی بے چون و چرا موقوف ہو۔ جس سے تجارت کی پاؤں کی بیڑیاں کٹ جائیں اور انگریزوں اور امیروں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہوتی ہیں اور اُن سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بند ہو جائیں۔ اور ہندوستانی بیڑوں میں جو دخانی جہاز ہوتے ہیں اُن کے واسطے جو ایندھن کی لکڑیوں کے لئے قبو دہیں وہ موقوف کی جائیں۔ جس کے سبب سے کافی ایندھن میسر نہیں ہوتا اور اندیشہ ہے کہ وہ بالکل باقی نہیں رہے۔ ان سب کے عوض میں امیروں کو ساڑھے تین لاکھ روپے سالانہ جواب تک

خراج کے طور پر دیتے ہیں اور خراج کی باقیات جو ان کے ذمے ہیں معاف کی جائیں ❋

صاحب ممدوح نے اس لئے کہ انگریزوں کا قیام ملک سندھ میں استحکام پائے یہ تجویز کی کہ شکارپور اور مضافات پر بھی مثل سکھر بھکر کے انگریزوں کا قبضہ ہو جائے اور کراچی اور دریا سے جو تعلقات انگریزوں کے پہلے سے ہیں وہ بدستور قایم رہیں لارڈ آک لینڈ کا حکم اوٹرم صاحب کے پاس آیا کہ وہ ایسے عہد و پیمان کرنیکا سامان کریں کہ جس سے ہمیشہ کے لئے ضلع شکارپور پر انگریزوں کا قبضہ ہو۔ جیسا کہ نیم وحشی قوموں میں دستور ہے کہ کبھی کبھی وہ رعایا پر ظلم و ستم کیا کرتے ہیں امیروں کے اہل کار سندھ میں بھی ظلم کیا کرتے تھے جس کی شکایت رعایا پولیٹکل ایجنٹ اور اُس کے نائب سے کرتی تھیں وہ سوائے دوستانہ صلاح دینے کے کسی طرح کی مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔ سندھ میں جو اپنی گورنمنٹ کا انتظام اور بندوبست تھا وہ رعایا کے خیالات اور عادات کے موافق تھا۔ اس میں قومی دماغ کا پرتو ایسا ہی پڑتا تھا جیسا کہ برطانیہ کی گورنمنٹ کی کونسٹی ٹیوشن میں۔ اُن کی عادت میں ترقی اور فراخ دلی پیدا کرنے کے واسطے اور اُن کے موافق اپنی گورنمنٹ کے نظام بہتر بنانے کے لئے یہی ترکیب تھی کہ برٹش گورنمنٹ اپنا نمونہ شکارپور میں انکو دکھائے۔ جس کی پیروی اور تقلید سے امیروں کی گورنمنٹ خوش اسلوب ہو جائے اور اُن کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر ہم رعایا پر ظلم و جبر کریں گے تو مظلوم رعایا کے لئے شکارپور پناہ گاہ موجود ہے وہاں وہ مفرور ہو جائیگی۔ اسلئے وہ ظلم میں کمی کریں گے۔ امیران سندھ کی عقل ایسی طفلانہ تھی کہ وہ کوئی بھاری سازش انگریزوں کے برخلاف نہیں کر سکتے تھے اور امیر جو سازشیں کرتے تھے وہ ایسی سفیہانہ ہوتی تھیں جیسی کہ مشرقی درباروں میں ہوا کرتی ہیں میر رستم کا وزیر فتح محمد غوری محمد شریف کی کارندگی سے انگریزوں کو دردوں کے اوپر ستاتا تھا۔ میر نور محمد نے میجر اوٹرم کو پرانا عہدنامہ دکھا کر کہا کہ جب سے سندھ کو انگلش سے تعلق ہوا ہے تب سے نئی نئی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ آپ کی گورنمنٹ کبھی مطمئن نہیں ہوتی ہم تمہاری دوستی کے شایق ہیں مگر متواتر ظلم و ستم سہنا نہیں چاہتے۔ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی سازشیں کرتا رہا خیرپور کے امیروں رستم خاں اور نصیر خاں کی نسبت شبہہ تھا کہ وہ انگریزوں کے برخلاف سازشیں کرنے میں شریک ہوتے ہیں۔ رستم خان اپنی ذات سے سازشوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا مگر اُس کا وزیر فتح محمد غوری اُن میں شریک ہوتا تھا۔ جس کا الزام امیر رستم پہ لگایا جاتا تھا۔ میر رستم نے انگریزوں کے ساتھ ایسے دوستانہ سلوک کئے تھے کہ وہ مستحق تھا کہ اس الزام پر برٹش گورنمنٹ کچھ خیال نہ کرتی۔ حیدرآباد کے امیروں میر محمد خان اور

شہداد خان پر بغاوت کا بہت ہی کم شبہ ہو سکتا تھا اور باقی حکمران امیر خیرپور میر محمد نے اور حیدرآباد کے اُمراء حسین علی خان و صفدر خان نے ذرا سا کام بھی ایسا نہیں کیا تھا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ دوستی کے برخلاف ہوتا۔ سندھ میں جب سے انگریز داخل ہوئے صفدر خاں اُن کے ساتھ دوستانہ کام کرتا تھا ۔

کرنیل اوٹرم کی جگہ سر چارلس نے پیر سندھ کے سپہ سالار اور پولیٹکل ایجنٹ اعظم مقرر ہوئے۔ وہ بڑے جری دلاور سپاہی اور روشن ضمیر عالی دماغ مدبر تھے مگر وہ ہندوستان کے حالات سے جاہل تھے خود اعتماد اسدرجہ کے تھے کہ اپنی جہالت کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کرنیل اوٹرم نے جو عہد نامہ کا مسودہ تیار کیا تھا۔ اسمیں لارڈ ایلنبرا نے یہ شرائط اور بڑھائیں کہ جن امیروں کے بدخواہی کی شہادت قوی ہوگی تو اُن کو یہ سزا دیجاے گی کہ اُن کے ملک کا تھوڑا سا حصہ چھین کر بہاول خاں کو دیا جاے گا۔ جو برٹش کا بڑا خیر خواہ دوست ہے اور وہ اس انعام کا بھی مستحق ہے کرنیل اوٹرم نے اُن ہدایتوں کے موافق جون ۱۸۴۲ء میں یہ انتظام پیش کیا کہ سبزل کوٹ جو بہاول خاں سے ۱۸۳۳ء میں چھین لیا گیا تھا۔ وہ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں سے لے کر پھر اس کو دیدیا جاوے۔ یہ امیر اس سزا کے مستحق ہیں کہ اُن کا ملک اس قدر ضبط کیا جائے۔ گورنر جنرل نے اب عہد نامہ میں یہ اور اضافہ کیا کہ بونگ بڑا جو بہاول خان سے ناحق لے لیا گیا تھا اور اب وہ میر رستم کے قبضہ میں ہے اس سے لیکر اسکو واپس دیا جائے جو اضلاع ضبط ہوئے اُن کی سالانہ آمدنی ۱۲۳۰۰۰ روپے تھے۔ اور انتظامات میں جو اور ضبطیاں ہوئیں وہ سب ملکر ۴۴۶۰۰۰ روپے کی ہوئیں جس کے برابر امیروں کو خراج معاف کیا گیا تھا ۔

۱۳۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو گورنر جنرل نے جنرل نپیر کے پاس حکم بھیجا کہ ملک اور زیادہ بہاول خاں کی سرحد سے روڑی تک ضبط کیا جائے۔ جس کی آمدنی ۴۸۰۰۰ روپے سالانہ ہے پہلے ضبطی پر ۲۹۴۰۰۰ روپے کا اور اضافہ کیا نئے عہد نامہ کا مسودہ سر چارلس نے پیر کے پاس ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو کرنیل اوٹرم کی روانگی سے ایک دن پہلے بھیجا۔ کرنیل صاحب نے ملک کی ضبطی کا اضافہ دیکھ کر جرنیل صاحب سے کہا کہ اس میں کچھ غلطی ہے آپ جب تک اس معاملہ کو گورنر جنرل سے رجوع نہ کریں نئے عہد نامہ کی تعمیل نہ کریں۔ مگر جرنیل نے یہ کام دو مہینے اٹھارہ دن تک نہیں کیا یعنی ۳۰۔ جنوری ۱۸۴۳ء تک گورنر جنرل کا حکم اس اضافہ ضبطی کی موقوفی کا ۹۔ فروری ۱۸۴۳ء کو صادر ہوا۔ جو جنرل کے پاس میانی کے جنگ کے بعد پہونچا کہ ہزاروں مُردے خونی قبر میں سوتے تھے۔ اور سارے ملک پر انگریز قابض تھے اور امیر مقید اور جلاء وطن تھے۔ نئے عہد نامہ میں امیروں کا ملک ہی منضبط ہوا تھا بلکہ وہ اپنی ٹکسال اور سکوں کے جاری کرنے بھی منع کئے گئے تھے ٹکسال کی آمدنی سے اور اپنے

سلطانی استحقاق سے محروم ہونے کا دل میں امیر بڑا رنج کرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کو یہ شاق تھا کہ سندھ
میں جو سکہ جاری کریں اس کی ایک طرف ملکہ معظمہ کی مورت ہو وہ مورت کے ہونے کو اپنے عقیدہ اسلام
کے برخلاف سمجھتے تھے لارڈ ایلن برا نے کرنیل اوٹرم کو امیروں کی چشم نمائی اور دھمکانے کے لئے یہ
خط امیروں کے نام لکھا تھا کہ میں تمہاری وفاداری اور خیرخواہی اور دوستی پر جب تک اعتبار کروں گا کہ
تمہاری بدخواہی اور دغابازی کا ثبوت کامل میرے ہاتھ میں نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ثبوت مجھ کو مل گیا تو
پھر میں اس میں تامل نہیں کروں گا کہ تمہاری حکومت کو جس کو تم نے بُری طرح استعمال کیا چھین لوں ؏
اس خط کو کرنیل اوٹرم نے مصلحت سمجھ کر دبائے رکھا۔ امیروں کو اس خط کے دینے میں یہ اندیشہ کیا تھا
کہ اگر وہ اس کو دیکھ کر بگڑ بیٹھے تو افغانستان سے سپاہ کا سندھ میں ہو کر آنا مشکل ہو گا ابتک تو صرف تین
امیر تھے جو انگریزوں کے بدخواہ تھے پھر سب امیر بدخواہ ہو جائینگے ؏

خلاصہ یہ ہے کہ کرنیل اوٹرم نے جو نیا عہدنامہ تیار کیا تھا اُس میں ۲۱۶۰۰۰ روپے سالانہ کا ملک
لے لینا تجویز کیا تھا اور اس کے عوض میں امیروں کو اسی قدر خراج سالانہ اور باقیات خراج جو پہلے عہدناموں
کے موافق اُن کے ذمے واجب الادا تھیں معاف کرنا قرار دیا تھا۔ لارڈ ایلن برا نے ہدایت کی کہ ۱۲۰۰۰۰ کا
ملک ضبط کرکے بہاول خان کو دیا جائے یہ ملک اُن امیروں کا ضبط ہوا جن کا رویہ اور طریقہ ایسا تھا کہ اُنکو
یہ سزا ملنی چاہیئے تھی۔ لیکن گورنر جنرل نے کرنیل اوٹرم کو تھوڑے دنوں کے لئے سندھ سے علیحدہ کر دیا۔
اور اُن کے قایم مقام سر چارلس نے پیر کو ہدایت کی کہ وہ ملک کی ضبطی کو روڑی تک بڑھائیں جسکی آمدنی
سالانہ ۵۴۰۰۰۰ روپے تھی۔ کرنیل اوٹرم نے اس حکم کی غلطی کو بتایا مگر غلطی کے درستی ہونے میں دو مہینے
اٹھارہ روز کا التوا ہوا یہ غلطی درست نہ ہوئی سر چارلس نے پیر نے علی مراد کے ساتھ ایسا انتظام کیا کہ بالائے
سندھ کے امیروں کا ملک ۲۶۰۷۵۰ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا اس لئے انگریزوں نے کل ملک کو ۱۲۴۷۷۵۰
روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا کل ملک کی آمدنی ۲۰۳۹۵۰۰ روپے سالانہ تھی۔ اس امر سے گورنر جنرل کو
۱۲۔ اگست ۱۸۴۳ء تک اطلاع نہیں ہوئی اب آگے اس بیان کی تفصیل ہوگی ؏

فصل دوم

سر چارلس نے پیر کی ڈپلومیسی اور امیروں کے ذمے الزامات کے معاملات کی پیچیدگیوں کو سمجھنا اور

خصائل کے خصوصیات کا جانچنا اور اُن کو جائز رکھنا جس سے ہندوستانی ریاستوں کے مقدمات کا فیصلہ ایسا کیا جائے کہ اُن کے حق میں مفید ہو اور برطانیہ اعظم کی گورنمنٹ کا احترام و اعتبار و رسوخ بڑھے۔ ان سب باتوں کا حاصل ہونا تجربہ اور مطالعہ و مشاہدہ پر موقوف ہے۔ ایشیا میں سلطنت کے نظم و نسق کے لئے رعایا کے عادات و رسوم اور دستورات و قوانین اور آئین سے ماہر ہونا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ یوروپ میں مہذب قوموں کے لئے۔ ہر ملک کی بعض باتیں ان آدمیوں کو عجیب معلوم ہوتی ہیں جو اُن کو سمجھتے نہیں۔ عدم واقفیت و لاعلمی کے سبب سے ایک ملک کے تمدنی و قانونی و پولیٹکل قصص و احکام اور اختلافات دوسرے ملک والوں کو بیہودہ و لغو معلوم ہوتے ہیں۔ اس سبب سے یوروپ والے ایشیا والوں کی اور ایشیا والے یوروپ والوں کی بہت باتوں کو لغو و بیہودہ جانتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی عظیم الشان عمارت کو اس نظام نے قایم کیا ہے کہ جب تک کسی شخص میں یہ لیاقتیں نہ ہوں کہ اس ملک کے کاموں میں آگہی اور تجربہ ہو اور علاوہ عقلی کمالات کے اُس میں محاسن اخلاق بھی ایسے ہوں کہ وہ ہندوستانی ریاستوں میں اپنے پولیٹکل اختیارات کو استقلال کے ساتھ جو تحمل میں سمویا ہوا ہو اس طرح کام میں لائے کہ نہ خود تکلیف اُٹھائے اور نہ اوروں کو تکلیف پہونچائے اور جو معاملات مبہم پیش ہوں اُن کو مہربانی کی نظر سے دیکھے اور جہاں سزا دینے کی ضرورت نہ ہو وہاں بدروشی سے چشم پوشی کرے اس کو پولیٹکل جواب دہی سپرد کی جاتی۔ سر ولیم اوٹرم صاحب لکھتے ہیں کہ سر چارلس نیپیر ان لیاقتوں میں کچے تھے فقط یہی بات نہ تھی کہ وہ جن لوگوں کے حسن انتظام کے لئے مقرر ہوئے تھے اُن کی زبان سے رسوم سے دل کے تاثرات سے ناواقف تھے بلکہ اُن کے اوضاع و اطوار میں خشونت اور تحکم تھا۔ اُن کو ہندوستانیوں کے خیال کی نسبت ایک تعصب تھا کہ وہ ہندوستانی امیروں کی سچی خیرخواہی اور وفاداری کو بغیر کسی وجہ کے مشتبہ اور بے اعتبار جانتے تھے غالباً اسی سبب سے اُن میں یہ لیاقت نہ تھی کہ سچ کو جھوٹ سے جدا کر لیتے یا بے ریائی اور ریا میں تمیز کرتے یہ بات اُن میں بالطبع تھی۔ کچھ ارادتاً علمانہ تھی اسی سبب سے اُنہوں نے زبردستی کی اور انگریزی ہتھیاروں کے خوف کی طرف رجوع کی جس میں وہ اپنے تئیں اُستاد جانتے تھے *

سر چارلس نے پیر کے سبب سے امیران سندھ کو جو اشتعال پیدا ہوا اُس کے جانچنے کے لئے یہ جاننا اور یاد رکھنا ضروری تھا کہ امیر آزاد اور خود مختار پادشاہ تھے اور اُن کی رعایا اُن کی اطاعت اور فرمان برداری ایسی ہی کرتے تھے۔ جیسے کہ پادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔ سر چارلس نے پیر کے آنے کی وقت

تک برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ داراُن سے جو خط وکتابت کرتے تھے اُسمیں اُن کو القاب وآداب ایسے ہی تحریر کرتے تھے جو اُنکی شان عظیم کے شایان گورنمنٹ نے مقرر کئے تھے۔ یہ امر رائے صاحب کے برخلاف تھا کہ تحریر کی طرز ایسی اختیار کی جائے کہ جس سے امیروں کی دلشکنی ہوے +

لارڈ ایلن برانے ہندوستان میں وارد ہوتے ہی کل پولیٹکل افسروں کو ہدایتیں فرمائیں کہ وہ ہندوستانی رؤسا اور اُمراء کے ذاتی عزت کا بڑا ادب اور لحاظ کیا کریں اور اُن کے ساتھ خط وکتابت اور ملنے جلنے میں اُن کی ذاتی خواہشوں پر خیال کیا کریں اور اُن کو دوستوں کا قایم مقام جانا کریں اور اُن کو برٹش گورنمنٹ کی قوت سمجھا کریں۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ حکومت کے ضروری کاموں پر محاسن اخلاق کا لباس پہنانا ضروری ہوتا ہے ان ہدایتوں کے خلاف امیران سندھ کے ساتھ سرچارلس نے پیر کا برتاؤ تھا اُنہوں نے جب سندھ کے پولیٹکل فرایض منصبی کو اپنے ذمے لیا تو اوّل ہی اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن سے جو پہلے انگریز یہاں پولیٹکل افسر تھے اُن کا نظام ضعیف و مذبذب تھا۔ اور اُنہوں نے اپنی آزادی اور زورآوری سے امیروں کو متنبہ کیا کہ اب اس نظام کا خاتمہ ہے۔ دوّم اُنہوں نے بفحوائے احکام گورنر جنرل میجر اوٹرم کی تحریرات سے ثابت کیا کہ امیران سندھ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی اور دشمنی کے کام کرتے ہیں۔ سوّم اُنہوں نے امیروں کو ترغیب دی کہ چپ چاپ وہ اس نئے عہدنامے کو منظور کرلیں جو لارڈ ایلن برانے اس سبب سے مرتب کیا ہے کہ امیر پہلے عہدنامے کی شرایط پر عمل نہیں کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی کی مخفی تدابیر کرتے تھے۔ بس آخر امر کی تحققات پر اس مہم سندھ کا حق وناحق ہونا موقوف ہے +

۹ ستمبر ۱۸۴۲ء کو سرچارلس نے پیر سندھ میں وارد ہوئے اس وقت اس ملک میں امن وچین تھا اور کسی بلوہ فساد کا اندیشہ نہ تھا۔ انگریزی افسر مع اپنی میموں اور بچوں کے بغیر کسی پہرہ چوکی کے جہاں چاہتے تھے سارے ملک میں پڑے پھرتے تھے۔ مگر سرچارلس نے پیر نے اُس ملک کا نام دشمنوں کا ملک رکھا۔ امیروں سے جو اول ملاقات کی تو وہ مٹھائیوں ومیووں کے خوان اور نذرانہ میں روپیوں کی تھیلیاں پیش کرتے تھے وہ اُن سے یہ کہتے تھے کہ اگر تم عہدنامہ کے برخلاف کام کروگے تو میری دوسری ملاقات تمہارے لئے بہت کم مبارک ہوگی۔ امیروں کے ملاقات کے جو رسوم اور آداب تھے وہ اُن کے پابند نہ تھے اُن مشرقی امیروں کو بغیر القاب وآداب کے اُنہوں نے مکاتبات بھیجنے شروع کئے +

میجر اوٹرم کی جگہ جنرل چارلس نے پیر مقرر ہوئے تھے۔ ان دونوں صاحبوں میں اتفاق آراء نہ تھا

جنرل صاحب نے جو سندھ کی تاریخ لکھی اُس میں میجر اوٹرم صاحب پر اعتراضات کئے کہ اُن کی عزت پر بٹا لگاتے تھے اسلئے اس کے جواب میں میجر صاحب نے بھی ایک کتاب لکھ کر اپنے تئیں سب اعتراضات سے بری کیا اور جنرل صاحب کے کاموں میں مین میکھ نکالیں اوپر جو کچھ لکھا ہے وہ میجر صاحب کی کتاب سے بالاجمال نقل کیا ہے اب آگے جنرل صاحب کی تاریخ سے نقل ہوتا ہے اور اُن کی تحریر پر جو میجر صاحب نے جرح و قدح کئے ہیں وہ بھی کہیں کہیں نقل ہوئے ہیں۔ جنرل صاحب کی تاریخ بہ طور روزنامچہ کے تاریخ وار تحریر ہوئی ہے اُس میں سے ضروری حالات تاریخ وار اپنی زبان میں نقل کرتا ہوں ؛

۱۳۔ستمبر ۱۸۴۲ء کو کراچی میں اپنی توپ کے ایک گولہ کے چھٹنے سے جنرل صاحب کی پنڈلی زخمی ہوئی۔ جس سے اُن کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر اس حال میں بھی وہ اپنے کاموں کو بڑی مستعدی اور چالاکی سے کرتے رہے سندھ کے معاملات میں پولیٹکل ایجنٹوں کے تذبذب کے سبب سے بہت سی پیچیدگیاں اور گُل جھٹیاں واقع ہوگئی تھیں سو سب اُنہوں نے سلجھائیں۔ لارڈ آکلینڈ کی حکومت میں امیران سندھ کے ساتھ ایک بڑا سلسلہ عہد و پیمان کا شروع ہوا تھا۔ اس کے سبب سے سندھ میں انگریزوں کا ایک جزوی قبضہ ہوگیا تھا اور امیران سندھ خود مختار بالکل اختیار رکھتے تھے۔ ساٹھ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ تال پوری بلوچوں نے سندھ سے کلورائی قوموں کو خارج کرکے اپنی حکمرانی قایم کی تھی۔ اُنہوں نے سندھیوں کو اپنا تابع بنالیا اور اپنی پہاڑی قوموں کو میدانوں پر فرمان روائی کے لئے نیچے لے آئے تھے مفصلہ ذیل قومیں آپس میں مربوط تھیں۔ کوہستانی بلوچ۔ میدانی بلوچ۔ خاص سندھی اور ہندو۔ آخر دو قوموں پر پہلے قوم جابر حکمران تھی اور دوسری قوم کے امیر پہلے قوم کے سردار تھے۔ تال پوری بلوچیوں میں چار یاری دستور تھا یعنے ملک کو چار بھائی آپس میں تقسیم کرکے قابض ہوتے اور مشترک فرمان روائی کرتے اُس کی اولاد کی اولاد میں یہی دستور چلا آتا تھا۔ لیکن اس وقت اُن میں تین ہی خاندان حیدرآباد اور خیرپور اور میرپور میں حکمران تھے۔ اول جنوب میں دوسرے شمال میں تیسرا مشرق میں جس کی حد ریگستان تھا۔ اس چار یار نظام سے یہ دستور نکلا کہ بھائی کا جانشین بھائی ہوتا بیٹا نہ ہوتا اور اس کے سر پر دستار امارت ہوتی۔ جس وقت سر چارلس نے پیر سندھ میں آئے تو حیدرآباد میں نصیر خان اور خیرپور میں میر رستم اور میرپور میں میر شیر محمد صاحب دستار تھے۔ میر رستم بڑا بوڑھا تھا اُس نے کلورائی امیروں کو سندھ سے خارج کیا تھا ؛

۲۵۔ستمبر ۱۸۴۲ء کو حیدرآباد میں میرے پاس ہر امیر اور سردار نے بیس بیس خوان مٹھائی کے بھیجے سو سے زائد آچکے ہیں اُن سے تمام کنارہ دریا کا پٹا ہوا ہے آدمی کے سر پر خوان گول چتر کی شکل آتا ہے ایرون

نے عجب النسانیت کو الٹ پلٹ کیا ہے اور یہ جانتے ہیں کہ میں اور میرے افسر اس مٹھائی کا ایک بھور زبان پر نہیں رکھتے مگر وہ اُن کو بھیجے جاتے ہیں اور اگر انہیں ہیں نہ لوں تو بہت ناخوش ہوں - امیروں نے میرا استقبال بڑے احترام سے کیا مگر اُن کو عہدنامہ کا پابند ہونا چاہیئے میرا ارادہ ہے کہ اُن کو محاصل ملکی کے باب میں سبق پڑھاؤں گو وہ اچھے طالب العلم نہیں ہیں ؏

۲۶ ستمبر ۱۸۴۲ء کو میں امیروں کی ملاقات کو گیا اُنہوں نے میرا بڑا احترام کیا - میں نصیر خاں کی دائیں طرف بیٹھا وہ بڑا فربہ اندام ہے - مگر نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت میں نے اُس کے چہرے میں کوئی بری بات سوائے اس کے نہیں دیکھی کہ وہ انگریزوں سے نفرت رکھتا ہے لیکن وہ یہ نہیں پسند کرتا ہے کہ اُس کا ملک کسی غیر کا تابع ہو گو وہ ہم سے نفرت رکھتا ہے لیکن بظاہر بڑا تپاک کرتا ہے وہ اپنے دستورات میں اشراف معلوم ہوتا ہے ؏

امیر بار بار میرے مزاج کی خیر و عافیت پوچھتے تھے میں اُن کو اس کہنے سے خوش نہیں کر سکتا تھا اگر وہ عہدنامہ کے موافق راہداری کا محصول لینا موقوف نہ کریں گے تو میری دوسری ملاقات اُن کے لئے کم مبارک ہوگی ؏

۶ - اکتوبر ۱۸۴۲ء چٹھی میڈڈکس گورنمنٹ سکرٹری کے نام

امیر کسی طرح ہماری نیک خواہی کے ساتھ کام کرتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے ہیں - میں نے لفٹنٹ مایل ئے صاحب کو یہ خط دیا جس کی نقل ملفوف ہے میرے نزدیک نامناسب ہے کہ عہدنامہ کی دفعہ کا جو مقصود و مطلوب ہو اُن کو ایک دفعہ کے کچھ الفاظ باطل کر دیں امیر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کراچی میں رسد نہ آنے پائے اور جب ہم اُس کی شکایت کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم عہدنامہ کی دفعہ ۵ کے برخلاف کام کرتے ہو - (اس دفعہ میں لکھا ہے کہ انگریزوں کو اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں اُس کی شنوائی کریں) اس دفعہ کے الفاظ پر ایسی چون و چرا ہو سکتی ہے جس سے امیر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں - اُن کے اس فریب سے بچنے کے لئے میرے نزدیک یہ ترکیب ہے کہ اُن کے اس بیان سے ہم انکار کریں کہ ہم نے عہدنامہ کے خلاف کام کیا ہے کہ اُن کی رعایا نے جو اُن کی شکایتیں کیں تو اُن کی شنوائی کی - میں اس پر اصرار کرتا ہوں کہ شکایتیں ہم نے خود اپنے سبب سے کیں ہیں اور یہ سچ ہے - عہدنامہ کا نتیجہ یہ ہے کہ امیروں کی رعایا کی حفاظت اُن کے جور و جفا سے کی جائے - یہ عہدشکنی کا عذر نہیں ہو سکتا - امیر دریا پر محصول راہداری لیتے ہیں یہ صریح عہدشکنی عہدنامہ کی دفعہ ۵ کے موافق ہے اُنھوں نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ بہاولپور کے

تاجروں کی کشتیوں اور اُن کی اپنی کشتیوں پر راہداری کا محصول لیا جائے ؟

میں نے جو امیر حیدرآباد کو شکایتیں لکھیں اُن کا جواب اُس نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ مگر میرا اُس کو متنبہ کرنا درست تھا۔ اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ میں نے عہدنامہ کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ اُن کو نہ مانیں اور پھر اپنے معانی بیان کرکے گورنر جنرل سے فیصلہ کرائیں۔ اُن کے دعوے کی بڑی بنیاد یہ ہے کہ ہم خود مختار پادشاہ ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ گورنر جنرل میری اس تحریر کو پسند کریگا جس نے نصیر خان کو متنبہ کیا ہے کہ کیا وہ ہمارے ساتھ علانیہ دشمنی اختیار کرے یا عہدنامہ کا پابند ہو۔ غالباً وہ دوسری بات اختیار کرے گا اور مخفی اپنی ایسی ہی چال بازیاں کرے گا جیسی کہ اب تک کی ہیں۔ لیکن اس صاف تنبیہ کے بعد اس کے مقدمہ کی صورت سنگین ہو جاے گی۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں میں نے سنا ہے کہ نصیر خاں نے محصول راہداری وصول کیا ہے اور بہاولپور کی کشتیوں میں جو دریائے سندھ میں چلتی تھیں آگ لگا دی اور اُس کو عہدنامہ کے موافق درست سمجھا یہ امر مجھ کو ایسا اہم معلوم ہوا کہ میں نے لفٹنٹ برؤن کو ہدایت کی کہ وہ اُن واقعات کا ثبوت بہم پہنچائے جس کی مجھے اُمید ہے کہ وہ دس روز میں حاصل کرے گا ؟

لفٹنٹ مایل لی کو میں نے ہدایت کی ہے کہ وہ برؤن کے اس پروانہ کی نقل حاصل کرے جو چند مہینے ہوئے کہ نربل کو دیا گیا تھا کہ وہ انگریزی چھانیوں میں بغیر کسی محصول دینے کے اسباب کو فروخت کرے اور نصیر خان کے اُس حکم کی بھی نقل حاصل کرے جو نربل کے گرفتار کرنے کے لئے دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کس لئے امیروں سے اس کام کے لئے اجازت لیجائے۔ عہدنامہ کی دفعات ۱۲ و ۱۳ امیروں کو منع کرتی ہیں کہ برٹش چھاونیوں میں جو اسباب بیچا جائے اُس پر محصول لیا جائے یہ ضرورت نہیں ہے کہ امیروں سے اجازت لی جائے اور برٹش رعایا یا ملازم اس کو قبول کریں۔ ۸۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو میجر اوٹرم کو لکھا کہ شل اور وحشیوں کے امیران سندھ بھی وحشی اور سیانے مکار ہیں۔ وہ پہاڑ پر چڑھ سکتے ہیں مگر اُن کے گلے میں عہدنامہ کی رسّی ایسی پڑی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس سے پرے ایک انچ نہیں جا سکتے اور اگر جائیں گے تو اُس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں سندھ کا مالک ہوا تو کیا ہو گا اور غالباً جو ہونے والا ہے وہ میرے گمان میں ہے ؟

لفٹنٹ مائل لی لکھتے ہیں کہ امیر صفدر کو جو جواب آپ نے لکھا تھا وہ بھیجدیا گیا۔ وہ نصیر خاں کی دل کی باتوں کو ٹٹولتا ہے یا وہ ڈرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دونوں طرف رہے یہ دونوں آپس میں نوچ کھسوٹ نہیں کریں گے۔ اگر وہ کریں تو خدا اُن کو روکے لیکن ہماری حکومت سے وہ اور ان کی رعایا بہتر حالت میں

جائیگی۔میرے خط نے اُن کی بھلائی کی ہے کہ معاملہ صاف اچھی طرح سمجھ میں آنے لگا ہے لیکن ہم کو معاملہ کو اور
صاف کرنا چاہئے +

امیروں کی حکومت سے جو رعایا اپنی نفرت ظاہر کرتی تھی اُس سے امیروں کو بار بار اطلاع دیجاتی
تھی کہ وہ اپنے اوپر گھمنڈ کرنے سے باز رہیں +

حیدرآباد میں برٹش رزیڈنٹ اور امیر شہداد کے ایک معتمد کے درمیان گفتگو ہوئی۔امیر کے دوست
نے یہ سوال پوچھا کہ اگر امیر برٹش گورنمنٹ کے اغراض اور فائدوں کے لئے امیروں کی عداوت اور دشمنی
فرو کرے تو برٹش گورنمنٹ اُسکی اعانت کریگی۔جواب سر چارلس نے پیر کا۔عہدنامہ کی دفعہ ۱۴ کے موافق برٹش
گورنمنٹ اپنی ساری قوت سے اس امیر کو سہارا دیگی۔اگر عہدنامہ کی پابندی کے ساتھ اسکی ذات معرض خطر میں آئے
تو وہ برٹش رزیڈنٹ کی حمایت میں آجائے اسکی جو اہانت ہوگی اُس کا انتقام گورنر جنرل لے گا +

امیر کا دوست۔اگر اور امیر پروانوں کے عطا کرنے سے انکار کریں اور اس بابت لکھیں اور آپ
سپر میر شہداد کی مہر دیکھیں تو اس پر آپ کچھ توجہ نہ کریں اور کسی بات پر سوائے اس بات کے جو اسوقت
ملاقات میں ہوئی ہے کسی بات پر خیال نہ کریں +

جواب۔میں کسی مخفی سازش میں شریک نہیں ہونگا کہ امیر کی امداد کرکے اور امیروں کو جو اسکے رشتہ دار
ہیں دھوکہ و فریب دوں۔امیر جس کاغذ پر دستخط کریں اُس کا خود جواب دیں اگر امیر عہدنامہ کا پابند ہوگا تو گورنر جنرل
اُس کو سہارا دے گا۔اگر عہدنامہ سے وہ منحرف ہوگا تو اُس کا خمیازہ بھگتے گا۔گورنر جنرل دوستوں کی اعانت
کرنے کے لئے اور دشمنوں کو سزا دینے کے واسطے یکساں صاحب طاقت ہے۔امیر خود مختار مطلق العنان
زبان روا ہے عہدنامہ کا پابند گروہ اور امیر اپنے حق میں آپ انصاف کریں اور اُن کے نتائج کو اُٹھائیں اگر امیر
میری نصیحت کا متمنی ہے تو وہ عہدنامہ کا پابند ہو۔اور گورنر جنرل کی حمایت پر پورا اعتماد رکھے اور ہمیشہ دل
میں یہ خیال رکھے کہ وہ انفراداً اور مجموعتاً عہدنامہ پر عمل کرنے کا عہد کرچکا ہے۔گورنر جنرل کی ہدایت کے
موافق سندھ کی حکمرانی میں میری دلی خواہش ہے کہ امیروں اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان جو عہدنامہ کے
موافق دوستی و اتحاد ہے اُسے قایم رکھوں یہ عہدنامہ دونوں کے اتحاد کی ایک بندش ہے اگر وہ شکستہ
ہوگئی تو رشتہ اتحاد بھی شکستہ ہوجائے گا۔اس واسطے میں نے مستحکم ارادہ کرلیا ہے کہ اگر عہدنامہ کے خلاف
ذرا سی بھی عہدشکنی ہو تو اُس کی رپورٹ گورنر جنرل کو کروں۔سرے سے عہدنامہ کا نہ ہونا اس سے بہتر ہے

کہ وہ ملحوظ رکھا جائے ؛

چار امیروں نے اطاعت قبول کی اور دو اطاعت نہیں قبول کرتے لیکن عہد و پیمان کرتے ہیں جن
شرائط کو پورا کریں گے۔ وہ جابر حکمراں ہیں اور ہم بھی جابر حکمران ہیں۔ مگر ہماری حکومت سے غربا زیادہ آرا
بہ نسبت اُن کی حکومت کے پاتے ہیں۔ عہد نامہ میں صاف لکھا ہے کہ دریاے سندھ میں کسی کشتی پر اہدا
کا محصول نہیں لیا جاے گا۔ لیکن پھر بھی محصول وہ لیتے ہیں اور میں جب اُس کی ممانعت کرتا ہوں تو یہ جوا
دیتے ہیں کہ ہم صرف اپنی رعایا سے محصول راہداری کا لیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب عہدنامہ میں تو
لکھا ہے کہ کسی کشتی پر محصول نہیں لیا جاے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں صاحب عہدنامہ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ امی
سندھ خود مختار مطلق العنان فرمان روا اپنی قلمرو میں ہیں اور انگریز کسی شکایت کو جو اُن کی رعایا برخلاف
اُن کے کرے شنوائی نہیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں بیشک تم سچ کہتے ہو میں ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں سنونگا
تمہاری رعایا کرے گی۔ مگر عہدنامہ میں یہ لکھا ہے کہ محصول نہیں لیا جاے گا۔ بس تمہاری رعایا شکایت نہیں
کرتی بلکہ ہم شکایت کرتے ہیں۔ بس ایک دفعہ شکایت کرکے تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پھر تم محصول لوگے تو ہم
حیدرآباد سے محصول لیں گے ؛

کیا تم ایسے بیوقوف ہو کہ اپنی رعایا کی کشتیوں اور تجارت پر محصول لوگے اور غیروں کو محصول سے معاف
رکھوگے اور اپنے دشمنوں سکھوں کی کشتیوں کو بے محصول گذرنے دوگے ؟ تمہارا محصول لینا وہی تمہاری
پرانی تدبیر ہے جس سے دریائے سندھ کی تجارت بالکل غارت ہوجائے۔ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ افغانستان
میں ہماری تمام فوجیں قتل ہوجائیں گی تو محصول کا لینا لڑائی جھگڑنے کے لئے اچھا سبب ہوگا۔ مرغا پھر لڑنا نہیں
چاہے گا یعنے انگریز افغانوں سے شکست پاکر پھر لڑنا نہیں چاہینگے جب مرغا پالی سے بھاگ گیا تو پھر نہیں لڑتا۔
اول تو افغانستان میں ہماری فوجیں فتحیاب ہونگیں گو تم کو اُس کی امید برخلاف ہے۔ دوم سوائے اس کے ہمارے
پاس فوج اس قدر ہے کہ تم سب کو دریائے سندھ میں ڈبو دینے کے واسطے کافی ہے ؛

یہ غریب احمق امیر خیال کرتے ہیں کہ دریائے سندھ پر جو کل سیاہ انگریزی متصرف ہے اسکے حیوانات
کے لئے ہم دریائے سندھ کے کنارون کو بے چارہ جنگل بنا دیں گے اور تمام دہات اور زمین مزروعہ کو ایسا غارت
کردیں گے کہ پانی میں جو چار مسلح دخانی جہاز تیر رہے ہیں اُن کے واسطے ایندھن نہ میسر ہوگا۔ محصول لینے سے
تجارت کی اور اپنی کم بخت رعایا کی جو بعض دفعہ لیدوں سے دانہ چُن چُن کر کھاتی ہوئی نظر آتی ہے آسودگی کو غا

ردیں گے اس کا انجام کیا ہوگا ؟ ہمارا کوئی حق نہیں کہ سندھ پر قبضہ کریں - لیکن ہم اُس پر قبضہ کریں گے
وہ انسانیت کے لحاظ سے کمینگی ہے لیکن بڑی مفید اور کارآمد ہے - امیروں نے ساٹھ سال میں بزور شمشیر
لطنت حاصل کی ہے جس کو وہ اپنی تلوار کے زور سے سنبھال نہیں سکتے - بس جو کچھ ہوتا ہے وہ ہونے دو
رڈ ایلن برا نے سر چارلس نیپیر کو یہ ہدایتیں کیں ؛

آخر حادثات میں جس کے اندر ہماری سلطنت کی بقا مشتبہ ہوگئی تھی اگر کسی امیر یا رئیس نے جس کے
اتھ دوستی و اتحاد کا عہدنامہ ہوا ہو ہمارے ساتھ اپنی عداوت و بدخواہی کے ارادے ظاہر کئے ہوں
فی الحال گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ ایسے دوست کو اس دغابازی کی سزا ایسی سنگین دیجائے کہ اور امیر جو
ن کے ہم نشں ہوں عبرت پذیر ہوں اور اُن کو ایسی حرکت کرنے پر پھر جرأت اور حوصلہ نہ ہو - لیکن گورنر جنرل اس
ریقہ پر جب تک عمل نہیں کرے گا کہ جس امیر پر یہ الزام لگایا گیا ہو اس کے جرم کا ثبوت کامل نہ ہو - گورنر جنرل کو پورا
عتماد ہے کہ آپ عدل فہم ہیں اور یقین ہے کہ جو کچھ رائے آپ اس باب میں بھیجیں گے اسمیں پوری تحقیقات ایسی
وگی کہ اس پر عمل سلامتی سے کیا جاے گا ؛

پس قصوروں کے ثبوت بالکل جنرل کے حوالے کئے گئے جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تحقیقات
رکے یہ فہرست اُن امیروں کی شکایتوں کی مرتب کی جنہوں نے بے ایمانی اور دشمنی کے کام بہ تفصیل ذیل
کئے ؛

خیرپور کے امیر رستم خاں نے عہدنامہ کے برخلاف مخفی مراسلت غیر ریاستوں سے کی - شیر سنگھ
ہاراجہ لاہور کو خط کا لکھنا مشہور ہے - برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس کے ارادے دشمنی کے تھے وہ برٹش کے
ا زمین سے بری طرح پیش آیا - وہ دریاے سندھ کی تجارت اور جہاز رانی کا حارج ہوا اس نے برٹش رعایا کو
مقید کیا اور اپنے وزیر فتح محمد غوری کی کارندگی سے محمد شریف کے مفرور ہونے کا معاون ہوا جو انگریزوں
کھلا دشمن تھا - حیدرآباد کے رئیس نصیر خاں کے ذمے یہ الزامات لگائے گئے تھے - سرحد کے فیصلے کے لئے خیرپور
کے امیر محمد پر حملہ کرنے کے لئے سپاہ کا جمع کرنا جس کا فیصلہ انگریزوں کی ثالثی سے ہونا چاہئے تھا - دوم پولی ٹکل
ریجنٹ کے ساتھ دغابازی کرنا اور عہدنامہ کی دفعہ ۱۱ کی شرط کا ارادتاً پورا نہ کرنا - سوم انگریزوں کا شکارپور
ے حوالے کرنے میں یہ خبر سنکر تاخیر کرنی کہ افغانستان میں انگریزی سپاہ تباہ ہوگئی ہے - چہارم انگریزوں کو
خراج دینے کے لئے محض جعلی سکے بنائے - زبردستی ناجائز محصول لینا اور تجارت اور جہاز رانی کو روکنا اور

کراچی کے بازاروں کے لئے رسد کو بغیر محصول کے نہ جانے دینا۔ پنجم انگریزی چھاونیوں میں اپنے رعایا کو تجارت کرنے کی ممانعت کرنی۔ ششم خراج کے ادا کرنے میں غفلت کرنی۔ ہفتم کے سردار بی بروک کو خط لکھنا کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرے جو افغانستان سے شکست پاکر آتی ہے۔ یہ سارے جرم شروع ۱۸۴۱ء سے ستمبر ۱۸۴۲ء تک ہو رہے تھے۔ ان شکایتوں کی فہرست کے ساتھ ایک رپورٹ انگلینڈ بھیجی گئی کہ یہ سر چارلس نپئر کے سرکاری کاغذات کا پہلا سلسلہ ہے جس کی صفت سر روبرٹ پیل نے یہ بیان کی کہ صرف مجھ ہی نہیں بلکہ گورنمنٹ کے تمام افسروں کو جنہوں نے جنرل کے خطوط و مراسلات سندھ کے باب میں پڑھے اسکے خیالات کی صفائی اور قوت بیانیہ پر حیرت ہوئی مجھے اور امیروں کے دل میں یہ یقین ہوا کہ وہ مدت سے جیسے تلوار کے کمالات دکھاتا تھا ایسے ہی اب قلم کے کمالات دکھاتا ہے ؁

۱۷۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو وہ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ امیروں اور ہمارے درمیان جو عہدنامے تحریر ہوئے اُن کے سبب سے ہم کو سندھ میں رہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ عہدناموں میں جو حقوق تحریر ہوتے ہیں وہ ایسے ہی مقدس ہوتے ہیں جیسا وہ حق جو عہدناموں کے لکھے جانے کا حکم لگاتا ہے اس لئے ہم اور امیر دونوں ایک ہی بنیاد پر قایم ہیں۔ امیروں نے اُن عہدناموں کی بابت اپنی مخالفت رائے کا اظہار علانیہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدنامے طرفین کی رضامندی سے ہوئے ہیں معاہدہ کرنے میں امیر آزاد تھے۔ جبر سے کوئی عہد و پیمان اُن سے نہیں لیا گیا۔ عہدناموں کے موافق انگریزوں کے قبضہ میں شکارپور اور سکھر اور کراچی ہیں۔ اگر اُن عہدناموں پر امیر ٹھیک قایم رہینگے تو وہ زیادہ متمول اور طاقتور ہو جائینگے اور اب سے زیادہ اُن کی رعایا مرفہ الحال ہو جائے گی۔ بیشک تکراری حجت کرنے والے محض اپنے حق کے لئے یہ بیان کرینگے کہ کسی شخص کو شرارت سے باز رکھنا اسکو غلام بنانا ہے اُن عہدناموں کی شرائط کو ملحوظ رکھنا بڑا تشدد ہے مگر ان عہدناموں کا ظاہر مقصد ہمارے اُن اغراض کے لئے مفید ہوتا ہے کہ ہم وحشی پنے کو دور کریں۔ سوسائیٹی کی حالت کو سنواریں سدھاریں اور عہدناموں کے موافق امیروں کو مجبور کریں کہ وہ کام کریں جو مہذب حکمران اپنے قواعد کے موافق کرتے ہیں۔ ضرور اس بات کو خیال میں رکھنا چاہیئے کہ نیک کام کرنے کی خواہش گو عہدشکنی کی اجازت نہیں دیتی لیکن وہ حکم دیتی ہے کہ امیروں سے عہدناموں پر تعمیل تشدد سے کرانی چاہیئے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ عہدشکنی سے اُن کا وحشی پن اور رعایا کے ساتھ بیدردی اور حکومت کی عدم لیاقت ظاہر ہو ان باتوں کو دل میں رکھنا چاہیئے۔ اور نہیں تو جو کچھ میں کہونگا وہ نا اتفاقی

معلوم ہوگی ہے

بالفعل جن کیمپوں میں ہم رہتے ہیں اُن میں رہنے کا وقت عہدناموں کے موافق غیر معین ہے لیکن امیروں کی طرف سے ہمارے ساتھ عداوت اور عہدناموں سے نفرت اور ہر طرح سے اُن کے توڑنے کا مستحکم ارادہ بگوچیوں کا نہیں۔ مگر ہندؤں اور سندھیوں کو برٹش حکومت کے ساتھ محبت رکھنے کی آرزو وتمنا ہے یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم انسانیت کے اور برٹش گورنمنٹ کے مقاصد کو جو وا جد ہیں ترک کرکے دفعتاً سندھ کو چھوڑ دیں۔ یا موجودہ عہدناموں کے موافق متقید ہو کر اپنے کیمپوں کو ہمیشہ کے لئے سندھ میں قایم کریں؟

اگر ہم سندھ کو خالی کر دیں گے تو آیندہ ایسے واقعات وقوع میں آئینگے کہ ہم کو پھر ناگزیر سندھ میں آنا پڑے گا۔ اگر ہم رہیں گے تو ہمارے کیمپ بہت جلد مشتہر و نامور ہو جائیں گے اور اُن کے اندر دریائے سندھ میں تجارت کو رونق ہوگی جس سے امیروں کی رعایا باہر خارج ہوگی اور نحوست اور افلاس کے ساتھ چلے گی اور امیروں کا استحصال بالجبر دونوں تجارت اور زراعت کو خاک میں ملائے گا؟

اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ حالتیں مدت تک جاری رہینگی؟ گورنمنٹ جس سے خود اسکی رعایا متنفر ہو اور وہ خود مختار اور مطلق العنان ہو۔ اور انگلینڈ اور اپنی رعایا دونوں مقاصد کی یکسان دشمن ہو اس میں ذلیل سازشیں ہوتی ہوں اور ایسی اُسکی سرشت ہو کہ اپنی ہی برائیوں کے سبب سے چند سال میں شکستہ ہو۔ تو کیا ایسی گورنمنٹ متواتر عداوت ہمارے ساتھ قایم نہیں رکھے گی؟ کیا وہ متواتر عہدناموں کے برخلاف عہد شکنی نہیں کریگی۔ عہدناموں کے موافق ہم کو یہاں رہنے کا استحقاق ہے اسواسطے اس اپنے استحقاق کو سختی کے ساتھ قایم رکھنا چاہئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ پولیٹکل تعلق باقی نہیں رہ سکتا جو گورنمنٹ زیادہ زور آور ہوگی وہ کمزور کو کھا کر ہضم کریگی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ دفعتاً ہم اس مآل کار کو حاصل کریں؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اچھا ہوگا بشرطیکہ وہ دیانت کے ساتھ کیا جائے اب مجھے یہ خیال کرنے دو کہ ایسے کام کو کیونکر کروں جس میں بڑی نکتہ چینی ہوگی۔ شکایتوں فہرست میں جو اس یادداشت کے ساتھ ہی میں نے بیان کر دیا ہے کہ امیروں نے کس کس مختلف طرح سے عہد شکنیاں کی ہیں۔ میں نے اوپر لکھا ہے کہ ہم کو ایک اچھے بہلانے کے ہاتھ لگنے کی ضرورت امیروں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لئے ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے امیروں کے اعمال ایسے اوپر بیان کئے گئے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ کراچی سکھر۔ بکھر۔ شکارپور۔ سبزل کوٹ کو ہم لے لیں اور امیروں کو مجبور کریں کہ وہ دریائے سندھ

کے کناروں پر قطعات چھوڑ دیں اور لکڑیوں کی رسد رسانی کا قول واقرار کریں۔اور ہم اُس کے ساتھ امیروں کو خراج اور باقیات جو چڑھے ہوئے ہیں معاف کر دیں اور آخر کو ایک امیر سے جو سب امیروں کا سردار ہو معاہدہ کریں اب ہر ایک امیر خود مختار ہے اور علیحدہ معاہدہ کرنے کا دعوے کرتا ہے۔میں یہ نہیں خیال کرتا کہ اس کام کے کرنے میں کوئی دقت یا درشتی ہو مجھے یقین ہے کہ یہ کام انسانیت کا ہے۔امیر اپنی طمع اور حرص کے پورا کرنے کے لئے عہد شکنی کرتے ہیں اور ہم اس عہد شکنی کی سزا دیتے ہیں۔میں اس طرح کام کرنے میں کسی نا انصافی کا خیال نہیں کرتا اگر سکھر اور بکھر کو قبضہ میں رکھنے کا ارادہ ہمارا مصمم ہو تو پھر شکارپور پر قبضہ رکھنا تجارت اور پولیٹکل خیال سے لازمی و ناگزیر ہے ؀

میں نے اس مضمون کا آخری فقرہ لکھکر ختم کیا تھا کہ میجر اوٹرم صاحب آگئے انہوں نے جہاں تک ممکن تھا میری امداد کی۔جو باتیں میں نے کہیں اُن سب میں اُنہوں نے اتفاق کیا اُنہوں نے امیروں کے حق میں ایک بات کہی جس سے میرا علم زیادہ ہوا کہ امیر یہ کہتے ہیں کہ ہم دفعہ ۹ کو جس میں اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کی ممانعت کیگئی ہی نہیں سمجھتے اور اُس کے ثبوت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ اُنہوں نے عہدنامہ کے کم اہم واقعات کا مقابلہ کیا۔مگر دفعہ ۹ پر کبھی اعتراض نہیں کیا اس لئے کہ اُن کو دفعہ ۵ پر اعتماد تھا۔جس میں یہ لکھا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت جو علاقہ ہے وہ امیروں کے ملک میں داخل نہیں ہے۔اور برٹش گورنمنٹ کے افسروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں وہ اُن کی شنوائی نہ کریں۔امیر اپنے علاقہ میں خود مختار ہیں۔میں اس کو مانتا ہوں کہ عہدنامہ سے حقیقت میں وہ یہ سمجھے کہ وہ اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کے مجاز ہیں مگر اُنہوں نے یہ کوشش کی کہ بہاولپور کی کشتیوں سے محصول راہداری لیں۔جسکے لئے عہدنامہ یقینی یہ استحقاق اُن کو نہیں دیتا۔اُنہوں نے بہاولپور کی تاجروں کی کشتیوں میں آگ لگادی۔ان باتوں میں عہدنامہ کے معانی غلط نہیں بیان ہو سکتے۔اس واسطے میں یہ نہیں یقین کرتا کہ اُنہوں نے دفعہ ۹ کے معانی میں غلط فہمی کی۔بلکہ اُنہوں نے دانستہ اپنے مطلب کے لئے اس دفعہ کی شرط کو ایفا نہیں کیا اور دفعات کے شرائط کو بھی ایفا نہ کر کے عہد شکنیاں کیں کہ بغاوت انگیز خط وکتابت اور اور کام دق کرنے والے کئے۔جن کا بیان شکایتوں کی فہرست میں کیا گیا ہو؀

اب اُن کی اس بداعمالی کے لئے میں کیا سزا تجویز کر دوں؟ اُن کے کنبے کو گزند پہونچاؤں یا نہیں۔اُن کی علیا کو ستاؤں یا نہیں۔پھر کیا۔وہ یہ اُن کے ملک کو چار جگہ گھٹاؤں۔ جن میں دو سکھر اور بکھر ہیں جو بنجر مقامات ہیں اُنکی آمدنی کچھ نہیں ہے باقی دو اور کراچی اور شکارپور ہیں جو امیروں کے ظلم وستم سے ویران ہو رہے ہیں اُن میں سے شکارپور کے

لئے ہنوز عہد و پیمان ہو رہے ہیں اور ان مقامات کے مالک بننے کے لئے یہ تجویز ہے کہ جو خراج کے باقیات امیروں کے ذمّے ہیں وہ معاف کر دیجائیں اور آیندہ حیدرآباد میں رزیڈنٹ نہ رہا کرے دریا کی تجارت کھولنے سے امیروں کی جسوقت قوت اور دولت بڑھے گی تو اس پر ان کی مفلس رعایا کی آسودہ حالی کا اور اضافہ ہوگا میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے اُن کی خود مطلبی کی اُن کی طمع اور حرص کی اُن کے شکار دوست ہونے کے اغراض عظیم منقطع نہیں ہونگیں۔ امیروں کے اصلی مفاد یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے سفیہانہ اشتعال اور کورانہ آزکسی خوشگوار اختیار و قابو میں ہوں اسوقت اُن کی عہد شکنیوں کے اور اپنی قوت کے سبب سے ہم مجاز ہیں کہ ہم اپنے حق کو اور خیر و عافیت کے ساتھ اپنے وسائل کے زور سے کام میں لائیں۔ اگر کوئی مہذب آدمی یہ سوال کرے کہ اگر ہم سندھ کے فرمان روا ہوتے تو کیا کرتے تو اُس کا جواب ہم یہ دیتے کہ دریا پر محصول راہداری کو معاف کرتے۔ کراچی کو ایک آزاد بندر بناتے۔ شکارپور کو غارت گروں کے ہاتھ سے بچاتے۔ سکھر کو دریائے سندھ پر تجارت کی منڈی بناتے۔ دریائے سندھ کے کناروں پر سڑکیں بناتے۔ دریا میں دخانی کشتیاں چلاتے۔ امیر ان ہی باتوں سے ڈرتے ہیں۔ اُنہوں نے عہد شکنیاں کیں جن سے ہم کو ایک بہانہ جس کے معنے دیانت کے ساتھ تشدد میں ہاتھ لگا ہے مجھے پورا یقین ہے شاید وہ غلط ہو جو تجویزیں پیش کرتا ہوں وہ عدل اور انصاف کے موافق درست ہیں بیں اور زیادہ کہتا ہوں کہ نصیر خاں نے کھلی ہوئی عہد شکنی کی ہے گورنر جنرل کا ضلع سبزل کوٹ کا ضبط کرنا اور اُس کو بہاول پور کے خاں کو دینا عین انصاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے کرنے کا ارادہ ہے ؏

میجر اوٹرم نے ایک اور دوسری بڑی متحکم بات پر مجھے متوجہ کیا کہ امیروں کے حصے میں جو دریا کا حصہ ہے اُسکے اوپر جو قومیں آباد ہیں وہ محصول راہداری لیتی ہیں اور کوئی عہد نامہ یا سرکاری کاغذ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بل پر امیروں کو اور نیز بالائے سندھ کے امیروں کو منع کریں کہ وہ رعایا سے محصول راہداری نہ لیا کریں۔ اس واسطے یہ ناانصافی ظاہر ہے کہ ہم حیدرآباد کے امیروں پر یہ تقاضا کریں کہ وہ محصول راہداری نہ لیں اور اُن سے جو اوپر قومیں رہتی ہیں اُن کے محصول راہداری کے لینے کو جائز رکھیں اس کے معنے یہ ہیں کہ راہداری کے محصول لینے کے لئے اوروں کو مجاز رکھنا ناانصافی ہے لیکن یہ ناانصافی نہیں کہ امیر محصول کے لینے سے منع کئے جائیں۔ اس دلیل کا جواب کہ شمالی سندھ میں محصول راہداری لیا جاتا ہے یہ ہے کہ ہم نے بہت وقت اور تکلیف اُٹھا کر سندھ میں دریا کے اندر کشتیوں کو آزاد چلایا ہے۔ ہم نے متحکم ارادہ کر لیا ہے کہ قوموں کی اس بڑی شاہ راہ پر تجارت کو کھولیں اور اس تدبیر سے سب کو فایدہ ہے کسی کو نقصان نہیں اس میں جو لوگ فائدہ اٹھائیں وہ اس میں شریک ہوں ؏

اس یادداشت کے ساتھ فرد حساب بھی بھیجی گئی جس میں خراج کی معافی بہ نسبت ملک کی آمدنی کے ۔۔۔۔۔۳۰ روپے سالانہ زائد تھی اور یہ اس استحقاق کے معاوضہ میں دی گئی کہ دخانی جہاز کے لیئے لکڑیوں کے کاٹنے کی اجازت ملے اور علاوہ اسکے ایندھن کی قیمت بھی دیجائے جب یہ یادداشت اور شکایتوں کی فہرست گئی تو ہندوستان کے گورنر جنرل سر چارلیس نے پیر کے پاس امیروں کے اُن خطاؤں کی سزا دینے کے لیئے جو شکایتون کی فہرست میں مندرج تھیں ایک اور عہدنامہ بھیجا کہ امیروں سے منظور کرا جائے ۔ لیکن اُسکے ساتھ یہ لکھا کہ ان جرموں کا ثبوت قطعی ہو کہ نصیر خان نے بی بروک، بلیتی کو انگریزوں کے ساتھ لڑنیکے لیئے آمادہ کیا اور میر رستم نے مہاراجہ شیر سنگھ کو خط لکھا ؛

میجر اوٹرم صاحب اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ **لارڈ ایلن برا** نے جنرل نے پیر پر اعتماد کر کے شکایتوں کی فہرست کو سچ مان لیا ۔ لیکن امیروں پر جرموں کا ثبوت قطعی نہ تھا ۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے نام امیر رستم کے خط لکھنے کا ثبوت مہر پر موقوف تھا ۔ جس کی نسبت میجر صاحب لکھتے ہیں کہ اول تو مہر کی شہادت کچھ وقعت نہیں رکھتی ۔ خاصکر ایسے ملک میں جو جعلی مہروں کے بنانے میں نامور ہوا ور بہت سے مقدمات جعلی مہروں کے دائر ہوتے ہوں غرض میجر صاحب حتے الوسع امیروں پر سے الزامات کو دفع کرتے ہیں ۔ جس کو جنرل صاحب میجر صاحب کی ہٹ دھرمی جانتے ہیں ۔ اُن دونوں کی مخالفانہ تحریرات کے سبب سے معاملات سندھ کے باب میں کوئی جنرل کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بجا اور درست تھا اور کوئی میجر اوٹرم صاحب کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بیجا اور ناحق تھا ؛

۴ نومبر ۱۸۴۲ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ امیر بڑے ستاتے ہیں انہوں نے دریا کے کناروں پر ہیز مستان کی احاطہ بندی کر کے اپنی شکارگاہیں بنالیں جس کا مقصد یہ تھا کہ دخانی جہازوں کے لیئے ہم کو لکڑی نہ مل سکے ۔ عہدنامہ کے موافق ان شکارگاہوں کا لحاظ ادب ضرور تھا میں اس پہ میں سے ایک آرا ایسی نکال لوں گا کہ پھر وہ چکر نہ کھا سکے گا ۔ لکڑیاں جو ہم سے پرے اور بالکل پرے ہیں اُن کی نسبت یہ سوال کیا جائے گا کہ امیر کس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ میں ہیز مستان کو آگ لگا دوں یا حیدرآباد کو ۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کی جائے گی ۔ یہ امیروں کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو وہ پسند کریں ۔ یہ امر کچھ خفیف نہیں ہے ہماری پاس کوئی عہدنامہ یا کوئی اور وثیقہ ایسا موجود نہیں ہے کہ جس کے موافق ہم کو لکڑیوں کے کاٹنے کا استحقاق ہو ۔ لکڑی کے بہم پہونچنے پر ہماری ساری چیزیں موقوف ہیں ۔ ایسی حماقت کا کام بھی ہوتا ہے کہ امیر مجھ پر اس داغ

کی ضرب لگا کے مجھے دیوار پر پھینکیں گے۔ مگر جہاں سلامتی میں خلل پڑتا ہو تو وہاں زور کا حق ہوتا ہے۔ یعنے دست زور بالا ہوتا ہے ؟

۲۳۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میں علی مراد سے ملنے گیا جہاں تپاک اور شان سے میرا استقبال ہوا۔ علی مراد نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے وعدہ کیجئے کہ رئیس الامراء کی دستار مجھے دلا دیجئے گا میں نے جواب دیا کہ آپ رستم خاں کے بھائی ہیں جس کے سر پر دستار ہے جب تک وہ زندہ ہے تم رئیس الامراء نہیں ہو سکتے۔ مگر قانون کے موافق تم دستار کے وارث ہو اور چونکہ عہدنامہ کے موافق ہم پر واجب ہے کہ ہر امیر کے حقوق قایم رکھنے میں مددگار ہوں اس لئے ہم تمہارے حق رسی کے لئے معاون ہونگے۔ اس میرے کہنے سے وہ بہت خوش معلوم دیتا تھا اور اُس نے مسٹر برون سے جو میرے ترجمان تھے کہا کہ میں بہت خوش ہوا اگر جنرل صاحب میری مدد نہ کریں گے تو میں ایسا صاحب طاقت ہوں کہ بزور وہ دستار حاصل کر سکتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دوست انگلش میرے طرفدار ہوں اب ایک اور بات یہ ہے کہ میرا بھائی رستم یہ سازش کر رہا ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر دستار بند ہوائے کیا جنرل اسکو جائز رکھے گا۔ نہیں۔ اس کے برخلاف تمہارے استحقاق کی حمایت کی جاے گی لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ گورنر جنرل تمہارا حامی اور معاون ان سبب سے ہے کہ تم دستار کا حق رکھتے ہو اور تم ہمیشہ خیر خواہ اور نیک سگال برٹش گورنمنٹ کے رہے ہو لیکن اگر تم اپنے اس طریقہ کو بدل ڈالو گے تو پھر وہ تمہاری اعانت نہیں کرے گا۔ وہ دشمنوں کو سزا اور دوستوں کو انعام دیتا ہے اس واسطے میرا وعدہ شرطیہ ہے اُس نے جواب دیا کہ سب درست ہے جیسے دوست دوست سے رخصت ہوا کرتے ہیں اُسی طرح میں اُن سے رخصت ہوا ؟

یہ بات کہ کون اس دستار کو پہنے گا مجھے چاندنی کیے اعتبار معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اصل میں اس کا کوئی قانون اور قاعدہ نہیں ہے۔ اب تک دستار بھائی کو ملتی ہے جب ۔۔۔ چچا باقی نہیں تو بڑے بیٹے کے بیٹے کو ملتی ہے۔ اب میں جانتا ہوں کہ اگر علی مراد کو دستار مل گئی اور رستم خاں مر گیا اور میں حکمران رہا تو میں رستم خاں کی بیٹے کو وارث نہیں ہونے دونگا۔ اور مجھے یہ قوی شبہہ ہے کہ رستم خاں مجھے مجبور کرے گا کہ میں اُس کو دستار سے اور اُس کی ریاست محروم کروں اس صورت میں علی مراد کا فربہ اندام بیٹا دستار پہنے گا وہ ایک چھوٹا دیو ہے۔ وہ خوش ہو ہو کر جل جلالہ پکارے گا ؟

اس معاملہ میں جب میں گفتگو کرتا تھا تو تین مفید باتیں میرے دل میں آئیں۔ اوّل علی مراد اس سازش

سے الگ ہوجائے گا جو ہمارے خلاف ہو رہی ہے وہ بڑا زبردست امیر ہے اس لئے خون ریزی کے ہونے کا اتفاق کم ہوجائے گا ؛

دوم ٹھیک وقت پر اسکو سب امیروں کے سردار بنانے سے اور امیر اُس کی بزرگی کو تسلیم کرینگے اور فقط اُسی کو عہد و پیمان کرنے کا استحقاق رہے گا جس کے سبب سے اُن عہدناموں کے طوماروں سے نجات ہوگی جو ہر امیر کے ساتھ عہد و پیمان کرنے سے لگائے جاتے ہیں۔ سوم اور امیر بجاے خود مختار بادشاہ ہونے کے دولتمند اشراف ہوجائینگے (اُن کے درجے کا تنزل ہوجاے گا) ؛

آخری حکم جو میرے ساتھ سکھر و بکھر اور روڑی پر قبضہ کرنے کا آیا ہے یہ سب مل کر جلد ایک عظیم الشان شہر ہوجائے گا جس کا نام وکٹوریا دریائے سندھ پر مشہور ہوجائے گا اسمیں حکومت اچھی طرح کی جائیگی وہ ایسا آباد ہوویگا کہ دستاربند امیر بھی تجارتی شہر سے دب جائیگا ؛

۳۰۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو جرنیل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے جاسوس خبر لائے کہ امیر رستم نے اپنے خفیہ دربار میں کہا کہ اگر فرنگی سندھ سے چلے جائیں تو جتنا روپیہ مجھ سے مانگیں میں اُن کو دیدوں خواہ روپے کے دینے میں میری عورتوں کے جواہر ہی کیوں نہ بک جائیں لیکن اگر وہ یہاں رہیں تو میں اپنی سپاہ اُن کے نکالنے کے لئے جمع کرونگا مجھے اور ذریعوں سے یہ خبر ملی ہے کہ تمام بلوچی سرداروں نے ۷ دسمبر کو مسلح ہوکر جمع ہونیکا ارادہ کیا ہے اُسی دن لارڈ ایلن برا کا حکم آیا کہ نیا عہدنامہ نافذ ہو میں نے تمام کاغذات کا فارسی میں ترجمہ کرالیا۔ فریخ صاحب اور سیٹن لی صاحب اُن کو لے کر خیرپور اور حیدرآباد جائینگے اور کل ہی دو ہزار سپاہی دریای سندھ کے پار روانہ ہونگے اور دو ہزار آدمی تین توپخانوں کے ساتھ تیار رہینگے۔ میں ملک پر جس میں روڑی بھی داخل ہے دریا کے اوپر سو میل تک قبضہ میں لاؤنگا۔ میں دریائے سندھ کے پار اپنے لشکر میں سے اور زیادہ سپاہیوں کو بھیج کر سپاہ کو تقسیم نہیں کرونگا بلکہ اُنکو روڑی اور سکھر میں جب تک جمع رکھونگا کہ امیر کام کرینگے اگر اُنہوں نے اپنی گردن نیچے کی تو دریا کے بائیں کنارے پر سبزل کوٹ تک قبضہ کرونگا اور پھر نواب بہاول پور کو بلاؤنگا جس کے پاس آخرکار یہ ملک حوالے ہوگا ؛

میں نے امیروں کو اپنے نام کے سکے ڈھالنے اور رائج کرنے سے بھی منع کردیا جس سے اُن کی جان پر صدمہ پہونچا ہے اگرچہ مجھے یہ حق نہیں حاصل تھا کہ اس کام کو کروں اس لئے اس کا کرنا ناانصافی ہے مگر انسانیت کو اس سے فائدہ حاصل ہے۔ دو ہفتے کے اندر اس کا فیصلہ ہوجائے گا کہ میں سندھ کا حکمران ہوں یا اُن سے

امیروں کا نکالا ہوا جرنیل ہوں۔ تمام دولتمند اور غریب آدمی جو چور اور بدمعاش نہیں ہیں شوق سے انتظار کر رہے ہیں کہ میں سندھ کا حکمران ہو جاؤں جس سے وہ شاداں اور خرم ہوں اور کراچی اور بھکر میں اُن کے انبوہ کے انبوہ آئیں ؎

۴۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو خیرپور میں نیا عہد نامہ بھیجا گیا۔ امیروں نے اس سے بظاہر بڑی نفرت ظاہر کی اپنے بغاوت انگیز خطوں کے بھیجنے سے اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط ہمارے نہیں ہیں دشمنوں نے جعلی بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کل ایک معتمد وکیل بھیجیں گے جو مجھے یقین دلا دے گا کہ گورنر جنرل نے کیسی اُن کے حق میں ناانصافی کی ہے۔ میں جب تک اُن کا بیان نہیں سُن لوں گا کچھ کام نہیں کروں گا۔ وکیل کا بھیجنا دلالت کرتا ہے کہ وہ مجھ سے لڑنے کے نہیں۔ اس سے مجھے یک منی کر خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس سے یہ غم ہوتا ہے کہ وہ اطاعت کریں اور میں اُن کو سزا دوں۔ خاص کر پیر کہن سال میر رستم کو یہ غریب بڈھا آدمی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے وزیر فتح محمد غوری نے جو کہ یقینی بڑا شریر ہے اُسکو دغا اور فریب دے رکھے ہیں۔ میر رستم نے دستار اپنے بیٹے کو دیدی ہے جو بڑا شہ زور اور ہمارا مخالف ہے وہ ہنگامہ جنگ اس لیئے برپا کرے گا کہ علی مراد میر رستم کا جانشین ہو گا۔ یہ آدمی ایسی کوشش کرینگے کہ جاڑے کے موسم کو عہد و پیمان کی گفتگو میں ٹالیں جس کے بعد انگریز سایہ سے باہر ناک نہیں نکال سکتے اُن کی شکایتیں لارڈ ایلن برا تک جائینگی لیکن میں اس اثنا میں ضلاع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا پر اپنا قبضہ کر لوں گا۔ ہم انصاف کے موافق رفاہ عام کے لیئے حکومت کریں گے یہہ تال پوری تو اپنے مگرمچھوں کے موافق موذی ہیں ؎

۷۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو امیروں کے وکلاء آئے تا کہ اُن کو مہلت مل جائے۔ ۸۔ دسمبر کو میرے اور امیروں کے درمیان ۱۴ تک چال بازیاں ہوئیں ؎

۱۴۔ دسمبر کو امیر چلائے کہ ہم قصوروار ہیں مگر میں اُن کو یہ نہیں کہہ سکتا اس لیئے کہ وہ اپنے قصور سے انکار کرتے ہیں وہ قصوروار ہیں مگر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اُن کا قصور ثابت نہیں کر سکتا ؎

کس طرح سے اُن کا قصور ثابت ہو سکتا ہے اور کس کورٹ میں۔ اُن کے بغاوت انگیز خطوط میں جن میں حملہ کرنے کی سازش ہے اُن کو کورٹ میں لے جاؤ تو وہ اُس سے انکار کریں گے کس طرح سے انکار رد ہو سکتا ہے۔ اُن کے خط سے رد نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ وہ خود کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے الا اس

صورت ہیں کہ اُن کو کسی شخص کو معزز و ممتاز بنانا ہوتا ہے تو اُسکے لیئے قلم کو ہاتھ میں لیتے ہیں ؛

یہ جناب کی مہر ہے۔ نہیں۔ وہ جناب کی مہر سے ملتی ہے یقینی وہ جعلی ہے کس واسطے جناب کی مہر جعلی بنائی جائے۔ جناب کے دشمن اسکو بنائیں۔ ہم کو مہر اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اسکو دشمن جعلی نہیں بنا سکتے۔ ہم کچھ نہیں جانتے یہ مہریں ہماری نہیں ہیں۔ ہم ہمیشہ انگریزوں کے سچے خیر خواہ رہے ہیں۔ نہیں تم ہمیشہ چھوٹی چھوٹی لڑائی کرتے رہے ہو۔ ہمارے نوکروں نے ایسا کیا ہوگا ؛

لیکن ہم نے اُن نوکروں کو سزا نہیں دی ہم نے اُن کو معاف کر دیا۔ وہ جاہل تھے ؛

حضور کے معتمد منشی کے ہاتھ کا یہ نوشتہ لکھا ہوا ہے اس سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گواہ موجود ہیں کہ قسم کھا کے کہتے ہیں کہ یہ نوشتہ منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے ؛

عدالتی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن امیر قصوروار ہیں اور گورنر جنرل کا ارادہ مصمم ان کے سزا دینے کا ہے۔ بے شک یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اُن کے ملک میں آئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ رعایا ہم کو چاہتی ہے یا امیروں کو۔ ہر ایک آدمی خواہ کیسا ہی غریب ہو ہم کو چاہتا ہے ؛

ایک مسلح بلوچی قزاق ہوتا ہے اور ہم بھی ایسے ہی قزاق ہیں۔ مگر ہم جائز طور سے قزاقی کرتے ہیں اور وہ جایز طور سے نہیں (من بقاعدہ کشم او بے قاعدہ مے کشد) ایک اٹرنی کابل اگرچہ نہایت بُرا ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا بُرا نہیں ہوتا کہ کسی کا گلا کاٹے ہمارے بل بہ نسبت غریبوں کے دولتمندوں کے دلوں کو زیادہ تلملاتے ہیں۔ اس تحقیقات استدلالیہ میں زیادہ خوبی نہیں مجھے احکام دیئے گئے ہیں کہ اسقدر ملک کو ضبط کر لوں۔ میرا کام ہے کہ اس کام کو بغیر کسی تشدد کے انجام دوں اگر ممکن ہو تو بغیر کشت و خون کے سرانجام ہو جائے گا خدا کے ہی فضل و کرم کا بڑا شکریہ ادا کیا جائیگا ؛

۱۷- نومبر کو لارڈ ایلن برا نے لکھا کہ میں نے اس لیئے تامل کیا ہے کہ نصیر خان کی مُہر ہاتھ آجائے میں نے آپکے فیصلہ کا ماحصل ان باتوں کو قرار دیا ہے اول حیدرآباد کے امیر کا خط بنام بی بروک بغتی کے نام اصلی ہے۔ دوم خیرپور کے امیر کا خط بنام شیر سنگھ مہاراجہ لاہور صلی ہے۔ سوم میر رستم کا معتمد کارندہ فتح محمد غوری محمد شریف کے فرار ہونے میں معاون ہے ؛

ان تینوں باتوں کی نسبت جنرل صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ مُہر جعلی نہیں ہے۔ میر رستم کے خط کے باب میں میجر اوٹرم کو بڑے شبہات ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس خط کو اس کے وزیر

فتح محمد غوری نے لکھا ہے۔کیا یہ مسئلہ مانا جاتا ہے کہ اگر ایک پادشاہ مُہر اور اپنا اختیار اندھے پنے سے اپنے وزیر کو دیدے پھر اس سے جو نتائج پیدا ہوں اُن کے لئے اُس کی یہ حماقت معذرت ہو۔حضور مشکل سے اس معذرت کو مانینگے۔اس میں شبہہ نہیں کہ فتح محمد غوری نے شریف خان کے فرار ہونے میں مدد کی اگر حضور کارروائی کرنے کے لئے میرے بیان کو کافی جانتے ہیں تو نئے عہدنامہ کے پیش کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے اور کارروائی کرنے کے لئے میں بالکل ایسا تیار ہوں کہ امیروں کو میں بغیر کشت وخون کے بدلایل سمجھا دونگا کہ وہ نئے عہدنامہ کو قبول کرلیں ؟

۸- دسمبر ۱۸۴۲ء میرپور کے امیر کا ذکر کہیں نئے عہدنامہ میں نہیں وہ پچاس ہزار روپے سالانہ دیتا ہے۔لفٹنٹ بروں کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمارا سخت دشمن رہا ہے مگر ہم اسپر کوئی اصلی الزام نہیں لگا سکتے۔ اور نہ اُس کا قبضہ کسی ملک پر دریاے سندھ کے کناروں پر ہے وہ خود فرمان روا ہے لیکن حیدرآباد کے امیروں سے اسکا درجہ نیچا ہے۔میری راے ہے کہ وہ اپنا خراج دیا کرے نئے عہدنامہ کے دوران میں بعض باتیں ایسی واقع ہونگی کہ ہم اُس کا خراج بعوض ملک کے چھوڑ دینگے مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا کہ وہ کس لئے خراج دیتا ہے ؟

۹- دسمبر ۱۸۴۲ء کو علی مراد امیروں کے گروہ سے علیحدہ ہوگیا-امیروں نے جو سپاہیں جمع کیں تھیں اُن کے چلے جانے کا حکم اب تک اُنہوں نے نہیں دیا۔اس لئے میں اُن کی کسی ایک بات پر جو وہ کہتے ہیں یقین نہیں کرتا اُن کی دشمنی اور مکاری دونوں کانٹے کے تول ہیں اگرچہ میرے نزدیک ممکن نہیں کہ ایسے آدمی جو تین بجے کے بعد باقاعدہ بھنگ پیتے ہوں وہ رات کو میرے لشکر پر کشت وخون ماریں مگر میں نے بمقتضاے احتیاط و دوراندیشی یہ خط امیروں کے نام لکھکر بھیجا ؟

امیر- گورنمنٹ کے احکام کی اطاعت اور ہماری قوم کے ساتھ تمہاری محبت بلاشبہ ہے تم نے نہایت سنجیدگی سے مجھ پر ثابت کردیا ہے کہ ہم تمہارے دوست ہیں اس لئے یہ عین صواب ہے کہ ایک عجیب افواہ جو مجھ تک پہونچی ہے اس سے تم کو مطلع کروں-لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہاری رعایا میرے کیمپ پر شب خوں ماریگی-بے شک بغیر تمہارے علم کے اس کا ارادہ احمقانہ ہوا ہوگا جو لوگ حملہ کرینگے اُن کو میرے سپاہی مار ڈالیں گے اور جب دن نکلے گا تو میں خیرپور میں جاؤنگا اور اُسکے باشندوں کو سکھر میں منتقل کرونگا اور تمہاری دارالسلطنت کے شہر کو بالکل تباہ خاک سیاہ کردوں گا صرف تمہارا یہ

ادب کروں گا کہ تمہارے محلوں کو غارت نہیں کرونگا مجھے یہ یقین ہے کہ تم اپنی رعایا کو زیرِ حکم نہیں رکھ سکتے۔ میں تمہارے خزانہ پر دست درازی اتنی کرونگا کہ اس کام میں جو روپیہ صرف ہوا ہے وہ وصول ہو جائے کیونکہ یہ انصاف ہے کہ حکام جن کی رعایا اپنے ہمسایوں کے ساتھ شرارت کرکے نقصان پہونچائیں تو اُن کے نقصان پورا کرنے کے لئے وہ خرچ ادا کریں اس واسطے میں اشتہار دیتا ہوں کہ اگر میرے کیمپ پر شب خون مارا جائے گا تو میں ضرور خیرپور کو غارت اور تباہ کردوں گا تاکہ تم اپنی رعایا کو تنبیہ کردو کہ دشمنی کا نتیجہ یہ ہے ؎

۱۶- دسمبر ۱۸۴۲ء کو لارڈ ایلن برا کو لکھا تھا کہ امیروں نے جو اطاعت نامے تحریر کئے ہیں وہ حضور کے پاس بھیجتا ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر سپاہوں کو جمع کر رہے ہیں اسواسطے میں نے امیروں سے کہہ دیا ہے کہ میں بموجب احکام گورنمنٹ تمہارے ملک پر قبضہ کروں گا مگر یہ تمہارے خطوط بھی گورنر جنرل کے پاس بھیجتا ہوں بس جس قدر جلد ممکن ہے دریائے سندھ کے پار اُتر ینگے گا لیکن کشتیاں تھوڑی ہیں اور پانی بہت کم عمیق ہے کام مشکل ہے ؎

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو شب گذشتہ کو خیرپور کے پاس ڈاک کو میر رستم کے آدمیوں نے لوٹ لیا۔ یہ غریب بوڑھا احمق اپنے کنبے کے ہاتھ میں ہے میں نے اُسکو حکم بھیجا ہے کہ وہ فوراً اپنے لشکر کو علیحدہ کرے مجھے شبہ ہے کہ اس کو کچھ اختیار نہیں ہے مجھے اُس کے گروہوں پر بجائے اسکے حکومت کرنی پڑیگی یہ خبر مجھے آج صبح کو ہوئی ہے کہ خیرپور اور شکارپور کے درمیان بلوچی لوٹ مار کر رہے ہیں۔ جہاں وحشی قومیں شتر بے مہار سپاہ کے لئے جمع ہوں وہاں ایسی ہی کاموں کی توقع ہو سکتی ہے ؎

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو رستم خان کے پاس سے ایک مخفی پیغام آیا کہ میں اپنے کنبے میں مقید ہو گیا ہوں اس کو میں اپنے قابو میں نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھے اپنے پاس رکھنا قبول کریں تو میں بھاگ کر آپ کے کیمپ میں آجاؤں۔ اس کا اس طرح آنا حقیقت میں اُس جرم سے بری کریگا اور دشواری میں ڈالے گا۔ یہ خط و کتابت دغا و بغاوت آمیز ہے جس کے واسطے اس کو سزا دینی چاہیئے۔ یہ اسی کی خطا ہے کہ اس نے اپنی مہر فتح محمد غوری کو دیدی ہے۔ امیروں ہی کے رسم اور دستور کے موافق وزیروں کے کاموں کی جوابدہی اُن کے امیروں کے ذمہ ہے ؎

اوّل میں جنرل کی رائے اس کے خلاف تھی کہ علی مراد کو دستار ملے مگر جب رستم خان نے

اپنی خوشی سے اس کو دستار دیدی تو جنرل کی راے اس بنا پر بدل گئی کہ علی مراد مستحق وارث ہے اور نیز سب امیروں میں زیادہ زبردست ہے۔وہ اب رئیس الامرا ہے اِس کا بھائی رستم خاں اسکا طرفدار ہے۔میں سب قلعے لیکر علی مراد کے حوالہ کردونگا۔وہ ہماری دوستی کے سبب سے تا حیات ملک سندھ کا مالک ہوگا۔جس کے لایق وہ ہے اور بجائے اس کے کہ متواتر خونریز لڑائیاں جو بالاے سندھ میں ہوتی رہتی ہیں بالکل امن و امان ہوگا *

۲۰۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو ایک مخفی پیغام میر رستم کے پاس سے میرے پاس آیا خط لانے والے کے پاس کھلا خط تھا۔مگر اُس نے لفٹننٹ بروں سے خفیہ کہا کہ میر رستم کچھ نہیں کرے گا اور میرے کیمپ میں بھاگ کر چلا آے گا میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ آن کر مجھے دق کرے۔مگر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ علی مراد کے پاس چلا جائے جو اسکو فائدوں کے حسن انتظام کے لئے ترغیب دے گا کہ وہ دستار سے مستعفی ہوجاے کیونکہ اس لئے کہ وہ مدت سے چاہتا ہے کہ اس پگڑی کی جواب دہیوں سے اس کو نجات ہو اس لئے مینے مخفی میر رستم اور علی مراد کو لکھا۔اور آج صبح کو علی مراد نے مجھے لکھا کہ میرا بھائی بخیر و عافیت دیجی میں میرے پاس ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ خیرپور میں بارہ بجے سے پہلے آپ حرکت نہ کیجئےگا تاکہ اُس کی عورتوں کو چلے جانے کی مہلت ملے۔اب حقیقت میں علی مراد رئیس الامرا ہے اس واسطے کہ اگر میر رستم اسکو دستار نہ دے گا۔مگر تو بھی وہ بہرحال میر رستم کا ہادی اور رہنما ہوگا۔جس کے ہاتھ میں اس نے اپنے تئیں خود حوالے کر دیا ہے علی مراد تمام تالپوری امیروں سے زیادہ صاحب اختیار اُس حال میں بھی تھا کہ میر رستم کی حکومت اسکے برخلاف تھی۔اب کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔وہ ہمارا دوست ہے *

واقعات عظیمہ

خیرپور کے امیر رستم نے اور حیدرآباد کے امیر نصیر خاں نے جس کے سر پر امارت کی پگڑی تھی۔لارڈ ایلن برا کے نئے عہدنامہ کے مسودہ کو منظور کر لیا۔مگر اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور چپ چاپ اپنے ماتحت رزم آرا رئیسوں کو لڑنے کے لئے بلایا۔اور اس کے ساتھ ہی دشمنانہ سازش مخفی کی جس کے اندر خیرپور کے نوجوان امیرزادے پیشوا بنے اور اُنہوں نے نہایت محنت سے سپاہیوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا۔اب برٹش گورنمنٹ کو ہدرخلت کرنے کا استحقاق اس سبب سے حاصل ہوگیا کہ عہدنامہ پر دستخط کرنے میں امیروں نے التوا کیا۔برٹش چھاونیوں کو

اجورہ وار سپاہیوں کے گروہوں کے جمع ہونے سے خوف پیدا ہوا۔ لارڈ ایلن برا کے احکام جنرل نپیر کے نام بڑے تشدد کے ساتھ جاری ہوئے کہ ان سپاہیوں کے گروہوں کو منتشر کرے اور نئے عہدنامہ کے موافق جو ملک دریاے سندھ کے بائیں کنارہ پینے ٹھہرے ہیں اُن پر قبضہ کرے جب یہ احکام امیروں کو معلوم ہوئے تو اُنھوں نے بے انتہا اطاعت اور فرمانبرداری کو ظاہر کیا اور بڑی ڈھٹائی سے سپاہیوں کے گروہوں کے موجود ہونے سے انکار کیا لیکن وہ لڑائی کے واسطے تیاریاں کرتے رہے اور عہدنامہ کو تاخیر میں ڈالتے رہے تاکہ موسم سرما ختم ہو جاوے۔ اور موسم گرما آجائے اور اُن کی سپاہ جمع ہو جائے اور انگریز گرمی میں لڑنے کے قابل نہ ہوں جنرل اُن کی اس پولیسی کو پہلے سے تاڑ گیا وہ احکام کی تعمیل کے لئے دریاے سندھ کے پار اُترا میر رستم اپنے سرکش بیٹوں اور بھتیجوں سے خوف زدہ ہو رہا تھا تو اُس نے مخفی درخواست کی تھی جس کا اوپر ذکر ہوا کہ وہ جنرل کے کیمپ میں چلا آئے اس لئے یہ خط اُسکو جنرل کی طرف سے بھیجا گیا ﴿

جناب من ۔ میرا یہ یقین ہو کہ آپ اپنی ذات سے ہمیشہ انگریزوں کے دوست رہے ہیں مگر اب اپنے بدعقل کنبے کے سبب سے بیکس اور بے بس ہو رہے ہیں۔ میں جو خط آپکے بھائی علی مراد کے ہاتھ بھیجتا ہوں کہ آپ اُسکے صلاح اور مشورہ پر چلیں اور پورا اعتماد کریں کہ وہ آپ کی محافظت کرے گا اب آپ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ لڑائی کے قابل نہیں رہے۔ اگر لڑائی شروع ہوئی تو میں آپ کو کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ چلے جائینگے تو آپ کیا اُس کے ساتھ رہیں گے یا میں سپاہی بھیجکر آپنے کیمپ میں آپ کو بلا لوں گا۔ جہاں امن و عافیت سے آپ رہیں گے آپ میری نصیحت پر چلیئے وہ ایک دوست کی نصیحت ہے میں آپ کا دشمن کس طرح سے ہو سکتا ہوں ؟ اگر میں دشمن ہوتا تو اس تکلیف کو کیوں گوارا کرتا کہ آپ کو سلامت رکھوں میں خیال کرتا ہوں کہ آپ میری بات کو یقین کریں گے لیکن آپ کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ خط تو مخفی بھیجا مگر علانیہ ایک خط امیر کو بھیجا جس سے اُسکے فتنہ پرداز بیٹوں اور بھتیجوں کو تنبیہ ہو ﴿

میرے خطوط خیرپور میں روکے گئے یہ امر کیا آپ کے حکم سے جاری ہوا ہے یا بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے اگر آپ کے حکم سے ہوا ہے تو آپ قصوروار ہیں اور اگر بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے تو آپ اپنے آدمیوں کو اپنے قابو میں زیرحکم نہیں رکھ سکتے بہرحال میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اپنے مسلح آدمیوں کو آپ دور کریں اور میں خیرپور جاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ میرے حکم کی کیا تعمیل ہوئی ﴿

پھر اس دھمکی کی تائید اس اشتہار سے ہوئی کہ عہدنامہ کے موافق اضلاع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا

نواب بہاولپور کو پھر دئے گئے اور امیروں کو ممانعت کی جاتی ہے کہ ۱۰- جنوری ۱۸۴۳ء کو ان اضلاع میں تحصیل محصول نہ کریں اور رستم کے بیٹے اور بھتیجے جو خیرپور کے قلعوں پر اور اور مقامات پر مسلح سپاہ کے ساتھ قابض ہیں اور یہ قلعے دستار سے متعلق ہیں اسلئے یہ کام دشمنی کا ہے جس سبب سے وہ رستم کے باغی اور برٹش کے دشمن ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دو قلعے امام غور اور غور شاہ ریگستان میں بہت دور ہیں پہلا قلعہ اپنی حصانت و متانت اور فاصلہ کے سبب سے بلوچیوں کے نزدیک ممتنع التسخیر ہے دونوں قلعوں میں سب سامان جمع کیا گیا ہے اول قلعہ میں رستم خاں کا سرکش بیٹا محمد حسین ہے اور دوسرے قلعہ میں اسکا بھتیجا نصیر خان ہے۔ لیکن جنرل کی نصیحت کے موافق دفعتاً قلعہ دیجی میں رستم کے چلے جانے نے اُن نوجوان امیرزادوں کے تدابیر جنگ کو بالاے سندھ میں سست کر دیا اور وہ خیرپور سے بھاگ گئے جس کے سبب سے بالاے سندھ میں علی مراد کی بالکل حکمرانی ہو گئی ؏

۲۹- دسمبر ۱۸۴۲ء کو- جنرل صاحب **لارڈ ایلن برا** کو لکھتے ہیں کہ علی مراد سے شب گذشتہ کو میں ملا اور میں نے اُس سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل رستم سے ملوں مگر دوسرے دن میں نے سنا کہ میر رستم کہیں چلا گیا اسکے دو سبب میں خیال کرتا ہوں اوّل میر رستم ایک ڈرپوک آدمی ہے اُس نے یہ خیال کیا کہ میں اُسکو قید کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کا بھائی دونوں ملکر اس کام کے لئے سازش کرتے ہیں ؏

دوم علی مراد ہی نے اپنے بھائی کو بھگا دیا ہو ؏

میر رستم نے اپنی دستار علی مراد کو دیدی اور قرآن پر قسم کھا کر دستار سے استعفا دیدیا جس کے گواہ بہت سے مولوی تھے۔ یہ قرآن علی مراد نے میرے پاس بھیجا جس پر میں نے کہا کہ خاندان کے انتظامات اُن کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ مگر گورنر جنرل خاندان کے سردار کا حامی ہے بشرطیکہ وہ عہد نامہ کا پابند ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میر رستم کی ذات کے لئے یہ اچھا ہوتا کہ وہ اپنی دستار بدستور رکھتا اور علی مراد کو اپنا قایم مقام کام کرنے کے لئے بناتا۔ مگر اُس کو اختیار تھا کہ جو چاہتا وہ کرتا اب مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس بوڑھے آدمی کو علی مراد نے اس سفیہانہ قدم میں جو اُس نے اُٹھایا تھا اپنے اس حصول مقصد کے لئے دہشت دلائی۔ کہ دستار پر اس کا قبضہ پورا ہو جائے۔ اس کام کے کرنے کے لئے اُس نے رستم سے کہا کہ میں اس کے قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ علی مراد نے رستم کے دوست ہونے کا ادعا کیا۔ اور ہمکو دغا دینے کے موقع کا منتظر رہا ؏

۳- جنوری ۱۸۴۳ء کو نصیر خان نے ایک خط بھیجا۔ جو مکر و فریب سے بھرا ہوا ہے اس نے اطاعت

کا اقبال اس لئے کیا ہے کہ مہلت مل جائے میر رستم نے بھی لکھا ہے کہ میں نے خود اپنی خوشی سے دستار نہیں حوالہ کی ہے آپ نے علی مراد کے ہاتھوں سے میرے ساتھ دغا کی ہے نصیر خاں کو میں نے یہ جواب دیا ؛

امیر۔ جب کسی آدمی کے قول و فعل مطابق نہیں ہوتے تو مجھے بڑی دقت پیش آتی ہے کہ کس طرح کام کروں امیروں کی ایک گورنمنٹ بہت سے سر رکھتی ہے اُن میں سے ہر ایک مختلف و عجب طرح سے باتیں کرتا ہے میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا میں خیرپور میں اسلئے آیا کہ دیکھوں معاملہ کی کیا صورت ہے اور اسی مطلب کے لئے میں حیدرآباد کو جانے کا تھا۔ میں دو سو میل کے فاصلہ سے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ چونکہ تم کہتے ہو کہ ہم کمپنی اور گورنر جنرل کے دوست ہیں تو میرے دیکھنے سے تم کو خوشی ہوگی میں سنتا ہوں کہ جنوب میں لشکر جمع ہو رہا ہے۔ مسلح آدمی سندھ میں دریائے سندھ سے عبور نہیں کر سکتے اس لئے میں سپاہ ساتھ لیکر آتا ہوں۔ اور رستم خاں بوڑھے شریر کو یہ خط لکھا ؛

جناب کا خط مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں ایسی زبان استعمال کروں جس کا مجھے افسوس ہے لیکن میرے ملک کی عزت اور تمہاری غرض مجھے کچھ اور نہیں کرنے دیتی آپ کے خط کا منشا یہ ہے کہ میں نے آپکو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی علی مراد کی ہدایتوں کے موافق کام کریں اور اُس نے آپ کو یہ صلاح دی کہ میرے ملنے سے آپ اس طرح فرار ہوں جیسے کہ اُس سازش کرنے والے سے جو آپ کو قید کرنا چاہتا ہو۔ امیر ایسا فریب کرنا آپ کے عز و جاہ کے لایق نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میرے کیمپ میں آجائیں تو میں نے آپ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنے بھائی کے قلعہ میں بجائے میرے کیمپ میں آنے کے چلے جائیں اسواسطے آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کو میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ آپ کے کنبے کے انتظامات میں دخل دینا اب تم یہ سخن سازی کرتے ہو کہ جب میں نے یہ چاہا کہ آپ مجھ سے ملیں تو آپ بھاگ گئے کچھ اس غرض سے نہیں کہ ملاقات سے بچنا منظور تھا بلکہ اس سبب سے کہ میں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی کی صلاح پر چلیں اور بھائی نے آپ کو یہ صلاح دی کہ آپ بھاگ جائیں اس لئے بھاگ گئے میں یہ تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ جناب ایسی غلط نمائیوں کے اندر پناہ لیں۔ میں گورنر جنرل کا قایم مقام ہوں اس لئے آپ میری اطاعت کرتے ہیں آپ نے قسم کھا کر دستار سے استعفا دیا اب آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا یہ ایک اہم اور سنجیدہ کام ایسا تھا جیسا کہ سانگ تمسخر کا ہوتا ہے ؛

امیر۔ میں ایسے دو رنگ کاموں کو سمجھتا نہیں۔ آپ کے افعال اور اقوال کی گرفت کرتا ہوں۔ لیکن آپ

میں یہ نہیں خیال کرتا کہ آپ تال پوری رئیس الامرا ہیں اور نہ میں آپ کی اور نہ اُن لوگوں کی جو آپ کو رئیس سمجھتے ہیں ایسی مدارات کروں گا جیسی کہ رئیسوں کی ہوتی ہے ؎

۷۔ جنوری ۱۸۴۳ء ۔ میجر اوٹرم سے میر رستم ذاتی واقفیت رکھتا تھا میرے ساتھ تھا۔ کل میر رستم نے ایک ایلچی بھیجا جس نے کہا کہ وہ آپ کا تابع اور فرمانبردار ہے۔ میجر نے مجھ سے درخواست کی کہ میر رستم سے مجھے ملنے کی اجازت دیجائے میں نے اجازت دی اور کہا کہ آپ میر رستم کی یہ تشفی کر دینا کہ اُس کی ذات کو کچھ جوکھوں نہیں ہے وہ سلامت رہیگی۔ لیکن اطاعت و فرمانبرداری اُس کو دوبارہ صاحب دستار نہیں بنائیگی جس سے اُس نے خود استعفا دیا ہے اور میرے خیال میں ایسے استعفے پر سندھ کا امن و امان منحصر ہے۔ میجر صاحب اس سے مل کر اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر آئے میں نے بیٹے کے سامنے خوب اچھی طرح بیان کر دیا کہ تمہارا باپ بالکل سلامت رہے گا۔ وہ نئے عہدنامہ کے موافق مالک زمیں رہے گا لیکن دستار جو امارت سے متعلق ہے وہ اُس کے پاس نہیں رہیگی میں امام غور کو جاتا ہوں کہ علی مراد کو اُس قلعہ میں قلعہ دار مقرر کروں۔ لیکن پیر دیرینہ سال خیر پور میں مراجعت کر سکتا ہے یا جہاں اُس کی خوشی ہو وہ امیر ملک کی طرح رہ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس بات سے بٹیا مطمئن ہو گیا اس سبب سے میں خیال کرتا ہوں کہ بالائے سندھ بالکل پر امن رہے گا ؎

جنرل صاحب نے ریگستان میں بڑے سخت سفر کئے۔ توپوں کے ساتھ لیجانے میں بڑی دشواریاں اُٹھائیں۔ امیر یہ جانتے تھے کہ انگریز ایسے سفر نہیں کر سکتے بیشک اگر انگریزوں کے ساتھ اُن کے رہبر اچھے نہ ہوتے یا اُن کا مقابلہ کرنے والی توڑہ دار بندوقیں ہوتیں اور کنوے بند کر دیے جاتے تو اُن کو قلعہ امام غور تک پہنچنے میں بہت عرصہ لگتا ؎

سفر کی کیفیت جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری آنکھوں میں ہمارے کانوں میں ہماری ناکوں میں ہمارے حلقوں میں بالکل ریت بھری ہوئی تھی۔ دانت ریت کو پیس رہے تھے۔ ہم اپنے کپڑوں اور کھال کے درمیان ریت کا باریک جامہ پہنے ہوئے تھے۔ خشکی کے سبب سے ہمارے جوتوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ ہم جو چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جوتوں کی جگہ ریت کی تھیلیاں پہن لی ہیں۔ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ امیر اپنے سپاہیوں کو دیجی میں جمع کر رہے ہیں تو میں نے حکم دیا کہ خیر پور میں میجر اوٹرم صاحب سے سب امیر یا اُن کے وکلاء ملاقات کریں تاکہ عہدنامہ کی مشکل آسان ہو ؎

۱۴- جنوری ۱۸۴۳ء کو میں پرسوں اُکٹا جاؤں اگر دیجی میں سپاہیوں کا اجتماع پراگندہ نہ ہوا تو میں اُن کو سزا دوں گا۔ یہ اجتماع غریب رنج و مرنجاں کسانوں کا نہیں ہے جنہوں نے حملہ آور سے لڑنے کے لئے نوکری کر لی ہو بلکہ وہ با قاعدہ قزاقوں کی قوموں کا جمگھٹ ہے۔ ان میں ہر ایک قوم کا جدا سردار ہے جس کا کوئی اختیار سوا اس کے نہیں ہے کہ وہ اس کو شر انگیزی و مفسدہ پردازی کے لئے لئے جائیں اُن کی کوئی خوشی سوائے شرارت اور گزند رسانی کے نہیں ہے اس وحشی ملک میں قزاقوں کی حکمرانی ہے میں اُن کو وہی سزا دونگا جو قزاقوں کو دیجاتی ہے ؛

۱۵- جنوری ۱۸۴۳ء کو دس ہزار پونڈ باروت کے اُڑنے نے قلعہ امام غور کے ریزے ریزے کر دئے اس میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ کی آگ روشن ہو رہی ہے۔ آگ سے دھنویں کے وہ بادل پر بادل اُڑتے تھے کہ شیطان کے تخت کے لئے زیبا تھے۔ مجھے اس طرح غارت کرنے کا کام پسند نہیں لیکن عقل مجھ سے دو باتوں کو کہتی ہے اول اِس سے کشت و خون کا انسداد ہوتا ہے اور یہ بہتر ہے کہ آدمی کے ڈھائے ہوئے مندر ڈھائے جائیں بہ نسبت اسکے کہ خدا کے بنائے ہوئے مندر مسمار ہوں دوم یہ قلعہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا جائے آیندہ اُس کے کھنڈروں میں غلام بجائے جابروں کے پناہ گزیں ہوں گے۔ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میری خوبصورت پیاری ماں مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ کیا میں اُس سے جلد ملنے جاؤں گا۔ ہاں ہم سب پھر ملیں گے بشرطیکہ یہ ہولناک لڑائی کا کام مجھے جہنم واصل نہ کرے غالباً وہ نہیں کرے گا ؛

جنرل صاحب کو یہ اُمید تھی کہ جیسی میں نے بالائے سندھ میں ڈرپوک پولیسی سے کام چلا لیا ہے ایسے ہی کل ملک میں اپنا کام بنالوں گا۔ مگر بہت سے اثر جو پہلے معلوم نہ تھے وہ کل کاموں کو درہم برہم کر رہے تھے بلوچی امیر اور اُن کے پیرو بڑے جفاکش اور آتش مزاج تھے۔ جہاد۔ کافروں سے نفرت انگریزی کیمپ کے لوٹنے کی طمع یہ سب باتیں اُن کو جنگ پر برانگیختہ کرتی تھیں۔ انگریزی سپاہ کی قوت کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کابل میں اس کا قتل عام دیکھ چکے تھے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو شکست دے چکے تھے سب سے زیادہ ان باتوں کا اثر میر رستم پر تھا۔ اس نے ادھر جنرل سے اُس کے کیمپ میں آنے کا وعدہ کیا اُدھر دیجی میں جہاں اُس کے بیٹے بھتیجے تھے چلا گیا۔ جب میجر اوٹرم کمشنر اُس سے ملنے گیا تو ظاہر میں اُس کے پاس کچھ سپاہ نہ تھی مگر مخفی سپاہ جمع کر رکھی تھی اُس نے کمشنر کو اطمینان دلایا کہ وہ بالکل انگریزوں کا تابع اور فرمانبردار ہے نئے عہدنامہ کے فیصلہ کے لئے خیرپور میں جانے کا تقاضا اس پر کیا گیا تو تکان کا عذر کیا اور اپنا ایلچی بھیجکر پیچھے آنے کا وعدہ کیا مگر رات کو دیجی میں

پھر چلا گیا۔ یہ کام کچھ خوف سے نہیں کیا بلکہ پولیسی یہ سمجھی کہ کل بلوچی قوم کو اور اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرے اور خود صحرا کے کنارہ پر پھرتا رہے کہ جنگ میں شریک ہو یا انگریزوں کو اپنے تئیں حوالہ کرے جیسا موقع مناسب ہو ؏

جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میجر اوٹرم صاحب اپنے سب تحریرات کو فراموش کرکے میر رستم خان کا نا خوان اور علی مراد کا جو پیرا ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امیروں پر فوج کشی ہو۔ فتح محمد غوری کی رہائی چاہتا تھا گو اس کو پہلے انگریزوں کا دشمن لکھ چکا تھا۔ جنرل صاحب نے بڑے غصہ میں آنکر میجر اوٹرم کو خط لکھا جس میں عہد ناموں کی ساری تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ لارڈ آک لینڈ نے عہد ناموں کے لکھانے میں بیوقوفی کی اب لارڈ ڈالہوزی برا اس کی صلاح عقلاً اور انصافاً کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کام کرنا چاہیئے کہ جس سے نیک گورنمنٹ کی ترقی ہو آسودگی انام اور رفاہ عام اور خلقت کو سکھ چین ہو ان باتوں کو صرف اس لئے قربان نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم کوشش کریں کہ ان ظالموں۔ شرابیوں۔ مکاروں۔ دغابازوں۔ سازش کرنیوالوں حقیر ذلیل امیروں کو اس لوٹ کا کچھ حصہ دیں جو وہ ساٹھ برس سے ملک کو فتح کرکے تباہ اور خستہ حال رعایا سے جمع کر رہے ہیں۔ یہ قزاق سب کے سب خوش نصیب ہیں اگرچہ میں قطعی اس طریقہ پر برا سمجھتا ہوں جسکے موافق ہم اس ملک میں داخل ہوئے ہیں مگر وہ اس دیانت کے طریقہ کے مطابق ہے جس کے موافق کو پورے تال پوری بلوچیوں نے ملک چھینا تھا میں اس پولیسی پر بھی نہ برا سمجھتا ہوں جو ان پاجی کمینوں کو اجازت دے کہ وہ ملک کو لوٹ کر اپنی عیاشی کے اسباب کو اس حال میں تیار کریں کہ ہم نے اس ملک کے ہر اشراف کو بہبودی کی امید دلائی ہو۔ میجر اوٹرم صاحب تم بہ کہتے ہو کہ یہ امیر بچے ہیں احمق ہیں تو کتنا آدمی اس لائق ہیں کہ جن کے لئے کل آبادی کے فوائد قربان کئے جائیں تاکہ وہ غارتگری اور لوٹ مار کرتے رہیں۔ کیا یہ آدمی اس قابل ہیں کہ کسی قلمرو پر سلطنت کریں اگرچہ ہم نے یہاں آنے میں ناانصافی کی تو ہم کو اور رعایا کو اس ناانصافی سے تہذیب و شائستگی کے فایدے حاصل کرنے چاہئیں

میں اپنے کام میں امیروں کے اغراض کا کوئی جزو نہیں داخل کرتا اور سب امیروں میں میر رستم کو جانتا ہوں کہ وہ کوئی نیک یا مردانہ لیاقت نہیں رکھتا میں کس لئے علی مراد کی حمایت کرتا ہوں۔ میں اسے بتاتا ہوں میں بہ نسبت اور امیروں کے اس کی نسبت کوئی اعلےٰ خیال نہیں رکھتا وہ کیا رستم سے بہتر ہے ہاں اس میں بہتری صفتیں ہیں جن میں سے ایک بھی کسی امیر میں نہیں ؏

اول اُس کا اخلاق شاید بہ نسبت اوروں کے اچھا نہیں ہے مگر وہ شرابی نشہ باز نہیں۔ دوم اُس نے ہم سے پہلے بہادرانہ مخالفت کی مگر جب اُس نے جانا کہ یہ مخالفت بیفایدہ ہے تو ہمارا دوست ہوگیا۔ سوم اسوقت سے اُس نے ہماری خیرخواہی کے کام کئیے ہیں جو کسی اور میر نے نہیں کئے۔ الا صفدر خان نے جس پر اُس کا کنبا بڑا ظلم کرتا تھا *

میں اُن سب باتوں کو کتے کے آگے پھینکتا ہوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ علی مراد شیطان کا اوتار ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سب امیروں کا کوئی سردار اُن کے اپنے قاعدہ اور دستور کے موافق ہو سو علی مراد ہے۔ اگر لوگ اس کو قتل کرڈالیں گے تو وہ علی مراد سے علی ہو جاویگا *

یہ رئیس ہمارا غلام اور تابع ہے اُس کا اور ساری آبادی کا اور ہمارا ایک مقصود ہے کہ گورنمنٹ اچھی ہو *

ان امیروں کے عہد شکنی کرنے نے گورنر جنرل کو مجبور کیا کہ ایسا عہدنامہ لکھا ہے جسمیں اُن کو سزا ملے وہ تمام خراج معاف کرتا ہے اور اسکے عوض میں ملک لیتا ہے جس میں خطاداروں کو سزا ملتی ہے اور بے گناہ آدمی محفوظ رہتے ہیں *

۲۸۔ جنوری ۱۸۴۳ع کو میں نے حیدرآباد کے امیروں کو دھمکایا ہے اُنہوں نے اپنے وکیل بالکل اختیار دے کر اوٹرم صاحب سے ملنے کو بھیجے ہیں خیرپور کے امیر علیحدہ رہیں گے میں اُنکے پاس جاتا ہوں

۱۲ فروری کو حیدرآباد میں عہدنامہ پر امیروں نے دستخط اور مہریں میجر اوٹرم کی موجودگی میں کیں۔ جب میجر صاحب قلعہ سے جہاں اس عہدنامہ پر دستخط ہوئے تھے چلے تو ایک غضبناک گروہ نے اُن پر اور اُن کے افسروں پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ باندھی اسکو گشت و خون سے میجر صاحب کے ساتھ کے سپاہیوں نے جو امیروں کی سپاہ میں سے ساتھ تھے روکا۔ دوسرے دن امیروں نے اوٹرم صاحب کو اطلاع دی کہ بلوچی سپاہی ہمارے اختیار میں نہیں رہے۔ اگر آپ رزیڈنسی میں رہیں گے تو اُس کا نتیجہ جو کچھ ہو اُس کے جواب دہ ہم نہیں ہیں سپاہیوں نے ہمارے سب حکموں کو مانا لیکن میر رستم کے ساتھ جو لڑائیاں کی گئیں اور جنرل نے ہماری دارالسلطنت پر چڑھائی کرنے کے لئے بالاستقلال سفر کیا اس سے بلوچیوں کو ایسا غصہ چڑھا کہ وہ اس کو روک نہیں سکتے انگریزی رزیڈنٹ نے ایک انچ سرکنے سے انکار کیا۔ اور اپنے دروازے پر دوسرا پہرا بھی نہیں لگایا۔

۱۵۔ فروری کو رزیڈنسی پر تین طرف سے پیدل اور سواروں نے حملہ کیا اور چوتھی طرف دریا تھا۔

جہاں سے دخانی جہاز پر ایک کمپنی نے آتش باری کرکے بڑا کام کیا۔ تین گھنٹہ تک تھوڑی سی انگریزی سپاہ نے دشمن کی بہت سی سپاہ کا مقابلہ کیا کمک آنے کی امید نہیں تھی بس اوٹرم صاحب جہاز میں اپنی سپاہ کو لے کر چڑھ گئے ۱۷۔سپاہی مجروح و مقتول ہوئے ؛

اس تلوار چلانے کا جواب بڑے شدومد سے دیا گیا۔ ۱۷۔فروری ۱۸۴۳ء کو جنرل نیپیر کی تھوڑی سی سپاہ میں تین ہزار طاقتور سپاہیوں کی بلوچیوں کی بہت سی سپاہ بیس ہزار آدمیوں کے سامنے آئی جو حیدرآباد سے چھ میل کے فاصلہ پر میانی گانوٗں میں مقیم تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں لشکروں میں اپس میں بڑی لڑائی رہی کہ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون فتحیاب ہوگا۔ آخر کو ایک سخت جنگ کے بعد بلوچی میدان جنگ سے بھاگ گئے توپیں خیمے اور سامان سب چھوڑ گئے انگریزوں کو فتح ہوئی۔ بلوچیوں کے پانچ سو سے زیادہ آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے ۲۵۷ سپاہی جسمیں ۱۹ افسر تھے ؛

بلوچیوں نے اپنی دارالسلطنت حیدرآباد کے بچانے میں کوشش نہیں کی۔ ۲۰ فروری کو اس پر جنرل نیپیر نے قبضہ کر لیا۔ شہر کے قبضہ کرنے میں ایک بڑا نازک معاملہ پیش آیا کہ وہاں بلوچی اس پر آمادہ بیٹھے تھے کہ اگر ذرا بھی ہل چل ہو تو وہ سب اپنی عورتوں کا گلا کاٹ کر لڑ بھڑ کر اپنا کام تمام کریں اس لئے شہر میں سپاہی بہت آہستہ آہستہ گئے ؛

۲۴ فروری کو تین پرائز ایجنٹوں یعنے غنیمت کا مال جمع کرنے والوں کو بڑا خزانہ ہاتھ آیا کہتے ہیں کہ دو کروڑ روپیہ تھا ؛

بمبئی ٹائمز میں لسٹ صاحب نے چھپوا دیا کہ امیروں کی عورتوں کو افسروں نے خراب کیا اور عورتیں اُن کے خیموں میں رہتی ہیں لیکن تمام افسروں نے ایک نوشتہ پر اپنے دستخط کئے کہ یہ خبر غلط ہے اور سر سے پیر تک جھوٹ اور فترا ہے ایسا واقعہ یہاں ایک بھی نہیں ہوا ہے بلکہ اُس کے ہونے کا شبہہ بھی نہیں ہوا ؛

اب ایک مشکل یہ پیش آئی کہ قیدی امیروں کے ساتھ سلوک کس طرح کیا جائے ان امیروں سے اب بھی خوف لگتا تھا وہ انگریزوں کے دشمن تھے مگر فتح کرنے والوں نے ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا۔ اول جنرل نے یہ کوشش کی کہ اُن کی عورتوں کی محافظت کی جائے اپنے سپاہیوں کے ہاتھ سے نہیں بلکہ امیروں کے وحشیانہ غیض و غضب سے اس لئے کہ اُن کے زنانے قلعہ میں تھے۔ اور آٹھ سو بڑے زبردست دلاور تالپوری بلوچی اُن کے نگہبان تھے اور اُن کو حکم تھا کہ اگر ذرا سی بھی عورتوں کی بے عزتی ہو تو وہ اُن کا گلا کاٹیں اور لڑ کر

اپنا راستہ لیں۔ مگر لائن صاحب نے اُن کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا ؏

قیدی امیر دریائے سندھ کے قریب اُن کے سرسبز باغ میں بھیجدیئے گئے اور بہت سی تالپوری بلوچی اُن کی خدمت کے لئے مقرر کر دئے۔ جو لائن صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور خبریں لاتے تھے۔ لیکن جنرل نے کہا کہ تم نے تو یہ حکم دیا تھا کہ انگریزوں کو قتل کرو لیکن میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ مگر جہاز کے اوپر تمہارے پاؤں میں بیڑیاں ضرور ڈالوں گا۔ اُس نے بیڑیاں تو نہیں ڈالیں مگر جہاز میں بٹھا کے جلاوطن کیا ؏

اُن کے خزانہ میں قریب تین کروڑ کے روپیہ علاوہ مستورات کے زیورات اور جواہرات کے تھا۔ جنرل نے حکم دیدیا کہ عورتوں کے زیورات کے باب میں کچھ تحقیقات نہ کی جائے جس کے سبب سے اُن کے وحشی پہرے والے بلوچیوں کو اُنکے قتل کا بہانہ ہاتھ آئے۔ جنرل نے عورتوں کو تین دن آزادی دی کہ لونڈیاں اپنے گذارے کے لئے کچھ لوٹ لیں۔ وہ بہت سا روپیہ لوٹ کر لے گئیں۔ تمام عورتوں اور بی بیوں اور لونڈیوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس چلی جائیں یا سندھ میں رہیں۔ اُنہوں نے دوسری بات پسند کی۔ اور کوئی عورت اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس نہ گئی۔ اب تک چھ امیروں نے اپنے تئیں حوالہ کیا تھا اور امیر میدان جنگ کے لئے تیار تھے ان سب میں بہادر میرپور کا امیر **شیر محمد خان** تھا۔ جس نے لڑنے والے بلوچیوں کو بلایا وہ آٹھ دس ہزار دل جمع ہو گئے کہ ایک دفعہ اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے قسمت آزمائی کریں۔ حیدرآباد کے قریب موضع **دبا** میں شیر محمد نے اپنے مورچے جمائے اس میں بیس ہزار طاقتور سپاہی تھے۔ ۲۴۔ مارچ ۱۸۴۳ء کو جنرل نے پیر نے چھ ہزار سپاہ سے اُن پر حملہ کیا طرفین سے خوب آتشباری ہوئی بجائے اس کے کہ بلوچی مقابلہ بہادری سے کرتے وہ ہر جگہ شکست پا کر بھاگے اُن کے بہت آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے دو سو ساٹھ سپاہی ضایع ہوئے بس ڈبا کی فتح سے فتح کرنے والوں کے ہاتھ میں کل ملک سندھ آگیا۔ شرقی صحرا میں امرکوٹ جو شہنشاہ اکبر کی جنم بھوم تھی وہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا تباہ شدہ امیر کیا جلاوطن ہوئے یا مقید ہو کر بمبئی بھیجے گئے ملک سندھ میں اول جنرل نے پیر گورنر مقرر ہوئے پھر اُس کے بعد یہ ملک بمبئی پریسیڈنسی کے متعلق ہوا ؏

جنرل نے پیر امیران سندھ کی نسبت تحریر کرتے ہیں کہ امیر صرف بزور شمشیر حکومت کرتے تھے سوائے تلوار کے کوئی اور قانون نہ تھا۔ بلوچی اُن کے سپاہی تھے اور سندھی اور ہندو اُن کے رعایا تھے جو اُن کی قربانیاں تھیں۔ میانی کی لڑائی تک ہر بلوچی اپنی خوشی یا مطلب کے لئے سندھی یا ہندو کو قتل کر ڈالتا تو اُس کو سزا کچھ نہ ہوتی خاص کر

حب عورتوں کا اس قتل سے کچھ تعلق نہو ٭

تمام امیر بردہ فروشی کی تجارت بڑی وسعت کے ساتھ کرتے تھے۔ اُنکے ماتحت جاگیردار لونڈی غلاموں کو بیچنے کے لئے باہر لے جاتے تھے اور اندر لاتے تھے امیر اپنے لئے شکارگاہیں بناتے تھے جن کے سبب سے ساٹھ سال کے اندر ایک چوتھائی ملک نہایت سرسبز و شاداب ویران ہوگیا۔ جس کا طول پانچسو میل اور عرض ۱۰۰ میل سے ۳۰۰ میل تک تھا۔ اپنے ایک آٹھ برس کے لڑکے کے لئے شکارگاہ بنانے میں بے تامل دہات کے دہات ویران کر دیئے تھے اُن کے دل پر اس کا ایسا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک انگریز کے دل میں شہد کی مکھیوں کے چھتے میں دھنواں کرنے سے۔ وہ ہندؤں اور سوداگروں سے روپیہ شکنجہ فرسائی کر کے بالجبر لیتے تھے وہ مزدوروں اور اہل حرفہ و پیشہ سے کام بیگار میں ازراہ زبردستی لیتے تھے۔ ہر روز کی مزدوری میں سوا یا ڈیڑھ آنہ دیتے تھے جو مزدوروں کی مزدوری کا دسواں حصہ ہوتا تھا اور اکثر کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ وہ اُن کے روزینہ دینے میں دغابازی بھی کرتے اُن کے تعدی و جبر کی نوبت یہاں تک پہونچی تھی کہ جب سر چارلس نے پیر نے سندھ فتح کیا ہے تو اُن کو ایک معمار یا نجار یا کوئی اور دستکار نہیں ملا سب دور دور ملکوں میں بھاگ گئے تھے۔ امیر تجارت کے بھی مانع تھے تاجروں اور سوداگروں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ اُن کو یہ پسند نہ تھا کہ پردیسی اُن کے ملک میں آئیں کہ وہ اُن کی عملداری کا اور بادشاہوں کی عملداری سے مقابلہ کریں اُن کو یہ اندیشہ لگتا تھا کہ اُن کی رعایا سے وہ بیان کردیں کہ جو تم سختی اور تشدد کو اُٹھاتے ہو اُن کو سوائے سندھ کے کہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں۔ آخر کو اُنھوں نے دریائے سندھ کی اُس نہر کو بند کر دیا کہ ہمسایہ کی ریاست کچھ کی آب پاشی اُس سے نہ ہوسکے جس سے وہ سرسبز و شاداب ہو ٭

امیروں کے ان سب الزامات کی نسبت میجر اوٹرم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بالکل حسد اور کینے کے سبب سے جھوٹے گھڑے گئے ہیں اُنہوں نے اپنی کتاب میں ہر الزام کو بدلائل امیروں پر سے دفع کیا ہے جنرل صاحب اور میجر صاحب کی تحریروں میں بڑا تخالف ہے۔ میجر صاحب سندھ میں اُسوقت پولیٹکل ایجنٹ تھے کہ انگریزوں کی سپاہیں افغانستان جاتی تھیں اور یہ امیر دوستانہ خدمات اور برتاؤ انگریزوں کے ساتھ کرتے تھے جس کے سبب امیروں کے ساتھ مروت کرنا بمقتضائے طبع بشری تھا۔ جنرل صاحب کے برتاؤ کو جو امیروں کے ساتھ تھا کب اُسے انصاف اور عدل جان سکتے تھے وہ سب طرح سے امیروں کے طرفدار تھے اور اس طرح سے اُن کی بربادی کو ظلم اور اپنی قوم کے محاسن اخلاق کی تذلیل و تحقیر جانتے تھے جنرل صاحب بھی اس اپنی فتح کو کمینگی کا کام جانتے تھے مگر نہایت

مفید وبکار آمد - یہ بات وہ بڑی سچ کہتے تھے - اس کے برخلاف لارڈ ایلن برا یہ استدلال کرتے تھے کہ صحیح پولیسی اور برٹش کی عزت کے خلاف یہ امر ہے کہ افغانستان سے سپاہ کے واپس آنے کے بعد ملک سندھ سے سپاہ واپس بلالی جائے - امیروں نے تجارت کے عہدنامہ کے بعض شرایط میں عہدشکنی کی - انہوں نے سپاہیں اپنے دستور کے خلاف ناجائز سبب سے جمع کیں - انہوں نے خطوط بغاوت انگیز لکھے - امیر رستم کے وزیر نے دشمنی کے کام کئے اس کا آقا اس اپنے ملازم کے کاموں کا جواب دہ تھا - ان وجوہ سے یہ امر ضرور تھا کہ امیروں کو ایک نئے عہدنامہ کے منظور کرانے سے سزا دیجائے امیروں نے بجاے اس کے کہ اس نئے عہدنامہ کے شرایط کے ماننے سے علانیہ انکار کرتے نئی شرایط کو مان لیا مگر اپنے ان اقراروں سے جنرل کو فریب اور دھوکا دیا جس کی سپاہ پردہ دغا کر کے حملہ کر کے غارت اور تباہ کرنے کو تھے ایسے طریقہ اور روش کے واسطے قابل یادگار سزا دینا ہی مکافات ہو سکتی تھی میانی کے جنگ کے بعد تدابیر کا آدھا کرنا اور آدھا نہ کرنا ممکن نہ تھا امیر خود سندھ میں پردیسی تھے جو قومی یا اپنے قدیمی قبضہ کا دعوے نہ کر سکتے تھے - اس لئے وہ معزول کئے گئے اور سمندر کے پار بھیجے گئے اور اُن کے ملک منضبط کا ایک حصہ پہلے ملک کے مالکوں نواب بہاول پور اور جودھ پور اور جیسلمیر کے راجاؤں کو دیا گیا اس کا انصاف کہ یہ جنگ انصاف اور ایمانداری پر مبنی تھے یا نہ تھی پڑھنے والے خود فیصلہ کریں گے - مگر سب کا ماحصل یہ ہے کہ جو پولیسی اختیار کی گئی اُس سے کوئی ملک کے لئے برائی نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ بھلائیاں ہوئیں کہ بردہ فروشی ملک سندھ سے جاتی رہی امن وامان چین چان اور عمدہ انتظام ایک کارگر پولس نے بہت طرح سے ایسا قایم کر دیا جس سے علے العموم رعایا کی رضامندی اور بہبودی وخوشنودی ہو ❊

کرنیل اوٹرم صاحب بڑے سچے عیسائی بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند مدبر ملکی تھے سندھ کی لڑائی کی پولیسی کو وہ ناپسند کرتے تھے گو اس کو وہ روک نہیں سکتے تھے خیرپور کے امیر رستم خاں کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اس کی عمر بچاسی سال کی تھی سالوں کے بوجھ سے اس کی عمر جھک گئی تھی اس پر جو تشدد ہوتا تھا اور ناحق اس پر جو الزام لگائے جاتے تھے اس کی وہ حمایت کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ امیر انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور اُس نے انگریزوں کے ساتھ بہت دوستی کے کام کئے ہیں جب اس بوڑھے کو جس کو برٹش گورنمنٹ نے ساڑھے تین کوڑی برسوں سے ہمیشہ اعزاز اور احترام کے ساتھ خط وکتابت سے مخاطب کیا ہو خطوط بغیر القاب آداب کے لکھے جاتے تھے جن کے سبب سے وہ کہتا تھا کہ اس کا منہ کالا ہو گیا اس کے سفید بالوں کی کچھ عزت نہیں رہی - اس پر یہ تہمتیں تھوپی جاتی تھیں کہ وہ انگریزی لشکر پر شب خون مارے گا - مسلح سپاہ کو جمع کر رہا ہے کہ انگریزی لشکر پر دست درازی کرے اور اور

باتیں کہی جاتی تھیں - جن کو اپنی مروّت محبت اور اشرافت کے سبب سے کرنیل اوٹرم رد کرتے تھے اُنکو ایک امیر جسیر نے لگاہی تو اپنا ایک بیٹا حوالہ کر گیا - جب وہ لڑائی میں گرفتار ہوا تو اُس کی رہائی کے واسطے اُنہوں نے بڑی سعی کی اور اُس کی صلاح اور فلاح میں ایسی کوشش کی جیسی کہ باپ کرتا - جب سندھ کی لوٹ کا روپیہ انعام میں تقسیم ہونے لگا تو اُنکے حِصّہ میں ساٹھ ہزار روپیہ آیا - اُنہوں نے اس لوٹ کے روپے کا نام سندھ کا خونی روپیہ رکھا تھا - اُنہوں نے اس انعام کے لینے سے انکار کیا اور اُس لڑکے کو دینا چاہا جس کا اوپر ذکر ہوا تاکہ سندھ کی لڑائی میں جو گناہ کیا گیا ہے اُس کا کفارہ ہو - اور مظلوم امیروں کی دادرسی ہو - مگر ڈاکٹر ڈف نے اُن کو صلاح دے کر اور گورنمنٹ سے خط و کتابت کر کے اُس روپیہ کو ہنری لارنس اے سائیلم میں گوروں کی اولاد کی تعلیم کے لئے اور اور عیسائی مدرسوں میں تقسیم کر دیا ؎

جنگ گوالیار

اس لڑائی کا حال زیادہ تر نامور مورخ اڈورڈ تھارنٹن صاحب کی برٹش امپائر انڈیا سے اخذ کرکے لکھتا ہوں اور اُن پر کپتان ٹروٹر صاحب کی تاریخ وکٹوریارین اور ہوپ صاحب کی تاریخ سینڈھیا سے بعض بعض مضامین کا اضافہ کرتا ہوں ؀

عہدہ رزیڈنسی اور دربار گوالیار کی تشریح

اس لڑائی کے بیان سے پہلے عہدہ رزیڈنسی اور دربار گوالیار کے معانی سمجھ لینے چاہئیں برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں میں سے ایک عہدہ رزیڈنٹ کا بھی ہے جو کسی بڑے خوش نصیب حاکم کو ملتا ہے اس کا ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ لوٹری میں چٹھی کا کسی کے نام نکل آنا۔ رزیڈنٹ ہندوستانی ریاستوں کے دارالسلطنت میں یا اُس کے قریب کسی بڑی سرکاری رفیع الشان کوٹھی میں رہتا ہے اور اُس کا مشاہرہ پچاس ہزار روپے سالانہ سے لیکر لاکھ روپے سالانہ تک ہوتا ہے وہ ریاست میں گورنر جنرل کا قایم مقام سمجھا جاتا ہے وہی درجے اور مرتبہ میں مہاراجہ کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی حاکم رزیڈنٹ مقرر ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی طرف سے اس کو یہ ہدایتیں ہوتی ہیں کہ ریاست کے دربار میں جو مخالف فریقوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اُن میں سے کسی کی طرف نہ ہونا اور ملک کے اندرونی انتظامات میں دخل اندازی نہ کرنا۔ ہاں اگر کسی باب میں رئیس صلاح و مشورہ پوچھے تو اُس کو صلاح دینے کی اجازت ہے مگر بغیر استفسار نہیں۔ افسوس ہے کہ سب رزیڈنٹ رعیت بازی سے ان ہدایتوں کے پابند نہیں ہوتے ؀

دربار گوالیار ایک مجلس شورے ہوتی ہے جس کا صدر انجمن مہاراجہ ہوتا ہے اگر وہ نابالغ ہوتا ہے تو مہارانی یعنے راجہ کی ماں پس پردہ صدر انجمن ہوتی ہے اور اس مجلس کے اراکین یہ ہوتے ہیں۔ ریاست کے امرائے موروثی اور بڑے پنڈت۔ عالم اور سپاہ کے افسران اعلےٰ جو اکثر انگریز اور اہل اٹلی عیسائی ہوتے ہیں اور اُن ممبروں کے خاص اختیارات اُن کے عہدوں کے مستفادت مدارج کے موافق ہوتے ہیں۔ اُن ممبروں

میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سرکاری کاموں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیتے۔ مہاراج کی سالگرہوں اور تیوہاروں اور سپاہ کے معائنون کی تقریبات میں بلانے سے آتے ہیں۔ مگر ان ممبروں کی گروہ کی راے ریاست کی مسلمہ رائے سمجھی جاتی ہے۔ وہی نائب الریاست یا مدارالمہام کے مقرر اور معزول کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بڑی بات قابل یاد رکھنے کے یہ ہے کہ دربار کے کام مہاراج ہی کے ساختہ پرداختہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر راجہ کم عمر ہو تو اوس کی قایم مقام مہارانی جو اوس کی ماں ہوماتی جاتی ہے۔ ہم جس وقت کا ذکر لکھتے ہیں اوس میں دونوں مہاراجہ اور مہارانی کم عمر تھے؛

دربار کے ممبرون کا حال

اس دربار کے تین ممبر بڑے صاحب لیاقت تھے ایک بابو سنتولیا جو امارت میں سب امرائے ریاست سے بڑھے ہوئے تھے مگر کام کرنے کی عادت نہیں رکھتے تھے دوسرے رام راؤ پھلکیا یا پھلتیا جو اپنی نوجوانی میں مرہٹہ کنٹجنٹ کے افسر بن کر لارڈ لیک کے ماتحت اون کے دشمنوں سے لڑے تھے اور اپنے حسن خدمات کا صلہ بھی برٹش گورنمنٹ سے بہت کچھ پایا تھا۔ تیسرے دادا خاص جی والا تھے۔ جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کو اس حال میں ایک کروڑ روپیہ دلوا دیا تھا کہ اس کا خزانہ خالی تھا اون کا یہ لقب اس سبب سے تھا کہ ریاست کے کل جواہر اون کے پاس رہتے تھے اور وہ محل کے کاموں میں بھی دخل رکھتے تھے اور محل میں بے تکلف آتے جاتے تھے؛

معاملات گوالیار

افغانستان میں لڑائی کی آگ بڑی بھڑکی تھی وہ بجھی ہی چکی تھی کہ اوسکی چنگاریان ملک سندھ میں چمکنے لگیں۔ ابھی یہاں وہ بالکل خاکستر نہیں ہوئی تھیں کہ ریاست گوالیار میں اپنے شرارے دکھانے لگیں برٹش گورنمنٹ کو اسی سال میں کہ سرکار انگریزی کی عملداری میں ملک سندھ کو اضافہ ہوا تھا اور سر چارلس نپیر اوس کے انتظام میں ہمہ تن مصروف تھے کہ یہ گوالیار کا تردد پیش آیا۔ مارکوئس ولزلی اور مارکوئس ہسٹنگز کے زمانہ میں دولت راؤ سیندھیا سے عہد نامہ ہوا تھا وہ ۱۸۲۷ء میں لاولد مر گیا اور اوس نے کوئی متبنی بھی نہیں کیا تھا۔ مہارانی بیجا بائی اوسکی جانشین ہوئی اس نے اپنے شوہر کے سب سے قریب رشتہ دار جنکو جی راؤ سیندھیا کو متبنےٰ کیا وہ اپنی سترہ برس کی عمر میں ۱۸۳۳ء صاحب اختیار ہوا۔ مہارانی سے لڑ جھگڑ کر اوس نے ریاست کے اختیارات لے لئے مہارانی آگرہ میں چلی آئیں اور اپنی پنشن کے انتظار میں برسوں بیٹھی رہیں۔ اندر ہی اندر اوس کے لئے تجویزیں ہوتی رہیں کہ ۷ فروری ۱۸۴۳ء

میں مہاراجہ جن کوجی راؤ سیندھیا دفعتاً سرگباشی ہوا وہ لاولد تھا اور اُس نے اپنا کوئی متبنےٰ بھی نہیں کیا تھا کہ وہ دستور کے موافق اس کا جانشین ہوتا۔ اُس کی بیوہ تارابائی تیرہ برس کی تھی اُس نے بھگیرت راؤ کو جو اُس کے شوہر کا سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار تھا دربار کے صلاح اور مشورے سے متبنےٰ کیا اور وہ دستور کے موافق گدی پر بیٹھا۔ اسوقت مہاراج کی عمر آٹھ برس اور مہارانی کی عمر تیرہ برس کی تھی ان عمروں میں ریاست کے کاروبار وہ خود نہیں کرسکتے اس لئے مدارالمہام یعنے راج منتری کا مقرر ہونا ضرور تھا۔ کرنیل سپائرس صاحب رزیڈنٹ نے مہاراج متوفی کے ماموں ماما صاحب کو مدارالمہام مقرر کیا اور اس تقرر پر گورنر جنرل نے بھی خاموشی اختیار کی ماما صاحب کے بہت رقیب اور دشمن تھے۔ مشرقی درباروں کا دستور ہے کہ جو شخص آگے قدم بڑھاتا ہے وہ اس شخص کا دشمن ہوتا ہے جسکو وہ یہ جانتا ہے کہ وہ میری پیش قدمی کا سدراہ ہوگا۔ مگر رزیڈنٹ کا رعب و داب ایسا غالب تھا کہ ماما صاحب مدارالمہام مقرر ہوگیا اور مہاراج جس روز گدی پر بیٹھے اس کو اس عہدہ کا خلعت مل گیا۔

اس تقرر سے برٹش گورنمنٹ کی تو منہ مانگی مرادیں مل گئیں لیکن ماما صاحب کو جبسے یہ عہدہ ملا اُس کے اکھیڑ پچھاڑ میں اُن کے رقیب تدبیریں کرنے لگے۔ ایک عورت نرنجن مہارانی کا ناک کا بال تھی وہ اس پر بالکل مسلط تھی وہ مدارالمہام سے سخت عداوت رکھتی تھی وہ محل سے نکالی گئی۔ مگر اُس کا بُرا اثر جو مہارانی کے دل میں بیٹھ گیا تھا وہ نہیں نکالا گیا (ہوپ صاحب نرنجن کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ لونڈی تھی۔ مگر وہ بلا کی بنی ہوئی تھی کہ اس کے خوبصورت لمبے بال کالے ناگ کا حکم رکھتے تھے اور اُس کے سفید دانت سور کی تھوتھنی کا کام دیتے وہ محل کی چار دیواری سے باہر نہیں جاسکتی تھی) سپاہ کی حالت سب سے بُرا اثر ریاست پر کررہی تھی۔ تین پیادوں کی پلٹنوں کا ایک برگیڈ جس میں ایک پلٹن کا افسر ایشور سنگھ تھا جب وہ اپنی پلٹن کو لے کر مالوہ میں گیا تو بڑے ظلم و ستم کرتا گیا رزیڈنٹ کے بیانات کے موافق ایشور سنگھ کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اپنی پلٹن کو جہاں ہو چھوڑ کر تنہا یہاں چلا آئے اس کے لئے تجویز تھی کہ وہ چپ چاپ آجائے تو عہدہ سے معزول اور مقید کیا جائے۔

یہ حکم ایشور سنگھ کے خیال کے موافق تھا وہ اپنی پلٹن سمیت کیمپ میں آیا جس نے اپنے برگیڈ کی دو پلٹنوں میں بدخواہی کا بُرا اثر پھیلایا۔ یہ بُرا اثر بغاوت کا جو برگیڈ میں پھیلا تو رزیڈنٹ اُس کی فوراً سزا دینی چاہتا تھا اُس نے اس سزا دینے کے لئے انگریزی سپاہ کی امداد کی تجویز پیش کی ماما صاحب نے عرض کیا کہ میں رزیڈنٹ صاحب کے ارشاد کی تعمیل کے لئے تیار ہوں لیکن میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ کام بغیر برٹش گورنمنٹ کی مدد کے سرانجام پائے۔ کیونکہ انگریزی سپاہ کے آنے سے کل لشکر میں ایک ہل چل پڑجائے گی مگر یہ کام ایک مہینے یا چھ ہفتے کے التوا سے ہوگا۔

اس عرصہ میں سپاہ کو تنخواہ دیدی جائیگی جس کے بغیر وہ گورنمنٹ کا کام سر انجام نہیں دیگی - گورنر جنرل آگرہ میں تشریف فرما تھے اُن کو یہ اطلاع دیگئی - جس سے اُن کو اطمینان ہوا کہ اب انگریزی سپاہ کو گوالیار جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ پہلے اُن کا یہ خیال تھا کہ سپاہ کا جانا ضرور ہو گا ؛

ماما صاحب کی مدار المہامی پر تین مہینے کا عرصہ گذرا تھا کہ مہارانی نے اپنی حوالی موالی سے سازش کر کے ماما صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا - اچانک ۱۰ - مئی کو مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ صاحب کے پاس پیغام آیا کہ میں ماما صاحب کی بھتیجی سے مہاراجہ کا بیاہ کرنا چاہتی ہوں کل یہ رسم ٹیکے کی ادا ہو گی اور وہ ادا ہوئی - معاملہ کا اس طرح بدلنا عجیب و غریب تھا - مگر اس کے بعد جو وہ کایا پلٹ ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا - ۱۰ - مئی کو مہاراجہ اور ماما صاحب کی بھتیجی کا عقد بندھا ماما صاحب کے حق میں سراسر مفید معلوم ہوتا تھا - مگر ۲۱ مئی کو اُن کے حق میں زہر ہوا - اس تاریخ میں مہارانی نے کیمپ میں تمام سرداروں کو سوائے ماما صاحب کے جمع کیا اور پیچھے رزیڈنٹ صاحب کو خریطہ بھیجا جس میں مدار المہام ماما صاحب کی شکایت لکھی اور اُس کے برخاست ہونی کی درخواست کی رزیڈنٹ صاحب اُس کے مانع ہوئے مگر اُس کا اثر کچھ نہ ہوا - ماما صاحب کو حکم ہوا کہ لشکر گوالیار میں رہنے نہ پائیں اُن کو یہاں سے سفر کرنا پڑا۔

مشرقی سازشوں کی تشریح و توضیح سوائے اُن لوگوں کے جو اُنکے کرنمیں شریک ہوتے ہیں شاذ و نادر ہی کوئی شخص کرسکتا ہے اور اکثر مثالوں میں یہ سازش کرنے والے بھی سازش کی اور اپنے چال و چلن کی توجیہ معقول نہیں بیان کرسکتے ہیں اس لئے ان سازشوں کی تحقیقات کرنی عبث ہے جن میں اول ماما صاحب عزو جاہ کی معراج پر چڑھایا گیا اور پھر وہ ذلت و خواری کی تحت الثریٰ میں اوندھے منہ پھینکا گیا - مگر یہ بات صاف ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا رعب داب و اثر کم تھا - مدار المہام کو برٹش گورنمنٹ کا سہارا فقط زبانی تھا - ماما صاحب اس طرح برطرف کیا گیا کہ کوئی ذلیل سے ذلیل نوکر بھی موقوف نہیں ہوتا - صرف اس مخالف فریق کے سبب سے جس کی سرغنہ ایک عورت تھی - جس کی عمر اتنی تھی کہ یوروپ میں اس عمر کی عورت نہایت خفیف امور سلطنت میں بھی کچھ اختیار نہیں رکھ سکتی - تعجب یہ ہے کہ مدار المہام کی اعانت اس سپاہ نے کچھ نہیں کی جس کو چند مہینے ہوئے کہ اُس نے سرکش بریگیڈ کی سزا دینے کے لئے تیار کیا تھا - رزیڈنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کی کہ ضرورت کی حالت میں وہ آگرہ سے سپاہ کو مدار المہام کی حمایت کے لئے بلائے مگر گورنر جنرل نے اسے منظور نہیں کیا اور یہ بیان کیا کہ کسی دوست کی ریاست میں اندرونی فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے سپاہوں کو اس لئے بھیجنا کہ قوت انگلشیہ کا پسند کیا ہوا آدمی انگریزی سپاہ سے معاملہ کا تصفیہ کرے ایک بڑا امر اہم مہتم بالشان ہے ؛

گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو جس مہینے میں اپنے ارادہ سے مطلع کیا تھا بڑے زور سے یہ لکھا کہ کسی حالت میں گورنر جنرل یہ نہیں چاہتا کہ بغیر اس کی خاص ہدایت کے ایک سپاہی بھی سرحد پر قدم رکھے ؏

گورنر جنرل نے سپاہیوں کے بھیجنے سے انکار کیا مگر مراسلت کی ضمن میں رزیڈنٹ کو صلاح دی کہ برٹش گورنمنٹ ناناصاحب کی موقوفی پر صرف اس وجہ سے نہیں رضامند ہوگی کہ مہارانی اس کو موقوف کرنا چاہتی تھی وہ اس لئے موقوف ہوا بلکہ وہ چاہیگی کہ اس کی موقوفی کی اور وجوہ اور دلائل معقول بیان کی جائیں۔ رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ ناناصاحب کے جانشین سے بغیر گورنر جنرل کی ہدایتوں کے کسی طرح کی خط و کتابت نہ کرے اور یہ حاکمانہ اطلاع دی گئی کہ مہارانی اور سردار اپنے دل میں اس بات کو یاد رکھیں کہ انگریزی عملداری اور گوالیار کی سرحدیں آپس میں ملی جلی ہیں یہ امر اہم مہتم بالشان ہے کہ گوالیار میں ایسی گورنمنٹ موجود ہونی چاہیئے کہ وہ طول طویل سرحد پر امن اور عافیت رکھنے کے لئے رضامندی اور قابلیت رکھتی ہو۔ برٹش گورنمنٹ یہ امر ہرگز نہیں جائز رکھے گی کہ گوالیار میں ایسا سست نظام ہو کہ جس سے سرحد پر غارت اور لوٹ و کھسوٹ کی عادت پیدا ہو اس کا فرض حاکمانہ اپنی رعایا کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے اثر و رعب و داب کو سب طرح سے عافیت عامہ کے قایم رکھنے کے لئے کام میں لائے اس کا اصلی مقصد اس مقصود کا حاصل کرنا ہے۔ یہ امر نہایت اطمینان خاطر کا سبب ہوگا۔ کہ برٹش گورنمنٹ ریاست گوالیار کو ایسا دوستانہ شریک و معاون بنا کے اس کام کو کرے اور یہ قوی امید ہے کہ ناناصاحب کی مدارالمہامی میں یہ کام اچھی طرح انجام پاسکے گا۔ بہرحال امن و عافیت عامہ کا برقرار رکھنا ناگزیر اور لازمی ہے اور ریاست گوالیار کی بدنظمی سے کوئی خلل اور فساد پیدا ہو تو اس کی جوابدہی اُس کے ذمے ہے ؏

گورنر جنرل کے یہ اظہارات نہایت عمدہ تھے اگر اس کے ساتھ کوئی سپاہ کا برگیڈ ہوتا تو وہ زیادہ تر موثر ہوتے۔ مشرق میں قاعدہ ہے کہ خالی دلائل خواہ کیسی پرزور و متین ہوں مگر اُس کے ہمراہ سپاہ کا زور نہ ہو تو اُس کا اثر کچھ نہیں ہوتا۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ میں ناناصاحب کو صرف اپنی جحتوں سے بحال کرا سکوں بےشک رزیڈنٹ کا خیال صحیح تھا ؏

گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق رزیڈنٹ گوالیار سے باہر جانے کے لئے ایک موسم کے واسطے تیار ہوا تو مہارانی اور اُس کے ہواخواہوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے اور اُن کو فکر و تردد پیدا ہوا۔ جب کسی برائی سے کسی گروہ کو تکلیف پہونچائی جاتی ہے تو اکثر اُس کی حرکت سے فضول خوف پیدا ہوتا ہے اب رزیڈنٹ کے چلے جانے کی تحقیقات شروع ہوئی۔ مشرقی درباروں میں دستور ہے کہ نہایت ادب کے ساتھ خالی اقرار کئے

جلتے ہیں۔ مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مہاراجہ اور مہارانی کو اپنے بچے جانیں اور اگر فرزندانہ اطاعت میں کوئی قصور ہوا ہو تو آپ اور گورنر جنرل پدرانہ محبت سے معاف فرمائیں لیکن ماما صاحب کو پھر بحال نہیں کیا۔ اس عرضی کا جواب رزیڈنٹ نے روکھا پھیکا دیا۔ جس کے معنے کچھ اور تھے اور وہ خود دھولپور چلا گیا ہے

گورنمنٹ نے جو اصول عدم مداخلت کا اختیار کر رکھا تھا اُس کی پابندی مشکل تھی۔ ماما صاحب سرونج میں چلا گیا تھا اور یہ خوف تھا کہ گوالیار کا دربار اُس کی گرفتاری میں کوشش کرے گا ماما صاحب کی معزولی میں گورنمنٹ کے چپ چاپ رہنے سے اس کی قدر و منزلت میں فرق آیا تھا۔ شروع میں اُس کے مقید ہوجانے سے اُس کی اور بیٹی ہوتی تھی۔ ۳۔ جون کو گورنر جنرل نے ظاہر کیا کہ وہ ماما صاحب کے معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور رزیڈنٹ کو چاہئیے کہ وہ ماما صاحب خواہ سرونج میں رہے یا کہیں اور اس سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کو یہ ثابت ہوگیا کہ ماما صاحب کو اپنے عہدہ کی لیاقت نہیں ہے وہ نہ مردوں نہ عورتوں میں انتظام کرسکتا ہے اور گوالیار کی مدار المہامی میں دونوں طرح کی لیاقت کی ضرورت ہے ہ

اب ۱۲۔ جولائی کو گورنر جنرل نے دوسری طرح کا حکم صادر فرمایا کہ اگر ماما صاحب کی ذات کے لئے ذرا سا بھی خوف ہو تو وہ مہارانی کو ان دہشت ناک الفاظ میں مخاطب ہو کہ اگر ریاست گوالیار کا ایک سپاہی بھی عملداری انگریزی کی سرحد میں قدم رکھے گا تو وہ یہ خیال کیا جائے گا کہ انگریزی عملداری پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور اس کو وہ سزا دیجائے گی جو حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس دھمکی کے ساتھ اس میں امیران سندھ کی سزا کی مثال دی گئی جو برٹش گورنمنٹ کے دشمن تھے اس چھٹی کی نقل مہارانی کے پاس بغیر مدار المہام کے بھیجی گئی یہ طریقہ بالکل اس اصول کے خلاف تھا جو چند مہینے پہلے مقرر ہوا تھا کہ مہارانی کو کچھ اختیار نہ تھا۔ اور کل اختیارات کا مرکز مدار المہام تھا جس کے ساتھ اب خط و کتابت ترک کی گئی۔ مہارانی نے اس چھٹی کے جواب میں عرض کیا کہ ماما صاحب پر کسی حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور مدار المہام نے بھی یہی جواب دیا ہ

اس باب میں سازشوں کا مفصل لکھنا مشکل ہے اور وہ دلچسپ بھی نہیں ہے اس کا یہ مختصر بیان کافی ہے کہ جس شخص نے ماما صاحب کو معزول کرایا اور بالکل صاحب اختیار ہوگیا اس کا نام دادا خاص جی والا تھا۔ یہ کوشش کی گئی کہ مہارانی کے باپ کو امورات سلطنت میں اختیارات حاصل ہوں اور ہر معاملہ میں اس سے صلاح پوچھی جائے۔ مگر دادا خاص جی والا نے کہا کہ حکومت کے اس طرح تقسیم ہونے سے غالباً بہت سی

برائیاں پیدا ہونگیں اس سبب سے وہی مختار کل رہا +
لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کا کل اختیار سپاہ کے ہاتھ میں تھا لشکر میں بیس ہزار سپاہی
تھے جو ریاست کی محافظت کی ضرورت سے زیادہ تھے اور ریاست کی آمدنی اس کے خرچ کے لئے کافی نہ تھی
وہ اُس کی آمدنی کو بیٹھے ہوئے اسی طرح کھاتے تھے جیسے کہ کیڑے - اس سپاہ میں افسر فرنگی یا ہندوستان زاد
فرنگی تھے مگر سپاہیوں اور افسروں میں تعلق معکوس تھا کہ سپاہی خود حاکم بن کر افسروں کو سزا دیتے تھے +
اب برٹش گورنمنٹ کی آہستگی کے ساتھ اس طرف توجہ ہوئی کہ ریاست گوالیار میں جو بدعملی اور
بے انتظامی ہو رہی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزی عملداری کی امن و عافیت میں خلل پڑے اگر اور وسایل
سے اُس کے دور کرنے میں کامیابی نہ ہو تو سپاہ سے اس میں مداخلت کرنی چاہیئے - ۱۰ اگست ۱۸۴۳ع کو
گورنر جنرل نے یہ ایک فقرہ اپنی تحریر میں اور زیادہ کیا کہ گوالیار میں فی الحال مدار المہام کی نئی تبدیلی ہوئی
ہے جس سے وہ مدار المہام معزول ہوا ہے جس کو ابھی برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا اور گوالیار میں کل سپاہ
جمع ہوئی ہے اور اس میں سے زبردستی تقریباً تمام ولایتی فرنگی اور ہندوستان زاد فرنگی موقوف کئے گئے
اور سول اور ملیٹری عہدوں کے لئے وہ افسر تجویز ہوئے جن کی عداوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مشہور
ہے اور مہاراجہ متوفی کے عہد میں جو عہدہ دار کہ برٹش گورنمنٹ کے کہنے سے مقرر ہوئے تھے وہ اپنے عہدوں
سے معزول ہوئے ہیں اور جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں انہوں نے ان سب باتوں میں غلو کیا ہے اس سبب سے برٹش
گورنمنٹ کے قایم مقاموں کی یہ خواہش ہوئی کہ گوالیار کے دربار پر اور ہندوستانی ریاستوں پر اپنے رعب
داب اور اثر کو سپاہ سے سہارا دے - اگرچہ آیندہ کے لئے صحیح صحیح حساب کرنا ناممکن ہے جب سپاہ اس رنگ
کی ہو جس میں نہ ڈسپلن ہو اور نہ تنخواہ ملتی ہو اور سپاہیوں کو اپنے بڑے حوصلوں کے مقاصد پورا کرنے کے لئے
کسی وسیلہ کے کام میں لانے کے لئے تامل نہ ہو تو آیندہ وہ کیا کریگی اُس کا صحیح صحیح جانچنا ناممکن ہے لیکن غالباً
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات وقوع میں آئیں کہ ریاست گوالیار کے جو اضلاع دور افتادہ مالوہ اور
ساگر اور بندھیل کھنڈ میں ہیں جن پر کوئی قوت غالب و حاکم نہ ہو وہ ہمارے اور ہمارے دوستوں
کی سرحدوں کی رعایا پر حملہ آور ہوں اور اُن کو غارت و تباہ کریں اور ہم مجبور ہوکر ریاست گوالیار
سے اس کی درستی اور اصلاح کی درخواست کریں جو حقیقت میں اس اصلاح کی لیاقت نہ رکھتی ہو اس لئے
ان اضلاع کی نسبت جو مالوہ میں اور اُس کے متصل ساگر میں گوالیار کی ریاست سے متعلق یہ تدابیر کرنی پڑیگی

لہ ہم جمنا پر یا اُس کے متصل سپاہ جرار کا کیمپ باندھیں اس لئے کمانڈر انچیف کو حکم ہوا کہ وہ کانپور میں کیمپ باندھے
ور ۱۵ ۔ اکتوبر کو ایک لشکر کا کیمپ جمنا پر یا اس کے قریب باندھے جس میں کم از کم بارہ پلٹنیں پیادوں کی اور اس کے
تناسب سواروں کے رسالے اور توپخانے ہوں اس اثنا میں اگرچہ مہارانی اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان
راسلت موقوف نہیں ہوئی مگر گوالیار میں بدعلی اور بے انتظامی نے آخر زیادہ پاؤں پھیلائے۔ مہارانی نے
پنی تمنا یہ ظاہر کی کہ برٹش رزیڈنٹ پھر گوالیار میں آجائے۔ لیکن رزیڈنٹ نے گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق یہ
لہا کہ وہ گوالیار میں ان شرائط کے موافق آئے گا کہ دادا خاص جی کے ہاتھ سے بالکل اختیارات لے لئے جائیں
ور اسکو سزا دیجائے اور وہ جلاوطن کیا جائے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ
کرے ۔ اس کاغذ کو دادا خاص جی نے مہارانی کو نہیں دیا جو رزیڈنٹ کی طرف سے مہارانی کو لکھا گیا تھا کہ دادا
لیا جلاوطن کیا جائے یا برٹش گورنمنٹ کے حوالہ ہو ۔ دادا جی کی طبیعت کا مقتضاء تھا کہ اس کاغذ کا
مضمون مہارانی کے کان تک نہ پہونچنے دے ۔ جب اس واقعہ سے گورنر جنرل کو اطلاع ہوئی تو اُس کو دادا
کے اس طریقۂ عمل پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے اس مراسلہ کو دبا رکھا یہ ایک جرم فوجداری برخلاف ریاست
گوالیار تھا ۔ جس میں مہارانی کی حکمرانی کے اختیارات کا ساقط کرنا اور کل اختیارات کا اپنے ہاتھ میں لے لینا
ثابت ہوتا ہے گورنر جنرل مع کونسل یہ اجازت نہیں دے گا کہ ریاست گوالیار میں کوئی رعیت؛
اپنے پادشاہ کی حکومت سے زیادہ حکومت رکھے ۔ گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ اس غصہ آمیز مایوسی کو
مہارانی کو مطلع کرے کہ دادا خاص جی نے اس مراسلت کو جو اس کی مخالفت میں تھی مہارانی تک نہ پہونچنے
دیا ۔ مگر گورنر جنرل کی اس تحریر کی طرز مبالغہ آمیز تھی کہ اس نے دادا کے اس کام کو ریاست گوالیار کے برخلاف
ایک جرم فوجداری قرار دیا ۔ حقیقت میں اس وقت گوالیار کوئی سٹیٹ نہ تھی اور نہ اس میں کوئی گورنمنٹ جو دیج
تھی ۔ اس معاملہ کی توضیح میں جو یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ دادا کے اس کام سے مہارانی کی حکومت معطل ہوتی ہے
بالکل ضعیف و مہمل ہے ۔ یہ سچ ہے کہ دلوا کو یہ اختیار نہ تھا جو وہ کام میں لایا ۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ برٹش
گورنمنٹ نے اپنے اس یقین کا اعلان کر دیا تھا کہ مہارانی کے اختیارات سلطانی حاصل نہیں ہیں ۔ اس نے اپنی
کم عمری کے سبب سے سنجیدگی کے ساتھ صحیح فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی سلطنت کے کاموں کے کرنے کے لئے بالکل
لایق نہیں ۔ اس کی کچھ حکومت نہ تھی مگر ہاں اُس کے پاس وہ حکومت بھی جو دادا کی طرح اُس نے غصب کر لی تھی
برٹش گورنمنٹ کے حکم سے ایک مدار المہام مقرر ہوا تھا ۔ جس نے اُسکو معزول کر دیا تھا اس تجویز کے اختیار کی

وہ مجازنہ تھی +

گورنرجنرل کلکتہ سے چلنے کی تیاری اس لئے کررہا تھا کہ گوالیار کے قریب پہونچکر برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان جو مخالفت ہے اس کا فیصلہ کرے اپنی روانگی سے پہلے اُس نے ایک طول طویل فہرست میں اپنے سفر کی دلیل لکھی ہے اس تحریر میں وہ مشتہر اور ثابت کرتے ہیں کہ ستلج سے ورے برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھنے کا استحقاق رکھتی ہے اس مسئلہ کا سبق مشرق اور انگلستان میں مدبران ملکی نے بہت آہستہ آہستہ پڑھا ہے کہ ہند میں ایک ایسی سلطنت ہونی چاہیئے کہ وہ سب حکومتوں پر استیلا و استعلا رکھتی ہو اور وہ سلطنت برٹش گورنمنٹ کی ہونی چاہیئے۔ لیکن اب یہ مسئلہ سب مدبران ملکی کے دل نشین ہوگیا ہے کہ آسانی سے محو نہیں ہوسکتا لارڈ ایلن برا کا یہ اشتہار کہ برٹش گورنمنٹ سب سے اعلےٰ حکومت رکھتی ہے صحیح اور درست تھا اسی اصول پر اس کی ساری کرتیں مبنی تھیں اس تحریر کا دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مجھے اس امر کی بہت کم امید ہے کہ معاملات گوالیار کا فیصلہ بغیر سپاہ کے زور کے کسی اور طرح سے ہوسکے اور پہلی نومبر ۱۸۴۳ء کو اُن کو تاور سوجھی کہ ہمارا فرض فقط یہی نہیں ہے کہ ہم اپنی عملداری کو ئی رخنہ نہ پڑنے دیں بلکہ انسانیت کا بھی یہ فرض ہے کہ ہم کل ہندوستان میں خلل نہ پڑنے دیں۔ اس پولیسی کے نئے خیالات جن میں ہم ضعف کا نام اعتدال اور بزدلی کا نام تحمل رکھتے ہیں ہماری رعایا کے اور ہمارے مملکت کے سر پر سے ان بلاؤں کو نہیں ٹال سکتے۔ جب تک کہ ہم ہندوستان پر آنے سے اپنے زبردست ہاتھوں سے اُن کو نہیں روکیں گے +

پھر سیندھیا کی مملکت کے انتشار اور بدانتظامی کو بیان کیا کہ حالت موجودہ میں وہ برائیوں کا ایک مخزن ہے مہاراجہ سیندھیا کا ذکر اس طرح کیا جس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس معزول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ مہاراج کو لکھتے ہیں کہ غریب آدمی کا لڑکا ہے اور تعلیم یافتہ نہیں کئی دفعہ اس کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کو کوئی امر عظیم سمجھتے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم اُن کا یہ قیاس کس بنا پر مبنی تھا۔ ہندوستان کے رؤسا اور والیان ملک اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ کمتر ہوتے ہیں اگرچہ مہاراجہ کی تعلیم ایسی نہ تھی کہ جس پر فخر کیا جائے مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ناتعلیم یافتہ تھا۔ گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کرلیا تھا کہ مہاراجہ نے مرہٹی زبان کے علم ادب میں ایسی ترقی کی جیسی کہ اس عمر میں لڑکے کیا کرتے ہیں یہ اکثر نہیں ہوتا کہ آٹھ نو برس کے لڑکے حکیم یا زبان دان ہوں۔ پھر مہاراج پر یہ اعتراض بھی بیجا تھا کہ وہ خاندان سیندھیا میں سے نہیں جو حکمران ہے بلکہ اس خاندان میں سے ہے جس سے سلطنت چھن گئی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کرکے کہ وہ

جن کو جی راؤ سیندھیا کا اقرب رشتہ دار تھا اور اُس کے متبنہ ہونے اور گدی نشینی کو اسی سنہ میں مان
لیا تھا۔ پھر نومبر میں اُس کو یہ لکھنا فضول تھا کہ زمانہ نے اور سپاہ نے اُس کو اپنے فائدوں کے لئے راجہ بنا لیا
تھا اور رعایا نے اس کو راجہ نہیں بنایا اس لئے اُس کے نام کے ساتھ راجا کا لفظ نہ لگایا جائے اگرچہ یہ بات
سچ تھی۔ مگر جب برٹش گورنمنٹ نے اس کی گدی نشینی کو اسی سنہ میں اپنی منظوری سے مستقل اور مستحکم کر دیا
تو یہ اعتراض مشتے بعد از جنگ تھا۔ ان بیانات کے بعد مدار المہام کے معزول ہونے کا ذکر لکھا ہے کہ برٹش
رزیڈنٹ کے بیانوں کا کچھ اثر نہیں ہوا مدار المہام کا رقیب مدار المہام ہو کر بالکل صاحب اختیار ہو گیا۔ اور
عیسائی افسروں کی باستثنائے چند بُری مدارات کی کہ سپاہیوں نے اُن کو کیمپ سے نکال دیا اور ہمارے
بیانات پر جو افسر اپنے عہدوں سے موقوف ہوئے تھے وہ پھر بحال ہوئے۔ وہ افسر جو ہم سے دوستانہ تعلق
رکھنا چاہتے تھے بالکل اپنے عہدوں سے نکالے گئے اور گوالیار نے سارے ہندوستان کو اس مدار المہام
کی مثال کو دکھایا کہ جس کو برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا وہ اس ملک سے نکال دیا گیا جس میں وہ حکومت کرتا
تھا اور اس کی جگہ وہ مدار المہام مقرر کیا گیا جو اپنے اعمال سے تبلاتا کہ برٹش گورنمنٹ کا بدخواہ دشمن ہے۔

گوالیار میں مداخلت

باوجود اُن تمام معاملات کے جن میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی گستاخیاں کی گئیں اور اُن سے
رعایا کی امن اور عافیت میں خلل پڑا۔ گورنر جنرل نے اس پر قناعت کی کہ اُس نے اپنے رزیڈنٹ کو گوالیار
سے ایک فاصلہ پر بلا لیا اور سپاہ کے گروہوں کو چھوڑ دیا کہ وہ افسروں کو معزول اور مقرر اپنی دانائی سے کیا
کریں اور اپنی مرضی کے موافق لوٹ مار کیا کریں اور خاندان سیندھیا کی عملداری میں اور سرحدوں پر
جو رعایا رہتی ہے اُس کو دہشت دلایا کریں گورنر جنرل نے لکھا کہ ان معمولی حالتوں میں شاید ہم وقت کے منتظر
رہیں اور ہم کو یقین ہے کہ رئیسوں میں باہم فساد و نزاع پیدا ہو اور ہندوستانی درباروں کے انقلابوں کے
سبب سے ہمارا پھر رعب و داب اور اثر گوالیار میں پیدا ہو اس لئے بالفعل مداخلت کی گوالیار میں ضرورت
نہیں۔ لیکن مداخلت کی جو جلدی سے ضرورت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہوا
اور پنجاب میں بدنظمی نے پاؤں پھیلائے۔ شیر سنگھ اور اُس کا بیٹا مارا گیا۔ سکھوں کی سپاہ کا زور زیادہ ہو گیا۔
اس لئے جو پہلے انتظار کی پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اس کا رکھنا ناممکن ہو گیا۔ گورنر جنرل نے اس باب

میں اپنے خیالات ظاہر کئے کہ دریائے ستلج سے تین میل کے فاصلہ پر ستر ہزار سپاہ ہے جس کو اپنی قوت پر اعتماد
ہے اور اپنے ہمسایہ پر فتح یابیوں کے حاصل کرنے کے نشہ میں وحشت ہو رہی ہے لڑائی اور لوٹ مار کی بھوکی
ہے اور بن سری بن رہی ہے کوئی ڈسپلن اس میں نہیں ہے یہ امید ہوتی ہے اور یہ توقع ممکن ہے کہ یہ سپاہ
دشمن کی ایسی کوئی حرکت نہ کرے کہ جس سے ستلج پار لڑائی ٹھن جائے۔ لیکن یہ خطا قابل معافی نہیں ہے کہ جہاں تک
ممکن ہے اس سپاہ کے لئے مخالفانہ دور اندیشی و حزم و احتیاط اور پیش بندی نہ کی جائے۔ پھر اس سے
زیادہ کوئی حزم و احتیاط ضروری نہیں ہے کہ ہم گوالیار کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم کرکے اپنے پیچھے کوئی
کھٹکا باقی نہ رکھیں جس سے ہماری مرہلت اور آمد و رفت میں کوئی خلل عائد ہو۔ گورنر جنرل نے اپنی اس رائے
کو ظاہر کیا کہ بلحاظ لاہور کے یہ ضرور ہے کہ گوالیار سے پہلے عام جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائے گورنر جنرل نے اس
بنا پر اپنا یقین ظاہر کیا کہ گورنمنٹ اپنے دعووں کو اس ایک بات پر مقید کرے کہ دادا خاص جی والا گوالیار
سے خارج کیا جاوے اس بات کو وہ خیال کرتے تھے کہ اس سے کچھ وقت کے لئے گوالیار میں در اصل بڑا غالب
رعب و داب اثر حاصل ہوگا جس کے سبب سے سپاہ کی تخفیف میں بڑا اثر ہوگا اور حسب مراد اور تدابیر بھی چل جائینگی۔
ان تدابیر کے جاری کرنے کو اس نے حالات پر اور اپنے خیالات کی اُن ترمیم و تبدیل پر موقوف رکھا جو سوچنے
سے پیدا ہوں اور جن کا وقوع غالباً ہوا جس وقت میں کہ گورنر جنرل مضمون مذکورہ بالا کو لکھ رہے تھے گوالیار کے
معاملات کی صورت اور بھی بگڑ گئی تھی سپاہ کے تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق دادا خاص جی والا کا دوست
تھا۔ دوسرا فریق اس کا دشمن تیسرا فریق نہ دوست نہ دشمن۔ دوسرے فریق نے دادا کو گرفتار کر لیا اور توقع تھی
کہ دھولپور میں وہ رزیڈنٹ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی بابو ستو لیادیس بکھ جو
دادا کی گرفتاری میں بڑا مستعد تھا اُس نے رزیڈنٹ کو اس واقعہ سے جو وقوع میں آیا تھا اطلاع دی اور
اپنی یہ امید ظاہر کی کہ برٹش گورنمنٹ اس کی اور اور سرداروں کی اس حسن کارگذاری سے بڑی خوش
ہوگی جو بڑی تمنا یہ رکھتی ہے کہ آپس میں نیک و خوش معاملگی ہو رزیڈنٹ نے اس خط کے جواب میں دادا کی
گرفتاری کا شکریہ ادا کیا اور پکڑنے والوں کی تعریف کی اور بڑی تاکید سے لکھا کہ قیدی اُس کے حوالہ کر دیا
جائے چند روز میں اسی صلاح کے باب میں رزیڈنٹ نے مہارانی کو خط بھیجا جسکو منشی نے کہ دربار میں گیا مگر بے نیل مرام
رہا مہارانی کو دادا کی ذات پر کچھ اختیار نہ تھا وہ اس فریق کے ہاتھ میں گرفتار تھا جس کی رانی خود تابع تھی اسی کے
سبب سے رانی نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میں مجبور ہوں کہ رزیڈنٹ کی درخواست کے موافق کام نہیں کرسکتی

اور اس بات پر وہ جمی رہی وہ اور اُس کے صلاح کار جن کے ہاتھ میں کاٹ کی پتلی کی طرح تھی آپس میں متفق الرائے ہوئے کہ دادا کا حوالہ کر دینا ہی صرف ایک ایسی تدبیر ہے جو انگریزی سپاہ کو آگے بڑھنے سے روک دے گی یہ پہلی ہی دفعہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ریاست گوالیار سے ایک قیدی کو مانگا ہے دھولپور میں دربار سے رزیڈنٹ کا منشی واپس آیا اس کا وہاں ذرا سا کام بھی نہیں بنا ایک اخبار نویس نے لکھا کہ تمام فریق یہہ کہتے ہیں کہ سب طرف مشکلات ہی مشکلات ہیں کہ بائی مہارانی کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اسکے باپ گنوپرا کے ہوش وحواس ایسے درست نہیں کہ اس نازک وقت میں کام کو سرانجام دے جو فریق ہیں اُن میں آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہر ایک کو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ دوسرا دغا وفریب نہ دے بائی صاحب یہہ چاہتی ہیں کہ بابو صاحب دربار میں آئیں اور صلاح مشورہ دیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ گنوپرا اس کا اطمینان کر سکے کہ وہ گرفتار نہ کیا جائے گا بابو صاحب چاہتا ہے کہ دربار میں آنکر صلاح اور مشورہ دے بشرطیکہ کرنیل جیکب (ایک برگیڈ کے افسر اعلےٰ) اس کے کفیل ہوں کہ کوئی دغا اور فریب نہیں دیجائے گی کرنیل صاحب اس اندیشہ میں ہیں کہ بابو صاحب اور گنوپرا دونوں زبردست سردار ہیں اُنہی کے اختیار میں یہ نہیں کہ اُن کی آپس کی دغابازی اور مکاری کا انسداد کر سکے بس اس طرح سے اُن کی باہمی نزاع کا کسی طور سے فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا *

مہارانی اور رزیڈنٹ کے درمیان اور خط وکتابت ہوئی۔ مگر بے فایدہ۔ کرنیل سپائرس رزیڈنٹ دھولپور سے ناگپور میں رزیڈنٹی پر بدل گئے اس تبدیلی کا سبب نہیں معلوم ہوا اور کرنیل سلیمن اُن کی جگہ مقرر ہوئے جن کی نسبت ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ صاحب ممدوح اپنے ہندوستان کی ملازمت دراز میں ایک ہفتہ بھی گوالیار میں نہیں رہے تھے مگر دربار گوالیار کے ایسے مخالف تھے کہ اُنہوں نے گوالیار کے رزیڈنٹ ہونے سے پہلے ایک کتاب چھاپ کر انگلینڈ بھیجی تھی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ میں دنیا کا ایک شہری آدمی ہوں میں اس خیال سے اپنے تئیں روک نہیں سکتا کہ اگر گوالیار کے دربار کو اور اُس کی گردکی سپاہ کو کوئی زلزلہ نگل جائے تو بنی نوع انسان کے بڑے حصہ پر خدا کا بڑا فضل وکرم ہو اس رزیڈنٹ کے مبادلہ کے تھوڑے دنوں بعد دو فریقوں میں آپس میں خوب مخالفت کا زور ہوا اور دونوں میں آپس میں توپ بازی ہوئی۔ پھر مہارانی کے حکم سے یہ توپ بازی موقوف ہوئی جس کی ابتدا سپاہ کے اُس فریق نے کی تھی جو مہارانی کا رفیق تھا انگریزی سپاہ کے قریب آنے نے اور غالباً سرحد گوالیار پر اُس کے

آگے بڑھنے نے بڑی ہل چل گوالیار میں ڈالی اور کچھ وقت تک یہ امید رہی کہ اگر دادا حوالے کر دیا جائے گا تو سپاہ
کا آگے بڑھنا رک جائے گا مگر کوئی امر محقق نہ تھا۔ ۱۱۔ دسمبر ۱۸۴۳ء کو گورنر جنرل آگرہ میں آیا اُس نے حکم دیا کہ
جس قدر جلد ممکن ہو سپاہ آگے بڑھے اور دوسرے دن اُس نے اپنے ارادہ سے مہارانی کو تحریری اطلاع دی
سپاہ کے آگے بڑھنے نے حصول مقصد میں تائید کی کہ دادا خاص جی حوالہ کیا گیا اور آگرہ کو وہ روانہ کیا گیا اس
سپاہ کے بڑھنے کے خوف سے گورنر جنرل کا مقصد اعظم دادا کی گرفتاری کا حاصل ہوا۔ کھانا کھانے سے گورنر
جنرل کی اور اشتہا بڑھی تو اُس نے اپنی پولیسی کو بدلا۔ کہ وہ دو مہینے سے جس کام کو فقط رعب و داب کے اثر سے
حاصل کرنا چاہتے تھے اب سپاہ کے خوف سے اُس کا حاصل کرنا چاہنے لگے ۱۸۔ دسمبر کو انہوں نے نئے رزیڈنٹ
کو مطلع کیا کہ دادا خاص جی کے حوالے ہونے سے گورنر جنرل بڑا خوش ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ مہارانی اور دربار اپنے دوستانہ رشتہ مندی کو بحال کرنا چاہتے ہیں لیکن مہارانی کو اطلاع دیگئی ہے
کہ انگریزی سپاہ جب تک آگے بڑھنے سے رکے گی نہیں جب تک گورنر جنرل کو یہ ضمانت نہ دی جائے گی کہ حدود
مشترکہ پر آئندہ بالکل امن و عافیت رہے گی اور گوالیار میں ایسی گورنمنٹ ہو جائے گی کہ وہ اپنی رعایا سے مٹ بھیڑ
کرنے کے لئے راضی اور قابل ہوگی اور برٹش گورنمنٹ اور اُس کے دوستوں کے ساتھ مستقل رشتہ اتحاد کو
مضبوط رکھے گی۔ ۲۰۔ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے خاص سرداروں کا آپس میں مل کر صلاح و مشورہ یہ ہوا
کہ سپاہ کے آگے کا سفر کرنا فقط اس شرط سے موقوف ہو سکتا ہے کہ ایک عہدنامہ پر جس میں شرائط جو برٹش
گورنمنٹ نے پیش کی ہیں تین دن کے اندر تصدیق ہو کر۔ اور دستخط ہو کر مکمل ہو جائے صرف یہی تبدیلی نہیں ہوئی
بلکہ پہلی نومبر کو جو نوشتہ تحریر ہوا تھا اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی ریاست گوالیار کے معاملات
میں مداخلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں سب سے اعلٰے حکومت ہے اسکا فرض ہے کہ کل ملک میں وہ امن و
عافیت کو برقرار رکھے اور جب کوئی اس کی خود یا اُس کے دوستوں کی سرحدوں پر فتنہ و فساد و آشوب و شر کی
صورت پیدا ہو تو وہ اُس کو رفع دفع کرے اب اُس کی جگہ یہ فقرہ لکھا گیا کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ کے
تعلقات موجودہ پر نظر کی جاتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ماما صاحب کا معزول ہونا اور دادا خاص جی والا کا مدار المہام مقرر
ہونا کسی اور طرح سے سوائے اس کے خیال کیا جائے کہ گوالیار کے زنانہ کے کامیاب سازشوں اور سپاہ کی بدنظمی کے
سبب سے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی مخالفت ہوگئی ہے۔ سپاہ تیس ہزار ہے جس کے ساتھ بڑا توپخانہ ہے اور ایک
ایسے افسر کے ماتحت ہے جو اپنے عہدہ پر برخلاف برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے قایم رہے گا ایسی سپاہ ممالک

مغربی کی دارالسلطنت سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے۔ریاست گوالیار کی سرحدیں بڑے فاصلہ تک انگریزی عملداری کے اضلاع ساگر کی سرحد سے اور بندھیل کھنڈ کے راجاؤں کی عملداری کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں۔اور وہ ایسی پھیلی ہوئی ہیں کہ مالوہ میں دریا نربدا اور تاپتی ندی کے پار انگریزوں کی دوستوں کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں ان مقامات میں انتظام اور بند وبست کے لئے اور شر و فسادوں کے دور کرنے کے واسطے ضرور ہے کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ دونوں باہم شریک و متحد ہو کر کام کریں ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے خود انصاف کریں کہ جب یہہ بیان کرتے ہیں کہ اضلاع بندھیل کھنڈ اور زرخیز اضلاع نربدا اور ساگر میں بالکل انگریزی عملداری تھی جن کی سرحدیں ریاست گوالیار کی سرحدوں سے ملی ہوئی تھیں دو برس پہلے سے اور اس وقت یہاں کی رعایا بغاوت کر رہی تھی سیندھیا کی دو ہزار سپاہ کنٹنجنٹ سڑکوں پر فساد نہیں اُٹھنے دیتی تھی۔باغی انگریزی عملداری کے ایک معمور حصّہ کو لاسا کو غارت کر رہے تھے وہ گوالیار سے سو میل پر تھا اور مہارانی کا قابل افسر کرنیل سیلوا ٹور اپنی سپاہیوں سے انگریزوں کے ایک حصّہ اور بلیہ ہٹ کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا رہا تھا جو اُس میں آگ لگانے کو تیار تھے۔موسم گرما کی سختی کے سبب سے انگریزوں نے مہارانی سے سپاہ مستعار لی تھی کہ فسادوں کو دور کریں۔گوالیار کی سرحد پر یہ فساد نہ تھا بلکہ جب سے انگریزوں کی سپاہ کابل گئی تھی ان اضلاع کی رعایا انگریزی عملداری سے برگشتہ ہو کر بغاوت کرتی تھی اور گوالیار کی سپاہ دوستانہ اُس کو فرو کرتی تھی۔یہ باغی کم از کم پچاس گاؤں بالکل تباہ کر چکے تھے جن کے باشندے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے تھے کئی انگریزی افسر مارے گئے تھے اس حکایت کے سننے پر ہنسی آتی ہے کرنیل سلیمن صاحب کے پاس جو ان تین اضلاع کے حاکم تھے اس چھوٹی سی بغاوت کا سرغنہ آیا تو اُنہوں نے اس سے یہ استفسار کیا کہ تیری آرامی مقبوضہ پر ہلکی جمع لگائی گئی تھی تو پھر کیوں اپنے ہمسایہ کے رقیبوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا تو اُس آدمی نے اکڑ کر اور کرنیل صاحب کو ترچھی نگاہوں سے دیکھکر کہا کہ یہ میرا طریقہ کچھ عجیب نہیں تھا میں اُن آدمیوں کا واقف کار تھا کہ جن کے پاس ہندوستان تھا اور اُن سے کچھ محصول نہیں لیا جاتا تھا پھر بھی وہ افغانستان پر کچھ اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے چڑھے یہ حال اُس وقت کا ہے کہ مہارانی کے پاس مراسلہ دہشت آور لکھا گیا تھا ؎

۱۲- دسمبر کو مہارانی کو مراسلہ میں لکھا گیا جس میں یہ بات بے ٹھکانے بیان کی گئی کہ دولت راؤ سیندھیا کے جانشین مہاراج کی ذات اور حقوق کی محافظت عہد نامہ کے موافق برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہے۔۱۹ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے سرداروں کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں رام راؤ پھلکیا

بھی تھا اُس نے امر مذکور کا ذکر کیا تو اُس کی حقیقت کھلی کہ عہد نامہ جس میں برٹش گورنمنٹ کا یہ حق اور فرض مندرج تھا کہ سیندھیا کے قایم مقام کی ذات کی وہ حفاظت کرے اور اس کے حقوق کو برقرار کرے۔

۱۸۰۴ع میں جو برہان پور میں عہد نامہ لکھا گیا تھا اُس میں یہ شرایط داخل تھیں اور اسی عہد نامہ کی بناء پر برٹش گورنمنٹ اپنے مداخلت کے استحقاق کو مبنی کرتی تھی رام بھاؤ کو اس عہد نامہ کے حال سے بہت کم واقفیت تھی اس نے کہا کہ گو یہ عہد نامہ میرے دفتر میں ہے مگر میں نے اُس کی طرف بہت برسوں سے التفات نہیں کیا ہے اور مجھے یاد نہیں کہ اس عہد نامہ میں کیا شرایط لکھی گئی ہیں ایک دفعہ اس میں یہ بھی تھی کہ جب مہاراج درخواست کرے تو اس کی امداد کے لئے سپاہ انگریزی جو سرحد کے قریب ہو بھیجی جائے تو رام راؤ بھاؤ نے کہا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط موجود ہے تو بالفعل کی حالت میں اس کا عمل میاں کیا ہے۔ آیا برٹش گورنمنٹ کی مداخلت مقصور ان ہی صورتوں میں جن میں مہاراج درخواست کرے۔ تو اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ عہد نامہ کے منشاء کے موافق صورت حال میں عمل کرنے کی ضرورت اس واقعیت کے سبب سے پیدا ہوئی ہے کہ مہاراج اور مہارانی دونوں کم عمر ہیں وہ اپنے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں۔ زشت طبع اہل کاروں نے دھوکہ بازی کر کے گورنمنٹ کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور مہاراجہ اور مہارانی دونوں ساقط الاختیار ہیں۔ ان اہل کاروں کی کارروائیوں سے وہ دوستانہ تعلقات شکستہ ہو گئے ہیں جو برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان تھے۔ اگر برٹش گورنمنٹ (جو کم عمر مہاراجہ کی محافظ و مربی کی بجائے ہے) یہ مداخلت نہ کریگی کہ وہ مہاراج کی ذات کو اور ملک کی گورنمنٹ کو قایم و برقرار رکھے تو ریاست گوالیار کی بربادی کی صورت پیدا ہو گی اس مجلس کے بعد ایک اور مجلس منعقد ہوئی جس کا مقصد اعظم یہ تھا کہ گورنر جنرل اور مہارانی اور مہاراجہ کی ملاقات کے لئے مباحثہ ہو کر یہ امر طے پائے کہ ملاقات کس طرح کی جائے گوالیار کے امرا یہ کہتے تھے کہ ملاقات اس جگہ ہو جہاں سپاہ ٹھیری ہوئی ہے۔ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ گوالیار میں جب گورنر جنرل آتا ہے تو اس مقام پر اول راجہ ملنے جاتا ہے۔ اس دستور کے خلاف اگر ملاقات ہو گی تو راج کی ہیٹی ہو گی۔ گورنر جنرل نے آگے بڑھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ گوالیار کے سرداروں نے بڑی منت و سماجت سے عرض کیا کہ اس معاملہ پر حضور غور سے نظر ثانی فرماویں کہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ گوالیار کی عملداری میں چلی جائے گی تو خلاف دستور ہو گا اور مہاراج اور گورنمنٹ سیندھیا کو ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا۔ مگر اُن کی اس منت و سماجت کو گورنر جنرل نے

جب نہ سنا تو انہوں نے اور زیادہ لجاجت کی اور اپنا یہ یقین ظاہر کیا کہ اگر انگریزی سپاہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے سرحد گوالیار سے گزرے گی تو سپاہ گوالیار جس میں ہل چل پڑ رہی ہے یقین کرے گی کہ گورنر جنرل دوستانہ نہیں آیا۔ بلکہ دشمنی کی غرض سے آیا ہے اس عہدنامہ کی زبان کو جس سے حضور نے یہ منصوبہ باندھ کے قدم اُٹھایا ہے اس کو نظر غور سے پھر دیکھئے اس لئے کہ حضور ریاست گوالیار کے بالکل مختار و مالک ہیں چاہیں اسے برقرار رکھیں چاہیں برباد کریں۔ ہماری رائے میں اگر مہاراج اور گورنر جنرل کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ سرحد گوالیار میں گزر جائے گی تو اس کے نتیجے بڑے کڑے ظہور میں آئیں گے۔ بعد بہت سی تکرار اور مباحثہ کے گورنر جنرل نے یہ ارشاد کیا کہ پہلی مجلس میں جو عہدنامہ کے اصول قایم ہوئے ہیں اس کے موافق مفصل عہدنامہ مرتب ہوا اور ۲۲۔ دسمبر کو مہاراج گورنر جنرل سے ملاقات کرے اور اس عہدنامہ کی تصدیق کرے اور سردار ضامن ہوں کہ عہدنامہ کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس دن تک ان شرایط پر چنبل سے پار سپاہ کی آگے روانگی ملتوی رہے گی اور اگر سردار اپنے ضمانت نامہ کے موافق کام نہ کریں گے تو اُن پر بھاری جرمانہ کیا جائے گا۔ تھوڑی تامل کے بعد سرداروں نے یہ کہا کہ ہم مہاراج کو ملاقات کے لئے ایسا جلد نہیں لا سکتے مجلس برخاست ہوئی جس کا مآل یہ ہوا کہ ہنگونا میں ۲۶۔ دسمبر کو چنبل سے پار ایک منزل پر مہاراج کی ملاقات کا ہونا قرار پایا ؛

کرنیل سلیمن رزیڈنٹ نے ۲۱ دسمبر کو گورنر جنرل کو چٹھی لکھی اور گوالیار میں جو امر اُنکے ذہن نشین ہوا تھا اس طرح بیان کیا کہ جب میں نے گورنر جنرل کے ارادہ کو ۲۲۔ دسمبر کو چنبل سے پار اُترنے کو بیان کیا تو شوچرن راؤ برادر رام راؤ پھلکیا اور بلونت راؤ نے جو مجھ سے ملنے آئے تھے گڑگڑا کر یہ عرض کی کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مہاراج گورنر جنرل سے چنبل پار ملاقات کرتے ہیں اس دستور کے برخلاف ملاقات نہ ہو۔ اس بات کا اُن کو بہت خیال ہے ؛

۱۸۳۲ء کی مثال بیان کی گئی کہ مہاراج پہلے چنبل سے پار گورنر جنرل سے ملاقات کرنے گئے اور دوسرے روز گورنر جنرل بازدید کے لئے چنبل کے وار آئے۔ ۲۲۔ دسمبر کی چٹھی میں کرنیل سلیمن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مہاراج اور مہارانی سے ملاقات کی ان سے اور سرداروں کے مجمع سے کہا کہ گورنر جنرل نے مجھے اپنے کیمپ میں بلایا ہے تاکہ نوجوان مہاراجہ کی معیت میں پھر میں مراجعت کروں۔ سرداروں نے اپنی بڑی توقع شوق سے یہ ظاہر کی کہ چنبل کی دوسری طرف ملاقات ہو ؛

۲۴-دسمبر کو گورنر جنرل کے سکرٹری کو کرنیل سلیمن نے لکھا کہ ہماری سپاہ جو چنبل سے پار جاتی ہے اُس کے آدمیوں سے گوالیار کے سپاہی کہتے ہیں کہ یہ انگریزوں کی حرکت جنگ کے لئے ہے - ۲۵ کو پھر کرنیل سلیمن نے خوب اچھی طرح لکھا کہ یہاں کی سپاہ میں بالکل ابتری ہے یہ ناممکن ہے کہ ہماری سپاہ چنبل پار اُترے اور اس سے لڑائی نہ ہو- دھنیلا میں دریا کے دونوں طرف توپیں لگی ہوئی ہیں اور سپاہ ڈینگیں مار رہی ہے کہ اگر گورنر جنرل آگے گوالیار کی طرف بڑھے گا تو ہم اُس کا مقابلہ کر کے چنبل پار اُتار دیں گے ؛

ہنگونا سے گورنر جنرل نے ۲۵-دسمبر کو یہ اشتہار مہارانی کے پاس بھیجدیا تھا- کہ انگریزی سپاہ سیندھیا کے ملک میں دوستانہ عہد نامہ کے موافق داخل ہوئی ہے کہ مہاراج کی ذات کی محافظت کرے اور اس کی شاہانہ قوت کو برقرار رکھے- ۲۶-دسمبر کو مہارانی اس عہد نامہ کی تصدیق کرے اگر اسکے آگے التوا کیا جائے گا تو پندرہ ہزار روپے روزانہ جرمانہ لیا جائے گا- ۲۷ دسمبر کو ایک اور اشتہار اسی مضمون کا جو پہلے جاری ہوا تھا دیا گیا ؛

بابو سنتولیا دیس مکھ جو انگریزوں کا دوست سمجھا گیا تھا اور وہ انگریزی کیمپ میں شرائط عہدنامہ ٹھیرانے کے لئے تین روز ٹھیرا تھا- ۲۵- دسمبر کو تین دن بعد جب گورنر جنرل کی سپاہ نے چنبل سے عبور کیا تھا گوالیار کو چلا گیا اور وہاں اس سپاہ کے ڈویژن کا افسر ہوا جو انگریزی سپاہ کے کوچ کے روکنے کے لئے مقرر ہوئی تھی- اور ۲۶ کو سیتا جی انگرائی اس کا سردفتر بغیر اطلاع چلا گیا- ۲۸-تاریخ کو جو عہد نامہ کی تصدیق کے لئے مقرر ہوئی تھی وہ بھی گزر گئی اور تصدیق نہیں ہوئی ؛

افسوس ہے کہ لڑائی کا آغاز جس طرح ہوا اسکے حالات کی تفصیل ناقص اور بے ٹھکانے ہے جو مراسلہ گورنر جنرل کو اس لڑائی اور اس کے نتیجے کے باب میں کمانڈر انچیف نے لکھا تھا وہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ حضور نے ۲۹ تاریخ کے کام ملاحظہ کئے ہیں اور میرے بہت سے خطوط حضور کے پاس ہیں جنمیں میں نے اپنا انتظام بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کی سپاہ جو ایک مستحکم مقام جونڈا میں مقیم ہے اُس پر کس طرح حملہ کیا جاے گا- مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں بہ تفصیل یہ بیان کروں کہ دشمن کا مقام کہاں ہے اور میں نے اس پر حملہ کرنے کا کیا باقاعدہ بندوبست کیا ہے اس طرح اطلاع نہ دینے کے دلایل کا بیان کرنا مناسب نہ تھا- پھر آگے کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ دشمن نے جونڈا میں اپنا مقام خوب دیکھ بھال کر پسند کیا ہے اور اُسکو نہایت مستحکم کیا ہے اور اس میں توپیں اس خوش اسلوبی سے لگائی ہیں کہ میں نے

پہلے کبھی توپوں کو اس طرح سے لگا ہوا نہیں دیکھا۔ پیادوں کی مرہٹہ سپاہ جن کا مذہب توپ پرستی ہے وہ توپوں کی خوب محافظت کر رہی ہیں پھر انہوں نے حملہ کرنے کی تدبیر بھی بتائی ہے کہ دشمن پر فلاں سپاہ اور فلاں افسر کو بھیجوں گا پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ جس ملک میں سپاہ بڑھیگی وہ دشوار گذار ہے اسمیں بڑے بڑے نالے اور کھل آتے ہیں جو سد راہ ہوتے ہیں۔ میجر سمتھ کے سیپر بڑی محنت کرکے راستہ صاف کرتے تھے ؛

بس کمانڈر انچیف نے مختصر سا بیان اپنے ارادوں اور تیاریوں کا لکھا جو جونڈا پر مرہٹوں نے حملہ کرنے کے لئے سوچے تھے اُن کو توقع نہ تھی کہ مہاراج پور میں دشمن سے لڑنا پڑے گا۔ جب انگریزی سپاہ یہاں آئی اور اس پر دشمن نے گولہ باری کی تو معلوم ہوا کہ دشمن کی سپاہ یہاں موجود ہے اور شب گذشتہ کو مرہٹوں کی سات پلٹنوں نے مع توپخانوں کے ایک مستحکم مقام میں اقامت کی ہے تو پھر کمانڈر انچیف نے جو مرہٹوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ پہلے باندھا تھا اُس کو بدل دیا اور حملہ کیا۔ مہاراج پور سے دشمن کو نکال دیا۔ دشمنوں نے اپنی توپوں کے بچانے میں بڑی سرگرمی سے کوشش کی۔ مگر انگریزی سپاہ نے اُن کے چار علم اور دو افسر کمانیر گرفتار کئے۔ غرض بڑی مشکل سے کامل فتح حاصل ہوئی اور بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ سو سپاہی مجروح و مقتول و مفرور ہوئے۔ انگریزی سپاہ کا مقابلہ ہندوستانی سپاہ نے ایسی سختی سے اس حال میں بھی کمتر کیا ہے کہ جہاں دونوں کی سپاہ کی تعدادوں میں غیر مناسبت بہ نسبت یہاں کے بہت زیادہ تھی۔ کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ جانیں جو تلف ہوئیں وہ میرے اس تخمینہ سے جو میں نے کیا تھا بہت زیادہ تھیں میں نے دشمنوں کی بہادری کے اندازہ کرنے میں انصاف نہیں کیا تھا ؛

اسی دن کہ کمانڈر انچیف کو فتح حاصل ہوئی دوسری فتح پنیار میں میجر جنرل گرے کو حاصل ہوئی۔ اُنہوں نے مرہٹوں کے ایک بڑے لشکر کو شکست دی۔ ۹ دسمبر کو جنرل گرے نے ۱۶ میل سفر کیا اور ایک تنگ وادی میں جو ہمت گڑھ سے پنیار تک تھا گزرنا چاہا۔ دشمن نے بھی اس کے محاذی و متوازی سفر کیا اور منگور گاؤں کی بلندیوں پر چڑھ گیا اور انگریزی سپاہ پر گولہ زنی کی۔ بریگیڈیر پری اٹ سوار اور کپتان براز سی توپخانے کر گئے اور دشمنوں کی توپوں کو بند کر دیا۔ دوپہر کے بعد چار بجے پہاڑیوں پر چار میل کے فاصلہ پر انگریزی لشکر سے دشمن نظر آیا۔ جنرل گرے نے ان پر حملہ کیا اور ایک بلندی سے دوسری بلندی پر دشمنوں کو ہٹایا غرض لڑائی کا خاتمہ انگریزوں کی فتح پر ہوا ؛

ان دو فتحوں کا نتیجہ یہ تھا کہ مہارانی اور اُسکے صلاح کار راضی ہو گئے کہ انگریز جو شرائط عہدنامہ

تجویز کریں وہ ہم منظور کرلیں - ۲۰- دسمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجہ اور مہارانی اور گورنر جنرل ایک مجلس میں جمع ہوئے طرفین سے تپاک کی باتیں ہوئیں جس میں کچھ نفاق کی بھی آمیزش تھی - حالت موجودہ کے موافق یہ تجویزیں طرفین سے منظور ہوئیں کہ مہاراجہ یہ حکم اپنے افسروں اور ملازموں کے نام جاری کرے کہ انگریزی سپاہ کے ساتھ لڑائی کرنے سے باز رہیں اور اسی قسم کا حکم گورنر جنرل جاری کرے کہ انگریزی سپاہ مرہٹوں کی سپاہ سے اگر وہ حملہ نہ کرے تو نہ لڑے اور مہاراج یہ احکام جاری کریں کہ کسی جنرل جس قدر رسد کی درخواست کرے وہ بہم پہونچائی جائے اور مہاراج کے یہ احکام اس طرح بھیجیں جائیں کہ لوگوں کو صاف معلوم ہوں کہ ان سے خاص مہاراج کا منشاء یہ ہے کہ ان کی تعمیل ہو- مہاراج انگریزی قاصدوں کو اپنے حضوریوں کے ساتھ بندھیل کھنڈ کی سپاہ کے پاس سلامتی سے پہونچادیں تاکہ لڑائی نہ ہونے پائے اور جہاں انگریزی سپاہ مقیم ہوا اُس سے تین میل کے فاصلہ پر گوالیار کی سپاہ نہ آنے پائے انگریزی سپاہ گوالیار کے متصل ۱- جنوری ۱۸۴۴ء کو کوچ کرے اور گورنر جنرل مہارانی کو اپنے ساتھ لے جائیں - اور برٹش گورنمنٹ اُن کاشتکاروں کو اور اور لوگوں کو گوالیار کی ریاست میں معاوضہ دے جن کی کھیتی انگریزی سپاہ کی پامالی میں آئی ہے اور اس معاوضہ کی تشخیص کا انتظام سیندھیا کرے اور اس کے موافق برٹش گورنمنٹ معاوضہ ادا کرے اور مہاراج ایک اشتہار اس طرح دے کہ وہ بہت جلد سارے ملک میں پھیل جائے کہ برٹش سپاہ گوالیار کی قلمرو میں اس لئے داخل ہوئی تھی کہ مہاراج کی ذات خاص کی محافظت کرے اور اُس کی حکومت کو برقرار رکھے اور ایسی گورنمنٹ قایم کرے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات موجود کو برقرار رکھے اس لئے سیندھیا کی تمام خیر خواہ رعایا کو ہدایت ہوئی ہے کہ انگریزوں کی حتی المقدور اعانت کریں انگریزی سپاہ کا کوئی آدمی کسی آدمی کو ضرر نہ پہونچائے گا - تمام رسد کی قیمت ادا کی جائے گی اور جو نقصان اتفاقی ہو جائے گا - اُس کا معاوضہ بھی دیا جائے گا ؛

علاوہ ان انتظامات کے برٹش گورنمنٹ اور سیندھیا کے مابین نئے تعلقات کے فیصلہ کرنے کے لئے اور یہ انتظامات ہوئے کہ باغی سپاہ برطرف کردی جائے اور آیندہ گورنمنٹ کے معاملات کی کارروائی کے طریقے مقرر ہوں - ۵- جنوری ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل مع سپاہ کے گوالیار کی طرف آگے بڑھا - انجئے عہدنامہ کی شرایط عظیمہ ایک مجلس میں جس میں گوالیار کے سردار تھے منظور ہوئیں - گورنمنٹ گوالیار نئی طرح کی مقرر ہوئی جو نسبت سابق کے زیادہ مفید تھی - پہلے ایک آدمی کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہوتے تھے اور اسی کی ذمے ساری جواب دہی ہوتی تھی اب یہ اختیارات سلطنت ایک کونسل کے سپرد ہوئے جس کا پریسیڈنٹ کارفرمائے اعظم

ہوا اور اسی کی معرفت رزیڈنٹ سے خط و کتابت ہو سپاہ ہر طرف ایسی آسانی سے برطرف ہوگئی جس کا پہلے سے گمان بھی نہ تھا۔ ۹۔جنوری کو یہ موقوفی کا کام شروع ہوا۔ ۱۷۔جنوری کو بغیر اس کے کہ ایک فساد بھی ہو ختم ہوگیا۔ اس موقوف شدہ سپاہ کا ایک حصہ نئی کنٹجنٹ میں بھرتی ہوگیا۔ باقی کو تین مہینے کی تنخواہ بطور بخشش کے دی گئی وہ اپنی روزی اور جگہ تلاش کرنے کے لیئے چلی گئی ؏

۱۳۔جنوری ۱۸۴۴ء کو نئے عہد نامہ کی تصدیق گورنر جنرل نے کی اس کی بارہ دفعات تھیں۔ اول تمام سابق کے عہدناموں کی شرائط سوائے اُنکے جنہیں ترمیم و تبدیلی ہوئی ہے تسلیم کیجائیں برہانپور کا عہدنامہ بھی عہدناموں کی فہرست میں داخل تھا دوم ریاست سیندھیا میں جو کنٹجنٹ موجود ہے اُسکی تعداد بڑھائی جائے۔ اور اُس کے خرچ کے لیئے ایک مستقل آمدنی بعض اضلاع کی مقرر کی جائے۔ جن کی فہرست بطور ضمیمہ کے عہدنامہ کے ساتھ منسلک تھی یہ آمدنی علاوہ اُس آمدنی کے ہو جو پہلے اس خرچ کے لئے مقرر ہے دفعہ سوم اگر سپاہ کنٹجنٹ کے خرچوں اور سول بندوبست کے صرفوں کے بعد اضلاع معینہ کی آمدنی کا اضافہ اٹھارہ لاکھ روپے سے زاید ہو تو وہ اضافہ مہاراج کو دیا جائے لیکن اگر اٹھارہ لاکھ روپے سے آمدنی کم ہو تو مہاراج سے کمی لی جائے دفعہ چہارم اضلاع معینہ میں آمدنی کے ٹھیک وصول ہونے اور خوش انتظامی کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ان اضلاع کا برٹش گورنمنٹ اپنا بندوبست کرے دفعہ پنجم میں یہ ایک امر اہم مہتم بالشان قرض کا تھا۔ جس میں ہندوستان کا نفع تھا۔ گوالیار کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی چھتیس لاکھ روپیہ کی قرضدار تھی۔ جس کے ادا کرنے کی مہلت چودہ روز کی تاریخ دستخط عہدنامہ سے دی گئی۔ اگر اس عرصہ میں روپیہ نہ ادا کیا جائے تو اس کے ادا کرنے کے لئے اضلاع معین کر دیئے جائیں جن کی فہرست عہدنامہ کے ساتھ منسلک تھی وہ اسوقت تک برٹش گورنمنٹ کے حوالے کر دیئے جائیں کہ اصل قرض اور سود بحساب ۵ روپے سینکڑہ کے ادا ہو (یہ روپیہ دربار نے ادا کر دیا وہ خرچ جنگ کی بابت تھا) دفعہ ششم۔ برہانپور کے عہدنامہ کا نام صاف صاف نہیں لیا گیا۔ مگر وہ مانا گیا اور مہاراج کی سپاہ کی تعداد معین کی گئی کہ وہ کتنی رکھے اور کتنی تخفیف میں لائے۔ نو ہزار سپاہ اور ۳۲ توپوں کے رکھنے کا حکم دیا گیا ۲۰۰ توپیں تھیں جن میں سے بہت سی لڑائی میں چھن گئی تھیں اور باقی اور جن میں نامور توپ بڑی جھانسی تھی وہ آگرہ کے میگ زین میں بھیجی گئی ۱۵ ہمیس ہزار سپاہ موقوف ہوئی۔ دفعہ ہفتم سپاہ موقوف شدہ کی تنخواہ جو چڑھی ہوئی تھی اُس کے ادا کرنے کے باب میں اور اسکو تین مہینے کی تنخواہ انعام دینے کی تجویز تھی۔ جس کا اوپر بیان ہوا۔ عہدنامہ کا بڑا اہم امر یہ تھا کہ آیندہ گوالیار کی گورنمنٹ کے لیئے کوئی قاعدہ مقرر ہو دفعہ ہشتم

یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج کی نابالغی اُس کی اٹھارہ برس کی عمر تک سمجھی جائے اور بلوغ کی تاریخ ۱۹ جنوری ۱۸۵۴ء مقرر ہو گئی - جب تک راجہ نابالغ رہے ارکین ریاست کے رزیڈنٹ کے صلاح اور مشورہ سے گوالیار کی گورنمنٹ کا انتظام کریں اس دفعہ میں اس باب میں الفاظ لکھے گئے جس کے معانی کو جہاں تک وسعت چاہو دے لو - دفعہ نہم میں کونسل کے ممبران کے نام لکھے گئے - دہم مہارانی کی پنشن تین لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوئی - جس کے خرچ کرنے کا اختیار اس کو بالکل دیا گیا - یازدہم برٹش گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رعب داب اور اثر کو جس طرح اب تک کام میں لائی ہے کام میں لائے گی کہ وہ مہاراج کی سلطنت کے استحقاق کو اور رعایا کے استحقاق کو جو ہمسایہ میں رہتی ہے اچھی طرح قایم رکھے - دفعہ دوازدہم - عہدنامہ کے تصدیق کے باب میں تھی ہجر

گورنر جنرل کا ولایت میں طلب ہونا

۲۶ - فروری ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل بارک پور میں واپس گیا اور ۲۸ - کو کلکتہ میں داخل ہوا - یہ یورپ سے آنے کے بعد دوسری سالگرہ تھی - کلکتہ کے باشندوں نے اُن کو ایڈریس دیا جو انگریزوں کے کانوں کو اچھا نہیں معلوم ہوا کہ حضور نے گورنمنٹ کی معمولی دار الاقامت سے ہندوستان میں بڑے فاصلہ پر وقت کا بہت سا حصہ صرف کیا - پریسیڈنسی میں حضور کی مراجعت پر ہم کلکتہ کے باشندے دلی مبارک دیتے ہیں کہ آپنے بالائے ہند میں مقاصد عظیمہ حاصل کیئے - ان مقاصد کا فتحیابی اور بہتری کے ساتھ حاصل ہونا تو قوم سے متعلق ہے - لیکن دوہری انبساط خاطر اس سبب سے ہوتی ہے کہ حضور کو اپنے قوت عالیہ کے کام میں لانے کا موقع ملک کی اندرونی نفع رسانی کا ملا - دوم اس سے رفاہ عام و آسودگی انام پر اثر ہوا - حضور کا اس مقام پر رونق افروز ہونا ہماری بہبودی و آسودگی کا سبب ہے جب ضروری غیر حاضری حضور کی ہوتی ہے تو اس سے ہمارے دل میں بے صبری پیدا ہوتی ہے ہم اپنی خوشی سے حضور کی مراجعت کو گرم الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ آرزو ہمیشہ رہے کہ حضور یہاں ہمارے سر پر موجود رہیں اور ملک میں ایسی ضرورت آنکر نہ پڑے کہ حضور ہم سے جدا ہوں ہجر بیشک سرکاری ضرورت لارڈ ایلن برا کو ایسی نہ پڑی کہ وہ کلکتہ سے جدا ہوتے مگر ایسی صورت واقع ہوئی کہ وہ ہمیشہ کے لئے کلکتہ سے جدا ہو گئے - ۱۵ - جولائی ۱۸۴۴ء کو یہ مشہور ہوا کہ ایسٹ انڈیا کے کمپنی کے کورٹ ڈائرکٹرز کے حکم سے وہ اپنے عہدہ سے جدا کیئے گئے - کورٹ اوف ڈائرکٹرز نے جو اپنا یہ غیر معمولی اختیار ظاہر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ایلن برا اور اُن کے درمیان جن باتوں میں اختلاف تھا وہ خفیف

اور تھوڑی نہ تھیں۔جن وجوہ سے وہ ولایت طلب کئے گئے تھے اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے بلائے جانے کے سبب کا ان کے افعال پر غور کرنے سے استنباط کر سکتے ہیں ؛

اس میں شک نہیں کہ لارڈ ایلن برا نے ہندوستان میں جو انتظام کیا اُس سے اُن کے دوست بھی مایوس ہوئے۔جس وقت وہ یورپ سے رخصت ہوئے تھے تو اپنے جلسۂ وداعی میں اُنہوں نے جو بیان کیا تھا اُن کی رائے لگائے تو وہ خود بھی مایوس ہوئے وہ ہندوستان میں صلح وعافیت کے مرد میدان ہو کر گئے تھے۔مگر اُنہوں نے اپنا سارا زمانہ جنگ وپیکار میں بسر کیا۔جنگ افغانستان کی جواب دہی ان کے ذمے نہیں ہے اس میں اپنی اس پولیسی سے جو انگلینڈ میں اُنہوں نے بیان کی تھی انحراف نہیں کیا۔افغانستان میں جن جرنیلوں کی ہمت استقلال اور جوانمردی سے فتوحات حاصل ہوئیں اُنہوں نے لارڈ ایلن برا کے خیالات کو بدل دیا۔اگر وہ جنگ افغانستان سے کنارہ کشی کرتا تو اُس کے ملک میں اکثر آدمی اپنی بے عزتی سمجھتے مگر وہ جنگ سندھ اور جنگ گوالیار سے بغیر کسی بے عزتی کے پہلو تہی کر سکتا تھا۔لیکن یہ اس نے نہیں کیا۔ہندوستان کی اندرونی ترقی کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔اُس کو فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ یہ کام کرتا۔جنگ میں یا جنگ کی تیاریوں میں یا تھی ایٹر کے سے تماشے دکھانے میں اور طفلانہ شان وشوکت کی نمائش میں اسکے وقت کا زیادہ تر حصہ صرف ہوتا تھا۔وہ اپنی رائے پر اعتماد ایسا الا دھند رکھتا تھا کہ اُن معاملات میں جن کو اُس نے کبھی مطالعہ نہیں کیا تھا کبھی استقلال اور ثابت قدمی کے حصہ کو کام میں نہیں لایا۔وہ اپنے مقاصد کا منصوبہ باندھتا اور اُس کو خفیف سبب سے چھوڑ دیتا تھا۔اس کے عہد حکومت میں کوئی مستقل ومناسب پولیسی نہیں اختیار کی گئی۔اس کا رعب وداب اثر مشرق میں شہاب ثاقب کی طرح اپنی روشنی دکھا گیا۔سندھ کے معاملہ میں فتح کے ساتھ جس شرمندگی کو ہمراہ لے گیا تھا۔اُس کی روشنی بھی اس شہاب ثاقب کے چھپنے کے ساتھ جاتی رہی ؛

لارڈ ایلن برا کے عہد حکومت کے بعض انتظامات

لوگ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ گورنمنٹ اس کلکٹر کے حال پر بہت توجہ کرتی ہے جو اُس کے خزانہ کو معمور کرتا ہے اور مجسٹریٹ اور پولیس کے حال پر وہ التفات نہیں کرتے جو تمام رعایا کی جان ومال کا محافظ ہوتا ہے لارڈ ایلن برا کی غیر حاضری میں ولبرفورس برڈ صاحب کونسل کے وائس پریذیڈنٹ ہوئے تھے اُنہوں نے ان دو کاموں کی طرف توجہ کی۔مجسٹریٹ کے کاموں کو ہلکا کرنے کے لئے ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر کیا۔جس پر

ہر قسم کے آدمی مقرر ہو سکتے تھے اور پولیس کے داروغاؤں کے چار درجے مقرر کئے اور اول درجہ کی تنخواہ سو روپے مقرر کی۔ جس کے سبب سے بنگال میں پولیس کے پاجیانہ کاموں میں کمی ہوئی انگلستان کے نمونہ پر ہندوستان میں لوٹری بنائی گئی تھی جس میں ایک انعام مقرر ہوتا ہے اور اس کے واسطے چٹھیاں ڈالی جاتی ہیں جس کے نام کی چٹھی نکلتی ہے وہ انعام لے لیتا ہے اور اس کا کوئی حصہ لوٹری کا مہتمم بھی لے لیتا ہے اُن لوٹریوں کی آمدنیوں سے پریسیڈنسی کے شہروں میں بڑی عالیشان عمارتیں بنائی جاتی تھیں اور اُن کی آرائش ہوتی تھی لارڈ ایلن برا نے اس کو اپنے حکم سے بالکل موقوف کردیا۔ انگلستان میں بھی لوٹری موقوف ہوچکی تھی۔ لارڈ آک لینڈ کے زمانہ میں قانون بردہ فروشی نافذ ہوا تھا اس کے انسداد کو بعض لوگ خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ مگر برڈ صاحب نے ایسی کوشش وسعی کی کہ اُس کا نفاذ خاطر خواہ ہوگیا۔ لارڈ ایلن برا کو یہ قانون ایسا پسند تھا کہ سندھ کے فتح ہوتے ہی اس ملک میں یہ قانون جاری کردیا۔ اُنہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہندوستانی ریاستوں میں والی ملک کی نابالغی کی حالت میں ایک کونسل مقرر ہو۔ جس پر یہ واجب ہو کہ ضرورت کی صورت میں برٹش رزیڈنٹ کے مشورے کے موافق کام کرے۔ نابالغ راجہ اٹھارہ برس کی عمر میں بالغ سمجھا جائے۔ اُنہوں نے سپاہ کی سرکشیوں کے باب میں بھی انتظام کیا جس کی تفصیل نیچے لکھی ہے ؏

سپاہ کی سرکشیاں

گورنر جنرل کلکتہ میں آئے ہی تھے کہ اُن کو یہ فکر پیش آیا کہ بنگال سپاہ کی جو رجمنٹیں ملک سندھ میں گئی تھیں اُن میں آثار بغاوت نمایاں ہوے۔ جس سے بالائے ہند میں ایک تہلکہ پڑگیا۔ اس کا کچھ سبب یہ تھا کہ سپاہ کو دریاے سندھ کے پار اُترنا بالطبع ناگوار خاطر تھا۔ کچھ یہ وجہ تھی کہ اُن کو جنگ کا پورا بھتا نہیں ملتا تھا۔ جب سندھ انگریزی گورنمنٹ میں شامل ہوگیا۔ تو ان رجمنٹوں میں سے کئی ایک نے مارچ کرنے سے بالکل انکار کردیا اور بعض نے کہیں بغاوت ظاہر کی۔ سواروں کے ساتویں رسالہ نے اور پیدلوں کی ۴ و ۴۸ و ۶ و ۶۹ رجمنٹوں نے تو بہت جلد سرکشی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرلی اور ۳۴ ویں رجمنٹ نے بغاوت اخیار کی جسکو ۴۔ مارچ کو سر ہیو گوف کمانڈر انچیف نے برطرف کردیا کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ ملازم رکھی جائے۔ مگر سندھ میں جو سپاہ لڑنے گئی تھی اسکو پورا بھتا ملنے کا حکم دیدیا ؏

۶۴ ویں رجمنٹ جو شکارپور میں آئی تھی۔ اُس نے جون کے مہینے میں اپنی بغاوت کے آثار دکھائے

اور تنخواہ لینے سے اس سبب سے انکار کیا کہ وہ اس تنخواہ سے کم تھی - جس کا وعدہ کرنیل نے کیا تھا - سپاہیوں نے اپنے افسروں کو گالیاں دیں اور اُن کو پتھر مارے اور جنرل ہنٹر پر جو بالائے سندھ میں کمانڈر تھا ڈھیلے پھینکے - دوسرے دن اس بوڑھے جوانمرد جنرل نے سپاہیوں کے روبرو سیخ دیا - مگر اُس سے کم مطلب برآری ہوئی - اکثر سپاہیوں نے تنخواہ لے لی - جب اُن کو حکم ہوا کہ ہتھیاروں کو لیں تو کوئی سپاہی سوائے تین کے اپنی جگہ سے نہیں سرکا - دوسرے دن اگرچہ باغی چپ چاپ اپنی پلٹنوں کو چلے گئے - دو دن میں رجمنٹ نے پھر اُلٹا سفر سکھر میں کیا ہنٹر صاحب اُن کا سپہ سالار تھا وہاں اُن کی پریٹ ہوئی تیرھویں پیدل پلٹن اور توپ خانہ حکم منتظر تھا کہ اس رجمنٹ پر فیر کرے - یہ خوشی کی بات تھی کہ فیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اُن کا قصور اس وعدہ پر معاف کیا گیا کہ بغاوت کے سرغنوں کو حوالہ کر دیں - اُنہوں نے ۴۱ سرغنوں کو حوالہ کیا اُن سے ہتھیار لے لئے گئے اور اُن کے ساتھیوں نے اُن کو جیل خانہ میں پہونچا دیا - اُن میں سے ۲۰ کو پھانسی کا حکم ہوا لیکن کورٹ مارشل نے کمانڈر انچیف سے اُن پر رحم کی درخواست کی تو سب کی سزائیں سوائے چھ کے تخفیف کی گئی ؏

بنگال ہی کی سپاہ میں بغاوت نہیں ہوئی - بلکہ جبل پور میں سواروں کے چھٹے رسالہ نے زیادہ تنخواہ مانگنے میں سرکشی کی - سینتالیسویں پیدل مدراس کی پلٹن بمبئی کو اس لئے بھیجی گئی تھی کہ وہ سندھ کو لڑنے کے لئے جائے - گورنر مدراس نے اُن سے وعدہ کیا کہ تنخواہ اُن کو وہی دی جائے گی جو مول مین کی خدمات میں دیگئی تھی - لیکن جب سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ یہ تنخواہ اُن کو سندھ میں نہیں دیجائے گی تو انہوں نے پریڈ پھر کشی کی بعض اُن کے سرغنہ گرفتار ہوئے اور باقی سب کو بیشگی تنخواہ دے کر خاطر جمع کی گئی - اُن کے آقا اُن کے سزا دینے کے لئے ایسے معقول وجوہ نہیں رکھتے تھے جیسے کہ سپاہی اپنی شکایتوں کے معقول وجوہ رکھتے تھے - ان میں سے یہ امر صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ بنگال کی نہ مدراس کی سپاہ پر اعتبار و بھروسہ ہو سکتا ہے کہ وہ سندھ کی حفاظت کرینگے اس لئے اب سے آیندہ صرف بمبئی کی سپاہ پر یہ اعتبار کیا گیا ؏

باب اوّل

لارڈ ہارڈنگ کا عہد حکومت

لارڈ ہارڈنگ کا تقرر ۱۸۴۴ء

لارڈ الن برا تو کورٹ ڈائرکٹرز کے بورڈ کنٹرول رہ چکے تھے وہ کورٹ پر حکمرانی کے عادی تھے۔جب گورنر جنرل ہند مقرر ہوئے تو عادت کے موافق اس پر حکمرانی کرنے لگے یہ نہ سمجھے کہ میں وہاں کا حاکم تھا یہاں محکوم ہوں۔کورٹ ڈائرکٹرز نے ناراض ہوکر ہندوستان سے برخلاف وزارت سلطنت کی مرضی کے اُن کو بلا لیا اس لیئے ان دونوں میں آپس میں بے لطفی و رنجش ہوگئی۔مگر دونوں نے متفق ہوکر سر ہنری ہارڈنگ کو جو لارڈ الن برا کے قریب رشتہ دار تھے گورنر جنرل ہند مقرر کیا۔یہ نیک نہاد و پاک نفس بڑا شجاع سپاہی تھا جزیرہ نما سپین وغیرہ کی لڑائیوں میں چار زخم جسم پر کھائے تھے اور چار گھوڑے اُسکے ران کے نیچے مرے تھے اور میڈل انعام پائے تھے ؎

البورہ یا کی لڑائی میں بڑی فتح نمایاں حاصل کی تھیں جسمیں آپکے ہاتھ کا ساتواں حصہ دشمنوں کے بیدست و پا کرنے میں ضائع ہوا تھا۔پہلے سے انکی نسبت کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ ہندوستان میں عہدۂ گورنر جنرل کے کام کو کسی طرح انجام دینگے۔لیکن وہ پارلیمنٹ کے مدتوں تک ممبر رہے تھے اور دو دفعہ سکرٹری اوف وار کے عہدہ کو بہت خوبی سے انجام دے چکے تھے اور کچھ تھوڑے دنوں کے لئے آئرلینڈ کے سکرٹری رہ چکے تھے۔اور لارڈ ایلن برا ہمیشہ انڈیا ہوس سے لڑتا رہا اور ابھی اسکے مظفر و منصور ہونے کا عہد منقطع نہ ہوا تھا۔اُس کی جگہ ایسے آزمودہ کار اور لایق کارگزار بزرگ منش کا مقرر ہونا انسب تھا کہ سلامت رو ہو اور حکام بالا کی اطاعت کرے۔کفایت کے انتظام پر غور کرے۔سول سروس کا حق واجب ملحوظ خاطر رکھے اور جنگی ناموری کا بھوکا نہ ہو۔کورٹ ڈائرکٹرز نے جو اسکی دعوت وداع کی تو اُسکو یہ حکم دیا کہ وہ کمیٹی کے اعلےٰ ملازموں کے لئے کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام کی اطاعت کرنے کا نمونہ بنے۔ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ

اشرافانہ سلوک کرے اور امن و عافیت اور اندرونی اصلاح کی پولیسی کا پیرو بنے۔ اس نے بھی یہ کہا کہ میں آشتی اور آرزم جوئی سے نیک نامی حاصل کرونگا۔ جنگ ورزم میں ہنرمندی دکھا کر ناموری حاصل کرنے میں سعی نہیں کرونگا؟

عدن میں لارڈ ہارڈنگ کا جانا

۲۳- جولائی ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل نے کلکتہ میں قدم رکھا وہ ایسے راستہ سے آئے کہ عدن رستہ میں پڑا۔ ۱۸۳۹ء میں یہ شہر جزیرہ نمائے عدن بمبئی سے تھوڑی سی سپاہ لے جا کر قبضہ کر لیا تھا۔ جسکو سلطان یمن نے ایک برس کا عرصہ گذرا کر روپیہ لے کر انگریزوں کے حوالہ کیا تھا۔ اب یہاں ایک حصن حصین بنگیا تھا۔ اورینٹل کمپنی کے دخانی جہازوں میں یہیں سے کوئلہ بھرا جاتا تھا۔ سر ہنری ہارڈنگ نے اس قلعہ میں توپوں کی چمک دمک اور اور سامان محافظت کو دیکھ کر فرمایا کہ میری رائے میں اگر اہل عرب یا کوئی اور دشمن اس پر حملہ کریں تو اُس کے ہزیمت دینے کے لئے یہ کافی ہے؟

گورنر جنرل کے روبرو اودہ کی بدانتظامی و ابتری کا معاملہ پیش ہونا

ابھی لارڈ ہارڈنگ نے اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا تھا کہ دو ہفتے کے بعد ان کے سامنے اودھ کی بدنظمی اور ابتری کے روز بروز بڑھنے کا معاملہ پیش ہوا۔ نئے پادشاہ محمد امجد علی نے اپنے باپ کے وزیر کو موقوف کر کے اُس کی جگہ ایک نیا نالایق وزیر مقرر کیا اور اس وزیر نے اپنے ایک پاجی رفیق کو اپنا کام سپرد کر دیا۔ پادشاہ خود عیش و عشرت و کاہلی میں ڈوب گیا۔ سلطنت کے کاموں پر ذرا دل نہ لگایا رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ کو نہ سنا۔ اس کے دربار کے رفیقوں نے سلطنت کے ہر عہدہ کو بیچنا شروع کیا۔ تعلقہ داروں نے اپنے گڈھیوں و کوٹوں میں جن کے گرد جنگل تھے گورنمنٹ کی قوت سے لڑنا اختیار کیا اور جب ان کے دلمیں آتی تو آپس میں ہنگامہ جنگ برپا کرتے راہگیر تاجروں اور ہمسایہ کے گاؤں سے خونریز بلوے کر کے تحصیل زر کرتے۔ ہر جگہ زیردستوں کا زبردست شکار کرتے۔ مجرموں کے جرم ایسے دب دیا جاتے کہ وہ سزا نہ پاتے۔ سپاہ کے زور سے یا طاقتور تعلقہ داروں کی ثالثی سے زر مالگذاری وصول ہوتا۔ قانون و عدالت ایسے ملک میں عنقا تھا۔ جہاں بڑے سے بڑا مجرم اپنی بدمعاشی کے کمائی میں سے ایک حصہ عدالت کو رشوت دیکر

بری ہوجاتا۔ تعجب کی بات نہیں ہے کہ پالک صاحب نے جو ناٹ صاحب کی جگہ عہدہ رزیڈنٹی اودھ پر مقرر ہوئے تھے گورنر جنرل سے التماس کیا کہ پہلے عہدناموں کی شرائط کے موافق اس ملک کی گورنمنٹ کو وہ اپنے ہاتھوں میں لے لے جو عام تباہی کے کنارہ پر آگیا ہے لیکن سر ہنری ہارڈنگ نے اپنی ابتدا حکومت میں ایسی سخت تدبیروں کے اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔ خالص دوست اور نیک خواہ بن کر شاہ اودھ کو سنجیدگی و متانت کے ساتھ متنبہ کیا۔ کہ وہ جو رزیڈنٹ کی صلاحوں و فہمائشوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ اُن کا لازمی خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑے گا۔ تین برس کے بعد گورنر جنرل خود لکھنؤ میں گیا۔ جہاں واجد علی شاہ ایک نالایق باپ کا زیادہ نالایق بیٹا نیا پادشاہ ہوا تھا۔ اس مدت میں ملک کی حالت بد سے بدتر ہوگئی تھی۔ اب اس پادشاہ سے صاف کہا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کا انتظام کرے ورنہ اس کے ہاتھ میں عنان سلطنت اس لئے نہیں چھوڑ دیجائے گی کہ وہ رعایا کو اپنی حکومت میں زیادہ تکلیف پہونچائے۔ اگر دو سال کے عرصہ میں انتظام کے نیک آثار نمودار نہ ہوں گے تو انڈین گورنمنٹ بندگان خدا پر ترس کھا کر اودھ کو ضبط کرکے اُس کی رعایا کو آسودہ حال کریگی۔ اور انتظام و بندوبست کے بحال کرنے میں کوشش کرے گی۔ اس نوجوان پادشاہ کے روبرو ضروری اصلاحوں کا مسودہ رکھا گیا جو اُسے دیکھ کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ کچھ منہ سے نہ کہہ سکا۔ کاغذ پر لکھ کر گورنر جنرل کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا کہ اسکو صلاح و مشورہ ایسی ہی خوش اخلاقی سے دیا گیا ہے جیسے کہ باپ بیٹے کو دیتا ہے۔ اب آیندہ پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ اس نے گورنر جنرل کے ارشادات پر کہانتک عمل کیا ❊

سر ہنری نے اپنی ہی برداشت اور دوستانہ ثابت قدمی جو شاہ اودھ کے ساتھ برتتا تھا اور ہندوستانی اور سرحدی ریاستوں کے ساتھ بھی برتتا۔ نظام کی ریاست میں اودھ کی طرح بڑے بڑے تعلقہ دار مسلح عربوں اور رہیلوں کو ہمراہ لے کر ملک میں بدنظمی پھیلاتے تھے۔ خود نظام کی سپاہ تنخواہ کے چڑھنے پر بلوہ پر آمادہ ہوتی تھی ۱۸۴۶ء میں برٹش کنٹجنٹ کو ایک بڑے خوفناک بلوے کو دبانا پڑا۔ دوسرے برس خود حیدرآباد میں جو فساد برپا ہوا اُسکو رزیڈنٹ نے سنگینوں کے زور سے فرو کیا ❊

بھوپال کا فساد

اس اثناء میں دکن کے رہیلوں نے اپنی تلواروں کو میر محمد خاں کے نذر کیا جو بھوپال کی بیگم سے

رکشی کر رہا تھا۔ وہ نوجوان بیگم کا ذلیل رشتہ دار تھا۔ ۱۸۴۶ء میں وہ دارالسلطنت کے قریب بقدر
قتور سپاہ کے ساتھ خیمہ زن ہوا کہ ایجنٹ بھوپال بیگم کی کمک کے لئے سپاہ لے گیا۔ تھوڑی دیر تیزی
ے ساتھ لڑائی رہی۔ جس میں باغی سپاہ کو شکست ہوئی اور بیگم کو فتح۔ اور میر محمد خاں نے اپنے تئیں بیگم
ے حوالہ کیا مگر اس کا قایم مقام ایک بہادر رہیلہ کریم خاں ہوا جس نے اپنی لڑائی کے اندر جان دیدی۔
ں شکست سے بغاوت کے شعلے زیادہ اونچے نہ اٹھنے پائے اور ساگر میں نہ پھیلے جسکو ۱۸۱۸ء میں برار
ے راجہ بھوسلا نے سرکار انگریزی کو دیدیا تھا ؛

کولہاپور اور ساونت واری کے فسادات

کولہاپور کی مرتفع زمینوں میں ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی تھی جسیں ابھی تک خاندان سیواجی
وارث راجہ چلا جاتا تھا۔ راجہ لڑکا تھا۔ داجی کرشنا پنڈت مدارالمہام ریاست تھا جو برٹش ایجنٹ کی
صلاح سے کام کرتا تھا۔ سرداروں نے پہاڑی قلعوں اور گڑھیوں پر قبضہ کر لیا تھا پنڈت جو صلاحیں
نی چاہتا تھا اسکے وہ دشمن تھے اور انتقام لینا چاہتے تھے۔ پنڈت تو سرداروں کی اُن درخواستوں
منظور کر لیتا تھا جو قابل سزا ہوتی تھیں مگر جو آدمی ہاتھوں میں ہتھیار لے کر برسر فساد کھڑے ہونے
ن کے ساتھ برٹش ایجنٹ کوئی رعایت نہیں کرتا تھا ؛

ستمبر ۱۸۴۴ء میں انگریزی سپاہ نے بدنظمی کے مقامات پر سفر کرنا شروع کیا۔ الکتوبر میں سامن گڈھ
ے قلعہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا اور پہلی دسمبر کو پنہالہ کا قلعہ اسی طرح لے لیا۔ سال ختم نہ ہونے پایا تھا کہ ملک
کا ہر قلعہ انگریزوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اور باغی سرحد سے بڑے پہاڑوں میں بھاگ گئے ؛

لیکن اس اثناء میں ساونت واڑی کے جنگلوں اور پہاڑوں میں سرکشی کے شعلے بھڑکنے لگے۔
ہ ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی گوا اور کولہاپور کے درمیان کوکان کن کے اس جنوبی کونے میں سردیسی
ہ خاندان بھوسلا کی نسل سے تھا راجہ تھا جس نے ۱۸۳۰ء سرکار کمپنی سے صلح کر لی تھی۔ سمندر کے
نارہ کا قطعہ جو اس سے علاقہ رکھتا تھا وہ اب انگریزوں کے ہاتھوں میں تھا ۱۸۳۸ء سے اس
لک میں انگریزی عملداری اس سبب سے تھی کہ وہاں کے راجہ میں یہ لیاقت نہیں تھی کہ اپنی سرکش رعایا
و اپنی اطاعت میں رکھ سکتا۔ لیکن رعایا ان نئے انگریز حاکموں سے محبت نہیں رکھتی تھی ۱۸۴۴ء کے اخیر

ہیں یہاں کے سارے سردار مسلح ہو کر انگریزوں سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ اُنہوں نے جنگلوں میں چار سو سپاہیوں کو پکڑ کر مار ڈالا اور ونگولا میں ایک تھلکہ پڑ گیا۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ کرنیل اوٹرم صاحب ولایت سے بمبئی میں آ گئے تھے وہ سپاہ لے کر میدان میں آئے۔ ان کے آتے ہی اور رنگ ہو گیا۔ گو بہت سی مزاحمتیں پیش آئیں مگر کرنیل صاحب برابر قلعوں اور دیہات اور کوٹوں کے بلا مزاحمت نامعلوم ملک میں برابر فتح کرتے چلے گئے۔ اور باغی پرتگیزوں کے ملک میں مفرور ہوئے۔ کولہاپور میں انگریزی ایجنٹ کی جگہ ہندوستانی ایجنٹ مقرر ہوا اور ساونت واڑی کے معاملات ملکی کرنیل جیکب کے حوالہ ہوئے اور کرنیل اوٹرم ستارہ میں رزیڈنٹ رہے جہاں سیواجی کے خاندان کی ایک شاخ کو راجہ پرتاب سنگھ نے پھر سرسبز کیا ؏

سکھوں کی اول لڑائی کی تمہید

۱۸۴۵ء معلوم ہوتا تھا کہ امن و عافیت سے گذریگا کہ شمالی مغربی سرحد پر ایک طوفان جنگ اُٹھا۔ جو سر ہنری ہارڈنگ کے آشتی طلبی اور صلح جوئی کے خیالات کو اُڑا کر لے گیا۔ پنجاب میں سکھوں کی سلطنت کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے درست کیا اور ایک سپاہ جرار جس کو خالصہ کی سپاہ کہتے ہیں تیار کی۔ اس دیدہ ور دوربین میں ایک استعداد خداداد معاملہ فہمی کی ایسی تھی کہ ایک نظر میں معاملات کو تول لیتا تھا اور اس کی برائی بھلائی جانچ لیتا تھا جس کے سبب سے اُس نے کبھی برٹش گورنمنٹ سے مخالفت و عداوت کا خیال نہیں کیا۔ ہمیشہ رشتہ اتحاد کو اسکے ساتھ مستحکم رکھا۔ اور ہمیشہ ستلج کے پار اپنے ہمسایہ کو اپنے سے زیادہ طاقتور جانتا مگر جب ۱۸۳۹ء میں اسکی آنکھ بند ہوئی تو چھ برس کے عرصہ میں جلد جلد انقلاب پر انقلاب ایسے واقع ہوئے اور راجہ پر راجہ ایسے دغا و فریب سے قتل کیے گئے کہ اُن کی نظیر تاریخ میں کمتر ملتی ہے۔ سارے ملک میں بدعملی و بے انتظامی و ابتری پھیل گئی۔ ۱۸۴۵ء میں سلطنت کی صورت یہ تھی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ ایک طفل خردسال راجہ تھا۔ اس کی ماں رانی جنداں نائب السلطنت تھی اکثر دربار میں اجلاس کرتی تھی اور معاملات سلطنت میں دیوان دینا ناتھ و بھائی رام سنگھ و مصر لال سنگھ سے صلاح و مشورہ لیتی تھی۔ لیکن اصل اقتدار اور اختیار سپاہ خالصہ کے پنچوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو وہ چاہتے سو کرتے وہ گلاب سنگھ کو وزیر بنانا چاہتے تھے مگر یہ گرگ باران دیدہ کب اس عہدہ کو قبول کرتا تھا جس میں جان جانیکا اندیشہ تھا۔ تیج سنگھ پشاور کا حاکم لاہور میں آیا۔ اس سے بھی عہدہ وزارت کے قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر اُس نے بھی اسکو نامنظور کیا پھر وزارت کے عہدہ کے لئے پانچ چٹھیاں ڈالی گئیں۔ جنکو مہاراجہ دلیپ سنگھ

نے نکالا۔ اتفاق سے یا کسی حکمت سے لال سنگھ کے نام کی چٹھی نکلی مگر اُس کی وزارت کو سپاہ خالصہ نے نہیں مانا۔ سلطنت کا کاروبار رانی ہی کے نام سے ہوتا رہا۔ جس کے معاون لال سنگھ و تیج سنگھ تھے۔

اب سپاہ خالصہ کے اقتدار و اختیار کا پایہ اپنی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اُس سے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ دار ڈرتے تھے کہ وہ ایک لمحہ میں اُن کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ رانی اپنے منصب کو بڑا خطرناک جانتی تھی اور ملک کی آمدنی کے ماخذ خالی ہو گئے تھے۔ خزانہ میں روپیہ نہ تھا۔ فسادی سپاہ کا غارتگری سے کسی طرح پیٹ نہیں بھرتا تھا تیار بیٹھی تھی کہ شیر سنگھ کے بیٹے کو جو ابھی بچہ تھا پنجاب کا مہاراجہ بنائیں۔ سپاہ کسی کی مطیع و فرمانبردار نہ تھی۔ دربار نے اپنی مصلحت یہ سمجھی کہ سپاہ کو کوئی اور کام بتلا دیں کہ وہ اس میں مصروف ہو جائے۔ اور سلطنت اُس کے ہاتھ سے خلاصی پائے سپاہ کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ جموں پر چڑھائی کرے اور راجہ گلاب سنگھ سے روپیہ وصول کرے۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ کر گئی اور گلاب سنگھ کو لاہور میں لائی اور اُس سے ایک کروڑ روپیہ وصول کیا۔ پھر سلطنت کو اس کی دست بازی سے بچانے کے لئے مولراج پر حملہ کرنے کی صلاح دی وہ ابھی اپنے باپ کی ریاست پر نیا مسند نشین ہوا تھا اس سے بھی اٹھارہ لاکھ روپے اینٹھ کر لائی غرض رانی ایسی تجویز کرتی تھی جس سے سپاہ کا اقتدار اور اس کا اتحاد جاتا رہے اُسکو یہ تجویز بتائی کہ ستلج کے پار ہو کر وہ برٹش گورنمنٹ پر حملہ آور ہو۔ جب سپاہ نے یہ بات سنی تو حرب و ضرب کے سامان کی طلب کے لئے غل شور مچایا جب وہ اُن کو نہ دیا گیا تو کچھ مدت کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ اس اثناء میں دربار امرتسر میں چلا گیا اور نومبر کی شروع میں لاہور میں پھر واپس آیا۔ اب لال سنگھ نے علانیہ وزارت کا کام سلطنت میں رانی کے ماتحت شروع کیا۔ تیج سنگھ کمانڈر انچیف تھا ؏

جھوٹی رپورٹیں کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے

ذہانت کے ساتھ یہ افواہیں اُڑ رہی تھیں کہ ستلج کے جنوب و مشرق کی طرف سے انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے۔ اور ستلج پار سکھ سرداروں کے خطوط دکھائے جاتے تھے جنمیں یہ لکھا تھا کہ انگریزی افسر حقیقت میں سکھوں کی رعایا کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور اُن کو سب طرح کی تکلیفیں اور رنج پہنچاتے ہیں اور دق کرتے ہیں ان افواہوں نے اپنا یہ کام کیا کہ سپاہ کو چونکایا اور بھڑکایا اور شہر لاہور میں ایک تھلکہ ڈال دیا۔ نومبر کے شروع میں سرداروں اور سپاہ کے پنچوں اور سلطنت کے ارکین کو راجہ لال سنگھ

نے شالامار کے باغ میں بلایا جب وہ سب جمع ہوگئے تو دیوان دینا ناتھ نے ایک خط پڑھا جو ستلج کے پار کے سکھ افسروں نے اس باب میں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی دربار کی رعایا سے مدارات ایسی کرتی ہے کہ گویا وہ اسی کی رعایا ہے اور اُن سے خراج مانگتی ہے دیوان نے مطلع کیا کہ کشمیر اور پشاور میں کوئی گورنمنٹ کا انتظام نہیں ہے وہ سرکاری مالگذاری کا ایک روپیہ بھی نہیں دیتے ہیں اور سارے ملک میں بے انتظامی اور ابتری اور بدعملی ہو رہی ہے ان کو یہ خیال دلایا کہ اُن کا راجہ ایک بچہ ہے اگر کل سکھ کی قوم یا اُس کی خیرخواہ رعایا ہے تو اُس کا یہ فرض ہے کہ اسکے حقوق کو محفوظ رکھے۔ اگر سکھوں کی سلطنت واقتدار کے قائم رکھنے کے لئے جلد انتظامات نہیں کئے جائینگے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی اور دیوان نے مہارانی کی طرف سے مجلس میں بیان کیا کہ وہ راجہ لال سنگہ کو وزیر اور تیج سنگہ کو کمانڈر انچیف مقرر کرتی ہیں اس مجلس میں اس فصیح تقریر نے سپاہ خالصہ کے پنچوں اور سرداروں اور افسروں پر ایسا اثر کیا کہ سبنے بالاتفاق پکار کر کہا کہ لڑائی ہو۔ اور رانی نے جن کو عہدوں پر مقرر کیا تھا سبنے بڑی خوشی سے منظور کیا ؛

لاہور میں سب قسم کے گروہوں میں آپس میں جو گفتگوئیں ہوئی تھیں ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان پر چڑھائی کی جائے اور اکھڑ سپاہ اپنے لوٹ کی تفصیل و تشریح کرتی تھی کہ متھرا اور بنارس و دہلی سے خوب دولت وہاں ہاتھ آئے گا۔ اور ڈینگیں مارتی تھی کہ ہم کل ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ راجہ لال سنگہ اور تیج سنگہ کو اپنے عہدے کا تلک مہاراجہ رنجیت سنگہ کی سمادھ میں لگایا گیا اور سردار اور سپاہ کے پنچ کورنش بجالانیکے لئے جمع ہوئے کہ اُن کو ستلج کے پار جانے کے احکام دے جائیں۔ گرنتھ کے بعض فقرے پڑھے گئے اور گرجا پرشاد تقسیم ہوا جو شکر اور کشمش سے بنی ہوئی ایک مٹھائی ہوتی ہے۔ پنچوں اور سرداروں نے گرنتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم مہاراجہ دلیپ سنگہ کی خیرخواہی میں وفادار رہیں گے اور راجہ لال سنگہ وزیر اور تیج سنگہ کمانڈر انچیف کے حکموں کی اطاعت کرینگے۔ بعد ان رسوم کے ادا ہونے کے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا گیا۔ سپاہ خالصہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ستلج کے پار جائے۔ دربار نے اس جنگ کے لئے چار وجوہ بیان کیں۔ اول برٹش گورنمنٹ کا ستلج کی طرف افواج انگریزی کا آگے بڑھانا اور اپنی محافظت کے لئے ایسی تدبیروں کا کرنا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ پنجاب کی لڑائی کو وہ پہلے سے سوچے ہوئی تھی اور اسپر وہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ دوم راجہ رنجیت سنگہ کا اٹھارہ لاکھ روپیہ فیروزپور کے انگریزی خزانہ میں جمع تھا اس روپیہ کا دعویٰ جو سکھوں کی گورنمنٹ نے کیا تو اُس کے دینے سے انکار کیا۔ سوم گاؤں موردان کو راجہ نابہ کو دینا جو سکھوں کی ملکیت سے تھا۔ چہارم

ستلج کے جنوب میں جو خالصہ کا ملک ہے اُس میں سپاہ سکھ کو آزادانہ اجازت کا نہ دینا یہ بھی یقین کیا گیا تھا کہ بمبئی میں کشتیاں اس لئے تیار ہو رہی ہیں کہ ستلج پر پل بنایا جائے اور سندھ میں لشکر اس لئے تیار ہو رہا ہے کہ ملتان پر چڑھائی کی جائے - اب ان سب باتوں کی اصل حقیقت آگے بیان کی جاے گی ؎

انگریزوں کی حفظ ماتقدم کی تدبیر

پنجاب میں اور انگریزی عملداری میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ دیر سویر لڑائی ضرور ہوگی - لیکن اسکا سان گمان کسی انگریز کو نہ تھا کہ دفعتاً سپاہ خالصہ انگریزی عملداری پر ٹوٹ پڑیگی - سکھوں کی سپاہ کو انگریز بڑا حقیر جانتے تھے سکھوں کی عظمت انگریزی نگاہ میں اس سبب سے بھی نہ تھی کہ وہ بے سری تھے اور لوٹتے مارتے پھرتے تھے ان کے اخلاق و عادات بگڑے ہوئے تھے - وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب راجہ رنجیت سنگھ کا سا عاقل انگریزوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اپنے تئیں بچاتا رہتا تھا تو اُس کی سپاہ خالصہ کو ایسی ہمت وجرأت کہاں سے ہوگی کہ وہ برٹش گورنمنٹ پر بے سبب لڑائی پر جھک پڑیگی - غرض سوائے ہنری لارنس کے کسی اور انگریز کو یہ خیال نہ تھا کہ ایسی حالت میں کہ برٹش گورنمنٹ کی اور کسی سے لڑائی نہیں اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اُس کی اپنی عملداری میں ہے سکھوں کی سپاہ ستلج سے پار اُتر کر جنگ شروع کر دیگی ؎

جب سر ہنری ہارڈنگ ہندوستان میں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ **لارڈ ایلن برا** نے جو سرحد کی محافظت کا انتظام کیا ہے وہ ناقص ہے اور وہ کافی نہیں کہ دشمنوں کے حملہ کو روک سکے - پس حفظ ماتقدم ناگاہ خوفوں کے لئے ضرور ہے - ایک مہینہ بھی ان کے آنے پر نہ گزرا تھا کہ اُنہوں نے بہت جلد ان مقامات کو جہاں حملہ ہونے کا خوف تھا خوب مستحکم کیا تو نومبر ۱۸۴۴ء سے پہلے فیروزپور - لدھیانہ - انبالہ میں تین ہزار سپاہ اور ۶۸ توپوں کو جمع کیا **لارڈ ایلن برا** نے جو سپاہ ان مقامات پر متعین کی تھی - اُس سے یہ سپاہ دو چند تھی - میرٹھ میں دس ہزار سپاہ و ۲۸ توپیں موجود تھیں کہ ضرورت کی صورت میں فوراً روانہ ہو جائیں فیروزپور میں انگریزی سپاہ کے لئے بارکیں بنانے کا حکم ہو گیا تھا - لارڈ ہارڈنگ کے آنے کے بعد نو مہینے میں تیار ہو گئی تھیں گورنر جنرل کے احکام سے چھپن کشتیاں جو سندھ میں **لارڈ ایلن برا** نے تیار کرائی تھیں وہ بر وقت فیروزپور میں آ گئی تھیں - گیارہ سو گھوڑے توپوں کے واسطے گورنر بمبئی اور مدراس سے مستعار لئے گئے اور بمبئی سے ایک رجمنٹ ڈریگونس کی آ گئی تھی - دہلی کے میگزین میں رات دن کام ہوتا

تھا۔ ممالک مغربی میں نئے لفٹنٹ گورنر کلارک صاحب سپاہ کے لئے سامان ورسد بڑی چستی وچالاکی سے تیار کرتے
تھے۔ میجر براڈفٹ جنہوں نے جلال آباد میں بڑی شہرت پائی تھی وہ شمالی مغربی سرحد میں برٹش ایجنٹ تھے۔
اُن سے بہتر کوئی شخص اس خدمت کے لئے نہیں مقرر ہو سکتا تھا وہ بڑے بڑے کام کرتے تھے۔

ان تمام علامتوں سے ستلج کے پار سکھوں کے دلوں میں برٹش گورنمنٹ سے نفرت پیدا ہو رہی تھی۔
اور وہ اس کی دوستی پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور اس کو جو فتوحات جدید حاصل ہوئی تھیں انکو یہ سپاہ خالصہ اپنے
حق میں مضر جانتی تھی اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ انگریز ہی ہم کو کسی اور طرف فتح نہیں حاصل کرنے دینگے۔ برٹش گورنمنٹ
برابر ملک پر ملک فتح کرتی چلی آتی ہے۔ پنجاب کو کب چھوڑیگی وہ یاد رکھتی تھی کہ کل سپاہ جو ہمارے پیچھے شمالی
مغربی سرحد پر چھوڑی گئی ہے وہ سات ہزار سے کم تھی ۱۸۴۲ء میں کابل سے مراجعت کے بعد ملک سندھ کو
اُس نے فتح کر کے اپنے ملک میں ملا لیا۔ اور گوالیار کی سپاہ کو شکست دیدی پہلے گورنر جنرل نے یہ تجویز پیش کی
کہ ایک سکھ راجہ کی امداد کرے کہ وہ اپنی خالصہ سپاہ کو تہ وبالا کردے۔ اب جو انگریزوں نے اپنے حفظ ماتقدم
کی تدبیریں کیں وہ یہ سمجھے کہ ہم کو وہ دھمکاتے ہیں اور اپنی آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اگر اُن کے دل میں کوئی بدی نہ ہو
تو پھر کیوں نئے پیر صاحب سپاہ جرار کو ملتان کی سرحد پر تیار کر رہے ہیں اور فیروزپور کی حفاظت دس
ہزار سپاہ کر رہی ہے۔ کس مطلب کے لئے براڈفورٹ سندھ سے آئی ہوئی کشتیوں کا پل بنانے میں کوشش
کر رہے ہیں۔ اگر برٹش گورنمنٹ آشتی طلب ہے تو پھر کیوں نیا ایجنٹ ایں روے ستلج کی ریاستوں کا جن میں
سے حقیقت میں بعض لاہور سے متعلق ہیں دعوے کرتا ہے۔ انند پور، لکھووال کے معاملات میں دست درازی
کی۔ جس کا لاہور کی قلمرو میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ غرض ان باتوں سے سکھوں کے دلوں میں غلط یا صحیح اشتعال
ہوا اُنہوں نے براڈفورٹ صاحب کو اپنا دشمن جانا ؎

۸ دسمبر ۱۸۴۵ء کو سکھوں کی سپاہ ستلج کے داہیں کنارہ پر نمودار ہوئی اور ۱۱ دسمبر کو فیروزپور کے
سامنے ہری کے پٹن میں سکھوں کے سوار آئے۔ فیروزپور میں انگریزوں کی سپاہ دس ہزار اور توپیں تیس تھیں
اور اس کے سپہ سالار سر جان ارٹلیر تھے جنہوں نے مہاراج پور کی لڑائی میں بڑا نام پیدا کیا تھا اُنہوں نے
اپنی آدھی سپاہ کو غیر محفوظ لشکرگاہ کی محافظت کے لئے چھوڑا اور آدھی سپاہ لیکر وہ دشمن سے جس کی سپاہ ان سے
دس گنی تھی لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ مگر ان کے بہادرانہ مقابلہ کے سامنے سکھ نہیں آئے یا تو وہ انگریزی سپاہ
کے آزمایش کے لئے تیار نہ تھے یا اُن کے دغاباز سرداروں لال سنگھ و تیج سنگھ نے یہ کہہ کر لڑنے سے باز رکھا

کمضعیف دشمن کے مقابلہ میں اپنا وقت وہ کیوں ضایع کریں محقق یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ سپاہ لڑکر لٹ ٹلر صاحب کے کچلا نکالنے میں کوشش کرتی۔ فیروز پور سے دس میل کے فاصلہ پر مدکی میں بیس ہزار سپاہ اس امید میں چلی گئی کہ گوف صاحب کی سپاہ جو آگے بڑھتی چلی آتی ہے اُسے روکے۔ ۸ دسمبر تک برٹش سپاہ نے آگے حرکت نہیں کی برٹش گورنمنٹ کی مصالحت کی پولیسی ابتک چلی جاتی تھی کہ جب سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار سفر کیا ہے تو سر ہنری ہارڈنگ نے اُسنے ظاہر کیا کہ اگر سرحد حقیقت میں شکستہ نہ ہو تو انصاف نہیں ہے کہ لڑائی شروع کی جائے۔ مگر لاہور گورنمنٹ نے اس انگریزی مدبر سے کہا کہ برٹش گورنمنٹ کو ستلج کے کنارہ کے محفوظ کرنے کا اختیار ایسا ہی ہے جیساکہ ہم کو اپنے کنارہ کے محفوظ رکھنے کا اختیار ہے۔ غرض گورنر جنرل کی اس مصالحت کی تحریک سے سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار اترنا موقوف نہیں کیا ؛

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اشتہار جنگ

گورنر جنرل نے جب ۸۔ دسمبر کو سنا کہ لڑائی پر سکھوں کی سپاہ تیار ہے تو اُس نے فوراً حملہ آور سپاہ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ ۱۳۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنمنٹ نے اشتہار دیا جس میں اس نے اپنی پولیسی اور مقاصد اور خیالات کو ظاہر کیا۔ اس اشتہار میں لکھا گیا کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب کے ساتھ ہمیشہ مصالحت کے شرائط کو بجالاتی رہی اور ۱۸۰۹ء میں جو مہاراجہ رنجیت سنگہ سے عہد نامہ ہوا تھا اسکے عہدوں کو پورا کرتی رہی اور مہاراجہ رنجیت سنگہ کے جانشینوں کے ساتھ وہ اپنے تعلقات دوستی رکھتی رہی۔ مہاراجہ شیر سنگہ کی وفات سے گورنر جنرل پر یہ فرض ہوا کہ وہ برٹش کو گورنمنٹ کا حفظ ماتقدم اس خیال سے کرے کہ لاہور گورنمنٹ پراگندہ وابتر ہوگئی ہے باوجودیکہ لاہور کے دربار نے ان دو سالوں میں بہت سے معاملات خلاف دوستی کئے مگر برٹش گورنمنٹ نے نہایت تحمل سے اُن کی برداشت کی۔ اور اپنے سچے دل سے یہ آرزو کی کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک مستحکم گورنمنٹ قایم ہو جائے حال میں دربار کے حکم سے سپاہ خالصہ نے لاہور سے اس ارادہ سے کوچ کیا ہے کہ انگریزی عملداری پر حملہ کرے۔ باوجودیکہ اس کی وجہ بار بار استفسار ہوئی مگر کچھ جواب نہیں ملا اور اب سپاہ سکھ نے انگریزی عملداری پر بغیر اسکے کہ کوئی ہماری طرف سے ذرا سا بھی اشتعال دیا گیا ہو حملہ کیا ہے اسواسطے گورنر جنرل کو چاہئے کہ اپنے ملک کی محافظت کرنے کی تدابیر اختیار کرے کہ جس سے برٹش گورنمنٹ کی حکومت کی حمایت ہو اور عہد شکنوں اور رفاہ عام میں خلل اندازوں کو سزا دیجائے اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگہ کا جو ملک

روے ستلج تھا وہ انگریزی عملداری میں داخل کیا گیا ہے

انگریزی سپاہ کا لڑائی کے لئے جانا

۱۱- دسمبر کو سر ہیوگاف انبالہ میں اپنے لشکرگاہ میں بال کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ سکھوں کی سپاہ ستلج پار اُتر آئی وہ بال کو چھوڑ چھاڑ جس قدر سپاہ کو جمع کرسکے اپنے ساتھ لے کر جنگ گاہ کی طرف چلے۔ سات دن میں گیارہ ہزار سپاہ اور بیالیس توپوں نے ۱۷۰ میل کے قریب سفر کیا۔ ۱۸- دسمبر کو دوپہر کے بعد موضع مدکی میں جو فیروز پور سے ۲۰ میل اور لدھیانہ سے ۵۰ میل تھا سپاہ اُتری وہ ریگستانی سڑکوں میں دھوپ کے اندر سفر کرنے سے تھکی ہوئی تھی۔ نہ سونے اور کھانے پینے کے نہ ملنے سے ضعیف ہو رہی تھی اسکو امید تھی کہ چند گھنٹے ٹھیر کر اور کھا پی کر تازہ دم ہوگی۔ تو اس کے بعد روزانہ محنت شروع ہوگی مگر وہ چند منٹ ہی ٹھیری کہ بروڈفٹ صاحب کے پاس خبر آئی کہ دشمن سر پر آپہنچا ہے۔ سپاہ کی صف بندی ہوئی کہ چار بجے دوپہر کے بعد سپاہ کے روبرو دشمنوں کے آجانے سے خاک کے بگولے اُٹھنے شروع ہوئے ہے

مدکی کی لڑائی

یہ پہلی لڑائی تھی جو ۱۸۴۵ء کو انگریزی سپاہ اور خالصہ سپاہ کے درمیان ہوئی۔ انگریزوں کی سپاہ گیارہ ہزار کے قریب تھی اور سکھوں کی سپاہ لال سنگھ کے زیر حکم بیس ہزار کے قریب تھی اور چالیس توپیں اُس کے ساتھ تھیں۔ ایک شخص چشم دیدہ حال لکھتا ہے کہ اس تاریخ کو برٹش کیمپ میں کوئی خبر دشمن کی سوائے اس کے نہ تھی کہ وہ قریب آگیا ہے دفعتہً ۳ بجے دوپہر کے بعد توپوں کی بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ گورنر جنرل گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً میدان جنگ میں پہونچے برٹش ہاری تھکی اپنے کھانا پکانے کی تیاری کر رہی تھی کہ فوراً جنگ کے لئے تیار ہوئی۔ کمانڈر انچیف سر ہیوگاف سواروں اور گھڑچڑھی توپوں کو لے کر گئے اُن کے پیچھے پیدل سپاہ اور میدانی توپ خانہ گیا۔ دشمن کا مقام جنگل کے اور جھاڑیوں اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے تھا۔ انگریزی لشکر سے دو میل تھا۔ ان چیزوں کو سکھوں نے اپنے پیدلوں اور توپ خانوں کی آڑ بنا رکھا تھا جس وقت انگریزی لشکر نگاہ کے روبرو آیا تو سکھوں کے توپخانہ نے ایسی بڑی بھاری آتش باری اس پر کی کہ وہ اس طرف آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن انگریزی سواروں نے سکھوں کے بائیں بازو کو چکرا دیا۔ اور پیادوں اور توپوں کے

کے پیچھے پڑے اور انگریزی توپخانہ نے سکھوں کے توپخانہ کا منھہ بند کر دیا۔سر جان ایم کیسل اور میجر جنرل سرایچ سمتھ اور گلبرٹ نے انگریزی پیدل سپاہ سے سکھوں کی پیدل سپاہ پر حملہ کیا۔جب کہ طرفین سے لڑائی بڑی سرگرمی اور تیزی سے گھمسان ہو رہی تھی تو لال سنگھ دفعتہً میدان جنگ سے چلا گیا اور سکھوں کو چھوڑ گیا کہ وہ اپنی لڑائی آپ لڑیں۔سکھوں نے اپنے سردار کی دغابازی کا ذرا خیال نہیں کیا اور بڑی بہادری سے بدستور لڑتے رہے۔بعض سکھ سوار گھوڑوں پر سے اُترے اور دونوں ہاتھ سے تلوار کو پکڑ کر انگریزوں کی صفوں میں تیغ زنی کرتے ہوئے گھس گئے مگر بہت سے قتل ہو گئے باقی پس پا ہوئے۔سر ہنری سپاہ کے ایک حصہ کو خود لڑا رہے تھے۔جب سر گرے صاحب نے اُن کو منع کیا کہ آپ خود اپنے تئیں ایسے جوکھوں میں نہ ڈالیئے تو اُنہوں نے ذرا بھی اُس کا کہا نہ سنا۔دو ہزار برس ہوئے کہ سکندر اعظم کو بھی اسطرح ایک ناصح نے منع کیا تھا مگر اُس نے نہ سنا تھا۔گورنر جنرل کے موجود ہونے سے سپاہیوں کی ہمت بڑھی اور وہ دلاوری اور دلیری سے لڑتے تھے۔آخرکار انگریزی سپاہ کی شجاعت کے سامنے سکھوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور سنگینوں کے ایک مقام سے دوسرے مقام میں ہٹائے گئے۔رات کی تاریکی اور خاک کے اُڑنے نے انگریزی سپاہ کو انکا تعاقب دریا کی اُس سمت میں نہیں کرنے دیا جس طرف وہ بھاگتے جاتے تھے۔رات سے پہلے ستر بھاری توپیں انگریزوں نے چھین لیں۔لڑائی ڈیڑھ گھنٹہ تک ستاروں کی ضعیف روشنی اور خاک کے بگولوں میں جو ریگستان سے اُٹھتے تھے جاری رہی۔اس لڑائی سے سپاہ خالصہ کی بہادری کی حقیقت کھلی فتح بڑی گراں بہا خریدی گئی سپاہی ۲۱۵ مقتول اور ۶۵۷ مجروح ہوئے اور سیل صاحب جلال آباد کے جلیل القدر افسر اور میجر جنرل کیس کل اس جنگ میں اجل کے ہاتھ میں آ گئے۔ساٹھ برس سے ہوم گورنمنٹ کا یہ دستور تھا کہ جب گورنر جنرل سپاہی ہوتا تو وہ لڑائی میں کمانڈر انچیف بھی مقرر ہوتا۔جیسا کہ لارڈ کورنوالس کو اور لارڈ ہسٹنگز مقرر ہوئے تھے مگر معلوم نہیں کہ سر ہنری ہارڈنگ کیوں کمانڈر انچیف نہیں مقرر ہوئے۔جب اُنہوں نے بدکی میں سپاہ کی صف آرائی میں بے ترتیبی دیکھی تو اُنہوں نے اپنے منصب عالی پر کچھ نظر نہ کی اور کمانڈر انچیف کے ماتحت نائب جنرل کا عہدہ اختیار کر لیا ان میں عجیب انکسار نفس تھا کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ کھلے میدان میں درخت کے نیچے دفتر کے صندوقوں کو کام کرنے کے لیے بیٹھتے تھے اور خیمے ڈیرے کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے ؏

پھیرویا فیروز شہر کی لڑائی ۱۲ دسمبر ۱۸۴۵ء

سپاہ انگریزی نے مدکی میں آرام کے لئے دو روز قیام کیا اور مردوں کو دفن کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ سکھوں کی سپاہ عظیم پر اُن کے مقام فیروز شہر میں حملہ کیا جائے۔ شب گذشتہ کو سرجان لٹ ٹلر کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فیروزپور سے پانچ ہزار سپاہ اور چار میدانی توپ خانے لیکر اس لشکر سے آن ملے تاکہ دونوں لشکر ملکر دشمن پر حملہ کریں صاحب ممدوح نے تیج سنگھ کو جو سپاہ لئے اُن کے نزدیک کھڑا تھا یہ بہلا وا دیا کہ اُس کو اپنے نقل و حرکت سے خبر نہ ہونے دی اپنے خیمے بدستور کھڑے رہنے دئے اور بازار کا جھنڈا قایم رکھا اور سوار بدستور بکٹ پر کھڑے رہے۔ ۱۲ دسمبر کو سرجان کی سپاہ دوپہر کو لشکر سے آنکر ملی ہے

مدکی اور فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر فیروز شہر کے گرد سکھوں نے تھوڑے دنوں سے اپنا مورچہ بنانا شروع کیا تھا وہ ایک قسم کا مستطیل مربع کی شکل کا تھا۔ جس کا طول ایک میل اور عرض آدھا میل تھا۔ ایک سو توپوں سے زیادہ اس پر لگی ہوئی تھیں۔ سپاہ کی تعداد پینتیس ہزار کے قریب تھی۔ جس میں دس ہزار سوار تھے۔ ان میں سے تہائی کے قریب قواعد دان تھی۔ جن کو اہل فرانس اور اہل اٹلی نے قواعد سکھائی تھی۔ سپاہی بڑے تجربہ کار بہادر اور نہایت پر جوش تھے اور سکھ توپچی تو ایسے تھے کہ ہندوستانی سپاہ میں وہ کسی سے درجہ دوم پر نہ تھے۔ انگریزی سپاہ ۱۷۵۰۰ تھی اور ۶۹ میدانی توپیں تھیں۔ دو رجمنٹیں سواروں کی فیروزپور سے آگئی تھیں۔ اس سپاہ کو دشمن کے مورچے کے لمبے رخ کی طرف ایک قطعہ کھلے میدان میں جانا پڑا جس میں کہیں کہیں جنگل تھا۔ دن کے چار بجے لڑائی شروع ہوئی۔ اول تو جاڑے کے دن چھوٹے ہوتے ہیں یہ آج کا دن تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا تھا۔ اسی وقت میں لڑائی کا شروع کرنا بغیر اس کے کہ تاریکی میں لڑائی ہو کسی طرح لڑائی کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں لڑنے کی اشد ضرورت ہے کہ گورنر جنرل کا حکم تھا کہ لڑائی ابھی ہو اگر یہ حملہ کل پر موقوف رکھا جائے گا تو تیج سنگھ جو فیروزپور میں تھا اپنے لشکر کو لے کر میدان جنگ میں آجائے گا اور گاف صاحب کی سپاہ کو جاڑے کی بڑی رات بھوک پیاس میں کاٹ کر صبح کو دشمن سے لڑنا پڑیگا۔ غرض اسوقت حملہ کرنا ضرور تھا سپاہ انگریزی کے میمنہ کے کمانڈر انچیف اور میسرہ اور قلب کے گورنر جنرل میر عسکر تھے۔ انگریزی لشکر کے توپخانہ نے سکھوں کے مورچہ پر سخت آگ برسانی شروع کی اس کے جواب میں دشمن کے توپخانہ نے بھی گولہ پر گولہ مارنا شروع کیا۔ انگریزی توپخانہ نے ہر چند کوشش کی کہ دشمن کے توپخانہ کو بند کرے مگر وہ بند نہ ہوا۔ گولے

لیاں سناسن جارہے تھے انگریزی پیدل سپاہ نے کپتان پرنگل اوبین لین کے ماتحت دشمن کے مورچے ہیں
م رکھے اور کچھ توپیں بھی دشمن سے چھین لیں مگر سکھوں نے توپوں کے پیچھے جاکر انگریزی سپاہ پر وہ آگ
سائی کہ وہ بہت خستہ حال ہوکر واپس آئی۔ انگریزی سپاہ نے پھر از سر نو حملہ شروع کیا اور آفتاب کے
روب ہونے سے پہلے دشمنوں کے مورچہ کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ سر ہنری سمتھ کے بریگیڈ نے فیروزشہر کا گاؤں
شمنوں سے لے لیا۔ مگر رات کو اُس پر قبضہ نہ رکھ سکا۔ اسلئے اسکو چھوڑ دیا۔ ملکہ معظمہ کی تیسری ڈریگون رجمنٹ
نے بڑی بہادری کر کے دشمنوں سے بعض خوفناک توپ خانے چھین لئے مگر پھر بھی دشمنوں نے اپنے مقام
پاؤں جمائے رکھے۔ رات ہوگئی مگر لڑائی بڑے زور شور سے ہر جگہ ہوتی رہی اور انگریزی سپاہ کو اس نے
یشان و پراگندہ کیا۔ اس رات کا نام خوف کی رات رکھا گیا۔ پیاس۔ سردی۔ تکان زیادہ محنت کرنے سے
لی ہوئی سپاہ کو بیدم کر دیا اور اس کی تعداد کو بھی کم کر دیا۔ لیکن آفرین ہو انگریزی سپاہ کی بہادری پر کہ اس
ستہ حالی میں بھی اپنی ہمت نہیں ہاری۔ اس رات کا حال سر ہنری ہارڈنگ نے سر رابورٹ پیل کو لکھا ہے
بڑی گرمجوشی سے کامنس ہوس میں پڑھا گیا کہ ۲۱۔ دسمبر کی رات بھی میری زندگی کی ایک عجیب و غریب رات
ا میں اس سپاہ کے ساتھ خیمے میں تھا کہ نہ جس کے پاس خوراک تھی نہ اوپر اوڑھنے کے کپڑے تھے شدت
ے سردی پڑتی تھی۔ سامنے ہمارے ایک آتشناک کیمپ تھا۔ ہمارے بہادر سپاہی سکڑے ہوئے پڑے تھے جن پر
اری رات توپوں کی بڑی مار رہی تھی۔ اس کے ساتھ سکھوں کا غل شور اور انگریزی سپاہ کے ہمراہ کے نعرے
ر سپاہیوں کے چلنے کی آوازیں مرنے والوں کا نالہ فغان تھا اسی حالت میں ان تھوڑے سے سپاہیوں
ے ساتھ صبح تک رہا۔ جو پہلی رات کو توپخانہ لے گئے تھے۔ کچھ تھوڑا سا آرام لے کر مختلف رجمنٹوں میں متفرق
ن کے حوصلے اور جرات کے تحقیق کرنے کے لئے ٹھہر گیا اور اُن کے حوصلوں اور ہمتوں کو بڑھایا۔
جھے میرے پرانے دوست ۲۹ ویں و ۳۱ ویں و ۵۰ ویں و ۹ ویں رجمنٹوں کے ملے۔ جن کو میں نے
اہی قوی دل پایا میں نے ان میں سے ہر ایک سے یہی کہا کہ صبح کو ہمیں سویرے ہی دشمنوں پر حملہ کر کے
کو مارنا چاہیئے یا میدان جنگ میں عزت کے ساتھ مرنا چاہیئے۔ بڑا شجاع جرنیل (لارڈ گوف)
م دل دلیر و دلاور میرے ساتھ متفق الرائے ہوا۔ بعض افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ رات کو اُلٹے
روز پور چلے جائیں لیکن لارڈ گاف اور سر ہنری ہارڈنگ نے اپنی ہمت مردانہ اور جرات دلیرانہ کے سبب سے
تجویز کو پسند نہیں کیا ان مشکلات کے اندر گورنر جنرل کا حسن خلاق اور عالی ہمتی سپاہیوں پر

جادو کا اثر کرتی تھی۔ وہ سپاہیوں سے کچھ ایسی نیک اخلاقی سے باتیں کرتے تھے کہ اُن کی ہمت تازہ و توانا ہو جاتی تھی۔ سکھوں نے بہت سی لکڑیاں جمع کر لی تھیں اُن کو جلا کے اپنے اعضا کو گرم کرتے تھے۔ مگر انگریزی سپاہیں جو لکڑیاں جلائی جاتیں تو وہ دشمنوں کی نشانہ گاہ بنجاتی۔ سکھ اُس آگ پر آگ برساتے تھے جو سپاہیوں کو سرد کرتی تھی۔ رات پر سکھ انگریزی لشکر پر توپیں چلاتے رہے اُن کا مقام بڑا خطرناک تھا۔ غرض ان مشکلات ہی میں رات ختم ہوئی۔ جب دن نکلا تو دونوں جرنیلوں نے اپنے خستہ شکستہ سپاہ کو اس کام کے لئے تیار کیا جو اُس کے آگے آنے والا تھا۔ سمتھ اور لٹ ٹلر کی سپاہیں جو لشکر گاہ کے عقب میں تھی بہت جلد بلائی گئیں سورج نکلنے سے پہلے یہ رجمنٹیں آگے بڑھیں دشمنوں کی توپوں نے بہت سی انگریزی توپوں کو نیچے گرا دیا مگر انگریزی سپاہ نے فیروز شہر سے دشمن کو نکال دیا اور پھر سارے مورچے کو چھین لیا۔ اور بہت سے خالصہ سپاہیوں کے علموں کو لے لیا۔ اور ستر توپیں لے لیں۔ دشمنوں کے مورچہ میں سپاہ انگریزی اس طرح کھڑی ہو گئی۔ جیسی کہ اپنے پریڈ کے میدان میں کھڑی ہوتی ہے اور اپنے جرنیلوں کو فتح کی مبارکبادیں خوش ہو ہو کر دیتی تھیں اب سکھوں کی سپاہ ستلج کو بھاگی جاتی تھی مگر ابھی انگریزوں کا خوف بالکل نہیں گیا تھا وہ فتح کی خوشیاں منا رہے تھے کہ سامنے خاک کے تودے اُڑتے ہوئے نظر آئے جس سے معلوم ہوا کہ کوئی دشمن آ پہونچا ہے۔ یہ تیج سنگہ کا لشکر تھا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ سر جان لٹ ٹلر کا لشکر اس کو دھوکا دے کر چلا گیا ہے تو وہ ۲۲- دسمبر کو بیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار اور ساٹھ توپیں لے کر چلا مگر یہاں آنکر دیکھا تو سارا کام تمام ہو چکا تھا۔ جو مورچے سکھوں نے قایم کئے تھے وہ دشمن کے ہاتھ میں تھے۔ سکھوں کا لشکر ستلج پار اُتر چکا تھا۔ وہ انگریزوں کا حال دریافت کر کے الٹا چلا گیا اسکو یہ حال نہ کھلا کہ انگریزی سپاہ میں کچھ دم باقی نہ رہا تھا وہ بھوک پیاس کے مارے مر رہی تھی ہندوستانی سپاہ پکار رہی تھی کہ ہم بھوکے پیاسے مرے جاتے ہیں چھتیس گھنٹے بے کھائے پیئے ان پر گذر چکے تھے گولہ باروت کچھ پاس نہ تھا۔ اگر ایسے وقت میں ان پر حملہ ہوتا تو گاف صاحب اور ہارڈنگ صاحب اس کے روکنے کے لئے بہادرانہ تدابیر کرتے مگر پھر بھی انگریزی سپاہ پر بری بنتی۔ ہندوستان میں کبھی اُس کے سامنے ایسا زبردست دشمن لڑنے نہیں آیا۔ غرض خدا کا فضل ہوا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

طرفین کی سپاہوں کا نقصان

فتح بڑی مشکل سے حاصل ہوئی گاف صاحب خود لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ دشمنوں کا بڑا دہشتناک قتل ہوا مگر ہمارا نقصان

بھی ایسا بھاری ہوا کہ پہلے کبھی ہندوستان میں کسی لڑائی میں نہیں ہوا۔ ۲۴۱۵ سپاہیوں کا نقصان ہوا جمیں ۶۹۴
قتل ہوئے اس لڑائی میں سب سے زیادہ گوروں کی جانیں تلف ہوئیں وہ بہت جان لڑا کر اس معرکہ میں لڑے۔
وران ہی کے سر پر فتح کا سہرا رہا۔ یہ لڑائی ایسی سخت تھی کہ سر ہنری ہارڈنگ نے ۲۱ دسمبر کی رات کو ہیولوک سے کہا
کہ اگر ایسی دوسری لڑائی ہوئی تو سلطنت متزلزل ہو جائے گی اس کہنے کی گونج اور انگریزوں کے دلوں تک پہنچی۔
اوران پر اثر کیا اس لڑائی میں سپاہ کا ساتواں حصہ بیکار ہو گیا میجر براڈفٹ جو پولیٹکل افسر اور ٹوڈ صاحب
ہرات کے نامور اور بریگیڈیر وال لیس کام آئے۔ سکھوں کے نقصان کا آٹھ ہزار کا تخمینہ کیا گیا۔ فیروز شہر کی
فیروزمندی بڑی عظیم الشان تھی اس نے خالصہ سپاہ کو بالکل بیدل کر دیا اور تقریباً توپخانوں سے اس کو محروم کر
دیا۔ ان معاملات کے بعد تیج سنگہ سکھوں کا کمانڈرانچیف گورنر جنرل کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا تو گورنر جنرل
نے فرمایا کہ صلح جب تک نہیں ہوگی کہ انگریزی سپاہ دارالسلطنت کے اندر دخل نہیں ہوگی ؎

گورنر جنرل کا اشتہار ۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل نے فیروز شہر (پھیروشہر) سے یہ اشتہار دیا کہ برٹش گورنمنٹ نے
لاہور کی گورنمنٹ کو کوئی اشتعال نہیں دلایا کوئی اسکے ساتھ اظہار جنگ نہیں کیا ان دونوں کے بغیر اس نے
انگریزوں کے ساتھ جنگ بازی شروع کی۔ سکھوں کی سپاہ جرار جس نے انگریزی عملداری پر حملہ کیا تھا ستلج کے
پار ہٹا دی گئی۔ اس لئے برٹش گورنمنٹ کو ضرور ہوا کہ ایسی تدابیر کرے کہ جس سے بغیر اشتعال کے حملہ کرنے والوں
کو سزا ملے اور آیندہ پنجاب کی گورنمنٹ اور سپاہ میں اس قسم کی دغابازی کا انسداد ہو۔ تمام ہندوستان کے باشندوں
سے جنھوں نے لاہور گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی ہے اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ فوراً اپنی خدمت کو چھوڑ کر
گورنر جنرل ہند کے زیر حکم آئیں اُن کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ستلج کی اُس طرف آجائیں جو انگریزی عملداری
میں ہے اور اپنے آنے کی اطلاع دیں اگر وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ برٹش گورنمنٹ کی حمایت
سے محروم کر دے جائیں گے اور اپنے ملک کے دغا دینے والے اور برٹش گورنمنٹ سے باغی سمجھے جائینگے۔

رنجور سنگہ کا ستلج سے پار اترنا اور لدھیانہ کو دھمکانا

ستلج کی سپاہ انگریزی ایک مہینہ کے قریب بیکار اس انتظار میں بیٹھی رہی کہ سپاہ و ہتھیار و خوراک دہلی سے اس کے پاس آئیں۔ دشمن نے اس التواء جنگ کو انگریزوں کے ضعف پر حمل کیا اُس نے وسط جنوری میں بالائے ستلج کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ سکھوں کی ایک فوج جرار کو رنجور سنگھ مجیٹھیہ (سردار لہنا سنگھ کا بھائی) ستلج کے پار پھلور سے اُترا اسکے پاس ستر توپوں کا توپخانہ تھا اور لدھیانہ کی سرحد کو دھمکایا جس میں انگریزی سپاہ کم تھی۔ لڈوا کا چھوٹا سا راجہ جو پہلے انگریزوں کا دوست تھا اُن سے دغا کرکے رنجور سنگھ کی سپاہ سے جا ملا۔ ۱۸-جنوری کو سر ہنری سمتھ نے قلعہ دھرم کوٹ کو لے لیا کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا لدھیانہ کی کمک کے لئے سواروں اور اٹھارہ توپوں کے ساتھ بھیجے گئے۔ قلعہ بدووال جس میں رنجور سنگھ نے تھوڑی سی سپاہ چھوڑی تھی ان کی راہ میں آتا تھا لیکن پہلے اس سے کہ یہہ انگریزی افسر یہاں آئے دس ہزار سپاہ اس کی کمک کے لئے آگئی تھی سر ہنری سمتھ ایسی لڑائی سے جس میں سپاہ کی تعداد غیر مساوی تھی بچنا چاہتا تھا وہ لدھیانہ سکھوں کی سپاہ کے مقام سے دور کتراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ سکھوں نے اس سے لڑنے کا قصد مصمم کیا۔ جو وقت انگریزی سپاہ نظر آئی اُسی وقت گولے مارنے شروع کئے بڑی تیزی کے ساتھ لڑائی ہوئی جس میں انگریزی سپاہ کو شکست ہوئی اور سکھوں کے ہاتھ اس کی خرجیاں اور بار برداری کے جانور ہاتھ آئے بریگیڈیر کیورٹن دھرم کوٹ سے سوار لے کر سپاہ کی کمک کو پہونچ گئے کہ وہ بالکل تباہ ہونے سے یا زیادہ نقصان اُٹھانے سے بچ گئی۔ وہ ۲۱-جنوری کو لدھیانے پہونچ گئے مگر لڑائی میں انکے تقریباً ۶۹ سپاہی مارے گئے ۶۸ زخمی ہوئے ۷۷ مفرور ہوئے۔ کئی انگریز قید ہوئے جنمیں مسٹر بیرن اسسٹنٹ سرجن بھی تھا جو لاہور بھیجا گیا ہے

علی وال کی لڑائی

ستلج کی دائیں طرف سے اسی وقت میں رنجور سنگھ کی کمک چار ہزار قواعددان سپاہ کی اور بارہ توپوں کی اور بہت سے سواروں کی آگئی وہ جگراؤں کی طرف اس ارادہ سے بڑھا کہ برٹش سپاہ کی آمد و رفت کی راہ کو بند کرے بدووال کی فتح سے سکھ اترا رہے تھے اور ڈینگیں مار رہے تھے کہ ہم انگریزوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اسی زمانہ میں سر ہنری سمتھ کی سپاہ کی کمک کے لئے بریگیڈیر ویلر کا بریگیڈ آگیا اور وہ لدھیانہ کی سپاہ سے مل گیا اور کل سپاہ گیارہ ہزار ہوگئی اور اس کے ساتھ

۳۲ توپیں تھیں۔ ۲۸ - تاریخ جنوری ۱۸۴۶ء کو دن بین اس سپاہ کے ساتھ وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لیئے بڑھا جو علی وال ہیں جمع تھے جس کا تخمینہ ۱۵۰۰۰ تھا اور ۵۶ توپیں تھیں۔ فوراً جب انگریزی سپاہ دشمن کو نظر آئی تو اس کی کل لین پر اپنی توپوں سے گولے مارنے شروع کئے ایک بڑی لڑائی ہوئی جسمیں سنگینوں اور تلواروں نے اپنی چمک دمک دکھائی خاک نہیں اُڑتی تھی دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ اس میں ہتھیاروں کی چمک بہار دکھاتی تھی۔ انگریزی سپاہ کو دشمن کی آتش باری میں جب تک چند منٹ ٹھیرنا پڑا کہ برگیڈ اس کی کمک کو آن پہونچا پھر اُس نے حملہ کرکے علی وال کو لے لیا۔ لیکن میدان جنگ میں سکھ جمے رہے اور بڑی ثابت قدمی سے لڑتے رہے وہ کئی دفعہ انگریزی سواروں سے دست بدست لڑے۔ پیدلوں نے جو سولھویں لین سر پر حملہ کیا تو بندوقوں کو پھینکدیا اور تلوار اور سپر لے کر دشمنوں کے نیزوں سے لڑنا شروع کیا۔ سکھوں کا بڑا مستقل مضبوط مقابلہ کچھ کام نہ آیا۔ انگریز ایک مقام سے دوسرے مقام پر حملہ کرتے گئے اور ان کی توپیں چھینتے گئے آخرکار جنرل کورٹن کے سواروں نے تیسری دفعہ میں سکھوں کو بھگا دیا وہ دریا کے پار بھاگے اور سینکڑوں ڈوب گئے۔ سینکڑوں سے زیادہ جو کشتیوں میں سوار ہوئے اُن پر انگریزوں نے ایسے تاک تاک کر گولے لگائے کہ وہ بھی موت کی کشتی میں سوار ہوئے دریا میں جو بہت سی لاشیں بہتی ہوئی جاتی تھیں اُن کے دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی دشمنوں کی توپیں کیا چھین لی گئیں کیا انمیں منحین گاڑدی گئیں یا وہ دریا میں ڈبودی گئیں اسی طرح سکھوں کا کل توپخانہ برباد ہوگیا۔ ان کا اسباب حرب وخوراک اور ان کی ساری چیزیں جو وہ میدان جنگ میں لائے تھے فتحمندوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ کمانڈر انچیف سرکاری مراسلہ میں اس فتح نمایاں کا حال جو یادگار روزگار رہیگا اسطرح لکھتے ہیں کہ میری عادت ہے کہ میں اس کی تعریف نہیں کرتا جو تعریف کے قابل نہ ہو۔ میں اپنی رائے متین اور یقین کو بیان کرتا ہوں کہ کبھی کسی سپاہ نے کسی لڑائی میں جو تحریر میں آئی ہو اس سے زیادہ عمدہ کام نہیں کیا۔ انگریزوں کا نقصان اس لڑائی میں یہ ہوا کہ ۱۵۱ مقتول اور ۴۱۳ مجروح اور ۲۵ مفرور ہوئے ❊

علی وال کی لڑائی کا اثر فوراً یہ ہوا کہ ستلج کی انگریزی عملداری کی طرف کے تمام قلعے خالی ہوگئے اور سارا ملک انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ❊

گلاب سنگھ کی مصالحت کی گفتگو

علی وال کی شکست سے دربار لاہور کا جی چھوٹ گیا لال سنگھ وزیر اعظم اپنے عہدہ سے معطل ہوا۔ گلاب سنگھ جموں سے ۲۷ جنوری ۱۸۴۶ع کو لاہور سے بلایا ہوا آیا اُس نے سپاہ کو سمجھایا کہ یہ اسکی حماقت تھی کہ اس نے ہندوستان کے فتح کرنے والوں پر فتح حاصل کرنے کی امید کی پھر اُس نے سر ہنری ہارڈنگ سے مصالحت کے پیغام سلام کرنے شروع کئے گورنر جنرل نے اسکو اطلاع دی کہ وہ صلح کرنے پر اس شرط پر راضی ہیں کہ سکھوں کی سلطنت پنجاب میں قایم رہے مگر سپاہ خالصہ بالکل موقوف کی جائے اس پر گلاب سنگھ نے گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ اس دنگئی سپاہ کے موقوف کرنے میں ہم بے اختیار ہیں سپاہ خالصہ سب پر غالب ہے وہ کسی کی مغلوب نہیں ؏

سبراؤں میں سکھوں کا مورچے بنانا

اس اثناء میں سکھ نئی لڑائی کے لیے بڑی مستعدی سے تیاریاں کر رہے تھے۔ ستلج کے دائیں کنارہ پر وہ اقامت رکھتے تھے اور بائیں کنارہ پر انگریزی سپاہ کے سامنے بڑے دہشت ناک مورچے جا رہے تھے ایک بڑا ہنر مند سپین کا افسر ہیوریا ان کے پاس تھا جسکے ذریعہ سے انہوں نے فیروزپور سے بیس میل کے فاصلہ پر سبراؤں میں اپنا دمدمہ ایک دایرہ کی شکل کا بنوایا تھا جس کا قاعدہ دریا تھا اور اس کے گرد ایک خندق تھی۔ اور دریا پر پل بنایا تھا ان بڑے بڑے کاموں کی انگریزوں نے خوب تفتیش کر لی تھی کہ وہ ڈھائی میل تک پھیلے ہوئے ہیں اور بڑے زبردست توپخانے لگے ہوئے ہیں کہ دریا پر حکمرانی کرتے ہیں سکھوں کی سپاہ میں ۳۵ ہزار سپاہی لڑنے والے تھے ۷۰ توپیں تھیں۔ دریا کے پار ایک اور سپاہ کمک کے لئے موجود تھی اور دریا پر توپیں انگریزی سپاہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انگریزوں نے سکھوں کے دمدمہ پر حملہ کو اس لیئے ملتوی کر رکھا تھا کہ دہلی سے میگزین اور قلعہ شکن بھاری توپوں کے آنے کا انتظار تھا یہ سامان ۷ و ۸ فروری کو آگیا بعد اس کے لدھیانہ کی کمک کے لیئے جو برگیڈ بھیجے گئے تھے وہ لشکر عظیم میں آن کر مل گئے اب کل انگریزی سپاہ ۱۵۰۰۰ ہو گئی جس میں ۵۰۰۰ گورے تھے ؏

جنگ سبراؤن

علی وال کی لڑائی سے سکھوں کی سپاہ کا دل شکستہ و افسردہ ہو رہا تھا- اور انگریزی سپاہ کا دل اپنی فتوح کے سبب سے شگفتہ تھا- ان کو یقین تھا کہ ہم کو فتح حاصل ہوگی- سکھوں کے افسروں میں اتحاد رائے نہ تھا- ان کی نسبت کننگہم صاحب نے سچ کہا ہے کہ سپاہی ہر ایک کام کرتے تھے اور افسر کوئی کام نہیں کرتے تھے بہت سے دل دلاوری کرنے کو اور بہت سے ہاتھ کام کرنے کو موجود تھے مگر کوئی دماغ نہ تھا جو ان کی رہنمائی کرتا کل سپاہ میں جان ڈال دیتا- انگریزی سپاہ جو وقت ہاتھیوں کو دیکھتی تھی کہ وہ بھاری بھاری توپوں کو ان کے لئے لاتے ہیں اور حرب و ضرب و رسد کا سامان دہلی سے چلا آتا ہے تو وہ باغ باغ ہوتی تھی- اب پیش قدمی کرنے کے لئے کسی چیز کی کسر باقی نہ تھی- دسویں فروری کو علی وال کی لڑائی کے بارہ دن بعد سکھوں کے مستحکم دمدمہ پر حملہ کرنے کے لئے تجویزیں ہوئیں- اس تاریخ کی صبح کو گھر گھڑی پڑ رہی تھی اس کے اندر سپاہ کے بڑھنے کی ساری تیاریاں ہوگئیں اور دشمنوں کو خبر نہ ہوئی- دمدمے کے مضبوط مقاموں پر جو تیج سنگھ کے زیر اہتمام تھے بھاری توپیں لگائی گئیں تھیں- لال سنگھ اپنے سواروں کے ساتھ دریا کے سمت بالا میں مقیم تھا- سکھوں کے عزم مردہ میں اس سے جان آگئی تھی کہ ان کے ہاتھ انگریزوں کا وہ مقام لگ گیا تھا- جہاں سے وہ سکھوں کے لشکر کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جسکو انہوں نے رات کو بغیر کسی پہرہ چوکی کے چھوڑ دیا تھا- پیر دیرینہ سال واز مودہ کار شام سنگھ اٹاری کا راجہ بوڑھا تھا- سکھوں نے اپنے دیوسار ہمسایہ سے لڑنا اختیار کیا- لیکن اس کی نصیحتوں کو ن سنتا تھا اس نے مایوس خالصہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ لڑائی میں دشمن سے سب سے پہلے لڑکر اپنے جنگ کو درست کردں اور مقدس جمہوری سلطنت پر اپنی جان قربان کردں ؏

میدان جنگ کی کیفیت اور لڑائی کا حال

سات بجے صبح کو تاریک کہر جو سارے میدان جنگ کو گھیرے ہوئے تھی کئی انگریزی توپخانوں نے دشمنوں کے مورچوں پر گولے اولوں کی طرح متواتر برسانے شروع کئے جو ہر طرف موت کو دشمن کے پاس لیجاتے تھے سکھ بھی ان گولوں کا جواب دیتے تھے- کل میدان جنگ پر گندک کے دھنوئیں کی گھٹا چھا رہی تھی اور آپس میں ہتھیاروں کے لوہے اور سنگینوں کی چمک بجلی کی طرح چمک رہی تھی ؏

طرفین کی ایک سو بیس توپوں کی دھنواں دھون ایک قیامت کا غل شور مچا رہی تھی بیس میل پر فیروز پور میں
ان کی آوازیں جا رہی تھیں۔ اب معلوم ہوا کہ لڑائی کا فیصلہ بندوقوں اور سنگینوں کے ہاتھ میں ہے بریگیڈیر سٹین لی
پیادے اور سواروں کو ساتھ لے کر حملہ کرنے کے لئے بالاستقلال آگے بڑھا اور دشمنوں کے توپخانوں کے روبرو
سے تین سو گز کے فاصلہ پر جا پہونچا باوجودیکہ یہ پیش قدمی حملہ کے لئے سائنس کے موافق ہوئی تھی۔ لیکن سکھوں کی
بندوقوں اور توپوں اور زنبورکوں نے اس سپاہ کے بڑے حصہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ لڑائی ایسے جوش و خروش
سے ہوئی جو خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آخر کو مستقل بہادر سپاہ انگریزی کو فتح ہوئی۔ ایک پیر بزرگ دلاور
سر رو بیرٹ ڈک صاحب فوج کو جو حملہ میں پیچھے رہتی تھی ساتھ لیکر ایسی دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ وہ دمدمہ کی
خندق سے پار ہو کر فصیل پر چڑھ گئے اور فتح کے نعرے لگائے۔ بہادر سکھوں نے خوب مقابلہ کیا ایک
ایک انچ پر لڑے مگر تقدیر نے خالصہ کے ساتھ اپنا اخلاص چھوڑ دیا تھا۔ نہایت بہادرانہ تدابیر بھی کچھ کام نہ آئیں
تباہی ہر طرف ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سکھوں کی آتش زنی میں اول سستی ہوئی پھر بالکل موقوف ہوئی۔
سبراؤں کا دمدمہ جس نے انگریزوں کا مقابلہ کیا وہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کسی طرح فتح ہی نہیں ہوگا۔ اب وہ
انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ دغاباز تیج سنگھ جیسے پہلے میدان جنگ سے بھاگا تھا ایسا ہی اب بھی بھاگا اور شرارت
سے پل کی ایک کشتی کو بیچ میں سے نکلوا گیا۔ لیکن اُس کے طریقہ کے برخلاف شام سنگھ کا حال تھا جس کے سفید بال
تھے وہ خالصہ کا دوست بڑے خلوص کے ساتھ تھا اُسکو اپنا قول یاد تھا جو اُس نے اپنی قوم سے کہا تھا اُس نے
برف کی سی سفید ڈاڑھی کے مثل سفید لباس پہنا اور اپنے ہمراہیوں کی ہمت بڑھاتا ہوا اور اُن کو میدان جنگ سے
میں سرگ پانے کی امیدیں دلاتا ہوا رزم گاہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا ہوا گیا۔ اور بہادرانہ لڑکر اپنی قوم
پر جان فدا کی۔ اس کے شہید ہونے کو اسکی قوم بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یاد رکھتی ہے اس دن کا قتل بڑا
دہشت ناک تھا۔ خندقیں مردوں سے یا مرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور فصیل ایک سرے سے دوسرے
سرے تک خون آلودہ ہو رہی تھی۔ گو فتحمندوں نے اُن کو ایسا دبایا مگر گرو کے ان چیلوں نے کبھی انگریزوں سے
پناہ نہیں مانگی ہر جگہ بہادرانہ مقابلہ کیا۔ رات کو ستلج میں پانی بہت آگیا تھا اور سکھوں نے اُس پر کشتیوں کا
پل بنایا تھا وہ بہہ گیا تھا۔ شکست یافتوں نے ستلج کے داہنے کنارہ پر تیر کر اُترنا چاہا۔ لیکن انگریزی اسپی توپخانہ
دوڑ کر آیا اس مغرور سپاہ پر اُس نے گولوں کی ایسی بوچھاڑ لگا دی کہ اس قدر آدمی مرے کہ اُن کے خون سے دریا
کا پانی سرخ ہو گیا اور لاشوں سے وہ پر ہو گیا۔ لڑائی ۹ بجے شروع ہوئی اور گیارہ بجے ختم ہوئی۔ ان دو

گھنٹوں میں سکھ جو سپاہ میدان جنگ میں لائے تھے اس کی ایک تہائی فنا ہو گئی۔ سینکڑوں گراپوں سے مرے اور اُن سے زیادہ ستلج کی طغیانی میں ڈوب کر مرے۔ دریا میں جا بجا دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑی سپاہ کا جہاز عمر یہاں شکستہ ہوا ہے۔ سکھوں کا قتل اور انتشار اور نا امید ہونا اسقدر تھا کہ کمانڈر انچیف نے کہا کہ اگر خالصہ سپاہ نے جنگ کی ابتدا میں ہمارے زخمیوں کے قتل کرنے اور پرزے اڑانے سے اپنی بہادری کو داغ نہ لگایا ہوتا جو لڑائی کے اتفاقات سے سکھوں کے بس میں آ گئے تھے تو اس کے فیاض فتح کرنے والوں کو بھی ان پر رحم آتا۔ اُنہوں نے کہا کہ دشمنوں کے کشتوں کے وہ پشتے لگے ہوئے ہیں کہ میں دریا کے دوسرے کنارہ پر اُن پر قدم رکھتا ہوا گیا ہو۔

فتح کا اثر فاتح اور مفتوح پر

سرسٹھ توپیں اور دو سو سے زاید شتری زنبورکیں اور بہت سے علم اور اسباب حرب و ضرب افراط سے انگریزی فتحمندوں کے ہاتھ لگا خالصہ نے جو پل بنایا تھا اُس کا ایک حصہ کمانڈر انچیف کے حکم سے جلایا گیا۔ اگرچہ فتح نمایاں ہوئی مگر انگریزوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ ۳۲۰ انگلشی میدان جنگ میں قتل ہوئے اُن میں میجر جنرل سر رابرٹ ڈک کو اس وقت زخم مہلک لگا کہ وہ مورچوں کے قریب اپنے بہادر سپاہیوں کی دلیری بڑھا رہے تھے اور انگریزوں کے ۲۰۸۳ سپاہی مجروح ہوئے۔ سکھوں کا بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ ہزار سپاہی مجروح و مقتول ہوئے یا دریا میں ڈوبے۔ اس فتح سے سکھوں کی سپاہ بالکل شکستہ و پراگندہ ہو گئی۔ اس میں یہ قابلیت نہیں رہی کہ پھر ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے ہو

برٹش کا ستلج کے پار جانا

فتح کے دن کی رات کو برٹش بریگیڈ جو آگے بڑھے ہوئے تھے وہ ستلج کے پار فیروز پور کے مقابل اُترے کوئی دشمن اُن کو نظر نہیں آیا کہ وہ ان کی راہ روکتا۔ میجر ایبٹ نے اُن کشتیوں کا پل جو ایک سال پہلے سندھ سے آئی تھیں ۱۲۔ فروری کو تیار کیا۔ ۱۳۔ فروری کو سارا انگریزی لشکر سوائے بھاری توپوں کے ستلج کے پار اُترا۔ ۱۱۔ فروری کو قصور جو ۳۲ میل لاہور سے اور دریا سے ۱۶ میل تھا انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہیں سکھوں کے لاہور سے ایلچی آئے۔ دوسرے دن قلعہ قصور پر بھی بغیر کسی مقابلہ کے انگریزوں کا قبضہ

ہو گیا۔ ۱۳ کو گورنر جنرل بھی کمانڈر انچیف کے کیمپ میں آ گئے بہ تحقیق معلوم ہوا کہ بیس ہزار کے قریب سکھ امرتسر میں جمع ہوئے ہیں مگر اُن کا ارادہ لڑنے کا فتحمندوں سے نہیں ہے ؏

گورنر جنرل کا اشتہار

اسی تاریخ گورنر جنرل نے اشتہار دیا کہ انگریزی سپاہ ستلج پار اُتر گئی اور پنجاب میں داخل ہوئی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر قبضہ رکھنے سے جب تک باز نہیں آئیگی کہ ۱۸۰۹ع کے عہدنامہ کے شرائط کے توڑنے اور بغیر کسی اشتعال کے ممالک برٹش پر حملہ کرنے کا بڑا کفارہ اسکو نہ دیا جائے گا اور جو کچھ جنگ میں اس کا خرچ ہوا ہے اُس کا تاوان نہ لیا جائے گا اور آیندہ لاہور گورنمنٹ کے انتظامات ایسے کئے جائینگے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے نزدیک پورے کفالت اسکے ہونگے کہ اس قسم کی عہدشکنی و بے وفائی اور حملہ آوری کی زیادتی لاہور کی گورنمنٹ برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہیں کرے گی۔ اور گورنمنٹ انڈیا نے لاہور کی سپاہ اور گورنمنٹ کے برخلاف جو جنگی کام اختیار کئے ہیں کچھ اس خواہش سے نہیں کئے کہ وہ اپنی عملداری کو وسیع کرے اگرچہ اس کو ضروری تدبیریں تحصیل تاوان جنگ کے اور امن و عافیت رکھنے کے لئے ایسی کرنی پڑیں گی کہ لاہور کی مملکت میں سے ایک حصہ برٹش گورنمنٹ لے لے۔ اور اس کے مقدار دربار کے انتظام پر موقوف ہے اور برٹش عملداری کے سرحدوں کی محافظت اور امن و عافیت کے خیالات کے سبب سے بہرحال کوہستانی اور میدانی اضلاع جو لاہور کی مملکت و بیاس و ستلج کے درمیان واقع ہیں برٹش گورنمنٹ اپنے ملک میں داخل کریگی۔ جس کی آمدنی تاوان جنگ میں محسوب ہوگی جو لاہور کی سلطنت پر واجب الادا ہے گورنمنٹ انڈیا نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ ہرگز پنجاب میں لاہور کی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتی اگرچہ دربار نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ یہ انصاف ہے کہ اسکے عوض لینے کے لئے سخت اور شدید تدابیر کیجائیں باوجود اس کے گورنر جنرل کی خوشی ہے کہ سرداروں اور دربار کو ایک بھلا وقت دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا تابع جانیں اور نیک ایمانداری اور دانشمندی کے صلاح و مشورہ کی طرف رجوع کریں اور گورنر جنرل کو برٹش گورنمنٹ کے خالص دوست اور بانی سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک بیٹے کے لئے سکھ گورنمنٹ کو مرتب کرنے دیں اسواسطے گورنر جنرل ان تمام سرداروں سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے کے خیرخواہ ہیں۔ چاہتا ہے کہ اُسکے ساتھ اتفاق کرکے کام کریں۔ اور ایسے انتظامات کو کام میں لائیں کہ وہ سکھ گورنمنٹ کو لاہور میں سنبھالیں اور سپاہ کو اپنے قابو میں رکھیں

رعایا کی محافظت کریں کہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہوں کہ وہ آیندہ سکھوں کی ریاستوں میں امن و عافیت پیدا کریں اور برٹش گورنمنٹ کے برخلاف اس کی سرحد پر فتنہ انگیزی اور حملہ آوری پھر مکرر نہ ہونے دیں اور کل دنیا پر ہندوستان کی اعلےٰ او مستولی گورنمنٹ کے اعتدال اور عدالت کو ثابت کریں اور اشتہار کا خاتمہ اس اعلان پر ہوا کہ اگر اس وقت میں جو اُن کو دیا گیا ہے دربار سکھوں کی قوم کی سپاہ کی بدنظمی و بدعملی سے بچانے میں غفلت کریگا اور انگریزی سپاہ سے از سرِ نو لڑائی شروع کریگا تو گورنمنٹ انڈیا پنجاب گورنمنٹ کے لئے ایسے انتظامات کرے گی کہ برٹش حکومت کے لئے عدالت اور ضرورت کے موافق ہونگے ؏

لاہور کے دربار کی مصالحت جوئی

رانی اور دربار نے اپنے پسند کئے ہوئے وزیر گلاب سنگھ کو اکسایا کہ وہ فوراً برٹش کیمپ میں جائے اور دربار کی طرف سے رحم اور کرم کے لئے گڑگڑائے اور مصالحت کے پیغام میں کوشش کرے۔ تمام امرا اور سردار اور سپاہ کے پنچوں نے راجہ سے سنجیدہ وعدہ کیا کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر کیجائینگی کہ سکھوں کی گورنمنٹ لاہور میں قایم رہے گی۔ جس کا اعلان اشتہار میں دیا گیا ہے۔ قصور میں ۱۵ فروری کو گورنر جنرل نے راجہ گلاب سنگھ دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین اور بارک زئی سردار سلطان محمد خان سے اس طرح ملاقات کی جیسی کہ کسی ناراضمند گورنمنٹ کے قایم مقاموں سے ہوا کرتی ہے وہ رسمیں نہیں برتی گئیں جو دوستانہ ملاقات میں ہوتی ہیں اور بڑی بڑی نذریں پیش کی گئیں وہ قبول نہیں ہوئیں۔ گورنر جنرل نے ان سکھ ڈیپوٹیشن کے آگے بیان کیا کہ دربار اور سپاہ نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بغیر کسی اشتعال کے ناجایز رویہ اختیار کیا۔ اور برٹش گورنمنٹ نے کل کاموں میں تحمل اور اعتدال کا شیوہ برتا۔ راجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی کہ وہ سکھ گورنمنٹ کی بیوفائی اور دشمن کے کاموں سے جو اُس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ کئے علیحدہ بیٹھا رہا اور اس کے اس فعل کی قدر گورنر جنرل کے دل میں ہے وہ برٹش گورنمنٹ اور لاہور کے دربار کی مصالحت کے باب میں جو شرائط ٹھیرانی ہوں ان کی بابت فیصلہ چیف سکرٹری مسٹر کری اور ایجنٹ شمالی سرحد ہند میجر لارنس سے مل کر کرائے۔ ان انگریزی افسروں کے ساتھ رات کو ان سرداروں کی مجلس مشورہ ہوئی اور اس میں جو شرائط مصالحت انگریزوں کی طرف سے سرداروں کے سامنے بیان ہوئیں اُن پر انہوں نے دستخط کر دیئے۔ شرائط صلح کا آگے بیان آئیگا ؏

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ملاقات گورنر جنرل سے

گورنر جنرل نے ۱۸- فروری ۱۸۴۶ء کو مقرر کی کہ ستلج و راوی کے درمیان للییاں میں مہاراج ملاقات کو لاہور سے آئیں۔ چنانچہ یہاں مہاراج مع گلاب سنگھ و بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین اور اور دس بارہ مصاحبوں کے آئے۔ گورنر جنرل کے دربار کے خیمے میں ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ کی توپوں کی سلامی اُتری۔ مہاراجہ نے اپنے قصور کی معافی مانگی اور لطف و کرم و رحم کے لئے گڑگڑائے گورنر جنرل نے ارشاد کیا کہ شرایط صلح پہلے طے ہو چکی ہیں ان کا ذکر اس وقت بے فائدہ ہے جب سے مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آئے ہیں وہ اپنی مہربانی سے مہاراجہ کو یہ سمجھکر پھر بحال کرتی ہے کہ وہ ایک قدیمی وفادار دوست کے بیٹے ہیں اور سکھوں کی قوم کا قایم مقام بناتی ہے جسکو اُمرا اور رعایا نے اپنی فرمانروائی کے لئے آپ کو انتخاب کیا ہے بشرطیکہ آپ سب شرایط عہد نامہ کی ایفا کریں جو کہ آپکے وزیروں کے سامنے بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تعلقات برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بیان کرکے یہ اپنی امید ظاہر کی کہ مہاراج اپنے باپ کے قدموں پر چلیں گے اس کے بعد دربار برخاست ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج گورنر جنرل کے ہمراہ لاہور میں جائیں ☙

لاہور و امرتسر میں ہلچل کا پڑنا

زمانہ گذشتہ میں لوگ یہ قاعدہ سیکھ چکے تھے کہ جو شخص شہر کو فتح کرتا ہے اُس کو خوب لوٹتا ہے اُن کو خوف تھا کہ انگریز بھی اس قاعدہ سے مستثنےٰ نہوں گے اس سبب سے گورنر جنرل نے ۱۸- فروری ۱۸۴۶ء کو یہ اشتہار جاری کیا کہ امیروں و تاجروں و اہل پیشہ اور رعایا اور امرتسر اور لاہور کے باشندوں پر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج کی تاریخ گورنر جنرل کی خدمت میں مہاراجہ دلیپ سنگھ حاضر ہوا اور اُس نے اپنی اور سکھ گورنمنٹ کی برٹش گورنمنٹ سے لڑنے پر پشیمانی ظاہر کی گورنر جنرل کو ہر طرح سے امید ہے کہ دونو گورنمنٹوں کے درمیان رشتہ اتحاد مستحکم ہو جائے گا لاہور اور امرتسر کے باشندے کسی طرح کا خوف انگریزی سپاہ سے نہ رکھیں گورنر جنرل نے پنجاب کے باشندوں کو یقین دلایا کہ اگر لاہور کا دربار راست بازی سے کام کریگا اور سپاہ خالصہ نے کوئی برٹش گورنمنٹ کا دشمنانہ مقابلہ نہیں کیا تو ان کی جان و مال آبرو سب طرح سے محفوظ

وسلامت ہے اور انگریزی سپاہ سے اُس کو بال برابر کھٹکا نہیں ہے وہ بیخوف و خطر اپنے اپنے کاموں اور پیشوں میں مصروف رہے ؛

لاہور میں انگریزی سپاہ کے آنیکے لئے انتظام

اس اثناء میں راجہ گلاب سنگھ نے اپنے سخت احکام جاری کر دیئے کہ سبراؤن کی شکست کے بعد لاہور سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر سپاہ جو رائے ونڈ میں مقیم ہے وہ اپنی جگہہ سے نہ ہلے اس سپاہ کے پیدلوں اور سواروں کی تعداد کا تخمینہ چودہ ہزار سے بیس ہزار تک کیا گیا تھا جس کے پاس ۳۵ توپیں تھیں۔ اور اسکے سپہ سالار تیج سنگھ اور راجہ لال سنگھ تھے لاہور میں قلعہ اور شہر کے دروازوں پر انگریزی مسلمان نجیبوں کی پلٹنیں متعین کی گئی تھیں اور اُن کو حکم تھا کہ کسی مسلح سکھ سپاہی کو شہر میں نہ آنے دیں ؛

لاہور میں انگریزی سپاہ کا پہنچنا

۲۰۔ فروری ۱۸۴۶ء کی صبح کو قدیمی شہر لاہور کے سامنے انگریزی سپاہ داخل ہوئی اور دوپہر کو میانمیر کے میدانوں میں اُس نے اپنے خیمے ڈیرے جمائے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ کو مسٹر کیورٹن صاحب کوٹ تک لے گئے اور محل کے دروازہ سے الگ ہوئے۔ یہاں سے مہاراجہ کو راجہ گلاب سنگھ محل کے اندر لے گئے مسٹر کری صاحب نے مہاراج اور انکے وزراء سے یہ ارشاد فرمایا کہ گورنر جنرل کے حکم سے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ ان کو ان محلوں تک لائی ہے جہاں سے وہ اس خیال سے گورنر جنرل کی خدمت میں گئے تھے کہ برٹش گورنمنٹ کی اطاعت قبول کرنے کا اقرار کریں اور اپنے تئیں اور اپنی دارالسلطنت کو اور اپنے ملک کو گورنر جنرل کے سایہ عاطفت میں لائیں۔ گورنر جنرل نے اُن کو بحال کر کے پھر محل میں بھیجا ہے تاکہ مہاراجہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کی دوستی کی ایک علامت دکھلائیں۔ مہاراجہ محل میں داخل ہوئے اور اکیس توپیں سلامی کی سر ہوئیں ؛

گورنر جنرل کا اشتہار

جس محل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کنبہ رہتا تھا اُس کے دروازہ اور کوٹ پر انگریزی سپاہ کا پہرہ

چوکی تھا۔ کوئی سکھوں کی سپاہ نہیں مقرر تھی۔ اس خیال سے کہ شہر کے باشندوں کو اعتبار ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ انگریزوں کا ارادہ لوٹ مار کرنے کا اور ایذا پہونچانے کا نہیں ہے یہ سخت احکام جاری کئے گئے کہ تا حکم ثانی کوئی یوروپین سوا اُن اہل کاروں کے جو سرکاری کام کے لئے بھیجے جائیں شہر کے نزدیک آنے پائیں اور ۲۲ فروری کو گورنر جنرل نے یہ اشتہار دیا جس میں ان واقعات کو جو واقع ہوئے تھے اور ان فتوح کو جو انگریزی سپاہ نے اپنے دشمنوں پر حاصل کیں تھیں بیان کیں۔ اور اس امر واقعی کو بڑے فخر و ناز سے بیان کیا کہ ساٹھ روز کے تھوڑی سے وقت میں چار لڑائیوں میں چیدہ چیدہ خالصہ سپاہ کو شکستیں دیں اور ان سے دو سو بیس توپیں چھینیں ان کی سپاہ عظیم میں سے ۱۴۰۰۰ سپاہی باقی رہے اور اب ایک عہدنامہ لکھا جارہا ہے کہ جس کی شرایط کے موافق برٹش اضلاع پر پھر کبھی سکھ ایسے فتنے و فساد و حملے بغیر کسی اشتعال کے نہیں کرینگے ؂

لاہور میں بڑا ڈنر

۵ تاریخ کو لاہور میں گورنر جنرل نے بڑا ڈنر دیا کہ تمام افسر اور کمانڈر انچیف اور سر چارلس نیپر جو خود بھی تھے ٹوسٹ کھائے گئے اور سپیچیں دی گئیں آپس میں ایک دوسرے کی مدح سرائی اور بعد کو سپاہ کی ثناخوانی کی گئی۔ ہر چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ ہپ ہپ ہُرا کا غل ایسا مچا تھا کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے ؂

عہدنامہ پر دستخط

۸۔ مارچ ۱۸۴۶ع کو برٹش گورنمنٹ اور لاہور دربار کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا اُس پر انگریزوں کی طرف سے مسٹر کرے صاحب اور میجر لارنس صاحب نے دستخط کئے۔ اور مہاراجہ کی طرف سے راجہ لال سنگھ اور سردار تیج سنگھ بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین نے دستخط کئے۔ اس موقع پر سکھ سرداروں نے میجر لارنس کے نام مہاراجہ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس کا مضمون یہ پڑھا گیا کہ گورنر جنرل نے لاہور دربار کو اپنی مہربانی اور فیاضی کا یقین دلایا ہماری بڑی آرزو یہ ہے کہ جب گورنمنٹ یہ کوشش کرتی ہے کہ تمام معاملات کا بندوبست خاطر خواہ کرے اور یہ ضرور ہے کہ ہوشیار اور کارگر تدابیر ایسی کیجائیں کہ پھر دوبارہ کوئی فتنہ و فساد نہ کھڑا ہو۔ اس لئے بعض برٹش رجمنٹیں مع توپخانوں اور افسروں کے لاہور میں سٹیٹ اور مہاراجہ اور شہر کے باشندوں کی حفظ و امان کے لئے رہیں ؂

گورنر جنرل کا دربار عہدنامہ کی تصدیق کے لئے

۹-مارچ کو اس عہدنامہ مصالحت کو شاہی خیمہ میں گورنر جنرل نے تصدیق کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے ساتھ راجہ لال سنگھ و راجہ گلاب سنگھ و سردار تیج سنگھ اور بیس کے قریب اور سردار موجود تھے۔ کمانڈر انچیف اور اُس کا سٹاف اور سر چارلس نیپیر گورنر سندھ اور اور کل جنرل اور بریگیڈیر اور ہر ہندوستانی رجمنٹ کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا۔ گورنر جنرل ایک تخت پر اور مہاراجہ دلیپ سنگھ دوسرے تخت پر بیٹھے تھے عہدنامہ پر دستخط ہوئے اور اس کا نسخہ ایک دوسرے کو دیا گیا۔ گورنر جنرل نے سپیچ دیا جس کا ترجمہ مسٹر کرے صاحب نے اہل دربار کو سنایا۔ اس سپیچ میں سر ہنری نے بار بار اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان مصالحت اور موانست کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ سکھ گورنمنٹ پھر ایسی قایم ہو جائے کہ وہ اپنی سپاہ کو قابو میں رکھ سکے اور اپنی رعایا کو حفظ و امان میں رکھ سکے۔ اور اپنے ہمسایہ کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھ سکے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دوستانہ پولیسی جو برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھی اس کی تعریف کی اور آیندہ کے لئے اُس کے نمونے کی پیروی کرنے کی ہدایت کی۔ کونسل میں دانائی اور راست بازی سے عہدوں کے ایفا ہونیکی بڑے زور سے تمنا ظاہر کی اُنہوں نے بیان کیا کہ برٹش گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ خصومت و عداوت و لڑائی جھگڑوں سے اپنی عملداری کو وسعت دے اور کسی طرح سے یہ نہیں چاہتی کہ دربار کے اندرونی کاموں میں مداخلت کرے دربار نے جو نہایت شوق سے یہ درخواست کی ہے کہ جب تک سکھ سپاہ کا از سر نو انتظام و بندوبست بموجب عہدنامہ کے ہو انگریزی سپاہ لاہور میں چھوڑ دیجائے اسکو میں نے منظور کیا ہے لیکن بطیب خاطر نہیں یہ سپاہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونے کے بعد لاہور میں نہیں رہے گی۔ پھر اُنہوں نے ارشاد کیا۔ کہ اگر دوستانہ امداد جو برٹش گورنمنٹ نے کی ہے دربار اُس کو دانشمندانہ اور سچی کوششوں کے ساتھ پیروی کرے گا۔ تو سٹیٹ مرفہ حال ہوگی اور میں بھی اس کے ساتھ کام کرنے میں دریغ نکرونگا لیکن اگر انہوں نے اس میں غفلت کی تو پھر سٹیٹ کو برٹش گورنمنٹ کی امداد نہیں دیجائے گی ؎

اس سپیچ کے آخر ہونے کے بعد سرداروں نے شکریہ ادا کیا کہ گورنر جنرل نے اس کم عمر مہاراج پر جو عنایت و احسان کئے اور قیمتی صلاح دی اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس کی پیروی کرنے کے لئے ہم آمادہ ہیں

شرائط عہدنامہ

عہدنامہ جو ۹- مارچ کو تصدیق ہوا اس کی شرائط صلح دفعات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں ؛

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اُس کے وارثوں اور جانشینوں کے درمیان ہمیشہ مصالحت اور موانست رہے گی ؛

دفعہ دوم مہاراجہ دلیپ سنگھ اپنے اور اپنے وارثوں اور جانشینوں کے تمام دعووں اور تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں جو اس کے اس ملک میں ہیں کہ دریا ستلج کے جنوب میں واقع ہے اور عہد کرتے ہیں کہ اس ملک سے اور اس کے باشندوں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ؛

دفعہ سوم مہاراجہ ہمیشہ کے لئے میدانی اور کوہستانی ملک کو جو دریا بیاس اور ستلج کے درمیان واقع ہے اور اس دوابہ کے تمام قلعوں اور ملکوں کی حکومت اور اپنے حقوق کو آنرابل کمپنی کو حوالہ کرتے ہیں +

دفعہ چہارم ان ملکوں کے حوالہ کرنے کے سوا برٹش گورنمنٹ لاہور کی سٹیٹ سے خرچ جنگ کا تاوان ڈیڑھ کروڑ روپیہ طلب کرتی ہے درصورتیکہ وہ ادا نہ کرے یا اس روپے کے ادا کرنے کی کوئی ایسی ضمانت نہ دے سکے جس پر برٹش گورنمنٹ کا اطمینان ہو تو مہاراجہ اُس کے عوض ایک کروڑ روپیہ ملک کی سلطنت ہمیشہ کے لئے آنرابل کمپنی کو دے گا اور یہ کوہستانی ملک دریاء بیاس اور دریاء سندھ کے درمیان واقع ہوگا- جس میں کشمیر و ہزارہ دخل ہوگا- اس کے کل قلعے و ملک و حقوق یہ سب حوالہ کئے جائینگے ؛

دفعہ پنجم اسوقت یا عہدنامہ کی تصدیق سے پہلے پچاس لاکھ روپیہ مہاراجہ ادا کرے ؛

دفعہ ششم مہاراج معاہدہ کرتا ہے کہ لاہور کی سرکش سپاہ سے ہتھیار لے کر موقوف کردیگا اور مہاراج یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت کے زمانہ میں پیدلوں کی رجمنٹوں کا جو نظام تھا اور جو تنخواہیں اُن کو ملتی تھیں اور جو اور قواعد تھے اُن کا پابند ہوگا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جن سپاہیوں کو شرط مذکور کے موافق موقوف کریگا ان کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کرے گا ؛

دفعہ ہفتم اب سے لاہور سٹیٹ کی اپنی سپاہ کی تعداد یہ ہوگی پیادوں کی ۲۵ پلٹنیں جن میں ہر یک میں آٹھ سو سپاہی ہوں گے اور بارہ ہزار اس تعداد پر بغیر منظوری برٹش گورنمنٹ کے اضافہ نہ ہوگا- اگر اس سبب سے اس سپاہ کی افزائش کی ضرورت کسی وقت میں ہوگی تو اس صورت کی توجیہ برٹش گورنمنٹ کے

روبرو بیان کرنی پڑے گی اور جب خاص ضرورت رفع ہو جائے گی تو بھی اپنی سپاہ کو اس قدر گھٹانا پڑے گا جو اس دفعہ کے اوپر کے فقرہ مین بیان کی گئی ہے ؛

دفعہ ہشتم مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کو چھتیس توپیں حوالہ کرے گا جو انگریزی سپاہ پر چلائی گئی ہیں۔ اور ستلج کے داہیں کنارہ پر لگائی گئیں تھیں اور وہ سبراؤن کی لڑائی میں چھن جانے سے باقی رہی تھیں ؛

دفعہ نہم جن دریاؤں پر برٹش گورنمنٹ کا قبضہ رہے گا اُن کا وہی محصول دریائی لے گی ان کی تفصیل یہ ہے دریا بیاس اور دریا ستلج جو آگے بڑھ کر گراہ او رپنج نند کہلاتا ہے اور مٹھن کوٹ میں دریا سندھ سے ملتاہے اور دریا سندھ مٹھن کوٹ سے بلوچستان کی حدتک اپنے دریاؤں میں ملتاہے جو لاہور کی کشتیاں تجارت کی یا مسافروں کے لیجانے کی غرض سے چلیں گی۔ اس سے برٹش گورنمنٹ مزاحم نہیں ہوگی۔ دونوں ملکوں میں کشتیوں کے چلنے سے جو آمدنی ہوگی وہ بعد منہائی خرچوں کے آدھی آمدنی نقد لاہور گورنمنٹ کو دیجائے گی اس دفعہ کی شرایط ان کشتیوں کی آمدنی سے متعلق نہیں جو دریاء ستلج کے اُس حصہ پر ہوگی جو بہاولپور اور لاہور کے درمیان واقع ہے ؛

دفعہ دہم اگر برٹش گورنمنٹ کسی وقت میں یہ چاہے گی کہ اپنی سپاہ کو مہاراجہ کی عملداری میں اپنی عملداری کی سرحد کی حفاظت کے واسطے یا کسی دوست کی حمایت کے لیئے لے جائے تو اس کی خاص اطلاع دینے پر وہ لاہور کی عملداری میں گذرنے پائے گی اور ایسی صورت میں لاہور سٹیٹ کے افسروں کا یہ کام ہوگا کہ اس کے واسطے سامان رسد اور دریاؤں کے عبور کرنے کے لئے کشتیاں بہم پہونچائیں اور برٹش گورنمنٹ کشتیوں اور سب سامان کی قیمت ادا کرے گی اور جن لوگون کا نقصان اس سپاہ کے گذرنے سے ہوگا اس کا معاوضہ دے گی اور جن قطعوں میں یہ سپاہ گذریگی وہ ان کے باشندوں کے مذہب کا ایسا پاس و لحاظ رکھیگی کہ ان کا دل نہ دکھے ؛

دفعہ یازدہم مہاراجہ وعدہ کرتاہے کہ برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی برٹش رعایا کو اور یوروپ و افریقہ و امریکہ کے باشندے کو نوکر نہیں رکھے گا ؛

دفعہ دوازدہم مہاراجہ گلاب سنگھ جموں نے لاہور کی سٹیٹ کی حسن خدمات کی ہیں جس سے لاہور اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان پھر رشتہ اتحاد محکم ہوا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ قبول کرتاہے کہ پہاڑوں کے ان ملکوں اور ضلعوں میں وہ اپنا آزادراج رکھے جن کو برٹش گورنمنٹ نے جدا عہدنامہ کے موافق جو اس کے

اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا ہے دیا ہے یہ ملک راجہ کے قبضہ میں مہاراجہ کھڑک سنگھ کے عہد سے تھا اور برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے حسن خدمات کے صلہ میں جو اس نے برٹش گورنمنٹ کی کیں ہیں اس ملک میں اُسکے آزادانہ راج کو منظور کرتی ہے اور اس کو ایک عہد نامہ سے جو برٹش گورنمنٹ سے ہوا ہے مستفید ہونے دیتی ہے ❊

دفعہ سیزدہم اگر لاہور سٹیٹ اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان کوئی فساد کھڑا ہو تو برٹش کی ثالثی سے فیصلہ کے لئے حوالہ کیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اُسکے ماننے کا مہاراجہ اقرار کرتا ہے ❊

دفعہ چہاردہم برٹش گورنمنٹ کے بغیر اتفاق رائے لاہور کی عملداری کی سرحدیں تبدیل نہیں ہونگی

دفعہ پانزدہم لاہور سٹیٹ کے اندرونی انتظامات میں برٹش گورنمنٹ کوئی مداخلت نہیں کریگی لیکن ان تمام صورتوں اور حالتوں میں برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کی جائیگی تو گورنر جنرل اپنی صلاح و مشورہ سے مدد کرے گا اور لاہور گورنمنٹ کے نفعوں کے بڑھانے میں نیک صلاح دے گا ❊

دفعہ شانزدہم ہر ایک سلطنت کی رعایا ایک دوسرے ملک میں اس طرح آئے جائے کہ وہ معلوم ہو کہ دوست قوموں کی رعایا ہے ❊

یہ عہدنامہ ۹- مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ کو تصدیق ہوا-

۱۱- مارچ ۱۸۴۶ء کو لاہور گورنمنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کہ مہاراجہ کی ذات اور دار السلطنت کی محافظت کے واسطے جب تک سپاہ کا دوسرا انتظام نہو انگریزی سپاہ کا متعین کرنا ضرور ہے اس کے عہدنامہ میں ۱۱- مارچ کو یہ آٹھ دفعہ اور بڑھائی گئیں ❊

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ لاہور میں ۱۸۴۶ء کے آخر تک اتنی انگریزی سپاہ متعین رکھیگی جتنی گورنر جنرل کے نزدیک مہاراجہ کی ذاتی اور شہر لاہور کے باشندوں کی حفاظت کے واسطے اس عرصہ کے لئے کافی ہوگی جبتک سکھ سپاہ کا از سر نو بندوبست لاہور کے عہدنامہ کے موافق ہو- اس سپاہ کا جو مطلب ہے اگر دربار کی رائے کے موافق پورا ہو گیا- تو سال کے ختم ہونے سے پہلے یہ سپاہ ایسے وقت میں واپس بلائی جائے گی جس میں اُس کو تکلیف نہ ہو- مگر وہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونیکے بعد لاہور میں نہیں رہیگی ❊

دفعہ دوم لاہور گورنمنٹ نے اسے منظور کر لیا ہے کہ لاہور میں انگریزی سپاہ جوان مقاصد

کے لئے دفعہ مذکورہ بالامیں بیان ہوئے ہیں متعین ہوئی ہے وہ قلعہ اور شہر لاہور پر بالکل قابض ہوگی۔ اور شہر کے اندر سے لاہور کی سپاہ نکال دیجائے گی۔ لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ سپاہ مذکور کے سپاہیوں اور افسروں کے رہنے کے لئے مکانات آسایش و آرام کے تجویز کردے گی۔ اور اگر یہ سپاہ اپنی چھاونیوں سے کہیں اور کام میں لائی جائے گی یا غیر ریاستوں میں بھیجی جاے گی تو جو کچھ اس کا معمولی خرچ اس سبب سے برٹش گورنمنٹ کا ہوگا وہ اس کو ادا کردیا جائیگا ؛

دفعہ سوم لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ وہ اپنی سپاہ کے از سر نو بند و بست کرنے میں بموجب شرایط عہدنامہ فوراً بڑے شوق سے مصروف ہوگی۔ اور اسمیں جو ترقی ہوتی جائے گی ور سپاہ کے رہنے کے لئے جو مقامات تجویز ہونگے اس کی اطلاع ان حکام انگریزوں کو کرتی رہے گی جو لاہور میں متعین کئے گئے ہیں ؛

دفعہ چہارم اگر دفعہ گذشتہ کے شرایط کے ایفا کرنے میں لاہور گورنمنٹ ناکام رہے تو برٹش گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ اپنی سپاہ کو جس وقت چاہے لاہور سے بلائے بغیر اس کے کہ سال جو دفعہ اول میں مخصوص کیا گیا ہے پورا ہو ؛

دفعہ پنجم جو ملک بموجب دفعات ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ کو سرکار انگریزی کو دئے گئے ہیں۔ اُن میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ و کھڑک سنگھ و شیر سنگھ کے رشتہ دار جاگیردار رہتے ہیں۔ انکے اصلی حقوق کے پاس و لحاظ کرنے کو سرکار انگریزی قبول کرتی ہے اور وہ تاحین حیات اپنی اصلی جاگیروں پر قابض رہینگے ؛

دفعہ ششم دفعہ ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور کے موافق جو ملک سرکار انگریزی کو دیا گیا ہے اُس میں جو لاہور گورنمنٹ کی مالگزاری کی باقیات کارداروں اور ناظموں کے ذمے ہے اُسکے وصول کرانے میں حکام سرکار انگریزی سال حال سنہ ۱۹۰۲ بکرماجیت کی فصل خریف تک امداد کریں گے ؛

دفعہ ہفتم لاہور گورنمنٹ ۔۔ ۔ کو اختیار ہے کہ ممالک مذکورہ بالا میں سے جن کی تخصیص دفعات بالا میں بیان کی گئی ہے تمام خزانے اور اسباب و مال سوا توپوں کے لیجائے اگر اسباب مذکور کے کسی حصہ کو سرکار انگریزی اپنے پاس رکھنا چاہے گی تو اُسکو اختیار ہے کہ وہ اس کو رکھ لے اور اس کی قیمت مناسب ادا کردے اور سرکار انگریزی کے افسر لاہور گورنمنٹ کی اعانت اسباب کے اس حصہ کے فروخت کرنے میں

کرینگے۔ جسکو لاہور گورنمنٹ لیجانا نہیں چاہتی اور سرکار انگریزی اُسکو رکھنا نہیں چاہتی۔

دفعہ ہشتم عہدنامہ لاہور گورنمنٹ مورخہ ۹ مارچ کے بموجب سرکار انگریزی اور سرکار لاہور کی ملکوں کے درمیان حدود مقرر کرنے کے لئے دونوں گورنمنٹوں کی طرف سے کمشنر مقرر ہونگے ؏

گلاب سنگہ کے معاملات

امرتسر میں ۱۵- مارچ ۱۸۴۶ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگہ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اس کے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑکر بڑی گرمجوشی سے کہا کہ حضور کی ان عنایات اور احسانات کے سبب سے میں حضور کا زرخرید غلام ہوگیا۔ اور ۱۶- مارچ کو مہاراج گلاب سنگہ اور سرکار انگریزی کے درمیان یہ عہدنامہ ہوا

دفعہ اول مہاراجہ گلاب سنگہ کو اور اُسکے ذکور وارثوں کو ہمیشہ کے لئے ازادانہ فیصلہ اس تمام کوہستان ملک کا مع اُسکے توابع کے برٹش گورنمنٹ حوالہ کرتی ہے جو دریا سندھ کے مشرق اور دریا راوی کے مغرب میں واقع ہے۔ اس میں چمبا داخل ہے مگر اس سے لدہول خارج ہے وہ اس ملک کا ایک حصہ ہے جو سرکار لاہور نے سرکار انگریزی کو بموجب دفعہ ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء دیا ہے ؏

دفعہ دوم مشرقی سرحد اس خطہ کی جو بموجب دفعہ گذشتہ مہاراجہ گلاب سنگہ کو دیا گیا ہے وہ کمشنر مقرر کرینگے جو اس کام کے لئے سرکار انگریزی اور مہاراجہ گلاب سنگہ مقرر کرینگے اور پیمایش کے بعد اس کی نسبت جدا معاہدہ ہوگا ؏

دفعہ سوم مہاراجہ اور اُسکے وارثوں کو بموجب دفعہ گذشتہ جو ملک دیا گیا ہے اُس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگہ سرکار انگریزی کو پچہتر لاکھ روپیہ نانک شاہی ادا کرینگے اور پچیس لاکھ روپیہ بعد اس عہدنامہ کی تصدیق کے پہلی اکتوبر ۱۸۴۶ء سے پہلے دینگے ؏

دفعہ چہارم کسی وقت میں مہاراجہ گلاب سنگہ کے مملکت کی حدود بغیر سرکار انگریزی کی منظوری کے تبدیل نہیں ہوں گی ؏

دفعہ پنجم اگر گورنمنٹ لاہور اور مہاراجہ کے درمیان کوئی جھگڑا کھڑا ہو یا معاملہ پیش ہو یا کسی اور ہمسایہ کی ریاست سے لڑائی ہو تو اُس کا فیصلہ کرنا برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا ؏

دفعہ ششم مہاراجہ گلاب سنگہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اور اس کے وارث اپنی کل جنگی سپاہ کو

انگریزی سپاہ کے ساتھ اس حالت میں شامل کرینگے کہ وہ پہاڑوں میں یا اُس کے ملک کے متصل کارزار میں مصروف ہو ؟

دفعہ ہفتم مہاراجہ گلاب سنگہ معاہدہ کرتا ہے کہ بغیر برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے وہ اپنی خدمت میں برٹش رعایا اور نیز یوروپ اور امریکہ کی رعایا کو ملازم رکھے گا ؟

دفعہ ہشتم مہاراجہ گلاب سنگہ معاہدہ کرتا ہے کہ جو ملک اُسکو دیا گیا ہے اس میں وہ دفعات ۵ و ۶ و ۷ کو جو جدا ایک عہدنامہ میں لاہور دربار اور سرکار انگریزی کے درمیان لکھا گیا ہے ملحوظ خاطر رکھے گا ؟

دفعہ نہم اگر مہاراجہ گلاب سنگہ کے ملک میں کوئی خارجی حملہ ہو گا تو سرکار انگریزی اُسکے ملک کی حفاظت میں مدد کرے گی ؟

دفعہ دہم مہاراجہ گلاب سنگہ نے برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ اور مرتفع ہونے کا اقرار کر لیا ہے پس اس اعتراف کے نشانی کے لئے وہ برٹش گورنمنٹ کو نذرانہ میں یہ چیزیں دیا کرے گا ایک گھوڑا اور ۱۲ نہایت عمدہ نسل کی شالی بھیڑیں جن میں چھ نر چھ مادہ ہوں اور تین جوڑے کشمیری شال کے ؟

توپوں کا کلکتہ بھیجنا

کل ہندوستان میں ہندوستانیوں کے دلوں میں اس یقین دلانے کے لئے کہ مہاراجہ رنجیت سنگہ کی سلطنت نے بالکل اپنا سر انگریزوں کے قدموں پر رکھدیا ہے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ ڈھائی سو توپیں جو سکھوں کی ہم کو ہاتھ لگی ہیں وہ ایسی بڑی دھوم دھام اور کر و فر سے کلکتہ کو لاہور سے جائیں کہ اُن سے فیروزمندی کی حشمت و شوکت ظاہر ہو۔ فیروزپور سے کلکتہ تک جو چھاونی سڑک پر آئے وہاں سپاہ کی پریڈ ہو جب یہ توپیں کلکتہ میں آئیں تو وہ ڈپٹی گورنر جنرل کے ملاحظہ سے گذریں اور فورٹ ولیم سے بارک پور تک سپاہ کی صف بندی ہو ؟

خطابات کا عطا ہونا

جب انگلنڈ میں ان فتوح کا مژدہ پہونچا تو اس احسان مند ملک نے ان لڑائیوں میں جن افسروں

کاروبار نمایاں کئے اُن کا بڑا احترام کیا۔ سر روبرٹ پیل نے کامنس ہوس میں اپنی فصیح سپیچوں میں اس بہادر سپاہ کا جنہوں نے سر ہیو گاف اور سر ہنری ہارڈنگ و سر ہنری سمتھ کے ماتحت کاروبار عظیم خوفناک دشمن کے مقابلہ میں کئے تھے شکریہ ادا کیا اور ان کے ساتھ اور ممبر بھی شریک ہوئے۔ وزیر اعظم نے جو گورنر جنرل کی تعریف کی وہ اُسکے مستحق تھے۔ اپر ہوس میں لارڈ ڈربن کی سپیچوں کی ڈیوک ولنگٹن نے تائید کی اور گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کو پیر کا اور ہنری سمتھ علی وال کو بیرونٹ کا اور جنرل گلبرٹ کو نائٹ کا خطاب عطا ہوا۔ جتنے سپاہی لڑائی میں شریک تھے اُن میں سے ہر ایک کو میڈل ملا اور بارہ مہینہ کا پورا بھتہ دیا گیا ؏

انتظام لاہور

سر جان لٹ ٹلر لاہور کی سپاہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے وہ بڑے بہادر تھے اس کام کے لئے سب طرح سے لایق تھے۔ لاہور میں رزیڈنٹ کرنیل ہنری لارنس کو گورنر جنرل نے مقرر کیا۔ کوئی دوسرا افسران سے بہتر اس عہدہ کے لئے نہیں تصور ہو سکتا تھا وہ بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند و عالی دماغ دوربین مدبر تھے ڈپلومیٹک کاموں میں کامل اُستاد تھے۔ جنگ افغانستان اور نیپال کی رزیڈنٹی میں اپنے کارہائے نمایاں دکھا چکے تھے۔ اور آیندہ اُنہوں نے اپنی قابلیت اور لیاقت وعقل ودانش کے جوہر پہلے سے زیادہ دکھائے تھے جب وہ پنجاب میں آئے تو اُنہوں نے عہدنامہ کے مرتب کرنے میں فرزانگی کے ساتھ بڑی جدوجہد کی وہ لارڈ ہارڈنگ کے ساتھ ہم خیال اور سکھوں کے سرداروں کے ساتھ ہمدرد تھے اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ اور سکھ گورنمنٹ کے درمیان ثالث بالخیر بننے کے لئے نہایت مناسب و موزون تھے۔ رانی جنداں مہاراجہ کی والدہ نائب السلطنت تھی۔ اور وزیر اعظم لال سنگھ تھا جو بڑا وجیہہ اور خوش وضع تھا مگر بالکل نالایق تھا۔ سکھوں کے ایسے سرپرستوں کے ہونے سے گورنر جنرل کے دل میں یہ امید باقی نہیں رہی تھی کہ دوستانہ مصالحت سکھوں کی گورنمنٹ کے ساتھ جاری رہیگی ؏

کشمیر کا فساد

شیخ امام الدین کو جو صوبہ کشمیر کا دربار کی طرف سے حاکم تھا یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ اس صوبہ کا قبضہ و دخل راجہ گلاب سنگھ کو جب وہ اُس کو لینا چاہے حوالہ کرے لیکن اُس نے رانی اور لال سنگھ کی صلاح سے اول تو اس

کام میں التوا کیا اور پھر اُس کے کرنے سے انکار کر دیا۔ بہت سے کوہستانی سردار جو اپنے اس نئے حاکم کو ناپسند کرتے تھے اس سرکشی میں امام الدین کے ساتھ ہو گئے۔ اور راجہ گلاب سنگھ کے جوے کے تلے نہ آنے میں اپنا فائدہ سمجھتے تھے۔ غرض یہ سرکشی ایسی بڑھ گئی کہ اُس کے فرو کرنے میں برٹش امداد کی ضرورت پڑی لاہور کی سپاہ انگریزی جموں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئی چند ہی ہفتے میں ہنری لارنس اس ناراض سپاہ کا سپہ سالار بن گیا۔ جو ابھی میدان جنگ میں انگریزوں کے ساتھ لڑ رہی تھی اور اس کو کشمیر اپنے ساتھ لے گیا چند ہی انگریزی افسر اسکے ساتھ تھے۔ لارنس صاحب بیان کرتے ہیں کہ نصف درجن انگریزی افسروں کو اپنی مطیع کی ہوئی سرکش سپاہ کو دنیا کے دشوار گذار ملک میں ایسے سردار کے لئے جو پہلے وہاں حاکم تھا اور اب وہاں اُس کو لوگ دل سے باغی جانتے ہیں۔ اس زمین کے قبضہ دلانے کے لئے جوان کے ملک کا جوہر درخشان ہے لے جانا ایک عجیب و غریب تماشا ہے۔ جب امام الدین نے اپنے رقیب کی اس زبردست کمک کو دیکھا تو خوف کے مارے وہ خود لارنس صاحب کے پاس آگیا۔ جبپر لارڈ ہارڈنگ نے فرمایا کہ وہی سرداروں کی سپاہ جو کل ہمارے ملک پر حملہ کرتی تھی آج انگریزی افسروں کی ہدایت سے عہدنامہ کی اس شرط کو پورا کرنے میں تحسین کے قابل کام کر رہی ہے جو ان کو سب سے زیادہ ناگوار تھی سپاؤں کی اٹھارہ مہینے کے اندر ہی ان سکھ سپاہیوں نے دو تین انگریزی افسروں کی ماتحتی میں اس سردار کو جس سے اُن کو دلی نفرت اور آزردگی تھی اپنے ملک کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ دلا دینے میں کام پورا کیا۔ گلاب سنگھ کا اپنے ملک پر پورا تسلط ہو گیا تو ہنری لارنس صاحب لاہور آئے اُن کو امام الدین نے تین اصل پروانے دئے تھے۔ جس میں لال سنگھ نے شیخ امام الدین کو ہدائتیں لکھی تھیں کہ وہ گلاب سنگھ کا مقابلہ کرے اور کشمیر کے افسروں اور سپاہیوں کو لکھا کہ شیخ امام الدین کے احکام کی تعمیل کریں ۞

لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن جس میں پانچ انگریزی افسر تھے۔ مسٹر فریڈرک کرے فورین سکرٹری اس کے صدر انجمن تھے او ر پنیبٹھ سکھ افسر تھے اس کمیشن کے روبرو جو لال سنگھ پر الزامات لگائے گئے تھے وہ پوری طرح ثابت ہوئے وہ اپنے عہدہ وزارت سے معزول ہوا۔ اور دو ہزار روپیہ ماہوار پنشن پر بعبور دریا شیرین بنارس میں جلاوطن ہوا۔ اس سزا پر وزیر عورتوں کی طرح رویا پیٹا ۞

انتظام گورنمنٹ لاہور

اب ضروری سوال یہ پیش ہوا کہ پنجاب کی گورنمنٹ کا کام کس طرح جاری کیا جائے ایک بڑا جو تجربہ کیا گیا تھا۔ اُسمیں چند مہینے بعد بدنما کامیابی ہوئی اب ایک دوسرے تجربہ کی آزمائش ہونی چاہیے تھی لارڈ ہارڈنگ کی یہ امید باقی نہ رہی کہ پنجاب میں ہندوستانی حکومت کی کمزوری کو دور کردیں۔ مہاراجہ کی عمر نو برس کی تھی۔ گورنر جنرل راج کو خود سر مہاراجوں اور خراب یا نالایق افسروں سے بچانا چاہتا تھا اُس نے سکھوں کے سکھ سرداروں کو بلایا کہ وہ ان شرایط کو سوچیں کہ جن کے موافق برٹش سپاہ کی محافظت اور برٹش رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ مستعار دیئے جائیں۔ ۱۶۔ دسمبر کو باوٗن سردار سکھوں کی ایک سنجیدہ مجلس میں اس مطلب کے لئے جمع ہوئے کہ مسٹر فریڈرک گرے اور کرنیل لارنس سے اس نئے عہد نامہ کے مقاصد پر بحث کریں جو مارچ کے عہد نامہ سابق کے انتظامات پر فایق ہوگا۔ ایسا اتفاق آراے شاذونادر ہوتا ہے جو اس بات پر ہوا کہ کونسل اوف ریجنسی قایم کی جائے میر مجلس مدار المہامی اور اسکا رہنما اور ہادی برٹش رزیڈنٹ ہو اور وہ سب پر غالب ہو بجائے اس کے کہ نالایق رانی نائب السلطنت ہو اور اپنے پسند کے وزیر سے مدد لے۔ اس نئی کونسل میں آٹھ سردار ہوں جن کی موقوفی صرف گورنر جنرل کی منظوری سے ہو وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ایام نابالغی میں سلطنت کے کاموں کو رزیڈنٹ کی نگرانی میں انجام دیں اور رزیڈنٹ ہر کارخانے وڈپارٹمنٹ اور سررشتے و معاملے و مقدمے میں وسیع الاختیار ہو اور یہ بھی سب ارباب مجلس نے منظور کیا کہ پنجاب میں جو انگریزی سپاہ متعین ہے اس کے خرچ کے لئے بائیس لاکھ روپیہ سالانہ خزانہ لاہور سے ادا ہوا کرے اس انتظام میں سب سے زیادہ سکھ سرداروں نے اس بات کو پسند کیا کہ نائب السلطنت رانی کے کل اختیارات کرنیل لارنس کے ہاتھ میں منتقل ہو جائیں۔ اُنہوں نے خود درخواست کی کہ رانی اپنے عہدہ سے موقوف کی جائے اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ اُس کی پنشن مقرر کی جائے۔ اس پنشن کو وہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے گورنر جنرل کے حکم سے کرنیل لارنس صاحب بالکل پنجاب کا فرمانروا خود مختار ہوگیا جسکو ایسے وسیع اختیار دیئے گئے کہ وہ جو چاہیے معاملات اندرونی و بیرونی میں کام کیا کرے۔ ۲۶۔ دسمبر کو بھرووال میں اس نئے عہدنامہ کے ہونے پر جو مہاراجہ دلیپ سنگھ اور لارڈ ہارڈنگ کے درمیان ہوا۔ توپوں کی سلامی ہوئی بعض سننے والے یہ جانتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سلطنت کی وفات پر یہ ماتمی توپیں ایک ایک منٹ کے وقفہ سے چھوٹ رہی ہیں

شرایط عہد نامہ بھیروں وال مورخہ ۱۶- دسمبر ۱۸۴۶ء

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور لاہور سٹیٹ کے درمیان جو ۹-مارچ ۱۸۴۶ء کو عہد نامہ لکھا
تھا وہ بدستور سابق برقرار اور قایم رہیگا اور دفعہ ۱۵ کا ایک فقرہ چند روز کے لئے تبدیل ہوگا ؛

دفعہ دوم ایک برٹش افسر کو اور اُس کے اسسٹنٹوں کے گورنر جنرل مقرر کرے گا کہ وہ لاہور
میں رہیں ان افسروں کو پورا اختیار ہوگا کہ سٹیٹ کے ہر کارخانہ اور سررشتہ کے کل معاملات میں اپنی حکومت
اور غلبہ رکھیں ؛

دفعہ سوم سب طرح سے توجہ اسپر کی جاے گی کہ انتظام اس طرح کیا جائے کہ رعایا کے
دل نہ دکھیں۔ قومی قوانین آئین و دستور رسوم اور سب جماعتوں کے حقوق قائم رہیں ؛

دفعہ چہارم انتظام کے طریقہ اور جزئیات مین تبدیلیاں نہیں کی جائینگی الا جب لاہور
گورنمنٹ کے واجب الادا کاموں کے لئے ان کی ضرورت پڑے گی تو ہندوستانی افسران جزئیات کا
انتظام کریں گے جو بالفعل کونسل ریجینسی مقرر کرے گی جس میں امرا و سردار ممبر ہیں اور وہ برٹش رزیڈنٹ
کی کارفرمائی کے موافق فرمان بر رہیں ؛

دفعہ پنجم کونسل ریجینسی کے اول یہ ممبر مقرر ہونگے۔ سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ اٹاری والا
دیوان دینا ناتھ فقیر نور دین و سردار رنجیت سنگھ تکلو والا سردار رنجور سنگھ مجیٹھیہ بھائی بدھان سنگھ
سردار عطر سنگھ- سردار شمشیر سنگھ سیندھیاں والا- ان ممبروں کی تبدیلی برٹش رزیڈنٹ کے حکم کے بغیر
نہیں ہوگی جو گورنر جنرل کے احکام کے موافق کام کریگا ؛

دفعہ ششم کونسل ریجینسی اس طرح سے انتظام ملکی کرے گی کہ وہ برٹش رزیڈنٹ سے صلاح
مشورہ لے کر معاملات کو خود فیصلہ کرے رزیڈنٹ کو کل اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر کارخانے اور سررشتہ
میں جو چاہے کارفرمائی کرے اور اپنا غلبہ رکھے ؛

دفعہ ہفتم مہاراج کی ذات کی محافظت اور ملک کے امن و عافیت کے لئے لاہور میں جسقدر
حسب زور و تعداد کی سپاہ کو گورنر جنرل مناسب جانے وہ رکھی جاے ؛

دفعہ ہشتم گورنر جنرل کو یہ اختیار ہے کہ لاہور کی مملکت میں جس قلعہ و جنگی مقام میں چاہے

انگریزی فوج کو رکھے جس کے رکھنے کی ضرورت برٹش گورنمنٹ کو دارالسلطنت کی سلامتی اور ملک کی امن و عافیت کے لئے معلوم ہو ؛

دفعہ نہم برٹش گورنمنٹ کو لاہور سٹیٹ بائیس لاکھ نانک شاہی روپے کھرے سالانہ ادا کرے یہ روپیہ اس طرح دو قسطوں میں ہر سال ادا کیا جائے کہ ۱۲- لاکھ بیس ہزار روپیہ مئی یا جون میں اور ۸ لاکھ اسی ہزار روپیہ نومبر یا دسمبر میں ؛

دفعہ دہم مہارانی والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اپنے اور اپنے وابستوں کے خرچ کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ دیا جائے اُس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے خرچ کرے ؛

دفعہ یازدہم اس معاہدہ کی تمام دفعات پر عملدرآمد مہاراج کی ایام نابالغی میں ہوگا اور جب اُن کی عمر ۱۶- برس کی ستمبر ۱۸۵۴ء میں ہو جائے گی تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا اور دربار اور برٹش گورنمنٹ کو اطمینان ہو جائے گا کہ مہاراجہ کی گورنمنٹ کے سنبھالنے کی اُس کو ضرورت نہیں ہے ؛

جان لارنس صاحب

لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات میں ہنری لارنس کا چھوٹا بھائی جان لارنس صاحب بھی شریک تھا وہ بنگال کے حکام متعہدین بڑے نیک نام قابل و جفاکش افسر مشہور تھے۔ سکھوں کی لڑائی کے شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے لارڈ ہارڈنگ دہلی میں تشریف لائے تھے تو اُن کی ملاقات جان لارنس سے ہوئی تھی وہ اسوقت دہلی کے مجسٹریٹ و کلکٹر تھے۔ جب لڑائی شروع ہو گئی ہے تو جان لارنس نے اس کے لئے باربرداری اور اسباب رسد کے بہم پہونچانے میں بڑی جدوجہد کی تھی۔ سب قسم کے آدمیوں پر اُنہوں نے اپنا اثر ایسا ڈالا تھا کہ گاف صاحب کے پاس سارا سامان رسد و حرب و ضرب پہونچ گیا۔ جس کے سبب سے فتح نمایاں سبراؤں میں حاصل ہوئی۔ غرض لارڈ ہارڈنگ جان لارنس کی فراست و کیاست و لیاقت سے دہلی کی ملاقات سے اور ان کا روبار نمایاں کرنے سے واقف ہو گئے تھے اُنہوں نے جان لارنس صاحب کو پنجاب کا نیا ملک جو جالندھر کا دوابہ تھا آیا تھا اُس کا کمشنر مقرر کر دیا کہ وہ ان جنگ جو سکھوں پر جو شائستگی اور تہذیب سے دور ہیں حکمرانی کریں ؛

انتظام دوابہ جالندھر

یہ نیا کمشنر امرتسر میں لارڈ ہارڈنگ سے مل کر اپنے کام میں مصروف ہوا وہ بندوبست کا بڑا تجربہ اور کامل استعداد خداداد رکھتا تھا۔ اس نے چند انگریزی افسروں اور ہندوستانی اہل کاروں کی مدد سے اس نئے صوبے میں انتظام کو پہلے سے بہتر کیا۔ حقیت آراضی کی خوب تحقیقات کی۔ از سر نو جمع ایسی شرح سے تشخیص کی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے ہلکی تھی۔ زر مالگذاری نقد لیا جاتا تھا۔ اس کا جنس میں ادا کرنا موقوف کیا گیا اور مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے حقوق موجودہ بڑی کاوش اور تحقیق سے قلمبند کئے گئے۔ کمشنر صاحب نے منتظم پولس مقرر کیا۔ جس کا خرچ کم تھا۔ تجارت کے پاؤں میں جو پہلے بیڑیاں پڑی تھیں وہ کاٹ ڈالیں۔ سڑکیں اور پل اور مفید عمارت تعمیر کرانی شروع کیں۔ عدالتیں مقرر کیں اہل مقدمہ کا خرچ کم ہوتا تھا فوجداری کا ضابطہ ایسا بنا دیا کہ جس کا سمجھنا آسان تھا اور اسکے قاعدوں پر عمل کرنا سہل تھا۔ غرض اس طرح کا عام پسند انتظام کیا کہ گھر گھر میں جان لارنس صاحب کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا؎

انتظام ایں روئے ستلج

ایں روئے ستلج کے اضلاع کے پولیٹکل انتظامات میجر میک سن کو سپرد ہوئے وہ بڑے لایق افسر تھے۔ اُنہوں نے بڑے ایچ پیچ کے معاملات طے کئے اور سرداراں محروسہ کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ برتا۔ پنجاب میں اسوقت گورنمنٹ کے بڑے لایق افسروں کا مجمع تھا۔ جس نے پنجاب کے مردہ انتظاموں کو زندہ کر دیا۔ پنجابیوں کے حقوق و دستور و رسم و رواج میں کوئی بے ضرورت مداخلت نہیں کی گئی۔ اور زبردستوں کو زبردستوں کے زور ظلم سے بچا لیا۔ قدیمی بندوبست اور مالگذاری اور عدالتوں کے انتظام کو درست کیا۔ کھیتوں میں بیگار کام کرنے کو موقوف کیا ؎ جمع آراضی کی تخفیف کر دی کاشتکاروں کو فصل کی پیداوار بڑھانے کے لیئے ہمت بندھوا دی۔ ستی و بچہ کشی و بچوں کی دزدی و بردہ فروشی پر سخت ضرب لگائی۔ سب قسم کے آدمیوں کے ساتھ لارنس اور اسکے انگریزی اسسٹنٹوں نے آزادانہ ملکر رعایا کے دلمیں برٹش گورنمنٹ کا اعتماد اور احترام پیدا کیا۔ رعایا اپنے دکھ درد کو بے تکلف دوستوں کے طور پر انکے سامنے بیان کرنے لگی اور سمجھنے لگی کہ وہ آدمیوں کے درمیان بڑے انصاف کرنے والے ہیں ؎

برٹش گورنمنٹ کا اثر پنجاب پر

۱۸۴۷ء کے ختم ہونے سے پہلے لارنس صاحب نے رپورٹ بھیجی کہ سپاہ موقوف شدہ میں سے زیادہ تر سپاہی عافیت پیشہ ہو گئے ہیں اور زراعت پیشوں پر برٹش اثر بہت اچھی طرح اپنا کام کر رہے ہیں خلل کے اندر سازشیں آسودگی عامہ کے برخلاف ہو رہی ہیں بہت سے آدمی یہ سوچ رہے ہیں کہ رزیڈنٹ کو ٹھکانے لگائے۔ بے چین مہارانی کی عداوت و نفرت اُن لوگوں سے جنہوں نے اُس کے عاشق زار کو نکالا ہے اور اُسکو سلطانی اختیارات سے محروم کیا ہے کسی طرح سے نہیں جاتی اس نے تیج سنگھ پریسیڈنٹ کونسل مہاراج کو قربانی کا بکرا بنایا ہو ۷۔ اگست تیج سنگھ کی راجہ ہونے کی تقریب میں سکھ سرداروں اور انگریزی افسروں کا مجمع ہوا۔ اُس کو ایک گھنٹہ تک اس رسم کے ادا ہونے کے لئے بیفائدہ انتظار کرنا پڑا۔ مہاراجہ کے آنے میں دانستہ التوا کیا گیا۔ نوجوان مہاراجہ نے اپنی ماں کے بہکانے سے تیج سنگھ کے ماتھے پر راجگی کا تلک لگانے کے لئے انکار کیا تو ایک گرو نے اُس کی پیشانی پر تلک لگایا۔ پس رانی نے جو راجہ کی یہ بڑی حقارت کی اُس نے رانی صاحبہ کی ساری سازشوں کا خاتمہ کر دیا۔ مہاراجہ کے پاس سے جو رانی کے ساختہ پرداختہ رفیق رہتے تھے وہ اور خود رانی صاحبہ جدا کئے گئے اور لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے تبدیلی کی طرح پر شیخا پورہ میں جو لاہور سے پچیس میل تھا بھیجی گئیں کام کی کثرت سے ہنری لارنس اپنی صحت کی درستی کے لئے شملہ تشریف لے گئے اور اپنے بھائی جان لارنس کو اپنی جگہ چند مہینے کے لئے کام کرنے کیواسطے مقرر کر گئے ہو

انگریزوں کے برخلاف سازشیں اور مذہبی بلوے

جسوقت بنگال کی سپاہ ستلج پر لڑ رہی تھی ۱۸۴۶ء کے شروع میں ایک بھاری سازش برٹش گورنمنٹ کے خلاف پٹنے اور داناپور میں ہو رہی تھی اس سازش کا اصلی حال کہیں نہیں تحقیق ہوا صرف محققوں نے اپنے قیاسات ہی لڑائے کسی نے کہا کہ وہ دہلی کے پادشاہ کے اغوا سے ہوتی تھی کسی نے کہا کہ سکھوں نے خود کی تھی۔ دیناپور کی سپاہ کو رشوت دینے کے لئے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔ کہ وہ بغاوت اختیار کریں۔ مگر اس سپاہ نے اپنی فتحمندی کو پنجاب میں دیکھ کر یہ رشوت نہیں لی۔ کرنیل کروفٹ نے اس سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر کے دو کو موت کی سزا دی ہو

ان مقدمات کی تحقیقات میں یہ معلوم ہوا کہ یہ کہانیاں بن رہی ہیں کہ گورنمنٹ ایسی تدبیریں

کررہے ہیں کہ ہندو مسلمان کے مذہب اور رسم ورواج کو دور کرکے عیسائی بنالے۔ اس کا یقین احمق لوگوں کو اس سبب سے آتا تھا کہ گورمنٹ نے ضروری تبدیلیاں قدیمی قانون وراثت میں کیں تھیں اور گورمنٹ اسکولوں کے نوجوان تعلیم یافتوں کے لیئے سرکاری نوکریوں کے ملنے کا حکم دیا تھا اور غلامی و بچہ کشی اور ستی ہونے کی موقوفی بڑی سرگرمی سے گورمنٹ کررہی تھی بنگال نے جیل خانوں میں کھانے کا انتظام بھی قیدیوں کے لیئے نیا کیا تھا اور پٹنہ کا مجسٹریٹ ضلع میں ایک قسم کی مردم شماری کررہا تھا جس میں ذاتوں اور مذہبوں پیشوں کی تفریق ہوتی تھی۔ مولوی و پنڈت جاہلوں اور سپاہیوں کو سمجھاتے تھے کہ یہ سب سامان ہندوستان میں ذات اور مذہب مٹانے کے لیئے ہیں اس لیئے کہ یہ خیالات واہیہ رعایا کے دل سے دور ہوں ڈپٹی گورنر بنگال نے یہ اشتہار دیا کہ جو حکایتیں مشہور ہورہی ہیں اور رعایا کے دلوں کو بے چین کررہی ہیں وہ بالکل جھوٹی ہیں۔ شریر آدمی جو گورمنٹ انگریزی سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں وہ ایسی جھوٹی افواہیں گورمنٹ کی نسبت اڑا رہے ہیں جس کا ارادہ ہرگز ہی نہیں ہوگا کہ کسی فرقہ کی مذہبی رسوم و رسم ورواج میں مداخلت کرے ہر فرقہ کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے موافق اپنے خدا کی عبادت کرے۔ یہ اشتہار نہایت دانشمندانہ سچا تھا مگر رعایا اُسکو بالکل صحیح نہیں جانتی تھی انگلش کسی مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کرتے تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ ان کے مذہبی رسم ستی ہونے کی موقوف ہوکر فوجداری کا جرم قرار پایا تھا۔ انسان کی قربانی چڑھانے کی رسم تلوار کے زور سے موقوف کی گئی تھی ؀

لاہور میں ۱۸۴۶ء میں اور لُدہیانہ والی میں اسی سال میں اور جالندھر میں ۱۸۵۰ء میں مذہبی بلوے ہوئے تھے لاہور میں ایک توپخانے کے سپاہی نے جو احکام سرکار کا پابند زیادہ اس ملک کے رسم ورواج سے تھا چند گاؤں کو زخمی کیا جس پر ہندو ایسے برافروختہ خاطر ہوئے کہ انگریزوں پر اینٹ پتھر مار کر گاؤں کے زخمی ہونے کا عوض لینا چاہا۔ دکانوں کی ہڑتال کردی۔ انگریز افسروں کے خاص کر کرنیل لارنس کے تحمل و بردباری نے ایک رات میں اس بلوہ کو مٹادیا اور دکانیں پھر کھل گئیں۔ اس بلوہ کے سرغنوں میں سب سے زیادہ اغوا کرنیوالے ایک برہمن کو پھانسی دی گئی۔ جولائی ۱۸۵۰ء میں جالندھر میں بھی عیسائی و مسلمان گاؤ خواروں کے برخلاف ہندوؤں نے ایک ہنگامہ برپا کیا۔ کمشنر صاحب نے شہر کے باہر مسلمانوں کے لیئے الگ گائے قصابوں کی دکانیں کھلوادی تھیں۔ جہاں کچھ ہندوؤں کے دلوں کو صدمہ نہیں پہونچتا تھا۔ بنیوں نے دھمکایا کہ ہم دکانیں بند کرتے ہیں ان کی اس دھمکی کی شنوائی نہیں ہوئی تو انھوں نے دکانیں بند کردیں۔ بازار بند

میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ سپاہی جو انتظام کے لئے بھیجے گئے اُن کے ساتھ بھی بُرا سلوک کیا گیا اور خود جان لارنس پر اینٹ پتھر پھینکے۔ اتنے میں سپاہ آگئی تو اُس نے بلوہ کرنے والوں کو پراگندہ کیا۔ ہندوؤں نے کئی روز تک ہڑتال رکھی۔ کمشنر نے جب اور جگہ سے اناج منگا کر ڈھیر لگائے تو بنیوں نے دکانیں کھولیں
سنہ ۱۸۴۶ء میں مشنریوں کی کوشش سے جبنی والی میں ہندو بہت عیسائی ہوگئے تھے ہندوؤں نے اُن عیسائیوں کے گھر لوٹ لئے جنکے مقدمات عدالت میں دایر ہوکر فیصل ہوئے *

مشرقی و مغربی تہذیب کی لڑائی

بارہ سال سے بیشک مشرقی و مغربی خیالات اخلاقی و مذہبی و پولیٹکل میں براہ راست یا بالواسطہ جنگ ہورہی تھی۔ ہندوستانیوں کی حسد اور انگلش کی دانائی سے جو پرانی مزاحمتیں پیدا ہوئی تھیں وہ اصلاح کی حرکت کے طوفان سے ایک ایک کر کے اٹھتی جاتی تھیں۔ مصلحین اعظم اور اُن کے دوستوں کی تعداد اس قدر بڑھتی جاتی تھی۔ کہ اُن کی ذات کے اچھے یا برے اثر سے اصلاحوں کا ایک طوفان برپا تھا۔ عدل پسند مدبران ملکی بن ٹنگ اور ہارڈنگ اور برڈ اور لارنس نے ہندوستانیوں کی معاشرت کی ان رسوم پر بڑا صدمہ پہونچایا جو اُن کے اخلاق پر صدمہ پہونچاتی تھیں اُنہوں نے جہالت و اوہام باطلہ سے لڑائی اس طرح شروع کی کہ اسکول قایم ہوگئے۔ جہاں یوروپ کی سائنس کی تعلیم بذریعہ انگریزی زبان کے ہوئی تھی۔ اور انگریزی علم ادب سکھلایا جاتا تھا۔ گرم جوش مشنریوں نے جیسے کہ ڈاکٹر ڈوف تھے اپنے اسکول قایم کئے جس میں عیسائی مذہب کی تعلیم ہوتی تھی اور اسکے ساتھ وہ علوم بھی سکھائے جاتے تھے جو مغرب سے نئے آئے تھے۔ یہاں وہاں بعض گورنمنٹ کے افسروں نے بازار اور چھاونیوں میں عیسائی بنانے کی کوشش کی جو دانائی سے بعید تھی *

لایق اخبار نویسوں نے بھی ہر تدبیر جو اُن کی نظر میں ہندوستانیوں کو روشن ضمیر بناتی تھی اپنی قلموں کو گھسنا شروع کیا اور اعلے درجہ کی تہذیب کی ترقیوں کی توضیح کرنے لگے۔ ہندوستان کے بہت سے حصوں میں ہندوستانیوں میں ایک عقلی تحریک ہورہی تھی کہ وہ اپنے انگلش ہادیوں کی کوشش و سعی میں معاون ہوں انگریزی یا دیسی زبان کے اسکول بالکل بالجبر بے مذہب کی ہندوستانیوں کے روپے سے قایم ہوتے تھے۔ نوجوان گورنمنٹ اسکولوں سے تازہ تعلیم پاکر نکلتے تھے وہ نئے اسکول قایم کرتے تھے۔ تاکہ اُن کے جاہل

ہموطنوں کو فائدہ پہونچے۔ بمبئی کی لائبریری کے لئے ایک ہندوستانی راجہ نے بڑا چندہ بھیجا۔ ہندوستانی
خود اخبار لکھتے تھے جنہیں سے کم یا زیادہ لیاقت سے معاملات موجودہ پر آزادانہ بحث کرتے تھے۔ جس میں شاذ و نادر
ہی کوئی مخش بات سرکار کی بدخواہی کی ہوتی تھی۔ کچھ ہندو بھی سمجھتے کہ اُن کی عورتوں پر جو جہالت کی تاریکی چھائی
ہوئی تھی۔ اسکو دور کرنا چاہتے تھے اور نیا علم جو اُن کو حاصل ہوا تھا وہ عورتوں کے دلوں میں بھی جانشین کرنا
چاہتے تھے ؏

لارڈ ہارڈنگ کے رفاہ عام کے کام

جب سے لارڈ ہارڈنگ نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اُنہوں نے اپنی اس سلطنت کی تمدنی بہبودی
کے بڑھانے میں مختلف طرح سے کوشش کی۔ اُنہوں نے ۱۲ اکتوبر ۱۸۴۴ء کو یہ حکم جو قابل یاد رکھنے کے ہے
جاری کیا۔ کہ سرکاری اعلےٰ درجہ کی نوکریاں ان ہندو امیدواروں کو ملا کریں جو دیسی یا گورنمنٹ اسکولوں کے
نوجوان ہندوستانی تعلیم یافتہ ہوں اور اپنی اخلاقی و عقلی تعلیم میں کامیاب ہوئے ہوں اور ادنےٰ درجہ
کی نوکریوں کے امیدواروں میں ہندوستانی جو لکھ پڑھ سکیں۔ ان کو ان پڑھ امیدواروں پر ترجیح دیجائے
وہ ہندوستانیوں کی تعلیم میں کوشش اس لئے کرتے تھے کہ وہ اپنے سچے دل سے یقین کر لیتے تھے کہ علم
سے قومی ترقی ہوتی ہے۔ اُن کی یہ بڑی دانشمندانہ خواہش تھی کہ عوام تحصیل علم میں بقدر اپنی ضرورتوں کے
سعی کریں۔ غالباً اس سے سرکاری خدمات میں بھی فایدہ پہونچے گا۔ جب کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تھا
تو اُس کو ہندو محروم الارث کر دیتے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ نے قانون وراثت میں ایسی ترمیم
کر دی کہ اگر کوئی ہندو یا مسلمان عیسائی ہو جائے تو وہ اپنے حقوق اور وراثت سے محروم نہ ہو۔

اسی زمانہ میں انگریزی اثر سے جو انسانیت پھیلی تھی وہ اپنے نیک ثمر ہندوستانی ریاستوں
میں بھی لا رہی تھی۔ ۱۸۴۷ء میں نوجوان مہاراجہ سیندھیا کی عملداری میں ستی کا ہونا اور بردہ فروشی
کا ہونا موقوف ہوا۔ نظام نے بھی احکام جاری کر دیے کہ کوئی عورت اُس کی عملداری میں ستی
نہ ہو۔ جے پور کی کونسل نے بھی دختر کشی سے لڑائی کا اشتہار دیدیا۔ اس کے انسداد کے لئے بیاہ کی
نذرانہ لینا موقوف کر دیا جو شادی بیاہوں میں لیا جاتا تھا۔ اس سبب سے ہندوؤں میں دختر کشی کا جو عام
رواج تھا وہ ترک کیا گیا اُن کو سکھایا گیا کہ لڑکیوں کو کوارا رکھنا بے عزتی ہے بچوں کا چرانا اور

بیچنا غلامی کے لئے یا کسبی بنانے کے واسطے جے پور کی کونسل نے بالکل بند کر دیا۔ جھالا واڑ میں زندہ آدمیوں کا جلانا یا زمین میں گاڑ دینا بالکل منع کیا گیا۔ **لارڈ ہارڈنگ** کے زمانہ میں اور چھوٹی چھوٹی باتیں اصلاح کی ہوئیں ۱۸۴۶ء میں اُنہوں نے حکم جاری کر دیا کہ اتوار کو کوئی سرکاری کام نہ ہوا کرے اُس کی تقلید سکھوں کے دربار نے بھی کی کہ وہ کونسل اور دربار کا جلسہ اتوار کو نہیں کرتے تھے کشمیر میں گلاب سنگھ نے انگریزی خیالات کے موافق ایسے احکام جاری کئے کہ اُس کی رعایا بھی انگریزی رعایا کے مماثل ہو جائے۔ اُس نے اشتہار دیا کہ اس کی کل مملکت میں عبادت کرنے کی آزادی ہے۔ ستی ہونا و بردہ فروشی کا ہونا و بچہ کشی کا کرنا جرایم میں داخل ہیں۔ اس نے اپنے تئیں رحم دل اور دانشمند فرمانروا ثابت کیا۔ لیکن راجہ ترانکور انگریزوں کے سارے نیک کاموں کی تقلید میں سب پر سبقت لے گیا +

کھانڈ قوم میں انسان کی قربانی کا بند ہونا

ہم نے **لارڈ آک لینڈ** کے عہد حکومت میں کھانڈ قوم کی انسان کی قربانی کرنے کا ذکر بالاجمال کیا ہے اب یہاں بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔ ملک اڑیسہ میں ایک بڑا دریا مہاندی ہے اُس کے جنوب میں گھنے درختانی کوہ اور زرخیز وادی گوم سر اور بودھ ہیں۔ ان میں دس برس سے انسان کی قربانی کے بند کرنے کے لئے کوشش ہو رہی تھی۔ ان دور افتادہ اضلاع میں کھانڈ کی اقوام آباد تھیں۔ ان کو یہ رسم بڑی عزیز تھی کہ وہ اپنے دیوتا پرتھوی پر انسان کی قربانیاں چڑھاتے تھے اس قربانی کو وہ میری آہ کہتے تھے وہ پرتھوی کو پوجتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک پرتھوی پر یہ قربانی ہم نہیں چڑھائیں گے وہ ہم پر دیا نہیں کرے گی۔ جس کے بغیر ہمارا کھیتی بونا اکارت جائیگا۔ یہ میری آہ نوجوان لڑکے لڑکیاں خریدے جاتے یا چرائے جاتے۔ اور ان کی پرورش بڑی احتیاط سے کھانڈ کے دیہات میں اس لئے ہوتی تھی وہ روز معین پر ذبح کئے جائیں جو قربانی کا دن مقرر ہوتا تو آدمیوں کا مجمع ہوتا اور میری آہ ایک میخ سے باندھا جاتا اور راول گروجی اُسکو لبوے سے زخمی کرتے اور پھر اور آدمی چاقوؤں سے گوشت کے پارچے کاٹ کر لے جاتے اور ان پارچوں کی بوٹیاں ہو کر کنبوں میں تقسیم ہوتیں اور وہ اس بوٹی کو اپنے کھیت میں دباتے اور سمجھتے کہ ہم نے اپنی اچھی فصل کا بیج بویا ہے اس سے وہ بہت خوش ہوتے تھے

یہ تحقیق ہوا کہ بعض اوقات اس تقریب میں پچیس قربانیاں تک ہوئیں اور کئی سو آدمی ہمیشہ اس

انتظار میں رہتے کہ وہ قربان ہونگے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی قربانیوں کے لئے بکتے ہوئے ہاتھ نہ آئے تو ایک بوڑھے آدمی نے اپنی دو بیٹیاں قربانی کرنے والے کو قربانی کرنے کے لئے دیدیں۔ بعض ضلاع میں جب اور آدمی قربانی کے لئے نہیں ہاتھ آتے تھے تو لوگ اپنے بیکس بوڑھے ماں باپوں کو لاکر کھونٹی سے قربانی ہونے کے لئے باندھ دیتے جس ملک میں انگریزی عملداری ہوا اور اس کو صحیح صحیح یہ معلوم ہوجائے کہ یہ ظلم وستم وہاں ہوتے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اسکو اس سبب سے جایز رکھے کہ وہ مذہبی حکم ہیں۔ وحشی کھانڈ کی اس رسم بد سے اول مدراس کے ایک افسر میجر کیمبل واقف ہوئے اور جب وہ بیمار ہوکر چلے گئے تو میجر میکفرسن اُن کی جگہ چار برس تک کام کرتے رہے۔ ان دونوں افسروں نے کھانڈ کے بزرگوں اور بڑوں کو سمجھا کر یا ڈرا کر سیکڑوں ... ہرباہ کو چھڑائے لارڈ ہارڈنگ نے چھ انگریز اور اُن سے تگنے ہندوستانی اسسٹنٹ بھیجے کہ وہ میجر میکفرسن کی مدد کرے اس وحشیانہ رسم کو ان وحشیوں سے چھڑائیں جو چھ ہزار مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان افسروں نے گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل میں ایسا تشدد کیا کہ کھانڈ اقوام کے بہادر نوجوان سرداروں میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ مقابلہ کو کھڑے ہوگئے ۱۸۴۶ء کے موسم بہار میں میکفرسن نے دفعتہً دیکھا کہ اُس کے خیمہ کو ایک مسلح گروہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جن کی دھمکیوں سے یا اقراروں سے ایک سو ستر ہرباہ اُنکو اس نے واپس کردئے جو بودھ کے سرداروں نے ایک ہفتہ ہوا اُسکے حوالہ کئے تھے۔ جب میجر صاحب نے گیوم سر کی طرف مراجعت کی تو باغی اُن کو رستہ سے بھگا کر لے گئے۔ اور اُن کو مجبور کیا کہ اُن کے راجہ کو جو برٹش خیمہ گاہ میں تھا وہ اُن کو حوالہ کریں۔ اسی زمانہ میں ایک گروہ کھانڈ جس کے پاس توڑے دار بندوقیں تھیں مدراس کے سپاہیوں سے شکست پاکر بھاگا۔ یہ سپاہ بعض سرکش سرداروں کی تفتیش کے لئے آئی تھی ٭

برسات گذرنے کے بعد بودھ میں سرکشی کے شعلے پھر بھڑکے۔ پہلے سے وہ مرتفع زمینوں گیوم سر میں اُٹھ رہے تھے۔ جس کے باشندے سب سے اعلےٰ سردار بسوی کے بھتیجے چوکر بسوی کے لئے از سر نو سپاہ تیار کر رہے تھے جو اس سازش کے الزام سے اپنے تئیں بری نکر سکا جو برٹش کے خلاف یہاں ہوئی تھی آیندہ سارے سال لڑائی کی شرارے چمکتی رہے۔ چوکر و کے پیرو اُن پہاڑوں میں امن سے جا بیٹھے جو درختوں سے گھرے ہوئے تھے اس کو اس کی بہت تھوڑی پروا تھی کہ میدانوں میں اُن کے خالی دہات جلائے جاتے ہیں وہ جانتے تھے کہ سپاہ جو اُس کے پاس جانے کی کوشش کرے گی اُس کی موت اس

سفر دور دراز میں جنگلی بخار سے مرجائیں گے۔ کرنیل ڈالٹن اور کرنیل کیمبل صاحب کے دوبارہ آجانے کے خوف سے آخر کو گیوم سر کے بڑے حصہ میں انتظام ہوگیا۔ سام بسوئی جلا وطنی سے دوبارہ بحال ہوگیا۔ نئے ایجنٹ کو ان خوفوں کے کم کرنے میں کچھ دقت نہیں پڑی جو رعایا میں پھیلے ہوئے تھے وہ گورنمنٹ کے ارادہ کو جانتے تھے کہ گیوم سر کے آس پاس وہ سپاہ کو نہیں بھیجے گی۔ گیوم سر کے سرکشوں نے اقرار کر لیا کہ آدمی کی قربانی نہیں کرینگے مگر انہوں نے یہ حجت کی کہ یہ بڑی سختی ہے کہ ہمارے ملک میں انسان کی قربانی موقوف ہو اور بودھا و جی پور میں وہ جاری رہے ؛

اگرچہ چوکرو بسوے کا چچا اپنے راج پر بحال ہوگیا مگر وہ اپنی بغاوت سے باز نہیں آیا اپنے دوست راجہ انگل سے جا ملا ۱۸۴۷ء کے اول دنوں میں کیمبل صاحب راجہ انگل سے لڑنے کے لئے ایک بریگیڈ اور چار توپیں لے گئے مگر اُن کی کامیابی کے مزاحمت کے لئے ملک کی قدرتی حالت موجود تھی دو مہینے میں سفر پورا ہوا ؛ سرکشوں نے ایک گولی چھوڑنے پر اپنے سارے کوٹ حوالہ کردئے سرکش راجہ گرفتار ہوکر کلکتہ بھیجا گیا۔ گورنمنٹ نے اس راجہ کی پنشن مقرر کردی تھی گو اس نے اُس کے غصہ کو بہت بھڑکایا تھا اس عرصہ میں چوکرو بسوئی سرکشی کو تازہ کرتا رہا کھانڈ کی اقوام سے اُس نے وعدہ کیا کہ وہ انسان کی قربانی کرنے دیگا۔ وہ اپنے آقاؤں سے سرتابی کریں۔ مگر انگریزی خوف اُن پر ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ اس کے کہنے میں نہیں آئے۔ کیمبل صاحب نے بودھ کے سرداروں کو یار بنا کے خوب سمجھا دیا تمام سرکش سردار اُس کے خیمے پر حاضر ہوئے۔ ایجنٹ صاحب سے اُن کی ملاقات کے جلسے بے تکلف رہتے۔ مئی سے پہلے چوکرو بسوئی شکار کیا گیا۔ اور ہر ایک بودھ کے سردار نے انسان کی قربانی کے لئے توبہ کی دوسو پینتیس میری آہ برٹش ایجنٹ کے حوالہ کئے یوں اس ملک میں انسان کی قربانی کا نام و نشان باقی نہیں رہا ؛

بحری قزاقی کا دور کرنا

لارڈ ہارڈنگ کی عہد حکومت کا یہ کام بھی بڑا تھا کہ انہوں نے مشرقی بحروں اور دریاؤں سے بحری قزاقی کو نقش بر آب بنا دیا۔ مجمع الجزائر ہند میں بورنیو کی ڈانک اقوام بڑی خونریز بحری قزاقی کرتی تھی۔ ملک کے بحری سررشتہ کے کپتان کیمبل نے ۱۸۴۳ء میں ہمان کے کپتان سکوٹ نے اس کام میں فتحیابی حاصل کی اور ڈانک قوم کو بہت قتل کیا اور اُن کی جنگی کشتیاں چھین لیں۔ اس لئے سمندروں میں کئی

سال کے بعد پھر بحری قزاقوں کو اس طرح کی سزا دی گئی۔ غرض پھر انگریزی بحری قوت کا بحری قزاقوں کے دل میں وہ رعب بیٹھا کہ اُنہوں نے اپنے اس کام سے توبہ کی ﷺ

قلات کا ملک اور سر چارلس نیپیر

۱۸۴۵ء کے شروع میں سر چارلس نیپیر صاحب پانچ ہزار سپاہ لے کر اس کوہستانی ملک میں گئے جو خان قلات سے علاقہ رکھتا تھا اُس نے اپنے ملک میں سر چارلس کو جانے کی اجازت دیدی کہ وہ قزاق قوموں کو سزا دیں جو ملک سندھ میں بڑی لوٹ مار کرتی ہیں۔ نیرسے جی اور بغتی اونچے نیچے پہاڑوں میں گئے دو مہینے تک وہ جنگلوں میں پھرتے رہے اور دشمنوں کو جو ان کے سامنے آتے تھے اُن کا شکار کھیلتے رہے کبھی کبھی سخت لڑائیاں بھی اُن سے ہوتیں۔ بہت سے دشمن گرفتار ہوئے بعض اوقات قید ی چارپائے ہوتے تھے۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں اس قدر گرفتار ہوئے تھے جن کے سبب سے یہ فساد جلد فرو ہو گیا۔ روز بروز قزاقوں نے دیکھا کہ انگریزی سپاہ کے زرغہ میں آئے جاتے ہیں۔ بیجا خاں نے بڑی کوشش کی کہ سر چارلس نیپیر جیسے شکاری کے جال سے بچ جاؤں مگر جب انگریزی سپاہ اُس کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئی تو اُس نے یہ دانشمندی کی کہ اپنے تئیں سر چالس کے حوالہ کر دیا۔ اس وقت تمام بلوچی سرغنوں نے سواء ایک کے اپنے تئیں اور اپنے کنبے کو اور سارے اسباب کو سر چالس نیپیر صاحب کے ہاتھوں میں حوالہ کیا۔ غرض قزاقوں کو سر چارلس نے وہ سبق پڑھائے جن کو وہ مدت تک نہیں بھولینگے ﷺ

اس وقت سے سندھ میں صرف دو یا تین بلوے سرحد پر ہوئے جن کو سزا ملا و جب دیگئی ۱۸۵۰ء کے شروع میں میرپور کے امیر شیر محمد خاں نے آخر کار تھک کر اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا۔ اُس کی بھی نسل اور امیران سندھ کے گورنمنٹ نے پنشن مقرر کر دی۔ خیرپور کے امیر ریئسال میر رستم خاں نے ایک سال پہلے جلاء وطنی کی حالت میں دنیا سے رحلت کی آخر تک اس کو یہ امید رہی کہ انگریزوں نے جو ناحق میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے اُس کی مکافات کریں گے۔ افسران سندھ نے اپنے وکیلوں کی معرفت کورٹ ڈایرکٹرس وانگلش گورنمنٹ کے روبرو اپیل دائر کی وہ اس سبب سے ناکام رہے کہ جو کچھ انگریزوں نے کرنا تھا اُس کو وہ پورا کر چکے تھے گورنمنٹ کی لئے

اپنے ان فائدوں کو جو بری طرح سے حاصل ہوئے ہوں حوالہ کردینا ایسا ہی سخت مشکل ہے جیسے کہ شکاری جانور کو اس شکار کا چھوڑ دینا جو آدھا نگل چکا ہو۔ انگلش میں ایران سندھ پر جو ظلم کیا گیا تھا افسوس کرتے تھے مگر ان فائدوں کو جو اُن کو خود اور رعایا کو حاصل ہوئے تھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آنچہ گذشت گذشت۔ اب جو ملک انگریزی عملداری میں الحاق کیا گیا تھا وہ انگریزی ہاتھوں سے نہال ہو رہا تھا اسکے چھوڑنے سے کیا حاصل تھا۔ سر چارلس نے پیرنے تھوڑے عرصہ میں ملک سند کا انتظام اور رفاہ عام کا کام بہت کچھ کیا۔ غلامی اور ظلم وستم اور عزیز رشتہ داروں کے قتل کو بالکل مسدود کردیا ہر دروازہ پر عدالت کو بٹھادیا۔ وہ قزاق پیشہ جو اُن کو ناچ نچاتے تھے پولس میں بھرتی ہوتے تھے۔ غرض ان کے ہاتھ سے ہر کارخانہ کا از سر نو اچھا بندوبست و انتظام ہوگیا۔ جب وہ یہاں سے ولایت گئے ہیں تو سپاہیوں اور افسروں کو اُن کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ کرنیل اوٹرم سے ان کی ان بن رہی۔ ہنری لارنس کرنیل اوٹرم کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ مفلس تھا مگر اُس نے اپنے تئیں اس ملک کی غنیمت سے مالدار نہیں بنایا۔ غنیمت کے اپنے حصہ کو خیرات میں دیدیا۔ اس کے نزدیک یہ لڑائی ناواجب تھی اور سر چارلس نے پیرنے اپنے تئیں اس مہم سے دولت مند بنایا ؛

انتظام جدید و قدیم

اگر انگریزی عملداری میں یہ دیکھیں کہ قدیم انتظام کیا تھا اور لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں انتظام جدید کیا ہوا تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ بڑے بڑے انگریزی افسروں نے اس ملک کی بہبودی میں سعی کی۔ بمبئی کی سپاہ کے کرنیل ہنری روبرٹس صاحب نے مرہٹوں میں رہکر اُن کے اوضاع و اطوار کو درست کیا اور ہیضہ میں سنہ ۱۸۴۵ء کو اپنی جان دی۔ کرنیل سدرلینڈ پولیٹکل ایجنٹ راجپوتانہ بڑے روشن دماغ فراخ حوصلہ دانشمند تھے اُنہوں نے راجپوتانہ میں انتظام کی پرانی بنیاد پر ایک نئی خوشنما عمارت بنادی۔ اس ملک میں سے ستی ہونے کو اور بردہ فروشی کو اور بچوں کو غلامی یا کسی اور مطلب کے لئے چرانے کو بالکل موقوف کرادیا وہ خیرات کرنے میں بڑے فیاض تھے اپنی فیاضی سے ایک میڈیکل کالج کی بنیاد ڈالی وہ بھرت پور میں سنہ ۱۸۴۹ء میں اپنی وفات سے کل راجپوتانہ کو افسردہ و ماتم زدہ کرگئے ؎

ان سالوں میں انگریزی عملداری کے اکثر حصوں میں بالکل امن امان رہا۔ نیپال و افغانستان اور پنجاب میں خونریز کارزار کے ہنگامے برپا رہے اودھ اور نظام کے ملکوں رعایا پر ظلم و ستم برپا رہے۔ انگریزی رعایا اکثر اپنی عادت کے موافق اپنے پیشوں اور حرفوں میں مصروف رہی اور اپنی عادت کے موافق اُنہوں نے باہر کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔ سرکار کمپنی کی عملداری میں رعایا کو ایسی آسائش اور آرامش جسمانی اور خانگی حاصل تھی کہ وہ اس آرزو میں بے چین تھی کہ عملداری بدل جائے جسکے سبب سے اُن کی گردن ہلکی جوے سے نکل کر بھاری جوے کے نیچے آتی متوسط درجہ کا زراعت پیشہ جس کی خواہشیں بہت تھوڑی سی ہوتی ہیں صرف وہ اپنے ہل چلانے اور کھیت کے بونے سے اور فصل کے اچھے ہونے سے جس سے اُس کو پیٹ بھر کے روٹی ملجائے اور گاؤں کے سودخواروں کو اپنے قرض کا سود ادا کردے بہت خوش رہتا تھا۔ اہل پیشہ و حرفہ و دکاندار اس عملداری سے خوش تھے کہ اُن سے سوا نمک کے کوئی اور محصول نہیں لیتی تھی۔ اس نے اس پر سے سب قسم کی چوری اور ظلم و تشدد کو دور کردیا تھا اور وہ اپنی مزدوری خاطر خواہ پاتے تھے۔ سوداگروں۔ تاجروں۔ ساہوکاروں کو تو کوئی سبب ہی نہ تھا کہ وہ اس عملداری کی شکایت کرتے جس نے اُن کو مالا مال و نہال کردیا تھا اور دیانت اور تجارت کے بازار

کو چمکا دیا تھا۔ اور کچھ اُن سے مے کر اپنی آمدنی ملکی کو نہیں بڑھایا تھا ؀

جب گورنمنٹ رعایا پر ٹیکس زیادہ کرتی تھی۔ تو وہ ہر جگہ سرکشی پر آمادہ ہوتی تھیں مثلاً ۱۸۴۴ء میں سورت میں جب نمک پر محصول زیادہ کیا گیا تو ایسا دنگا اور بلوہ مچایا کہ سپاہ نے جا کر اُس کو کچھ دیر کے لئے فرو کیا اور مقامات سے سپاہ بلائی گئی۔ لیکن اس اثناء میں کلکٹر ضلع نے فساد کو مٹا کر بالکل امن امان کر دیا۔ جب سر جارج ارتھر گورنر بمبئی نے شہر کی ٹیکسوں کی بابت معاملہ کو سپریم گورنمنٹ میں پیش کیا تو لارڈ ہارڈنگ نے یہ فیصلہ کیا کہ نمک کا محصول جو زیادہ کیا گیا ہے وہ آدھا کیا جائے۔ اور پہلی اکتوبر سے تمام شہری محصول موقوف کئے جائیں۔ چند ہفتے کے بعد گورنر جنرل نے یہ اور عنایت کی کہ باہر سے جو نمک آتا تھا اور اسپر درآمد کا محصول لیا جاتا تھا۔ اس میں بہت تخفیف کر دی جس سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کی ملکی آمدنی کم ہو گئی مگر اس سے کروڑوں غریب آدمیوں کو فائدہ ہوا کہ وہ خالص نمک کو کھانے لگے سال آئندہ بمبئی کی گورنمنٹ نے جو ہر دکان پر ٹیکس لگایا تو دوکانداروں نے اس پر بڑے غصہ کے ساتھ داد فریاد کی جس کا جواب اُن کو یہ ملا کہ یہ ٹیکس نہایت انصاف کے ساتھ لیا جائے گا جس سے اُن کی تشفی تسلی ہوئی ؀

وقتاً فوقتاً اہل پیشہ و حرفہ نے لئے نئے نئے قسم کے کام نکلتے آتے تھے ۱۸۴۵ء میں مغربی ہند میں پہلی سٹیم کمپنی کے تین سال بعد ایک اور ہندوستانیوں کی کمپنی نے اپنا کام جاری کیا اور بمبئی سے گجرات ایک نئی لائن سٹیمروں (دخانی جہازوں) کی جاری کی۔ اسی زمانہ میں سورت میں اہل شہر نے انگریزی کلوں سے کاغذ بنانے کی کمپنی مقرر کی اسی طرح سے گجرات میں روئی کے صنعتوں کی ترقی کے لئے دو کمپنیاں مقرر ہوئیں۔ اُنہوں نے سوچا کہ یہاں کی خام روئی لین کیسٹر کپڑا بنانے کے لئے کیوں بھیجی جائے۔ یہیں ہم اپنے آپ اس کا کپڑا بنایا کریں ؀

ایک سال بعد دو کمپنیاں گنگا میں سٹیمروں کے چلانے کے لئے مقرر ہوئیں یہ فایدہ بندرقابت گورنمنٹ کے ساتھ بھی جس نے چند سال پہلے سٹیمر چلائے تھے اس سے پہلے دخانی قوت دریا سندھ میں جہازوں کے چلانے میں کام میں آئے تھے لارڈ ہارڈنگ کے چار سالہ عہد حکومت میں متعدد سٹیم انجن کوئلہ و کاغذ و شکر کے کاموں میں پہلے سے سہ چند کام میں آنے لگیں۔ بیربھوم کی کوئلوں کی کانوں اور ترہت میں نیل کے کھیتوں آسام میں چاء کے باغات نے۔ کانپور میں دباغت چرم کے کاموں نے شاہجہان پور میں قند و شراب بنانے کے کاموں نے اور دہلی اور کشمیر میں بننے کی کلوں نے بمبئی مول ہن ڈوک و جہازوں کے بننے کے کام نے

بہت سے ہندوستانی کاریگروں اور کلرکوں اور سرویروں کے لئے پیشے اور کام پیدا کر دئے۔
۱۸۴۴ء میں گورنمنٹ کے حکم سے ڈیرہ دون میں وہمالیہ کے پست ڈھلاون میں ہزاروں ایکڑ زمین میں چاء کی کاشت ہونے لگی چند سال بعد یہاں کی چاء جزائر برطانیہ میں اچھی قیمت پر فروخت ہونے لگی ہے

لارڈ ہارڈنگ بڑے منصف حاکم اور راست باز انگلش مین تھے وہ اپنی بہترین ذکاوت و حاقت کو ان کاموں میں استعمال کرتے تھے جو اُن کے ہاتھ تلے آتے تھے اور ان کو اپنی کونشنس فہم کے موافق سرانجام دیتے اور اپنے دل سے غور کرتے تھے۔ انہوں نے اول ہی ہفتے میں جس وقت ہندوستانی سپاہ کی ناراضی میں جوش زن دیکھا تازیانہ زنی کے قانون کو جو کہ لارڈ ولیم بنٹنگ منسوخ کر گئے تھے پھر جاری کر دیا۔ اُس پر ان کے ایڈجیوٹنٹ جنرل سرجیمس لی اور سپاہ کے بہت سے قدیمی افسروں نے اس حکم کے برخلاف سر ہلائے اور کہا کہ وہ بڑا دہشت ناک ہے۔ وہ دہشت ناک ہی نہیں بلکہ انسانیت سے بعید ہے۔ اب اس کے معذرت میں یہ معقول دلیل بیان کی جاتی تھی کہ ابتک تازیانہ زنی کی سزا کے بجائے کوئی اور معقول سزا نہیں مقرر ہوئی سال بھر میں ہندوستانی پہلے کی نسبت بہت سزایاب ہوگئے تھے۔ بنٹنگ کے قانون کے موافق گذشتہ دس سالوں میں سپاہ کی ڈسپلن میں تنزل آیا اور سزائیں بہت زیادہ ہو گئیں۔ سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ تھی کہ یہ ظاہر نا انصافی ہے کہ ہندوستانیوں کی سپاہ میں تازیانہ زنی کی سزا موقوف ہو اور گوروں کی سپاہ میں وہ بدستور قایم رہے۔ جس سے وہ ہندوستانی سپاہ کی نظروں میں حقیر ہوں۔ لارڈ ہارڈنگ کے اختیار سے یہ باہر تھا کہ وہ تازیانہ زنی کی سزا کو بالکل موقوف کر دیتے اس لئے اُنہوں نے ہندوستانیوں میں اسکو پھر جاری کر دیا۔ یہ کام بڑی جراءت کا تھا مگر اُنہوں نے اس قانون کی تجدید ایسی احتیاط سے کی کہ اس بے رحمی کی صورت میں بہت سی مزاحمتیں ایسی مقرر کیں کہ تازیانہ کی سزا تقریباً تقویم پارینہ ہو گئی تھی

لارڈ ہارڈنگ سپاہ کی بڑی غور و پرداخت میں رہتے تھے اور اُس کے دکھ درد کو دل دیکر سنتے تھے ۱۸۴۳ء میں سندھ میں جو سپاہ لڑائی پر گئی تھی اُس کی تنخواہ کا اضافہ وہ کر دیا جو ارا کان کی لڑائی میں ہوا تھا۔ سال آئندہ میں بھی پنجاب کی سپاہ کو عطیہ دیا گیا سپاہ کے ساتھ روپیہ کے لحاظ سے اور رعایتیں بھی وہ کرتے تھے کہ سپاہیوں کو اجازت تھی کہ وہ نالش میں دیوانی عدالت میں اپنے مقدمات

عرضی دعوے بغیر اسٹامپ کے دائر کیا کریں۔ لڑائی میں جو سپاہی زخمی ہوئے۔ اُن کے بیکار ہو جانے سے اُنکی پنشن بڑھادی وہ اپنے ہموطنوں کی احتیاجوں کو بھولتے نہ تھے۔ اُنہوں نے ہی یہ اول حکم دیا کہ گوروں کے لئے کٹ (ظروف جنہیں اسباب سفر رکھ سکیں) سرکار خرید کرے۔ اُنہوں نے لارڈ ایلن برا کی تقلید کر کے ایک کوہستانی سینی ٹیری لم (ایسا مقام جہاں کی آب وہوا صحت بخش ہو) ڈگ شاہی میں گوروں کی سپاہ کے لئے بنوایا۔ کرنیل لارنس بھی کسولی کی اسائی لم (گوروں کی سپاہ کے یتیموں کی تعلیم گاہ) کے بنانے میں مشکل سے کامیاب ہوتے اگر لارڈ ہارڈنگ اُنکی مدد نہ کرتے۔

جب سکھوں کی لڑائی ختم ہوئی تو لارڈ ہارڈنگ نے کفایت کے انتظام پر توجہ کی۔ گورنر جنرل کے روبرو یہ سوال پیش ہوا کہ کس طرح جنگی اخراجات میں تخفیف ہو جائے کہ سرکار کی جنگی قوت میں فرق نہ آئے۔ ۱۸۴۷ء کے شروع میں لارڈ ہارڈنگ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ ہندوستانی رجمنٹ میں گیارہ سو سپاہیوں کی جگہ آٹھ سو سپاہی رہیں۔ اسی قسم کا حکم سواروں کے باب میں بھی دیا۔ جو سپاہی خوشی سے اپنا نام کٹوانے آتا اُسکو اچھا انعام دیا جاتا اور کسی سپاہی کا نام بغیر اُس کی خوشی کے نہیں کاٹا جاتا۔ پولس کی بھی کئی پلٹنوں کی تخفیف ہوئی اور اُس کی جگہ غیر آئینی سپاہ بھرتی ہوئی۔ کوئی ہندوستانی وانگریزی افسر موقوف نہیں کیا گیا۔ سندھ کی محافظت بمبئی کی سپاہ کو سپرد کی گئی۔ گوروں کی پلٹنیں ولایت چلی گئیں۔

لارڈ ہارڈنگ نے اپنے تدبیروں سے پچاس ہزار لڑنے والے سپاہیوں کی تعداد فوج میں سے کم کر دی پھر بھی صلح کے زمانہ میں جتنی سپاہ رکھنی چاہی وہ اس قدر تھی کہ ۱۸۳۸ء کی سپاہ سے زاید تھی۔ باوجود اس تخفیف سپاہ کے بالائے ہند میں میرٹھ سے ستلج تک ملک کی حفاظت کے لئے ۵۰۰۰۴ سپاہ اور ۲۴۰ توپیں ہلکی بھاری تھیں اور گوروں کی سپاہ نو ہزار اس سپاہ سے زیادہ تھی جو اس برس سے پہلے تھی۔ خزانہ شاہی کے لئے اسی طرح ایک کروڑ روپیہ کی بچت نکال دی ۔

اس تخفیف سپاہ کی بچت سے اور اضلاع ستلج کی آمدنی کی افزائش سے رفاہ عام کے کام جن کی ہندوستان میں سخت ضرورت تھی شروع کئے۔ ان ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضرورت گنگا کی نہر کی تھی اول اُس کی بنیاد کی اُفتاد لارڈ آکلینڈ نے ڈالی تھی۔ ۱۸۳۸ء میں ایسی قحط سالی ہوئی تھی کہ کسی کو یاد نہیں کہ پہلے بھی کبھی ایسی وہ ہوئی تھی۔ اُنہوں نے شملہ جاتے ہوئے مقابلہ کیا کہ ایام قحط میں نہری اضلاع میں بہ نسبت غیر نہری اضلاع کے آدمی بہت کم مرتے ہیں۔ ابتک گورنمنٹ نے ان ہی نہروں کی مرمت

اور درستی کرائی تھی جو پہلے پادشاہوں کی بنوائی ہوئی تھیں۔ جن سے تین لاکھ ایکڑ زمین میں آبپاشی زیادہ ہوگئی تھی اور ڈھائی کروڑ روپیہ کا پیداوار زیادہ ہوگیا تھا۔ بنگال کے توپخانہ کے کپتان کاٹ لی نے ایک نئی نہر کی تجویز کی جو شاداب وادی گنگا میں ہردوار سے لیکر آلہ باد تک آبپاشی کرتی۔ لارڈ آک لینڈ نے اس تجویز کو نظر مہربانی سے دیکھا اور ۱۸۳۹ء کے آخر میں کپتان کاٹ لی نے جو نہر کی پیمایش کی تھی اس کا نقشہ کورٹ ڈائرکٹرز میں پیش کیا۔ اُس نے اُسکو پسند کیا۔ لارڈ آک لینڈ نے حکم دیا کہ فوراً کپتان کاٹ لی کے اہتمام سے نہر کی تعمیر شروع ہو اور اُس کا خرچ خزانہ ہند سے اُٹھانا چاہیئے۔

لارڈ آک لینڈ کے چلے جانے سے یہ کام بند ہوگیا۔ لارڈ ایلن برا کے عہد میں یہ سوال پیش ہوا کہ نہروں کے بنانے سے فایدہ ہوتا ہے یا نقصان۔ دہلی اور کرنال کے اضلاع میں اس نہر کے سبب سے وبائی بخار ایسا پھیلتا تھا کہ کرنال سے انبالہ میں چھاونی کو منتقل کرنا پڑا۔ طامس صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی نے کاٹ لی صاحب کے کام کے سرانجام ہونے میں دل لگایا اور اپنی عرضداشتیں ایسے آدمیوں کے سامنے پیش کیں جن کے کانوں نے اُن کو سنا۔ لارڈ ہارڈنگ نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ کرنال اور دہلی کی بخاروں کی تحقیقات کرے۔ اور یہ تبلائے کہ نہر گنگ کے جاری ہونے کا تو یہ غالباً نتیجہ نہیں ہوگا۔ اس کمیٹی کی تحقیقات کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر پانی کی نکاسی کے ستر اور نہر کے لیول کے پشتے صحیح صحیح درستی سے بنائے جائیں گے تو اس نہر کا بننا باشندوں کی صحت کے لیئے مضر نہیں ہوگا۔ آخر کو مارچ ۱۸۴۷ء میں لارڈ ہارڈنگ نے نہر کے لیئے سرسولانی کو خود دیکھ بھال کے اس بڑے منصوبے کے کام کو ڈھائی کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کر کے نکالنے کا مصمم ارادہ ٹھان لیا۔

لارڈ ہارڈنگ کا ارادہ یہ بھی تھا کہ ہندوستان میں ریلوے تجارتی اور جنگی کاموں کے لیئے تیار کی جائے ۱۸۴۴ء میں بمبئی کے اہل شہر نے ایک کمپنی بنائی تھی کہ مغربی دارالسلطنت سے سالستی کے پار تھل تک اور بھور گھاٹ تک سڑکیں بنائی جائیں۔ بالائی ملکوں سے روئی اور اور اسباب کی تجارت خوب ہونے لگے۔ دوسرے سال کے اکتوبر میں مسٹر چیپمن نے ایک نئی کمپنی کے انجنیر گریٹ انڈین ریلوے لین کی پیمایش کی اور ان دشوار راستوں کی تحقیقات کی جو گھاٹوں سے نیچے میدانوں میں جاتے ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ اُس خاص توجہ سے میک ڈونل سٹیفن سن اور اسکے اسٹاف کے انجنیروں نے اس ریلوے کے لیئے زمین کی پیمایش کی۔ جو ممالک مغربی کے

بڑے بڑے سول اور ملیٹری اسٹیشنوں کو دارالسلطنت بنگال سے ملادے کہا گیا کہ ریل وے کمپنی کی امداد سرکار فقط زمین دینے ہی کر کرتی ابتدا میں اس پر بہت سی گفتگو میں ہوئیں اور مخالفانہ خیالات خوب ہوئے گئے تو پھر ۱۸۴۶ء میں اسکے خط وخال نے اپنی نمایش علی صورت میں کی کہ اس کام میں سرکار اپنا حصہ کیا لے۔ گورنر جنرل نے اپنے شریکوں سے زیادہ کام کیا۔ کہ اُنہوں نے تجویز کی کہ ریلوے کمپنی کو زمین ہی ریلوے کے لئے دیدینے کے سوا امدد کرنی چاہئے۔ اور خیال کرنا چاہیئے کہ سرکار کو کس قدر فایدے کلکتہ اور دہلی کے درمیان روزانہ آمدورفت سے حاصل ہونگے۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے بالکل اس کے ساتھ اتفاق راے کیا اور اُنہوں نے اس کام کی شرایط مقرر کیں جن کے موافق اس نئے کار عظیم میں مدد دی۔ جسوقت پانچ کروڑ روپیہ ہوس انڈیا میں کمپنی کے حصہ دار داخل کردیں تو سرکار اُن کے روپیہ کے سود مقررہ دینے کی خاص سالوں کی تعداد کے لئے کفیل ہوگی۔ ریلوے کے لئے جتنی زمین چاہئے ہوگی وہ دیگی اور کمپنی کو اجازت دیجائے گی کہ وہ مصالح تعمیر ریلوے کو محصول کے ادا کرنے کے بغیر لیجاے۔ اس شرط پر کہ جس لائن کی سکشن بنانے کی جسقدر آمدنی زیادہ ہو اس قدر کرایۂ محصول گھٹایا جاے۔ اور اس کے شروع سے تیس سال بعد گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو خریدے۔ اس کی گارنٹی بمبئی کمپنی کو دی گئی۔ بعض اور شرایط کی درستی آیندہ پر موقوف رکھی گئی۔ لارڈ ہارڈنگ کے قیام کے دن ختم ہونے کو تھے۔ اُنہوں نے اپنی جانشین کے لئے ایک پٹیا بنادی جس پر وہ خوب قدم جماکر چلے ریلوے کی تجویز تو درپیش تھی مگر لارڈ ہارڈنگ نے بنگال اور بالاے ہند میں سفر کرنے کی اور آسانیاں پیدا کیں۔ پہلے اس سے کہ وہ ہندوستان تشریف لے جائیں کلکتہ سے میرٹھ تک ٹرنک روڈ شاہ راہ تقریباً تیار ہوگئی تھی۔ صرف چند پل بننے باقی تھے۔ اور ایک ہزار میل کا سفر گاڑیوں میں بجائے ایک مہینے کے دو ہفتوں میں ہونے لگا تھا۔ اُنہوں نے اخباروں اور خطوط کے محصول کم کرنے کی تجویز جو پوسٹ ماسٹر جنرل مسٹر ٹیلر نے پیش کی اُسکو ۱۸۴۶ء میں ولایت میں انڈیا ہوس میں بھیجدیا۔ اور اُس کے احکام کا منتظر رہا۔ اسی سال میں اُنہوں نے کلکتہ کے اہل شہر کو میونسپل گورنمنٹ کے سپرد کرنے کا بل کونسل میں پیش کیا۔ جس سے حفظ صحت کا انتظام اور شہری اصلاحیں ہوں۔ ان کے عہد میں تجارت کو بھی تقریباً آزادی ہوگئی۔ شہری اور راہداری کے محصولات بالکل موقوف ہوگئے۔ اور ممالک مغربی کی دو بڑی کسٹم لائن ہونے کی جگہ ایک ہوگئی۔ اُنہوں نے ہندوستان میں اول چاء کی کاشت کے لئے کوشش کی۔ ڈاکٹر جیمس کو زیریں ہمالیہ میں چاء کاشت کرنے کے لئے مرد میدان بنایا تھا۔ یہ بھی انکا کارنامہ نمایاں کچھ کم نہیں تھا کہ اُنہوں نے گرینڈ ٹرگنو میٹریکل سروے کی ترقی میں کوشش کی۔

اُنہوں نے پٹھان اور مغلوں کی عمارتوں کے برقرار رکھنے میں اہتمام کیا ورنہ تاج گنج کی خوبصورت عمارت کھنڈر ہو جاتی۔ اس نے مسٹر طامسن صاحب کی امداد کی کہ وہ رڑکی میں ہندوستانی اور انگریزوں کی سول انجینرنگ کی تعلیم کے لئے کالج قایم کریں ؟

اُن کے رفاہ عام کے کاموں میں سب سے اخیر یہ کام تھا کہ وہ لکھنو میں آئے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اگر واجد علی شاہ جناب ممدوح کی نصیحتوں کے موافق اپنے ملک کی اصلاح کر لیتا تو برسوں وہ اپنی دارالسلطنت میں اپنی گویّوں اور سارنگیوں کی مجلس میں اپنی سرود سرائی کرتا رہتا برہما میں سوا اس کے کچھ نہیں ہوا کہ دربار آوا کو دوستانہ مراسلہ بھیجا گیا۔ مگر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ نیپال میں رانی نے ایک بڑا کشت وخون کا ہنگامہ برپا کیا جس کے سبب سے نوجوان لایق جنگ بہادر کا اقبال چمکا اُس نے قوت اور عقل و تدبیر سے پہلے اس سے کہ اس کے ہمسائے انگلش کوئی احسان کریں۔ اپنی عزت اور شان کو اپنی رعایا میں پیدا کر لیا۔ دوست محمد خاں نے افغانستان میں ایسا عمدہ انتظام کیا کہ ہندوستان کے مدبران ملکی کے خیالات میں کوئی اضطراب نہیں پیدا ہوا ؟

لارڈ ہارڈنگ اپنی ساٹھ برس کی عمر میں ہندوستان میں آئے تھے۔ ساڑھے تین برس تک وہ یہاں بحساب اوسط دس گھنٹے ہر روز کام کرتے رہے۔ ایسی سخت محنت اس عمر میں کمتر آدمی اُس ملک میں کر سکتے ہیں۔ جہاں کی آب و ہوا اُن کو بڑی موافق ہو۔ جب وہ دو برس بعد اپنی دارالسلطنت کلکتہ میں آئے تو اس وقت میں تجارت کی کساد بازاری تھی۔ مگر سب قسم کے لوگ بڑے جوش خروش سے اُنکے خیر مقدم کے لئے جمع ہوئے انہوں نے اپنی خوش اخلاقی و نیک دلی سے سب طرح کے آدمیوں کے دلوں کو خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندوستانی ایسا تسخیر کر لیا تھا کہ اُن کے حسن انتظام کی شکر گذاری میں اہل کلکتہ نے ایک ایڈریس دیا جس پر پانچ سو شریفوں کے دستخط تھے اور ان کے سٹے بُت کے بننے کے لئے دو ہزار روپے چندہ لارڈ بشپ کلکتہ نے دئے۔ سر ہنری لارنس نے ان کی نسبت یہ کہا کہ کسی گورنر جنرل نے لارڈ ہارڈنگ کی برابر اپنی نئی راہ نہیں نکالی جس پر وہ خود چلا۔ ولایت میں کورٹ ڈائرکٹرز اُن کی استقامت رائے اور رفاہ عام میں گرم کوشی کی تعریف کرنے سے تھکے نہیں۔ ڈیوک ولنگٹن نے اُن کے بے غرض ہونے کی تعریف کی ؟

فہرست مضامین حصہ دوم

غلط نامہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۷	کرکے	کراکے	۳	۱۳	بڑہانی	بڑھائی
۶	۱۱	بناتی	بنائی	۶	۱۴	اسلیئے یہ	+
۱۳	۱۷	تھے	جاتے تھے	۱۶	۰	کو	گو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۴	اکسار	اختیار	۲۲	۱۵	جوان	جون
۲۷	۱۴	شاہ	شاہ کا	۲۷		شگون	شگونی
۳	۱۰	امیرخان	اکبرخان	۳۴	۹	دی کہ	کر
۴	۲	سے	سے امیر	۴۱	۱۵	ان کو	اس کو
۴	۱۱	آتی تھی	آئی تھی	۴۵	۵	مین	مین لکھا
۵	۲	جاکر	جا	۵۷	۲۲	وہانون	دہاتون
۶	۱۱	بالفعل	بالفعل سپاہین	۶۴	۱۹	نے	نے کہا
۶	۱۸	کڑاکے	کڑاکے کا	۷۲	۱۱	کہتے	کہتی
۷	۱۰	کو	کے	۷۸	۱۶	بچّے	بچے
۷	۲۱	پینی	ڈبہنی	۸۰	۲	ہول	ہون
۹	۱۵	اختلاف	استلاف	۹۲	۱۳	شتری	مشتری
۹	۱۳	مین اور	مین	۱۰۲	۲۳	کرنے	کرنے سے
۱۱۱	۱۹	شکایتون	شکایتون کی	۱۱۴	۱۴	نہ کرین	کرین
۱۱	۵	کرا	کرایا	۱۱۷	۲۱	ریاست	ریاست سے
۱۱	۷	ساتھ	پاس	۱۲۲	۱۰	اترے	اترونگا
۱۲	۱۰	لکھاے	لکھے	۱۳۷	۹	لیگ	لیک
۱۳	۱۲	بڑا	مُرا	۱۴۳	۱۹	دیوا	دیوان
۱۴	۱۰	عملداری	عملداری مین	۱۴۵	۱	متبنہ	متبنے
۱۵	۹	مین	مین ہی	۱۵۹	۳	حکم	حکم کا
۱۶۱	۹	ایجبٹ	ایجنٹ	۱۶۵	۱۸	کہ برٹش	کہ
۱۶	۵	قوم یا	قوم	۱۶۷	۵	بجاتا	بچاتا
۱۷	۱۷	کو اور	اور	۱۷۶	۱۰	کراتا	کتراتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۹	۱۴	کون	کوکون	۱۸۶	۱۰	خود	خودراست
۱۸۸	۲۲	ہزار	ہزارسوار	۱۹۲	۸	فیصلہ	قبضہ
۲۰۰	۵	کہیں	کبھی	۲۰۲	۲۲	بالجبر	یا بالجبر
۲۰۷	۲۰	امنزان	ایران	۲۱۱	۱۳	بن ٹنگ	بن ٹنک

فہرست کتب موجودہ مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	محصول
امثال ومنتخب الامثال	۸ر	ار
دولت۔ دولت ... اکبر نیکے طریق میں ہے	۸ر	ار
ے دولت	۸ر	ار
سیاسیہ مالیہ	۶ر	۰ر
طبیعیات کی ابجد	۴ر	۰ر
طبیعیات کی ابجد	۴ر	۰ر
غربی طبیعیات پر محاکمات	۲ر	۰ر
یونان کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر
اسلام کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر
ن و مذہب کی رزم و بزم	عہ	ار
فرنگ	۱۰ر	ار
اللسان	۴ر	ار
بر نارڈ سمجھ حساب (ان دونوں کتابوں کی کلا قیمت عہ/ محصول ۳ر)	۱۲ر	۲ر
ن الحساب	۸ر	ار

نام کتاب	قیمت	محصول
عجائب الحساب	۸ر	ار
رسالہ علم مساحت ٹوڈہنٹر	۱۲ر	ار
مبادی الانشا حصہ اول	۸ر	ار
مبادی الانشا حصہ چہارم	۵ر	ار
محاسن الاخلاق	عہ	۳ر
تہذیب الاخلاق	۶ر	ار
تعلیم الاخلاق	۸ر	ار
صحیفہ فطرت	عہ	۳ر
مجالس مناظرہ	۳ر	۰ر
اہل عرب کا جبر مقابلہ	۴ر	۰ر
جغرافیہ ریاضیہ	۸ر	ار
تحریر اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح و نتائج	۲ر	ار
شرح لول تشش مقالہ و مقالہ یازدہم و دوازدہم		
جو درس میں جاری ہے	۸ر	ار

ن۔ پانچ روپیہ کے خریدار کو ایک آنہ فی روپیہ۔ چھ روپیہ سے دس روپیہ تک کے خریدار کو ڈیڑھ آنہ فی روپیہ گیارہ
انیس روپیہ تک کے خریدار کو دو آنے فی روپیہ۔ بیس روپیہ اور اس سے زیادہ کے خریدار کو بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن
یگا۔ محصول ہر حالت مین ذمہ خریدار ہوگا۔ اور سب نقد روپیہ لیا جائیگا۔ جو اخبار نویس عنایت فرما کر اپنے اخبار مین
شتہارات کو چھاپ دینگے کہ یہہ کتابین انکی معرفت ملسکتی ہین اور جتنی درخواستین انکے مطبع مین آئین تو میرے پاس
ین مین انکو اُن درخواستون کے مطابق بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دونگا۔ ان کتابونکے مفصل اشتہار بھی چھپے ہوئے
جنکو مطلوب ہون وہ منگالین ؛

محمد عطاء اللہ دہلی چیلون کا کوچہ سنہ ۱۹۰۴ء

محاربات عظیم

جو

حضرت علیا ملکۂ معظمہ وکٹوریا قیصر ہند بالقابہا

کے عہد سلطنت میں ہندوستان کے سواء

انگلستان کے اور ملکوں کے ساتھہ ہوئے اور بعض اور

واقعات جو وقوع میں آئے

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

سنہ ۱۹۰۰ع

شمس المطابع دہلی میں باہتمام منشی محمد عطاء اللہ مطبوع ہوئے

التماس

محاربات عظیم جو انگلستان کے اور ملکوں سے ہوئے
ہیں جیسے کہ کریمیا۔ چین۔ مصر۔ سوڈان۔ افغانستان
ٹرنسوال وغیرہ ہیں انکا مختصر حال اور بعض اور واقعات
ضروریہ کا بیان تحریر کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ محاربات
و واقعات کو تفصیل سے بیان کرتا لیکن میری پیرانہ
سالی نے انکو مختصر لکھنے کی اجازت دی زیادہ ان کو
بڑھانے نہ دیا۔ ۹۔ نومبر ۱۹۰۰ء

جنگ کریمیا

چالیس برس سے انگلستان میں امن امان چلا آتا تھا اگر کہیں ایشیا افریقہ میں لڑائیاں ہوئیں تو چھوٹی چھوٹی ایسی ویسی۔ جنگ واٹرلو کے بعد انگلینڈ نے جانا ہی نہیں کہ جنگ اصل میں کیا ہوتی ہے۔ نئی نسل یقین کرتی تھی کہ ہماری زندگانی کیا مسرتناک ہے کہ پُرانی لڑائیاں ہمارے دل بہلانے کے لئے پُرانی کہانیاں ہوگئی ہیں۔ سارے یورپ میں اُکھیڑ پچھاڑ ہو رہی تھی مگر انگلستان امن کے گنبد میں بیٹھا تھا۔ جیسے کہ ایک نئی نسل پیدا ہوتی ہے ایسے ہی ایک نیا مدرسہ پیدا ہوگیا تھا جیسا وہ ایمان سے معمور تھا ایسا ہی عملی خیانت آمیز منطق سے بھرا ہوا تھا وہ بڑی بلاغت و فصاحت سے یہ سکھاتا تھا کہ قوموں کی باہمی قضیوں و تنازعوں کا تلوار سے فیصلہ کرنا نہایت گراں قیمت و وحشتناک و پُرخطا و شرارت زا ہے۔ انگلینڈ میں پہلے جو یہ قاعدہ تھا کہ دو آدمی دشمنی کے سبب سے جان ستان ہتیار لیکر آپس میں لڑتے تھے کہ ان میں سے کسی ایک کی جان جائے بالکل موقوف ہوگیا تھا۔ پس جب دو آدمیوں میں اس طرح لڑنا بالکل موقوف ہوگیا تو پھر اس بات کا یقین کرنا عقل کے خلاف نہیں تھا کہ دو قوموں میں کیوں جلد جنگ و پیکار بالکل موقوف نہ ہو جائے +

جب وہ وزارت قایم ہوئی جس میں دونوں فریق وگ اور ٹوری متفق و متحد تھے تو بہت سے دانشمندوں کا یہ یقین تھا کہ جنگ کا ہونا یقینی موقوف ہوگیا اس بات کو اکثر آدمی بہت سوچتے نہ تھے یوں ہی بے چون و چرا یقین کر لیتے تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں دیکھا ہی نہ تھا کہ انگلینڈ یورپ کے ساتھ کہیں لڑا ہو بس یہ امر بمقتضاء طبع بشری تھا کہ اُن کو یہ یقین ہو کہ جو بات ابتک دیکھی نہ ہو وہ آیندہ بھی دیکھنے میں نہ آئے۔ دفعتہً ناگاہ اس ایمن یقین کو اس سوال نے اڑا دیا کہ مشرقی یورپ کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے یہ امر یقینی تھا کہ صورت موجودہ تو قایم نہیں رہ سکتی آیندہ کا حال تحقیق نہیں کہ کیا ہو۔ یورپ کے جنوب مشرق میں صوبوں کے اندر خاندان عثمانیہ کی سلطنت نے استحکام پایا تھا۔ ترکوں میں جرار فاتحین کی بہت سی نیکیاں و مستقل صفات موجود تھیں مگر ان میں امن امان رکھنے کی قابلیت نہ تھی یا اسکی پروا نہ تھی۔ انکو کبھی اس کا خیال نہیں آیا کہ مفتوحین کے ساتھ ہم میل جول کریں یا وہ ہمارے ساتھ کریں ترکوں کا یہ قاعدہ نہ تھا کہ جو قومیں اُنکے

ماتحت محکوم رہیں اُنکے ساتھ سخت گیری کریں۔ نہ انکی یہ عادت تھی کہ وہ جنکو کافر جانیں ان پر جور وجفا کریں مگر کبھی کبھی حرارت مذہبی اُنکی ایسی جوش میں آتی تھی کہ وہ رعایا پر ایسا تشدد کرتے تھے کہ جس سے سارا یورپ سہم جاتا تھا اور اہلِ یورپ کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ یورپ کے جنوب ومشرقی گوشے میں جن فاتحین نے اپنے پاؤں جمائے ہیں وہ وحشی ہیں اور ہنوز وہ مہذّب وشائستہ نہیں ہوے مگر ان کا یہ قاعدہ تھا کہ جو قومیں اُنکے پیغمبر پر ایمان نہیں رکھتی تھیں اُن کی مذہبی حماقتوں کو متانت کے ساتھ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے مگر اُن پر غصے نہیں ہوتے تھے بلکہ رحم کرتے تھے کہ وہ برسرِ خطا ہونے میں مجبور ہیں اس میں شک نہیں کہ یورپ کی تمام عیسائی سلطنتیں خوشی سے یہ چاہتی تھیں کہ یورپ سے ترکوں کو خارج کردیں مگر ترک نسلاً بعد نسلٍ ایسے قوی وزبردست ہوتے جاتے تھے کہ کل اہلِ یورپ کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ وہ سب ہکو یورپ سے کہیں نہ نکال دیں۔ مگر جب ترکوں کی قوت میں انحطاط شروع ہوا اور انکی وہ جرأت وقوت جو غیر قوموں کو دبائے بیٹھی تھی زایل ہوئیں تو مغربی سلطنتیں ایسی تدبیریں کرنے لگیں کہ یورپ کو ترکوں سے خالی کرائیں مگر اُن تدابیر کے کرنے میں مغربی سلطنتیں متفق نہیں ہوتی تھیں پس یہ اُنکی نااتفاقی بہ نسبت ترکوں کی جنگی طاقت کے ترکوں کی سلطنت کی بقا کا سبب زیادہ تر ہوتی تھی۔ مگر روسیوں کی سلطنت کے وسعت پانے نے سلطنت عثمانیہ کی کایا پلٹ دی اور ایک نئی صورت بنادی اس زمانہ میں روسیوں کی سلطنت کے وسعت پانے اور بڑھ جانے سے زیادہ کوئی امر تعجب خیز نہیں ہے۔ چند نسل پہلے روسیوں کی ایک حقیر بری سلطنت تھی وہ مشرقی یورپ کے وسط میں ایسی چاروں طرف سے گھری ہوئی تھی کہ جیل خانہ کی قیدی معلوم ہوتی تھی۔ مگر پیٹر اعظم کی ذہانت وبلند عزمی ودلاوری نے اپنی سلطنت کی تنگ حدود کو توڑا اور روسیوں کو اُن سے باہر نکالا اور سمندر تک اپنی سلطنت کی حدود کو بڑھایا ایک یا دو سلطنتوں کے بعد روس کی فرماں روا ملکہ کیتھراین دوم ہوئی جو پیٹر اعظم کے قدموں پر دانشمندانہ چلتی تھی اُس نے اپنی سلطنت کی حدود کو اُن سمتوں میں بڑھایا جن میں پیٹر اعظم کو بھی موقع آگے بڑھانے کا نہ ملا تھا۔ جب اس ملکہ کی سلطنت ختم ہوئی تو یورپ میں روس

کی سلطنت بڑی متکبر سلطنتوں کی ہمسر و برابر ہوگئی اور اسکو اُنکے ساتھ عہد و پیمان کرنے کا استحقاق حاصل ہوگیا۔ پچھلے زمانہ میں جو سائنس اور تہذیب کے انکشافات بروئے کار ظاہر ہوئے تھے اُنپر روس بڑے شوق سے توجہ کرتا تھا ترکوں کی طرح اُن سے غافل و بے پروانہ تھا۔ جو قوم یہ قصد کرتی ہے کہ وہ اپنی تہذیب کی نمائش بہ نسبت اپنی اصلی شائستگی کے زیادہ دکھائے تو اکثر اُسکا مآل یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی شائستگی و تہذیب میں زیادہ ترقی کرتی جاتی ہے جو اُسکے ہمسایوں کے وہم و گمان میں بھی غالباً نہیں ہوتی۔

نپولین بوناپارٹ سے جو روس کی لڑائیاں ہوئیں تو روس کا بڑا اتحاد انگلینڈ و آسٹریا و پروشا اور یورپ کی سلطنتوں سے ہوگیا جو پہلے سے شائستگی و تہذیب میں اس سے آگے بڑھی ہوئی تھیں اور سلطنتیں روس کو یہ سمجھتی تھیں کہ وہ بڑے کام کا دوست اور نہایت خوفناک دشمن ہے۔ بتدریج یہ معلوم ہوا کہ روس جیسا اور سلطنتوں پر حملہ آور ہے ویسا ہی انتظام حال کا محافظ بھی ہے۔ کچھ مدت کے بعد مغربی یورپ کی سلطنتوں لبرایل کے دلوں میں یہ یقین واثق ہوگیا کہ تہذیب میں عام پسند خیالات کا بڑا سدِ راہ روس ہے۔ اس معنی کو ترک بہ نسبت روس کے کم حارج ہیں۔ اب ٹرکی اپنی حالت پر قانع تھا۔ وہ پہلے سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے عالی حوصلگی جرأت و اولوالعزمی کرنے سے جھجکتا تھا۔ بشرطیکہ اُس کے زبردست پیچیل ہمسائے اُسکو اپنی حالت میں چین سے رہنے دیں۔ مگر اُسکی اور روس کی سلطنت کا بہت جگہ ڈانڈا مینڈا ملا تھا اُٹھ بھیڑ دونو میں ہوتی رہتی تھیں۔ یورپ میں بہت سے ایسے صوبوں میں ٹرکی فرماں روائی کرتا تھا جنکے باشندے زیادہ تر روسیوں کے ہم نسل و ہم مذہب گریگ چرچ کے عیسائی تھے۔ بس اس طرح اشاعت ہوئی اور روسیوں میں دو تار رشتہ مذہبی تھی۔ ترک جوان صوبوں کے عیسائی باشندوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور برتاؤ برتتے تھے اس پر ترکوں اور روسیوں کی باہم پرخاش و چنخ شروع ہوتی تھی۔ اہل روس اپنے عیسائی مذہب کے بڑے پابند و متعصب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے شہنشاہ سے کبھی مانوس نہ ہوتے اگر وہ عیسائیوں کی نسبت جو ٹرکی کی حکومت میں رہتے تھے۔ اپنا نہایت مستقل ارادہ یہ ظاہر نہ کرتا کہ وہ اُس

کا محافظ و معاون ہوگا۔ غالباً اس امر میں زیادہ تر اہلِ روس اور مدبرانِ اہلِ روس بے ریا
و راست باز ہوں مگر یوروپ کی اور سلطنتیں اُن پر یہ شبہ کرتی تھیں کہ روسیوں نے ٹرکی کے
عیسائیوں کی حمایت کا ایک مذہبی بہانہ اس لئے بنایا ہے ایک نئی سمت میں یوروپ
کے جنوب میں اپنی سلطنت کی سرحد بڑھائیں اہل یوروپ نے خوب دیکھ لیا تھا کہ روسیوں
نے کس فریب و دغابازی اور دلیری سے مہمات عظیم کرکے اپنی سلطنت کو اور مقامات
میں سمندر تک وسعت دی تھی۔ اب وہ یہ الوالعزمی کر رہا ہے کہ قسطنطنیہ و بوسفورس پر قبضہ
کیجیے۔ یہ ایک افواہ مشہور ہے کہ پیٹر اعظم نے ایک وصیت نامہ لکھا تھا کہ جس میں اُس نے
اپنے جانشینوں کو حکم دیا تھا کہ وہ کبھی اپنی کوشش کو مقصود مذکور کی پولیسی میں موقوف
نہ کریں۔ یہ خاص نوشتہ پیٹر اعظم کا ایسا واجب التعمیل حکمنامہ سمجھا گیا کہ اس کے حکم کے
موافق تمام جانشینوں نے کبھی اس کام میں اپنی ہمت و سعی کو سست نہیں کیا کہ شمال
میں بحر بالٹک کے کناروں تک اور جنوب میں قسطنطنیہ اور ہندوستان تک جہاں تک
بڑھانا ممکن ہو اپنی مملکت کی حدود کو بڑھائیں۔ پس بمقتضاء طبع بشری تمام سلطنتوں
کا یہ کام تھا۔ کہ گورنمنٹ عثمانیہ میں جو عیوب موجود ہیں وہ روسیوں کی مدد کرنے
کے لئے بہانہ نہ بنائے جائیں کہ جس سے اُسکو خاص الوالعزمی و بہادطلبی کا مقصد
حاصل ہو۔ البتہ اس میں انگلینڈ کی خاص غرض یہ تھی کہ اس کے قبضے میں نہایت
پُر امن و بے خوف و خطر ملک ہندوستان تھا پس اس کی شاہ راہ میں روس
سدِ راہ ہونے کے لئے جو حرکت کرتا تھا۔ اُس کو وہ بڑی توجہ سے دیکھتا تھا۔
انگلینڈ ٹرکی روس ایک لحاظ سے ہم حالت ہیں کہ وہ سب یوروپ والیشیا میں
حکومتیں رکھتے ہیں مگر ٹرکی کے دولت و اقبال رختِ سفر باندھے بیٹھے تھے اس کے
تاجِ شرف و اقبال سے لعل و گوہر جھڑتے شروع ہوگئے تھے اس کے جاہ و جلال و کرو فر
نظر سے گر گئے تھے اسکا وہ زمانہ نہ رہا تھا کہ کسی بڑی سلطنت میں مداخلت بیجا کرتا
اسکے برعکس مشرق میں انگلینڈ و روس میں بمقتضاء طبعیت بشری عداوت تھی
روسی اپنی سلطنت کی سرحد کو ہندوستان کی سلطنت کی طرف بڑھاتے تھے۔ انگلینڈ

کے افسروں کو انگریزی سفیروں کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ وسط الیشیا میں روسی
سازشوں کی شہادتیں ہمارے روبرو آتی ہیں۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کہ افغانستان
میں انگریزی پولیسی کی کارروائی میں روسی سازشیں اصلی یا فرضی کیسقدر اثر رکھتی تھیں
پس روسیوں کی ان حرکتوں سے انگریزوں کے خاص مدبّروں کے اور اور جماعتوں کے
دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ٹرکی کی سلطنت کو بالکل صحیح وسالم رکھنا انگلینڈ کا قومی فرض
ہے۔ روس اس وجہ سے کہ وہ ہم مذہب وہم نسل ان عیسائیوں کا تھا جو ٹرکی کی رعیت میں
تھے ترکوں کے ساتھ عداوت مزمنہ رکھتا تھا اور انگلینڈ اس سبب سے کہ ایشیا میں روس
کا قبضہ تھا روس کا دشمن تھا آخر کو وہ زمانہ آگیا کہ روسیوں کے ساتھ انگلینڈ کھلّم کھلا لڑنے
لگا۔ یہ زمانہ نکولاس شہنشاہ روس کے آخر سلطنت میں آیا اس نے جنگ کا آغاز دیکھا
انجام نہ دیکھا۔ نکولاس کے سیرت عجیب وغریب تھے ایشیا میں اسکے بہت سے طریقے
ایشیائی مطلق العنان بادشاہوں کے تھے اس میں بہت سی صفات جلیلہ وحمیدہ وجمیلہ
تھیں۔ ایک زمانہ میں وہ انگلینڈ میں بڑا ہر دل عزیز تھا۔ جب وہ ملکۂ معظمہ سے ملنے آیا
تھا۔ تو ایسی باتیں کرتا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکا سب سے بڑا ایکا ارادہ یہ ہے کہ
وہ دوستانہ رابطۂ اتحاد ووداد انگلستان کے ساتھ رکھے اس میں ذرا شبہ نہیں کہ وہ
انگلینڈ سے بے ریا دوستی واخلاص کا خواہاں تھا اور آخر تک اس کے دل میں کبھی
یہ خیال نہیں آیا کہ جس طریقہ پیر میں چل رہا ہوں انگلینڈ اس کا مانع وسنگ راہ ہوگا
اسکے بھائی اور روس کا پہلا شہنشاہ انگلینڈ کے خالص محب ومخلص دوست تھے
آئی ڈیل ہیرو ڈیوک ولنگٹن تھا اس نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ ٹرکی کی غنایم کو
جو عنقریب تقسیم ہونے والی ہیں۔ وہ اور انگلینڈ اپنے حسب مُراد تقسیم کرینگے اور
اس تقسیم سے ایسے دونو ملکر انتظامات کرینگے کہ دنیا میں امن وامان رہے گا +
جب ۱۸۴۴ء میں انگلینڈ میں نکولاس دوبارہ آیا تو ڈیوک ولنگٹن اور لارڈ ابرڈین وزیر
دول خارجیہ سے اسکی کئی دفعہ گفتگوئیں ٹرکی کے باب میں ہوئیں کہ آیندہ ٹرکی کیا اُمید یں
دلاتا ہے اور جب ٹرکی کی سلطنت تباہ ہوگئی تو کن واقعات کے ظہور میں آنے کا احتمال

قوی ہے یہ اسکو یقین تھا کہ ٹرکی کی سلطنت عنقریب تباہ ہونے والی ہے۔ جب وہ روس
کو واپس گیا تو اُس نے اپنے اور اپنے ہم خیال مدبرآن انگلینڈ کے خیالات کو ایک تحریر
مین قلمبند کیا۔ یہ نوشتہ کہے دیتا تھا کہ ٹرکی کے لئے یہ حکماً واجب ہوا کہ ہم اِس کو اپنے
معاہدوں پر قایم رکھیں اور اس سے اِس کی عیسائی رعایا کے ساتھ نیک سلوک
ورعائتیں کرائیں۔ اور انگلینڈ اور وہ دونو یکساں ٹرکی کو قایم وسلامت رکھنا چاہیں۔
مگر ان دونو سلطنتوں پر یہ نفس الامری بات مخفی نہیں رہنی چاہئے کہ سلطنت عثمانیہ
خود اپنی ذات میں بہت سے عناصر تحلیل رکھتی ہے اور بہت سے واقعات جو بالفعل
نظر نہیں آتے ایسے ہیں کہ کسی نہ کسی وقت میں واقع ہوکر ٹرکی کو پائمال کردینگے ایسی
صورت میں کہ آیندہ کا حال تحقیق نہیں کہ کیا ہو مگر وہ فقط اس ایک خیال پر مبنی ہوسکتا
ہے جو عمل میں بھی آسکتا ہے کہ جب ٹرکی پر کسی صدمہ اور بلا کے آنے سے خوف پیدا
ہو تو اُسکی وقوع کی صورت میں وہ اس طرح گھٹا دیا جائے کہ انگلینڈ اور روس دونو
آپس میں ہمرائے وہمراہ ہوں اور یہ متفق الرائے ہوتا اور بھی زیادہ مفید آسٹریا کی
منظوری سے ہوسکتا ہے جو روس کے ساتھ بالکل اتفاق رکھتا ہے۔ یہ نوشتہ لندن
بھیجا گیا وہ فورین آفس کے پُرانے کاغذات میں رکھا گیا۔ روس کے شہنشاہ
کو یقین تھا کہ انگلینڈ کے مدبرآن ملکی اِسکے ہمرائے وہم خیال ہونگے اس لئے یہ
امر قابل افسوس ہے کہ انگریز مدبرآن ملکی نے نکولاس کے خیالات سُنکر اس کو بہت
صفائی سے نہیں بتلایا کہ وہ اُس کے ساتھ کسی مطلب میں متفق ہونے کو نہیں قبول
کرتے انہوں نے روس کے شہنشاہ کو شد ومد سے یا ٹھیک طور سے اپنے مصمم ارادہ
پر مطلع نہیں کیا کہ ہم اُس کی سازشوں میں شریک ہوکر لڑائی کا کام ہرگز نہیں کرینگے۔
وقت آگے چلا زار روس کو ایک اور موقع ملا کہ وہ اپنے تمام تدابیر ومنصوبوں کی توجیہ
انگلینڈ کو بتلائے۔ جنوری سنہ ۱۸۵۳ میں انگلینڈ کے وزیر سر ہملٹن سی مور سے جو روس
میں انگریزی سفیر تھا شہنشاہ نے ٹرکی کی آیندہ حالتوں کی اور اُن انتظامات کی
نسبت جو انگلینڈ اور روس مل کر کریں گفتگوئیں بار بار کیں۔ روس کی شہنشاہ

سنے ٹرکی کا نام قریب المرگ بیمار رکھا تھا بس اس نے یہ زور سے کہا کہ انگلینڈ
اور روس کو چاہیئے کہ پہلے ہی سے سلطنت عثمانیہ کی وراثت کی تقسیم کے انتظامات
کرے اس بیمار کی موت کے دن عنقریب آ گئے ہیں۔ اگر انگلینڈ اور وہ دونو آپس میں
متفق الرائے ہو جائیں تو پھر اس کو پروا نہیں کہ اور سلطنتیں کیا خیال کرتی ہیں اور کیا
کہتی ہیں۔ اس نے کہا کہ ٹرکی میں لاکھوں عیسائی رہتے ہیں۔ جنکے حقوق کی نگرانی
و محافظت میرے ذمے ہے اور یہ نگرانی و محافظت مجھکو عہد و پیمان کے موافق
حاصل ہوئے ہیں۔ زار روس کے دل پر نقش تھا کہ بظاہر وہ اور انگلینڈ اس معاملہ
میں متفق الاغراض ہیں اسکو کچھ اور خیال سوائے اس کے نہ تھا۔ کہ وہ کشادہ دلی سے
آزادانہ اس معاملہ میں انگلینڈ سے باتیں کرے لیکن سر ہملٹن نے جب شہنشاہ روس کی
ان باتوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کیا تو پھر نکولاس پر انگریزی گورنمنٹ کو کچھ اعتبار نہیں رہا۔
انھوں نے صرف اس کو یہ جانا کہ وہ سازش کرنے والا ہے۔ انگلش منسٹر اور انگلش
گورنمنٹ نے شہنشاہ کی اس تجاویز کا یہ جواب دیا کہ انگلینڈ کا ہمیشہ سے یہ دستور
چلا آتا ہے کہ وہ کسی دوست کی سلطنت کے برباد و تباہ کرنے کے انتظامات میں
شریک ہونا نہیں چاہتی۔ اور انگلینڈ کی یہ خواہش نہیں ہے کہ ٹرکی کے کسی مقبوضہ
ملک پر وہ قابض ہو۔ سر ہملٹن سی مئور کے ساتھ شہنشاہ کی گفتگو تو ان وارداتوں کی تاریخ
میں جو اس زمانہ میں وقوع میں آ رہی تھیں ایک قصہ کے اندر قصہ آ گیا۔ اب اصل تاریخ
سنو کہ پلیسٹائین یا فلسطین کی زیارت گاہوں اور مقدس مقامات کے باب میں مدت سے
ایک فساد چلا آتا تھا۔ اس میں گریک چرچ اور لیٹین چرچ دو فریق مدعی و مدعا علیہ تھے
روس کا شہنشاہ گریک چرچ کا حامی تھا اور شاہان فرانس ایک مدت دراز سے۔
لیٹین چرچ کے محافظ چلے آتے تھے۔ وہ زیارت گاہیں اور مقدس مقامات جن
پر لیٹین چرچ قبضہ رکھنے کا دعوے کرتا تھا یہ تھیں بیتھ لیم کا کلیساء اعظم اور معبد ولادت
اور حضرت مریم کی قبر اور پتھر جس پر تیل ملا جاتا تھا اور مقدس مزار کے گرجا کی سات
محرابیں حضرت مریم کی۔ فرانس کے بادشاہ فرنسس اول کے عہد میں سلطان سے

ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے موافق پیلسٹائن میں مقدس زیارت گاہوں اور درگاہوں کا اور ان راہبوں کا جو انکے مجاور ہوں شہنشاہ فرانس محافظ تھا۔ لیکن بعد ازاں سلطان سے گریک چرچ نے بھی ایسے فرامین حاصل کر لئے تھے جنکے موافق گریک چرچ والے بھی ان مقدس زیارت گاہوں پر ایسا ہی مجاور ہونے کا اپنا استحقاق رکھتے تھے جیسے کہ لیٹن چرچ والے۔ ان دونوں میں ہمیشہ آپس میں دنگے فساد ہوتے رہتے تھے۔ اور یہ فساد اس سبب سے اور زیادہ سنگین ہو گئے کہ فرانس ایک گروہ کے مفسدوں کا اور روس دوسرے گروہ کے مفسدوں کا حامی تھا۔ یہ دعوے جو مجاور کرتے تھے انکو سلطنتیں کرنے لگیں۔ اگر ذرا سا بھی فائدہ لیٹن چرچ کو حاصل ہوتا تو روس انکو اپنی ذلت وہتک جانتا تھا اور اگر گریک چرچ کو کچھ مل جاتا تو فرانس اس کو اپنی سرزنش جانتا۔

کریمیا کی لڑائی سے پہلے فرانس نے اس باب میں چھیڑ چھاڑ شروع کی فرانسیسی سفیر مسٹر ڈی للہ والبنی نے دھمکایا کہ یافہ کے سر پر فرانسیسی بیڑا اپنا رخ دکھائے گا۔ اور یہ بھی اشارہ کیا کہ آدرتیلیم پر فرانس قبضہ کرے گا۔ اور اس کی ساری زیارت کی درگاہوں کا مالک ہوگا مشہور ہے کہ اس دھمکی کا سبب یہ تھا۔ کہ نپولین ابھی فرانس کا شہنشاہ ہوا تھا وہ دل سے یہ بات چاہتا تھا۔ کہ اہل فرانس کی توجہ اندرونی پولیٹکل معاملات سے ہٹ کر کسی بیرونی نمایش شورش انگیز پولیسی میں مصروف ہو جائے۔ بس یہ جو مشرقی و مغربی کلیساؤں میں فسادات پیدا ہوئے تو اس کو ایک موقع ہاتھ لگا کہ وہ فرانس کی قوت کا جلال اور نظام جدیدہ کی شان دکھائے اس میں اس کو نہ کوئی بڑا خوف تھا نہ کوئی اس میں بڑی باز پرس تھی۔ اس تمام فساد کی جڑ جس سے مشرقی جنگ پیدا ہوئی اور مشرقی معاملات میں پیچ پر پیچ پڑے عہد نامہ کوچک کنارجی کی ایک دفعہ بنائی جاتی ہے یہ عہد نامہ ۱۰ جنوری ۱۷۷۴ء کو اس جنگ کے بعد لکھا گیا تھا۔ کہ روس کی ملکہ معظمہ کیتھرین دوم نے لشکر ٹرکی پر فتح کامل حاصل کی تھی اس عہد نامہ کی ساتویں دفعہ میں لکھا تھا

رفیع الشان سلطنت ٹرکی ہمیشہ عیسائی مذہب کی رعایا کی اور اُنکے کلیساؤں کی محافظت کریگی اور نیز روس کے شاہی سفیر کو اجازت دیگی کہ سب مواقع پر وہ کلیساؤں میں اپنے قایم مقایم یعنی وکیل مقرر کرے اور قسطنطنیہ میں اپنا نیا گرجا گھر تعمیر کرے اس گرجا گھر کا بیان عہد نامہ کی دفعہ ۱۴ میں آئیگا اور اُن کلیساؤں میں جو گماشتے اور اہل کار کام کرنے کے لئے مقرر کئے جائینگے۔ وہ ایسے سمجھے جائینگے کہ ایک ہمسایہ کی بے ریا دوست سلطنت کے معتبر و معزز عہدہ داروں نے ان کو مقرر کیا ہے۔ اِس دفعہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ جو پڑھنے والے کو مغالطہ میں ڈالے۔ عہد نامہ کی چودھویں دفعہ میں بھی الفاظ کے معانی میں کوئی دقت و پیچیدگی ایسی نہ تھی کہ جس کے سبب سے مصیبت ناک نتایج وقوع میں آتے۔ اس دفعہ میں سیدھے سادھے طور پر روس کے اولیاءِ دولت کو اجازت دی گئی کہ وہ قسطنطنیہ میں بمقام غالط ایک عام کلیسیا تعمیر کرائیں جس میں گریک چرچ کی مراسم ادا ہوا کریں اور یہ نیا گرجا علاوہ اس چھوٹے گرجا کے ہوگا۔ جو سفیر روس کے محل میں بنا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سلطنت روس کے سفیروں کی محافظت و حراست میں رہے گا۔ جو اس کو تمام نقصانوں اور مزاحمتوں سے بچائے رکھینگے۔ ان دونو دفعوں کے معانی صاف و آسان ہیں اور ان میں کوئی اعلےٰ درجہ کا مضمون بھی نہیں ہے۔ چودھویں دفعہ میں لکھا ہے کہ روسیوں کو اجازت ہے کہ وہ قسطنطنیہ میں گرجا تعمیر کرلیں اور ساتویں دفعہ میں لکھا ہے کہ سفیر روس مجاز ہے کہ اُس میں اپنے وکیل اور اہل کار کام کرنے کے لئے مقرر کرے اب کوئی پوچھے کہ ان دفعوں میں کون سے ایسے الفاظ ہیں کہ جن کے سبب سے اختلاف معانی پیدا ہوئے مگر روس نے یہ اختلاف نکالا کہ ساتویں دفعہ کی رو سے اوس نے اپنا یہ دعوےٰ پیش کیا کہ جب ٹرکی نے روس کو ایک خاص چرچ کے عبادت کرنے والوں کے معاملات میں مداخلت کرنے کا استحقاق دیدیا تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسکو تمام اس قسم کی عبادت کرنے والوں پر جو سلطنت ٹرکی کے ہر مقام میں رہتے ہیں یہ استحقاق نہ حاصل ہو۔ بس روس کو گریک چرچ کے کل عیسائیوں کے محافظ

ہونے کا استحقاق حاصل ہے۔ جنگ کریمیا سے پہلے روس نے جتنے عہد و پیمان سلطان روم سے کئے اُن میں مقصد اعظم اُس کا یہ تھا کہ ٹرکی کی سلطنت جتنی یوروپ میں ہے اس کے گریک چرچ کے عیسائیوں کی محافظت اس کے حوالہ کی جائے۔ روس کے اس دعوے کے تسلیم کرنے کے معانی یہ تھے۔ کہ یوروپ میں جو سلطنت ٹرکی ہے اُس کی رعایا کے بڑے حصّہ کا روس حکمراں اور محافظ ہو جائے۔ سلطان خود اپنی سلطنت کا مالک نہ تھا۔ اس لئے گریک چرچ کے عیسائیوں نے بالطبع شہنشاہ روس کو اس استحقاق کے سبب سے کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت کر سکتا ہے سلطان کی نسبت اس کو زیادہ زبردست مانا انہوں نے جان لیا کہ جو فساد ہم کھڑا کرینگے۔ اس کا فیصلہ آخر کو شہنشاہ روس چُکائے گا۔ سلطان روم فیصلہ نہیں کریگا۔ بس وہ بجائے سلطان کے شہنشاہ روس کو اپنا فرمانروا بادشاہ جاننے لگے

اب ان باتوں کے چہرہ سے یہ امر عیاں ہے کہ کسی سلطنت کا فرماں روا اس بات کو قبول نہیں کریگا۔ کہ وہ اپنی رعایا کے بڑے حصّہ کو کسی زبردست اجنبی بادشاہ کے حوالہ کر دے۔ اگر بالفرض ٹرکی کو اپنی آخر محافظت کا کوئی چارہ سوائے اس کے نہیں ہوتا کہ وہ روس کو اپنی رعایا حوالہ کر دیتا تو شہنشاہان روس پر یہ الزام نہیں عائد ہوتا کہ انہوں نے اس تجویز کی تعمیل کے لئے اصرار کیا۔ درحقیقت عہدنامہ کے وقعات کے الفاظ ایسے صاف تھے کہ ان کی رو سے روس یہ دعوے نہیں کر سکتا تھا۔ جب روس نے اپنے دعوے کو صاف الفاظ میں بیان کیا تو وزراء انگلینڈ نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ جنگ کریمیا سے پہلے جو طول طویل عہد و پیمان ہوئے اُن میں ڈپلومیسی میں یہ زور نہ تھا کہ وہ کوئی ٹھیک کام کرتی۔ اس کی دلیل صاف ہے کہ شہنشاہ روس کا عہد و پیمان کرنے میں جو مقصود تھا اُسکو یوروپ کی اور سلطنتیں قطعی نہیں قبول کر سکتی تھیں۔ زیارات مقدسہ کے باب میں جو تنازع تھا وہ آسانی سے رفع ہو گیا۔ ٹرکی نے اس باب میں بہت کم پرواہ احتیاط کی اور خاص شرائط کو مانکر کل فساد سے نجات پائی مگر روس نے اپنے مطالبوں کو اور بڑھایا +

اور شاہزادہ منٹس چی کوف جو اکھڑ اور سخت طبع اور مغلوب الغضب تھا قسطنطنیہ میں سفیر بنا کے بھیجا کہ وہ سلطان سے درخواست کرے کہ عہد نامہ کے موافق اپنی عیسائی رعایا کی محافظت اُس کو سپرد کرے۔ ٹرکی نے اس درخواست کو نامنظور کیا تو منٹس چی کوف غضب ناک ہو کر چلا آیا۔ شہنشاہ نکولاس نے اپنی سپاہ کے دو ڈویژن بالفعل پیرتھ کو بھیجدئے کہ وہ اضلاع ڈینیوب مولڈیویا یعنی بغدان اور والاکیا یعنے افلاق پر قبضہ کرلیں۔

اس وقت میں بھی ڈپلومیسی نے اپنے راز کو چھپائے رکھا و اُنا میں ایک نوٹ مرتب ہوا جس کو فوراً روس نے منظور کرلینے کے لئے کہا۔ چار سلطنتیں۔ آسٹریا۔ فرانس برطانیہ اعظم۔ پروشا۔ اس بات پر متفق ہوئیں کہ روس اور روم میں لڑائی نہ ہونے دیں اور ان میں بیچ بچاؤ کرا دیں۔ ابتدا میں یہ چاروں سلطنتیں اس نوٹ سے اور فوراً شہنشاہ روس کے منظور کرلینے سے متاثر ہوئیں۔ اور لارڈ فورڈین ریڈکلف قسطنطنیہ میں سفیر انگلستیہ تھا اور وہ اس عہد و پیمان میں بڑی ذہانت و ذکاوت سے کام کر رہا تھا۔ اگر وہ مداخلت نہ کرتا تو ظن غالب تھا کہ چاروں سلطنتیں اس نوٹ کو منظور کرنے پر متفق ہوجاتیں لیکن سفیر مذکور نے دیکھا کہ یہ امر صاف عیاں ہے کہ اس نوٹ کا منظور کرنا حقیقت میں روس کی خاص اس بات کا منظور کرنا ہے جس کا خواستگار وہ تھا اور تمام یوروپ اس کے منظور کرنے سے ناراض تھا۔ مثلاً نوٹ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ عالی جناب سلطان کی گورنمنٹ کنیارجی اور ایڈریانوپل کے عہدناموں کے ان معاہدوں کو ایفا کریگی جو عیسائی مذہب کی محافظت سے متعلق ہیں نوٹ میں یہ الفاظ شہنشاہ روس کے اطمینان خاطر کے لئے مندرج ہوے تھے ان الفاظ کے معانی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کنارجی کے عہدنامہ کے معانی جو روس بیان کرتا تھا۔ اور جس پر اسکو اصرار تھا۔ وہ صحیح تسلیم کئے گئے۔ روس اس میں کوئی ترمیم نہیں چاہتا تھا۔ غرض سفیر نے اس نوٹ کو اپنی حسن تقریر کے زور سے سلطان سے نامنظور کرا دیا +

بس اس وقت سے آئندہ روس و روم کے درمیان صلح رہنے کی کوئی اُمید باقی نہیں رہی۔ سپاہ انگلستیہ نے مالٹا کی طرف حرکت کی۔ چالیس برس سے انگریزوں نے لڑائی کو بہت کم دیکھا تھا۔ انکو یہ تماشا تھا۔ کہ وہ یہ دیکھیں کہ مشرق کی طرف سپاہیں لڑنے کے لئے جاتی ہیں لنڈن و لورپول و سوتھمپٹن کے بازاروں میں ان کی بڑی بھیڑ ہوتی اور گرم جوشی سے وہ سپاہ کو خیر باد دیتے۔

اس وقت ٹرکی پر ایک سیل بلا یہ آئی کہ ۳۰ نومبر ۱۸۵۳ء کو روسیوں نے ترکوں کے بڑے کو اور بحری سٹیشنوں کو اور بحر اسود کے جنوبی کنارہ پر بہت سے بندرگاہوں کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اب اس سے روس و روم کی جنگ حقیقت میں شروع ہوگئی۔ ترکوں نے جنگی کاموں کا آغاز کیا جب انگلینڈ میں یہ خبر آئی کہ روسیوں نے سنوپ میں ایسی دغا و فریب سے وحشیانہ قتل عام کیا کہ جس کی کہیں نظیر نہیں تو اہل انگلینڈ کے سینوں میں آتش غضب مشتعل ہوئی۔ اور انہوں نے روسیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم مصمم کیا۔

روس سے فرانس اور انگلینڈ نے متفق ہو کر کہا کہ انہوں نے یہ عزم مصمم کر لیا ہے کہ روس کو پھر دوبارہ وہ وحشیانہ حرکتیں نہ کرنے دیں جو اس نے سنوپ میں کیں ہیں۔ اُن کے بڑے بحر اسود میں داخل ہونگے۔ ان کو یہ احکام دئے گئے ہیں کہ بحر اسود میں جو روسیوں کا جہاز ہے اُس سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ سیواس ٹوپول کو واپس جائے اور اگر ضرورت ہو تو زبردستی وہ روک لیا جائے۔ اور بعد ازیں روسی جو ٹرکی کی مملکت پر یا اس کے علم پر حملہ آوری میں پیش قدمی کریں تو وہ بزور روک دئے جائیں یہ حقیقت میں اشتہار جنگ تھا۔ جب یہ مغربی کی بی ٹوں کار نرولیوشن شہنشاہ روس کے پاس بھیجا تو اُس نے لنڈن اور پیرس سے اپنے سفیروں کو واپس بلا لیا اس طرح سے ۲۱ فروری ۱۸۵۴ء کو ان سلطنتوں میں سلسلہ سفارت بالکل منقطع ہوگیا اس سے چھ ہفتے پہلے انگریزوں اور فرانسیسوں کے بڑے بحر الاسود میں داخل ہوئے۔

ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ روم و روس کے درمیان بیچ بچاؤ کرنے کے لئے چار سلطنتیں متفق ہوئی تھیں۔ اُن میں سے دو پروشا اور آسٹریا جدا ہوگئیں۔ انہوں نے فرانس

اور انگلینڈ کو چھوڑ دیا کہ وہ جس راہ پر چاہیں چلیں۔ اس جنگ میں بڑا معاملہ ابنائے ڈارڈینلز اور بوسفورس کا تھا جس سے آسٹریا و پروشا کی کوئی غرض متعلق نہ تھی۔ انہوں نے آپس میں یہ انتظام کر لیا کہ اگر لڑائی زیادہ اپنے پاؤں پھیلائے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و محافظ ہوں۔ کل بحر اسود کو روسیوں اور ترکوں کے ملکوں نے گھیر رکھا ہے روسیوں کے لئے جنوب میں باہر جانے کے واسطے صرف ایک راہ بحر اسود ہے اور بحر اسود سے باہر نکلنے کی راہ صرف ایک تنگ نہر یا ابنائے ہے جس کو بوسفورس کہتے ہیں۔ اس کا طول سترہ میل ہے اور عرض اس کا کھینچا تانی سے آدھ میل مگر وہ سب جگہ بڑی عمیق ہے اس کے ہر طرف کناروں کے درمیان جنگی جہاز تیر سکتے ہیں وہ شہر قسطنطنیہ اور نواح ایشیائی سکیوٹری کے درمیان گزرتی ہے۔ اور بحر مارمورا سے ملتی ہے اور بحر مارمورا سے باہر نکلنے کی راہ مغرب میں نہر یا ابنائے ڈارڈنیلز ہے جو جزیرستان میں ہوتی ہوئی بحر مڈیٹرنین سے ملتی ہے۔ نہر ڈارڈنیلز بھی نہر بوسفورس کی طرح تنگ اور عمیق ہے۔ اس کا طول چالیس میل ہے ہر شخص نقشہ کو ہاتھ میں لیکر دیکھ سکتا ہے کہ بحر مارمورا کی ہر انتہا پر ان ابناؤں کا اثر یکساں ٹرکی اور روس پر پڑتا ہے۔ ان ابناؤں میں جنگی جہازوں کی آمد و رفت کو بند کر دینے سے سلطان کی دار السلطنت پر سمندر کی طرف سے کسی طرح سے حملہ نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے بند کرنے سے بحر اسود کے روسی بیڑوں کے لئے کوئی راہ بحر مڈیٹرنین اور مغربی دنیا میں جانے کے لئے نہیں رہتی۔ یہ دونو ابنائے بحر نہیں ہیں بلکہ وہ تنگ نہریں ہیں جنکے کناروں پر ٹرکی کی مملکت ہے اس لئے سلطان روم اپنے اس استحقاق کا دعوے رکھتا ہے۔ کہ وہ ان ابناؤں میں غیر ملکوں کے جنگی جہازوں کو نہ آنے دے۔ عہدناموں میں مسلسل ان ابناؤں کے بند کرنے کا مضمون مندرج ہوتا ہے۔

سلطان پر واجب تھا کہ وہ صلح کے زمانے میں ان ابناؤں کو بند رکھتا اور جنگ کے وقت میں بھی بغیر اپنی اجازت کے ان میں جہازوں کو نہ آنے دیتا بس اس عہدنامہ کے موافق بحر اسود کے روسی بیڑوں کی راہ بحر مڈیٹرنین اور مغربی یوروپ میں بالکل

مسدود تھی۔ جس پر بالطبع روس بڑا خفا و ناراض تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی
مرضی یہ بھی نہ تھی کہ اِن آبناؤں کے بند ہونے کی قید اُٹھ جائے جس کے سبب سے فرانس
اور انگلینڈ کے بیڑوں کی راہ بحر اسود میں کھل جائے۔ اس لئے روس کی بڑی الوالعزمی
یہ تھی کہ وہ قسطنطنیہ اور اِن آبناؤں کو اپنے قبضے و تصرف میں کرے۔ مگر اس الوالعزمی
کا پورا ہونا بڑا دشوار اور خطرناک تھا۔ اس لئے وہ یہ چاہتا تھا۔ کہ سلطنت عثمانیہ
پر اپنا رعب داب ایسا جمائے کہ وہ اِسکی تابع ہو جائے۔ اور بہر نہج کسی اور بڑی سلطنت
کے رعب داب و برتری کو جن کا وہ خود خواستگار تھا۔ جمنے نہ دے۔ پس اس الوالعزمی
اور اور درمیانی دعووں و تنازعوں کا میلان جو ان آبناؤں کی بندیا کشادگی طرف تھا
کل یوروپ کے لئے علی العموم اور سلطنتوں پر روس کی فوقیت و برتری کے لئے
ایک مہتم بالشان امر تھا۔ اور اس سے بڑی سلطنتوں کا بھی تعلق تھا۔ اوّل درجہ
کا تعلق انگلینڈ کا ہندوستان کے سبب سے دوم درجہ کا تعلق فرانس کا بحر مڈیٹرنین
اور بحری قوت کے سبب سے۔ تیسرے درجہ کا تعلق بہت بعید آسٹریا کا اور سب سے
نہایت ہی کم پروشیا کا تھا انگلینڈ میں زیادہ تر آدمیوں کو یہ جنگ پسند تھی کچھ تو اس
سبب سے کہ وہ مسائل صلح اور تونگری تجارت کے برخلاف نہ تھے۔ اور کچھ اس
سبب سے کہ اس میں ایک جدت تھی۔ انگلینڈ میں ایک سوسائٹی صلح پسند تھی
مگر اس ملک کے لوگوں کے دلوں پر اس کے مقولوں اور مسائل کا کچھ اثر نہیں
پیدا ہوا تھا۔ جب جنگ کریمیا شروع ہوئی ہے تو اس سوسائٹی کے مرید بہت نہ
تھے۔ قومی پولیسی پر وہ بہت ہی کم اثر رکھتے تھے۔ اُن پر زبان دراز یاں ہوتی تھیں
ان کی ہنسیاں اُڑائی جاتی تھیں۔ اِس سوسائٹی کے دو بڑے نامور ممبر مسٹر برائیٹ اور مسٹر کوبڈین
تھے۔ جنپر زیادہ تر لعن طعن کی جاتی تھی۔ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہی اس سوسائٹی کے بانی
مبانی تھے۔ مگر مسٹر برائیٹ کو تو عقائد مذہبی نے صلح پسندی کا چیلا بنایا تھا۔ اور مسٹر
کوبڈین اس سوسائٹی کے جلسوں میں اس لئے شریک ہوتے تھے۔ کہ قوموں میں
عقل و مذہب کے موافق مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کریں سو یہ اُن کی کوشش عبث تھی

ان دو آدمیوں کے ہمراہی اور آدمی بھی کے بی نٹ میں تھے جو کارزار سے بیزار تھے لارڈ ایبرڈین کو لڑائی سے نفرت تھی ان کے نزدیک قوموں کے جھگڑے کا لڑائی سے فیصلہ کرنا بڑی بیہودہ حرکت تھی۔ اگر وہ لڑائی کی توپ کی پہلی آواز کو سن بھی لیتے تو اُن کو یقین نہ آتا تھا کہ انگلستان کے عاقل و مردانہ آدمی اس جنگ میں شریک ہوئے ہونگے۔ مسٹر گلیڈسٹن جنگ پر علی العموم اعتراض کرتے تھے اور اسکو وہ طبعی اور عیسائی مذہب کے خلاف جانتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ عاقلانہ رائے یہ بھی رکھتے تھے۔ کہ مہذب و شائستہ قوموں کے لئے جنگ کرنا ضروری اور عدل گستری ہے۔ اور اس میں قومی بڑی شان و شکوہ بھی ہے۔ کے بی نٹ میں دو گروہ مختلف الرائے تھے ـــ ایک گروہ میں لارڈ ایبرڈین اور مسٹر گلیڈسٹن تھے جو یہ رائے رکھتے تھے۔ کہ سلطنت عثمانیہ کی سلامتی و بقا سے یا روسیوں کے مغلوب ہونے سے کچھ غرض نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ اس عیسائی رعیت کی بہبودی اور صلاح و فلاح میں کوشش کرنی چاہیئے۔ جو سلطنت ٹرکی میں رہتی ہے۔ دوسرے گروہ میں لارڈ پامرسٹون تھے وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ بہادر ترکوں کو سہارا دینا چاہیئے۔ اور شریر روسیوں کو زیر کرنا چاہیئے۔ وہ انسانیت کے دشمن ہیں۔ روس جہاں قدم رکھتا ہے ظلم و ستم برپا کرتا ہے۔ آسیب و گزند رسانی ہمیشہ اس کے پارکاب رہتے ہیں۔ کارزار کا آغاز یوں ہوا کہ شہر اڈک پر ترکوں نے گولے برسائے اور اس کے بعد ترکوں نے بڑی شجاعت سے روس کی فوج کو دریائے ڈین یوب سے پار بھگا دیا۔ اور صوبہ سلسٹریا پر ان کا قبض و دخل نہیں ہونے دیا۔ بحر بالٹک میں انگریزی بیڑوں کے میر بحر سر چارلس نے پئر تھے انہوں نے بومارسنڈ کے مورچوں کو مسمار کیا اور قلعہ کرون سنڈ کی جس کو روس کی دار السلطنت کا دروازہ کہتے ہیں خوب دیکھ بھال کر لی۔ لیکن ہنگامۂ رزم زیادہ تر کریمیا میں گرم رہا۔ انگلینڈ نے ۱۹ مارچ ۱۸۵۴ء کو اور فرانس نے ۲۷ مارچ کو روس کے ساتھ اشتہار جنگ دیدیا۔

اب انگلینڈ اور فرانس دونو آپس میں دوست بن کر جنگ کو چلے۔ لارڈ ریگ لین

ڈیوک اف ولنگٹن کے بڑانے شاگرد رشید تھے جو جنگ واٹرلو میں اُستاد کے ساتھ اپنا داہنا ہاتھ اڑوا چکے تھے۔ انگریزی لشکروں کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ اور شہنشاہ فرانس نے بڑے نامور بہادر بلند اقبال مارشل سینٹ آرنو کو اپنے لشکروں کی سپہ سالاری عنایت کی۔ دوستوں کے لشکروں نے مشرق کی طرف سفر کیا۔ اور بحر اسود کے کنارہ پر شہر وارنا میں جمع ہوئے یہاں سے کریمیا میں جانے کا قصد کیا۔ ۱۴ ر دسمبر ۱۸۵۴ء کو جنوبی یوپی توریا میں دوستوں کی سپاہیں اور ترکی سپاہ ۶۱ ہزار وارد ہوئی۔ وہاں سے سمندر کے کنارے کنارے جنوب کی سمت میں چلیں ۲۰ ر ستمبر کو اس کو پچاس ہزار روسی دریائے ئلما کی دائیں کنارہ کے ڈھلواں کراڑوں پر صف بستہ نظر آئے بلندیوں پر جا بجا توپخانہ لگے ہوئے تھے پیادوں کی سپاہ صف بستہ کھڑی تھی۔ روسی سپاہی بڑی بہادری سے جیسے کہ وہ ہمیشہ لڑا کرتے تھے۔ انگریزوں اور فرانسیسی سپاہ سے لڑے مگر وہ ان دونو کی سپاہ متفقہ کے مدمقابل نہ تھی تین گھنٹے لڑکر میدان جنگ سے بھاگ کر دریا کے پار اُتر گئے۔ روسیوں کا سپہ سالار پرنس منشی کوف تھا۔ یہ اوّل جنگ تھی جس میں۔ انگلینڈ اور فرانس کو فتح حاصل ہوئی۔

اب چاہئے یہ تھا کہ فتح کے بعد روسیوں کا تعاقب کیا جاتا مگر وہ نہ ہوا۔ لارڈ ریگ لین نے تعاقب کرنا چاہا۔ مگر فرانسیوں کے پاس سوار نہ تھے۔ اس لئے مارشل سینٹ آرنو نے کہہ دیا کہ آج دشمنوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔ لارڈ ریگ لین نے بھی اس بات میں اصرار کیا غرض اس معرکہ میں سوا سپاہیوں کے بہادرانہ لڑنے کی تعریف کے کوئی اور بات قابل تعریف نہیں ہوئی اس میں روسیوں نے کوئی اپنا جوہر نہیں دکھایا۔

چالیس برس کے عرصہ میں انگریزوں کو مہذب دشمن پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی کہانیاں دیوتاؤں کی لڑائیوں کی سی بنائی گئیں۔ مگر اس میں ایک اور راگ چھڑ گیا۔ فن جنگ میں سائنس نے تو اپنے سب سے ایجادات اور اختراعات کا اضافہ کیا ہے مگر لٹریچر نے ایک غضب کا کرشمہ کارسپانڈنٹ کا دکھایا جو کبھی پہلے معرکوں میں دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ جنگ کا کارسپانڈنٹ زمین پر بیٹھ کر دشمن کی آتش باری کے نیچے اپنی پنسل سے جنگ کے سارے واقعات کی جو اس کے زیر نظر آتے ہیں مراسلات میں تصویریں اُتارتا ہے

اوران کو بذریعہ تار برقی بھیج دیتا ہے۔ سمندر کے اندر ہی اندر کریمیا سے دار نانک اور یہاں سے لنڈن تک تار برقی لگا ہوا ہے۔ اس تار کے واسطہ سے لڑائی کے ذرا ذرا سے واقعات کی خبر لنڈن میں ایک دو گھنٹے کے بعد پہنچ جاتی تھی۔ جب سے کہ جنگ شروع ہوئی لنڈن کے بڑے بڑے روزانہ اخباروں نے لشکر کے ساتھ اپنے اپنے کارسپانڈنٹ مقرر کئے۔ ٹائمز نے اپنا کارسپانڈنٹ ڈاکٹر ولیم رسل کو اور ڈیلی نیوز نے آرچ بالڈ فوربس کو اپنا کارسپانڈنٹ مقرر کیا۔ ڈاکٹر رسل نے اپنے ملک اور سپاہیوں کی اپنی وقائع نگاری سے بڑی خدمت کی اور بہت ناموری حاصل کی۔ اگرچہ وہ سویلین تھا پہلے اس نے کبھی لڑائی کا دھواں بھی اٹھتا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ مگر اس میں رائے کی رزانت ایسی تھی اور مشاہدہ کا ملکہ ایسا تھا کہ جنگ کی بدانتظامی و بے ترتیبی کو فوراً سمجھ جاتا تھا کہ وہ کس نظم و نسق کی خرابی سے پیدا ہوئی ہے۔ جنگ اُلما کی فتح کی خوشی کے مارے لوگ پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور اپنے سپاہیوں اور سپہ سالاروں کی بہادری اور شجاعت کے سب راگ گائے جاتے تھے خوشی و شادی میں ہر مرد و زن نغمہ زن تھا کہ ایک اور راگ چھڑا۔

ٹائمز کے پڑھنے والوں کو معلوم ہوا کہ اُلما کے فتحمند سپاہ پر بلاؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے اس کی صفیں کی صفیں ہیضہ نے خالی کر دی ہیں۔ دوائی خانوں کا انتظام ایسا نہیں کہ سپاہی مریضوں تک دوا پہنچے وہاں دوائوں و مقوی غذائوں کے ڈھیر لگے ہوئے سڑ اور گل رہے ہیں جہاں ان کی ضرورت نہیں یا وہ کچھ اچھی طرح کام میں نہیں آسکتے۔ اور جہاں ان کی حاجت ہے وہاں اُن کے نہ ہونے سے کریمیا میں خیموں کے اندر صدہا سپاہی مر رہے ہیں۔ پوشاک کا خوراک کا دوا درمان کا خاک انتظام نہیں۔ غرض ان کارسپانڈنٹوں نے انگلینڈ میں لوگوں کے کانوں کو ان بدانتظامیوں کی آوازوں سے بھر دیا۔ یا تو لوگ خوشی کے مارے شگفتہ خاطر ہو رہے تھے یا ان باتوں کو سُن کر افسردہ و پژمردہ ہو گئے۔ کیا وہ روسیوں پر اپنا غصہ نکال رہے تھے یا جنگ کی اپنی بدنظمی اور ناظموں کی بدسلیقگی پر خفا ہونے لگے۔ یہ منتظمین تو یہ جانتے تھے کہ سپاس ٹوپول اسی وقت فتح ہو جاوے گا کہ جنگ کا بگل اوّل ہی بجے گا مگر اس کے برخلاف میدان جنگ میں جو افسران سپاہ تھے۔ وہ روس کی طاقت کا تخمینہ کم نہیں کرتے تھے بلکہ زیادہ۔ اگر ایک

ہی دفعہ خشکی و تری سے سپاس ٹوپول پر حملہ کیا جاتا تو غالباً آغاز جنگ ہی میں فتح ہو جاتا ۔ مگر اس حملہ آوری میں ایسا توقف کیا کہ روسیوں کو فرصت ملی کہ انہوں نے اپنے قلعہ سپاس ٹوپول کو جو پہلے سے مستحکم تھا اور زیادہ مستحکم بنالیا ۔ شہر کے اندر بہت سی توپیں اور محافظت کا سارا سامان موجود تھا ۔ اور وہاں ایک جرنیل ٹوولی میں تھا جو محافظت اور قلعہ بندی کرنی خوب جانتا تھا ۔ جنگ الما کے بعد تیسرے ہی دن روسیوں نے بحرہ اسود کے بیڑے کے سات جہاز بندر میں درآمد کی جگہ ڈبو دئے ۔ یہ ڈوبے ہوئے جہاز بندر کیلئے پہاڑ اور آہنی حصار بن گئے کہ دشمن کے جہازوں کو پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے ۔ اس سبب سے سپاس ٹوپول کا فتح کرنا ایک خواب ہوگیا جس کی تعبیر پاس تھی ۔

انگریزی اور فرانسیسی الما سے ٹیلٹک لاوا میں گئے جس سے سپاس ٹوپول چند میل کے فاصلہ پر تھا ۔ اس پر خشکی و تری کی طرفوں سے ایک ہی دفعہ حملہ کرنے کی تیاریاں شروع ہوئیں مگر اس میں کچھ ناکامی ہوئی ۔ سپاس ٹوپول کے بحری قلعوں کے پاس دشمنوں کا بیڑا اس سبب سے نہیں جاسکتا تھا ۔ کہ پانی پایاب تھا ۔ اور ڈوبے ہوئے جہاز اس کو پاس نہیں آنے دیتے تھے ۔ خشکی کی طرف سے حملہ بڑا زبردست ہوا مگر اسے مقصود نہ حاصل ہوا ۔

۲۵ ر اکتوبر کو روسیوں نے ٹیلٹک لاوا میں دشمنوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے حملہ کیا ۔ جیسی کہ روسیوں نے بہادرانہ قبضہ کرنے کے لئے کوشش کی ویسی ہی اُن کے مقابلہ میں دلیرانہ سعی ہوئی ۔ آج تک کبھی کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی کہ جس میں سپاہیوں نے تو مقابلہ میں جان لڑا لڑا کر دشمنوں کو بھگایا ہو اور سپہ سالاروں نے عزت کم حاصل کی ہو اس معرکہ میں انگریزی ایک رسالہ نے وہ بہادری دکھائی کہ انگریزی تاریخ میں یادگار روز گار رہے گی ۔ کیا نیر رسالہ پاس ایک حکم مبہم آیا جس کے معنی اب تک تحقیق نہیں ہوئے ۔ اس کے معنی کوئی یہ بتاتا ہے کہ رسالہ کو حکم دیا گیا تھا کہ ترکی مورچوں میں جو توپوں کو چھوڑ کر چلے آئے ہیں اور اُن کو روسی لئے جاتے ہیں وہ روکے جائیں کوئی اُس کے معنی یہ کہتا ہے کہ انگریزوں ہی کی توپیں روسی چھین کر لئے جاتے تھے اُن کے واپس لینے کا حکم تھا ۔ غرض یہ حکم غلط سمجھا گیا اُن توپوں کی سمت پر جو اُن کو دکھائی نہیں دیتی تھیں رسالہ نے حملہ نہیں کیا ۔ بلکہ روسیوں

کی سپاہ کے مرکز پر حملہ کیا جہاں ان کا بڑا جماؤ اور زور تھا۔ اگرچہ رسالہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ موت کے منہ میں آگ کے اندر جاتا ہے۔ مگر اس نے یہ نہ چاہا کہ اپنی جان بچانے کے لئے نافرمانی کی ایک مثال بنے۔ وہ اپنی دھن میں توپوں کے شعلوں اور گولوں کے اندر گھس گیا اور توپچیوں کے گلے کاٹنے لگا۔ اس رسالہ کے ۶۰۷ سوار حملہ آور ہوئے جن میں سے ۱۹۷ بچ کر زندہ آئے۔ جو افسر حکم لایا تھا۔ وہ سب سے اوّل لڑائی میں مارا گیا۔ اس حکم پر مباحثے بہت ہوئے مگر اس کا کوئی آخری فیصلہ نہیں ہوا۔ تمام یورپ نے تمام دنیا نے اس بے فائدہ شاندار حملہ کی تعریف کی۔ اور ایک فرانسیسی جرنیل پوس کونٹ کا یہ مقولہ کہ یہ حملہ بڑا جلیل القدر تھا مگر جنگ آرانہ تھا۔ ضرب المثل بن گیا۔ سچ ہے مردوں کا آسمان تلے نام رہ گیا۔ اُن کی بہادری کے گیت بچے اپنے بڑھاپے تک گایا کرینگے۔

۵ رنومبر کو آنکرمن کے کھنڈروں کے قریب لشکر انگریزی کی داہنی طرف سب سے زیادہ بڑھ کر ایک فتح نمایاں حاصل ہوئی یہ جنگ سپاہیانہ تھی۔ کوئی اس میں خدع وچال بازی نہیں کی گئی۔ اس کی یہ کیفیت ہے کہ اس دن صبح کے وقت کہ ہنوز دن نہیں نکلا تھا۔ انگریزی پکٹ نے دیکھا کہ روس کی فوج خاکی وردی پہنے جوق جوق اس ارادہ سے چلی آتی ہے۔ کہ لشکر انگریزی کو پراگندہ کرے۔ اس کو دیکھتے ہی تھوڑی سی فوج مقابلہ کو سامنے آئی تھی۔ توپوں کی آواز سے سارا لشکر چونک اُٹھا۔ اور ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ افسروں کے پاس سپاہ نہ رہی اور سپاہ کے پاس افسر نہ رہے۔ افسر اور سپاہی پہلو بہ پہلو ہو کر دست بدست لڑے۔ اثناء جنگ میں انگریزی سپاہ کی کمک کے لئے فرانسیسی سپاہ آگئی۔ اور غروب آفتاب سے پہلے روسی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور جس قدر ان کی سپاہ آئی تھی اُس میں چوتھائی میدان جنگ میں کھیت رہی +

لشکر میں بڑے غضب کا جاڑا پڑا جس کو کبھی انگریزی سپاہیوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ کریمیا سے برابر خبریں انگلینڈ میں آتی تھیں۔ کہ روسیوں سے زیادہ بڑے دشمن تو یہ ہیں۔ موسم کی خرابی بیماری بدنظمی جو لشکر کو تباہ کر رہی ہیں۔ بحر اسود میں خوفناک طوفان برپا ہو رہے ہیں۔ انگلینڈ میں یہ خیال تھا کہ جاڑے کے آنے سے پہلے یہ معرکہ عظیم ختم

ہو جائیگا اس لئے جاڑے کا کافی سامان ساتھ نہیں لیا گیا تھا۔ یہاں سے اکیس ۲۱ جہازوں
میں جو سامان سرمائی سپاہیوں کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ۱۴ نومبر کو ایسا بڑا طوفان آیا کہ ٹیلٹک لاوا
میں یہ سب جہاز مع سامان رسد ڈوب گئے۔ اور اس کے سبب سے ٹیلٹک لاوا اور
کیمپ کے درمیان فاصلہ نو میل کا بڑا دشوار گذر ہو گیا۔ دو تہائی گھوڑے باربرداری
کے مولیشی جو زندہ رہے اُن کے لئے دانہ گھاس میسر نہ تھا۔ یہ طوفان سپاہ کے لئے
ایک جنگ عظیم سے کم مہلک نہ تھا۔ کناروں پر تو سپاہ کے وہ بلاؤں کی بارش ہو رہی
تھی جو بیان بھی نہیں ہو سکتی۔ خیمے کھونٹیوں سے اُکھڑ کر ہوا میں اُڑتے پھرتے تھے سپاہیوں
اور افسروں کو سرد ہواؤں کے جھکڑ اور جان گزا سرما ستا رہا تھا۔ جاڑے کی شدت وہ
غضب کی تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی ننگی اُنگلی کو کسی دھات کی چیز پر رکھتا تو اُس کی کھال
گل جاتی۔ قسطنطنیہ کی قریب سکیوٹری میں اسپتال تھا۔ اس میں جنگ کے زخمی اور بیمار بھیجے
جاتے تھے۔ اس میں انتظام و رسد کی حالت بالکل درہم برہم تھی۔ بہت دفعہ ایسا ہوا
کہ ورنا میں رسد کے ڈھیر پڑے سڑ رہے تھے یا خلیج ٹیلٹک لاوا کے جہازوں
میں بے فائدہ پڑے تھے اور وہ سکیوٹری میں نہیں بھیجے جاتے تھے جہاں زخمیوں کو اُن کی ضرورت
تھی۔ معالج ڈاکٹر قابل اور گرم کوشش تھے۔ اور گورنمنٹ نے بھی جہاں تک اس کا تعلق
تھا رسد وافر کرایہ دیکر بھیجی مگر رسد کے ذخائر ڈاکٹروں تک نہ لائے گئے۔ وہ ہاتھ پر
ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور اپنی آنکھوں سے اِن تکالیف کو جنکو وہ دُور نہیں کر سکتے
تھے۔ دیکھ دیکھ دل میں گھٹتے تھے۔ غرض خیمے بیمارستان تھے اور اسپتال گورستان۔
بہت سے بوٹ فروخت کے لئے آئے مگر وہ سب بائیں پاؤں کے تھے۔ باربرداری
کے خچر جو ٹھیکہ میں لئے گئے تھے وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں آئے۔ باربرداری کے
جو گھوڑے مر گئے تھے اُن کے بدلے میں اور گھوڑے مل سکتے تھے۔ مگر اُن کا خریدنا
بے فائدہ تھا۔ اس لئے کہ اُن کے لئے دانہ گھاس انگلینڈ سے نہیں آسکتا تھا۔ اس
لئے سپاہیوں کو باربرداری کا کام کرنا پڑا بوجھوں کو کندھوں پر اُٹھانے سے اور رات
دن لڑائی لڑتے سے سب سپاہی تھک کر بیکار ہو گئے۔ ٹھیکہ دار قسائی بڑے شرمناک

دغا و فریب گوشت کے اندر کرتے تھے۔ اسپتالوں کی بدنظمی نے ایک نیا حُسن انتظام پیدا کیا جو پہلے لڑائیوں کے زخمیوں اور بیماروں کے لئے کبھی نہیں کیا گیا تھا۔ کریمیا اور سکیوٹرا کے اسپتالوں کی بدنظمی کو دیکھ کر مسٹر سڈنی سمتھ ہربرٹ کے دل میں ہول اُٹھتے تھے۔ انہوں نے نہایت ممتاز و محترم مس نائٹ انگیل سے درخواست کی کہ وہ خود یہ نفیس نفیس سپاہیوں کی تیمار داری کریں۔ اس پاک نفس مقدس عورت کی ساری زندگی نرسری کے سائنس سیکھنے میں گذری تھی وہ اس فن سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی۔ سر ہربرٹ نے اِن کے لئے یہ خدمت قومی پیش کی کہ وہ تمام نرسوں کی افسر بنیں۔ اور اسپتالوں کے حُسن انتظام کے لئے جو درخواست چاہیں وہ گورنمنٹ سے کریں۔ انہوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور وہ انگلینڈ سے بہت سی نرس عورتوں کو ساتھ لیکر سکیوٹرا میں آئیں۔ اور اسپتال کی ساری بدنظمی کو ایسا دور کر دیا کہ لڑائی کے ختم ہونے تک پھر کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی۔ پھر جنگ کریمیا کے بعد کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی کہ لڑائی کے زخمیوں اور بیماروں کی تیمار داری عورتوں نے نہ کی ہو۔ اس پاک نہاد انگلش عورت کا یہ ایجاد ایسا تھا۔ جس کی تقلید آئندہ سب لڑائیوں میں ہوئی اور اس سے بہت نفع حاصل ہوا۔ جنگ کے قاعدہ کے موافق محاصرین کی قوت محصورین کی طاقت سے چگنی ہونی چاہیئے۔ جس جرنیل میں رائی کی بھی برابر عقل ہوگی وہ جب تک اپنی طاقت کو سہ چند محصورین کی طاقت سے نہ جانچ لے گا۔ حملہ آور نہیں ہوگا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ سپاس ٹوپول محصور ہے یا اس کی نگاہ کے روبرو شہر میں سپاہ متفقہ انگریزی فرانسیسی محصور ہے۔ یہ سپاہیں دشمن کی سپاہ سے آدھی تخمینہ کی جاتی تھیں چند ہفتے تک سپاہ نکمی پڑی رہی اگر اس نے کچھ کام کیا تو بہت تھوڑا۔ کمسریٹ کے سارے کارخانے بگڑ گئے۔ خشکی کی راہ میں رسد رسانی بند ہو گئی۔ سپاہ بیماری کے مارے ضعیف ہو گئی۔ ہیضہ اس پر بار بار کھلچیاں باندھ کر حملہ کرتا تھا۔ خچریں اور گھوڑے بھوکے یا سردی کے مارے مر گئے۔ سڑکیں کیچڑ سے بھر گئیں۔ کیمپ سارا دلدل بن گیا۔ خیموں کی گرد پانی کی تلیاں بہ گئیں۔ بعض اوقات سپاہیوں کو سوا گیلے بھوس کے کچھ اور بستر کے لئے بچھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اور بیٹھنے کے لئے تو کوئی چیز بھی نہ تھی۔ اس سپاہ سے بدتر حال

ترکوں کی سپاہ کا تھا۔ لشکر کے خاص کار سپانڈنٹ اِن بد نظمیوں کی واویلا انگلینڈ میں کرتے تھے۔ مگر اس کا اثر اِن حاکموں پر جو ان کاموں کے منتظم تھے۔ کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ پارلیمنٹ ان پر لعنت ملامت کرتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر مسٹر روبک کی تحریک سے جماعت وزرا پر بد نظمی جنگ کا الزام عاید ہوا اور کامن ہوس کے ایک سو ستاون ممبروں کی رائے اس پر جم گئی۔ اس وجہ سے ایبرڈین کے ارل کو وزارت سے استعفا دینا پڑا اور لارڈ پامرسٹن اس کی جگہ وزیر اعظم مقرر ہوا۔

اس اثناء میں صلح کے نئے پیغام سلام آسٹریا کی معرفت وائنا میں آنے شروع ہوئے۔ لارڈ جان رسل انگریزوں کی طرف سے وہاں بھیجے گئے۔ کہ انگلینڈ کے اغراض کو بیان کریں مگر اس سے کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوا۔ ایک چھوٹی سی ریاست سارڈینیا فرانسیسیوں و انگریزوں کی کمک کے لئے آمادہ ہوئی۔ اس کا فرماں روا کونٹ کیورا تھا۔ وہ مدبر تھا۔ اور خوب سمجھتا تھا کہ اس لڑائی میں شریک ہونے سے میرے بہت سے مطلب نکل آئینگے ۲ مارچ ۱۸۵۵ کو زار روس نکولاس بہزار یاس اس دنیا سے چل بسا دل میں جو ارمان تھا وہ دل کا دل میں رہا۔ الگزینڈر دوم اس کا بیٹا جانشین ہوا اوّل یہ اُمید ہوئی تھی۔ کہ وہ باپ سے زیادہ آشتی طلب ہوگا۔ مگر اس اُمید میں مایوسی ہوئی وہ باپ کی طرح کارزار میں سرگرم ہوا۔ اس کو یہ اُمید تھی کہ روسی جرنلوں سے زیادہ تو انگریزی اور فرانسیسی سپاہ کو بیماری اور سردی مار ڈالیگی۔ اب کریمیا میں ہنگامہ کارزار بڑے زور شور سے گرم ہوا۔ انگریزی سپاہ کا سپہ سالار لارڈ ریگ لین ہیضہ سے مر گیا۔ اس کی جگہ جنرل سمسن مقرر ہوا۔ اِس سپہ سالار نے تھوڑے دنوں کام کیا مگر ایسی خوبی کے ساتھ کہ لارڈ ریگ لین کے مرنے کے افسوس کو بھلا دیا۔ فرانسیسی سپاہ کا سپہ سالار سنیٹ آرنو بھی مر گیا۔ اور اس کی جگہ کچھ دنوں کے لئے جرنیل کین روبرٹ مقرر ہوا اُس نے استعفا دیدیا۔ تو اس کی جگہ فتح نصیب پیلیس سٹی مقرر ہوا۔ ۱۶ اگست کو روسیوں نے محاصرہ کے اُٹھا دینے میں بڑی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اس لڑائی میں سارڈینیا کی سپاہ ایسی بہادری سے لڑی کہ اس کا نام ہو گیا شمالی اٹلی میں شادیانے بجے کہ اُسنے روس جیسی زبردست قوت پر فتح پائی۔ نیاس ٹوپول

پر اب حملہ کا کام بڑی مستعدی سے ہوتا تھا۔ مٹی کے دمدمے اور مورچے جو روس کے انجنیروں نے سیاس ٹوپول میں بنائے تھے۔ اور جن پر شہر مذکور کی سنگین فصیل سے زیادہ بھروسا رکھتے تھے۔ انجام کار سب چھن گئے۔ فرانسیسوں نے بڑی دلاوری سے حملہ کر کے ۸ ستمبر کو مالاکوف کا قلعہ چھین لیا۔ اس روز انگریزی فوج ایک جانباز دستہ حملہ کر کے قلعہ ویدن کو اپنے قبضہ میں لایا۔ مگر جب سب طرف سے روسیوں نے اس پر گولے برسانے شروع کئے۔ اور سپاہی بہت ضایع ہونے لگے۔ تو ناچار پیچھے ہٹنا پڑا۔ افواج متفقہ نے روسیوں کے بڑے بڑے لنگرگاہیں اور تمام مورچے اُڑا دئے اور سیاس ٹوپول کے قلعہ کو ایک کھنڈر بنا دیا۔ دوسرے روز روس کا جرنیل گورٹ شاکوف سیاس ٹوپول کے بندر سے گذر کر فوج کو شہر کی شمال میں لے گیا۔ مگر اس نے یہ خیال کیا کہ یہ ناممکن ہے کہ میں شہر کو بہت دیر تک بچا سکوں اس لئے یہاں قیام کرنا مُفت جانوں کا کھونا ہے۔ وہ خود اپنے مراسلہ میں لکھتا ہے کہ یہ سیاس ٹوپول نہیں ہے جس کو ہم نے چھوڑا ہے بلکہ ایک قلعہ کے جلے بھُنے کھنڈر ہیں جس میں ہم نے خود آگ لگائی ہے اور اُسکی محافظت کرتے ہیں۔ اپنی عزت ایسی بچائی ہے کہ ہمارے پوتے پڑپوتے فخر کے ساتھ اسکو یاد کرینگے۔ اور اپنی اولاد کو اس سے مغرور ہو کر مسرور ہونا سکھائینگے۔ یہ سب کام اس سے پہلے کیا گیا ہے کہ انگریز اور فرانسس شہر کے اندر داخل ہونے کی جرائت کریں۔ سلیح خانے باروت خانے اُکھڑ رہے ہیں۔ عمارات شاہی سے اور ہر گھر سے شعلے اُٹھ رہے ہیں سیاس ٹوپول کا محاصرہ برس روز رہا۔ اس کے بعد لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

فوج روس کا بڑا حملہ مقام کارس پر ہوا تھا۔ مگر جنرل ڈیٹمز کمال استقلال سے اسکے مقابلہ میں جما رہا مگر جب لشکر بھوکا مرنے لگا اور ترکوں نے رسد بند کر دی تو اس نے اپنے تئیں سپاہیانہ اعزاز کے ساتھ دشمن کو حوالہ کیا۔ جب روس کو بحیرہ بالٹک اور بحیرہ اسود میں شکستیں ہوئیں تو انجام کار آسٹریا کی معرفت پیغام صلح شروع ہوئے۔ پیرس میں صلح کے لئے۔ ایک کونگرس مقرر ہوئی جس میں انگلینڈ۔ فرانس۔ روس۔ آسٹریا۔ ٹرکی پروشا۔ سب شریک ہوئے۔ اور صلح ان شرائط کے ساتھ ہو گئی کہ سب سلطنتوں

نے قبول کر لیا کہ یورپ کے پبلک قانون کے سارے فائدوں سے مستفید ہونے میں
ٹرکی اپنا حصّہ لے اور سب نے بالاتفاق یہ مانا کہ اگر آیندہ ٹرکی کا فساد کسی سلطنت
سے ہو تو یہ معاملہ تمام سلطنتوں کے روبرو پیش کیا جاے اور وہ ثالث بن کر پہلے اس
سے کہ فوج کشی ہو اس کا فیصلہ کر دیا کریں۔ سب سلطنتوں نے معاہدہ کیا کہ وہ ٹرکی کی
تعظیم کرینگے اور اس کی مملکت کو سالم قایم رکھینگے۔ اس عہدنامہ کے موافق سلطان
پر واجب ہے کہ وہ فرمان تمام سلطنتوں کے پاس بھیجے کہ وہ اپنی عیسائی رعیت کی
بہبودی میں کوشش کریگا۔ اس دستاویز کے معاہدوں کے موافق تمام سلطنتوں
کو مجموعتہً فرداً فرداً اختیار ہوگا۔ کہ وہ سلطنت ٹرکی کی عیسائی رعیت کے باب میں
مداخلت کریں مگر اس مداخلت کی توضیح اچھی طرح نہ تھی۔ بحیرہ اسود میں کوئی جنگی جہاز
نہ داخل ہونے پائے اور اس کے سواحل پر سلح خانے کوئی نہ بنانے پائے۔ مگر اس
بحر اسود میں اور اس کے بندرگاہوں میں ساری قوموں کے تجارتی جہاز آئیں جائیں
اس میں سلطنت کے علم جنگ آنے کی ہمیشہ حسب ضابطہ ممانعت ہے خواہ وہ اس
کے سواحل پر قابض ہوں یا نہ ہوں مگر سلطنتوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے
مسلح جہاز بطور پولیس اپنی تجارت کے جہازوں کے سواحل کی محافظت کے لیئے
مقرر کریں۔ بحر ڈینیوب میں جہازرانی آزادانہ ہو۔ روس بس ساربیا ٹرکی کو
دیدے۔ مولڈیویا اور ویلیچیا سلطان کی سلطانی کو تسلیم کریں۔ اور جو حقوق اور
آزادی اب ان کو حاصل ہے وہ برقرار رہے اور اس کی ضامن اور سلطنتیں رہیں
مگر اس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ سلطان کو یہ اجازت ہے کہ اُن اضلاع
میں وہ اپنی سپاہ کی چھاؤنیاں ڈالے۔ ایشیا میں جو روس اور ترکوں نے ایک دوسرے
کے ملک فتح کیئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو واپس کریں کارس ٹرکی کو دیا جائے
سباس ٹوپول اور اور مقامات جو سپاہ متفقہ نے روسیوں سے لئے ہیں۔ وہ اُن کو واپس
دیے جائیں۔ انگلینڈ کے اس لڑائی میں چوبیس ہزار آدمی تلف ہوے۔ جن میں سے
چھٹے حصّہ کے قریب لڑائی میں مارا گیا ہوگا۔ باقی سب بیماری ہیضہ وغیرہ سے مرے

ستمبر میں مورچے بنائے گئے پندرہ لاکھ گولے برسائے گئے۔ انگلینڈ کا قومی قرض انتالیس ملین پونڈ بڑھ گیا۔ دسمبر ۱۸۵۴ء کے آخر میں یونائیٹڈ سٹیٹس سے ایک جھگڑا اس سبب سے ہوگیا کہ جنگ کی خدمات کے لئے غیر قوموں کے بھرتی کرنے کا قانون جاری ہوا۔ اہلِ امریکہ اس بات پر خفا ہوئے کہ اُن کے اہل شہر کو انگلینڈ نے سپاہ میں بھرتی کیا۔ اور اس سبب سے انہوں نے سفیر انگلینڈ کو واپس بھیجدیا مگر پھر مصالحت ہوگئی۔ اس جنگ سے انگلینڈ کو کچھ نفع نہیں پہنچا۔

جب ملکہ معظمہ تخت نشین ہوئیں تو اہلِ چین سے جنگ افیون کی بابت ایک جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا جس کا نام بہت جلد جنگ افیون ہوگیا۔ یہ جنگ اس اصول پر مبنی تھی کہ برطانیہ اعظم کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ کسی غیر قوم میں برخلاف اُس کی گورنمنٹ اور قومی رائے کے کوئی خاص تجارت کرے۔

جس وقت جنگ افیون شروع ہوئی ہے۔ اہلِ چین کی کل تہذیب و شائستگی اِن باتوں پر مبنی تھی۔ کہ جن کو آج کل کی قومیں بالکل پرخطا اور خلاف عقل جانتی ہیں۔ اہل چین کی گورنمنٹ اور خود چینی یہ چاہتے تھے کہ ہم کسی غیر سلطنت سے پولٹیکل (سیاسیہ) تعلقات اور کسی قسم کے معاملات کا سروکار نہ رکھیں۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم اجنبی تاجروں سے تجارت نہ کریں وہ دنیا کی سلطنتوں سے الگ تھلگ رہنا چاہتے تھے۔ اپنے اوپر اور اپنے نظامات پر پورا بھروسا اور کامل اطمینان رکھتے تھے۔ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرنی چاہتے تھے کہ کسی غیر قوم کے آدمی کی صورت نہ دیکھیں مگر غیر قوموں کے تاجر اُن کے اندر گھس گئے۔ اور اُن سے اہل امریکہ اور ایسٹ انڈیا کمپنی ہند تجارت کرنے لگی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت کی بڑی چیز افیون تھی۔ اور اس کمپنی کے سوائے اور تاجر بھی ہندوستان سے افیون خرید کرکے چین میں لے جاکر اس کی تجارت کرتے تھے۔ مدت سے چین کی گورنمنٹ اور اُس کے مہذب و تعلیم یافتہ خلیق آدمی یہ چاہتے تھے۔ کہ اس افیون کی تجارت کی بلا کو سر پر سے ٹالیں۔ چین کی گورنمنٹ نے اور اس کی قوانین نے افیون کی تجارت کو ممنوع کیا۔ مگر انگریزی تاجروں نے اس ممنوع تجارت کو چھوڑا نہیں۔ چینیوں کی گورنمنٹ کے ساتھ ایسے انتظامات تجارت کئے گئے تھے کہ اُس نے اجازت دیدی تھی۔ کہ کینٹن اور ماکو میں تجارت کے عام کوٹھیاں اور کارخانے بنائے

جائیں۔ پس ان انتظامات کے پردہ میں ان ہی دو مقاموں میں افیون کی تجارت کا بازار گرم رہتا تھا۔

چین کے ساتھ جو معاملات تجارت تھے اس کی نگرانی کے واسطے انگلش گورنمنٹ نے سپرانٹنڈنٹ مقرر کئے۔ اب جو تجارت کے باب میں عہد و پیمان جدید ہوتے ان میں بدگمانیاں اور غلط فہمیاں ہونی شروع ہوئیں اور ان کا ہونا بمقتضاءِ طبع بشری تھا۔ انگریز چینیوں کی حالت سے جاہل تھے۔ یہ لاعلمی اس سبب سے ناگزیر تھی کہ اہل چین کے ساتھ انگریزوں کی آمد و رفت و ملنے جلنے کے وسائل بہت ہی محدود تھے۔ مگر اس لاعلمی نے انگریزوں کو کام کرنے سے معذور نہیں رکھا بلکہ انہوں نے کام کرنا اس طرح شروع کیا کہ گویا وہ اہل چین کے حال سے خوب واقف ہیں۔

اہل چین کو اوّل سے ہی یہ یقین تھا کہ ان سپرانٹنڈنٹوں کا مقرر ہونا اس لئے ہے کہ وہ افیون کی تجارت کی محافظت کریں اور بالجبر چین کے پولٹکل تعلقات مغرب کے ساتھ پیدا کرائیں۔ ان سپرانٹنڈنٹوں کے موجود ہونے کا عملاً اثر یہی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے اس مردود تجارت کی مخالفت کی حاکمان چین نے معاونت نہیں کی اور انگریزی تاجروں نے ان کو یہ جانا کہ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ وہ اس ہماری تجارت افیون کی محافظ و حامی ہو۔

برٹش گورنمنٹ نے یہ اشتہار دیا کہ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ یہ نہیں چاہتی ہے کہ وہ برٹش رعایا کو یہ اختیار دے کہ وہ جس ملک سے تجارت کرتے ہو — اس کے قوانین کے برخلاف کام کرے۔ قوانین چین کے برخلاف کام کرنے سے جو تاجروں کے نقصان اٹھانے پڑینگے وہ خود ان کو اس لئے اٹھانے پڑینگے۔ کہ خود انکو اپنے سر پر لائے ہیں مگر گورنمنٹ کا یہ دانشمندانہ اشتہار بہت دیر کر شایع ہوا۔ مدت سے برٹش تاجر اس بات کا یقین کر کے اپنا کام کر رہے تھے۔ کہ انگلش گورنمنٹ ہماری تجارت کی محافظت کے لئے پشت پناہ اور بالکل ہماری خدمت گذار ہے۔

چینیوں کے حاکموں نے انگریزی تاجروں کے پاس سے افیون چھینی اور تجارت افیون کی مخالفت کے لئے سخت تدابیر کرنی شروع کیں۔ مگر ان میں کوئی تدبیر انصاف کے

برخلاف نہ تھی۔ تو چیف سپرنٹنڈنٹ مسٹر ائیلیٹ نے گورنر ہند کو لکھ بھیجا کہ آپ جنگی جہاز جسقدر بھیج سکیں انگریزوں کی جان و مال بچانے کے واسطے چین میں بھیجدیں۔ مگر ان جہازوں کے آنے سے پہلے چین سے انگریزوں کی لڑائی شروع ہو گئی۔ انگریزوں کے لئے اہل چین سے لڑنے میں سوائے سستی فتوح حاصل کرنے کے کوئی بڑا کام نہ تھا چین کی سپاہ بڑی بہادری سے لڑی اور بہت دفعہ اہل سپارٹا کی طرح بعد شکست کے سپہ سالاروں نے اپنا جینا پسند نہ کیا۔ جب سر ہوگف نے چینیوں کے شہروں میں سے ایک شہر چھین لیا۔ تو تاتاری جرنل نے جب دیکھا کہ اب میرے پاس کچھ سامان جنگ باقی نہیں رہا تو وہ اپنے گھر گیا اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ گھر کو آگ لگادو اور آپ کرسی پر ہو بیٹھا۔ اور چپ چاپ جلکر خاکستر ہو گیا۔

انگریزوں نے بہت جلدی سے چین کے مشرقی کنارہ پر جزیرہ چوسوں کو فتح کر لیا اور دریائے ہی کو میں اپنے بیڑے کا ایک حصہ بھیجا کہ وہ دارالسلطنت چین کو اپنی آنکھیں دکھلائے تو صلح وعہد و پیمان کے تمہیدیں شروع ہوئیں جن کو طرفین کی گورنمنٹوں نے نامنظور کیا اس لئے پھر ہنگامۂ پیکار گرم ہوا۔ انگریزوں نے جزیرہ چوسو پر پھر قبضہ کر لیا۔ اور ایک بڑا شہر ننگ پو فتح کر لیا۔ اور دوسرے شہر اموئے پر قبضہ کر لیا۔ اور لشکر انگریزی نانکین کے روبرو آیا۔ چین کی گورنمنٹ نے آخر کار جانا کہ انگریزوں سے کارزار کرنا عبث ہے پھر اُنہوں نے ان شرائط پر جو انگریزوں نے پیش کیں صلح کر لی۔ انگریزوں نے اوّل اُن سے جزیرہ ہونگ کونگ مانگا کہ وہ اُس کو ہمیشہ کے لئے حوالہ کریں۔ پھر پانچ بندرگاہ کینٹن۔ ایموائے۔ فوچو۔ ننگ پو اور شانگھی مانگے کہ اُن میں انگریز تاجر بے روک ٹوک۔ تجارت کیا کریں اور کونسل وہاں مقرر کریں۔ ان سب شرائط کو اہل چین نے مان لیا۔ پھر اُن سے ساڑھے چار کروڑ روپیہ جنگ کا خرچ اور ایک کروڑ روپیہ اس افیوں کی قیمت کے معاوضہ کا مانگا جو اہل چین نے ضائع کی تھی اس لئے کچھ مدت کے لئے لڑائی تھم گئی اور جیسے بچے کہا کرتے ہیں کہ برف زیادہ برف کو بلاتی ہے اس لڑائی نے اور لڑائیوں کو بلایا۔

اہل انگلینڈ اور اہل چین کی جنگ

انگلینڈ میں پولی ٹکل دنیا آرام سے رہی تھی۔ کہ دفعتہ کلبلی میں غلیل لگی کہ ۳ فروری ۱۸۵۷ء کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں ملکہ معظمہ کی طرف سے کہا گیا کہ کین ٹن کے چینی حاکموں نے برٹش جھنڈے کی تذلیل کی ہے۔ اور اپنے عہد نامہ کے خلاف کام کرکے اس کی معافی چاہنے سے بھی بڑی ہٹ وضد کرکے انکار کیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ملکہ معظمہ کے افسر جو چین میں متعین ہیں وہ چینیوں کی سرزنش کے لئے ایسی تدبیر کریں۔ کہ اطمینان خاطر خواہ حاصل ہو۔ اہل چین نے ایک جہاز پر زیادتی کی تھی۔ جس کا بیان آگے آتا ہے کہ یوروپ کے نمونے پر ایک چھوٹا سا جہاز بنایا گیا تھا۔ اور اس کا نام لورچا ٹرد رکھا گیا تھا۔ ۸ اکتوبر ۱۸۵۶ء کو اس جہاز میں چینیوں کا ایک گروہ ایک افسر کے ماتحت سوار ہو کر دریائے کین ٹن میں چلا۔ اہل چین نے ان میں سے بارہ آدمیوں کو بحری لڑائی کا الزام لگا کے گرفتار کر لیا اور دو کو جہاز کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ اس جہاز کے مالکوں نے بیان کیا کہ یہ جہاز برٹش جہاز ہے۔ کین ٹن میں مسٹر پارکیس کونسل تھا اس نے کین ٹن کے چینی گورنر یہیہ سے ان آدمیوں کو واپس طلب کیا اور اس کی وجہ اپنی درخواست میں بیان کی کہ بموجب عہد نامہ ۱۸۴۲ء کے جو عہد نامہ ۱۸۴۲ء کا ضمیمہ ہے۔ چینی حاکموں کو کوئی حق نہیں ہے۔ کہ انگریزی جہاز پر اصلی یا فرضی چینی مجرموں کو گرفتار کریں ہاں ان کو یہ حق ہے کہ مجرموں کو انگریزوں کے حوالہ کریں۔ چینی گورنر نے یہ حجت نکالی کہ لورچا ٹرد چینیوں کا جہاز ہے جو قزاقی کرتا ہے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ انگلینڈ کا جھنڈا اپنے اوپر کھڑا کرے۔ یہ صاف صاف بیان کیا جاتا ہے کہ ٹرد انگلش جہاز نہ تھا بلکہ وہ چینی جہاز تھا جس پر کسی فریب سے انگلینڈ کا جھنڈا لگایا تھا۔ مسٹر پارکیس ایک چلاک حرکت کونسل تھا۔ اس نے فوراً گرفتار شدہ آدمیوں کے واپس کرنے کی درخواست کی اور ہونگ کونگ میں جو انگریزی مختار عام سر جان بوئرنگ رہتے تھے۔ ان سے اپنے اس کام میں امداد چاہی اور درخواست کی کہ اس کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کام کو بھی

سر جان بوؤرنگ بڑے لایق اور قابل افسر تھے۔ وہ یوروپ اور ایشیا کی زبانیں جانتے تھے ان میں بہت سیاحی کر چکے تھے۔ اور تجارت و بنج و بیپار کے معاملات کو خوب سمجھتے تھے کئی برس تک وہ کینٹن میں کونسل رہ چکے تھے۔ اور اب چیف سپرنٹنڈنٹ تجارت کا عہدہ رکھتے تھے۔ مگر خود پسند بڑے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ انگلینڈ کے آگے چینی قوموں کی ناک رگڑواؤں۔ انہوں نے چینی حاکموں پاس اپنا حکم بھیجا کہ ٹررد جہاز کے آدمی جو گرفتار کئے ہیں وہ فوراً ہمارے حوالہ کئے جائیں اور اُن کے گرفتار کرنے کی معافی مانگی جائے۔ اور آئندہ عہد کیا جائے کہ ایسی حرکت دوبارہ نہیں سرزد ہوگی اور اگر اڑتالیس گھنٹے کے اندر اس حکم کی تعمیل نہ ہوگی تو اہل چین کے برخلاف بحری کام کئے جائینگے۔ چینیوں کے گورنر نے اُن آدمیوں کو فوراً بھیجدیا اور آئندہ وعدہ کیا کہ برٹش جہاز پر جانے کے اندر چینی افسر بڑی احتیاط کرینگے۔ مگر اُس نے خاص ٹررد جہاز کی بابت کوئی معافی نہیں مانگی۔ کیونکہ اس کی رائے یہ تھی کہ یہ جہاز چینی ہے انگریزوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ امر واقعی بھی یہی تھا۔ مگر سر جان بوؤرنگ نے میر بحر سر سی مور کو حکم دیدیا کہ وہ کینٹن پر گولہ زنی کرے۔ ۲۳ر اکتوبر سے ۱۳ر نوامبر تک بحری جنگ جاری رہی۔ چینی گورنر یہیہ نے یہ خطا کی کہ انتقام لینے کے لئے انگریزوں کے سر کاٹ لانے کے لئے انعام مقرر کیا۔

چین سے جب یہ خبریں انگلینڈ میں آئیں تو وہاں اس معاملہ پر ایک مباحثۂ عظیم شروع ہوا۔ ۲۴ر فروری ۱۸۵۷ء کو لارڈ ڈربی نے چین میں جو کام انگریزی حاکموں نے کئے تھے پارلیمنٹ میں اُن کی مذمت کی۔ ہوس آف لارڈس میں اُن کی رائے کثرت رائے سے مسترد ہوئی۔ اس باب میں مخالفت و موافق مباحثے ایسے بڑے طول طویل ہوئے۔ کہ پارلیمنٹ بدل گئی۔ لارڈ پامرسٹن پھر ذی اختیار ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ کینٹن کی حکومت میں برٹش جھنڈے کی ایک وحشیانہ گستاخی کی گئی ہے جس کے سبب سے تمام معاہدے جو چین سے ہوئے تھے ٹوٹ گئے۔ چین کے حاکموں نے انگریزوں کے سر کاٹنے کے لئے انعام مقرر کیا ہے۔ اُن کے قتل کرنے اور زہر دیکر مار ڈالنے کی تدبیریں کیں ہیں۔ ایک چینی باورچی کی کہانی کہ اس نے روٹی میں زہر ملا کر سر جان بوؤرنگ کے مارنے کا قصد کیا تھا۔ خاص سے عام ہو گئی

کہ چینی گورنر نے سارے انگریزوں کو زہر دیکر مار ڈالنے کا قصد کیا تھا۔ ملکہ معظمہ نے چین میں اپنا نیا مختار عام بھیجدیا اور سپاہ بحری و بری مقرر کردی کہ وہ ضرورت کی صورت میں اعانت کرے۔ ہندوستان میں جو ۱۸۵۷ء میں غدر ہوگیا تھا۔ اس لیئے چین کے معاملات میں التوا ہوا مگر پھر شروع ۱۸۵۸ء میں کین ٹن کے کاموں میں کامیابی شروع ہوئی کہ فرانس کی تھوڑی سی سپاہ انگریزی سپاہ کی کمک کے لئے آگئی۔ کہ چینیوں سے لڑے۔ انگریزی اور فرانسیسی سپاہ نے کین ٹن پر قبضہ کرلیا اور اُس کے ساتھ کمشنر یہیہ کو گرفتار کرلیا اور اس شہر میں میرجر سر سی مورنے چند روزہ حکومت قایم کی۔ جب شہنشاہ چین نے شرایط صلح کو منظور نہیں کیا۔ تو لارڈ ایلجن پیہو کی حد سے باہر نکلے کہ دارالسلطنت کو دھمکائیں تو پھر چین کی شاہی گورنمنٹ نے جلدی سے ۲۶ر جون کو کین ٹن کے عہد نامہ کو منظور کرلیا۔ جس کو لارڈ ایلجن اور بیرن گروس نے مرتب کیا تھا جس میں یہ شرائط تھی کہ شہر کین ٹن چھوڑا جائے اور یوروپ کے تاجروں اور پادریوں کو چین میں ہر جگہ جانے آنے کی اجازت دی جائے۔ ایک سال کے بعد پیکن میں اس عہد نامہ کی تصدیق اور توثیق ہوگی لارڈ ایلجن انگلینڈ میں واپس آگئے اور اُن کے چھوٹے بھائی فریڈرک بروس مارچ ۱۸۵۹ء میں زائد سفیر اور خود مختار وزیر انگلینڈ کی طرف سے چین کے لئے مقرر ہوئے اور بروس صاحب کو یہ ہدایت ہوئی کہ ٹین سن میں پیہو کی راہ سے جائیں اور وہاں سے پھر پیکن میں عہد نامہ کی تصدیق و توثیق کے لئے جائیں۔ لارڈ مالمیس بری جو اس وقت فورین سکرٹیری تھے انہوں نے یہ بتلایا کہ چین کی سلطنت بہت ہی متعرض اس کی ہوگی کہ پیکن میں سفیر انگلینڈ آئے۔ اور جہاں تک اُن سے ہوسکے گا وہ سفیر کے آنے میں تاخیر کے لئے بہانہ جوئی کریگی مگر اس سبب سے کہ دارالخلافہ میں سفیر جانے کا ارادہ اپنا فسخ نہ کرے۔ میرجر ہوپ کمانڈر چیف چین کو انگلینڈ کی طرف سے یہ ہدائتیں ہوئیں کہ دریائے پیہو کے دہانہ تک مسٹر بروس کے ساتھ کافی فوج بھیجے۔ جو بلیس میل ہے۔ ۲۰ جون ۱۸۵۹ء کو مسٹر بروس اور سفیر فرانس دونوں پیہو کے دہانہ پر مسٹر ہوپ کے بیڑے کے ساتھ پہنچے۔ ۱۹ جہاز اس بیڑے میں تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ پیہو کے قلعے بڑے محفوظ و مصئوں ہیں۔ ٹین سن سے بعض

عہدہ دار چین آئے اور گفتگو شروع کی کہ کچھ مہلت ملے اور باہم رفع نزاع ہو جاوے مسٹر
بروس کو یقین ہو گیا کہ لارڈ سالسبری نے جو کہا تھا وہی وقوع میں آیا۔ کہ چینیوں کی
حاکم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں فتحیاب نہ ہو۔ اُس نے میر بحر ہوپ کو کہا۔ کہ وہ
جہازوں کے لئے رستہ صاف کرے۔ جب میر بحر اپنی توپوں کی کشتیاں لایا تو قلعہ نے اُس
پر آتشباری کی۔ چینیوں کے توپچیوں نے خوب نشانہ بازی کی۔ اور چار توپوں کی کشتیوں
کو بیکار کر دیا۔ اور تمام حملہ آور جہازوں کو ٹھیرا دیا میر بحر ہوپ خود زخمی ہوا اور ایسے ہی فرانسیسی
بیڑے کا کمانڈر انچیف مجروح ہوا جو کمک کے لئے آیا تھا۔ غرض دریا میں زبردستی جانے
کا ارادہ موقوف ہوا اور بالفعل پیکن میں جانے کا قصد فسخ ہوا۔ اس دہانہ پر چینیوں نے
کوئی فریب اور دغا نہیں کی۔ جو کام کیا ظاہر و باہر کیا۔ انگریزی افسروں نے جان لیا کہ
سفیروں کا دریا میں جانے کا چینی مقابلہ نہیں کرینگے۔ جب یہ خبر انگلینڈ میں آئی تو بڑی گھبراہٹ
ہوئی۔ سب اس ارادہ پر آمادہ ہوے۔ کہ پیکن میں سفارت ضرور بزور جانی چاہیئے۔ انگلینڈ
کی گورنمنٹ نے لارڈ ایلجن اور بیرن گروس کو جنھوں نے عہدنامہ مرتب کیا تھا سپاہ کے
ساتھ بھیجا۔ اور فرانسیسی گورنمنٹ نے کونٹ پیلی کاڈ کو اپنی سپاہ کا کمانڈر انچیف مقرر
کرکے بھیجا۔ ان سے چینی سپاہ بہادری سے لڑی۔ مگر اس میں اس قدر سکت نہ تھی کہ وہ
ان انگریزی اور فرانسیسی زبردست جرنیلوں کا مقابلہ کر سکتی۔ ان دونوں نے مل کر ٹاکو
کے قلعہ کو فتح اور ٹین سن کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور پیکن کی طرف رستہ لیا۔ چین کے حاکموں
نے صلح کے لئے درخواست کی۔ لارڈ ایلجن نے کہا کہ شہر ٹنگ چو میں جو پیکن سے بارہ میل
ہے۔ صلح کے باب میں عہد و پیمان کے پیغام سلام ہونگے۔ پہلے اس سے صلح کے باب میں
گفتگو کی جائے۔ لارڈ ایلجن کے سکرٹریوں مسٹر پارکیس اور مسٹر لوچ اور بعض اور انگریزی
افسروں کو جو التواء جنگ کے علم کے نیچے تھے دغا و فریب سے جیتے پکڑ کرلے گئے اور مختلف
قیدخانوں میں اُن کو بھیجدیا مسٹر پارکیس اور مسٹر لوچ مع اپنے گیارہ ہمراہیوں کے رہا ہوئے
مگر قید میں اُن پر بہت ظلم و ستم برپا ہوے اور تیرہ آدمی قید سختی کے سبب سے مر گئے۔
لارڈ ایلجن نے کہا کہ صلح کے باب میں کوئی گفتگو جب تک نہیں ہوگی کہ کل قیدی رہا

ہو کر واپس نہ آئینگے۔ انگریزی اور فرانسیسی سپاہیں پیکن کے دروازوں کے لگ بھگ جا پہنچیں اور دروازوں کے اڑانے کے لئے توپیں لگادیں۔ تو پھر اہل چین چین مان گئے۔ اور انگریزوں نے جو شرائط صلح پیش کیں ان کو منظور کرلیا اور شہر کا دروازہ حوالہ کیا شہر کی دیواروں پر انگریزی اور فرانسیسی جھنڈے پہلو بہ پہلو لہراتے لگے۔ جب لارڈ ایلجن شہر میں داخل ہوئے۔ تو ان کو معلوم ہوا کہ قیدی مارے گئے تو انہوں نے موسم گرما کے محل کے جلانے کا قصد کیا تاکہ اہل چین کو معلوم ہو کہ دغا فریب کرنے کی سزا یہ ملا کرتی ہے۔ اس محل میں اہل چین کی ساری صنعتیں اور کاریگریاں خرچ ہوئی تھیں سب قسم کی اعلےٰ درجہ کی عمارات و طرح طرح کے باغات موجود تھے۔ اس کو دو دن میں لارڈ ایلجن نے جلوا کر اور تباہ کرکے خاک سیاہ بنادیا اور ایک یادگار بنائی گئی جس پر چینی زبان میں یہ کتابہ لگوایا کہ یہ بیوفائی اور دغا و فریب کا صلہ ہے۔ اس جنگ کا انجام یہ ہوا کہ انگلینڈ کو استحقاق حاصل ہوا۔ کہ پیکن میں انگریزی سفیر رکھے گا خواہ چین کی گورنمنٹ اس کو رکھنا چاہیئے۔ اور بڑی بھاری رقم زر ادا کرے جو تاوان جنگ اور آدمیوں کے خون بہانے کا معاوضہ ہو جن کو انہوں نے قتل کیا ہے۔ اور اس قصور کی بابت ماکو قلعوں پر سے جو حملہ کیا اس کی معافی مانگیں۔ یوروپ کو اس فتح سے معلوم ہوا کہ پیکن ایسا بڑا شہر نہیں ہے جیسا کہ وہ خیال کرتے تھے۔ وہ کھنڈروں و شکستہ عمارات سے بھرا ہوا ہے۔

فساد لبنان

کوہ لبنان میں اس سال میں فسادات برپا ہوئے جن میں انگلینڈ و فرانس کو متفق ہو کر مداخلت کرنی پڑی۔ دو فریق تھے۔ ایک فور و مانٹس جو عیسائی تھا اور دوسرا ڈروسس تھا۔ جو نہ عیسائی تھا نہ مسلمان ان دونو فریقوں کی آپس کی رقابت سے فسادات پیدا ہوئے۔ ٹرکی کمانیر نے بیروت کے قریب عیسائی فرقے کے آدمیوں سے ہتیار لے لئے اس لئے اس کو دوسرے فریق نے بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ جولائی میں اس دیوانگی نے دمشق تک پاؤں پھیلائے۔ متعصب

پر جوش ترکوں نے عیسائیوں کے ایک مقام پر حملہ کیا اور اس کے ایک بڑے حصے کو جلاکر خاک کی برابر کیا۔ ایک دن میں دو ہزار عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ فرانس۔ روس۔ آسٹریا۔ ہولنڈ بلجیم۔ گریس کے کونسلوں کے دفتروں کو غارت کیا۔ دمشق کے بہت سے اشراف مسلمانوں نے جن میں بڑا جلیل القدر نامور عبدالقادر الجیریا کا سردار تھا اُسنے بڑی بہادری اور جوانمردی سے مصیبت زدہ عیسائیوں کو بچایا اور اون کو پناہ دی۔ دمشق کے گورنر نے باوجودیکہ اس پاس بڑی سپاہ تھی کچھ اس قتل کے روکنے میں سعی نہیں کی۔ اس قتل کی خبر جب انگلینڈ میں گئی تو اہل انگلینڈ نے لبنان میں امن امان قایم کرنا چاہا۔ سلطان نے منظور کیا کہ اس فساد کو یوروپ کی تمام سلطنتیں متفق ہو کر دور کریں۔ انگلینڈ نے لارڈ ڈفرن کو بھیجا کہ وہ کمشنر کا کام کریں۔ انہوں نے بڑی بلند حوصلگی اور عالی دماغی سے اس کام کو انجام دیا۔ ٹرکی نے جو اس قتل کے سر منشا و سرغنہ تھے بڑی سخت سزائیں دیں۔ سلطان نے فواد پاشا کو بھیجا جو دول خارجیہ کا وزیر تھا۔ اس نے مجرموں اور اعلےٰ عہدہ داروں کے سزا دینے میں ذرا رحم نہیں کیا اُس نے دمشق کے گورنر اور سپاہ کے سپہ سالار کو شہر میں سب کے سامنے قتل کیا اور پولس کے بہت سے افسروں کو موت کی سزا دی۔ جب امن امان قایم ہو گیا تو سب سلطنتوں نے متفق ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ آیندہ سلطان لبنان میں ایک عیسائی حاکم مقرر کیا کرے۔ فرانس کی سپاہ نے سریا کو خالی کر دیا۔ بڑا اندیشہ تھا کہ وہ کہیں اس کو دبا نہ بیٹھیں مگر اس کے خالی ہو جانے سے یہ اندیشہ دور ہوا۔

قتل کے لئے سازش کرنیوالونکی سزا کا بل

۱۴ جنوری ۱۸۵۸ء کی شام کو میلاس اور سنی نے فرانس کے شہنشاہ کے قتل کرنے کا قصد کیا جو یادگار رہے گا۔ یہ شخص اٹلی سے جلاء وطن ہو کر انگلینڈ میں رہتا تھا وہ سپاہیانہ وجاہت رکھتا تھا انگلینڈ میں بہت لوگ اس کو جانتے تھے اور اس کے دوست تھے وہ یہ چاہتا تھا کہ اٹلی کو آسٹریا کی اطاعت سے آزاد کرائے اور یہ مطلب اس کا جب تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا کہ شہنشاہ فرانس کو ٹھکانے نہ لگائے بس اس نے ۱۴ جنوری کو جب پیرس میں شہنشاہ اور شہنشاہ بیگم دونوں ساتھ گاڑی میں سوار ہو کر اوپیرا ہوس کے دروازہ پر پہنچے ہیں تو

اُن کی گاڑی میں تین بمب کے گولے پھینکے گئے جو ناشپاتی کی شکل کے بارود سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ گولے پھٹے اور انہوں نے بہت آدمیوں کو مجروح و مقتول کیا۔ ان گولوں کے اتنے ٹکڑے اڑے کہ دس آدمی مرے اور ۱۵۶ آدمی زخمی ہوئے۔ شہنشاہ فرانس اس صدمہ سے ایسا ڈرا کہ آئندہ اس نے ارادہ کیا کہ اٹلی کے معاملات سے دست بردار ہوا۔ زنتی اور ایک اور آدمی کو پھانسی ملی اور دو آدمی دائم الحبس ہو کر جلاء وطن کئے گئے۔ اہل فرانس نے انگلینڈ سے درخواست کی کہ وہ ایسی سازش کرنے والوں کے لئے انسداد کرے۔ لارڈ پامرسٹون نے قتل کی سازش کرنے والوں کی سزا کا بل پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ جو انگریزوں کی قلمرو میں غیر ملکوں کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے قتل کرنے کے لئے سازش کریں اُن کو سزا دی جائے۔ اس وقت بعض انگریزوں کو بعض فرانسیسی برا کہہ رہے تھے کہ وہ قاتلوں ملاذ و ماوے ہیں اُن پر شہنشاہ فرانس کو حملہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے یہ بل پاس نہ ہوا اور لارڈ پامرسٹون نے وزارت سے استعفا دیدیا۔ لارڈ ڈربی کی وزارت کا آغاز ہوا۔ اس بل کے پاس نہ ہونے سے انگلینڈ اور فرانس دونو خوش ہوئے اُن میں جو رنجش ہو گئی تھی وہ دور ہوئی پھر دونوں آپس میں دوست ہو گئے۔

یہودیوں کا ممبر پارلیمنٹ ہونا

لارڈ ڈزریلی کامنس ہوس کے پیشوا تھے اُنہوں نے کوشش کی کہ پارلیمنٹ میں یہودی داخل کئے جائیں۔ یہودیوں کو عیسائی مذہب کے موافق حلف اُٹھانے سے انکار تھا اور پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے بموجب قانون کے عیسائی مذہب کے موافق حلف اُٹھانا ضرور تھا۔ اس وزارت میں اس باب میں بحث ہو ہوا کر یہ ایکٹ پاس ہو گیا کہ یہودی پارلیمنٹ میں شریک ہوں اور اس ایکٹ کے بموجب بیرن روتھچائلڈ ایک یہودی لنڈن کی طرف سے کامنس ہوس کا ممبر مقرر ہوا۔ یہودیوں کے لئے حلف کا ایک نیا طریقہ ایجاد ہوا۔

جزائر آئی اونیا

سر اڈورڈ لٹن کولونیز (نوآبادیاں) کے سکریٹری مقرر ہوئے انہوں نے برٹش کولمبیا کی بنیاد ڈالی

اور مسٹر گلیڈسٹن کو جزائر آئی اونیا میں بھیجا۔ یہ سات جزیرے تھے ان میں سلطنت جمہوری تھی اور برطانیہ اعظم اُن کی محافظ تھی اور اُس کو اختیار تھا کہ وہ اپنی سپاہ کی چھاؤنیاں یہاں ڈالے ان میں دنگے فساد مچ رہے تھے جن کے مٹانے کے لئے مسٹر گلیڈسٹن وہاں گئے۔ انہوں نے اہل آئی اونیا کو سمجھایا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ انگلینڈ اور اُن کے درمیان مصالحت کراؤں۔ اون کو انگلینڈ سے آزاد کرنے کے لئے نہیں آیا عام لوگ یہ چاہتے تھے کہ گریس کے ساتھ یہ جزائر شامل ہوجائیں انگلینڈ کی محافظت سے چھوٹ جائیں۔ لارڈ جان رسل نے جزائر آئی اونیا کو گریس کی سلطنت کے حوالہ کردیا۔

اٹلی کی آزادی کے لئے جنگ ۱۸۵۹ء

۱۸۵۹ء میں جب دوبارہ پامرسٹن کی وزارت کا آغاز ہوا تو اٹلی میں ایک ہنگامہ جنگ برپا تھا اہل اٹلی کو یقین تھا کہ جب تک آسٹریا کے قبضے میں لمبارڈی اور وینیشیا رہنگے ہم کو آزادی نہیں ہوگی ہر ریاست میں حکومت شخصی کی حمایت کیلئے آسٹریا کی فوجیں موجود رہتی ہیں صرف سارڈنیا کے فرماں روا کونٹ وکٹر ایمینول کو اس پر اصرار ہے کہ آسٹریا کی مرضی کے برخلاف کونسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ قایم ہو وکٹر بڑا سچا ایمان دار دانشمند مدبر تھا کل اہل اٹلی اس کو ادب و عزت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اہل آسٹریا کو خارج کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کو پولٹیکل اختیارات حاصل ہوں۔ اب یہ ظاہر تھا کہ کل اٹلی میں کیا حکومت شخصی ہو یا کونسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ ہو لیکن کونسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ تو سارڈنیا میں بھی قایم نہیں ہوسکتی تھی اگر آسٹریا نہ نکالا جائے اور حکومت شخصی بھی نہیں قایم ہوسکتی تھی جب تک کہ سارڈنیا کی سلطنت بالکل غارت وتباہ نہ ہو۔ ۱۸۵۸ء میں سارڈنیا کے مدبر وکٹر نے فرانس کے شہنشاہ نپولین کو اس پر آمادہ کرلیا کہ وہ اٹلی سے آسٹریا کو لڑکر خارج کردے۔ اہل انگلینڈ کی مرضی یہ نہ تھی کہ لڑائی ہو۔ ۱۸۵۹ء میں فرانس کی سپاہ کوہ الپس کے پار شہنشاہ لے گیا۔ تاکہ اہل سارڈنیا کی اعانت کرے۔ اس لئے ٹسکنی۔ پارما۔ موڈنیا اور سٹیٹس اوف چرچ کے شمالی حصوں سے حکمرانوں کو نکال دیا اور کونٹ وکٹر کی سپاہ کو اپنے ساتھ بلایا اور ان سپاہیوں نے ملکر اہل آسٹریا کو میجنٹا اور سولفرینو میں شکستیں دیں اور شاہ سارڈنیا اور شہنشاہ فرانس میلان میں داخل ہوئے۔ مگر زوریچ میں صلح ہوکر یہ عہدنامہ لکھا گیا کہ لڑائی ختم ہو اور میلان وکٹر کو دیا جائے مگر وینیشیا آسٹریا

کے پاس رہے مگر اہل اٹلی نے اس کو منظور نہیں کیا۔
۱۸۶۰ء میں نامور جرنیل گاری بالڈی نے جزیرہ سسلی پر حملہ کیا انگریز بھی اس کے ساتھ ہو کر لڑے اور چند ہفتوں میں سسلی و نیپلز کو سوائے گا اِٹا کے فتح کر لیا یہ مہم شہر نیپلز میں جا کر ختم ہوئی اور اس کا انجام ہوا کہ اطالیہ کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں سب مٹ گئیں۔ اور وکٹر امینوال وہاں کا بادشاہ ہو گیا مگر اس پر بھی گا اٹا جہاں بادشاہ نیپلز نے آخری مقابلہ کیا تھا۔ کئی مہینے تک لڑتا رہا مگر ۱۳ فروری ۱۸۶۱ء کو اس نے خود اپنے تئیں حوالہ کیا اب وکٹر کل اٹلی میں سوا ر وینیشیا کے جس میں آسٹریا کی سپاہ رہتی تھی حکمرانی کرتا تھا۔ روم اور اس کی نواح کے اضلاع کو پوپ کے لئے فرانس کی سپاہ قلعہ نشین محفوظ و مامون رکھتے تھے۔

وولنٹیر ۱۸۵۹ء و ۱۸۶۰ء

۱۸۶۰ء میں لارڈ رسل نے ایک ریفورم بل پیش کیا۔ ملک نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی لارڈ رسل نے بھی اس پر اپنا بڑا زور نہ ڈالا بل کو واپس لے لیا۔ معاملات ملکی میں اُلٹ پلٹ ہوتی رہی۔ نپولین نے جو ساوے اور نائس پر قبضہ کیا تو اس کے سبب سے یہ ترددات پیدا ہونے لگے کہ اس کو جو آسٹریا میں فتحیابی ہوئی ہے وہ پرشیا اور انگلینڈ کے شکست دینے کا ارادہ نہ کرے نوجوانوں نے اپنے تئیں وولنٹیروں میں بھرتی کرانا شروع کیا۔ لارڈ ڈربی کی وزارت تھی لارڈ پامرسٹن نے بھی اس تحریک میں تائید کی ہر پر گنے میں وولنٹیروں کی جماعتیں بھرتی ہوئیں کہ وہ انگلینڈ کی سپاہ کا ایک مستقل حصہ ہو گئیں اور ہر وولنٹر کا چہرہ لکھا جانے لگا۔

فرانس کے ساتھ تجارت کے باب میں عہدنامہ ۱۸۶۰ء

نپولین انگلینڈ سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا اور بہت سے ایسے موقع پیش آئے کہ ان دونوں قوموں میں یگانگی اور اتحاد رہا۔ نپولین نے انگلینڈ اور فرانس کے درمیان تجارت کے باب میں وہ عہد و پیمان کر لیئے جو کوبڈن نے پیش کئے اور مسٹر گلیڈسٹن نے پڑتال کر کے اس کی تائید کی وہ بیل پی کی آزادی تجارت کے اصول کی تکمیل کے درپے تھے ۱۸۶۱ء میں تجارت کے عہدنامہ پر دستخط

ہوئے کہ انگریزی اسباب ومال جو فرانس میں داخل ہو اُن پر خفیف سا محصول لیا جائے اور
فرانسیسی شراب اور اشیاء تجارت انگلستان میں آئیں اُن پر خفیف محصول لگایا جائے اس باب
میں انگلینڈ اور فرانس کی رایوں میں یہ فرق تھا کہ انگلینڈ میں تو سارے ملک کی رائے
آزادی تجارت کی تھی اور فرانس میں صرف شہنشاہ کی رائے آزادی تجارت کی تھی فقط اسی
کی رائے کے زور سے برخلاف اہل ملک کی رائے کے یہ عہدنامہ ہوا تھا اسی سبب سے
جب شہنشاہی قوت کا زوال آیا تو اہلِ فرانس نے اوّل ہی موقع پاکر تجارت کے معاہدہ کو
جس کی وہ کچھ قدر قیمت نہیں جانتے تھے توڑ دیا۔

امریکہ میں آپس کی لڑائیاں سنہ ۶۰ و ۶۱ و ۱۸۶۲ء

سنہ ۱۸۶۰ میں فرانس کے ساتھ عہدنامہ پر دستخط ہوئے تھے کہ امریکہ کی یونائیٹڈ سٹیٹس میں
ایسی وارداتیں وقوع میں آئیں جن کے سبب سے انگلینڈ کو بڑی سختی و زحمت اُٹھانی پڑیں
جنوبی سٹیٹس میں لاکھوں حبشی غلام تھے جو روئی اور شکر پیدا کرتے تھے اس لئے اِن کا
نام بھی غلام سٹیٹس تھا اور شمالی سٹیٹس میں کسی قسم کے غلام نہ تھے اِن کا نام آزاد سٹیٹس
تھا وہ نہایت خوش حال و سرسبز تھیں اور غلام سٹیٹس تنزّل کی حالت میں تھیں۔ غلاموں
کے حاکموں کو یہ اُمید تھی کہ وہ نئی نئی زمینوں میں غلاموں کو لے جاکر کاشت کرا کے اپنے
تئیں آسودہ حال کر لینگے۔ آزاد سٹیٹس کے باشندے یہ نہیں چاہتے تھے کہ قدیمی غلام سٹیٹس
میں غلامی موقوف ہو جائے۔ اور وہ قانوناً یہ خواہش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر وہ کسی نئی
سٹیٹس میں غلامی کا متحمل ہونا نہیں چاہتے تھے۔ سنہ ۱۸۶۰ میں ابراہام لنکن پریسیڈنٹ منتخب
ہو کر مقرر کیا گیا کہ وہ اس مشکل کو سہل کرے۔ اس پر غلام سٹیٹس نے اپنے تئیں شمالی سٹیٹس سے
علیحدہ ہو کر اعلان کیا کہ ہم آزاد ہیں۔ اور اپنا نام کون فیڈریٹ سٹیٹس رکھا۔ آزاد سٹیٹس
اور سٹیٹس کو شامل کرکے اپنے تئیں یونائیٹڈ سٹیٹس کہتے تھے اُنھوں نے یہ کہا کہ کون فیڈریٹ
کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یونائیٹڈ سٹیٹس سے یونین یعنی متحد ہونے کو چھوڑ دیں وہ مجبور کی جائینگی
کہ پھر یونین (متحد ہونے) میں شامل ہوں۔

سنہ ۱۸۶۱ میں ان دونوں فریقوں میں سخت لڑائی شروع ہوئی۔ اس جنگ کے باب میں انگریزوں کی مختلف رائیں تھیں۔ اکثر انگریزوں کی اعلےٰ جماعتوں کی رائیں جنوب والوں کی رائیوں کے ساتھ متفق تھیں اور کاریگر زیادہ تر شمال کے ساتھ اتفاق رکھتے تھے۔ سنہ ۱۸۶۱ کے آخر میں کون فیڈریٹ گورنمنٹ کے دو ایجنٹ مسی سون اور سلائی یوروپ کو انگریزی جہاز ٹرنٹ میں بیٹھ کر روانہ ہوئے کہ وہ انگریزوں اور فراسیسوں سے دوستانہ امداد کی درخواست کریں اُن کو یونائیٹڈ سٹیٹس کے جنگی جہازوں کا کپتان انگریزی جہاز میں سے گرفتار کر کے لے گیا یہ حرکت اِس کی انٹرنیشل قانون کے برخلاف تھی۔ کہ کوئی قوم کسی ایسے جہاز پر سے جو کسی لڑائی میں شریک نہ ہو آدمیوں کو گرفتار کر کے لے جائے۔ برٹش گورنمنٹ نے یہ حجت پیش کر کے کہا کہ اگر یونائیٹڈ سٹیٹس گرفتار شدہ ایجنٹوں کو واپس نہ کرے گی تو لڑائی شروع ہوگی۔ یونائیٹڈ سٹیٹس نے فوراً ایجنٹوں کو حوالہ کر دیا۔ اور اقرار کیا کہ ہمارے افسروں نے غلطی کی بس دونو قوموں میں جو رشتہ برادری رکھتی تھیں ہنگامہ جنگ برپا ہوتے ہوتے رہ گیا یہ دونوں قوموں کی خوش نصیبی تھی۔

یونائیٹڈ سٹیٹس نے ابتداءِ جنگ سے جنوبی بندرگاہوں کو بند کر دیا تھا۔ بہت سے انگریزی سوداگروں نے دُخانی جہاز بنائے کہ وہ ان بیڑوں کے درمیان گذریں جنہوں نے بندروں کو بند کر رکھا ہے۔ اور کون فیڈریٹس پاس اپنا اسباب لے جا کر بیچیں اور اُس کی عوض میں روئی خریدیں۔ کون فیڈریٹ پاس سامان بحری نہیں تھا وہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ ہمارے دشمنوں کے تجارتی جہازوں پر حملہ کیا جائے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ایک دُخانی جنگی جہاز برکس ہیڈ میں انگریزی جہاز بنانے والے تیار کریں جب یہ جہاز تیار ہو کر سمندر میں چلا تو اس کا نام الباما رکھا گیا۔ اس نے بہت سے تجارتی جہازوں کو گرفتار کر کے جہازوں کو ڈبو دیا اور ان کے قیمتی اسباب کو اور جہازوں پر اُتار لیا۔ اس حرکت پر اہل امریکہ کو بڑا غصہ آیا اور یہ امر قرار پایا کہ برٹش گورنمنٹ کو چاہیئے تھا۔ کہ الباما کو پہلے اس سے گرفتار کرتے کہ وہ سمندر میں ڈالا گیا تھا۔ کیوں کہ وہ ایک جنگی جہاز تھا جو مجاز نہ تھا کہ وہ اس بندر سے چلتا جو فریقین میں سے کسی کا طرفدار نہ تھا۔ برسوں کے بعد برٹش گورنمنٹ کو اہل امریکہ کو اِن نقصانوں کا

معاوضہ دینا پڑا جو اس جہاز کے سبب سے ان کا ہوا تھا۔ یہ گورنمنٹ کی بدنظمی اور غفلت تھی کہ اس جہاز کو سمندر میں چلنے دیا۔

روئی کا قحط سنہ ۱۸۶۱ سے سنہ ۱۸۶۴ تک

اس عرصہ جنگ میں انگلستان کے شمالی حصہ میں امریکہ سے روئی کے نہ آنے کے سبب سے بڑی مصیبت آئی۔ کیوں کہ جنوبی بنادر بند تھے۔ لیکن شہر میں روئی کے ملوں کے چلنے کا بالکل مدار امریکہ کی روئی کے آنے پر تھا۔ ہندبندروں سے اگر روئی آئی بھی تو وہ ملوں کی ضرورت سے بہت کم تھی۔ مصر اور ہندوستان سے روئی منگانے کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں سے جو روئی آئی وہ اچھی نہ تھی اور اس کی مقدار بھی ملوں کے لئے کافی نہ تھی اس لئے ملیں کیا تو بند ہوگئیں جو چلتی تھیں تو ہفتے میں چند گھنٹے۔ ہزاروں آدمی بیکار رہنے سے بھوکے مرنے لگے۔ روئی کے قحط سے وہی تکلیف ہوئی جو روٹی کے قحط سے ہوتی۔ مصیبت کے مارے قحط میں مصیبت ہی پر صابر نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ یہ انسانیت بھی رکھتے تھے کہ شمالی سٹیٹس کو برا اس سبب سے نہیں کہتے تھے۔ کہ انہوں نے بندرگاہوں کو بند کرکے اُن پر یہ بلاؤں کی جھڑی لگائی ہے۔ اُن کا یہ ایمان و یقین تھا۔ کہ غلاموں کا رکھنا گناہ و جرم ہے۔ شمالی سٹیٹس کی فتحیابی سے امریکہ میں غلامی کا نام نہیں رہے گا۔ اس لئے انہوں نے صبر کے ساتھ چپ چاپ مصیبت کو جھیلا اور کبھی یہ قصد نہیں کیا کہ وہ غلامی کی امداد کریں جس پر وہ دل سے تبرا بھیجتے تھے۔

امریکہ کی سول وار کا خاتمہ سنہ ۱۸۶۴ء

سنہ ۱۸۶۴ میں شمال والوں کو کامل فتحیابی حاصل ہوئی اور لڑائی ختم ہوگئی۔ یونائیٹڈ سٹیٹس کے کل ملک میں غلامی بالکل مٹ گئی۔ فتحمندوں نے مفتوحین پر ایسا رحم کیا کہ اون کو اپنا بن داموں کا غلام بنالیا۔ اور اس کا اثر انگلش پولیٹیکس پر بھی پڑا کہ جمہوری گورنمنٹ بھی دردناک امتحانوں میں رحم کرتی ہے اور اپنی مضبوطی دکھاتی ہے۔

لارڈ پامرسٹون کے آخر ایام

انگلینڈ میں لارڈ پامرسٹوں کو بہت زیادہ آدمی پسند کرتے تھے۔ وہ بڑے اولوالعزم و خوش مزاج عالی ہمت بلند فکر تھے اپنی قوم کی بہادری کو ایسا دکھایا کہ وہ کسی سے دبی نہیں اب ان کی عمر اسی برس کی تھی وہ قدیم نظام کو کافی جانتے تھے۔ مسٹر گلیڈسٹن نے اپنے جد و جہد و مالی کامیابی سے ایسے اختیارات حاصل کر لئے تھے کہ پامرسٹن کے بعد وہی صاحب اختیار سمجھے جاتے تھے انہوں نے کامنس ہوئس میں ریفورم بل پیش کیا سنہ ۱۸۶۵ء میں ایک نئی پارلیمنٹ منتخب ہوئی اس کے پہلے اجلاس سے پہلے ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ء کو لارڈ پامرسٹن نے انتقال کیا وہ اپنے آخر دم تک چستی چالاکی و مستعدی سے کام کرتے رہے مگر اب وقت ایسا آگیا تھا کہ اس میں کام ایسے پیش ہوتے تھے کہ اُن کے سرانجام کرنے کے لئے جوان ہاتھوں اور دماغوں کی ضرورت تھی۔

لارڈ رسل کی وزارت سنہ ۶۵ و ۶۶ء

لارڈ پامرسٹن کی جگہ لارڈ رسل وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اور مسٹر گلیڈسٹن کامنس ہوئس کے پیشوا و رہنما بنے جب سنہ ۱۸۶۶ء میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو ریفورم بل پیش ہوا۔ کامنس ہوئس میں اکثر ممبر ریفورم بل کی پروا نہیں کرتے تھے گو اُس نے اس بل کو پھینک نہیں دیا مگر لبرل فرقہ نے اس پر بہت اعتراض کئے اور اس پر مباحثے کرنے میں اپنا وقت بہت ضایع کیا اور آخر کو وزارت نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہوئس کامنس یہ نہیں چاہتا کہ اس بل کو پاس کرے اس پر وزارت نے استعفا دیدیا تاکہ معلوم ہو کہ وزارت کو اس بل کی ایسی پروا ہے کہ اس کے نامنظور ہونے پر اُس نے اپنے عہدہ سے دست برداری کی۔

لارڈ ڈربی کی تیسری دفعہ وزارت سنہ ۶۶ و ۱۸۶۸ء

تیسری دفعہ پھر لارڈ ڈربی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اور ڈزرئیلی وزیر مال۔ جس کو یہ یقین تھا کہ ریفورم بل آئندہ ضرور پاس ہوگا۔ وہ کامنس ہوئس کے پیشوا بنے جلد یہ امر ظاہر ہوگیا کہ اگرچہ

کامنس ہوئس ریفورم بل کی پروا نہیں کرتا مگر کاریگروں کو اس کی بڑی پروا ہے شمال میں شہروں
و قصبوں میں اس بل کے واسطے اُنکی میٹنگ کثیر الہجوم بڑی گرم جوشی کے ساتھ ہوتی تھیں۔
گورنمنٹ نے منع کیا کہ لنڈن میں ہائیڈ پارک میں کوئی میٹنگ نہ ہونے پائے۔ مگر جب بھیڑ نے
دیکھا کہ پارک کے دروازے بند ہیں تو وہ اُس کے جنگلے کو توڑ کر اندر گھس گیا۔ لارڈ ڈزریلی نے
اپنی تیز فہمی سے دریافت کر لیا کہ ملک بغیر ریفورم بل پاس کرائے نہیں رہے گا۔ تو وہ اُس کے
خود مہتمم بن گئے ۱۸۶۷ء کے اجلاس میں انہوں نے بہت سے ایسے رزولیوشنوں کا ایک تانتا باندھ
دیا کہ جس پر ریفورم بل کا پاس ہونا مبنی تھا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ کامنس ہوئس چاہتا ہے کہ
اصل مسودہ قانون پیش ہو تو اُنہوں نے قانون کا مسودہ تیار کیا جب کامنس ہوئس اس مسودہ
سے خوش نہ ہوئی تو اُس نے مسودہ کو واپس لے کر دوسرا مسودہ جو پہلے مسودہ سے جدا تھا تیار
کیا۔ تین وزیروں نے یہ سمجھ کر اس بل میں سلطنت جمہوری کا پرتو زیادہ تر نظر آتا ہے۔ استعفا
دیدیا جب وہ کامنس ہوئس میں گیا تو اور بھی وہ سلطنت جمہوری کا ہمرنگ ہو گیا تھا۔ بل
کی آخر صورت یہ تھی بورڈ (پرگنہ) میں جو شخص کوئی ریٹ (محصول) دیتا ہے وہ ووٹ دینے کا
مستحق ہے اور شہروں و قصبوں میں جو شخص دس پونڈ کرایہ دیتا ہے اور سال بھر تک اُسی
کرایہ کے مکان میں رہتا ہے وہ ووٹ دینے کا مستحق ہے اور دیہات میں جو شخص ۱۲ پونڈ لگان
دیتا ہے ووٹ دینے کا مستحق ہے اور پُرانے قاعدے کے موافق جو شخص چالیس شلنگ کی
معافی یا زمینداری رکھتا ہے وہ بھی ووٹ دینے کا مستحق ہے حاصل یہ ہے قصبات و شہروں
میں کاریگروں کو پارلیمنٹ کے لئے ممبروں کے انتخاب کرنے میں ووٹ دینے کا اختیار حاصل
ہوا جس کے سبب سے اُن کو انتظامات ملکی میں دخل ہو ۱۸۶۸ء میں اسی اصول کے موافق آئرلینڈ
و سکوٹ لینڈ میں ریفورم ہو گئی اور سٹیٹ دوبارہ تقسیم ہوئیں۔

کاغذ و اخباروں پر محصول کی موقوفی

اخباروں پر محصول بار بار کم و بیش ہوتا رہتا تھا۔ ابتداء صدی میں ہر اخبار پر چار پنس
محصول تھا ۱۸۳۶ء میں وہ گھٹ کر ایک پنس رہ گیا۔ سرخ ٹکٹ ایک پنس کا ہر اخبار پر لگتا

تھا۔ سوا اس کے ہر اشتہار پر جو اخبار میں مشتہر ہوتا تھا۔ چھ پنس یا اس کے قریب محصول لیا جاتا تھا۔ پھر آخر کو کاغذ پر بھاری محصول لگ گیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اخبار ایسے گراں قیمت ہو گئے کہ اُن کو دولت مند ہی خرید کر پڑھ سکتے تھے یا کلب میں بہت سے آدمی شریک ہو کر اُن کو خریدتے اور باری باری سے اُن کو پڑھتے تھے۔ اور جس کے پاس سب سے پیچھے اخبار جاتا تھا وہ اخبار کا مالک ہو جاتا تھا۔ یہ معاوضہ اس کو اس بات کا ملتا کہ اس کو سب سے پیچھے خبریں ملتیں۔ آخر کو اُن محصولوں میں تخفیف ہوئی اور اشتہاروں پر محصول بالکل موقوف ہوا مسٹر گلیڈسٹن کی حُسن سعی سے کاغذ پر محصول معاف ہو گیا جس کے سبب سے اخبار ارزاں بکنے لگے۔ پہلے گراں محصول اس لئے لگائے جاتے تھے کہ بدخواہ اخبار زیادہ نہ جاری ہونے پائیں

نیوزی لینڈ و شانٹی و جاپان وغیرہ میں لڑائی جھگڑے

لارڈ پامرسٹن کی رائے یہ تھی کہ انسان لڑنے والا اور جھگڑنے والا حیوان ہے اسی رائے پر انہوں نے عمل کیا کہ اُن کے نزدیک کوئی تدبیر ملکی اس سے بہتر نہ تھی کہ ملک کو ایسی حالت میں رکھا جائے کہ جب کوئی اُس پر حملہ کرے تو وہ اُس کے مقابلہ کے لئے تیار رہے انگلستان کو نیوزیلینڈ سے اپنے ہی معاملات میں تکلیف اُٹھانی پڑی۔ نیوزیلینڈ میں ایک فساد برپا ہوا شمالی جزیرہ میں آک لینڈ کے قریب ایک قوم ویکاٹوس رہتی تھی اُس نے ان لوگوں کی مزاحمت کی جو نقل مکان کر کے یہاں آنکر آباد ہوئے تھے۔ یہی بات بہت جلد ماوری کے باشندوں کی سرکشی ہو گئی۔ ماوری ایک عجیب عاقل قوم تھی۔ وہ دونوں صلح و جنگ کے فنون سے ماہر تھی۔ اِن میں علم کا ایک فن ایسا تھا کہ جس کے سبب سے ہر متنفس ان کا لکھ پڑھ سکتا تھا بہت سے اِن میں فصیح بیان تھے۔ اور بہت ساڈپلومیٹک ہنر اپنا ظاہر کرتے تھے۔ وہ انگریزوں سے اچھی طرح لڑے۔ کہ انگریزوں کو اُن کے دہات کے قبضہ کرنے میں الٹا ہٹنا اور نقصان اُٹھانا پڑا۔ مگر آخر کار ماوروں کو شکست ہوئی زمین کی بابت اصل باشندوں اور انگریزوں میں جو اپنا وطن چھوڑ کر آباد ہوئے تھے۔ پرانا جھگڑا چلا آتا تھا۔ اب وہ از سر نو تازہ ہوا۔ یہ ایک پرانی کہانی تھی کہ انگریز اپنی زمین کے بڑھانے کے شوقین تھے اور اصلی باشندوں

کو اس پر حسد تھی کہ زمین اُن کے قبضہ سے نکلی جاتی تھی پارلیمنٹ میں اس باب میں مباحثہ پیش ہوا۔ نیوزیلینڈ کی جماعت مقننہ نے ایکٹ پاس کیا جس کے موافق اصلی باشندوں کی نوے لاکھ ایکڑ زمین پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا اور کولونی کی گورنمنٹ کو گرفتار کر کے اور قید کر کے انگریزوں کو بالکل خود مختار کیا۔ اور گورنمنٹ نے اپنی ضمانت پر ایک کروڑ روپیہ انگریزوں کی مدد کے لئے جو وہاں تارک الوطن ہو کر آباد ہوئے تھے قرض لیا کہ وہ اچھی طرح سے اصلی باشندوں سے لڑیں مگر جو اس لڑائی میں خرچ ہوا اس کو اپنے پاس سے ادا کریں۔
افریقہ کے گولڈ کوسٹ میں بھی گورنمنٹ کو تکلیف اوٹھانی پڑی۔ شاہ اشانٹی کے کچھ غلاموں نے انگریزی قلمرو میں پناہ لی تھی۔ کیپ کوسٹ کولونی کا گورنر غلاموں کو شاہ کے حوالہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سنہ ۱۸۶۳ء کے موسم بہار میں شاہ نے انگریزوں کو دھمکیاں دیں اور اُن کی سرحد پر چالیس میل کے فاصلہ پر چڑھ کر آیا۔ گورنر انگریزی نے یہ سمجھ کر کہ وہ لڑنے کے لئے سر پر چڑھا آتا ہے اس کے مُلک میں اپنی سپاہ کو چڑھایا۔ موسم نہایت برا تھا۔ آب و ہوا ایسی خراب تھی کہ وبا پھیل رہی تھی جو سپاہ کہ ویسٹ انڈیاس سے وہاں بھیجی گئی تھی وہ اُس کی متحمل نہیں ہوئی اور وہاں مکھیوں کی طرح مرنے لگی اس لئے اِس بُری تدبیر کو چھوڑ دیا
جاپان میں ایک فساد پیدا ہوا کہ برٹش رعایا میں سے مسٹر رچرڈسن جاپان میں انگریزوں کی بستی میں ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء میں اُس سڑک پر مارا گیا تھا جو بموجب عہد نامہ کے انگریزوں کی آمد و رفت کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ اس شہزادہ کو ست سوما کے آدمیوں نے مارا تھا۔ یہ شاہزادہ جاپان کی گورنمنٹ میں اپنا حصہ رکھتا تھا جاپان کے شہزادوں میں جلیل القدر تھا۔ جاپان کی گورنمنٹ سے اور اس شاہزادہ سے انگریزوں نے کہا کہ ایک کروڑ روپیہ تاوان کا دے۔ اور معافی مانگے شاہزادہ ست سوما سے دو لاکھ پچیس ہزار روپے طلب کئے تھے اور قاتلوں کے لئے سزا دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ جب ست سوما نے نہ روپیہ دیا نہ قاتلوں کو سزا دی تو سنہ ۱۸۶۳ء میں کرنیل نیل نے جو جاپان میں انگریزوں کے معاملات کا مختار تھا میر بحر کوپر کو لکھا کہ وہ انگریزی بیڑے کو ست سوما کی دار السلطنت کاگوسیما پر لے جائے تاکہ شہزادہ انگریزوں کے کہنے کے موافق عمل کرے جب بیڑا آیا تو کاگوسیما

کے قلعوں نے اس پر گولہ باری کی۔ انگریزوں نے شہر پر گولوں کا مینہ برساکر اس کو بھسم کردیا۔ عورتیں بچے شہر میں سے باہر چلے گئے تھے اس لئے اس میں جانیں کم تلف ہوئیں آخر کاسٹ سو یا نے اطاعت اختیار کی اور انگریزوں کے حکم کی تعمیل کی۔

پولینڈ کے معاملات

مشرقی و مغربی جزائر نے معاملات میں انگلینڈ کو ایسی جوابدہی نہیں کرنی پڑیں جیسی کہ پولینڈ کے فسادات میں۔ روس کے سبب سے پولینڈ میں ایک فساد عظیم برپا ہوا انگلستان میں لوگ پولینڈ کو حق پر جانتے تھے اور روس کو اس کے برخلاف سمجھتے تھے۔ عہدنامہ وائنا کے موافق ساری سلطنتوں کو پولینڈ کے حقوق پر خیال کرنا پڑا۔ نپولین شہنشاہ فرانس اس شرط پر روسیوں اور پولینڈ کے باشندوں کے درمیان مصالحت کرانے پر آمادہ تھا۔ کہ انگلینڈ اس کے ساتھ ہو۔ لارڈ رسل نے پولینڈ کے باب میں ایک مراسلہ روس کو لکھا۔ روس نے چھ باتیں پولینڈ کے مصالحت کے لئے پیش کیں۔ لارڈ پامرسٹون نے انگلینڈ کے خیال کو پولینڈ کی طرف سے اُٹھادیا۔ پھر کچھ فرانس اور انگلینڈ میں رنجش ہوگئی آخر سب کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ انگلینڈ نے پولینڈ کے معاملات میں مداخلت سے بالکل پہلو تہی کی اور ایسے ہی وہ ڈنمارک۔ اور اہل جرمن کے باہمی فسادات میں خاموش رہا۔

جزیرہ جمیکا

لارڈ رسل کی وزارت میں اس جزیرہ کے فسادات سے انگلینڈ کو تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اس جزیرہ میں حبشیوں نے سرکشی کی جس کے رفع کرنے میں انگریزی سپاہ کو خونریزی کرنی پڑی۔ اس بغاوت کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر ہوا۔ اس کے کمشنروں نے اپریل ۱۸۶۶ء میں یہ رپورٹ بھیجی کہ حقیقت میں گورنمنٹ سے مقابلہ اس منصوبے کے لئے کیا گیا کہ زمین بغیر محصول ادا کرنے کے حاصل کی جائے اور ان کچہریوں سے نجات ملے جن میں باغیوں کی مرضی کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں۔ بغاوت بہت جلد پھیل گئی مسٹر آئر نے

جس دانائی سے اس فساد کو رفع کیا قابل تعریف ہے مگر مارشل لا مدت دراز تک جاری رہا جس کے سبب سے سزائیں زیادہ تر ملیں پھانسیاں ناحق بہت آدمیوں کو ہوئیں تازیانہ زنی وحشیانہ کی گئی۔ اس فساد کا سرغنہ گورڈون تھا۔ اُس نے اپنی تحریر و تقریر سے اس آتش فساد کو بھڑکایا تھا

کنیڈا کے معاملات

سنہ ۱۸۶۹ کنیڈا کی قلمرو کی وسعت خلیج ہڈسن کی مُلک کے الحاق سے ہوئی۔ خلیج ہڈسن کی کمپنی کی چارٹر کی مدت سنہ ۱۸۶۹ میں ختم ہوئی کولونیوں کے سکرٹری لارڈ گرین ویل تھے انہوں نے یہ تجویز پیش کی جو دونوں ہوس میں منظور ہوئی کہ کمپنی کو تین لاکھ پونڈ دیدئے جائیں اور اُس سے مُلک لے لیا جائے اس پر کچھ لوگوں نے سرکشی کی۔ سرغنہ بغاوت لوس ریل تھا اس نے قلعہ گیری پر اور کمپنی کے خزانہ پر قبضہ کر لیا اور آبادی کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ کرنیل ولزلی نے جاکر بغیر اس کے کہ کسی کی نکسیر بھی پھوٹے ۲۴ر اگست کو قلعہ گیری پر قبضہ کر لیا۔ اور زمین پر قبضہ ہو گیا۔ جس کا نام ضلع منٹی ٹوما رکھا گیا۔ اس طرح شمالی کنیڈا میں انگریزی عملداری سمندر سے سمندر تک ہو گئی۔ شمالی امریکہ میں سنہ ۱۸۴۱ میں برٹش آبادی ۱۵ لاکھ آدمیوں کی تھی اور اب پینتالیس ۴۵ لاکھ ہو گئی۔

جزائر آسٹریلیشیا

جزائر آسٹریلیشیا بھی کنیڈا کی سی عظمت رکھتے ہیں۔ آسٹریلیشیا میں پانچ کولونی الگ الگ ہیں۔ نیوسوتھ ویلز۔ وکٹوریہ۔ مغربی آسٹریلیا۔ جنوبی آسٹریلیا۔ اور ٹیونس لینڈ اور یہ سب اس ایک جزیرہ کے اضلاع ہیں جس کے برابر وسعت میں دُنیا میں کوئی جزیرہ نہیں۔ مجمع الجزائر آسٹریلیشیا میں نیوزیلینڈ اور طسمانیہ جدا جزائر ہیں۔ ان تمام جزیروں میں ربی پریزنٹے ٹو گورنمنٹ ہے اور اُس کے ساتھ جوابدہ منسٹری یا پارلیمنٹری چیمبر ہے۔

اندرونی اور بیرونی فسادات و تکالیف

۱۶ر فروری سنہ ۱۸۶۶ کو لارڈ رسل نے ہوس آف لارڈس میں بل پیش کیا کہ گورنمنٹ کا ارادہ

ہے کہ آئرلینڈ میں قیدی کی طلبی کے پروانے یا کسی شخص کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا ایکٹ منسوخ کیا جائے یہ بل ملکۂ معظمہ کی منظوری سے پاس ہو گیا۔ آئرلینڈ کے سبب سے بہت سی تکلیفات پیش آئیں۔ اس کے باشندے جو گورنمنٹ سے ناراض رہتے تھے اون کے حامی وہ اہل آئرلینڈ ہوئے جو امریکہ میں جا بسے تھے۔ یہ سب کے سب انگلستان کے دشمن جان تھے۔ اہل آئرلینڈ جب امریکہ میں جا کر بسے ہیں تو اُس وقت وہ لائق سپاہی و مدبر نہ تھے مگر امریکہ کی آپس کی لڑائیوں میں سپاہ میں بھرتی ہو کر بڑے سپاہی اور دانشمند ہو گئے تھے انہوں نے ایک مخفی اپنی سوسائٹی بنائی جس کے ہر ممبر کو فین این کہتے تھے۔ بحر اطلانطک کے دونوں طرف اس مخفی سوسائٹی کا زور ہوا اور امریکہ سے آئرلینڈ میں بہت سے سپاہی فنش آئرلش (اہل آئرلینڈ) آئے اور مارچ ۱۸٦۷ء میں آئرلینڈ میں ایک عام فساد برپا کرنے کی کوشش کی۔ مگر کئی روز تک رات دن برف کے طوفان ایسے آئے کہ باغیوں کو حرکت کی مجال نہ تھی۔ وہ برف میں دفن ہو گئے۔ وہ جا بجا پولس سے لڑے۔ کچھ گولیاں چھٹیں بہت سے آدمی گرفتار ہوئے۔ چند جانیں تلف ہوئیں۔ کچھ دنوں کے لئے یہ ہنگامہ فرو ہوا۔ بعض فین این کے سرغنہ گرفتار ہوئے انہوں نے جوابدہی بڑی بہادرانہ کی۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنے مقدس مقصد پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں۔ اُن میں سے کرنیل برک پر مئی ۱۸٦۷ء میں پھانسی کا فتوے دیا گیا۔ مگر بڑے بڑے معزز آدمیوں نے اس کی حمایت کر کے ملتوی کرا دیا۔ پھر لوگوں کو اس پر جرأت ہوئی کہ مین چسٹر میں حوالات کی رواں گاڑی میں سے دو فین این کو لوگ چھٹا کرے گئے۔ اور ایک پولس کے آدمی کو مار گئے پانچ چھٹانے والے پکڑے گئے۔ تین کو پھانسی دی گئی دو رہا ہوئے۔ ۱۳ دسمبر کو جیلخانہ کلرکین ویل کے اڑانے کا ارادہ فین این نے کیا۔ جس میں اُن کے دو قیدی تھے یہ قیدی تو رہا نہ ہوئے مگر جیلخانہ کی دیوار جو بارود سے اڑائی تو اُس کے صدمہ سے چھ آدمی اُسی وقت مر گئے۔ اور چھ پیچھے مرے۔ اور ایک سو بیس آدمی زخمی ہوئے۔ اور جدا جدا فین این نے سازشیں کیں۔ سازش کرنے والوں کو قیدیں ہوئیں۔ اور پھانسیاں ملیں انگلستان کو یونین ٹریڈس کی سوسائٹیوں کی سازشوں نے ان فین این کی سازشوں سے زیادہ تکالیف پہنچائیں۔ یہ سوسائٹی جو کوئی کاریگر اُن کی مخالفت میں سر اُٹھاتا۔ تو اس کے گھر میں آگ

لگا دیتے یا اُس کے دروازوں میں ایک کین سٹر باروت سے بھرا ہوا رکھ دیتے اور اس کو اُڑاتے یا اس کے بچھونے میں بعض مہلک کلیں رکھ دیتے۔ مجرموں پر ایسے مقدمات میں مشکل سے جرم ثابت ہوتا۔ اس لئے اکثر وہ سزا سے بچ جاتے۔ گورنمنٹ نے ایک کمیشن مقرر کرکے ٹریڈس یونین کی سازشوں کی تحقیقات کی۔ بعد تحقیقات و مباحثات کے اِس فساد کا انسداد ہوگیا۔ لارڈ ڈربی نے علالت طبیعت کے سبب سے استعفا دیدیا۔ لارڈ ڈزرئیلی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

بالٹ لا یعنی ووٹ کاغذ پر لکھکر صندوق میں ڈالنے کا قانون

اس نئی پارلیمنٹ نے کے بنٹ میں زیادہ تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ممبرآن پارلیمنٹ پہلے ووٹوں کی کثرت سے مقرر ہوتے تھے۔ اِس پر یہ اعتراض ہوا کہ لوگ ووٹ دینے والوں کو رشوت دیکر یا اپنا کسی طرح کا دباؤ کام میں لاکر اپنے حق میں ووٹ بڑھا لیتے ہیں اس لئے یہ قانون جاری ہوا کہ لوگ اپنا ووٹ کاغذ پر لکھ کر ایک صندوق میں ڈال دیا کریں جس سے معلوم ہی نہ ہو کہ کس نے کس کے حق میں ووٹ دیا۔ اس طرح سے اِن کاریگروں کو ووٹ دینے میں آزادی ہوگئی۔ کہ وہ اپنے کارفرمائوں کے لحاظ و آدب و خوف سے ووٹ نہ دیں۔ گورنمنٹ نے اپنا پرانا قاعدہ پروگزی سے بھی ووٹ دینے کا موقوف کیا۔

ٹیلیگراف

گورنمنٹ نے دلیری کرکے تمام ٹیلیگرافوں کو اپنے قبضے میں کرکے پوسٹ اوفس کے سپرد کردیا اگرچہ تھوڑے دنوں اس طرح کام کرنے سے نقصان ہوا مگر پبلک کو یہ قاعدہ بہت پسند آیا وہ جاری رہا

جنگ ابی سینیا

مہم ابی سینیا کی کامیابی بھی ایک عجیب تاریخی واقعہ ہے۔ اس سرزمین میں ابتدائی عیسائی رہتے تھے۔ اور سینٹ مارق کی استخواں یہاں کے تبرکات میں موجود تھیں۔ اہل ابی سینیا نے

سلطنت کی اصل حضرت سلیمان کے عہد سے بتاتے ہیں کہ ملکہ شیبا اُن کے ملک میں سیر کو آئی تھیں ۱۸۶۵ء میں تھیوڈور شاہ ابی سینیا نے برٹش رعایا کے آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ جن میں کپتان کیمرون ملکہ معظمہ کے کونسل مسوواہ کے تھے۔ اور اور افسر بھی تھے یہ سب اُس وقت مقید ہوئے کہ وہ انگلش گورنمنٹ کا کام کرتے تھے۔ اس لئے اون کے چھڑانے کے واسطے مہم کرنی پڑی۔ ان انگریزوں کے ساتھ جرمن کے مشنری مع بیوی بچوں کے بھی گرفتار ہوئے تھے۔ چار برس سے یہ لوگ قید تھے۔ ۱۸۶۵ء میں لارڈ جیمس فورڈ نے ہوس اوف لارڈ کی توجہ اس طرف دلائی کہ بعض برٹش رعایا کی تھیوڈور بادشاہ والی ابی سینیا کے ہاتھ سے کیا دُردشا ہو رہی ہے۔ تھیوڈور غاصب سلطنت تھا۔ اس کے خصایل میں وحشیانہ نیکیاں اور بدیاں موجود تھیں۔ وہ مغلوب الغضب بھی تھا۔ اور دوست بھی پکا و مستقل تھا۔ جیسے منطقہ حارہ میں گرج کی کیفیت ہوتی ہے۔ ویسی اُس کے مزاج کی تھی۔ کہ ابھی کڑک رہا ہے پھر خاموش ہے۔ گھڑی میں بھوت گھڑی میں ولی۔ مسووہ میں مسٹر پلوڈن کا جو پہلے کونسل تھے بڑا دوست تھا۔ مسٹر پلوڈن اس طرح مارے گئے تھے کہ وہ تھیوڈور کی اعانت ایک بغاوت کے فرو کرنے میں کرتے تھے۔ تھیوڈور نے اُن کے قتل ہونے کی عوض میں سنو سے زیادہ باغیوں کو قتل کیا۔ مسٹر پلوڈن کی جگہ کپتان کیمرون کونسل ابی سینیا کے ہر حصہ کے لئے مقرر ہوئے۔ مسووہ ایک جزیرہ بحر احمر میں افریقہ کے کنارہ پر ہے۔ وہ ترکوں کی عملداری میں ہے وہ ابی سینیا کا کوئی حصہ نہیں۔ مصر سے جو لوگ ابی سینیا جاتے ہیں اُن کے جانے کا یہی دروازہ ہے۔ ۱۸۴۸ء میں مسٹر پلوڈن نے یہ عہد نامہ حاصل کر لیا تھا۔ کہ مسووہ میں ایک برٹش کونسل رہا کرے کہ وہ ابی سینیا میں انگریزی تجارت کی محافظت کیا کرے۔ مسٹر پلوڈن نے تھیوڈور کے ساتھ بڑی دوستی پیدا کر لی تھی۔ جس کے سبب سے انگلش کو ایک طرح کی تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے کپتان کیمرون کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ وہ تھیوڈور کے جھگڑوں میں جو اُس کی رعایا کے ساتھ ہوں کسی طرح شریک نہ ہو۔ اور لارڈ جان رسل نے اس کو سمجھا دیا تھا۔ کہ ابی سینیا میں انگلش کا قایم مقام نہیں ہے۔ جس سے تھیوڈور کو یہ معلوم ہوا کہ انگلینڈ نے اپنی دوستی کو بدل ڈالا۔

جس کے سبب سے اُس نے یہ فساد برپا کیا کہ مشنریوں کو پکڑ لیا۔ کپتان کیرون بہت ہوشیار نہ تھے۔ تھیوڈور کو اُن پر شبہ ہوا کہ وہ مصر سے سازش رکھتا ہے۔ تھیوڈور نے ملکہ معظمہ کو ایک خط لکھا کہ ترکوں کے برخلاف میری کمک کریں۔ بعض سببوں سے اس خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ ایک کہانی گھڑی گئی کہ تھیوڈور نے اپنی عالی ہمتی یہ دکھائی ہے کہ میں ملکہ انگلینڈ کا شوہر بنوں میں ملکہ شیبا کی اولاد میں سے ہوں اس لئے میں ملکہ کے شوہر ہونے کے لئے لیاقت رکھتا ہوں۔ غرض یہ تو تحقیق نہیں کہ یہ درخواست اس نے کی یا نہیں مگر انگلینڈ سے وہ ناراض ہوگیا اور سمجھا کہ میری تحقیر کی گئی۔ کہ میرے خط کا جواب نہ دیا۔ اس لئے برٹش رعایا جو اس کے ہاتھ لگی اُس کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ اُن کے پانوں میں بیڑیاں ڈال دیں اور مگدلا میں جو پہاڑ پر اسکی دار السلطنت تھی مقید کر دیا۔ کرنیل کیرون بھی ان قیدیوں میں تھے یہ اُس کی غلطی تھی کہ وہ مسودہ سے ابی سینیا میں چلا گیا تھا۔

اب برٹش گورنمنٹ کو یہ دشواری پیش آئی کہ اگر وہ ابی سینیا پر مہم کرتی ہے تو اول اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تھیوڈور قیدیوں کو مار ڈالے گا۔ اس لئے اول مصالحت کی تدابیر کی گئیں مسٹر سٹم اور دو انگریز ملکہ معظمہ کی طرف سے تھیوڈور پاس بھیجے گئے کچھ دنوں تک تو وہ اُن سے حیلہ بازی کرتا رہا پھر اُن کو بھی قیدیوں میں داخل کیا۔ آخر لارڈ سٹینلی نے تھیوڈور کو لکھا کہ تین مہینے کے اندر قیدیوں کو چھوڑ دے نہیں لڑائی شروع ہوگی۔ مگر یہ خط تھیوڈور کے ہاتھ میں کبھی نہیں آیا۔ گورنمنٹ نے بمبئی گورنر سر رو برٹ نے پیر کو جو پیچھے لارڈ نیپیر مگدلا ہوئے اس مہم پر متعین کیا ۱۸۶۷ء میں جو پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اس میں رسد رسانی کے لئے ووٹ دئے گئے اور بمبئی سے سپاہ روانہ ہوئی۔ اس مہم کا اہتمام بڑی اچھی طرح عین وقت پر کیا گیا اس جنگ آرائی میں تو ذرا سی بھی دشواری نہیں پیش آئی مگر منزل پیمائی میں بڑی مشکلات پیش آئیں دھوپ سے جلنا پڑتا تھا پاؤں کو دس ہزار فیٹ بلند پہاڑوں پر چڑھنا ہوتا تھا اور بڑے بارش ہوتی تھی۔ ایسی حالتوں میں سامان رسد و سفر ساتھ لے کر چلنا بڑا صعب گذار تھا پھر وحشیوں کا مقابلہ اور ستاتا تھا۔ غرض یہ سفر سفر آخرت کی صورت رکھتا۔ بادشاہ تھیوڈور عداوت اور محبت کے درمیان لٹکتا تھا۔ کبھی قیدیوں پر ایسا مہربان ہوتا تھا کہ شراب کی بوتل

لاکر اُن کو پلاتا اور آپ پیتا۔ کبھی قیدیوں کو اپنی قہر کی آنکھیں ایسی دکھاتا کہ ابھی مار ڈالے گا اس کو اہل ابی سینیائی لڑنے کی طاقت پر بڑا بھروسا تھا۔ کبھی وہ اپنی اولوالعزمی کو ظاہر کرتا تھا کہ حملہ آوروں سے لڑونگا کبھی اُس کا دل اس سے دھلا جاتا تھا کہ انگریزی لشکر اس کے قریب چھاتی پر چڑھا آتا ہے۔ اپریل ۱۸۶۸ء میں میڈلا کے سامنے مسٹر روبرٹ نے پیر آیا اور ۱۰ اپریل کو وہ ایک لڑائی ایسی لڑا جیسی کہ بعض اوقات ریل وے ٹرین پر جب وہ اپنی پوری حرکت کر رہی ہو کوئی سانڈ حملہ کرے اہل ابی سینیا نے بہادری اور جوش سے حملہ کیا مگر انگریزی ہتیاروں نے سب کو ہلاک کیا پانچسو اہل ابی سینیا کو مار ڈالا۔ اور پندرہ سو کو زخمی کیا انگریزی میں ایک سپاہی بھی نہیں مارا گیا۔ اونیس سپاہی زخمی ہوے تھیوڈور نے صلح کرنی چاہی اور کل قیدیوں کو انگریزی لشکر میں بھیجدیا مگر خود اُس نے اپنے تئیں نہیں حوالہ کیا اس لئے سر روبرٹ نیپیر نے اُس کے قلعہ میگڈلا پر حملہ کیا وہ ایسا ڈھلان پہ پہاڑوں کے اندر تھا کہ لوگ کہتے تھے کہ اس کے اوپر بلی بھی سوائے دو مقاموں کے نہیں چڑھ سکتی تھی۔ جن میں سے ایک مقام شمال میں تھا دوسرا جنوب میں ان مقامات پر تنگ راہیں قلعہ تک جاتی تھیں۔ شمالی جانب سے حملہ ہوا سپاہ بہت دقتیں اور دشواریاں اٹھاتی ہوئی دروازہ تک چڑھی۔ اور میگڈلا کو لے لیا۔ دروازہ کے اندر تھیوڈور کا جسم مُردہ پڑا تھا اُس نے خودکشی کی تھی۔ پھر قلعہ شاہی اس نظر سے مسمار کیا گیا کہ اگر وہ سلامت رکھا جائیگا تو کوئی زبردست گروہ مسلمانوں کا اس پر قبضہ کر لیگا اور ابی سینیا کے عیسائیوں سے انتقام لے گا۔ ۱۲ جون کو پہلا دستہ سپاہ کا ابی سینیا کی مہم سے واپس آگیا اس سے زیادہ کوئی مہم سب طرح سے بخوبی انجام نہیں پاسکتی۔ وہاں دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں کوئی بڑی دشواری نہیں تھی وہاں بڑے دشمن تو دو تھے ایک کوہستان دوسری آب وہوا اس حسن خدمات کے صلہ میں سر روبرٹ کو برن کا خطاب ملا اور اُنکی پنشن ہوئی۔ تھیوڈور کی بیوہ انگلش کیمپ میں مرگئی اُس کے بیٹے نے کچھ دنوں بمبئی میں تعلیم پائی پھر وہ انگلینڈ میں آیا اُس کی تعلیم کا اہتمام ملکۂ معظمہ نے خود اپنے ذمے لے لیا یہاں کی آب وہوا نے اُس کو زندہ نہیں رہنے دیا۔ ابی سینیا کے اندرونی معاملات میں کچھ دخل نہیں دیا گیا۔ وہاں کا ایک سردار انگریزوں کا دوست تھا۔ اُس کے سر پر سر روبرٹ نے تاج رکھا اور اُس کو خطاب جان دوم کا دیا۔

مسٹر گلیڈسٹن کی وزارت اور آئرلینڈ سے سینٹ چرچ کا موقوف ہونا ۶۹-۱۸۶۸

ائرش کسانوں کا مالک صاحب بادشاہ کیتھولک چرچ ہے اس کے رقیب حریف سینٹ چرچ تھے جو انگلش حکومت نے قایم کئے تھے۔ ان کسانوں نے اپنے کیتھولک مذہب کے سبب سے بہت سے مصائب اُٹھائے تھے۔ مگر کوئی چیز اُن کو اپنے مذہب کی پیروی سے باز نہیں رکھ سکتی تھی پر آبادی کا موضوع کیتھولک مذہب کی قدرت تھی۔ اہل آئرلینڈ کے نصف خیالات اور اُن کی نصف زندگانی عقبیٰ سے متعلق تھی۔ اِس دُنیا سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے تھے ان کے نزدیک فوق العادت ہی عادت تھی۔ ندیاں۔ وادیاں۔ پہاڑ جو اُن کے ملک میں تھے وہ پُر اسرار صورتوں اور دیوانگی آمیز افسانوں سے بھرے ہوے تھے۔ یہ سب باتیں اُن کے لئے زندہ چیزیں تھیں۔ غرض کسان سب طرح کے توہمات باطلہ میں گرفتار تھے اور توہمات پرستی کرنی ہی کو وہ سچے دل سے اپنی بڑی خدا پرستی جانتے تھے۔ وہ بُرے حال میں بھی خوش رہتے تھے اور اُس کو خدا کی مہربانی سمجھتے تھے۔ ان کا مذہب عقل پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ اُن کے ایمان پر وہ اپنے چرچ پر دل وجان سے فدا تھے۔ سینٹ چرچ جو آئرلینڈ میں قایم ہوے اُن کو وہ ایک ظلم کی نشانی جانتے تھے۔ جب فروری ۱۸۶۸ء میں لارڈ ڈربی نے اپنی علالت طبیعت کی وجہ سے استعفا دیا اور اُن کی جگہ لارڈ ڈزریلی وزیر اعظم مقرر ہوا تو اُس وقت میں اہل آئرلینڈ کو جو انگلینڈ کی طرف سے تکالیف پہنچ رہی تھیں اون کے رفع کرنے پر پارلیمنٹ کو توجہ ہوئی گلیڈسٹن نے یہ رزولیوشن پیش کیا کہ آئرلینڈ میں سے سینٹ چرچ موقوف کیے جائیں جب لارڈ ڈزریلی کی بھی وزارت موقوف ہوئی تو مسٹر گلیڈسٹن وزیر اعظم مقرر ہوے جس میں سینٹ چرچ کے موقوف ہونے کا مسودہ پیش ہو کر پاس ہو گیا اور سینٹ چرچ آئرلینڈ سے برخاست ہو گئے

آئرلینڈ کا قانون آراضی ۱۸۷۰ء

جب مسٹر گلیڈسٹن کو وزارت ملی تو اُنھوں نے اپنی ایک سپیچ میں کہا تھا کہ آئرلینڈ کا زہریلا درخت تین بڑی شاخیں سینٹ چرچ و بندوبست اراضی و نظام تعلیم رکھتا ہے۔ ان سب کی

جڑ پیڑ کاٹنی چاہیئے۔ سینٹ چرچ موقوف ہوا جس سے ایک شاخ کٹ گئی دوسری بھی کاٹنے کی نوبت آئی۔ کہ ۱۵ فروری ۱۸۷۰ء کو مسٹر گلیڈسٹن نے آئرلینڈ کی بندوبست اراضی کا بل کامنس ہوئس میں پیش کیا۔ ائرلینڈ ایک زراعتی ملک تھا اس میں صنعت کے کارخانے تھوڑے اور بڑے بڑے شہر بہت کم تھے۔ آئرلینڈ کی آبادی کا گذارہ صرف زمین کی پیداوار سے ہوتا تھا۔ وہ نہایت مفلس تھے اور اس افلاس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آئرلینڈ کی اراضی چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم تھی اور اون کے مالک بھی چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے۔ جو اجنبی تھے۔ اُن کو یہ زمینیں لڑائیوں کی حسن خدمات کے صلہ میں ملی تھیں ان میں سے بعض اپنی زمینداری میں نہیں رہتے تھے۔ اپنے ایجنٹ (گماشتے) مقرر کرتے تھے۔ پس اہل آئرلینڈ کو اراضی کا ملنا جس سے اُن کا گذارہ ہوتا ان زمینداروں یا ایجنٹوں کی عنائتوں پر موقوف تھا۔ کاشتکار حیثیت اراضی کے بڑھانے میں مطلق محنت و توجہ اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ اس سے کچھ اُن کو مفاد نہیں تھا اگر وہ اپنے قطعہ اراضی کی حیثیت کو بڑھاتے تو اُن کو یقین تھا کہ اُس پر لگان بڑھایا جائیگا۔ اور اس حیثیت کے بڑھانے کی محنت کا معاوضہ ایک حبہ بھی نہیں ملے گا۔ اگرچہ زمیندار اشراف رحم دل انسانیت رکھنے والے اِن کاشتکاروں کے ساتھ مروت کرتے تھے مگر کثرت سے ایسے ہی زمیندار یا ایجنٹ تھے کہ وہ ان کسانوں کو خوب نچوڑتے تھے اور ایک ایک کوڑی وصول کرتے تھے اور جو شخص اُنکی اراضی کا لگان زیادہ سے زیادہ دیتا اُسکو اپنی اراضی دیتے تھے جب کاشتکار کو اراضی ملجاتی تھی تو وہ اپنی طاقت کو اسکی ترقی میں کام میں نہیں لاتا تھا جانتا تھا کہ جب میں اپنی اراضی کی حیثیت بڑھاؤنگا اُس پر لگان بڑھ جائیگا۔ پس وہ زمیندار کے لئے یا نئے کاشتکار کے واسطے کیوں اراضی کی حیثیت بڑھاتا۔ وہ زمین میں ہل اچھی طرح نہیں چلاتا اوپر سے زمین کو بوباکر کے بیج ڈال دیتا اور تھوڑے وقت میں جتنا اس سے حاصل کرسکتا تھا وہ حاصل کرتا تھا۔

ائرلینڈ میں ایک ضلع السٹر تھا وہاں کاشتکاروں کے حقوق پر خیال کیا جاتا تھا وہاں رسم و رواج ہوگیا تھا کہ جب کاشتکار حیثیت اراضی کی ترقی کرے تو بیدخل ہونے کی صورت میں زمیندار یا نیا کاشتکار جو اس کے سارے حقوق لے اس حیثیت اراضی کی ترقی کا معاوضہ بھی دے۔ اور اس کو یہ آزادی بھی تھی کہ وہ ان اپنے حقوق کو فروخت کرڈالے اہل آئرلینڈ

کی یہ درخواست تھی کہ ہر جگہ رعایا کے لئے لگان کا ایک قاعدہ مقرر ہو جائے۔ مگر انگریزی مدبر نسلاً بعد نسلٍ اس درخواست پر عدم توجہ کرتے چلے آئے انھوں نے الفاظ اور اشیائے مغز معنی میں اور اصلی واقعات اور غیر اصلی باتوں میں تمیز نہیں کی۔ لارڈ پامرسٹن نے زمینداروں کے ایک مجمع میں کہا کہ کاشتکار کا حق سمجھنا زمیندار کا غلطی کرنا ہے۔ جب پر اُن کو بہت سی چیرز دئے گئے لارڈ پامرسٹن اس بات کو بھول گئے کہ زمیندار بھی مثل اور شخصوں کی رعایا میں اپنی حقیت ان شرائط کے ساتھ رکھتا ہے جو بہبودی و خوشحالی رعایا کے تابع ہوں زمیندار اپنی زمین پر حق ملکیت اُسی طرح کی رکھتا ہے جیسے جہاز کا مالک اپنے جہاز پر یا ریل وے کا اپنی ریل کی لاین پر جس میں گورنمنٹ کو یہ حق حاصل ہی کہ فرائض ملکیت کی ہونے کی اچھی طرح نگرانی کرے۔ اراضی جتنی جس کے پاس ہے وہ بالطبع وسعت میں نہیں بڑھ سکتی اور اس پر ایک آدمی کا قبضہ دوسرے آدمی کو اس پر قبضہ کرنے سے خارج کرتا ہے۔ بس یہ ملکیت کی صورت ایسی ہے کہ اس میں گورنمنٹ کی حکومت کو غلبہ ہونا چاہئے۔ انگریزی مدبروں نے نسلاً بعد نسلٍ یہ بیان کیا کہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی قانون زمینداروں کے حق ملکیت میں مداخلت کرے۔ حقیت اراضی کے باب میں بڑے طول طویل مباحثے ہیں کہ یہ حقیت فتح سے حاصل ہوتی ہے جس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں ہے۔ غرض اب پارلیمنٹ نے حقیت اراضی پر توجہ کی اور مسٹر گلیڈسٹن نے اراضی آئرلینڈ کا بل پیش کیا۔ جس میں ان سب مسائل کو جو زمینداروں کے حقوق کے باب میں چلے آتے تھے مٹانا چاہا۔ آئرلینڈ میں ایک ضلع السٹر تھا جس میں یہ رسم و رواج بمنزلہ قانون ہو گیا تھا کہ جب کاشتکار اپنی آراضی سے بیدخل کیا جائے تو زمیندار یا نیا کاشتکار جو اُس کی جگہ آئے۔ حیثیت اراضی بڑھانے کا معاوضہ دے۔ بس اسی بنا پر مسٹر گلیڈسٹن نے اپنے بل کو مبنی کیا۔ اور زمینداروں کے ذمے اس کا بار ثبوت ڈالا کہ کاشتکار کے بے دخل کرنے کا استحقاق اپنا ثابت کریں۔ اُس کا مقصود اصلی یہ تھا کہ کاشتکار جب تک اپنی اراضی کاشت کا لگان دیتا رہے تو وہ اپنی اراضی سے بے دخل نہ کیا جائے اور اگر اُس نے اپنی محنت اور سرمایہ سے حیثیت آراضی کو بڑھایا ہے تو وہ اُس کے معاوضہ پانے کا مستحق ہے جب ۱۸۷۰ء میں یہ بل ایکٹ ہو گیا کہ زمیندار مجبور ہے کہ وہ اپنے کاشتکار

کو جواز دیا د حیثیت اراضی کرے اس کا معاوضہ دے اور کاشتکار کو زمین سے بے دخل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اِس کے نہ ہو کہ وہ لگان نہ دیتا ہو۔ اگر کاشتکار اپنے زمیدار سے زمین خریدنی چاہیں تو گورنمنٹ اُن کو قرض دے۔ تاکہ وہ اپنے فارم (زراعت) کے مالک ہونے کے قابل ہو جائیں جس کا وہ لگان دیتے تھے۔ اس ایکٹ کا جو منشاء تھا اُس کا اثر کچھ نہ ہوا پہلے سے زیادہ کاشتکاروں کی بے دخلیاں ہونے لگیں اس ایکٹ کی شرائط کے موافق زمیدار مجاز تھا کہ کاشتکار سے ایسا معاہدہ کراتے کہ اس ایکٹ کا اثر اس پر کچھ نہ ہوتا وہ اکثر کاشتکاروں پر ایسا اپنا رعب داب و اثر رکھتے تھے کہ ان کو ایسی ترغیب دیتے تھے کہ وہ اُن سب فائدوں سے جو پارلیمنٹ نے اُن کو دئے تھے محروم ہو جاتا تھا

تعلیم کا بل

زمانہ حال کی تاریخ میں مسٹر گلیڈسٹن کے عہد میں ایسی اصلاحیں ہوئیں کہ انتظام ملکی کا ایک نیا عہد شمار ہوتا ہے۔ اس کے عہد میں یہ پانچ چھ اصلاحیں ہوئی ہیں۔ سینٹ چرچ کا آئرلینڈ سے موقوف ہونا۔ دوم آئرلینڈ کی بندوبست اراضی کی اصلاح۔ سوم سپاہ میں جو کمیشن خریدا جاتا ہے اوس کا موقوف کرانا۔ ووٹ دینے کے لئے بالٹ کا نظام قایم ہونا چہارم قومی تعلیم کے نظام کا بل بنانا۔ پنجم غیر قوموں کے ساتھ جو پولیسی تھی اُس کا درست کرنا۔ آئرلینڈ کے بندوبست اراضی کے بل کے پہلو بہ پہلو مسٹر فوسٹر نے تعلیم کا بل پیش کیا۔ انگلینڈ کی تہذیب کے دامن پر یہ ایک دھبا تھا۔ کہ اُس نے غریب بچوں کی تعلیم کے لئے کچھ بندوبست نہیں کیا وہ دُنیا کے بڑے بڑے ملکوں سے کیا بلکہ ایسے بھی جو بڑے نہیں کہلاتے تھے تعلیم میں پیچھے تھا۔ مدتوں تک انگلینڈ کے مدبران ملکی یہ رائے رکھتے رہے کہ گورنمنٹ کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ سب کی تعلیم عام کرائے۔ تعلیم کے لئے لوگ خیراتی چندہ جمع کرتے جس میں بہت تھوڑا ہی حصہ گورنمنٹ کا ہوتا اور اس میں بڑی جبر رسی اور ختت کی جاتی نہایت مفلسی پھیل رہی تھی اس لئے سخت ضرورت تھی کہ تعلیم کی معاونت روپیہ سے کی جائے مدارس کے لئے جگہ و مکانات نہ تھے اس کا نتیجہ یہ

تھا کہ ملک کے دو تہائی بچے بغیر تعلیم کے تھے ۔مسٹر گلیڈسٹن کی وزارت کا سب سے بڑا کام قومی تعلیم کا انتظام قایم کرنا تھا۔ انگلینڈ کی تاریخ میں پہلی دفعہ تھی کہ قومی تعلیم کا انتظام ہوا۔
۱۷ فروری ۱۸۷۰ء کو انگلینڈ اور ویلز کے لئے مبادی عام تعلیم کا مسودہ قانون جو فورسٹر صاحب نے پیش کیا کہ سکول بورڈ کا انتظام انگلینڈ اور ویلز میں قایم کیا جائے اور ہر بورڈ کو یہ اختیار دیا جائے کہ بموجب قواعد مخصوصہ بچوں کو جن کی عمریں پانچ اور بارہ برس کے درمیان ہوں مجبور کریں کہ وہ ضلع اسکولوں میں داخل ہوں ۔گورنمنٹ نے بالجبر تعلیم کا قاعدہ اپنے ہاتھ میں نہیں لیا وہ ضلع کے حکام کے ہاتھ میں دیا۔ بالفعل مدارس موجودہ کو گورنمنٹ ایڈ (امداد) اس شرط پر دی گئی کہ اون کی تعلیم ایک خاص درجہ تک موثر ہو۔ اور اُن کا امتحان سرکاری انسپکٹر لیا کریں اُن کے واسطے فنڈ کچھ تو مقامی محصولات سے لیا جائے اور کچھ خزانہ شاہی سے کچھ طلبہ کی فیس سے جہاں رعایا کا افلاس حد سے زیادہ ہو وہاں حکام ضلع کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنی رائے سے فری سکول جاری کریں ۔جن میں فیس نہ لی جائے۔اس انتظام میں بڑی پیچیدار بات آن کر یہ پڑی کہ دینوی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم جو لڑکوں کے والدین کو پسند ہو کس طرح شامل کی جائے ۔یہودیوں کو یہ اعتراض تھا کہ عیسائی مذہبی تعلیم اُن کو نہ ہو اور پیروٹسٹنٹ محصول دینے والے اس لئے مجبور نہ کئے جائیں کہ وہ رومن کتھولک مذہب کی تعلیم کے لئے محصول دیں ایسے ہی اختلافات مذہب کے سبب سے تدبیر تعلیم کے نظام میں دشواریاں واقع ہوئیں یہ بھی لوگوں کو پسند نہ تھا۔ کہ صرف دینوی تعلیم ہو اور مذہبی تعلیم نہ ہو ۔بحث ہو ہوا کر یہ بات ٹھیری کہ ان اسکولوں میں بائبل مع تفسیر پڑھائی جائے مگر کسی خاص فرقہ عیسائی کے مذہب کے موافق اسکولوں میں بچوں کو تعلیم نہ دی جائے ۔
غرض یہ کہ تعلیم کا بل پاس ہو گیا جب بورڈ اسکول اوّل بڑے بڑے شہروں میں قایم ہوئے۔ تو اُن پر بڑے بڑے آدمیوں نے توجہ کی اور بورڈ کی ممبر عورتیں بھی ہونے لگیں۔

سپاہ میں عہدوں کے فروخت کا قاعدہ موقوف ہونا ۱۸۷۱ء

مسٹر کارڈویل وزیر جنگ نے ایک تجویز پیش کی کہ کل رگیولر سپاہ ملیشیا و ولنیٹرز

زر رو سپاہیوں کا ایک ہی انتظام و بند و بست کیا جائے اس میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سپاہ میں عہدوں کا خریدنا موقوف ہوجائے اب تک رجمنٹوں کے افسر مجاز تھے کہ جب وہ خود بخود ترک ملازمت کریں تو اپنے عہدہ کو اپنے ماتحت افسروں کے ہاتھ بیچکر ایک رقم وصول کرلیں ۔ یہ افسران ماتحت بحالت استطاعت خوشی خوشی اعلےٰ عہدوں کو خرید کر اپنے اعلےٰ افسروں پر افسر ہوجاتے ۔ اور غریب افسر صرف اُس وقت ترقی پاتا کہ کسی افسر کی موت کے سبب سے عہدہ خالی ہوتا ۔ کامنس ہوئس میں اس طریقہ کے موقوف ہونے کا مسودہ قانون پیش ہوا اور پاس ہوگیا مگر ہوئس اُوف لارڈس میں جب تک ملتوی کیا گیا کہ کل سپاہ کے اصلاحوں کی تجویز کامنس ہوئس میں پاس ہو ۔ مسٹر گلیڈسٹن اس بات کو بل کی نامنظوری کے برابر سمجھے ۔ افسر اپنے عہدوں کے خرید فروخت ایک شاہی وارنٹ (اجازت) کے موافق کرتے تھے ۔ اس کے واپس لے لینے کی اجازت ملکہ معظمہ سے مسٹر گلیڈسٹن نے حاصل کرلی بس اس طرح بل کے پاس ہونے سے جو مقصود تھا ۔ حاصل کرلیا ۔

بالٹ ایکٹ ۱۸۷۱ء و ۱۸۷۲ء

۲۰ فروری ۱۸۷۱ء کو مسٹر فوسٹر نے بالٹ بل پیش کیا جس کا مقصد اعظم یہ تھا ۔ کہ محض ووٹ دینے کا انتظام یوں جاری ہو کہ جس مقام میں ووٹ لئے جائیں ہاں مہتمم افسر کے روبرو ووٹ دینے والا آئے اور اپنا نام اور سکونت کا مقام بتلائے ۔ اور یہ افسر تحقیق کرلے کہ رجسٹر کے موافق اُس نے اپنا نام اور مقام ٹھیک بتایا ہے تو اس کو سٹیمپ لگا ہوا کاغذ ووٹ لکھنے کے لئے دے ۔ پھر وہ ووٹ دینے والا ایک علیحدہ مکان میں جاتا اور اس کے سامنے ایک فہرست اُمیدواروں کی پیش ہوتی وہ جس کے لئے ووٹ دیتا اُس کے نام کے سامنے کروس (صلیب) کا نشان کردیتا ۔ پھر وہ اس کاغذ کو اس طرح لپیٹتا کہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے کس کے نام پر نشان کیا ہے پھر عہدہ دار کے سامنے ایک ظرف میں جو ووٹوں کے لئے رکھا جاتا ۔ ڈال دیتا یہ بل ایک برس کے بعد پاس ہوا ۔ اس کے سبب سے یہ ناممکن ہوگیا کہ یہ معلوم ہو کہ کس شخص نے کس کے

لئے ووٹ دیا۔ ووٹ دینے میں آزادی حاصل ہوگئی کسی شخص کے لئے ووٹ دینے میں اس
کا رعب داب کا اثر نہ رہا ایک کاریگر کو یہ خوف نہیں رہا کہ اگر میں اپنے کار فرما کے حق میں
ووٹ نہیں دونگا تو وہ مجھے موقوف کر کے ستائیگا۔
یونی سٹیٹس بل ایک امر مہتم بالشان تھا وہ پاس ہوا اس بل کا منشا یہ تھا کہ کیمبرج اوکس فورڈ
یونی ورسٹیوں میں کل دنیوی طلبہ کیلئے خواہ کسی مذہب۔ ملت کے ہوں شرائط مساوات ہوں اس
سبب سے پینتیس ۳۵ برس سے جو شکایتیں چلی آتی تھیں وہ رفع ہوئیں۔ ٹریڈس یونین بل بھی
پاس ہوا جس کے سبب سے کاریگروں پر جو سختیاں ہوتی تھیں اُن میں تخفیف ہوئی۔ عام حفظان
صحت کا ایک سر رشتہ قایم ہوا۔

پروشا اور آسٹریا کی لڑائی ۱۸۶۶ء

انگلینڈ میں تو سب طرح سے اصلاحوں کا دریا اُمنڈ رہا تھا اور یوروپ میں تغیرات و
انقلامات کا طوفان آرہا تھا۔ اہل پروشا اور اہل آسٹریا میں ہنگامہ جنگ برپا تھا۔ جس کا مآل
یہ ہوا کہ پرشا نے ایک بندوق کے سبب سے جس کو نیڈل گن کہتے ہیں آسٹریا پر غلبہ پایا۔

فرانس اور جرمنی کے درمیان لڑائی ۱۸۷۰ و ۱۸۷۱ء

نپولین شہنشاہ فرانس نے پروشا سے اس سبب سے لڑائی شروع کی کہ اس کے سپاہیانہ
عزت میں ہنگری کو تین شکست پانے سے بڑا بٹا لگ گیا تھا۔ پروشا سے لڑائی کے لئے بہانہ
یہ نکالا کہ اہل سپین نے اپنے بادشاہ بنانے کے لئے شاہ پروشا کا ایک دور کا رشتہ دار بلایا
تھا شہنشاہ فرانس اس معاملہ میں بالکل غلطی پر تھا۔
شاہ پروشا نے اپنے اس رشتہ دار کو سمجھایا کہ وہ سپین کے بادشاہ بننے سے دست کش
ہو تاکہ فرانس سے پرخاش نہ ہو۔ اس پر شہنشاہ فرانس نے شاہ پروشا کو دبایا کہ وہ آئندہ
اقرار کرے کہ سپین کے بادشاہ بننے کے لئے آئندہ بھی کوئی رشتہ دار اُن کا امیدوار نہیں ہوگا
بس اس بات سے عہد و پیمان کے باب میں گفتگو ختم ہوگئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ

فرانس نے جنگ کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا تھا۔ اس پر کونٹ بس مارک نے ایک ہیبت ناک تبسم کیا۔ شہنشاہ فرانس کی صحت کچھ دنوں سے اچھی نہ تھی۔ وہ انتظام ملکی کی جزئیات کی طرف کم توجہ کرتا تھا۔ اس کے جرنیل ایسے بر خود غلط تھے کہ وہ سپاہ کو مضرت پہنچا رہے تھے۔ غرض سپاہ میں بدنظمی تھی جنگ کے لئے کچھ تیاری نہ تھی۔ کل نظام ابتر ہو رہا تھا۔ کچھ مدت کے بعد فرانس نے لڑائی کا اشتہار دیا تو اس کی سپاہ برلن کی سرحد کی طرف کشاں کشاں گئی۔ آسٹریا سے جو پروشا لڑا تھا اس سے ہر شخص کو یہ تجربہ ہوگیا تھا۔ کہ جس وقت پروشا اپنا موقع دیکھے گا تو وہ بجلی کی تیز رفتاری سے حرکت کریگا۔ فرانس کی سپاہ ایسی اٹک گئی کہ یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دلدل میں پھنس گئی۔ اہل پروشا فرانس پر دریا کی طرح چڑھ آئے لڑائی کا فیصلہ ایک ہی دن میں ہوگیا۔ اہل فرانس کو شکست پر شکستیں ہوئیں شہنشاہ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیرس کو واپس جاتا۔ سیڈین میں اہل فرانس کو بڑی شکست ہوئی شہنشاہ نے اپنی تلوار دشمن کے آگے ڈال دی اور دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہوگیا۔ اس طرح دوبارہ فرانس کی سلطنت شخصی بھی خاک میں مل گئی۔ پھر سلطنت جمہوری قایم ہوئی شہنشاہ بیگم یوجینی انگلینڈ میں چلی آئی اور فاتح کو ورسیلز میں جرمن کے شہنشاہ ہونے کی مبارکباد دی گئی۔ فرانس کے قبضے سے دو صوبے السیس اور لورینی نکل گئے اور بڑا بھاری جرمانہ دینا پڑا۔

اہل انگلینڈ اول ہمدرد و خیر خواہ پروشا کے تھے مگر پھر اس میں تغیر آگیا۔ عام خیال یہ تھا کہ اہل پروشا اس پر قانع ہونگے کہ بوناپارٹ کے خاندان میں سلطنت باقی نہیں رہی اور وہ ری پبلک کے ساتھ فیاضانہ نرم شرائط کے ساتھ صلح کرینگے۔ مگر انہوں نے اہل فرانس کے ساتھ ایسی سختی کی کہ لنڈن میں پھر اہل فرانس کے ساتھ ہمدردی کرنے کے لئے مجلسیں ہونے لگیں۔ جس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا فرانسیس ری پبلک کی گورنمنٹ انگریزی مدد کرتی ہے۔ پیرس میں پروشا اور فرانس کا صلحنامہ لکھا گیا جس کی خبر اور سلطنتوں کو نہ ہوئی۔

وزارت کی پولیسی دول خارجیہ کیساتھ ۱۸۷۲ء

دول خارجیہ کے ساتھ گورنمنٹ نے ایسی پولیسی اختیار کی کہ جس کے سبب سے گورنمنٹ کو رعایا ناپسند کرنے لگی۔ ۱۸۷۰ء میں جو آسٹریا و پروشیا میں جنگ عظیم واقع ہوئی تھی اُس کا یہ ایک نتیجہ تھا کہ روس سے جو ۱۸۵۶ء میں معاہدہ ہوا تھا کہ وہ بحیرہ اسود میں اپنے جہاز نہیں رکھے گا وہ اس معاہدہ کا پابند نہیں رہا۔ جس کے فیصلہ کے لئے لنڈن میں دونوں سلطنتوں کے وکیلوں کی کونفرنس ہوئی اور معاہدہ پر جو روسیوں نے اعتراض کئے تھے وہ رد ہوئے۔ گورنمنٹ کو اس بات کا کرنا ضرور تھا۔ مگر اس سے انگلینڈ کو گزند پہنچا۔ سوائے اس کے گورنمنٹ سے رعایا کی ناراضی کا ایک اور سبب بھی تھا کہ الباما جہاز کی غارت گری سے جس کا ذکر پہلے ہوا ہے یونائیٹڈ سٹیٹس کی بحری تجارت کو نقصان ہوا تھا۔ اس کے معاوضہ کے فیصلے کے لئے ثالث مقرر کئے گئے ۱۸۷۱ء میں معاوضہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں جنیوا میں ثالثوں کی پنچایت ہوئی اُس نے یونائیٹڈ سٹیٹس کو ......۱۵ ڈولر یعنی ......۳ پونڈ سے کچھ زائد معاوضہ کے دلائے انگلینڈ میں بہت آدمیوں نے یہ سمجھا کہ یہ رقم زیادہ دی گئی ہی خواہ یہ ہو یا نہ ہو مگر یہ رقم اتنی بجا تھی جس کے سبب سے انگریزی کولنی کی شاخوں میں جو غلط فہمیوں سے منازعت پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا فیصلہ ہوگیا۔ اس زمانہ سے جب اِن دونوں قوموں میں منازعت ہوگئی تو اُس کا فیصلہ ثالثی سے ہونا زیادہ ٹہھتا گیا وہ لوگ جو اِس ثالثی کے طریقے کے مدّاح ہیں بعض اوقات اِس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بعض ہی ایسی صورتیں ہوتی ہیں کہ وہ ثالثی سے فیصلہ ہونے کی قابلیت رکھتی ہیں جب دو قوموں میں نیک شرائط کے ساتھ مصالحت ہوتی ہے اور اُن میں کسی خفیف معاملہ میں منازعت ہوتی ہے تو اس کا ثالثی سے فیصلہ کرنا بہ نسبت جنگ کرنے کے بہتر ہوتا ہے مگر جب معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں کسی قوم کے مستقل دائمی اغراض ہوتی ہیں اور وہ قومی عزت پر بھی اثر رکھتے ہیں تو وہ ثالثی سے فیصل نہیں ہوسکتے۔ ۱۸۷۲ء میں اس ثالثی کے فیصلہ

میں انگلینڈ نے عزت کے ساتھ ایک رقم کثیر ناحق ادا کی اور جنگ نہیں کی۔

مسٹر گلیڈسٹن کی وزارت اوّل کا تنزل ۱۸۷۳ و ۱۸۷۴ء

۱۸۷۳ء میں وزارت نے ایک بل پیش کیا کہ آئرلینڈ میں ایک نئی یونیورسٹی ایسی قایم کی جائے کہ وہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کے درمیان اعتبار پیدا کرے اور اس کو ممانعت کی جائے کہ جو مسائل و مضامین متنازع فیہ ہیں اُن کو تعلیم نہ کرے بلکہ اعلےٰ درجہ کے مضامین الہیئہ و فلسفیہ و تاریخیہ کی تعلیم کرے یہ عجیب بل کامنس ہوس میں رد کیا گیا۔ جس پر وزرا نے استیعفا دیدیا۔ ۱۸۷۴ء پارلیمنٹ موقوف ہوئی اور کثرت سے کنسرویٹو ممبروں نے عود کی اور وزارت نے استعفا دیا اور لارڈ ڈزریلی وزیر اعظم مقرّر ہوا۔

گونگریس برلن و روس و ترکی کے معاملات

جب لارڈ بیکنس فیلڈ وزارت سے جدا ہوا اور اُن کی جگہ مسٹر گلیڈسٹن وزیر اعظم مقرر ہوا اِن دونوں میں آپس میں تلخ گفتگوئیں ہوئیں لارڈ بیکنس فیلڈ تو یہ چاہتے تھے کہ ٹرکی بالکل سلامت قایم رکھی جائے اور وہ روسیوں کی سد راہ بنائی جائے خواہ اس میں انگلستان کا کچھ ہی نقصان ہو اور لارڈ گلیڈسٹن یہ چاہتے تھے کہ ٹرکی کے لئے کسی قسم کی جوابدہی انگلینڈ کو اپنے ذمے نہیں لینی چاہیئے اور اس کے نتایج کو دیکھنا چاہیئے دونو کی مشترک اُمید برآئی جون ۱۸۷۶ء کے آخر میں سرویا اور مونٹی نگرو نے ترکی سے لڑائی کا اشتہار دیا۔ سرویا کا جھگڑا تو جلد نبٹ گیا اور سرویا ٹرکی کے قدموں پر گرا مگر پہاڑی جفاکش مونٹی نگرو والے ہر جگہ ٹرکی کے مقابلہ کو کھڑے رہے۔ مگر وہ مظفر و منصور نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے روس کا دامن پکڑا۔ روس درمیان میں پڑا اور اُس نے التوا رجنگ پر اصرار کیا ٹرکی نے اُسے قبول کرلیا۔ اس سبب سے انگلینڈ میں ایک خلجان روس کی طرف سے پیدا ہوا لارڈ ڈربی نے شہنشاہ الکزنڈر کو لکھا کہ انگلینڈ آپ کی نسبت کیا خیال کرتا ہے اور آپ کی کس بات سے خوف

کرتا ہے۔ جس کا جواب شہنشاہ نے یہ دیا کہ میں بقسم آپ سے کہتا ہوں کہ میرا ارادہ
نہیں ہے کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کروں اگر ایسی کوئی مجبوری آن پڑی کہ بلگیریا پر قبضہ کرنا پڑا
تو وہ اس وقت تک ہوگا کہ عیسائی ان میں مامون ہوجائیں لارڈ ڈربی نے یہ تجویز پیش
کی کہ اول یوروپ کی کونفرنس قسطنطنیہ میں منعقد ہو جس میں کوئی امر ایسا تجویز کیا جائے کہ ٹرکی
کے ماتحت جو مختلف صوبے ہیں اُنکا حُسن انتظام ہو اور کل سلطنت عثمانیہ قایم و برقرار
رہے۔ تمام دول اعلے نے اس تجویز کو پسند کیا اور ۸ نوامبر ۱۸۷۶ء کو انگلینڈ کی طرف سے لارڈ
سیلسبری اور سر ہینری الیمیٹ انگریزی سفیر اس میں شریک ہوئے۔ اس کونفرنس کا
نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ مدبران ٹرکی نے کہا کہ ہم نے ایک پارلیمنٹ تجویز کی ہے جس میں ہر صوبے
کے ممبر ہونگے اور وہ اپنے لئے جو چاہینگے عرض کرینگے اور حقیقت میں ٹرکی نے ایسی
پارلیمنٹ مقرر کی تھی۔ مگر مغربی مدبران ملکی اس بات پر کب قناعت کرنے والے تھے
وہ سمجھتے تھے کہ ٹرکی پارلیمنٹ کے یہ معانی ہیں کہ اس وقت دول اعلے یوروپ کو دھوکہ
میں ڈالے اور پھر وہ غائب ہوجائے۔ ٹرکی کے دل میں یہ بات تھی کہ انگلینڈ اس کا
ساتھ دیگا اور اس کو جھگڑوں میں نہیں پڑنے دیگا۔ اس نے کونفرنس کی شرایط کو منظور
نہیں کیا اس لئے اس سے کوئی بھلائی نہیں پیدا ہوئی۔ پھر انگلینڈ و روس اور دول
یوروپ نے آپس میں مل کر ایسی تجویزیں کیں کہ ۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء کو روس نے ٹرکی سے
لڑائی کا اشتہار دیدیا۔ ۲۷ جون کو لشکر روس نے دریائے ڈنیوب سے عبور کیا اور بلقان
کی طرف کوچ کیا اس کا مقابلہ خفیف سا ترکوں نے کیا اور اسی زمانہ میں روس کی ایک
اور سپاہ نے ایشیائی مائنر پر حملہ کیا۔ ٹرکی نے روسیوں کا مقابلہ ایسی بہادری اور جوانمردی
سے کیا کہ ابتدا میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ روس کو ہزیمت اور ترکی کو فتح ہوگی۔ بہت جگہ
روسی سپاہ بڑی ذلت کے ساتھ مفرور ہوئی۔ مگر ہوا نے رُخ بدلا روسیوں نے ۱۸ نوامبر
۱۸۷۷ء کو قرص کو حملہ کرکے فتح کرلیا۔ ۱۰ دسمبر کو پلیونا نے اپنے تئیں روسیوں کے حوالہ
کیا اب ۱۸۷۸ء کے شروع میں ٹرکی بالکل اوندھے مُنہ گرا۔ قسطنطنیہ کی راہ صاف تھی
پہلے اس سے کہ پبلک انگلش اپنا دم سنبھالیں اور دیکھیں کہ کیا ہوگیا روسیوں کی سپاہ استنبول

کے میناروں کے سامنے نظر آنے لگی۔ انگلش گورنمنٹ نے ۱۸۷۶ء کے شروع میں سرہنری الیٹ اپنے سفیر کو بدل کر مسٹر لیرڈ کو سفیر مقرر کر دیا۔ ترک اپنے تیں ایسا قوی نہیں جانتے تھے جیسا کہ یہ سفیر ترکوں کو قوی جانتا تھا پارلیمنٹ کا انگلینڈ میں اجلاس ہوا تو ملکہ معظمہ نے اپنی سپیچ میں فرمایا کہ میں اس بات کو اپنے سے نہیں چھپاتی کہ روس اور ٹرکی کے جنگ کو امتداد ہوگا۔ بس مجھ پر فرض ہے کہ عاقبت اندیشی کی تدابیر کروں گورنمنٹ نے حکم دیا کہ بحر مڈیٹرینین کا بیڑا ڈارڈنیلز میں قسطنطنیہ کو جائے۔ پھر اس کو حکم ہوا کہ وہ ڈارڈنیلز سے اُلٹا خلیج بسیکا میں آجائے۔ یہاں انگلینڈ میں جنگ میں شریک ہونے یا نہ ہونے کے مباحثے ہو رہے تھے۔ کہ یہ خبر آئی۔ کہ ٹرکی بالکل شکستہ حال ہو کر صلح پر راضی ہوگئی ہے سین سٹیفنو میں دونوں کے درمیان عہدنامہ لکھا گیا جس کی رو سے تمام عیسائی صوبوں کو ٹرکی سلطنت سے آزادی حاصل ہوگئی اور ایک نئی سٹیٹ بلگیریا کی تجویز ہوئی جس میں ایک بندرگاہ بحیرہ ایجین میں ہوگا۔ مگر یہ عہدنامہ جب تک موثق نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ اور دول اعلےٰ یوروپ اس کو منظور نہ کریں بس اس لئے برلن میں کونگرس ہوئی اور اس میں عہدنامہ لکھا گیا اور ۱۸۷۸ء میں اس پر سب کے دستخط ہوئے۔

برلن میں جو عہدنامہ لکھا گیا اس کے مواقف رومینیا۔ سرویا۔ مونٹی نگرو بالکل آزاد ہوئے۔ ان میں مذہب کے مساوات کے خاص عہد و پیمان کئے گئے۔ مونٹی نگرو کو ایک بحری بندر دیا گیا۔ اور اس پر تھوڑا سا ملک جو اسے ملحق تھا اضافہ کیا گیا اسطرح سے اس کوہستانی ملک کا ایک بڑا مقصد نکلا کہ اب سمندر میں اس کے لئے رستہ کھل گیا اس عہدنامہ کے مواقف بالکنس (بلقان) کے شمال میں ایک بلگیریا کی سٹیٹ پیدا ہوئی جو بہت چھوٹی اس بلگیریا کی سٹیٹ سے تھی جو سین سٹیفنو کے عہدنامہ میں لکھی گئی تھی۔ بلگیریا کی سٹیٹ خود مختار اور عملاً آزاد ہوئی مگر سلطان کی باج گذار رہی اور سلطان کی بادشاہی کی تسلیم کرنے والی۔ اور یہ ٹھیرا کہ اس میں فرماں روا وہ شاہزادہ ہو جس کو یوروپ کی دول اعلےٰ منتخب کرے سلطان

اُس کو مقرر کرے اور یہ عہد بھی کیا گیا کہ یوروپ کی سلطنت ہائے عظیمہ کے خاندانوں کا کوئی
رکن اُمیدوار اس کے فرماں روا ہونے کا نہ ہو۔ اس عہد نامہ کے موافق بالکنس (بلقان)
کے جنوب میں مختلف قسم کی ایک نئی سٹیٹ مشرقی رومیلیا بنائی گئی اس سٹیٹ
میں ملکی اور جنگی حکومت سلطان کی رہی مگر اس میں حکمران سلطان کی طرف سے کوئی
عیسائی فرماں روا مقرر کیا جائے۔ سلطان کو یہ اختیار دیا کہ سرحد پر غیر ائین سپاہ مثل
اہل سرکیشیا اور باش بورن کے مقرر کرے اور اس سٹیٹ کے انتظام کے لئے سلطان
صلاح مشورہ یوروپ کی سلطنت ہائے عظیمہ سے لیا کرے۔ گریس کے باب میں یہ قرار
پایا کہ شاہ گریس اور سلطان باہم سرحد گریس کے باب میں فیصلہ کرلیں اور اگر ان
میں باہم فیصلہ کچھ نہ ہو تو سلطنت ہائے عظیمہ یوروپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فیصلہ
کر دیں۔ بوسینا اور ہرزی گوئنا اہل آسٹریا کے حوالہ ہوا اور وہاں ان ہی کا انتظام ہو روس
کو بیس سربین کا وہ حصّہ جو پیرس کے عہد نامہ کے موافق روس سے لیا گیا تھا
رومینیا واپس کرے۔ اور اس کے معاوضہ میں رومینیا کو ڈینیوب کا ڈلٹا اور ڈبرودس
جا کا ایک حصّہ دیا جائے ایشیا میں سلطان روس کو قرص۔ اردھان۔ باطوم اور اُس
کے ساتھ بحیرہ اسود کے بنادر حوالہ کئے جائیں۔ اس عہد نامہ سے کریمیا کی لڑائی میں جو
روس سے مُلک چھینا گیا تھا۔ وہ پھر اس کو مل گیا اور بحیرہ اسود کے بنادر میں جو اُس
کے جہازوں کے لئے ممانعت ہوئی تھی وہ موقوف ہوئی اب بحیرہ اسود میں وہ اپنے
جہاز چلا سکتا تھا۔ سلطان سے سفارش کی گئی کہ وہ تھسلی اور اپائی رس کا ایک حصّہ
گریس کو دیدے بوسینیا اور ہرزی گوینا کی محافظت آسٹریا کے سپرد ہو۔ انگلینڈ کو جزیرہ
سائی پرس اس شرط پر دیا جائے کہ وہ خراج ٹرکی کو دیا کرے۔ اس برلن کی کونگرس کی
بابت انگلستان میں مدبران ملکی کی اختلافات آرائے کا ایک ہنگامہ برپا ہوا اسمیں
۲۸ مئی ۱۸۷۸ء کو لارڈ رسل کا انتقال ہوا۔ اس وقت سے گورنمنٹ کی عام پسندی کم
ہوتی چلی گئی۔ تجارت کی کساد بازاری تھی جس کا سبب گورنمنٹ تھی اور انتظامات
خانگی گورنمنٹ نے جو تدابیر کیں اُن میں ناکامیابی ہوئی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بھی

کامیابی خاطر خواہ نہ ہوئی۔ اُن میں سے اوّل افغانستان پر حملہ تھا۔

افغانستان پر حملہ

کابُل میں امیر شیر علی خان جو دوست محمد خان کا بیٹا تھا فرماں روا تھا اس پاس ایک مشن (سفارت) بھیجنے کا مصمم ارادہ گورنمنٹ نے کیا تاکہ وہ روسیوں کی سازشوں کا انسداد کرے اور افغانستان میں سب سے زیادہ رعب داب انگلستان کا قایم کرے امیر شیر علی خان اس مشن کے آنے پر یا مستقل رزیڈنٹ کے مقرر ہونے پر معترض ہوا مگر مشن بھیجا گیا۔ مشن کی صورت لشکر کشی کی معلوم ہوتی تھی۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۷۸ء کو یہ مشن پشاور سے روانہ ہوا۔ مگر سرحد پر امیر شیر علی کے ایک افسر نے اس کو روکا کہ جب تک امیر کا حکم اس کے پاس نہیں آئے گا۔ وہ اسُ کو آگے نہیں بڑھنے دیگا۔ اس میں ایسا بڑا التوا ہوا کہ وہ امیر شیر علی کی گستاخی برٹش گورنمنٹ کی شان میں سمجھی گئی۔ سفارت کو حکم ہوا کہ وہ آگے بڑھے۔ جس سے یہ مشن (سفارت) ایک حملہ ہو گیا۔ افغانوں نے اس کا مقابلہ خفیف سا کیا اور انگریزی سپاہ کابُل میں پہنچ گئی۔ اور امیر شیر علی خان اپنی دار السلطنت سے بھاگ گیا۔ انگریزی سپاہ کے ایک حصّہ نے قندہار میں قیام کیا۔ امیر شیر علی خان مر گیا اور یعقوب خاں اسُ کا نیا جانشین ہوا۔ گندمک میں انگریزی لشکرگاہ میں یعقوب خاں آیا۔ ۵ مئی ۱۸۷۹ء کو عہد نامہ گندمک میں لکھا گیا جس کے موافق گورنمنٹ ہند نے ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ دینے کا وعدہ کیا اور امیر نے وہ ملک دینا قبول کیا جس سے ہندوستان کی سائینٹفک سرحد قایم ہوا اور اس بات کو منظور کیا کہ کابُل میں رزیڈنٹ رہا کرے۔ ان شرایط کے قبول کر لینے کے عوض میں برٹش گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ اگر اس پر کوئی اجنبی حملہ کریگا تو روپے اور ہتیاروں سے اس کی استعانت کی جائیگی اگر ضرورت ہوگی تو سپاہ سے بھی۔ اس عہد نامہ پر ابھی خوشی کی تالیاں بج رہی تھیں کہ کابُل میں انگریزی رزیڈنٹ مقرر ہو گیا کہ لوئس کیوگناری سفیر انگریزی مع اپنے سٹاف کے کابُل میں قتل کیا گیا۔ جسکے سبب سے ضرور ہوا کہ کابُل پر حملہ کیا جائے

سپاہ انگریزی بڑی سرعت سے کابل دوڑ ہی گئی۔ اور ۱۸۷۹ء کے بڑے دن کی شام کو کابل پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب خاں کو اس جرم میں کہ وہ سفیر کی قتل کی سازش میں شریک تھا قید کر کے ہندوستان میں بھیجدیا۔ کابل میں سپاہ کا قیام تو ہوا مگر اس پر قبضہ نہیں ہوا۔ جس زمین پر انگریزی لشکرگاہ تھی صرف وہی زمین اُن کے قبضہ میں تھی۔ گندمک کا صلح نامہ ردی ہوگیا۔

جنگ جنوبی افریقہ

یہ جنگ بھی منحوس اور بیجا تھی۔ جن اضلاع کو جنوبی افریقہ کہتے ہیں اُن میں کئی اسٹیٹس تھیں جن میں دیسی اور اہل یوروپ حکومت کرتے تھے اور اُن کی حکومت کی مختلف صورتیں تھیں مدت سے کیپ کولونی اور نٹال میں انگریزی عملداری چلی آتی تھی ٹرنسوال اور اورنج فری سٹیٹ میں سلطنت جمہوری ڈچ کی آبادیوں کی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں دریا اورنج کے ملک پر انگریزی گورنمنٹ نے حکومت جمائی تھی لیکن پھر اپنے اختیارات ڈچ گورنمنٹ کو دیدئے۔ ٹرنسوال میں ڈچ کی سلطنت جمہوری تھی جس سے کوئی تعلق بلا واسطہ برٹش گورنمنٹ سے نہ تھا۔ ۱۸۵۲ء میں انگلش گورنمنٹ نے اپنا رزولیوشن یہ پاس کیا کہ اُس کی جوابدہی اور عملداری جنوبی افریقہ میں صرف نٹال اور کیپ کولونی میں محدود ہے اور وہ اورنج فری سٹیٹ اور ٹرنسوال کی سلطنت جمہوری کی آزادی کو تسلیم کرتی ہے۔ علاوہ اہل یوروپ کی سٹیٹس کی بہت سی دیسی سٹیٹس تھیں ان میں سے کافر قوم پہلے انگریزوں کو اکثر تکلیف دیتی تھی۔ جنوبی افریقہ میں سب سے زیادہ زبردست قوم زولو تھی۔ نٹال اور زولو کے ملک کی حد فاصل دریائے ٹوگیلا تھا۔ زولو قوم کا فرماں روا سیٹی وایو انگریزوں کے ساتھ اتحاد کا بڑا امیدوار رکھتا تھا گو انگریزوں کے سبب سے اس کو سلطنت نہیں حاصل ہوئی تھی مگر انگریز یہ سمجھتے تھے کہ اس کی تاجداری انگلستان کے بادشاہ کے ہاتھ میں ہے۔ اکثر اس کی لڑائیاں بوئرسے رہتی تھیں یعنے ڈچ کی اولاد سے جو ٹرنسوال رپبلک میں سے تھی اور

اکثر اور قوموں سے بوئر کی لڑائیاں رہتی تھیں۔ ٹرنسوال کی ری پبلک نے افریقہ کے سب سے بڑے سردار سی کوکوینی سے جنگ کی اور بڑی ہزیمت اُٹھائی جس سے ٹرنسوال کی سیاہ خراب ہوئی اور خزانہ خالی ہوا اور اپنی سرحدوں میں انتظام رکھنے کی قابلیت اس میں بالکل نہیں رہی اور یہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جنوبی افریقہ کے دشمن اس ری پبلک کو بالکل خاک میں ملا دینگے اور وہ انگلش سٹیٹس کے حدود پر چڑھ آینگے۔ غالباً پھر اُن سے انگریزوں کو لڑنا پڑیگا۔ ایسی صورتوں میں خاص مایوس اور دہشت زدہ اہل ٹرنسوال نے برٹش گورنمنٹ سے درخواست کی کہ وہ ٹرنسوال ری پبلک کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیں انگلستان نے سر تھیوفلس سب سٹون کو اس تحقیقات کے لئے بھیجا کہ اس درخواست کی حقیقت کو دریافت کریں کہ وہ اصلی قومی درخواست ہے یا نہیں اس نے یہ غلطی کی کہ بہادرانہ اعلان کر دیا کہ ٹرنسوال کی ری پبلک برطانیہ اعظم میں داخل کی گئی اس اثناء میں ایک قطعہ زمین کی بابت ٹرنسوال ری پبلک اور سیٹی وایو کے درمیان فساد چلا آتا تھا۔ اب یہ فساد فیصلہ کے لئے انگلینڈ کے سپرد ہوا۔ جس کو سیٹی وایو اپنا بڑا دوست سمجھتا تھا۔ انگریزی چار ثالثوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ قطعہ زمین زولو قوم سے علاقہ رکھتا ہے۔

اس اثناء میں سر بارٹل فریر لارڈ ہائی کمشنر مقرر ہوکر گئے۔ اُن کے جاتے ہی تمام مقدمات کی کایا پلٹ گئی اور ایک نئی صورت پیدا ہوگئی۔ سر بارٹل فریر نے فیصلہ ثالثی کو دبائے رکھا اُن کی مرضی نہ تھی کہ وہ بغیر کسی شرائط کے ایک نیا ملک سیٹی وایو کو حوالہ کریں جس کو وہ سخت دشمن اور خود مختار جانتے تھے۔ اس اثناء میں سیٹی وایو کے دل میں بھی انگریزوں کے ساتھ عداوت پیدا ہوئی اور اس کو یہ یقین ہوگیا کہ انگریز اس سے لڑنے کے لئے ایک بہانہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کا ملک چھیننا اور اُس کو قید کرنا چاہتے ہیں۔ سر بارٹل فریر کی طبیعت میں انگلستان کی سلطنت بڑھانے کا شوق تھا۔ خواہ جنگ سے ہو یا غیروں کے ملک کے الحاق کرنے

سے ہو۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ افریقہ کے کل جنوبی حصہ میں انگریزی عملداری ہو جاوے اور
دیسی قوموں کی ریاستوں کی حدیں مٹ جائیں اور وہ سب شامل ہو کر ایک شاہی متفقہ
سلطنت ہو جائیے۔ مسٹر بارٹل فریر کا رقیب سیٹی وایو بن گیا اب یہ دونوں ستارے ایک
برج میں نہیں رہ سکتے تھے۔ اور جنوبی افریقہ میں دونو سر بارٹل اور زولو کے بادشاہ کی
سلطنت نہیں رہ سکتی تھی (دو پادشاہ در اقلیمے نگنجند) سر بارٹل نے اوّل تو فیصلہ ثالثی کو
چند مہینے دبائے رکھا۔ اور جب شاہ زولو کو دیا تو اُس سے کہا کہ وہ اپنی زولو فوج کو برطرف
کر دے۔ اور سپاہی اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ حقیقت میں یہ امر اشتہار جنگ تھا
فوراً انگریزی سپاہ نے زولو کے مُلک پر حملہ کر دیا مگر ۲۲ جنوری ۱۸۷۹ء کو اس نے شکست
فاش پائی۔ انگریزوں کی بڑی ہیٹی ہوئی کہ انہوں نے نیم برہنہ وحشیوں سے شکست پائی
اس کا تدارک یہ کیا گیا کہ لارڈ چیلمس فورڈ سپہ سالار بنا کے بھیجے گئے انہوں شاہ زولو
کو گرفتار کر لیا اور اُس کے لشکر کو شکست دے کر پراگندہ کر دیا او سیٹی وایو کا ملک بڑے
بڑے دیسی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اُس کا ایک انگریز جان ڈرن کو دیا گیا
جو بہت کم عمری میں یہاں آنکر لبا تھا۔ اور زولوؤں کی قوم میں سر برآوردہ ہو گیا تھا۔

نہر سویز کے حصّوں کی خریداری

لارڈ بیکنس فیلڈ کے عہد وزارت کی ایک بڑی بات فورین پولیسی میں خدیو مصر سے
نہر سویز کے حصّوں کی خریداری ہے۔ نہر کے اصلی چار لاکھ حصّوں میں نصف سے زیادہ
خدیو مصر کے حصّے تھے۔ روز بروز مصر کا دوالہ نکلتا جاتا تھا۔ اس کے ۷۶۰۰۰ احصّے بکنے
لگے ۲۵ نوامبر ۱۸۷۵ء کو دنیا کو حیرت ہوئی کہ برٹش گورنمنٹ نے اُن کو چار کروڑ روپیہ کو
خرید لیا۔ اس خریداری کی انگلستان میں سب نے تعریف کی۔ اُن کی وزارت میں ہندوستان
کے وائسرائے کے بہت سے اختیارات چھین کر سکریٹری اوف سٹیٹ ہند کے ہاتھ میں
آئے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لارڈ نورتھ بروک نے قبل از وقت استعفا دیدیا اور لارڈ
لٹن اُن کی جگہ مقرر ہوئے۔ اسی وزارت میں ملکہ معظمہ نے قیصر ہند کا خطاب اختیار کیا

نیا لبرایل انتظام

۱۸۸۰ء کے موسم بہار میں مدت پیچھے لبرایل اپنے عہدہ کی جلاوطنی کے بعد بڑی دھوم دھام سے ذی اختیار ہوئے اور مسٹر گلیڈسٹن اس کے سردار بنے۔ ان کے سامنے مغربی ایشیا۔ مصر۔ اور جنوبی افریقہ کی مشکلات پیش آئیں۔ اُن کو ایک دو لڑائیوں کو ختم کرنا پڑا جو ابھی تمام نہیں ہوئی تھیں۔ انہوں نے اوّل افغانستان کا معاملہ اس طرح فیصلہ کیا۔

لارڈ رپن و جنگ افغانستان

لارڈ لٹن نے استعفا دیا تھا اُن کی جگہ لارڈ رپن مقرر ہوئے جن کی نسبت انگلستان میں اس سبب سے کہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کو چھوڑ کر رومن کیتھولک ہو گئے تھے خیالات اچھے نہ تھے مگر گلیڈسٹن نے اس پر خیال نہیں کیا اور اُن کو ہندوستان کا گورنر جنرل اور وائسرائے مقرر کر دیا۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لارڈ بیکنس فیلڈ کی مشرقی پولیسی اور لارڈ لٹن کی جنگ افغانستان کا حال کیا ہوا کہ سفیر قتل ہو گیا تو سپاہ انگریزی نے کابل کو فتح کر لیا۔ یعقوب خاں کو قید کر کے ہندوستان بھیجدیا۔ اب گورنمنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش تھا۔ کہ کابل کا حاکم کس شخص کو مقرر کرے۔ یعقوب خان کے جرنیلوں میں سے فتح محمد جو بڑا مدبر اور بہادر تھا برٹش کا مخالف ہوا۔ اور بہت سی پہاڑی قومیں اُس کے ہمراہ ہوئیں۔ موسم سرما میں انگریزی سپاہ نے شیرپور میں ڈیرے ڈالے۔ دس ہزار کابلیوں نے کابل میں جمع ہو کر شیرپور کو گھیر لیا مگر اس کا کوئی بُرا اثر شیرپور پر نہیں ہوا۔ انگریزی سپاہ محصور نے دشمنوں کا مقابلہ بڑی بہادری سے اتنی دیر تک کیا کہ سپاہ کی کمک آگئی اور سال کے ختم ہونے سے پہلے کابل کا راستہ انگریزوں کے لئے کھل گیا۔ روس نے افغانستان کے امیر ہونے کے لئے دوست محمد خان کے پوتے عبدالرحمن خان کو پیش کیا۔ عبدالرحمن خان اپنے امیر ہونے کے لئے اپنے بھائی امیر شیر علی خان کے برخلاف سازش کرتا رہا مگر اُن

میں ناکام رہا۔ وہ اب ثمرقند میں رہتا تھا۔ روسیوں سے مدد چاہتا تھا کہ اُسکو امیر کابُل بنا دیں روسیوں نے اس کی مدد کی کابُل کے امیر بننے کے لئے اُمیدوار بہت سے تھے وہ سب بالاتفاق انگریزوں سے نفرت رکھتے تھے۔ ہر ایک سلطنت کے دعوے کرنے میں دوسرے کا دشمن تھا مگر کابُل سے انگریزوں کے نکال دینے کے لئے سب آپس میں متفق تھے۔ امیر عبدالرحمن برٹش گورنمنٹ کے نزدیک سب سے زیادہ لایق تھا۔ اور روس کا آسرا و سہارا ابھی رکھتا تھا۔ اس لئے اس کو کابل میں امیر بننے کے لئے بلایا اُس سے سرلیل گریفن کی معرفت عہد و پیمان ہوئے اس عرصہ میں قندہار میں انگریزی سپاہ پر ایک آفت آئی۔

قندھار میں جو سپاہ انگریزی تھی اس کا کمانیر جنرل پرمرو ز تھا۔ وہ بڑا بہادر تھا مگر اُس کو ایشیائی قوموں کے ساتھ معاملہ کرنے کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ قندھار ایسی جگہ نہ تھی کہ اگر اُس پر قوی حملہ ہو تو وہ آسانی سے روک دیا جائے۔ مگر انگریزوں نے تھوڑی سپاہ قندھار میں بھیجی تھی کہ وہ ایوب خان کو آگے نہ بڑھنے دے۔ ایوب خان بھی کابُل میں امیر ہونے کا اُمیدوار تھا وہ انگریزوں کا بہت دشمن تھا قندھار پر چڑھا چلا آتا تھا انگریزوں نے اِس کی طاقت کا تخمینہ غلط کیا اُس نے انگریزی سپاہ کو بڑی شکست دی۔ انگریزی سپاہ نے بہادری سے مقابلہ کیا مگر بہت سے سپاہی اس میں ایسے ناتجربہ کار تھے کہ کبھی میدان جنگ میں انہوں نے بندوق نہیں چھوڑی تھی۔ اب ایوب خاں نے قندھار کا محاصرہ کر لیا۔ جنرل پرمروز تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ اس میں محصور ہوا۔ ہندوستان کی تمام لڑائیوں میں انگریزی سپاہ کے لئے تاریکی کے بعد صبح ہوتی ہے سرفریڈرک روبرٹس دس ہزار سپاہ گورکھوں اور سکھوں کی لیکر قندھار کے محاصرہ اُٹھانے کے لئے کابُل سے چلے۔ کابُل و قندھار کے درمیان راہ بڑی دشوار گذار تھی مگر اسکو بہت جلد انگریزی سپاہ نے طے کر لیا۔ اور قندھار ابھی مقابلہ کر رہا تھا کہ یہ سپاہ اُسکی کمک کے لئے جا پہنچی۔ ایوب خان کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اس اثناء میں عبدالرحمن خان امیر کابُل ہو گیا۔

ٹرنسوال کے معاملات

اب دوسرا بڑا کام مسٹر گلیڈسٹن کو اپنی وزارت میں ٹرنسوال کے معاملات کا طے کرنا تھا۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ سر تھیوفلس شپ سٹون نے شہادت نامہ کو آسانی سے تسلیم کر کے ٹرنسوال ری پبلک کو برٹش گورنمنٹ کا ایک حصّہ قرار دیا تھا۔ بوئر اکثر مہیب صورت مغرور متکبر تھے۔ جو آزادی کو سب چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اُنہوں نے خود اپنے تئیں ایک قوم بنایا تھا۔ بہت سے اُن میں ڈچ کی اولاد تھے مگر وہ اپنے تئیں ڈچ میں نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے تئیں ٹرنسوال کی ری پبلک کا بوئر جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان بھی ایک نئی بنائی تھی۔ وہ ساتھ مل جُل کر رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے دوستوں سے بھی دُور دُور رہتے تھے۔ حتی الامکان بال بچوں سمیت الگ رہنا پسند کرتے تھے۔ سر تھیوفلس شپ سٹون یا سر بارٹل فریر یا سر گارنٹ ولزلی یقین کرتے تھے۔ کہ اکثر بوئر اس سے خوش ہیں کہ ٹرنسوال انگریزی سلطنت کا ایک حصّہ سمجھا جائے بوئروں کو سر بارٹل فریر نے دوستانہ سمجھایا کہ کوئی شخص جو تم سے یہ کہے کہ انگلش ٹرنسوال سے دست کش ہونگے اس کی بات کو سچ نہ جانو۔ سر گرنیٹ ولزلی نے کہا کہ ٹرنسوال ہمیشہ ملکہ معظمہ کی سلطنت جنوبی افریقہ کا ایک حصّہ رہے گا اور ایک موقع پر یہ کہا کہ جب تک آفتاب چمکتا ہے برٹش قلمرو میں ٹرنسوال شامل رہے گا۔ آفتاب تو چمکتا ہے مگر ٹرنسوال برٹش قلمرو کا ایک حصّہ نہیں ہے خود لارڈ ولزلی کو کہنا پڑا کہ ٹرنسوال کے اکثر آدمی برٹش کی سلطنت سے راضی نہیں اور اُنہوں نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے ہتیار اُٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔

بوئرز نے اپنے متعدد ڈیپوٹیشن انگلینڈ بھیجے کہ وہ ٹرنسوال کو اپنی سلطنت میں الحاق نہ کرے۔ اس سے اُن کو کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوا۔ مگر انگلینڈ میں اُن کے ساتھ ہمدردی کرنے والے تھوڑے نہ تھے۔ مگر مسٹر گلیڈسٹن نے پبلک میں اس پالیسی پر لعنت بھیجی جس نے ٹرنسوال الحاق کیا ہے۔ اور ایک آزاد یوروپ کی

عیسائی ری پبلک کی قوم کو اُس کی تین چوتھائی آدمیوں کی مرضی کے خلاف مونارکی کا مطیع بنایا ہے۔ ۲۵ نومبر ۱۸۷۹ کی سپیچ میں اُنہوں نے فرمایا کہ مُلک ٹرنسوال ایسا ملک ہے جس میں ہم نے نادانی سے نہیں بلکہ دیوانگی سے اپنے تئیں اس عجیب حالت میں رکھا ہے کہ مونارکی آزاد رعایا ری پبلک کی آزاد رعایا سے لڑتی ہے اور اُن کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اُن کا اہل شہر ہونا قبول کریں جن سے وہ انکار اور اکراہ کرتی ہے۔ ایک مہینے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ تعجب کی بات اُن لوگوں کے لئے نہیں کہ وہ خود آزاد ہیں اور اُن کے باپ دادا آزاد تھے اور وہ اپنی اولاد کو بھی آزاد رکھنا چاہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ شائستہ زندگی کی اصل جان آزادی ہے اور اُس کے بغیر کوئی چیز منتظم اور عمدہ پولی ٹکل سوسائٹی میں نہیں ہوسکتی باوجود اس کے ہم ایک آزاد قوم پر اُس کی مرضی کے خلاف چاہتے ہیں کہ وہ مطلق العنان گورنمنٹ کی تابع ہو؟ انہوں نے یہ ایک فقرہ بھی فرمایا کہ مثل ہماری بوئر کی قوم طاقت ور سینہ زور اپنے خصایل میں مستقل ہے۔ بوئر نے ایک خفیف سے جھگڑے پر ہتھیار ہاتھ میں انگریزوں سے لڑنے کے لئے اُٹھائے اور اپنی ری پبلک ہونے کا اشتہار دیا۔ اور حاکمان ثلاثہ کی گورنمنٹ اپنی قائم کی ان حاکموں سے سب سے زیادہ مشہور سٹیفن جان پال کروگر تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوئروں کو کامل فتح انگریزوں کی سپاہ اور سپہ سالاروں پر ہوئی۔ انگریزی سپاہ بھی بڑی بہادری سے لڑی اس کا سپہ سالار سر جارج کولی میدان جنگ میں گولی سے مارا گیا۔ بوئر اپنے پہاڑوں سے خوب واقف تھے۔ اور اس کے راہوں اور رستوں کو خوب جانتے تھے۔ اور نشانہ بازی میں کامل اُستاد تھے۔ وہ تاک تاک کر اوّل انگریزی افسروں کو نشانہ بنا کے مارتے تھے پہاڑوں کے پیچھے یا اُن کے غاروں میں رہتے تھے۔ ایک انگلش بحری افسر نے کہا کہ پہاڑ کے نیچے کسی ایک بوئر کو مارنا چاہو تو چھ انگریزوں کی جان کھو۔ بوئروں نے انگریزوں کو شکست دے کر اپنے تئیں پھر آزاد کر لیا۔

اب مسٹر گلیڈسٹن نے چاہا کہ ٹرنسوال کی خانگی آزادی قبول کی جائے۔ اور صلح کی جائے مجوبہ پہاڑ کی شکست سے پہلے جس میں سپہ سالار جارج کولی گولی سے مارا گیا تھا۔ سر ادی لاین ووڈ نئی سپاہ کی کمک لے کر بھیجا گیا اس کا مقصد التواء جنگ کا تھا۔ اگر وہ ہو جائیگی

تو اس عرصہ میں آیندہ کے لئے مصالحت ہو جائیگی - یہ افسوس کی بات ہے کہ جب گورنمنٹ کا صلح کا ارادہ تھا تو اس کا اعلان اسی وقت نہیں کیا گیا - مسٹر گلیڈسٹن نے کہا کہ یہ بڑی مشکل بات ہے کہ جس وقت ٹرنسوال کے باشندے انگلینڈ کی شاہانہ قوت سے لڑنے کے لئے ہاتھوں میں ہتیار لئے ہوئے ہوں شرائط صلح منظور ہوں - آخر کار صلح کے پیغاموں میں اس کی حیص بیص میں بڑی دیر لگی مگر آخر کار صلح ہو گئی - ۲۱ر فروری ۱۸۸۴ء کو بوئروں نے جو معقول درخواستیں کیں وہ مانی گئیں - اُن کو بالکل خانگی آزادی دی گئی مگر عہد نامہ میں یہ شرائط بھی ٹھیریں کہ ٹرنسوال ری پبلک میں غلامی نہ داخل کی جائے - ٹرنسوال میں جو لوگ رہیں اُن کو مذہبی آزادی ہو کہ وہ اپنے طریق پر عبادت کریں اور مراسم مذہبی کو ادا کریں - اس میں جو دیسی باشندے رہیں اُن کو اراضی کی خرید و فروخت کا حق ہو - اور عدالت میں اُن کی رسائی ہو - برٹش گورنمنٹ نے عاقلانہ اپنے اختیارات یہ رکھے کہ اگر ٹرنسوال ری پبلک ان شرائط کے خلاف کام کرے تو وہ اس میں مداخلت کر سکے - اس عہد نامہ کے ہونے پر لوگوں نے بڑا غل مچایا کہ انگریزوں کی اس میں بھد ہوئی کہ اُس نے شکست پاکر یہ عہد نامہ کیا - مسٹر گلیڈسٹن کو یقین تھا کہ انگلستان ایسا صاحب قدرت ہے کہ انصاف کے ساتھ کام کرے اور پھر کچھ خوف نہ کرے - اِس میں وہ انگلستان کی بےعزتی کچھ نہیں جانتے تھے - کہ وہ ضعیف دشمن کو جس نے ایک حق کام کیا ہو بالکل کچل کر نیست و نابود کر دیں - غلط فہمی خود کریں اور سزائیں اوروں کو دیں - مسٹر گلیڈسٹن نے صلح کرلی اس میں ری پبلک کو اپنے طور پر کام کرنے کے لئے معقول شرائط ٹھیرالیں -

معاملات مصر

(او مصر تو مجھے کہاں سے جالیگا)

کنگ لیک کا مقولہ ہے کہ پیارے ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے دریائے نیل کے کنارے پر ہم کو قدم جمانا چاہیئے اور امیر المومنین کا (سلطان روم) جانشین ہونا چاہیئے -

پہلے سلطان روم نے مصر کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا لیا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں سلطان محمود ثانی کی عہد سلطنت میں محمد علی پاشا صوبہ مصر نے سلطنت ٹرکی کی حکومت سے نکل جانے کا قصد کیا۔ محمد علی پاشا کے متبنےٰ ابراھیم پاشا نے بیس ہزار سپاہ لے جا کر مملکت سلطانی پر حملہ کیا اور شہر عکہ وصیدا و بیروت پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے دمشق وحلب کو بھی فتح کر لیا غرض سلطان کی فوج کو ہر مقام پر ابراھیم پاشا نے شکست دی سلطان محمود ثانی کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان عبد المجید خان تخت نشین ہوا۔ کسی مصلحت کے سبب سے محمد علی پاشا نے پیام صلح بھیجا اور سلطان کی اطاعت قبول کی مگر اپنی اعلےٰ درجہ کی فہم و فراست سے اُس نے مصر کی سلطنت میں خود مختاری کی بنیاد رکھی۔ ابراھیم پاشا کے بعد سلیمان پاشا ہوا اس نے قسطنطنیہ میں آستانہ حضرت امیر المومنین کی ستّرہ برس تک جبہ سائی کی ۱۸۶۷ء میں سلطان نے اس کو خدیو کا خطاب دیا اور پاشائی اس کے خاندان میں موروثی کر دی وہ مصر کا خود مختار آزاد پاشا ہو گیا۔ فقط سلطان سے اس کا یہ تعلق رہا کہ سالانہ خراج ۶۹۵۷۹۲ پونڈ وہ سلطان کو دیا کرے اور خطبہ وسکہ میں سلطان کا نام رہے اور قانون سفارت کو قایم رکھے۔ اسمعیل پاشا نے ۱۸۷۵ء میں وہ عدالت موقوف کر دی۔ جس میں مصریوں اور غیر قوموں کے درمیان مقدمات فیصل ہوا کرتے تھے۔ اور اُس کی جگہ ایک اور عدالت قایم کی جس میں دول اعلےٰ یوروپ کے جج اجلاس کر کے اس قسم کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔ اسماعیل پاشا نے جو خزانے کی خرابی کے بیج بوئے تھے انہوں نے پھل لانے شروع کئے۔ نہر سویز پر جس کو ایک فرانسیسی انجنیر نے تیار کیا تھا۔ وہ ۹۰ میل طول میں ہے وہ خاکنائے میں بنائی گئی ہے جو افریقہ و ایشیا کو ملاتا تھا۔ یہ نہر اب ان دونو بر اعظم میں آبنائے ہو گئی۔ اس میں جہازوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور جس سے اندر جہاز رانی کا مدار مصر کی امن امان پر ہے۔ اس لئے انگلستان اور فرانس کو زیادہ تر اس پر توجہ کرنی پڑی۔ سلیمان پاشا نے صرف اس نہر سویز کی خریداری میں روپیہ نہیں برباد کیا بلکہ زبردست فرنگیوں نے جو اس کو بد صلاحیں دیں اُن پر عمل کر کے اپنی دولت کو برباد

کیا سنہ ۱۸۶۴ میں ۵۷۰۰۰۰۰ پونڈ قرض لیا اور سال آیندہ میں اس پر اور ۶۲۰۰۰۰۰ پونڈ قرض کا اضافہ کیا اور سنہ ۱۸۷۳ میں ۳۲۰۰۰۰۰ پونڈ اور قرض بڑھ گیا۔ اور سنہ ۱۸۷۶ میں خدیو کی خود ذاتی اور خانگی خرچوں کی فضولی کے سبب سے ۳۰۰۰۰۰۰ پونڈ قرض ہو گیا۔ اس قرض کا سود سارے ملک کی آمدنی کو کھائے جاتا تھا۔ اب خدیو کو کہیں سے روپیہ قرض نہیں ملتا تھا۔ اِس لئے اُس کو نہر سویز کے حصّوں کے بیچنے کی ضرورت ہوئی اُس نے فرانس سے مخفی یہ معاملہ کر لیا قریب تھا کہ فرانس کو یہ حصّے ہاتھ لگ جاتے کہ اخبار نور درن ایکو کے اڈیٹر مسٹر گرین وڈ کو اس مخفی معاملہ کی خبر ہو گئی اور اُس نے لارڈ دربی وزیر دول خارجیہ پاس جاکر اسکو اصل حال پر مطلع کیا لارڈ ڈربی نے یہ سمجھ کر کہ اسطرح حصّوں کے خریدنے سے فرانس نہر سویز کا بالکل مالک ہو جائیگا۔ اس نے سفیر مصر سے اصل حال تحقیق کر کے پارلیمنٹ میں نہر سویز کے حصّوں کی خریداری کا معاملہ پیش کیا۔ اور منظوری حاصل کر کے چالیس ۴۰ لاکھ پونڈ کو حصّے خرید لئے جن کی قیمت اب بہت بڑھ گئی ہے۔ خدیو نے انگلینڈ سے روپیہ قرض مانگا مسٹر ڈزرئیلی نے مسٹر کیو کو بھیجا کہ وہ تحقیقات کر کے اصل حال پر مطلع کرے مسٹر کیو نے لکھا کہ اگر انگلینڈ مصر کو روپیہ قرض دے گا تو روپیہ کا وصول ہونا ناممکن ہے۔ اس رپورٹ پر مسٹر اڈورڈ ڈائی سی کی یہ رائے ہوئی کہ اگر مصر میں انگلینڈ اپنی محافظت کا سرشتہ قایم کرنا اور ہندوستانی ریاستوں کی طرح اس کا انتظام کرنا چاہتا ہے تو یہ بالکل ممکن ہے کہ مصر کو اس کے قرضخواہوں کے پھندے سے نکال دے۔ اور اس کی مالی مشکلات کو اس طرح حل کرا دے کہ اُس کے قرض خواہوں کے حق میں بےانصافی نہ ہو۔ اِس اثنائے میں غیر ملکوں کے قرض خواہوں نے جن کے پاس تمسک تھے خدیو پر اُس کی مکزڈ ٹربی بیونیل (مخلوط عدالت) میں نالش کی مئی سنہ ۱۸۷۶ میں وہ خارج ہوئی۔ جس پر جرمنی نے غصّہ میں آن کر اور انگلینڈ اور فرانس نے جرمنی کی تقلید کر کے اپنے اپنے قومی تمسکی قرض خواہوں کی طرف سے دعوے کیا۔ لارڈ سیلیسبری نے قدیمی فورین پولیسی کی حد سے سر اوّل نکال لیا

کہ اس نے مصر میں مداخلت اس بنا پر نہیں کی کہ قومی محافظت کرے بلکہ ان چند صاحبوں
کے سود کی محافظت کرے جو اسمعیل پاشا کے قرض کو وصول کرنا چاہتے تھے۔ مصر میں برٹش
کی قومی اغراض جو اصل جو کھوں میں ہوں ایک ہی طریقہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ وہ ملک
پر قابض ہوں یا اس کے انتظامات کی خود محافظ ہوں وہ اپنے اغراض کو اس طرح محفوظ نہیں رکھ
سکتے کہ اور دول یوروپ کے ساتھ شریک ہو کر مصر کی مالی حالتوں کے لئے قواعد مقرر کریں
اور دول یوروپ کی اغراض مصر میں قومی نہیں تھیں بلکہ اپنی رعایا کے ان چند آدمیوں کی
اغراض تھیں جنہوں نے اپنا روپیہ بڑی ضمانت پر قرض دیا تھا۔ انگلینڈ کی شاہانہ اغراض
یہ تھیں کہ مصر میں چاروں طرف ایسی اچھی منتظم گورنمنٹ ہو کہ اس میں سے بے خلش ہندوستان
میں اس کی آمد و رفت ہو۔ اور دول یوروپ کو اس سے کچھ غرض نہ تھی۔ کہ مصر کی گورنمنٹ
اچھی ہو یا بری ہو مگر ایسی ہو کہ وہ ان کے قرض کا سود اپنی بوٹیاں کاٹ کر ادا کرے۔ بس انگلینڈ
اپنی اغراض کے لئے یہ دعوے رکھتا تھا کہ وہ بس کا محافظ ہو اور دول مصر کے مالی کاموں
میں اپنا تسلط اتنا چاہتی تھیں کہ ان کا سود وصول ہو۔ لارڈ بیکنس فیلڈ کی یہ فاش غلطی
تھی کہ انہوں نے مصر کی اور اپنی اغراض کو ایک نہ جانا اور دول یوروپ کی اغراض کا پاس
ولحاظ کیا۔ فرانسیسی و انگلشی تمسکی قرضخواہ اس بات پر متفق نہ تھے۔ کہ ایسی تدابیر کی جائیں۔
کہ فلاحین سے جن پر بھاری ٹیکس لگا ہوا تھا روپیہ وصول ہو۔ مسٹر گوشین صاحب و مسٹر جوبرٹ
مصر بھیجے گئے کہ وہ مصریوں کے قرض کو یکجا کر کے یکساں سود مقرر کریں۔ انہوں نے جو
مصر کی آمدنی کا تخمینہ کیا تو وہ ..... ۱۲۰ پونڈ زیادہ سے زیادہ بجائے ۸۰
پونڈ کے بدنصیب فلاحین سے زبردستی وصول ہوتے تھے۔ گوشین اور جوبرٹ
نے ۱۸۷۶ء میں بتایا کہ قرض کے مجموعہ .... پونڈ پر خدیو سات فیصدی سود
اور ڈوبے ہوئے فنڈ کو ادا کر سکتا ہے۔ اول اسمعیل پاشا نے اس طرح قرض کا ادا کرنا منظور
کیا مگر پھر وجہ بیان کر کے منکر ہو گیا کہ آمدنی کا تخمینہ غلط کیا گیا۔ پھر تو فرانسیسی گورنمنٹ نے ایک
کمیشن مقرر کیا جس میں انگلینڈ بھی داخل تھا۔ کہ وہ مصر کی آمدنی کے مخازن کی۔ تحقیقات
کرے۔ اس کمیشن نے یہ رپورٹ کی کہ خدیو نے اپنے ذاتی خرچوں کے واسطے مصر کی زمین

کا پانچواں حصہ اپنا کرلیا ہے اس میں سے دس لاکھ ایکڑ زمین قرض خواہوں کے حوالہ کیجائے۔
خدیو نے نبر پاشا کے ماتحت ایک نئی وزارت قایم کی جس میں انگریزی کمشنر مسٹر روس بن
کو وزیر مال مقرر کیا۔ اہل فرانس کو اس تقرر پر بڑا رشک وحسد ہوا۔ اُنہوں نے اپنی درخواستیں
لارڈ سیلسبری پاس بھیجیں۔ اُنہوں نے اُن کو منظور کرکے خدیو کو اجازت دیدی کہ وہ فرانس
کی طرف سے لارڈ ڈی بلگ ٹیرس کو مسٹر ولسن کے کام میں شریک مقرر کردے۔ اسطرح
سے مصر میں دو مختلف الاغراض گورنمنٹوں کی دوعملی شروع ہوئی جس کے سبب سے آیندہ
ساری خرابیاں پیدا ہوئیں۔ خدیو نے فوراً نبر پاشا کی وزارت کو برخاست کردیا۔ جرمن
نے مصر میں مداخلت کرنے کی دھمکی دی تو انگلینڈ اور فرانس نے سلطان روم سے
کہہ سن کر اسمعیل پاشا کو معزول کرایا۔ اور اُس کے بیٹے توفیق پاشا کو اُس کا جانشین کرایا۔
اس کے عہد میں ڈی بلگ ٹیرس کو اور انگریز مسٹر بیرنگ کو صیغہ مال کا کل اہتمام سپرد ہوا
پہلا فرانسیسی اور دوسرا انگریز تھا۔ فرانسیسی اور انگریزی دوعملی کا اثر سیدھا سادھا یہ تھا
کہ اُس نے جس سررشتہ میں ایک حاکم ہوتا تھا اُس میں دو حاکموں کو مقرر کرایا اور اُن کے اثر
کو گھٹایا۔ جہاں ایک انگریزی افسر مقرر ہوتا تو مسٹر ڈی بلگ ٹیرس کو فرانسیسی افسر مقرر
کرانے پر اصرار ہوتا اور ایسے ہی جہاں فرانسیسی مقرر ہوتا وہاں انگریزوں کو انگریزی افسر کے
مقرر کرانے پر اصرار ہوتا تاکہ دونوں افسر ایک دوسرے کے نگراں و مزاحم رہیں۔ انگریزی
اور فرانسیسی سلطنتوں کے سوائے یوروپ کی سب قوموں نے ملکر ایک کمیشن قرض
کے فیصلہ کے لئے مقرر کیا جس میں انگلینڈ۔ فرانس۔ اٹلی۔ آسٹریا۔ جرمن شریک
تھے۔ اس کمیشن نے دوعملی وزارت کے انتظام کو خوب دیکھا بھالا۔ اس کمیشن کو یہ
استحقاق تھا کہ وہ اس وزارت مال سے زیادہ موثر انتظام کا خواستگار ہو اور یہ وزارت
جو روپیہ اس کو قرض ادا کرنے کے لئے دے۔ اُس کو قرض خواہوں میں تقسیم کرے وزرائے
خزانہ کسی بات کو اپنی گورنمنٹ کے حکم بغیر مانتی نہ تھی۔ کمیشن کو یہ استحقاق تھا کہ وہ مجلس
وزرا میں بیٹھ کر بڑی بڑی باتوں میں صلاح ومشورہ دے۔ کمیشن بغیر روپے کے مصر میں
کچھ کام نہیں کرسکتا تھا اور روپیہ بغیر وزرا کے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ مجبر بیرنگ اس

اس کام کو بڑی مستعدی سے کرتے تھے وہ اپنی خدمت سے جُدا کئے گئے اور اُن کی جگہ مسٹر کالون مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنا کام مسٹر دی بلگ ٹیرس کے ماتحت بن کر لیا اس طرح کام کرنے سے انگلستان کا پلہ مصر میں جو ابتک بھاری تھا ہلکا ہوا۔ مصر میں یہ دو عملی وزارت مصریوں کے لئے کوئی انتظام نہیں کرتی تھی بلکہ قرض خواہوں کے لئے کام کرتی تھی۔ مصر کے بجٹ میں کسی شخص پر اور کسی بات پر اسکے سوائے خیال نہیں ہوتا تھا کہ قرض ادا ہو اور انگریزی اور فراسیسی عہدداروں کی جو ٹڈیوں کے دل کی طرح آگئے تھے تنخواہ ادا کی جائے۔ اب مصریوں کا اس دو عملی وزارت سے ناک میں دم آگیا تھا۔ انہوں نے ایک جنگی سرکشی اختیار کی۔ جس کا سردار کرنیل عربی بے تھا۔ جس کی پولیسی سوائے اس کے کوئی اور نہ تھی۔ کہ مصر یوں کے لئے مصر ہو۔ اس فساد کے مٹانے کے لئے خدیو نے ریاض پاشا کی وزارت کو موقوف کیا اور شریف کی ماتحت وزارت قایم کی جس میں عربی بے حکومت کرتا تھا۔ اب یہ جلد ظاہر ہوگیا کہ برٹش اور فراسیسی مصر میں کام نہیں کرینگے۔ ۱۸ر جنوری ۱۸۸۲ء کو عمائد مصر ہی نے ایک اپنی جماعت بنا کر یہ دعوے کیا کہ بجٹ بنانے کا استحقاق ہم کو ہے۔ برٹش اور فراسیسی وزرا نے اس کے اس استحقاق سے انکار کیا۔ مصریوں نے دول غیر کے وزرا کا ہاتھ مصر کے محکموں کے حساب کتاب کی جانچ سے روک دیا۔ خدیو نے ایک نئی وزارت بنائی جس میں محمد سمیع برائے نام وزیر تھا۔ اور دراصل عربی وزیر جنگ تھا۔ کل مختار تھا۔ مدتوں تک عربی بے کو اہل یوروپ بڑا لایق فایق راست باز خیر خواہ قوم سمجھتے رہے۔ ۱۸۸۱ و ۱۸۸۲ء میں اس کا ستارہ اقبال خوب چمکتا رہا۔ قاہرہ میں اس کی سواری جس تزک واحتشام سے نکلتی تھی خدیو کی نہیں نکلتی تھی۔ خدیو مصر نے اوّل عربی بے کی قومی بہی خواہی کی تحریک کی تائید کی۔ اور اُس کو سپاہ کا وزیر بنا کے معزز و ممتاز کیا جسکے سبب سے وہ درحقیقت مصر کے نظم ونسق کا مالک و مختار ہوگیا۔ یہ بھی یقین کیا جاتا تھا۔ کہ درپردہ سلطان بھی عربی بے پر نظر التفات رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ عربی بے کی ہدایتوں کے موافق خدیو مصر کام کرے۔ اب انگلینڈ کی عقل چکر میں آئی کہ کیا تدبیر کرنی چاہئے اگرچہ عربی بانیٔ

ایک قوی قومی گروہ کا سرپرست و مقتدا تھا تو یہ انگلینڈ کی پولیسی کے خلاف تھا کہ وہ اُس کے پامال کرنے کے لئے مصر میں مداخلت کرتا

عربی پاشا کی نیت کا حال صحیح صحیح دریافت ہونا مشکل ہے مگر غالباً اس کی نیت میں یہ تھا کہ انگلینڈ مداخلت نہ کرے ۔ اور اگر وہ مداخلت کرنے پر جرأت کرے تو اُس کا تدارک اس کے رقیب فرانس ۔ کے یا کسی اور دول یوروپ کے ہاتھ سے کرایا جائے ۔ عربی پاشا بڑا عاقل اور ہوشیار تھا ۔ مگر وہ یوروپ کی امور سلطنت سے ناآشنا تھا ۔ اُس کو عربی زبان کے سوائے کوئی اور زبان بولنی نہیں آتی تھی ۔ وہ جن چند انگریزوں سے ملا تو اُن میں یہ قابلیت نہ تھی کہ وہ انگلش ڈپلومیٹک خیالات اُسے سمجھاتے ۔ یہ انگریز یقین کرتے تھے کہ عربی پاشا سچا خیرخواہ قومی ہے ۔ اور قومی تحریک اعظم کا محرک ہے اس لئے انگریزوں کو اس کے ساتھ ہمدردی اور مروت کرنی چاہیئے ۔ انہوں نے عربی پاشا کو یقین دلایا کہ انگریزی قوم بھی اس کی محبت قومی کی تحریک کے مٹانے کا قصد نہیں کرے گی ۔ مسٹر گیمبٹا نے انگلینڈ کو ترغیب دی کہ وہ عربی بے سے لڑنے کے لئے فرانس کے ساتھ شریک ہو جائیں مگر اُسے کچھ فائدہ نہیں ہوا ۔ مسٹر موصوف اپنے عہدہ پریسیڈنٹ فرانس سے مستعفی ہوے اُن کی جگہ مسٹر ڈی فریسی نٹ مقرر ہوے جنکی پولیسی یہ تھی کہ مصر کے جنگی معاملات میں مداخلت نہ کرے ۔ اس سبب سے مسٹر ڈی بلگ ٹیرس نے بھی استعفا دے دیا ۔ بس لارڈ سیلبری نے دوعملی وزارت کا تجربہ کیا تھا ۔ وہ ختم ہوا ۔ عربی بے کو پاشا کا خطاب ملا وہ حقیقت میں مصر کا مطلق العنان حاکم تھا ۔ جس کی پولیسی سوائے اس کے کچھ اور نہ تھی کہ مصریوں کے لئے مصر ہو ۔ دھمکی دی گئی کہ جتنے اجنبی آدمی ہیں اُن کا قتل عام کیا جائے گا ۔ اس سبب سے فرانسیسی اور برٹش کونسلوں نے اپنے اپنے بیڑے اسکندریہ میں بھیجدئے اور دونوں نے مل کر خدیو کو صلاح دی کہ وہ عربی پاشا کو نکال دے ۔ وہ بدؤں سے سازش کر رہا ہے عربی پاشا نے استعفا دیدیا ۔ خدیو توفیق نے نئی وزارت قایم کرلی مگر اس سبب سے قایم نہیں رہ سکی ۔ کہ سپاہ نے دھمکی دی کہ ہم سوائے سلطان کے کسی اور کی حکومت کو نہیں مانینگے ۔ سلطان نے مصر میں رفع فساد کے لئے درویش پاشا کو بھیجا مگر وہ کچھ

نہ کر سکا۔ ۱۱ رجون ۱۸۸۲ء کو اسکندریہ میں اہل یوروپ اور مصریوں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ اب کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ فساد اس لئے اٹھا کہ اس کے لئے پہلے سے سازشیں ہو رہی تھیں یا یہ امر اتفاقیہ تھا۔ کہ باروت کے پیپنے میں چنگاری جا پڑی۔ انگریزی اور فرانسیسی رعایا ماری گئی۔ برٹش کونسل کو گاڑی میں سے گھسیٹ کر اتار لیا اور سخت زخمی کیا۔ مشکل سے لوگوں نے اس کی جان کو بچایا۔ یہ بات مانی جاتی ہے کہ عربی پاشا کی نیت میں یہ بات ذرا سی بھی نہ تھی کہ یہ قتل ہو اس لئے کہ وہ بلاشبہ اعلےٰ درجہ کا اخلاق رکھتا تھا۔ اگر وہ نیک اخلاق نہیں بھی رکھتا تھا تو یہ جانتا تھا۔ کہ اس طرح قتل کا ہونا اس کی ذات اور اس کی پولٹیکل مقاصد کے حق میں زہر ہوگا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اس وقت تک انگلستان کا یہ ارادہ تھا کہ کوئی کام مصر میں فرانس کی صلاح بغیر نہ کرے مگر فرانس بہت وجوہ سے مصر کے کاموں میں مداخلت سے پہلوتہی کرتا تھا۔ اس اثنائے میں عربی پاشا نے ایسی وضع اختیار کی کہ وہ انگریزوں سے لڑنا چاہتا ہے۔

برٹش گورنمنٹ کو اب تک تامل تھا۔ کہ وہ بیڑے سے سپاہ کو خشکی میں اتار کر خدیو کو عربی پاشا کے یا کسی اور کے ہاتھ سے بچائے۔ سلطان روم نے مصر کے انتظام کرنے میں سب طرح سے التوا کیا اور مصر کی وزارت کا ذکر کیا گیا تو اس میں عربی پاشا کو وزیر جنگ تجویز کیا۔ انگلینڈ اب تک ارادہ یہ رکھتا تھا۔ کہ جو کام کرے وہ فرانس کی صلاح و مشورہ سے کرے۔ مگر بہت سی وجوہ ایسی تھیں۔ کہ فرانس کا میلان یہ تھا کہ معاملات مصر میں متعدی کے ساتھ وہ درمیان میں نہ پڑے۔ اس اثناء میں عربی پاشا نے خدیو کو تو ایک طرف بٹھایا اور انگلینڈ سے مقابلہ کرنے کا ڈھنگ دکھایا۔ اسکندریہ کے قلعوں کو بڑی شان کے ساتھ مستحکم کرنا شروع کیا۔ اور اپنے سامان جنگ کو بڑھایا۔ دفعتہً انگریزی حاکموں نے تنہا ہو کر کام کرنے کا ارادہ مصمم کیا۔ انگریزی بیڑے کے میر بحر سیمر نے عربی پاشا پاس حکم بھیجا کہ قلعہ کی کسی قسم کی استواری نہ کی جائے۔ اور اگر قلعے جو بندر پر ہیں وہ اس لئے حوالہ نہ کئے جائینگے کہ وہ ان کو بے اسلحہ کر دے۔ تو انگریزی بیڑا اپنا کام شروع کریگا ۱۰ رجولائی انگریزی بیڑا اپنے مقام پر آیا اس میں آٹھ ۸ آہنی جہاز اور پانچ ۵ گن بوٹ اور

ساڑھے تین ہزار سے کچھ زائد سپاہ اور ایک سو دو توپیں تھیں۔ اس جنگ میں اہل فرانس کے شریک ہونے سے انکار کر دیا اور اسی رات کو پیرس سے حکم بھیجدیا کہ بیڑا اسکندریہ کو چھوڑ کر بندر سعید پر چلا جائے۔ پس اس وقت جو فرانس و انگلینڈ کی دوعملی مصر میں تھی عملاً موقوف ہوئی۔ ۱۱ جولائی کو انگریزوں نے اسکندریہ پر گولہ زنی شروع کی یہ جنگ بہت دیر تک قایم نہیں رہی۔ اور اس کے نتیجہ میں بھی لمحہ بھر شبہ نہ ہوا۔ مصری توپچیوں نے توپیں اچھی طرح چھوڑیں۔ انگریز اپنے جہازوں پر سے برقی روشنی سے دیکھتے تھے کہ اسکندریہ کی ساری آبادی عربی پاشا کی گرمجوشی و ہمت کوشی میں شریک ہے اور عورتیں اور بچے تک توپچیوں کی مدد کرتے ہیں کہ وہ انگریزی بیڑے پر توپیں چلائیں۔ دوسرے دن پھر گولہ زنی ہوئی تو شہر مصر میں مصریوں نے صلح کا جھنڈا دکھایا کہ امان مانگی۔ آخر کو میجر انگریزی پاس خبر آئی کہ عربی پاشا۔ اور اس کی ساری سپاہ قلعوں کی گلیوں سے جدا ہوئیں شہر اسکندریہ انگریزوں کے قبضہ میں نہ تھا۔ وہاں افسروں نے بڑا فساد برپا کیا۔ میجر پاس اس قدر سپاہ نہ تھی کہ وہ شہر کے فساد کا انسداد کرتا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی سپاہ کو شہر میں اوتار کر انتظام و بندوبست کرے۔ مفسدوں نے شہر کی بڑی بڑی عمارتوں کو غارت کر دیا اور دو ہزار سے زائد اہل یورپ کو قتل کر ڈالا۔ جب عربی سپاہ شہر میں آئی تو شہر کی گلیوں میں لڑائیاں ہوئیں۔ مگر انگریزی سپاہ نے شہر کا بالکل بندوبست کر دیا۔ اور خدیو کو جو راس التین کو بھاگ گیا تھا۔ محل رمیہ سے واپس لائی۔ عربی پاشا اور مصری سپاہ نے تل الکبیر میں جاکر مورچہ بندی کی۔ جس کے پراگندہ کرنے کے لئے اور نہر سویز کے محفوظ رکھنے کے لئے گارنٹ ولزلی کے ماتحت انگریزی سپاہ روانہ ہوئی جس میں تیرہ ہزار سپاہ اور ساٹھ توپیں تھیں۔

پروفیسر اڈورڈ پامر کا مارا جانا

یہ پروفیسر مشرقی زبانوں کا بڑا عالم متبحر تھا۔ انہوں نے شمالی قوموں میں اپنا بڑا اعزاز پیدا کیا تھا۔ وہ اس غرض سے ڈپلومیٹک مشن بناکے بھیجے گئے کہ وہ عربی پاشا

اور بدؤں کے درمیان اتحاد یہ پیدا ہونے دیں۔ اور بدؤں سے نہر سویز کی حفاظت کرنے کا عہد وپیمان لیں۔ اُن کو اپنے وطن سے ایسی محبت تھی کہ اُس کی خدمت گذاری کے عوض میں ایک سوئی بھی نہیں لیتے تھے انہوں نے اس کام کو خوشی سے قبول کیا۔ اُن کے ساتھ دو اور انگریز گئے جو اس کام کے لئے بڑے لایق تھے اس کے ساتھ پہرے چوکی سپاہیوں کا نہ تھا۔ کیوں کہ اُس کے ساتھ ہونے سے مقصد ہاتھ سے جاتا تھا۔ وہ جوبیا سے صحرائے سنائی میں شامی امیر کا بھیس بناکر گئے مگر اُن کو رہبر دغا دیکر ایک کمین میں لے گیا۔ اور ۱۰ ر اگست ۱۸۸۲ء کو اُن کو اور اُن کے ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ برٹش گورنمنٹ نے تحقیق کرکے اُن کے پانچ قاتلوں کو پھانسی دی۔ مگر اس عالم کے دوستوں کا دل کب اس سے ٹھنڈا ہوتا تھا۔ اُن کی لاش سینٹ پال میں گئی اور وہاں دفن ہوئی اس طرح اُن کی قبر فراموشی کے عالم میں مصر کی ریت کے نیچے دبنے سے بچ گئی۔ اُن کی بدولت نہر سویز محفوظ ہوگئی

۱۹ ر اگست ۱۸۸۲ء کو سرگارنٹ ولزلی سپاہ کو مخفی لے کر اسکندریہ سے اسماعیلہ کو روانہ ہوئے۔ اُن کا ارادہ تھا کہ قاہرہ میں نہر آب شیریں کی راہ سے جائیں۔ ۲۸ ر کو عربی پاشا تل الکبیر میں آیا جہاں اُس نے مورچہ بندی کی تھی۔ انگریزی لشکر رات کو ریگستان میں ایک بڑا سفر کرکے آیا اور اُس نے عربی پاشا کے مورچوں پر حملہ کیا۔ مصری سپاہ اگرچہ بہادری سے لڑی مگر انگریزی سپاہ نے اُس کو سنگینوں پر ایسا چڑھایا کہ وہ بھاگ نکلی۔ عربی پاشا اور اُس کے نائب مُقید ہوئے۔ جنرل لو تھوڑے سے سوار لے کر قاہرہ میں داخل ہوئے۔ اُس وقت قاہرہ میں ۲۷ ہزار فلاحین اور اس کے قلعہ میں دس ہزار سپاہ تھی مگر ۱۵ ر ستمبر کو انگریزی سپاہ بے کھٹکے قاہرہ میں داخل ہوئی۔ اور خدیو کو دوبارہ تخت نشین کیا۔ جس کے سامنے یہ سپاہ صف بندی کئے کھڑی تھی۔ اس تاریخ لارڈ ولزلی نے تار بھیجا کہ لڑائی ختم ہوئی اور سپاہ نہ بھیجی جائے۔ مسٹر گلیڈسٹن کی گورنمنٹ کی یہ خوش نصیبی تھی کہ انگلینڈ کا تسلّط مصر میں جو دو عملی میں جاچکا تھا۔ پھر حاصل ہوگیا۔ فرانس اور دول یوروپ نے خدیو کی سلطنت کے سنبھالنے کا بار بالکل انگلینڈ ہی کے سر پر رکھ دیا اور انہوں نے منظور کرلیا کہ مصر پر دس ہزار انگریزی سپاہ اپنا قبضہ رکھے مگر مسٹر گلیڈسٹن نے بڑے زور شور سے کہا کہ یہ قبضہ چند روزہ رہے اس جنگ کا خرچ انگلینڈ پر ۴۶۰۰۰۰۰ پونڈ پڑا۔ عربی پاشا کو کورٹ مارشل میں موت کا حکم دیا گیا۔ مگر خدیو نے اس سزا کو بدل کر لنکا میں جنم قیدی کرکے جلاوطن کردیا۔ سرگارنٹ ولزلی نے اس مہم کا اہتمام بڑے حُسن انتظام کے ساتھ کیا۔ جس کام کے لئے جو وقت

مقرر کیا اُس کے سرانجام دینے میں پل بھر کا فرق نہ آنے دیا۔ اُن کو اور امیر البحر سی مور کو بیرونٹ کا خطاب ملا اور دو پشتوں کے لئے دو ہزار پونڈ پنشن مقرر ہوئی۔ اس لڑائی کے نتائج یہ ہوئے کہ معاملات مصر سے فرانسیسی اور سلطان دونو جُدا ہو گئے اور برٹش کونسل جنرل کو بالکل مصر کے انتظام کے اختیارات خدیو کی طرف سے مل گئے۔ مصر سے دو عملی موقوف ہوئی۔ ساری جوابدہی اس سلطنت کی انگلینڈ کے ذمہ رہی۔ مصری سپاہ کے قواعد محدود ہوئے۔ مصری پولس کے افسر بیکر پاشا مقرر ہوئے۔ مصر پر انگلینڈ کے قبضہ رکھنے سے بہت فائدے حاصل ہوئے ٹیکسوں میں تخفیف و مساوات ہوئی۔ آدمیوں کا بیگار میں پکڑا جانا موقوف ہوا عدالتوں میں انصاف ہونے لگا۔

اگر برٹش گورنمنٹ کا مقصد مصر پر قبضہ کرنے سے یہ ہوتا کہ وہ مصر کی مختلف قوموں کی بہتری و بہبودی کرے تو وہ حُبّ النسانی میں کامیابی کا حاصل کرنا تھا مگر مدبران ملکی اس بات کو کب تسلیم کرتے ہیں کہ دریائے نیل پر انگریزوں کے قدم جمانے کا یہ مقصد تھا۔ اُن کا صرف یہ مقصود تھا کہ ہندوستان کی شاہ راہ میں اُن کی آمدورفت بے ہرج و مرج ہو اور نہر سویز محفوظ رہے۔ انگلش گورنمنٹ مصر میں انگریزوں کے قبضہ رکھنے کے خلاف تھی۔ خواہ اس سے مصریوں کو کتنا ہی فائدہ ہو۔ عربی پاشا کو سیلون میں جلائے وطن کرنے کے سبب اُس کو مصر پر قبضہ رکھنے کے سبب سے فقط خدیو کی خاطر سے مہم پر مہم کرنی پڑیں ان مہموں میں بعض میں بڑی ناکامی ہوئی اور بعض میں کامیابی چندروزہ ہوئی۔ ایک پُرانی ضرب المثل چلی آتی ہے کہ زیادہ و زیادہ تر۔ یہ بات زیادہ سے زیادہ تر رکھنے کی نہ تھی بلکہ زیادہ کے محفوظ رکھنے کے لئے بمجبوری زیادہ تر رکھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ مصر میں انگریزوں کے تسلّط رکھنے سے فرانس ہمیشہ سے ناراض تھا۔ مگر انگلستان مصر میں ایک خاص وقت تک حکومت رکھنے سے اپنے تیں باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

گلیڈسٹن کی دوبارہ وزارت ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۵ء تک

گلیڈسٹن نے دوبارہ وزارت مرتب کی جس کے روبرو آئرلینڈ کی مشکلات پیش آئیں۔ آئرلینڈ میں زمیندار اور کاشتکاروں کے تعلقات ایسے تھے جس سے بہت تکالیف پیدا ہوتی تھیں ایک لینڈ لیگ مرتب ہوئی کہ وہ زمینداروں کے مقابلے میں کاشتکاروں کی حمایت کیا کرے۔

پارلیمنٹ میں اہل آئرلینڈ کے ممبروں کی ایک پارٹی تھی۔ جو ہوم رول کے خواستگار تھیں کہ وہ خود ہی آئرلینڈ کے معاملات طے کیا کرے۔ اس گروہ کا سرغنہ پارنیل تھا۔ سنہ ۱۸۸۱ میں اس وزارت میں اور ایک ایکٹ اراضی کا پاس ہوا۔ جس کے موافق ایک عدالت اراضی مقرر ہوئی کہ وہ لگان تجویز کیا کرے جو پندرہ برس تک نہ بدلا کرے۔ اور ایک ایکٹ پاس ہوا کہ جان و مال کی محافظت کے لئے قتل و دنگہ و فساد کا انسداد اس طرح کیا جائے کہ مشتبہ لوگ بغیر کسی تحقیقات جرم کے مقید رہیں سنہ ۱۸۸۱ میں پارنیل اور اور سرغنہ مقید ہوئے۔ سنہ ۱۸۸۵ میں اُن کو گورنمنٹ نے رہا کر دیا کہ وہ نیک و صالح طریقے اختیار کریں۔ اس سبب سے مسٹر فوسٹر فورین سکرٹری آئرلینڈ نے استعفا دیدیا اس کا قایم مقام الیس وِلسن مقرر ہوا۔ اس کو اور اس کے ساتھ انڈر سکرٹری برک کو آئرلینڈ میں کوئین پارک میں ایک گروہ نے قتل کیا۔ پھر ایک اور ایکٹ انسداد جرایم کا نافذ ہوا۔ آئرلینڈ کے ممبران پارلیمنٹ وزارت کے سخت دشمن تھے۔

سنہ ۱۸۸۴ میں برایل اور کون سرویٹو کی موافقت سے تیسری دفعہ ریفورم بل پاس ہوا جس کے سبب سے دوسری دفعہ کے ریفورم بل کی نسبت زیادہ لوگوں کو پارلیمنٹ کے لئے ممبروں کے انتخاب کرنے کا اختیار حاصل ہوا۔ سنہ ۱۸۸۵ میں برایل گورنمنٹ موقوف ہو کر کون سرویٹو گورنمنٹ مقرر ہوئی

کولونیوں کا پھیلنا سنہ ۱۸۱۵ سے سنہ ۱۸۷۴ تک

سنہ ۱۸۱۵ میں واٹرلو میں فرانس سے جنگ عظیم ہوئی تھی اس کے بعد انگلینڈ نے اِن کولونیوں کی قدر و منزلت کی جو ویسٹ انڈیا آئی لینڈ میں تھیں۔ وہ شکر پیدا کرتی تھیں۔ اور کیپ گڈ ہوپ کی قدرشناسی کی کہ وہ انگریزوں کا مامن تھا جنگ کے زمانہ میں بڑا کام دیتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ انگریز اپنا ترک وطن کر کے۔ کینیڈا اور آسٹریلیا میں بھی جا کر بسے تھے مگر اُن کی تعداد زیادہ نہ تھی اور کیپ گڈ ہوپ میں تقریباً ساری آبادی ڈچ کی تھی۔ ویسٹ انڈیا آئی لینڈ کا تنزل اس وقت سے ہو گیا کہ غلامی موقوف ہوئی۔ انگلینڈ کا بازار غیر ملکوں کی شکر کے لئے کھل گیا۔ غلاموں کے کاشت کرنے سے جو شکر کے نظام میں نقصانات ہوتے تھے۔ وہ بھی معلوم ہو گئے۔ برطانیہ اعظم نے جتنے اپنے آدمیوں کی نئی بستیاں آباد کیں۔ اُن کی گورنمنٹ کا انتظام مثل برطانیہ اعظم کی

گورنمنٹ کے کیا جس کے سبب سے ان نئی بستیوں نے کبھی اپنے مادری ملک کی رشتہ مندی کو نہیں چھوڑا ۔ یہ انگریزی نوآبادیاں کرہ زمین کے تین حصوں میں ہیں ۔ کینڈا کی قلمرو میں ۔ آسٹریلیشیا میں جنوبی افریقہ میں ۔

شمالی امریکہ میں کینڈا کی نوآبادیاں یعنی کولونی سنہ ۱۸۴۱ء سے سنہ ۱۸۷۲ء تک

ہم نے اول کتاب میں بیان کیا ہے کہ برٹش و فراسیسی آباد ہونے والوں میں جو فسادات تھے اُن کا خاتمہ سنہ ۱۸۴۱ء میں ہوگیا اور دونوں کے صوبوں میں قانونی اتحاد ہوگیا دونوں میں انگلستان کی طرف سے ایک گورنر جنرل مقرر ہوتا تھا اور وہیں کے باشندوں کی ایک پارلیمنٹ مقرر ہوتی ۔ واضع قانون ایک سنیٹ ہوتا جس کے دو ممبر رعایا منتخب کرتی اور انکو تاحیات سینٹ مقرر کرتا ۔ ہر ہر صوبہ کی پارلیمنٹ جُدا جُدا مقامی معاملات کے انفصال کا اختیار رکھتی بالائی اور نشیبی کینڈا کی جدا جدا پارلیمنٹ تھی اور اُن کے نام اون نے ریو اور کوئی بک تھے اور اُن میں قلمرو واسکوشیا اور نیوبرنزوک کا اور اضافہ ہوگیا ۔ سنہ ۱۸۷۰ء و سنہ ۱۸۷۲ء کے درمیان اس قلمرو میں برٹش کولمبیا اور پرنس اڈورڈ آئی لینڈ اور شامل ہوئے نیوفونڈلینڈ جُدا رہا ۔ شمال مغرب کی غیر آباد زمین اس سلطنت کے ماتحت تھے ۔ بس یونائیٹڈ سٹیٹس کے شمال میں کل امریکہ اطلینٹک سے لے کر پے سی فک تک باستثنائے نیوفونڈلینڈ اور اس کے تابع لے براڈور کے ایک گورنمنٹ کے ماتحت تھا ۔

آسٹریلیشیا سنہ ۱۷۸۵ء سے سنہ ۱۸۷۱ء تک

آسٹریلیشیا کے کولونیوں کے دو گروہ ہیں ایک آسٹریلیا دوسرا نیوزی لینڈ ۔ آسٹریلیا میں اول مجرم جلائے وطن ہو کر آباد ہوتے تھے ۔ وہ سنہ ۱۷۸۸ء میں بندر جیکسن میں آئے ۔ بہت برسوں تک اس کولونی کا نام سوتھ ویلز رہا جس میں مجرم آباد تھے ۔ یہ مجرم اپنی میعاد قید بھگتنے کے بعد آزاد ہو جاتے تھے اور اُن کی اولاد آزاد سمجھی جاتی تھی ۔ انگلینڈ سے کچھ آزاد آدمیوں نے بھی جا کر وہاں بسنا شروع کیا ۔ سنہ ۱۸۲۱ء میں نیوویلز کی آبادی بیس ہزار آدمیوں کی تھی ۔ جن میں تین چوتھائی مجرم تھے ۔ یہ تحقیق ہوگیا تھا کہ اس ملک میں اُون خوب پیدا ہوتی تھی ۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں اس کی آبادی

پچیس ہزار آدمیوں کی تھی اور ۱۸۲۵ء میں ۰۰۰ ۲۹ آدمیوں کی ہوگئی۔ اُس وقت سے اس میں کامیابی کی اُمید ہوئی اور اور کولونیاں اس عرصے میں آباد ہوئیں۔ ایک کولونی ویسٹ آسٹریلیا مجرموں سے آباد ہوئی اور ۱۸۳۶ء میں سوتھ آسٹریلیا میں ایک جدا گورنمنٹ مقرر ہوئی ۱۸۴۲ء اس کے لئے ایک ایکٹ پارلیمنٹ میں پاس ہوا ۱۸۵۰ء میں نیو سوتھ ویلز سے وکٹوریہ جدا کیا گیا جو آبادی آزاد آدمیوں کی تھی وہ اس بات سے خفا و ناراض ہوتے تھے کہ انگلینڈ سے مجرموں کی کھیپیں کی کھیپیں چلی آتی ہیں اُس نے مجرموں کے نہ آنے پر ایسا اصرار کیا کہ ۱۸۵۱ء میں انکا بھیجنا بند ہوگیا پھر اُن کولونیوں میں مجرم بسانے لگے جو کم آباد تھیں۔ جب ان میں سونے کی کانیں نکل آئیں تو پھر وہاں آدمیوں کے ہجوم کے ہجوم آنے شروع ہوئے۔ برطانیہ اعظم سے بہت لوگوں نے سونے کی طمع میں ترک وطن کیا۔ ۱۸۵۹ء میں کوئینس لینڈ ایک جدا کولونی آباد ہوئی۔ ۱۸۸۱ء میں کل آسٹریلیا کی آبادی ۰۰ ۳۰ ۲۸۳ ۳ آدمیوں کی ہوگئی ۱۸۸۲ء میں نیوزیلینڈ میں ۰۰ ۴۸۹ ۱ آدمیوں کی آبادی ہوئی اور وہاں ایک جدا پارلیمنٹ مقرر ہوئی جس کی دارالاقامت ونگٹن تھی۔

جنوبی افریقہ

۱۸۰۶ء میں کیپ کولونی برٹش گورنمنٹ کے تحت میں آئی ۱۸۲۱ء میں اس کے اندر برطن سے نقل مکان کرنے والوں کی رو آگئی۔ شمالی مشرقی سرحد پر کافر قومیں اُن کو ضرر پہنچاتے تھے کافر بڑے بہادر اُن سے لڑنے کو تیار بیٹھے تھے۔ ۱۸۳۴ء سے اس کافر قوم کے ساتھ وقتاً فوقتاً لڑائیاں جاری رہیں اور کولونی کے مخازن پر ایک ٹیکس لگ گیا تو اُن کی محافظت کے واسطے برٹش رجمنٹیں بھیجی گئیں۔ بہت سے ڈچ جن کو بوئر یعنی کسان کہتے ہیں وہ برٹش گورنمنٹ سے ناراض تھے ۱۸۳۵ء میں اُنہوں نے یہاں سے نقل مکان کرکے ایک بڑی جدا سٹیٹ اورنج اور فری سٹیٹ بنائی جس کا آزاد ہونا ۱۸۵۴ء میں تسلیم کیا گیا ۱۸۵۲ء میں اب ڈچ کی آبادی ٹرنسوال کا آزاد ہونا مانا گیا ۱۸۴۳ء سے نٹال ایک برٹش کولونی تھی ۱۸۷۱ء میں کیمبرلی میں ہیرے کی کانیں نکل آئیں جس کے سبب سے لوگ زیادہ نقل مکان کرکے یہاں آئے ۱۸۷۵ء میں نقل مکان کرنے والوں کی تعداد جنوبی افریقہ میں ۰۰ ۷۵۹ ۱ ہوگئی انگریزی قلمرو میں ۰۰ ۹۰۰ ۳۳ ۱ تھی اور باقی اور آدمی بوئروں کی قلمرو

میں آن کر آباد ہوئے تھے۔ جنوبی افریقہ کی آبادیوں میں بہ نسبت شمالی امریکہ کی آبادیوں کے اصلی باشندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ۱۸۷۵ء میں گوروں کی آبادی ۳۵۰۰۰۰ آدمیوں کی تھی ہر چھہ دیسی باشندوں کے پیچھے پانچ گورے تھے۔

معاملات سوڈان

مسٹر گلیڈسٹن کی عہد وزارت میں معاملات سوڈان

۱۸۸۳ء میں گورنمنٹ انگلینڈ و مسٹر گلیڈسٹن کا ارادہ ہوا کہ مصر میں انگریزی سپاہ کم کر دی جائے مگر پہلے اس سے کہ یہ ارادہ پورا کیا جائے مصر میں ایک حادثہ برپا ہوا جس نے اس ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا۔ ہمیشہ سے خدیو کے خاندان کی اولوالعزمی یہ چلی آتی تھی کہ وہ خط استوا کی سمت میں اپنی سلطنت کو وسعت دے۔ اس نے اس سمت میں اس دشوار ضلع کے فتح کرنے کا ارادہ کیا جس کو سوڈان کہتے ہیں۔ اور اس کے فتح کرنے کے لئے مصر کو سپاہیوں سے اور خزانوں کو روپیوں سے خالی کیا۔ اور اس کی فتح کے لئے بہانہ یہ بنایا کہ بردہ فروشی کی تجارت کو موقوف کرے۔ اس طرح اس نے گراں بہا فتح کی پولیسی کو مقدس بنایا۔ سوڈان کی قوموں کو مصری اور ٹرکی ستاتے بہت تھے اور جابرانہ اُن سے تحصیل زر کرتے تھے اس لئے نتیجہ یہ تھا کہ مصر میں جتنے فساد برپا ہوتے تو سوڈان کی قومیں مصریوں یا ترکوں کے خلاف سرکشی کرتیں۔ اب یہ قومیں مہدی موعود کے علم کے نیچے جمع ہوئیں۔ مہدی کا نام محمد احمد تھا۔ مئی ۱۸۸۱ء میں جزیرہ آبا میں بہت مسلمان اس کے مرید ہو گئے تھے۔ اس نے اپنا مذہبی رنگ بدل کر جنگی رنگ اختیار کیا اور دعوت اسلام کرنے لگا۔ ملک سوڈان کا بہت حصہ اس نے فتح کر لیا۔ وہ صوبہ کردفان کا مالک تھا جب اکتوبر ۱۸۸۲ء میں خرطوم سے یہ خبر آئی کہ عبدالقادر گورنر جنرل خدیو نے جو سپاہ مہدی کے مقابلے میں بھیجی تھی وہ سب قتل ہو کر فنا ہوئی۔ اب اور فوج بھیجنی ضرور ہوئی۔ تو سوڈان کے اس فساد کے فرو کرنے کے لئے مارچ ۱۸۸۳ء میں برٹش گورنمنٹ نے کرنیل ہکس کو دس ہزار مصری سپاہ کے ساتھ بھیجا یہ وہ ہندوستانی سپاہ کا پنشن یافتہ افسر تھا۔ اس نے افسر کے بھیجنے کا حکم دیدیا۔ مگر اس کی امداد اور کمک کے لئے کوئی تدبیر نہیں کی۔ برٹش گورنمنٹ کی یہ پولیسی عاقلانہ نہ تھی کہ اس نے مصر کی قسمت

کی جوابدہی اخلاقاً اپنے ذمے لی۔ مگر اس کی یقینی کامیابی کے لئے قدم نہیں اٹھائے۔ مہدی نے صوبہ کردفا کے صدر مقام العبید کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ۵ نوامبر ۱۸۸۳ء کو العبید سے تیس میل کے فاصلہ پر مہدی نے ہکس پاشا کی سپاہ پر حملہ کیا۔ اور ہکس پاشا اور اُس کی ساری سپاہ کو مار کر بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اب سوڈان میں مصریوں کے قبضے میں چند قلعے خرطوم۔ سواکن سنکیں۔ رہ گئے۔ جن کو دشمنوں نے سب طرف سے محصور کر رکھا تھا۔ برٹش گورنمنٹ نے توفیق پاشا خدیو مصر کو سمجھایا کہ وہ سوڈان کے دوبارہ فتح کرنے کا قصد نہ کرے۔ مگر یہ صلاح دی کہ محصور قلعوں میں جو سپاہی ہیں اُن کی مدد کر کے سلامت نکال لائے۔ اور بحر احمر کے کناروں پر اور دریائے نیل پر وادی حلفہ تک اپنا قبضہ رکھے۔ جس کے سبب سے مُلک کے پیداوار کے باہر جانے کے رستے بند ہو جائیں اور ملک کے فتنہ و فساد ہٹ جائیں۔ اب وزارت انگلینڈ کی جان عذاب میں آئی اگر وہ سوڈان کے دوبارہ فتح کرنے کا قصد کرتی ہے تو ٹوری بُرا کہتے ہیں۔ کہ وہ پولیسی اختیار کی جاتی ہے جس میں خوں ریزی ہوتی ہے۔ اور مصر کا سرمایہ خدیو کی اُولعزمی کے پورا کرنے میں برباد جاتا ہے۔ اور اگر وہ توفیق پاشا کو یہ سمجھاتی کہ وہ سوڈان میں اپنا اکیلا کام کرے تو اُس کو بُرا کہتے ہیں کہ وہ غلامی اور وحشی پنے پر تہذیب اور شائستگی کی فتحیابی کو ترک کرتی ہے۔ مگر اُس وقت اور کاموں میں مصروف ہوگئی

مہدی کی فتوح اور وزارت انگلینڈ کی دشواریاں

۵ رفروری ۱۸۸۴ء کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں ملکہ معظمہ نے جو اسپیچ دیا اس میں اُن باتوں کا ذکر تھا کہ سوڈان میں مہدی کو فتوح غیر مترقبہ حاصل ہوئی ہیں اس سبب سے یہ ارادہ جو تھا کہ قاہرہ کو انگریزی سپاہ بالکل خالی کر دے اور مصر کی سپاہ محافظ میں کمی کی جائے۔ وہ ملتوی کرنا پڑا۔ جنرل گارڈن اور اون کے ماتحت کرنیل سٹوورٹ کو خرطوم بھیجنے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ مصر میں جو برٹش گورنمنٹ نے پولیسی اختیار کی تھی اُس کے باب میں کامنس ہوس اور لارڈس ہوس کے ممبروں میں بڑا اختلاف آرا تھا ایک رات کہتا تو دوسرا دن۔ مصر سے انگلینڈ کا تعلق ایک خاص طرح کا حیران کرنے والا تھا۔ گورنمنٹ جو پولیسی اُس کے باب میں اختیار کرتی وہ اعتراضات کے قابل ہوئی جہاں تک کہ انگلینڈ اور مصر کی اغراض متعلق تھیں اُن کے لئے تو یہ انسب و بہتر تھا۔ کہ مصر کی

سرحد وادی حلفہ تک ایسی استوار اور محکم بناتے کہ اُس کے اندر کوئی دشمن داخل نہ ہو سکتا۔ پھر
سوڈان میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرتے اور قلعوں کے سپاہیوں اور وہاں کے مصری رہنے والوں
کو خود مختار کرتے کہ وہ اپنے آپ مہدی سے شرائط صلح کرلیں گو یہ کام بہادرانہ یا اشرافانہ نہ تھا مگر
عاقلانہ تھا۔ جس کے سبب سے نہ بے فائدہ اسراف کثیر ہوتا نہ بے بہا جانیں تلف ہوتیں۔ اس بارے میں
بس مارک کا قول بڑا معقول تھا کہ وہ یہ تجربۃً کہا کرتا تھا کہ میں مشرقی معاملات میں کبھی اپنے سپاہی
کی ہڈی پر ضرب بھی نہیں آنے دونگا۔ مگر مسٹر گلیڈسٹن کے لئے تو اس مقولہ پر عمل کرنا ناممکن تھا
اُن کے مشیر کار تو جنگ کے پیاسے تھے۔ غیر ملکوں کے ساتھ صلح یا جنگ کرنے کے معاملات میں
اُن کی خواہشیں ایسی تھیں۔ جیسی کہ کسی بیمار کی کھانے کی خواہشیں جن کو وہ جس قدر زیادہ کرتا ہے
اُسیقدر وہ اور زیادہ بیمار ہوتا ہے۔ وزرائے نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کو سوڈان سے کچھ تعلق نہ رہے
مگر اس کے ساتھ انتظام بھی کیا جائے کہ نشیبی مصر میں قلعوں کے محصورین اور اور مصری صحیح
سلامت آجائیں۔ اس کام کے لئے جنرل گارڈن کو تجویز کیا وہ گارڈن پاشا بھی مشہور تھے وہ
دفعہ خدیو کے وائسرائے سوڈان میں ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۷ء میں رہ چکے تھے انہوں نے بردہ فروشی کی تجارت
کا اور بدنظمی کے دور کرنے کا خوب بندوبست کیا تھا۔ وہ بڑے جری بہادر نیک چلن پاک
نفس تھے۔ سب کو اُن کا تقرر دل سے پسند تھا وہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۴ء کو قاہرہ میں آئے خدیو
نے اُن کو سوڈان کے گورنر جنرل ہونے کا فرمان دیا اور اپنی طرف سے یہاں کا وائسرائے خود
مختار مقرر کیا۔ بس جرنیل گارڈن کے دو عہدے تھے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی طرف ایجنٹ فورین
اوفس کے تھے اور خدیو کی طرف سے وائسرائے تھے۔ اُنہوں نے صحرائے سے عبور کیا اور پہرہ
چو کی کچھ ساتھ نہیں لیا۔ وہ خرطوم کو چلے جاتے تھے۔ کہ انگلینڈ میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ اس
میں مصر کے باب میں مباحثے ہو رہے تھے کہ سوڈان سے یہ خبر ہولناک آئی کہ ۴ فروری ۱۸۸۴ء کو
سیکر پاشا جو تین ہزار مصری سپاہ اور ستو ولنٹیر انگریزی پولس کے اور نو یوروپین افسر لے کر ٹرنکی نٹ
سے آگے بڑھے تھے اُس کو مہدی کے مریدوں نے یوکر پر شکست دے کر سوا کن کو بھگا دیا۔ اس
حادثہ کے واقع ہونے سے پارلیمنٹ پر طعن و تشنیع ہونے لگے ایک نے کہا کہ یہ ساری خرابیاں اور
مصیبتیں اسلئے پیش آتی ہیں کہ گورنمنٹ مذبذب و متلون۔ پولیسی اختیار کرتی ہے۔ دوسرے

نے کہا تل الکبیر کی جنگ کے بعد مصر کی گورنمنٹ کی ذمہ دار انگلینڈ ہے ہکس پاشا اور اُس کی سپاہ کے
قتل ہونے کی جوابدہ انگلینڈ ہے یہ اُس کی خطا ہے کہ اُس نے اس مُہم کو نامنظور کیا اور اُس نے ہکس
پاشا کو لڑائی پہ بھیجدیا اور اُس کو کوئی صلاح نہیں بتلائی اور خدیو کو نہیں سمجھایا کہ وہ اپنی سپاہ کو اس
مُشکل کام کے لئے قوی اور بنا لئے۔ کسی نے کہا کہ مسٹر گلیڈسٹن کی رائے صواب پر تھی کہ مصر کو یہ صلاح
دی جائے کہ وہ سوڈان کی فتح کا خیال چھوڑ دے اور انگریزی سپاہ اس لئے نہ بھیجی جائے کہ وہ محصور
قلعوں میں سے مصری سپاہ کو باہر نکال لائے۔ بعض نے کہا کہ اس رائے میں یہ کسر باقی ہے کہ مسٹر
گلیڈسٹن نے یہ نہیں بتلایا کہ سوڈان سے مصر اپنا پیچھا کیونکر چھڑائے۔ اصل بات یہ تھی کہ تل الکبیر
کی جنگ کے بعد مصر کا محافظ انگلینڈ تھا جس کے سبب سے اُس پر واجب تھا کہ وہ مصر کے باغی
اضلاع کو خوف زدہ جب تک رکھتا کہ از سر نو اضلاع کی ترتیب و تنظیم ہوتی۔ جب انگلینڈ نے مصر کو یہ
صلاح دی کہ وہ سوڈان سے دست کشی کرے تو شریف پاشا وزیر مصر نے اس صلاح کو نہ مانا اور جب ہکس
پاشا کی شکست کے بعد انگلینڈ نے اس صلاح پر اصرار کیا اور خدیو نے اُس کو ماننا چاہا تو شریف پاشا
نے استعفا دیدیا او نوبیر پاشا اس کی جگہ مقرر ہوا۔ اس وقت ممبران پارلیمنٹ نے طعن و تشنیع کا دروازہ
ایسا کھولا کہ شریف نیک نہاد جنرل گارڈن کو بھی لے ڈالا۔ اس مدبر نے مشتہر کیا تھا کہ صوبہ کردفان کا سُلطان
مہدی ہے جس میں یہ مصلحت سمجھی تھی کہ محصور قلعوں کی سپاہ صحیح سلامت نکل آئیگی۔ عہد و پیمان
پر مہدی راضی ہوجائیگا۔ اور مصری گورنمنٹ کے پُرانے کاغذات جن میں باقیاب محصول لکھے ہوئے
تھے سب کے رو برو جلا دئے تاکہ لوگوں کو اطمینان ہوجائے کہ محصول کے وصول کرنے کے واسطے مصری
ہم پر پھر جبر نہیں کرینگے جیل خانوں میں جو قیدی بھرے ہوئے ناحق مدت سے مشقتیں اُٹھا رہے تھے
اُن کو رہا کر دیا۔ اُنہوں نے یہ بھی اشتہار دیدیا کہ جن لوگوں کے گھروں میں غلام ہیں وہ بدستور مالکوں کے
قبضے میں رہیں گے تاکہ اُن سازشوں کا انسداد ہو جو ڈھل مل رعایا کے ساتھ یہ جُبل دے رہی ہیں
کہ اگر تم گورنمنٹ مصر کے مطیع ہوجاؤگے تو تمہارے خانگی مُلازم سب چھن جائینگے۔ اس وقت کوئی مصری
حاکم خرطوم کے بند و بست کے واسطے ایسا ملنا ممکن نہ تھا۔ کہ اس پر اعتراضات کم ہوتے اس لئے اُنہوں
نے اپنے قدیمی دشمن زبیر پاشا کی سفارش کی کہ وہ منتظم مقرر ہو وہ ایک دفعہ بردہ فروش تاجروں کا
پادشاہ مشہور ہوچکا تھا۔ جنرل گارڈن کی یہ پولیسی سوڈانیوں کی تالیف قلوب پر مبنی تھے ٹوری فرقہ

نے ناک بھوں چڑھاکر کہا کہ گارڈن پاگل ہو گیا ہے جس نے اپنی زندگی کے عمدہ ایام غلامی کے موقوف
کرانے میں صرف کئے اب اسے غلامی کے قایم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے خلاف تمام رائے کو برانگیختہ کیا
اس مشکل کے حل کرنے میں کہ خرطوم میں سے سپاہ اور مصری متوطن وہاں سے کیوں کر خوفناک حالت سے
نکلیں بڑی دقتیں پیش آئیں۔ گارڈن نے جو زبیر پاشا کو خرطوم حوالہ کرنے کی درخواست کی اُس کو منظور
کرنے کی صورت میں گورنمنٹ کو ڈرا دکھائے گئے۔ فرقہ ٹوری زبیر کو ایک درندہ وحشی سمجھتے تھے جرنیل ہکس
کی شکست کے بعد یہ خبر آئی کہ سنکٹ میں جو سپاہ محصور تھی وہ قتل کی گئی۔ تو وزرائے انگلینڈ نے عام
رائے کی اطاعت کر کے اس پولیسی کو چھوڑا کہ سوڈان میں انگلینڈ کچھ کام نہ کرے۔ ۱۰ فروری ۱۸۸۴ء کو سواکن
میں میجر جنرل ہوویٹ حاکم اعظم مقرر ہوئے۔ ۱۸ فروری کو تھوڑی سی انگریزی سپاہ جنرل گریہم کے ماتحت
خشکی میں وہاں اُتری اُس وقت طوکر کو بھی دشمنوں نے فتح کر لیا تھا۔ مگر گریہم ٹرنکی ٹٹ سے کچھ آگے بڑھا
قصیب میں عثمان دغنہ کو لڑ کر شکست دی۔ عثمان دغنہ نے تمائی کی طرف مراجعت کی ۱۲ مارچ کو گریہم
نے اس پر حملہ کیا اوّل ویلہ میں عربوں کے تیز حملہ سے میدان جنگ میں انگریزی سپاہ کے پاؤں اُکھڑے
مگر پھر وہ ایسی لڑی کہ عربوں کو شکست دے کر بھگا دیا اور عثمان دغنہ کا کیمپ بالکل برباد کر دیا ۱۶ مارچ کو جنرل گارڈن
نے بھی خرطوم سے باہر نکلکر دشمنوں پر حملہ کیا مگر وہ ناکام رہا اور اُن کو یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف سپاہ ہی نہیں بلکہ شہر کے
اہلِ قلم بھی بغاوت کی بھڑوں کا چھتا بن رہے ہیں۔ انہوں نے گورنمنٹ سے بالتجا یہ درخواست کی کہ وہ دو دستے
سوار جلد کے بربر میں بھیجے کہ ان دو ہزار آدمیوں کی جو بھاگ کر گئے ہیں، امداد کرنے میں کوشش کریں
مگر اس درخواست سے اُن کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ گورنمنٹ نے اس درخواست کے برخلاف سواکن سے
جنرل گریہم کو اور اُس کی سپاہ کو بلا لیا جس سے عربوں کو یقین ہو گیا کہ گارڈن کو اُس کے ہموطنوں نے بالکل
چھوڑ دیا۔ جرنیل گارڈن نے جو مہدی پاس صلح کے پیغام بھیجے اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ماہ مئی ۱۸۸۴ء میں
جنرل گارڈن نے حسب ضابطہ خرطوم چھوڑنے کے برخلاف اپنی رائے کو مشتہر کیا۔ عوام نے اس پر پھر گورنمنٹ
پر طعن تشنیع کی تو گورنمنٹ نے اُس کو یوں رفع کیا کہ کیا گارڈن معرض خطر میں نہیں ہے۔ اور اگر ہو گا
تو فوراً اُس کے لئے کمک بھیجی جائیگی۔ مصر کی مالی حالت ایسی خراب تھی۔ کہ مسٹر گلیڈسٹن نے یہ چاہا
کہ اُس کے قرض کے بوجھ کو تمسکی قرضخواہوں کے صرف سے ہلکا کرے۔ اس مطلب کے لئے دول یورپ
کی کونفرنس کی ضرورت ہوئی۔ انگلینڈ کی اس تدبیر کو فرانس نے پسند نہیں کیا۔ باوجود اُن دشواریوں

کے ۲۳ جون ۱۸۸۴ کو گورنمنٹ نے یہ اطلاع دی کہ انگلینڈ اور فرانس میں یہ انتظام ٹھیرا ہے کہ فرانس حسب ضابطہ دو عملی سے دست کشی کرے جو دراصل ۱۸۸۲ کو خدیو کی دلیری سے پہلے ہی غارت ہو چکی تھی۔ اور یہ عہد کرے کہ وہ مصر میں اپنی سپاہ جب تک نہیں بھیجیگا۔ کہ اُس سے انگلینڈ سپاہ طلب نہیں کریگا۔ اور انگلینڈ وعدہ کریگا۔ کہ اگر دول یوروپ یہ سمجھیں کہ مصر سے انگریزی سپاہ کے چلے جانے سے کوئی خرابی اور بدنظمی نہیں ہوگی تو وہ پہلی جنوری ۱۸۸۸ کو مصر کو اپنی سپاہ سے خالی کر دیگی۔ اور دیکم جنوری سے مصر کی کوئی طرفداری نہیں ہوگی۔ اور نہر سویز پر انٹرنیشنل انتظام ہوگا۔ ان انتظامات کا ہونا کونفرنس کے فیصلوں پر موقوف تھا۔ مسٹر گلیڈسٹن نے یہ کہا کہ کونفرنس جب ان انتظامات کو منظور کریگی تو اُس کے بعد پارلیمنٹ میں منظوری کے لئے پیش ہونگے۔ اور اس کی منظوری کے بعد برٹش گورنمنٹ اُن کی پابند ہوگی۔ کونفرنس اس سبب سے برخاست ہوئی کہ انگلینڈ اور فرانس کی اغراض میں موافقت کا پیدا کرنا ناممکن تھا۔ ۲ اگست کو کامنس ہوس میں مسٹر گلیڈسٹن نے کہا کہ انگلستان کو اپنے کاموں میں دوبارہ آزادی حاصل ہوگی۔ اس آزادی سے گورنمنٹ میں تازی چستی وچالاکی پیدا ہوگی اب اس نے لارڈ نورتھ برک کو مصر بھیجا کہ وہ مصر کے حالات کو دیکھ کر رپورٹ بھیجے۔ اور پارلیمنٹ سے یہ اجازت حاصل ہوگئی کہ جنرل گارڈن کی اعانت میں بشرط ضرورت ...... ۳ پونڈ قرض لے کر خرچ کئے جائیں۔ اِس وقت باوجودیکہ خرطوم تنہا بے پناہ تھا اور مہدی کی سپاہ اُس کو گھیرے ہوئے تھی۔ لارڈ ہارنگٹن اس بات کے ماننے سے انکار کردیا کہ مصر پر عربوں کے حملہ کرنے کا اندیشہ ہے۔ اور نیز جنرل گارڈن کی اعانت کمک کا کوئی خاص وعدہ نہیں کیا معاملات مصر پر پارلیمنٹ بحث کرتے کرتے تھک گئی اب وہ اور کاموں کی طرف مائل ہوئی۔

مصر کی مالی حالت کی ابتری

۱۸۸۵ میں مصر میں ایک جھگڑا کھڑا ہوا کہ مصر کس طرح سے مالی خرابیوں سے بچایا جائے دول یوروپ کی ایک مجلس نے یہ فیصلہ کیا جس کو سُلطان روم نے بھی پسند کیا کہ سب قوموں کی ضمانت پر ...... ۵ پونڈ مصر کے لئے قرض لیا جائے اور مصر کو یہ روپیہ پیشگی دیا جائے کہ وہ اپنے تئیں دوالہ نکلنے سے بچائے۔ اس مجلس نے قانونی تصفیہ حساب کو ملتوی کردیا۔ اور

مصریوں کے ملکفولات کے سود سے پانچ فیصدی کم کردیا۔ اور برٹش گورنمنٹ کے جو نہر سویز کے تمسکات کا سود تھا۔ اِس میں سے دس فیصدی گھٹا دیا۔ یہ انتظام دو برس کے لئے کیا گیا اگر ۱۸۸۷ء میں بھی مصر دوالہ نکالنے کی حالت میں رہی تو سب قومیں باہم مل کر اس کی تحقیقات کریں گلیڈسٹن کی گورنمنٹ کو بہ سبب مخالفت فرانس و روس جرمن کے مصر کے لئے اپنی جوابدہیوں کو محدود کرنا پڑا کہ بحر احمر میں کوئی جنگ نہ کرے سواکن اور بربر کی ریل بنانی موقوف کرے اور ڈنگولا کو چھوڑ دے اور مصریوں کی سرحد وادی حلفہ کو مقرر کرے۔

پارلیمنٹ انگلینڈ کی تشویشات

۱۸۸۵ء میں پارلیمنٹ تو ان تشویشات کی کش مکش میں تھی کہ خرطوم کو مہدی نے فتح کر لیا۔ لارڈ ولزلی کا لشکر جو آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اُلٹا ہٹا۔ لشکروں کو شکستیں اور پریشانیاں ہوئیں جنرل گارڈن قتل ہوئے۔ اس کے ساتھ یہ افواہ اُڑی کہ مصر پر عرب حملہ کرنے والے ہیں۔ گورنمنٹ نے مہدی کے نیست نابود کرنے کا قصد کیا۔ عثمان دغنہ سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ وزرائے انگلینڈ پر لوگ معترض تھے اور کہتے تھے کہ اس کا یہ فرض ہے کہ سوڈان کا وہ حصّہ فتح کرے جو مصر کی امن و تحفظ کے لئے ضرور ہے۔ مصر کی جوابدہی اوس کے ذمّے ہے۔ مسٹر گلیڈسٹن نے کسی قطعی ارادہ کا اظہار نہیں کیا لبرابل پارٹی میں دو رائے تھیں بعض کی رائے یہ تھی کہ مصر سے بالکل دست کشی کی جائے بعض کی رائے یہ تھی کہ خدیو کے نام سے مصر کے کل معاملات کا انتظام کیا جائے

جنرل گارڈن وزیر پاشا

۱۸۸۵ء میں ملکہ معظمہ کو جیسا کہ لارڈ ولزلی کی ناکامی نے جو اُن کو خرطوم کی کمک میں ہوئی مشوش کیا۔ ایسا کسی اور واقعہ نے نہیں کیا۔ سوڈان میں جنرل گارڈن کی سفارت کی داستان کچھ ہم نے اوپر لکھی ہے۔ ۱۸ جنوری ۱۸۸۴ء کو کے بی نٹ نے جنرل کو ہدایت کی کہ وہ خرطوم کی طرف آگے بڑھے تاکہ محصور قلعے مصیبت سے خلاصی پائیں۔ جنرل کہتا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مجھے خرطوم جانے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم دینے میں بڑے اینچ پینچ تھے۔ اصل یہ بات تھی کہ مجھ

سے پوچھا گیا کہ تم وہاں جاؤگے اور کوشش کروگے؟ میرا جواب یہ تھا کہ میں خوشی سے جاؤنگا۔ سچی بات یہ ہے کہ جنرل گارڈن کے نزدیک اس امر میں بڑا شبہ تھا۔ کہ وہاں بھیجنے پر خیر و عافیت کے ساتھ سوڈان میں سے بیس ہزار مصری سپاہ اور اور مصری باہر نکل آئینگے۔ اور سوڈان اُن سے خالی ہو جائیگا اُن کا یہ خیال تھا۔ کہ قلعہ کے محصورین کے لئے عافیت کے ساتھ راہ یوں نکل آئیگی۔ کہ سوڈانی قدیمی خاندانوں کو حکومت حوالہ کی جائے۔ جب وہ فروری میں آلبو حامد میں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ملک میں ایسا فتنہ و فساد برپا نہیں ہے۔ جیسا کہ اُنہوں نے اُس وقت خیال کیا تھا۔ کہ اس امر پر کے بی نٹ میں مباحثہ ہوا تھا۔ اُنہوں نے اپنی رائے یہ ظاہر کی کہ خدیو کے افسروں کا خفیف سا تسلط سوڈان پر ایک خاص وقت تک رکھا جائے۔ اس رائے کو بربر میں پہنچنے سے اور استواری ہوئی اُنہوں نے کہا اگر گورنمنٹ کی صورت نہایت ہی کم غیر متجانس نہ بنائی جائے اور مصری نظم و نسق کی جگہ سوڈانی امرا کا انتظام نہ قایم کیا جائے تو اُن کی سفارت سے ایسا کام نہیں بن سکتا کہ جس سے انگلینڈ کو اعزاز حاصل ہو۔ وہ سوڈان میں مصریوں کے نظم و نسق اوٹھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اس سبب سے اُنہوں نے یہ اپنی رائے ظاہر کی کہ زبیر پاشا سوڈان کا حاکم خاص شرائط کے ساتھ مقرر ہو۔ زبیر پاشا کے پسند کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ مہدی کی طرح غلاموں کا خونی تاجر نہ تھا اس پر آسانی سے انگلینڈ کا دباؤ پڑ سکتا تھا۔ وہ اعلےٰ درجہ کے خاندان عباسیہ کا رکن تھا جس کے سبب سے وہ باسانی سوڈان میں حکومت کر سکتا تھا۔ سر برینگ اور زبیر پاشا نے و لارڈ ڈولی نے گارڈن کی رائے سے اتفاق کیا اور گلیڈسٹن اور لارڈ کیمبرلی بھی اگرچہ زبیر پاشا پر نظر مہربانی نہیں رکھتے تھے اس رائے کو پسند کیا مگر کے بی نٹ میں لارڈ ہارنگٹن کی مخالفت کے سبب سے زبیر پاشا۔ سوڈان میں نہ بھیجا گیا۔ کے بی نٹ کے اس فیصلہ کو زبیر اپنی تذلیل سمجھا۔ اس لئے اُس نے باغیانہ خط و کتابت مہدی سے ساز باز کی شروع کی۔ جب کا حال معلوم ہو گیا اس لئے ۴ مارچ ۱۸۸۵ء کو وہ جبرالٹر کو جلاء وطن کیا گیا۔ جب گورنمنٹ نے سوڈان میں زبیر پاشا کے بھیجنے سے انکار کر دیا۔ تو پھر گارڈن کی مدارات کرنے کا طریقہ گورنمنٹ نے ایسا اختیار کیا کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہ چاہتی ہے۔ کہ وہ (گارڈن) اپنے منہ میں لگام دیکے ایسے طیش میں آئے کہ خرطوم کو بغیر کسی خاص احکام کے چھوڑ دے۔ اگر وہ ایسا کرتا تو وزرا کامیابی کے ساتھ یہ دلیل کرتے کہ

اس نے اپنے مقام کو بغیر کسی حکم کے چھوڑ دیا۔ اب ہمارے ذمہ گارڈن کے لئے کوئی جوابدہی نہیں
ہے۔ بس یہ چال بازیاں گارڈن اور گلیڈسٹن کے کے بی نٹ کے درمیان تیزی کے ساتھ ہو
رہی تھیں۔ پہلا خرطوم میں تھا۔ اور دوسرا لنڈن میں اور کے بی نٹ کی تائید مصر کی گورنمنٹ
اور اُس کے صلاح کار ایجبرٹن اور بیرنگ قاہرہ میں کر رہے تھے۔ مگر اُن سے ہر بات میں گارڈن
بازی لے گیا۔ اِس نے مارچ ۱۸۸۴ء میں ایجبرٹن اور بیرنگ کو جو قاہرہ میں تھے لکھا کہ وہ جلد فیصلہ
کریں۔ اب گھنٹے کے گلاس میں سے ریت جلد نکلنے کو ہے۔ اس نے گورنمنٹ کو مشکلات سے
بچنے کی ایک تدبیر بتائی۔ جس میں کمک کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے اب تک خرطوم کے آدمیوں
سے مہدی کے برخلاف ایسے کاموں کا ارتکاب نہیں کرایا کہ مہدی کے ساتھ شرائط صلح کرنے
میں اُن کو زیادہ خوف ہوتا اور اس لئے اپنے مسلح دُخانی جہازوں کو بھی مہدی کے ہاتھوں سے
بچائے رکھا تھا۔ اِس لئے اِس نے گورنمنٹ سے کہا کہ اگر وہ بربر کو قبضے میں رکھے اور زبیر کے
باب میں اس کے کہنے کو ٹالے تو اس کو (گارڈن) کو خرطوم میں رکھنا سزاوار ہے اگر یہ نہ ہو تو اس
نے گورنمنٹ کو متنبہ کیا کہ پھر خرطوم کا قبضہ میں رکھنا بے فائدہ ہے۔ اس لئے اس نے لکھا مجھ
سے یہ ہونا ناممکن ہے کہ میں اور محصور قلعوں کی مدد کروں۔ میں صرف یہیں اپنی تمام سپاہ اور اہل
کاروں کی قربانی کرونگا۔ دوسری صورت میں مجھے یہ حکم بھیجنا بہتر ہوگا کہ میں خرطوم کو خالی کردوں
جب یہ حکم میرے پاس پہنچ جائیگا تو یہ پیش کروں گا۔ کہ اپنے بہادر لفٹیننٹ کرنیل سٹورٹ اور
دو اُن آدمیوں کو جو مصر میں بھاگ جانا چاہتے ہیں کرنیل کے نیچے بربر بھیجوں میں خود اور میرے حبشی
اور جتنی سپاہی جو میرے ساتھ رہنا چاہینگے سلحہ خانہ خرطوم سے جنگی میگزین ساتھ لے کر مسلح دُخانی جہازوں
میں بیٹھ کر جنوب کی جانب نیل ابیض میں بھاگ جائیں۔ اس صورت میں وہ ذمہ وار ہے کہ بحرغزال
کے خطہ کو اور خط استوا کے اضلاع کو غلاموں کی تجارت سے بچائے رکھتے اور خرطوم میں مہدی
کو اس طرح بند کر دونگا کہ حبشیوں کی ایک سٹیٹ اُس کے عقب میں قایم کر دونگا۔ اِس نے
گورنمنٹ کو متنبہ کر دیا۔ اگر گورنمنٹ کو اس بڑی تدبیر پر عمل کرنا منظور ہو تو خرطوم کے چھوڑ دینے کا
حکم فوراً اس پاس بھیجنا چاہئے۔ اس لئے کہ تھوڑے دنوں میں بربر کے جانے کا راستہ بالکل مسدود
ہو جائیگا۔ یہ حکم اس پاس کبھی نہیں آیا۔ اس کے افسروں نے حکم بھیجا تو یہ کہ خرطوم پر تا حکم ثانی

قبضہ رکھو اگر وہ ہدایات جواس نے گورنمنٹ سے مانگی تھیں اس پاس گورنمنٹ بھیجے تو دریائے
نیل کی مُہم نہ ہوتی اور بہت سی خرابیاں جن میں ایک خرطوم کا دشمنوں کے ہاتھ میں آنا۔ اور اس
میں قتل عام کا ہونا تھا ہرگز ظہور میں نہ آئیں۔ خرطوم میں آہستگی کے ساتھ جو کمک بھیجنے کی تجویز
ہوئی تھی اُس کا اوپر کچھ بیان ہوا ہے۔ ۱۶ر دسمبر کو لارڈ ولزلی کو اس کیمپ میں بھیجا جو کورٹی مین
برگیڈیر جنرل سرہربرٹ سٹورٹ نے قایم کیا تھا۔ جنرل گارڈن نے اس پاس خبر بھیجی تھی کہ
چار دُخانی جہاز معہ اپنی توپوں کے متمہ کی مُہم کا انتظار کر رہے ہیں اور خرطوم چالیس دن اس
خط کی تاریخ تحریر ۴ر نومبر سے قبضہ میں رہ سکتا ہے۔ ۳۰ر دسمبر کو سٹورٹ معہ اپنی اونٹونکی قطاروں
کے صحرا کو طے کر کے جاہار گک ول پر پہنچا۔ ۳۱ر دسمبر کو گارڈن کا پیغام آیا کہ خرطوم اب تک
۱۸۸۵ء
میرے قبضہ میں ہے۔ مگر وہ پابگل ہو رہا ہے۔ اور دلدل میں پھنسا ہوا ہے اوّل جنوری
کو اوّل کشتیاں کوٹری میں پہنچیں۔ ۳ر کو جنرل ارل اپنے لشکر سے ملنے چلا جو دریا کے اوپر بربر کو
جاتا تھا۔ ۵ر کو بجری برگید پہنچا۔ اور سرہربرٹ سٹورٹ نے گک دل سے مراجعت کی اور
۸ر کو صحرا باعدہ سے عبور کیا۔ اس برنگ برنگ کی سپاہ میں اُونیس سو سپاہی تھے اور ایک
سو بیس افسر اُن کے ساتھ تھے۔ جب مہدی نے سنا کہ ۲ر جنوری کو گھرلی پر دشمنوں نے
قبضہ کر لیا ہے۔ تو اُس نے یہ قصد کیا کہ سٹورٹ کے لشکر کو اس صحرائی سفر کی انتہا پر پائمال
کرے۔ لارڈ ولزلی کی کج روش سپہ گری کے سبب مہدی کو تیرہ دن کی مہلت مل گئی جس
میں اُس نے اپنے سپاہیوں کو ابوکلبہ میں جمع کر لیا۔ اور یہاں سے متمہ کی راہ کو بند کر دیا۔ یہ
مقام کوتری سے ۱۷۶ میل تھا۔ مگر بربر سے ۹۰ میل اور خرطوم سے ۹۸ میل۔ یہاں مہدی
جسقدر سپاہ کو جمع کر سکا جمع کی۔ ۱۶ر جنوری سے پہلے سٹورٹ صاحب ابوکلبہ میں اپنے
لشکر کو دُشمن کے لشکر کی مُٹ بھیڑ میں نہ لا سکا۔ رات کو انگریزی سپاہ کو عربوں کے نشانہ اندازوں
نے حیران کیا۔ دوسرے دن سٹورٹ صاحب بڑی ترکیب سے ایک مشکل مقام میں داخل
ہوا۔ اور سپاہ کو مربع کی شکل بنا کے اس مقام سے باہر سفر کیا۔ اور دُشمن سے لڑا۔ دشمنوں
کے جھنڈوں سے دو سو گز پر لڑائی بھڑائی ہو رہی تھی۔ مربع سپاہ نے اسلئے قیام کیا کہ عقب
کے سپاہی اس کے ساتھ پیوستہ ہو جائیں۔ ہر شخص یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ کہ جس وقت

روڈرک کو دیکھو دیکر جنگ آرا جنگل سے نکلے اُسی وقت گھاٹیوں میں سے عرب کود کر نکلے جہاں وہ کمین میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سٹورٹ صاحب لڑائی بھڑائی کرتا ہوا جلد پیچھے بھاگا۔ عرب نے اس پر حملہ بڑی تیزی و تندی سے کیا۔ اور جب وہ اسّی گز کے فاصلہ پر روکے گئے تو وہ دفعتہً انگریزی مربع سپاہ کی داہیں طرف حملہ آور ہوے اور اس کے ایک کونے کو توڑ دیا تھوڑی دیر کے لئے سپاہ میں سخت درہمی برہمی ہوئی اگر اونٹوں کی اوٹ پناہ نہ دیتی تو عربوں نے سٹورٹ کے لشکر کو بالکل ایسا ہی نیست و نابود کیا ہوتا جیسا کہ ابعید میں ہکس پاشا کے لشکر کو۔ مگر پھر انگریزی لشکر نے دشمن کو بہت جانوں کا نقصان پہنچا کر رفع کیا اس طرح آج کا دن خیر سے گذرا اس لڑائی میں کرنیل فریڈ برنے کی جان گئی۔ مربع سپاہ ان وجوہ سے شکستہ ہوا گارڈنر کی توپ کا دہانہ دب گیا اور وہ دنل گولہ چھوڑ کر بیکار ہوگیا۔ جنرل سٹورٹ نے سواروں اور ملاحوں پر احمقانہ اعتماد کیا کہ وہ مربع کے اوس کونہ کی حفاظت کرینگے جو دشمن کی زد میں تھا بعض رفلوں کے کارطوس دب کر ایسے ہوگئے کہ سپاہیوں کو اُن پر اعتبار نہیں رہا۔

سٹورٹ کی سپاہ میں اونٹ اس قدر کثرت سے مارے گئے کہ اوّل اس کا ارادہ یہ ہوا کہ ابو کلبہ میں ٹھیر کر کمک کا انتظار کرے مگر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ آگے بڑھے۔ اور زخمیوں کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے (ابو کلبہ ابو طلحہ) کے کنووں پر قبضہ کرلیا۔ اب یہ تحقیق ہوا کہ دس ہزار عرب جن کو شکست ہوئی تھی وہ مقدمۃ الجیش اس لشکر عظیم کے تھے جو متمہ کے قریب آن کے جمع ہوئے۔ کاغذات پکڑے گئے جن میں ایک خط امیر بربر کی طرف سے مہدی کے نام تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ گنگ دل پر سٹورٹ کے قبضہ کرنے سے ابو کلبہ میں عربوں کا بڑا اجتماع ہوگیا ہے۔ اس مہم میں جرنیل کی غلطی سے بڑا نقصان ہوا۔ اگر سٹورٹ سیدھا صحرائے بیودا کو عبور کرتا اور گنگ دل میں اپنا وقت نہ ضایع کرتا تو متمہ کا رستہ اس کے لئے مسدود نہ ہوتا۔ ابو کلبہ میں مہدی کی سپاہ کے جمع ہونے سے اس کو ایسی مزاحمت پیش آئی کہ خرطوم کے بچانے میں التوا ہوا۔

۱۸ جنوری کو سٹورٹ نے سُرعت کے ساتھ نیل کی طرف اِس اُمید سے سفر کیا کہ متمہ سے اوپر نیل سے تین میل پر پہنچ جائے۔ اندھیرے میں اِس کی سپاہ بے ترتیب غیر منتظم چلی شب میں کھانا نہ ملنے سے اور جاگنے سے اس میں چلنے کی طاقت بالکل نہ رہی تھی۔ سپاہ کو

۷ بجے صبح کے متمہ دکھائی دیا۔ سپاہی گھوڑے اونٹ مشکل سے چل سکتے تھے۔ شہر پر حملہ کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوا کہ کھانا کھایا جائے۔ لیکن عربوں نے سٹورٹ کے ضربیہ کو گھیر لیا۔ ضربیہ اُس فوجی کیمپ کو کہتے ہیں جس کی محافظت چاروں طرف سے جھاڑ جھنکاڑ لگانے سے کی جائے۔ اور اُس پر آگ برسانی شروع کی جس کے سبب سے بہت سپاہی مقتول ہوئے۔ سوا دس بجے سٹورٹ کے خود گولی لگی۔ سر چارلس ولسن جو خبر رسانی کے سررشتہ کے افسر اعلےٰ تھے۔ وہ میدان جنگ کے افسر اعلےٰ مقرر ہوئے۔ اس نے ضربیہ کو مستحکم کیا اور فوراً اپنے لشکر کو نیل پر لے گیا۔ اگر یہ نہ کرتا تو سارا لشکر پیاس کے مارے مرجاتا۔ راہ میں ایک ایک انچ پر لڑنا پڑا۔ ابوکرو میں اس کی سپاہ پر عربوں نے حملہ کیا۔ اوّل اوس کی سپاہ نے بے فائدہ گولیاں ماریں اور گولے چلائے مگر پھر اس نے بگل میں حکم دیا کہ گولیاں و گولے مارنے موقوف کئے جائیں۔ پانچ منٹ تک توقف کیا جس میں سپاہ نے دم لیا۔ اُس وقت مربع سپاہ سے تین سو گز کے فاصلے پر دشمن تھا کہ اُس پر گولیوں پر گولیاں پڑنی شروع ہوئیں۔ اور ایسی سوچ بچار کر گولیاں چلائیں کہ عرب کے نیزہ بردار بھاگ گئے۔ گولیوں کی وہ بھرمار ہوئی۔ کہ دشمن کو ولسن کے لشکر سے پچاس گز کے فاصلے پر نہیں آنے دیا لڑائیوں میں صرف یہی لڑائی ایک ایسی مثال ہے کہ انگریزی لشکر کو فتح کامل بغیر اس کے حاصل ہوئی کہ عربوں سے تلواروں یا نیزوں سے لڑائی ہوئی ہو۔ اب مربّع سپاہ دریا پر گئی اور یہیں شب باش ہوئی۔ دوسرے دن بیسویں کو وہ ضربیہ میں باقی اپنے زخمیوں کے پاس لے گئے۔ پھر وہ زخمیوں کو کیمپ میں دریا نیل کے اوپر لے گئے۔ جہاں گارڈن کے بعض دُخانی جہاز اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ ولسن کی سپاہ غمزدہ حالت میں تھی۔ پہلے اس سے کہ سپاہ کی اعلےٰ افسری ولسن نے اختیار کی۔ سپاہ پیدل اور ناخوش دل ہی دل میں ہو رہی تھی۔ سپاہ کو سخت جفاکشی کرنی پڑتی تھی تھوڑی خوراک ملنے پر بھی وہ چار روز تک لڑتی رہی۔ سونا بہت تھوڑا ملتا تھا اس کا دسواں حصہ مجروح و مقتول ہو گیا تھا۔ اس کا جرنیل لڑنے کے قابل نہ رہا تھا۔ زخمیوں کا بڑا دُم چھلا ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اپنی اقامت گاہ سے آمد و رفت کا رستہ بند تھا۔ ایک خوفناک قلعہ اپنی آنکھیں دکھا رہا تھا۔ اور یہ تحقیق ہو گیا تھا کہ بربر او رخرطوم سے دو سپاہیں اس کے پاس آرہی ہیں یہ بات کچھ تعجب کی نہیں ہے کہ سپاہی ترش رو ہو کر بڑبڑا رہے تھے کہ ہم کو جال میں

پھنسا دیا ہے۔ ولسن کے احکام یہ تھے کہ دریا پر پہنچ کر میں تھوڑی سی سپاہ ساتھ لے کر خرطوم
کو روانہ ہونگا۔ لارڈ ولزلی یہ خیال کرتے تھے۔ کہ وہاں سُرخ کرتیاں دیکھتے ہی مہدی قلعہ پر
سے اپنے محاصرہ کو اُٹھا لیگا۔ لارڈ ولزلی نے ولسن کو حُکم دیا کہ وہ بیس بیس سپاہیوں کو ساتھ
لے کر خرطوم میں جائے اور گارڈن سے جو ہر روز کمک کا اُمیدوار رہتا ہے یہ کہکر چلا آئے کہ وہ ملچ
تک کامل کمک کے پہنچنے کی توقع کرے۔ ولسن نے وہ ارادہ کیا جو خیرخواہ کمانڈر کو کرنا چاہیئے کہ
جب تک اُس کی سپاہ اپنی مورچہ بندی اچھی طرح نہ کرلے۔ اور جاسوسی کر کے سپاہیوں کا
خوف نہ کم کر دیا جائے کہ بربر سے اُس پر حملہ نہ ہوگا۔ اپنی سپاہ کو وہ نہ چھوڑے اِن کاموں میں
ولسن ۲۴ جنوری تک مصروف رہا۔ ۲۸ جنوری ۱۸۹۶ء کو جب وہ دریائے نیل پر خرطوم سے
ڈیڑھ میل پر پہنچا تو اس کو معلوم ہوا کہ ۲۶ جنوری کو شہر کو دشمنوں نے فتح کر لیا اور لوگوں نے
دغابازی کر کے مہدی کی سپاہ کے لئے بوری دروازہ کھول دیا۔ اس میں سے مہدی کی
سپاہ نے داخل ہو کر شہر کی گلیوں میں خون بہا دیا۔ جنرل گارڈن نے قلعہ حوالہ کرنے سے انکار
کیا تو اُن کو جب وہ اپنے محل سے آئے بگرو کے بعض آدمیوں نے مار ڈالا۔ جب ولسن قلعے
کے گرد دشمنوں کے مقامات کو دیکھ رہا تھا تو اُس کے دو دُخانی جہازوں پر دشمنوں نے
گولوں کا مینہ برسایا کہ وہ واپس چلا آئے۔ ملاحوں نے ایسی دغابازی کی کہ دُخانی جہاز تباہی
میں آئے۔ ولسن کو لارڈ چارلس برس فورڈ نے ایک مسلح جہاز لے جاکر بچایا وہ اپنے گروہ
سمیت غبات میں آیا۔ کسی کی جان نہیں تلف ہوئی۔ ولسن نے اپنی سپاہ کو صحیح سلامت
پایا۔ مگر وہ غمزدہ اس لئے تھے۔ کہ ہیڈ کوارٹر سے کچھ خبر اس پاس نہیں آئی تھی۔ اس نے لارڈ
ولزلی کو خرطوم کی خبر بھیجی کہ دشمنوں نے اُسے فتح کر لیا ہے۔ وہ فوراً غبات میں کمک بھیجے۔
جنرل گارڈن اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے محصور لشکر کو بغیر کمک کے ۳۱۹
دن تک مہدی کے ہاتھ سے بچایا اس کے بڑے بڑے گروہ حملہ آور ہوئے۔ مگر سب کو انہوں
نے پرے ہٹایا۔ انہوں نے اس کام میں بڑی بہادری دلیری شجاعت شرافت رحم دلی اور
بے انتہا کسر نفسی وخیرخواہی دکھائی سب کی جانوں کی محافظت کے سوائے اپنی جان
کم تر خیال رکھا۔ ان کا صبر و استقلال و پامردی یادگار روزگار رہے گی۔ انہوں نے

اپنی بیدارمغزی اور رائے صائب سے جو مشکلات اس مدت دراز کے محاصرہ میں پیش آئیں
تنہا اُن کا مقابلہ کیا۔ اُن کے مرنے نے انگلستان کے بے شمار مردوں و عورتوں کو رُلایا۔
ملکہ معظمہ نے جو اُن کی بہن کو دردناک تعزیت نامہ لکھا ہے وہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔
دریا میں جو سپاہ تھی اُس نے جنرل ارل کو ہدایت سے کرن کال میں ایک چھوٹی سی فتح
پائی جس میں۔ اس بہادر کی جان گئی۔ دفعتہً لارڈ ولزلی نے حکم دیا کہ جبتک موسم سرما میں مہدی
سے انتقام لینے کے لئے لڑائی کی جائے سپاہ کے دو کولم کورٹی میں آجائیں اور ڈنگولا پر قبضہ
رکھیں۔ اس اثنائے میں جنرل گریہم ۹ ہزار سپاہ ہندوستانی اور آسٹریلیا کو ساتھ لیکر عثمان
دغنہ کو سواکن سے نکال دے۔ اور بندر سے بربر تک ریل بنائی جائے گریہم نے عربوں کو
کئی جگہ جنگ میں شکست دی۔ ایک دفعہ عربوں نے بھی اُس کو شکست دی۔ روسیوں
نے ایک جھگڑا ایسا اُٹھایا کہ معقول عُذر انگلستان کے لئے نکل آیا کہ وہ سوڈان کے بوجھ سے
ہلکا ہوگیا۔ لارڈ ولزلی نے ڈنگولا کو خالی کردیا اور وادی حلفہ کی لین میں آگیا اور سواکن کی ریل کو
بنانے کا منصوبہ چھوڑ دیا۔ جب لارڈ سیلسبری کی گورنمنٹ قایم ہوئی تو اُس نے انخلاء کی پولیسی
کو پسند کیا۔ مہدی مرگیا۔ اور راس علولا کے عباسیوں کے ساتھ جنگ میں عثمان دغنہ مشغول
ہوا جنہوں نے کسلا کے محاصرہ کے دفع کرنے میں کوشش کی۔ تھوڑے دنوں تک یہ معلوم ہوتا
تھا کہ مصری سرحدوں کے فسادات دُور ہوگئے۔ سال کے آخر میں عربوں نے اسویا پر جنرل
سٹیفن سن سے شکست پائی۔

مہم ڈنگولہ

۱۸۹۶ء میں جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اُس میں پھر مصر کے معاملہ پر بحث ہوئی۔ عدووا
میں پہلی مارچ ۱۸۹۶ء کو اہل اٹلی کو درولیشوں نے شکست دی اور اہل اٹلی پر بمقام کسالا۔ چڑھ
کر آئے۔ اہل یوروپ کے سپاہیوں پر شمالی افریقہ میں۔ فرقہ مہدویہ کے ہاتھوں سے جو بہت
دفعہ آفات اور مصایب آئے۔ تو ان فتحیابیوں سے اس کا حوصلہ بڑھا اور ہمت و جرأت اُن کی
تازہ ہوئی کہ اب آگے اور قدم بڑھائے۔ مگر مہذب سپاہیوں نے آخر اُن کو دکھا دیا کہ ہماری

سائنٹفک طاقت کے سامنے تمہاری گاؤزوری نہیں چل سکتی۔ مارچ کے آخر ہفتہ میں دفعتہً یہ خبر ہوئی کہ ۱۸۸۵ء کی لشکر کشی کے بعد ڈنگولہ جو مہدویوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا تھا اس پر مصر سپاہ کا حملہ آوری کا قصد ہے۔ مصر میں مصریوں کی سپاہ کو برٹش افسروں نے قواعد سکھائی تھی۔ سر ایولین وڈ اور سر فرینیز گرین فیل اور سر ہربرٹ کچنر یہ تین بہادر جوانمرد تھے جو ایک دوسرے کے بعد سپاہ کے سردار یعنے سپہ سالار مقرر ہوئے سر کچنر کی یہ خوش نصیبی تھی۔ کہ اُن کو نیل کے اوپر کا ملک فتح کرنے کا کام سپرد ہوا تھا۔ انگلینڈ اور ہند سے خاص خدمات کیلئے افسران پاس بھیجے گئے تھے۔ جنوبی سفورڈشئر کی رجمنٹ تے قاہرہ سے وادی حلفہ کیطرف حرکت کی اور میکزم بیطری توپخانہ سرحد پر بھیجا گیا جہاں سپاہ اس لئے جمع ہوئی تھی کہ آگے بڑھے اور اُن میں سوڈانی اور مصری رگیولر سپاہ بھی شامل تھی اِس نئی سپاہ کی آزمائش اس حملہ میں کی گئی جو خرطوم کی شکست کے بعد نیل کے اوپر کیا گیا تھا وہ امتحان میں بڑی پوری اتری برائے نام تو یہ مہم مصریوں کے گورنمنٹ کی طرف سے کی گئی تھی۔ اور اصل میں لنڈن سے آگے بڑھنے کے لئے احکام آئے تھے۔ اگرچہ کومنس ہوس پر فرقہ مخالف اس مہم پہ معترض تھا۔ مگر کثرت رائے اس کے کرنے کی طرف تھی۔ جب گورنمنٹ نے ایک بریگیڈ ہندوستانیوں کی سپاہ کا سواکن کو بھیجا کہ وہ محصورین کو رہائی دلائے تو پھر گورنمنٹ پر اعتراض ہوا مگر معترضین کو شکست ہوئی اور جب فرانس اور روسیوں نے انکار کیا کہ مصریوں کی امانت کی جمع اس مہم میں میں خرچ کی جائے۔ تو برٹش گورنمنٹ کو پچاس لاکھ پونڈ کی ضرورت ہوئی تو اُس پر بھی پارلیمنٹ کے ووٹ ہو گئے۔ فتح یابی سے سارے اعتراضات دور ہو گئے۔ سواکن کے گرد قوموں کو برانگیختہ کرنے میں عثمان دغنہ ناکام رہا اور میدان جنگ میں اس کو کرنیل لوئیڈ نے شکست دی۔ درویشوں نے جوا کاشا پر مثیں قدمی میں کوشش کی اُن کو میجر برن مردوچ نے سنوری سے مصری سواروں سے پرے ہٹا دیا۔ سوڈان میں لڑائی کے لئے یہ موسم نہایت خراب تھا۔ گرمی بڑی شدت سے پڑتی تھی۔ دریائے نیل اُترا ہوا تھا۔ مگر ان سب زحمتوں کی آسان کرنے والی ریلوے تھی۔ جو اس صحرا میں بنائی گئی تھی۔ جس کے سبب سے اکاشا میں بآسانی رسد خوب پہنچتی تھی۔ سر ایچ کچنر نے یہاں نو ہزار سپاہ جمع کی اور ۷ رجون کو

درویشوں کی سپاہ کو فرکیٹ میں شکست دی اور چوبیس گھنٹے کے اندر سواروں اور شتر سواروں نے سوروالک ملک کو دشمنوں سے خالی کرالیا۔ کوشہ تک ریل بنانے میں ایک عرصہ تھا۔ توگن بوٹوں کا چھوٹا بیڑا آبشاروں سے اوپر چڑھایا گیا آگے بڑھنا اس سبب سے ملتوی ہوا کہ طوفان باران ایسا آیا کہ اُس نے ریلوے کئی میلوں تک اُڑادی اور ہیضہ بھی شدت سے پھیلا۔ اگست کے اخیر میں سپاہ بھی اور چھوٹا بیڑا بھی آگے بڑھا۔ درویشوں نے حلفہ میں دریا کے کنارے پر توپخانے اور مورچے جما کر بندوقوں سے گن بوٹوں کے بیڑے کو روکنا چاہا مگر ایک لڑائی کے بعد بیڑا آگے نکل گیا۔ تو پھر اُس کا کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ ڈنگولہ سے دشمن بھاگ گئے۔ اور کسی لڑائی کی جوکھوں نہیں اوٹھائی۔ فرقہ مہدویہ کے بہت آدمیوں نے اپنے تئیں حوالہ کردیا صحرائے بیوڈا کے شمالی سرے تک ملک بالکل دشمنوں سے خالی ہوگیا اور کورتی کے قریب مربرادی میں چھاؤنی پڑگئی ڈنگولہ کا فتح ہونا ایک بڑا کام تھا۔ جو آئندہ بہت بکار آمد ہوا خرطوم میں جانے کے لئے اول مرحلہ طے ہوگیا۔ اس ہنگامہ آرائی سے درویش جو ہمیشہ وادی حلفہ کی لوٹ کھسوٹ کیا کرتے تھے وہ بند ہوگئی وادی نیل کا ساڑھے چار سو میل علاقہ مصر کے تحت میں آگیا۔ فرکیٹ کی جنگ کے بعد سر کچنر نے وادی حلفہ سے ابوحامہ تک ریل بنوائی جس سے فتح سوڈان کے لئے ایک شاہراہ کھل گئی۔ ابوحامد اور بربر پر قبضہ کرلیا۔ کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔

جنگ اتبارا

اکتوبر ۱۸۹۷ء میں گن بوٹ کے بیڑے نے متمہ پر گولہ زنی کی جس کا اندر سے ایسا جواب دیا گیا کہ سر کچنر نے مصر سے کمک طلب کی جو ۳۱ دسمبر کو پہنچی۔ خبر رسانی کی بدانتظامی سے پہلے بہت نقصان ہوچکے تھے۔ اس لئے یہاں اُس کے انتظام میں اہتمام خوب کیا گیا۔ خبر آئی کہ درویشوں کی ایک بڑی فوج نے دریائے اتبارا کو عبور کیا ہے اور نخیلہ میں پہنچ گئی ہے سر ہربرٹ کچنر کی سپاہ نے راس الہودے میں دریائے اتبارا سے دس میل کے فاصلے پر خیمے ڈیرے ڈالے پھر رات کو فوج نے کوچ کرکے صبح کو سردار محمود کے مورچوں پر حملہ کیا۔ اور درویشوں کو مصری اور انگریزی فوجوں نے شکست دی۔ یہ لڑائی اگرچہ نخیلہ میں ہوئی تھی۔ مگر یہ مقام دریائے اتبارا

پر واقع ہے۔ اس لئے یہ جنگ اسبارا کے نام سے مشہور ہے۔امیر محمود قید ہو گیا۔

جنگ اندرمان

اہتارا کی لڑائی کے بعد اندرمان میں آخر لڑائی ہوئی۔۲۴ر اگست کو مصری فوج آبشار شبلوقہ کو روانہ ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو اندرمان سے ۴۱ میل فاصلے پر ہے ایک ہفتے کے اندر ساری سپاہ کو سر کچنر نے وادی العبید میں جمع کیا۔ یکم ستمبر کو تمام سپاہ فورشنیل کو بڑھی اور ۲ ستمبر ۱۸۹۸ کو بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ جس نے سوڈان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ اور درویشوں کو انگریزوں نے شکست دیکر اندرمان پر قبضہ کر لیا۔ اب درویشوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہماری بہادری اور دلیری انگریزی و مصری سپاہ کی بندقوں اور توپوں کے آگے نہیں چل سکتی خلیفہ عبد اللہ جو مہدی کی جگہ ہوا تھا۔ اندرمان کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور جنرل کچنر شہر میں داخل ہوا۔ دوسرے دن سپاہ خرطوم میں داخل ہوئی اور انگریزی جھنڈا اور مصری نشان اُس پر لگائے گئے۔ مہدی کے مقبرے کو گولوں سے اُڑا دیا۔ اور مہدی کا سر کاٹ کر جنرل گارڈن کے بھتیجے کو دیا اور لاش کو پھینک دیا۔ کھوپری کو ولایت بھیجدیا۔ غرض جنرل گارڈن کے قتل کا پورا انتقام لیا گیا۔ اون کا بھی سر کاٹ کے مہدی پاس بھیجا گیا تھا۔ اور باقی جسم پر اُن کے صدہا سوڈانیوں نے اپنی تلواروں اور نیزوں کو سرخ کیا تھا۔

معاملہ فشودا

فشودا پر انگریزوں اور فرانسیسوں کا جھگڑا ہوا آخر کو اُسکا فیصلہ یہ ہوا کہ فشودا انگریزوں و مصریوں کے پاس رہا

نتائج جنگ سوڈان

سلاطین پاشا نے اپنی کتاب النار والسیف میں اس جنگ کے نتائج لکھے ہیں اُنمیں سے کچھ بیان کئے جاتے ہیں

افریقہ کی حالت حال اور ماضی

سولہ ۱۶ برس کے اندر افریقہ کی کایا پلٹ گئی۔ جن اضلاع کی تحقیقات لونگ سٹون۔

سپیک۔ گرینٹ۔ بیکر۔ سٹین لی۔ کیمبرون۔ برانزا۔ جنگر۔ شون ورتھ۔ ویولب
لنزاور سینکڑوں محققین نے اپنی جانیں کھوئیں تھیں۔ اب اُن میں شائستگی اور تہذیب
کی رسائی ہوگئی ہے۔ جن مُقاموں میں پہلے محققین کی جانیں گئی تھیں اور وہاں سفر
کرنے میں جان جانے کا خوف تھا۔ وہاں اب سپاہ کی چھاونیاں راہوں کی حفاظت
کے لئے قایم ہوگئی ہیں۔ اور تجارت آسانی سے ہوتی ہے۔ اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے
مشرق کی طرف سے اٹلی۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ مغرب کی طرف سے کونگو سٹیٹ فرانس اور
انگلینڈ روزا اپنے اثروں کا دائرہ فراخ کرتے جاتے ہیں اور مرکز افریقہ میں یہ سب اپنے ہاتھ
ملاتے ہیں۔ وحشی قومیں حیوان سے زیادہ بہ نسبت انسان کے قربت رکھتی تھیں وہ اب
اپنی نئی ضرورتوں کو جاننے لگی ہیں۔ اور یہ سمجھنے لگی ہیں کہ ہم سے بھی زیادہ بزرگ عقل
قومیں ہیں۔ اور زمانے حال کی تہذیب سے ایسی مہذب ہوئی ہیں کہ اُن پر غیر واجنبی ملکوں
میں سے بھی کوئی فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ مُسلمانوں کی آزاد سلطنتیں جو شمال میں کُچھ ہیں وہ مجبوراً کسی
بڑی ترقی یافتہ مہذب سلطنت سے صلح وآشتی اختیار کریں گی کہ اُنکی سلطنت کو موروثی بقا حاصل ہو

سوڈان کی حالت حال اور ماضی

وہ سوڈان جو مصریوں کے قبضہ میں تھا۔ وسط افریقہ میں واقع ہے۔ جس پر اب خلیفہ عبد اللہ
حکمران ہے اور وہی فرقہ مہدویہ کا مُطلق العنان سردار ہے۔ کوئی یوروپین جو اُس سرزمین
کی حدود میں عبُور کرنے کی جراُت کرتا جو تہذیب وشائستگی سے بالکل منقطع تھا تو وہ کیا مارا
جاتا یا عمر بھر قید رہتا۔ وہ جنوب میں دریائے نیل پر زنجف تک اور مشرق سے مغرب تک
کسالا سے علانا تک پھیلتی ہے۔ لیکن صرف دس ہی برس ہوئے ہیں کہ مُلک کی حالتیں
ایسی مصیبت ناک ہوئیں ہیں۔ ورنہ ستر برس پہلے جب سے محمد علی کے زمانے میں اس
پر مصریوں کا تسلط ہوا تھا۔ اس میں شائستگی وتہذیب کی راہ کھُلی ہوئی تھی بڑے بڑے
شہروں میں مصری ویوروپین سوداگر موجود تھے۔ ساری قوموں کے سیاح ومسافر بے خوف
وخطر اس میں سفر کر سکتے تھے۔ اُن کی پوری محافظت اور اعانت کی جاتی تھی۔

ٹیلیگراف لگے ہوئے تھے۔ باقاعدہ ڈاک جاری تھی۔ جن کے ذریعے سے دور دور کے ملکوں میں آمد و رفت آسانی سے ہو سکتی تھی۔ مسلمانوں کی مسجدیں عیسائیوں کے گرجا اور مشن اسکول دکھائی دیتے تھے اُن میں لڑکوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سرزمین میں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں سے اکثر ایک دوسرے کے دشمن تھیں مگر گورنمنٹ کی طاقت اُن میں مصالحت رکھتی تھی۔

فرقہ مہدویہ کی ترقی و تنزل

مگر اس میں شک نہیں کہ ان قومیں ناراضامندی رہتی تھی۔ اور مصری گورنمنٹ کی عہدداروں کی بدچلنی کے سبب سے یہاں تک نوبت آئی کہ ملک نے سرکشی کی جس کے سبب سے محمد فقیہ مہدی کو اس ملک میں تسلط حاصل ہوا۔ اس نے قوموں کو جو آپس میں عداوت رکھتی تھیں یہ سمجھایا کہ خدا نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ ملک کو غیروں کی حکومت سے آزاد کراؤں۔ اور مذہب از سر نو زندہ کردوں غرض اس سبب سے سوڈان میں وہ خرابیاں برپا ہوئیں جن کے سبب سے وہ واقعات واقع ہوئے جو اوپر بیان ہوئے سرکشی بغیر مذہبی دیوانگی کی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کی مثالیں پہلے زمانے متوسط میں موجود ہیں۔ اس وجہ سے سرکشی کا پتہ جس میں مذہبی دیوانگی کی چربی ڈالی گئی خوب روان ہوا۔ مہدی اور اس کے خلیفہ کا بڑا عروج ہوا۔

اس زمانے میں سوڈان میں پرانی تہذیب کے پرزے اُڑ گئے اور وہ حکومت قائم ہوئی جس میں انصاف و اخلاق کی جگہ ظلم و بداخلاقی قائم ہوئی۔ وہ ملک نصف صدی سے زیادہ شائستہ و مہذب رہا تھا اب وہ بالکل وحشی و جاہل ہو گیا۔

اب اس ملک میں نئی سلطنت آئی جس نے دفعتہ اس تہذیب و شائستگی کی جو بدبہو ں کے لئے دروازہ کھول دیا۔ اس نے مہدی کی ساری قوت کو خاک میں ملادیا جو بدنصیب آبادی پر اپنی سلاخوں سے سلطنت کرتی تھی رعایا پر وہ جور و ظلم توڑتی تھی کہ وہ ہر گورنمنٹ کی اطاعت کرنے پر راضی تھی۔ جو اُن کو امن و عافیت میں رکھے مہدی اور اس

کی خلیفوں کے ظلموں کی داستان دراز ہے۔ مگر مختصر بیان اُس کا یہ ہے کہ چھپتر فیصدی آبادی لڑائیوں قحطوں اور بیماریوں سے تلف ہوگئی۔ اور جو زندہ رہی اُس کی حالت بھی غلاموں سے بدتر تھی۔ بردہ فروشی کا تازیانہ اُن کے سر پر لگا تھا۔ اور یہاں حبشی و عیسائی و شامی و مصری وغیرہ جو رہتے تھے اُن کو بہت سی دقتیں ستاتی تھیں۔

مہدی اُسی مُلک پر سلطنت کرتا تھا۔ جس پر مصری حکومت کرتے تھے مگر مصریوں کے عہد میں جو اضلاع مرفہ الحال تھے اور خوب آباد تھے اب وہ جنگل بن گئے تھے جن میدانوں میں مغربی عرب چلتے پھرتے تھے وہ بھاگ گئے۔ اُن کی جگہ وحشی حیوانات آباد ہوگئے نیل کے کنارے وہ صحرا نورد قومیں آباد ہوگئیں جنہوں نے اصلی باشندوں کو نکال دیا یا غلام بنا لیا کہ وہ اُن کی خدمت کریں۔ اُن میں کوئی مقابلہ کرنے کی قوت باقی نہیں رکھی وہ اپنے مطلق العنان حاکموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے یہ خیال کرنا حماقت ہے کہ کوئی مُلک بغاوت اندرونی سے درست ہو سکتا ہے۔ اُس کی مدد کے لئے کوئی ہاتھ باہر سے آنا چاہیئے۔ سو اُن کے لئے انگریزی کی مدد باہر سے ایسی آئی کہ انہوں نے مہدی و اُس کے خلیفہ کی سلطنت کا نام و نشان باقی نہ رکھا۔ سوڈان جس میں پہلے ایک مہذب سلطنت تھی اب وہ اس وحشیانہ سلطنت کا مطیع تھا۔ جو یورپین اور عثمانی خاندان کی سلطنت کا دشمن جان تھا۔ اس نے سب طرف سے لوگوں کی آمد و رفت کا رستہ بند کر رکھا تھا کیا یہ حال تھا اب یہ حال ہے۔ کہ دریائے نیل میں جہاں تک جہاز رانی ہو سکتی ہے تمام مہذب قوموں کے جہازوں کی آمد و رفت جاری ہے۔ نہروں سے آبپاشی ہو رہی ہے۔ زراعت کی تجارت کی تعلیم کی ترقی ہو رہی ہے۔ روز بروز سب قسم آسودہ حالی پھیل رہی ہے۔ فقط

جنگ ٹرنسوال

بوئر کی قومیں

بوئر کی قوموں میں وہ ڈچ (ہولینڈ کے رہنے والے) ہیں جنہوں نے اہل سپین سے اس حالت میں کہ وہ اپنی قوت صولت سطوت شوکت میں معراج پر تھی پچاس برس تک جنگ و پیکار کا بازار گرم رکھا۔ مگر کبھی مغلوب نہیں ہوئے۔ پھر اُن میں فرانس کے ہیوگنوآن ملے جنہوں نے اپنے مذہب پروسٹینٹ کی آزادی کے لئے گھر بار وطن دولت سب کچھ چھوڑا مگر ننگ و عار کو گوارا نہیں کیا۔ اِن دونوں ڈچ و فرانسیسی قوموں کی باہم اختلاط و آمیزش سے ایسی اکھڑ دلیر نسلیں پیدا ہوئیں کہ جب سے دُنیا میں وہ نسلیں ہوئی ہیں کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوئیں پھر ان دہشت دلانے والی قوموں کو سات نسلوں تک وحشی قوموں اور درندے جانوروں سے لڑنا پڑا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ کوئی ضعیف زندہ نہ رہے۔ پھر انہوں نے گھوڑوں پر چڑھنے اور ہتیار چلانے کی ایسی مشق کی کہ شکار کرنے میں نشانہ لگانے میں شہسواری میں مشاق ہو کر طاق ہو گئے۔ تقدیری اور حب قومی کے تعصب کا مذہب از روے عہد عتیق اختیار کیا۔ بس بوئر وہ ہے جس کی ذات میں یہ لازمی صفات ہوں اُس کے برابر برٹش کشور کشائی کی راہ کا کاٹنے والا کوئی دشمن نہیں پیدا ہوا۔ انگلستان کی جنگ و رزم کی تاریخ میں زیادہ تر حصہ فرانس کے ساتھ لڑائیوں کا ہے۔ لیکن نپولین اور اُس کے آزمودہ کار سپاہیوں نے بھی انگریزوں کی کبھی ایسی سخت و بد مدارات نہیں کی۔ جیسی کہ بوئروں نے اپنے قدیمی مذہب اور جدید رفلوں سے کی جنوبی افریقہ کے نقشہ کو دیکھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ جیسے ناشپاتی کے اندر گٹھلی ہوتی ہے۔ ایسے ہی انگریزی قلمرو کے مرکز میں بوئروں کی دو ری پبلک (سلطنت جمہوری) بڑی زبردست سلطنتیں تھوڑے آدمیوں کی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ وہاں کیونکر آئے؟ افریقہ میں کیونکر انہوں نے اپنی ایسی جڑ مستحکم جمائی؟۔ یہ حال آگے بیان کیا جاتا ہے بوئر کو کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ جب تک اِس کے ماضی زمانہ کا حال نہ جانے زمانہ ماضی ہی نے اسکو بہادر بنایا ہے
۱۶۵۲ء میں کیپ گڈ ہوپ میں اول دفعہ ڈچ نے سکونت اختیار کی۔ یہاں پہلے سے پرتگیز

آباد تھے۔ مگر یہاں کا موسم اُن کی طبیعت کے ایسا خلاف تھا۔ کہ اُن کو یہاں اُس نے نہیں بسنے دیا۔ تو وہ زیادہ تر مشرقی کنارے پر جاکر آباد ہوئے۔ مگر جیسی کہ یہاں کی آب و ہوا انگریزوں کے لئے مُضر تھی ایسی ہی ڈچ کو مُفید تھی۔ وہ یہاں خوب پھولے پھلے موٹے تازے ہوئے۔ سردی۔ اِفلاس۔ طوفانات ان لیاقتوں کی دایہ ہیں جو کشور کشائی کے لئے چاہیئے ہیں۔ سرد بنجر زمینوں کے باشندے زرخیز گرم ملک کے بچوں پر غالب و فتحیاب ہوتے ہی ہیں بس ڈچ نے یہاں کی آب و ہوا میں خوب نشو و نما پایا۔ اُن کی تعداد کم تھی اس لئے وہ ملک کے اندر دُور دُور نہیں پھیلے پاس پاس رہے کہ ضرورت کے وقت سب آسانی سے یک جا جمع ہو جائیں۔ اُنہوں نے اپنے گھر بنائے پردے بسائے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی خُورد و نوش کا اسباب مہیا کرنے لگی۔ اپنی آبادیوں کو طول طویل اور مرتفع خطہ کی ڈھلانوں پر بڑھانے لگی جو پندرہ سو میل کارو کے کنارے سے وادی نیم لبی تک پھیلتا ہے۔ پھر اُن میں ہوگنو تارک الوطن ہو کر آباد ہوئے۔ جن کے خون میں فرانس کی شرافت اور شجاعت بھری ہوئی تھی۔ اُنہوں نے ڈچ میں اپنا بیج بویا۔ اور اسی طرح فرانس سے تارک الوطن آتے رہے۔ اس کولونی کی سو برس کی تاریخ صرف یہی ہے کہ یہ آبادیاں شمال کی طرف بتدریج بڑھتی گئیں مویشی کے پالنے سے شغل اُنہوں نے اختیار کیا۔ مگر یہ ملک ایسا تھا کہ چھ ایکڑ زمین ایک بھیڑ کی چرائی کے لئے درکار تھی۔ چھوٹی سی گلے کے لئے بڑے فارم کی ضرورت ہوتی تھی۔ فارم کی اکثر وسعت چھ ہزار ایکڑ کی ہوتی تھی۔ جس کا محصول پانچ پونڈ گورنمنٹ کو دینا پڑتا تھا۔ سفید آدمیوں کے پیچھے پیچھے افریقہ میں جو بیماریاں گئیں وہ دیسیوں کے لئے مہلک تھیں۔ چیچک کی وبا نے ملک کو خالی کر دیا۔ کہ نئے آدمی آنکر وہاں بسیں۔ شمال کی طرف وہ آگے آگے بڑھتے گئے اور یہاں وہاں چھوٹے چھوٹے قصبے آباد کرتے گئے۔ اور یہ بتلاتے گئے کہ ہماری سیرت یہ ہے کہ ... میں آزاد اور یوروپ سے بے تعلق ہوں۔ ڈچ کمپنی کی حکومت ایسی نرم تھی کہ اُسنے ... کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ اُس وقت یوروپ میں وہ جنگ کی ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں ... یہ چھوٹی سی بغاوت نقار خانہ میں طوطی کی آواز تھی۔ کوئی اُس پر متوجہ نہ ہوا مگر سنہ ۱۸۱۴ میں کیپ کولونی کا اضافہ برٹش قلمرو میں ہوا۔ کچھ حصہ اس کا تو فتح سے حاصل کیا کچھ حصہ

اس کا خریدا۔ ۱۸۰۶ء میں انگریزی سپاہ یہاں آئی اور یہاں کی سپاہ کو شکست دے کر کیپ ٹون
پر قبضہ کیا۔ ۱۸۱۴ء میں کچھ حصہ ایک رقم کثیر ساٹھ لاکھ پونڈ کو خریدا۔ اس وقت ملکوں میں جدید تقسیم
ہو رہی تھی اس میں یہ سودا جلدی اور بے احتیاطی سے کیا گیا۔ وہ ہندوستان کی آمد و رفت
کی شاہراہ میں ایک ٹھکانے کی جگہ تھی۔ اس نظر سے تو یہ سودا نفع کا تھا مگر ملک بجائے خود
جنگل اور بے منفعت تھا۔ اس بیچ میں سود و زیاں دونوں تھے۔ کافر قوموں سے
بڑی خرچ کرانے والی اور نیچا دکھانے والی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جن میں مخالف لڑنے والے
وہ تھے جن کا احترام ہنگام جنگ انگریز کرتے تھے۔ یہ تو نقصان تھے۔ مگر اس کے ساتھ فائدے
بھی یہ تھے۔ کہ دنیا میں سب سے بڑی معدنیات الماس اور سونے کی کانیں نہایت زرریز
قبضہ میں آئیں۔ آخر میں انگریزوں کو امید تھی۔ کہ جنوبی افریقہ میں امن امان و مرفہ الحالی
ہو اور سب آدمیوں کے حقوق و فرائض برابر ہونگے۔ آئندہ زمانہ میں اس ملک میں انگریز
کے لئے بھلائی ہوگی۔ اگر زمانہ گذشتہ پر حساب کیا جائے تو بمجبوری یہ کہنا پڑیگا کہ انگریز زیادہ
قوی زیادہ دولت مند زیادہ محترم دنیا کی نگاہ میں ہو گئے۔ اگرچہ ان کا قبضہ اس من جہازوں
کی توپوں کی زد سے آگے نہیں بڑھا۔ یعنی جتنا زیادہ مشکل کام کیا جاتا ہے اُتنا ہی زیادہ
معزز ہوتا ہے۔ انگریزوں کی اولاد دیکھے گی کہ ابتدائے سفر سے آخر تک جو خرابیاں اور
پریشانیاں اوٹھانی پڑی ہیں اور جو فتحیابیاں اور کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں اور خون بہانا
اور خزانہ خرچ کرنا پڑا ہے۔ ان سب کا ملا کر میلان اس طرف ہوا ہے کہ ہمکو کوئی مقصد اعظم مستقبل حاصل ہو
جس وقت کیپ کولونی انگریزوں کے علم کے نیچے آئی ہے۔ تو اس میں ڈچ۔ فرنچ۔ جرمن تیس ہزار (۳۰)
کے قریب آباد تھے۔ اُسی قدر ان کے پاس غلام تھے۔ ۱۸۲۰ء میں پانچ ہزار انگریزوں نے ترک وطن
کر کے مشرقی سرحدوں پر اپنی کولونی آباد کی اور اس وقت سے آہستہ آہستہ بالاستقلال انگریزی
زبان بولنے والوں کی آبادی بڑھنی شروع ہوئی۔ برٹش حکومت تاریخی عیب و صواب رکھتی
ہے۔ وہ نرم رحم دل صاف سچی تھی۔ مگر متلون الاحوال تھی۔ وہ بحیثیت مجموعی اچھی ہوتی اگر
وہ اس پر قناعت کرتی کہ چیزیں جیسی تھیں ویسی ہی رہنے دیتی اُن نسلوں کی خصلتیں آہ
بدلنا جو اپنی خصلتوں پر راسخ و مستقل جمے ہوئے ہوں ایک ایسی خوفناک دلیری تھی جس سے

بڑی طول طویل پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اور جنوبی افریقہ کی تاریخ دردناک ہوگئی۔ ہمیشہ انگریزی شاہی گورنمنٹ دیسی باشندوں کے حقوق کا اور اُس کے اُس دعوے کا جو وہ از روے قانون رکھتا ہے منصفانہ و محبانہ خیال رکھتی ہے۔ انگریزی انصاف اندھا نہیں ہے مگر رنگ کا اندھا ہے۔ (رنگ کا اندھا اُس شخص کو کہتے ہیں جس کو کوئی خاص رنگ نہ دکھائی دیتا ہو) اس سبب سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ کالی قوم ذلیل ہوتی ہے اور اُن کو آدھا وحشی اور آدھا بچوں کی سی سمجھ رکھنے والا جان کر گورے آقاؤں اور کالے نوکروں کے درمیان تعلقات قایم کئے جاتے ہیں جس کے سبب سے بہت سی مصائب پیش آتی ہیں ہمیشہ جنوبی افریقہ میں برٹش گورنمنٹ دیسی ملازموں کی معاونت اور دوستی کا کام کرتی جس کو عام پردیسی ناپسند کرتے۔ اس سبب یہاں پُرانے پردیسی آباد ہونے والوں اور نئے مضموں میں پرخاش شروع ہوئی۔ ایک خون ریز بلوہ ہوا۔ جس میں ایک ڈچ اس سبب سے گرفتار ہوا کہ اُس نے اپنے غلام سے بُرا سلوک کیا تھا۔ بلوہ فرو ہوا اور پانچ آدمیوں کو جو اس میں شریک تھے۔ پھانسی دی گئی۔ یہ سزا بڑی سخت و بے جا تھی بہادر قوم میدان جنگ کے کشتوں کو بھول جاتی ہے۔ مگر پھانسی کی قربانیوں کو نہیں بھولتی اس کا انتقام لئے بغیر اُس کو چین نہیں آتا۔ چنانچہ ایک موقع پر ڈچ نے اس کا انتقام انگریزوں سے لیا۔

ڈچ اور انگریزوں میں افتراق زیادہ ہوتا گیا۔ قانونی محکموں میں جو ڈچ افسر تھا افسر ڈچ کی جگہ انگلش افسر مقرر ہونے سے خفیہ سازشیں بدشعوری کے ساتھ لوکل گورنمنٹ میں ہونے لگیں۔ کافر قوموں کے ساتھ برٹش گورنمنٹ نے نرم عہد و پیمان کر لئے اُن قوموں نے ۱۸۳۴ء میں بوئروں کی سرحدوں پر بڑا دنگہ فساد مچایا تھا اسی سال میں برٹش گورنمنٹ نے یہ ارادہ مصمم کیا کہ کل اپنی قلمرو میں سے غلاموں کو آزاد کرے۔ بس اس نے دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ زن کر دیا۔

یہ ماننا چاہیئے کہ اس موقع پر جس حق کام کو وہ کرنا چاہتے تھے۔ اُس کے لئے روپیہ بھی جمع کرنے کو تیار تھے۔ یہ ایک قومی کار خیر شریفانہ و نیک اخلاقی کا تھا مگر قبل از

وقت تھا۔ برٹش گورنمنٹ وہ بُرائی دُور کرتی تھی جو کوئی خاص تعلق انگلینڈ سے نہیں رکھتی تھی
اُس کی پارلیمنٹ نے بیس لاکھ پونڈ اس لیئے دئے کہ غلاموں کے مالکوں کو غلاموں کی قیمت میں
وہ دئے جائیں اور غُلام آزاد کرائے جائیں بہت سے اہل خانہ بڑبڑاتے جاتے تھے۔ مگر جیبوں سے
اس لیئے روپیہ نکال کر دیئے جاتے تھے کہ اس امر کو خیر سمجھتے تھے۔ اگر کسی کار خیر پر جس کا ماحصل
دُنیا میں سوائے تکلیف کے کچھ اور نہ ہو کوئی فضل الٰہی ہوتا ہے۔ تو ہم کو اُمید ہو سکتی ہے کہ غلاموں
کے آزاد کرانے پر ہوگا۔ ہم نے اپنا روپیہ خرچ کیا۔ اور رانڈین کو بونیز کو کھویا۔ اور جنوبی افریقہ میں اپنے
ساتھ عداوت کو پیدا کیا۔ جس کا انجام ہم نے دیکھا۔ مگر اعلےٰ درجے کی اخلاق کی جو بات
ہوتی ہے وہ نہایت دانشمندی کی بھی ہوتی ہے۔ اس تدبیر کی تفصیل بہ نسبت اس اصول کے کم
وقعت رکھتی تھی۔ وہ ایسی دفعتہً کی گئی کہ لوگوں کو مُہلت نہیں ملی کہ وہ اپنی نئی حالتوں کے لیئے اپنے
تئیں درُست کر لیتے۔ جنوبی افریقہ میں تیس لاکھ پونڈ بحساب فی غلام ساٹھ ستّر پونڈ قیمت لگا کے
دینے تجویز ہوئے۔ مگر غلام کی یہ قیمت نرخ بازار سے کم تھی۔ اور یہ قیمت لنڈن میں ملتی تھی جس کے
سبب سے اس میں اور بھی کمی ہو جاتی تھی۔ اس سبب سے مجلسیں منعقد ہونے لگیں جس میں
لوگ بڑے غصّے میں بھرے ہوئے تھے۔ ڈچ کے پُرانے جوش اُٹھے۔ سرکشی کرنی تو بے سود تھی اُن
کے شمال میں زمین غیر مزروعہ ویران بہت وسیع پڑی تھی۔ صحرا نورد قوموں کے لیئے وہ مُناسب
حال تھی۔ اوس میں وہ بیلوں کے جھکڑوں میں جو اُن کے مسکن۔ قلعے۔ سواریاں تھیں بیٹھ بیٹھ
کر وہاں جانے شروع ہوئے جھکڑوں کے اندر عورتیں بیٹھتیں اور باہر اُن کے ساتھ مرد اپنی بڑی
لمبی نال کی بندوقیں لے کر چلتے۔ اس سفر میں اُن کے بھیڑ بکری مویشی ساتھ چلتے۔ لڑکے اُن
کو ہنکاتے۔ جھکڑوں کے پیچھے ایک دس برس کا لڑکا سانٹا ہاتھ میں لئے ہوئے باتیں کرتا ہوا
جاتا تھا۔ جس کا نام پال سٹیفنس کروگر تھا جس کا ذکر آگے بہت کچھ پڑھو گے۔

شمال میں مُلک کا حال

دریائے اورنج تک معلوم تھا۔ وہاں یہ مسافر آباد ہوئے اُس کے پار ایک بڑا خطہ تھا۔ جس کے اندر
میں کوئی مسافر سوائے شکاریوں کے کبھی گیا نہ تھا۔ ایک زولو نے اس سرزمین کو فتح کیا تھا +
اس میں دیسی لوگ بُونے کرکے منتظر باشندوں سے زراعت کراتے اور کسی اور سے زراعت

نہیں کراتے۔ وہاں اِن مسافروں کے لئے اچھی چراگاہیں اور سیر حاصل اراضی تھیں۔ انہوں
نے تھوڑے تھوڑے گروہوں میں تقسیم ہو کر سفر کیا۔ اِن سب مسافروں کا مجموعہ اُن کے مورخوں
نے بیان کے موافق چھ ہزار سے دس ہزار تک تھا۔ بلوم فونٹین کے مشرق میں ایک بلند چوٹی
پر اُن کا زیادہ تر حصہ آباد ہوا۔ جس کا بعد ازاں اورنج فری سٹیٹ نام ہوا۔ اِن نقل کرنے والوں
کے ایک گروہ کو زولو کی ایک خوفناک قوم سے تے بیلا نے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جو لوگ زندہ
رہے انہوں نے زولو پر لڑائی کا اشتہار دیا۔ اور اس جنگ میں اُنہوں نے اپنے بڑے سپاہیانہ
ہنر دکھائے۔ ایک سَو پچیس [125] بوئروں نے بارہ ہزار زولو نیزہ برداروں کو شکست دیدی۔
بوئروں نے اپنی شہسواری اور رفل بازی سے اپنے دشمنوں کے تہائی آدمیوں کو مار ڈالا اور
خود اُن کا اتنا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ دشمنوں کے نیزے باز اُن کے پاس آنے نہ پاتے تھے کہ
یہ اُن کو گولیوں سے اُڑا دیتے تھے۔ بوئر گھوڑوں کو دَوڑا کر زولوؤں پر گولیاں مار کے پہلے اس
سے اُلٹے چلے جاتے کہ دشمنوں کے نیزے باز اُن تک پہنچے۔ جب زولو اُن کے پیچھے پڑتے تو یہ بھاگ
جاتے۔ جب تعاقب کرنے والے ٹھہر جاتے تو یہ پھر گھوڑے اُڑا کے اُن پر گولیاں چلا کے اُلٹے چلے آتے۔
اِس فتح سے دریائے اورنج اور لم پوپو تک بوئروں کے لئے ملک خالی ہو گیا۔ یہی وہ ہی
ملک ہے۔ جس میں ٹرنسوال اور اورنج فری سٹیٹ میں اس عرصے میں ایک اور گروہ نقل
مکان کرنے والوں نٹال میں نازل ہوا۔ اور زولو کے ایک بڑے سردار ڈنگان کو شکست دی
اس لڑائی میں بوئر بھی تھے۔ اُن کی عورتیں بندوقیں بھرتیں اور وہ دشمنوں پر گولیاں چلاتے۔
چھ [6] بوئر مارے گئے اور زولو تین [3] ہزار
بوئروں نے اب اس سفر عظیم کے انتہا میں بہت سی دُور دراز فاصلوں کے طے کرنے کی
اور غافل اور وحشی دشمنوں کے مقابلہ کرنے کی تکلیفیں اُٹھا کر اُسی چیز کو پھر دیکھا۔ جس سے اُن
کو نفرت قلبی تھی۔ یعنے علم انگریزی جس سے بچنے کے لئے وہ اتنی دور بھاگتے تھے۔ نٹال
کے اندر بوئر آباد تھے۔ مگر انگریزوں نے بھی کام پہلے سے سمندر کی راہ سے کیا تھا اور بندر
نٹال میں بسے تھے۔ جس کو اب دربان کہتے تھے۔ انگلینڈ کی گورنمنٹ تذبذب طور پر کام
کرتی تھی۔ جب بوئروں نے نٹال کو فتح کر لیا تو انہوں نے یہ دعوے کیا کہ یہ برٹش کو لونی ہے

اور اسی وقت اُس نے یہ نامبارک مقولہ ظاہر کیا کہ برٹش رعایا اپنی خوشی سے اپنی فرماں روائی کو نہیں چھوڑیگی اور جہاں جا سکتی ہے وہاں جائیگی اور یہ صحرا نوردو بوئر برٹش کولونی کے رستے بتانے والے ہی ہیں۔ ۱۸۴۲ء میں ڈربان میں انگریزی سپاہ کی تین کمپنیاں گئیں یہ مٹھی بھر سپاہیوں کو بوئروں نے کمین گاہ میں بیٹھ کے مار ڈالا۔ مگر زندہ سپاہیوں نے ایک مقام کو حصار بنا کے جب تک اس کو محفوظ رکھا کہ کمک آگئی۔ پھر انہوں نے بوئروں کو پراگندہ کر دیا۔ اس وقت سے آئندہ زمانے میں نٹال برٹش کولونی یعنی انگریزی آبادی ہو گیا۔
زیادہ تر بوئروں نے شمال مشرق میں اہل وعیال واسباب خانہ داری کو ساتھ لیکر زمین نوردی اس لئے اختیار کی کہ کہیں اپنا مسکن وماوے بنائیں۔ اور اورنج فری سٹیٹ اور ٹرنسوال میں اپنے بھائیوں سے دردِ دلی کا اظہار کریں۔ انگریزوں نے جو نٹال کو اپنے تسلط میں الحاق کیا۔ اُس کی حدود معین نہ تھیں۔ بوئروں کو نٹال سے جانے سے ایسی نفرت پہنچی کہ وہ انگریزوں کے جانی دشمن ہو گئے۔
اب جو دریائے اورنج اور لمپوپو کے درمیان شمال اور جنوب میں ایک وسیع خطہ میں نئے آباد ہونے والے آنکر بسے اور کیپ کولونی سے اور آدمی اِن میں آن کر آباد ہوئے اس سبب سے اُن کی تعداد پندرہ ہزار ہو گئی۔ اُن میں آپس میں اتحاد کا سبب فقط یہ تھا۔ کہ وہ کافر قوموں سے لڑنا اور انگریزوں سے عداوت رکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ اُن میں اپنی اپنی حدود کے اندر تفریق اور تفریق در تفریق ایسی ہی تھی جیسی کہ بچّے نکلنے والے انڈوں میں ہوتی ہے سو اِن میں جانباز ہمسایہ فرقے آپس میں دنگہ فساد وجنگ کرتے رہتے تھے۔ اور کیپ کے حاکموں سے لڑائی رکھتے تھے۔ ۱۸۴۸ء میں بلوم فونٹین میں ایک قلعہ بنایا گیا۔ اور یہ ضلع برٹش گورنمنٹ میں الحاق کیا گیا۔ بوم بلیٹ نقل مکان کرنے والوں نے بے فائدہ مقابلہ کیا اور ایک ہی شکست پا کر شائستہ حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔
اسی عرصے میں ٹرنسوال میں بہت بوئر آن بسے اور اپنے آزادی کے خواہاں ہوئے برٹش گورنمنٹ نے اُن کو آزادی دیدی اور فریقین میں سینڈ ریور میں یہ عہد وپیمان ہوئے کہ برٹش گورنمنٹ بوئروں کو اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنے معاملات کا خود تصفیہ کیا کریں اور اُن

انین کے موافق اپنے اوپر آپ حکومت کیا کرین اس میں برٹش گورنمنٹ کچھ مداخلت
یں کریگی بشرطیکہ وہ غلامی کو اپنے یہان نہ رکھیں گے پس اسطرح جنوبی افریقہ مین ایک
ی پبلک قائم ہوئی اس وقت میں شرقی معاملات کے سبب سے ایک جنگ عظیم کا طوفان
تا ہوا نظر آتا تھا۔ دنیا کے ہر حصہ مین مدبران برٹش بہت سے اشغال رکھتے تھے اور جنوبی
یقہ کے الحاق سے ہمیشہ منفعت مشتبہ تھی اور مضرت یقینی تھی۔ برٹش گورنمنٹ نے اورنج
ٹ سے اپنی سپاہ کو بلا لیا گویا باشندوں کا بڑا حصہ اس سپاہ کے بلانے سے
ضی تھا مگر یہہ کہنا ناممکن ہے کہ باشندوں کی کثرت رائے اس سے ناراضی کی تھی
ہین اور نئی ری پبلک بغیر کسی قید کے آزاد کردی گئی۔ جب اس فوج کے بلا لینے
ناراضی کی عرضی ہوم گورنمنٹ میں لوگوں کی طرف سے پیش ہوئی تو جنکا نقصان اس تغیر سے
وا تھا انکو اٹھتالیس ہزار پونڈ معاوضہ نقصان کے دیئے گئے۔ پس ١٨٥٢ء اور ١٨٥٤ء
ں یہ دو زور آور سٹیٹس پیدا ہوئین جنہون نے انگلستان کی سپاہ کو بہت دنون تک
ران رکھا۔ اس عرصہ مین کیپ کولونی باوجودیکہ اس کا ایک حصہ نکل گیا تھا نہایت
ہ الحال ہوئی اور اس کی آبادی بڑھ گئی ١٨٧٠ء میں دو لاکھ ڈچ فرنچ۔ جرمن آباد
تھے۔ اس آبادی میں ڈچ زیادہ تھے ١٨٧٢ء مین انگلنڈ نے اس کولونی کو
یلف گورنمنٹ عنایت کی کہ وہ خود اپنے اوپر آپ حکمرانی کرین اور ملکہ معظمہ کا قائم مقام
گو...ر ہے جو برائے نام اختیار متروک العمل منسوخی قوانین کا وضع قوانین مین
کھے۔ اس نظام کے موافق کولونی مین ڈچ نے اپنے قائم مقاموں کو زیادہ ذی اختیار
یا۔ بالفعل ڈچ کا قانون بحال کیا گیا اور انگریزون کی چال ڈچ نے اختیار کی اور دفترون
زبان ڈچ مقرر کی۔ انگریزی کولونی مین انگریزون پر ڈچ گورنمنٹ فرمانروائی کرتی تھی انگریز اس شہر کی
ائی پل کونسل ہونے کیلئے ووٹ دینے کا اختیار نہین رکھتے تھے سینڈ ریور کے عہدنامہ کے بچیس برس بعد
افریقہ کے برگردن الی برگر اس آدمی کہتے ہیں جو کسی برگ یعنی قصبے یا شہر میں رہتا ہو
حقوق آزادی حاصل ہون اور وہ پارلیمنٹ میں اپنی طرف سے ممبر منتخب کر کے
سکتا ہو) نے اپنی زلیست کا طریقہ بڑا انشدد ظلم و ستم کا اختیار کیا دیسی آدمیون سے

متواتر لڑتے تھے کبھی کبھی آپس میں بھی جنگ کرتے تھے۔ جنوب میں ایک چھوٹی سی
ری پبلک پر بھی شبہہ آتے تھے جس کے سبب سے بدنظمی نے پاؤں پھیلائے۔ ہرگز
محصول نہیں ادا کرتے تھے اس سبب سے خزانے خالی پڑے تھے۔ شمال سے کافر
قوم اور شرق میں زولو قوم بوئروں کو دھمکاتی تھی انگریزوں کے طرفداروں کے
اس کہنے میں مبالغہ ہے کہ بوئروں کو انگریزوں نے بیچ میں پڑکر بچایا۔
بوئروں کے پاس سپاہ ایسی تھی کہ دونوں زولو اور سیکوکنی کی سپاہیں ملکر
اس کے ہم پلہ و مد مقابل ہوتیں۔ مگر یقینی بوئروں پر ایک خوفناک حملہ ہونے والا تھا
انکے سر اگنے۔ وہ فارم ہوس کافروں کے حملے کے لئے کھلے پڑے تھے۔ سر تھیو فلس
شپ سٹن انگریزی کمشنر نے تین مہینے تحقیقات کر کے سب کاموں کو یوں طے کیا
کہ بوئروں سے انتزاع ملک کر کے اپنے ملک میں الحاق کیا۔ یہہ امر واقعی کہ اس نے
پچیس آدمیوں کے زور سے ملک کو الحاق کرلیا اس کے اس سچے یقین کی تصدیق
کرتا ہے کہ اس میں کوئی مسلح مقابلہ کا اندیشہ نہیں تھا مگر یہہ امر کہ سینڈ ریور کے
عہدنامہ کو برعکس کرتا تھا جسسے جنوبی افریقہ کی تاریخ میں ایک نیا باب کھلا۔
اس وقت میں تو بظاہر یہہ معلوم ہوتا تھا کہ بوئروں کے دلوں میں اس الحاق کا قلق
نہیں ہے۔ وہ اپنے آپس کے لڑائی جھگڑوں سے درماندہ اور مصائب و تکالیف
سے خستہ ہو رہے تھے۔ برگروں کے پریسیڈنٹ نے باقاعدہ اقرار اطاعت
کر کے کیپ کولونی میں سکونت اختیار کی گورنمنٹ نے اس کی پنشن مقرر کردی [illegible]
الحاق کے برخلاف عرضی لکھی گئی جسمیں بوئر باشندوں کے کثرت سے دستخط تھے مگر جو اس الحاق کے برخلاف نہ تھے وہ بھی
کچھ تھوڑے نہ تھے۔ کروگر نے خود انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت تنخواہ دار عہدہ قبول کرلیا تھا سارے آثار ایسے تھے کہ اگر کام
دور اندیشی و احتیاط سے کیا جاتا تو بوئر انگریزی علم کے نیچے اطاعت قبول کرلیتے۔
یہہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر اس الحاق میں التوا ہوا ہوتا تو بوئر خود اس الحاق کی درخواست کرتے
اس لڑائی کا باقی حال جو حضرت علیا ملکہ معظمہ کی ذات خاص سے متعلق ہے وہ انکی سوانح عمری میں
بیان کردیا ہے اسلیئے اس لڑائی کا حال زیادہ نہیں لکھینگے کہ وہ حضرت علیا کی وفات کے بعد ختم ہوئی ہے

فہرست مضامین

معاملات سوڈان ۸۶ سے ۱۰۵

مسٹر گلیڈسٹون کی عہد وزارت میں معاملات سوڈان - مہدی کی فتوح اور وزارت انگلنڈ کی دشواریاں مصر کی مالی حالت کی ابتری - پارلیمنٹ کی تشویشات - جنرل گارڈن وزیر بادشاہ وہم ڈنگولہ - جنگ انبارا - جنگ اندرمان - نتائج جنگ سوڈان - افریقہ کی حالت حال و ماضی و فرقہ مہدویہ کی ترقی و تنزل -

جنگ ٹرانسوال ۱۰۶ سے آخر تک

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۸	اشاعت ہوئی	ان باشندوں	۴۱	۴	گیا	گئی
۸	۲	راہبوں	راہبون	۴۱	۶	بورڈ	بورد
۱۰	۱۹	ڈپلومیسی	ڈپلومیسی	۴۲	۱۹	میک	میٹنگ
۱۸	۶	آہنی کے	آہنی	۴۴	۳	کا	کار
۱۸	۸	پاس	باس	۴۹	۱۶	بے پیئر	نے پیئر
۲۳	۱۶	آمر	آرڈر	۴۹	۲۲	ستانا	سنانا
۲۵	۲	سٹیس	سٹیٹس	۵۵	۲۳	رگیوار	رگیولر
۳۱	۲۰	جیتنے	چھینی	۵۷	۴	پولی میسی	یونی ورسٹی
۳۱	۲۲	قبیلہ	قبیلہ کی	۶۰	۷	استیعفا	استعفا
۳۳	۱۰	بڑی	انکوبڑی	۸۱	۱	بہ پیارا	نہ پیارا
۳۳	۱۶	ل	بل	۹۰	۸	کرہم	گرے ہم
۳۴	۱	قاتلوں	قاتلوں کے	۹۱	۱۵	ریلی	نے
۳۵	۱۹	سبیس	سٹیٹس	۹۲	۱۴	نہیں	نھی
				۱۰۲	۳ او ۴	استارا و انہارا	انبارا